

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

تفسیر ابن کثیر

امام المفسرین حافظ عثمان الدین
ابوالفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر الدمشقی رحمۃ اللہ علیہ
المتوفی ۷۷۴ھ

ترجمہ
امام العصر مولانا محمد جونا گڑھی رحمۃ اللہ علیہ

تخریج
کامران طاہر
تحقیق و نظر ثانی
حافظ زبیر علی زئی

مکتبہ اسلامیہ



۱

تفسیر ابن کثیر

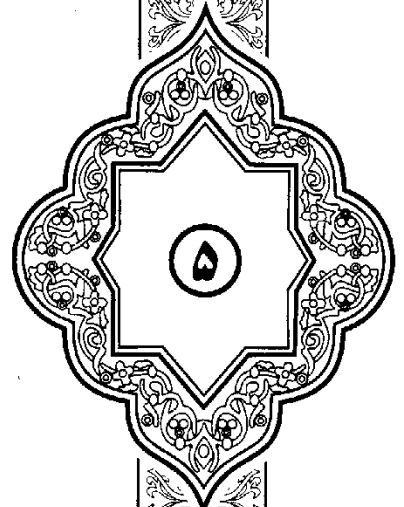
إمام المفسرين حافظ عماد الدين
أبو الفداء إسماعيل بن عمر بن كثير الدمشقي رحمه الله
المتوفى ٧٤٢ هـ

ترجمته
إمام العصر مولانا محمد جونا گڑھی

تفہیم
کامران طاہر
نائب مدیر مجلس التحقیق الاسلامی
تحقیق و نظر ثانی
حافظ زبیر علی زئی

تقریظ
أبو الحسن مبشر احمد ربانی
حافظ صلاح الدین یوسف

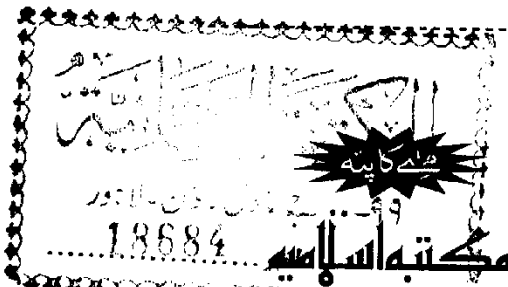
محمد علی شاہ



جلد حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

238۰45
اسد

کتاب..... تفسیر ابن کثیر
جلد..... پنجم
تالیف..... امام المفسرین حافظ عماد الدین
ترجمہ..... امام العصر مولانا محمد جو ناگرہی
ناشر..... مجتہد ریحان
کمپوزنگ / ڈیزائننگ..... مکتبہ اسلامیہ پرنٹرز
سرورق خطاطی..... حافظ انجم محمود
اشاعت..... اپریل 2009
قیمت.....



بالتقابل رحمان مارکیٹ غزنی سٹریٹ، لاہور۔ پاکستان فون: 042-7244973

ہیمنٹ اٹلس بینک بالتقابل شیل پٹرول پمپ کوٹوالی روڈ، فیصل آباد۔ پاکستان فون: 041-263124

فہرست

صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر	مضمون
52	تفسیر سورہ فتح	5	تفسیر سورہ احقاف
52	سورہ فتح کا شان نزول نیز نبی ﷺ کی عبادت کا حال	5	غیر اللہ کی عبادت کا کوئی ثبوت نہیں ہے
55	ایمان بڑھتا اور گھٹتا ہے	7	فرمان رسول ﷺ کہ مجھے نہیں معلوم میرے ساتھ کیا کیا جائے گا
56	صلح حدیبیہ کا واقعہ احادیث کی روشنی میں	9	سرکشی اور تکبر کی مذمت
61	منافقوں کے حیلے بہانے	11	کم از کم مدت حمل چھ ماہ ہو سکتی ہے
62	خیبر کی غنیمت اہل حدیبیہ کے لیے	15	نافرمان اولاد کا والدین سے رویہ
63	سخت جنگ جو قوم کون سی ہے؟	17	احقاف کا معنی و مطلب
64	حدیبیہ میں ببول کا مبارک درخت	20	قوم عاد کے واقعہ میں عبرت و نصیحت ہے
66	معابدہ حدیبیہ کی دفعات اور کافروں کا اشتعال	21	جنات کی حقیقت اور قرآن سننا نیز حضور ﷺ جنات کے بھی نبی ہیں
68	شہادت عثمان رضی اللہ عنہ کی افواہ پر اصحاب رسول رضی اللہ عنہم سے بیعت رضوان	33	زمین و آسمان کی پیدائش انسانی پیدائش سے بڑی ہے
78	نبی ﷺ کا خواب بمنزلہ وحی کے ہوتا ہے	35	تفسیر سورہ قتال
82	اصحاب رسول رضی اللہ عنہم سے بغض و عناد کفر ہے	35	کفار کے اعمال خیر برباد ہیں
85	تفسیر سورہ حجرات	36	جہاد اور اس کے کچھ احکام
85	آداب رسالت کا بیان	39	مومن ایک آیت میں کھاتا ہے اور کافر سات آنتوں میں
88	آپ ﷺ کے احترام کو ملحوظ نہ رکھنا بے عقلی ہے	41	جنت کی نہریں اور اثمار و فواکہ
89	خبر و اطلاع کی تحقیق ضروری ہے	43	اللہ سے معافی اور چند مسنون دعائیں
93	بغاوت کفر نہیں باغی گروہ بھی مومن ہے	45	جہاد سے جی چرانے والے منافق
94	مذاق اور عیب گیری کی ممانعت	47	قرآن میں غور و فکر کیوں نہیں کرتے؟
95	بدگمانی اور عیوب تلاش کرنا نیز غیبت کا مفہوم	48	انسان کا ظاہر باطن کا غماز ہوتا ہے
101	فضیلت و وقار کا معیار تقویٰ پر ہے	49	گمراہ ہونے والا اپنا ہی نقصان کرتا ہے
103	ایمان اور اسلام میں فرق	51	دنیا کی بے ثباتی اور ناپائیداری

صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر	مضمون
116	جہنم کا اللہ سے ہم کلام ہونا	106	تفسیر سورہ ق
119	چھ دن میں آسمان و زمین بنائے گئے	106	قرآن پاک کی سات منزلوں کی تفصیل
121	اللہ کے ایک حکم سے قیامت آجائے گی	107	حرف "ق" کے بارے میں خلاف عقل و نقل روایات
123	تفسیر سورہ ذاریات	109	ایک سے ایک بڑھ کر قدرت کا نمونہ
	سورۃ الذاریات کی ابتدائی آیات کی خوبصورت	110	نبیوں کی تکذیب کرنے والی قومیں تباہ ہوئیں
123	تشریح		اللہ کا علم و قدرت انسان کی شررگ سے زیادہ
125	قیام اللیل اور سحری کی فضیلت	111	قریب ہے
129	واقعہ ابراہیم علیہ السلام کے معزز مہمانوں کا.....	114	انسان کا نگران اور گواہ فرشتہ

تفسیر سورہ احقاف

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حَمَّ ۱ تَنْزِیْلُ الْكِتَابِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِیْزِ الْحَكِیْمِ ۵ مَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَهُمَا اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَجَلٍ مُّسَمًّی ۶ وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا عَمَّا
اُنْذِرُوْا مُّعْرِضُوْنَ ۷ قُلْ اَرَعٰیْتُمْ مَا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اُرُوْنِیْ مَاذَا
خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِی السَّمٰوٰتِ ۸ اِیْتُوْنِیْ بِكِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ
هٰذَا اَوْ اَثَرٍ ۹ مِّنْ عِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ۱۰ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ یَّدْعُوْا مِنْ
دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَا یَسْتَجِیْبُ لَهٗ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَائِهِمْ غٰفِلُوْنَ ۱۱
وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ کَانُوْا لَهُمْ اَعْدَآءٌ وَكَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِیْنَ ۱۲

ترجمہ: بہت بخشش کرنے والے بہت مہربان اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع۔

حَمَّ ۱ اس کتاب کا اتارنا اللہ تعالیٰ غالب حکمت والے کی طرف سے ہے (۱۲) ہم نے آسمان و زمین اور ان دونوں کے درمیان کی تمام چیزوں کو بہترین تدبیر کے ساتھ ہی، ایک میعاد معین کیلئے تیار کیا ہے، کافر لوگ جس چیز سے ڈرائے جاتے ہیں منہ موڑ لیتے ہیں، (۱۳) تو کہہ بھلا دیکھو تو جنہیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو مجھے بھی تو دکھاؤ کہ انہوں نے زمین کا کونسا ٹکڑا بنایا ہے؟ یا آسمانوں میں ان کا کون سا حصہ ہے؟ اگر تم سچے ہو تو اس سے پہلے ہی کی کوئی کتاب یا کوئی نقلی علم ہی میرے پاس لاؤ (۱۴) اس سے بڑھ کر گمراہ کون ہوگا؟ جو اللہ کے سوا ایسوں کو پکارتا ہے جو قیامت تک اسکی دعا قبول نہ کر سکیں بلکہ ان کے پکارنے سے محض بے خبر ہوں (۱۵) اور جب لوگوں کا حشر کیا جائے گا تو یہ ان کے دشمن ہو جائیں گے اور ان کی پرستش سے صاف انکار کر جائیں گے۔ (۱۶)

غیر اللہ کی عبادت کا کوئی ثبوت نہیں ہے: [آیت: ۱-۶] اللہ تعالیٰ خبر دیتا ہے کہ اس قرآن کریم کو اس نے اپنے بندے اور اپنے سچے رسول حضرت محمد (ﷺ) پر نازل فرمایا ہے اور بیان فرماتا ہے کہ رب تعالیٰ ایسی بڑی عزت والا ہے جو کبھی زائل نہیں ہوگی اور ایسی زبردست حکمت والا ہے جس کا کوئی قول کوئی فعل حکمت سے خالی نہیں۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ آسمان و زمین وغیرہ تمام چیزیں اس نے عبث اور باطل پیدا نہیں کیں بلکہ سراسر حق کے ساتھ اور بہترین تدبیر کے ساتھ بنائی ہیں اور ان سب کے لئے وقت مقرر ہے جو نہ گھٹے نہ بڑھے۔ اس رسول سے اس کتاب سے اور رب تعالیٰ کے ڈراوے کی اور نشانہوں سے جو بد باطن لوگ بے پرواہی اور لاپرواہی کرتے ہیں انہیں عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ انہوں نے کس قدر خود اپنا ہی نقصان کیا۔

پھر فرماتا ہے ذرا ان مشرکین سے پوچھو تو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا جن کے نام تم جیتے ہو جنہیں تم پکارتے ہو اور جن کی عبادت کرتے ہو ذرا مجھے بھی تو ان کی طاقت قدرت دکھاؤ بتلاؤ تو زمین کے کس ٹکڑے کو خود انہوں نے بنایا ہے؟ یا ثابت تو کرو کہ آسمانوں میں ان کی شرکت کتنی ہے اور کہاں ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ آسمان ہوں یا زمینیں ہوں یا اور چیزیں ہوں ان سب کا پیدا کرنے والا صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ بجز اس کے کسی کو ایک ذرے کا بھی اختیار نہیں۔ تمام ملک کا مالک وہی ہے ہر چیز پر کامل تصرف اور قبضہ رکھنے والا وہی ہے۔ تم اس کے سوا دوسروں کی عبادت کیوں کرتے ہو؟ کیوں اس کے سوا دوسروں کو اپنی مصیبتوں میں پکارتے ہو؟ جنہیں یہ تعلیم کس نے دی؟ کس نے یہ شرک تمہیں سکھایا؟ دراصل کسی بھلے اور سمجھدار شخص کی یہ تعلیم نہیں ہو سکتی نہ اللہ تعالیٰ نے یہ تعلیم دی ہے۔ اگر تم اللہ تعالیٰ کے سوا اوروں کی پوجا پر کوئی آسانی دلیل رکھتے ہو تو اچھا اس کتاب کو تو جانے دو اور کوئی آسانی صحیفہ ہی پیش کر دو۔ اچھا نہ سہی اپنے اس مسلک پر کوئی اور دلیل علم ہی قائم کر دو۔ لیکن یہ تو جب ہو سکتا ہے کہ تمہارا یہ فعل صحیح بھی ہو اس باطل فعل پر نہ تو تم کوئی نقلی دلیل پیش کر سکتے ہو نہ عقلی ایک قرأت میں ﴿أَوْ اتَّقَوْا مَنْ عِندِي﴾ ہے یعنی کوئی صحیح علم کی نقل اگلوں سے ہی پیش کر دو۔ حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مطلب یہ ہے کہ کسی کو پیش کر دو جو علم کی نقل کرے۔ ① ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اس امر کی کوئی بھی دلیل لے آؤ۔ مسند احمد میں ہے اس سے مراد علمی تحریر ہے۔ ② راوی کہتے ہیں میرا تو خیال ہے کہ یہ حدیث مرفوع ہے۔ حضرت ابو بکر بن عیاش رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مراد بقیہ علم ہے۔ حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کسی مغنی دلیل کو ہی پیش کر دو اور ان بزرگوں سے یہ بھی منقول ہے کہ مراد اس سے اگلی تحریریں ہیں۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کوئی خاص علم اور یہ سب اقوال قریب قریب ہم معنی ہیں مراد وہی ہے جو ہم نے شروع میں بیان کر دی۔ امام ابن جریر رضی اللہ عنہ نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے پھر فرماتا ہے اس سے بڑھ کر کوئی راہ گم کردہ نہیں جو اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر بتوں کو پکارے اور ان سے حاجتیں طلب کرے جن حاجتوں کے بر لانے کی ان میں طاقت ہی نہیں بلکہ وہ تو اس سے بھی بے خبر ہیں کہ کوئی انہیں پکار رہا ہے قیامت تک یہ پکارتے رہیں لیکن وہ غافل ہی ہیں نہ سنتے ہیں نہ دیکھتے ہیں محض بے خبر ہیں نہ کسی چیز کو لے دے سکتے ہیں اس لئے کہ وہ تو پتھر ہیں جمادات میں سے ہیں۔ قیامت کے دن جب سب لوگ اکٹھے کئے جائیں گے تو یہ معبودان باطل اپنے عابدوں کے دشمن بن جائیں گے اور اس بات سے کہ یہ لوگ ان کی پوجا کرتے تھے صاف انکار کر جائیں گے جیسے اللہ عزوجل کا اور جگہ ارشاد ہے۔ ﴿وَاتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ إِلَهَةً﴾ ③ یعنی ان لوگوں نے اللہ کے سوا اور معبود بنا رکھے ہیں تا کہ وہ ان کی عزت کا باعث بنیں۔ واقعہ ایسا نہیں بلکہ وہ تو ان کی عبادت کا انکار کر جائیں گے اور ان کے پورے مخالف ہو جائیں گے۔ یعنی جب کہ یہ ان کے پورے محتاج ہوں گے اس وقت وہ ان سے منہ پھیر لیں گے۔ حضرت خلیل اللہ علیہ السلام نے اپنی امت سے فرمایا تھا۔ ﴿إِنَّمَا اتَّخَذْتُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ أَوْثَانًا﴾ ④ الخ۔ یعنی تم نے اللہ کے سوا بتوں سے جو تعلقات دنیا میں قائم کر لئے ہیں اس کا نتیجہ قیامت کے دن دیکھ لو گے جبکہ تم ایک دوسرے سے انکار کر جاؤ گے اور تمہاری جگہ جہنم مقرر اور متعین ہو جائے گی اور تم اپنا مدد گار کسی کو نہ پاؤ گے۔

① الطبری: ۹۴/۲۲۔ ② احمد: ۲۲۶/۱ وسندہ صحیح وفيه قال سفیان: "لا أعلمه إلا عن النبي ﷺ" طبرانی: ۱۰۷۲۵، مجمع الزوائد: ۷/۱۰۸، حاکم: ۲/۴۵۴۔ ③ ۱۹/مریم: ۱۸۔ ④ ۲۹/العنکبوت: ۲۵۔

وَإِذَا تَنَلَّى عَلَيْهِمْ آيُنَا بَيِّنَاتٍ قَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلْحَقِّ لَنَا جَاءَهُمْ هَذَا
 سِحْرٌ مُّبِينٌ ۖ أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ ۖ قُلْ إِنِ افْتَرَيْتُهُ فَلَا تَمْلِكُونَ لِي مِنَ اللَّهِ
 شَيْئًا ۖ هُوَ أَعْلَمُ بِمَا تُفِيضُونَ فِيهِ ۖ كَفَىٰ بِهِ شَهِيدًا بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ ۖ وَهُوَ
 الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ۝ قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ وَمَا أَدْرِي مَا يُفْعَلُ بِي
 وَلَا بِكُمْ ۖ إِنِ اتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحَىٰ إِلَيَّ وَمَا أَنَا إِلَّا نَذِيرٌ مُّبِينٌ ۝

ترجمہ: انہیں جب ہماری واضح آیتیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو منکر لوگ سچی بات کو جبکہ ان کے پاس آچکی کہہ دیتے ہیں کہ یہ تو صریح جادو ہے۔ [۷۶] بلکہ کہہ دیتے ہیں کہ اسے تو اس نے خود بنالیا ہے تو کہہ اگر میں ہی اسے بنالیا ہوں تو تم میرے لئے اللہ کی طرف سے کسی چیز کا اختیار نہیں رکھتے تم اس قرآن کے بارے میں جو کچھ کہہ رہے ہو اسے اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔ میرے اور تمہارے درمیان اظہار حق کرنے والا وہی کافی ہے اور وہ بخشش کرنے والا مہربان ہے۔ [۷۸] تو کہہ دے کہ میں کوئی بالکل نیا پیغمبر تو نہیں نہ مجھے یہ معلوم ہے کہ میرے ساتھ اور تمہارے ساتھ کیا کیا جائے گا۔ میں تو صرف اسی کی پیروی کرتا ہوں جو میری طرف وحی بھیجی جاتی ہے اور میں تو صرف علی الاعلان آگاہ کر دینے والا ہوں۔ [۷۹]

فرمان رسول ﷺ مجھے نہیں معلوم کہ میرے ساتھ کیا کیا جائے گا: [آیت: ۷۷-۷۹] مشرکوں کی سرکشی اور ان کا کفر بیان ہو رہا ہے کہ جب انہیں اللہ تعالیٰ کی ظاہر و باہر واضح اور صاف آیتیں سنائی جاتی ہیں تو یہ کہہ دیتے ہیں کہ یہ تو صریح جادو ہے۔ تھکدیب و افتراء اضلال و کفر گویا ان کا شیوہ ہو گیا ہے۔ جادو کہہ کر ہی بس نہیں کرتے بلکہ یوں بھی کہتے ہیں کہ اسے تو خود محمد (ﷺ) نے گھڑ لیا ہے پس نبی کی زبانی اللہ تعالیٰ خوب جواب دلواتا ہے کہ اگر میں نے ہی اس قرآن کو بنالیا ہے اور میں اس کا سچا نبی نہیں تو یقیناً وہ مجھے میرے اس جھوٹ اور بہتان پر سخت تر عذاب کرے گا اور پھر تم تو کیا سارے جہان میں کوئی ایسا نہیں جو مجھے اس کے عذابوں سے چھڑا سکے۔ جیسے اور جگہ ہے ﴿قُلْ إِنِّي لَنْ يُبْعِرَنِي مِنَ اللَّهِ أَحَدٌ﴾ ① الخ یعنی تو کہہ دے کہ مجھے اللہ کے ہاتھ سے کوئی نہیں بچا سکتا اور نہ اس کے سوا کہیں اور مجھے سننے کی جگہ مل سکے گی لیکن میں اللہ تعالیٰ کی تبلیغ اور اس کی رسالت کو بجالاتا ہوں۔ اور جگہ ہے ﴿وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا﴾ ② الخ یعنی اگر یہ ہم پر کوئی بات بنالیتا تو ہم اس کا داہنا ہاتھ پکڑ کر اس کی رگ گردن کاٹ ڈالتے اور تم میں سے کوئی بھی اسے نہ بچا سکتا۔ پھر کفار کو دھمکا جا رہا ہے کہ تمہاری گفتگو کا پورا علم اس عظیم اللہ تعالیٰ کو ہے وہی میرے اور تمہارے درمیان فیصلہ کرے گا۔ اس دھمکی کے بعد انہیں تو یہ اور انابت کی رغبت دلائی جا رہی ہے اور فرماتا ہے وہ غفور و رحیم ہے اگر تم اس کی طرف رجوع کرو اپنے کرمات سے باز آؤ تو وہ بھی تمہیں بخش دے گا اور تم پر رحم کرے گا۔ سورہ فرقان میں بھی اسی مضمون کی آیت ہے۔ فرمان ہے ﴿وَقَالُوا آسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ اكْتَسَبَهَا﴾ ③ الخ یعنی یہ کہتے ہیں کہ یہ اگلوں کی کہانیاں ہیں جنہیں اس نے لکھ لیا ہے اور صبح شام لکھائی جا رہی ہیں۔ تو کہہ دے کہ اسے اس اللہ تعالیٰ نے اتارا ہے جو ہر پوشیدگی کو جانتا ہے خواہ آسمانوں میں ہو خواہ زمین میں ہو وہ غفور و رحیم ہے۔

پھر ارشاد ہوتا ہے کہ دنیا میں کوئی پہلا نبی تو نہیں؟ مجھ سے پہلے بھی تو دنیا میں لوگوں کی طرف رسول آتے رہے پھر میرے آنے سے تمہیں اس قدر اچنبھا کیوں ہوا؟ مجھے تو یہ بھی نہیں معلوم کہ میرے ساتھ اور تمہارے ساتھ کیا کیا جائے گا؟ بقول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس آیت کے بعد آیت ﴿لَا تُفِرُّ لَكَ اللَّهُ﴾ ① الخ اتری ہے۔ ② اسی طرح حضرت عکرمہ، حضرت حسن، حضرت قتادہ رضی اللہ عنہم بھی اسے منسوخ بتلاتے ہیں یہ بھی مروی ہے کہ جب آیت بخشش اتری جس میں فرمایا گیا تاکہ اللہ تیرے اگلے پچھلے گناہ بخشنے، تو ایک صحابی نے کہا حضور! یہ تو اللہ نے بیان فرمادیا کہ وہ آپ کے ساتھ کیا کرنے والا ہے پس وہ ہمارے ساتھ کیا کرنے والا ہے؟ اس پر آیت ﴿لَا يَخْلُ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ حَسْبُ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ﴾ ③ اتری ④ یعنی تاکہ اللہ مؤمن مردوں اور مؤمن عورتوں کو ایسی جنتوں میں داخل کرے جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں صحیح حدیث سے بھی یہ تو ثابت ہے کہ مؤمنوں نے کہا یا رسول اللہ! آپ کو مبارک ہو فرمائیے ہمارے لئے کیا ہے؟ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری۔ ⑤ حضرت ضحاک رضی اللہ عنہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں ”کہ مطلب یہ ہے کہ مجھے نہیں معلوم کہ میں کیا حکم دیا جاؤں اور کس چیز سے روک دیا جاؤں؟“ امام حسن بصری رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ اس آیت سے مراد یہ ہے کہ آخرت کا انجام تو مجھے قطعاً معلوم ہے کہ میں جنت میں جاؤں گا ہاں دنیوی حال معلوم نہیں کہ اگلے بعض انبیاء کی طرح قتل کیا جاؤں یا اپنی زندگی کے دن پورے کر کے اللہ تعالیٰ کے ہاں جاؤں؟ اور اسی طرح میں نہیں کہہ سکتا کہ تمہیں دھنسا دیا جائے یا تم پر پتھر برسائے جائیں۔ امام ابن جریر رضی اللہ عنہ اسی کو معتبر کہتے ہیں اور فی الواقع ہے بھی یہ ٹھیک آپ بالیقین جانتے تھے کہ آپ اور آپ کے پیرو جنت میں ہی جائیں گے اور دنیا کی حالت کے انجام سے آپ بے خبر تھے کہ انجام کار آپ کا اور آپ کے مخالفین قریش کا کیا حال ہوگا؟ آیا وہ ایمان لائیں گے یا کفر پر ہی رہیں گے اور عذاب کئے جائیں گے یا بالکل ہی ہلاک کر دیئے جائیں گے۔ لیکن جو حدیث مسند احمد میں ہے حضرت ام العلاء انصاریہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ”جنہوں نے حضور ﷺ سے بیعت کی تھی کہ جس وقت مہاجرین بذریعہ قرعہ اندازی انصاریوں میں تقسیم ہو رہے تھے اس وقت ہمارے حصے میں حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ آئے“ آپ ہمارے ہاں بیمار ہوئے اور فوت بھی ہو گئے۔ جب ہم آپ کو کفن پہنا چکے، اور حضور ﷺ بھی تشریف لا چکے تو میرے منہ سے نکل گیا اے ابوالسائب! اللہ تجھ پر رحم کرے میری تو تجھ پر گواہی ہے کہ اللہ تعالیٰ یقیناً حیرا اکرام ہی کرے گا۔ اس پر جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تمہیں کیسے معلوم ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ یقیناً اس کا اکرام ہی کرے گا۔ میں نے کہا حضور پر میرے ماں باپ فدا ہوں مجھے کچھ معلوم نہیں۔ پس آپ نے فرمایا سنو ان کے پاس تو ان کے رب کی طرف کا یقین آ پہنچا اور مجھے ان کے لئے بھلائی اور خیر کی امید ہے قسم ہے اللہ کی باوجود رسول اللہ ﷺ ہونے کے میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا کیا جائے گا؟ اس پر میں نے کہا اللہ تعالیٰ کی قسم! اب اس کے بعد میں کسی کی براءت نہیں کروں گی اور مجھے اس کا بڑا صدمہ ہوا لیکن میں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی ایک نہر بہ رہی ہے۔ میں نے آ کر حضور ﷺ سے اس کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا یہ ان کے اعمال ہیں۔“ یہ حدیث بخاری میں ہے ⑥ مسلم میں نہیں اور اسکی ایک سند میں ہے ”میں نہیں جانتا باوجودیکہ میں اللہ کا رسول ہوں کہ ان کے ساتھ کیا کیا جائے گا؟“ ⑦ دل کو تو کچھ ایسی لگتی ہے کہ یہی الفاظ موقع کے لحاظ سے =

① ۴۸/ الفتح: ۲۔ ② الطبری، ۲۲/ ۹۹۔ ③ ۴۸/ الفتح: ۵۔ ④ الطبری، ۲۲/ ۱۰۰۔

⑤ صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب غزوة حديبية: ۱۷۲ بتصرف۔

⑥ صحیح بخاری، کتاب الجنائز، باب الدخول على الميت بعد الموت، ۱۲۴۳: احمد، ۶/ ۴۳۶۔

⑦ صحیح بخاری، کتاب الشهادات، باب القرعة في المشكلات، ۲۶۸۷۔

قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ وَكْفَرْتُمْ بِهِ وَشَهِدَ شَهِدٌ مِّنْ بَنِي إِسْرَءِيلَ عَلَىٰ مِثْلِهِ فَأَمَنْ وَاسْتَكْبَرْتُمْ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ۝ وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلَّذِينَ آمَنُوا لَوْ كَانَ خَيْرًا مَّا سَبَقُونَا إِلَيْهِ وَإِذْ لَمْ يَهْتَدُوا بِهِ فَسَيَقُولُونَ هَذَا أَفْكٌ قَدِيمٌ ۝ وَمِنْ قَبْلِهِ كَتَبُ مُوسَىٰ إِمَامًا وَرَحْمَةً ۖ وَهَذَا كِتَابٌ مُّصَدِّقٌ لِّسَانِ عَرِيبٍ لِّيُنْذِرَ الَّذِينَ ظَلَمُوا ۖ وَبُشْرَىٰ لِلْمُحْسِنِينَ ۝ إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝ أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ خَالِدِينَ فِيهَا جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝

ترجمہ: تو کہہ اگر یہ قرآن اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہوا در تم نے اسے نہ مانا ہو اور بنی اسرائیل کا ایک گواہ اس کی گواہی بھی دے چکا ہو اور وہ ایمان بھی لا چکا ہو اور تم نے سرکشی کی ہو بیشک اللہ تعالیٰ ستم کا رگڑہ کو راہ نہیں دکھاتا۔ [۱۰۱] کافروں نے ایمانداروں کی نسبت کہا کہ اگر یہ دین بہتر ہوتا تو یہ لوگ اس کی طرف ہم سے سبقت کرنے نہ پاتے اور چونکہ انہوں نے اس قرآن سے ہدایت نہیں پائی تو یہ تو کہہ دیں گے کہ قدیمی جھوٹ ہے۔ [۱۱] اور اس سے پہلے موسیٰ علیہ السلام کی کتاب پیشوا اور رحمت تھی اور یہ کتاب ہے سچا کرنے والی عربی زبان میں تاکہ ستم گاروں کو ڈرائے اور نیک کاروں کو بشارت ہو۔ [۱۲] بیشک جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا پالنا ہمارا اللہ ہے پھر اس پر جے رہے تو ان پر نہ تو کوئی خوف ہوگا اور نہ غمگین ہوں گے۔ [۱۳] یہ تو اہل جنت ہیں جو سدا ہی میں رہیں گے ان اعمال کے بدلے جو کیا کرتے تھے۔ [۱۴]

= ٹھیک ہیں کیونکہ اس کے بعد ہی یہ جملہ ہے کہ مجھے اس بات سے بڑا صدمہ ہوا۔ الغرض یہ حدیث اور اسی کی ہم معنی اور حدیثیں دلائل ہیں اس امر پر کہ کسی معین شخص کے جنتی ہونے کا قطعی علم کسی کو نہیں نہ کسی کو ایسی بات زبان سے کہنی چاہئے۔ بجز ان بزرگوں کے جن کا نام لے کر شارع علیہ السلام نے انہیں جنتی کہا ہے جیسے عشرہ مبشرہ اور حضرت ابن سلام اور عمیصا اور بلال اور سراقہ اور عبداللہ بن عمرو بن حرام جو حضرت جابر کے والد ہیں اور وہ ستر قاری جو بیر معونہ کی جنگ میں شہید کئے گئے اور زید بن حارثہ اور جعفر اور ابن رواحہ اور ان جیسے اور بزرگ رضی اللہ عنہم پھر فرماتا ہے اے نبی! تم کہہ دو کہ میں تو صرف اس وحی کا مطیع ہوں جو اللہ تعالیٰ کی جناب سے میری جانب آئے اور میں تو صرف ڈرانے والا ہوں کہ کھول کھول کر شخص کو آگاہ کر رہا ہوں ہر عقلمند میرے منصب سے باخبر ہے۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ سرکشی اور تکبر کی مذمت: [آیت: ۱۰-۱۳] اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ سے فرماتا ہے کہ ان مشرکین کافرین سے کہو کہ اگر یہ قرآن سچ منج رب تعالیٰ کی طرف سے ہے اور پھر بھی تم اس کا انکار کر رہے ہو تو بتلاؤ تو تمہارا کیا حال ہوگا؟ وہ اللہ تعالیٰ جس نے مجھے حق کے ساتھ تمہاری طرف یہ پاک کتاب دے کر بھیجا ہے وہ تمہیں کسی کچھ مزائیں کرے گا؟ تم اس کا انکار کرتے ہو اسے جھوٹا بتلاتے ہو حالانکہ اس کی سچائی اور صحت کی شہادت وہ کتابیں بھی دے رہی ہیں جو اس سے پہلے وقتاً فوقتاً اگلے انبیاء پر نازل ہوتی رہیں اور بنی اسرائیل کے جس شخص نے اس کی سچائی کی گواہی دی اس نے حقیقت کو پہچان کر اسے مانا اور اس پر ایمان لایا لیکن تم نے اس کی اتباع سے جی چرایا اور تکبر کیا، یہ بھی مطلب بیان کیا گیا ہے کہ اس شاہد نے اپنے نبی پر اور اس کی کتاب پر یقین کر لیا، لیکن تم نے اپنے نبی اور

اپنی کتاب کے ساتھ کفر کیا۔ اللہ تعالیٰ ظالم گروہ کو ہدایت نہیں کرتا۔ ﴿شَهِدَ﴾ کا لفظ اسمِ جنس ہے اور یہ اپنے عام معنی کے لحاظ سے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ وغیرہ سب کو شامل ہے۔ یہ یاد رہے کہ یہ آیت کی ہے۔ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے اسلام سے پہلے کی ہے۔ اسی جیسی آیت یہ بھی ہے ﴿وَإِذَا يُنَادِي عَلَيْهِمْ قَالُوا آمَنَّا بِهِ إِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَبِّنَا إِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلِهِ مُسْلِمِينَ﴾ ① یعنی جب ان پر تلاوت کی جاتی ہے تو اقرار کرتے ہیں کہ یہ ہمارے رب کی جانب سے سراسر برحق ہے ہم تو اس سے پہلے ہی مسلمان ہیں اور فرمان ہے ﴿إِنَّ الَّذِينَ يُؤْتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهِ﴾ ② یعنی جن لوگوں کو اس سے پہلے علم عطا فرمایا گیا ہے ان پر جب تلاوت کی جاتی ہے تو وہ بلا پس و پیش سجدے میں گر پڑتے ہیں اور زبان سے کہتے ہیں ہمارا رب پاک ہے اس کے وعدے یقیناً سچے اور ہو کر رہنے والے ہیں۔ مسروق اور شعبی رحمہما اللہ فرماتے ہیں یہاں اس آیت سے مراد حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نہیں اس لئے کہ آیت مکہ میں اترتی ہے اور آپ مدینہ کی ہجرت کے بعد اسلام قبول کرتے ہیں۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کسی شخص کے بارے میں جو زندہ ہو اور زمین پر چل پھر رہا ہو میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی اس کا جنتی ہونا نہیں سنا۔ بجز (حضرت) عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے، انہیں کے بارے میں آیت ﴿شَهِدَ شَهِدَ مِنْ بَنِي إِسْرَءِيلَ﴾ الخ نازل ہوئی ہے ③ (بخاری و مسلم وغیرہ)۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور مجاہد ضحاک، قتادہ، عکرمہ، یوسف بن عبداللہ بن ہلال بن بشار، سدی، ثوری، مالک بن انس، ابن زید رحمہم اللہ کا قول ہے کہ اس سے مراد حضرت ابن سلام رضی اللہ عنہ ہیں۔ ④ یہ کفار کہا کرتے ہیں کہ اگر قرآن بہتری کی چیز ہوتی تو تم ہم جیسے شریف انسان جو اللہ کے مقبول بندے ہیں ان پر بھلا یہ نیچے درجے کے لوگ جیسے بلال، عمار، صہیب، خباب اور انہی جیسے اور گرے پڑے لوٹری غلام کیسے سبقت کر جاتے؟ پھر تو اللہ سب سے پہلے ہمیں ہی نوازتا۔ حالانکہ یہ قول بالبدایت باطل ہے اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے ﴿وَكَذَٰلِكَ فَتَنَّا بَعْضَهُم بِبَعْضٍ﴾ ⑤ الخ یعنی ہم نے اسی طرح بعض کو بعض کے ساتھ فتنے میں ڈالا کہ کہیں کیا یہی لوگ ہیں کہ ہم سب میں سے انہی پر اللہ تعالیٰ نے اپنا احسان کیا؟ یعنی انہیں تعجب معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ کیسے ہدایت پا گئے؟ اگر یہ چیز بھلی ہوتی تو ہم اس کی طرف لپک کر جاتے پس یہ خیال ان کا تو خام تھا لیکن اتنی بات یقینی ہے کہ نیک سمجھ والے، سلامت روی والے، ہمیشہ بھلائی کی طرف سبقت کرتے ہیں اسی لئے اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ جو قول فعل صحابہ رسول سے ثابت نہ ہو وہ بدعت ہے اس لئے کہ اگر اس میں بہتری ہوتی تو وہ پاک جماعت جو کسی چیز میں پیچھے رہنے والی نہ تھی وہ اسے ترک نہ کرتی۔ چونکہ اپنی بد نصیبی کے باعث یہ گروہ قرآن پر ایمان نہیں لایا یا اس لئے یہ اپنی خجالت دفع کرنے کو قرآن ہی پر نام دھرتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ تو پرانے لوگوں کی پرانی غلط باتیں ہیں یہ کہہ کر وہ قرآن اور قرآن والوں کو طعنہ دیتے ہیں۔ یہی وہ تکبر ہے جس کی بابت حدیث میں ہے کہ تکبر نام ہے حق کو ہٹا دینے اور لوگوں کو حقیر سمجھنے کا۔ ⑥ پھر اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے اس سے پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل شدہ کتاب تورات امام و رحمت تھی اور یہ کتاب یعنی قرآن مجید اپنے سے پہلے کی تمام کتابوں کو منزل من اللہ اور سچی کتابیں مانتا ہے۔ یہ عربی فصیح اور بلخ زبان میں نہایت واضح کتاب ہے۔ اس میں کفار کے لئے ڈراوا ہے اور ایمانداروں کے لئے بشارت ہے۔ اس کے بعد کی آیت کی پوری تفسیر سورہ سلم المسجدہ میں گزر چکی ہے۔ ان پر خوف نہ ہوگا یعنی آئندہ اور یہ غم نہ کھائیں گے یعنی چھوڑی ہوئی چیز دل کا۔ =

- ① ۲۸ / القصص: ۵۳۔ ② ۱۷ / بنی اسرائیل: ۱۰۷۔ ③ صحیح بخاری، کتاب مناقب الانصار، باب مناقب عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ: ۳۸۱۲؛ صحیح مسلم، ۴۸۳؛ نسائی، ۱۴۸؛ احمد، ۱ / ۱۶۹؛ ابن حبان، ۷۱۶۳۔ ④ الطبری، ۲۲ / ۱۰۴۔ ⑤ ۶ / الانعام: ۵۳۔ ⑥ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب تحریم الکبر و بیانہ، ۹۱۔

وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ إِحْسَانًا ۖ حَمَلَتْهُ أُمُّهُ كُرْهًا وَوَضَعَتْهُ كُرْهًا ۖ وَحَمْلُهُ وَفِصْلُهُ ثَلَاثُونَ شَهْرًا ۚ حَتَّىٰ إِذَا بَلَغَ أَشُدَّهُ وَبَلَغَ أَرْبَعِينَ سَنَةً ۚ قَالَ رَبِّ أَوْزِعْنِي أَنْ أَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِي أَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلَىٰ وَالِدَيَّ وَأَنْ أَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضَاهُ وَأَصْلِحْ لِي فِي ذُرِّيَّتِي ۚ إِنِّي تُبْتُ إِلَيْكَ وَإِنِّي مِنَ الْمُسْلِمِينَ ⑤ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ نَقَبِلُ عَنْهُمْ أَحْسَنَ مَا عَمِلُوا وَتَتَجَاوَزُ عَنْ سَيِّئَاتِهِمْ فِي أَصْحَابِ الْجَنَّةِ ۖ وَعَدَ الصَّادِقُ الَّذِي كَانُوا يَعِدُونَ ⑥

ترجمہ: اور ہم نے انسان کو اپنے ماں باپ کے ساتھ سلوک کرنے کا حکم دیا ہے۔ اس کی ماں نے اسے تکلیف جمیل کر بیٹ میں رکھا اور تکلیف برداشت کر کے اسے جنا۔ اسکے حمل کا اور اسکے دودھ پھرانے کا زمانہ تیس مہینے کا ہے۔ یہاں تک کہ جب وہ اپنی کمال قوت کے زمانے کو اور چالیس سال کی عمر کو پہنچا تو کہنے لگا اے میرے پروردگار مجھے توفیق دے کہ میں تیری اس نعمت کا شکر بجالاؤں جو تو نے مجھ پر اور میرے ماں باپ پر انعام کی ہے اور یہ کہ میں ایسے نیک عمل کروں جن سے تو خوش ہو جائے اور تو میری اولاد میں بھی صلاحیت پیدا کر۔ میں تیری طرف رجوع کرتا ہوں اور میں مسلمانوں میں سے ہوں۔ [۱۵] یہی وہ لوگ ہیں جن کے نیک اعمال تو ہم قبول فرما لیتے ہیں اور جن کے بد اعمال سے درگزر کر لیتے ہیں جتنی لوگوں میں ہیں مطابق اس سچے وعدے کے جو ان سے کیا جاتا تھا۔ [۱۶]

== یہ ہمیشہ جنت میں رہنے والے جنتی ہیں ان کے پاکیزہ اعمال تھے ہی ایسے کہ رحمت رحیم کرم کریم کی بدلیاں ان پر جھوم جھوم کر موسلا ہار بارش برسائیں وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

کم از کم مدت حمل چھ ماہ ہو سکتی ہے: [آیت: ۱۵-۱۶] اس سے پہلے چونکہ رب تعالیٰ کی توحید کا اور اس کی عبادت کے اخلاص کا اور اس پر استقامت کرنے کا حکم ہوا تھا اس لئے یہاں ماں باپ کے حقوق کی بجا آوری کا حکم ہو رہا ہے۔ اسی مضمون کی اور بہت سی آیتیں قرآن پاک میں موجود ہیں۔ جیسے فرمایا ﴿وَقَضَىٰ رَبُّكَ أَنْ لَا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا﴾ ① یعنی تیرا رب یہ فیصلہ کر چکا ہے کہ تم اسکے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ احسان کرو۔ اور آیت میں ہے ﴿أَنِ اشْكُرْ لِي وَلِوَالِدَيْكَ إِلَٰهَ الْمُسْبِرِ﴾ ② میرا شکر کر اور اپنے والدین کا لوثنا تو میری ہی طرف ہے۔ اور بھی اس مضمون کی بہت سی آیتیں ہیں۔ پس یہاں ارشاد ہوتا ہے کہ ہم نے انسان کو حکم کیا ہے کہ ماں باپ کے ساتھ احسان کرو ان سے یہ تواضع پیش آؤ۔ ابو داؤد و طحاہی میں حدیث ہے کہ ”حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی والدہ نے آپ سے کہا کہ کیا ماں باپ کی اطاعت کا حکم الہی نہیں؟ میں نے نہ کھاؤں گی نہ پانی پیوں گی جب تک کہ تو اللہ کے ساتھ کفر نہ کرے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے انکار پر اس نے یہی کیا کہ کھانا پینا چھوڑ دیا یہاں تک کہ لکڑی سے اس کا منہ کھول کر جبراً پانی وغیرہ چھوادیے تھے“ اس پر یہ آیت اتری یہ حدیث مسلم وغیرہ میں بھی ہے ③ ماں نے حالت حمل

① ۱۷/ بنی اسرائیل: ۲۳۔ ② ۳۱/ لقمان: ۱۴۔

③ صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب في فضل سعد بن أبي وقاص رضی اللہ عنہ، ۱۷۴۸۔

حضور ﷺ فرماتے ہیں ”جب مسلمان بندہ چالیس سال کا ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے حساب میں تخفیف کر دیتا ہے اور جب ساٹھ سال کا ہو جاتا ہے تو آسمان والے اس سے محبت کرنے لگتے ہیں اور جب اسی سال کا ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی نیکیاں ثابت رکھتا ہے اور اس کی برائیاں مٹا دیتا ہے اور جب نوے (۹۰) سال کا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے اگلے پچھلے گناہ معاف فرماتا ہے اور اس کے گھرانے کے آدمیوں کے بارے میں اسے شفاعت کرنے والا بناتا ہے اور آسمانوں میں لکھ دیا جاتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی زمین میں اس کا قیدی ہے۔“ یہ حدیث دوسری سند سے مسند احمد میں بھی ہے۔ ① بنو امیہ کے دمشق گورنر حجاج بن عبداللہ طبری فرماتے ہیں ”کہ چالیس سال کی عمر میں تو میں نے نافرمانیوں اور گناہوں کو لوگوں کی شرم و حیا سے چھوڑا تھا اس کے بعد گناہوں کے چھوڑنے کا باعث خود ذات الہی سے جی تھی۔“ عرب شاعر کہتا ہے کہ بچپن میں ناگہبی کی حالت میں تو جو کچھ ہو گیا ہو گیا لیکن جس وقت بڑھا پے نے منہ دکھایا تو سر کی سفیدی نے خود ہی برائیوں سے کہہ دیا کہ اب تم کوچ کر جاؤ۔ پھر اس کی دعا کا بیان ہو رہا ہے کہ اس نے کہا میرے پروردگار! میرے دل میں ڈال کہ میں تیری نعمت کا شکر کروں جو تو نے مجھ پر اور میرے ماں باپ پر انعام فرمائی اور میں وہ اعمال کروں جن سے تو مستقبل میں خوش ہو جائے اور میری اولاد میں میرے لئے اصلاح کر دے یعنی میری نسل اور میرے پیچھے والوں میں میں تیری طرف رجوع کرتا ہوں اور میرا اقرار ہے کہ میں فرمانبرداروں میں ہوں۔ اس میں ارشاد ہے کہ چالیس سال کی عمر کو پہنچ کر انسان کو پختہ دل سے اللہ کی طرف توبہ کرنی چاہیے اور نئے سرے سے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع و رغبت کر کے اس پر جم جانا چاہئے۔ ابو داؤد میں ہے ”کہ صحابہ کرام حضور ﷺ التحیات میں پڑھنے کے لئے اس دعا کی تعلیم کیا کرتے تھے ((اللَّهُمَّ اَلْفَ بَيْنَ قُلُوبِنَا وَاصْلِحْ ذَاتَ بَيْنِنَا وَاهْدِ نَاسِبِلَ السَّلَامِ وَنَجِّنَا مِنَ الظَّلَمَاتِ اِلَى النُّورِ وَجَنِّبْنَا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَبَارِكْ لَنَا فِيْ اَسْمَاعِنَا وَاَبْصَارِنَا وَقُلُوبِنَا وَاَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّاتِنَا وَتُبْ عَلَيْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ وَاَجْعَلْنَا شَاكِرِيْنَ لِنِعْمَتِكَ مُثْمِنِيْنَ بِهَا عَلَيكَ قَابِلِيْهَا وَاَتِمِّمْهَا عَلَيْنَا)) یعنی ”اے اللہ ہمارے دلوں میں الفت ڈال اور ہمارے آپس میں اصلاح کر دے اور ہمیں سلامتی کی راہ دکھا اور ہمیں اندھیروں سے بچا کر نور کی طرف نجات دے اور ہمیں ہر برائی سے بچالے خواہ وہ ظاہر ہو خواہ چھپی ہوئی اور ہمیں ہمارے کانوں میں اور آنکھوں میں اور دلوں میں اور بیوی بچوں میں برکت دے اور ہم پر رجوع فرما یقیناً تو رجوع فرمانے والا مہربان ہے اے اللہ ہمیں اپنی نعمتوں کا شکر گزار اور ان کے باعث اپنا شواہد اور نعمتوں کا اقرار بنا اور اپنی بھرپور نعمتیں ہمیں عطا فرما۔“ ②

پھر فرماتا ہے کہ یہ جن کا بیان گزرا جو اللہ تعالیٰ کی طرف توبہ کرنے والے اور جو نیکیاں چھوٹ جائیں انہیں کثرت استغفار سے پالنے والے ہی وہ ہیں جن کی اکثر لغزشیں ہم معاف فرما دیتے ہیں اور ان کے تھوڑے اعمال کے بدلے ہم انہیں جنتی بنا دیتے ہیں۔ ان کا یہی حکم ہے جیسے کہ وعدہ کیا اور فرمایا یہ وہ سچا وعدہ ہے جو ان سے کیا جاتا تھا۔ ابن جریر میں ہے حضور اکرم ﷺ بروایت روح الامین فرماتے ہیں ”انسان کی نیکیاں اور بدیاں لائی جائیں گی اور ایک کو ایک کے بدلے میں کیا جائے گا پس اگر ایک نیکی بھی بچ رہی تو اللہ تعالیٰ اسی کے عوض اسے جنت میں پہنچا دے گا۔“ راوی حدیث نے اپنے استاد سے پوچھا اگر تمام نیکیاں ہی برائیوں کے

① احمد، ۸۹/۲ و سندہ ضعیف جداً و السند مسلسل بالعلل منها ضعف فرج بن فضالہ، البزار، ۳۵۸۷، مسند ابی یعلیٰ، ۴۲۴۶، الزہد للبیہقی، ۶۴۲۔

② ابو داؤد، کتاب الصلاة، باب التشہد، ۹۶۹ و هو صحیح۔

وَالَّذِي قَالَ لِيَا أَبْنَاهُ أُفٍّ لَّكَ أَتَعِدُنِيَّ أَنْ أُخْرَجَ وَقَدْ خَلَتِ الْقُرُونُ مِنْ
 قَبْلِي ۚ وَهُمَا يَسْتَغِيثَانِ اللَّهَ وَيْلَكَ آمِنْ ۚ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ ۖ فَيَقُولُ مَا هَذَا إِلَّا
 آسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ ۝ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِي أُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ
 قَبْلِهِمُ مِنَ الْحَيِّ وَالْإِنْسِ ۖ إِنَّهُمْ كَانُوا خَاسِرِينَ ۝ وَلِكُلِّ دَرَجَةٍ مِمَّا عَمِلُوا
 وَلِيُوفيَهُمْ أَعْمَالَهُمْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ۝ وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِينَ كَفَرُوا عَلَى النَّارِ
 أَذُهِبَتْ طَبِيبَتُكُمْ فِي حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا ۖ فَالْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ
 الْهُونِ بِمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَيَا كُنْتُمْ تَقْسِفُونَ ۝

ترجمہ: جس نے اپنے ماں باپ سے کہا کہ تم سے میں تنگ آ گیا کیا تم مجھ سے یہی کہتے رہو گے کہ میں مرنے کے بعد پھر زندہ کیا جاؤں گا
 باوجود یہ کہ مجھ سے پہلے بھی قرون گزر چکے ہیں وہ دونوں جناب باری میں فریاد کرتے ہیں اور کہتے ہیں تجھے خرابی ہو تو ایماندار بن جا بیشک
 اللہ کا وعدہ حق ہے وہ جواب دیتا ہے کہ یہ تو صرف اگلوں کے افسانے ہیں [۷۱] یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ کے عذاب کا وعدہ صادق آ گیا من
 جملہ ان جنات اور انسانوں کے گروہ کے جو ان سے پہلے گزر چکے ہیں۔ جو یقیناً نقصان یافتہ تھے۔ [۱۸] اور ہر ایک کو اپنے اپنے اعمال کے
 مطابق درجے ملیں گے تاکہ انہیں ان کے اعمال کے پورے بدلے دے اور ان پر ظلم نہ کیا جائے گا۔ [۱۹] اور جس دن کفار جہنم کے سرے پر
 لائے جائیں گے (کہا جائے گا) تم نے اپنی نیکیاں دنیا کی زندگی میں ہی برا کر دیں اور ان سے فائدے اٹھا چکے پس آج تمہیں ذلت کے
 عذابوں کی سزا دی جائے گی اسی باعث کہ تم زمین میں ناحق تکبر کیا کرتے تھے اور اس باعث بھی کہ تم عدول حکمی کیا کرتے تھے۔ [۲۰]

= بدلے میں چلی جائیں تو؟ آپ نے فرمایا ان کی برائیوں سے اللہ رب العزت تجاوز فرما لیتا ہے۔ دوسری سند میں بفرمان باری
 عز وجل مردی ہے۔ یہ حدیث غریب ہے اور اس کی سند بہت پختہ ہے۔

حضرت یوسف بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ”جب حضرت علی رضی اللہ عنہ اہل بصرہ پر غالب آ گئے اس وقت میرے پاس
 (حضرت) محمد بن حاطب رضی اللہ عنہ آئے ایک دن مجھ سے فرمانے لگے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس تھا اور اس وقت حضرت عمار
 حضرت صعصعہ، حضرت اشتر، حضرت محمد بن ابوبکر بھی تھے۔

بعض لوگوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ذکر نکالا اور کچھ گستاخی کی، حضرت علی رضی اللہ عنہ اس وقت تخت پر بیٹھے ہوئے تھے ہاتھ میں
 چھڑی تھی۔ حاضرین مجلس میں سے کسی نے کہا کہ آپ کے سامنے تو آپ کی اس بحث کا صحیح حکم کار کرنے والے موجود ہی ہیں چنانچہ
 سب لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سوال کیا۔ اس پر آپ نے فرمایا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ان لوگوں میں سے تھے جن کے بارے میں
 اللہ عز وجل فرماتا ہے ﴿أُولَٰئِكَ الَّذِينَ نَقَبْلُ عَنْهُمْ﴾ الخ قسم اللہ تعالیٰ کی یہ لوگ جن کا ذکر اس آیت میں ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ
 ہیں اور ان کے ساتھی، تین مرتبہ یہی فرمایا۔“ راوی یوسف کہتے ہیں میں نے محمد بن حاطب سے پوچھا کچھ کہو تمہیں رب کی قسم تم نے خود

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی زبانی یہ سنا ہے؟ فرمایا ہاں قسم اللہ تعالیٰ کی میں نے خود حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ سنا ہے۔

نافرمان اولاد کا والدین سے رویہ: [آیت: ۱۷۰-۱۷۱] چونکہ اوپر ان لوگوں کا حال بیان ہوا تھا جو اپنے ماں باپ کے حق میں نیک دعائیں کرتے ہیں اور ان کی خدمتیں کرتے رہتے ہیں اور ساتھ ہی ان کے اخروی درجات کا اور وہاں نجات پانے اور اپنے رب کی نعمتوں سے مالا مال ہونے کا ذکر ہوا تھا۔ اسلئے اس کے بعد ان بد بختوں کا بیان ہو رہا ہے جو اپنے ماں باپ کے نافرمان ہیں، انہیں باتیں سناتے ہیں۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ آیت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ کے حق میں نازل ہوئی ہے جیسے کہ عوفی بروایت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں جس کی صحت میں بھی کلام ہے اور جو قول نہایت کمزور ہے اس لئے کہ حضرت عبدالرحمن بن ابوبکر رضی اللہ عنہما تو مسلمان ہو گئے تھے اور بہت اچھے اسلام والوں میں سے تھے بلکہ اپنے زمانے کے بہترین لوگوں میں سے تھے۔ بعض مفسرین کا بھی یہ قول ہے لیکن ٹھیک یہی ہے کہ یہ آیت عام ہے۔ ابن ابی حاتم میں ہے کہ ”مروان نے اپنے خطبے میں کہا کہ اللہ تعالیٰ نے امیر المؤمنین کو یزید کے بارے میں ایک اچھی رائے بھائی ہے اگر وہ انہیں اپنے بعد بطور خلیفہ کے نامزد کر جائیں تو حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے بھی تو اپنے بعد خلیفہ مقرر کیا ہی ہے۔ اس پر حضرت عبدالرحمن بن ابوبکر رضی اللہ عنہما بول اٹھے کہ کیا ہر قل کے دستور پر اور نصرانیوں کے قانون پر عمل کرنا چاہتے ہو؟ قسم ہے اللہ تعالیٰ کی نہ تو خلیفہ اول نے اپنی اولاد میں سے کسی کو خلافت کے لئے منتخب کیا نہ اپنے کنبہ قبیلہ والوں میں سے کسی کو نامزد کیا اور معاویہ رضی اللہ عنہ نے جو اسے کیا وہ صرف بیٹے کی عزت افزائی اور اپنے بچوں پر رحم کھا کر۔ یہ سن کر مروان کہنے لگا کیا تو وہی نہیں جس نے اپنے والدین کو اف کیا تھا؟ تو عبدالرحمن رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا تو ایک ملعون شخص کی اولاد میں سے نہیں؟ تیرے باپ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت کی تھی۔ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا نے یہ سن کر مروان سے کہا تو نے (حضرت) عبدالرحمن رضی اللہ عنہ سے جو کہا وہ بالکل جھوٹ ہے وہ آیت ان کے بارے میں نہیں بلکہ وہ فلاں بن فلاں کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ پھر مروان جلدی ہی منبر سے اتر کر آپ کے حجرے کے دروازے پر آیا اور کچھ باتیں کر کے لوٹ گیا۔“ ①

بخاری میں یہ حدیث دوسری سند سے اور الفاظ کے ساتھ ہے اس میں یہ بھی ہے کہ حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کی طرف سے مروان حجاز کا امیر بنایا گیا تھا۔ اس میں یہ بھی ہے کہ ”مروان نے حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ کو گرفتار کر لینے کا حکم اپنے سپاہیوں کو دیا لیکن یہ دوڑ کر اپنی بعشیرہ صاحبہ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں چلے گئے اس وجہ سے انہیں کوئی پکڑ نہ سکا اور اس میں یہ بھی ہے کہ حضرت صدیقہ کبریٰ رضی اللہ عنہا نے پردہ میں سے ہی فرمایا کہ ہمارے بارے میں بجز میری پاکدامنی کی آیتوں کے اور کوئی آیت نہیں اتری۔“ ② نسائی کی روایت میں ہے کہ اس خطبہ سے مقصود یزید کی طرف سے بیعت حاصل کرنا تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے فرمان میں یہ بھی ہے کہ مروان اپنے اس قول میں جھوٹا ہے جس کے بارے میں یہ آیت اتری ہے مجھے بخوبی اس کا نام معلوم ہے لیکن میں اس وقت اسے ظاہر کرنا نہیں چاہتی لیکن ہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مروان کے باپ کو ملعون کہا ہے اور مروان اس کی پشت میں تھا پس یہ اس لعنت الہی کا بقیہ ہے۔ ③ یہ بیٹا اپنے ماں باپ کی بے ادبی کرتا ہے وہاں رب تعالیٰ کی بے ادبی سے بھی نہیں چوکتا۔ مرنے کے بعد کی زندگی کو جھٹلاتا ہے اور اپنے ماں باپ سے کہتا ہے کہ تم مجھے اس زندگی سے کیا ڈراتے ہو مجھ سے پہلے سینکڑوں زمانے گزر گئے لاکھوں کروڑوں انسان مرے میں نے تو کسی کو دوبارہ زندہ ہوتے نہیں دیکھا ان میں سے ایک بھی تو لوٹ کر خبر دینے =

① ابن ابی حاتم و سندہ ضعیف۔

② صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ الاحقاف باب ﴿وَالَّذی قَالَ لَوَالدیہ اف لکمما.....﴾ ۴۸۲۷۔

③ السنن الکبریٰ، ۱۱۴۹۱ اسکی سند میں محمد بن زیاد ہے جس کا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سماع ثابت نہیں۔ لہذا یہ سند ضعیف ہے۔

وَإِذْ كُنَّا خَاِعَادٍ ۖ إِذْ أَنْذَرَ قَوْمَهُ بِالْأَحْقَافِ وَقَدْ خَلَتْ النُّذُرُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ
وَمِنْ خَلْفِهِ ۖ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا اللَّهَ ۖ إِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ ۝ قَالُوا
اجْتِنَا لِنَأْفِكَنَا عَنِ الْهَيْئَةِ ۚ فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَا إِن كُنْتَ مِنَ الصَّادِقِينَ ۝ قَالَ
إِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللَّهِ ۖ وَأُبَلِّغُكُمْ مَا أُرْسِلْتُ بِهِ وَلَكِنِّي أَرِكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُونَ ۝
فَلَمَّا رَأَوْهُ عَارِضًا مُسْتَقْبِلَ أَوْدِيَّتِهِمْ ۖ قَالُوا هَذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا ۖ بَلْ هُوَ مَا
اسْتَعْجَلْتُمْ بِهِ ۖ رِيحٌ فِيهَا عَذَابٌ أَلِيمٌ ۖ تَدْمِرُ كُلَّ شَيْءٍ ۖ بِأَمْرِ رَبِّهَا ۖ فَاصْبَحُوا
لَا يَرَوْنَ إِلَّا مَسْكِنَهُمْ ۖ كَذَلِكَ نَجْزِي الْقَوْمَ الْمُجْرِمِينَ ۝

ترجمہ: عادیوں کے بھائی کو یاد کر دیجئے اس نے اپنی قوم کو احقاف میں ڈرایا اور یقیناً اس سے پہلے بھی ڈرانے والے گزر چکے ہیں اور
اس کے بعد بھی یہ کہ تم سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کی عبادت نہ کرو بیشک میں تو تم پر بڑے دن کے عذاب سے خوف کھاتا ہوں۔ [۲۱]
قوم نے جواب دیا کہ آپ ہمارے پاس اس لئے آئے ہیں کہ ہمیں اپنے معبودوں کی پرستش سے باز رکھیں؟ پس اگر آپ
سچے ہیں تو جن عذابوں کا آپ ہم سے وعدہ کرتے ہیں انہیں ہم پر لاؤ [۲۲] (حضرت ہود علیہ السلام نے) کہا (اسکا) علم تو اللہ ہی
کے پاس ہے میں تو جو پیغام دے کر بھیجا گیا تھا وہ تمہیں پہنچا رہا ہوں لیکن میں دیکھتا ہوں کہ تم نادانی کر رہے ہو۔ [۲۳] پھر جب انہوں
نے عذاب کو بصورت بادل دیکھا جو ان کے میدانوں کا رخ کئے ہوئے تھا تو کہنے لگے یہ ابر ہم پر برسے والا ہے (نہیں) بلکہ دراصل یہ
ابر وہ چیز ہے جس کی تم جلدی کر رہے تھے ہوا ہے جس میں دردناک عذاب ہے۔ [۲۴] جو اپنے رب کے علم سے ہر چیز کو ہلاک کر رہی
تھی پس وہ ایسے ہو گئے کہ بجز ان کے مکانات کے اور کچھ دکھائی نہ دیتا تھا گنگھاروں کے گردہ کو ہم یونہی سزا دیتے ہیں۔ [۲۵]

= نہیں آیا۔ ماں باپ بے چارے اس سے تنگ آ کر جناب باری سے اس کی ہدایت چاہتے ہیں اس کی بارگاہ میں اپنی فریاد پہنچاتے
ہیں اور پھر اس سے کہتے ہیں کہ بد نصیب ابھی کچھ نہیں بگڑا اب بھی مسلمان بن جا، لیکن یہ مغرور پھر جواب دیتا ہے کہ جسے تم ماننے کو
کہتے ہو میں تو اسے ایک دیرینہ قصہ سے زیادہ وقعت کی نظر سے نہیں دیکھ سکتا۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ یہ لوگ اپنے جیسے گزشتہ جنات
اور انسانوں کے زمرے میں داخل ہو گئے، جنہوں نے اپنا نقصان بھی کیا اور اپنے والوں کو بھی برباد کیا۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان میں یہاں
لفظ ﴿أُولَئِكَ﴾ ہے حالانکہ اس سے پہلے لفظ ﴿وَالَّذِينَ﴾ ہے اس سے بھی ہماری تفسیر کی پوری تائید ہوتی ہے کہ مراد اس سے عام ہے
جو بھی ایسا ہو یعنی ماں باپ کا بے ادب اور قیامت کا منکر اس کے لئے یہی حکم ہے چنانچہ حضرت حسن اور حضرت قتادہ رضی اللہ عنہما بھی یہی
فرماتے ہیں کہ اس سے مراد کافر، فاجر ماں باپ کا نافرمان اور مرکب جی اٹھنے کا منکر ہے۔ ① ابن عساکر کی ایک غریب حدیث میں

ہے کہ چار شخصوں پر اللہ عزوجل نے اپنے عرش پر سے لعنت کی ہے اور اس پر فرشتوں نے آمین کہی ہے جو کسی مسکین کو بہکائے کہے کہ میں تجھے کچھ دوں گا اور جب وہ آئے تو کہہ دے کہ میرے پاس تو کچھ نہیں اور جو برتنے کی چیز کی بابت کہے حالانکہ اس کے آگے کچھ نہ ہو۔ اور وہ لوگ جو کسی کو اس کے اس سوال کے جواب میں کہ فلاں کا مکان کونسا ہے؟ کسی دوسرے کا مکان بتا دیں اور وہ جو اپنے ماں باپ کو مارے یہاں تک کہ وہ تنگ آ جائیں اور چیخا کر کرنے لگیں۔ ①

پھر فرماتا ہے ہر ایک کے لئے اس کی برائی کے مطابق سزا ہے رب تعالیٰ ایک ذرے کے برابر بلکہ اس سے بھی کم کسی پر ظلم نہیں کرتا۔ حضرت عبدالرحمن فرماتے ہیں جہنم کے درجے نیچے ہیں اور جنت کے درجے اونچے ہیں۔ ② پھر فرماتا ہے کہ جب جہنمی جہنم پر لا کھڑے کئے جائیں گے انہیں بطور ڈانٹ ڈپٹ کے کہا جائے گا کہ تم اپنی نیکیاں دنیا میں ہی وصول کر چکے ان سے فائدہ وہیں اٹھالیا۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے بہت زیادہ مرغوب اور لطیف غذا سے اسی آیت کو پیش نظر رکھ کر اجتناب کر لیا تھا اور فرماتے تھے مجھے خوف ہے کہ میں ان لوگوں میں سے نہ ہو جاؤں جنہیں اللہ تعالیٰ ڈانٹ ڈپٹ کے ساتھ یہ فرمائے گا۔ ③ حضرت ابو جعفر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو دنیا میں کی ہوئی اپنی نیکیاں قیامت کے دن گم پائیں گے اور ان سے یہی کہا جائے گا۔ پھر فرماتا ہے آج انہیں ذلت کے عذابوں کی سزا دی جائے گی۔ ان کے تکبر اور ان کے فسق کی وجہ سے جیسا عمل تھا ویسا ہی بدلہ ملا۔ دنیا میں یہ ناز و نعمت سے اپنی جانوں کو پالنے والے اور نخوت و بڑائی سے اتباع حق کو چھوڑنے والے اور برائیوں اور نافرمانیوں میں ہمہ تن مشغول رہنے والے تھے تو آج قیامت کے دن انہیں اہانت اور رسوائی والے عذاب اور سخت درد ناک سزائیں اور ہائے وائے اور افسوس و حسرت کے ساتھ جہنم کے نیچے کے طبقوں میں جگہ ملے گی۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہمیں ان سب باتوں سے محفوظ رکھے۔

احقاف کا معنی و مطلب: [آیت: ۲۱-۲۵] جناب رسول اللہ ﷺ کی تسلی کے لئے اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر آپ کی قوم آپ کو جھٹلائے تو آپ اگلے انبیاء کے واقعات یاد کر لیجئے کہ ان کی قوم نے بھی انکی تکذیب کی۔ عادیوں کے بھائی سے مراد حضرت ہود علیہ السلام پیغمبر ہیں۔ انہیں اللہ تبارک و تعالیٰ نے عاد و ایل کی طرف بھیجا تھا جو احقاف میں رہتے تھے۔ احقاف جمع ہے ہقف کی اور ہقف کہتے ہیں ریت کے پہاڑ کو۔ مطلق پہاڑ، غار اور حضرموت کی وادی جس کا نام برہوت ہے جہاں کفار کی روئیں ڈالی جاتی ہیں۔ یہ مطلب بھی احقاف کا بیان کیا گیا ہے۔ قتادہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ ”یمن میں سمندر کے کنارے ریت کے ٹیلوں میں ایک جگہ تھی جس کا نام شمر تھا“ یہاں یہ لوگ آباد تھے۔ ④ امام ابن ماجہ رضی اللہ عنہ نے باب باندھا ہے کہ جب دعائے توبہ سے شروع کرے اس میں ایک حدیث لائے ہیں کہ ”حضور ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ ہم پر اور عاد و ایل کے بھائی پر رحم کرے۔ ⑤ پھر فرماتا ہے کہ اللہ عزوجل نے ان کے ارد گرد کے شہروں میں بھی اپنے رسول مبعوث فرمائے تھے۔ جیسے اور آیت میں ہے ﴿فَجَعَلْنَا هَٰذَا نَكَالًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهَا وَمَا خَلْفَهَا﴾ ⑥ اور جیسے اللہ جل و علا کا فرمان ہے ﴿سَفَيَانُ اَعْرَضُوا فَقُلْ اَنْذَرْتُكُمْ صَاعِقَةً﴾ ⑦ پھر فرماتا ہے کہ حضرت

① ابن عساکر وسندہ ضعیف جداً وفی السند علل منها خالد بن الزبرقان وحماد بن عبدالرحمن وهما مجروحان۔

② الطبری، ۱۱۹/۲۲۔ ③ حاکم ۴۵۵/۲ وسندہ ضعیف جداً امام ذہبی کہتے ہیں اس کی سند میں قاسم بن عبداللہ ”واہ“ ہے۔

④ الطبری، ۱۲۴/۲۲۔ ⑤ ابن ماجہ، کتاب الدعاء، باب اذا دعاء احدکم فلیدأ بنفسه، ۳۸۵۲ وسندہ ضعیف اسکی سند میں سفیان ثوری مدلس راوی ہے (التقریب: ۱/۳۱۱، رقم: ۳۱۲) اور سماع کی صراحت نہیں۔

⑥ البقرة: ۶۶۔ ⑦ ۴۱/ حَم السجدة: ۱۳۔

ہو علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا کہ تم موحّد بن جاؤ ورنہ تمہیں اس بڑے بھاری دن میں عذاب ہوگا جس پر قوم نے کہا کیا تو ہمیں ہمارے معبودوں سے روک رہا ہے؟ جا جس عذاب سے تو ہمیں ڈرا رہا ہے وہ لے آ۔ یہ تو اپنے ذہن میں اسے محال جانتے تھے تو جرأت کر کے جلد طلب کیا۔ جیسے کہ اور آیت میں ہے ﴿يَسْتَعْجِلُ بِهَا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِهَا﴾ ① یعنی ایمان نہ لانے والے ہمارے عذابوں کے جلد آنے کی خواہش کرتے ہیں۔ اس کے جواب میں ان کے پیغمبر نے کہا کہ اللہ ہی کو بہتر علم ہے اگر وہ تمہیں اسی لائق جانے کا تو تم پر عذاب بھیج دے گا۔ میرا منصب تو صرف اتنا ہی ہے کہ میں اپنے رب کی رسالت تمہیں پہنچا دوں۔ لیکن میں جانتا ہوں کہ تم بالکل بے عقل اور بے وقوف لوگ ہو۔ اب عذاب ربانی آ گیا۔ انہوں نے دیکھا کہ ایک کالا ایران کی طرف بڑھتا چلا آ رہا ہے چونکہ خشک سالی تھی گرمی سخت تھی یہ خوشیاں منانے لگے کہ اچھا ہوا ابر چڑھا ہے اور اسی طرف رخ ہے اب بارش برے گی۔ دراصل ابر کی صورت میں یہ وہ قہر الہی تھا جس کے آنے کی وہ جلدی مچا رہے تھے اس میں وہ عذاب تھا جسے حضرت ہود علیہ السلام سے یہ طلب کر رہے تھے۔ وہ عذاب ان کی بستیوں کی تمام ان چیزوں کو جن کو بربادی ہونے والی تھی تہس نہس کرتا ہوا آیا اور اسی کا اسے حکم الہی تھا۔ جیسے اور آیت میں ہے ﴿مَا تَذَكَّرُ مِنْ شَيْءٍ أَتَتْ عَلَيْهِ إِلَّا أَنَّهُ يُبَاقِلُ ۖ أَفَلَا تَفْقَهُ ۖ تَكْلِفُ مِمَّا ۖ﴾ ② یعنی جس چیز پر وہ گزر جاتی تھی اسے چورا چورا کر دیتی تھی۔ پس سب کے سب ہلاک و تباہ ہو گئے ایک بھی نہ بچ سکا۔

پھر فرماتا ہے ہم اسی طرح ان کا فیصلہ کرتے ہیں جو ہمارے رسولوں کو جھٹلائیں اور ہمارے احکام کی خلاف ورزی کریں۔ ایک بہت ہی غریب حدیث میں ان کا جو قصہ آیا ہے وہ بھی سن لیجئے۔ حضرت حارث بکری کہتے ہیں ”میں علاء بن حضری رضی اللہ عنہ کی شکایت لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں جا رہا تھا رزہ میں مجھے بنو تمیم کی ایک بڑھیا ملی جس کے پاس سواری وغیرہ نہ تھی مجھ سے کہنے لگی اے اللہ کے بندے میرا ایک کام اللہ کے پیغمبر سے ہے کیا تو مجھے حضور ﷺ تک پہنچا دے گا؟ میں نے اقرار کیا اور انہیں اپنی سواری پر بٹھالیا اور مدینہ منورہ پہنچا۔ میں نے دیکھا کہ مسجد نبوی لوگوں سے کچھ کچھ بھری ہوئی ہے سیاہ رنگ کا جھنڈا لہرا رہا ہے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ تلوار لٹکائے حضور ﷺ کے سامنے کھڑے ہیں۔ میں نے دریافت کیا کہ کیا بات ہے؟ تو لوگوں نے مجھ سے کہا حضور ﷺ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو کسی طرف بھیجنا چاہتے ہیں میں ایک طرف بیٹھ گیا۔ جب آں حضور ﷺ اپنی منزل یا اپنے خیمے میں تشریف لے گئے تو میں بھی گیا اجازت طلب کی اور اجازت ملنے پر آپ کی خدمت میں باریاب ہوا سلام کی تو آپ نے مجھ سے دریافت فرمایا کہ کیا تمہارے اور بنو تمیم کے درمیان کچھ رنجش تھی؟ میں نے کہا ہاں اور ہم ان پر غالب رہے تھے اور اب میرے اس سفر میں بنو تمیم کی ایک نادار بڑھیا راستے میں مجھے ملی اور یہ خواہش ظاہر کی کہ میں اسے اپنے ساتھ آپ کی خدمت میں پہنچاؤں چنانچہ میں اسے اپنے ساتھ لایا ہوں اور وہ دروازے پر منتظر ہے۔ آپ نے فرمایا اسے بھی اندر بلاؤ۔ چنانچہ وہ آگئیں میں نے کہا یا رسول اللہ! اگر آپ ہم میں اور بنو تمیم میں کوئی روک کر سکتے ہیں تو اسے کر دیجئے اس پر بڑھیا کو حمیت لاحق ہوئی اور وہ بھرائی ہوئی آواز میں بول اٹھی کہ پھر یا رسول اللہ ﷺ! آپ کا مضطر کہاں قرار کرے گا؟ میں نے کہا سبحان اللہ! میری تو وہی مثل ہوئی کہ اپنے پاؤں میں آپ کلباڑی ماری مجھے کیا خبر تھی کہ یہ میری ہی مخالفت کرے گی؟ ورنہ میں اسے لاتا ہی کیوں؟ اللہ تعالیٰ کی پناہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میں بھی مثل عادیوں کے قاصد کے ہو جاؤں۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ عادیوں کے قاصد کا واقعہ کیا ہے؟ باوجودیکہ حضور ﷺ اس واقعہ سے بہ نسبت میرے بہت زیادہ واقف تھے لیکن آپ کے فرمان پر میں نے وہ قصہ بیان کیا کہ عادیوں کی بستیوں میں جب

سخت قحط سالی ہوئی تو انہوں نے اپنا ایک قاصد قیل نامی روانہ کیا۔ یہ راستے میں معاویہ بن بکر کے ہاں آ کر ٹھہرا اور شراب پینے اور اس کی دونوں کنیروں کا گانا سننے میں جن کا نام جرادہ تھا اس قدر مشغول ہوا کہ مہینہ بھر تک یہیں پڑا رہا پھر چلا اور جبال مہرہ میں جا کر اس نے دعا کی کہ یا اللہ! تو خوب جانتا ہے میں کسی مریض کی دوا کے لئے یا کسی قیدی کا فدیہ ادا کرنے کے لئے تو آیا ہی نہیں الہی عادیوں کو وہ پلا جو تو انہیں پلانے والا ہے۔ چنانچہ چند سیاہ رنگ بادل اٹھے اور ان میں سے ایک آواز آئی کہ ان میں سے جسے تو چاہے پسند کر لے چنانچہ اس نے سخت سیاہ بادل کو پسند کر لیا اسی وقت اس میں سے آواز آئی کہ اسے راکھ اور خاک بنائیو والا کر کے لے تاکہ عادیوں میں سے کوئی باقی نہ رہے۔ کہا اور مجھے جہاں تک علم ہوا ہے یہی ہے کہ ہواؤں کے مخزن میں سے صرف اتنے ہی سوراخ سے ہوا چھوڑی گئی تھی جیسے میری اس انگلی کا حلقہ اسی سے سب ہلاک ہو گئے۔“ ابو دائل کہتے ہیں یہ بالکل ٹھیک نقل ہے۔ عرب میں دستور تھا کہ جب کسی قاصد کو بھیجتے تو کہہ دیتے کہ عادیوں کے قاصد کی طرح نہ آنا۔ یہ روایت ترمذی نسائی اور ابن ماجہ میں بھی ہے ① جیسے کہ سورہ اعراف کی تفسیر میں گزرا۔ مسند احمد میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ”میں نے رسول اللہ ﷺ کو کبھی کلکھلا کر اس طرح ہنستے ہوئے نہیں دیکھا کہ آپ کے مسوڑھے نظر آئیں۔ آپ تبسم فرمایا کرتے تھے اور جب ابراہمتا اور آندھی چلتی تو آپ کے چہرے سے فکر کے آثار نمودار ہو جاتے۔ چنانچہ ایک روز میں نے آپ سے کہا کہ یا رسول اللہ! لوگ تو ابرو باد کو دیکھ کر خوش ہوتے ہیں کہ اب بارش برے گی لیکن آپ کی اس کے بالکل برعکس حالت ہو جاتی ہے۔ آپ نے فرمایا عائشہ! میں اس بات سے کہ کہیں اس میں عذاب ہو کیسے مطمئن ہو جاؤں؟ ایک قوم ہوا ہی سے ہلاک کی گئی ایک قوم نے عذاب کے بادل کو دیکھ کر کہا تھا کہ یہ ابر ہے جو ہم پر بارش برسائے گا۔“ صحیح بخاری و مسلم میں بھی یہ روایت دوسری سند سے مروی ہے۔ ② مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ جب کبھی آسمان کے کنارے سے ابراہمتا ہوا دیکھتے تو اپنے تمام کام چھوڑ دیتے اگرچہ نماز میں ہوں اور یہ دعا پڑھتے۔ ((اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا فِيهِ)) اے اللہ! میں تجھ سے اس برائی سے پناہ چاہتا ہوں جو اس میں ہے پس اگر کھل جاتا تو اللہ عزوجل کی حمد کرتے اور اگر برس جاتا تو یہ دعا پڑھتے۔ اللہم صیبا نافعا اے اللہ! نفع دینے والا برسنے والا بنادے۔ ③ ((اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ خَيْرَهَا وَخَيْرَ مَا فِيهَا وَخَيْرَ مَا أُرْسَلَتْ بِهِ وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّهَا وَشَرِّ مَا فِيهَا وَشَرِّ مَا أُرْسَلَتْ بِهِ)) یا اللہ! میں تجھ سے اس کی اور اس میں جو ہے اس کی اور جس کو یہ ساتھ لے کر آئی ہے اس کی بھلائی طلب کرتا ہوں اور تجھ سے اس کی اور اس میں جو ہے اس کی اور جس چیز کے ساتھ یہ بھیجی گئی ہے اس کی برائی سے پناہ چاہتا ہوں۔ اور جب ابراہمتا تو آپ کا رنگ متغیر ہو جاتا کبھی اندر کبھی باہر کبھی آتے کبھی جاتے جب بارش ہو جاتی تو آپ کی یہ فکر مندی دور ہو جاتی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اسے سمجھ لیا اور آپ سے ایک بار سوال کیا تو آپ نے جواب دیا کہ عائشہ! خوف اس بات کا ہوتا ہے کہ کہیں یہ اسی طرح نہ ہو جس طرح قوم ہود نے اپنی طرف بادل بڑھتا ہوا دیکھ کر خوشی سے کہا تھا کہ یہ ابر ہمیں سیراب کرے گا۔ ④ سورہ اعراف میں عادیوں کی ہلاکت کا اور حضرت ہود علیہ السلام کا پورا واقعہ گزر چکا ہے اس لئے ہم اسے یہاں نہیں دہراتے، فَلِلَّهِ الْحَمْدُ وَالْأَمْنَةُ طبرانی کی مرفوع حدیث میں ہے =

① احمد، ۴۸۲/۳؛ ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورة الذاریات، ۳۲۷۳ وهو حسن؛ ابن ماجہ، ۲۸۱۶۔

② احمد، ۶۶/۶؛ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿فَلَمَّا رَأَوْهُ عَارِضًا مُسْتَقْبِلَ أَوْدِيَّتِهِمْ﴾، ۴۸۲۸، ۴۸۲۹؛ صحیح مسلم، ۸۹۹ اس میں (صیبا ہنیفا) کے الفاظ ہیں۔

③ احمد، ۱۹۰/۶؛ ابو داؤد، کتاب الأدب، باب ما یقول اذا حاجت الريح، ۵۰۹۹ وهو صحیح؛ ابن ماجہ، ۳۸۹۹۔

④ صحیح مسلم، کتاب صلاة الاستسقاء، باب التعوذ عند رؤية الريح والغيم، ۸۹۹۔

وَلَقَدْ مَكَّنَّهُمْ فِيهَا إِنْ مَكَّنَّاكُمْ فِيهِ وَجَعَلْنَا لَهُمْ سَمْعًا وَآبْصَارًا وَأَفْئِدَةً ۖ فَمَا أَغْنَىٰ عَنْهُمْ سَمْعُهُمْ وَلَا آبْصَارُهُمْ وَلَا أَفْئِدَتُهُمْ مِنْ شَيْءٍ إِذْ كَانُوا يَجْحَدُونَ ۚ
بِآيَاتِ اللَّهِ وَحَاقَ بِهِمْ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ ۚ وَلَقَدْ أَهْلَكْنَا مَا حَوْلَكُمْ مِنَ
الْقُرَىٰ وَصَرَّفْنَا الْآيَاتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ۚ فَلََوْلَا نَصْرُهُمُ الَّذِينَ اتَّخَذُوا مِنْ
دُونِ اللَّهِ قُرْبَانًا آلِهَةً ۖ بَلْ ضَلُّوا عَنْهُمْ ۚ وَذَلِكَ أَفْكَهُمُ وَمَا كَانُوا يَفْقَهُونَ ۝

ترجمہ: بالیقین ہم نے قوم کا وہ مقدور دیئے تھے جو تمہیں تو دیئے بھی نہیں اور ہم نے انہیں کان، آنکھیں اور دل بھی دے رکھے تھے لیکن ان کے کانوں اور دلوں نے انہیں کچھ بھی تو نفع نہ پہنچایا جبکہ وہ اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا انکار کرنے لگے اور جس چیز کا وہ مذاق اڑایا کرتے تھے وہی ان پر الٹ پڑی۔ [۲۶] یقیناً ہم نے تمہارے آس پاس کی بستیاں تباہ کر دیں اور طرح طرح کی ہم نے اپنی نشانیاں بیان کر دیں تاکہ وہ رجوع کر لیں! [۲۷] پس قرب الہی حاصل کرنے کے لئے انہوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا جن جن کو اپنا معبود بنا رکھا تھا انہوں نے ان کی مدد کیوں نہ کی بلکہ وہ تو ان سے کھوئے گئے بلکہ دراصل یہ ان کا محض جھوٹ اور بالکل بہتان تھا۔ [۲۸]

= کہ عادیوں پر اتنی ہی ہوا کھولی گئی تھی جتنا انگوٹھی کا حلقہ ہوتا ہے۔ یہ ہوا پہلے دیہات والوں اور بادیہ نشینوں پر آئی وہاں سے شہری لوگوں پر آئی جسے دیکھ کر یہ کہنے لگے کہ یہ ابر جو ہماری طرف بڑھا چلا آ رہا ہے یہ ضرور ہم پر بارش برساے گا لیکن اس میں جنگلی لوگ تھے جو ان شہریوں پر گرا دیئے گئے تھے اور سب ہلاک ہو گئے۔ ہوا کے خزانچوں پر ہوا کی سرکشی اس وقت اتنی تھی کہ دروازوں کے سوراخوں سے وہ نکل جا رہی تھی! ❶ وَاللَّهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَىٰ أَعْلَمُ .

قوم عاد کے واقعہ میں عبرت و نصیحت ہے: [آیت: ۲۶-۲۸] ارشاد ہوتا ہے کہ اگلی امتوں کو جو اسباب دنیوی مال و اولاد وغیرہ ہماری طرف سے دیئے گئے تھے ویسے تو تمہیں اب تک مہیا بھی نہیں ان کے بھی کان، آنکھیں اور دل تھے لیکن جس وقت انہوں نے ہماری آیتوں کا انکار کیا اور ہمارے عذابوں کا مذاق اڑایا تو بالآخر ان کے ظاہری اسباب انہیں کچھ کام نہ آئے اور وہ سزائیں ان پر برس پڑیں جن کی یہ ہمیشہ ہنسی کرتے رہے تھے پس تمہیں ان کی طرح نہ ہونا چاہئے ایسا نہ ہو کہ ان کے سے عذاب تم پر بھی آ جائیں اور تم بھی ان کی طرح جڑ سے کاٹ دیئے جاؤ۔ پھر ارشاد ہوتا ہے اے اہل مکہ! تم اپنے آس پاس ہی ایک نظر ڈالو اور دیکھو کہ کس قدر قوی نیست و نابود کر دی گئی ہیں اور کس طرح انہوں نے اپنے کروت کے بدلے پائے ہیں۔ احتاف جو یمن کے پاس ہی حضرموت کے علاقہ میں ہے یہاں کے بسنے والے عادیوں کے انجام پر نظر ڈالو تمہارے اور شام کے درمیان خود دیوں کا جو حشر ہوا اسے دیکھو اہل یمن اور اہل مدین کی قوم سب کا نتیجہ پر غور کرو تم تو اکثر غزوات اور تجارت وغیرہ کے لئے وہاں سے آتے جاتے رہتے ہو۔ بحیرہ قوم لوط سے =

❶ طبرانی، ۱۲۴۱۶ وسندہ ضعیف؛ مجمع الزوائد، ۷/۱۱۳ اس کی سند میں مسلم الملائکی ضعیف راوی ہے (المیزان، ۱۰۶/۴،

وَإِذْ صَرَفْنَا إِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْحِجِّ يَسْتَسْمِعُونَ الْقُرْآنَ فَلَمَّا حَضَرُوهُ قَالُوا أَنصِتُوا فَلَمَّا قُضِيَ وَلَّوْا إِلَىٰ قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِينَ ﴿٣٠﴾ قَالُوا لَيَقَوْمًا إِنَّا سَمِعْنَا كِتَابًا أُنزِلَ مِنْ بَعْدِ مُوسَىٰ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ يَهْدِي إِلَى الْحَقِّ وَإِلَىٰ طَرِيقٍ مُّسْتَقِيمٍ ﴿٣١﴾ لَيَقَوْمًا أَجِيبُوا دَاعِيَ اللَّهِ وَآمِنُوا بِهِ يَغْفِرَ لَكُم مِّن ذُنُوبِكُمْ وَيُجِرْكُم مِّنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ ﴿٣٢﴾ وَمَنْ لَا يُجِبْ دَاعِيَ اللَّهِ فَلَيْسَ بِمُعْجِزٍ فِي الْأَرْضِ وَلَيْسَ لَهُ مِنْ دُونِهِ أَوْلِيَاءُ ۗ أُولَٰئِكَ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ﴿٣٣﴾

ترجمہ: اور یاد کر جب کہ ہم نے جنوں کی ایک جماعت کو تیری طرف متوجہ کیا وہ قرآن سن رہے تھے پس جب نبی کے پاس پہنچ گئے تو ایک دوسرے سے کہنے لگے خاموش ہو جاؤ پھر جب ختم ہو گیا تو اپنی قوم کو آگاہ کرنے کے لئے واپس لوٹ گئے [۳۰] کہنے لگے اے ہماری قوم ہم نے یقیناً وہ کتاب سنی ہے جو موسیٰ علیہ السلام کے بعد نازل کی گئی ہے جو اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے جو سچے دین کی اور راہ راست کی رہبری کرتی ہے [۳۱] اے ہماری قوم اللہ کے بلانے والے کا کہاں تو اس پر ایمان لاؤ تو اللہ تمہارے کچھ گناہ بخش دے گا اور تمہیں الناک عذاب سے پناہ دے گا [۳۲] اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے بلانے والے کا کہاں مانے گا پس وہ زمین میں کہیں بھاگ کر اللہ تعالیٰ کو تھکا نہیں سکتا اور نہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی اس کے مددگار ہوں گے یہ لوگ کھلی گمراہی میں ہیں۔ [۳۳]

== عبرت حاصل کرو وہ بھی تمہارے راستے میں ہی پڑتا ہے پھر فرماتا ہے ہم نے اپنی نشانیوں اور آیتوں کو خوب واضح اور ظاہر کر دیا ہے تاکہ لوگ برائیوں سے بھلائیوں کی طرف لوٹ آئیں۔ پھر فرماتا ہے کہ ان لوگوں نے رب تعالیٰ کے سوا جن جن معبودان باطل کی پرستش شروع کر رکھی تھی گویا میں ان کا اپنا خیال یہ تھا کہ ان کی وجہ سے ہم قرب الہی حاصل کر لیں گے، لیکن کیا ہمارے عذابوں کے وقت جبکہ ان کو ان کی مدد کی پوری ضرورت تھی انہوں نے ان کی کسی طرح مدد کی؟ ہرگز نہیں بلکہ ان کی احتیاج اور مصیبت کے وقت وہ تو گم ہو گئے، ان سے بھاگ گئے ان کا پتہ بھی نہ چلا۔ الغرض ان کا پوجنا صریح غلطی تھی، محض جھوٹ تھا اور صاف افتراء اور فضول بہتان تھا کہ یہ انہیں معبود سمجھ رہے تھے۔ پس ان کی عبادت کرنے میں اور ان پر اعتماد کرنے میں یہ دھوکے میں اور نقصان میں ہی رہے وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

جنات کی حقیقت اور قرآن سننا نیز حضور ﷺ جنات کے بھی نبی ہیں [آیت: ۲۹-۳۲] مسند امام احمد میں حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے اس آیت کی تفسیر میں مروی ہے کہ یہ واقعہ نخلہ کا ہے۔ رسول اللہ ﷺ اس وقت نماز عشاء ادا کر رہے تھے۔ یہ سب جنات سمٹ کر آپ کے ارد گرد بھیر کر شکل میں کھڑے ہو گئے۔ ❶ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے کہ یہ جنات نصیبین کے تھے تعداد میں سات تھے۔ کتاب دلائل النبوة میں یہ روایت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ”وہ تو حضور ﷺ نے جنات کو سنانے کی غرض سے

❶ احمد، ۱/ ۱۶۷ و سندہ ضعیف اس کی سند میں انقطاع ہے مگر مہم کا سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ سے لقاء ثابت نہیں۔

قرآن پڑھا تھا نہ آپ نے انہیں دیکھا آپ تو اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ عکاظ کے بازار جا رہے تھے۔ ادھر یہ ہوا کہ شیاطین کے اور آسمان کی خبروں کے درمیان روک ہو گئی تھی اور ان پر شعلے برسنے شروع ہو گئے تھے۔ شیاطین نے آکر اپنی قوم کو یہ خبر دی تو انہوں نے کہا کوئی نہ کوئی نئی بات پیدا ہوئی ہے۔ جاؤ تلاش کرو پس یہ نکل کھڑے ہوئے۔ ان میں کی جو جماعت عرب کی طرف متوجہ ہوئی تھی وہ جب یہاں پہنچی تب رسول اللہ ﷺ عکاظ کی طرف جاتے ہوئے نخلہ میں اپنے اصحاب کو صبح کی نماز پڑھا رہے تھے۔ ان کے کانوں میں جب آپ کی تلاوت کی آواز پہنچی تو یہ ٹھہر گئے اور کان لگا کر بغور سننے لگے اس کے بعد انہوں نے فیصلہ کر لیا کہ بس یہی وہ چیز ہے جس کی وجہ سے تمہارا آسمانوں تک پہنچنا موقوف کر دیا گیا ہے۔ یہاں سے یہ فوراً ہی واپس لوٹ کر اپنی قوم کے پاس پہنچے اور ان سے کہنے لگے ہم نے عجیب قرآن سنا جو نیکی کا رہبر ہے۔ ہم تو اس پر ایمان لا چکے اور اقرار کرتے ہیں کہ اب ناممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہم کسی اور کو شریک کریں۔ اس واقعہ کی خبر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو سورہ جن میں دی۔ یہ حدیث بخاری و مسلم وغیرہ میں بھی ہے۔ ① مسند احمد میں ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ”جنات وحی الہی سنا کرتے تھے۔ ایک کلمہ جب ان کے کان میں پڑ جاتا تو وہ اس میں دس اور ملایا کرتے، پس وہ ایک تو حق لکھتا باقی سب باطل نکلتے اور اس سے پہلے ان پر تارے پھینکے نہیں جاتے تھے۔ پس جب حضور ﷺ مبعوث ہوئے تو ان پر شعلہ باری ہونے لگی یہ اپنے بیٹھنے کی جگہ پہنچتے اور ان پر شعلہ گرتا اور یہ ٹھہر نہ سکتے انہوں نے آکر ابلیس سے شکایت کی تو اس نے کہا کہ کوئی نئی بات ضرور ہوئی ہے۔ چنانچہ اس نے اپنے لشکروں کو اس کی تحقیقات کے لئے چاروں طرف پھیلا دیا۔ انہوں نے نبی ﷺ کو نخلہ کی دونوں پہاڑیوں کے درمیان نماز پڑھتے ہوئے پایا اور جا کر انہوں نے خبر دی اس نے کہا بس یہی وجہ ہے جو آسمان محفوظ کر دیا گیا اور تمہارا جانا بند ہوا۔“ یہ روایت ترمذی اور نسائی میں بھی ہے۔ ② حسن بصری رحمہ اللہ کا قول بھی یہی ہے کہ اس واقعہ کی خبر تک رسول اللہ ﷺ کو نہ تھی جب آپ پر وحی آئی تب آپ نے یہ معلوم کیا۔ سیرت ابن اسحاق میں محمد بن کعب رحمہ اللہ کا ایک لمبا بیان منقول ہے جس میں حضور ﷺ کا طائف جانا، انہیں اسلام کی دعوت دینا، ان کا انکار کرنا وغیرہ پورا واقعہ بیان ہے۔ حضرت حسن رحمہ اللہ نے اس دعا کا بھی ذکر کیا ہے جو آپ نے اس تنگی کے وقت کی تھی جو یہ ہے ((اللَّهُمَّ إِلَيْكَ أَشْكُو ضَعْفَ قُوَّتِي وَفَقْلَةَ حِيلَتِي وَهَوَانِي عَلَى النَّاسِ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ أَنْتَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ وَأَنْتَ رَبُّ الْمُسْتَضْعِفِينَ وَأَنْتَ رَبِّي إِلَى مَنْ تَكَلَّمُنِي إِلَى عَدُوِّ بَعِيدٍ يَتَّخِذُنِي أَمٍّ إِلَى صَدِيقٍ قَرِيبٍ مَلَكَتْهُ أَمْرِي إِنْ لَمْ يَكُنْ بِكَ غَضَبٌ عَلَيَّ فَلَا أَبَالِي غَيْرَ أَنَّ عَافِيَتَكَ أَوْسَعُ لِي أَعُوذُ بِنُورٍ وَجْهِكَ الَّذِي أَشْرَفَتْ لَهُ الظُّلُمَاتُ وَصَلَحَ عَلَيْهِ أَمْرُ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ أَنْ يَنْزِلَ لِي غَضَبُكَ أَوْ يَحُلَّ بِي سَخَطُكَ وَلَكَ الْعُتْبَى حَتَّى تَرْضَى وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِكَ))۔ یعنی اپنی کمزوری اور بے سروسامانی اور کس مہر کی شکایت صرف تیرے سامنے کرتا ہوں۔ اے ارحم الراحمین! تو دراصل سب سے زیادہ رحم و کرم کرنے والا ہے اور کمزوروں کا رب تو ہی ہے۔ میرا پالنا رہا بھی تو ہی ہے۔ تو مجھے کس کو سوچ رہا ہے۔ کسی دوری والے دشمن کو جو مجھے عاجز کر دے یا کسی قریب والے دوست کو جسے تو نے میرے بارے کا اختیار دے رکھا ہو اگر تیری کوئی خلق مجھ پر نہ ہو تو مجھے اس درد و دکھ کی کوئی پروا نہیں لیکن تاہم اگر تو مجھے عافیت کے ساتھ ہی رکھے تو وہ میرے لئے بہت ہی راحت رساں ہے۔ میں تیرے چہرے کے اس نور کے باعث جس کی وجہ سے تمام اندھیریاں جگمگا اٹھی ہیں اور دین و دنیا کے تمام امور کی صلاح کا

① صحیح بخاری، کتاب الاذان، باب الجہر بالقراءة صلاة الصبح، ۷۷۳؛ صحیح مسلم، ۴۴۹؛ ترمذی، ۳۳۲۳؛ احمد، ۱/۲۵۲؛ دلائل النبوة، ۳/۲۲۶۔ ② احمد، ۱/۲۷۴، ۳۲۳؛ ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورة الجن، ۳۳۲۴ وهو صحیح؛ طبرانی، ۱۲۴۳۱۔

مدار اسی پر ہے۔ تجھ سے اس بات کی پناہ طلب کرتا ہوں کہ مجھ پر تیرا عتاب اور تیرا غصہ نازل ہو یا تیری ناراضی مجھ پر آ جائے۔ مجھے تیری ہی رضا مندی اور خوشنودی درکار ہے اور نیکی کرنے اور بدی سے بچنے کی طاقت تیری ہی مدد سے ہے۔ اسی سفر کی واپسی میں آپ نے نخلہ میں رات گزاری اور اسی رات قرآن کی تلاوت کرتے ہوئے نصیحتیں کے جنات نے آپ کو سنا^① یہ ہے تو صحیح لیکن اس میں یہ قول تاہل طلب ہے اس لئے کہ جنات کا کلام اللہ سننے کا واقعہ وحی شروع ہونے کے زمانے کا ہے جیسے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی اوپر بیان کردہ حدیث سے ثابت ہو رہا ہے اور آپ کا طائف جانا اپنے چچا ابوطالب کے انتقال کے بعد ہوا ہے جو ہجرت کے ایک یا زیادہ سے زیادہ دو سال پہلے کا واقعہ ہے جیسے کہ سیرت ابن اسحاق وغیرہ میں ہے واللہ اعلم۔ ابن ابی شیبہ میں ان جنات کی گنتی نوکی ہے جن میں سے ایک کا نام زوبعہ ہے۔ انہیں کے بارے میں یہ آیتیں نازل ہوئی ہیں^② پس یہ روایت اور اس سے پہلے کی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کا اقتضایہ ہے کہ اس مرتبہ جو جن آئے تھے ان کی موجودگی کا حضور ﷺ کو علم نہ تھا۔ یہ تو آپ کی بے خبری میں ہی آپ کی زبانی قرآن سن کر واپس لوٹ گئے۔ اس کے بعد بطور وفد فوجیں کی فوجیں اور جتھے کے جتھے ان کے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے جیسے کہ اس ذکر کے احادیث و آثار اپنی جگہ آ رہے ہیں ان شاء اللہ۔

بخاری و مسلم میں ہے حضرت عبدالرحمن بن مسعود رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ جس رات جنات نے حضور ﷺ سے قرآن سنا تھا اس رات کس نے حضور ﷺ سے ان کا ذکر کیا تھا؟ تو فرمایا مجھ سے تیرے والد حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا ہے ان کی آگاہی حضور اکرم ﷺ کو ایک درخت نے دی تھی۔^③ تو ممکن ہے کہ یہ خبر پہلی دفعہ کی ہو اور اثبات کو ہم نفی پر مقدم مان لیں اور یہ بھی احتمال ہے کہ جب وہ سن رہے تھے آپ کو تو کوئی خبر نہ تھی یہاں تک کہ اس درخت نے آپ کو ان کے اجتماع کی خبر دی، واللہ اعلم۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ واقعہ اس کے بعد والے کئی واقعات میں سے ایک ہو، واللہ اعلم۔ امام حافظ تہمتی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ پہلی مرتبہ تو نہ رسول اللہ ﷺ نے جنوں کو دیکھا نہ خاص ان کے سنانے کے لئے قرآن پڑھا۔ ہاں البتہ اس کے بعد جن آپ کے پاس آئے اور آپ نے انھیں قرآن پڑھ کر سنایا اور اللہ عزوجل کی طرف بلایا جیسے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ اس کی روایتیں سنئے۔ حضرت علقمہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے پوچھتے ہیں ”کہ کیا تم میں سے کوئی اس رات حضور ﷺ کے ساتھ موجود تھا؟ تو آپ نے جواب دیا کہ کوئی نہ تھا۔ آپ رات بھر ہم سے غائب رہے اور ہمیں رہ رہ کر بار بار یہی خیال گزرا کرتا تھا کہ شاید کسی دشمن نے آپ کو دھوکا دیدیا، خدا نخواستہ آپ کے ساتھ کوئی ایسا ہی ناخوشگوار واقعہ پیش آیا وہ رات ہماری بڑی بری طرح کٹی۔ صبح صادق سے کچھ ہی پہلے ہم نے دیکھا کہ آپ عار حراسے واپس آ رہے ہیں پس ہم نے رات کی اپنی ساری کیفیت بیان کر دی تو آپ نے فرمایا میرے پاس جنات کا قاصد آیا تھا جس کے ساتھ جا کر میں نے انہیں قرآن سنایا۔ چنانچہ آپ ہمیں لے کر گئے اور ان کے نشانات اور ان کی آگ کے نشانات ہمیں دکھائے۔“ ضعیفی رحمہ اللہ کہتے ہیں انہوں نے آپ سے تو شہ طلب کیا تھا۔ عامر کہتے ہیں یعنی مکہ میں اور یہ جن جزیرے کے تھے تو آپ نے فرمایا ”ہر وہ ہڈی جس پر اللہ کا نام ذکر کیا گیا ہو وہ تمہارے ہاتھوں میں پہلے سے زیادہ گوشت والی ہو کر پڑے گی اور لید اور گوبر تمہارے جانوروں کا چارہ بنے گا۔ پس اے مسلمانو! ان دونوں چیزوں سے استغنانہ

① ابن هشام، ۲/۶۱، المعجم الکبیر، ۱۳/۵۰، ۵۱ ح ۱۸۱؛ مجمع الزوائد، ۶/۳۵، اس کی سند میں ابن اسحاق مدلس راوی ہے۔ لہذا یہ سند ضعیف ہے۔
② دلائل النبوة للبیہقی، ۲/۲۲۸، وسندہ ضعیف سفیان الثوری عنہ۔

③ صحیح بخاری، کتاب مناقب الانصار، باب ذکر الجن: ۳۸۵۹؛ صحیح مسلم، ۴۵۰۔

کر دیتے تھے جن بھائیوں کی خوراک ہے۔“ ① دوسری روایت میں ہے کہ ”اس رات حضور ﷺ کو نہ پا کر ہم بہت ہی گھبرائے تھے اور تمام وادوں اور گھاٹیوں میں تلاش کر آئے تھے۔“ ② اور حدیث میں ہے کہ ”حضور ﷺ نے فرمایا آج رات میں جنات کو قرآن سناتا رہا اور جنوں میں ہی اسی شغل میں رات گزاری۔“ ③

ابن جریر میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ ”آپ نے فرمایا تم میں سے جو چاہے آج کی رات جنات کے امر میں میرے ساتھ رہے۔ پس میں موجود ہو گیا۔ آپ مجھے لے کر چلے جب مکہ معظمہ کے اونچے والے حصہ میں پہنچے تو آپ نے اپنے پاؤں سے ایک خط کھینچ دیا اور مجھ سے فرمایا بس یہیں بیٹھے رہو۔ پھر آپ چلے اور ایک جگہ کھڑے ہو کر آپ نے قرأت شروع کی پھر تو اس قدر جماعت آپ کے ارد گرد ڈھٹ لگا کر کھڑی ہو گئی کہ میں تو آپ کی قرأت سننے سے بھی رہ گیا۔ پھر میں نے دیکھا کہ جس طرح ابر کے ٹکڑے پھٹتے ہیں اس طرح وہ ادھر ادھر جانے لگے اور یہاں تک کہ اب بہت تھوڑے رہ گئے۔ پس حضور اکرم ﷺ صبح کے وقت فارغ ہوئے اور آپ وہاں سے دور نکل گئے اور حاجت سے فارغ ہو کر میرے پاس تشریف لائے اور پوچھنے لگے وہ باقی کے کہاں ہیں؟ میں نے کہا وہ یہ ہیں پس آپ نے انہیں ہڈی اور لید دی۔ پھر آپ نے مسلمانوں کو ان دونوں چیزوں سے استنجا کرنے سے منع فرمادیا۔“ ④ اس روایت کی دوسری سند میں ہے کہ جہاں حضور ﷺ نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو بٹھا دیا تھا وہاں بٹھا کر فرمادیا تھا کہ خبردار یہاں سے نکلنا نہیں ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے اور روایت میں ہے کہ ”حضور ﷺ نے صبح کے وقت آ کر ان سے دریافت کیا کہ تم سو گئے تھے؟ آپ نے فرمایا نہیں نہیں اللہ تعالیٰ کی قسم میں نے تو کئی مرتبہ چاہا کہ لوگوں سے فریاد کروں لیکن میں نے سن لیا کہ آپ انہیں اپنی لکڑی سے دھکا رہے تھے اور فرماتے جاتے تھے کہ بیٹھ جاؤ۔ حضور ﷺ نے فرمایا اگر تم یہاں سے باہر نکلتے تو مجھے تو خوف تھا کہ ان میں سے بعض تمہیں اچک نہ لے جائیں۔ پھر آپ نے دریافت فرمایا کہ اچھا تم نے کچھ دیکھا بھی؟ میں نے کہاں ہاں لوگ تھے سیاہ انجان خوف ناک سفید کپڑے پہنے ہوئے۔ آپ نے فرمایا یہ نصیبین کے جن تھے انہوں نے مجھ سے توشہ طلب کیا تھا پس میں نے ہڈی لید اور گوبر دیا۔ میں نے پوچھا حضور! اس سے انہیں کیا فائدہ؟ آپ نے فرمایا ہر ہڈی ان کے ہاتھ لگتے ہی ایسے ہو جائے گی جیسی اس وقت تھی جب کھائی گئی تھی یعنی گوشت والی ہو کر انہیں ملے گی اور لید میں بھی وہ ہی دانے پائیں گے جو اس روز تھے جب وہ دانے کھائے گئے تھے۔ پس ہم میں سے کوئی شخص بیت الخلا سے نکل کر ہڈی اور لید اور گوبر سے استنجانہ کرے۔“ ⑤ اس روایت کی دوسری سند میں ہے کہ ”حضور ﷺ نے فرمایا پندرہ جنات جو آپس میں چچا زاد اور پھوپھی زاد بھائی ہیں آج رات مجھ سے قرآن سننے کے لئے آنے والے ہیں اس میں ہڈی اور لید کے ساتھ کوئلے کا لفظ بھی ہے۔“ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ”دن نکلے میں اسی جگہ گیا تو دیکھا کہ وہ کوئی ساٹھ اونٹ بیٹھنے کی جگہ ہے ⑥ اور روایت میں ہے کہ جب جنات کا ازدحام ہو گیا تو ان کے سردار وردان نے کہا یا رسول اللہ! میں انہیں ادھر ادھر کر کے آپ کو اس تکلیف سے بچا لیتا ہوں تو آپ نے فرمایا اللہ سے زیادہ مجھے کوئی بچانے والا نہیں۔ آپ فرماتے ہیں جنات والی رات میں مجھ سے حضور ﷺ نے دریافت فرمایا کیا تمہارے پاس پانی ہے؟ میں نے کہا حضور پانی تو نہیں البتہ ایک ڈولچی میں نیذ ہے تو حضور ﷺ نے فرمایا عمدہ کھجوریں اور پاکیزہ

① صحیح مسلم، کتاب الصلاة، باب الجہر بالقراءۃ فی الصبح، ۴۵۰؛ ابو داود، ۸۵؛ ترمذی، ۳۲۵۸؛ احمد، ۱/۴۷۶۔

② صحیح مسلم حوالہ سابق۔ ③ احمد، ۱/۴۱۶ وسندہ ضعیف، اس کے اتصال میں نظر ہے۔ الطبری، ۲۶/۳۳؛

مسند ابی یعلیٰ، ۵۰۶۲؛ العظمت: ۱۱۲۱۔ ④ وسندہ ضعیف، الزہری عنعن۔

⑤ الطبری، ۲۲/۱۳۸ وسندہ ضعیف۔ ⑥ دلائل النبوة للبیہقی، ۲/۲۳۱ وسندہ ضعیف۔

پانی“ ① (ابوداؤد ترمذی ابن ماجہ)۔ مسند احمد کی اس حدیث میں ہے کہ ”آپ نے فرمایا مجھے اس سے وضو کرو۔ چنانچہ آپ نے وضو کیا اور فرمایا یہ تو پینے کی اور پاک چیز ہے۔“ ② مسند احمد میں ہے کہ جب آپ لوٹ کر آئے تو سانس چڑھ رہا تھا میں نے پوچھا حضور کیا بات ہے؟ آپ نے فرمایا میرے پاس میرے انتقال کی خبر آئی ہے۔ ③ یہی حدیث قدرے زیادتی کے ساتھ حافظ ابو نعیم رحمہ اللہ کی کتاب دلائل النبوة میں بھی ہے اس میں ہے کہ ”میں نے یہ سن کر کہا پھر یا رسول اللہ! اپنے بعد کسی کو خلیفہ مقرر کر جائیے۔ آپ نے کہا کس کو؟ میں نے کہا ابوبکر کو۔ اس پر آپ خاموش ہو گئے۔ چلتے چلتے پھر کچھ دیر بعد یہی حالت طاری ہوئی۔ میں نے وہی سوال کیا آپ نے وہی جواب دیا۔ میں خلیفہ مقرر کرنے کو کہا آپ نے پوچھا کسے؟ میں نے کہا عمر کو۔ اس پر آپ پھر خاموش ہو گئے۔ کچھ دور چلنے کے بعد پھر یہی حالت اور یہی سوال جواب ہوئے اب کی مرتبہ میں نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا نام پیش کیا تو آپ فرمانے لگے اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اگر لوگ ان کی اطاعت کریں تو سب جنت میں چلے جائیں۔“ ④ لیکن یہ حدیث بالکل ہی غریب ہے اور بہت ممکن ہے کہ یہ محفوظ نہ ہو اور اگر صحت تسلیم کر لی جائے تو اس واقعہ کو مدینہ کا واقعہ ماننا پڑے گا۔ وہاں بھی آپ کے پاس جنوں کے فودائے تھے جیسے کہ ہم عنقریب انشاء اللہ بیان کریں گے اس لئے کہ آپ کا آخری وقت فتح مکہ کے بعد تھا جبکہ دین الہی میں انسانوں اور جنوں کی فوجیں داخل ہو گئیں اور سورہ (اِذَا جَاءَ) الخ اتر چکی جس میں آپ کو خبر انتقال دی گئی تھی جیسے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے اور امیر المؤمنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی اس پر موافقت ہے جو حدیثیں ہم اسی سورہ کی تفسیر میں لائیں گے ان شاء اللہ واللہ اعلم۔

مندرجہ بالا حدیث دوسری سند سے بھی مروی ہے۔ لیکن اس کی اسناد بھی غریب اور سیاق بھی غریب ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں یہ جنت جزیرہ موصل کے تھے۔ ان کی تعداد بارہ ہزار کی تھی۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ اس خط کشیدہ جگہ میں بیٹھے ہوئے تھے لیکن جنت کے کھجوروں کے درختوں کے برابر کے قد و قامت وغیرہ دیکھ کر ڈر گئے اور بھاگ جانا چاہا لیکن فرمان رسول ﷺ یاد آ گیا کہ اس حد سے باہر نہ نکلتا۔ جب حضور ﷺ سے یہ ذکر آیا تو آپ نے فرمایا اگر تم اس حد سے باہر آ جاتے تو قیامت تک ہماری تمہاری ملاقات نہ ہو سکتی۔ ⑤ اور روایت میں ہے کہ جنت کی یہ جماعت جن کا ذکر آیت (وَإِذْ صَرَفْنَا) میں ہے نبیوی کی تھی۔ آپ نے فرمایا تھا کہ ”مجھے حکم دیا گیا کہ انھیں قرآن سناؤں۔ تم میں سے میرے ساتھ کون چلے گا؟ اس پر سب خاموش ہو گئے دوبارہ پوچھا پھر خاموشی رہی تیسری مرتبہ دریافت کیا تو قبیلہ ہذیل کے شخص حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ تیار ہوئے۔ حضور ﷺ انہیں ساتھ لے کر جن کی گھائی میں گئے۔ ایک لکیر کھینچ کر انہیں یہاں بٹھا دیا اور آپ آگے بڑھ گئے۔ یہ دیکھنے لگے کہ گدھوں کی طرح کے زمین سے بالکل قریب اڑتے ہوئے کچھ جانور سے آرہے ہیں۔ تھوڑی دیر بعد غل غپاڑہ سناکی دینے لگا۔ یہاں تک کہ مجھے حضور ﷺ کی ذات پر ڈر لگنے لگا۔ جب آنحضرت ﷺ آئے تو میں نے کہا حضور! یہ غل شور کیا تھا؟ آپ نے فرمایا ان کے ایک مقتول کا قصہ تھا جس میں یہ مختلف تھے۔ ان کے درمیان صحیح فیصلہ کر دیا گیا۔“ ⑥

① ابو داؤد، کتاب الطہارۃ، باب الوضوء بالتبذیر ۸۴ وسندہ ضعیف، ابوزید راوی مجہول ہے۔ ترمذی، ۸۸؛ ابن ماجہ، ۳۸۴؛ احمد، ۴۴۹/۱۔

② احمد، ۱/۳۹۸ وسندہ ضعیف؛ دارقطنی، ۷۶/۱۔

③ احمد، ۱/۴۴۹ وسندہ ضعیف جداً اس کی سند میں مینا بن ابی مینا متروک راوی ہے اس کے بارے میں ابوحاتم نے یکذب اور دراقطی نے متروک کہا ہے (المیزان، ۴/۲۳۷؛ رقم، ۸۹۸۱)۔

④ طبرانی، ۹۹۷۰ وسندہ ضعیف جداً مجمع الزوائد، ۵/۱۸۸ اس کی سند میں بھی مینا متروک راوی ہے۔

⑤ یہ روایت مرسل یعنی ضعیف ہے۔ ⑥ الطبری، ۲۲/۱۳۶ وسندہ ضعیف مرسل۔

یہ واقعات صاف ہیں کہ حضور ﷺ نے قصد اُجا کر جنات کو قرآن سنایا، انہیں اسلام کی طرف دعوت دی اور جن مسائل کی اس وقت انہیں ضرورت تھی وہ سب بتا دیئے۔ ہاں پہلی مرتبہ جب جنات نے آپ کی زبانی قرآن سنا اس وقت آپ کو معلوم نہ تھا نہ آپ نے انہیں سنانے کی غرض سے قرآن پڑھا تھا جیسے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ اس کے بعد وہ فود کی صورت میں آئے اور حضور ﷺ عدا تشریف لے گئے اور انہیں قرآن سنایا۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اس وقت نہ تھے جبکہ آپ نے ان سے باپ چیت کی، انہیں اسلام کی دعوت دی۔ البتہ کچھ فاصلہ پر دور بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ کے ساتھ اس واقعہ میں سوائے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے اور کوئی نہ تھا اور دوسری تطبیق ان روایات میں جن میں ہے کہ آپ کے ساتھ ابن مسعود رضی اللہ عنہ تھے اور جن میں ہے کہ نہ تھے یہ بھی ہو سکتی ہے کہ پہلی دفعہ نہ تھے دوسری مرتبہ تھے وَاللَّهِ اَعْلَمُ۔ یہ بھی مروی ہے مغلہ میں جن جنوں نے آپ سے ملاقات کی تھی وہ نبیوی کے تھے اور مکہ مکرمہ میں جو آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے وہ نصیبین کے تھے اور یہ جو روایتوں میں آیا ہے کہ ہم نے وہ رات بہت بری طرح بسر کی اس سے مراد ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے سوا اور صحابہ رضی اللہ عنہم ہیں جنہیں اس بات کا علم نہ تھا کہ حضور ﷺ جنات کو قرآن سناتے گئے ہیں لیکن یہ تاویل ہے ذرا دور کی وَاللَّهِ اَعْلَمُ۔ بیہقی میں ہے کہ ”حضور ﷺ کی حاجت اور وضو کے لئے آپ کے ساتھ ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ پانی کی ڈوچی لئے ہوئے جایا کرتے تھے۔ ایک دن یہ پیچھے پیچھے پہنچے۔ آپ نے پوچھا کون ہے؟ جواب دیا کہ میں ابو ہریرہ ہوں۔ فرمایا میرے استنجے کے لئے پتھر لاؤ لیکن ہڈی اور لید نہ لانا۔ میں اپنی جھولی میں پتھر بھر لایا اور آپ کے پاس رکھ دیئے۔ جب آپ فارغ ہو چکے اور چلنے لگے میں بھی آپ کے پیچھے چلا اور پوچھا حضور کیا وجہ ہے؟ جو آپ نے ہڈی اور لید سے منع فرمادیا۔ آپ نے جواب دیا میرے پاس نصیبین کے جنوں کا وفد آیا تھا اور انہوں نے مجھ سے توشہ طلب کیا تھا تو میں نے اللہ تبارک و تعالیٰ سے دعا کی کہ وہ جس لید اور ہڈی پر گزریں اسے طعام پائیں“ ① صحیح بخاری میں بھی اسی کے قریب قریب مروی ہے۔ ② پس یہ حدیث اور اس سے پہلے کی حدیثیں ولالت کرتی ہیں کہ جنات کا وفد آپ کے پاس اس کے بعد بھی آیا تھا۔

اب ہم ان احادیث کا بیان کرتے ہیں جو دلالت کرتی ہیں کہ جنات آپ کے پاس کئی دفعہ حاضر ہوئے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے جو روایت اس سے پہلے بیان ہو چکی ہے اس کے سوا بھی آپ سے دوسری سند سے مروی ہے ابن جریر میں ہے آپ فرماتے ہیں ”یہ سات جن تھے نصیبین کے رہنے والے انہیں اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے اپنی طرف سے قاصد بنا کر جنات کی طرف بھیجا تھا۔ مجاہد رحمہ اللہ کہتے ہیں یہ جنات تعداد میں سات تھے اور نصیبین کے تھے۔ انہیں رسول اللہ نے تین کو اہل حران سے کہا اور چار کو اہل نصیبین سے ان کے نام یہ ہیں، حسی، حاس، منسی، ساسر، ناصر، الارود بیان، الاحم۔ ابو حمزہ ثمالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں، انہیں بنو مہصیان کہتے ہیں یہ قبیلہ جنات کے اور قبیلوں سے تعداد میں بہت زیادہ تھا اور یہ ان میں نسب کے بھی شریف مانے جاتے تھے اور عموماً یہ ابلیس کے لشکروں میں سے تھے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں یہ نو تھے، ان میں سے ایک کا نام زوبعہ تھا، اصل مغلہ سے آئے تھے۔ بعض حضرات سے مروی ہے کہ یہ پندرہ تھے اور ایک روایت میں ہے کہ ساٹھ اونٹوں پر آئے تھے ان کے سردار کا نام ودر دان تھا۔ اور کہا گیا ہے کہ تین سو تھے اور یہ بھی مروی ہے کہ بارہ ہزار (۱۲۰۰۰) تھے۔ ان سب میں تطبیق یہ ہے کہ چونکہ فود کئی ایک آئے تھے ممکن ہے کہ

① بیہقی ۱۰۷/۱ وسندہ ضعیف اس کی سند میں سعید بن مسعود ہے امام بخاری، نسائی، وغیرہ نے اسے ضعیف کہا ہے (المیزان ۲/۲۴۸، رقم: ۳۶۳۱) اس معنی کی صحیح روایت بخاری ۳۸۶۰ میں موجود ہے۔ ② صحیح بخاری، کتاب مناقب الانصار، باب ذکر الجن، ۳۸۶۰۔

کسی میں چھ سات نو ہی ہوں کسی میں زیادہ کسی میں کم اس سے بھی زیادہ۔ اس پر دلیل صحیح بخاری کی یہ روایت بھی ہے کہ ”حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جس چیز کی نسبت جب کبھی کہتے کہ میرے خیال میں یہ اس طرح ہوگی تو وہ عموماً اسی طرح نکلتی۔ ایک مرتبہ آپ بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک حسین شخص گزرا۔ آپ نے اسے دیکھ کر فرمایا اگر میرا گمان غلط نہ ہو تو یہ شخص اپنے جاہلیت کے زمانے میں ان لوگوں کا کاہن تھا جانا ذرا اسے لے آنا جب وہ آگیا تو آپ نے اپنا یہ خیال اس پر ظاہر فرمایا۔ وہ کہنے لگا مسلمانوں میں اس ذہانت و فطانت کا کوئی شخص آج تک میری نظر سے نہیں گزرا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اب میں تجھ سے کہتا ہوں کہ تو اپنی کوئی صحیح اور سچی خبر سنا اس نے کہا بہت اچھا سنئے۔ میں جاہلیت کے زمانے میں ان کا کاہن تھا میرے پاس میرا جن جو سب سے زیادہ تعجب خیز خبر لایا وہ سنئے میں ایک مرتبہ بازار میں جا رہا تھا کہ وہ آگیا اور سخت گھبراہٹ میں تھا اور کہنے لگا کیا تو نے جنوں کی بربادی مایوسی اور ان کے پھیلنے کے بعد سمٹ جانا اور ان کی درگت نہیں دیکھی؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمائی گئے یہ سچا ہے ایک مرتبہ میں ان کے بتوں کے پاس سویا ہوا تھا ایک شخص نے وہاں ایک پتھر اچھا لکھا تھا کہ ناگہاں ایک سخت پر زور آواز آئی ایسی کہ اتنی بڑی بلند اور کرحٹ آواز میں نے کبھی نہیں سنی۔ اس نے کہا اے صالح نجات دینے والا امر آچکا ایک شخص ہے جو فصیح زبان سے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کی منادی کر رہا ہے۔ سب لوگ تو مارے ڈر کے بھاگ گئے لیکن میں وہیں بیٹھا رہا کہ دیکھوں آخر یہ ہے کیا؟ کہ دوبارہ پھر اسی طرح وہی آواز سنائی دی اور اس نے وہی کہا پس کچھ ہی دن گزرے تھے جو نبی ﷺ کی نبوت کی آوازیں ہمارے کانوں میں پڑنے لگیں۔“ ① اس روایت کے ظاہر الفاظ سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ خود حضرت فاروق رضی اللہ عنہ نے یہ آواز اس ذبح شدہ پتھر سے سنی اور ایک ضعیف روایت میں صریح طور پر یہ بھی آگیا ہے لیکن باقی اور روایتیں یہ بتلا رہی ہیں کہ اسی کاہن نے اپنے دیکھنے سننے کا ایک واقعہ یہ بھی بیان کیا واللہ اعلم۔ امام بیہقی رحمہ اللہ نے یہی کہا ہے اور یہی کچھ اچھا معلوم ہوتا ہے اس شخص کا نام سواد بن قارب تھا جو شخص اس واقعہ کی پوری تفصیل دیکھنا چاہتا ہو وہ میری کتاب سیرت عمر رضی اللہ عنہ دیکھ لے وَلِلَّهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ممکن ہے یہی وہ کاہن ہو جس کا ذکر بغیر نام کے صحیح حدیث میں ہے۔ ”حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ منبر نبوی پر ایک مرتبہ خطبہ بنا رہے تھے اسی میں پوچھا کیا سواد بن قارب یہاں موجود ہیں لیکن اس پورے سال تک کسی نے ہاں نہیں کہی اگلے سال آپ نے پھر پوچھا تو حضرت براء رضی اللہ عنہ نے کہا سواد بن قارب کون ہے؟ اس سے کیا مطلب ہے؟ آپ نے فرمایا اس کے اسلام لانے کا قصہ عجیب و غریب ہے ابھی یہ باتیں ہو رہی تھیں جو حضرت سواد بن قارب رضی اللہ عنہ آگئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا سواد اپنے اسلام کا ابتدائی قصہ کہہ سناؤ آپ نے فرمایا ہاں سنئے میں ہند گیا ہوا تھا میرا ساقی جن ایک رات میرے پاس آیا۔ میں اس وقت سویا ہوا تھا۔ مجھے اس نے جگا دیا اور کہنے لگا اٹھ اور اگر کچھ عقل و ہوش ہیں تو سن لے اور سمجھ لے اور سوچ لے قبیلہ لوی بن غالب میں سے اللہ تعالیٰ کے رسول مبعوث ہو چکے ہیں میں جنات کی حس اور ان کے بور یہ بستر باندھنے پر تعجب کر رہا ہوں اگر تو طالب ہدایت ہے تو فوراً مکے کی طرف کوچ کر۔ سمجھ لے کہ بہتر اور بدتر جن یکساں نہیں جا جلدی جا اور بنو ہاشم کے اس دلارے کے منور کھڑے پر نظریں تو ڈال لے مجھے پھر غنودگی سی آگئی تو اس نے دوبارہ جگایا اور کہنے لگا اے سواد بن قارب اللہ عزوجل نے اپنا رسول بھیج دیا ہے۔ تم ان کی خدمت میں پہنچو اور ہدایت اور بھلائی سمیٹ لو دوسری رات پھر آیا اور مجھے جگا کر کہنے لگا مجھے جنات کے جستجو کرنے اور جلد جلد پالان اور جھولیں کسے پر تعجب معلوم ہوتا ہے۔ اگر تو بھی ہدایت کا طالب ہے تو مکے کا قصد کر۔ سمجھ لے کہ اس کے دونوں قدم اس کی دموں کی طرح نہیں۔ تو اٹھ اور جلدی جلدی بنو ہاشم

کے اس پسندیدہ شخص کی خدمت میں پہنچ اور اپنی آنکھیں اس کے دیدار سے منور کر۔ تیسری رات پھر آیا اور کہنے لگا مجھے جنات کے باخبر ہو جانے اور ان کے قافلوں کے فوراً تیار ہو جانے پر تعجب ہو رہا ہے۔ وہ سب طلب ہدایت کے لئے مکہ کی طرف دوڑے جا رہے ہیں۔ ان میں کے برے بھلوں کی برابری نہیں کر سکتے تو بھی اٹھ اور اس بنو ہاشم کے چیدہ شخص کی طرف چل کھڑا ہو، مؤمن جنات کا فروں کی طرح نہیں۔ تین راتوں تک برابر یہی سنتے رہنے کے بعد میرے دل میں بھی دفعۃً اسلام کا دلولہ اٹھا اور حضور ﷺ کی وقعت اور محبت سے دل پر ہو گیا۔ میں نے اپنی سانڈنی پر کجاوہ کسا اور بغیر کسی اور جگہ قیام کے سیدھا رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ اس وقت شہر مکہ میں تھے اور لوگ آپ کے آس پاس ایسے تھے جیسے گھوڑے پر ایال مجھے دیکھتے ہی یکبارگی اللہ کے پیغمبر ﷺ نے فرمایا سوا بن قارب کو مر جا ہو، ہمیں معلوم ہے کہ کیسے اور کس لئے اور کس کے کہنے سننے سے آرہے ہو؟ میں نے کہا حضور! میں نے کچھ اشعار کہے ہیں اگر اجازت ہو تو پیش کروں؟ آپ نے فرمایا سوا دوشو سے کہو۔ تو حضرت سوا رضی اللہ عنہ نے وہ اشعار پڑھے جن کا مضمون یہ ہے۔ میرے پاس میرا جن میرے سو جانے کے بعد رات کو آیا اور اس نے مجھے ایک عجیبی خبر پہنچائی تین راتیں برابر وہ میرے پاس آتا رہا اور ہر رات کہتا رہا کہ لوی بن غالب میں اللہ کے رسول مبعوث ہو چکے ہیں۔ میں نے بھی سفر کی تیاری کر لی اور جلد جلد راہ طے کرتا یہاں پہنچ ہی گیا اب میری گواہی ہے کہ بجز اللہ کے اور کوئی رب نہیں اور آپ اللہ تعالیٰ کے امانت دار رسول ہیں؟ آپ سے شفاعت کا آسرا سب سے زیادہ ہے اے بہترین بزرگوں اور پاک لوگوں کی اولاد اے تمام رسولوں سے بہتر رسول جو حکم آسمانی آپ ہمیں پہنچائیں گے وہ کتنا ہی مشکل اور طبیعت کے خلاف کیوں نہ ہو۔ ناممکن ہے کہ ہم اسے ٹال دیں آپ قیامت کے دن ضرور میرے سفارشی بننا کیوں کہ وہاں بجز آپ کے۔ سوا بن قارب کا سفارشی اور کون ہوگا؟ اس پر حضور ﷺ بہت ہنسے اور فرمانے لگے سوا تم نے فلاح پائی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ واقعہ سن کر پوچھا کیا وہ جن اب بھی تیرے پاس آتا ہے؟ اس نے کہا جب سے میں نے قرآن پڑھا وہ نہیں آتا اور اللہ کا بڑا شکر ہے کہ اس کے عوض میں نے رب کی پاک کتاب پائی۔ ①

اور اب جس حدیث کو ہم حافظ ابو نعیم کی کتاب دلائل النبوة سے نقل کرتے ہیں اس میں بھی اس کا بیان ہے کہ مدینہ منورہ میں بھی جنات کا وفد حضور ﷺ کی خدمت میں باریاب ہوا تھا۔ حضرت عمرو بن غیلان ثقفی رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر ان سے دریافت کرتے ہیں کہ مجھے یہ معلوم ہوا ہے کہ جس رات جنات کا وفد حاضر حضور ﷺ ہوا تھا اس رات حضور کے ساتھ آپ بھی تھے جواب دیا کہ ہاں ٹھیک ہے۔ میں نے کہا ذرا واقعہ تو سنائیے فرمایا صفہ والے مساکین صحابہ رضی اللہ عنہم کو لوگ اپنے اپنے ساتھ شام کا کھانا کھلانے کے لئے لے گئے اور میں یونہی رہ گیا۔ میرے پاس سے حضور ﷺ کا گزر ہوا پوچھا کون ہے؟ میں نے کہا ابن مسعود۔ فرمایا تمہیں کوئی لے نہیں گیا؟ فرمایا اچھا میرے ساتھ چلو شاید کچھ مل جائے تو دے دوں گا۔ میں ساتھ ہولیا، آپ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں گئے میں باہر ہی ٹھہر گیا۔ تھوڑی دیر میں اندر سے ایک لونڈی آئی اور کہنے لگی حضور ﷺ فرماتے ہیں ہم نے اپنے گھر میں کوئی چیز نہیں پائی تم اپنی خواب گاہ میں چلے جاؤ میں واپس مسجد میں کنکریوں کا ایک چھوٹا سا ڈھیر کر کے اس پر سر رکھ کر اپنا کپڑا لپیٹ کر سو گیا۔ تھوڑی ہی دیر گزری ہوگی جو وہی لونڈی پھر آئی اور کہا رسول اللہ ﷺ آپ کو یاد فرما رہے ہیں۔ میں ساتھ ہولیا اور مجھے امید پیدا ہو گئی کہ اب تو کھانا ضرور ملے گا۔ جب میں اپنی جگہ پہنچا تو حضور ﷺ گھر سے باہر تشریف لائے۔ آپ کے ہاتھ میں کھجور کے درخت کی ایک ترچھڑی تھی جسے میرے سینے پر رکھ کر فرمانے لگے جہاں میں جا رہا ہوں

کیا تم بھی میرے ساتھ چلو گے؟ میں نے کہا جو اللہ نے چاہا ہو، تین مرتبہ یہی سوال جواب ہوئے پھر آپ چلے اور میں بھی آپ کے ساتھ چلنے لگا، تھوڑی دیر میں بقیع غرقہ جا پہنچے۔ پھر قریب قریب وہی بیان ہے جو اوپر کی روایتوں میں گزر چکا ہے۔ اس کی اسناد غریب ہے اور اس کی سند میں ایک مبہم راوی ہے جن کا نام ذکر نہیں کیا گیا۔ دلائل نبوۃ میں حافظ ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مدینہ کی مسجد میں رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز ادا کی اور لوٹ کر لوگوں سے کہا آج رات کو جنات کے وفد کی طرف تم میں سے کون میرے ساتھ چلے گا؟ کسی نے جواب نہ دیا تین مرتبہ کے فرمان پر بھی کوئی نہ بولا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس سے گزرے اور میرا ہاتھ تھام کر اپنے ساتھ لے چلے مدینے کے پہاڑوں سے بہت آگے نکل کر صاف چمنیل میدان میں پہنچ گئے اب نیزوں کے برابر لمبے لمبے قد کے آدمی نیچے نیچے کپڑے پہنے ہوئے آنے شروع ہوئے ہیں تو انہیں دیکھ کر مارے ڈر کے کانپنے لگا۔ پھر اور واقعہ مثل حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے بیان کیا۔ یہ حدیث بھی غریب ہے واللہ اعلم۔ اسی کتاب میں ایک غریب حدیث میں ہے کہ ”حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے ساتھی حج کو جا رہے تھے راستے میں ہم نے دیکھا کہ ایک سفید رنگ سانپ راستے میں لوٹ رہا ہے اور اس سے مشک کی خوشبو آ رہی ہے۔ ابراہیم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا تم سب جاؤ میں یہاں ٹھہر جاتا ہوں۔ دیکھو تو اس سانپ کا کیا ہوتا ہے؟ چنانچہ وہ چل دیئے اور میں ٹھہر گیا۔ تھوڑی ہی دیر گزری ہوگی جو وہ سانپ مر گیا۔ میں نے ایک سفید کپڑا لے کر اس میں لپیٹ کر راستے کے ایک طرف دفن کر دیا اور رات کے کھانے کے وقت اپنے قافلے میں پہنچ گیا اللہ تعالیٰ کی قسم میں بیٹھا ہوا تھا جو چار عورتیں مغرب کی طرف سے آئیں ان میں سے ایک نے پوچھا عمر و کس نے دفن کیا؟ ہم نے کہا کون عمرو؟ اس نے کہا تم میں سے کسی نے ایک سانپ کو دفن کیا ہے؟ میں نے کہا ہاں میں نے دفن کیا ہے؟ کہنے لگی قسم ہے اللہ تعالیٰ کی تم نے بڑے روزے دار بڑے پختہ نمازی کو دفن کیا ہے جو تمہارے نبی کو مانتا تھا اور جس نے آپ کے نبی ہونے سے چار سو سال پیشتر آسمان سے آپ کی صفت سنی تھی۔ ابراہیم کہتے ہیں اس پر ہم نے اللہ تبارک و تعالیٰ کی حمد و ثناء کی۔ پھر حج سے فارغ ہو کر جب ہم فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پہنچے اور میں نے آپ کو یہ سارا واقعہ سنایا۔ تو آپ نے فرمایا اس عورت نے سچ کہا میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ مجھ پر ایمان لایا تھا میری نبوت کے چار سو سال پہلے۔“ یہ حدیث بھی غریب ہے واللہ اعلم۔ ایک روایت میں ہے کہ دفن کفن کرنے والے حضرت صفوان بن معطل رضی اللہ عنہ تھے۔ کہتے ہیں کہ یہ صاحب جو یہاں دفن کئے گئے یہ ان نوجنات میں سے ایک ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس قرآن سننے کے لئے وفد بن کر آئے تھے ان کا انتقال ان سب سے اخیر میں ہوا۔ ابو نعیم میں ایک روایت ہے کہ ایک شخص حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آئے اور کہنے لگے امیر المؤمنین میں ایک جنگل میں تھا میں نے دیکھا کہ دو سانپ آپس میں خوب لڑ رہے ہیں۔ یہاں تک کہ ایک نے دوسرے کو مار ڈالا۔ اب میں انھیں چھوڑ کر جہاں معرکہ ہوا تھا وہاں گیا۔ دیکھا تو بہت سے سانپ قتل کئے ہوئے پڑے ہیں اور بعضوں سے اسلام کی خوشبو آ رہی ہے پس میں نے ایک ایک کو سونگھنا شروع کیا۔ یہاں تک کہ ایک زرد رنگ کے دبلے پتلے سانپ میں سے مجھے اسلام کی خوشبو آنے لگی۔ میں نے اپنے عمامے میں لپیٹ کر اسے دفن دیا۔ اب میں چلا جا رہا تھا جو میں نے ایک آواز سنی کہ اے اللہ کے بندے تجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدایت دی گئی۔ یہ دونوں سانپ جنات کے قبیلے بنو شیبان اور بنو قیس میں سے تھے ان دونوں میں جنگ ہوئی اور پھر جس قدر قتل ہوئے وہ تم نے خود دیکھ لئے۔ انہی میں ایک شہید جنہیں تم نے دفن کیا وہ تھے جنھوں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی دئی الہی سنی تھی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس قصے کو سن کر فرمانے لگے اے شخص اگر تو سچا ہے تو اس میں شک نہیں کہ تو نے عجب واقعہ دیکھا اور اگر تو جھوٹا ہے تو جھوٹ کا بوجھ تجھ پر ہے۔

اب آیت کی تفسیر سنئے۔ ارشاد ہے کہ جب ہم نے تیری طرف جنات کے ایک گروہ کو پھیرا جو قرآن سن رہا تھا۔ جب وہ حاضر ہو گئے اور تلاوت شروع ہونے لگی تو انہوں نے آپس میں ایک دوسرے کو یہ ادب سکھایا کہ خاموشی سے سنو۔ ان کا ایک اور ادب بھی حدیث میں آیا ہے۔ ترمذی وغیرہ میں ہے کہ ”ایک مرتبہ حضور ﷺ نے صحابہ کرام کے سامنے سورہ رُحْمٰن کی تلاوت کی پھر فرمایا کیا بات ہے؟ جو تم سب خاموش ہی رہے تم سے تو بہت اچھے جواب دینے والے جنات ثابت ہوئے جب بھی میرے منہ سے انہوں نے یہ آیت ﴿فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ﴾ ① سنی تو انہوں نے جواب میں کہا ﴿وَلَا بِشَيْءٍ مِّنَ الْآيَاتِ أَوْ نَعْمِكَ رَبَّنَا نُكْذِّبُ فَلَكَ الْحَمْدُ﴾۔ ② پھر فرماتا ہے جب فراغت حاصل کی گئی۔ ﴿فُضِي﴾ کے معنی ان آیتوں میں بھی یہی ہیں ﴿فَإِذَا فُضِيَتِ الصَّلَاةُ﴾ اور ﴿فَقَضَاهُنَّ سَبْعَ سَلَوَاتٍ﴾ ③ اور ﴿فَإِذَا قُضِيَتْ مَنَاسِكُكُمْ﴾ ④ پھر فرمایا اور وہ اپنی قوم کو دھمکانے اور انہیں آگاہ کرنے کے لئے واپس ان کی طرف چلے۔ جیسے اللہ عزوجل وعلا کا فرمان ہے ﴿لَيَسْفَهَهُوا فِي الدِّينِ﴾ ⑤ یعنی وہ دین کی سمجھ حاصل کریں۔ اور جب واپس اپنی قوم کے پاس پہنچیں تو انہیں بھی ہوشیار کر دیں بہت ممکن ہے کہ وہ بجاؤ اختیار کر لیں۔ اس آیت سے استدلال کیا گیا ہے کہ جنات میں بھی اللہ تعالیٰ کی باتوں کو پہنچانے والے اور ڈرسانے والے ہیں لیکن ان میں سے رسول نہیں بنائے گئے یہ بات بلا شک ثابت ہے کہ جنوں میں پیغمبر نہیں ہیں۔ فرمان باری ہے ﴿وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ إِلَّا رِجَالًا﴾ ⑥ اے یعنی ہم نے تجھ سے پہلے بھی جتنے رسول بھیجے وہ سب بستیوں کے رہنے والے انسان ہی تھے جن کی طرف ہم اپنی وحی بھیجا کرتے تھے۔ اور آیت میں ہے ﴿وَمَا أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِينَ إِلَّا أَنَّهُمْ لِيَاْكُلُوا الطَّعَامَ وَيَمْشُوا فِي الْأَسْوَاقِ﴾ ⑦ یعنی تجھ سے پہلے ہم نے جتنے رسول بھیجے وہ سب کھانا کھاتے تھے اور بازاروں میں چلتے پھرتے تھے۔ ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی نسبت قرآن میں ہے ﴿وَجَعَلْنَا فِي ذُرِّيَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَالْكِتَابَ﴾ ⑧ یعنی ہم نے ان کی اولاد میں نبوت اور کتاب رکھ دی۔ پس آپ کے بعد جتنے بھی نبی آئے وہ آپ ہی کے خاندان اور آپ ہی کی نسل میں سے ہوئے ہیں۔ لیکن سورہ انعام میں آیت ﴿يَا مَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ أَلَمْ يَأْتِكُمْ رُسُلٌ مِنْكُمْ﴾ ⑨ یعنی اے جنوں اور انسانوں کے گروہ کیا تمہارے پاس تم میں سے رسول نہیں آئے تھے؟ اس کا مطلب اور اس سے مراد یہ دونوں جنس ہیں۔ پس اس کا مصداق صرف ایک جنس ہی ہو سکتی ہے جیسے فرمان ہے ﴿يَخْرُجُ مِنْهُمَا الْمُنَافِقُ وَالْمُنَافِقَاتُ﴾ ⑩ یعنی ان دونوں سمندروں میں سے موتی اور مونگا نکلتا ہے حالانکہ دراصل ایک میں سے ہی نکلتا ہے۔ اب بیان ہو رہا ہے جنات کے اس وعظ کا جو انہوں نے اپنی قوم میں کیا۔ فرمایا کہ ہم نے اس کتاب کو سنا ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بعد نازل ہوئی ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی کتاب انجیل کا ذکر اس لئے چھوڑ دیا کہ وہ دراصل تورات کو پورا کرنے والی تھی۔ اس میں زیادہ تر وعظ کے اور دل کو نرم کرنے کے بیانات تھے۔ حرام حلال کے مسائل بہت کم تھے۔ پس اصل چیز تورات ہی رہی۔ اسی لئے ان مسلم جنات نے اسی کا ذکر کیا اور اسی بات کو پیش نظر رکھ کر حضرت ورقہ بن نوفل نے جس وقت حضور ﷺ کی زبانی حضرت جبریل علیہ السلام کے اول دفعہ آنے کا حال سنا تو کہا تھا کہ واہ واہ یہی تو وہ مبارک وجود اللہ تعالیٰ کے بھییدی کا ہے جو

① ۵۵/الرحمان: ۱۳۔ ② ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورة الرحمن، ۳۲۹۱ وهو حسن؛ حاکم، ۴۷۳/۲۔

③ ۴۱/حکم المسجدة: ۱۲۔ ④ ۶۲/الجمعة: ۱۰۔

⑤ ۹/التوبة: ۱۲۲۔ ⑥ ۱۲/یوسف: ۱۰۹۔

⑦ ۲۵/الفرقان: ۲۰۔ ⑧ ۲۹/العنکبوت: ۲۷۔

⑨ ۶/الانعام: ۱۳۔ ⑩ ۵۵/الرحمان: ۲۲۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا کرتے تھے کاش کہ میں کچھ اور زمانہ زندہ رہتا، الخ۔ ① پھر قرآن کی اور صفت بیان کرتے ہیں کہ وہ اپنے سے پہلے کی تمام آسمانی کتابوں کو سچا بتلاتا ہے وہ اعتقادی مسائل اور اخباری مسائل میں حق کی جانب رہبری کرتا ہے اور اعمال میں راہ راست دکھاتا ہے۔ قرآن میں دو چیزیں ہیں یا خبر یا طلب پس اس کی خبر سچی اور اس کی طلب عدل والی۔ جیسے فرمان ہے ﴿وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَعَدْلًا﴾ ② یعنی تیرے رب کا کلمہ سچائی اور عدل کے لحاظ سے بالکل پورا ہی ہے۔ اور آیت میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ فرماتا ہے ﴿هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ﴾ ③ وہ اللہ جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور حق دین کے ساتھ بھیجا ہے۔ پس ہدایت نفع دینے والا علم ہے اور دین حق نیک عمل ہے یہی مقصد جنات کا تھا۔

پھر کہتے ہیں اے ہماری قوم اللہ تعالیٰ کے داعی کی دعوت پر لبیک کہو۔ اس میں دلالت ہے اس امر کی کہ رسول اللہ ﷺ جن و انس کی دونوں جماعتوں کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں اس لئے کہ آپ نے جنات کو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دی اور ان کے سامنے قرآن کریم کی وہ سورت پڑھی جس میں ان دونوں جماعتوں کو مخاطب کیا گیا ہے اور ان کے نام احکام جاری فرمائے ہیں اور وعدہ و وعید بیان کیا ہے یعنی سورۃ الرحمن۔ پھر فرماتے ہیں ایسا کرنے سے وہ تمہارے بعض گناہ بخش دے گا۔ لیکن یہ اس صورت میں ہو سکتا ہے جب لفظ امن کو زائد نہ نامیں چنانچہ ایک قول مفسرین کا یہ بھی ہے اور قاعدے کے مطابق اثبات کے موقع پر لفظ من بہت ہی کم زائد آتا ہے اور اگر زائد مان لیا جائے تو مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ معاف فرمائے گا اور تمہیں اپنے المناک عذابوں سے رہائی دے گا۔ اس آیت سے بعض علما نے استدلال کیا ہے کہ ایماندار جنوں کو بھی جنت نہیں ملے گی ہاں عذاب سے وہ چھٹکارا پالیں گے۔ یہی ان کی نیک اعمالوں کا بدلہ ہے اور اگر اس سے زیادہ مرتبہ بھی انہیں ملنے والا ہوتا تو اس مقام پر یہ مومن جن اسے ضرور بیان کر دیتے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ مومن جن جنت میں نہیں جائیں گے اس لئے کہ وہ ابلیس کی اولاد سے ہیں اور اولاد ابلیس جنت میں نہیں جائے گی۔ لیکن حق یہ ہے کہ مومن جن مثل ایمان دار انسانوں کے ہیں اور وہ جنت میں جگہ پائیں گے جیسا کہ سلف کی ایک جماعت کا مذہب ہے۔ بعض لوگوں نے اس پر اس آیت سے استدلال کیا ہے ﴿لَمْ يَطْمِئِنُّوْا اَنْسُ قَبْلَهُمْ وَلَا جَاؤُوْا﴾ ④ یعنی حوران بہشتی کو اہل جنت سے پہلے نہ کسی انسان کا ہاتھ لگانہ کسی جن کا۔ لیکن اس استدلال میں نظر ہے۔

اس سے بہت بہتر استدلال تو اللہ عز و جل کے اس فرمان سے ہے ﴿وَلَمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ جَنَّاتٍ ۙ فَبَآئِ اِلَآءِ رَبِّكُمَا تُعْذِبَانِ﴾ ⑤ یعنی جو کوئی اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈر گیا اس کے لئے دودھ جنتیں ہیں۔ پھر اے جنو اور انسانو! تم اپنے پروردگار کی کوئی نعمت کو جھٹلاتے ہو؟ اس آیت میں اللہ تعالیٰ انسانوں اور جنوں پر اپنا احسان جتنا ہے کہ ان کے نیک کار کا بدلہ جنت ہے اور اس آیت کو سن کر مسلمان انسانوں سے بہت زیادہ شکر یہ مسلمان جنوں نے کیا اور اسے سنتے ہی کہا کہ اللہ تعالیٰ ہم تیری نعمتوں میں سے کسی کے انکار ہی نہیں ہم تیرے بہت بہت شکر گزار ہیں۔ ایسا تو نہیں ہو سکتا کہ ان کے سامنے ان پر وہ احسان جتایا جائے جو دراصل انہیں ملنے کا نہیں۔ اور بھی ہماری ایک دلیل سنئے۔ جب کافر جنات کو جہنم میں ڈالا جائے گا جو مقام عدل ہے تو مومن جنات کو جنت میں کیوں نہ لے جایا جائے؟ جو مقام فضل ہے بلکہ یہ بہت زیادہ لائق اور بطور اولیٰ ہونے کے قابل ہے اور اس پر وہ آیتیں بھی دلیل ہیں جن میں عام طور پر ایمانداروں کو جنت کی خوشخبری دی گئی ہے مثلاً ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّٰلِحٰتِ سَکٰنَتْ لَھُمْ

① صحیح بخاری، کتاب بدء الوحی، باب کیف کان بدء الوحی الی رسول اللہ ﷺ، ۳: مسلم، ۱۶۰۔

② ۶/ الانعام: ۱۱۵۔ ③ ۹/ التوبة: ۳۳۔ ④ ۵۵/ الرحمن: ۵۶۔ ⑤ ۵۵/ الرحمن: ۳۶، ۳۷۔

اَوْ لَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِي خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَمْ يَعْزِ بِخَلْقِهِنَّ بِقُدْرِ
عَلٰى اَنْ يُخْرِجَ الْمَوْتٰى ط بَلٰى اِنَّهٗ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِيْنَ
كَفَرُوْا عَلَى النَّارِ ط اَلَيْسَ هٰذَا بِالْحَقِّ ط قَالُوْا بَلٰى وَرَبِّنَا ط قَالَ فَذُوقُوْا
الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ۝ فَاصْبِرْ لَهَا صَبْرًا وَّلَوْ اَلْعِزُّ مِنَ الرُّسُلِ وَلَا
تَسْتَعْجِلْ لَّهْمُ ط كَالَّذِيْنَ يَوْمَ يَرَوْنَ مَا يُوعَدُوْنَ لَا كُمْ يَلْبَثُوْنَ اِلَّا سَاعَةً مِّنْ
نَّهَارٍ ط بَلَّغْ ۙ فَهَلْ يُّهْلِكُ اِلَّا الْقَوْمَ الْفٰسِقُوْنَ ۙ

ترجمہ: کیا وہ نہیں دیکھتے کہ جس اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کر دیا اور ان کے پیدا کرنے سے وہ نہ تھا کاہ یقیناً مردوں کو زندہ کرنے پر قادر ہے؟ بے شک وہ ایسا ہی ہے وہ یقیناً ہر چیز پر قادر ہے [۳۳] وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا جس دن جہنم کے سامنے لائے جائیں گے اور ان سے کہا جائیگا کہ کیا حق نہیں ہے؟ تو جواب دیں گے کہ ہاں قسم ہے ہمارے رب کی حق ہے اللہ فرمائے گا اب اپنے کفر کے بدلے کے عذاب کا مزہ چکھو [۳۴] پس (اے پیغمبر) تم ایسا صبر کرو جیسا صبر عالی ہمت رسولوں نے کیا اور ان کے لئے عذاب طلب کرنے میں جلدی نہ کرو یہ جس دن اس عذاب کو دیکھ لیں گے جس کا وعدہ دیئے جاتے ہیں تو یہ معلوم ہونے لگے گا کہ دن کی ایک گھڑی ہی (دنیا میں) ٹھہرے تھے یہ ہے پیغام پہنچا دینا بدکاروں کے سوا کوئی ہلاک نہ کیا جائے گا۔ [۳۵]

== جَنَّتُ الْفِرْدَوْسِ نَزْلًا ۝ ۱ وغیرہ وغیرہ۔

یعنی ایمانداروں کا سہمان خانہ یقیناً جنت الفردوس ہے۔ الحمد للہ میں نے اس مسئلہ کو بہت کچھ وضاحت کے ساتھ اپنی ایک مستقل تصنیف میں بیان کر دیا ہے۔ اور سنئے جنت کا تو یہ حال ہے کہ ایمانداروں کے کل کے داخل ہو جانے کے بعد بھی اس میں بے حد حساب جگہ بچ رہے گی اور پھر ایک نئی مخلوق پیدا کر کے انہیں اس میں آباد کیا جائے گا پھر کوئی وجہ نہیں کہ ایماندار اور نیک عمل والے جنات جنت میں نہ بھیجے جائیں۔ اور سنئے یہاں دو باتیں بیان کی گئی ہیں، گناہوں کی بخشش اور عذابوں سے رہائی اور جب یہ دونوں چیزیں ہیں تو یقیناً یہ مستلزم ہیں دخول جنت کو اس لئے کہ آخرت میں یا جنت ہے یا جہنم۔ پس جو شخص جہنم سے بچا لیا گیا وہ قطعاً جنت میں جانا چاہئے اور کوئی نص صریح یا ظاہر اس بات کے بیان میں وارد نہیں ہوئی کہ مؤمن جن باوجود وزخ سے بچ جانے کے جنت میں نہیں جائیں گے۔ اگر کوئی اس قسم کی صاف دلیل ہو تو بے شک ہم اس کے ماننے کے لئے تیار ہیں وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ نوح علیہ السلام کو دیکھئے اپنی قوم سے فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ تمہارے گناہوں کو (بعبرہ ایمان لانے کے) بخش دے گا اور ایک وقت مقرر تک تمہیں مہلت دے گا تو یہاں بھی دخول جنت کا ذکر نہ ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے مسلمان جنت میں نہیں جائیں گے بلکہ بالاتفاق وہ سب جنتی ہیں پس اسی طرح یہاں بھی سمجھ لیجئے اب چند اور اقوال بھی اس مسئلہ میں سن لیجئے۔ حضرت عمر ابن عبدالعزیز سے مروی ہے کہ ”بچ جنت میں تو یہ پہنچیں گے نہیں البتہ کناروں پر اور ادھر ادھر رہیں گے۔“ بعض لوگ کہتے ہیں جنت میں تو وہ ہوں گے

لیکن دنیا کے بالکل برعکس انسان انہیں دیکھیں گے اور یہ انسانوں کو دیکھ نہیں سکیں گے۔ بعض لوگوں کا قول ہے کہ وہ جنت میں کھائیں گے پیئیں گے نہیں صرف تسبیح و تہلیل و تہلیل ان کا طعام ہوگا جیسے فرشتے اس لئے کہ یہ بھی انہیں کی جنس سے ہیں۔ لیکن ان تمام اقوال میں نظر ہے اور سب بے دلیل ہیں۔ پھر مومن داعظ فرماتے ہیں کہ جو اللہ تعالیٰ کے داعی کی دعوت کو قبول نہ کرے گا وہ زمین میں اللہ تعالیٰ کو ہر انہیں سکتا بلکہ قدرت الہی اس پر شامل اور اسے گھیرے ہوئے ہے اس کے عذابوں سے انہیں کوئی بچا نہیں سکتا یہ کھلے بہکاوے میں ہیں خیال فرمائیے کہ تبلیغ کا یہ طریقہ کتنا پیارا اور کس قدر موثر ہے رغبت بھی دلائی اور دھمکا یا بھی اس لئے ان میں کے اکثر ٹھیک ہو گئے اور قافلے کے قافلے اور فوجیں کی فوجیں بن کر کئی کئی بار اللہ کے رسول ﷺ کی خدمت میں باریاب ہوئے اور اسلام قبول کیا۔ جیسے کہ پہلے مفصلاً ہم نے بیان کر دیا ہے جس پر ہم جناب باری کے احسان کے شکر گزار ہیں وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

زمین و آسمان کی پیدائش انسانی پیدائش سے بڑی ہے: [آیت ۳۳-۳۵] اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے کہ کیا ان لوگوں نے جو مرنے کے بعد جینے کے منکر ہیں اور قیامت کے دن جسموں سمیت جی اٹھنے کو محال جانتے ہیں یہ نہیں دیکھا کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے کل آسمانوں کو اور تمام زمینوں کو پیدا کیا اور ان کی پیدائش نے اسے کچھ نہ تھکایا بلکہ صرف ہو جا کے کہنے سے ہی ہو گئیں۔ کون تھا جو اس کے حکم کی خلاف ورزی کرتا یا مخالفت کرتا بلکہ حکم برداری سے راضی خوشی ڈرتے دبتے سب موجود ہو گئے کیا اتنی کامل قدرت و قوت والا مردوں کے زندہ کر دینے کی سکت نہیں رکھتا؟ چنانچہ دوسری آیت میں ہے ﴿لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ ❶ یعنی انسانوں کی پیدائش سے تو بہت بھاری اور مشکل اور بہت بڑی اہم پیدائش آسمان و زمین کی ہے لیکن اکثر لوگ بے سمجھ ہیں۔ جب زمین و آسمان کو اس نے پیدا کر دیا تو انسان کا پیدا کر دینا خواہ ابتداء ہو خواہ دوبارہ ہو اس پر کیا مشکل ہے؟ اسی لئے یہاں بھی فرمایا کہ ہاں وہ ہر شے پر قادر ہے اور انہی میں سے موت کے بعد زندہ کرنا ہے کہ اس پر بھی وہ صحیح طور پر قادر ہے۔ پھر اللہ جل و علا کا فروں کو دھمکاتا ہے کہ قیامت والے دن جہنم میں ڈالے جائیں اس سے پہلے جہنم کے کنارے پر انہیں کھڑا کر کے ایک مرتبہ اور لا جواب اور بے حجت کیا جائے گا اور کہا جائے گا کیوں جی ہمارے وعدے اور یہ دوزخ کے عذاب اب تو صحیح نکلے یا اب بھی شک و شبہ اور انکار و تکذیب ہے؟ یہ جادو تو نہیں تمہاری آنکھیں تو اندھی نہیں ہو گئیں جو دیکھ رہے ہو صحیح دیکھ رہے ہو یا درحقیقت صحیح نہیں؟ اب سوائے اقرار کے کچھ نہ بن پڑے گا جواب دیں گے کہ ہاں ہاں سب حق ہے جو کہا گیا تھا وہی نکلا۔ قسم اللہ تعالیٰ کی اب ہمیں رتی برابر بھی شک نہیں۔ اللہ فرمائے گا اب دو گھڑی پہلے کے کفر کا مزہ چکھو۔ پھر اللہ تعالیٰ اپنے رسول کو تسلی دے رہا ہے کہ آپ کی قوم نے اگر آپ کو جھٹلایا آپ کی قدر نہ کی آپ کی مخالفت کی ایذا رسانی کے درپے ہوئے تو یہ کوئی نئی بات تھوڑی ہی ہے؟ اگلے اولوالعزم پیغمبروں کو یاد کرو کہ کسی ایذا انہیں اور مصیبتیں اور تکلیفیں نہیں اور کن کن زبردست مخالفوں کی مخالفت کو صبر سے برداشت کیا۔ ان رسولوں کے نام یہ ہیں: نوح، ابراہیم، موسیٰ علیہ السلام اور خاتم الانبیاء ﷺ۔ انبیاء کے بیان میں ان کے نام خصوصیت سے سورۃ احزاب اور سورۃ شوریٰ میں مذکور ہیں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اولوالعزم رسول سے مراد سب پیغمبر ہوں تو من الرسل کا من بیان جنس کے لئے ہوگا وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ ابن ابی حاتم میں ہے ”رسول اللہ ﷺ نے روزہ رکھا پھر بھوکے ہی رہے۔ پھر روزہ رکھا پھر بھوکے ہی رہے اور پھر روزہ رکھا پھر فرمانے لگے عائشہ! محمد اور آل محمد کے لائق تو دنیا ہے، ہی نہیں عائشہ! دنیا کی بلاؤں اور مصیبتوں پر صبر کرنے اور دنیا کی خواہش کی چیزوں سے اپنے تئیں بچائے رکھنے کا حکم اولوالعزم رسول کئے گئے اور وہی تکلیف مجھے بھی دی گئی ہے جو ان عالی

ہمت رسولوں کو دی گئی تھی۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! میں بھی انہیں کی طرح اپنی طاقت بھر صبر و سہار سے ہی کام لوں گا۔ اللہ کی قوت کے بھروسے پر یہ بات زبان سے نکال رہا ہوں۔“ ① پھر فرمایا اے نبی! یہ لوگ عذابوں میں مبتلا کئے جائیں اس کی جلدی نہ کرو جیسے اور آیت میں ہے ﴿وَذَرْنِي وَالْمُكَذِّبِينَ﴾ ② مجھے اور ان جھٹلانے والے پیٹ بھروں مالداروں کو چھوڑ دے اور انہیں کچھ مہلت دے اور فرمان ﴿قَمِيلِ الْكَافِرِينَ﴾ ③ یعنی کافروں کو مہلت دو انہیں تھوڑی دیر چھوڑ دو۔ پھر فرماتا ہے جس دن یہ ان چیزوں کا مشاہدہ کر لیں گے جن کے وعدے آج دیئے جاتے ہیں۔ اس دن انہیں یہ معلوم ہونے لگے گا کہ دنیا میں صرف دن کا کچھ ہی حصہ گزرا ہے۔ اور آیت میں ہے ﴿كَانَتْهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبِسُوا إِلَّا عَشِيَّةً أَوْ ضُحَاهَا﴾ ④ یعنی جس دن یہ قیامت کو دیکھ لیں گے تو ایسا معلوم ہوگا کہ گویا دنیا میں صرف ایک صبح یا ایک شام ہی گزاری تھی ﴿وَيَوْمَ يُحْشَرُهُمْ كَأَن لَّمْ يَلْبِسُوا إِلَّا سَاعَةً مِّنَ النَّهَارِ﴾ ⑤ یعنی جس دن ہم انہیں جمع کریں گے تو یہ محسوس کرنے لگیں گے کہ گویا دن کی ایک ساعت ہی دنیا میں رہے تھے۔ پھر فرمایا پہنچا دینا ہے۔ اس کے دو معنی ہو سکتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ دنیا کا ٹھیرنا صرف ہماری طرف سے ہماری باتوں کے پہنچا دینے کے لئے تھا۔ دوسرے یہ کہ یہ قرآن صرف پہنچا دینے کے لئے ہے، یہ کھلی تبلیغ ہے، پھر فرماتا ہے سوائے فاسقوں کے اور کو ہلاکی نہیں۔ یہ اللہ جل و علا کا عدل ہے جو خود ہلاک ہو اسے ہی وہ ہلاک کرتا ہے، عذاب اسی کو کہتے ہیں جو خود اپنے ہاتھوں اپنے لئے عذاب مہیا کرے اور اپنے تئیں مستحق عذاب کر دے وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

الحمد لله سورة الاحقاف کی تفسیر مکمل ہوئی۔



① شرح السنة، ۴۰۴۶ مختصراً ببعضه وسنده ضعيف اس کی سندیں بحالہ بن سعید ضعیف راوی ہے (الضعفاء والمتروکین، ۳/ ۳۵)

② ۷۳/ المزمّل: ۱۱۔ ③ ۸۶/ الطارق: ۱۷۔ ④ ۷۹/ النازعات: ۴۶۔ ⑤ ۱۰/ یونس: ۴۵۔

تفسیر سورہ قتال

(یعنی سورہ محمد)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللّٰهِ أَضَلَّ أَعْمَالَهُمْ ۖ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَآمَنُوا بِمَا نُزِّلَ عَلَى مُحَمَّدٍ وَهُوَ الْحَقُّ مِنْ رَبِّهِمْ لَغَرَّ عَنْهُمْ سَيَاتُهُمْ وَأَصْلَحَ بِأَلْفِهِمْ ۖ ذَلِكَ بِأَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا اتَّبَعُوا الْبَاطِلَ وَأَنَّ الَّذِينَ آمَنُوا اتَّبَعُوا الْحَقَّ مِنْ رَبِّهِمْ ۖ كَذَلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ أَمْثَالَهُمْ ۖ

ترجمہ: شروع کرتا ہوں میں اللہ مہربان اور رحم کرنے والے کے نام سے

جن لوگوں نے کفر کیا اور اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکا اللہ نے ان کے اعمال برباد کر دیئے۔ [۱] اور جو لوگ ایمان لائے اور بھلے کام کئے اور اس پر بھی یقین کیا جو محمد ﷺ پر اتاری گئی ہے اور دراصل ان کے رب کی طرف سے سچا دین بھی وہی ہے اللہ نے ان کے گناہ دور کر دیئے اور ان کے حال کی اصلاح کر دی۔ [۲] یہ اس لئے کہ کافروں نے باطل کی پیروی کی اور مومنوں نے اس دین حق کی اتباع کی جو ان کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے، اللہ تعالیٰ لوگوں کو ان کے احوال اسی طرح بتاتا ہے۔ [۳]

کفار کے اعمال خیر برباد ہیں: [آیت ۱-۳] ارشاد ہوتا ہے کہ جن لوگوں نے خود بھی اللہ کی آیتوں کا انکار کیا اور دوسروں کو بھی راہ الہی سے روکا، اللہ تعالیٰ نے ان کے اعمال ضائع کر دیئے، ان کی نیکیاں بے کار ہو گئیں۔ جیسے فرمان ہے ہم نے ان کے اعمال پہلے سے ہی غارت و برباد کر دیئے ہیں اور جو لوگ ایمان لائے دل سے اور مطابق شرع اعمال کئے بدن سے یعنی ظاہر باطن دونوں اللہ تعالیٰ کی طرف جھکا دیئے اور وحی الہی کو بھی مان لیا جو موجودہ آخر الزماں پیغمبر ﷺ پر اتاری گئی ہے اور جو فی الواقع رب کی طرف سے ہی ہے اور جو سراسر حق و صداقت ہی ہے ان کی برائیاں برباد ہیں اور ان کے حال کی اصلاح کا ذمہ دار خود رحمن ہے اس سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کے نبی ہو چکنے کے بعد ایمان کی شرط آپ پر اور قرآن پر ایمان لانا بھی ہے حدیث میں حکم ہے کہ جس کی چھینک پر حمد کرنے کا جواب دیا گیا ہو اسے چاہئے کہ ((يَهْدِيْكُمْ اللّٰهُ وَيُصْلِحْ بِأَلْفِهِمْ)) ❶ کہے یعنی اللہ تعالیٰ تمہیں ہدایت دے اور تمہاری حالت سنبھالے پھر فرماتا ہے کفار کے اعمال غارت کر دینے کی اور مومنوں کی برائیاں معاف فرما دینے اور ان کی شان سنوار دینے کی وجہ یہ ہے کہ کفار تو ناقح کو اختیار کرتے ہیں حق کو چھوڑ کر اور مومن ناقح کو پرے پھینک کر حق کی پابندی کرتے ہیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ لوگوں کے انجام کو بیان فرماتا ہے اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ خوب جاننے والا ہے۔

فَإِذَا أَقْبَيْتُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا فَضَرْبَ الرِّقَابِ ۖ حَتَّىٰ إِذَا أَخَذْتُمُوهُمْ فَشُدُّوا الْوُثَاقَ ۖ^۱
فَمَا مَتَّابِعُدُوْا مَآفِدَآءَ حَتَّىٰ تَضَعَ الْحَرْبُ أَوْزَارَهَا ۚ ذَٰلِكَ ۖ وَلَوْ يَشَاءُ اللَّهُ لَانتَصَرَ
مِنْهُمْ وَلَٰكِن لِّيَبْلُوَ بَعْضُكُمْ بِبَعْضٍ ۖ وَالَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَلَنْ يُضِلَّ
أَعْمَالَهُمْ ۖ سَيُجْزِيهِمْ وَيُصْلِحُ بَالَهُمْ ۖ وَيُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ عَرَّفَهَا لَهُمْ ۖ يَا أَيُّهَا
الَّذِينَ آمَنُوا إِن تَنْصُرُوا اللَّهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُخَيِّتْ أَقْدَامَكُمْ ۖ وَالَّذِينَ كَفَرُوا فَتَعَسَا
لَهُمْ وَآصَلَ أَعْمَالُهُمْ ۖ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ كَرِهُوا مَا أُنْزِلَ اللَّهُ فَاحْبَطَ أَعْمَالَهُمْ ۖ

ترجمہ: جب کافروں سے گھمسان کارن پڑ جائے تو گردنوں پر وار مار دو جب ان کا خوب کٹاؤ کر چکو تو اب خوب مضبوط قیدوبند سے گرفتار کرو پھر اختیار ہے کہ خواہ احسان رکھ کر چھوڑ دیا فدیہ بدلہ لے کر تا وقتیکہ لڑائی اپنے ہتھیار رکھ دے۔ یہی حکم ہے اور اگر اللہ چاہتا تو خود ہی ان سے بدلہ لے لیتا لیکن اس کی چاہت یہ ہے کہ تم میں سے ایک کا امتحان دوسرے سے لے لے جو لوگ راہ الہی میں شہید کر دیئے جاتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کے اعمال ہرگز ضائع نہ کرے گا۔ [۳] انہیں راہ دکھائے گا اور ان کے حالات کی اصلاح کر دے گا۔ [۵] اور انہیں اس جنت میں لے جائے گا جس سے انہیں شناسا کر دیا ہے۔ [۶] اے ایمان والو اگر تم اللہ کے دین کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہیں ثابت قدم رکھے گا۔ [۷] اور جو لوگ کافر ہوئے انہیں ہلاکی ہو اللہ ان کے اعمال غارت کر دے گا۔ [۸] یہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ چیز سے یہ ناخوش ہوئے پس اللہ تعالیٰ نے بھی ان کے اعمال ضائع کر دیئے۔ [۹]

جہاد اور اس کے کچھ احکام: [آیت: ۳-۹] یہاں ایمانداروں کو جنگی احکام دیئے جاتے ہیں کہ جب کافروں سے ٹکرائیں تو جہاد شروع ہو جائے اور وہی لڑائی شروع ہو جائے تو ان کی گردنیں اڑاؤ تلواریں چلا کر گردن دھڑ سے اڑاؤ پھر جب دیکھو کہ دشمن ہارا اس کے آدمی کافی کٹ چکے تو باقی ماندہ کو مضبوط قیدوبند کے ساتھ مقید کر لو جب لڑائی ختم ہو چکے اور معرکہ پورا ہو جائے تو پھر تمہیں (صرف دو باتوں کا) اختیار ہے یا قیدیوں کو بطور احسان بغیر کچھ لئے ہی چھوڑ دیا ان سے تاوان جنگ وصول کر کے چھوڑ دو۔ یہ ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ بدر کے غزوے کے بعد یہ آیت اتری ہے کیونکہ بدر کے معرکہ میں زیادہ تر مخالفین کو قید کرنے اور قید کرنے کی کمی کرنے میں مسلمانوں پر عتاب کیا گیا تھا اور فرمایا تھا ﴿مَا كَانَ لِیَسْیَ أَنْ یُکُونَ لَهُ أَسْرٰی﴾ ① نبی کو لائق نہ تھا کہ اس کے پاس قیدی ہوں جب تک کہ ایک مرتبہ جی کھول کر مخالفین میں موت کی گرم بازاری نہ ہوئے کیا تم دنیوی اسباب کی چاہت میں ہو؟ اللہ کا ارادہ تو آخرت کا ہے اور اللہ عزیز و حکیم ہے۔ اگر پہلے ہی سے اللہ تعالیٰ کا لکھا ہوا نہ ہوتا تو جو تم نے کیا اس کی بابت تمہیں بڑا عذاب ہوتا۔ بعض علما کا قول ہے کہ یہ اختیار منسوخ ہے اور یہ آیت ناسخ ہے ﴿فَإِذَا أُنْصَلِخَ الْأَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِکِیْنَ حَیْثُ وَجَدْتُمُوهُمْ﴾ ② یعنی حرمت والے مہینے جب گزر جائیں تو مشرکوں کو جہاں پاؤ ہیں قتل کرو لیکن اکثر علما کا فرمان ہے کہ منسوخ نہیں۔ اب بعض تو کہتے ہیں کہ امام کو دو باتوں میں سے ایک کا اختیار ہے یعنی یا تو احسان رکھ کر چھوڑ دے یا فدیہ لے کر چھوڑ دے (اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ لونڈی

غلام کے بارے میں یہ آخری حکم ہے اس کے بعد ان کا رکھنا اور ان سے فائدہ اٹھانا ممنوع ہو گیا ہے، لیکن جمہور اس کے خلاف لونڈی غلام کے جواز کے قائل ہیں) لیکن بعض کہتے ہیں کہ قتل کر ڈالنے کا بھی اختیار ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ بدر کے قیدیوں میں سے نصر بن حارث اور عقبہ بن ابومعیط کو رسول اللہ ﷺ نے قتل کر دیا تھا اور یہ بھی اس کی دلیل ہے کہ ثمامہ بن اثال رضی اللہ عنہ نے جب کہ وہ اسیری کی حالت میں تھے اور رسول اللہ ﷺ نے ان سے پوچھا تھا کہ کہو ثمامہ کیا خیال ہے؟ تو انہوں نے کہا اگر آپ قتل کریں گے تو ایک خون والے کو قتل کریں گے اور اگر آپ احسان رکھیں گے تو ایک شکر گزار پر احسان رکھیں گے اور اگر مال طلب کرتے ہیں تو جو آپ مانگیں مل جائے گا۔ ① حضرت امام شافعی رحمہ اللہ ایک چوتھی بات کا بھی اختیار بتلاتے ہیں یعنی قتل کا احسان کا بدلے لے کا اور غلام بنا کر رکھ لینے کا۔ اس مسئلے کے بسط کی جگہ فروعی مسائل کی کتاب میں ہیں اور ہم نے بھی اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے کتاب الاحکام میں اس کے دلائل بیان کر دیئے ہیں۔ پھر فرماتا ہے یہاں تک کہ لڑائی اپنے ہتھیار رکھ دے یعنی بقول مجاہد رحمہ اللہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہو جائیں۔ ② ممکن ہے حضرت مجاہد رحمہ اللہ کی نظریں اس حدیث پر ہوں جس میں ہے میری امت ہمیشہ حق کے ساتھ ظاہر رہے گی یہاں تک کہ ان کا آخری شخص دجال سے لڑے گا۔ ③ مسند احمد و نسائی میں ہے کہ ”حضرت سلمہ بن نفیل رضی اللہ عنہ خدمت نبوی میں حاضر ہوئے اور عرض کرنے لگے میں نے گھوڑوں کو چھوڑ دیا اور ہتھیار لاگ کر دیئے اور لڑائی سے اپنے ہتھیار رکھ دیئے اور میں نے کہہ دیا کہ اب لڑائی ہے ہی نہیں“ حضور ﷺ نے انہیں فرمایا اب لڑائی آگئی میری امت میں سے ایک جماعت ہمیشہ لوگوں پر ظاہر رہے گی جن لوگوں کے دل ٹڑھے ہو جائیں گے یہ ان سے لڑیں گے اور اللہ تعالیٰ ان سے روزیاں دے گا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا امر آجائے اور وہ اسی حالت پر ہوں گے ”مومنوں کی زمین شام میں ہے۔ گھوڑوں کی ایال میں قیامت تک کے لئے خیر رکھ دی ہے۔“ ④ یہ حدیث امام بغوی رحمہ اللہ نے بھی وارد کی ہے اور حافظ ابویعلیٰ موصلی رحمہ اللہ نے بھی اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ جو لوگ اس آیت کو منسوخ نہیں بتلاتے گویا کہ یہ حکم مشروع ہے جب تک کہ لڑائی باقی رہے گی یہ آیت مثل اس آیت کے ہے ﴿وَلَا يَلُونَهُمْ حَتَّىٰ لَا تَكُونُوا فِتْنَةً﴾ ⑤ الخ یعنی ان سے لڑتے رہو جب تک کہ فتنہ باقی ہے اور جب تک کہ دین اللہ ہی کے لئے نہ ہو جائے۔ حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں لڑائی کے ہتھیار رکھ دینے سے مراد شرک کا باقی نہ رہنا ہے اور بعض سے مروی ہے کہ مشرکین اپنے شرک سے توبہ کر لیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ اپنی کوششیں اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں صرف کرنے لگ جائیں۔

پھر فرماتا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو آپ ہی کفار کو برباد کر دیتا اپنے پاس سے ان پر عذاب بھیج دیتا لیکن وہ تو یہ چاہتا ہے کہ تمہیں آزمائے اسی لئے جہاد کے احکام جاری فرمائے ہیں۔ سورہ آل عمران اور براءت میں بھی اس مضمون کو بیان کیا ہے آل عمران میں ہے ﴿أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تُدْخِلُوا الْجَنَّةَ﴾ ⑥ الخ کیا تمہارا یہ گمان ہے کہ بغیر اس بات کے کہ اللہ تعالیٰ جان لے کہ تم میں سے مجاہد کون ہے اور تم میں سے صبر کرنے والے کون ہیں تم جنت میں چلے جاؤ گے؟ سورہ براءت میں ہے ﴿فَاتِلُونَهُمْ يَعِدُّهُمْ اللَّهُ﴾ ⑦

- ① صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب وفد بنی حنیفہ وحديث ثمامة بن اثال، ٤٣٧٢؛ صحيح مسلم، ١٧٦٤؛ ابو داود، ٢٦٧٩؛ احمد، ٤٥٣/٢؛ ابن حبان، ١٢٣٩۔ ② الطبري، ١٥٧/٢٢۔
- ③ ابو داود، کتاب الجہاد، باب فی دوام الجہاد، ٢٤٨٤ وهو صحيح۔
- ④ احمد، ١٠٤/٤؛ نسائی، کتاب الخيل، باب الخيل معقود فی نواصبيها الخير الى يوم القيامة، ٣٥٩١ وسنده صحيح۔
- ⑤ البقرة: ١٩٣۔ ⑥ آل عمران: ١٤٢۔ ⑦ التوبة: ١٤۔

الح ان سے جہاد کرو اللہ تمہارے ہاتھوں انہیں عذاب کرے گا اور تمہیں ان پر نصرت عطا فرمائے گا اور ایمان والوں کے سینے شفا والے کر دے گا اور اپنے دلوں کے دلوے نکالنے کا انہیں موقع دے گا اور جس کی چاہے گا تو یہ قبول فرمائے گا اللہ بڑا علیم و حکیم ہے۔ اب چونکہ یہ بھی تھا کہ جہاد میں مؤمن بھی شہید ہوں اس لئے فرماتا ہے کہ شہیدوں کے اعمال اکارت نہیں جائیں گے بلکہ بہت بڑا چڑھا کر ثواب انہیں دیئے جائیں گے۔ بعض کو تو قیامت تک کے ثواب ملیں گے۔ مسند احمد کی حدیث میں ہے کہ ”شہید کو چھ انعامات حاصل ہوتے ہیں“ اس کے خون کا پہلا قطرہ زمین پر گرتے ہی اس کے کل گناہ معاف ہو جاتے ہیں اسے اس کا جنت کا مکان دکھلادیا جاتا ہے اور نہایت خوبصورت بڑی بڑی آنکھوں والی حوروں سے اس کا نکاح کر دیا جاتا ہے وہ بڑی گھبراہٹ سے امن میں رہتا ہے وہ عذاب قبر سے بچا لیا جاتا ہے اسے ایمان کے زیور سے آراستہ کر دیا جاتا ہے۔^① ایک اور حدیث میں یہ بھی ہے کہ ”اس کے سر پر دقار کا تاج رکھا جاتا ہے جو درو یا قوت کا جزا ہوتا ہے جس میں کا ایک یا قوت تمام دنیا اور اس کی تمام چیزوں سے گراں بہا ہے۔ اسے بہتر (۷۲) حور عین ملتی ہیں اور اپنے خاندان کے ستر شخصوں کے بارے میں اس کی شفاعت قبول کی جاتی ہے۔“ یہ حدیث ترمذی اور ابن ماجہ میں بھی ہے۔^② صحیح مسلم میں ہے سوائے قرض کے شہیدوں کے سب گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔^③ شہیدوں کے فضائل کی حدیثیں اور بھی بہت ہیں۔ پھر فرماتا ہے انہیں اللہ تعالیٰ جنت کی راہ بھادے گا جیسے یہ آیت ﴿إِنَّ الْذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ يَنْفُذُهُمْ رَبُّهُمْ﴾^④ الح یعنی جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے نیک کام کئے ان کے ایمان کے باعث ان کا رب انہیں ان جنتوں کی طرف راہبری کرے گا جو جنتوں سے پر ہیں اور جن کے چپے چپے میں جتنے بہرے ہیں اللہ ان کے حال اور ان کے کام سنوار دے گا اور جن جنتوں کی پہلے ہی وہ پہچان کر چکا ہے اور جن کی طرف ان کی رہبری کر چکا ہے آخر انہیں میں انہیں پہنچائے گا۔ یعنی ہر شخص اپنے مکان اور اپنی جگہ کو جنت میں اس طرح پہچان لے گا جیسے دنیا میں پہچان لیا کرتا تھا۔ انہیں کسی سے پوچھنے کی ضرورت نہ پڑے گی یہ معلوم ہوگا گویا شروع پیدائش سے یہیں مقیم ہیں۔ ابن ابی حاتم میں ہے کہ ”جس انسان کے ساتھ اس کے اعمال کا محافظ جو فرشتہ تھا وہی اس کے آگے چلے گا۔ جب یہ اپنی جگہ پہنچے گا تو از خود پہچان لے گا کہ میری جگہ یہی ہے یونہی پھر اپنی زمین میں سیر کرتا ہوا جب سب دیکھ چکے گا تب فرشتہ ہٹ جائے گا اور یہ اپنی لذتوں میں مشغول ہو جائے گا۔“ صحیح بخاری کی مرفوع حدیث میں ہے جب مؤمن آگ سے چھوٹ جائیں گے تو جنت دوزخ کے درمیان ایک پل پر روک لئے جائیں گے اور آپس میں ایک دوسرے پر جو مظالم تھے ان کے بدلے اتار لئے جائیں گے جب بالکل پاک صاف ہو جائیں گے تو جنت میں جانے کی اجازت مل جائے گی اللہ تعالیٰ کی قسم! جس طرح تم میں سے ہر ایک شخص اپنے دنیوی گھر کی راہ جانتا ہے اور گھر کو پہچانتا ہے اس سے بہت زیادہ وہ لوگ اپنی منزل اور اپنی جگہ سے واقف ہوں گے۔^⑤ پھر فرماتا ہے ایمان والو! اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدم مضبوط کر دے گا جیسے اور جگہ ہے ﴿وَلَيَنْصُرَنَّ اللَّهُ مَنْ يَنْصُرُهُ﴾^⑥ اللہ ضرور اس کی مدد کرے گا جو اللہ کی کرے گا اسلئے کہ جیسا عمل ہوتا ہے ویسی ہی اس کی جزا ہوتی ہے اور وہ تمہارے قدم بھی مضبوط کر دے گا۔ حدیث میں ہے جو شخص =

① احمد، ۲۰۰/۴ وسند حسن؛ مجمع الزوائد، ۲۹۳/۵؛ شعب الایمان، ۴۲۵۲؛ مسند الشامیین، ۲۰۴۔

② ترمذی، کتاب فضائل الجہاد، باب فی الثواب للشہید، ۱۶۶۳ وهو حسن؛ ابن ماجہ، ۲۷۹۹؛ احمد، ۱۳۱/۴۔

③ صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، باب من قتل فی سبیل اللہ کفر خطایہ الا الدین، ۱۸۸۶۔

④ ۱۰/یونس: ۹۔ ⑤ صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب قصاص یوم القیامۃ، ۶۵۳۵؛ احمد، ۱۳/۳؛ ابن حبان،

۷۴۳۴۔ ⑥ ۲۲/الحج: ۴۰۔

أَفَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَيَنْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ
 دَمَّرَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ وَلِلْكَافِرِينَ أَمْثَالُهَا ۚ ذَلِكِ بَيِّنَاتٌ لِّلَّذِينَ آمَنُوا
 وَأَنَّ الْكَافِرِينَ لَا مَوْلى لَهُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ يَدْخُلُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا
 الصَّالِحَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرى مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ۚ وَالَّذِينَ كَفَرُوا يَتَمَتَّعُونَ
 وَيَأْكُلُونَ كَمَا تَأْكُلُ الْأَنْعَامُ وَالنَّارُ مَثْوًى لَهُمْ ۚ وَكَأَيِّنْ مِنْ قَرْيَةٍ
 هِيَ أَشَدُّ قُوَّةً مِّنْ قَرْيَةٍ الَّتِي أَخْرَجْنَا أَهْلَهَا ۖ فَلَا نَاصِرَ لَهُمْ ۚ

ترجمہ: کیا ان لوگوں نے زمین میں چل پھر کر اس کا معائنہ نہیں کیا کہ ان سے پہلے کے لوگوں کا نتیجہ کیا ہوا؟ اللہ نے انہیں ہلاک کر دیا اور کافروں کے لئے اسی طرح کی سزائیں ہیں۔ [۱۰] یہ اس لئے کہ ایمان والوں کا کارساز خود رب تعالیٰ ہے۔ اور اس لئے کہ کافروں کا کوئی کار ساز نہیں۔ [۱۱] جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کئے انھیں اللہ تعالیٰ یقیناً ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے درختوں کے نیچے نہریں جاری ہیں۔ اور جو لوگ کافر ہوئے وہ (دنیا ہی کا) فائدہ اٹھا رہے ہیں اور مثل چوپایوں کے کھا رہے ہیں ان کا اصل ٹھکانا جہنم ہے۔ [۱۲] ہم نے کتنی ایک بستیوں کو جو طاقت میں تیری اس بستی سے زیادہ تھیں جس نے تجھے کالاً ہلاک کر دیا ہے جن کا مددگار کوئی نہ اٹھا۔ [۱۳]

= کسی اختیار والے کے سامنے ایک ایسے حاجت مند کی حاجت پہنچائے جو خود وہاں نہ پہنچ سکتا ہو تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ پہل صراط پر اس کے قدم مضبوطی سے جما دے گا۔ پھر فرماتا ہے کافروں کا حال بالکل برعکس ہے یہ قدم قدم پر ٹھوکریں کھائیں گے۔ حدیث میں ہے بے دینار و درہم اور کپڑے لئے کا بندہ ٹھوکر کھا گیا وہ برباد ہوا اور ہلاک ہوا وہ اگر بیمار پڑ جائے تو اللہ تعالیٰ کرے اسے شفا بھی نہ ہو! ❶ ایسوں کے نیک اعمال بھی اکارت ہیں اس لئے کہ یہ قرآن و حدیث سے ناخوش ہیں نہ اس کی عزت و عظمت ان کے دل میں نہ ان کا قصد و تسلیم کا ارادہ۔ پس ان کے جو کچھ اچھے کام تھے اللہ نے انھیں بھی غارت کر دیئے۔

مومن ایک آنت میں کھاتا ہے اور کافر سات آنتوں میں: [آیت: ۱۰-۱۳] اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ان لوگوں نے جو اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہراتے ہیں اور اس کے رسول کو جھٹلاتے ہیں زمین کی سیر نہیں کی؟ جو یہ معلوم کر لیتے اور اپنی آنکھوں سے دیکھ لیتے کہ ان سے اگلے جو ان جیسے تھے ان کے انجام کیا ہوئے؟ کس طرح وہ تاخت و تاراج کر دیئے گئے اور ان میں سے صرف اسلام و ایمان والے ہی نجات پاسکے۔ کافروں کے لئے اسی مثل عذاب آیا کرتے ہیں۔ پھر بیان فرماتا ہے مسلمانوں کا خود اللہ تعالیٰ والی ہے اور کفار بے دلی ہیں۔ اسی لئے احوال و دن مشرکین کے سردار ابوسفیان صحر بن حرب نے فخر کے ساتھ جب نبی ﷺ اور آپ کے دونوں خلیفوں کی نسبت سوال کیا اور کوئی جواب نہ پایا تو کہنے لگا کہ یہ سب ہلاک ہو گئے۔ پھر اسے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے جواب دیا اور فرمایا جن کی زندگی تجھے خارجی طرح کھلتی ہے اللہ نے ان سب کو اپنے فضل سے زندہ ہی رکھا ہے۔ ابوسفیان کہنے لگا سنو یہ دن بدلے کا دن ہے اور لڑائی تو مثل ڈولوں کے ہے کبھی کوئی اور کبھی کسی کا اور۔ تم اپنے متتولین میں بعض ایسے بھی پاؤ گے جن کے ناک کان وغیرہ ان کے =

أَفَمَنْ كَانَ عَلَىٰ بَيِّنَةٍ مِّن رَّبِّهِ كَمَنْ زُيِّنَ لَهُ سُوءُ عَمَلِهِ وَاتَّبَعُوا أَهْوَاءَهُمْ ۚ
 مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِي وُعِدَ الْمُتَّقُونَ فِيهَا أَنْهَارٌ مِّن مَّاءٍ غَيْرِ آسِنٍ ۚ وَأَنْهَارٌ مِّن
 لَّبَنٍ لَّمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهُ ۚ وَأَنْهَارٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِلشَّرْبِ بَيْنَ يَدَيْنِ ۚ وَأَنْهَارٌ مِّنْ عَسَلٍ
 مُّصَفًّى ۖ وَلَهُمْ فِيهَا مِن كُلِّ الثَّمَرَاتِ وَمَغْفِرَةٌ مِّن رَّبِّهِمْ ۖ كَمَنْ هُوَ خَالِدٌ
 فِي النَّارِ وَسُقُوا مَاءً حَمِيمًا فَقَطَّعَ أَمْعَاءَهُمْ ۝

ترجمہ: کیا پس وہ شخص جو اپنے پروردگار کی طرف سے دلیل پر ہوا اس شخص جیسا ہو سکتا ہے؟ جس کے لئے اس کا برا کام زینت دیا گیا ہو اور وہ اپنی نفسانی خواہشوں کا پیرو ہو؟ [۱۳] اس جنت کی صفت جس کا پرہیزگاروں سے وعدہ کیا گیا ہے یہ ہے کہ اس میں پانی کی نہریں ہیں جو بدلہ کرنے والا نہیں اور دودھ کی نہریں ہیں جن کا مزہ نہیں بدلا اور شراب کی نہریں ہیں جن میں پینے والوں کو بڑی لذت ہے اور نہریں ہیں شہد کی جو بہت صاف ہیں۔ اور ان کے لئے وہاں ہر قسم کے میوے ہیں اور ان کے رب کی طرف سے مغفرت ہے کیا یہ مثل اس کے ہیں جو ہمیشہ آگ میں رہنے والا ہے؟ اور جنہیں گرم کھولتا پانی پلایا جائے گا جس سے ان کی آنتیں ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گی۔ [۱۴]

= مرنے کے بعد کاٹ لئے گئے ہیں۔ میں نے ایسا حکم نہیں دیا تھا لیکن مجھے کچھ برا بھی نہیں لگا۔ پھر اس نے رجز کے اشعار فخریہ پڑھنے شروع کیے کہنے لگا اَعْلُ هُبْلُ اَعْلُ هُبْلُ۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم اسے جواب کیوں نہیں دیتے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا حضور! کیا جواب دیں؟ فرمایا کہو ((اَللّٰهُ اَعْلٰی وَاَجَلُ)) یعنی وہ کہتا تھا ہبل بت کا بول بالا ہو جس کے جواب میں کہا گیا سب سے زیادہ بلندی والا اور سب سے زیادہ عزت و کرم والا اللہ ہی ہے۔ ابوسفیان نے پھر کہا لَنَّا الْعُزَّىٰ وَ لَا عُزَّىٰ لَكُمْ ہمارا عزی (بت) ہے اور تمہارا نہیں۔ اس کے جواب میں بفرمان حضور کہا گیا ((اللّٰهُ مُوَلّٰنَا وَ لَا مُوَلّٰی لَكُمْ)) اللہ ہمارا مولیٰ ہے اور تمہارا مولیٰ کوئی نہیں۔ ① پھر جناب باری خبر دیتے ہیں کہ ایماندار قیامت کے دن جنت نشین ہوں گے اور کفر کرنے والے دنیا میں تو خواہ کچھ یونہی سانس فٹھالیں لیکن ان کا اصلی ٹھکانا جہنم ہے۔ دنیا میں ان کی زندگی کا مقصد صرف کھانا پینا اور پیٹ بھرنا ہے اسے یہ لوگ مثل جانوروں کے پورا کر رہے ہیں جس طرح وہ ادھر ادھر منہ مار کر گیلیاں کھانے میں بھرنے کا ہی ارادہ رکھتا ہے اسی طرح یہ ہے کہ حلال حرام کی اسے کچھ تمیز نہیں پیٹ بھرنا مقصود ہے۔ حدیث میں ہے مؤمن ایک آنت میں کھاتا ہے اور کافر سات آنتوں میں۔ ② جزا والے دن اپنے اس کفر کی پاداش میں ان کے لئے جہنم کی گونا گوں سزائیں ہیں۔ پھر کفار مکہ کو دھمکاتا ہے اور اپنے عذابوں سے ڈراتا ہے کہ دیکھو جن بستیوں والے تم سے بہت زیادہ طاقت والے تھے ان کو ہم نے بہ سبب ہمارے نبیوں کو جھٹلانے اور ہمارے احکام کی خلاف ورزی کرنے کے تمہیں نہیں کر دیا تو تم جو ان سے کمزور اور کم طاقت ہو اس رسول کو جھٹلاتے اور ایذا کیں پہنچاتے ہو جو خاتم الانبیاء اور سید المرسلین ہیں سمجھ لو کہ تمہارا انجام کیا ہوگا؟ مانا کہ اس نبی رحمت کے مبارک وجود کی وجہ سے اگر دنیوی عذاب تم پر نہ بھی آئے تو

① صحیح بخاری، کتاب الجہاد، باب ما یکرہ من التنازع والاختلاف فی الحرب، ۳۰۳۹۔

② صحیح بخاری، کتاب الاطعمۃ، باب المؤمن یأکل فی معی واحد: ۵۳۹۳؛ صحیح مسلم، ۲۰۶۰، ابن ماجہ، ۳۲۵۶۔

اخروی زبردست عذاب تو تم سے دور نہیں ہو سکتے؟ جب اہل مکہ نے رسول کریم ﷺ کو نکالا اور آپ نے غار میں آ کر اپنے تئیں چھپایا اس وقت مکہ کی طرف توجہ کی اور فرمانے لگے اے مکہ تو تمام شہروں سے زیادہ اللہ تعالیٰ کو پیارا ہے اور اسی طرح مجھے بھی تمام شہروں سے زیادہ پیارا تو ہے اگر مشرکین مجھے تجھ میں سے نہ نکالتے تو میں ہرگز نہ نکلتا۔ ① پس تمام حد سے گزر جانے والوں میں سب سے بڑا حد سے گزر جانے والا وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی حدوں سے آگے نکل جائے یا حرم الہی میں کسی قاتل کے سوا کسی اور کو قتل کرے یا جاہلیت کے تعصب کی بنا پر قتل کرے، پس اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ پر یہ آیت اتاری۔

جنت کی نہریں اور اثمار و فواکہ: [آیت: ۱۴۰-۱۵] اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو شخص دین الہی میں یقین کے درجے تک پہنچ چکا ہو جسے بصیرت حاصل ہو چکی ہو، فطرت صحیحہ کے ساتھ ہی ہدایت و علم بھی ہو، وہ اور وہ شخص جو بد اعمالیوں کو نیک کاریاں سمجھ رہا ہو جو اپنی خواہش نفس کے پیچھے پڑا ہوا ہو، یہ دونوں برابر نہیں ہو سکتے جیسے فرمان ہے ﴿اَقْمَنُ يٰعَلَمُ اَنَّ مَا اَنْزَلُ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ كَمَنْ هُوَ اَعْمٰی﴾ ② یعنی یہ نہیں ہو سکتا کہ اللہ تعالیٰ کی وحی کو حق ماننے والا اور ایک اندھا برابر ہو جائے اور ارشاد ہے ﴿لَا يَسْتَوِي اَصْحَابُ النَّارِ وَاَصْحَابُ الْجَنَّةِ اَصْحَابُ الْجَنَّةِ هُمُ الْفَائِزُونَ﴾ ③ یعنی جہنمی اور جنتی برابر نہیں ہو سکتے جنتی کامیاب اور مراد کو پہنچے ہوئے ہیں۔ پھر جنت کے اوصاف بیان فرماتا ہے کہ اس میں پانی کے چشمے ہیں جو کبھی بجڑتا نہیں متغیر نہیں ہوتا سڑتا نہیں نہ بد بو پیدا ہوتی ہے بہت صاف موتی جیسا ہے۔ کوئی گدلا پن نہیں کوڑا کرکٹ نہیں۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جنتی نہریں مشک کے پہاڑوں سے نکلتی ہیں۔ اس میں پانی کے علاوہ دودھ کی نہریں بھی ہیں جس کا مزہ کبھی نہیں بدلتا، بہت سفید بہت میٹھا اور نہایت صاف شفاف اور بامزہ پر ذائقہ ایک مرفوع حدیث میں ہے کہ یہ دودھ جانوروں کے تھن سے نکلا ہوا نہیں ④ بلکہ قدرتی ہے اور نہریں ہوں گی شراب صاف کی جو پینے والے کا دل خوش کر دیں و دماغ کشادہ کریں۔ جو شراب نہ تو بد بو دار ہے نہ تلخی والی نہ بد منظر ہے بلکہ دیکھنے میں بہت اچھی پینے میں بہت لذیذ نہایت خوشبودار جس سے نہ عقل میں فتور آئے نہ دماغ میں چکر آئیں نہ بہکیں نہ بھٹکیں نہ نشہ چڑھے نہ عقل جائے۔ حدیث میں ہے کہ ”یہ شراب بھی کسی کے ہاتھوں سے کشید کی ہوئی نہیں ⑤ بلکہ قادر مطلق کے حکم سے تیار ہوئی ہے۔ خوش ذائقہ اور خوش رنگ ہے۔“ جنت میں شہد کی نہریں بھی ہیں جو بہت صاف ہیں اور خوشبودار اور ذائقہ کا تو کہنا ہی کیا ہے۔ حدیث میں ہے کہ یہ شہد بھی کھیلوں کے پیٹ سے نہیں۔ ⑥ مسند احمد کی ایک مرفوع حدیث میں ہے کہ جنت میں دودھ پانی شہد اور شراب کے سمندر ہیں جن میں سے ان کی نہریں اور چشمے جاری ہوتے ہیں۔ ⑦ یہ حدیث ترمذی میں بھی ہے اور امام ترمذی رحمہ اللہ اسے حسن صحیح فرماتے ہیں۔ ابن مردویہ کی حدیث میں ہے یہ نہریں جنت عدن سے نکلتی ہیں پھر ایک حوض میں آتی ہیں وہاں سے بذریعہ اور نہروں کے تمام جنتوں میں جاتی ہیں۔ ایک اور حدیث میں ہے جب تم اللہ سے سوال کرو تو جنت الفردوس طلب کر دو سب سے بہتر اور سب سے اعلیٰ جنت ہے اسی سے جنت کی نہریں جاری ہوتی ہیں اور اس کے اوپر طمن کا عرش ہے۔ ⑧ طبرانی میں ہے ”حضرت لقیط بن عامر رضی اللہ عنہ جب وفد میں آئے تھے تو رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ جنت میں کیا کچھ ہے؟ آپ نے فرمایا صاف شہد کی نہریں اور بغیر نشہ کے سرد نہ کرنے والی شراب کی نہریں اور نہ بجڑنے والی دودھ کی نہریں اور خراب نہ ہونے والے =

① الطبری، ۲۲/ ۱۶۵ - ② ۱۳/ الرعد: ۱۹ - ③ ۵۹/ الحشر: ۲۰

④ لا اصل له مرفوعاً - ⑤ لا اصل له مرفوعاً - ⑥ لا اصل له مرفوعاً

⑦ ترمذی، کتاب صفة الجنة، باب ما جاء فی صفة انهار الجنة، ۲۵۷۱ وهو حسن؛ احمد، ۵/ ۵

⑧ صحيح بخاری، کتاب الجهاد، باب درجات المجاہدين فی سبیل اللہ، ۲۷۹۰

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَسْتَمِعُ إِلَيْكَ حَتَّىٰ إِذَا خَرَجُوا مِنْ عِنْدِكَ قَالُوا لِلَّذِينَ أُوتُوا
 الْعِلْمَ مَاذَا قَالَ آنِفًا ۚ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ طَبَعَ اللَّهُ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ وَاتَّبَعُوا
 أَهْوَاءَهُمْ ۖ وَالَّذِينَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى وَاتَّبَهُمْ تَقْوَاهُمْ ۖ فَهُمْ
 يَنْظُرُونَ إِلَّا السَّاعَةَ أَنْ تَأْتِيَهُمْ بَغْتَةً ۖ فَقَدْ جَاءَ أَشْرَاطُهَا ۚ فَأَنَّىٰ لَهُمْ إِذَا
 جَاءَتْهُمْ ذِكْرُهُمْ ۖ فَأَعْلَمُوا أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ۚ وَاسْتَغْفِرُوا لِدُنْيِكَ وَلِلْمُؤْمِنِينَ
 وَالْمُؤْمِنَاتِ ۖ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مُتَقَلَّبَكُمْ وَمَثْوَاكُمْ ۝

ترجمہ: ان میں بعض ایسے بھی ہیں کہ تیری طرف کان لگاتے ہیں یہاں تک کہ جب تیرے پاس سے جاتے ہیں تو اہل علم سے (بوجہ کدوئی کے) پوچھتے ہیں کہ اس نے ابھی کیا کہا تھا؟ یہی لوگ ہیں جن کے دلوں پر اللہ تعالیٰ نے مہر کر دی ہے اور وہ اپنی خواہشوں کی پیروی کرتے ہیں۔ [۱۶] اور جو لوگ ہدایت یافتہ ہیں اللہ تعالیٰ نے انھیں ہدایت میں اور بڑھا دیا ہے اور انھیں ان کی پرہیزگاری عطا فرمائی۔ [۱۷] پس یہ تو صرف قیامت کا انتظار کر رہے ہیں کہ وہ ان کے پاس آچا تک آجائے پس یقیناً اس کی بھی علامتیں تو آچکی ہیں پھر جب کہ ان کے پاس قیامت آجائے انھیں نصیحت کرنا کہاں ہوگا؟ ۱۸۱۹ سو (اے نبی!) تو یقین کر لے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اپنے گناہوں کی بخشش مانگا کر اور مومن مردوں اور عورتوں کے حق میں بھی اللہ تمھاری مدد و رفت کی اور رہنے سہنے کی جگہ کو خوب جانتا ہے۔ [۱۹]

== شفاف پانی کی نہریں اور طرح طرح کے میوہ جات عجیب و غریب بے مثل و بالکل تازہ اور پاک صاف بیویاں جو صالحین کو ملیں گی اور خود بھی صالحات ہوں گی دنیا کی لذتوں کی طرح ان سے لذتیں اٹھائیں گے ہاں وہاں ہال بچے نہ ہوں گے۔ ① حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں یہ خیال کرنا کہ جنت کی نہریں بھی دنیا کی نہروں کی طرح کھدی ہوئی زمین میں اور گڑھوں میں بہتی ہیں نہیں نہیں قسم اللہ تعالیٰ کی وہ صاف زمین پر یکساں جاری ہیں ان کے کنارے کنارے لؤلؤ اور موتیوں کے خیمے ہیں ان کی مٹی مشک خالص ہے پھر فرماتا ہے وہاں ان کے لئے ہر طرح کے میوے اور پھول پھل ہیں جیسے اور جگہ فرماتا ہے ﴿يَدْخُلُونَ فِيهَا بِكُلِّ فَاكِهَةٍ آمِنِينَ ۝﴾ ② یعنی وہاں نہایت امن و امان کے ساتھ ہر قسم کے میوے وہ منگوائیں گے اور کھائیں گے۔ اور آیت میں ہے ﴿فِيهَا مِنْ كُلِّ ثَمَرٍ مَاكِهَةٍ ۝﴾ ③ دونوں جنتوں میں ہر قسم کے میووں کے جوڑ ہیں۔ ان تمام نعمتوں کے ساتھ یہ کتنی بڑی نعمت ہے کہ رب خوش ہے وہ اپنی مغفرت ان کے لئے حلال کر چکا ہے انہیں نواز چکا ہے اور ان سے راضی ہو چکا ہے اب کوئی کھٹکا ہی نہیں جنتوں کی یہ دھوم دھام اور نعمتوں کے بیان کے بعد فرماتا ہے کہ دوسری جانب جہنمیوں کی یہ حالت ہے کہ وہ جہنم میں جل بھلس رہے ہیں اور وہاں سے چھٹکارے کی کوئی سبیل نہیں اور سخت پیاس کے موقعہ پر وہ کھولتا ہوا گرم پانی جو دراصل آگ ہی ہے لیکن بہ شکل پانی

① احمد، ۴/۱۳، ۱۴ زوائد عبد اللہ بن احمد بن حنبل، مطولاً جداً وسنده حسن؛ المعجم الكبير، ۱۹/۴۷۷؛ حاکم، ۵۶۰/۴

② ۴۴/الدخان: ۵۵۔ ③ ۵۵/الرحمن: ۵۲۔

انہیں پینے کے لئے ملتا ہے کہ ایک گھونٹ اندر جاتے ہی آنتیں کٹ جاتی ہیں اللہ ہمیں اپنی پناہ میں رکھے۔ پھر بھلا اس کا اور اس کا کیا میل؟ کہاں جنتی کہاں جہنمی کہاں نعمت کہاں زحمت یہ دونوں کیسے برابر ہو سکتے ہیں۔

اللہ سے معافی اور چند مسنون دعائیں: [آیت: ۱۶-۱۹] منافقوں کی کندہنی اور بے علمی، ناسمجھی اور بے وقوفی کا بیان ہو رہا ہے کہ باوجود مجلس میں شریک ہونے کے کلام الرسول سن لینے کے پاس بیٹھے ہوئے ہونے کے ان کی سمجھ میں کچھ نہیں آتا۔ مجلس کے خاتمے کے بعد اہل علم صحابہ رضی اللہ عنہم سے پوچھتے ہیں کہ اس وقت کیا کیا کہا؟ یہ ہیں جن کے دلوں پر مہر الہی لگ چکی ہے اور اپنے نفس کی خواہش کے پیچھے پڑ گئے ہیں۔ فہم صریح اور قصد صحیح ہے ہی نہیں۔ پھر اللہ عز و جل فرماتا ہے جو لوگ ہدایت کا قصد کرتے ہیں انہیں خود اللہ تعالیٰ بھی توفیق دیتا ہے اور ہدایت نصیب فرماتا ہے پھر اس پر جم جانے کی ہمت بھی عطا فرماتا ہے اور ان کی ہدایت بڑھاتا رہتا ہے اور انہیں رشد و ہدایت الہام فرماتا رہتا ہے۔ پھر فرماتا ہے کہ یہ تو اسی انتظار میں ہیں کہ اچانک قیامت قائم ہو جائے تو یہ معلوم کر لیں کہ اس کے قریب ہونے کے نشانات تو ظاہر ہو چکے ہیں جیسے اور موقعہ پر ارشاد ہوا ہے ﴿هَذَا نَذِيرٌ مِّنَ النَّذِيرِ الْأُولَى﴾ ① یہ ڈرانے والا ہے اگلے ڈرانے والوں سے قریب آنے والی قریب آ چکی ہے اور بھی ارشاد ہوتا ہے ﴿اقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ﴾ ② قیامت قریب ہو گئی اور چاند پھٹ گیا اور فرمایا ﴿اقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ﴾ ③ لوگوں کا حساب قریب آ گیا پھر بھی وہ غفلت میں منہ موڑے ہوئے ہی ہیں۔ پس حضور ﷺ کا نبی ہو کر دنیا میں آنا قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے اس لئے کہ آپ رسولوں کے ختم کرنے والے ہیں آپ کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کو کامل کیا اور اپنی حجت اپنی مخلوق پر پوری کی اور حضور ﷺ نے قیامت کی شرطیں اور اس کی علامتیں اس طرح بیان فرمادیں کہ آپ سے پہلے کے کسی نبی نے اس قدر وضاحت نہیں کی تھی جیسے کہ اپنی جگہ وہ سب بیان ہوئیں ہیں۔ حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں حضور ﷺ کا آنا قیامت کی شرطوں میں سے ہے چنانچہ خود آپ کے نام حدیث میں یہ آئے ہیں نبی التوبہ، نبی الملحمہ، حاشر جس کے قدموں پر لوگ جمع کئے جائیں، عاقب جس کے بعد کوئی نبی نہ ہو۔ بخاری کی حدیث میں ہے کہ ”حضور ﷺ نے اپنی بیچ کی انگلی اور اس کے پاس والی انگلی کو اٹھا کر فرمایا میں اور قیامت مثل ان دونوں کے بھیجے گئے ہیں۔“ ④ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کافروں کو قیامت قائم ہو جانے کے بعد نصیحت و عبرت کیا سودمند ہوگی؟ جیسے ارشاد ہوتا ہے ﴿يَوْمَ مَسِيٍّ يَنْقَرُ الْإِنْسَانُ وَأَنَّى لَهُ الذِّكْرَى﴾ ⑤ اس دن انسان نصیحت حاصل کر لے گا لیکن اس کے لئے نصیحت ہے کہاں؟ یعنی آج کے دن کی عبرت بے سود ہے۔ اور آیت میں ہے ﴿وَقَالُوا آمَنَّا بِهِ وَأَنَّى لَهُمُ التَّنَاقُشُ مِنْ مَّكَانٍ بَعِيدٍ﴾ ⑥ یعنی اس وقت کہیں گے کہ ہم قرآن پر ایمان لائے حالانکہ اب انہیں ایسے دور مکان پر دسترس کہاں ہو سکتی ہے؟ یعنی ان کا ایمان اس وقت بے سود ہے۔ پھر فرماتا ہے اے نبی جان لو کہ اللہ ہی معبود برحق ہے کوئی اور نہیں یہ دراصل خبر دینا ہے اپنی وحدانیت کی یہ تو ہونی نہیں سکتا کہ اللہ تعالیٰ اس کے علم کا حکم دیتا ہو اسی لئے اس پر عطف ڈال کر فرمایا اپنے گناہوں کا اور مومن مرد و عورت کے گناہوں کا استغفار کرو۔ صحیح حدیث میں ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں ((اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي خَطِيئَتِي وَجَهْلِي وَأَسْرَأِي فِي أَمْرِي وَمَا أَنْتَ أَعْلَمُ بِهِ مِنِّي اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي هَزْلِي وَجِدِّي وَخَطِيئَتِي وَعَمْدِي وَكُلَّ ذَلِكَ عِنْدِي)) یعنی اے اللہ! میری خطاؤں کو اور میری جہالت کو اور میرے کاموں میں مجھ سے جو زیادتی ہو گئی ہو اس کو اور ہر اس چیز کو جسے تو مجھ سے بہت زیادہ

① ۵۳/ النجم: ۲۶۔ ② ۵۴/ القمر: ۱۔ ③ ۲۱/ الانبیاء: ۱۔

④ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورة والنازعات: ۴۹۳۶؛ صحیح مسلم، ۲۹۵۰۔

⑤ ۸۹/ الفجر: ۲۳۔ ⑥ ۳۴/ سبا: ۵۲۔

جاننے والا ہے بخش اے اللہ میرے بے قصد گناہوں کو اور میرے عزم سے کئے ہوئے گناہوں کو اور میری خطاؤں کو اور میرے قصد کو بخش اور یہ تمام میرے پاس ہے۔ ① اور صحیح حدیث میں ہے کہ آپ اپنی نماز کے آخر میں کہتے ((اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي مَا قَدَّمْتُ وَمَا أَخَّرْتُ وَمَا أَسْرَرْتُ وَمَا أَعْلَنْتُ وَمَا أَسْرَفْتُ وَمَا أَنْتَ أَعْلَمُ بِهِ مِنِّي أَنْتَ إِلَهِي لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ)) یعنی اے اللہ! میں نے جو کچھ گناہ پہلے کئے ہیں اور جو کچھ پیچھے کئے ہیں اور جو چھپا کر کئے ہیں اور جو ظاہر کئے ہیں اور جو زیادتی کی ہے اور جنہیں تو مجھ سے زیادہ جانتا ہے بخش دے تو ہی میرا اللہ ہے تیرے سوا کوئی معبود نہیں ② اور صحیح حدیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا ”اے لوگو اپنے رب کی طرف توبہ کرو پس تحقیق میں اپنے رب کی طرف توبہ کرتا ہوں ہر دن ستر (۷۰) بار سے بھی زیادہ۔“ ③ مسند احمد میں ہے ”حضرت عبداللہ بن سرخس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور میں نے آپ کے ساتھ آپ کے کھانے میں سے کھانا کھایا پھر میں نے کہا یا رسول اللہ! اللہ آپ کو بخشے۔ آپ نے فرمایا اور تجھے بھی تو۔ میں نے کہا کیا میں آپ کے لئے استغفار کروں؟ آپ نے فرمایا ہاں اور اپنے لئے بھی۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی اپنے گناہوں اور مؤمن مردوں با ایمان عورتوں کے گناہوں کی بخشش طلب کر۔ پھر میں نے آپ کے داہنے کھوے یا بائیں تھیلی کو دیکھا وہاں کچھ جگہ ابھری ہوئی تھی جس پر گویا تل تھے۔“ اے مسلم ترمذی نسائی وغیرہ نے بھی روایت کیا ہے۔ ④ ابویعلیٰ میں حضور ﷺ نے فرمایا ”تم ((لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ)) کا اور ((أَسْتَغْفِرُ اللَّهَ)) کا کہنا لازم پکڑو اور انہیں بکثرت کہا کرو اس لئے کہ ابلیس کہتا ہے میں نے لوگوں کو گناہوں سے ہلاک کیا اور انھوں نے مجھے ان دونوں کلموں سے ہلاک کیا میں نے جب یہ دیکھا تو انھیں خواہشوں کے پیچھے لگا دیا پس وہ سمجھتے ہیں کہ ہم ہدایت پر ہیں۔“ ⑤ ایک اور اثر میں ہے کہ ابلیس نے کہا اے اللہ مجھے تیری عزت اور تیرے جلال کی قسم جب تک کسی شخص کی روح اس کے جسم میں ہے میں اسے بہکا تا رہوں گا۔ پس اللہ عز وجل نے فرمایا مجھے بھی قسم ہے اپنی بزرگی اور بڑائی کی کہ میں بھی انہیں بخشا ہی رہوں گا جب تک وہ مجھ سے استغفار کرتے رہیں۔ ⑥ استغفار کی فضیلت میں اور بھی بہت سی حدیثیں ہیں۔ پھر اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے کہ تمہارا دن میں ہیر پھیر اور تصرف کرنا اور تمہارا رات کو جگہ پکڑنا اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ جیسے فرمان ہے ﴿وَهُوَ الَّذِي يَتَوَلَّكُمْ بِاللَّيْلِ وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ﴾ ⑦ یعنی اللہ وہ ہے جو تمہیں رات کو فوت کر دیتا ہے اور دن میں جو کچھ کرتے ہو وہ جانتا ہے۔ اور آیت میں اللہ سبحانہ کا فرمان ہے ﴿وَمَا مِنْ ذَاتِ نَفْسٍ فَى الْأَرْضِ﴾ ⑧ یعنی زمین پر جتنے بھی جاننے والے ہیں ان سب کی روزی اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے اور وہ ان کے رہنے کی جگہ اور دفن ہونے کا مقام جانتا ہے۔ یہ سب باتیں واضح کتاب میں لکھی ہوئی ہیں۔ ابن جریج رحمہ اللہ کا یہی قول ہے اور امام ابن جریر رحمہ اللہ بھی اسی کو پسند کرتے ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ مراد آخرت کا ٹھکانا ہے۔ سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں تمہارا چلنا پھرنا دنیا میں اور تمہاری قبروں کی جگہ اسے معلوم ہے۔ لیکن اول قول ہی زیادہ اولیٰ اور زیادہ ظاہر ہے وَاللَّهُ أَعْلَمُ۔

① صحیح بخاری، کتاب الدعوات، باب قول النبی ﷺ ((اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي مَا قَدَّمْتُ.....)) ۶۳۹۹؛ صحیح مسلم، ۲۷۱۹؛

ابن حبان، ۹۵۷۔ ② صحیح مسلم، کتاب صلاة المسافرين، باب الدعاء فی صلاة اللیل و قیامہ: ۱۷۷۱؛ ابو داود،

۵۰۹؛ ترمذی، ۳۴۲۲؛ احمد، ۱۰۲/۱۔ ③ صحیح بخاری، کتاب الدعوات، باب استغفار النبی ﷺ فی الیوم

واللیلۃ، ۶۳۰۷؛ صحیح مسلم، ۲۷۰۲ اس میں (سورۃ) کے الفاظ ہیں۔ ④ صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب اثبات

خاتم النبوة، ۲۳۴۶؛ ترمذی، ۲۳؛ احمد، ۸۲/۵۔ ⑤ مسند ابی یعلیٰ، ۱۳۶؛ السنۃ لابن ابی عاصم، ۷ وسندہ

ضعیف جداً؛ مجمع الزوائد، اسکی سند میں عثمان بن مطر منکر الحدیث (المیزان: ۳/ ۵۳؛ رقم: ۵۵۶۳) اور عبدالغفور بن

عبدالعزیز متهم بالوضع راوی ہے (المیزان: ۲/ ۶۴۱، رقم: ۵۱۵۰) ⑥ احمد، ۷۶/۳ وسندہ ضعیف، سلسلۃ

درج عن ابی الہیثم ضعیفۃ وابن لہیثم عنین، حاکم، ۲۶۱/۴۔ ⑦ ۶/ الانعام: ۶۰۔ ⑧ ۱۱/ ہود: ۶۰۔

وَيَقُولُ الَّذِينَ آمَنُوا لَوْلَا نَزَّلَتْ سُورَةٌ فَإِذَا أُنْزِلَتْ سُورَةٌ مُحْكَمَةٌ وَذَكَرَ فِيهَا
الْقِتَالُ رَأَيْتَ الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ يَنْظُرُونَ إِلَيْكَ نَظَرَ الْمَغْشِيِّ عَلَيْهِ
مِنَ الْمَوْتِ فَأُولَئِكَ لَهُمْ طَاعَةٌ وَقَوْلٌ مَعْرُوفٌ فَإِذَا عَزَمَ الْأَمْرُ فَلَوْ
صَدَّقُوا اللَّهَ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ۖ فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ تَوَلَّيْتُمْ أَنْ تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ
وَتَقَطَّعُوا أَرْحَامَكُمْ ۗ أُولَئِكَ الَّذِينَ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فَأَصَبَّهُمْ وَأَعَمَّى أَبْصَارَهُمْ ۝

ترجمہ: اور جو لوگ ایمان لائے وہ کہتے ہیں کوئی سورت کیوں نازل نہیں کی گئی؟ پھر جب کوئی صاف مطلب والی سورت نازل کی جاتی ہے اور اس میں جہاد کا ذکر کیا جاتا ہے تو وہ دیکھتا ہے کہ جن لوگوں کے دلوں میں بیماری ہے وہ تیری طرف اس طرح دیکھتے ہیں جیسے اس شخص کی نظر ہوتی ہے جس پر موت کی بے ہوشی طاری ہو چکی ہے بہتر تھا۔ [۲۰] ان کے لئے فرمان کا بجالانا اور اچھی بات کا کہنا پھر جب کام مقرر ہو جائے تو اگر اللہ سے سچے رہیں تو ان کے لئے بہتری ہے [۲۱] اور تم سے یہ بھی بعید نہیں کہ اگر تم کو حکومت مل جائے تو تم زمین میں فساد برپا کرو اور رشتے ناتے توڑ دو۔ [۲۲] یہ وہی لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ کی پھٹکار ہے اور جن کی سماعت اور آنکھوں کی روشنی چھین لی گئی۔ [۲۳]

جہاد سے جی چرانے والے منافق: [آیت: ۲۰-۲۳] اللہ تعالیٰ خبر دیتا ہے کہ مومن تو جہاد کے حکم کی تمنا کرتے ہیں پھر جب اللہ تعالیٰ جہاد فرض کر دیتا ہے اور اس کا حکم نازل کر دیتا ہے تو اس سے اکثر لوگ ہٹ جاتے ہیں جیسے اور آیت میں ہے ﴿الَّذِينَ تَسَوَّاهُمْ﴾ یعنی کیا تو نے انہیں نہیں دیکھا جن سے کہا گیا کہ تم اپنے ہاتھوں کو روک لو اور نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ ادا کرتے رہو پھر جب ان پر جہاد فرض کیا گیا تو ان میں سے ایک فریق لوگوں سے اس طرح ڈرنے لگا جیسے اللہ کا ڈر ہو بلکہ اس سے بھی زیادہ اور کہنے لگے اے ہمارے رب ہم پر تو نے جہاد کیوں فرض کر دیا۔ تو نے ہم کو قریب کی مدت تک ڈھیل کیوں نہ دی؟ تو کہہ کہ دنیا کی متاع بہت ہی کم ہے اور پرہیزگاروں کے لئے آخرت بہت ہی بہتر ہے اور تم پر بالکل ذرا سا بھی ظلم نہ کیا جائے گا پس یہاں بھی فرماتا ہے کہ ایمان والے تو جہاد کے حکموں کی آیتوں کے نازل ہونے کی تمنا کرتے ہیں لیکن منافق لوگ جب ان آیتوں کو سنتے ہیں تو بوجہ اپنی گھبراہٹ بوکھلاہٹ اور نامردی کے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کے اس طرح تجھے دیکھنے لگتے ہیں جیسے موت کی غشی دالا پھر انہیں مرد میدان بننے کی رغبت دلاتے ہوئے فرماتا ہے ان کے حق میں بہتر تو یہ ہوتا کہ یہ سنتے ماننے اور جب موقع آ جاتا معرکہ کارزار گرم ہوتا تو نیک نیتی کے ساتھ جہاد کر کے اپنے خلوص کا ثبوت دیتے۔ پھر فرمایا قریب ہے کہ تم جہاد سے رک رہو اور اس سے بچنے لگو تو زمین میں فساد کرنے لگو اور صلہ رحمی توڑنے لگو یعنی زمانہ جاہلیت میں جو حالت تمہاری تھی وہی تم میں لوٹ آئے۔ پس فرمایا ایسوں پر اللہ تعالیٰ کی پھٹکار ہے اور یہ رب کی طرف سے بہرے اندھے ہیں۔ اس میں زمین پر فساد کرنے کی عموماً اور قطع رحمی کی خصوصاً ممانعت ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے زمین میں اصلاح اور صلہ رحمی کرنے کی ہدایت کی ہے اور ان کا حکم فرمایا ہے۔ صلہ رحمی کے معنی ہیں قرابت داروں کے ساتھ بات چیت میں کام کا ج میں سلوک و احسان کرنا اور ان کی مالی مشکلات میں ان کے کام آنا۔ اس بارے میں بہت سی

صحیح اور حسن حدیثیں مروی ہیں۔ صحیح بخاری شریف میں ہے کہ ”جب اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کو پیدا کر چکا تو رحم کھڑا ہوا اور رحمن سے چٹ گیا اس سے پوچھا گیا کیا بات ہے؟ اس نے کہا یہ مقام ہے ٹوٹنے سے تیری پناہ میں آنے کا، اس میں اللہ عزوجل نے فرمایا کیا تو اس سے راضی نہیں؟ کہ تیرے ملانے والے کو میں ملاؤں اور تیرے کاٹنے والے کو میں کاٹ دوں؟ اس نے کہا ہاں اس پر میں بہت خوش ہوں۔“ اس حدیث کو بیان فرما کر پھر راوی حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ”اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھ لو ﴿فَهَلْ عَسَيْتُمْ﴾“^① اور سند سے ہے کہ خود حضور ﷺ نے فرمایا۔^② ابو داؤد ترمذی ابن ماجہ وغیرہ میں ہے کہ کوئی گناہ اتنا بڑا اور اتنا برا نہیں جس کی بہت جلدی سزا دنیا میں اور پھر اس کی برائی آخرت میں بہت بڑی پہنچتی ہو بہ نسبت سرکشی بغاوت اور قطع رحمی کے۔^③ مسند احمد میں ہے جو شخص چاہے کہ اس کی عمر بڑی ہو اور روزی کشادہ ہو وہ صلہ رحمی کرے۔^④ اور حدیث میں ہے کہ ”ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے کہا میرے نزدیک قربت دار مجھ سے توڑتے رہتے ہیں اور میں انھیں معاف کرتا رہتا ہوں وہ مجھ پر ظلم کرتے ہیں اور میں ان کے ساتھ احسان کرتا ہوں اور وہ میرے ساتھ برائیاں کرتے رہتے ہیں تو کیا میں ان سے بدلہ نہ لوں؟ آپ نے فرمایا نہیں اگر ایسا کرو گے تو تم سب کے سب چھوڑ دینے جاؤ گے تو صلہ رحمی پر ہی رہو اور یاد رکھو کہ جب تک تو اس پر باقی رہے گا اللہ کی طرف سے تیرے ساتھ ہر وقت معاونت کرنے والا رہے گا۔“^⑤ بخاری وغیرہ میں ہے ”حضور ﷺ نے فرمایا صلہ رحمی عرش کے ساتھ لٹکی ہوئی ہے۔ حقیقتاً صلہ رحمی کرنے والا وہ نہیں جو کسی احسان کے بدلے احسان کرے بلکہ صحیح معنی میں رشتے ناتے ملانے والا تو وہ ہے کہ گوتو اسے کاٹا جائے وہ تجھ سے ملاتا جائے۔“^⑥ مسند احمد میں ہے صلہ رحمی قیامت کے دن رکھی جائے گی اس کی رانیں ہوں گی مثل ہرن کی رانوں کے وہ بہت صاف اور تیز زبان سے بولے گی پس وہ کاٹ دیا جائیگا جو اسے کاٹتا تھا اور وہ ملایا جائے گا جو اسے ملاتا تھا۔^⑦ مسند کی ایک اور حدیث میں ہے ”رحم کرنے والوں پر اللہ تعالیٰ بھی رحم کرتا ہے تم زمین والوں پر رحم کرو آسمانوں والا تم پر رحم کرے گا رحم رحمن کی طرف سے ہے۔ اس کے ملانے والوں کو اللہ تعالیٰ ملاتا ہے اور اس کے توڑنے والے کو خود اللہ تعالیٰ توڑ دیتا ہے۔“ یہ حدیث ترمذی میں بھی ہے اور امام ترمذی رحمہ اللہ اسے حسن صحیح کہتے ہیں۔^⑧ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کی بیمار پرسی کے لئے لوگ گئے تو آپ فرمانے لگے تم نے صلہ رحمی کی ہے۔“ حضور فرماتے ہیں اللہ عزوجل نے فرمایا ہے میں رحمن ہوں اور رحم کا نام میں نے اپنے نام پر رکھا ہے۔ اسے جوڑنے والے کو میں جوڑوں گا اور اس کے توڑنے والے کو میں توڑ دوں گا۔“^⑨ اور حدیث میں ہے آپ فرماتے ہیں روحیں ملی جلی ہیں جو روز ازل میں میل کر چکی ہیں وہ یہاں یگانگت برتی ہیں اور جن میں وہاں نفرت رہی ہے یہاں بھی =

① صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ محمد، ۴۸۳۰؛ صحیح مسلم، ۲۵۵۴؛ احمد، ۲/۳۳۰؛ ابن حبان، ۴۴۱۔

② صحیح بخاری، حوالہ سابق، ۴۸۳۱، ۴۸۳۲۔

③ ابو داؤد، کتاب الادب، باب فی النهی عن البغی: ۴۹۰۲ وسندہ صحیح؛ ترمذی، ۲۵۱۱؛ ابن ماجہ، ۴۲۱۱؛ احمد، ۵/۳۶۔

④ احمد، ۵/۲۷۹ وسندہ حسن۔

⑤ احمد، ۲/۱۸۱ وسندہ ضعیف اس کی سند میں حجاج بن ارطاة مدلس راوی ہے (المیزان: ۱/۴۵۸؛ رقم: ۱۷۲۶) جبکہ اس کا شاہد صحیح مسلم: ۲۵۵۸ میں موجود ہے۔

⑥ صحیح بخاری، کتاب الادب، باب لیس الواصل بالمکافی، ۵۹۹۱؛ احمد، ۲/۱۶۳۔

⑦ احمد، ۲/۱۸۹ وسندہ ضعیف قدامہ مدلس ہیں اور روایت معتن ہے۔ ابن ابی شیبہ، ۵۳۸/۸؛ حاکم، ۴/۱۶۲۔

⑧ احمد، ۲/۱۶۰؛ ابو داؤد، کتاب الادب، باب فی الرحمة، ۴۹۴۱ وسندہ حسن؛ ترمذی، ۱۹۲۴۔

⑨ احمد، ۱/۱۹۴؛ ابو داؤد، کتاب الزکاة، باب فی صلۃ الرحم، ۱۶۹۴ وهو صحیح؛ ترمذی، ۱۹۰۷۔

أَفَلَا يَتَذَكَّرُونَ الْقُرْآنَ أَمْ عَلَى قُلُوبٍ أَقْفَالُهَا ۝ إِنَّ الَّذِينَ ارْتَدُّوا عَلَى
 أَدْبَارِهِمْ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدَىٰ الشَّيْطَانُ سَوَّلَ لَهُمْ وَأَمْلَىٰ لَهُمْ ۝
 ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوا لِلَّذِينَ كَرِهُوا مَا نَزَّلَ اللَّهُ سَنُطِيعُكُمْ فِي بَعْضِ الْأُمْرِ ۖ وَاللَّهُ
 يَعْلَمُ إِسْرَارَهُمْ ۝ فَكَيْفَ إِذَا تَوَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ يُضْربُونَ وجوهَهُمْ وَأَدْبَارَهُمْ ۝
 ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ اتَّبَعُوا مَا اسْتَعْطَا اللَّهُ وَكَرِهُوا رِضْوَانَهُ فَاجْتَبَطَا آعْمَالَهُمْ ۝

ترجمہ: کیا یہ قرآن میں غور و تدبیر نہیں کرتے؟ بلکہ ان کے دلوں پر ان کے تالے لگ گئے ہیں۔ [۲۳] جو لوگ اپنی پیٹھ پر اٹے پھر گئے اس کے بعد کہ ان کے لئے ہدایت واضح ہو چکی یقیناً شیطان نے ان کے لئے مزین کر دیا ہے اور انہیں ڈھیل دے رکھی ہے۔ [۲۵] یہ اس لئے کہ انہوں نے ان لوگوں سے جنہوں نے اللہ کی نازل کردہ وحی کو برا سمجھا ہے یہ کہا کہ ہم بھی عنقریب بعض کاموں میں تمہارا کہا مانیں گے اللہ ان کی پوشیدہ باتیں خوب جانتا ہے۔ [۲۶] پس ان کی کیسی درگت ہوگی جب کہ فرشتے ان کے چہروں اور ان کی کمرؤں پر ماریں گے۔ [۲۷] یہ اس بنا پر کہ یہ وہ راہ چلے جس سے انہوں نے اللہ تعالیٰ کو بیزار کر دیا اور انہوں نے اس کی رضامندی کو برا جانا اللہ نے ان کے اعمال اکارت کر دیئے۔ [۲۸]

= دوری رہتی ہے۔ ① ”حضور ﷺ فرماتے ہیں جب زبانی دعوے بڑھ جائیں عمل گھٹ جائیں زبانی میل جول ہودی بغض و عداوت ہو رشتہ دار سے بدسلوکی کرے اور اس وقت ایسے لوگوں پر لعنت اللہ تعالیٰ نازل ہوتی ہے اور ان کے کان بہرے اور آنکھیں اندھی کر دی جاتی ہیں۔“ ② اس بارے میں اور بھی بہت سی حدیثیں ہیں وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

قرآن میں غور و فکر کیوں نہیں کرتے؟ [آیت ۲۴-۲۸] اللہ تعالیٰ اپنے کلام پاک میں غور و فکر کرنے کو سونپنے سمجھنے کی ہدایت فرماتا ہے اور اس سے بے پرواہی کرنے اور منہ پھیر لینے سے روکتا ہے۔ پس فرماتا ہے کہ غور و تدبیر تو کیا؟ ان کے تو دلوں پر قفل لگے ہوئے ہیں، کوئی کلام اس میں اثر ہی نہیں کرتا، جائے تو اثر کرے اور جائے کہاں سے جبکہ جانے کی راہ نہ پائے۔ ابن جریر میں ہے کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ اس آیت کی تلاوت فرما رہے تھے کہ ایک نوجوان یمنی نے کہا بلکہ ان پر ان کے قفل ہیں، جب تک اللہ تعالیٰ نہ کھولے اور الگ نہ کرے، پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دل میں یہ بات رہی یہاں تک کہ اپنی خلافت کے زمانے میں اس سے مدد لیتے رہے۔ ③ پھر فرماتا ہے جو لوگ ہدایت ظاہر کر چکنے کے بعد ایمان سے الگ ہو گئے اور کفر کی طرف لوٹ گئے دراصل شیطان نے اس کار بد کو ان کی نگاہوں میں اچھا دکھا دیا ہے اور انہیں دھوکے میں ڈال رکھا ہے۔ دراصل ان کا یہ کفر سزا ہے ان کے اس نفاق کی جو ان کے دل میں تھا جس کی وجہ سے وہ ظاہر کے خلاف اپنا باطن رکھتے تھے۔ کافروں سے مل جل کر انہیں اپنا کرنے کے لئے ان سے باطن میں باطل پر موافقت کر کے کہتے تھے گھبراؤ نہیں ابھی ابھی ہم بھی بعض امور میں تمہارا ساتھ دیں گے۔ لیکن یہ باتیں اس اللہ تعالیٰ سے تو چھپ نہیں سکتیں جو اندرونی اور بیرونی حالات سے یکسر اور یکساں واقف ہو، جو راتوں کے وقت کی پوشیدہ اور راز کی باتیں بھی =

① صحیح بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب الارواح جنود مجنۃ، ۳۳۳۶؛ صحیح مسلم، ۲۶۳۸؛ طبرانی، ۶۱۷۲۔

② طبرانی، ۶۱۷۰ وسندہ ضعیف؛ مجمع الزوائد، ۷/ ۲۸۷۔ ③ الطبری، ۱۰۸/۲۲۔

أَمْ حَسِبَ الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ أَنْ لَنْ يُخْرِجَ اللَّهُ أَضْغَانَهُمْ ۖ وَلَوْ نَشَاءُ لَأَرَيْنَهُمْ فَلَعَرَفْتَهُمْ سَبِيحًا ۖ وَلَعَرَفْتَهُمْ فِي لَحْنِ الْقَوْلِ ۖ وَاللَّهُ يَعْلَمُ أَعْمَالَكُمْ ۖ
وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتَّى نَعْلَمَ الْجَاهِدِينَ مِنْكُمْ وَالصَّابِرِينَ ۖ وَنَبْلُوَنَّكُمْ أَخْبَارَكُمْ ۖ

ترجمہ: کیا ان لوگوں نے جن کے دلوں میں بیماری ہے یہ سمجھ رکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے کیوں کو ظاہر ہی نہ کرے گا۔ [۲۹] اور اگر ہم چاہتے تو ان سب کو تجھے دکھا دیتے پس تو انہیں ان کے چہرے سے ہی پہچان لیتا اور یقیناً تو انہیں ان کی بات کے ڈھب سے ہی پہچان لے گا۔ تمہارے سب کام اللہ کو معلوم ہیں۔ [۳۰] یقیناً ہم تمہارا امتحان کر کے تم میں سے جہاد کرنے والوں اور صبر کرنے والوں کو صاف معلوم کر لیں گے اور ہم تمہاری حالتوں کی بھی جانچ کریں گے۔ [۳۱]

== سنتا ہو۔ جس کے علم کی انتہا نہ ہو پھر فرماتا ہے ان کا کیا حال ہوگا؟ جب کہ فرشتے ان کی رو میں قبض کرنے کو آئیں گے اور ان کی رو میں جسموں میں چھپتی پھر گیں اور ملائکہ جبرائیل اور میکائیل سے انہیں باہر نکالیں گے جیسے ارشاد باری ہے ﴿وَلَوْ تَرَىٰ إِذْ يَتَوَفَّى الَّذِينَ كَفَرُوا الْمَلَائِكَةُ يَضْرِبُونَ وُجُوهَهُمْ وَأَذْنَآرَهُمْ﴾ ① الخ کاش تو دیکھتا جبکہ ان کافروں کی رو میں فرشتے قبض کرتے ہوئے ان کے منہ پر طمانچے اور ان کی پیٹھ پر کمرے مارتے ہیں الخ اور آیت میں ہے ﴿وَلَوْ تَرَىٰ إِذْ الظَّالِمُونَ﴾ الخ ② یعنی کاش کہ تو دیکھتا جب کہ یہ ظالم سرکرات موت میں ہوتے ہیں اور فرشتے اپنے ہاتھ ان کی طرف مارنے کے لئے پھیلائے ہوئے ہوتے ہیں اور کہتے ہیں اپنی جانیں نکالو آج تمہیں ذلت کے عذاب کئے جائیں گے اس لئے کہ تم اللہ تعالیٰ کے ذمے ناحق کہا کرتے تھے اور اس کی آیتوں کے پیچھے لگے ہوئے تھے جن سے اللہ تعالیٰ ناخوش ہو اور رب رحیم کی رضا سے کراہیت کرتے تھے۔ پس ان کے اعمال اکارت ہو گئے۔

انسان کا ظاہر باطن کا غماز ہوتا ہے: [آیت: ۲۹-۳۱] یعنی کیا منافقوں کا خیال ہے کہ ان کی مکاری اور عیاری کا اظہار اللہ تعالیٰ مسلمانوں پر کرے گا ہی نہیں؟ یہ بالکل غلط خیال ہے اللہ تعالیٰ ان کا کمر اس طرح واضح کر دے گا کہ ہر عقلمند انہیں پہچان لے اور ان کی بد باطنی سے بچ سکے۔ ان کے بہت کچھ احوال سورۃ براءت میں بیان کئے گئے اور ان کے نفاق کی بہت سی نصلتوں کا ذکر وہاں کیا گیا۔ یہاں تک کہ اس سورت کا دوسرا نام ہی فاضلہ رکھ دیا گیا یعنی منافقوں کو نصیحت کرنے والی ﴿أَضْغَانٌ﴾ جمع ہے ضغن کی ضغن کہتے ہیں دلی حسد و بغض کو۔ اس کے بعد اللہ عز و جل فرماتا ہے کہ اے نبی اگر ہم چاہیں تو ان کے وجود تمہیں دکھا دیں پس تم انہیں کھلم کھلا جان جاؤ، لیکن اللہ تعالیٰ نے ایسا نہیں کیا ان تمام منافقوں کو بتلا نہیں دیا۔ تاکہ اس کی مخلوق پر پردہ پڑا رہے۔ ان کے عیوب پوشیدہ رہیں ہر ایک کی نگاہ میں ان کی ذلت نہ ہو۔ امور اسلامی ظاہر داری پر رہیں اور باطنی حساب اسی ظاہر و باطن جاننے والے کے ہاتھ رہے۔ لیکن ہاں تم تو اس کی بات چیت کے طرز اور کلام کے ڈھنگ سے ہی صاف پہچان لو گے۔ امیر المؤمنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جو شخص کسی پوشیدگی کو چھپاتا ہے اللہ تعالیٰ اسے اس کے چہرے پر اور اس کی زبان پر ظاہر کر دیتا ہے۔

حدیث میں ہے: جو شخص کسی راز کو پردہ میں رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اسے اس پر عیاں کر دیتا ہے وہ بہتر ہے تو اور بدتر ہے تو۔ ③ ہم نے =

① ۸/ الانفال: ۵۰۔ ② ۶/ الانعام: ۹۴۔

③ طبرانی، ۱۷۰۲ وسندہ ضعیف جداً، حامد بن آدم والعرزمی مجروحان؛ مجمع الزوائد، ۱۰/ ۲۲۵۔

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ وَشَاقُّوا الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا
تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدَىٰ لَٰكِنْ يُضَرُّوْا اللَّهَ شَيْئًا ۚ وَسَيُحِطُّ أَعْمَالَهُمْ ۖ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ
آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَلَا تُبْطِلُوا أَعْمَالَكُمْ ۚ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا
وَصَدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ ثُمَّ مَاتُوا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَهُمْ ۚ فَلَا تَهْنُوا
وَتَدْعُوا إِلَى السَّلَامِ ۚ وَأَنْتُمْ لَا عَلَوْنَ ۚ وَاللَّهُ مَعَكُمْ وَلَنْ يَتْرُكَكُمْ أَعْمَالَكُمْ ۚ

ترجمہ: جن لوگوں نے کفر کیا اور راہ الہی سے لوگوں کو روکا اور رسول کی مخالفت کی اس کے بعد کہ ان کے لئے ہدایت ظاہر ہو چکی یہ یقیناً ہرگز ہرگز اللہ تعالیٰ کا کچھ نقصان نہ کریں گے۔ عقرب ان کے اعمال وہ غارت کر دے گا۔ [۳۳] اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت اور رسول کا کہا مانو اور اپنے اعمال کو غارت نہ کرو۔ [۳۳] جن لوگوں نے کفر کیا اور اللہ کی راہ سے اوروں کو روکا پھر کفر کی حالت میں ہی مر گئے یقین کر لو اللہ انہیں ہرگز نہ بخشے گا۔ [۳۳] پس تم بودے بن کر صلح کی درخواست پر اس حال میں نہ آؤ کہ تم ہی بلند و غالب ہو اور اللہ تمہارے ساتھ ہے ناممکن ہے کہ وہ تمہارے اعمال ضائع کر دے۔ [۳۵]

= شرح صحیح بخاری کے شروع میں عملی اور اعتقادی نفاق کا بیان پوری طرح کرویا ہے جس کے دہرانے کی یہاں ضرورت نہیں۔ حدیث میں منافقوں کی ایک جماعت کی تعیین آچکی ہے۔ مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ نے اپنے ایک خطبے میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد فرمایا تم میں بعض لوگ منافق ہیں پس جس کا میں نام لوں وہ کھڑا ہو جائے۔ پھر فرمایا اے فلاں کھڑا ہو جاوے فلاں کھڑا ہو جا۔ یہاں تک کہ چھتیس اشخاص کے نام لئے پھر فرمایا تم میں یا تم میں سے منافق ہیں پس اللہ سے ڈرو۔ اس کے بعد ان لوگوں میں سے ایک کے سامنے سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ گزرے وہ اس وقت کپڑے سے اپنا منہ لپیٹے ہوا تھا۔ آپ اسے خوب جانتے تھے پوچھا کہ کیا ہے؟ اس نے حضور کی اوپر والی حدیث بیان کی تو آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ تجھے غارت کرے۔ ❶ پھر فرماتا ہے ہم احکام دے کر روک ٹوک کر کے تمہیں خوب آزا کر معلوم کر لیں گے کہ تم میں سے مجاہد کون ہیں؟ اور صبر کرنے والے کون ہیں؟ اور ہم تمہارے احوال آزا کریں گے۔ یہ تو ہر مسلمان جانتا ہے کہ ظاہر ہونے سے پہلے ہی اس علام الغیوب کو ہر چیز اور ہر شخص اور اس کے اعمال معلوم ہیں۔ تو یہاں مطلب یہ ہے کہ دنیا کے سامنے کھول دے اور اس حال کو دیکھ لے اور دکھائے اسی لئے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس جیسے مواقع پر ﴿لَنَعْلَمَنَّ﴾ کے معنی کرتے تھے لہٰذا یعنی تاکہ ہم دیکھ لیں۔

گمراہ ہونے والا اپنا ہی نقصان کرتا ہے: [آیت ۳۲-۳۵] اللہ سبحانہ و تعالیٰ خبر دیتا ہے کہ کفر کرنے والے راہ الہی کی بندش کرنے والے رسول کی مخالفت کرنے والے ہدایت کے ہوتے ہوئے گمراہ ہونے والے اللہ تعالیٰ کا تو کچھ نہیں بگاڑتے بلکہ اپنا ہی کچھ کھوتے ہیں، کل قیامت والے دن یہ خالی ہاتھ ہوں گے ایک نیکی بھی ان کے پاس نہ ہوگی۔ جس طرح نیکیاں گناہوں کو ہٹا دیتی ہیں اسی طرح ان کے بدترین جرم و گناہ نے نیکیاں برباد کر دیں۔ امام محمد بن نصر مروزی رحمہ اللہ اپنی کتاب الصلوٰۃ میں حدیث لائے =

إِنَّمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَلَهْوٌ وَإِنْ تُؤْمِنُوا وَتَتَّقُوا يُؤْتِكُمْ أَجُورَكُمْ وَلَا

يَسْأَلْكُمْ أَمْوَالَكُمْ ۚ إِنْ يَسْأَلْكُمْ فَيُعْطِكُمْ تَبَخَّلُوا وَلَا تَجْرَبْ أَصْفَانَكُمْ ۝

هَآأَنْتُمْ هَآؤَآءِ تُدْعَوْنَ لِتُنْفِقُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَمِنْكُمْ مَنْ يَبْخُلُ ۚ وَمَنْ

يَبْخُلْ فَإِنَّمَا يَبْخُلُ عَنْ نَفْسِهِ ۗ وَاللَّهُ الْغَنِيُّ وَأَنْتُمُ الْفُقَرَاءُ ۚ وَإِنْ تَتَوَلَّوْا

يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُونُوا أَمْثَالَكُمْ ۝

ترجمہ: زندگی دنیا تو صرف کھیل کود ہے۔ اگر تم یقین کرو گے اور بی کر چلو گے تو اللہ تمہیں تمہارے ثواب دے گا اور وہ تم سے تمہارے مال نہیں مانگا۔ [۳۶] اگر وہ تم سے تمہارے مال مانگے اور زور دے کر مانگے تو تم اس وقت بخلی کرنے لگو گے اور وہ بخلی تمہارے کہنے ظاہر کر دے گی۔ [۳۷] خبردار تم ہو وہ لوگ کہ بلائے جاتے ہو کہ تم راہ الہی میں خرچ کرو۔ پھر تم میں سے بعض بخلی کرنے لگتے ہیں۔ جو بخلی کرتا ہے وہ تو دراصل اپنی جان سے بخلی کرتا ہے اللہ تعالیٰ غنی اور بے نیاز ہے اور تم فقیر اور محتاج ہو اور اگر تم روگرداں ہو جاؤ گے تو وہ تمہارے بدلے تمہارے سوا اور لوگوں کو لائے گا جو پھر تم جیسے نہ ہوں گے۔ [۳۸]

ہیں کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کا خیال تھا کہ لا الہ الا اللہ کے ساتھ کوئی گناہ نقصان نہیں دیتا جیسے کہ شرک کے ساتھ کوئی نیکی نفع نہیں دیتی اس پر یہ آیت ﴿أَطِيعُوا اللَّهَ﴾ الخ اتری اب اصحاب رسول اس سے ڈرنے لگے کہ گناہ نیکیوں کو باطل نہ کر دیں دوسری سند سے مروی ہے کہ صحابہ کرام کا خیال تھا کہ ہر نیکی بالیقین مقبول ہے یہاں تک کہ یہ آیت اتری تو کہنے لگے کہ ہمارے اعمال کو برباد کرنے والی چیز گناہ کبیرہ اور برائیاں ہیں یہاں تک کہ آیت ﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ﴾ ۱ الخ نازل ہوئی اب اس بارے میں کوئی بات کہنے سے رک گئے اور کبیرہ گناہ اور بدکاریاں کرنے والے پر انہیں خوف رہتا تھا اور ان سے بچنے والے کے لئے امید رہتی تھی۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ اپنے باایمان بندوں کو اپنی اور اپنے نبی کی اطاعت کا حکم دیتا ہے جو ان کے لئے دینا اور آخرت کی سعادت کی چیز ہے اور مرتد ہونے سے روک رہا ہے جو اعمال کو غارت کرنے والی چیز ہے۔ پھر فرماتا ہے اللہ سے کفر کرنے والے راہ رب سے روکنے والے اور کفر ہی میں مرنے والے اللہ تعالیٰ کی بخشش سے محروم ہیں۔ جیسے فرمان ہے کہ اللہ تعالیٰ شرک کو نہیں بخشتا۔ اس کے بعد جناب باری عز اسمہ فرماتا ہے کہ اے میرے مؤمن بندو! تم دشمنوں کے مقابلے میں عاجزی کا اظہار نہ کرو اور ان سے دب کر صلح کی دعوت نہ دو حالانکہ قوت و طاقت میں زور و غلبہ میں تعداد و اسباب میں تم قوی ہو۔ ہاں جبکہ کافر قوت میں تعداد میں اسباب میں تم سب سے زیادہ ہوں اور مسلمانوں کا امام مصلحت صلح میں ہی دیکھے تو ایسے وقت بیشک صلح کی طرف جھکتا جائز ہے جیسے کہ خود رسول اللہ ﷺ نے حدیبیہ کے موقع پر کیا جبکہ مشرکین مکہ نے آپ کو مکہ جانے سے روکا تو آپ نے دس سال تک لڑائی بند رکھنے اور صلح قائم رکھنے پر مصالحت کر لی۔ پھر ایمان والوں کو بہت بڑی بشارت و خوش خبری سنا تا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ ہے اس وجہ سے نصرت و فتح تمہاری ہی ہے تم یقین مانو کہ تمہاری چھوٹی سے چھوٹی نیکی بھی وہ ضائع نہ کرے گا بلکہ اس کا پورا پورا اجر و ثواب تمہیں عنایت فرمائے گا

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

دنیا کی بے ثباتی اور ناپائیداری: [آیت: ۳۶-۳۸] دنیا کی حقارت اور اس کی قلت و ذلت بیان ہو رہی ہے کہ اس سے بجز تماشے کے اور کچھ حاصل حصول نہیں ہاں جو کام اللہ تعالیٰ کے لئے کئے جائیں وہ باقی رہ جاتے ہیں۔ پھر فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات بے پرواہ ہے تمہارے بھلے کام تمہارے ہی نفع کے لئے ہیں وہ تمہارے مالوں کا بھوکا نہیں اس نے تمہیں جو خیر خیرات کا حکم دیا ہے وہ صرف اس لئے کہ تمہارے ہی غربا فقرا کی پرورش ہو اور پھر تم دار آخرت میں مستحق ثواب بنو۔ پھر انسان کے بخیلی اور بخیلی کے بعد دلی کینے کے ظاہر ہونے کا حال بیان فرمایا۔ مال کے نکالنے میں یہ تو ہوتا ہی ہے کہ مال انسان کو محبوب ہوتا ہے اور اس کا نکالنا اس پر گراں گزرتا ہے۔ پھر بخیلوں کی بخیلی کے وبال کا ذکر ہو رہا ہے کہ فی سبیل اللہ خرچ کرنے سے مال کو روکنا دراصل اپنا ہی نقصان کرنا ہے کیونکہ بخیلی کا وبال اسی پر پڑے گا صدقے کی فضیلت اور اس کے اجر سے محروم بھی رہے گا۔ اللہ سب سے غنی ہے اور سب اس کے در کے بھکاری ہیں۔ غنا خالق کائنات کا وصف لازم ہے اور احتیاج مخلوق کا وصف لازم ہے۔ نہ یہ کہ اس سے کبھی الگ ہوں نہ وہ اس سے پھر فرماتا ہے اگر تم اس کی اطاعت سے روگرداں ہو گئے اس کی شریعت کی تابعداری چھوڑ دی تو وہ تمہارے بدلے تمہارے سوا اور قوم لائے گا جو تم جیسی نہ ہوگی بلکہ وہ سننے اور ماننے والے حکم بردار نافرمانیوں سے بیزار ہوں گے۔ ابن ابی حاتم اور ابن جریر میں ہے کہ ”رسول اللہ ﷺ نے جب یہ آیت تلاوت فرمائی تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا کہ حضور! یہ کون لوگ ہیں جو ہمارے بدلے لائے جاتے اور ہم جیسے نہ ہوتے تو آپ نے اپنا ہاتھ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے شانے پر رکھ کر فرمایا یہ اور ان کی قوم اگر دین ثریا کے پاس بھی ہوتا تو اسے فارس کے لوگ لے آتے“ ① اس کے ایک راوی مسلم بن خالد زنجی کے بارے میں بعض آئمہ جرح و تعدیل نے کچھ کلام کیا ہے وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

الحمد لله الله کے فضل و کرم سے سورہ محمد کی تفسیر ختم ہوئی۔



① مصنف عبدالرزاق، ۱۹۹۲۳؛ ابن حبان، ۷۱۲۳ وسندہ ضعیف، مسلم بن خالد الزنجی ضعیف مشہور وفی الباب احادیث اخری صحیحۃ والحمد لله۔ تاریخ اصحابان، ۱/۳؛ دلائل النبوة، ۶/۳۳۴ اس معنی کی حدیث صحیح بخاری، ۴۸۹۷؛ صحیح مسلم، ۲۵۴۶ میں بھی موجود ہے۔

تفسیر سورۃ فتح

بخاری و مسلم اور مسند احمد میں حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فتح مکہ والے سال اثنائے سفر میں راہ چلتے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اونٹنی پر ہی سورۃ فتح کی تلاوت کی اور ترجیح سے پڑھ رہے تھے۔ اگر مجھے لوگوں کے جمع ہو جانے کا ڈر نہ ہوتا تو میں آپ کی تلاوت کی طرح ہی تلاوت کر کے تمہیں سنا دیتا۔ ①

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِیْنًا ① لِیَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ وَیُتِمَّ

نِعْمَتَهُ عَلَیْكَ وَیَهْدِیْكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِیْمًا ② وَیَنْصُرَكَ اللّٰهُ نَصْرًا عَظِیْمًا ③

ترجمہ: شروع اللہ نہایت مہربان بہت رحم والے کے نام سے۔

بیشک (اے نبی!) ہم نے تجھے ایک ظاہر فتح دی ہے [۱] تاکہ جو کچھ تیرے گناہ کئے ہوئے اور جو پیچھے رہے سب کو اللہ تعالیٰ معاف فرما دے اور تجھے پر اپنا احسان پورا پورا کرے اور تجھے سیدھی راہ چلائے [۲] اور تجھے ایک زبردست مدد دے۔ [۳]

سورۃ فتح کا شان نزول نیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کا حال: [آیت: ۱-۳] ذی قعدہ ۶ ہجری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عمرہ ادا کرنے کے ارادے سے مدینہ سے مکہ کو چلے لیکن راہ میں مشرکین مکہ نے روک دیا اور مسجد الحرام کی زیارت سے مانع ہوئے پھر وہ لوگ صلح کی طرف جھکے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس بات پر کہ آپ اگلے سال عمرہ ادا کریں گے ان سے صلح کر لی جسے صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک بڑی جماعت پسند نہ کرتی تھی جس میں خاص قابل ذکر ہستی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی ہے۔ آپ نے وہیں اپنی قربانیاں کیں اور لوٹ گئے جس کا پورا واقعہ ابھی اسی سورت کی تفسیر میں آ رہا ہے ان شاء اللہ۔ پس لوٹتے ہوئے راہ میں یہ مبارک سورت آپ پر نازل ہوئی جس میں اس واقعہ کا ذکر ہے اور اس صلح کو باعتبار نتیجہ فتح کہا گیا۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ وغیرہ سے مروی ہے کہ تم کو فتح، فتح مکہ کو کہتے ہو لیکن ہم صلح حدیبیہ کو فتح جانتے تھے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے بھی یہی مروی ہے۔ ② صحیح بخاری میں ہے ”حضرت براء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں تم فتح مکہ کو فتح شمار کرتے ہو اور ہم بیعت الرضوان کے واقعہ حدیبیہ کو فتح مانتے ہیں۔ ہم چودہ سو (۱۴۰۰) آدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس موقع پر تھے حدیبیہ نامی ایک کنواں تھا۔ ہم نے اس میں سے پانی اپنی ضرورت کے مطابق لینا شروع کیا۔ تھوڑی دیر میں پانی بالکل ختم ہو گیا ایک قطرہ بھی نہ بچا۔ آخر پانی کے نہ ہونے کی شکایت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کانوں تک پہنچی آپ اس کنوئیں کے پاس آئے اس کے کنارے بیٹھ گئے اور پانی کا برتن منگو کر وضو کیا جس میں کلی بھی کی پھر دعا کی اور وہ پانی اس کنوئیں میں ڈلوادیا تھوڑی دیر بعد جو ہم نے دیکھا تو وہ پانی سے لبالب بھرا ہوا تھا ہم نے بھی پیا جانوروں نے بھی پیا اپنی حاجتیں پوری کیں اور سارے برتن بھر لئے۔“ ③ مسند احمد میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ”ایک سفر میں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا تین مرتبہ میں نے آپ سے کچھ

① صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب ابن رکن النبی صلی اللہ علیہ وسلم الراية يوم الفتح، ۴۲۸۱؛ صحیح مسلم، ۷۹۴؛ احمد، ۵۴/۱؛

ابو داود، ۱۴۶۷؛ ابن حبان، ۷۴۸۔ ② الطبری، ۲۲/۲۰۱۔

③ صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب غزوة الحديبية، ۴۱۵۰۔

پوچھا۔ آپ نے کوئی جواب نہ دیا۔ اب تو مجھے سخت ندامت ہوئی اس امر پر کہ افسوس میں نے حضور ﷺ کو تکلیف دی آپ ﷺ جواب دینا نہیں چاہتے اور میں خواہ مخواہ سر ہوتا رہا۔ پھر مجھے ڈر لگنے لگا کہ میری اس بے ادبی پر میرے بارے میں کوئی وحی آسانی نہ نازل ہو چنانچہ میں نے اپنی سواری کو تیز کیا اور آگے نکل گیا۔ تھوڑی دیر گزری تھی کہ میں نے سنا کوئی منادی میرے نام کی ندا کر رہا ہے۔ میں نے جواب دیا تو اس نے کہا چلو تمہیں حضور یاد فرماتے ہیں۔ اب تو میرا سنا نکل گیا کہ ضرور کوئی وحی نازل ہوئی اور میں ہلاک ہوا۔ جلدی جلدی حاضر حضور ہوا تو آپ نے فرمایا گزشتہ شب مجھ پر ایک سورت اتری ہے جو مجھے دنیا اور دنیا کی تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہے۔ پھر آپ نے ﴿اَنَا فَتَحْنَا﴾ کی تلاوت کی۔ یہ حدیث بخاری ترمذی اور نسائی میں بھی ہے۔ ① حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حدیبیہ سے لوٹتے ہوئے ﴿لِيُغْفِرَ لَكَ اللَّهُ﴾ نازل ہوئی تو حضور ﷺ نے فرمایا مجھ پر ایک آیت اتاری گئی ہے جو مجھے روئے زمین سے زیادہ محبوب ہے پھر آپ نے یہ آیت پڑھ کر سنائی صحابہ رضی اللہ عنہم آپ ﷺ کو مبارک باد دینے لگے اور کہا حضور! یہ تو ہوئی آپ کے لئے ہمارے لئے کیا ہے؟ اس پر یہ آیت ﴿لِيَدْخُلَ الْمُؤْمِنِينَ﴾ سے ﴿عَظِيمًا﴾ تک نازل ہوئی (بخاری و مسلم)۔ ② حضرت مجمع بن حارثہ انصاری رضی اللہ عنہ جو قاری قرآن تھے فرماتے ہیں ”حدیبیہ سے ہم واپس آرہے تھے جو میں نے دیکھا کہ لوگ اونٹوں کو بھگائے لئے جارہے ہیں پوچھا کیا بات ہے؟ معلوم ہوا کہ حضور ﷺ پر کوئی وحی نازل ہوئی ہے تو ہم لوگ بھی اپنے اونٹوں کو دوڑاتے ہوئے سب کے ساتھ پہنچے۔ آپ اس وقت کراغ الغنیم میں تھے جب سب جمع ہو گئے تو آپ نے یہ سورت تلاوت کر کے سنائی تو ایک صحابی نے کہا یا رسول اللہ! کیا یہ فتح ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں قسم اس کی جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے یہ فتح ہے۔ خیر کی تقسیم صرف انہیں پر کی گئی جو حدیبیہ میں موجود تھے۔ اٹھارہ (۱۸) حصے بنائے گئے کل لشکر پندرہ سو (۱۵۰۰) کا تھا جس میں تین سو گھوڑے سوار تھے پس سوار کو دو ہرا حصہ ملا اور پیدل کرا کرا ③ (ابوداؤد وغیرہ)۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ”حدیبیہ سے آتے ہوئے ایک جگہ رات گزارنے کے لئے ہم اترے سو گئے تو ایسے سوئے کہ سورج نکلنے کے بعد جاگے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ بھی سوئے ہوئے ہیں۔ ہم نے کہا آپ کو جگانا چاہئے جو آپ خود جاگ گئے اور فرمانے لگے جو کچھ کیا کرتے تھے کرو اور اسی طرح کرے جو سو جائے یا بھول جائے اسی سفر میں حضور ﷺ کی اونٹنی کہیں گم ہو گئی ہم ڈھونڈنے کو نکلے تو دیکھا کہ ایک درخت میں کیل انک گئی ہے اور وہ رکی کھڑی ہے۔ اسے پکڑ کر حضور ﷺ کے پاس لائے آپ سوار ہوئے اور ہم نے کوچ کیا۔ ناگہاں راستے میں ہی آپ پر وحی آنے لگی۔ وحی کے وقت آپ پر بہت دشواری ہوتی تھی جب وحی ہٹ گئی تو آپ نے ہمیں بتلایا کہ آپ پر سورہ ﴿اَنَا فَتَحْنَا﴾ اتری ہے“ ④ (ابوداؤد نسائی، مسند وغیرہ)

”حضور ﷺ نوافل تہجد وغیرہ میں اس قدر وقت لگاتے کہ بیروں پر درم چڑھ جاتا تو آپ سے کہا گیا کہ کیا اللہ نے آپ کے اگلے پچھلے گناہ معاف نہیں فرمادیئے؟ آپ نے جواب دیا کیا پھر میں اللہ تعالیٰ کا شکر گزار غلام نہ بنوں؟“ ⑤ (بخاری و مسلم)۔

① احمد، ۳۱/۱؛ صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب غزوة الحديبية، ۴۱۷۷؛ ترمذی، ۳۲۶۲۔

② صحیح بخاری، حوالہ سابق، ۴۱۷۲؛ صحیح مسلم، کتاب الجہاد، باب صلح الحديبية، ۱۷۸۶؛ ترمذی، ۳۲۶۳؛

احمد، ۱۲۲/۳۔ ③ ابو داود، کتاب الجہاد، باب فيمن اسهم له سهم، ۲۷۳۶ وسند حسن؛ احمد، ۴۲۰/۳؛ حاکم ۱۳۱/۲۔

④ ابو داود، کتاب الصلاة، باب في من نام عن صلاة او نسيها، ۴۴۷ مختصرًا، احمد، ۴۶۴/۱۔ اس کی سند حسن ہے۔

⑤ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورة الفتح باب ﴿لِيُغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ﴾ ۴۸۳۶؛ صحیح مسلم، ۲۸۱۹۔

هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ السَّكِينَةَ فِي قُلُوبِ الْمُؤْمِنِينَ لِيَزْدَادُوا إِيمَانًا مَعَ إِيْمَانِهِمْ ط
 وَلِلَّهِ جُنُودُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ط وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا ۝ لِيَدْخُلَ
 الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ جَدَّتِ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا وَيُكَفِّرُ
 عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ ط وَكَانَ ذَلِكَ عِنْدَ اللَّهِ قُورًا عَظِيمًا ۝ وَيُعَذِّبُ الْمُنَافِقِينَ
 وَالْمُنَافِقَاتِ وَالْمُشْرِكِينَ وَالْمُشْرِكَاتِ الظَّالِمِينَ بِاللَّهِ ظَنَّ السَّوْءِ ط عَلَيْهِمْ
 دَائِرَةُ السَّوْءِ وَغَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ وَلَعَنَهُمْ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَهَنَّمَ ط وَسَاءَتْ
 مَصِيرًا ۝ وَلِلَّهِ جُنُودُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ط وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا ۝

ترجمہ: وہی ہے جس نے مسلمانوں کے دلوں میں سکون اور اطمینان ڈال دیا تاکہ اپنے ایمان کے ساتھ ہی ساتھ اور بھی ایمان میں بڑھ جائیں۔ آسمانوں اور زمین کے کل لشکر اللہ ہی کے ہیں اور اللہ تعالیٰ دانا با حکمت ہے۔ [۳] انجام کار یہ ہے کہ مسلمان مردوں عورتوں کو ان جنتوں میں لے جائے جن کے نیچے چشمے بہہ رہے ہیں جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے اور ان سے ان کے گناہ دور کر دے اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ بہت بڑی کامیابی حاصل کر لینا ہے۔ [۵] تاکہ منافق مردوں اور منافق عورتوں اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو عذاب کر لے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ بدگمانیاں رکھنے والے ہیں دراصل انہیں پر برائی کا پھیرا ہے اللہ ان پر ناراض ہوا اور انہیں لعنت کی اور ان کے لئے دوزخ تیار کی اور وہ بہت بری لوٹنے کی جگہ ہے۔ [۶] اور اللہ ہی کے لئے ہیں لشکر آسمانوں اور زمین کے اور اللہ غالب اور حکمت والا ہے۔ [۷]

= اور روایت میں ہے کہ یہ پوچھنے والی عائشہ رضی اللہ عنہا تھیں ① (مسلم) پس میں نے سے مراد کھلی صریح ظاہر ہے اور فتح سے مراد صلح حدیبیہ ہے جس کی وجہ سے بڑی خیر و برکت حاصل ہوئی لوگوں میں امن و امان ہوا مؤمن کافر میں بول چال شروع ہو گئی۔ علم اور ایمان کے پھیلانے کا موقع ملا۔ آپ کے اگلے پچھلے گناہوں کی معافی یہ آپ کا خاصہ ہے جس میں کوئی اور آپ کا شریک نہیں۔ ہاں بعض اعمال کے ثواب میں یہ الفاظ اوروں کے لئے بھی آئے ہیں۔ اس میں حضور اکرم ﷺ کی بہت بڑی شرافت و عظمت ہے آپ اپنے تمام کاموں میں بھلائی استقامت اور اللہ کی فرمانبرداری پر مستقیم تھے ایسے کہ اولین و آخرین میں سے کوئی بھی ایسا نہ تھا۔ آپ تمام انسانوں میں سب سے زیادہ اکمل انسان اور دنیا و آخرت میں کل اولاد آدم کے سردار اور رہبر تھے اور چونکہ حضور ﷺ سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے فرماں بردار اور سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے احکام کا لحاظ کرنے والے تھے اسی لئے جب آپ کی اونٹنی آپ کو لے کے بیٹھ گئی تو آپ نے فرمایا اسے ہاتھوں کے روکنے والے نے روک لیا ہے اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے آج یہ کفار مجھ سے جو مانگیں گے دوں گا بشرطیکہ اللہ تعالیٰ کی حرمت کی جگہ نہ ہو۔ ② پس جب آپ نے اللہ تعالیٰ کی مان لی صلح کو

① صحیح بخاری، حوالہ سابق، ۴۸۳۷؛ صحیح مسلم، کتاب صفات المنافقین، باب اکتار الاعمال والاجتهاد فی العبادۃ؛

۲۸۲۰؛ احمد، ۱۱۵/۶۔

② صحیح بخاری، کتاب الشروط، باب الشروط فی الجہاد والمصالحة مع اهل الحرب، ۲۷۳۱، ۲۷۳۲۔

قبول کر لیا تو اللہ عز و جل نے فتح کی سورت اتاری اور دنیا اور آخرت میں اپنی نعمتیں آپ پر پوری کیں اور شرع عظیم اور دین توہم کی طرف آپ کی رہبری کی اور آپ کے خشوع و خضوع کی وجہ سے اللہ نے آپ کو بلند و بالا کیا آپ کی تواضع، فروتنی، عاجزی اور انکساری کے بدلے آپ کو عز و جاہ مرتبہ و منصب عطا فرمایا آپ کے دشمنوں پر آپ کو غلبہ دیا چنانچہ خود آپ کا فرمان ہے بندہ درگزر کرنے سے عزت میں بڑھ جاتا ہے اور عاجزی اور انکساری کرنے سے بلندی اور عالی رتبہ حاصل کر لیتا ہے۔ ① حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ ”تو نے کسی کو جس نے تیرے بارے میں اللہ کی نافرمانی کی ہو ایسی سزا نہیں دی کہ تو اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرے۔“

ایمان بڑھتا اور گھٹتا ہے: [آیت: ۳۰-۳۱] لیکنہ کے معنی ہیں اطمینان رحمت اور وقار کے۔ فرمان ہے کہ حدیبیہ والے دن جن با ایمان صحابہ رضی اللہ عنہم نے اللہ اور اس کے رسول کی بات مان لی اللہ نے ان کے دلوں کو مطمئن کر دیا اور ان کے ایمان اور بڑھ گئے۔ اس سے حضرت امام بخاری رحمہ اللہ وغیرہ ائمہ کرام نے استدلال کیا ہے کہ دلوں میں ایمان بڑھتا ہے اور اسی طرح گھٹتا بھی ہے۔ پھر فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لشکروں کی کمی نہیں وہ اگر چاہتا تو خود ہی کفار کو ہلاک کر دیتا ایک فرشتے کو بھیج دیتا تو وہ ان سب کو بے نشان اور برباد کر دینے کے لئے بس تھا، لیکن اس نے اپنی حکمت بالغہ سے ایمانداروں کو جہاد کا حکم دیا جس میں اس کی حجت بھی پوری ہو جائے اور دلیل بھی سامنے آ جائے اس کا کوئی کام علم و حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔ اس میں ایک مصلحت یہ بھی ہے کہ ایمانداروں کو اپنی بہترین نعمتیں اس بہانے عطا فرمائے۔ پہلے یہ روایت گزر چکی ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے جب حضور ﷺ کو مبارک باد دی اور پوچھا کہ حضور ہمارے لئے کیا ہے؟ تو اللہ عز و جل نے یہ آیت اتاری کہ ”مؤمن مرد و عورتیں جنتوں میں جائیں گے جہاں چپے چپے پر نہریں جاری ہیں اور جہاں وہ ابد الابد تک رہیں گے“ ② اور اس لئے بھی کہ اللہ تعالیٰ ان کے گناہ اور ان کی برائیاں دور اور دفع کر دے انہیں ان کی برائیوں کی سزا نہ دے بلکہ معاف فرما دے درگزر کرے بخش دے پردہ ڈال دے رحم کرے اور ان کی قدردانی کرے دراصل یہی اصل کامیابی ہے جیسے کہ اللہ عز و جل نے فرمایا ﴿لَقَدْ زُخِرَ عَنْ النَّارِ وَأُدْخِلَ الْجَنَّةَ لَقَدْ هَانَ﴾ ③ الخ یعنی جو جہنم سے دور کر دیا گیا اور جنت میں پہنچا دیا گیا وہ مراد کو پہنچ گیا۔ پھر ایک اور وجہ اور غایت بیان کی جاتی ہے کہ اس لئے بھی کہ نفاق اور شرک کرنے والے مرد و عورت جو اللہ کے احکام میں بدظنی کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ اور اصحاب رسول کے ساتھ برے خیال رکھتے ہیں کہ یہ ہیں ہی کتنے؟ آج نہیں تو کل ان کا نام و نشان مٹا دیا جائے گا اس جنگ میں بچ گئے تو اور کسی لڑائی میں تباہ ہو جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ دراصل اس برائی کا دائرہ انہیں پر ہے ان پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہے یہ رحمت اللہ تعالیٰ سے دور ہیں ان کی جگہ جہنم ہے اور وہ بدترین ٹھکانا ہے۔ دوبارہ اپنی قوت قدرت اور اپنے بندوں کے دشمنوں سے انتقام لینے کی طاقت کو ظاہر فرماتا ہے کہ آسمانوں اور زمینوں کے لشکر سب اللہ تعالیٰ ہی کے ہیں اور اللہ عز و جل عزیز و حکیم ہے۔

① صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، باب استحباب العفو والتواضع، ۲۵۸۸، ترمذی، ۲۰۲۹، احمد، ۲۳۵/۲، ابن حبان، ۳۲۴۸۔
② اسکی تخریج سورۃ الفتح آیت نمبر ۲ کے تحت گزر چکی ہے۔

③ ۳/ ال عمران: ۱۸۵۔

إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا ۖ لِّتُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَتُعَزِّرُوهُ
وَتُوْقِرُوهُ ۖ وَتُسَبِّحُوهُ بُكْرَةً وَأَصِيلًا ۚ إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ
اللَّهَ طَيْدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ ۚ فَمَنْ تَلَكَ فَإِنَّمَا يَتَّبِعُ عَلَىٰ نَفْسِهِ ۚ وَمَنْ أَوْفَىٰ
بِمَا عٰهَدَ عَلَيْهِ اللَّهُ فَمَسِيئَتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا ۖ

ترجمہ: یقیناً ہم نے تجھے اظہار حق کرنے والا اور خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔ [۸] تاکہ اے مسلمانو! تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اس کی مدد کرو اور اس کا ادب کرو اور اللہ کی پاکی بیان کرو صبح اور شام۔ [۹] جو لوگ کہ تجھ سے بیعت کرتے ہیں وہ یقیناً اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں ان کے ہاتھوں پر اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہے۔ پھر جو شخص عہد شکنی کرے وہ اپنے نفس پر ہی عہد شکنی کرتا ہے اور جو شخص اس اقرار کو پورا کرے جو اس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کیا ہے تو اسے عنقریب اللہ تعالیٰ بہت بڑا اجر دے گا۔ [۱۰]

صح حدیبیہ کا واقعہ احادیث کی روشنی میں: [آیت: ۸-۱۰] اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو فرماتا ہے ہم نے تمہیں اپنی مخلوق پر شاہد بنا کر مومنوں کو خوشخبریاں سنانے والا بنا کر کافروں کو ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔ اس آیت کی پوری تفسیر سورہ احزاب میں گزر چکی ہے تا کہ تم لوگ اللہ پر اور اس کے نبی پر ایمان لاؤ اس کی عظمت و احترام کرو بزرگی اور پاکیزگی کو تسلیم کرو اور اس کے لئے کہ تم اللہ تعالیٰ کی صبح و شام تسبیح کرو۔ پھر اللہ اپنے نبی کی تعظیم و تکریم بیان فرماتا ہے کہ جو لوگ تجھ سے بیعت کرتے ہیں وہ دراصل خود اللہ تعالیٰ سے ہی بیعت کرتے ہیں۔ ارشاد ہے ﴿مَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ اطَاعَ اللَّهَ﴾ ① یعنی جس نے رسول ﷺ کی اطاعت کی اس نے اللہ تعالیٰ کا کہا مانا۔ اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے، یعنی وہ ان کے ساتھ ہے ان کی باتیں سنتا ہے ان کا مکان دیکھتا ہے ان کے ظاہر و باطن کو جانتا ہے پس دراصل رسول اللہ ﷺ کے واسطے سے ان سے بیعت لینے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے جیسے فرمایا ﴿إِنِّي اللَّهُ اشْتَرَيْتُ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ﴾ ② الخ یعنی اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں سے ان کی جانیں اور ان کے مال خرید لئے ہیں اور ان کے بدلے میں جنت انہیں دے دی ہے۔ اور راہ الہی میں جہاد کرتے ہیں مرتے ہیں اور مارتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا یہ سچا وعدہ تورات و انجیل میں بھی موجود ہے اور اس قرآن میں بھی سمجھ لو کہ اللہ سے زیادہ سچے وعدے والا کون ہوگا؟ پس تمہیں اس خرید و فروخت پر خوش ہو جانا چاہئے دراصل سچی کامیابی یہی ہے۔ ابن ابی حاتم میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ”جس نے راہ الہی میں تلوار تول لی اس نے اللہ سے بیعت کر لی۔“ ③ اور حدیث میں ہے حجر اسود کے بارے میں حضور ﷺ نے فرمایا ”اے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کھڑا کرے گا اس کی دو آنکھیں ہوں گی جن سے دیکھے گا اور زبان ہوگی جس سے بولے گا اور جس نے اسے حق کے ساتھ بوسہ دیا ہے اس کی گواہی دے گا اسے بوسہ دینے والا دراصل اللہ تعالیٰ سے بیعت کرنے والا ہے۔ پھر آپ نے اسی آیت کی تلاوت کی۔“ ④ پھر فرماتا ہے جو بیعت کے بعد عہد شکنی کرے اس کا وبال خود اسی پر ہوگا اللہ کا وہ کچھ نہ بگاڑے گا اور جو اپنی بیعت کو نبھا جائے وہ بڑا ثواب پائے گا۔

① ۴ / النساء: ۸۰۔ ② ۹ / التوبة: ۱۱۱۔

③ وسندہ ضعیف اس کی سند میں فضل بن یحییٰ الانباری مہجول راوی ہے۔

④ وسندہ حسن۔

یہاں جس بیعت کا ذکر ہے وہ بیعت الرضوان ہے جو ایک بھول کے درخت تلے حدیبیہ کے میدان میں ہوئی تھی اس دن بیعت کرنے والے صحابہ رضی اللہ عنہم کی تعداد تیرہ سو چودہ سو پانچ سو تھی ٹھیک یہ ہے کہ چودہ سو تھی۔ اس واقعہ کی حدیثیں ملاحظہ ہوں۔ بخاری شریف میں ہے ”ہم اس دن چودہ سو تھے۔“ ① بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ ”آپ نے اس پانی میں ہاتھ رکھا پس آپ کی انگلیوں کے درمیان سے پانی کی سوتیں ابلنے لگیں۔“ ② یہ حدیث مختصر ہے اس حدیث سے جس میں ہے کہ ”صحابہ سخت پیاسے ہوئے پانی تھا نہیں حضور ﷺ نے انہیں اپنے ترکش میں سے ایک تیر نکال کر دیا انہوں نے جا کر حدیبیہ کے کنوئیں میں اسے گاڑ دیا۔ اب تو پانی جوش کے ساتھ ابلنے لگا یہاں تک کہ سب کو کافی ہو گیا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ اس روز تم کتنے تھے؟ فرمایا چودہ سو لیکن اگر ایک لاکھ بھی ہوتے تو پانی اس قدر تھا کہ سب کو کافی ہو جاتا۔“ ③ بخاری کی اور روایت میں ہے کہ پندرہ سو تھے ④ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ایک روایت میں پندرہ سو بھی مروی ہے امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں فی الواقعہ تھے تو پندرہ سو اور یہی حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا پہلا قول تھا پھر آپ کو کچھ وہم سا ہو گیا اور چودہ سو فرمانے لگے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ سوا پندرہ سو تھے لیکن آپ سے مشہور روایت چودہ سو کی ہے اکثر راویوں اور اکثر سیرت نویس بزرگوں کا یہی قول ہے کہ چودہ سو تھے۔ ایک روایت میں ہے اصحاب شجرہ چودہ سو تھے اور اس دن آٹھواں حصہ مہاجرین کا مسلمان ہوا۔ ⑤ سیرت محمد بن اہلق میں ہے کہ حدیبیہ والے سال رسول مقبول ﷺ اپنے سات سو صحابہ کو لے کر زیارت بیت اللہ کے ارادے سے مدینہ منورہ سے چلے۔ قربانی کے ستر (۷۰) اونٹ بھی آپ کے ہمراہ تھے ہر دس اشخاص کی طرف سے ایک اونٹ۔ ہاں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ کے ساتھی اس دن چودہ سو تھے۔ ابن اہلق اسی طرح کہتے ہیں اور یہ ان کے اوہام میں شمار ہے۔ بخاری و مسلم میں جو محفوظ ہے وہ یہ کہ ایک ہزار کئی سو تھے جیسے ابھی آرہا ہے ان شاء اللہ تعالیٰ۔

اس بیعت کا سبب سیرت محمد بن اہلق میں ہے کہ ”پھر رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بلوایا کہ آپ کو مکہ بھیج کر قریش کے سرداروں سے کہلوائیں کہ حضور ﷺ کی بھڑائی کے ارادے سے نہیں آئے بلکہ آپ بیت اللہ کے عمرے کے لئے آئے ہیں، لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا یا رسول اللہ میرے خیال سے تو اس کام کے لئے آپ (حضرت) عثمان کو بھیجیں کیونکہ مکہ میں میرے خاندان میں سے کوئی نہیں یعنی بنو عدی بن کعب کا قبیلہ نہیں جو میری حمایت کرے آپ جانتے ہیں کہ قریش سے میں نے کتنی کچھ اور کیا کچھ دشمنی کی ہے اور مجھ سے وہ کس قدر خاک کھائے ہوئے ہیں تو مجھے تو وہ زندہ بھی نہیں چھوڑیں گے چنانچہ حضور ﷺ نے اس رائے کو پسند فرما کر جناب عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کو ابوسفیان اور سرداران قریش کے پاس بھیجا۔ آپ جا ہی رہے تھے کہ راستے میں یا مکہ میں داخل ہوتے ہی ابان بن سعید بن عاص مل گئے اور اس نے آپ کو اپنے آگے اپنی سواری پر بٹھالیا اور اپنی امان میں انہیں اپنے ساتھ مکہ میں لے گئے۔ آپ قریش کے بڑوں کے پاس گئے اور حضور ﷺ کا پیغام پہنچایا۔ انہوں نے کہا کہ آپ اگر بیت اللہ کا طواف کرنا چاہیں تو کر لیجئے۔ آپ نے جواب دیا کہ یہ ناممکن ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے پہلے میں طواف کر لوں۔ اب ان لوگوں

① صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورة الفتح باب (اذا يابعونك تحت الشجرة) ٤٨٤٠؛ صحیح مسلم، ١٨٥٦؛ احمد، ٣/٣٩٦۔

② صحیح بخاری، کتاب الأشربة، باب شرب البركة والماء المبارك، ٥٦٣٩؛ صحیح مسلم، ١٨٥٦۔

③ صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب غزوة الحديبية، ٤١٥٢۔

④ صحیح بخاری حوالہ سابق، ٤١٥٣؛ صحیح مسلم، کتاب الامارة، باب استحباب مبايعة الامام الجيش عند ارادة القتال، ١٨٥٦۔

⑤ صحیح بخاری، حوالہ سابق، ٤١٥٥؛ صحیح مسلم، ١٨٥٧؛ دلائل النبوة، ٩٨/٤۔

نے جناب ذوالنورین کو روک لیا۔ ادھر لشکر اسلام میں یہ خبر مشہور ہو گئی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کر ڈالا گیا۔ اس وحشت اثر خبر نے مسلمانوں کو اور خود اللہ کے رسول ﷺ کو بڑا صدمہ پہنچایا اور آپ نے فرمایا کہ اب تو ہم بغیر فیصلہ کئے یہاں سے نہیں ہٹنے کے ① چنانچہ آپ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو بلوایا اور ان سے بیعت لی ایک درخت تلے یہ بیعت الرضوان ہوئی۔ لوگ کہتے ہیں یہ بیعت موت پر لی تھی یعنی لڑتے لڑتے مرجائیں گے، لیکن حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ موت پر بیعت نہیں لی تھی بلکہ اس اقرار پر کہ ہم لڑائی سے بھاگیں گے نہیں۔ جتنے مسلمان صحابہ اس میدان میں تھے سب نے آپ سے بے رضامندی بیعت کی بجز جد بن قیس کے جو قبیلہ بنو سلمہ کا ایک شخص تھا یہ اپنی اونٹنی کی آڑ میں چھپ گیا۔ پھر حضور ﷺ کو اور صحابہ کو معلوم ہو گیا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کی افواہ غلط تھی۔ ② اس کے بعد قریش نے سمیل بن عمرو حبشہ بن عبد العزی اور کرز بن حفص کو آپ کے پاس بھیجا یہ لوگ ابھی نہیں تھے جو بعض مسلمانوں اور بعض مشرکوں میں کچھ تیز کلامی شروع ہو گئی نوبت یہاں تک پہنچی کہ سنگ باری اور تیر باری بھی ہوئی اور دونوں طرف کے لوگ کھینچ گئے ادھر ان لوگوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ وغیرہ کو روک لیا ادھر یہ لوگ رک گئے اور رسول اللہ ﷺ کے منادی نے ندا کر دی کہ روح القدس اللہ کے رسول کے پاس آئے اور بیعت کا حکم دے گئے آؤ اللہ کا نام لے کر بیعت کر جاؤ۔ اب کیا تھا مسلمان بیتا بانہ دوڑے ہوئے حاضر حضور ہوئے آپ اس وقت درخت تلے تھے سب نے بیعت کی اس بات پر کہ وہ ہرگز ہرگز کسی صورت میں میدان سے منہ موڑنے کا نام نہ لیں گے۔ اس سے مشرکین کا نپ اٹھے اور جتنے مسلمان ان کے پاس تھے سب کو چھوڑ دیا اور صلح کی درخواست کرنے لگے۔“

یہی سچ ہے کہ ”بیعت کے وقت اللہ کے رسول نے فرمایا اے اللہ! عثمان تیرے رسول کے کام کو گئے ہوئے ہیں۔ پس آپ نے خود اپنا ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ پر رکھا گویا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے بیعت کی۔ پس حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے لئے رسول اللہ ﷺ کا ہاتھ ان کے اپنے ہاتھ سے بہت افضل تھا۔ اس بیعت میں سب سے پہلے کرنے والے حضرت ابوننان اسدی رضی اللہ عنہ تھے انہوں نے سب سے آگے بڑھ کر فرمایا حضور! ہاتھ پھیلائیے تاکہ میں بیعت کر لوں۔ آپ نے فرمایا کس بات پر بیعت کرتے ہو؟ جواب دیا جو آپ کے دل میں ہو اس پر۔ ③ آپ کے والد کا نام وہب تھا۔“ صحیح بخاری میں حضرت نافع سے مروی ہے کہ ”لوگ کہتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لڑکے عبد اللہ نے اپنے والد سے پہلے اسلام قبول کیا۔ دراصل واقعہ یوں نہیں بات یہ ہے کہ حدیبیہ والے سال حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے صاحبزادے حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ کو ایک انصاری کے پاس بھیجا کہ جا کر اپنا گھوڑا لے آؤ اس وقت رسول اللہ ﷺ لوگوں سے بیعت لے رہے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس کا علم نہ تھا یہ اپنے طور پر پوشیدگی سے لڑائی کی تیاریاں کر رہے تھے۔ حضرت عبد اللہ نے دیکھا کہ حضور ﷺ کے ہاتھ پر بیعت ہو رہی ہے تو یہ تو بیعت سے مشرف ہوئے، پھر گھوڑا لینے گئے اور گھوڑا لاکر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا کہ حضور ﷺ بیعت لے رہے ہیں، اب جناب فاروق رضی اللہ عنہ آئے اور حضور ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اس بنا پر لوگ کہتے ہیں کہ بیٹے کا اسلام باپ سے پہلے کا ہے۔“ ④ بخاری کی دوسری روایت میں ہے کہ لوگ الگ الگ درختوں تلے آرام کر رہے تھے ”جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ ہر ایک کی نگاہیں حضور ﷺ پر ہیں اور لوگ آپ کو گھیرے ہوئے ہیں حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا جاؤ ذرا دیکھو تو کیا ہو رہا ہے؟ یہ آئے دیکھا کہ بیعت ہو رہی ہے تو

① سیرۃ ابن ہشام، ۳/ ۲۴۱۔ یہ روایت سند متصل نہ ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔ ② ایضاً، ۳/ ۲۴۲۔ ③ دلائل النبوة للبیہقی،

۱۳۷/۴ وسندہ مرسل ای ضعیف ④ صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب غزوة الحديبية، ۴۱۸۶۔

بیعت کر لی پھر جا کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خبر کی۔ چنانچہ آپ بھی فوراً آئے اور بیعت سے مشرف ہوئے۔ ① حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب ہم نے بیعت کی اس وقت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ آپ کا ہاتھ تھامے ہوئے تھے اور آپ ایک ببول کے درخت تلے تھے۔ ② انخ حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کا بیان ہے ”کہ اس موقع پر درخت کی ایک جھکی ہوئی شاخ کو آپ کے سر سے اوپر کو اٹھا کر میں تھامے ہوئے تھا ہم نے آپ سے موت پر بیعت نہیں کی بلکہ نہ بھاگنے پر۔“ ③ حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ”ہم نے مرنے پر بیعت کی تھی۔ ④ آپ فرماتے ہیں ایک مرتبہ بیعت کر کے میں ہٹ کر ایک طرف کو کھڑا ہو گیا تو آپ نے مجھ سے فرمایا سلمہ تم بیعت نہیں کرتے؟ میں نے کہا حضور میں نے تو بیعت کر لی۔ آپ نے فرمایا خیر آؤ بیعت کرو۔ چنانچہ میں نے قریب جا کر پھر بیعت کی۔“ ⑤ حدیبیہ کا وہ کنواں جس کا ذکر اوپر گزرا صرف اتنے پانی کا تھا کہ پچاس بکریاں بھی آسودہ نہ ہو سکیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ ”دوبارہ بیعت کر لینے کے بعد آپ نے جو دیکھا تو معلوم ہوا کہ میں بے سپر ہوں تو آپ نے مجھے ایک ڈھال عنایت فرمائی پھر لوگوں سے بیعت لینے شروع کر دی پھر آخری مرتبہ میری طرف دیکھ کر فرمایا سلمہ تم بیعت نہیں کرتے؟ میں نے کہا یا رسول اللہ پہلی مرتبہ جن لوگوں نے بیعت کی میں نے ان کے ساتھ ہی بیعت کی تھی پھر بیچ میں دوبارہ بیعت کر چکا ہوں۔ آپ نے فرمایا اچھا پھر سہی۔ چنانچہ اس آخری جماعت کے ساتھ بھی میں نے بیعت کی۔ آپ نے پھر میری طرف دیکھ کر فرمایا سلمہ تمہیں ہم نے جو ڈھال دی تھی وہ کیا ہوئی؟ میں نے کہا یا رسول اللہ! حضرت عامر سے میری ملاقات ہوئی تو میں نے دیکھا کہ اس کے پاس دشمن کا واروکنے کو کوئی چیز نہیں میں نے وہ ڈھال انہیں دے دی تو آپ ہنسے اور فرمایا تم بھی اس شخص کی طرح ہو جس نے اللہ سے دعا کی کہ اے اللہ! میرے پاس کسی ایسے کو بھیج دے جو مجھے میری جان سے بھی زیادہ عزیز ہو۔ پھر اہل مکہ نے صلح کی تحریک کی آمدورفت ہوئی اور صلح ہو گئی۔ میں حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کا خادم تھا ان کے گھوڑے کی اور ان کی خدمت کیا کرتا تھا۔ وہ مجھے کھانے کو دے دیتے تھے میں تو اپنا گھربار بال بچے مال و دولت سب راہ الہی میں چھوڑ کر ہجرت کر کے چلا آیا تھا۔

جب صلح ہو چکی ادھر کے لوگ ادھر ادھر کے گئے تو میں ایک درخت تلے جا کر کانٹے وغیرہ ہٹا کر اس کی جڑ سے لگ کر سو گیا! اچانک مشرکین مکہ میں سے چار شخص وہیں آئے اور حضور ﷺ کی شان میں کچھ گستاخانہ کلمات سے آپس میں باتیں کرنے لگے مجھے برا معلوم ہوا میں وہاں سے اٹھ کر دوسرے درخت تلے چلا گیا! ان لوگوں نے اپنے ہتھیار اتارے درخت پر لٹکا کر وہاں لیٹ گئے، تھوڑی دیر گزری ہوگی جو میں نے سنا کہ واوی کے نیچے کے حصے سے کوئی منادی ندا کر رہا ہے کہ اے مہاجر بھائیو! (حضرت) ذہیم قتل کر دیئے گئے! میں نے جھٹ سے تلوار تانی اور اسی درخت تلے گیا جہاں وہ چاروں سوئے ہوئے تھے جاتے ہی پہلے تو ان کے ہتھیار قبضے میں کئے اور اپنے ایک ہاتھ میں انہیں دبا کر دوسرے ہاتھ سے تلوار تول کر ان سے کہا سنو اس رب کی قسم جس نے حضرت محمد ﷺ کو عزت دی ہے تم میں سے جس نے بھی سراٹھایا میں اس کا سر قلم کر دوں گا۔ جب وہ اسے مان چکے میں نے کہا اٹھو اور میرے آگے آگے چلو چنانچہ ان چاروں کو لے کر میں رسول اللہ ﷺ کے خدمت میں حاضر ہوا، ادھر میرے چچا (حضرت) عامر رضی اللہ عنہ بھی مرکز نامی عیلات کے ایک مشرک کو گرفتار کر کے لائے اور بھی اسی طرح کے ستر مشرکین حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر کئے گئے

① صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب غزوة الحديبية، ۴۱۸۷۔

② صحیح مسلم، کتاب الامارة، باب استحباب مبايعة الامام الجيـش..... ۱۸۵۶۔ ③ صحیح مسلم حوالہ سابق: ۱۸۵۸۔

④ صحیح بخاری، کتاب الجہاد، باب البيعة في الحرب على ان لا يفروا، ۲۹۶۰، صحیح مسلم، ۱۸۶۰۔

⑤ صحیح بخاری، کتاب الاحکام، باب من بايع مرتين، ۷۲۰۸۔

تھے۔ آپ نے ان کی طرف دیکھا اور فرمایا انہیں چھوڑ دو برائی کی ابتدا ابھی انہیں کے سر رہے اور پھر اس کی تکرار کے ذمہ دار بھی یہی رہیں چنانچہ سب کو رہا کر دیا گیا۔ اسی کا بیان آیت ﴿وَهُوَ الَّذِي كَفَّ أَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ﴾ ① الخ میں ہے۔ ②

حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ کے والد بھی اس موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ آپ کا بیان ہے ”کہ اگلے سال جب ہم حج کو گئے تو اس درخت کی جگہ ہم پر پوشیدہ رہی ہم نہ معلوم کر سکے کہ جس جگہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر ہم نے بیعت کی تھی اب اگر تم پر یہ پوشیدگی کھل گئی ہو تو تم جانو۔“ ③ ایک روایت میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ”اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آج زمین پر جتنے ہیں ان سب میں افضل تم لوگ ہو۔ آپ فرماتے ہیں اگر میری آنکھیں ہوتیں تو میں تمہیں اس درخت کی جگہ دکھا دیتا۔“ ④ حضرت سفیان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس جگہ کی تعیین میں بڑا اختلاف ہے۔ ”حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ جن لوگوں نے اس بیعت میں شرکت کی ہے ان میں سے کوئی بھی جہنم میں نہیں جائے گا۔“ ⑤ اور روایت میں ہے کہ ”حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جن لوگوں نے اس درخت تلے میرے ہاتھ پر بیعت کی ہے سب جنت میں رہ جائیں گے“ مگر سرخ اونٹ والا ہم جلدی سے دوڑے دیکھا تو ایک شخص اپنے کھوئے ہوئے اونٹ کی تلاش میں تھا ہم نے کہا چل بیعت کر۔ اس نے جواب دیا کہ بیعت سے زیادہ نفع تو اس میں ہے کہ میں اپنا گم شدہ اونٹ پالوں۔“ ⑥ مسند احمد میں ہے ”آپ نے فرمایا کون ہے جو عیشیہ المرار پر چڑھ جائے اس سے وہ دور ہو جائے گا جو بنی اسرائیل سے دور ہوا۔ پس سب سے پہلے قبیلہ بنی خزرج کے ایک صحابی اس پر چڑھ گئے۔ پھر تو اور لوگ بھی پہنچ گئے پھر آپ نے فرمایا تم سب بخشے جاؤ گے مگر سرخ اونٹ والا۔ ہم اس کے پاس آئے اور اس سے کہا تیرے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے استغفار طلب کریں تو اس نے جواب دیا کہ اللہ کی قسم مجھے میرا اونٹ مل جائے تو میں زیادہ خوش ہوں گا۔ بہ نسبت اس کے کہ تمہارے صاحب میرے لئے استغفار کریں یہ شخص اپنا گم شدہ اونٹ ڈھونڈ رہا تھا۔“ ⑦ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی یہ سنا کہ اس بیعت والے دوزخ میں داخل نہیں ہوں گے تو کہاں ہوں گے۔ آپ نے انہیں روک دیا تو مائی صاحبہ نے آیت ﴿وَإِنْ مِنْكُمْ إِلَّا وَارِدُهَا﴾ ⑧ پڑھی یعنی تم میں سے ہر شخص کو اس پر وارد ہونا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کے بعد ہی فرمان باری ہے ﴿ثُمَّ نُنَجِّي الْكَافِرِينَ﴾ ⑨ الخ یعنی پھر ہم تقویٰ والوں کو نجات دیں گے اور کافروں کو گھٹنوں کے بل اس میں گرا دیں گے“ (مسلم)۔ ⑩ حضرت حاطب بن ابولتعه رضی اللہ عنہ کے غلام حضرت حاطب کی شکایت لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہنے لگے یا رسول اللہ! حاطب ضرور جہنم میں جائیں گے۔ آپ نے فرمایا ”تو جھوٹا ہے وہ جہنمی نہیں وہ بدر میں اور حدیبیہ میں موجود رہا ہے۔“ ⑪ ان بزرگوں کی ثابیان ہو رہی ہے کہ یہ اللہ سے بیعت کر رہے ہیں ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے اس بیعت کو توڑنے والا =

① ۴۸/ الفتح: ۲۴۔ ② صحیح مسلم، کتاب الجہاد، باب غزوة ذی قرد وغیرہا، ۱۸۰۷۔

③ صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب غزوة الحديبية، ۱۴۱۶۴؛ صحیح مسلم، ۱۸۵۹۔

④ صحیح بخاری، حوالہ سابق، ۱۴۱۵۴؛ صحیح مسلم، ۱۸۵۶؛ دلائل النبوة، ۴/ ۱۹۷۔

⑤ احمد، ۳/ ۱۳۵۰؛ ابو داود، کتاب السنة باب فی الخلفاء؛ ۴۶۵۳ وسندہ صحیح؛ ترمذی، ۳۸۶۰۔

⑥ ابن ابی حاتم وسندہ ضعیف وفيہ علل منها ضعف خدش۔

⑦ صحیح مسلم، کتاب صفات المنافقين، باب صفات المنافقين واحكامهم، ۲۷۸۰۔ ⑧ ۱۹/ مریم: ۷۱۔

⑨ ۱۹/ مریم: ۷۲۔ ⑩ صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل اصحاب الشجرة، ۲۴۹۶۔

⑪ صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل حاطب بن ابی بلتعة واهل بدر رضی اللہ عنہم، ۲۴۹۵۔

سَيَقُولُ لَكَ الْمُخَلَّفُونَ مِنَ الْأَعْرَابِ شَغَلَتْنَا أَمْوَالُنَا وَأَهْلُونَا فَاسْتَغْفِرْ
لَنَا يَقُولُونَ بِالسَّيْتِهِمْ مَا لَيْسَ فِي قُلُوبِهِمْ ۖ قُلْ فَمَنْ يَمْلِكُ لَكُمْ مِنَ اللَّهِ
شَيْئًا إِنْ أَرَادَ بِكُمْ ضَرًّا أَوْ أَرَادَ بِكُمْ نَفْعًا ۖ بَلْ كَانَ اللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا ۝
بَلْ ظَنَنْتُمْ أَنْ لَنْ يَنْقَلِبَ الرَّسُولُ وَالْمُؤْمِنُونَ إِلَىٰ أَهْلِيهِمْ أَبَدًا ۖ وَزَيَّنَ
ذَلِكَ فِي قُلُوبِكُمْ ۖ وَظَنَنْتُمْ ظَنًّا سَوْءًا ۖ وَكُنْتُمْ قَوْمًا بُورًا ۝ وَمَنْ لَّمْ يُؤْمِنْ
بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ۖ فَإِنَّا أَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ سَعِيرًا ۝ وَلِلَّهِ مُلْكُ السَّمَوَاتِ
وَالْأَرْضِ ۖ يُغْفِرُ لِمَنْ يَشَاءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَشَاءُ ۖ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا ۝

ترجمہ: جو بدوی لوگ پیچھے چھوڑ دیئے گئے تھے وہ اب تجھ سے کہیں گے کہ ہم اپنے مالوں اور بال بچوں میں لگے رہ گئے پس آپ ہمارے لئے مغفرت طلب کیجئے۔ یہ لوگ اپنی زبانوں سے وہ کہتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں ہے۔ تو جواب دے کہ تمہارے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی چیز کا بھی اختیار کون رکھتا ہے؟ اگر وہ تمہیں نقصان پہنچانا چاہے تو یا تمہیں کوئی نفع دینا چاہے تو، بلکہ تم جو کچھ کر رہے ہو اس سے اللہ تعالیٰ خوب باخبر ہے۔ [۱۱] انہیں بلکہ تم نے تو یہ گمان کر رکھا تھا کہ پیغمبر اور مسلمانوں کا اپنے گھروں کی طرف لوٹ آنا قطعاً ناممکن ہے اور یہی خیال تمہارے دلوں میں رچ گیا تھا اور تم نے برا گمان کر رکھا تھا۔ دراصل تم لوگ ہوبھمی ہلاکت والے۔ [۱۲] جو شخص اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان نہ لائے تو ہم نے بھی ایسے کافروں کے لئے دہکتی آگ تیار کر رکھی ہے۔ [۱۳] زمین و آسمان کی بادشاہت اللہ ہی کے لئے ہے۔ جسے چاہے بخشے اور جسے چاہے عذاب کرے۔ اللہ بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔ [۱۴]

= اپنا ہی نقصان کرنے والا ہے اور اسے پورا کرنے والا بڑے اجر کا مستحق ہے جیسے فرمایا ﴿لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ﴾ ① اُن یعنی اللہ تعالیٰ ایمان والوں سے راضی ہو گیا جبکہ انہوں نے درخت تلے تجھ سے بیعت کی ان کے دلی ارادوں کو اس نے جان لیا پھر ان پر دل جمعی نازل فرمائی اور قریب کی فتح سے انہیں سرفراز فرمایا۔

منافقوں کے حیلے بہانے: [آیت: ۱۱-۱۲] جو اعراب لوگ جہاد سے جی چڑا کر رسول اللہ ﷺ کا ساتھ چھوڑ کر موت کے ڈر کے مارے گھر سے نہ نکلے تھے اور جانتے تھے کہ کفر کی زبردست طاقت ہمیں چکنا چور کر دے گی اور جو اتنی بڑی جماعت سے مکر لینے گئے ہیں یہ تباہ ہو جائیں گے بال بچوں سے ترس جائیں گے وہیں کاٹ ڈالے جائیں گے جب انہوں نے دیکھا کہ اللہ کے رسول ﷺ اپنی پاکباز مجاہدین کی جماعت کے ہنسی خوشی واپس آ رہے ہیں تو اپنے دل میں مسودے گاٹھنے لگے کہ اپنی مشینت بنی رہے۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو پہلے ہی سے خبردار کر دیا کہ یہ بد باطن لوگ آ کر اپنے ضمیر کے خلاف اپنی زبان کو حرکت دیں گے اور عذر پیش کریں گے کہ حضور بال بچوں اور کام کاج سے نکال نہ ہوا۔ ورنہ ہم تو ہر طرح تابع فرمان ہیں ہماری جان تک حاضر ہے۔ اپنی مزید ایمان داری =

سَيَقُولُ الْخَلْفُونَ إِذَا انْطَلَقْتُمْ إِلَى مَغَائِمٍ لِتَأْخُذُوا ذُرُوعًا نَنْتَعِمُ
يُرِيدُونَ أَنْ يُبَدِّلُوا كَلِمَ اللَّهِ قُلْ لَنْ تَتَّبِعُونَا كَذَلِكُمْ قَالَ اللَّهُ مِنْ قَبْلُ
فَسَيَقُولُونَ بَلْ نَحْنُ مُحْسِدُونَ بَلْ لَكُنَّا أَلا يَفْقَهُونَ إِلَّا قَلِيلًا ۝

ترجمہ: جب تم غنیمتیں لینے جانے لگو گے تو جھٹ سے یہ بچے چھوڑے ہوئے لوگ کہیں گے کہ ہمیں بھی اپنے ساتھ چلنے کی اجازت دیجئے، چاہتے ہیں کہ اللہ کے کلام کو بدل دیں، تو کہہ دے کہ اللہ تعالیٰ پہلے ہی فرما چکا ہے کہ تم ہرگز ہماری پیروی نہ کرو گے وہ اس کا جواب دیں گے نہیں نہیں بلکہ تم ہم سے حسد کرتے ہو، اصل بات یہ ہے کہ ان میں سمجھ بہت ہی کم ہے۔ [۱۵]

= کے اظہار کیلئے یہ بھی کہہ دیں گے کہ حضرت آپ ہمارے لئے استغفار کیجئے۔ تو آپ انہیں جواب دے دینا کہ تمہارا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے وہ دلوں کے عہد سے واقف ہے اگر وہ تمہیں نقصان پہنچائے تو کون ہے جو اسے دفع کر سکے؟ اور اگر وہ تمہیں نفع دینا چاہے تو کون ہے جو اسے روک سکے؟ نقص اور بناوٹ سے تمہاری ایمان داری اور نفاق سے وہ بخوبی آگاہ ہے ایک ایک عمل سے باخبر ہے اس پر کوئی چیز مخفی نہیں دراصل تمہارا پیچھے رہ جانا کسی عذر کے باعث نہ تھا بلکہ بطور نافرمانی کے ہی تھا۔ صاف طور پر تمہارا نفاق اس کا باعث تھا تمہارے دل ایمان سے خالی ہیں اللہ تعالیٰ پر بھروسہ نہیں، رسول کی اطاعت میں بھلائی کا یقین نہیں اس وجہ سے تمہاری جانیں تم پر گراں ہیں تم اپنی نسبت تو کیا بلکہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ رسول کی نسبت بھی یہی خیال کرتے تھے کہ یہ قتل کر دیئے جائیں گے ان کی بھوسی اڑ جائے گی ان میں سے ایک بھی نہ بچ سکے گا جو ان کی خبر تو لا کر دے ان بد خیالیوں نے تمہیں نامرد بنا رکھا تھا، تم دراصل برباد وشدنی لوگ ہو۔ کہا گیا ہے کہ بورا لغت عمان ہے۔ جو شخص اپنا عمل خالص نہ کرے اپنا عقیدہ مضبوط نہ بنا لے اسے اللہ تعالیٰ دوزخ کی آگ میں عذاب کرے گا، گودنیا میں وہ بہ خلاف اپنے باطن کے ظاہر کرتے رہے۔

پھر اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے ملک، اپنی شہنشاہی اور اپنے اختیارات کا بیان فرماتا ہے کہ مالک و متصرف وہی ہے بخشش اور عذاب پر قادر وہ ہے، لیکن ہے غفور اور رحیم جو بھی اس کی طرف جھکے وہ اس کی طرف مائل ہو جاتا ہے اور جو اس کا دروازہ کھٹکھٹائے وہ اس کے لئے اپنا دروازہ کھول دیتا ہے خواہ کتنے ہی گناہ کئے ہوں، جب توبہ کرے اللہ قبول فرما لیتا ہے اور گناہ بخش دیتا ہے بلکہ رحم اور مہربانی سے پیش آتا ہے۔

خبر کی غنیمت اہل حدیبیہ کے لئے: [آیت: ۱۵] ارشاد الہی ہے کہ جن بدوی لوگوں نے حدیبیہ میں اللہ کے رسول کا اور صحابہ کا ساتھ نہ دیا وہ جب حضور کو اور ان صحابہ کو خبر کی فتح کے موقع پر مال غنیمت سمیٹنے کے لئے جاتے ہوئے دیکھیں گے تو آرزو کریں گے کہ ہمیں بھی اپنے ساتھ لے لو۔ مصیبت کو دیکھ کر تو پیچھے ہٹ گئے راحت کو دیکھ کر شام ہونا چاہتے ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ انہیں ہرگز ساتھ نہ لینا، جب یہ جنگ سے جی چرائیں تو پھر غنیمت میں حصہ کیوں لیں؟ اللہ تعالیٰ نے خبر کی غنیمتوں کا وعدہ اہل حدیبیہ سے کیا ہے نہ کہ ان سے جو کھن وقت کھچ جائیں اور آرام کے وقت مل جائیں۔ ان کی چاہت ہے کہ کلام الہی کو بدل دیں، یعنی اللہ تعالیٰ نے تو صرف حدیبیہ کی حاضری والوں سے وعدہ کیا تو یہ چاہتے ہیں کہ باوجود اپنی غیر حاضری کے اللہ تعالیٰ کے اس وعدے میں مل جائیں تاکہ وہ بھی بدلا ہوا ثابت ہو جائے۔ ابن زید کہتے ہیں مراد اس سے یہ حکم الہی ہے ﴿فَإِنْ رَجَعَكَ اللَّهُ إِلَىٰ﴾

قُلْ لِلْمُخَلَّفِينَ مِنَ الْأَعْرَابِ سُدُّعُونَ إِلَى قَوْمِ أُولَىٰ بِأَيْسَ شَدِيدٍ
تُقَاتِلُونَهُمْ أَوْ يُسْلِمُونَ ۚ فَإِنْ تُطِيعُوا يُؤْتِكُمُ اللَّهُ أَجْرًا حَسَنًا ۖ وَإِنْ تَتَوَلَّوْا كَمَا
تَوَلَّيْتُمْ مِّنْ قَبْلُ يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ۝ لَيْسَ عَلَى الْأَعْمَىٰ حَرَجٌ وَلَا عَلَى
الْأَعْرَجِ حَرَجٌ وَلَا عَلَى الْمَرِيضِ حَرَجٌ ۖ وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ يَدْخُلْهُ
جَنَّتِ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ۚ وَمَنْ يَتَوَلَّ يُعَذِّبْهُ عَذَابًا أَلِيمًا ۝

ترجمہ: اگر تم پیچھے رہے ہوئے بدیوں سے کہہ دو کہ عنقریب تم ایک سخت جنگجو قوم کی طرف بلائے جاؤ گے کہ تم ان سے لڑو یا وہ مسلمان ہو جائیں، پس اگر تم اطاعت کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہیں بہت بہتر بدلہ دے گا۔ اور اگر تم نے منہ پھیر لیا جیسا کہ اس سے پہلے تم منہ پھیر چکے ہو تو وہ تمہیں دردناک عذاب دے گا۔ [۱۶] اندھے پر کوئی حرج نہیں اور نہ لنگڑے پر کوئی حرج ہے اور نہ بیمار پر کوئی حرج ہے۔ جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرے اسے اللہ ایسی جنتوں میں داخل کرے گا جس کے درختوں تلے چشمے جاری ہیں اور جو منہ پھیر لے اسے دردناک سزا کرے گا۔ [۱۷]

== طَائِفَةٌ مِّنْهُمْ ۝ ۱ یعنی اے نبی اگر تمہیں اللہ تعالیٰ ان میں سے کسی گروہ کی طرف واپس لے جائے اور وہ تم سے جہاد کے لئے نکلنے کی اجازت مانگیں تو تم ان سے کہہ دینا کہ تم میرے ساتھ ہرگز نہ نکلو اور میرے ساتھ ہو کر کسی دشمن سے نہ لڑو تم وہی ہو کہ پہلی مرتبہ ہم سے پیچھے رہ جانے میں ہی خوش رہے پس اب ہمیشہ بیٹھے رہنے والوں کے ساتھ ہی بیٹھے رہو۔ لیکن اس قول میں نظر ہے اس لئے کہ یہ آیت سورۃ براءت کی ہے جو غزوہ تبوک کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور غزوہ تبوک حدیبیہ کے بہت بعد کا ہے۔ ابن جریج رحمہ اللہ کا قول ہے کہ مراد اس سے ان منافقوں کا مسلمانوں کو بھی اپنے ساتھ ملا کر جہاد سے باز رکھنا ہے۔ فرماتا ہے انہیں ان کی اس آرزو کا جواب دو کہ تم ہمارے ساتھ چلنا چاہو اس سے پہلے اللہ تعالیٰ یہ وعدہ اہل حدیبیہ سے کر چکا ہے اس لئے تم ہمارے ساتھ نہیں چل سکتے۔ اب وہ طعنہ دیں گے کہ اچھا ہمیں معلوم ہو گیا تم ہم سے جلتے ہو نہیں چاہتے کہ غنیمت کا حصہ تمہارے سوا کسی اور کو ملے۔ اللہ فرماتا ہے دراصل یہ ان کی نا سمجھی ہے اور اسی ایک پر کیا موقوف ہے یہ لوگ سراسر بے سمجھ ہیں۔

سخت جنگجو قوم کون سی ہے؟ [آیت ۱۶: ۱۷] وہ سخت لڑاکا قوم جن سے لڑنے کی طرف یہ بلائے جائیں گے کوئی قوم ہے؟ اس میں کئی اقوال ہیں ایک تو یہ کہ اس سے مراد قبیلہ ہوازن ہے ۲ دوسرے یہ کہ اس سے مراد قبیلہ ثقیف ہے تیسرے یہ کہ اس سے مراد قبیلہ بنو حنیفہ ہے ۳ چوتھے یہ کہ اس سے مراد اہل فارس ہیں ۴ پانچویں یہ کہ اس سے مراد رومی ہیں چھٹے یہ کہ اس سے مراد بت پرست ہیں۔ بعض فرماتے ہیں اس سے مراد کوئی خاص قبیلہ یا گروہ نہیں بلکہ مطلق جنگجو قوم مراد ہے جو ابھی تک مقابلہ میں نہیں آئی۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ”اس سے مراد کر دلوگ ہیں۔“ ایک مرفوع حدیث میں ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں ”قیامت قائم نہ ہوگی جب تک کہ تم ایک ایسی قوم سے نہ لڑو جن کی آنکھیں چھوٹی چھوٹی ہوں گی اور ناک بیٹھی ہوئی ہوگی ان کے منہ مثل تہ بہ تہ =

لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي
قُلُوبِهِمْ فَأَنْزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ وَأَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيبًا ۝ وَمَغَانِمَ كَثِيرَةً

يَأْخُذُونَهَا ۚ وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا ۝

ترجمہ: یقیناً اللہ تعالیٰ مومنوں سے خوش ہو گیا جب کہ وہ درخت تلے تجھ سے بیعت کر رہے تھے۔ ان کے دلوں میں جو تھا اسے اس نے معلوم کر لیا اور ان پر اطمینان نازل فرمایا اور انہیں قریب کی فتح عنایت فرمائی۔ [۱۸] اور بہت سی غنیمتیں جنہیں وہ حاصل کریں گے اللہ غالب ہے حکمت والا۔ [۱۹]

= ڈھالوں کے ہوں گے۔“ ① حضرت سفیان بن عیینہؒ فرماتے ہیں اس سے مراد ترک ہیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ ”تمہیں ایک قوم سے جہاد کرنا پڑے گا جن کی جوتیاں بالوں دار ہوں گی۔“ ② حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں اس سے مراد کر دلوگ ہیں۔ پھر فرماتا ہے کہ ان سے جہاد قتال تم پر مشروع کر دیا گیا ہے اور یہ حکم باقی رہے گا۔ رب تعالیٰ ان پر تمہاری مدد کرے گا یا یہ کہ وہ خود بخود بغیر لڑے بھڑے دین اسلام قبول کر لیں گے۔ پھر ارشاد ہے اگر تم مان لو گے اور جہاد کے لئے اٹھ کھڑے ہو جاؤ گے اور حکم کی بجا آوری کرو گے تو تمہیں بہت ساری نیکیاں ملیں گی اور اگر تم نے وہی کیا جو حدیبیہ کے موقع پر کیا تھا یعنی بزدلی سے بیٹھے رہے جہاد میں شرکت نہ کی احکام کی تعمیل سے جی چرایا تو تمہیں المناک عذاب ہوگا۔ پھر جہاد کے ترک کرنے کے جو صحیح عذر ہیں ان کا بیان ہو رہا ہے پس دو عذر تو وہ بیان فرمائے جو لازمی ہیں یعنی اندھا پن اور لنگڑا پن اور ایک عذر وہ بیان فرمایا جو عارضی ہے جیسے بیماری کہ چند دن رہی پھر چلی گئی۔ پس یہ بھی اپنی بیماری کے زمانہ میں معذور ہیں ہاں تندرست ہونے کے بعد یہ معذور نہیں۔ پھر جہاد کی ترغیب دیتے ہوئے فرماتا ہے کہ اللہ رسول کا فرمانبردار جنتی ہے اور جو جہاد سے بے رغبتی کرے اور دنیا کی طرف سراسر متوجہ ہو جائے معاش کے پیچھے معاد کو بھول جائے اس کی سزا دنیا میں ذلت اور آخرت میں دکھ کی مار ہے۔

حدیبیہ میں بھول کا مبارک درخت: [آیت: ۱۸-۱۹] پہلے بیان ہو چکا ہے کہ یہ بیعت کرنے والے چودہ سو کی تعداد میں تھے اور یہ درخت بھول کا تھا جو حدیبیہ کے میدان میں تھا۔ صحیح بخاری میں ہے کہ ”حضرت عبدالرحمن بن ابی بکرؓ جب حج کو گئے تو دیکھا کہ کچھ لوگ ایک جگہ نماز ادا کر رہے ہیں پوچھا کہ کیا بات ہے؟ تو جواب ملا کہ یہ وہی درخت ہے جہاں رسول اللہ ﷺ سے بیعت الرضوان ہوئی تھی۔ حضرت عبدالرحمن بن ابی بکرؓ نے واپس آ کر یہ قصہ حضرت سعید بن مسیبؒ سے بیان کیا تو آپ نے فرمایا میرے والد صاحب بھی ان بیعت کرنے والوں میں تھے ان کا بیان ہے کہ بیعت کے دوسرے سال ہم وہاں گئے لیکن ہم سب کو بھلا دیا گیا وہ درخت ہمیں نہ ملا پھر حضرت سعید فرمانے لگے تعجب ہے کہ اصحاب رسول خود بیعت کرنے والے تو اس جگہ کو نہ پا سکیں انہیں معلوم نہ ہو لیکن تم لوگ جان لو گو یا تم اصحاب رسول سے بھی زیادہ جاننے والے ہو۔“ ③ پھر فرماتا ہے ان کی دلی صداقت نیت و فاء اور ماننے کی عادت کو =

① صحیح بخاری، کتاب الجہاد، باب قتال الذین یتبعون الشعر، ۲۹۲۹؛ صحیح مسلم، ۲۹۱۲؛ ابو داؤد، ۴۳۰۴؛ ترمذی، ۲۲۱۵؛ ابن ماجہ، ۴۰۹۶؛ احمد، ۲۳۹/۲؛ ابن حبان، ۶۷۴۴۔ ② صحیح مسلم، کتاب الفتن، باب لا تقوم الساعة حتی یمر..... ۲۹۱۲؛ ابن ماجہ، ۴۰۹۷۔ ③ صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب غزوة الحديبية، ۴۱۶۳۔

وَعَدَكُمْ اللَّهُ مَغَانِمَ كَثِيرَةً تَأْخُذُونَهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ هَذِهِ وَكَفَّ أَيْدِيَ
النَّاسِ عَنْكُمْ ۚ وَلِتَكُونَ آيَةً لِّلْمُؤْمِنِينَ وَيَهْدِيَكُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيمًا ۖ
وَأُخْرَى لَمْ تَقْدِرُوا عَلَيْهَا قَدْ أَحَاطَ اللَّهُ بِهَا ۚ وَكَانَ اللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ
قَدِيرًا ۝ وَلَوْ قُتِلْتُمْ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوَلَّوْا الْأَذْوَارَ ثُمَّ لَا يَجِدُونَ وَلِيًّا وَلَا
نَصِيرًا ۝ سُنَّةَ اللَّهِ الَّتِي قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلُ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللَّهِ
تَبْدِيلًا ۝ وَهُوَ الَّذِي كَفَّ أَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْ
بَعْدِ أَنْ أَظْفَرَكُمْ عَلَيْهِمْ ۚ وَكَانَ اللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرًا ۝

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے تم سے بہت ساری غنیمتوں کا وعدہ کیا ہے جنہیں تم حاصل کرو گے پس یہ تو تمہیں جلدی ہی عطا فرمادی اور لوگوں کے
ہاتھ تم سے روک دیئے تاکہ مومنوں کے لئے یہ ایک نمونہ ہو جائے اور تاکہ وہ تمہیں سیدھی راہ چلائے۔ [۲۰] اور تمہیں اور غنیمتیں بھی دے
جن پر اب تک تم نے قابو نہیں پایا اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے قابو میں رکھا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ [۲۱] اور اگر تم سے کافر جنگ
کرتے تو البتہ پیٹھ دکھا کر بھاگتے پھر نہ تو کوئی کارساز پاتے نہ مددگار۔ [۲۲] اللہ تعالیٰ کے اس قاعدے کے مطابق جو پہلے سے چلا آیا ہے
تو کبھی بھی اللہ تعالیٰ کے قاعدے کو بدلتا ہوا نہ پائے گا۔ [۲۳] وہی ہے جس نے خاص مکہ میں کافروں کے ہاتھوں کو تم سے اور تمہارے
ہاتھوں کو ان سے روک لیا اس کے بعد کہ اس نے تمہیں ان پر فتح یاب کر دیا تھا تم جو کچھ کر رہے ہو اللہ تعالیٰ اسے دیکھ رہا ہے۔ [۲۴]

= اللہ تعالیٰ نے معلوم کر لیا پس ان کے دلوں میں اطمینان ڈال دیا اور قریب کی فتح انعام فرمائی۔ یہ فتح وہ صلح ہے جو حدیبیہ کے میدان
میں ہوئی جس سے عام بھلائی حاصل ہوئی اور جس کے قریب ہی خیر فتح ہوا پھر تھوڑے زمانے کے بعد مکہ بھی فتح ہو گیا۔ پھر اور قلعے
اور علاقے بھی فتح ہوتے چلے گئے اور وہ عزت و نصرت فتح و ظفر اقبال اور رفعت حاصل ہوئی کہ دنیا انگشت بدنداں حیران و پریشان
رہ گئی۔ اسی لئے فرمایا کہ بہت سی غنیمتیں عطا فرمائے گا۔ سچے غلبہ والا اور کامل حکمت والا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ ابن ابی حاتم میں ہے
”ہم حدیبیہ کے میدان میں دو پہر کے وقت آرام کر رہے تھے جو رسول اللہ ﷺ کے منادی نے ندا کی کہ لوگو بیعت کے لئے
آگے بڑھو روح القدس آچکے ہیں۔ ہم بھاگے دوڑے حاضر حضور ہوئے آپ اس وقت ببول کے درخت تلے تھے ہم نے آپ کے
ہاتھ پر بیعت کی جس کا ذکر آیت ﴿لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ﴾ الخ میں ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے آپ نے اپنا ایک ہاتھ
دوسرے پر رکھ کر خود ہی بیعت کر لی تو ہم نے کہا عثمان بڑے خوش نصیب رہے کہ ہم تو یہاں پڑے ہوئے ہیں اور وہ بیت اللہ کا طواف
کر رہے ہونگے۔ یہ سن کر جناب رسول مقبول ﷺ نے فرمایا بالکل ناممکن ہے کہ عثمان مجھ سے پہلے طواف کر لے کوئی سال تک

وہاں رہے۔“ ①

① اس کی سند میں موسیٰ بن عبیدہ الربزدی ضعیف راوی ہے (المیزان: ۲/ ۲۵۶ رقم: ۳۶۳۶) لہذا یہ روایت ضعیف ہے۔

معاهدہ حدیبیہ کی دفعات اور کافروں کا اشتغال: [آیت: ۲۰-۲۳] ان بہت سی شیعوں سے مراد آپ کے زمانے اور بعد کی سب غلیعوں ہیں جلدی کی غنیمت سے مراد خیر کی غنیمت ہے اور حدیبیہ کی صلح ہے۔ ① اس اللہ تعالیٰ کا ایک احسان یہ بھی ہے کہ کفار کے بد ارادوں کو اس نے پورا نہ ہونے دیا نہ مکے کے کافروں کے نہ ان منافقوں کے جو تمہارے پیچھے مدینے میں رہے تھے نہ یہ تم پر حملہ آور ہو سکے نہ وہ تمہارے بال بچوں کو کچھ ستا سکے یہ اس لیے کہ مسلمان اس سے عبرت حاصل کریں اور جان لیں کہ اصل حافظ و ناصر اللہ ہی ہے پس دشمنوں کی کثرت اپنی قلت سے ہمت نہ ہار دیں اور یہ بھی یقین کر لیں کہ ہر کام کے انجام کا علم اللہ ہی کو ہے بندوں کے حق میں بہتری یہی ہے کہ وہ اس کے فرمان پر عامل رہیں اور اسی میں اپنی خیریت سمجھیں گو وہ فرمان بہ ظاہر خلاف طبع ہو بہت ممکن ہے کہ تم جسے ناپسند رکھتے ہو وہی تمہارے حق میں بہتر ہو وہ تمہیں تمہاری حکم بجا آوری اور اتباع رسول اور سچی جاں نثاری کے عوض راہ مستقیم دکھائے گا اور دیگر غنیمتیں اور فتح مندیاں بھی عطا فرمائے گا جو تمہارے بس کی نہیں لیکن اللہ تعالیٰ خود تمہاری مدد کرے گا اور ان مشکلات کو تم پر آسان کر دے گا سب چیزیں اللہ کے بس میں ہیں وہ اپنا ڈر رکھنے والے بندوں کو ایسی جگہ سے روزیاں پہنچاتا ہے جو کسی کے خیال میں تو کیا؟ خود ان کے اپنے خیال میں بھی نہ ہوں۔ اس غنیمت سے مراد خیر کی غنیمت ہے جس کا وعدہ صلح حدیبیہ میں نہیں تھا یا مکہ کی فتح ہے یا فارس و روم کے مال ہیں یا وہ تمام فتوحات ہیں جو قیامت تک مسلمانوں کو حاصل ہوں گی۔ ② پھر اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو خوشخبری سناتا ہے کہ وہ کفار سے مرعوب اور خائف نہ ہوں اگر کافر مقابلے پر آئے تو اللہ اپنے رسول اور مسلمانوں کی مدد کرے گا اور ان بے ایمانوں کو شکست فاش دے گا یہ پیٹھ دکھائیں گے اور منہ پھیر لیں گے اور کوئی والی اور مددگار بھی انہیں نہ ملے گا اس لئے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے لڑنے کے لئے آئے ہیں اور اس کے ایماندار بندوں کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔

پھر فرماتا ہے یہی اللہ کی عادت ہے کہ جب کفر و ایمان کا مقابلہ ہو ایمان کو کفر پر غالب کرتا ہے اور حق کو ظاہر کر کے باطل کو دبا دیتا ہے جیسے کہ بدروالے دن بہت سے کافروں کو جو باسامان تھے چند مسلمانوں کے مقابلے میں جو بے سرو سامان تھے شکست فاش دی۔ پھر اللہ سبحان و تعالیٰ فرماتا ہے میرے اس احسان کو بھی نہ بھولو کہ میں نے مشرکوں کے ہاتھ تم تک نہ پہنچنے دیئے اور تمہیں بھی مسجد حرام کے پاس لڑنے سے روک دیا اور تم میں ان میں صلح کرادی جو دراصل تمہارے حق میں سراسر بہتری ہے کیا دنیا کے اعتبار سے کیا آخرت کے اعتبار سے۔ وہ حدیث یاد ہوگی جو اسی سورت کی تفسیر میں یہ روایت حضرت سلمہ بن اکوع گزر چکی ہے کہ ”جب ستر کافروں کو باندھ کر صحابہ رضی اللہ عنہم نے آنحضرت ﷺ کی خدمت اقدس میں پیش کیا تو آپ نے فرمایا انہیں جانے دو ان کی طرف سے ہی ابتدا ہو اور انہی کی طرف سے دوبارہ شروع ہو۔“ اسی بابت یہ آیت اتری۔ مسند احمد میں ہے کہ ”اسی کافر ہتھیاروں سے آراستہ جب جبل تعمیم کی طرف سے چپ چاپ تھے موقعہ پا کر اتر آئے لیکن حضور ﷺ غافل نہ تھے آپ نے فوراً لوگوں کو آگاہ کر دیا سب گرفتار کر لئے گئے اور حضور ﷺ کے سامنے پیش کئے گئے آپ نے ازراہ مہربانی ان کی خطا معاف فرمادی اور سب کو چھوڑ دیا۔“ ③ اسی کا بیان اس آیت میں ہے۔ یہ حدیث مسلم، ابوداؤد، ترمذی اور نسائی میں بھی ہے۔ حضرت عبداللہ بن مغفل مزی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ”جس درخت کا ذکر قرآن میں ہے اس کے نیچے نبی ﷺ تھے ہم لوگ بھی آپ کے ارد گرد تھے اس درخت کی شاخیں حضور ﷺ کی کمر سے لگ رہی تھیں (حضرت) علی رضی اللہ عنہ اور سہیل بن عمرو آپ کے سامنے تھے حضور ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھو اس پر سہیل نے حضور ﷺ کا ہاتھ تھام لیا اور کہا ہم رخصت اور رحیم کو نہیں جانتے ہمارے اس صلح

① الطبری، ۲۲/۲۳۰۔ ② ایضاً، ۲۲/۲۳۳، ۲۳۴۔ ③ احمد، ۳/۱۲۲؛ صحیح مسلم، کتاب الجہاد،

باب قول اللہ تعالیٰ ﴿وہو الذی کف ایديہم عنکم﴾ ۱۸۰۸؛ ابو داؤد، ۲۶۸۸؛ ترمذی، ۳۲۶۶؛ السنن الکبریٰ، ۸۶۶۷۔

نامہ میں ہمارے دستور کے مطابق لکھوائے۔ پس آپ نے فرمایا: (بِسْمِكَ اللَّهُمَّ) لکھ لو پھر لکھایا وہ ہے جس پر اللہ کے رسول محمد نے اہل مکہ سے صلح کی۔ اس پر پھر سہیل نے آپ کا ہاتھ تھام کر کہا اگر آپ رسول اللہ ہی ہیں تو پھر ہم نے بڑا ظلم کیا اس صلح نامہ میں وہی لکھوائے جو ہم میں مشہور ہے۔ تو آپ نے فرمایا لکھو یہ وہ ہے جس پر محمد بن عبد اللہ نے اہل مکہ سے صلح کی۔ اتنے میں (۳۰) تیس نوجوان کفار ہتھیار بند آن پڑے آپ نے ان کے حق میں بد دعا کی اللہ تعالیٰ نے انہیں بہر اباد دیا ہم اٹھے اور ان کو سامنے پیش کر دیا۔ آپ نے ان سے دریافت فرمایا کہ کیا کسی نے تمہیں امان دی ہے؟ یا تم کسی کی ذمہ داری پر آئے ہو؟ انہوں نے انکار کیا۔ لیکن باوجود اس کے آپ نے ان سے درگزر فرمایا اور انہیں چھوڑ دیا اس پر یہ آیت ﴿وَهُوَ الَّذِي﴾ نازل ہوئی ﴿۱﴾ (نسائی)

ابن جریر میں ہے ”جب حضور ﷺ قربانی کے جانور لے کر چلے اور ذوالحلیفہ تک پہنچ گئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی اے نبی اللہ! آپ ایک ایسی قوم کی بستی میں جا رہے ہیں جو برسر پیکار ہیں اور آپ کے پاس نہ تو ہتھیار ہیں نہ اسباب۔ حضور ﷺ نے یہ سن کر آدمی بھیج کر مدینہ سے ہتھیار اور کل سامان منگوایا جب آپ مکہ کے قریب پہنچ گئے تو مشرکین نے آپ کو روکا کہ آپ مکہ میں نہ آئیں آپ نے سفر جاری رکھا اور مثنیٰ میں جا کر قیام کیا۔ آپ کے جاسوس نے آ کر آپ کو خبر دی کہ عکرمہ بن ابوجہل پانچ سو کا لشکر لے کر آپ پر چڑھائی کرنے آ رہا ہے۔ آپ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے فرمایا اے خالد تیرا چچا زاد بھائی لشکر لے کر آ رہا ہے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا پھر کیا ہوا؟ میں اللہ تعالیٰ کی تلوار ہوں اور اس کے رسول کی (اسی دن سے آپ کا لقب سیف اللہ ہوا) مجھے آپ جہاں چاہیں اور جس کے مقابلہ میں چاہیں بھیجیں۔ چنانچہ عکرمہ رضی اللہ عنہ کے مقابلے کے لئے آپ روانہ ہوئے گھاٹی میں دونوں کی مڈ بھیڑ ہوئی۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے ایسا سخت حملہ کیا کہ عکرمہ کے پاؤں نہ جمے اسے مکہ کی گلیوں تک پہنچا کر حضرت خالد رضی اللہ عنہ واپس آ گئے لیکن پھر دوبارہ تازہ دم ہو کر مقابلہ پر آیا اب کی مرتبہ بھی شکست کھا کر مکہ کی گلیوں تک پہنچ گیا۔ وہ پھر تیسری مرتبہ نکلا اس مرتبہ بھی یہی حشر ہوا۔ اسی کا بیان آیت ﴿وَهُوَ الَّذِي﴾ میں ہے۔“ پس اللہ تعالیٰ نے باوجود حضور ﷺ کی ظفر مندی کے کفار کو بھی بھالیا تا کہ جو مسلمان ضعفاء اور کمزور مکہ میں تھے انہیں اسلامی لشکر کے ہاتھوں کوئی گزند نہ پہنچے۔ ۲ لیکن اس روایت میں بہت کچھ نظر ہے ناممکن ہے کہ یہ حدیبیہ والے واقعہ کا ذکر ہو اس لئے کہ اس وقت تک تو حضرت خالد مسلمان ہی نہ ہوئے تھے بلکہ مشرکین کے طلایہ کے اس دن سردار تھے جیسے کہ صحیح حدیث میں موجود ہے اور یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ یہ واقعہ عمرہ القضا کا ہو اس لئے کہ حدیبیہ کے صلح نامہ کی شرائط کے مطابق یہ طے شدہ امر تھا کہ اگلے سال حضور انیس عمرہ ادا کریں اور تین دن تک مکہ میں ٹھہریں چنانچہ اسی قرارداد کے مطابق جب حضور ﷺ تشریف فرما ہوئے تو کافروں نے آپ کو روکا نہیں نہ آپ سے جنگ و جدال کیا۔ اسی طرح یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ یہ واقعہ فتح مکہ کا ہو اس لئے کہ فتح مکہ والے سال آپ اپنے ساتھ قربانیاں لے کر نہیں گئے تھے اس وقت تو جنگی حیثیت سے آپ گئے تھے لڑنے اور جہاد کرنے کی نیت سے تشریف لے گئے تھے پس اس روایت میں بہت کچھ غلط ہے اور اس میں ضرور قباح ہوئی ہے خوب سوچ لینا چاہئے وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے مولیٰ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ”قریش نے اپنے چالیس یا پچاس آدمی بھیجے کہ وہ حضور ﷺ کے لشکر کے ارد گرد گھومتے رہیں اور موقعہ پا کر کچھ نقصان پہنچائیں یا کسی کو گرفتار کر کے لے آئیں یہاں یہ سارے کے سارے پکڑ لئے گئے لیکن پھر حضور ﷺ نے انہیں معاف فرما دیا اور سب کو چھوڑ دیا انہوں نے آپ کے لشکر پر کچھ پتھر بھی پھینکے تھے اور کچھ تیر بھی چلائے تھے۔“ ۳ یہ بھی مروی ہے کہ ”ایک صحابی جنہیں ابن زبیم کہا =

① السنن الكبرى للبيهقي، ۱۱۵۱۱: ۸۶/۴، ۸۷: ۸۶/۲، ۴۶۰: ۳۱۹/۶، بیہقی، ۳۱۹/۶۔

② الطبري، ۲۳۹/۲۲۔ ③ الطبري، ۲۳۷/۲۲۔

هُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالْهَدْيِ مَعْكُوفًا أَنْ
يَبْلُغَ حِمْلَهُ وَلَوْلَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُونَ وَنِسَاءٌ مُّؤْمِنَاتٌ لَّمْ تَعْلَمُوهُمْ أَنْ
تَطُؤُوهُمْ فَتَضَيَّبَكُمْ مِنْهُمْ مَعَرَّةٌ بِغَيْرِ عِلْمٍ لِيَدْخُلَ اللَّهُ فِي رَحْمَتِهِ مَنْ
يَشَاءُ لَوْ تَزَيَّلُوا لَعَذَّبْنَا الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ۖ إِذْ جَعَلَ
الَّذِينَ كَفَرُوا فِي قُلُوبِهِمُ الْحَمِيَّةَ الْحَمِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةَ فَأَنْزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَى
رَسُولِهِ وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَأَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوَى وَكَانُوا أَحَقَّ بِهَا وَأَهْلَهَا ۖ
وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا ۖ

ترجمہ: یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے کفر کیا اور تم کو مسجد حرام سے روکا اور قربانی کے جانور کو جو رکا ہوا رہ گیا اس کے موقع میں پہنچنے سے روکا۔ اور اگر بہت سے مسلمان مرد اور بہت سی مسلمان عورتیں نہ ہوتیں جن کی تم کو خبر نہ تھی یعنی ان کے پس جانے کا احتمال نہ ہوتا جس پر ان کی وجہ سے تم کو بھی بے خبری میں ضرر پہنچتا تو سب قصہ طے کر دیا جاتا لیکن ایسا نہیں کیا گیا تاکہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت میں جس کو چاہے داخل کرے۔ اور اگر یہ ٹل گئے ہوتے تو ان میں جو کافر تھے ہم ان کو دردناک سزا دیتے۔ [۲۵] جب کہ ان کافروں نے اپنے دلوں میں عار کو جگہ دی اور عار بھی جاہلیت کی سوا اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو اور مومنین کو اپنی طرف سے تحمل عطا فرمایا اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو تقویٰ کی بات پر جمائے رکھا اور وہ اس کے زیادہ مستحق ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جانتا ہے۔ [۲۶]

== جاتا تھا حدیبیہ کے ایک ٹیلے پر چڑھے تھے مشرکین نے تیر بازی کر کے آپ کو شہید کر دیا۔ حضور ﷺ نے کچھ سواران کے تعاقب میں روانہ کئے وہ ان سب کو جو تعداد میں بارہ سوار تھے گرفتار کر کے لے آئے۔ آپ نے ان سے پوچھا کہ تمہارے پاس میری جانب سے کوئی امان ہے؟ انہوں نے کہا نہیں۔ پوچھا کوئی عہد و پیمان ہے؟ کہا نہیں۔ لیکن پھر بھی حضور ﷺ نے انہیں چھوڑ دیا اور اسی بارے میں آیت ﴿وَهُوَ الَّذِي كَفَفَ أَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ﴾ الخ نازل ہوئی۔“

شہادت عثمان کی افواہ پر اصحاب رسول سے بیعت رضوان: [آیت: ۲۵-۲۶] مشرکین عرب جو قریش تھے اور جو ان کے ساتھ اس عہد پر تھے کہ وہ رسول اللہ ﷺ سے جنگ کریں گے ان کی نسبت قرآن خبر دیتا ہے کہ دراصل کفر پر یہ لوگ ہیں انہوں نے ہی تمہیں مسجد حرام بیت اللہ سے روکا ہے حالانکہ اصلی حقدار اور زیادہ لائق خانہ الہی کے تم ہی لوگ تھے پھر ان کی سرکشی اور مخالفت نے انہیں یہاں تک اندھا کر دیا کہ اللہ تعالیٰ کی راہ کی قربانیوں کو بھی قربان گاہ تک نہ جانے دیا۔ یہ قربانیاں تعداد میں (۷۰) ستر تھیں جیسے کہ عنقریب اس کا بیان آرہا ہے ان شاء اللہ تعالیٰ۔ پھر فرماتا ہے کہ سر دست تمہیں لڑائی کی اجازت نہ دینے میں پوشیدہ راز یہ تھا کہ ابھی چند کمزور مسلمان کے میں ایسے ہیں جو ان ظالموں کی وجہ سے نہ اپنے ایمان کو ظاہر کر سکے ہیں نہ ہجرت کر کے تم میں مل سکے ہیں

اور نہ تم انہیں جانتے ہو تو یوں دفعۃً اگر تمہیں اجازت دے دی جاتی اور تم اہل مکہ پر چھاپہ مارتے تو وہ سچے کے مسلمان بھی تمہارے ہاتھوں شہید ہو جاتے اور بے علمی میں ہی تم مستحق گناہ اور دیت بن جاتے، پس ان کفار کی سزا کو اللہ تعالیٰ نے کچھ اور پیچھے ہٹا دیا تاکہ ان کمزور مسلمانوں کو چھٹکارا مل جائے اور بھی جن کی قسمت میں ایمان ہے وہ ایمان لا چکیں اگر یہ مؤمن ان میں نہ ہوتے اگر یہ الگ الگ ہوتے تو یقیناً ہم تمہیں ان کفار پر ابھی اسی وقت غلبہ دے دیتے اور ان کی بھوسی اڑا دیتے۔“ حضرت جنید بن سبیح رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں صبح کو میں کافروں کے ساتھ مل کر رسول اللہ ﷺ سے لڑ رہا تھا لیکن اسی شام کو اللہ تعالیٰ نے میرا دل پھیر دیا میں مسلمان ہو گیا اور اب حضور ﷺ کے ساتھ ہو کر کفار سے لڑ رہا تھا ہمارے ہی بارے میں یہ آیت ﴿لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ﴾ نازل ہوئی ہے، ہم کل نو شخص تھے سات مرد و عورتیں ① (طبرانی)۔ اور روایت میں ہے کہ ”ہم تین مرد تھے اور نو عورتیں تھیں۔“ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ”اگر یہ مؤمن ان کافروں میں ملے جلے نہ ہوتے تو اللہ تعالیٰ اسی وقت مسلمانوں کے ہاتھوں ان کافروں کو سخت سزا دیتا یہ قتل کر دیے جاتے۔“

پھر فرماتا ہے جبکہ یہ کافر اپنے دلوں میں غیرت و حمیت جاہلیت کو جما چکے تھے صلح نامہ میں ﴿بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ﴾ لکھنے سے انکار کر دیا۔ حضور ﷺ کے نام کے ساتھ لفظ رسول اللہ لکھوانے پر انکار کیا، پس اللہ تعالیٰ نے اس وقت اپنے نبی اور مؤمنوں کے دل کھول دیئے ان پر اپنی سکینت نازل فرما کر انہیں مضبوط کر دیا اور تقوے کے کلمے پر انہیں جمادیا، یعنی لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ پر ② جیسے ابن عباس رضی اللہ عنہما کا فرمان ہے اور جیسے کہ مسند احمد کی مرفوع حدیث میں موجود ہے۔ ابن ابی حاتم میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ”مجھے حکم کیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے جہاد کرتا رہوں جب تک وہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ نہ کہہ لیں جس نے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہہ لیا اس نے مجھ سے اپنے مال کو اور اپنی جان کو بچا لیا مگر بوجہ حق اسلام کے اور اس کا حساب اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے، اللہ تعالیٰ نے اسے اپنی کتاب میں نازل فرمایا۔ ایک قوم کی مذمت بیان کرتے ہوئے فرمایا ﴿إِنَّهُمْ كَانُوا إِذَا قِيلَ لَهُمْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ يَسْتَكْبِرُونَ﴾ ③ یعنی ان سے کہا جاتا تھا کہ بجز اللہ کے کوئی عبادت کے لائق نہیں تو یہ تکبر کرتے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ جل شفاء ہ نے یہاں ان کی تعریف بیان کرتے ہوئے یہ بھی فرمایا کہ یہی اس کے زیادہ حقدار اور یہی اس کے قابل بھی تھے۔ یہ کلمہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ ہے انہوں نے اس سے تکبر کیا اور مشرکین قریش نے اسی سے حدیبیہ والے دن تکبر کیا پھر بھی رسول اللہ ﷺ نے ان سے ایک مدت معینہ تک کے لئے صلح نامہ مکمل کر لیا۔ ابن جریر میں بھی یہ حدیث ان ہی زیادتیوں کے ساتھ مروی ہے، لیکن یہ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ پچھلے جملے راوی کے اپنے ہیں یعنی حضرت زہری رحمہ اللہ کا اپنا قول ہے جو اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ گویا حدیث میں ہی ہے۔ مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس سے مراد خلاص ہے۔ ④ عطاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں وہ کلمہ یہ ہے (لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهِ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ) ⑤ حضرت مسور رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس سے مراد (لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ) ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس سے (لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ) ⑥ مراد ہے۔ یہی قول حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اس سے مراد اللہ رب العزت کی وحدانیت کی شہادت ہے جو تمام تقوے کی جڑ

① طبرانی، ۲۲۰۴ و سندہ ضعیف، ابو خلف حجر بن الحارث لم یوثقہ من المتقدمین غیر ابن حبان، مسند ابی یعلیٰ، ۱۵۶۰؛ الدر المنثور، ۶/۶۷۔ ② احمد ۵/۱۳۸ زوائد عبد اللہ بن احمد بن حنبل، ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورة الفتح: ۳۲۶۵ وهو حسن۔ ③ ۳۷/الصفات: ۳۵۔ ④ الطبری، ۲۲/۲۵۵۔ ⑤ ایضاً، ۲۲/۲۵۶۔ ⑥ حاکم، ۲/۶۱۱ و سندہ ضعیف، عبایہ بن ربیع ضعیف شیعہ و اخطأ الحاکم والذہبی فصحاہ علی شرط الشیخین۔

ہے۔ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس سے مراد لا الہ الا اللہ بھی ہے اور جہاد فی سبیل اللہ بھی ہے۔ حضرت عطاء خراسانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کلمہ تقویٰ (لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ) ہے۔ حضرت زہری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں (بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ) مراد ہے۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مراد لا الہ الا اللہ ہے۔

پھر فرماتا ہے اللہ تعالیٰ ہر چیز کو بخوبی جاننے والا ہے اسے معلوم ہے کہ مستحق خیر کون ہے؟ اور مستحق شر کون ہے؟ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی قرأت اس طرح ہے (اِذْ جَعَلَ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي قُلُوبِهِمُ الْحَمِيَّةَ الْحَمِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةَ وَكُوَحَمِيَّتُمْ كَمَا حَمَمُوا الْقَسَدَ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ) یعنی کافروں نے جس وقت اپنے دل میں جاہلانہ ضد پیدا کر لی اگر اس وقت تم بھی ان کی طرح ضد پر آ جاتے تو نتیجہ یہ ہوتا کہ مسجد حرام میں فساد برپا ہو جاتا۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو آپ کی اس قرأت کی خبر پہنچی تو بہت تیز ہوئے لیکن حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ تو آپ کو بھی معلوم ہوگا کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتا جاتا رہتا تھا اور جو کچھ اللہ تعالیٰ آپ کو سکھاتا تھا آپ اس میں سے مجھے بھی سکھاتے تھے اس پر جناب عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا آپ ذی علم اور قرآن دان ہیں آپ کو جو کچھ اللہ تعالیٰ نے اور اس کے رسول نے سکھایا وہ پڑھیے اور سکھائیے (نسائی)۔ ان حدیثوں کا بیان جن میں حدیبیہ کا قصہ اور صلح کا واقعہ ہے۔ مسند احمد میں ہے ”حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ اور حضرت مردان بن حکم فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زیارت بیت اللہ کے ارادے سے چلے آپ کا ارادہ جنگ کا نہ تھا ستر (۷۰) اونٹ قربانی کے آپ کے ساتھ تھے کل ساتھی آپ کے سات سو (۷۰۰) تھے ایک اونٹ دس دس آدمیوں کی طرف سے تھا آپ جب عسکان پہنچے تو بشر بن سفیان کعمی نے آپ کو خبر دی کہ یا رسول اللہ! قریشیوں نے آپ کے آنے کی خبر پا کر مقابلہ کی تیاریاں کر لی ہیں انہوں نے اونٹوں کے چھوٹے چھوٹے بچے بھی اپنے ساتھ لے لئے ہیں اور چھتے کی کھالیں پہن لی ہیں اور عہد و پیمان کر لئے ہیں کہ وہ آپ کو اس طرح جبراً مکہ میں نہیں آنے دیں گے خالد بن ولید کو انہوں نے چھوٹا سا لشکر دے کر کراغ غنیم تک پہنچا دیا ہے۔ یہ سن کر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا افسوس قریشیوں کو لڑائی نے کھا لیا کتنی اچھی بات تھی کہ وہ مجھے اور لوگوں کو چھوڑ دیتے اگر وہ مجھ پر غالب آ جاتے تو ان کا مقصد پورا ہو جاتا اور اگر اللہ تعالیٰ مجھے اور لوگوں پر غالب کر دیتا تو پھر یہ لوگ بھی دین اسلام قبول کر لیتے اور اگر اس وقت بھی اس دین میں نہ آتا چاہتے تو مجھ سے لڑتے اور اس وقت ان کی طاقت بھی پوری ہوتی، قریشیوں نے کیا سمجھ رکھا ہے؟ اللہ تعالیٰ کی قسم! اس دین پر میں ان سے جہاد کرتا رہوں گا یہاں تک کہ یا تو اللہ تعالیٰ مجھے ان پر کھلم کھلا غلبہ عطا فرما دے یا میری گردن کٹ جائے پھر آپ نے اپنے لشکر کو حکم دیا کہ دائیں طرف حمض کے پیچھے سے اس راستہ پر چلیں جو منیۃ المراد کو جاتا ہے اور حدیبیہ مکہ کے نیچے کے حصے میں ہے۔ خالد والے لشکر نے جب دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے راستہ بدل دیا تو یہ دوڑتے ہوئے قریشیوں کے پاس گئے اور انہیں اس کی خبر دی۔ ادھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب منیۃ المرار میں پہنچے تو آپ کی اونٹنی بیٹھ گئی تو لوگ کہنے لگے اونٹنی تھک گئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہ یہ تھکی نہ اس کو بیٹھ جانے کی عادت اسے اس اللہ تعالیٰ نے روک لیا ہے جس نے مکہ سے ہاتھیوں کو روک لیا تھا۔ سنو قریش آج مجھ سے جو چیز مانگیں گے جس میں صلہ رحمی ہو میں انہیں دوں گا۔ پھر آپ نے لشکریوں کو حکم دیا کہ وہ پڑاؤ کریں انھوں نے کہا یا رسول اللہ! اس پوری دادی میں پانی نہیں آپ نے ترکش میں سے ایک تیر نکال کر ایک صحابی کو دیا اور فرمایا اسے یہاں کسی کنوئیں میں گاڑ دو۔ اس کے گاڑتے ہی پانی جوش مارتا ہوا اہل پڑاؤ تمام لشکر نے پانی لے لیا اور وہ برابر بڑھتا ہی چلا جا رہا تھا۔ جب پڑاؤ ہو گیا اور اطمینان سے بیٹھ گئے اتنے میں بدیل بن ورقا اپنے ساتھ قبیلہ خزاعہ کے چند لوگوں کو لے کر آیا۔ آپ نے اس سے بھی وہی فرمایا جو بشر بن سفیان سے فرمایا تھا چنانچہ یہ لوگ گئے اور

جا کر قریش سے کہا کہ تم لوگوں نے حضور ﷺ کے بارے میں بڑی عجلت کی۔ حضور ﷺ تم سے لڑنے کو نہیں آئے آپ تو صرف بیت اللہ کی زیارت کرنے کو آئے ہیں تم اپنے فیصلہ پر دوبارہ نظر ڈالو۔ دراصل قبیلہ خزاعہ کے مسلم و کافر رسول اللہ ﷺ کے طرفدار تھے مکہ کی خبریں انہیں لوگوں سے آپ کو پہنچا کرتی تھی۔ قریشیوں نے انھیں جواب دیا کہ گو آپ اسی ارادے سے آئے ہوں لیکن یوں اچانک تو ہم انہیں یہاں آنے نہیں دیں گے ورنہ لوگوں میں تو یہی باتیں ہوں گی کہ آپ مکہ میں گئے اور کوئی آپ کو روک نہ سکا۔ انہوں نے پھر مرکز بن حفص کو بھیجا یہ بنو عامر بن لوی کے قبیلے میں سے تھا اسے دیکھ کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ عہد شکن شخص ہے اور اس سے بھی آپ نے وہی فرمایا جو اس سے پہلے آنے والے دونوں شخصوں سے فرمایا تھا۔ یہ بھی لوٹ گیا اور جا کر قریشیوں سے سارا واقعہ بیان کر دیا۔ قریشیوں نے پھر حلیس بن علقمہ کنانی کو بھیجا یہ مختلف ادھر ادھر کے لوگوں کا سردار تھا اسے دیکھ کر حضور ﷺ نے فرمایا یہ اس قوم سے ہے جو رحمانی کاموں کی عظمت کرتی ہے اپنی قربانی کے جانوروں کو کھڑا کر دو۔ اس نے جو دیکھا کہ ہر طرف سے قربانی کے نشان دار جانور آ جا رہے ہیں اور بوجہ رک جانے کے ان کے بال اڑے ہوئے ہیں تو یہ وہیں سے بغیر حضور ﷺ کے پاس آئے لوٹ گیا اور جا کر قریش سے کہا کہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے تمہیں حلال نہیں کہ تم انہیں بیت اللہ سے روکو اللہ تعالیٰ کے نام کے جانور قربان گاہ سے رکے کھڑے ہیں۔ یہ سخت ظلم ہے اتنے دن رکے رہنے سے ان کے بال تک اڑ گئے ہیں میں اپنی آنکھوں کو دیکھ کر آ رہا ہوں۔ قریش نے کہا تو تو نرا اعرابی ہے خاموش ہو کر بیٹھ جا۔

اب انہوں نے مشورہ کر کے عروہ بن مسعود ثقفی کو بھیجا عروہ نے اپنے جانے سے پہلے کہا کہ اے قریشیو! جن جن کو تم نے وہاں بھیجا وہ جب واپس آئے تو ان سے تم نے کیا سلوک کیا یہ میں دیکھ رہا ہوں تم نے انہیں برا کہا ان کی بے عزتی کی ان پر تہمت رکھی ان سے بدگمانی کی، میری حالت تمہیں معلوم ہے کہ میں تمہیں مثل باپ کے سمجھتا ہوں۔ تم خوب جانتے ہو کہ جب تم نے ہائے وائے کی میں نے اپنی تمام قوم کو اکٹھا کیا اور جس نے میری بات مانی میں نے اسے اپنے ساتھ لیا اور تمہاری مدد کے لئے اپنی جان مال اور اپنی قوم کو لے کر پہنچا۔ سب نے کہا بے شک آپ سچے ہیں ہمیں آپ سے کسی قسم کی بدگمانی نہیں آپ جائیے۔ اب یہ چلا اور حضور ﷺ کی خدمت میں پہنچ کر آپ کے سامنے بیٹھ کر کہنے لگا آپ نے ادھر ادھر کے کچھ لوگوں کو جمع کر لیا ہے اور آئے ہیں اپنی قوم کی شان و شوکت کو آپ ہی توڑنے کے لئے سینے یہ قریشی آج یہ مصمم ارادہ کر چکے ہیں اور چھوٹے چھوٹے بچے بھی ان کے ساتھ ہیں جو جیتوں کی کھالیں پہنے ہوئے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کو بیچ میں رکھ کر عہد و پیمان کر چکے ہیں کہ ہرگز ہرگز آپ کو اس طرح اچانک زبردستی مکہ میں نہیں آنے دیں گے اللہ تعالیٰ کی قسم مجھے تو ایسا نظر آتا ہے کہ یہ لوگ جو اس وقت بھیڑ لگائے آپ کے ارد گرد کھڑے ہوئے ہیں یہ لڑائی کے وقت ڈھونڈے بھی نہیں ملیں گے یہ سن کر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے نہ رہا گیا آپ اس وقت حضور ﷺ کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے آپ نے کہا حالات کی وہ جو ستارہ ہم اور رسول اللہ ﷺ کو چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوں! عروہ نے حضور ﷺ سے پوچھا یہ کون ہے؟ آپ نے فرمایا ابوقحافہ کے بیٹے۔ تو کہنے لگا اگر مجھ پر تیرا احسان پہلے کا نہ ہوتا تو میں ضرور تجھے اس کا مزہ چکھاتا۔ اس کے بعد عروہ نے پھر کچھ کہنے کے لئے رسول اللہ ﷺ کی ڈاڑھی میں ہاتھ ڈالا۔ اس کی بے ادبی کو حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نہ سہار سکے یہ حضور ﷺ کے پاس ہی کھڑے ہوئے تھے لوہان کے ہاتھ میں تھا وہی اس کے ہاتھ پر مار کر فرمایا اپنا ہاتھ دور رکھ تو حضور ﷺ کے جسم کو چھون نہیں سکتا۔ یہ کہنے لگا تو بڑا ہی بد زبان اور میڑھا آدمی ہے۔ حضور ﷺ نے اس پر تبسم فرمایا۔ اس نے پوچھا یہ کون ہے؟ آپ نے فرمایا یہ تیرا بھتیجا مغیرہ بن شعبہ ہے۔ تو کہنے لگا غدار تو تو

کل تک طہارت بھی نہ جانتا تھا۔ الغرض اسے بھی حضور ﷺ نے وہی جواب دیا جو اس سے پہلے والوں کو دیا تھا اور یقین دلا دیا کہ ہم لڑنے کے لئے نہیں آئے۔ یہ واپس چلا اور اس نے یہاں کا یہ نقشہ دیکھا تھا کہ اصحاب رسول کس طرح حضور ﷺ کے پروانے بنے ہوئے ہیں، آپ کے وضو کا پانی وہ ہاتھوں ہاتھ لیتے ہیں آپ کے تھوک کو اپنے ہاتھوں میں لینے کے لئے وہ ایک دوسرے سے سبقت کرتے ہیں، آپ کا کوئی بال گر پڑے تو ہر شخص لپکتا ہے کہ وہ اسے لے لے۔ جب یہ قریشیوں کے پاس پہنچا تو کہنے لگا اے قریش کی جماعت کے لوگو! میں کسریٰ کے ہاں اس کے دربار میں اور نجاشی کے ہاں اس کے دربار میں ہوا یا ہوں اللہ تعالیٰ کی قسم میں نے ان بادشاہوں کی بھی وہ عظمت اور وہ احترام نہیں دیکھا جو محمد (رسول اللہ ﷺ) کا دیکھا ہے آپ کے اصحاب تو آپ کی وہ عزت کرتے ہیں کہ اس سے زیادہ ناممکن ہے اب تم سوچ لو اور اس بات کو یاد کر لو کہ اصحاب رسول ایسے نہیں کہ اپنے نبی کو تمہارے ہاتھوں میں دے دیں اب آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بلایا اور انہیں مکہ والوں کے پاس بھیجنا چاہا، لیکن اس سے پہلے یہ واقعہ ہو چکا تھا کہ آپ نے ایک مرتبہ حضرت خراش بن امیہ خزاعی رضی اللہ عنہ کو اپنے اونٹ پر جس کا نام ثعلب تھا سوار کرا کر مکہ بھیجا تھا قریش نے اس اونٹ کی کوچیں کاٹ دی تھیں اور خود قاصد کو بھی قتل کر ڈالتے لیکن احابیش قوم نے انھی بچالیا، (شاید اس بنا پر) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب میں کہا کہ یا رسول اللہ! مجھے تو ڈر ہے کہ یہ لوگ مجھے قتل نہ کر دیں کیونکہ وہاں میرے قبیلہ بنو عدی کا کوئی شخص نہیں جو مجھے ان قریشیوں سے بچانے کی کوشش کرے اس لئے کیا یہ اچھا نہ ہو گا کہ آپ (حضرت) عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو بھیجیں؟ جوان کی نگاہوں میں مجھ سے بہت زیادہ ذی عزت ہیں۔ چنانچہ آپ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بلا کر انہیں مکہ میں بھیجا کہ جا کر قریش سے کہہ دیں کہ ہم لڑنے کے لئے نہیں آئے بلکہ صرف بیت اللہ کی زیارت اور اس کی عظمت بڑھانے کو آئے ہیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے شہر میں قدم رکھا ہی تھا جو ابان بن سعید بن عاص آپ کو مل گئے اور اپنی سواری سے اتر کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو آگے بٹھایا اور خود پیچھے بیٹھا اور اپنی ذمہ داری پر آپ کو لے چلا کہ آپ پیغام رسول اللہ ﷺ اہل مکہ کو پہنچا دیں۔ چنانچہ آپ وہاں گئے اور قریش کو یہ پیغام پہنچا دیا۔ انہوں نے کہا کہ آپ تو آ ہی گئے ہیں آپ اگر چاہیں تو بیت اللہ کا طواف کر لیں، لیکن ذوالنورین نے جواب دیا کہ جب تک حضور ﷺ طواف نہ کر لیں ناممکن ہے کہ میں طواف کروں۔ قریشیوں نے جناب عثمان رضی اللہ عنہ کو روک لیا اور انہیں واپس نہ جانے دیا اور لشکر اسلام میں یہ خبر پہنچی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا ہے۔“

زہری کی روایت میں ہے کہ ”پھر قریشیوں نے سہیل بن عمرو کو آپ کے پاس بھیجا کہ جا کر صلح کر لو لیکن یہ ضروری ہے کہ اس سال آپ مکہ میں نہیں آ سکتے تا کہ عرب ہمیں طعنہ نہ دے سکیں کہ وہ آئے اور تم روک نہ سکے۔ چنانچہ سہیل یہ سفارت لے کر چلا جب حضور ﷺ نے اسے دیکھا تو فرمایا معلوم ہوتا ہے کہ قریشیوں کا ارادہ اب صلح کا ہو گیا جو اسے بھیجا ہے۔ اس نے حضور ﷺ سے باتیں شروع کیں اور دیر تک سوال جواب اور بات چیت ہوتی رہی۔ شرائط صلح طے ہو گئے صرف لکھنا باقی رہا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ دوڑے ہوئے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور فرمانے لگے کیا ہم مسلمان نہیں ہیں؟ کیا یہ لوگ مشرکین نہیں ہیں؟ آپ نے جواب دیا کہ ہاں تو کہا پھر کیا وجہ ہے کہ ہم دینی معاملات میں اتنی کمزوری دکھائیں۔ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا عمر! اللہ کے رسول کی رکاب تھا رہو آپ ﷺ اللہ کے سچے رسول ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پھر بھی صبر نہ ہو سکا خود رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسی طرح کہا۔ آپ نے جواب میں فرمایا سنو میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں اور اس کا غلام ہوں میں اس کے فرمان کے

خلاف نہیں کر سکتا اور مجھے یقین ہے کہ وہ مجھے ضائع نہ کرے گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہنے کو تو اس وقت جوش میں میں حضور اکرم ﷺ سے یہ سب کچھ کہہ گیا لیکن پھر مجھے بڑی ندامت ہوئی میں نے اس کے بدلے بہت سے روزے رکھے بہت سی نمازیں پڑھیں اور بہت سے غلام آزاد کئے اس سے ڈر کر کہ مجھے اس گستاخی کی کوئی سزا اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہ ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو صلح نامہ لکھنے کے لئے بلوایا اور فرمایا لکھو ((بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ)) اس پر سہیل نے کہا میں اسے نہیں جانتا یوں لکھئے بِاسْمِكَ اللَّهُمَّ آپ نے فرمایا اچھا یونہی لکھو پھر فرمایا لکھو یہ وہ صلح نامہ ہے جو محمد رسول اللہ ﷺ نے کیا اس پر سہیل نے کہا اگر میں آپ کو رسول مانتا تو آپ سے لڑتا ہی کیوں؟ یوں لکھئے کہ یہ وہ صلح نامہ ہے جو محمد بن عبد اللہ اور سہیل بن عمرو نے کیا اس بات پر کہ دس سال تک ہم میں کوئی لڑائی نہ ہوگی لوگ امن و امان سے رہیں گے ایک دوسرے سے بچا ہو اور بے گار اور یہ کہ جو شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس اپنے ولی کی اجازت کے بغیر چلا جائیگا آپ اسے واپس لوٹا دیں گے اور جو صحابی رسول اللہ ﷺ قریشیوں کے پاس چلا جائے گا وہ اسے نہیں لوٹائیں گے، ہم میں آپ میں لڑائیاں بند رہیں گی صلح قائم رہے گی کوئی طوق و زنجیر قید و بند بھی نہ ہوگی اسی میں ایک شرط یہ بھی تھی کہ جو شخص محمد ﷺ کی جماعت اور آپ کے عہد و پیمان میں آنا چاہے وہ بھی آ سکتا ہے۔ اس پر بنو خزاعہ جلدی سے بول اٹھے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے عہد و پیمان میں آئے ہیں اور بنو مکہ نے کہا کہ ہم قریشیوں کے ساتھ ان کے ذمہ میں ہیں۔ صلح نامہ میں یہ بھی تھا کہ اس سال آپ واپس لوٹ جائیں مکہ میں نہ آئیں اگلے سال آئیں۔ اس وقت ہم باہر نکل جائیں گے اور آپ اپنے اصحاب سمیت آئیں تین دن مکہ میں ٹھہریں ہتھیار اتارنے ہی ہوں جتنے ایک سوار کے پاس ہوتے ہیں تلواریں میان میں ہوں۔ ابھی صلح نامہ لکھا جا رہا تھا جو سہیل کے لڑکے حضرت ابو جندل رضی اللہ عنہ لوہے کی بھاری زنجیروں میں جکڑے ہوئے گرتے پڑتے مکہ سے چھپے لکے بھاگ کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مدینہ سے نکلتے ہوئے ہی فتح کا یقین کئے ہوئے تھے کیونکہ رسول اللہ ﷺ خواب میں دیکھ چکے تھے اس لئے انہیں فتح ہونے میں ذرا سا بھی شک نہ تھا۔ یہاں آ کر انہوں نے جو یہ رنگ دیکھا کہ صلح ہو رہی ہے اور بغیر طواف کے بغیر زیارت بیت اللہ کے یہیں سے واپس ہونا پڑے گا بلکہ رسول اللہ ﷺ اپنے نفس پر مشقت اٹھا کر صلح کر رہے ہیں تو اس سے وہ بہت ہی پریشان خاطر تھے بلکہ قریب تھا کہ ہلاک ہو جائیں۔ یہ سب کچھ تو تھا ہی مزید برآں جب حضرت ابو جندل رضی اللہ عنہ جو مسلمان تھے اور جنہیں مشرکین نے قید کر رکھا تھا اور جن پر طرح طرح کے مظالم توڑ رہے تھے یہ سن کر کہ حضور ﷺ آئے ہوئے ہیں کسی نہ کسی طرح موقع پا کر بھاگ آتے ہیں اور طوق و زنجیر میں جکڑے ہوئے حاضر ہوتے ہیں تو سہیل اٹھ کر انہیں طمانچے مارنے شروع کر دیتا ہے اور کہتا ہے اے محمد! میرے آپ کے درمیان تصفیہ ہو چکا ہے یہ اس کے بعد آیا ہے لہذا اس شرط کے مطابق اسے واپس لے جاؤنگا۔ تو آپ جواب دیتے ہیں کہ ہاں ٹھیک ہے۔ سہیل کھڑا ہوتا ہے اور حضرت ابو جندل رضی اللہ عنہ کے گریبان میں ہاتھ ڈال کر گھسیتا ہوا انہیں لے کر چلتا ہے۔ حضرت ابو جندل رضی اللہ عنہ بلند آواز سے کہتے ہیں اے مسلمانو! مجھے مشرکوں کی طرف لوٹا رہے ہو؟ ہاں یہ مجھ سے میرا دین چھیننا چاہتے ہیں۔ اس واقعہ نے صحابہ کو اور برا فروختہ کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے ابو جندل رضی اللہ عنہ سے فرمایا ابو جندل صبر کر اور نیک نیت رہ اور طلب ثواب میں رہ نہ صرف تیرے لئے ہی بلکہ تجھ جیسے جتنے کمزور مسلمان ہیں ان سب کے لئے اللہ تعالیٰ راستہ نکالنے والا ہے اور تم سب کو اس درد غم رنج و الم اور ظلم و ستم سے چھاننے والا ہے۔ ہم چونکہ صلح کر چکے ہیں شرائط طے ہو چکی ہیں اس بنا پر ہم نے تمہیں سر درست واپس کر دیا ہے ہم غدر کرنا شرائط کے خلاف کرنا عہد شکنی کرنا نہیں چاہتے۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ

ابو جندل رضی اللہ عنہ کے ساتھ ساتھ ان کے پہلو بہ پہلو جانے لگے اور کہتے جاتے تھے کہ ابو جندل صبر کرو ان میں رکھا ہی کیا ہے؟ یہ مشرک لوگ ہیں ان کا خون مثل کتے کے خون کے ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ساتھ ہی ساتھ اپنی تلوار کی موٹھ کا حضرت ابو جندل رضی اللہ عنہ کی طرف کرتے جارہے تھے کہ وہ تلوار کھینچ لیں اور ایک ہی وار میں باپ کو پرے پار کریں لیکن حضرت ابو جندل رضی اللہ عنہ کا ہاتھ باپ پر نہ اٹھا صلح نامہ مکمل ہو گیا۔ فیصلہ پورا ہو گیا۔ رسول اللہ ﷺ حرم میں نماز پڑھتے تھے اور حلال ہونے کیلئے مضطرب تھے۔ پھر حضور ﷺ نے لوگوں سے فرمایا کہ اٹھو اپنی اپنی قربانیاں کر لو اور سرمنڈا لو لیکن ایک بھی کھڑا نہ ہوا۔ تین مرتبہ ایسا ہی ہوا۔ آپ لوٹ کر ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے اور فرمانے لگے لوگوں کو یہ کیا ہو گیا؟ مائی صاحبہ نے جواب دیا یا رسول اللہ! اس وقت جس قدر صدے میں یہ ہیں آپ کو بخوبی معلوم ہے آپ ان سے کچھ نہ کہئے سیدھے اپنی قربانی کے جانور کے پاس جاییے اور اسے جہاں وہ ہو وہیں قربان کر دیجئے اور خود سرمنڈا لیجئے پھر تو ممکن ہے کہ اور لوگ بھی کریں۔ آپ نے یہی کیا اب کیا تھا ہر شخص اٹھ کھڑا ہوا قربانی کو قربان کیا اور سرمنڈا لیا۔ اب آپ یہاں سے واپس چلے آدھا راستہ طے کیا ہو گا جو سورۃ الفتح نازل ہوئی۔^① یہ روایت صحیح بخاری میں بھی ہے اس میں ہے کہ ”آپ کے سامنے ایک ہزار کنی صحابہ تھے ذوالحلیفہ پہنچ کر آپ نے قربانی کے اونٹوں کو نشان دار کیا اور عمرے کا احرام باندھا اور اپنے ایک جاسوس کو جو قبیلہ خزاعہ میں سے تھا جس کے لئے روانہ کیا غدر یا شیطا میں آ کر اس نے خبر دی کہ قریش نے پورا مجمع تیار کر لیا ہے ادھر ادھر کے مختلف لوگوں کو بھی انہوں نے جمع کر لیا ہے اور ان کا ارادہ لڑائی کا اور آپ کو بیت اللہ سے روکنے کا ہے۔ آپ نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا اب بتلاؤ کیا ہم ان کے اہل و عیال پر حملہ کر دیں؟ اگر وہ ہمارے پاس آئیں گے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی گردن کاٹ دی ہوگی۔ ورنہ ہم انہیں ٹمگین چھوڑ کر جائیں گے اگر وہ بیٹھ رہیں گے تو اس غم و رنج میں رہیں گے اور اگر انھوں نے نجات پالی تو یہ گردیں ہوں گی جو اللہ عز و جل نے کاٹ دی ہوں گی دیکھو تو بھلا کتنا ظلم ہے کہ ہم نہ کسی سے لڑنے کو آئے نہ کسی اور ارادے سے آئے صرف اللہ تعالیٰ کے گھر کی زیارت کے لئے جارہے ہیں اور وہ ہمیں روک رہے ہیں بتلاؤ ان سے ہم کیوں نہ لڑیں؟ اس پر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یا رسول اللہ! آپ بیت اللہ کی زیارت کو نکلے ہیں آپ چلے چلے ہمارا ارادہ جدال و قتال کا نہیں لیکن جو ہمیں اللہ تعالیٰ کے گھر سے روکے گا ہم اس سے ضرور لڑیں گے خواہ کوئی ہو۔ آپ نے فرمایا بس اللہ کا نام لو اور چل کھڑے ہو۔ کچھ اور آگے چل کر حضور ﷺ نے فرمایا خالد بن ولید طلایہ کا لشکر لے کر آ رہا ہے پس تم دائیں طرف کو ہولو۔ خالد کو اس کی خبر بھی نہ ہوئی اور حضور ﷺ مع صحابہ کے ان کے کلمے پر پہنچ گئے اب خالد دوڑتا ہوا قریشیوں میں پہنچا اور انہیں اس سے مطلع کیا۔ اونٹنی کا نام اس روایت میں قصواء بیان ہوا ہے اس میں یہ بھی ہے کہ حضور ﷺ نے جب یہ فرمایا کہ جو کچھ مجھ سے طلب کریں گے میں دوں گا بشرطیکہ حرمت اللہ تعالیٰ کی اہانت نہ ہو۔ پھر جو آپ نے اونٹنی کو لکھا کہ فوراً کھڑی ہوگی۔ بدیل بن ورقا خزاعی رسول اللہ ﷺ کے پاس سے جا کر قریشیوں کو جب جواب پہنچاتا ہے تو عروہ بن مسعود ثقفی کھڑے ہو کر اپنا تعارف کرا کر جو پہلے بیان ہو چکا ہے یہ بھی کہتا ہے کہ دیکھو اس شخص نے نہایت معقول اور داجبی بات کہی ہے اسے قبول کرلو۔ اور جب یہ خود حاضر حضور ہو کر آپ کا یہی جواب آپ کے منہ سے سنا ہے تو آپ سے کہتا ہے کہ سنئے جناب دو ہی باتیں ہیں یا آپ غالب وہ مغلوب یا وہ غالب آپ مغلوب۔ اگر پہلی بات ہی ہوئی تو بھی کیا ہوا آپ ہی کی قوم ہے آپ نے کسی کو ایسا سنا بھی ہے کہ جس نے اپنی قوم کا ستیاناس کیا ہو؟ اور اگر دوسری بات ہو گئی تو یہ جتنے آپ کے پاس ہیں میں تو دیکھتا ہوں کہ سارے ہی آپ کو چھوڑ کر فرار ہو

① احمد، ۴/۲۳۲، ۳۲۶ و سندہ حسن ابن اسحاق صرح بالسماع عند البیهقی فی الدلائل (۴/۱۴۵) ورواہ مختصراً، والترمذی صرح بالسماع عند البخاری (۲۷۳۱، ۲۷۳۲) وانظر العقد التمام فی تخریج سیرۃ ابن ہشام لراقم الحروف (ج ۱ ص ۱۶۵)

جائیں گے۔ اس پر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے وہ جواب دیا جو پہلے گزر چکا۔ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ والے بیان میں یہ بھی ہے کہ ان کے ہاتھ میں تلوار تھی اور سر پر خود تھا۔ ان کے مارنے پر عروہ نے کہا غدار میں نے تو تیری غداری میں تیرا ساتھ دیا تھا۔ بات یہ ہے کہ پہلے یہ جاہلیت کے زمانہ میں کافروں کے ایک گروہ کے ساتھ تھے موقعہ پا کر انہیں قتل کر ڈالا اور ان کا مال لے کر حاضر حضور ﷺ ہوئے۔ آپ نے فرمایا تمہارا اسلام تو میں منظور کرتا ہوں لیکن اس مال سے میرا کوئی تعلق نہیں۔ عروہ نے یہاں یہ منظر بھی پیش کر دیا تھا کہ آپ تھوکتے ہیں تو کوئی نہ کوئی صحابی لپک کر اسے اپنے ہاتھوں میں لے لیتا ہے اور اپنے چہرے اور اپنے جسم پر مل لیتا ہے آپ کے ہونٹوں کو جنبش ہوتے ہی فرمانبرداری کے لئے ایک سے ایک آگے بڑھتا ہے جب آپ وضو کرتے ہیں تو آپ کے اعضاء بدن سے گرے ہوئے پانی پر قریب ہوتا ہے کہ صحابہ لڑ پڑیں جب آپ بات کرتے ہیں تو بالکل سناٹا ہو جاتا ہے جو کہیں سے چوں کی آواز بھی سنائی دے حد تعظیم یہ ہے کہ صحابہ آنکھ بھر کر آپ کے چہرے منور کی طرف تکتے ہی نہیں بلکہ نیچی نگاہوں سے ہر وقت باادب رہتے ہیں۔ اس نے پھر واپس آن کر یہی حال قریشیوں کو سنایا اور کہا کہ حضور جو انصاف و عدل کی بات پیش کر رہے ہیں اسے مان لو۔“

بنو کنانہ کے جس شخص کو اس کے بعد قریش نے بھیجا اسے دیکھ کر حضور اکرم ﷺ نے فرمایا یہ لوگ قربانی کے جانوروں کی بڑی تعظیم کرتے ہیں اس لئے قربانی کے جانوروں کو کھڑا کر دو اور اس کی طرف ہانک دو اس نے جو یہ منظر دیکھا ادھر صحابہ کی زبانی لبیک کی صدا اٹھیں سنیں تو کہہ اٹھا کہ ان لوگوں کو بیت اللہ سے روکنا نہایت لغو حرکت ہے۔ اس میں یہ بھی ہے کہ کمرز کو دیکھ کر آپ نے فرمایا یہ ایک تاجر شخص ہے۔ ابھی یہ بیٹھا باتیں کر رہی رہا تھا جو سہیل آ گیا اسے دیکھ کر حضور ﷺ نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا لو اب کام سہل ہو گیا۔ اس نے جب بسم اللہ الرحمن الرحیم اور آپ کے نام کے ساتھ رسول اللہ ﷺ لکھنے پر اعتراض کیا تو آپ نے فرمایا واللہ! میں رسول اللہ ہی ہوں گو تم نہ مانو یہ اس بنا پر کہ جب آپ کی اونٹنی بیٹھ گئی تو آپ نے کہہ دیا تھا کہ یہ محرمات الہی کی عزت رکھتے ہوئے مجھ سے جو کہیں گے میں منظور کر لوں گا۔ آپ نے صلح نامہ لکھواتے ہوئے فرمایا کہ اس سال ہمیں یہ بیت اللہ کی زیارت کر لینے دیں گے، لیکن سہیل نے کہا یہ ہمیں منظور نہیں ورنہ لوگ کہیں گے کہ ہم دب گئے اور کچھ نہ کر سکے۔ جب یہ شرط ہو رہی تھی کہ جو کافران میں سے مسلمان ہو کر حضور ﷺ کے پاس چلا جائے آپ اسے واپس دے دیں گے اس پر مسلمانوں نے کہا سبحان اللہ! یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ مسلمان ہو کر آئے اور ہم اسے کافروں کو سونپ دیں یہ باتیں ہو رہی تھیں جو حضرت ابو جندل رضی اللہ عنہ اپنی بیڑیوں میں جکڑے ہوئے آ گئے۔ سہیل نے کہا اسے واپس کیجئے۔ آپ نے فرمایا ابھی تک صلح نامہ مکمل نہیں ہوا میں اسے کیسے واپس کر دوں۔ اس نے کہا پھر تو اللہ کی قسم میں کسی طرح اور کسی شرط پر صلح کرنے میں رضامند نہیں ہوں۔ آپ نے فرمایا تم خود مجھے خاص اس کی بابت اجازت دے دو۔ اس نے کہا میں اس کی اجازت بھی آپ کو نہیں دوں گا۔ آپ نے دوبارہ فرمایا لیکن اس نے پھر بھی انکار کر دیا، گو کمرز نے کہا ہاں ہم آپ کو اس کی اجازت دیتے ہیں۔ اس وقت حضرت ابو جندل رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں سے فریاد کی ان بیچاروں کو مشرکین بڑی سخت سنگین سزائیں دیا کرتے تھے۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے اور وہ کہا جو پہلے گزر چکا، پھر پوچھا کیا آپ نے ہم سے یہ نہیں فرمایا کہ ہم بیت اللہ میں جائیں گے اور اس کا طواف بھی کریں گے۔ آپ نے فرمایا ہاں یہ تو میں نے کہا ہے لیکن یہ تو نہیں کہ یہ اسی سال ہو گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہاں یہ تو آپ نے نہیں فرمایا تھا۔ آپ نے فرمایا بس تو تم وہاں جاؤ گے اور بیت اللہ کا طواف ضرور کرو گے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں پھر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور وہی کہا جس کا بیان اوپر گزرا۔ اس میں اتنا اور ہے کہ کیا حضور اللہ تعالیٰ کے رسول نہیں؟ اس کے جواب میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہاں ہیں۔ پھر میں

نے حضور ﷺ کی پیش گوئی کا اسی طرح ذکر کیا اور وہی جواب ملا جو ذکر ہوا جو جواب خود رسول اللہ ﷺ نے دیا تھا۔ اس روایت میں یہ بھی ہے کہ جب حضور ﷺ نے اپنے ہاتھ سے اپنے اونٹ کو نحر کیا اور نائی کو بلوا کر سر منڈوا لیا پھر تو سب صحابہ رضی اللہ عنہم ایک ساتھ کھڑے ہو گئے اور قربانیوں سے فارغ ہو کر ایک دوسرے کا سر خود مونڈنے لگے اور مارے غم کے اور اڑدھام کے قریب تھا کہ آپس میں لڑ پڑیں۔ اس کے بعد ایمان والی عورتیں حضور ﷺ کے پاس آئیں جن کے بارے میں آیت ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا جَاءَكُمْ الْمُسُومَةُ﴾ ① اٹھ نازل ہوئی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس حکم کے ماتحت اپنی دو شرکہ بیویوں کو اسی دن طلاق دے دی جن میں سے ایک نے معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ سے نکاح کر لیا اور دوسری نے صفوان بن امیہ رضی اللہ عنہ سے نکاح کر لیا۔ آنحضرت ﷺ یہیں سے واپس لوٹ کر مدینہ منورہ آ گئے۔

”ابو بصیر رضی اللہ عنہ نامی ایک قریشی جو مسلمان تھے موقعہ پا کر مکہ سے نکل کر رسول اللہ ﷺ کے پاس مدینہ پہنچے ان کے پیچھے ہی دو کافر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ عہد نامہ کی بنا پر اس شخص کو واپس کیجئے ہم قریشیوں کے پیچھے ہوئے قاصد ہیں اور ابو بصیر رضی اللہ عنہ کو واپس لینے کے لئے آئے ہیں۔ آپ نے فرمایا اچھی بات ہے میں اسے واپس کر دیتا ہوں۔ چنانچہ آپ نے حضرت ابو بصیر رضی اللہ عنہ کو انہیں سوپ دیا۔ یہ انہیں لے کر چلے جب ذوالحلیفہ پہنچے اور بے فکری سے وہاں کھجوریں کھانے لگے تو حضرت ابو بصیر رضی اللہ عنہ نے ان میں سے ایک شخص سے کہا واللہ میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ کی تلوار نہایت ہی عمدہ ہے۔ اس نے کہا ہاں بیشک بہت ہی اچھے لوہے کی ہے میں نے بارہا اس کا تجربہ کر لیا ہے اس کی کاٹ کا کیا پوچھنا ہے؟ یوں کہتے ہوئے اس نے تلوار میان سے نکال لی۔ ابو بصیر رضی اللہ عنہ نے ہاتھ بڑھا کر کہا ذرا مجھے دکھانا اس نے دیدی آپ نے ہاتھ میں لیتے ہی تول کر ایک ہی ہاتھ میں اس کافر کا تو کام تمام کیا، دوسرا اس رنگ کو دیکھتے ہی مٹھیاں بند کر کے ایسا گھٹ بھاگا کہ سیدھا مدینہ پہنچ کر دم لیا اسے دیکھتے ہی حضور ﷺ نے فرمایا یہ بڑی گھبراہٹ میں ہے کوئی خوفناک منظر دیکھ چکا ہے۔ اتنے میں یہ قریب پہنچ گیا اور دہائیاں دینے لگا کہ یا رسول اللہ! میرا ساتھی تو مار ڈالا گیا اور میں بھی اب تھوڑے دم کا ہی مہمان ہوں دیکھئے وہ آیا۔ اتنے میں حضرت ابو بصیر رضی اللہ عنہ پہنچ گئے اور عرض کرنے لگے یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذمے کو پورا کر دیا ہے آپ نے اپنے وعدے کے مطابق مجھے ان کے حوالے کر دیا اب یہ اللہ کی کریمی ہے کہ اس نے مجھے ان سے رہائی دلوائی۔ آپ نے فرمایا افسوس یہ کیسا شخص ہے؟ یہ تو لڑائی کی آگ کو بھڑکانے والا ہے کاش کہ کوئی اسے سمجھائے دیتا۔ یہ سنتے ہی حضرت ابو بصیر رضی اللہ عنہ چونک گئے کہ معلوم ہوتا ہے آپ شاید مجھے دوبارہ مشرکین کے حوالے کر دیں گے یہ سوچتے ہی حضور ﷺ کے پاس سے چلے گئے مدینہ کو الوداع کہا اور لمبے قدموں سمندر کے کنارے کی طرف چل دیئے اور وہیں بود و باش اختیار کر لی یہ واقعہ مشہور ہو گیا۔ ادھر سے ابو جندل بن سہیل رضی اللہ عنہ جنہیں حدیبیہ میں اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے واپس کیا تھا وہ بھی موقعہ پا کر پھر مکہ سے بھاگ کھڑے ہوئے اور براہ راست حضرت ابو بصیر رضی اللہ عنہ کے پاس چلے آئے اب یہ ہوا کہ مشرکین قریش میں سے جو بھی ایمان قبول کرنا سیدھا حضرت ابو بصیر رضی اللہ عنہ کے پاس آ جاتا اور یہیں رہتا سہتا یہاں تک کہ ایک خاصی معقول جماعت ایسے ہی لوگوں کی یہاں جمع ہو گئی اور انہوں نے یہ کرنا شروع کیا کہ قریشیوں کا جو قافلہ شام کی طرف جانے کے لئے نکلتا یہ اس سے جنگ کرتے جس میں قریشی کفار قتل بھی ہوئے اور ان کے مال بھی ان مہاجر مسلمانوں کے ہاتھ لگے یہاں تک کہ قریشی تنگ آ گئے بالآخر انہوں نے پیغمبر الہی ﷺ کی خدمت میں آ دی بھیجا کہ حضرت خدا را ہم

پر رحم فرما کر ان لوگوں کو وہاں سے اپنے پاس بلوائیجے ہم ان سب سے دستبردار ہوتے ہیں ان میں سے جو بھی آپ کے پاس آ جائے وہ امن میں ہے ہم آپ کو اپنی رشتہ داریاں یاد دلاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا واسطہ دیتے ہیں کہ انھیں اپنے پاس بلوالو۔ چنانچہ حضور ﷺ نے اس درخواست کو منظور فرمایا اور ان حضرات کے پاس آدمی بھیج کر سب کو بلوالیا اور اللہ عزوجل نے آیت ﴿وَهُوَ الَّذِي كَفَّ أَيْدِيَهُمْ﴾ نازل فرمائی۔ ”ان کفار کی حمیت جاہلیت یہ تھی کہ انہوں نے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ نہ لکھنے دی آپ کے نام کے ساتھ رسول اللہ نہ لکھنے دیا۔ آپ کو بیت اللہ کی زیارت نہ کرنے دی۔“ ①

صحیح بخاری کی کتاب التفسیر میں ہے حبیب بن ابوثابت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ”میں ابوداؤد کے پاس گیا تاکہ ان سے پوچھوں انہوں نے کہا ہم صفین میں تھے ایک شخص نے کہا کیا تو نے انہیں نہیں دیکھا کہ وہ کتاب اللہ کی طرف بلائے جاتے ہیں۔ پس حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہاں پس سہیل بن حنیف رضی اللہ عنہ نے کہا اپنی جانوں پر تہمت رکھو ہم نے اپنے تئیں حدیبیہ والے دن دیکھا یعنی اس صلح کے موقع پر جو نبی ﷺ اور مشرکین کے درمیان ہوئی تھی اگر ہماری رائے لڑنے کی ہوتی تو ہم یقیناً لڑتے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آ کر کہا کہ کیا ہم حق پر اور وہ باطل پر نہیں؟ حضور ﷺ نے فرمایا ہاں۔ کہا پھر ہم کیوں اپنے دین میں جھک جائیں اور لوٹ جائیں حالانکہ اب تک رب تعالیٰ نے ہم میں ان میں کوئی فیصلہ کن کارروائی نہیں کی۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اے ابن خطاب! میں اللہ کا رسول ہوں وہ مجھے کبھی بھی ضائع نہ کرے گا۔ یہ جواب سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ لوٹ آئے لیکن بہت غصے میں تھے وہاں سے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور یہی سوال وجواب یہاں بھی ہوئے اور سورہ فتح نازل ہوئی۔“ ② بعض روایات میں حضرت سہیل بن حنیف رضی اللہ عنہ کے یہ الفاظ بھی ہیں کہ میں نے اپنے تئیں ابوجندل والے دن دیکھا کہ اگر مجھ میں رسول اللہ ﷺ کے حکم کو ٹوٹانے کی قدرت ہوتی تو میں یقیناً ٹوٹا دیتا۔ ③ اس میں یہ بھی ہے کہ جب سورہ فتح اتری تو حضور ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بلا کر یہ سورت انہیں سنائی۔ ④ مسند احمد کی روایت میں ہے کہ ”جس وقت یہ شرط طے ہوئی کہ ان کا آدمی انھیں واپس کیا جائے اور ہمارا آدمی واپس نہ کریں تو حضور ﷺ سے کہا گیا کیا ہم یہ بھی مان لیں اور لکھ دیں؟ آپ نے فرمایا ہاں اس لئے کہ ہم میں سے جو ان میں جائے اللہ تعالیٰ اسے ہم میں سے دور ہی رکھے“ ⑤ (مسلم) مسند احمد میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ”جب خارجی نکل کھڑے ہوئے اور انہوں نے علیہ کی اختیار کی تو میں نے ان سے کہا رسول اللہ ﷺ نے حدیبیہ والے دن جب مشرکین سے صلح کی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا اے علی لکھ یہ وہ شرائط صلح ہیں جن پر اللہ کے رسول محمد ﷺ نے صلح کی تو مشرکین نے کہا اگر ہم آپ کو رسول اللہ ماننے تو آپ سے ہرگز نہ لڑتے۔ تو آپ نے فرمایا اے علی اسے منادو اے اللہ تو خوب جانتا ہے کہ میں تیرا رسول ہوں علی اسے کاٹ دو اور لکھو یہ ہے جس پر صلح کی محمد بن عبداللہ نے۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! رسول اللہ ﷺ حضرت علی سے بہتر تھے پھر بھی آپ نے اس لکھے ہوئے کو ٹوٹا دیا اس سے کچھ آپ نبوت سے نہیں نکل گئے۔“ ⑥ مسند احمد میں ہے کہ ”رسول اللہ ﷺ نے“

- ① صحیح بخاری، کتاب الشروط، باب الشروط فی الجہاد والمصالحة مع اہل الحرب، ۲۷۳۱، ۲۷۳۲؛ ابو داؤد، ۲۷۶۵؛ احمد، ۴/۳۲۳؛ ابن حبان، ۴۸۷۲۔
- ② صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورة الفتح باب ﴿اِذَا يَاسِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ﴾؛ ۴۸۴۴؛ صحیح مسلم، ۱۷۸۵۔
- ③ صحیح بخاری، کتاب الجزية، باب: ۱۸ حدیث ۳۱۸۱۔
- ④ صحیح بخاری، حوالہ سابق، ۳۱۸۲؛ صحیح مسلم، ۱۷۸۵؛ السنن الکبریٰ، ۱۱۰۰۴۔
- ⑤ احمد، ۳/۲۶۸؛ صحیح مسلم، کتاب الجہاد، باب صلح الحدیبیہ، ۱۷۸۴۔
- ⑥ ابو داؤد، کتاب اللباس، باب لباس الغلیظ، ۴۰۳۷؛ مختصرًا وهو صحیح؛ احمد، ۵/۳۴۳۔

لَقَدْ صَدَقَ اللَّهُ رَسُولَهُ الرُّعْيَا بِالْحَقِّ لَتَدْخُلَنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ إِنْ شَاءَ
 اللَّهُ آمِنِينَ لَا مُحْلِقِينَ رِعْوُسَكُمْ وَمُقَصِّرِينَ لَا تَخَافُونَ ۖ فَعَلِمَ مَا لَمْ
 تَعْلَمُوا فُجِعَلْ مِنْ دُونِ ذَلِكَ فَتْحًا قَرِيبًا ۝ هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ
 بِالْهُدَى وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ ۖ وَكَفَى بِاللَّهِ شَهِيدًا ۝

ترجمہ: یقیناً اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کے مطابق واقعہ خواب سچا کر دکھایا کہ انشاء اللہ تم یقیناً پورے امن وامان کے ساتھ مسجد حرام میں جاؤ گے، سرمنڈواتے ہوئے اور سر کے بال کترواتے ہوئے چین کے ساتھ ٹڈر ہو کر وہ امن امور کو جانتا ہے جنہیں تم نہیں جانتے پس اس لئے اس سے پہلے ایک نزدیک کی فتح تمہیں میسر کی۔ [۲۶] وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین برحق کے ساتھ بھیجا تا کہ اسے ہر دین سے اوپر رکھے۔ اور اللہ تعالیٰ کافی ہے اظہار حق کرنے والا۔ [۲۸]

= حدیبیہ والے دن ستر اونٹ قربان کئے جن میں ایک اونٹ ابو جہل کا بھی تھا جب یہ اونٹ بیت اللہ سے روک دیئے گئے تو اس طرح نالہ و بکا کرتے تھے جیسے اس کا دودھ پیتا بچہ الگ ہو گیا ہو۔ ①

نبی کا خواب بمنزلہ وحی کے ہوتا ہے: [آیت: ۲۷-۲۸] رسول اللہ ﷺ نے خواب دیکھا تھا کہ آپ مکہ میں گئے اور بیت اللہ کا طواف کیا۔ آپ نے اس کا ذکر اپنے اصحاب سے مدینہ میں ہی کر دیا تھا۔ حدیبیہ والے سال جب آپ عمرے کے ارادے سے چلے تو اس خواب کی بنا پر صحابہ رضی اللہ عنہم کو یقین کامل تھا کہ اس سفر میں ہی ہم کامیابی کے ساتھ اس خواب کا ظہور دیکھ لیں گے وہاں جا کر جو رنگت بدلی ہوئی دیکھی یہاں تک کہ صلح نامہ لکھ کر بغیر زیارت بیت اللہ واپس ہونا پڑا تو ان صحابہ رضی اللہ عنہم پر نہایت شاق گزرا۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تو خود حضور ﷺ سے یہ کہا بھی کہ آپ نے تو ہم سے فرمایا تھا کہ ہم بیت اللہ جائیں گے اور طواف سے شرف ہوں گے۔ آپ نے فرمایا یہ صبح ہے لیکن یہ تو میں نے نہیں کہا تھا کہ اسی سال ایسا ہوگا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہاں یہ تو نہیں فرمایا تھا۔ آپ نے فرمایا پھر جلدی کیا ہے؟ تم بیت اللہ جاؤ گے ضرور اور طواف بھی یقیناً کرو گے۔ پھر حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سے یہی کہا اور ٹھیک یہی جواب پایا۔ ② اس آیت میں ﴿إِنْ شَاءَ اللَّهُ﴾ ہے یہ استثناء کے لئے نہیں بلکہ تحقیق اور تاکید کے لئے ہے۔ اس مبارک خواب کی تاویل کو صحابہ رضی اللہ عنہم نے دیکھ لیا اور پورے امن و اطمینان کے ساتھ مکہ میں گئے اور وہاں جا کر احرام کھولتے ہوئے بعض نے اپنا سر منڈوایا اور بعض نے بال کتروائے۔ صحیح حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ”اللہ تعالیٰ سر منڈوانے والوں پر رحم کرے۔ لوگوں نے کہا حضرت اور کتروانے والوں پر بھی۔ آپ نے دوبارہ یہی فرمایا۔ پھر لوگوں نے وہی کہا آخر تیسری یا چوتھی دفعہ میں آپ نے کتروانے والوں کے لئے بھی رحم کی دعا کی۔“ ③

① احمد، ۳۱۴/۱، ۳۱۵ وسندہ ضعیف، محمد بن عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ ضعیف راوی ہے۔ طبرانی، ۱۲۰۷۱، بیہقی، ۲۳۰/۵۔

② صحیح بخاری، کتاب الشروط، باب الشروط فی الجہاد والمصالحة مع اہل الحرب، ۲۷۳۱، ۲۷۳۲۔

③ صحیح بخاری، کتاب الحج، باب الحلق والتقصیر عند الاحلال، ۱۷۲۷، صحیح مسلم، ۱۳۰۱۔

پھر فرمایا بے خوف ہو کر یعنی مکہ میں جاتے وقت بھی امن و امان سے ہو گئے اور مکہ کا قیام بھی بے خون کا ہو گا۔ چنانچہ عمرہ قضا میں یہی ہوا یہ عمرہ ذی قعدہ سنہ ۷ ہجری میں ہوا تھا۔ حدیبیہ سے آپ ذی قعدہ کے مہینے میں لوٹے ذی الحجہ اور محرم تو مدینہ میں قیام رہا صفر میں خیبر کی طرف گئے اس کا کچھ حصہ تو از روئے جنگ فتح ہوا اور کچھ حصہ از روئے صلح منسوخ ہوا یہ بہت بڑا علاقہ تھا اس میں کھجوروں کے باغات اور کھیتاں بکثرت تھیں یہیں کے یہودیوں کو آپ نے بطور خادم یہاں رکھ کر ان سے یہ معاملہ طے کیا کہ وہ باغات اور کھیتوں کی حفاظت اور خدمت کریں اور پیداوار کا نصف حصہ دے دیا کریں۔ خیبر کی تقسیم رسول اللہ ﷺ نے صرف ان ہی صحابہ میں کی جو حدیبیہ میں موجود تھے ان کے سوا کسی اور کو اس جنگ میں آپ نے حصہ دار نہیں بنایا بجز ان لوگوں کے جو حبشہ کی ہجرت سے واپس آئے تھے حضرت جعفر بن ابوطالب رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی اور جنگ حدیبیہ میں جو حضرات حضور ﷺ کے ساتھ تھے وہ سب اس فتح خیبر میں بھی ساتھ تھے بجز حضرت ابودجانہ مساک بن خرمشہ رضی اللہ عنہ کے ❶ جیسے کہ اس کا پورا بیان اپنی جگہ ہے۔ یہاں سے آپ سالم و غانم واپس تشریف لائے اور ماہ ذی القعدہ سنہ ۷ ہجری میں مکہ کی طرف بارادہ عمرہ اہل حدیبیہ کو ساتھ لے کر آپ روانہ ہوئے ذوالحلیفہ سے احرام باندھا قربانی کے لئے ساتھ اونٹ لئے اور لہیک پکارتے ہوئے ظہر ان کے قریب پہنچ کر حضرت محمد بن سلمہ رضی اللہ عنہ کو کچھ گھوڑے سواروں کے ساتھ ہتھیار بند آگے آگے روانہ کیا اس سے مشرکین کے اوسان خطا ہو گئے اور مارے رعب کے ان کے کلیجے چھلنے لگے انہیں خیال گزرا کہ یہ تو پوری تیاری اور کامل ساز و سامان کے ساتھ آئے ہیں تو ضرور لڑائی کے ارادے سے ہی آئے ہیں انہوں نے شرط توڑ دی کہ دس سال تک کوئی لڑائی نہ ہوگی۔ چنانچہ یہ لوگ دوڑے ہوئے مکہ گئے اور اہل مکہ کو اس کی اطلاع دی۔ حضور جب مر الظہر ان میں پہنچے جہاں سے کعبہ کے بت دکھائی دیتے تھے تو آپ نے تمام نیزے بھالے تیر کمان بطن یانچ میں بھیج دیئے مطابق شرط صرف تلواریں پاس رکھ لیں اور وہ بھی میان میں تھیں۔ ابھی آپ راستے میں ہی تھے جو قریش کا بھیجا ہوا آدی مرکز بن حفص آیا اور کہنے لگا حضور! آپ کی عادت تو عہد توڑنے کی نہیں۔ حضور ﷺ نے پوچھا کیا بات ہے؟ وہ کہنے لگا کہ آپ تیر اور نیزے لے کر آرہے ہیں۔ آپ نے فرمایا نہیں ہم نے تو وہ سب یانچ بھیج دیئے۔ اس نے کہا یہی نہیں آپ کی ذات سے امید تھی آپ ہمیشہ سے بھلائی سیکل اور وفاداری کرنے والے ہیں۔ سرداران کفار تو بوجہ غیظ و غضب اور رنج و غم کے شہر سے باہر چلے گئے کیوں کہ وہ تو آپ کو اور آپ کے اصحاب کو دیکھنا بھی نہیں چاہتے تھے اور جو لوگ مکہ میں رہ گئے تھے وہ سب مرد عورت بچے تمام راستوں پر اور کوٹھوں پر اور چھتوں پر کھڑے ہو گئے اور ایک استعجاب کی نظر سے اس مخلص گروہ کو اس پاک لشکر کو اس خدائی فوج کو دیکھ رہے تھے۔ آپ نے قربانی کے جانور ذی طویٰ میں بھیج دیئے تھے خود آپ اپنی مشہور اونٹنی قصواء پر سوار تھے آگے آگے آپ کے اصحاب تھے جو برابر لہیک پکارتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ انصاری رضی اللہ عنہ آپ کی اونٹنی کی نکیل تھا مے ہوئے تھے اور یہ اشعار پڑھتے۔

بِسْمِ الْإِلهِ مُحَمَّدٌ رَّسُولُهُ
 الْيَوْمَ نَضْرِبُكُمْ عَلَى تَأْوِيلِهِ
 ضَرْبًا يُرْزَلُ الْهَامُ عَنْ مَقْبُولِهِ
 قَدْ أَنْزَلَ الرَّحْمَنُ فِى تَنْزِيلِهِ
 بِأَنَّ خَيْرَ الْفُقْصِلِ فِى سَيْلِهِ

بِسْمِ الْإِلهِ لَا دِينَ إِلَّا دِينُنَا
 خَلَوْا بَنَى الْكُفَّارِ عَنْ سَيْلِهِ
 كَمَا طَرَبْنَاكُمْ عَلَى تَنْزِيلِهِ
 وَيَنْزِيلُ الْخَلِيلِ عَنْ خَلِيلِهِ
 فِى صُحُفٍ تَتْلَى عَلَى رَسُولِهِ

يَا رَبِّ اِنِّي مُؤْمِنٌ بِفِيْلِهِ

یعنی اس اللہ تعالیٰ کے نام سے جس کے دین کے سوا اور کوئی دین قابل قبول نہیں اس اللہ کے نام سے جس کے رسول حضرت محمد ﷺ ہیں۔ اے کافروں کے بچو! حضور ﷺ کے راستے سے ہٹ جاؤ آج ہم تمہیں آپ کے لوٹنے پر بھی ویسا ہی ماریں گے جیسا کہ آپ کے آنے پر مارا تھا وہ مار جو دماغ کو اس کے ٹھکانے سے ہٹا دے اور دوست کو دوست سے بھلا دے۔ اللہ تعالیٰ رحم والے نے اپنی وحی میں نازل فرمایا ہے جو ان صحیفوں میں محفوظ ہے جو اس کے رسول کے سامنے تلاوت کئے جاتے ہیں کہ سب سے بہتر موت شہادت کی موت ہے جو اس کی راہ میں ہو۔ اے میرے پروردگار میں اس بات پر ایمان لا چکا ہوں۔ بعض روایتوں میں الفاظ میں کچھ ہیر پھیر بھی ہے۔

مسند احمد میں ہے کہ ”اس عمرے کے سفر میں جب حضور ﷺ مرا الظہر ان میں پہنچے تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے سنا کہ اہل مکہ کہتے ہیں یہ لوگ بوجہ لاغری اور کمزوری کے اٹھ بیٹھ نہیں سکتے یہ سن کر صحابہ حضور ﷺ کے پاس آئے اور کہا اگر آپ اجازت دیں تو ہم اپنی سواریوں کے چند جانور ذبح کر لیں ان کا گوشت کھائیں اور شور بائیں اور تازہ دم ہو کر مکہ میں جائیں۔ آپ نے فرمایا نہیں ایسا نہ کرو تمہارے پاس جو کھانا ہو اسے جمع کرو۔ چنانچہ جمع کیا وستر خوان بچھایا اور کھانے بیٹھے تو حضور ﷺ کی دعا کی وجہ سے کھانے میں اتنی برکت ہوئی کہ سب نے کھا پی لیا اور توشے دان بھر لئے۔ آپ مکہ مکرمہ میں آئے سیدھے بیت اللہ گئے قریشی حطیم کی طرف بیٹھے ہوئے تھے آپ نے چادر کے پلے دائیں بغل کے نیچے سے نکال کر بائیں کندھے پر ڈال لئے اور اصحاب رضی اللہ عنہم سے فرمایا یہ لوگ تم میں سستی اور لاغری محسوس نہ کریں۔ اب آپ نے رکن کو بوسہ دے کر دوڑنے کی سی چال سے طواف شروع کیا جب رکن یمانی کے پاس پہنچے جہاں قریش کی نظریں نہیں پڑتی تھیں تو وہاں سے آہستہ آہستہ چل کر حجر اسود تک پہنچے۔ قریش کہنے لگے تم لوگ تو ہرنوں کی طرح چوڑیاں بھر رہے ہو گویا چلنا تمہیں پسند ہی نہیں۔ تین مرتبہ تو آپ اسی طرح ہلکی دوڑ کی سی چال حجر اسود سے رکن یمانی تک چلتے رہے تین پھیرے اسی طرح کئے چنانچہ یہی مسنون طریقہ ہے۔“ ایک روایت میں ہے کہ ”آپ نے حجۃ الوداع میں بھی اسی طرح طواف کے تین پھروں میں رمل کیا یعنی دلی چال چلے۔“ ① بخاری و مسلم میں ہے کہ اصحاب رسول کے لئے مدینہ کی آب و ہوا شروع میں کچھ ناموافق پڑی تھی اور بخاری کی وجہ سے یہ کچھ لاغر ہو گئے تھے جب آپ مکہ پہنچے تو مشرکین مکہ نے کہا یہ لوگ جو آ رہے ہیں انہیں مدینہ کے بخار نے کمزور اور مست کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے اس کلام کی جبراپہ رسول ﷺ کو کروی۔ مشرکین حطیم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے آپ نے اپنے اصحاب کو حکم دیا کہ وہ حجر اسود سے لے کر رکن یمانی تک طواف کے تین پہلے پھروں میں دلی چال چلیں اور رکن یمانی سے حجر اسود تک جہاں جانے کے بعد مشرکین کی نگاہیں نہیں پڑتی تھیں وہاں اپنی چال چلیں پورے ساتوں پھروں میں رمل کرنے کو نہ کہنا یہ صرف بطور رحم کے تھا۔ مشرکوں نے جب دیکھا کہ یہ تو سب کے سب کو دکر پھرتی اور چستی سے طواف کر رہے ہیں تو آپس میں کہنے لگے کیوں جی انہیں کی نسبت اڑا رکھا تھا کہ مدینہ کے بخار نے انہیں ست و لاغر کر دیا ہے؟ یہ لوگ تو فلاں اور فلاں سے بھی زیادہ چست و چالاک ہیں۔ ② ایک روایت میں ہے کہ ”آنحضرت ﷺ ذوالقعدہ کی چوتھی تاریخ کو مکہ مکرمہ پہنچ گئے تھے۔“ ③ اور روایت میں ہے کہ مشرکین اس وقت قعیقہ ان کی طرف تھے۔ حضور ﷺ کا صفامروہ کی طرف سعی کرنا

① احمد، ۳۰۵/۱ و سننہ حسن؛ و صحیح ابن حبان، ۳۸۰۱ دوسرا نسخہ، ۳۸۱۲ ② صحیح بخاری، کتاب الحج،

باب کیف کان بدء الرمل، ۱۶۰۲ مختصر؛ صحیح مسلم، ۱۲۶۶؛ ابو داود، ۱۸۸۶؛ احمد، ۲۹۴/۱۔

③ صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب عمرة القضاء، ۴۲۵۶۔

بھی مشرکوں کو اپنی قوت دکھانے کے لئے تھا۔ حضرت ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس دن ہم آپ پر چھائے ہوئے تھے اس لئے کہ کوئی مشرک یا کوئی ناجبھ آپ کو کوئی ایذا نہ پہنچا سکے۔ ① بخاری میں ہے ”حضور ﷺ عمرے کے لئے نکلے لیکن کفار قریش نے راستہ روک لیا اور آپ کو بیت اللہ تک نہ جانے دیا آپ نے وہیں قربانیاں کی اور وہیں یعنی حدیبیہ میں سرمنڈوا لیا اور ان سے صلح کر لی جس میں یہ طے ہوا کہ آپ اگلے سال عمرہ کریں گے سوائے تلواروں کے اور کوئی ہتھیار اپنے ساتھ لے کر مکہ مکرمہ میں نہیں آئیں گے اور وہاں اتنی ہی مدت ٹھہریں گے جتنی اہل مکہ چاہیں۔ پس اگلے سال یہ سب اسی طرح آئے تین دن تک ٹھہرے پھر مشرکین نے کہا اب آپ چلے جائیں چنانچہ آپ وہاں سے واپس ہوئے۔“ ② صحیح بخاری میں ہے کہ ”رسول اللہ ﷺ نے ذی قعدہ میں عمرہ کرنے کا ارادہ کیا لیکن اہل مکہ حائل ہوئے تو آپ نے ان سے یہ فیصلہ کیا کہ آپ صرف تین دن ہی مکہ ٹھہریں گے جب صلح نامہ لکھنے لگے تو لکھا یہ وہ ہے جس پر محمد رسول اللہ ﷺ نے صلح کی تو اہل مکہ نے کہا کہ اگر آپ کو ہم رسول اللہ جاننے تو ہرگز نہ روکتے بلکہ آپ محمد بن عبد اللہ لکھتے آپ نے فرمایا میں رسول اللہ ہوں میں محمد بن عبد اللہ ہوں پھر آپ نے حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ سے فرمایا لفظ رسول اللہ کو مٹا دو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا نہیں نہیں اللہ تعالیٰ کی قسم میں اسے ہرگز نہ مٹاؤں گا چنانچہ آپ نے صلح نامہ کو اپنے ہاتھ میں لے کر باوجود اچھی طرح لکھنا نہ جاننے کے لکھا کہ یہ وہ ہے جس پر محمد بن عبد اللہ نے صلح کی یہ کہ مکہ میں ہتھیار لے کر داخل نہ ہوں گے صرف تلوار ہوگی اور وہ بھی میان میں اور یہ کہ اہل مکہ میں سے جو آپ کے ساتھ جانا چاہے گا اسے آپ اپنے ساتھ نہیں لے جائیں گے اور یہ کہ آپ کے ساتھیوں میں سے جو مکہ میں رہنے کے ارادے سے ٹھہرنا چاہے گا آپ روکیں گے نہیں پس جب آپ آئے اور وقت مقررہ گزر چکا تو مشرکین حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا آپ حضور ﷺ سے کہیے کہ اب وقت گزر چکا تشریف لے جائیں چنانچہ آپ نے کوچ کر دیا۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی چچا چچا کہہ کر آپ کے پیچھے ہوئیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انھیں لے لیا اور انکی تمام کمر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس لئے گئے اور فرمایا اپنے چچا کی لڑکی کو اچھی طرح رکھو۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے بڑی خوشی سے بچی کو اپنے پاس بٹھالیا۔ اب حضرت علی اور حضرت زید اور حضرت جعفر رضی اللہ عنہم میں جھگڑا ہونے لگا، حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے تھے انہیں میں لے آیا ہوں اور یہ میرے چچا کی صاحبزادی ہیں۔ جعفر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے میری چچا زاد بہن ہے اور ان کی خالہ میرے گھر میں ہیں۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ فرماتے تھے میرے بھائی کی لڑکی ہے۔ آنحضرت ﷺ نے اس جھگڑے کا فیصلہ یوں کیا کہ لڑکی کو تو ان کی خالہ کو سونپا اور فرمایا خالہ قائم مقام ماں کے ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہوں۔ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ سے فرمایا تو خلق اور خلق میں مجھ سے پوری مشابہت رکھتا ہے۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ سے فرمایا تو ہمارا بھائی اور ہمارا مولیٰ ہے۔ ③ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ! آپ (حضرت) حمزہ کی لڑکی سے نکاح کیوں نہ کر لیں؟ آپ نے فرمایا وہ میرے رضاعی بھائی کی لڑکی ہے۔“ پھر فرماتا ہے اللہ تعالیٰ جس خیر و مصلحت کو جانتا تھا اور جسے تم نہیں جانتے تھے اس کی بنا پر تمہیں اس سال مکہ میں نہ جانے دیا اور اگلے سال جانے دیا اور اس جانے سے پہلے ہی جس کا وعدہ خواب کی شکل میں رسول اللہ ﷺ سے ہوا تھا تمہیں فتح قریب عنایت فرمائی یہ فتح وہ صلح ہے جو تمہارے اور تمہارے دشمنوں کے درمیان ہوئی۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ مومنوں کو خوشخبری سناتا ہے کہ وہ اپنے رسول کو ان دشمنوں اور تمام دشمنوں پر فتح دے گا۔ اس نے آپ کو کلمہ نافع اور عمل صالح کے ساتھ بھیجا ہے۔ شریعت میں دو ہی چیزیں ہوتی ہیں علم اور عمل پس علم شرعی صحیح علم ہے اور عمل شرعی مقبولیت والا عمل ہے اس کے اخبار سچے اس کے =

① صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب عمرة القضاء، ۴۲۵۵۔

② صحیح بخاری، حوالہ سابق، ۴۲۵۲۔ ③ صحیح بخاری، حوالہ سابق، ۴۲۵۱۔

مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رَحِمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكْعًا
 سَجْدًا يَلْبَسُونَ فُضُلًا مِّنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِمْ مِّنْ أَثَرِ السُّجُودِ
 ذَلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنْجِيلِ كَزَرْعٍ أَخْرَجَ شَطْئَهُ فَازْرَعَهُ
 فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوَىٰ عَلَىٰ سُوقِهِ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ وَعَدَ اللَّهُ
 الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنْهُمْ مَغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا ۝

ترجمہ: محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں کافروں پر سخت ہیں آپس میں رحم دل ہیں تو انہیں دیکھے گا کہ رکوع اور
 سجدے کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ کے فضل اور رضامندی کی جستجو میں ہیں ان کا نشان ان کے چہروں پر سجدوں کے اثر سے ہے ان کی یہی
 صفت تورات میں ہے اور ان کی صفت انجیل میں ہے۔ مثل اس کھیتی کے جس نے اپنا پٹھا نکالا پھر اسے مضبوط کیا اور وہ موٹا ہو گیا پھر اپنی
 جز پر سیدھا کھڑا ہو گیا اور کسانوں کو خوش کرنے لگا تاکہ ان کی وجہ سے کافروں کو چڑائے ان ایمان والوں اور شائستہ اعمال والوں سے اللہ
 نے بخشش کا اور بہت بڑے ثواب کا وعدہ کیا ہے۔ [۲۹]

= احکام سر اسر عدل وحق والے۔ چاہت یہ ہے کہ روئے زمین پر جتنے دین ہیں عربوں میں عجمیوں میں مسلمین میں مشرکین میں ان
 سب پر اس اپنے دین کو غالب اور ظاہر باہر کرے۔ اللہ کا فی گواہ ہے اس بات پر کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور اللہ ہی آپ کا مددگار
 ہے وَاللَّهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَىٰ أَعْلَاهُ۔

اصحاب رسول سے بغض و عناد کفر ہے: [آیت: ۲۹] ان آیتوں میں پہلے نبی ﷺ کی صفت و ثابیان ہوئی کہ آپ اللہ کے برحق
 رسول ہیں پھر آپ کے صحابہ کی صفت و ثابیان ہو رہی ہے کہ وہ مخالفین پر سختی کرنے والے اور مسلمانوں پر نرمی کرنے والے ہیں جیسے
 اور آیت میں ہے ﴿إِذْ لَقِيَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ آعَزُو عَلَى الْكَافِرِينَ﴾ ① مؤمنوں کے سامنے نرم کفار کے مقابلہ میں گرم۔ ہر مؤمن
 کی یہی شان ہونی چاہئے کہ وہ مؤمنوں سے خوش خلق اور متواضع رہے اور کفار پر سختی کرے والا اور کفر سے ناخوش رہے۔ قرآن حکیم
 فرماتا ہے ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قَاتِلُوا الَّذِينَ يَلُونَكُمْ مِنَ الْكُفَّارِ وَلْيَجِدُوا فِيكُمْ غِلْظَةً﴾ ② ایمان والو اپنے پاس کے
 کافروں سے جہاد کرو وہ تم میں سختی محسوس کریں۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ”آپس کی محبت اور نرم دلی میں مؤمنوں کی مثال ایک
 جسم کی طرح ہے کہ اگر کسی ایک عضو میں درد ہو تو سارا جسم بے قرار ہو جاتا ہے کبھی بخار چڑھ آتا ہے کبھی نیند اچاٹ ہو جاتی ہے۔“ ③
 آپ فرماتے ہیں مؤمن مؤمن کے لئے مثل دیوار کے ہے ④ جس کا ایک حصہ دوسرے حصے کو تقویت پہنچاتا اور مضبوط کرتا ہے پھر
 آپ نے اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں ایک دوسری میں ملا کر بتائیں پھر ان کا اور وصف بیان فرمایا کہ نیکیاں بکثرت کرتے ہیں
 خصوصاً نماز جو تمام نیکیوں سے افضل و اعلیٰ ہے۔ پھر ان کی نیکیوں میں چار چاند لگانے والی چیز کا بیان کیا یعنی ان کے خلوص اور رضائے

① ۵/ المائدة: ۵۴۔ ② ۹/ التوبة: ۱۲۳۔ ③ صحیح بخاری، کتاب الادب، باب رحمة الناس والبهائم،

۶۰۱۱؛ صحیح مسلم، ۲۵۸۶؛ احمد، ۴/ ۲۷۰؛ ابن حبان، ۲۳۳۔ ④ صحیح بخاری، کتاب الادب، باب تعاون

المؤمنين بعضهم بعضا، ۶۰۲۶؛ صحیح مسلم، ۲۵۸۵؛ ترمذی، ۱۹۲۸؛ احمد، ۴/ ۴۰۵؛ ابن حبان، ۲۳۱۔

رب طبعی کا کہ یہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رضا کے متلاشی ہیں۔ یہ اپنے اعمال کا بدلہ اللہ تعالیٰ سے چاہتے ہیں جو جنت ہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے انہیں ملے گی اور اللہ تعالیٰ اپنی رضامندی بھی انہیں عطا فرمائے گا جو بہت بڑی چیز ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ”چہروں پر سجدوں کے اثر سے علامت ہونے سے مراد اچھے اخلاق ہیں۔“ ① مجاہد رحمہ اللہ سے وغیرہ فرماتے ہیں کہ ”خشوع اور تواضع ہے۔“ ② حضرت مجاہد رحمہ اللہ کہتے ہیں ”میرا تو یہ خیال تھا کہ اس سے مراد نماز کا نشان ہے جو ماتھے پر پڑ جاتا ہے۔“ آپ نے فرمایا یہ تو ان کی پیشانیوں پر بھی ہوتا ہے جن کے دل فرعون سے بھی زیادہ سخت ہوتے ہیں۔ حضرت سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ”نماز ان کے چہرے اچھے کر دیتی ہے۔“ بعض سلف سے منقول ہے جو رات کو بہ کثرت نماز پڑھے گا اس کا چہرہ خوبصورت ہوگا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت سے ابن ماجہ کی ایک مرفوع حدیث میں بھی یہی مفہوم ہے ③ لیکن صحیح یہ ہے کہ یہ موقوف ہے۔ بعض بزرگوں کا قول ہے کہ نیکی کی وجہ سے دل میں نور ہوتا ہے چہرے پر روشنی آتی ہے روزی میں کشادگی ہوتی ہے لوگوں کے دلوں میں محبت پیدا ہوتی ہے۔ امیر المؤمنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے کہ ”جو شخص اپنے اندرونی پوشیدہ حالات کی اصلاح کرے اور بھلائیوں پوشیدگی سے کرے اللہ تعالیٰ اس کے چہرے کی سلوٹوں پر اور اس کے زبان کے کناروں پر ان نیکیوں کو ظاہر کر دیتا ہے۔“ الغرض دل کا آئینہ چہرہ ہے جو اس میں ہوتا ہے اس کا اثر چہرے پر ہوتا ہے پس مومن جب اپنے دل کو درست کر لیتا ہے اپنا باطن سنوار لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے ظاہر کو بھی لوگوں کی نگاہوں میں سنوار دیتا ہے۔ ”امیر المؤمنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جو شخص اپنے باطن کی اصلاح کر لیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے ظاہر کو بھی آراستہ و پیراستہ کر دیتا ہے“ طبرانی میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ”جو شخص جیسی بات پوشیدہ رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اسے اسی کی چادر اڑھا دیتا ہے اگر وہ پوشیدگی بھلی ہے تو بھلائی کی اور اگر بری ہے تو برائی کی۔“ ④ لیکن اس کا ایک راوی العزرمی متروک ہے۔ مسند احمد میں آپ کا فرمان ہے کہ ”اگر تم میں سے کوئی شخص کسی ٹھوس چٹان میں گھس کر جس کا نہ کوئی دروازہ ہو نہ اس میں کوئی سوراخ ہو کوئی عمل کرے گا اللہ اسے بھی لوگوں کے سامنے رکھ دے گا“ برائی ہو تو اور بھلائی ہو تو۔“ ⑤ مسند کی اور حدیث میں ہے ”نیک طریقہ اچھا خلق اور میانہ روی نبوت کے پچیسویں حصہ میں سے ایک حصہ ہے۔“ ⑥ الغرض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی نیتیں خالص تھیں اعمال اچھے تھے پس جس کی نگاہ ان کے چہروں پر پڑتی تھی اسے ان کی پاک بازی چمچ جاتی تھی اور وہ ان کے چال چلن اور ان کے اخلاق اور ان کے طریقہ کار پر خوش ہوتا تھا۔ حضرت امام مالک رحمہ اللہ کا فرمان ہے کہ جن صحابہ رضی اللہ عنہم نے شام کا ملک فتح کیا جب وہاں کے نصرانی ان کے چہرے دیکھتے تو بے ساختہ پکار اٹھتے اللہ تعالیٰ کی قسم! یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں سے بہت ہی بہتر و افضل ہیں۔ فی الواقعہ ان کا یہ قول سچا ہے اگلی کتابوں میں اس امت کی فضیلت و عظمت موجود ہے اور اس امت کی صف اول ان کے بہتر و بزرگ اصحاب رسول ہیں اور خود ان کا ذکر بھی اگلی آسانی کتابوں میں اور پہلے کے واقعات میں موجود ہے۔ پس فرمایا یہی مثال ان کی توراۃ میں ہے۔ پھر فرماتا ہے اور ان کی مثال انجیل میں مانند کھیتی کے بیان کی گئی ہے جو اپنا سبزہ نکالتی ہے پھر اسے مضبوط اور قوی کرتی ہے پھر وہ طاقتور اور موٹا ہو جاتا ہے اور اپنی بال پر سیدھا کھڑا ہو

① الطبری، ۲۶۳/۲۲۔ ② ایضاً۔

③ ابن ماجہ، کتاب اقامۃ الصلوات، باب ما جاء فی قیام اللیل، ۱۳۳۳، وهو حدیث موضوع۔

④ الطبرانی وسندہ موضوع حامد بن آدم المروزی کذاب ومحمد بن عبید اللہ العزرمی متروک۔

⑤ احمد، ۲۸/۳ وسندہ ضعیف۔ ⑥ احمد، ۱/۲۹۶؛ ابو داود، کتاب الادب، باب فی الوقار: ۴۷۷۶ وهو حسن

وسندہ ضعیف وللحدیث شاہد حسن عند الترمذی (۲۰۱۰)

جاتا ہے اب کھیتی والے کی خوشی کا کیا پوچھنا ہے؟ اسی طرح اصحاب رسول ہیں کہ انھوں نے آپ کی تائید و نصرت کی پس وہ آپ کے ساتھ وہی تعلق رکھتے ہیں جو پٹھے اور بزرے کو کھیتی سے تھا۔ یہ اس لئے کہ کفار جھینپیں۔ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت سے رافضیوں کے کفر پر استدلال کیا ہے کیونکہ وہ صحابہ سے چڑتے ہیں اور ان سے بغض رکھنے والا کافر ہے۔ علما کی ایک جماعت بھی اس مسئلہ میں امام صاحب کے ساتھ ہے۔ صحابہ کرام کے فضائل میں اور ان کی لغزشوں سے چشم پوشی کرنے میں بہت سی احادیث آئیں ہیں۔ خود رب تعالیٰ نے ان کی تعریفیں بیان کیں اور ان سے اپنی رضامندی کا اظہار کیا ہے۔ کیا ان کی بزرگی میں یہ کافی نہیں؟ پھر فرماتا ہے ان ایمان والوں اور نیک اعمال والوں سے اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ ان کے گناہ معاف اور ان کا اجر عظیم اور رزق کریم ثواب جزیل اور بدلہ کبیر ثابت۔ یاور ہے کہ ﴿مِنْهُمْ﴾ کہیں جو من ہے وہ یہاں بیان جنس کے لئے ہے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ سچا اور اٹل وعدہ ہے جو نہ بدلے نہ خلاف ہو ان کے قدم بہ قدم چلنے والے ان کی روش پر کار بند ہونے والوں سے بھی اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ ثابت ہے لیکن فضیلت اور سبقت اور کمال اور بزرگی جو انہیں ہے امت میں سے کسی کو نہیں اللہ ان سے خوش یہ اللہ تعالیٰ سے راضی یہ جنتی ہو چکے اور بدلے پالئے۔ صحیح مسلم میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ”میرے صحابہ کو برا نہ کہو ان کی بے ادبی اور گستاخی نہ کرو۔ اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اگر تم میں سے کوئی احد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کرے تو ان کے تین پاؤ اناج بلکہ ڈیڑھ پاؤ اناج کے اجر کو بھی نہیں پاسکتا۔“ ①

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ سُوْرَةُ فَتْحِ کی تفسیر ختم ہوئی۔



تفسیر سورہ حجرات

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقَدْ مُوَابِنِينَ يَدِي اللّٰهِ وَرَسُولُهُ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۚ إِنَّ اللّٰهَ

سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۝ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا

تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَن تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنتُمْ لَا

تَشْعُرُونَ ۝ إِنَّ الَّذِينَ يَغْضَوْنَ أَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُولِ اللّٰهِ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ

أَمْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوبَهُمْ لِلتَّقْوَى ۚ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ عَظِيمٌ ۝

ترجمہ: لائق عبادت بخشہا رہبران کے نام سے

اے ایمان والے! لوگو! اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو اور اللہ سے ڈرتے رہا کرو۔ یقیناً اللہ تعالیٰ سننے والے ہے۔ [۱] اے ایمان والو! اپنی آوازیں نبی کی آواز سے اوپر نہ کرو اور نہ اس سے اونچی آواز سے بات کر دجیسے آپس میں ایک دوسرے سے کرتے ہو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال اکارت جائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو۔ [۲] بے شک جو لوگ رسول اللہ ﷺ کے حضور میں اپنی آوازیں پست رکھتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ تعالیٰ نے پرہیزگاری کے لئے جانچ لیا ہے۔ ان کے لئے مغفرت ہے اور بڑا ثواب ہے۔ [۳]

آداب رسالت کا بیان: [آیت ۱-۳] ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ امتیوں کو اپنے نبی کے آداب سکھاتا ہے کہ تمہیں اپنے نبی کی توقیر و احترام عزت و اعظام کرنا چاہئے تمام کاموں میں اللہ تعالیٰ اور رسول کے پیچھے رہنا چاہئے۔ اتباع اور تابعداری کی خود انہی چاہئے۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو جب رسول اللہ ﷺ نے یمن کی طرف بھیجا تو فرمایا کہ ”کس چیز کے ساتھ حکم کرو گے؟“ جواب دیا کتاب اللہ کے ساتھ۔ فرمایا اگر نہ پاؤ؟ جواب دیا سنت رسول اللہ ﷺ کے ساتھ فرمایا اگر نہ پاؤ۔ جواب دیا اجتہاد کروں گا۔ تو آپ نے اس کے سینے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے رسول اللہ ﷺ کے قاصد کو ایسی توفیق دی جس سے اللہ تعالیٰ کا رسول خوش ہو“ ① (ابوداؤد ترمذی ابن ماجہ)۔ یہاں اس حدیث کے وارد کرنے سے ہمارا مقصد یہ ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے اپنی رائے نظر اور اجتہاد کو کتاب و سنت سے مؤخر رکھا۔ پس کتاب و سنت پر رائے کو مقدم کرنا یہ ہے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے آگے بڑھنا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں مطلب یہ ہے کہ کتاب و سنت کے خلاف نہ کہو ② حضرت عوفی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ کے کلام کے سامنے بولنے سے منع کر دیئے گئے۔ مجاہد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب تک کسی امر کی بابت اللہ کے رسول ﷺ کچھ نہ فرمائیں تم خاموش رہو۔ ③ حضرت ضحاک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ”اگر دین احکام شرعی ہیں بجز اللہ تعالیٰ کے کلام کے اور اس کے

① ابو داود، کتاب القضاء، باب اجتہاد الراى فى القضاء: ۳۵۹۲ وسندہ ضعیف حارث بن عمرو راوی مجہول ہے اور سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ کے شاگرد بھی نامعلوم ہیں۔ ترمذی، ۱۳۲۷؛ احمد، ۵/۲۳۰؛ مسند الطیالسی، ۱/۲۸۶؛ بیہقی، ۱۰/۱۱۴؛ الطبقات، ۲/۳۴۷؛ جامع بیان العلم، ۲/۵۵۔ ② الطبری، ۲۲/۲۷۵۔ ③ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ الحجرات قبل حدیث: ۴۸۴۵۔

رسول ﷺ کی حدیث کے تم کسی اور چیز سے فیصلہ نہ کرو۔“

حضرت سفیان ثوری رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے ”کسی قول و فعل میں اللہ اور اس کے رسول کی حدیث کے سوا تم کسی اور چیز سے فیصلہ نہ کرو حضرت سفیان ثوری کا ارشاد ہے کسی قول و فعل میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر سبقت نہ کرو۔“ امام حسن بصری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مراد یہ ہے کہ ”امام سے پہلے دعا نہ کرو۔“ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ لوگ کہتے تھے اگر فلاں فلاں میں حکم اترے تو اس طرح رکھنا چاہئے اسے اللہ نے ناپسند فرمایا۔ ① پھر ارشاد ہوتا ہے کہ حکم الہی کی بجائے آدمی میں اللہ کا لحاظ رکھو۔ اللہ تمہاری باتیں سن رہا ہے اور تمہارے ارادے جان رہا ہے۔ پھر دوسرا ادب سکھاتا ہے کہ وہ نبی کی آواز پر اپنی آواز بلند نہ کریں یہ آیت حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں نازل ہوئی۔ صحیح بخاری میں حضرت ابن ابی ملیکہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ”قریب تھا کہ دو بہترین ہستیاں ہلاک ہو جائیں یعنی حضرت ابوبکر اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما ان دونوں کی آوازیں حضور ﷺ کے سامنے بلند ہو گئیں جبکہ بنو تمیم کا وفد حاضر ہوا تھا ایک تو اقرع بن حابس رضی اللہ عنہ کو کہتے تھے جو بنی محاشع میں تھے اور دوسرے شخص کی بابت کہتے تھے۔ اس پر حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم میرے خلاف ہی کیا کرتے ہو۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے جواب دیا نہیں نہیں آپ یہ خیال بھی نہ فرمائیے۔“ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس کے بعد تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس طرح حضور ﷺ سے نرم کلامی کرتے تھے کہ آپ کو دوبارہ پوچھنا پڑتا تھا ② اور روایت میں ہے کہ ”حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے تعقاع بن معبد رضی اللہ عنہ کو اس وفد کا امیر بنائیے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے نہیں بلکہ حضرت اقرع بن حابس رضی اللہ عنہ کو اس میں آوازیں کچھ بلند ہو گئیں جس پر یہ آیت ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْلُubُوا﴾ نازل ہوئی اور ﴿وَلَوْ أَنَّهُمْ صَبَرُوا﴾ الخ۔ ③ مسند بزار میں ہے آیت ﴿لَا تَرْفَعُوهُ﴾ کے نازل ہونے کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ سے کہا یا رسول اللہ! اللہ کی قسم! اب تو میں آپ سے اس طرح باتیں کروں گا جس طرح کوئی سرگوشی کرتا ہے۔ ④ صحیح بخاری میں ہے کہ ”حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کئی دن تک حضور ﷺ کی مجلس میں نظر نہ آئے اس پر ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ! میں اس کی بابت آپ کو بتلاؤں گا چنانچہ وہ حضرت ثابت رضی اللہ عنہ کے مکان پر آئے دیکھا کہ وہ سر جھکائے بیٹھے ہوئے ہیں پوچھا کیا حال ہے؟ جواب ملا کہ برا حال ہے۔ میں تو حضور ﷺ کی آواز پر اپنی آواز بلند کرتا تھا۔ میرے اعمال برباد ہو گئے اور میں جہنمی بن گیا۔ یہ شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور سارا واقعہ آپ سے کہہ سنایا۔ پھر تو حضور ﷺ کے فرمان سے ایک زبردست بشارت لے کر دوبارہ حضرت ثابت رضی اللہ عنہ کے ہاں گئے۔ حضور ﷺ نے فرمایا تم جاؤ اور ان سے کہو تو جہنمی نہیں بلکہ جنتی ہے۔“ ⑤ مسند احمد میں بھی یہ واقعہ ہے۔ اس میں یہ بھی ہے کہ ”حضور ﷺ نے پوچھا تھا کہ ثابت کہاں ہیں نظر نہیں آتے۔ اس کے آخر میں ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم انہیں زندہ چلتا پھرتا دیکھتے تھے اور جانتے تھے کہ وہ اہل جنت میں سے ہیں۔ یمامہ کی جنگ میں جبکہ مسلمان قدرے بدل ہو گئے تو ہم نے دیکھا کہ حضرت ثابت رضی اللہ عنہ خوشبو ملے کفن پہنے ہوئے دشمن کی طرف بڑھتے چلے جاتے ہیں اور فرما رہے ہیں مسلمانو! تم لوگ اپنے بعد والوں کے لئے برا نمونہ نہ چھوڑ جاؤ۔ یہ کہہ کر دشمنوں میں گھس گئے اور بہادرانہ لڑتے رہے یہاں تک کہ شہید ہو گئے“ ⑥ صحیح مسلم میں ہے

① الطبری، ۲۲/۲۷۶۔ ② صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورة الحجرات باب ﴿لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ

صوت النبی﴾ ۴۸۴۵۔ ③ صحیح بخاری، حوالہ سابق، ۴۸۴۷؛ ترمذی، ۳۲۶۶۔

④ البزار، ۲۲۵۷؛ حاکم، ۲/۴۶۲؛ وسندہ حسن؛ مجمع الزوائد، ۷/۱۱۱؛ حاکم اور ذہبی نے اس روایت کو صحیح کہا ہے۔

⑤ صحیح بخاری، حوالہ سابق، ۴۸۴۶۔ ⑥ احمد، ۳/۱۳۷ ح ۱۲۳۹۹ وسندہ صحیح۔

آپ نے جب انہیں نہ دیکھا تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے جوان کے پڑوسی تھے دریافت فرمایا کہ کیا ثابت بیمار ہیں؟ ① الخ لیکن اس حدیث کی اور سندوں میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا ذکر نہیں اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ روایت معلل ہے اور یہی بات صحیح بھی ہے اس لئے کہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ اس وقت زندہ ہی نہ تھے بلکہ آپ کا انتقال بنو قریظہ کی جنگ کے بعد تھوڑے ہی دنوں میں ہو گیا تھا اور بنو قریظہ کی جنگ سنہ ۵ ہجری میں ہوئی تھی اور یہ آیت دنف بنی تمیم کی آمد کے وقت اتری ہے اور وفود کا پے درپے آنے کا واقعہ ۹ ہجری کا ہے، واللہ اعلم۔

ابن جریر میں ہے جب یہ آیت اتری تو ”حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ راستے میں بیٹھ گئے اور رونے لگے“ حضرت عاصم بن عدی رضی اللہ عنہ جب وہاں سے گزرے اور انہیں روتے دیکھا تو سبب دریافت کیا۔ جواب ملا کہ مجھے خوف ہے کہ کہیں یہ آیت میرے ہی بارے میں نازل نہ ہوئی ہو میری آواز بلند ہے۔ حضرت عاصم رضی اللہ عنہ یہ سن کر چلے گئے ادھر حضرت ثابت رضی اللہ عنہ کی تنگی بندھ گئی دھاڑیں مار مار کر رونے لگے گھر گئے اور اپنی بیوی صاحبہ حضرت جمیلہ رضی اللہ عنہا بنت عبد اللہ بن ابی بن سلول سے کہا میں اپنے گھوڑے کے طویلے میں جا رہا ہوں تم اس کا دروازہ باہر سے بند کر کے لوہے کی کیل اسے جڑو اللہ تعالیٰ کی قسم! میں اس میں سے نہ نکلوں گا یہاں تک کہ یا تو مرجاؤں یا اللہ اپنے رسول ﷺ کو مجھ سے رضا مند کر دے۔ یہاں تو یہ ہوا وہاں جب حضرت عاصم رضی اللہ عنہ نے دربار رسالت میں حضرت ثابت رضی اللہ عنہ کی حالت بیان کی تو رسالت مآب ﷺ نے حکم دیا کہ تم جاؤ اور ثابت کو میرے پاس بلا لاؤ۔ لیکن جب عاصم رضی اللہ عنہ اس جگہ آئے تو دیکھا کہ حضرت ثابت رضی اللہ عنہ وہاں نہیں مکان پر گئے تو معلوم ہوا کہ وہ تو گھوڑے کے طویلے میں ہیں۔ یہاں آ کر کہا کہ ثابت چلو تم کو رسول اللہ ﷺ یاد فرما رہے ہیں۔ حضرت ثابت نے کہا بہت خوب کیل نکال ڈالو اور دروازہ کھول دو پھر باہر نکل کر سرکار میں حاضر ہوئے تو آپ نے رونے کی وجہ پوچھی جس کا سچا جواب حضرت ثابت رضی اللہ عنہ سے سن کر آپ نے فرمایا کیا تم اس بات سے خوش نہیں ہو کہ تم قابل تعریف زندگی جو اور شہید ہو کر مراد جنت میں جاؤ۔ اس پر حضرت ثابت رضی اللہ عنہ کا سارا رخ کا فور ہو گیا باجھیں کھل گئیں اور فرمانے لگے یا رسول اللہ! میں اللہ تعالیٰ کی اور آپ کی اس بشارت پر بہت خوش ہوں اور اب آئندہ کبھی بھی اپنی آواز کو آپ کی آواز سے اونچی نہ کروں گا۔“ اس پر اس کے بعد کی آیت ﴿إِنَّ الَّذِينَ يَعْصُونَ﴾ الخ نازل ہوئی۔ ② یہ قصہ اسی طرح کئی ایک تابعین سے بھی مروی ہے۔ الغرض اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کے سامنے آوازیں بلند کرنے سے منع فرما دیا۔ امیر المؤمنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے دو مخصوص کی کچھ بلند آوازیں مسجد نبوی میں سن کر وہاں آ کر ان سے فرمایا ”تمہیں معلوم بھی ہے کہ تم کہاں ہو؟ پھر ان سے پوچھا کہ تم کہاں کے رہنے والے ہو؟ انھوں نے کہا طائف کے۔ آپ نے فرمایا اگر تم مدینے کے ہوتے تو میں تمہیں پوری سزا دیتا۔“ ③

علمائے کرام کا فرمان ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی قبر مبارک کے پاس بھی بلند آواز سے بولنا مکروہ ہے۔ جیسے کہ آپ کی حیات میں آپ کے سامنے مکروہ تھا اس لئے کہ حضور ﷺ جس طرح اپنی زندگی میں قابل احترام و عزت تھے اب اور ہمیشہ تک آپ اپنی قبر میں بھی باعزت اور قابل احترام ہی ہیں۔ پھر آپ کے سامنے آپ سے باتیں کرتے ہوئے جس طرح عام لوگوں سے باتیں کرتے ہیں باتیں کرنی منع فرمائی بلکہ آپ سے تسکین و وقار عزت و ادب حرمت و عظمت سے باتیں کرنی چاہئے جیسے اور جگہ ہے ﴿لَا تَجْعَلُوا دُعَاءَ الرَّسُولِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا﴾ ④ اے مسلمانو! رسول کو اس طرح نہ پکارو جس طرح تم آپس میں ایک

② الطبری، ۲۲/۲۷۹۔

① صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب مخافة المؤمن ان يحبط عمله، ۱۱۹۔

④ ۲۴/النور: ۶۳۔

③ صحیح بخاری، کتاب الصلاة، باب رفع الصوت في المسجد، ۴۷۰۔

إِنَّ الَّذِينَ ينادُونَكَ مِنْ وَرَاءِ الْحُجُرَاتِ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ ۝ وَلَوْ أَنَّهُمْ صَبَرُوا حَتَّى تَخْرُجَ إِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ۖ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝

ترجمہ: جو لوگ تجھے حجروں کے پیچھے سے پکارتے ہیں ان میں سے اکثر بالکل بے عقل ہیں۔ [۴] اگر یہ لوگ یہاں تک صبر کرتے کہ تو خود ان کے پاس آ جاتا تو یہی ان کے لئے بہتر ہوتا! اللہ غفور رحیم ہے۔ [۵]

= دوسرے کو پکارتے ہوئے پھر فرماتا ہے کہ ہم نے تمہیں اس بلند آوازی سے اس لیے روکا ہے کہ ایسا نہ ہو کسی وقت حضور ناراض ہو جائیں اور آپ کی ناراضی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ناراض ہو جائے اور تمہارے کل اعمال ضبط کر لے اور تمہیں اس کا پتہ بھی نہ چلے۔ چنانچہ صحیح حدیث میں ہے کہ ایک شخص اللہ کی رضامندی کا کوئی کلمہ ایسا کہہ جاتا ہے کہ اس کے کلمہ کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی لیکن اللہ تعالیٰ کو وہ اتنا پسند آتا ہے کہ اس کی وجہ سے وہ جنتی ہو جاتا ہے! اسی طرح انسان اللہ تعالیٰ کی ناراضی کا کوئی ایسا کلمہ کہہ جاتا ہے کہ اس کے نزدیک تو اس کی کوئی وقعت نہیں ہوتی لیکن رب تعالیٰ اس کلمہ کی وجہ سے جہنم کے اس قدر نیچے کے طبقہ میں پہنچا دیتا ہے جو گڑھا زمین و آسمان سے زیادہ گہرا ہے۔ ① پھر اللہ تبارک و تعالیٰ آپ ﷺ کے سامنے آواز پست کرنے کی رغبت دیتا ہے اور فرماتا ہے کہ جو لوگ اللہ کے نبی کے سامنے اپنی آوازیں دھیمی کرتے ہیں انہیں اللہ رب العزت نے تقویٰ کے لئے خالص کر لیا ہے۔ اہل تقویٰ اور محل تقویٰ یہی لوگ ہیں۔ یہ مغفرت الہی کے مستحق اور اجر عظیم کے لائق ہیں۔ امام احمد رحمہ اللہ نے کتاب الزہد میں ایک روایت نقل کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ایک تحریریں استفتاء لیا گیا کہ اے امیر المؤمنین ایک وہ شخص جسے نافرمانی کی خواہش ہی نہ ہو اور نہ کوئی نافرمانی اس نے کی ہو اور وہ شخص جسے خواہش معصیت ہے لیکن وہ برا کام نہیں کرتا تو ان میں افضل کون ہے؟ آپ نے جواب میں لکھا کہ جنہیں معصیت کی خواہش ہوتی ہے پھر نافرمانیوں سے بچتے ہیں یہی لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ تعالیٰ نے پرہیزگاری کے لئے آزما لیا ہے ان کے لئے مغفرت ہے اور بہت بڑا اجر و ثواب ہے۔

آپ ﷺ کے احترام کو ملحوظ نہ رکھنا بے عقلی ہے: [آیت: ۴-۵] ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی مذمت کرتا ہے جو آپ کے مکانوں کے پیچھے سے آپ کو آوازیں دیتے اور پکارتے ہیں جس طرح اعرابیوں میں دستور تھا تو فرمایا کہ ان میں سے اکثر بے عقل ہیں۔ پھر اس کی بابت ادب سکھاتے ہوئے فرماتا ہے کہ انہیں چاہئے تھا آپ کے انتظار میں ٹھہر جاتے اور جب آپ مکان سے باہر نکلتے تو آپ سے جو کہنا ہوتا کہتے نہ کہ آوازیں دے کر باہر سے پکارتے۔ دنیا اور دین کی مصلحت اور بہتری اسی میں تھی۔ پھر گویا حکم دیتا ہے کہ ایسے لوگوں کو توبہ استغفار کرنا چاہئے کیونکہ اللہ تعالیٰ بخشش والا مہربان ہے۔ یہ آیت حضرت اقرع بن حابس تمیمی رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی۔ مسند احمد میں ہے۔ ایک شخص نے حضور ﷺ کو آپ کا نام لے کر پکارا یا محمد! یا محمد! آپ نے اسے کوئی جواب نہ دیا۔ تو اس نے کہا سنو یا رسول اللہ! میرا تعریف کرنا سبب ہے بڑائی کا اور میرا مذمت کرنا سبب ہے ذلت کا۔ آپ ﷺ نے فرمایا ایسی ذات محض اللہ تعالیٰ کی ہی ہے۔ ② بشر بن غالب نے حجاج کے سامنے بشر بن عطار دو غیرہ سے کہا کہ تیری قوم بنو تمیم کے بارے میں یہ آیت اتری ہے۔ جب حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے اس کا ذکر ہوا تو آپ نے فرمایا اگر وہ عالم =

① صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب حفظ اللسان، ۶۷۸؛ صحیح مسلم، ۲۹۸۸، بتصرف یسیر۔

② احمد، ۴۸۸/۳ ح ۱۵۹۹۱ وسندہ صحیح متصل والحمد للہ؛ الدر المنثور، ۸۸/۹؛ طبرانی، ۸۷۸۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَأٍ فَتَبَيَّنُوا أَنْ تُصِيبُوا قَوْمًا بِمَهَالَةٍ
فَتُصِيبُوا عَلَى مَا فَعَلْتُمْ بِلَدِّمَيْنِ ① وَأَعْلَمُوا أَنَّ فِيكُمْ رَسُولَ اللَّهِ ۖ لَوْ
يَطِيعَكُمْ فِي كَثِيرٍ مِّنَ الْأَمْرِ لَعَنِتُّمْ وَلَكِنَّ اللَّهَ حَبَّبَ إِلَيْكُمُ الْإِيمَانَ وَزَيَّنَهُ
فِي قُلُوبِكُمْ وَكَرَّهَ إِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوقَ وَالْعِصْيَانَ ۖ أُولَٰئِكَ هُمُ
الرَّاشِدُونَ ② فَضْلًا مِّنَ اللَّهِ وَنِعْمَةً ۖ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ③

ترجمہ: اے مسلمانو! اگر تمہیں کوئی فاسق خبر دے تو تم اس کی اچھی طرح تحقیق کر لیا کرو ایسا نہ ہو کہ نادانی میں کسی قوم کو ایذا پہنچا دو پھر اپنے
کئے پر پشیمانی اٹھاؤ۔ [۶۱] اور جان رکھو کہ تم میں اللہ کے رسول موجود ہیں اگر وہ عموماً تمہارا کہا کرتے رہے تو تم مشکل میں پڑ جاؤ گے لیکن
اللہ تعالیٰ نے ایمان کو تمہارا محبوب بنا دیا ہے اور اسے تمہارے دلوں میں زینت دے رکھی ہے اور کفر کو اور بدکاریوں کو اور نافرمانی کو تمہاری
نگاہوں میں ناپسندیدہ بنا دیا ہے یہی لوگ راہ یافتہ ہیں [۶۲] اللہ تعالیٰ کے احسان و انعام سے اور اللہ دانایاں اور باحکمت ہے۔ [۸]

ہوتے تو اس کے بعد کی آیت ﴿يَسْمُنُونَ عَلَيْكَ أَنْ أَسْلَمُوا﴾ ① پڑھ دیتے وہ کہتے تھے کہ ہم اسلام لائے اور بنو اسد نے آپ
سے کچھ دیر نہیں کی۔ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کچھ عرب جمع ہوئے اور کہنے لگے ہمیں اس شخص کے پاس لے چلو اگر وہ سچا
نبی ہے تو سب سے زیادہ اس سے سعادت حاصل کرنے کے مستحق ہم ہیں اور اگر وہ بادشاہ ہے تو ہم اس کے پروں تلے چل جائیں
گے۔ میں نے آکر حضور ﷺ سے یہ واقعہ بیان کیا پھر وہ لوگ آئے اور حجرے کے پیچھے سے آپ کا نام لے کر آپ کو پکارنے
لگے۔ اس پر یہ آیت اتری۔ حضور ﷺ نے میرا کان پکڑ کر فرمایا ”اللہ تعالیٰ نے تیری بات سچی کر دی اللہ تعالیٰ نے تیری بات سچی کر
دی“ ② (ابن جریر)

خبر و اطلاع کی تحقیق ضروری ہے: [آیت: ۶۱-۸] اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے کہ فاسق کی خبر کا اعتماد نہ کرو۔ جب تک پوری تحقیق و تفتیش
سے اصل واقعہ صاف طور پر معلوم نہ ہو جائے کوئی حرکت نہ کرو ممکن ہے کسی فاسق شخص نے کوئی جھوٹ بات کہہ دی ہو یا خود اس سے
غلطی ہوئی ہو اور تم اس کی خبر کے مطابق کوئی کام کر گزرو تو دراصل اس کی پیروی ہوگی اور مفسد لوگوں کی پیروی حرام ہے۔ اسی آیت کو
دلیل بنا کر بعض محدثین کرام نے اس شخص کی روایت کو بھی غیر معتبر بتلایا ہے جس کا حال معلوم نہ ہو اس لئے کہ بہت ممکن ہے یہ شخص فی
الواقعہ فاسق ہو۔ گو بعض لوگوں نے ایسے مجہول الحال راویوں کی روایت لی بھی ہے اور انہوں نے کہا ہے ہمیں فاسق کی خبر قبول کرنے
سے منع کیا گیا اور جس کا حال معلوم نہیں اس کا فاسق ہونا ہم پر ظاہر نہیں۔ ہم نے اس مسئلہ کو پوری وضاحت سے صحیح بخاری کی شرح میں
کتاب العلم میں بیان کر دیا ہے ③ الحمد للہ۔ اکثر مفسرین کرام رحمہم اللہ نے فرمایا ہے کہ یہ آیت ولید بن عقبہ بن ابومعیط کے بارے
میں نازل ہوئی ہے جبکہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں قبیلہ بنو مصطلق سے زکوٰۃ لینے کے لئے بھیجا تھا۔ چنانچہ مسند احمد میں ہے ”حضرت
حارث بن ضرار خزاعی رضی اللہ عنہ جو ام المؤمنین حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کے والد ہیں فرماتے ہیں میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر

① ۴۹ / الحجرات: ۱۷۔ ② الطبری، ۲۲ / ۲۸۴ طبرانی، ۵۱۲۳ وسندہ ضعیف ابو مسلم البجلی مجهول الحال وثقہ

ابن حبان وحده وداود بن راشد الطفاوی ضعیف، الدرالمشور، ۶ / ۸۸۔

ہوا آپ نے مجھے اسلام کی دعوت دی جو میں نے منظور کر لی اور مسلمان ہو گیا۔ پھر آپ نے زکوٰۃ کی فریضت سنائی میں نے اس کا بھی اقرار کیا اور کہا کہ میں واپس اپنی قوم کے پاس جاتا ہوں اور ان میں سے جو ایمان لائیں اور زکوٰۃ ادا کریں میں ان کی زکوٰۃ جمع کرتا ہوں اتنے اتنے دنوں کے بعد آپ میری طرف کسی آدمی کو بھیج دیں میں اس کے ہاتھ جمع شدہ مال زکوٰۃ آپ کی خدمت میں بھجوا دوں گا۔ حضرت حارث رضی اللہ عنہ نے واپس آ کر یہی کیا مال زکوٰۃ جمع کیا جب وقت مقررہ گزر چکا اور حضور ﷺ کی طرف سے کوئی قاصد نہ آیا تو آپ نے اپنی قوم کے سرداروں کو جمع کیا اور ان سے کہا یہ تو ناممکن ہے کہ اللہ کے رسول اپنے وعدے کے مطابق اپنا کوئی آدمی نہ بھیجیں مجھے تو ڈر ہے کہ کہیں کسی وجہ سے رسول اللہ ﷺ ہم سے ناراض نہ ہو گئے ہوں؟ اور اس بنا پر آپ نے اپنا کوئی قاصد مال زکوٰۃ لینے کے لئے نہ بھیجا تو اگر آپ لوگ متفق ہوں تو ہم اس مال کو لے کر خود ہی مدینہ منورہ چلیں اور حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیں۔ یہ تجویز طے ہو گئی اور یہ حضرات اپنا مال زکوٰۃ لے کر چل کھڑے ہوئے ادھر سے رسول اللہ ﷺ ولید بن عقبہ کو اپنا قاصد بنا کر بھیج چکے تھے لیکن یہ حضرات راستے ہی میں سے ڈر کے مارے لوٹ آئے اور یہاں آ کر کہہ دیا کہ حارث نے زکوٰۃ بھی روک لی اور میرے قتل کے درپے ہو گیا۔ اس پر آنحضرت ﷺ ناراض ہوئے اور کچھ آدمی حارث کی تنبیہ کے لئے روانہ فرما دیئے۔ مدینے کے قریب راستے ہی میں اس مختصر سے لشکر نے حضرت حارث کو پالیا۔ حضرت حارث رضی اللہ عنہ نے پوچھا آخر کیا بات ہے؟ تم کہاں اور کس کے پاس جا رہے ہو؟ انہوں نے کہا ہم تیری طرف بھیجے گئے ہیں۔ پوچھا کیوں؟ کہا اس لئے کہ تو نے حضور ﷺ کے قاصد ولید کو زکوٰۃ نہ دی بلکہ انھیں قتل کرنا چاہا۔ حضرت حارث رضی اللہ عنہ نے کہا تم ہے اس رب کی جس نے محمد ﷺ کو سچا رسول بنا کر بھیجا ہے نہ میں نے اسے دیکھا نہ وہ میرے پاس آیا، چلو میں تو خود حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو رہا ہوں۔ یہاں جو آئے تو حضور ﷺ نے ان سے دریافت فرمایا کہ تو نے زکوٰۃ بھی روک لی اور میرے آدمی کو قتل کرنا چاہا۔ آپ نے جواب دیا ہرگز نہیں یا رسول اللہ ﷺ قسم! ہے اللہ کی جس نے آپ کو سچا رسول بنا کر بھیجا ہے نہ میں نے انہیں دیکھا نہ وہ میرے پاس آئے بلکہ قاصد کو نہ دیکھ کر اس ڈر کے مارے کہ کہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ مجھ سے ناراض نہ ہو گئے ہوں اور اسی وجہ سے قاصد نہ بھیجا ہو میں خود حاضر خدمت ہوا۔ اس پر یہ آیت ﴿حَکِیْمٌ﴾ تک نازل ہوئی۔ ① طبرانی میں یہ بھی ہے کہ ”جب حضور ﷺ کا قاصد حضرت حارث رضی اللہ عنہ کی بستی کے پاس پہنچا تو یہ لوگ خوش ہو کر اس کے استقبال کے لئے خاص تیاری کر کے نکلے ادھر ان کے دل میں یہ شیطانی خیال پیدا ہوا کہ یہ لوگ مجھ سے لڑنے کے لئے آ رہے ہیں تو یہ لوٹ کر واپس چلے آئے۔ انھوں نے جب یہ دیکھا کہ آپ کے قاصد واپس چلے گئے تو خود ہی حاضر ہوئے اور ظہر کی نماز کے بعد صف بستہ کھڑے ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ! آپ نے زکوٰۃ وصول کرنے کے لئے اپنے آدمی کو بھیجا ہماری آنکھیں ٹھنڈی ہوئیں ہم بے حد خوش ہوئے لیکن اللہ جانے کیا ہوا کہ وہ راستے میں سے ہی لوٹ گئے تو اس خوف سے کہ کہیں اللہ تعالیٰ ہم سے ناراض نہ ہو گیا ہو ہم حاضر ہوئے ہیں۔ اسی طرح وہ عذر معذرت کرتے رہے۔ عصر کی اذان جب حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے دی اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ ② اور روایت میں ہے کہ ”حضرت ولید رضی اللہ عنہ کی اس خبر پر ابھی حضور ﷺ سوچ ہی رہے تھے کہ کچھ آدمی ان کی طرف بھیجیں جو ان کا وفد آ گیا اور انہوں نے کہا کہ آپ کا قاصد آدھے راستے سے ہی لوٹ گیا تو ہم نے خیال کیا کہ آپ نے کسی ناراضی کی بنا پر انہیں واپسی کا حکم دے دیا ہو گا اس لئے حاضر ہوئے ہیں ہم

① احمد، ۴/۲۷۹ وسندہ ضعیف؛ التاريخ الأوسط، ۱/۹۱؛ طبرانی، ۳۳۹۵؛ معجم الصحابة، ۱/۱۷۷۔

② الطبری، ۲۲/۲۸۷ وسندہ ضعیف موسیٰ بن عبیدہ ضعیف مشہور۔

اللہ کے غصے سے اور آپ کی ناراضی سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں۔ ① پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری اور ان کا عذر سچا بتایا۔“ اور روایت میں ہے کہ ”قاصد نے یہ بھی کہا تھا کہ ان لوگوں نے تو آپ سے لڑنے کے لئے لشکر جمع کر لیا ہے اور اسلام سے مرتد ہو گئے ہیں؛ چنانچہ حضور ﷺ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی زیر امارت ایک فوجی دستے کو بھیج دیا لیکن انھیں فرما دیا تھا کہ پہلے تحقیق و تفتیش اچھی طرح کر لینا جلدی سے حملہ نہ کر دینا۔ اسی کے مطابق حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے وہاں پہنچ کر اپنے جاسوس شہر میں بھیج دیئے۔ وہ خبر لائے کہ وہ لوگ دین اسلام پر قائم ہیں مسجد میں اذانیں ہوئیں جنھیں ہم نے خود سنا اور لوگوں کو نماز پڑھتے ہوئے خود دیکھا۔ صبح ہوتے ہی حضرت خالد خود گئے اور وہاں کے اسلامی منظر سے خوش ہوئے۔ واپس آ کر سرکار نبوی میں ساری خبر دی۔ اس پر یہ آیت اتری۔“

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ جو اس واقعہ کو بیان کرتے ہیں کہتے ہیں کہ ”حضور ﷺ کا فرمان ہے کہ تحقیق و تلاش بردباری اور دور بینی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور غلبت اور جلد بازی شیطان کی طرف سے ہے۔“ ② سلف میں سے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کے علاوہ اور بھی بہت سے حضرات نے یہی ذکر کیا ہے جیسے ابن ابی لیلیٰ، یزید بن رومان، ضحاک، مقاتل ابن حیان وغیرہ۔ ان سب کا بیان ہے کہ یہ آیت ولید بن عقبہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ پھر فرماتا ہے کہ جان لو کہ تم میں اللہ کے رسول موجود ہیں ان کی تعظیم و توقیر کرنا عزت و ادب کرنا ان کے احکام کو سراغھوں سے بجالانا تمہارا فرض ہے۔ وہ تمہاری مصلحتوں سے بہت آگاہ ہیں انھیں تم سے بہت محبت ہے وہ تمہیں مشقت میں ڈالنا نہیں چاہتے، تم اپنی بھلائی کے اتنے خواہاں اور اتنے واقف نہیں ہو جتنے حضور ﷺ ہیں۔ چنانچہ اور جگہ ارشاد ہے ﴿الْنَبِيُّ اَوْْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ﴾ ③ یعنی نبی سزاوارتر ہیں مسلمانوں کے کاموں میں بہ نسبت ان کی اپنی جانوں کے پھر بیان فرمایا کہ لوگو تمہاری عقلیں جن مصلحتوں اور بھلائیوں کو نہیں پا سکتیں انہیں نبی پارہا ہے۔ پس اگر وہ تمہاری ہر پسندیدگی کی رائے پر عامل بنتا رہے تو اس میں تمہارا ہی حرج واقع ہوگا۔ جیسے اور آیت میں ہے ﴿وَلَوْ اَتَّبَعَ الْحَقُّ اَهْوَاءَ هُمْ لَفَسَدَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ بَلْ اَتَيْنَهُمْ بِذِكْرِهِمْ فَهُمْ عَنْ ذِكْرِهِمْ مُّعْرِضُوْنَ﴾ ④ یعنی اگر سچا رب ان کی خوشی پر چلے تو آسمان و زمین اور ان کے درمیان کی ہر چیز خراب ہو جائے، یہ نہیں بلکہ ہم نے انہیں ان کی نصیحت پہنچا دی ہے لیکن یہ اپنی نصیحت پر دھیان ہی نہیں دھرتے۔ پھر فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایمان کو تمہارے نفوس میں محبوب بنا دیا ہے اور تمہارے دلوں میں اس کی عمدگی بٹھادی ہے۔ مسند احمد میں ہے رسول مقبول ﷺ فرماتے ہیں اسلام ظاہر ہے اور ایمان دل میں ہے پھر آپ اپنے سینے کی طرف تین بار اشارہ کرتے اور فرماتے تقویٰ یہاں ہے پرہیزگاری کی جگہ یہ ہے ⑤ اس نے تمہارے دلوں میں کفر کی اور کبیرہ گناہوں کی اور تمام نافرمانیوں کی عداوت ڈال دی ہے اور اس طرح بتدریج تم پر اپنی نعمتیں بھر پوری کر دی ہیں۔ پھر ارشاد ہوتا ہے جن میں یہ پاک اوصاف ہیں انہیں اللہ تعالیٰ نے رشد اور نیکی ہدایت اور بھلائی دے رکھی ہے۔ مسند احمد میں ہے ”احد کے دن جب مشرکین ٹوٹ پڑے تو حضور ﷺ نے فرمایا درستی کے ساتھ ٹھیک ٹھاک ہو جاؤ تو میں اپنے رب عزوجل کی شایان =

① الطبری، وسندہ ضعیف، عطیہ العوفی ضعیف مشہور والسند الیہ ضعیف۔

② الطبری، ۳۱۶۸۷، ۳۱۶۸۸ والسندان ضعیفان۔ ③ ۳۳/ الاحزاب: ۶۔

④ ۲۳/ المؤمنون: ۱۷۔ ⑤ احمد، ۱۳۴/ ۳، ۱۳۵ وسندہ ضعیف، قتادہ عن، ان صحح السند الیہ وعلی بن معمر

ضعیف ضعفہ الجمهور، مسند ابی یعلیٰ، ۲۹۲۳۔

وَأَنْ طَافْتُمْ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتُلُوا فَأُصْلِحُوا بَيْنَهُمَا فَإِنْ بَغَتْ
 إِحْدَاهُمَا عَلَى الْأُخْرَى فَقَاتِلُوا الَّتِي تَبْغِي حَتَّى تَفِيَّءَ إِلَى أَمْرِ اللَّهِ فَإِنْ
 فَاءَتْ فَأُصْلِحُوا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَأَقْسِطُوا إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ ۝
 إِنَّهَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأُصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ۝

ترجمہ: اگر مسلمانوں کی دو جماعتیں آپس میں لڑ پڑیں تو ان میں میل ملاپ کر دیا کرو۔ پھر اگر ان دونوں میں سے ایک دوسری جماعت پر زیادتی کرے تو تم سب اس گروہ سے جو زیادتی کرتا ہے لڑو۔ یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف لوٹ آئے اگر لوٹ آئے تو پھر انصاف کے ساتھ صلح کر دو اور عدل کرتے رہا کرو۔ اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے [۹] یاد رکھو سارے مسلمان بھائی بھائی ہیں پس اپنے دو بھائیوں میں ملاپ کر دیا کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔ [۱۰]

= کروں۔ پس لوگ آپ کے پیچھے صفیں باندھ کر کھڑے ہو گئے اور آپ ﷺ نے یہ دعا پڑھی ((اللَّهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ كُلُّهُ اللَّهُمَّ لَا قَابِضَ لِمَا بَسَطْتَ وَلَا بَاسِطَ لِمَا قَبَضْتَ وَلَا هَادِيَ لِمَنْ أَضَلَّكَ وَلَا مُضِلَّ لِمَنْ هَدَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا مَانِعَ لِمَا أَعْطَيْتَ وَلَا مُقَرِّبَ لِمَا بَاعَدْتَ وَلَا مُبَاعِدَ لِمَا قَرَّبْتَ اللَّهُمَّ أَبْسُطْ عَلَيْنَا مِنْ بَرَكَاتِكَ وَرَحْمَتِكَ وَقُضِّ لَكَ وَرِزْقِكَ۔ اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ النِّعَمَ يَوْمَ الْعِيْلَةِ وَالْأَمْنِ يَوْمَ الْخَوْفِ۔ اللَّهُمَّ إِنِّي عَائِدُكَ مِنْ شَرِّ مَا أَعْطَيْتَنَا وَمِنْ شَرِّ مَا مَنَعْتَنَا۔ اللَّهُمَّ حَبِّبْ إِلَيْنَا الْإِيمَانَ وَزَيِّنْهُ فِي قُلُوبِنَا وَكَرِّهْ إِلَيْنَا الْكُفْرَ وَالْفُسُوقَ وَالْعِصْيَانَ وَاجْعَلْنَا مِنَ الرَّاشِدِينَ۔ اللَّهُمَّ تَوَكَّلْنَا مُسْلِمِينَ وَآخِئْنَا مُسْلِمِينَ وَالْحَقْنَا بِالصَّالِحِينَ غَيْرَ خَزَايَا وَلَا مُفْتَرِينَ۔ اَللّٰهُمَّ قَاتِلِ الْكُفْرَةَ الَّذِيْنَ اُوتُو الْكِتَابَ اِلٰهَ الْحَقِّ))“ (نسائی) یعنی تمام تعریفیں تیرے ہی لئے ہیں تو جسے کسادگی دے اسے کوئی تک نہیں کر سکتا، تو جسے گمراہ کر لے اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا اور جسے تو ہدایت دے اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا جس سے تو روک لے اسے کوئی دے نہیں سکتا اور جسے تو دے اس سے کوئی باز رکھ نہیں سکتا جسے تو دور کر دے اسے قریب کرنے والا کوئی نہیں اور جسے تو قریب کر لے اسے دور کرنے والا کوئی نہیں اے اللہ ہم پر اپنی برکتیں رحمتیں، فضل اور رزق کشادہ کر دے اے اللہ میں تجھ سے وہ ہیشگی کی نعمتیں چاہتا ہوں جو نہ ادھر ادھر ہوں نہ زائل ہوں یا اللہ فقیری اور احتیاج والے دن مجھے اپنی نعمتیں عطا فرما اور خوف والے دن مجھے امن عطا فرما۔ پروردگار جو تو نے مجھ سے دے رکھا ہے اور جو نہیں دیا ان سب کی برائی سے میں تیری پناہ مانگتا ہوں۔ اے میرے معبود ہمارے دلوں میں ایمان کی محبت ڈال دے اور اسے ہماری نظروں میں زینت دار بنا دے اور کفر بدکاری اور نافرمانی سے ہمارے دلوں میں دوری اور عداوت پیدا کر دے اور ہمیں راہ یافتہ لوگوں میں کر دے۔ اے رب ہمارے ہمیں اسلام کی حالت میں فوت کر اور اسلام پر ہی زندہ رکھ اور نیک کار لوگوں سے ملا دے ہم رسوا نہ ہوں ہم فتنے میں نہ ڈالے جائیں۔ اے اللہ ان کافروں کا ستیا ناس کر جو تیرے رسولوں کو جھٹلائیں اور تیری راہ سے روکیں تو ان پر اپنی سزا اور اپنا عذاب نازل فرما۔ الہی اہل کتاب کے کافروں کو بھی تباہ کر اے سچے معبود ۱ یہ حدیث امام نسائی بھی اپنی کتاب عمل الیوم واللیلہ میں لائے ہیں۔

مرفوع حدیث میں ہے ”جس شخص کو اپنی نیکی اچھی لگے اور برائی اسے ناراض کرے وہ مؤمن ہے۔“ ① پھر فرماتا ہے یہ بخش جو تمہیں عطا ہوئی ہے یہ تم پر اللہ کا فضل ہے اور اس کی نعمت ہے اللہ مستحقین ہدایت کو اور مستحقین ضلالت کو بخوبی جانتا ہے وہ اپنے اقوال و افعال میں حکیم ہے۔

بغاوت کفر نہیں باغی گروہ بھی مؤمن ہے: [آیت ۹: ۱۰] یہاں حکم ہو رہا ہے کہ اگر مسلمانوں کی کوئی دو جماعتیں لڑنے لگ جائیں تو دوسرے مسلمانوں کو چاہئے کہ ان میں صلح کرادیں۔ آپس میں دو لڑنے والی جماعتوں کو مؤمن کہنا اس سے حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے استدلال کیا ہے کہ نافرمانی گو کتنی ہی بڑی ہو انسان کو ایمان سے الگ نہیں کرتی۔ خارجیوں کا اور ان کے موافق معتزلہ کا مذہب اس بارے میں خلاف حق ہے۔ اسی آیت کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جو صحیح بخاری وغیرہ میں مروی ہے کہ ”ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ منبر پر خطبہ دے رہے تھے آپ کے ساتھ منبر پر حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ بھی تھے آپ کبھی ان کی طرف دیکھتے اور کبھی لوگوں کی طرف اور فرماتے کہ میرا یہ بچہ سید ہے اور اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ دو بڑی بڑی جماعتوں میں صلح کرادے گا۔“ ② آپ کی یہ پیش گوئی سچی نکلی اور اہل شام اور اہل عراق میں بڑی لمبی لڑائیوں اور بڑے ناپسندیدہ واقعات کے بعد آپ کی وجہ سے صلح ہو گئی۔ پھر ارشاد ہوتا ہے اگر ایک گروہ دوسرے گروہ پر زیادتی کرے تو زیادتی کرنے والے سے لڑائی کی جائے تاکہ وہ پھر ٹھکانے آجائے حق کو سننے اور مان لے۔ صحیح حدیث میں ہے ”اپنے بھائی کی مدد کر ظالم ہو تو اور مظلوم ہو تو۔“ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ مظلوم ہونے کی حالت میں تو ظاہر ہے لیکن ظالم ہونے کی حالت میں کیسے مدد کروں؟ حضور ﷺ نے فرمایا اسے ظلم سے باز رکھو یہی اس کی اس وقت کی مدد ہے۔“ ③ مسند احمد میں ہے ”حضور ﷺ سے ایک مرتبہ کہا گیا کہ اچھا ہو اگر آپ عبد اللہ بن ابی کے ہاں چلے چلتے، چنانچہ آپ گدھے پر سوار ہوئے اور صحابہ آپ کی ہم رکابی میں ساتھ ہو لئے۔ زمین شور تھی۔ جب حضور ﷺ وہاں پہنچے تو یہ کہنے لگا مجھ سے الگ رہیے اللہ کی قسم! آپ کے گدھے کی بد بونے میرا دماغ پریشان کر دیا ہے اس پر ایک انصاری رضی اللہ عنہ نے کہا واللہ! رسول اللہ ﷺ کے گدھے کی خوشبو تیری بو سے بہت ہی اچھی ہے۔ اس پر ادھر سے ادھر سے کچھ لوگ بول پڑے اور معاملہ بڑھنے لگا بلکہ کچھ ہاتھ پائی جوتی چھڑی ہو بھی گئی۔ ان کے بارے میں یہ آیت اتری ہے۔“ ④ حضرت سعید بن جبیر فرماتے ہیں اوس اور خزرج قبائل میں کچھ چشمک ہو گئی تھی ان میں صلح کرادینے کا اس آیت میں حکم ہو رہا ہے۔“ ⑤ حضرت سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ”عمران نامی ایک انصاری تھے ان کی بیوی صاحبہ کا نام ام زید تھا۔ اس نے اپنے میکے جانا چاہا خاندن نے روکا اور منع کر دیا کہ میکے کا کوئی شخص یہاں بھی نہ آئے۔ عورت نے یہ خبر اپنے میکے میں کہلوادی وہ لوگ آئے اور اسے بالا خانہ سے اتار لائے اور لے جانا چاہا، ان کے خاندن گھر پر تھے نہیں خاندن والوں نے اس کے چچا زاد بھائیوں کو اطلاع دے کر انھیں بلا لیا، اب کھینچ تان جوتی پیزا رہوئے لگی اور ان کے بارے میں یہ آیت اتری رسول اللہ ﷺ نے دونوں طرف کے لوگوں کو بلا کر بیچ میں بیٹھ کر صلح کرادی اور سب لوگ مل گئے۔“ ⑥ پھر حکم ہوتا ہے دونوں پارٹیوں میں عدل کرو اللہ عادلوں کو پسند فرماتا ہے۔“ حضور ﷺ فرماتے ہیں دنیا میں جو عدل =

① ترمذی، کتاب الفتن، باب ماجاء فی لزوم الجماعة: ۲۱۶۵ وهو صحيح۔

② صحيح بخاری، کتاب الصلح، باب قول النبی ﷺ للحسن بن علی رضی اللہ عنہما: ۲۷۰۴، ابو داود، ۴۶۶۲، احمد، ۵/۴۴، ابن حبان، ۶۹۶۴۔

③ صحيح بخاری، کتاب الاکراه، باب یمن الرجل لصاحبه انه اخوه، ۶۹۵۲، احمد، ۳/۹۹۔

④ احمد، ۳/۱۵۷، صحيح بخاری، کتاب الصلح، باب ماجاء فی الاصلاح بین الناس، ۲۶۹۱، صحيح مسلم، ۱۷۹۹،

مسند ابی یعلیٰ، ۴۰۸۳۔ ⑤ الدرالمشور، ۷/۵۶۰۔ ⑥ الطبری، ۲۲/۲۹۴۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَسْخَرُ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسَىٰ أَن يَكُونُوا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَاءٌ مِّنْ

نِسَاءٍ عَسَىٰ أَن يَكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ وَلَا تَلْمِزُوا أَنفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ ط

بُئْسَ الْإِسْمُ الْفُسُوقُ بَعْدَ الْإِيمَانِ وَمَن لَّمْ يَتُبْ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ﴿٥١﴾

ترجمہ: اے ایمان والو! کوئی جماعت دوسری جماعت سے مسخر اپن نہ کرے ممکن ہے کہ یہ اس سے بہتر ہو اور نہ عورتیں عورتوں سے ممکن ہے کہ یہ ان سے بہتر ہوں اور آپس میں ایک دوسرے کو عیب نہ لگاؤ اور نہ کسی کو برے لقب دو۔ ایمان کے بعد گنہگاری برانا نام ہے۔ اور جو توبہ نہ کریں وہی ظالم لوگ ہیں۔ [۱]

= کرتے رہے وہ موتیوں کے منبروں پر رحمن عزوجل کے سامنے ہوں گے اور یہ بدلہ ہوگا ان کے عدل وانصاف کا“ ① (نسائی)۔ مسلم کی حدیث میں ہے ”یہ لوگ ان منبروں پر اللہ تعالیٰ کے دائیں جانب ہوں گے یہ اپنے حکم میں اور اپنے اہل و عیال میں اور جو کچھ ان کے قبضہ میں ہے اس میں عدل سے کام لیا کرتے تھے۔“ ② پھر فرمایا کل مؤمن دینی بھائی ہیں رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں مسلمان مسلمان کا بھائی ہے اسے اس پر ظلم و ستم نہ کرنا چاہئے۔ ③ صحیح حدیث میں ہے ”اللہ تعالیٰ بندے کی مدد کرتا رہتا ہے جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد میں لگا رہے۔“ ④ اور صحیح حدیث میں ہے ”جب کوئی مسلمان اپنے غیر حاضر بھائی مسلمان کے لئے اس کی پس پشت دعا کرتا ہے تو فرشتہ کہتا ہے آمین اور تجھے بھی اللہ تعالیٰ ایسا ہی دے۔“ ⑤ اس بارے میں اور بھی بہت سی حدیثیں ہیں۔ صحیح حدیث میں ہے ”مسلمان سارے کے سارے اپنی محبت رحمہ اور میل جول میں مثل ایک جسم کے ہیں جب کسی عضو کو تکلیف ہو تو سارا جسم تڑپ اٹھتا ہے۔ کبھی بخار چڑھ آتا ہے کبھی شب بیداری کی تکلیف ہوتی ہے۔“ ⑥ ایک اور صحیح حدیث میں ہے ”مؤمن مؤمن کے لئے مثل دیوار کے ہے جس کا ایک حصہ دوسرے حصے کو تقویت پہنچاتا ہے اور مضبوط کرتا ہے۔ پھر آپ نے اپنی ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈال کر بتایا۔“ ⑦ مسند احمد میں ہے مؤمن کا تعلق اہل ایمان سے ایسا ہے جیسے سر کا تعلق جسم سے ہے مؤمن اہل ایمان کے لئے وہی درد مندی کرتا ہے جو درد مندی جسم کو سر کے ساتھ ہے۔ ⑧ پھر فرماتا ہے دونوں لڑنے والی جماعتوں اور دونوں طرف کے اسلامی بھائیوں میں صلح کرادو اپنے تمام کاموں میں اللہ تعالیٰ کا ذکر رکھو۔ یہی وہ اوصاف ہیں جن کی وجہ سے اللہ کی رحمت تم پر نازل ہوگی پرہیزگاروں کے ساتھ ہی رب کا رحم رہتا ہے۔

مذاق اور عیب گیری کی ممانعت: [آیت: ۱۱] اللہ تبارک و تعالیٰ لوگوں کو حقیر و ذلیل کرنے اور ان کا مذاق اڑانے سے روک رہا =

① احمد، ۲/ ۱۵۹ ح ۶۴۸۵ وهو صحيح بالشاهد عند مسلم، ۱۸۲۷؛ ابن ابی شیبہ، ۱۳/ ۱۲۷؛ حاکم، ۴/ ۸۸۔

② صحيح مسلم، كتاب الامارة، باب فضيلة الامير العادل، ۱۸۲۷؛ مسند حميدى، ۵۸۸؛ ابن حبان، ۴۴۸۴؛ يهقي، ۱۰/ ۸۷؛

الشریعه للأجری، ص ۳۲۲۔ ③ صحيح بخاری، كتاب المظالم، باب لا يظلم المسلم المسلم ولا يظلمه ۲۴۴۲؛

صحيح مسلم، ۲۵۸۰۔ ④ صحيح مسلم، كتاب الذكر والدعاء، باب فضل الاجتماع على تلاوة القرآن، ۲۶۹۹۔

⑤ صحيح مسلم، كتاب الذكر والدعاء، باب فضل الدعاء للمسلمين بظهر الغيب: ۲۷۳۲؛ ابو داود، ۱۵۳۴۔

⑥ صحيح بخاری، كتاب الادب، باب رحمة الناس والبهائم، ۶۰۱۱؛ صحيح مسلم، ۲۵۸۶۔ ⑦ صحيح بخاری،

كتاب الادب، باب تعاون المؤمنين بعضهم بعضا، ۶۰۲۶؛ صحيح مسلم، ۲۵۸۵؛ ترمذی، ۱۹۲۸؛ احمد، ۴/ ۴۰۵۔

⑧ احمد، ۵/ ۳۴۰ وسنده ضعيف مصعب بن ثابت ضعيف وللحديث شاهد ضعيف عند الطبرانی فی الاوسط، ۴۶۹۳۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ وَلَا تَجَسَّسُوا وَلَا يَغْتَبَ بَعْضُكُم بَعْضًا ۚ أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَن يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوهُ ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ تَوَّابٌ رَّحِيمٌ ﴿۱۹﴾

ترجمہ: اے ایمان والو! بہت بدگمانیوں سے بچ لیتین مانو کہ بعض بدگمانیاں گناہ ہیں اور بھید نہ ٹولا کرو اور نہ تم میں سے کوئی کسی کی غیبت کرے، کیا تم میں سے کوئی بھی اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانا پسند کرتا ہے؟ تم کو اس سے گھن آئے گی اور اللہ سے ڈرتے رہو بیشک اللہ توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔ [۱۹]

= ہے۔ حدیث میں ہے کہ تکبر نام ہے حق سے منہ موڑ لینے کا اور لوگوں کو ذلیل و خوار سمجھنے کا۔ ① اس کی وجہ قرآن کریم نے یہ بیان فرمائی کہ جسے تم ذلیل کر رہے ہو جس کا تم مذاق اڑا رہے ہو ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ تم سے زیادہ باوقفت ہو۔ مردوں کو منع کر کے پھر خاصہ عورتوں کو بھی اس سے روکا پھر عیب گیری اور کتہ چینی کرنے سے روکا اور اس ملعون فحشلت کو حرام قرار دیا۔ چنانچہ قرآن کریم کا ارشاد ہے ﴿وَلَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ﴾ ② یعنی ہر طعنہ باز عیب جو کے لئے خرابی ہے۔ ہمز فعل سے ہوتا ہے اور لمز قول سے۔ اور آیت میں ہے ﴿هَمَزَانٍ مِّنَآءٍ بَيْنِمِهِمْ﴾ ③ یعنی وہ جو لوگوں کو حقیر لگتا ہو ان پر چڑھا چلا جا رہا ہو اور لگانے بھانے والا ہو۔ غرض ان تمام کاموں کو ہماری شریعت نے حرام قرار دیا۔ یہاں لفظ تو یہ ہیں کہ اپنے تئیں عیب نہ لگاؤ مطلب یہ ہے کہ آپس میں ایک دوسرے کو عیب نہ لگاؤ جیسے فرمایا ﴿وَلَا تَقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ﴾ ④ یعنی ایک دوسرے کو قتل نہ کرو۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما مجاہد سعید بن جبیر قتادہ مقاتل بن حیان رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک دوسرے کو طعن نہ دے ⑤ پھر فرمایا کسی کی کوئی چڑ نہ نکالو جس لقب سے وہ ناراض ہوتا ہو اس لقب سے اسے نہ پکارو نہ نامزد کرو۔ مسند احمد میں ہے کہ ”یہ حکم بنو سلمہ کے بارے میں نازل ہوا ہے۔ جب حضور ﷺ مدینے میں آئے تو یہاں ہر شخص کے دو دو تین تین نام تھے حضور ﷺ ان میں سے کسی کو کسی نام سے پکارتے تو لوگ کہتے یا رسول اللہ یہ اس سے چڑتا ہے اس پر یہ آیت اتری“ ⑥ (ابوداؤد)۔ پھر فرمان ہے کہ ایمان کی حالت میں فاسقانہ القاب سے آپس میں ایک دوسرے کو نامزد کرنا نہایت بری بات ہے۔ اب تمہیں اس سے توبہ کرنی چاہئے ورنہ ظالم گنے جاؤ گے۔

بدگمانی اور عیوب تلاش کرنا نیز غیبت کا مفہوم: [آیت: ۱۹] اللہ تعالیٰ اپنے مؤمن بندوں کو بدگمانیوں سے اور تہمت دھرنے سے اور اپنوں اور غیروں کو خوفزدہ کرنے سے اور خواہ مخواہ کی وبشت دل میں رکھ لینے سے روکتا ہے اور فرماتا ہے کہ بسا اوقات اکثر اس قسم کے گمان بالکل گناہ ہوتے ہیں پس تمہیں اس میں پوری احتیاط چاہئے۔ امیر المؤمنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ”آپ ﷺ نے فرمایا تیرے مسلمان بھائی کی زبان سے جو کلمہ نکلا ہو جہاں تک تجھ سے ہو سکے اسے بھلائی اور اچھائی پر محمول

① صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب تحریم الکبر و بیانہ، ۹۱۔

② ۱۰۴/۱/الہمزہ: ۱۔ ③ ۶۸/۱/القلم: ۱۱۔ ④ ۴/النساء: ۲۹۔

⑤ حاکم، ۲/۴۶۳ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما وسندہ حسن۔ ⑥ ابوداؤد، کتاب الادب، باب فی الالقاب، ۴۹۶۲۔

وسندہ صحیح؛ ترمذی، ۳۲۶۸؛ احمد، ۴/۲۶۰؛ الادب المفرد، ۳۳۰۔

کر۔“ ① ابن ماجہ میں ہے کہ ”نبی ﷺ نے طواف کعبہ کرتے ہوئے فرمایا تو کتنا پاک گھر ہے۔ تو کیسی اچھی خوشبو والا ہے تو کس قدر عظمت والا ہے۔ تو کیسی بڑی حرمت والا ہے۔ اس کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے کہ مؤمن کی حرمت اس کے مال اور اس کی جان کی حرمت اور اس کے ساتھ نیک گمان کرنے کی اللہ تعالیٰ کے نزدیک تیری حرمت سے بہت بڑی ہے۔“ ② یہ حدیث صرف ابن ماجہ میں ہی ہے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ حضور ﷺ فرماتے ہیں ”بدگمانی سے بچو گمان سب سے بڑی جھوٹی بات ہے بھید نہ ٹولو ایک دوسرے کی بزرگی حاصل کرنے کی کوشش میں نہ لگ جایا کرو۔ حسد بغض اور ایک دوسرے سے منہ پھلانے سے بچو سب مل کر رب رحیم کے بندے اور آپس میں بھائی بھائی بن کر رہو سہو۔“ ③ مسلم وغیرہ میں ہے ”ایک دوسرے سے روٹھ کر نہ بیٹھ جایا کرو ایک دوسرے سے میل جول ترک نہ کر لیا کرو ایک دوسرے سے حسد بغض نہ کیا کرو بلکہ سب مل کر اللہ کے بندے آپس میں ایک دوسرے کے بھائی بند ہو کر زندگی گزارو۔ کسی مسلمان کو حلال نہیں کہ اپنے دوسرے مسلمان بھائی سے تین دن سے زیادہ بول چال اور میل جول چھوڑے۔“ ④ طبرانی میں ہے کہ ”تین خصلتیں میری امت میں رہ جائیں گی فال لینا حسد کرنا اور بدگمانی کرنا۔ ایک شخص نے پوچھا حضور پھر ان کا تذکرہ کیا ہے؟ فرمایا جب حسد کرو تو استغفار کر لے۔ جب گمان پیدا ہو تو اسے چھوڑ دے اور یقین نہ کر۔ اور جب شکون لے خواہ نیک نکلے خواہ بد اپنے کام سے نہ رک اسے پورا کر۔“ ⑤ ابوداؤد میں ہے کہ ایک شخص کو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس لایا گیا اور کہا گیا کہ اس کی ڈاڑھی سے شراب کے قطرے گر رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا ہمیں بھید نہ ٹولنے سے منع فرمایا گیا ہے اگر ہمارے سامنے کوئی چیز ظاہر ہوگئی تو ہم اس پر پکڑ کر سکتے ہیں۔ ⑥ مسند احمد میں ہے کہ ”عقبہ کے کاتب دھین کے پاس حضرت ابوالہیثم گئے اور ان سے کہا کہ میرے بڑوس میں کچھ لوگ شرابی ہیں میرا ارادہ ہے کہ میں داروغہ کو بلا کر انہیں گرفتار کر دوں۔ آپ نے فرمایا ایسا نہ کرنا بلکہ انہیں سمجھاؤ بھلاؤ ڈانٹ ڈپٹ کر دو۔ پھر کچھ دنوں کے بعد آئے اور کہا وہ باز نہیں رہتے اب تو میں ضرور داروغہ کو بلاؤں گا۔ آپ نے فرمایا افسوس افسوس تم ہرگز ایسا نہ کرو۔ سنو میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے آپ نے فرمایا جو شخص کسی مسلمان کی پردہ داری کرے اسے اتنا ثواب ملے گا جیسے کسی نے زندہ درگور کردہ لڑکی کو زندہ کر دیا۔“ ⑦ ابوداؤد میں ہے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ”رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے اگر تو لوگوں کی پوشیدگیاں اور ان کے راز نہ ٹولنے کے درپے ہوگا تو تو انہیں بگاڑ دے گا یا فرمایا ممکن ہے تو انہیں خراب کر دے۔“ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس حدیث سے اللہ تعالیٰ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو بہت فائدہ پہنچایا۔ ⑧ ابوداؤد کی ایک اور حدیث میں ہے کہ امیر اور پادشاہ جب اپنے ماتحتوں اور رعایا کی برائیاں

- ① الدرالمثور، ۹۹/۶۔ ② ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب حرمة دم المؤمن وماله ۳۹۳۲ وسندہ ضعیف نفعہ بن محمد راوی ضعیف ہے۔ ③ صحیح بخاری، کتاب الادب، باب ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ﴾ ۶۰۶۶، صحیح مسلم، ۲۵۶۳۔ ④ صحیح بخاری، کتاب الادب، باب ما ينهى عن التحاسد والتدابير: ۶۰۶۵، صحیح مسلم، ۲۵۵۹، ترمذی، ۱۹۳۵، مسند الطیالسی، ۲۰۹۲، مصنف عبدالرزاق، ۲۰۲۲۲، احمد، ۱۱۰/۳، ابن حبان، ۵۶۶۰۔ ⑤ طبرانی، ۳۲۲۷ وسندہ ضعیف جداً فیہ علل منها ضعف اسماعیل بن قیس الانصاری، مجمع الزوائد، ۷۸/۸۔ ⑥ ابو داود، کتاب الادب، باب فی التجسس، ۴۸۹۰ وسندہ ضعیف، أمش لمس راوی ہے اور ترمذی بالسامع ثابت نہیں۔ ⑦ احمد، ۱۵۳/۴، ابو داود، کتاب الادب، باب فی الستر علی المسلم، ۴۸۹۱، ۴۸۹۲، وهو حسن الأدب المفرد، ۷۵۸، ابن حبان، ۵۱۷، السنن الکبریٰ للنسائی، ۷۲۸۳، بیہقی، ۳۳۱/۸، طبرانی، ۸۸۳/۱۷۔ ⑧ ابو داود، کتاب الادب، باب فی التجسس، ۴۸۸۸، وهو صحیح۔

ٹٹولنے لگ جاتا ہے اور گہرا اترنا شروع کر دیتا ہے تو انہیں بگاڑ دیتا ہے۔ ① پھر فرمایا کہ تجھس نہ کر یعنی برائیاں معلوم کرنے کی کوشش نہ کر دُعا تک جھانک نہ کیا کرو۔ اسی سے جاسوس مآخوذ ہے تجھس کا اطلاق عموماً برائی پر ہوتا ہے اور تجھس کا اطلاق بھلائی کے ڈھونڈنے پر۔ جیسے حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے بیٹوں سے فرماتے ہیں ﴿فَتَحَسُّوْا﴾ ② الخ بچو تم جاؤ اور یوسف اور برادر یوسف کو ڈھونڈو اور اللہ تمہاری رحمت سے ناامید نہ ہو اور کبھی کبھی ان دونوں کا استعمال شر اور برائی میں ہوتا ہے چنانچہ حدیث شریف میں ہے ”نہ تجھس کرو نہ حسد و بغض کرو نہ منہ موڑو بلکہ سب مل کر اللہ کے بندے بھائی بھائی بن جاؤ“ ③ امام اوزاعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں تجھس کہتے ہیں کسی چیز میں کرید کرنے کو اور تجھس کہتے ہیں ان لوگوں کی سرگوشی پر کان لگانے کو جو کسی کو اپنی باتیں سنانا نہ چاہتے ہوں اور تذابر کہتے ہیں ایک دوسرے سے رک کر آزر دہ ہو کر قطع تعلقات کرنے کو۔

پھر غیبت سے منع فرماتا ہے۔ ابوداؤد میں ہے ”لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ! غیبت کیا ہے؟ فرمایا یہ کہ تو اپنے مسلمان بھائی کی کسی ایسی بات کا ذکر کرے جو اسے بری معلوم ہو تو کہا گیا کہ اگر وہ بات اس میں ہو جب بھی؟ فرمایا ہاں غیبت تو یہی ہے ورنہ بہتان اور تہمت ہے“ ④ ابوداؤد میں ہے کہ ”ایک مرتبہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ صفیہ تو ایسی ایسی ہیں۔ مسدودای کہتے ہیں یعنی کم قامت‘ تو حضور ﷺ نے فرمایا تو نے ایسی ہی بات کہی ہے کہ سمندر کے پانی میں اگر ملادی جائے تو اسے بھی بگاڑ دے“ اور ایک مرتبہ آپ کے سامنے کسی شخص کی کچھ ایسی ہی باتیں بیان کی گئیں تو آپ نے فرمایا میں اسے پسند نہیں کرتا جو مجھے کوئی بہت بڑا نفع بھی مل جائے۔ ⑤ ابن جریر میں ہے کہ ”ایک بیوی صاحبہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہاں آئیں جب وہ جانے لگیں تو صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ کو اشارے سے کہا کہ یہ بہت پست قامت ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا تم نے ان کی غیبت کی۔“ ⑥ الغرض غیبت حرام ہے اور اس کی حرمت پر مسلمانوں کا اجماع ہے لیکن ہاں شرعی مصلحت کی بنا پر کسی کی ایسی بات کا ذکر کرنا غیبت میں داخل نہیں جیسے جرح و تعدیل نصیحت و خیر خواہی۔ جیسے کہ نبی ﷺ نے ایک فاجر شخص کی نسبت فرمایا تھا ”یہ بہت برا آدمی ہے“ ⑦ اور جیسے کہ حضور ﷺ نے فرمایا تھا ”معاویہ مفسل شخص ہے اور ابوبالجہم بڑا مارنے پینے والا آدمی ہے۔“ یہ آپ نے اس وقت فرمایا تھا جبکہ ان دونوں بزرگوں نے حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا سے نکاح کا مانگا ڈالا تھا۔ ⑧ اور بھی جو باتیں اس طرح کی ہوں ان کی تو اجازت ہے باقی اور غیبت حرام ہے اور کبیرہ گناہ ہے۔ اسی لئے یہاں فرمایا کہ جس طرح تم اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانے سے گھن کرتے ہو اس سے بہت زیادہ نفرت تمہیں غیبت سے کرنی چاہئے۔ جیسے حدیث میں ہے ”اپنے دیئے ہوئے ہبہ کو واپس لینے والا ایسا ہے جیسے کتا جو قے کر کے چاٹ لیتا ہے“ اور فرمایا بری مثال ہمارے لئے لائق نہیں۔ ⑨ حجۃ الوداع کے خطبہ میں ہے ”تمہارے خون مال آبرو

① ابو داؤد، حوالہ سابق، ۴۸۸۹ء وسندہ حسن۔ ② ۱۲/ یوسف: ۸۷۔

③ صحیح بخاری، کتاب الأدب، باب ما ینہی عن التحاسد والتدابیر، ۶۰۶۴؛ صحیح مسلم، ۲۵۶۳۔

④ ابو داؤد، کتاب الأدب، باب فی الغیبة، ۴۸۷۴ء وهو صحیح؛ ترمذی، ۱۹۳۴؛ احمد، ۳۸۴/۲۔

⑤ ابو داؤد، حوالہ سابق، ۴۸۷۵ء وسندہ صحیح؛ ترمذی، ۲۵۰۲۔

⑥ الطبری، ۳۰۷/۲۲۔ ⑦ صحیح بخاری، کتاب الأدب، باب ما یجوز من اغتتاب اهل الفساد والریب، ۶۰۵۴؛

صحیح مسلم، ۲۵۹۱؛ ابو داؤد، ۴۷۹۱؛ ترمذی، ۱۹۹۶؛ احمد، ۳۸/۶؛ ابن حبان، ۴۵۳۸۔

⑧ صحیح مسلم، کتاب الطلاق، باب المطلقة البائن لانفقه لها، ۱۴۸۰۔

⑨ صحیح بخاری، کتاب الہبة، باب لا یحل لاحدان یرجع فی ہبته وصدقته، ۲۶۲۲؛ صحیح مسلم، ۱۶۲۲ مختصراً۔

تم پر ایسے ہی حرام ہیں جیسی حرمت تمہارے اس دن کی تمہارے اس مہینے میں اور تمہارے اس شہر میں ہے۔“ ① ابوداؤد میں حضور ﷺ کا فرمان ہے کہ ”مسلمان کا مال اس کی عزت اور اس کا خون مسلمان پر حرام ہے۔ انسان کو اتنی ہی برائی کافی ہے کہ وہ اپنے دوسرے مسلمان بھائی کی حقارت کرے“ ② اور حدیث میں ہے ”اے وہ لوگو جن کی زبانیں تو ایمان لایچکی ہیں لیکن دل ایماندار نہیں ہوئے تم مسلمانوں کی غیبتیں کرنی چھوڑ دو اور ان کے عیبوں کی کرید نہ کیا کرو یا درکھو اگر تم نے ان کے عیب ٹٹولے تو اللہ تعالیٰ تمہاری پوشیدگیوں کو ظاہر کر دے گا یہاں تک کہ تم اپنے گھرانے والوں میں بھی بدنام اور رسوا ہو جاؤ گے۔“ ③ مسند ابی یعلیٰ میں ہے کہ ”اللہ کے رسول ﷺ نے ہمیں ایک خطبہ سنایا جس میں آپ نے پرودہ نشین عورتوں کے کانوں میں بھی اپنی آواز پہنچائی“ اور اس خطبہ میں اور پر والی حدیث بیان فرمائی۔ ④ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک مرتبہ کعبہ کی طرف دیکھا اور فرمایا ”تیری حرمت و عظمت کا کیا ہی کہنا ہے لیکن تجھ سے بھی بہت زیادہ حرمت ایک ایماندار شخص کی اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہے۔“ ⑤ ابوداؤد میں ہے جس نے کسی مسلمان کی برائی کر کے ایک نوالہ حاصل کیا اسے جہنم کی اتنی ہی غذا کھلائی جائے گی اسی طرح جس نے مسلمان کی برائی کرنے پر پوشاک حاصل کی اسے اسی جیسی پوشاک جہنم کی پہنائی جائے گی اور جو شخص کسی دوسرے کی برائی دکھانے سنانے کو کھڑا ہوا اسے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن دکھاوے سناوے کے مقام پر کھڑا کر دے گا۔ ⑥ حضور ﷺ فرماتے ہیں ”معراج والی رات میں نے دیکھا کہ کچھ لوگوں کے ناخن تانبے کے ہیں جن سے وہ اپنے چہرے اور سینے نوچ رہے ہیں۔ میں نے پوچھا کہ جبریل یہ کون لوگ ہیں؟ عرض کیا یہ وہ ہیں جو لوگوں کے گوشت کھاتے تھے اور ان کی عزتیں لوٹتے تھے“ ⑦ (ابوداؤد)۔ اور روایت میں ہے کہ لوگوں کے سوال کے جواب میں آپ نے فرمایا ”معراج والی رات میں نے بہت سے لوگوں کو دیکھا جن میں مرد عورت دونوں تھے کہ فرشتے ان کی کروٹوں سے گوشت کاٹتے ہیں اور پھر انہیں اس کے کھانے پر مجبور کر رہے ہیں اور وہ اسے چارہ ہیں میرے سوال پر کہا گیا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو طعنہ زن، غیبت گو، چغل خور تھے انہیں جبر آج خود ان کا گوشت کھلایا جا رہا ہے“ ⑧ (ابن ابی حاتم)۔ یہ حدیث بہت مطول ہے اور ہم نے پوری حدیث سورہ سبحان کی تفسیر میں بیان بھی کر دی ہے فَاَلْحَمْدُ لِلّٰہ۔

مسند ابوداؤد دیکھ لی میں ہے کہ ”حضور ﷺ نے لوگوں کو روزے کا حکم دیا اور فرمایا جب تک میں نہ کہوں کوئی افطار نہ کرے۔ شام کو لوگ آنے لگے اور آپ سے دریافت کرنے لگے آپ انہیں اجازت دیتے اور وہ افطار کرتے اتنے میں ایک صاحب آئے اور کہا حضور دو عورتوں نے روزہ رکھا تھا جو آپ ہی کے متعلقین میں سے ہیں انہیں بھی آپ اجازت دیجئے کہ روزہ کھول لیں۔ آپ نے

① صحیح بخاری، کتاب العلم، باب قول النبی ﷺ رب مبلغ اوعی من سامع، ۶۷؛ صحیح مسلم، ۱۶۷۹۔

② ابو داؤد، کتاب الأدب، باب فی الغیبة، ۴۸۸۲ وسندہ حسن؛ ترمذی، ۱۹۲۷۔

③ ابو داؤد، حوالہ سابق، ۴۸۸۰ وهو حسن۔

④ مسند ابی یعلیٰ، ۱۶۷۵ وسندہ ضعیف، ابو اسحاق عنعن۔

⑤ ترمذی، ابواب البر والصلة، باب ما جاء فی تعظیم المؤمن، ۲۰۳۲ وسندہ حسن؛ ابن حبان، ۵۷۶۳۔

⑥ ابو داؤد، کتاب الأدب، باب فی الغیبة، ۴۸۸۱ وسندہ ضعیف، بقیہ بن الولید کے سماع مسلسل کی صراحت نہیں ہے۔ الأدب المفرد،

۲۴۰؛ کتاب الزہد، ۷۰۷۔

⑦ ابو داؤد، حوالہ سابق، ۴۸۷۸ وسندہ صحیح؛ احمد، ۲۲۴/۳۔

⑧ الطبری، ۳۰۸/۲۲ وسندہ ضعیف جداً۔

اس سے منہ پھیر لیا۔ اس نے دوبارہ عرض کی تو آپ نے فرمایا وہ روزے سے نہیں ہیں، کیا وہ بھی روزہ دار ہو سکتا ہے جو انسانی گوشت کھاتا رہے؟ جاؤ انہیں کہو کہ اگر وہ روزے سے ہیں تو قے کریں چنانچہ انہوں نے قے کی جس میں خون بستہ کے ٹھکڑے نکلے۔ اس نے آ کر حضور ﷺ کو خبر دی۔ آپ نے فرمایا اگر یہ اسی حالت میں مرجائیں تو آگ کا لقمہ بنتیں۔“ ① اس کی سند ضعیف ہے اور متن بھی غریب ہے۔ دوسری روایت میں ہے کہ ”اس شخص نے کہا تھا حضور ان دونوں عورتوں کی روزے میں بری حالت ہے مارے پیاس کے مر رہی ہیں اور یہ دو پہر کا وقت تھا“ حضور ﷺ کی خاموشی پر اس نے دوبارہ کہا کہ یا رسول اللہ وہ تو مر گئی ہوں گی یا تھوڑی دیر میں مرجائیں گی۔ آپ نے فرمایا جاؤ انہیں بلا لاؤ۔ جب وہ آئیں تو آپ نے دودھ کا بٹا ایک کے سامنے رکھ کر فرمایا اس میں قے کر۔ اس نے قے کی تو اس میں پیپ خون جامد وغیرہ نکلا جس سے آدھا بٹا بھر گیا پھر دوسری سے قے کرائی اس میں بھی یہی چیزیں اور گوشت کے ٹھکڑے وغیرہ نکلے اور بٹا بھر گیا۔ اس وقت آپ نے فرمایا انہیں دیکھو حلال سے تو روزہ رکھے ہوئے تھیں اور حرام کھا رہی تھیں۔ دونوں بیٹھ کر لوگوں کے گوشت کھانے لگی تھیں“ (یعنی غیبت کر رہی تھیں) ② (مسند احمد) مسند حافظ ابو یعلیٰ میں ہے کہ ”حضرت ماعز رضی اللہ عنہ رسول اللہ کے پاس آئے اور کہا یا رسول اللہ! میں نے زنا کیا ہے آپ نے منہ پھیر لیا یہاں تک کہ وہ چار مرتبہ کہہ چکے پھر آپ نے پانچویں دفعہ کہا تو نے زنا کیا ہے؟ جواب دیا ہاں۔ فرمایا جانتا ہے زنا کسے کہتے ہیں؟ جواب دیا ہاں جس طرح انسان اپنی حلال عورت کے پاس جاتا ہے اسی طرح میں نے حرام عورت سے کیا۔ آپ نے فرمایا اب تیرا مقصد کیا ہے؟ کہا یہ کہ آپ مجھے اس گناہ سے پاک کریں۔ آپ نے فرمایا کیا تو نے اسی طرح دخول کیا تھا جس طرح سلائی سرمہ دانی میں اور ککڑی کنوئیں میں؟ کہا ہاں یا رسول اللہ!۔ اب آپ نے انہیں رجم کرنے کا یعنی پتھراؤ کرنے کا حکم دیا چنانچہ یہ رجم کر دیئے گئے۔ اس کے بعد حضور ﷺ نے دو شخصوں کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ اسے دیکھو اللہ نے اس کی پردہ پوشی کی تھی لیکن اس نے اپنے تئیں نہ چھوڑا یہاں تک کہ کتے کی طرح پتھراؤ کیا گیا۔ آپ یہ سنتے ہوئے چلتے رہے۔ تھوڑی دیر بعد آپ نے دیکھا کہ راستے میں ایک مردہ گدھا پڑا ہے، فرمایا فلاں فلاں شخص کہاں ہیں؟ وہ سواری سے اتریں اور اس گدھے کا گوشت کھائیں۔ انہوں نے کہا یا رسول اللہ! اللہ آپ کو بخشے کیا یہ کھانے کے قابل ہے؟ آپ نے فرمایا ابھی جو تم نے اپنے بھائی کی بدی بیان کی تھی وہ اس سے بھی زیادہ بری چیز تھی۔ اس اللہ کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے وہ شخص جسے تم نے برا کہا تھا وہ تو اب اس وقت جنت کی نہروں میں غوطے لگا رہا ہے۔“ ③ اس کی اسناد صحیح ہے۔ مسند احمد میں ہے ”ہم نبی ﷺ کے ساتھ تھے جو نہایت سڑی ہوئی مردار بودالی ہوا چلی۔ آپ نے فرمایا جانتے ہو یہ بو کس چیز کی ہے؟ یہ بد بو ان کی ہے جو لوگوں کی غیبت کرتے ہیں“ ④ اور روایت میں ہے کہ منافقوں کے ایک گروہ نے مسلمانوں کی غیبت کی ہے یہ بد بو دار ہوا وہ ہے۔ حضرت سدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ”حضرت سلمان رضی اللہ عنہ ایک سفر میں دو شخصوں کے ساتھ تھے جن کی خدمت یہ کرتے تھے اور وہ انہیں کھانا کھلاتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سو گئے تھے اور قافلہ آگے چل پڑا پڑا پر پہنچ کر ان دونوں نے دیکھا کہ حضرت سلمان نہیں آئے تو اپنے ہاتھوں سے انہیں خیمہ کھڑا کرنا پڑا اور غصہ سے کہا سلمان تو بس اتنے ہی

① مسند الطیالسی، ۲۱۰۷، سندہ ضعیف، یزید بن ابان الرقاشی ضعیف ہے۔ ② احمد، ۵/ ۴۳۱، سندہ ضعیف، سلیمان التیمی

عنعن وشیخ مجہول مسند ابی یعلیٰ، ۱۵۷۶، دلائل النبوة للبیہقی، ۱۸۶/۶۔

③ ابو داود، کتاب الحدود، باب رجم ماعز بن مالک: ۴۴۲۸، سندہ حسن؛ بیہقی، ۸/ ۲۲۷، ابن حبان، ۴۳۹۹۔

④ احمد، ۳/ ۳۵۱، سندہ حسن؛ شعب الایمان، ۶۷۳۲، الأدب المفرد، ۷۳۲، الصمت لابن ابی الدنیا، ۲۱۶، مساوی

الاخلاق للخرائطی، ۱۸۹، الاتحاف، ۱۷۹/۳۔

کام کا ہے کہ کچی پکائی کھالے اور تیار خیمے میں آرام کر لے۔ تھوڑی دیر میں حضرت سلمان رضی اللہ عنہ پہنچے ان دونوں کے پاس سالن نہ تھا تو کہا تم جاؤ اور رسول اللہ ﷺ سے ہمارے لئے سالن لے آؤ یہ گئے اور حضور ﷺ سے کہا یا رسول اللہ! مجھے میرے دونوں ساتھیوں نے بھیجا ہے کہ اگر آپ کے پاس سالن ہو تو دے دیجئے۔ آپ نے فرمایا وہ سالن کیا کریں گے؟ انہوں نے تو سالن پالیا۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ واپس گئے اور جا کر ان سے یہ بات کہی۔ وہ اٹھے اور خود حاضر حضور ہوئے اور کہا حضور! ہمارے پاس تو سالن نہیں نہ آپ نے بھیجا۔ آپ نے فرمایا تم نے سلمان کے گوشت کا سالن کھالیا جبکہ تم نے انہیں یوں کہا اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ ﴿۱﴾

﴿مِثْثًا﴾ اس لئے کہ وہ سوئے ہوئے تھے اور یہ ان کی غیبت کر رہے تھے۔ الضیاء المقدسی کی کتاب الحقاہ میں تقریباً ایسا ہی ایک واقعہ حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کا ہے اس میں یہ بھی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ”میں تمہارے اس خادم کا گوشت تمہارے دانتوں میں ٹکا ہوا دیکھ رہا ہوں۔ اور ان کا اپنے غلام سے جبکہ وہ سویا ہوا تھا اور ان کا کھانا تیار نہیں کیا تھا صرف اتنا کہنا مروی ہے کہ یہ تو بڑا ہی سونے والا ہے۔ ان دونوں بزرگوں نے حضور ﷺ سے کہا آپ ہمارے لئے استغفار کیجئے۔ آپ نے فرمایا جاؤ اسی سے کہو وہ تمہارے لئے استغفار کرے۔“ ﴿۲﴾ ابو یعلیٰ میں ہے جس نے دنیا میں اپنے بھائی کا گوشت کھایا (یعنی اسکی غیبت کی) قیامت کے دن اس کے سامنے وہ گوشت لایا جائے گا کہ جیسے اسکی زندگی میں تو نے اس کا گوشت کھایا تھا اب مردے کا گوشت بھی کھا۔ اب یہ چیخے گا چلائے گا ہائے وائے کریگا اور اسے جبراً وہ مردہ گوشت کھانا پڑیگا۔ ﴿۳﴾ یہ روایت بہت غریب ہے۔

پھر فرماتا ہے اللہ کا لحاظ کرو اس کے احکام بجالاؤ اس کی منع کردہ چیزوں سے رک جاؤ اور اس سے ڈرتے رہا کرو۔ جو اس کی طرف جھکے وہ اس کی طرف مائل ہو جاتا ہے۔ توبہ کرنے والے کی توبہ قبول فرماتا ہے اور جو اس پر بھروسہ کرے اس کی طرف رجوع کرے وہ اس پر رحم اور مہربانی فرماتا ہے۔ جمہور علمائے کرام فرماتے ہیں غیبت گوئی توبہ کا طریقہ یہ ہے کہ وہ اس خصلت کو چھوڑ دے اور پھر سے اس گناہ کو نہ کرے۔ پہلے جو کر چکا ہے اس پر نادم ہونا بھی شرط ہے یا نہیں؟ اس میں اختلاف ہے اور جس کی غیبت کی ہے اس سے معافی حاصل کر لے۔ بعض کہتے ہیں یہ بھی شرط نہیں اس لئے کہ ممکن ہے اسے خبر ہی نہ ہو اور وہ معافی مانگنے کو جب جائے گا تو اسے اور رنج ہوگا۔ پس اس کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ جن مجلسوں میں اس کی برائی بیان کی تھی ان میں اب اس کی سچی بھلائی بیان کرے اور اس برائی کو اپنی طاقت کے مطابق دفع کر دے تو اولہ بدلہ ہو جائے گا۔ مسند احمد میں ہے ”جو شخص اس وقت کسی مؤمن کی حمایت کرے جبکہ کوئی منافق اس کی مذمت بیان کر رہا ہو اللہ تعالیٰ ایک فرشتے کو مقرر کر دیتا ہے جو قیامت والے دن اس کے گوشت کو نارِ جہنم سے بچائے گا۔ اور جو شخص کسی مؤمن پر کوئی ایسی بات کہے گا جس سے اس کا ارادہ اسے مطعون کرنے کا ہو اسے اللہ تعالیٰ پل صراط پر روک لے گا یہاں تک کہ بدلہ ہو جائے“ یہ حدیث ابوداؤد میں بھی ہے۔ ﴿۴﴾ ابوداؤد کی ایک اور حدیث میں ہے کہ ”جو شخص کسی مسلمان کی بے عزتی ایسی جگہ میں کرے جہاں اس کی آبروریزی اور توہین ہوتی ہو تو اسے بھی اللہ تعالیٰ ایسی جگہ رسوا کرے گا جہاں وہ اپنی مدد کا طالب ہو اور جو مسلمان ایسی جگہ اپنے بھائی کی حمایت کرے اللہ تعالیٰ بھی ایسی جگہ اس کی نصرت کرے گا“ (ابوداؤد)۔ ﴿۵﴾

① ابن ابی حاتم وسندہ ضعیف لارسالہ؛ الدر المنثور، ۶/۱۰۲۔

② المختارۃ للمقدسی (۵/۷۱ ح ۱۶۹۷) وسندہ حسن واحطاً من ضعفہ۔

③ ابو یعلیٰ وسندہ ضعیف ابن اسحاق عنعن۔ ④ احمد، ۳/۴۴۱؛ ابو داود، کتاب الادب، باب الرجل یذب عن

عرض اخیه، ۴۸۸۳ وسندہ ضعیف اسماعیل بن یحییٰ راوی بھول ہے۔

⑤ ابو داود، حوالہ سابق، ۴۸۸۴ وسندہ ضعیف؛ احمد، ۴/۳۰؛ الصمت لابن ابی الدنیا، ۱/۲۴۰۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاهُ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَىٰ وَجَعَلْنَاهُ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا ۚ إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاهُ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ ﴿١٣﴾

ترجمہ: اے لوگو! ہم نے تم سب کو ایک ہی مرد و عورت سے پیدا کیا ہے اور اس لئے کہ تم آپس میں ایک دوسرے کو پہچانو اور تمہاری جماعتیں اور قبیلے بنادینے ہیں۔ اللہ کے نزدیک تم سب میں سے بڑا وہ ہے جو سب سے زیادہ ڈرنے والا ہے، یقیناً مانو کہ اللہ تعالیٰ دانا اور باخبر ہے۔ [۱۳]

فضیلت و وقار کا معیار تقویٰ پر ہے۔ [آیت: ۱۳] اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے کہ اس نے تمام انسانوں کو ایک ہی نفس سے پیدا کیا ہے یعنی حضرت آدم علیہ السلام سے، ان ہی سے ان کی بیوی صاحبہ حضرت حوا کو پیدا کیا تھا اور پھر ان دونوں مثالوں سے نسل انسانی پھیلی، شعوب قبائل سے عام ہے۔ مثال کے طور پر عرب تو شعوب میں داخل ہے پھر قریش غیر قریش پھر ان کی تقسیم یہ سب قبائل میں داخل ہے بعض کہتے ہیں شعوب سے مراد عجمی لوگ اور قبائل سے مراد عرب جماعتیں جیسے کہ بنی اسرائیل کو اسباط کہا گیا ہے۔ میں نے ان تمام باتوں کو ایک علیحدہ مقدمہ میں لکھ دیا ہے جسے میں نے ابو عمر بن عبد اللہ کی کتاب الانباہ اور کتاب القصد والامم فی معرفۃ انساب العرب والعجم سے جمع کیا ہے۔ مقصد اس آیت مبارکہ کا یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام جو مٹی سے پیدا ہوئے تھے ان کی طرف کی نسبت میں توکل جہاں کے آدمی ہم مرتبہ ہیں۔ اب جو کچھ فضیلت جس کسی کو حاصل ہوگی وہ امر دینی اطاعت الہی اور اتباع نبی کی وجہ سے ہوگی۔ یہی راز ہے جو اس آیت کو غیبت کی ممانعت اور ایک دوسرے کی توہین و تذلیل سے روکنے کے بعد وارد کی کہ سب لوگ اپنی پیدائشی نسبت کے لحاظ سے بالکل یکساں ہیں۔ کنبہ قبیلہ برادریاں اور جماعتیں صرف پہچان کے لئے ہیں تاکہ جتنا بندی اور ہمدردی قائم رہے فلاں بن فلاں قبیلہ والا کہا جاسکے اور اس طرح ایک دوسرے کی پہچان آسان ہو جائے، ورنہ بشریت کے اعتبار سے سب قومیں یکساں ہیں۔ حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں قبیلہ حمیر اپنے حلیفوں کی طرف منسوب ہوتا تھا اور حجازی عرب اپنے قبیلوں کی طرف اپنی نسبت کرتے تھے۔ ترمذی میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ”نسب کا علم حاصل کرو تاکہ صلہ رحمی کر سکو صلہ رحمی سے لوگ تم سے محبت کرنے لگیں گے تمہارے مال اور تمہاری زندگی میں اللہ تعالیٰ برکت دے گا۔“ ① یہ حدیث اس سند سے غریب ہے۔ پھر فرمایا حسب نسب اللہ تعالیٰ کے ہاں نہیں چلتا وہاں تو فضیلت تقویٰ اور پرہیزگاری سے ملتی ہے۔ صحیح بخاری میں ہے ”رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ سب سے زیادہ بزرگ کون ہے؟ آپ نے فرمایا جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہو۔ لوگوں نے کہا ہم یہ عام بات نہیں پوچھتے۔ فرمایا پھر سب سے زیادہ بزرگ حضرت یوسف علیہ السلام ہیں جو خود نبی تھے نبی زادے تھے دادا بھی نبی تھے پردادا تو خلیل اللہ تھے۔ انھوں نے کہا ہم یہ بھی نہیں پوچھتے۔ پھر فرمایا پھر عرب کے بارے میں پوچھتے ہو؟ سنو ان کے جو لوگ جاہلیت کے زمانے میں ممتاز تھے وہی اب اسلام میں بھی پسندیدہ ہیں جب کہ وہ علم دین کی سمجھ حاصل کر لیں۔“ ② صحیح مسلم میں ہے ”اللہ تمہاری صورتوں اور مالوں کو نہیں دیکھتا بلکہ تمہارے دلوں اور عملوں کو دیکھتا ہے۔“ ③ مسند احمد میں ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے فرمایا ”خیال رکھ کہ تو کسی سرخ و سیاہ پر کوئی فضیلت نہیں رکھتا ہاں تقویٰ میں بڑھ جا تو فضیلت والا ہے۔“ ④ طبرانی میں ہے سب مسلمان

① ترمذی، کتاب البر والصلة، باب ما جاء فی تعلیم النسب، ۱۹۷۹ وسندہ حسن۔ ② صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورة یوسف باب قوله ﴿لَقَدْ كَانَ فِي يُوسُفَ وَإِخْوَتِهِ﴾، ۴۶۸۹، صحیح مسلم، ۲۳۷۸۔ ③ صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، باب تحریم الظلم المسلم، ۲۵۶۴، احمد، ۴۳۹/۲، ابن حبان، ۳۹۴۔ ④ احمد، ۱۵۸/۵ وسندہ ضعیف، بکر بن عبد اللہ المزنی لم یسمع من ابی ذر رضی اللہ عنہ، وحديث احمد، ۴۱۱/۵ یغنی عنه، مجمع الزوائد، ۸۴/۸۔

آپس میں بھائی بھائی ہیں کسی کو کسی پر کوئی فضیلت نہیں مگر تقویٰ کے ساتھ۔ ① مسند بزار میں ہے ”تم سب اولاد آدم ہو اور خود حضرت آدم علیہ السلام مٹی سے پیدا کئے گئے ہیں۔ لوگو اپنے باپ دادوں کے نام پر فخر کرنے سے باز آؤ ورنہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ریت کے تودوں اور آبی پرندوں سے بھی زیادہ ہلکے ہو جاؤ گے۔“ ② ابن ابی حاتم میں ہے ”حضور ﷺ نے فتح مکہ والے دن اپنی اونٹنی قصواء پر سوار ہو کر طواف کیا اور ارکان کو آپ اپنی چھڑی سے چھو لیتے تھے۔ پھر چونکہ مسجد میں اس کے بٹھانے کی جگہ نہ ملی تو لوگوں نے آپ کو ہاتھوں ہاتھ اتارا اور اونٹنی کو طین مسیل میں لے جا کر بٹھایا۔ اس کے بعد آپ نے اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر لوگوں کو خطبہ سنایا جس میں اللہ تعالیٰ کی پوری حمد و ثناء بیان کر کے فرمایا لوگو! اللہ تعالیٰ نے تم سے جاہلیت کے اسباب اور جاہلیت کے باپ دادوں پر فخر کرنے کی رسم اب دور کر دی ہے پس انسان دو ہی قسم کے ہیں یا تو نیک کار پرہیزگار جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک بلند مرتبہ ہیں یا بدکار غیر متقی جو اللہ تعالیٰ کی نگاہوں میں ذلیل و خوار ہیں۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔

پھر فرمایا میں اپنی یہ بات کہتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے اپنے لئے اور تمہارے لئے استغفار کرتا ہوں۔“ ③ مسند احمد میں ہے کہ ”تمہارے یہ نسب نامے کوئی کام دینے والے نہیں تم سب برابر کے حضرت آدم علیہ السلام کے لڑکے ہو کسی کو کسی پر فضیلت نہیں ہاں فضیلت دین و تقویٰ سے ہے انسان کو یہی برائی کافی ہے کہ وہ بدگوئیں اور فحش کلام ہو۔“ ④ ابن جریر کی اس روایت میں ہے کہ ”اللہ تعالیٰ تمہارے حسب و نسب کو قیامت کے دن نہ پوچھے گا تم میں سب سے زیادہ بزرگ اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ ہیں جو تم سب سے زیادہ پرہیزگار ہوں۔“ ⑤ مسند احمد میں ہے کہ ”حضور ﷺ منبر پر تھے جو ایک شخص نے سوال کیا کہ یا رسول اللہ سب سے بہتر کون ہے؟ آپ نے فرمایا جو سب سے زیادہ مہمان نواز سب سے زیادہ پرہیزگار سب سے زیادہ اچھی بات کا حکم دینے والا سب سے زیادہ بری بات سے روکنے والا سب سے زیادہ صلہ رحمی کرنے والا ہو۔“ ⑥ مسند احمد میں ہے ”حضور ﷺ کو دنیا کی کوئی چیز یا کوئی شخص کبھی بھلا نہیں لگتا تھا۔ بجز تقویٰ والے کے۔“ ⑦ اللہ تعالیٰ تمہیں جانتا ہے اور تمہارے کاموں سے خبردار ہے ہدایت کے لائق جو ہیں انہیں راہ راست دکھاتا ہے اور جو اس لائق نہیں وہ بے راہ ہو رہے ہیں رحم اور عذاب اس کی مشیت پر موقوف ہیں۔ فضیلت اس کے ہاتھ ہے جسے چاہے جس پر چاہے بزرگی عطا فرمائے یہ تمام امور اس کے علم اور اس کی خبر گیری پر مبنی ہیں۔ اس آیت کریمہ اور ان احادیث مبارکہ سے استدلال کر کے علما نے فرمایا ہے کہ نکاح میں قومیت اور حسب نسب کی شرط نہیں سوائے دین کے اور کوئی شرط معتبر نہیں۔ دوسروں نے کہا ہے کہ ہم نسبی اور قومیت بھی شرط ہے اور ان کے دلائل ان کے سوا اور ہیں جو کتب فقہ میں مذکور ہیں اور ہم بھی انہیں کتاب الاحکام میں ذکر کر چکے ہیں فالحمد للہ۔ طبرانی میں حضرت عبدالرحمن سے مروی ہے کہ انہوں نے بنو ہاشم میں سے

- ① طبرانی، ۳۵۴۷؛ مجمع الزوائد، ۸/۸۴ و سندہ ضعیف جداً موضوع عبدالرحمن بن عمرو بن جبلة متروک کذبہ غیر واحد۔
- ② مسند البزار، ۲۰۴۳ و سندہ ضعیف قیس بن الربیع ضعیف مشہور؛ مجمع الزوائد، ۸/۸۶۔
- ③ عبد بن حمید ۷۹۳ و سندہ ضعیف اس کی سند میں موسیٰ بن عبیدہ الریاضی ضعیف راوی ہے (المیزان، ۲/۲۵۶، رقم: ۳۶۳۶)۔
- ④ احمد، ۱۵۸/۴ و سندہ ضعیف، ابن لہیعہ عنعن، شعب الایمان، ۶۶۷۷؛ شرح مشکل الآثار، ۳۴۵۹۔
- ⑤ الطبری، ۳۱۳/۲۲۔
- ⑥ احمد، ۴۳۲/۶ و سندہ ضعیف، شریک القاضی مدلس و عنعن۔
- ⑦ احمد، ۶۹/۶ و سندہ ضعیف، ابن لہیعہ حدث بہ قبل اختلاطہ وما جاء تصریح سماعہ الافی الروایۃ التی بعد اختلاطہ، مسند ابی یعلیٰ، ۴۵۵۲؛ مجمع الزوائد، ۸/۸۴۔

قَالَتِ الْأَعْرَابُ آمَنَّا قُلْ لَمْ تُؤْمِنُوا وَلَكِنْ قُولُوا أَسْلَمْنَا وَلَكِنَّا يَدْخُلُ
 الْإِيمَانُ فِي قُلُوبِكُمْ وَإِنْ تُطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَا يَلَيْسَ لَكُمْ شَيْءٌ
 إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝ إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ لَمْ
 يَرْتَابُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ ۝
 قُلْ أَتَعْلَمُونَ اللَّهَ بِدِينِكُمْ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ
 وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ۝ يَمُنُّونَ عَلَيْكَ أَنْ أَسْلَمُوا قُلْ لَا تَمُنُّوا عَلَيَّ
 إِسْلَامَكُمْ بَلِ اللَّهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ أَنْ هَدَيْكُمْ لِلْإِيمَانِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۝
 إِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ غَيْبَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاللَّهُ بَصِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ۝

ترجمہ: دیہاتی لوگ کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے۔ تو کہہ کہ درحقیقت تم ایمان نہیں لائے لیکن تم یوں کہو کہ ہم (مخالفت چھوڑ کر) مطیع ہو گئے
 کیونکہ ابھی تک تمہارے دلوں میں ایمان داخل ہی نہیں ہوا۔ تم اگر اللہ کی اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرنے لگو گے تو اللہ تمہارے
 اعمال میں سے کچھ بھی کم نہ کرے گا۔ بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ [۱۳] مومن تو وہ ہوتے ہیں جو اللہ پر اور اس کے رسول پر پکا ایمان
 لائیں پھر شک و شبہ نہ کریں اور اپنے مالوں سے اور اپنی جانوں سے راہ الہی میں جہاد کرتے رہیں (اپنے دعویٰ ایمان میں) یہی سچے اور راست
 گو ہیں۔ [۱۵] کہہ دے کہ کیا تم اللہ تعالیٰ کو اپنی دینداری سے آگاہ کر رہے ہو؟ اللہ ہر اس چیز سے جو آسمانوں میں اور زمین میں ہے بخوبی
 آگاہ ہے۔ اور اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔ [۱۶] اپنے مسلمان ہونے کا تقہ پر احسان رکھتے ہیں۔ تو کہہ دے کہ اپنے مسلمان ہونے کا
 احسان مجھ پر نہ رکھو بلکہ دراصل اللہ تعالیٰ کا تم پر احسان ہے کہ اس نے تمہیں ایمان کی ہدایت کی اگر تم راست گو ہو۔ [۱۷] یقین مانو کہ
 آسمانوں کی اور زمین کی پوشیدہ باتیں اللہ خوب جانتا ہے۔ اور جو کچھ تم کر رہے ہو اللہ دیکھ رہا ہے۔ [۱۸]

= ایک شخص کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں رسول اللہ ﷺ سے بہ نسبت اور تمام لوگوں کے بہت زیادہ قریب ہوں۔ دوسرے نے کہا
 تیری بہ نسبت میں آپ ﷺ سے بہت زیادہ قریب ہوں اور مجھے آپ ﷺ سے نسبت بھی ہے۔

ایمان اور اسلام میں فرق: [آیت: ۱۳-۱۸] جو اعرابی لوگ اسلام میں داخل ہوتے ہی اپنے ایمان کا بڑھا چڑھا کر دعویٰ کرنے
 لگتے تھے حالانکہ دراصل ان کے دل میں اب تک ایمان کی جڑیں مضبوط نہیں ہوئی تھیں ان کو اللہ تعالیٰ اس دعوے سے روکتا ہے یہ کہتے
 تھے ہم ایمان لائے اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو حکم دیتا ہے کہ چونکہ اب تک ایمان تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا تم یوں نہ کہو کہ ہم ایمان
 لائے بلکہ یوں کہو کہ ہم مسلمان ہوئے یعنی اسلام کے حلقہ گوش ہوئے نبی کی اطاعت میں آئے۔ اس آیت نے یہ فائدہ دیا کہ ایمان
 اسلام سے مخصوص چیز ہے جیسے کہ اہل سنت والجماعت کا مذہب ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہاں اس آیت میں اسلام سے مراد

اسلام لغوی ہے شرعی نہیں (یعنی ماتحت رعایا بننے کے ہیں مسلمان بننے کے نہیں مترجم)۔ جبریل علیہ السلام والی حدیث بھی اسی پر دلالت کرتی ہے جبکہ انہوں نے اسلام کے بارے میں سوال کیا پھر ایمان کے بارے میں پھر احسان کے بارے میں پس وہ زینہ بہ زینہ چڑھنے لگے۔ عام سے خاص کی طرف آئے اور پھر خاص سے انحصار کی طرف آئے۔ مسند احمد میں ہے کہ ”حضور ﷺ نے چند لوگوں کو عطیہ اور انعام دیا اور ایک شخص کو کچھ بھی نہ دیا۔ اس پر حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا یا رسول اللہ! آپ نے فلاں فلاں اور فلاں فلاں کو بالکل چھوڑ دیا حالانکہ وہ مؤمن ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا یا مسلمان؟ تین مرتبہ یکے بعد دیگرے حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے یہی کہا اور حضور ﷺ نے بھی یہی جواب دیا۔ پھر فرمایا اے سعد میں لوگوں کو دیتا ہوں اور جو ان سے بہت زیادہ محبوب ہوتا ہے اسے نہیں دیتا ہوں دیتا ہوں اس ڈر سے کہ کہیں وہ اوندھے منہ آگ میں نہ گر پڑیں۔“ یہ حدیث بخاری و مسلم میں بھی ہے۔ ① پس اس حدیث میں بھی حضور ﷺ نے مؤمن و مسلم میں فرق کیا اور معلوم ہو گیا کہ ایمان زیادہ خاص ہے بہ نسبت اسلام کے۔ ہم نے اسے مع دلائل صحیح بخاری کی کتاب الایمان کی شرح میں ذکر کر دیا ہے فَالْحَمْدُ لِلَّهِ۔

اور اس حدیث میں اس بات پر بھی دلالت ہے کہ یہ شخص مسلمان تھے منافق نہ تھے اس لئے کہ آپ نے انہیں کوئی عطیہ عطا نہیں فرمایا اور اسے اس کے اسلام کے سپرد کر دیا۔ پس معلوم ہوا کہ یہ اعراب جن کا ذکر اس آیت میں ہے منافق نہ تھے تھے تو مسلمان لیکن اب تک ان کے دلوں میں ایمان صحیح طور پر مستحکم نہ ہوا تھا اور انہوں نے اس بلند مقام تک اپنی رسائی ہو جانے کا ابھی سے دعویٰ کر دیا تھا اسلئے انہیں ادب سکھایا گیا۔ یہی مطلب ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور ابراہیم نخعی اور قتادہ رضی اللہ عنہ کے قول کا اور اسی کو امام ابن جریر رحمہ اللہ نے اختیار کیا ہے۔ ہمیں یہ سب یوں کہنا پڑا کہ حضرت امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ لوگ منافق تھے جو ایمان ظاہر کرتے تھے لیکن اصل مؤمن نہ تھے (یاد رہے ایمان و اسلام میں فرق اس وقت ہے جب کہ اسلام اپنی حقیقت پر نہ ہو جب اسلام حقیقی ہو تو وہی اسلام ایمان ہے اور اس وقت ایمان اسلام میں کوئی فرق نہیں اس کے بہت سے قوی دلائل امام الائمہ حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی کتاب صحیح بخاری میں کتاب الایمان میں بیان فرمائے ہیں اور ان لوگوں کا منافق ہونا اس کا ثبوت بھی آرہا ہے وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ مترجم) حضرت سعید بن جبیر، حضرت مجاہد، حضرت زید رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ بَلَّغْتُمْ ﴿اَسْلَمْنَا﴾ کہو اس سے مراد یہ ہے کہ ہم قتل سے قید و بند سے بچنے کے لئے تابع فرمان ہو گئے ہیں۔ حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت بنو اسد بن خزیمہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ ان لوگوں کے بارے میں اتری ہے جو اپنے ایمان لانے کا آنحضرت ﷺ پر بار احسان رکھتے تھے لیکن صحیح بات پہلی ہی ہے کہ یہ آیت ان لوگوں کے بارے میں اتری جو مقام ایمان کا دعویٰ کرتے تھے۔ حالانکہ اب تک وہاں پہنچے نہ تھے پس انہیں ادب سکھایا گیا اور بتلایا گیا کہ یہ اب تک ایمان تک نہیں پہنچے اگر یہ منافق ہوتے تو انہیں ڈانٹ ڈپٹ کی جاتی اور ان کی رسوائی کی جاتی جیسے کہ سورۃ براءت میں منافقوں کا ذکر کیا گیا، لیکن یہاں تو انہیں صرف ادب سکھایا گیا ہے۔ پھر فرماتا ہے اگر تم اللہ کی اور اس کے رسول کی مانتے رہو گے تو تمہارے کسی عمل کا اجر مارا نہ جائے گا جیسے فرمایا ﴿مَا آتَيْنَاهُمْ مِنْ عَمَلِهِمْ مِنْ شَيْءٍ﴾ ② ہم نے ان کے اعمال میں سے کچھ بھی نہیں گنھایا۔

پھر فرمایا جو اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرے برائی سے لوٹ آئے اللہ اس کے گناہ معاف فرمانے والا اور اس کی طرف رحم بھری نگاہوں سے دیکھنے والا ہے۔ پھر فرماتا ہے کہ کامل ایمان والے صرف وہ لوگ ہیں جو اللہ پر اور اس کے رسول ﷺ پر دل سے یقین

① صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب اذا لم یکن الاسلام علی الحقیقة، ۲۷؛ صحیح مسلم، ۱۵۰؛ ابو داؤد، ۴۶۸۳؛

احمد، ۱۶۷/۱۔ ② ۵۲/الطور: ۶۱۔

رکھتے ہیں پھر نہ شک کرتے ہیں نہ کبھی ان کے دل میں کوئی نکما خیال پیدا ہوتا ہے بلکہ اسی خالص تصدیق پر اور کامل یقین پر جم جاتے ہیں اور جتنے ہی رہتے ہیں اور اپنے نفیس اور دل کی چاہت کے مالوں کو بلکہ اپنی جانوں کو بھی راہ الہی کے جہاد میں خرچ کرتے ہیں۔ یہ سچے لوگ ہیں یعنی یہ ہیں جو کہہ سکتے ہیں کہ ہم ایمان لائے یہ ان لوگوں کی طرح نہیں جو صرف زبان سے ہی ایمان کا دعویٰ کر کے رہ جاتے ہیں۔ مسند احمد میں ہے نبی ﷺ فرماتے ہیں ”دنیا میں مومن کی تین قسمیں ہیں وہ جو اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لایا شک و شبہ نہ کیا اور اپنی جان اور اپنے مال سے راہ الہی میں جہاد کیا وہ جن سے لوگوں نے امن پالیا نہ یہ کسی کا مال ماریں نہ کسی کی جان لیں وہ جو طمع کی طرف جب جھانکتے ہیں اللہ عزوجل کی خاطر ترک کر دیتے ہیں۔“ ① پھر فرماتا ہے کیا تم اپنے دل کا یقین و دین اللہ تعالیٰ کو دکھاتے ہو؟ وہ تو ایسا ہے کہ زمین و آسمان کا کوئی ذرہ اس سے مخفی نہیں وہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔ پھر فرمایا جو اعراب اپنے اسلام لانے کا بار احسان تجھ پر رکھتے ہیں ان سے کہہ دو کہ مجھ پر اپنے اسلام لانے کا احسان نہ جتاؤ تم جو اسلام قبول کرو گے تم جو میری ماتحتی کرو گے میری مدد کرو گے اس کا نفع تمہیں کو ملے گا بلکہ دراصل ایمان کی ہدایت تمہیں دینا یہ اللہ تعالیٰ کا تم پر احسان ہے اگر تم اپنے اس دعوے میں سچے ہو۔ (اب غور فرمائیے کہ کیا اسلام لانے کا احسان پیغمبر الہی پر جتانے والے سچے مسلمان تھے؟ پس آیات کی ترتیب سے ظاہر ہے کہ ان کا اسلام حقیقت پر مبنی نہ تھا اور یہی الفاظ بھی ہیں کہ ایمان اب تک ان کے دل نشین نہیں ہوا اور جب تک اسلام حقیقت پر مبنی نہ ہو تب تک بیشک وہ ایمان نہیں لیکن جب وہ اپنی حقیقت پر صریح شرعی معنی میں ہو تو پھر ایمان اسلام ایک ہی چیز ہے خود اس آیت کے الفاظ میں غور فرمائیے ارشاد ہے اپنے اسلام کا تجھ پر احسان رکھتے ہیں حالانکہ دراصل ایمان کی ہدایت اللہ تعالیٰ کا خود ان پر احسان ہے۔ پس وہاں احسان اسلام رکھنے کو بیان کر کے اپنا احسان ہدایت ایمان جتنا بھی ایمان و اسلام کے ایک ہونے پر باریک اشارہ ہے۔ مزید دلائل صحیح بخاری وغیرہ میں ملاحظہ ہوں۔ مترجم) پس اللہ تعالیٰ کا کسی کو ایمان کی راہ دکھانا اس پر احسان کرنا ہے جیسے کہ رسول اللہ ﷺ نے حنین والے دن انصار سے فرمایا تھا کہ ”کیا میں نے تمہیں گمراہی کی حالت میں نہیں پایا تھا؟ پھر اللہ تعالیٰ نے میری وجہ سے تمہیں ہدایت دی۔ تم میں تفریق تھی میری وجہ سے اللہ تعالیٰ نے تمہیں مال دار کر دیا۔ جب کبھی حضور ﷺ کچھ فرماتے وہ کہتے بیشک اللہ اور اس کا رسول اس سے بھی زیادہ احسانوں والے ہیں۔“ ② ہزار میں ہے کہ بنو اسد رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور کہنے لگے یا رسول اللہ! ہم مسلمان ہوئے عرب آپ سے لڑتے رہے لیکن ہم آپ سے نہیں لڑے حضور ﷺ نے فرمایا ان میں سمجھ بہت کم ہے شیطان ان کی زبانوں پر بول رہا ہے اور یہ آیت ﴿يَمْنُونُ﴾ الخ نازل ہوئی۔ پھر دوبارہ اللہ رب العزت نے اپنے وسیع علم اور اپنی سچی باخبری اور مخلوق کے اعمال سے آگاہی کو بیان فرمایا کہ آسمان و زمین کے غیب اس پر ظاہر ہیں اور وہ تمہارے اعمال سے آگاہ ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ سورۃ حجرات کی تفسیر ختم ہوئی۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے توفیق اور عصمت اسی کے ہاتھ ہے۔

① احمد، ۸/۳ وسندہ ضعیف؛ مجمع الزوائد، ۱/۵۲۔

② صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب غزوة الطائف، ۴۳۳۰؛ صحیح مسلم، ۱۰۶۱۔

تفسیر سورہ ق

قرآن پاک کی سات منزلوں کی تفصیل: جن سورتوں کو مفصل کی سورتیں کہا جاتا ہے ان میں سب سے پہلی سورت یہی ہے۔ گو ایک قول یہ بھی ہے کہ مفصل کی سورتیں سورہ حجرات سے شروع ہو جاتی ہیں۔ عوام میں جو مشہور ہے کہ مفصل کی سورتیں ﴿عَمَّ﴾ سے شروع ہوتی ہیں یہ بالکل بے اصل بات ہے علما میں سے کوئی بھی اس کا قائل نہیں۔ مفصل کی سورتوں کی پہلی سورت یہی ہے۔ اس کی دلیل ابو داؤد کی یہ حدیث ہے جو باب تَحْزِیْبُ الْقُرْآنِ میں ہے۔ حضرت اوس بن حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ”وَدُلِّیْتُفِیْہِمْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اُحلاف تو حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے ہاں ٹھہرے اور بنو مالک کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قبے میں ٹھہرایا۔ فرماتے ہیں ہر رات عشاء کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس آتے اور کھڑے کھڑے ہمیں اپنی باتیں سناتے یہاں تک کہ آپ کو دیر لگ جانے کی وجہ سے قدموں کو بدلنے کی ضرورت پڑتی کبھی اس قدم کھڑے ہوتے کبھی اس قدم پر عموماً آپ ہم سے وہ واقعات بیان کرتے جو آپ کو اپنی قوم قریش سے سب سے پہلے پڑے تھے پھر فرماتے کوئی حرج نہیں ہم مکہ میں کمزور تھے بے وقعت تھے۔ پھر ہم مدینہ میں آ گئے اب ہم میں ان میں لڑائی مثل ڈولوں کے ہے۔ کبھی ہم ان پر غالب کبھی وہ۔ غرض ہر رات یہ لطف صحبت رہا کرتا تھا۔ ایک رات کو وقت ہو چکا اور آپ نہ آئے۔ بہت دیر کے بعد تشریف لائے۔ ہم نے کہا حضور! آج تو آپ کو بہت دیر لگ گئی۔ آپ نے فرمایا ہاں قرآن شریف کا جو حصہ میں روزانہ پڑھا کرتا تھا آج اس وقت اسے پڑھا اور ادھورا چھوڑ کر آنے کو جی نہ چاہا۔ حضرت اوس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے صحابہ سے پوچھا کہ تم قرآن کے حصے کس طرح کرتے تھے؟ تو انھوں نے کہا پہلی تین سورتوں کی ایک منزل، پھر پانچ سورتوں کی ایک منزل، پھر سات سورتوں کی ایک منزل، پھر نو سورتوں کی ایک منزل، پھر گیارہ سورتوں کی ایک منزل، پھر تیرہ سورتوں کی ایک منزل، اور مفصل کی سورتوں کی ایک منزل۔“ یہ حدیث ابن ماجہ میں بھی ہے۔ ① پس پہلی چھ منزلوں کی کل اڑتالیس سورتیں ہوں گی۔ پھر ان کے بعد مفصل کی تمام سورتوں کی ایک منزل تو انچاسویں سورت یہی سورہ قاف پڑتی ہے۔ باقاعدہ گنتی سینے۔ پہلی منزل کی تین سورتیں سورہ بقرہ سورہ آل عمران اور سورہ النساء ہوں گی۔ دوسری منزل کی پانچ سورتیں مائدہ انعام اعراف انفال اور براءت ہوں گی۔ تیسری منزل کی سات سورتیں یونس ہود یوسف رعد ابراہیم حجر اور خل ہوں گی۔ چوتھی منزل کی نو سورتیں سبحان کہف مریم طہ انبیاء حج مؤمنون نور اور فرقان ہوں گی۔ پانچویں منزل کی گیارہ سورتیں شعراء نمل قصص عبکوت روم لقمان الم سجدہ احزاب سبا فاطر اور یسین ہوں گی۔ چھٹی منزل کی تیرہ سورتیں باقی رہیں جو حجرات کے بعد کی سورت سے شروع ہوں گی اور وہ سورہ ق ہے اور یہی ہم نے کہا تھا قُلْ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ۔ مسلم میں ہے کہ ”حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو داؤد لیثی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ عید کی نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا پڑھتے تھے؟ آپ نے فرمایا سورہ ق اور سورہ ﴿اَقْرَأْ بِالسَّاعَةِ﴾ ② مسلم میں ہے حضرت ام ہشام بنت حارثہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ”ہمارا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دو سال تک یا ایک سال کچھ ماہ تک ایک ہی تنور رہا میں نے سورہ ﴿ق وَالْقُرْآنَ الْمَجِیْدَ﴾ رسول اللہ کی زبانی سن کر یاد کر لی اس لئے کہ ہر جمعہ کے دن جب آپ لوگوں کو =

① ابو داؤد، کتاب شہر رمضان، باب تحزیب القرآن ۱۳۹۳ وسندہ ضعیف، سند منقطع ہے۔ عثمان بن عبد اللہ بن اوس کے اپنے دادا سے سماع میں نظر ہے۔ ابن ماجہ، ۱۳۴۵، احمد، ۳۴۳/۴۔ ② صحیح مسلم، کتاب صلاة العیدین، باب فی صلاة العیدین، ۸۹۱؛ ابو داؤد، ۱۱۵۴؛ ترمذی، ۵۳۴؛ ابن ماجہ، ۱۲۸۲؛ احمد، ۲۱۷/۵؛ ابن حبان، ۲۸۲۰۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

ق ۳ وَالْقُرْآنِ الْمَجِيدِ ۝ بَلْ عَجَبُوا أَنْ جَاءَهُمْ مُنْذِرٌ مِنْهُمْ فَقَالَ
الْكَافِرُونَ هَذَا شَيْءٌ عَجِيبٌ ۚ إِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا ذَلِكَ رَجْعٌ بَعِيدٌ ۚ قَدْ
عَلِمْنَا مَا تُنْقِصُ الْأَرْضُ مِنْهُمْ وَعِنْدَنَا كِتَابٌ حَفِیْظٌ ۝ بَلْ كَذَّبُوا بِالْحَقِّ
لَمَّا جَاءَهُمْ فَهُمْ فِي أَمْرٍ مَرِیْجٍ ۝

ترجمہ: رحم کرنے والے رحمت کرنے والے اللہ کے نام سے شروع۔

بہت بڑی شان والے اس قرآن کی قسم ہے۔ [۱] بلکہ انھیں تعجب معلوم ہوا کہ ان کے پاس انہی میں سے ایک آگاہ کرینولا آیا تو کافروں نے کہا یہ ایک عجیب چیز ہے۔ [۲] کیا جب ہم مر کر مٹی ہو جائیں گے۔ یہ پھر زندہ کیا جانا اور از عقل ہے۔ [۳] زمین جو کچھ ان میں سے گھٹاتی ہے وہ ہمیں معلوم ہے اور ہمارے پاس کتاب ہے سب یاد رکھنے والی [۴] بلکہ انھوں نے سچی بات کو جھوٹ کہا ہے جبکہ وہ ان کے پاس پہنچ چکی بس وہ ایک الجھاؤ میں پڑ گئے۔ [۵]

= خطبہ سنانے کے لئے منبر پر آتے تو اس سورت کی تلاوت کرتے۔ ① الغرض بڑے بڑے مجمع کے موقع پر جیسے عید ہے جمعہ ہے اللہ کے رسول اللہ ﷺ اس سورت کی تلاوت کرتے کیونکہ اس میں ابتداء خلق کا مرنے کے بعد جینے کا اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہونے کا حساب و کتاب کا جنت و دوزخ کا ثواب و عذاب کا اور رغبت و ڈراوے کا ذکر ہے۔

حرف ”قی“ کے بارے میں خلاف عقل و نقل روایات: [آیت: ۱-۵] ق حروف ہجا سے ہے جو سورتوں کے اول میں آتے ہیں جیسے (ص، ن، الم، حم، طس) وغیرہ ہم نے ان کی پوری تشریح سورہ بقرہ کی تفسیر کے شروع میں کر دی ہے۔ بعض سلف کا قول ہے کہ قاف ایک پہاڑ ہے جو تمام زمین گھیرے ہوئے ہے۔ میں تو جانتا ہوں کہ دراصل یہ بنی اسرائیل کے خرافات میں سے ہے جنہیں بعض لوگوں نے لے لیا۔ یہ سمجھ کر کہ ان سے روایت لینی مباح ہے گو تصدیق تکذیب نہیں کر سکتے۔ لیکن میرا خیال ہے کہ یہ اور اس جیسی اور روایتیں تو بنی اسرائیل کے بددینوں نے گھڑ لی ہوں گی تاکہ لوگوں پر دین کو غلط ملط کر دیں۔ آپ خیال کیجئے کہ اس امت میں باوجودیکہ علماء کرام اور حفاظان عظام کی بہت بڑی دیندار مخلص جماعت ہر زمانے میں موجود رہی تاہم بددینوں نے بہت تھوڑی مدت میں موضوع احادیث تک گھڑ لیں پس بنی اسرائیل جن پر مدتیں گزر چکیں جو حفظ سے عاری تھے جن میں نقادان فن موجود نہ تھے جو کلام الہی کو اصلیت سے ہٹا دیا کرتے تھے جو شرابوں میں منجور رہا کرتے تھے جو آیات الہی کو بدل ڈالنا کرتے تھے ان کا کیا ٹھیک ہے؟ پس حدیث نے جو روایات ان سے لینی مباح رکھی ہیں یہ وہ ہیں جو کم از کم عقل و فہم میں تو آسکیں نہ وہ جو صریح خلاف عقل ہوں کہ سنتے ہی ان کے باطل اور غلط ہونے کا فیصلہ عقل کرویتی ہو اور اس کا جھوٹ ہونا اتنا واضح ہو کہ اس پر دلیل لانے کی ضرورت نہ پڑے۔ پس مندرجہ بالا روایت بھی ایسی ہی ہے واللہ اعلم۔ افسوس کہ بہت سے سلف و خلف نے اہل کتاب سے اس قسم کی حکایتیں قرآن مجید کی

تفسیر میں وارد کردی ہیں۔ دراصل قرآن کریم ایسی زطلیات کا کچھ محتاج نہیں، **فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ**۔ یہاں تک کہ امام ابو محمد عبد الرحمن ابن ابوحاتم رازی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہاں ایک عجیب و غریب اثر بہ روایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وارد کر دیا ہے جو از روئے سند کے ثابت نہیں اس میں ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ایک سمندر پیدا کیا ہے جو اس ساری زمین کو گھیرے ہوئے ہے اور اس سمندر کے پیچھے ایک پہاڑ ہے جو اسے گھیرے ہوئے ہے اس کا نام قاف ہے آسمان دنیا اسی پر اٹھا ہوا ہے پھر اللہ تعالیٰ نے اس پہاڑ کے پیچھے ایک زمین بنائی ہے جو اس زمین سے سات گنا بڑی ہے پھر اس کے پیچھے ایک سمندر ہے جو اسے گھیرے ہوئے ہے پھر اس کے پیچھے پہاڑ ہے جو اسے گھیرے ہوئے ہے اسے بھی قاف کہتے ہیں دوسرا آسمان اسی پر بلند کیا ہوا ہے۔ اسی طرح سات زمینیں سات سمندر سات پہاڑ اور سات آسمان گنوائے پھر یہ آیت پڑھی **﴿وَالْبَحْرُ يَمُدُّهُ مِنْ بَعْدِهِ سَبْعَةُ أَبْحُرٍ﴾** ① اس اثر کی اسناد میں انقطاع ہے۔ علی بن ابی طلحہ جو روایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کرتے ہیں اس میں ہے کہ قی اللہ کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔ حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ق بھی مثل (ص، ن، ط، طس، الت، وغیرہ کے حروف ہجائیں سے ہے۔ پس ان روایات سے بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا وہ فرمان ہونا اور دور ہو جاتا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ مراد اس سے یہ ہے کہ کام کا فیصلہ کر دیا گیا قسم ہے اللہ کی۔ اور ق کہہ کر باقی جملہ چھوڑ دیا گیا کہ یہ دلیل ہے کہ مخدوف پر جیسے شاعر کہتا ہے۔

قُلْتُ لَهَا قَفِي فَقَالَتْ ق

لیکن یہ کہنا بھی ٹھیک نہیں۔ اس لئے کہ مخدوف پر دلالت کرنے والا کلام صاف ہونا چاہئے اور یہاں کونسا کلام ہے؟ جس سے اتنے بڑے جملے کے مخدوف ہونے کا پتہ چلے۔ پھر اس کرم اور عظمت والے قرآن کی قسم کھائی جس کے آگے سے یا پیچھے سے باطل آ نہیں سکتا جو حکمتوں اور تعریفوں والے رب تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوا ہے۔ اس قسم کا جواب کیا ہے؟ اس میں بھی کئی قول ہیں۔ امام ابن جریر نے تو بعض نحو یوں سے نقل کیا ہے کہ اس کا جواب **﴿لَقَدْ عَلِمْنَا﴾** پوری آیت تک ہے لیکن یہ بھی غور طلب ہے بلکہ جو اب قسم کے بعد کا مضمون کلام ہے یعنی نبوت اور دوبارہ جی اٹھنے کا ثبوت اور تحقیق گو قسم لفظوں سے اس کو جواب نہ بتلاتی ہو ایسا قرآن کی قسموں کے جواب میں اکثر ہے جیسے کہ سورہ صحن کی تفسیر کے شروع میں گزر چکا ہے اسی طرح یہاں بھی ہے۔ پھر فرماتا ہے کہ انہوں نے اس بات پر تعجب ظاہر کیا کہ انہیں میں سے ایک انسان کیسے رسول بن گیا؟ جیسے اور آیت میں ہے **﴿اَنۡسَانَ لِّلنَّاسِ عَٰجِبًا اَنۡ اَوْحٰیۡنَاۤ اِلَیۡہِ رَجُلًا مِّنۡہُمْ﴾** ② یعنی کیا لوگوں کو اس بات سے تعجب ہوا کہ ہم نے انہیں میں سے ایک شخص کی طرف اپنی وحی بھیجی کہ تو لوگوں کو ہوشیار کر دے یعنی دراصل یہ کوئی تعجب کی چیز نہ تھی اللہ جسے چاہے فرشتوں میں سے اپنی رسالت کے لئے جن لیتا ہے اور جسے چاہے انسانوں میں سے جن لیتا ہے اسی کے ساتھ یہ بھی بیان ہو رہا ہے کہ انہوں نے مرنے کے بعد کے جینے کو بھی تعجب کی نظروں سے دیکھا اور کہا کہ جب ہم مرجائیں گے اور ہمارے جسم کے اجزاء جدا جدا ہو کر ریزہ ریزہ ہو کر مٹی ہو جائیں گے اس کے بعد اسی ہیئت و ترکیب میں ہمارا دوبارہ جینا محال ہے۔ ان کے جواب میں فرمان صادر ہوا کہ زمین ان کے جسموں کو جو کھاتی ہے اس سے بھی ہم غافل نہیں ہمیں معلوم ہے کہ ان کے ذرے کہاں گئے اور کس حالت میں کہاں ہیں؟ ہمارے پاس کتاب ہے جو اس کی محافظ ہے ہمارا علم ہے جو اس کو شامل ہے اور ساتھ ہی کتاب میں محفوظ ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ”یعنی ان کے گوشت چمڑے ہڈیاں اور بال جو کچھ زمین کھا جاتی ہے ہمارے علم میں ہے۔“ ③ پھر پروردگار عالم ان کے اس محال سمجھنے کی اصل وجہ بیان فرما رہا ہے =

أَفَلَمْ يَنْظُرُوا إِلَى السَّمَاءِ فَوْقَهُمْ كَيْفَ بَنَيْنَاهَا وَزَيَّنَّاهَا وَمَا لَهَا مِنْ فُرُوجٍ ۝
وَالْأَرْضِ مَدَدْنَاهَا وَأَلْقَيْنَا فِيهَا رَوَاسِيَ وَأَنْبَتْنَا فِيهَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ ۝
يَهْيِجُ ۝ تَبَصَّرَةٌ وَذِكْرَىٰ لِكُلِّ عَبْدٍ مُّنِيبٍ ۝ وَنَزَّلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً مُّبَارَكًا
فَأَنْبَتْنَا بِهِ جَنَّاتٍ وَحَبَّ الْحَصِيدِ ۝ وَالنَّخْلَ بَسَقَتِ لَهَا طَلْعٌ نَضِيدٌ ۝ رِزْقًا
لِّلْعِبَادِ ۝ وَأَحْيَيْنَا بِهِ بَلْدَةً مَّيْتًا كَذَلِكَ الْخُرُوجُ ۝

ترجمہ: کیا انھوں نے آسمان کو اپنے اوپر نہیں دیکھا؟ کہ ہم نے اسے کس طرح بنایا ہے اور زینت دی ہے؟ اس میں کوئی شکاف نہیں۔ [۶]
اور زمین کو ہم نے بچھا دیا ہے اور اس میں ہم نے پہاڑ ڈال دیئے ہیں اور اس میں ہم نے قسم قسم کی خوشنما چیزیں اگادی ہیں۔ [۷] تاکہ ہر
رجوع کرنے والے بندے کیلئے پینائی اور دانائی کا ذریعہ ہو۔ [۸] اور ہم نے آسمان سے بابرکت پانی برسایا اور اس سے باغات اور کٹنے
والے غلے پیدا کئے۔ [۹] اور کھجوروں کے بلند و بالا درخت جن کے خوشے تہ بہ تہ ہیں۔ [۱۰] بندوں کی روزی کے لئے اور ہم نے پانی سے
مرده شہر کو زندہ کر دیا۔ اسی طرح قبروں سے نکلتا ہے۔ [۱۱]

= کہ دراصل یہ حق کو جھٹلانے والے لوگ ہیں اور جو لوگ اپنے پاس حق کے آجانے کے بعد اس کا انکار کر دیں ان سے بھلی سمجھ چھین
جاتی ہے۔ مرتب کے معنی ہیں مختلف مضطرب منکر اور خلط ملط کے، جیسے فرمان ہے ﴿أَنْتُمْ لَفِي قَوْلٍ مُّخْتَلِفٍ ۝ يُؤْفَكُ عَنْهُ مَنْ
أُفِكَ ۝﴾ ① یعنی یقیناً تم ایک جھگڑے کی بات میں پڑے ہوئے ہو۔ قرآن کی پیروی سے وہی رکتا ہے جو بھلائی سے پھیر دیا گیا ہے۔
ایک سے ایک بڑھ کر قدرت کا نمونہ: [آیت ۶: ۱۱] یہ لوگ جس چیز کو ناممکن خیال کرتے تھے پروردگار عالم اس سے بہت زیادہ
بڑھے چڑھے ہوئے اپنی قدرت کے نمونے سامنے رکھ رہا ہے، فرما رہا ہے کہ آسمان کو دیکھو اس کی بناوٹ پر غور کرو اس کے روشن
ستاروں کو دیکھو اور دیکھو کہ اتنے بڑے آسمان میں ایک سوراخ ایک چھید ایک شکاف ایک دراڑ نہیں چنانچہ سورہ تبارک میں فرمایا
﴿الَّذِي خَلَقَ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ طِبَاقًا﴾ ② الخ اللہ وہ ہے جس نے سات آسمان اوپر تلے پیدا کئے تو اللہ تعالیٰ کی اس صنعت میں
کوئی خلل نہ دیکھے گا تو پھر نگاہ ڈال کر دیکھ لے کہیں تجھ کو کوئی خلل نظر آتا ہے؟ پھر بار بار غور کر کے دیکھ تیری نگاہ نامراد اور عاجز ہو کر
تیری طرف لوٹ آئے گی، پھر فرمایا زمین کو ہم نے پھیلا دیا اور بچھا دیا اور اس میں پہاڑ جمادئے تاکہ اہل نہ سکے کیونکہ وہ ہر طرف سے
پانی سے گھری ہوئی ہے اور اس میں ہر قسم کی کھیتیاں پھل سبزے اور قسم قسم کی چیزیں اگادیں جیسے اور جگہ ہے ہر چیز کو ہم نے جوڑ جوڑ
پیدا کیا تاکہ تم نصیحت و عبرت حاصل کرو۔ (پہنچ) کے معنی خوش منظر خوش نما بارونق۔ پھر فرمایا آسمان وزمین اور ان کے علاوہ قدرت
کے اور نشانات دانائی اور پینائی کا ذریعہ ہیں ہر اس شخص کے لئے جو اللہ سے ڈرنے والا اللہ تعالیٰ کی طرف رغبت کرنے والا ہو۔ پھر
فرماتا ہے ہم نے نفع دینے والا پانی آسمان سے برسا کر اس سے باغات بنائے اور وہ کھیتیاں بنائیں جو کاٹی جاتی ہیں اور جن کے اناج
کھلیان میں ڈالے جاتے ہیں اور اونچے اونچے کھجور کے درخت اگادئے جو پورے میوے لاتے ہیں اور لدے رہتے ہیں۔ یہ =

كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ وَأَصْحَابُ الرَّسِّ وَكُودٌ ۖ وَعَادٌ وَفِرْعَوْنٌ وَإِخْوَانُ

لُوطٍ ۖ وَأَصْحَابُ الْأَيْكَةِ وَقَوْمُ تُبَّعٍ ۚ كُلٌّ كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ وَعِيدِ ۚ

أَفَعِيبَانَا بِالْخَلْقِ الْأَوَّلِ ۚ بَلْ هُمْ فِي لَبْسٍ مِّنْ خَلْقٍ جَدِيدٍ ۚ

ترجمہ: ان سے پہلے نوح کی قوم نے اور رس والوں نے اور شودیوں نے [۲] اور عاد یوں نے اور فرعون نے اور برادران لوط نے [۳] اور ایکہ والوں اور تبع کی قوم نے بھی تکذیب کی تھی۔ سب نے پیغمبروں کو جھٹلایا پس میرا وعدہ عذاب ان پر صادق آ گیا۔ [۴] کیا پس ہم پہلی بار کے پیدا کرنے سے تھک گئے؟ بلکہ یہ لوگ نئی پیدائش کی طرف سے شک میں ہیں۔ [۵]

= مخلوق کی روزیاں ہیں اور اسی پانی سے ہم نے مردہ زمین کو زندہ کر دیا وہ لہلہانے لگی اور خشکی کے بعد تروتازہ ہو گئی اور چٹیل سوکھے میدان سرسبز ہو گئے یہ مثال ہے موت کے بعد دوبارہ جی اٹھنے کی اور ہلاکت کے بعد آباد ہونے کی یہ نشانیاں جنہیں تم روزمرہ دیکھ رہے ہو کیا تمہاری رہبری اس امر کی طرف نہیں کرتیں؟ کہ اللہ تعالیٰ مردوں کے جلانے پر قادر ہے۔ چنانچہ اور آیت میں ہے ﴿لَخَلْقُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ أَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ﴾ ① یعنی آسمان وزمین کی پیدائش انسانی پیدائش سے بہت بڑی ہے اور آیت میں ہے ﴿وَلَمْ يَرَوْا أَنَّ اللَّهَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَلَمْ يَعْزُبْ عَنْهُمْ بَقَاؤُهُمْ عَلَىٰ أَنْ يَخْلُقَهُمْ بَقَادِرٍ عَلَىٰ أَنْ يُخْلِقَ بَلَىٰ إِنَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾ ② یعنی کیا وہ نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کر دیا اور ان کی پیدائش سے نہ تھکا کیا وہ اس پر قادر نہیں کہ مردوں کو جلادے؟ بے شک وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ فرماتا ہے ﴿وَمَنْ إِلَهٌ إِلَّا أَنَا تَرَى الْأَرْضَ خَاشِعَةً﴾ الخ یعنی تو دیکھتا ہے کہ زمین بالکل خشک اور بخر ہوئی ہے ہم آسمان سے برسات برساتے ہیں جس سے وہ لہلہانے اور پیداوار لگانے لگتی ہے کیا میری قدرت کی یہ نشانی یہ نہیں بتلاتی کہ جس ذات نے اسے زندہ کر دیا وہ مردوں کے جلانے پر بلا شک و شبہ قادر ہے یقیناً وہ تمام تر چیزوں پر قدرت رکھتا ہے۔

نبیوں کی تکذیب کرنے والی قومیں تباہ ہوئیں: [آیت: ۱۲-۱۵] اللہ تعالیٰ اہل مکہ کو ان عذابوں سے ڈرا رہا ہے جو ان جیسے جھٹلانے والوں پر ان سے پہلے آچکے ہیں جیسے نوح علیہ السلام کی قوم جنہیں اللہ تعالیٰ نے پانی میں غرق کر دیا اور اصحاب رس جن کا پورا واقعہ سورہ فرقان کی تفسیر میں گزر چکا ہے اور شود اور عاد اور امت لوط جسے زمین میں دھنسا دیا اور اس زمین کو سرگاہوا دل بدل بنا دیا یہ سب کیا تھا؟ ان کے کفران کی سرکشی اور مخالفت حق کا نتیجہ۔ اصحاب ایکہ سے مراد قوم شعیب ہے اور قوم تبع سے مراد یہانی ہیں سورہ دخان میں ان کا واقعہ بھی گزر چکا ہے اور وہیں اس کی پوری تفسیر ہے یہاں دو ہرانے کی ضرورت نہیں فَالْحَمْدُ لِلَّهِ۔ ان تمام امتوں نے اپنے رسولوں کی تکذیب کی تھی اور عذاب الہی سے ہلاک کر دیئے گئے۔ یہی عادت اللہ جاری ہے۔ یہ یاد رہے کہ ایک رسول کو جھٹلانے والا تمام رسولوں کا منکر ہے۔ جیسے اللہ جل و علا کا فرمان ہے ﴿كَذَّبَتْ قَوْمُ نُوحٍ الْمُرْسَلِينَ﴾ ③ قوم نوح نے رسولوں کا انکار کیا حالانکہ ان کے پاس صرف حضرت نوح علیہ السلام ہی آئے تھے۔ پس دراصل یہ تھے ایسے کہ اگر ان کے پاس تمام رسول آجاتے تو یہ سب کو جھٹلاتے ایک کو بھی نہ مانتے سب کی تکذیب کرتے ایک کی بھی تصدیق نہ کرتے۔ ان سب پر اللہ تعالیٰ کے عذاب =

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسُّوْسُ بِهِ نَفْسُهُ ۖ وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ
 مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ ۚ إِذْ يَتَلَقَّى الْمُتَكَلِّمِينَ عَنِ الْيَمِينِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِيدٌ ۚ
 مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ ۚ وَجَاءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ
 بِالْحَقِّ ۚ ذَلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيدُ ۚ وَنُفَخَ فِي الصُّورِ ۚ ذَلِكَ يَوْمُ الْوَعِيدِ ۚ
 وَجَاءَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَعَهَا سَائِقٌ وَشَهِيدٌ ۚ لَقَدْ كُنْتَ فِي غَفْلَةٍ مِّنْ هَذَا
 فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَاءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيدٌ ۚ

ترجمہ: ہم نے انسان کو پیدا کیا ہے اور اس کے دل میں جو خیالات اٹھتے ہیں ان سے ہم واقف ہیں۔ اور ہم اس کی رگ جان سے بھی زیادہ اس سے قریب ہیں۔ [۱۶] جس وقت کہ وہ لینے والے لیتے جاتے ہیں ایک دائیں طرف اور ایک بائیں طرف بیٹھا ہوا ہے۔ [۱۷] انسان کوئی لفظ منہ سے نکالنے نہیں پاتا مگر کہ اس کے پاس نگہبان تیار ہے۔ [۱۸] موت کی سخت یقیناً پیش آئے گی۔ یہی ہے جس سے تو بد کرتا پھرتا تھا [۱۹] اور صور پھونک دیا جائے گا۔ وعدہ عذاب کا دن یہی ہے۔ [۲۰] اور ہر شخص اس طرح آئے گا کہ اس کے ساتھ ایک ہمراہ لائے والا ہوگا اور ایک گواہی دینے والا۔ [۲۱] یقیناً تو اس سے غفلت میں تھا لیکن ہم نے تیرے سامنے سے پردہ ہٹا دیا پس آج تیری نگاہ بہت تیز ہے۔ [۲۲]

= کا وعدہ ان کے کرتوتوں کی وجہ سے ثابت ہو گیا اور صادق آ گیا۔ پس اہل مکہ اور دیگر مخاطب لوگوں کو بھی اس بد خصلت سے پرہیز کرنا چاہئے کہیں ایسا نہ ہو کہ عذاب کا کوڑا ان پر بھی برس پڑے۔ کیا جب یہ کچھ نہ تھے ان کا چا دیتا ہم پر بھاری پڑا؟ جو یہ اب دوبارہ پیدا کرنے کے منکر ہو رہے ہیں ابتداء سے تو اعادہ بہت ہی آسان ہوا کرتا ہے جیسے فرمان ہے ﴿وَهُوَ الَّذِي يَبْدَأُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ وَهُوَ أَهْوَنُ عَلَيْهِ ط﴾ ① یعنی ابتداء آسانی نے پیدا کیا ہے اور دوبارہ بھی وہی اعادہ کرے گا اور یہ اس پر بہت آسان ہے۔ سورہ بقرہ میں فرماں الہی جل جلالہ گزر چکا کہ ﴿وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا﴾ ② الخ یعنی اپنی پیدائش کو بھول کر ہمارے سامنے مثالیں بیان کرنے لگا اور کہنے لگا ان بوسیدہ سڑی گلی ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا؟ تو جواب دے کہ وہ جس نے انہیں اول بار پیدا کیا اور جو تمام خلق کو جانتا ہے۔ صحیح حدیث میں ہے ”اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مجھے بنی آدم اذیتا ہے کہتا ہے اللہ تعالیٰ مجھے دوبارہ پیدا نہیں کر سکتا حالانکہ پہلی دفعہ پیدا کرنا دوبارہ پیدا کرنے سے کچھ آسان نہیں۔“ ③

اللہ کا علم و قدرت انسان کی شہ رگ سے زیادہ قریب ہے۔ [آیت ۱۶-۲۲] اللہ تعالیٰ بیان فرما رہا ہے کہ وہی انسان کا خالق ہے اور اس کا علم تمام چیزوں کا احاطہ کئے ہوئے ہے یہاں تک کہ انسان کے دل میں جو برے بھلے خیالات پیدا ہوتے ہیں انہیں بھی وہ جانتا ہے۔ صحیح حدیث میں ہے کہ ”اللہ تعالیٰ نے میری امت کے دل میں جو خیالات آئیں ان سے درگزر فرمایا ہے جب تک کہ وہ زبان سے نہ نکالیں با علم نہ کریں“ ④ اور ہم اس کی رگ جان سے بھی زیادہ اس کے نزدیک ہیں یعنی ہمارے فرشتے اور بعضوں نے

① ۳۰/ الروم: ۲۷۔ ② ۳۶/ نیش: ۷۸۔ ③ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورة (قل هو الله احد) ۴۹۷۴۔

④ صحیح بخاری، کتاب العتق، باب الخطاء والنسيان في العتاق والطلاق، ۲۵۲۸، صحیح مسلم، ۱۲۷۔

کہا ہے ہمارا علم ہے۔ ان کی غرض یہ ہے کہ کہیں حلول اور اتحاد نہ لازم آجائے جو بالا جماع اس رب کی مقدس ذات سے بعید ہے اور وہ اس سے بالکل پاک ہے۔ لیکن لفظ کا اقتضایہ نہیں ہے اس لئے کہ **وَأَنَا نَحْنُ** کہا بلکہ **وَنَحْنُ** کہا یعنی میں نہیں کہا بلکہ ہم کہا ہے۔ یہی لفظ اس شخص کے بارے میں کہے گئے ہیں جس کی موت قریب آگئی ہو اور وہ نزع کے عالم میں ہو فرمان ہے **﴿وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْكُمْ﴾** ① الخ یعنی ہم تم سب سے زیادہ اس سے قریب ہیں لیکن تم نہیں دیکھتے۔ یہاں بھی مراد فرشتوں کا اس قدر قریب ہونا ہے جیسے فرمایا ہے **﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ﴾** ② یعنی ہم نے ذکر کو نازل فرمایا اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔ فرشتے ہی ذکر قرآن کریم کو لے کر نازل ہوئے ہیں اور یہاں بھی مراد فرشتوں کی اتنی نزدیکی ہے جس پر اللہ نے انہیں قدرت بخش رکھی ہے پس انسان پر ایک چوکا فرشتے کا ہوتا ہے اور ایک شیطان کا۔ اسی طرح شیطان بھی جسم انسان میں اسی طرح پھرتا ہے جس طرح خون جیسے بچوں کے سچے اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا ہے۔ اس لئے اس کے بعد ہی فرمایا کہ دو فرشتے جو دائیں بائیں بیٹھے ہیں وہ تمہارے اعمال لکھ رہے ہیں۔ ابن آدم کے منہ سے جو کلمہ نکلتا ہے اسے محفوظ رکھنے والے اور اسے نہ چھوڑنے والے اور فوراً لکھ لینے والے فرشتے مقرر ہیں۔ جیسے فرمان ہے **﴿وَإِنَّا عَلَيْكُمْ لَحَافِظِينَ﴾** ③ الخ تم پر محافظ ہیں بزرگ فرشتے جو تمہارے فعل سے باخبر ہیں اور لکھنے والے ہیں۔ حضرت حسن اور حضرت قتادہ رضی اللہ عنہما تو فرماتے ہیں یہ فرشتے ہر نیک و بد عمل لکھ لیا کرتے ہیں۔ ④ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے دو قول ہیں ایک تو یہی ہے دوسرا قول آپ کا یہ ہے کہ ثواب و عذاب آپ کا لکھ لیا کرتے ہیں، لیکن آیت کے ظاہری الفاظ پہلے قول کی ہی تائید کرتے ہیں کیونکہ فرمان ہے جو لفظ نکلتا ہے اس کے پاس محافظ تیار ہیں۔ مسند احمد میں ہے ”انسان ایک کلمہ اللہ کی رضامندی کا کہہ گزرتا ہے جسے وہ کوئی بہت بڑا اجر کا کلمہ نہیں جانتا لیکن اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے اپنی رضامندی اس کے لئے قیامت تک لکھ دیتا ہے اور کوئی کلمہ برائی کا ناراضی الہی کا اسی طرح بے پرواہی سے کہہ گزرتا ہے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اپنی ناراضی اس پر اپنی ملاقات کے دن تک لکھ دیتا ہے۔“ حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ”اس حدیث نے مجھے بہت سی باتوں سے بچا لیا۔“

ترمذی وغیرہ میں بھی یہ حدیث ہے اور امام ترمذی اسے حسن بتلاتے ہیں۔ ⑤ اخف بن قیس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں دائیں طرف والا نیکیاں لکھتا ہے اور یہ بائیں طرف والے پر امین ہے۔ جب بندے سے کوئی خطا ہو جاتی ہے تو یہ کہتا ہے ٹھہر جا اگر اس نے اسی وقت توبہ کر لی تو اسے لکھنے نہیں دیتا اور اگر اس نے توبہ نہ کی تو وہ لکھ لیتا ہے“ (ابن ابی حاتم)۔ امام حسن بصری رضی اللہ عنہ اس آیت کی تلاوت کر کے فرماتے تھے ”اے ابن آدم تیرے لئے صحیفہ کھول دیا گیا ہے اور دو بزرگ فرشتے تجھے پر مقرر کر دیئے گئے ہیں ایک تیرے داہنے دوسرا بائیں۔ دائیں طرف والا تو تیری نیکیوں کی حفاظت کرتا ہے اور بائیں طرف والا برائیوں کو دیکھتا رہتا ہے اب تو جو چاہے عمل کر کمی کریا زیادتی کر جب تو مرے گا تو یہ دفتر پلیٹ دیا جائیگا اور تیرے ساتھ تیری قبر میں رکھ دیا جائے گا اور قیامت کے دن جب تو اپنی قبر سے اٹھے گا تو یہ تیرے سامنے پیش کر دیا جائے گا۔“ اسی کو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **﴿وَكُلُّ إِنْسَانٍ لَّزُومُهُ ظَافِرٌ فِي عَنُقِهِ وَنُخْرِجُ لَهُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ كِتَابًا يَلْقَاهُ مَنشُورًا﴾** ⑥ الخ ہر انسان کی شامت اعمال ہم نے اس کے گلے لگا دی ہے اور ہم قیامت کے دن اس کے سامنے نامہ اعمال کی ایک کتاب ڈال دیں گے جسے وہ کھلی ہوئی پائے گا۔ پھر اس سے کہیں گے کہ اپنی کتاب پڑھ لے آج تو خود ہی اپنا حساب لینے کو کافی ہے۔ پھر حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا ”اللہ تعالیٰ کی قسم اس نے بڑا ہی عدل کیا جس نے خود تجھے

① ۵۶/ الواقعة: ۸۵۔ ② ۱۵/ الحجر: ۹۔ ③ ۸۲/ الانفاطار: ۱۰۔

④ الطبری: ۲۲/ ۳۴۵۔ ⑤ ترمذی، کتاب الزہد، باب ماجاء فی قلة الکلام، ۲۳۱۹ وسندہ حسن؛ ابن ماجہ، ۳۹۶۹؛

احمد، ۴۶۹/ ۳۔ ⑥ ۱۷/ بنی اسرائیل: ۱۳۔

ہی تیرا محاسب بنا دیا۔“ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ”جو کچھ تو برا بھلا کلمہ زبان سے نکالتا ہے وہ سب لکھا جاتا ہے یہاں تک کہ تیرا یہ کہنا بھی کہ میں نے کھایا میں نے پیا میں گیا میں آیا میں نے دیکھا۔ پھر جمعرات والے دن اس کے اقوال و افعال پیش کئے جاتے ہیں۔ خیر و شر باقی رکھی جاتی ہے اور سب کچھ ہٹا دیا جاتا ہے۔“ یہی معنی ہیں فرمان باری تعالیٰ شانہ کے ﴿يَسْأَلُ وَيُنَبِّئُ وَعِنْدَهُ أُمُّ الْكِتَابِ﴾ ① حضرت امام احمد رحمہ اللہ کی بابت مروی ہے کہ ”آپ اپنے مرض الموت میں کراہ رہے تھے تو آپ کو معلوم ہوا کہ حضرت طاووس رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ فرشتے اسے بھی لکھتے ہیں چنانچہ آپ نے کراہنا بھی چھوڑ دیا“ اللہ آپ پر اپنی رحمت نازل فرمائے اپنی موت کے وقت اف بھی نہ کی۔ پھر فرماتا ہے اے انسان موت کی بے ہوشی یقیناً آئے گی اس وقت وہ شک دور ہو جائیگا جس میں آج کل تو جتنا ہے۔ اس وقت تجھ سے کہا جائے گا کہ یہی ہے جس سے تو بھاگتا پھرتا تھا اب وہ آگئی تو کسی طرح اس سے نجات نہیں پاسکتا نہ بچ سکتا ہے نہ اسے روک سکتا ہے نہ اسے دفع کر سکتا ہے نہ ٹال سکتا ہے نہ مقابلہ کر سکتا ہے نہ کسی کی مدد و سفارش کچھ کام آ سکتی ہے۔ صحیح یہی ہے کہ یہاں خطاب مطلق انسان سے ہے گو بعضوں نے کہا ہے کافر سے ہے اور بعضوں نے کچھ اور بھی کہا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ”میں اپنے والد رضی اللہ عنہ کے آخری وقت میں آپ کے سر ہانے بیٹھی تھی۔ آپ پر غشی طاری ہوئی تو میں نے یہ بیت پڑھا۔

مَنْ لَا يَزَالُ دَعْمُهُ مَفْعِيًا فَإِنَّهُ لَا بُدَّ مَرَّةٍ مَدْفُوفٍ مُطْلَبٌ يَهْ بِهٖ كَجَسِّ كَآنُ مَظْهَرٍ هُوَ بَیْ وَهٖ بَیْ اَیْکِ مَرْتَبَہٗ
فک پڑیں گے تو آپ نے اپنا سر اٹھا کر کہا پیاری بچی یوں نہیں بلکہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿وَجَاءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ﴾
اور روایت میں بیت کا پڑھنا اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا یہ فرمانا مروی ہے کہ یوں نہیں بلکہ یہ آیت پڑھو۔ اس اثر کے اور بھی بہت سے طریق ہیں جنہیں میں نے سیرۃ الصدیق میں آپ کی وفات کے بیان میں جمع کر دیا ہے۔ صحیح حدیث میں ہے کہ ”حضور ﷺ پر جب موت کی غشی طاری ہونے لگی تو آپ اپنے چہرے مبارک سے پسینہ پونچھتے جاتے اور فرماتے جاتے سبحان اللہ موت کی بڑی سختیاں ہیں۔“ ② اس آیت کے پچھلے جملے کی تفسیر دو طرح کی گئی ہے ایک تو یہ کہ ماموصولہ ہے یعنی یہ وہی ہے جسے تو بعید جانتا تھا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ یہاں مانا یہ ہے تو معنی یہ ہوں گے کہ یہ وہ چیز ہے جس کے جدا کرنے کی جس سے بچنے کی تجھے قدرت نہیں تو اس سے ہٹ نہیں سکتا۔ مجھ کیہ طبرانی میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ”اس شخص کی مثال جو موت سے بھاگتا ہے اس لومڑی جیسی ہے جس سے زمین اپنا قرضہ طلب کرنے لگی اور یہ اس سے بھاگنے لگی۔ بھاگتے بھاگتے جب تھک گئی اور بالکل چکنا چور ہو گئی تو اپنے بھٹ میں جا گھسی زمین چونکہ وہاں بھی موجود تھی اس نے لومڑی سے کہا لا میرا قرض تو یہ وہاں سے پھر بھاگی سانس پھولا ہوا تھا حال برا ہو رہا تھا آخر یوں ہی بھاگتے بھاگتے بے دم ہو کر مر گئی۔“ ③ الغرض جس طرح اس لومڑی کو زمین سے بھاگنے کی راہیں بند تھیں اسی طرح انسان کو موت سے بچنے کے راستے بند ہیں۔ اس کے بعد صور پھونکے جانے کا ذکر ہے جس کی پوری تفسیر والی حدیث گزر چکی ہے۔ اور حدیث میں ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں ”میں کس طرح راحت و آرام حاصل کر سکتا ہوں حالانکہ صور پھونکنے والے فرشتے نے صور منہ میں لے لیا ہے اور گردن جھکائے حکم الہی کا انتظار کر رہا ہے کہ کب حکم ملے اور کب وہ پھونک دے۔“

① ۱۳/الرعد: ۳۹۔ ② صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب مرض النبی ﷺ ووفاته، ۴۴۴۹۔

③ طبرانی، ۶۹۲۲ وسندہ ضعیف، یونس بن عبید مدلس وعنعن ان صح السند الیہ ومعاذ بن محمد الہذلی ضعفه راجع،

وَقَالَ قَرِينُهُ هَذَا مَا لَدَيَّ عَتِيدٌ ۖ أَلْقِيَا فِي جَهَنَّمَ كُلَّ كَفَّارٍ عَنِيدٍ ۖ مَنَّاعٍ لِلْخَيْرِ

مُعْتَدٍ مَّرِيْبٍ ۚ الَّذِي جَعَلَ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ ۚ أَلْقِيْهُ فِي الْعَذَابِ الشَّدِيدِ ۝

قَالَ قَرِينُهُ رَبَّنَا مَا أَطْغَيْتُهُ وَلَكِنْ كَانَ فِي ضَلَالٍ بَعِيدٍ ۝ قَالَ لَا تَخْتَصِمُوا لَدَيَّ

وَقَدْ قَدَّمْتُ إِلَيْكُمْ بِالْوَعِيدِ ۝ مَا يُبَدِّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ وَمَا أَنَا بِظَلَّامٍ لِلْعَبِيدِ ۝

ترجمہ: اس کا ہم نشین فرشتہ کہے گا یہ حاضر ہے جو کہ میرے پاس تھا۔ [۲۳] ڈال دو جہنم میں ہر کافر سرکش کو۔ [۲۴] جو نیک کام سے روکنے والا حد سے گزر جائیو اور شک کرنے والا تھا [۲۵] جس نے اللہ کے ساتھ دوسرا معبود بنالیا تھا پس اسے سخت عذاب میں ڈال دو۔ [۲۶] اس کا ہم نشین شیطان کہے گا اے ہمارے رب! میں نے گمراہ نہیں کیا تھا بلکہ یہ خود ہی دور دراز کی گمراہی میں تھا۔ [۲۷] حق تعالیٰ فرمایا گا بس میرے سامنے جھگڑنے کی بات مت کرو میں تو پہلے ہی تمہاری طرف وعدہ عذاب بھیج چکا تھا۔ [۲۸] میرے ہاں بات بدلتی نہیں اور میں اپنے بندوں پر ظلم کرنے والا ہوں۔ [۲۹]

= صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا پھر یا رسول اللہ ہم کیا کہیں۔ آپ نے فرمایا کہو ((حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ)) ❶ پھر فرماتا ہے ہر شخص کے ساتھ ایک فرشتہ تو میدان محشر کی طرف لانے والا ہوگا اور ایک فرشتہ اس کے اعمال کی گواہی دینے والا ہوگا۔ ظاہر آیت میں یہی ہے اور امام ابن جریر رحمہ اللہ بھی اسی کو پسند فرماتے ہیں۔ ❷ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے اس آیت کی تلاوت منبر پر کی اور فرمایا ”ایک چلانے والا جس کے ہمراہ یہ میدان محشر میں آئیگا اور ایک گواہ ہوگا جو اس کے اعمال کی شہادت دے گا۔“ ❸ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ”سائق سے مراد فرشتہ ہے اور شہید سے مراد عمل ہے۔“ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے ”سائق فرشتوں میں سے ہوں گے اور شہید سے مراد خود انسان ہے جو اپنے اوپر آپ گواہی دے گا۔“ پھر اس کے بعد کی آیت میں جو خطاب ہے اس کی نسبت تین قول ہیں ایک تو یہ کہ یہ خطاب کافر سے ہوگا دوسرا یہ کہ اس سے مراد عام انسان ہیں نیک بد سب تیسرا یہ کہ اس سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ دوسرے قول کی توجیہ یہ ہے کہ آخرت اور دنیا میں وہی نسبت ہے جو بیداری اور خواب میں ہے اور تیسرے قول کا مطلب یہ ہے کہ تو اس قرآن کی وحی سے پہلے غفلت میں تھا ہم نے یہ قرآن نازل فرما کر تیری آنکھوں پر سے پردہ ہٹا دیا تیری نظرتو ہی ہوگئی۔ لیکن الفاظ قرآنی سے تو ظاہر یہی ہے کہ اس سے مراد عام ہے یعنی ہر شخص سے کہا جائے گا کہ تو اس دن سے غافل تھا اس لئے کہ قیامت کے دن ہر شخص کی آنکھیں خوب کھل جائیں گی یہاں تک کہ کافر بھی استقامت پر ہو جائے گا لیکن یہ استقامت اسے نفع نہ دے گی جیسے فرمان باری ہے ﴿أَسْمِعْ بِهِمْ وَأَبْصِرْ يَوْمَ يَأْتُ تَوْنًا﴾ ❹ یعنی جس روز یہ ہمارے پاس آئیں گے خوب دیکھتے سنتے ہوں گے۔ اور آیت میں ہے ﴿وَلَوْ تَرَى إِذِ الْمُجْرِمُونَ﴾ ❺ یعنی کاش کہ تو دیکھتا جب گنہگار لوگ اپنے رب کے سامنے سرنگوں پڑے ہوں گے اور کہہ رہے ہوں گے یا اللہ ہم نے دیکھ لیا اور سن لیا اب ہمیں لوٹا دے تو ہم نیک اعمال کریں گے اور کامل یقین رکھیں گے۔

انسان کا نگران اور گواہ فرشتہ: [آیت ۲۳-۲۹] اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہو رہا ہے کہ جو فرشتہ ابن آدم کے اعمال پر مقرر ہے وہ اس =

❶ ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورة الحجر، ۳۲۴۳ وسندہ ضعیف، عطیہ العونی راوی ضعیف و دلس ہے۔ احمد، ۷/۳، حاکم، ۵۵۹/۴؛ ابن حبان، ۸۲۳۔ ❷ الطبری، ۳۴۷/۲۲۔ ❸ ابضا۔

❹ ۱۹/مریم: ۳۸۔ ❺ ۳۲/السجدة: ۱۲۔

يَوْمَ نَقُولُ لِجَهَنَّمَ هَلِ امْتَلَأْتِ وَتَقُولُ هَلْ مِنْ مَزِيدٍ ۝ وَاُزِلَّتِ الْجَنَّةُ
لِلْمُتَّقِينَ غَيْرَ بَعِيدٍ ۝ هَذَا مَا تُوعَدُونَ لِكُلِّ أَوَّابٍ حَفِيظٍ ۝ مَنْ خَشِيَ
الرَّحْمَنَ بِالْغَيْبِ وَجَاءَ بِقَلْبٍ مُنِيبٍ ۝ ادْخُلُوهَا بِسَلَامٍ ۚ ذَلِكَ يَوْمُ الْخُلُودِ ۝
لَهُمْ مَا يَشَاءُونَ فِيهَا وَلَدَيْنَا مَزِيدٌ ۝

ترجمہ: جس دن ہم دوزخ سے پوچھیں گے کیا تو بھر چکی؟ وہ جواب دے گی کیا کچھ اور زیادہ بھی ہے؟ [۳۰] اور جنت پر ہمیزگاروں کے لئے بالکل قریب کر دی جائیگی ذرا بھی دور نہ ہوگی [۳۱] یہ ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا ہر اس شخص کے لئے جو رجوع کرنے والا اور پابندی کرنے والا ہو [۳۲] جو رحمن کا غائبانہ خوف رکھتا ہو اور توجہ و الادل لایا ہو۔ [۳۳] تم اس جنت میں سلامتی کے ساتھ جاؤ یہ ہمیشہ رہنے کا دن ہے۔ [۳۴] یہ وہاں جو چاہیں انہیں کا ہے بلکہ ہمارے پاس اور بھی زیادہ ہے۔ [۳۵]

= کے اعمال کی شہادت دے گا اور کہے گا کہ یہ ہے میرے پاس تیار حاضر۔ بلا کم و کاست۔ حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں ”یہ اس فرشتے کا کلام ہوگا جسے سائق کہا گیا ہے جو اسے محشر میں لے آیا تھا۔“ امام ابن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں میرے نزدیک مختار قول یہ ہے کہ یہ شامل ہے اس فرشتے کو بھی اور گواہی دینے والے فرشتے کو بھی۔ اب اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کے فیصلے عدل و انصاف سے کریگا ﴿الْقِيَامَةِ﴾ تنزیہ کا صیغہ ہے بعض نحوی کہتے ہیں کہ بعض عرب واحد کو تنزیہ کر دیا کرتے ہیں جیسے کہ کجاج کا مقولہ مشہور ہے کہ وہ اپنے جلااد سے کہتا تھا اَضْرِبَا عَنْقَهُ تَمَّ دُونُوں اس کی گردن مار دو حالانکہ جلااد ایک ہی ہوتا تھا۔ ابن جریر رحمہ اللہ نے اس کی شہادت میں عربی کا ایک شعر بھی پیش کیا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ دراصل یہ نون تاکید ہے جس کی تسہیل الف کی طرف کر لی ہے لیکن یہ بعید ہے اس لئے کہ ایسا تو وقف کی حالت میں ہوتا ہے۔ بظاہر یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ خطاب اوپر والے دونوں فرشتوں سے ہوگا۔ لانے والے فرشتے نے اسے حساب کے لئے پیش کیا اور گواہی دینے والے نے گواہی دے دی تو اللہ تعالیٰ ان دونوں کو حکم دے گا کہ اسے جہنم کی آگ میں ڈال دو جو بدترین جگہ ہے اللہ ہمیں محفوظ رکھے۔ پھر فرماتا ہے کہ ہر کافر اور ہر حق کے مخالف اور ہر حق کے نواک کرنے والے اور ہر نیکی صلہ رحمی اور بھلائی سے خالی رہنے والے اور ہر حد سے گزر جانے والے خواہ وہ مال کے خرچ میں اسراف کرتا ہو خواہ بولنے اور چلنے پھرنے میں اللہ تعالیٰ کے احکام کی پرواہ نہ کرتا ہو اور ہر شک کرنے والے اور ہر اللہ کے ساتھ شریک کرنے والے کے لئے یہی حکم ہے کہ اسے پکڑ کر سخت عذابوں میں ڈال دو۔ پہلے حدیث گزر چکی ہے کہ جہنم قیامت کے دن لوگوں کے سامنے اپنی گردن نکالے گی اور با آواز بلند پکار کر کہے گی جسے تمام محشر کا مجمع سنے گا کہ میں تین قسم کے لوگوں پر مقرر کی گئی ہوں۔ ہر سرکش حق کے مخالف کے لئے اور ہر مشرک کے لئے اور ہر تصویر بنانے والے کے لئے پھر وہ ان سب سے لپٹ جائے گی۔ مسند کی حدیث میں تیسری قسم کے لوگ وہ بتلاتے ہیں جو ظالمانہ قتل کرنے والے ہوں۔ ❶ پھر فرمایا اس کا ساتھی کہے گا اس سے مراد شیطان ہے جو اس کے ساتھ موکل تھا یہ اس کا فرود کچھ کراچی برأت کرے گا اور کہے گا کہ میں نے اسے نہیں بہکایا بلکہ یہ تو خود گمراہ تھا باطل کو از خود قبول کر لیتا تھا حق کا اپنے آپ

❶ احمد، ۴۰/۳ وسندہ ضعیف؛ ابن ابی شیبہ، ۱۳/۱۶۰؛ مسند ابی یعلیٰ، ۱۱۶۶؛ البعث والنشور للبیہقی، ۵۷۷؛

المنجم الأوسط، ۱۳۹۹۳ اس کی سند میں عطیہ العونی ضعیف و مدلس ہے۔

مخالف تھا۔ جیسے دوسری آیت میں ہے کہ شیطان جب دیکھے گا کہ کام ختم ہوا تو کہے گا اللہ نے تم سے سچا وعدہ کیا تھا اور میں تو وعدہ خلاف ہوں ہی میرا کوئی زور تم پر تھا ہی نہیں میں نے تم سے کہا تم نے فوراً مان لیا اب مجھے ملامت نہ کرو بلکہ اپنی جانوں کو ملامت کرو۔ نہ میں تمہیں کام دے سکوں نہ تم میرے کام آ سکو تم جو مجھے شریک بنا رہے تھے میں تو پہلے سے ہی اس کا انکار ہی تھا ظالموں کے لئے المناک عذاب ہے پھر فرماتا ہے اللہ تعالیٰ انسان سے اور اس کے ساتھی شیطان سے فرمائے گا کہ میرے سامنے نہ جھگڑو کیونکہ انسان کہہ رہا ہو گا کہ یا اللہ اس نے مجھے جبکہ میرے پاس نصیحت آچکی گمراہ کر دیا اور شیطان کہے گا یا اللہ میں نے اسے گمراہ نہیں کیا۔ تو اللہ انہیں اس تو تو میں میں سے روک دے گا اور فرمائے گا میں تو اپنی حجت ختم کر چکا رسولوں کی زبانی یہ سب باتیں تمہیں سنا چکا تھا کتا میں بھیج دی تھیں اور ہر ہر طریقہ سے اور ہر ہر طرح سے تمہیں سمجھا بجا دیا تھا۔ سنو جو فیصلہ کرنا ہے وہ میں کر چکا میری باتیں بدلتی نہیں میں ظالم نہیں جو دوسرے کے گناہ پر کسی کو پکڑوں۔ ہر شخص پر اتمام حجت ہو چکی اور ہر شخص اپنے گناہوں کا آپ ذمہ دار ہے۔

جہنم کا اللہ سے ہم کلام ہونا: [آیت: ۳۰-۳۵] چونکہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا جہنم سے وعدہ ہے کہ وہ اسے پر کر دے گا اس لئے قیامت کے دن جو جنات اور انسان اس کے قابل ہوں گے انہیں اس میں ڈالا جائیگا اور اللہ تبارک و تعالیٰ دریافت فرمائے گا کہ اب تو تو پر ہو گئی؟ اور یہ کہے گی کہ اگر کچھ اور گنہگار باقی ہوں تو انہیں بھی مجھ میں ڈال دو۔ صحیح بخاری میں اس آیت کی تفسیر میں یہ حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "جہنم میں گنہگار ڈالے جائیں گے اور وہ زیادتی طلب کرتی رہے گی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا قدم اس میں رکھے گا پس وہ کہے گی بس بس۔" مسند احمد کی حدیث میں یہ بھی ہے کہ اس وقت یہ سمٹ جائے گی اور کہے گی تیری عزت و کرم کی قسم بس بس۔ ① اور جنت میں جگہ بچ جائیگی یہاں تک کہ ایک نئی مخلوق کو پیدا کر کے اللہ تعالیٰ اس جگہ کو آباد کرے گا۔ ② صحیح بخاری میں ہے "جنت اور دوزخ میں ایک مرتبہ گفتگو ہوئی جہنم نے کہا کہ میں ہر تکبر اور ہر جبار کے لئے مقرر کی گئی ہوں اور جنت نے کہا میرا یہ حال ہے کہ مجھ میں کمزور لوگ اور وہ لوگ جو دنیا میں ذی عزت نہ سمجھے جاتے تھے وہ داخل ہوں گے۔ اللہ عزوجل نے جنت سے فرمایا تو میری رحمت ہے اپنے بندوں میں سے جسے چاہوں گا اس رحمت کے ساتھ نوازوں گا اور جہنم سے فرمایا تو میرا عذاب ہے تیرے ساتھ میں جسے چاہوں گا عذاب کروں گا ہاں تم دونوں بالکل بھر جاؤ گی تو جہنم تو نہ بھرے گی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا قدم اس میں رکھے گا اب وہ کہے گی بس بس بس۔ اس وقت وہ بھر جائے گی اور اس کے سب جوڑ آپس میں سمٹ جائیں گے اور اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں سے کسی پر ظلم نہ کرے گا۔ ہاں جنت میں جو جگہ بچ رہے گی اس کے بھرنے کے لئے اللہ عزوجل اور مخلوق پیدا کرے گا۔" ③ مسند احمد کی حدیث میں جہنم کا قول یہ ہے کہ "مجھ میں جبر کرنے والے تکبر کرنے والے بادشاہ اور بڑے سردار داخل ہوں گے الخ۔" ④ مسند ابو یعلیٰ میں ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں "اللہ تعالیٰ مجھے اپنی ذات کو قیامت کے دن پہنچوائے گا میں سجدے میں گر پڑوں گا اللہ تعالیٰ اس سے خوش ہوگا پھر میں اللہ تعالیٰ کی ایسی تعریفیں کروں گا کہ اس سے وہ خوش ہو جائیگا۔ پھر مجھے شفاعت کی اجازت دی جائے گی پھر میری امت جہنم کے اوپر کے پل سے گزرنے لگے گی بعض تو نگاہ کی سی تیزی کے ساتھ گزر جائیں گے بعض تیر کی طرح پار ہو جائیں گے۔"

① صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ ق باب قولہ ﴿وَنَقُولُ هَلْ مِنْ مَزِيدٍ﴾ ۴۸۴۸۔

② احمد، ۳/۳۳۴؛ صحیح بخاری، کتاب التوحید، باب قول اللہ تعالیٰ ﴿وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ﴾ ۷۳۸۴؛ صحیح مسلم،

۲۸۴۸؛ ترمذی، ۳۲۷۲؛ احمد، ۳/۱۳۴۔ ③ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ ق باب قولہ ﴿وَنَقُولُ هَلْ مِنْ

مَزِيدٍ﴾ ۴۸۵۰؛ صحیح مسلم، ۲۸۴۶۔ ④ احمد، ۳/۱۳؛ وسند حسن؛ مجمع الزوائد، ۷/۱۱۲؛ المنتخب لعبد بن

حمید، ۹۰۸؛ السنۃ لابن ابی عاصم، ۵۲۸؛ ابن حبان، ۷۴۵۴۔

گے بعض تیز گھوڑوں سے زیادہ تیزی سے پار ہو جائیں گے یہاں تک کہ ایک شخص گھٹنوں چلتا ہوا نکل جائے گا اور یہ مطابق اعمال کے ہوگا اور جہنم زیادتی طلب کر رہی ہوگی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا قدم اس میں رکھے گا پس یہ سٹ جائے گی اور کہے گی بس اور میں حوض پر ہوں گا۔ لوگوں نے کہا حوض کیا ہے؟ فرمایا اللہ تعالیٰ کی قسم اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید ہے اور شہد سے زیادہ میٹھا ہے اور برف سے زیادہ ٹھنڈا ہے اور مشک سے زیادہ خوشبودار ہے۔ اس پر برتن آسمان کے ستاروں سے زیادہ ہیں جسے اس کا پانی مل گیا وہ بھی پیاسا نہ ہوگا اور جو اس سے محروم رہ گیا اسے کہیں پانی نہیں ملے گا جو سیراب ہو سکے۔“ ① حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ”وہ کہے گی کیا مجھ میں کوئی مکان ہے کہ مجھ میں زیادتی کی جائے؟“ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ”وہ کہے گی کیا مجھ میں ایک کے بھی آنے کی جگہ ہے؟ میں بھر گئی۔“ حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ”اس میں جنہی ڈالے جائیں گے یہاں تک کہ وہ کہے گی میں بھر گئی اور کہے گی کہ کیا مجھ میں زیادتی کی گنجائش ہے؟“ امام ابن جریر رضی اللہ عنہ پہلے قول کو ہی اختیار کرتے ہیں۔ اس دوسرے قول کا مطلب یہ ہے کہ گویا ان بزرگوں کے نزدیک یہ سوال اس کے بعد ہوگا کہ اللہ تعالیٰ اپنا قدم اس میں رکھ دے اب جو اس سے پوچھے گا کہ کیا تو بھر گئی تو وہ جواب دے گی کہ کیا مجھ میں کہیں بھی کوئی جگہ باقی رہی ہے جس میں کوئی آ سکے؟ یعنی باقی نہیں رہی پر ہو گئی۔ حضرت عوفی رضی اللہ عنہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ ”آپ نے فرمایا یہ اس وقت ہوگا جب کہ اس میں سوئی کے تار کے برابر بھی جگہ باقی نہ رہے گی۔“ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

پھر فرماتا ہے جنت قریب کی جائے گی یعنی قیامت کے دن جو دور نہیں ہے اس لئے کہ جس کا آنا یقینی ہو وہ دور نہیں سمجھا جاتا اَوَابُ کے معنی رجوع کرنے والا توبہ کرنے والا گناہوں سے انک جانے والا حَفِیْظُ کے معنی وعدوں کا پابند۔ حضرت عبید بن عمیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اَوَابُ وَحَفِیْظُ وہ ہے جو کسی مجلس میں بیٹھ کر نہ اٹھے جب تک کہ استغفار نہ کر لے جو رحمن سے بن دیکھ ڈرتا ہے یعنی تنہائی میں بھی خوف الہی رکھے۔ حدیث میں ہے وہ بھی قیامت کے دن عرش الہی کا سایہ پائے گا جو تنہائی میں اللہ کو یاد کرے اور اس کی آنکھیں بہہ نکلیں ② اور قیامت کے دن اللہ کے پاس دل سلامت لے کر جائے جو اس کی جانب جھکنے والا ہو۔ اس میں یعنی جنت میں چلے جاؤ اللہ تعالیٰ کے تمام عذابوں سے تمہیں سلامتی مل گئی ہے۔ اور یہ بھی مطلب ہے کہ فرشتے ان پر سلام کریں گے۔ یہ خُلُود کا دن ہے یعنی جنت میں ہمیشہ کے لئے جا رہے ہو جہاں کبھی موت نہیں جہاں سے کبھی نکال دیئے جانے کا خطرہ نہیں جہاں سے تبدیلی اور ہیر پھیر نہیں۔ پھر فرمایا یہ وہاں جو چاہیں گے پائیں گے بلکہ اور زیادہ بھی۔ کثیر ابن مرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مزید میں یہ بھی ہے کہ اہل جنت کے پاس سے ایک بادل گزرے گا جس میں سے ندا آئے گی کہ تم کیا چاہتے ہو؟ جو تم چاہو میں برساؤں پس یہ جس چیز کی خواہش کریں گے اس سے بر سے گی۔ حضرت کثیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ”اگر میں اس مرتبہ میں پہنچا اور مجھ سے سوال ہوا تو میں کہوں گا کہ خوبصورت خوش لباس نوجوان کنواریاں برسائی جائیں۔“ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ”تمہارا جی جس پرندہ کے کھانے کو چاہے گا وہ اسی دقت بھنا بھنایا موجود ہو جائے گا۔“ ③ مسند احمد کی ایک مرفوع حدیث میں ہے کہ ”اگر جنتی اولاد چاہے گا تو ایک ہی ساعت میں حمل اور بچہ اور بچہ کی جوانی ہو جائے گی“ امام ترمذی اسے غریب حسن بتلاتے ہیں اور ترمذی میں یہ بھی ہے =

① الطبری۔ ② صحیح بخاری، کتاب الاذان، باب من جلس فی المسجد یستظر الصلاة، ۶۶۰؛ صحیح مسلم، ۱۰۳۱، ابن حبان، ۴۴۸۶؛ احمد، ۴۳۹/۲۔ ③ وسندہ موضوع عبدالغفار بن القاسم قال ابو داود الطیالسی: وانا اشہد ان ابا مریم کذاب لانہ قد لقیته وسمعت منه واسمہ عبدالغفار بن القاسم (الضعفاء للعقيلي، ۱۰۱/۳ وسندہ حسن)

وَكَمْ أَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ هُمْ أَشَدُّ مِنْهُمْ بَطْشًا فَنَقَّبُوا فِي الْبِلَادِ هَلْ

مِّنْ نَّحِيصٍ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَذِكْرَىٰ لِمَن كَانَ لَهُ قَلْبٌ أَوْ أَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ

شَهِيدٌ ۚ وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ۚ وَمَا

مَسَّنَا مِنَ الْغُوبِ ۚ فَاصْبِرْ عَلَىٰ مَا يَقُولُونَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ

الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوبِ ۚ وَمِنَ اللَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَأَدْبَارَ السُّجُودِ ۚ

ترجمہ: ان سے پہلے بھی ہم بہت سی امتوں کو ہلاک کر چکے ہیں جو ان سے طاقت میں بہت زیادہ تھیں وہ شہروں میں ڈھونڈتے ہی رہ گئے کہ کوئی بھاگنے کا ٹھکانا ہے؟ [۳۶] اس میں ہر صاحب دل کے لئے عبرت ہے اور اس کے لئے جودل سے متوجہ ہو کر کان لگائے۔ [۳۷] یقیناً ہم نے آسمان اور زمین اور جو کچھ اس کے درمیان ہے سب کو صرف چھ دن میں پیدا کر دیا اور ہمیں نکالنے چھوٹا تک نہیں۔ [۳۸] یہ جو کچھ کہتے ہیں تو اس پر صبر کرتا رہ اور اپنے رب کی تسبیح تعریف کے ساتھ بیان کرتا رہ سورج نکلنے سے پہلے بھی اور سورج غروب ہونے سے پہلے بھی [۳۹] اور رات کے کسی وقت بھی اور نماز کے بعد بھی۔ [۴۰]

= کہ جس طرح یہ چاہے گا ہو جائے گا۔ ① اور آیت میں ہے ﴿لِّلَّذِينَ أَحْسَنُوا الْحُسْنَىٰ وَزِيَادَةٌ﴾ ② صہیب بن سنان رومی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ”اس زیادتی سے مراد اللہ کریم کے چہرے کی زیارت ہے۔“ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ”ہر جمعہ کے دن انہیں دیدار باری تعالیٰ ہو گا یہی مطلب مزید کا ہے۔“ مسند شافعی میں ہے ”حضرت جبریل علیہ السلام ایک سفید آئینہ لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے جس کے پتھروں میں ایک نقطہ تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا یہ کیا ہے؟ فرمایا یہ جمعہ کا دن ہے جو خاص آپ کو اور آپ کی امت کو بطور فضیلت کے عطا فرمایا گیا ہے۔ سب لوگ اس میں تمہارے پیچھے ہیں یہود بھی اور نصاریٰ بھی تمہارے لئے اس میں بہت کچھ خیر و برکت ہے۔ اس میں ایک ایسی ساعت ہے کہ اس وقت اللہ تعالیٰ سے جو مانگا جائے مل جاتا ہے۔ ہمارے ہاں اس کا نام یَوْمَ الْمَوْئِدِ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا یہ کیا ہے؟ فرمایا تیرے رب نے جنت الفردوس میں ایک کشادہ مکان بنایا ہے جس میں مشکی ٹیلے ہیں جمعہ کے دن اللہ تعالیٰ جن جن فرشتوں کو چاہے اتارتا ہے۔ اس کے ارد گرد نورانی منبر ہوتے ہیں جن پر انبیاء علیہم السلام رونق افروز ہوتے ہیں شہداء اور صدیق لوگ ان کے پیچھے ان مشکی ٹیلوں پر ہوں گے۔ اللہ عز و جل فرمائے گا میں نے اپنا وعدہ تم سے سچا کیا اب مجھ سے جو چاہو مانگو پاؤ گے۔ یہ سب کہیں گے ہمیں تیری خوشی اور رضامندی مطلوب ہے اللہ فرمائے گا یہ تو میں تمہیں دے چکا۔ میں تم سے راضی ہو گیا اس کے سوا بھی تم جو چاہو گے پاؤ گے اور میرے پاس اور زیادہ ہے۔ پس یہ لوگ جمعہ کے خواہشمند رہیں گے کیوں کہ انہیں بہت سی نعمتیں اسی دن ملتی ہیں یہی دن ہے جس دن تمہارا رب عرش پر مستوی ہوا اسی دن حضرت آدم علیہ السلام پیدا کئے گئے اور اسی دن قیامت آئے گی۔“

اسی طرح اسے حضرت امام شافعی رحمہ اللہ نے کتاب الام کی کتاب الجمعہ میں بھی وارد کیا ہے۔ امام ابن جریر رحمہ اللہ نے اس

① ترمذی، کتاب صفة الجنة، باب ما جاء فی ادنی اهل الجنة من الکرامة، ۲۵۶۳ وسنده حسن؛ احمد، ۹/۳ دارمی،

۳۳۷/۲؛ مسند ابی یعلیٰ، ۱۰۵۱؛ ابن حبان، ۷۴۰۴۔ ② ۱۰/ یونس: ۲۶۔

آیت کی تفسیر کے موقع پر ایک بہت بڑا اثر وارد کیا ہے جس میں بہت سی باتیں غریب ہیں۔ مسند احمد میں ہے ”حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں جنتی (۷۰) ستر سال تک ایک ہی طرف متوجہ بیٹھا رہے گا پھر ایک حور آئے گی جو اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر اسے اپنی طرف متوجہ کرے گی وہ اتنی خوبصورت ہوگی کہ اس کے رخسار میں اسے اپنی شکل اس طرح نظر آئے گی جیسے آبدار آئینے میں، وہ جو زیورات پہنے ہوئے ہوگی ان میں کا ایک ایک ادنیٰ موتی ایسا ہوگا کہ اس کی جوت سے ساری دنیا منور ہو جائے۔ وہ سلام کرے گی یہ جواب دے کر پوچھے گا تم کون ہو؟ وہ کہے گی میں ہوں جسے قرآن میں مزید کہا گیا تھا اس پر ستر حلقے ہوں گے، لیکن تاہم اس کی خوبصورتی اور چمک دمک اور صفائی کی وجہ سے باہر ہی سے اس کی پنڈلی کا گودا نظر آئے گا۔ اس کے سر پر جزاؤ تاج ہوگا جس کا ادنیٰ موتی مشرق و مغرب کو روشن کر دینے کے لئے کافی ہے۔“ ①

چھ دن میں آسمان وزمین بنائے گئے: [آیت: ۳۶-۴۰] ارشاد ہوتا ہے کہ یہ کفار تو ہیں کیا چیز؟ ان سے بہت زیادہ قوت و طاقت اور اسباب و تعداد والے لوگوں کو اسی جرم پر ہم نہ وبالا کر چکے ہیں جنہوں نے شہروں میں اپنی یادگاریں چھوڑی ہیں زمین میں خوب فساد کیا تھا لمبے لمبے سفر کرتے تھے ہمارے عذاب دیکھ کر بچنے کی جگہ تلاش کرنے لگے مگر یہ کوشش بالکل بے سود تھی خدا کی قضاء و قدر اور اس کی پکڑ دھکڑ سے کون بچ سکتا تھا؟ پس تم بھی یاد رکھو کہ جس وقت میرا عذاب آگیا بغلیں جھانکتے رہ جاؤ گے اور بھوسی کی طرح اڑا دیے جاؤ گے۔ ہر عقلمند کے لئے اس میں کافی عبرت ہے اگر کوئی ایسا بھی ہو جو سمجھداری کے ساتھ کان لگائے وہ بھی اس میں بہت کچھ پا سکتا ہے، یعنی دل کو حاضر کر کے کانوں سے سنے۔ پھر اللہ سبحانہ و تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس نے آسمانوں کو زمینوں کو اور ان کے درمیان کی چیزوں کو چھ روز میں پیدا کر دیا اور وہ تھا کہ انہیں۔ اس میں بھی موت کے بعد کی زندگی پر اللہ تعالیٰ کے قادر ہونے کا ثبوت ہے کہ جو ایسی بڑی مخلوق کو اولاً پیدا کر چکا ہے اس پر مردوں کو جلا نا کیا بھاری ہے؟ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے کہ ملعون یہود کہتے تھے کہ چھ دن میں مخلوق کو رچا کر خالق نے ساتویں روز آرام کیا اور یہ دن ہفتہ کا دن تھا۔ اس کا نام ہی انھوں نے یوم المراحہ رکھ چھوڑا تھا۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کے اس وہابی خیال کی تردید کی کہ ہمیں تھکن ہی نہ تھی آرام کیسا؟ ② جیسے اور آیت میں ہے ﴿وَلَمْ يَغْنَىٰ بِخَلْقِهِمْ﴾ ③ یعنی کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ اللہ وہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور ان کی پیدائش سے نہ تھا کیا وہ مردوں کے جلانے پر قادر نہیں؟ ہاں کیوں نہیں وہ تو ہر چیز پر قادر ہے۔ اور آیت میں ہے ﴿لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ﴾ ④ الخ البتہ آسمان وزمین کی پیدائش لوگوں کی پیدائش سے بہت بڑی ہے اور آیت میں ہے ﴿ءَاَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمِ السَّمٰوٰتُ بَنٰهَا﴾ ⑤ کیا تمہاری پیدائش زیادہ مشکل ہے یا آسمان کی اسے اللہ تعالیٰ نے بنایا ہے۔

پھر فرمان ہوتا ہے کہ یہ جھٹلانے اور انکار کرنے والے جو سناتے ہیں اسے جبر سے سنتے رہو اور انہیں مہلت دو ان کو چھوڑ دو اور سورج نکلنے سے پہلے اور ڈوبنے سے پہلے اور رات کو پاکی اور تعریف کیا کرو۔ معراج سے پہلے صبح کی اور عصر کی نماز فرض تھی۔ اور رات کی تہجد آپ پر اور آپ کی امت پر ایک سال تک واجب رہی اس کے بعد آپ کی امت سے اس کا وجوب منسوخ ہو گیا۔ اس کے بعد معراج والی رات پانچ نمازیں فرض ہوئیں جن میں فجر اور عصر کی نمازیں جوں کی توں رہیں۔ پس سورج نکلنے سے پہلے اور ڈوبنے سے پہلے سے مراد فجر کی اور عصر کی نماز ہے۔ مسند احمد میں ہے ”ہم حضور ﷺ کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے آپ نے =

① احمد، ۷۵/۳ و سندہ ضعیف۔

② الطبری، ۲۲/۳۷۶۔ ③ ۴۶/ الاحقاف: ۳۳۔

④ ۴۰/ المؤمن: ۵۷۔ ⑤ ۷۹/ النازعات: ۲۷۔

وَأَسْمِعْ يَوْمَ يُنَادِ الْمُنَادِ مِنْ مَّكَانٍ قَرِيبٍ ۖ يَوْمَ يَسْمَعُونَ الصَّيْعَةَ بِالْحَقِّ ۚ
 ذَٰلِكَ يَوْمُ الْخُرُوجِ ۚ إِنَّا نَحْنُ نُحْيِي وَنُمِيتُ ۚ وَالْيَنَّا الْمَصِيرُ ۚ يَوْمَ تَشَقُّقُ
 الْأَرْضُ عَنْهُمْ سِرَاعًا ۚ ذَٰلِكَ حَشْرٌ عَلَيْنَا يَسِيرٌ ۚ نَحْنُ أَعْلَمُ بِمَا يَقُولُونَ
 وَمَا أَنْتَ عَلَيْهِمْ بِجَبَّارٍ ۚ فَذَكِّرْ بِالْقُرْآنِ مَنْ يَخَافُ وَعِيدَ ۚ

۱۴۷

ترجمہ: اور سن رکھ کہ جس دن ایک پکارنے والا قریب ہی کی جگہ سے پکارے گا۔ [۳۱] جس روز اس تند و تیز چیخ کو یقین کے ساتھ سن لیں گے یہ دن ہوگا نکلنے کا۔ [۳۲] ہم ہی جلاتے ہیں اور ہم ہی مارتے ہیں اور ہماری ہی طرف لوٹ پھر کر آنا ہے۔ [۳۳] جس دن زمین پھٹ جائے گی اور یہ دوڑتے ہوئے کس پڑیں گے۔ یہ جمع کر لینا ہم پر بہت ہی آسان ہے۔ [۳۴] یہ جو کچھ کہہ رہے ہیں ہم بخوبی جانتے ہیں تو ان پر جبر کرنے والا نہیں تو تو قرآن کے ساتھ انہیں سمجھا تا رہ جو میرے ڈراوے کے وعدوں سے ڈرتے ہیں۔ [۳۵]

= چودھویں رات کے چاند کو دیکھا اور فرمایا تم اپنے رب کے سامنے پیش کئے جاؤ گے اور اسے اس طرح دیکھو گے جیسے اس چاند کو دیکھ رہے ہو۔ جس کے دیکھنے میں کوئی دھکا پہلی نہیں پس اگر تم سے ہو سکے تو خبردار سورج نکلنے سے پہلے کی اور سورج ڈوبنے سے پہلے کی نماز میں مغلوب نہ ہو جایا کرو پھر آیت ﴿وَسَيَسْجُدُ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوبِ﴾ پڑھی۔ "یہ حدیث بخاری و مسلم میں بھی ہے۔ ① رات کو بھی اس کی تسبیح بیان کر یعنی نماز پڑھ جیسے فرمایا ﴿وَمِنَ اللَّيْلِ فَسَبِّحْهُ﴾ ② یعنی رات کو تہجد کی نماز پڑھا کر یہ زیادتی خاص تیرے لئے ہی ہے۔ تجھے تیرا رب مقام محمود میں کھڑا کرنے والا ہے۔ سجدوں کے پیچھے سے مراد بقول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نماز کے بعد اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرنا ہے۔ ③ بخاری و مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ "رسول اللہ ﷺ کے پاس مغلل مہاجر آئے اور کہا یا رسول اللہ! مال دار لوگ بلند درجے اور بھیک دالی نعمتیں حاصل کر چکے۔ آپ نے فرمایا یہ کیسے؟ جواب دیا کہ ہماری طرح نماز روزہ تو وہ بھی کرتے ہیں لیکن وہ صدقہ دیتے ہیں جو ہم نہیں دے سکتے وہ غلام آزاد کرتے ہیں جو ہم نہیں کر سکتے۔ آپ نے فرمایا آؤ میں تمہیں ایک ایسا عمل بتاؤں کہ جب تم اسے کرو تو سب سے آگے نکل جاؤ اور تم سے افضل کوئی نہ نکلے، لیکن جو اس عمل کو کرے۔ تم ہر نماز کے بعد تینتیس تینتیس مرتبہ سبحان اللہ الحمد للہ اللہ اکبر پڑھ لیا کرو۔ وہ پھر آئے اور کہا یا رسول اللہ! ہمارے مالدار بھائیوں نے بھی آپ کی اس حدیث کو سنا اور وہ بھی اس عمل کو کرنے لگے۔ آپ نے فرمایا پھر یہ تو اللہ کا فضل ہے جسے چاہے دے۔" ④ دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد مغرب کے بعد کی دو رکعتیں ہیں۔ حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت حسنؓ، حضرت علیؓ، حضرت ابن عباسؓ، حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت ابوامامہؓ کا یہی فرمان ہے اور یہی قول ہے حضرت مجاہدؓ، حضرت عکرمہؓ، حضرت شعبیؓ، حضرت نخعیؓ، حضرت قتادہؓ، حضرت سلمہؓ وغیرہ کا۔ مسند احمد میں ہے حضور ﷺ ہر فرض نماز کے بعد دو رکعتیں پڑھا کرتے تھے۔ بجز فجر اور عصر کی نماز کے۔ عبدالرحمنؓ فرماتے ہیں ہر نماز کے پیچھے۔ ⑤ ابن ابی حاتم میں حضرت ابن

① احمد، ۴/ ۳۶۵؛ صحیح بخاری، کتاب مواقیب الصلاة، باب فضل صلاة العصر، ۵۵۴؛ صحیح مسلم، ۶۳۳۔

② ۱۷/ بنی اسرائیل: ۷۹۔ ③ الطبری، ۲۲/ ۳۸۱۔ ④ صحیح بخاری، کتاب الاذان، باب الذکر بعد الصلاة،

۸۴۳؛ صحیح مسلم، کتاب المساجد، باب استحباب الذکر بعد الصلاة، ۵۹۵۔ ⑤ ابو داؤد، کتاب التطوع، باب من

رخص فیہما اذا كانت الشمس مرتفعة، ۱۲۷۵ وسندہ ضعیف ابواسحاق مدلس ہے اور تخریج باسما ع ثابت نہیں۔ احمد، ۱/ ۱۲۴۔

عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ”میں نے ایک رات رسول اللہ ﷺ کے ہاں گزاری آپ نے فجر کے فرضوں سے پہلے دو ہلکی رکعتیں ادا کیں پھر گھر سے نماز کے لئے نکلے اور فرمایا اے ابن عباس رضی اللہ عنہما فجر کے پہلے کی دو رکعتیں ﴿اَذْبَارَ النُّجُومِ﴾ ہیں اور مغرب کے بعد کی دو رکعتیں ﴿اَذْبَارَ السُّجُودِ﴾ ہیں۔“ ① یہی اسی رات کا ذکر ہے جس رات حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے تہجد کی نماز کی تیرہ رکعتیں آپ کی اقتدا میں ادا کی تھیں اور یہ رات آپ کی خالہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی باری کی تھی۔ لیکن اوپر جو بیان ہوا یہ حدیث ترمذی میں بھی ہے اور امام ترمذی رحمہ اللہ اسے غریب بتلاتے ہیں۔ ہاں اصل حدیث تہجد کی تو بخاری و مسلم میں ہے۔ ② ممکن ہے کہ پچھلا کلام حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا اپنا ہوؤ اللہ اعلم۔

اللہ کے ایک حکم سے قیامت آجائے گی: [آیت: ۳۱-۳۵] حضرت کعب احبار رحمہ اللہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ ایک فرشتے کو حکم دے گا کہ بیت المقدس کے پتھر پر کھڑے ہو کر آواز لگائے کہ اے سڑی گلی ہڈیو! اور اے جسم کے متفرق اجزا! اللہ تمہیں جمع ہو جانے کا حکم دیتا ہے تاکہ تمہارے درمیان فیصلہ کر دے۔ پس مراد اس سے یہ ہے کہ اس شک شبہ اور اختلاف کو مٹا دے گا جو اس سے پہلے تھا یہ قبروں سے نکل کھڑے ہونے کا دن ہوگا۔ ابتداء پیدا کرنا پھر لوٹنا اور تمام مخلوق کو ایک جگہ لوٹانا یہ ہمارے ہی بس کی بات ہے۔ اس وقت ہر ایک کو اس کے عمل کا بدلہ ہم دیں گے۔ تمام بھلائی برائی کا عوض ہر شخص پالے گا زمین پھٹ جائے گی اور سب جلدی جلدی اٹھ کھڑے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ آسمان سے بارش برسائے گا جس سے مخلوقات کے بدن اگنے لگیں گے جس طرح کچھڑ میں پڑا ہوا دانہ بارش سے اگ جاتا ہے جب جسم کی پوری نشوونما ہو جائیگی تو اللہ حضرت اسرافیل علیہ السلام کو صور پھونکنے کا حکم دے گا۔ تمام روحیں صور کے سوراخ میں ہوں گی ان کے صور پھونکتے ہی روحیں آسمان وزمین کے درمیان پھرنے لگ جائیں گی اس وقت اللہ تعالیٰ فرمائے گا میرے عزت و جلال کی قسم ہے ہر روح اپنے اپنے جسم میں چلی جائے جسے اس نے دنیا میں آباد کر رکھا تھا پس ہر روح اپنے اپنے اصلی جسم میں جا ملے گی اور جس طرح زہریلے جانور کا اثر چوپائے کے رگ و ریشہ میں بہت جلد پہنچ جاتا ہے اسی طرح اس جسم کے رگ و ریشہ میں فوراً روح دوڑ جائے گی اور ساری مخلوق اللہ کے فرمان کے ماتحت دوڑتی ہوئی جلد از جلد میدانِ محشر میں حاضر ہو جائے گی یہ وقت ہوگا جو کافروں پر بہت ہی سخت ہوگا۔ فرمان باری ہے ﴿يَوْمَ يَدْعُوكُمْ فَتَسْتَجِيبُونَ بِحَمْدِهِ﴾ ③ یعنی جس دن وہ تمہیں پکارے گا تم اس کی تعریفیں کرتے جواب دو گے اور سمجھتے ہو گے کہ تم بہت ہی کم ٹھہرے۔ صحیح مسلم میں ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں ”سب سے پہلے میری قبر کی زمین شق ہوگی۔“ ④ فرماتا ہے کہ یہ دوبارہ کھڑا کرنا ہم پر بہت ہی سہل اور بالکل آسان ہے جیسے اللہ جل جلالہ نے فرمایا ﴿وَمَا أَمْرُنَا إِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍ بَالْبُصَرِ﴾ ⑤ یعنی ہمارا حکم اس طرح یکبارگی ہو جائے گا جیسے آنکھ کا جھپکنا اور آیت میں ہے ﴿مَا خَلَقْنَاكُمْ وَلَا بَعَثْنَاكُمْ إِلَّا كَفْئِيسٍ وَاحِدَةٍ﴾ ⑥ الخ یعنی تم سب کا پیدا کرنا اور پھر مارنے کے بعد جلا دینا ایسا ہی ہے جیسے ایک شخص کا اللہ تعالیٰ سننے والا دیکھنے والا ہے۔ پھر جناب باری کا ارشاد ہوتا ہے کہ اے نبی یہ جو کچھ کہہ رہے ہیں ہمارے علم سے باہر نہیں تو اسے اہمیت نہ دے ہم خود منٹ لیں گے جیسے اور جگہ ہے ﴿وَلَقَدْ نَعْلَمُ أَنَّكَ يَضِيقُ

① ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورة الطور ۳۲۷۵ وسندہ ضعیف اس کی سند میں رشید بن کریم ضعیف راوی ہے (المیزان: ۵۱/۲، رقم: ۲۷۸۱)

② صحیح بخاری، کتاب العمل فی الصلاة، باب استعانة اليد فی الصلاة..... ۱۱۹۸؛ صحیح مسلم، ۷۶۳۔

③ ۱۷/ بنی اسرائیل: ۵۲۔ ④ صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب تفضیل نبینا ﷺ علی جمیع الخلاق، ۲۲۷۸۔

⑤ ۵۴/ القمر: ۵۰۔ ⑥ ۳۱/ لقمان: ۲۸۔

صَدْرُكَ بِمَا يَقُولُونَ ۝ ﴿۱﴾ الخ واقعی ہمیں معلوم ہے کہ یہ لوگ جو باتیں بتاتے ہیں اس سے آپ تنگ دل ہوتے ہیں سو اس کا علاج یہ ہے کہ آپ اپنے پروردگار کی پاکی اور تعریف کرتے رہئے اور نمازیوں میں رہئے اور موت آ جانے تک اپنے رب کی عبادت میں لگے رہیے۔ پھر فرماتا ہے تو انہیں ہدایت پر جبراً نہیں لاسکتا نہ ہم نے تجھے اس کی تکلیف دی ہے۔ یہ بھی معنی ہیں کہ ان پر جبر نہ کرو بلکہ پہلا قول اولیٰ ہے کیونکہ الفاظ میں یہ نہیں کہ تم ان پر جبر نہ کرو بلکہ یہ ہے کہ تم ان پر جبر نہیں ہو یعنی آپ مبلغ ہیں تبلیغ کر کے اپنے فریضے سے سبکدوش ہو جائیے جَبَّوْاْ معنی میں اَجَبُوْا کے بھی آتا ہے۔ آپ نصیحت کرتے رہئے جس کے دل میں خوف الہی ہے جو اس کے عذابوں سے ڈرتا ہے اور اس کی رحمتوں کا امیدوار ہے وہ ضرور اس تبلیغ سے نفع اٹھائے گا اور راہِ راست پر آ جائے گا۔ جیسے فرمایا ہے ﴿لَإِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلَاغُ وَعَلَيْنَا الْحِسَابُ﴾ ﴿۲﴾ یعنی تجھ پر صرف پہنچا دینا ہے اور حساب تو ہمارے ذمے ہے۔ اور آیت میں ہے ﴿لَذِكْرُ إِنْشَاءِ الْمُذْكَرِ ۝ لَسْتُ عَلَيْهِمْ بِمُصَيِّرٍ ۝﴾ ﴿۳﴾ تو صرف نصیحت کرنے والا ہے کچھ ان پر داروغہ نہیں۔ اور جگہ ہے تجھ پر ان کی ہدایت نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ جسے چاہے ہدایت کرتا ہے۔ اور جگہ ہے ﴿أَنْتَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ﴾ ﴿۴﴾ الخ تم جسے چاہو ہدایت نہیں دے سکتے بلکہ اللہ تعالیٰ جسے چاہے راہِ راست پر لاکھڑا کرتا ہے۔ اسی مضمون کو یہاں بھی بیان فرمایا ہے۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ اس آیت کو سن کر یہ دعا کرتے (اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا مِمَّنْ يَتَخَافُ وَرِعْدَكَ وَيَرْجُوْا مَوْعِدَكَ يَا بَارُّ يَا رَحِيْمٌ) یعنی اے اللہ! تو ہمیں ان میں سے کر جو تیری سزاؤں کے ڈراوے سے ڈرتے ہیں اور تیری نعمتوں کی امید لگائے ہوئے ہیں اے بہت زیادہ احسان کرنے والے اور اے بہت زیادہ رحم کرنے والے۔

سورہ ق کی تفسیر ختم ہوئی وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَحْدَهُ وَحَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ۔



تفسیر سورہ ذاریات

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَالذَّرِیَّتِ ذُرَّوًّا ۝۱۱ فَالْحَمِلَتِ وِقْرًا ۝۱۲ فَالْجَرِیْتُ یُسْرًا ۝۱۳ فَالْمَقْسَمِیْتُ أَمْرًا ۝۱۴ إِنَّمَا

تُوْعَدُونَ لَصَادِقٌ ۝۱۵ وَإِنَّ الدِّیْنَ لَوَاقِعٌ ۝۱۶ وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الْحُبُكِ ۝۱۷ إِنَّكُمْ

لَفِی قَوْلٍ مُّخْتَلِفٍ ۝۱۸ یُؤْفِكُ عَنْهُ مَنْ أُوْفِكَ ۝۱۹ قَتِلَ الْخَرِصُونَ ۝۲۰ الَّذِیْنَ هُمْ

فِی غَمْرَةٍ سَاهُونَ ۝۲۱ یَسْأَلُونَ أَیَّانَ یَوْمُ الدِّیْنِ ۝۲۲ یَوْمَ هُمْ عَلَى النَّارِ

یَفْتَنُونَ ۝۲۳ ذُوقُوا فِتْنَتَكُمْ ۝۲۴ هَذَا الَّذِی كُنْتُمْ بِهِ تَسْتَعْجِلُونَ ۝۲۵

ترجمہ: مہربان اور کرم فرما معبود برحق کے نام سے شروع

قسم ہے بکھیرنے والیوں کی اڑا کر۔ [۱] پھر اٹھانے والیاں بوجھ کو [۲] پھر چلنے والیاں نرمی سے۔ [۳] پھر کام کو تقسیم کرنے والیاں۔ [۴] یقین مانو کہ تم سے جو وعدے کئے جاتے ہیں سب سچے ہیں۔ [۵] اور بیشک انصاف ہونیوالا ہی ہے۔ [۶] قسم ہے راہوں والے آسمان کی۔ [۷] یقیناً تم مختلف بات میں پڑے ہوئے ہو۔ [۸] اس سے وہی باز رکھا جاتا ہے جو پھیر دیا گیا ہو۔ [۹] بے سند باتیں بنانے والے غارت کر دیئے گئے [۱۰] جو غفلت میں ہیں اور بھولے ہوئے ہیں۔ [۱۱] پوچھتے ہیں کہ یوم جزا کب ہوگا؟ [۱۲] ہاں یہ وہ دن ہے کہ یہ آگ پر اٹے سیدھے پڑیں گے۔ [۱۳] اپنی سزا کا مزہ چکھو یہی ہے جس کی تم جلدی مچا رہے تھے۔ [۱۴]

سورۃ الذاریات کی ابتدائی آیات کی خوبصورت تشریح: [آیت: ۱۳-۱۴] خلیفۃ المسلمین حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فہ کے منبر پر چڑھ کر ایک مرتبہ فرمانے لگے کہ قرآن کریم کی جس آیت کی بابت اور جس سنت رسول ﷺ کی بابت تم سوال کرنا چاہتے ہو کرلو۔ اس پر ابن الکواء نے کھڑے ہو کر پوچھا کہ ذاریات سے کیا مراد ہے؟ فرمایا ہوا۔ پوچھا حالات سے؟ فرمایا ابر۔ کہا جاریات سے؟ فرمایا کشتیاں۔ کہا مقسمات سے؟ فرمایا فرشتے۔ ① اس بارے میں ایک مرفوع حدیث بھی آئی ہے۔ بزار میں ہے صلیح تميمی امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہا بتلاؤ ذاریات سے کیا مراد ہے؟ فرمایا ہوا اور اسے میں نے اگر رسول اللہ ﷺ سے سنا ہوا نہ ہوتا تو میں کبھی نہ کہتا۔ پوچھا مقسمات؟ فرمایا فرشتے اور اسے بھی میں نے حضور ﷺ سے سن رکھا ہے۔ پوچھا جاریات سے کیا مطلب ہے؟ فرمایا کشتیاں یہ بھی اگر میں نے رسول اللہ ﷺ سے نہ سنا ہوتا تو تجھ سے نہ کہتا۔ پھر حکم دیا کہ اسے سو کوڑے لگائے جائیں۔ چنانچہ اسے درے مارے گئے اور ایک مکان میں رکھا گیا جب زخم اچھے ہو گئے تو بلوا کر پھر سو کوڑے پٹوائے اور سوار کرا کر حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو لکھ بھیجا کہ یہ کسی مجلس میں نہ بیٹھنے پائے۔ کچھ دنوں بعد یہ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور بڑی سخت تائیدی قسمیں کھا کر انہیں یقین دلایا کہ اب میرے خیالات کی پوری اصلاح ہو چکی ہے اب میرے دل میں وہ بدعتیہ کی نہیں

رہی جو پہلے تھی۔ چنانچہ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے جناب امیر المؤمنین کی خدمت میں اس کی اطلاع دی اور ساتھ ہی یہ بھی لکھا کہ میرا خیال ہے کہ اب وہ واقعی ٹھیک ہو گیا ہے۔ اس کے جواب میں دربار خلافت سے فرمان پہنچا کہ پھر انہیں مجلس میں بیٹھنے کی اجازت دے دی جائے۔ امام ابو بکر بزار رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس کے دورانیوں میں کلام ہے پس یہ حدیث ضعیف ہے۔ ٹھیک بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ یہ حدیث بھی موقوف ہے یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اپنا فرمان ہے مرفوع حدیث نہیں۔ امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ نے جو اسے پٹوایا تھا اس کی وجہ یہ تھی کہ اس کی بدعتیگی آپ پر ظاہر ہو چکی تھی اور اس کے یہ سوالات از روئے انکار اور مخالفت کے تھے، وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ صلیح کے باپ کا نام غسل تھا اور اس کا یہ قصہ مشہور ہے جسے پورا پورا حافظ ابن عساکر رحمہ اللہ لائے ہیں۔ یہی تفسیر حضرت ابن عباسؓ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، حضرت مجاہد، حضرت سعید بن جبیر، حضرت حسن، حضرت قتادہ حضرت سدی رحمہ اللہ وغیرہ سے مروی ہے۔ امام ابن جریر رحمہ اللہ اور امام ابن ابی حاتم نے تو ان آیتوں کی تفسیر میں کوئی قول وارد ہی نہیں کیا۔ حاملات سے مراد ابرہہؓ ہونے کا محاورہ اس شعر سے بھی پایا جاتا ہے وَأَسْلَمْتُ نَفْسِي لِمَنْ أَسْلَمْتُ لَهُ الْمُنْزَنُ تَحْمِلُ عَذَابًا زَلَالًا یعنی میں اپنے تئیں اس رب تعالیٰ کا تابع فرما کر رہا ہوں جس کے تابع فرمان وہ بادل ہیں جو صاف شفاف بیٹھے اور ہلکے پانی کو اٹھا کر لے جاتے ہیں، ﴿جَارِيَاتٍ﴾ سے مراد بعض نے ستارے لئے ہیں جو آسمان پر چلتے پھرتے رہتے ہیں۔ یہ معنی لینے میں اوئی سے اعلیٰ کی طرف ترقی ہوگی اولاد ہوا پھر بادل پھر ستارے پھر فرشتے جو کبھی اللہ کا حکم لے کر اترتے ہیں، کبھی کوئی سپرد کردہ کام بجالانے کے لئے تشریف لاتے ہیں چونکہ یہ سب قسمیں اس بات پر ہیں کہ قیامت ضرور آئی ہے اور لوگ دوبارہ زندہ کئے جائیں گے اس لئے ان کے بعد ہی فرمایا کہ تمہیں جو وعدہ دیا جاتا ہے وہ سچا ہے اور حساب کتاب جزا سزا ضرور واقع ہونے والی ہے۔ پھر آسمان کی قسم کھائی جو خوبصورتی رونق، حسن اور برابری والا ہے۔ بہت سے سلف نے یہی معنی ﴿حُبْكُ﴾ کے بیان کئے ہیں۔ ①

حضرت ضحاک رحمہ اللہ وغیرہ فرماتے ہیں کہ پانی کی موجیں اور ریت کے ذرے اور کھیتوں کے پتے ہوا کے زور سے جب لہراتے ہیں اور پر شکن لہریں دار ہو جاتے ہیں اور گویا ان میں راستے پڑ جاتے ہیں اسی کو جبک کہتے ہیں۔ ابن جریر رحمہ اللہ کی ایک حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ”تمہارے پیچھے کذاب بہکانے والا ہے اس کے سر کے بال پیچھے کی طرف سے جبک جبک ہیں یعنی گھونگر والے ہیں۔“ ابوصالح رحمہ اللہ فرماتے ہیں جبک سے مراد شدت والا۔ نصیف کہتے ہیں مراد خوش منظر ہے۔ حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس کی خوبصورتی اس کے ستارے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ”اس سے مراد آسمان آسمان ہے۔“ ممکن ہے آپ کا مطلب یہ ہو کہ قائم رہنے والے ستارے اس آسمان میں ہیں۔ اکثر علمائے بیت کا بیان ہے کہ یہ آٹھویں آسمان میں ہیں جو ساتویں کے اوپر ہے وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ ان تمام اقوال کا ماحصل ایک ہی ہے یعنی حسن و رونق والا آسمان اس کی بلندی اس کی صفائی اس کی پاکیزگی اس کی بناوٹ کی عمدگی اس کی مضبوطی اس کی چوڑائی اور کشادگی اس کا ستاروں سے جنگ گنا جن میں سے بعض چلتے پھرتے رہتے ہیں اور بعض ٹھہرے ہوئے ہیں ان کا سورج اور چاند جیسے سیاروں سے مزین ہونا یہ سب اس کی خوبصورتی اور عمدگی کی چیزیں ہیں۔ پھر فرماتا ہے اسے مشرک و تمائم اپنے اقوال میں مختلف اور مضطرب ہونے کی صحیح نتیجے پر اب تک خود اپنے طور پر کبھی نہیں پہنچے ہو کسی رائے پر تمہارا اجتماع نہیں۔ حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ان میں سے بعض تو قرآن کو سچا جانتے تھے بعض اس کی تکذیب کرتے تھے۔ پھر فرماتا ہے یہ حالت اسی کی ہوتی ہے جو خود گمراہ ہو وہ اپنے ایسے باطل اقوال کی وجہ سے بہک اور بھٹک جاتا =

إِنَّ السَّاقِينَ فِي جَذَّتٍ وَعُيُونٍ ۝ اخْذِينَ مَا آتَاهُمْ رَبُّهُمْ ۖ إِنَّهُمْ كَانُوا قَبْلَ
ذَلِكَ مُخْسِنِينَ ۖ كَانُوا قَلِيلًا مِّنَ الْبَلِّ مَا يَهْجَعُونَ ۖ وَإِلَّا سَكَرَ هُمْ
يَسْتَغْفِرُونَ ۖ وَفِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّائِلِ وَالْمَحْرُومِ ۖ وَفِي الْأَرْضِ آيَاتٌ
لِّلْمُؤْمِنِينَ ۖ وَفِي أَنْفُسِكُمْ أَفَلَا تُبْصِرُونَ ۖ وَفِي السَّمَاءِ رِزْقُكُمْ وَمَا
تُوعَدُونَ ۖ فَوَرَبِّ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ إِنَّهُ لَحَقٌّ مِّثْلَ مَا أَنتُمْ تَنْطِقُونَ ۖ

ترجمہ: بیشک تقویٰ والے لوگ بہشتوں میں اور چشموں میں ہوں گے۔ [۱۵] ان کے رب نے جو کچھ انہیں عطا فرمایا ہے اسے لے رہے
ہوں گے وہ تو اس سے پہلے ہی نیک کار تھے [۱۶] وہ رات کو بہت کم سویا کرتے تھے۔ [۱۷] اور آخری رات میں استغفار کیا کرتے تھے۔ [۱۸]
اور ان کے مال میں مانگنے والوں کا اور سوال سے بچنے والوں کا حق تھا [۱۹] یقین والوں کے لیے تو زمین میں بہت ہی نشانیاں ہیں۔ [۲۰]
اور خود تمہاری ذات میں بھی تو کیا تم دیکھتے نہیں ہو [۲۱] اور تمہاری روزی اور جو تم سے وعدہ کیا جاتا ہے [۲۲] سب آسمان میں ہے آسمان و
زمین کے پروردگار کی قسم کہ یہ بالکل برحق ہے ایسا ہی جیسے کہ تم باتیں کرتے ہو۔ [۲۳]

== ہے صحیح سمجھ اور سچا علم اس سے فوت ہو جاتا ہے جیسے اور آیت میں ہے ﴿لَا تَنْكُمُ وَمَا تَعْبُدُونَ ۖ مَا أَنْتُمْ عَلَيْهِ بِفَاتِنِينَ ۖ إِلَّا
مَنْ هُوَ صَالٍ الْجَحِيمِ ۖ﴾ ❶ یعنی تم لوگ مع اپنے معبودان باطل کے بجز جہنمی لوگوں کے اور کو بہکا نہیں سکتے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما
اور سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس سے گمراہ وہی ہوتا ہے جو خود بہکا ہوا ہو۔

حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس سے دور وہی ہوتا ہے جو بھلائیوں سے دور ڈال دیا گیا ہے۔ حضرت امام حسن بصری رحمہ اللہ
فرماتے ہیں قرآن سے وہی ہٹتا ہے جو اسے پہلے ہی سے جھٹلانے پر کمر کس لے۔ پھر فرماتا ہے کہ بے سند باتیں کہنے والے ہلاک
ہوں یعنی جھوٹی باتیں بنانے والے جنہیں یقین نہ تھا جو کہتے تھے کہ ہم اٹھائے نہیں جائیں گے۔ ❷ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے
ہیں یعنی شک کرنے والے ملعون ہیں۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ بھی اپنے خطبے میں یہی فرماتے تھے یہ دھوکے والے اور بدگمان لوگ ہیں۔
پھر فرمایا کہ لوگ اپنے کفر و شک میں غافل اور بے پرواہ ہیں۔ یہ لوگ از روئے انکار پوچھتے ہیں کہ جزا کا دن کب آئے گا؟ اللہ فرماتا
ہے اس دن تو یہ آگ میں تپائے جائیں گے جس طرح سونا تپایا جاتا ہے۔ یہ اس میں جلیں گے اور ان سے کہا جائے گا کہ چلنے کا مزہ
پکھواپنے کر توت کے بدلے برداشت کرو۔ پھر ان کی اور زیادہ حقارت کے لئے ان سے بطور ڈانٹ ڈپٹ کے کہا جائے گا یہی
جس کی جلدی چار ہے تھے کہ کب آئیگا واللہ اعلم۔

قیام اللیل اور سحری کی فضیلت: [آیت: ۱۵-۲۳] پرہیزگار خدا ترس لوگوں کا انجام بیان ہو رہا ہے کہ یہ قیامت کے دن جنتوں میں
اور نہروں میں ہوں گے بخلاف ان بد کرداروں کے جو عذاب و سزا میں طوق و زنجیر میں سختی اور مار پیٹ میں ہوں گے جو فرائض اللہ
تعالیٰ کے ان کے پاس آئے تھے یہ ان کے عامل تھے اور ان سے پہلے بھی وہ اخلاص کے کام کرنے والے تھے لیکن اس تفسیر میں

ذرا تامل ہے، دو وجہ سے اول تو یہ کہ یہ تفسیر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی کہی جاتی ہے لیکن سند صحیح سے ان تک نہیں پہنچتی بلکہ اس کی یہ سند بالکل ضعیف ہے، دوسرے یہ کہ ﴿اِیْلٰہِیْنَ﴾ کا لفظ حال ہے اگلے جملے سے، تو یہ مطلب ہوا کہ متقی لوگ جنت میں اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتیں حاصل کر رہے ہوں گے۔ اس سے پہلے وہ بھلائی کے کام کرنے والے تھے یعنی دنیا میں جیسے اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے ان آیتوں میں فرمایا ﴿کُلُّوْا وَاَشْرَبُوْا هٰنِیْٓا۟ بِمَاۤ اَسْلَفْتُمْ فِی الْاٰیٰتِۙمُ الْخٰلِیَۃِۙ﴾ ① یعنی دار دنیا میں تم نے جو نیکیاں کی تھیں ان کے بدلے اب تم یہاں شوق سے سہتا بچتا کھاتے پیتے رہو۔ پھر اللہ تعالیٰ ان کے عمل کے اخلاص یعنی ان کے احسان کی تفصیل بیان فرما رہا ہے کہ یہ رات کو بہت کم سویا کرتے تھے۔ بعض مفسرین کہتے ہیں یہاں مآ نافیہ ہے تو بقول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ یہ مطلب ہوگا کہ ”ان پر کوئی ایسی رات نہ گزرتی تھی جس کا کچھ حصہ یاد الہی میں نہ گزارتے ہوں۔“ ② خواہ اول میں کچھ نوافل پڑھ لیں خواہ درمیان میں یعنی کچھ نہ کچھ کسی نہ کسی وقت نماز عموماً ہر رات پڑھ ہی لیا کرتے تھے، ساری رات سوتے سوتے نہیں گزارتے تھے۔

”حضرت ابو العالیہ رضی اللہ عنہ وغیرہ فرماتے ہیں ”یہ لوگ مغرب عشاء کے درمیان کچھ نوافل پڑھ لیا کرتے تھے۔“ ③ امام ابو جعفر باقر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ”مراد یہ ہے کہ عشاء کی نماز پڑھنے سے پہلے نہیں سوتے تھے۔“ بعض مفسرین کا قول ہے کہ ﴿مَا﴾ یہاں پر موصولہ ہے۔ یعنی ان کی نیند رات کی کم تھی کچھ سوتے تھے کچھ جاگتے تھے اور اگر دل لگ گیا تو صبح ہو جاتی تھی اور پھر پچھلی رات کو جناب باری میں گڑ گڑا کر توبہ استغفار کرتے تھے۔ ④ حضرت احف بن قیس رضی اللہ عنہ اس آیت کا یہ مطلب بیان کر کے پھر فرماتے تھے ”افسوس مجھ میں یہ بات نہیں۔ آپ کے شاگرد دخولہ حسن بصری رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ آپ اکثر فرمایا کرتے تھے جنتیوں کے جو اعمال اور جو صفات بیان ہوئے ہیں جب کبھی اپنے اعمال و صفات کو ان کے مقابلے میں رکھتا ہوں تو بہت کچھ فاصلہ پاتا ہوں لیکن الحمد للہ دوزخیوں کے عمل کے بالمقابل جب میں اپنے عمل کو لاتا ہوں تو میں دیکھتا ہوں کہ وہ لوگ تو بالکل ہی خیر سے خالی تھے وہ کتاب اللہ کے منکر وہ رسول اللہ کے منکر وہ موت کے بعد زندگی کے منکر پس ہماری حالت وہی ہے جو رب تعالیٰ نے اس قسم کے لوگوں کی جنتائی ہے ﴿خَلَقُوْا عَمَلًا صٰلِحًا وَّاٰخِرًا سَیِّئًا﴾ ⑤ یعنی نیکیاں بدیاں ملی جلی۔“ حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ سے قبیلہ بنو جمیم کے ایک شخص نے کہا اے ابوسلمہ یہ صفت تو ہم میں نہیں پائی جاتی کہ ہم رات کو بہت کم سوتے ہوں، ہم تو بہت کم وقت عبادت الہی میں گزارتے ہیں تو آپ نے فرمایا وہ شخص بھی بہت خوش نصیب ہے جو نیند آئے تو سو جائے اور جاگے تو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہے۔ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ”جب شروع شروع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو لوگ آپ کی زیارت کے لئے ٹوٹ پڑے میں اس مجمع میں تھا واللہ آپ کے مبارک چہرے پر نگاہ پڑتے ہی اتنا تو میں نے یقین کر لیا کہ یہ نورانی چہرہ کسی جھوٹے انسان کا نہیں ہو سکتا۔ سب سے پہلی بات جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی میرے کان میں پڑی یہ تھی کہ آپ نے فرمایا اے لوگو! کھانا کھلاتے رہو اور صلہ رحمی کرتے رہو اور سلام کیا کرو اور راتوں کو جب لوگ سوئے ہوئے ہوں تم نماز ادا کرو تو تم سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔“ ⑥ مسند احمد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ”جنت میں ایسے بالا خانے ہیں جن کے اندر کا حصہ باہر سے اور باہر کا حصہ اندر سے نظر آتا ہے یہ سن کر حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یا رسول اللہ! یہ کن کے لئے ہیں؟ فرمایا ان کے لئے جو نرم

① ۶۹/الحاقۃ: ۲۴۔ ② الطبری، ۲۲/۴۰۷۔ ③ ایضاً، ۲۲/۴۰۸۔

④ ایضاً، ۲۲/۳۰۹۔ ⑤ التوبة: ۱۰۲۔

⑥ ترمذی، کتاب صفة القيامة، باب حدیث..... افشوا السلام، ۲۴۸۵ وسندہ صحیح؛ ابن ماجہ، ۳۲۵۱؛ حاکم، ۱۳/۳۔

کلام کریں اور دوسروں کو کھلاتے چلاتے رہیں اور جب لوگ سوئے ہوئے ہوں یہ نمازیں پڑھتے رہیں۔“ ① حضرت زہری رحمہ اللہ اور حضرت حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ ”وہ رات کا اکثر حصہ تہجد گزاری میں نکالتے ہیں۔“ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مطلب یہ ہے کہ رات کا بہت کم حصہ وہ سوتے ہیں۔ حضرت ضحاک رحمہ اللہ ﴿کَانُوا قَلِيلًا﴾ کو اس سے پہلے کے جملے کے ساتھ ملاتے ہیں اور ﴿مِنَ اللَّيْلِ﴾ سے ابتدا بتلاتے ہیں لیکن اس قول میں بہت دوری اور تکلف ہے۔

پھر اللہ عز وجل ارشاد فرماتا ہے سحر کے وقت وہ استغفار کرتے ہیں۔ مجاہد وغیرہ فرماتے ہیں یعنی نماز پڑھتے ہیں اور مفسرین فرماتے ہیں راتوں کو قیام کرتے ہیں اور صبح ہونے کے وقت اپنے گناہوں کی معافی طلب کرتے ہیں جیسے اور جب فرمان باری ہے ﴿وَالْمُسْتَغْفِرِينَ بِالْأَسْحَارِ﴾ ② یعنی سحر کے وقت یہ لوگ استغفار کرنے لگ جاتے ہیں۔ اگر یہ استغفار نماز ہی میں ہو تو بھی بہت اچھا ہے۔ صحاح ستہ وغیرہ میں صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت کی کئی روایتوں سے ثابت ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”جب آخری تہائی رات باقی رہ جاتی ہے اس وقت اللہ تبارک و تعالیٰ ہر رات کو آسمان دنیا کی طرف اترتا ہے اور فرماتا ہے کوئی گنہگار ہے جو توبہ کرے اور میں اس کی توبہ قبول کروں کوئی استغفار کرنے والا ہے؟ جو استغفار کرے اور میں اسے بخشوں کوئی مانگنے والا ہے؟ جو مانگے اور میں اسے دوں۔ فجر کے طلوع ہونے تک یہی فرماتا ہے۔“ ③ اکثر مفسرین نے فرمایا ہے کہ نبی اللہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے لڑکوں سے جو فرمایا تھا کہ ﴿سَوْفَ أَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّي﴾ ④ میں اب عنقریب تمہارے لئے استغفار کروں گا تو انہوں نے استغفار کو وقت سحر تک کیلئے ملتوی کیا تھا۔

پھر ان کا یہ وصف بیان کیا جاتا ہے کہ جہاں یہ نمازی ہیں اور حق اللہ ادا کرتے ہیں وہاں لوگوں کے حق بھی نہیں بھولتے، زکوٰۃ دیتے ہیں، سلوک احسان اور صلہ رحمی کرتے ہیں۔ ان کے مال میں ایک مقررہ حصہ مانگنے والوں اور ان حقداروں کا ہے جو سوال سے بچتے ہیں۔ ابو داؤد وغیرہ میں ہے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ”سائل کا حق ہے گو وہ گھوڑے سوار ہو“ ⑤ محروم وہ ہے جس کا کوئی حصہ بیت المال میں نہ ہو خود اس کے پاس کوئی کام کاج نہ ہو صنعت و حرفت یاد نہ ہو۔ جس سے روزی کما سکے۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتیں ہیں ”اس سے مراد وہ لوگ ہیں کہ کچھ سلسلہ کمانے کا کر رکھا ہے لیکن اتنا نہیں پاتے کہ انہیں کافی ہو جائے۔“ حضرت ضحاک رحمہ اللہ فرماتے ہیں وہ شخص جو مالدار تھا لیکن مال اس کا تباہ ہو گیا۔ چنانچہ یمامہ میں جب پانی کی طغیانی آئی اور ایک شخص کا تمام مال اسباب بہا لے گئی تو ایک صحابی نے فرمایا یہ محروم ہے۔ اور بزرگ مفسرین فرماتے ہیں محروم سے مراد وہ شخص ہے جو باوجود حاجت کے کسی سے سوال نہیں کرتا۔ ⑥ ایک حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ”مسکین وہ نہیں جو چکر لگاتے رہتے ہیں اور جنہیں ایک دو لقمے یا ایک دو کھجوریں تم دے دیا کرتے ہو بلکہ حقیقتاً وہ لوگ مسکین ہیں جو اتنا نہیں پاتے کہ انہیں =

① احمد، ۱۷۳/۲، وهو حدیث حسن؛ حاکم، ۳۲۱/۱، وسندہ حسن؛ مجمع الزوائد، ۲/۲۵۴۔

② ۳/ آل عمران: ۱۷۔ ③ صحیح بخاری، کتاب التہجد، باب الدعاء والصلاة من آخر الليل، ۱۱۴۵، صحیح مسلم،

۷۵۸؛ ابو داؤد، ۱۳۱۵؛ ابن ماجہ، ۱۳۶۶؛ احمد، ۲/۲۶۷؛ ابن حبان، ۹۲۰۔

④ ۱۲/ یوسف: ۹۸۔ ⑤ ابو داؤد، کتاب الزکاة، باب حق السائل، ۱۶۶۵، وسندہ حسن؛ احمد، ۱/۲۰۱؛ ابن ابی

شیبہ، ۲/۱۸۶؛ مسند ابی یعلیٰ، ۲/۳۱۷؛ طبرانی، ۲۸۹۳۔

⑥ الطبری، ۲۲/۴۱۶۔

هَلْ أَتَكَ حَدِيثُ ضَيْفِ إِبْرَاهِيمَ الْمَكْرَمِينَ ۖ إِذْ دَخَلُوا عَلَيْهِ فَقَالُوا
 سَلَامًا ۖ قَالَ سَلَامٌ قَوْمٌ مُنْكَرُونَ ۖ فَرَاغَ إِلَىٰ أَهْلِهِ فَجَاءَ بِعَجَلٍ سَيِّئٍ ۖ
 فَقَرَّبَهُ إِلَيْهِمْ قَالَ أَلَا تَأْكُلُونَ ۖ فَأَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيفَةً ۖ قَالُوا لَا تَحْضُ
 وَبَشَرُوهُ بِغُلْمٍ عَلَيْهِمْ ۖ فَأَقْبَلَتْ امْرَأَتُهُ فِي صَرَّةٍ فَصَكَّتْ وَجْهَهَا وَقَالَتْ
 عَجُوزٌ عَقِيمٌ ۖ قَالُوا كَذَلِكَ ۖ قَالَ رَبُّكَ ۖ إِنَّهُ هُوَ الْحَكِيمُ الْعَلِيمُ ۖ

ترجمہ: کیا تجھے ابراہیم علیہ السلام کے معزز مہمانوں کی خبر بھی پہنچی ہے؟ [۲۳] وہ جب ان کے پاس آئے اور سلام کیا اور ابراہیم علیہ السلام نے جواب سلام دیا اور کہا یہ تو اجنبی لوگ ہیں۔ [۲۴] پھر چپ چاپ جلدی جلدی اپنے گھر والوں کی طرف گئے اور ایک فرہنگ پڑھنے کا گوشت لائے [۲۵] اور اسے ان کے پاس رکھا اور کہا آپ کھاتے کیوں نہیں۔ [۲۶] پھر تو دل ہی دل میں ان سے خوفزدہ ہو گئے۔ انھوں نے کہا آپ خوف نہ کیجئے۔ اور انھوں نے (حضرت) ابراہیم کو ایک دانا عالم لڑکے کے ہونے کی بشارت دی۔ [۲۸] پس ان کی بیوی نے حیرت میں آ کر اپنے منہ پر ہاتھ مار کر کہا کہ میں تو بڑھیا ہوں اور ساتھ ہی بانجھ۔ [۲۹] انھوں نے کہا ہاں تیرے پروردگار نے اسی طرح فرمادیا ہے۔ کچھ شک نہیں کہ وہ بہت بڑی حکمت والا اور کامل علم والا ہے۔ [۳۰]

= حاجت نہ رہے نہ اپنا حال وقال ایسا رکھتے ہیں کہ کسی پران کی حاجت و افلاس ظاہر ہو اور کوئی انہیں صدقہ دے“ ① (بخاری و مسلم)۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ مکہ مکرمہ جا رہے تھے کہ راستے میں ایک کتا پاس آ کر کھڑا ہو گیا آپ نے ذبح کردہ بکری کا ایک شانہ کاٹ کر اس کی طرف ڈال دیا اور فرمایا لوگ کہتے ہیں یہ بھی محروم میں سے ہے۔ حضرت شعبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ”میں تو عاجز آ گیا لیکن محروم کے معنی معلوم نہ کر سکا۔“ امام ابن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں ”محروم وہ ہے جس کے پاس مال نہ رہا ہو خواہ کچھ بھی ہو۔“ یعنی حاصل ہی نہ کر سکا ہو کمانے کمانے کا سلیقہ ہی نہ ہو یا کام ہی نہ چلتا ہو یا کسی آفت کے باعث جمع شدہ مال ضائع ہو گیا ہو۔“ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک چھوٹا سا لشکر کافروں کی سرکوبی کے لئے روانہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے انہیں غلبہ دیا اور مال غنیمت بھی ملا پھر کچھ لوگ آپ کے پاس وہ بھی آ گئے جو مال غنیمت حاصل ہونے کے وقت موجود نہ تھے۔“ پس یہ آیت اتری۔ اس کا اقتضا تو یہ ہے کہ یہ آیت مدنی ہو لیکن دراصل ایسا نہیں بلکہ یہ آیت مکی ہے۔

پھر فرماتے ہیں یقین رکھنے والوں کے لئے زمین میں بھی بہت سے نشانات قدرت موجود ہیں جو خالق کی عظمت و عزت بہت و جلالت پر دلالت کرتے ہیں دیکھو کہ کس طرح اس میں حیوانات اور نباتات کو پھیلا دیا ہے اور کس طرح پہاڑوں اور میدانوں سمندروں اور دریاؤں کو رواں کیا ہے۔ پھر انسان پر نظر ڈالو ان کی زبانوں کے اختلاف کوزان کے رنگ روپ کے اختلاف کوزان کے ارادوں اور قوتوں کے اختلاف کوان کی عقل و فہم کے اختلاف کوزان کی حرکات و سکنات کوزان کی نیکی بدی کو دیکھو ان کی بناوٹ پر غور کرو کہ ہر عضو کیسی مناسب جگہ ہے اسی لئے اس کے بعد ہی فرمایا خود تمہارے وجود میں ہی اس کی بہت سی نشانیاں ہیں کیا تم دیکھتے نہیں

ہو؟ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ”جو شخص اپنی پیدائش میں غور کر لے گا اپنے جوڑوں کی ترکیب پر نظر ڈالے گا وہ یقین کرے گا کہ بے شک اسے اللہ تعالیٰ نے ہی پیدا کیا ہے اور اپنی عبادت کے لئے ہی بنایا ہے۔“ ① پھر فرماتا ہے آسمان میں تمہاری روزی ہے یعنی بارش اور وہ بھی جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے یعنی جنت۔ ②

حضرت واصل احدب رضی اللہ عنہ نے اس آیت کی تلاوت کی اور فرمایا ”میرا رزق تو آسمانوں میں ہے اور میں اسے زمین میں تلاش کر رہا ہوں؟ یہ کہہ کر بستی چھوڑا جاڑ جنگل میں چلے گئے۔ تین دن تک تو انہیں کچھ بھی نہ ملا لیکن تیسرے دن دیکھتے ہیں کہ تر کھجوروں کا ایک خوشہ ان کے پاس رکھا ہوا ہے۔ ان کے بھائی جوان سے بھی زیادہ مخلص اور نیک نیت تھے یہ بھی ان کے ساتھ ہی تھے دونوں بھائی آخری دم تک اسی طرح جنگلوں میں ہی رہے۔“ پھر اللہ کریم خود اپنی قسم کھا کر فرماتا ہے کہ میرے جو وعدے ہیں مثلاً قیامت کا دوبارہ جلانے کا جزا سزا کا یہ یقیناً سراسر سچے اور قطعاً بے شبہ ہو کر رہنے والے ہیں جیسے تمہیں تمہاری زبان سے نکلے ہوئے الفاظ میں شک نہیں ہوتا اسی طرح تمہیں ان میں بھی کوئی شک ہرگز ہرگز نہ کرنا چاہئے۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ جب کوئی بات کہتے تو فرماتے اللہ تعالیٰ انہیں برباد کرے جو اللہ تعالیٰ کی قسم کو بھی نہ مانیں۔ یہ حدیث مرسل ہے یعنی تابعی آنحضرت ﷺ سے روایت کرتے ہیں صحابی کا نام نہیں لیتے۔

واقعہ ابراہیم علیہ السلام کے معزز مہمانوں کا: [آیت: ۲۳-۳۰] یہ واقعہ سورہ ہود اور سورہ حجر میں بھی گزر چکا ہے۔ یہ مہمان فرشتے تھے جو بے شکل انسان آئے تھے۔ جنہیں اللہ تعالیٰ نے عزت و شرافت دے رکھی ہے۔ حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ اور دیگر علمائے کرام کی ایک جماعت کہتی ہے کہ مہمان کی ضیافت کرنا واجب ہے۔ حدیث میں بھی یہ آیا ہے ③ اور قرآن کے ظاہری الفاظ بھی یہی ہیں۔ انہوں نے سلام کیا جس کا جواب خلیل اللہ نے بڑھا کر دیا۔ اس کا ثبوت دوسرے سلام پر دو پیش کا ہونا ہے اور یہی فرمان باری تعالیٰ ہے فرماتا ہے ﴿وَإِذَا حُيِّتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوا بِأَحْسَنَ مِنْهَا أَوْ رُدُّوهَا﴾ ④ یعنی جب کوئی تمہیں سلام کرے تو تم اس سے بہتر جواب دو یا کم از کم اتنا ہی۔ پس خلیل اللہ علیہ السلام نے افضل صورت کو اختیار کیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام چونکہ اس سے ناواقف تھے کہ دراصل فرشتے ہیں اس لئے کہا کہ یہ لوگ تو ناشناس ہیں۔ یہ فرشتے حضرت جبریل، حضرت میکائیل اور حضرت اسرافیل علیہم السلام تھے جو خوبصورت نوجوان انسانوں کی شکل میں آئے تھے ان کے چہروں پر ہیبت اور جلال تھا، حضرت ابراہیم علیہ السلام اب ان کے لئے کھانے کی تیاری میں مصروف ہو گئے اور چپ چاپ بہت جلد اپنے گھر والوں کی طرف گئے اور ذرا سی دیر میں تیار کھجڑے کا گوشت بھنا بھنایا ہوا لے آئے اور ان کے سامنے ان کے قریب رکھ دیا اور فرمایا آپ کھاتے کیوں نہیں؟ اس سے ضیافت کے آداب معلوم ہوئے مہمان سے پوچھے بغیر ہی ان پر شروع سے احسان رکھنے کے پہلے ہی آپ چپ چاپ انہیں خبر کئے بغیر ہی چلے گئے اور یہ غلت بہتر سے بہتر جو چیز پائی اسے تیار کر کے لے آئے۔ تیار فرما کر عمر کھجڑے کا بھنا ہوا گوشت لے آئے اور کہیں اور رکھ کر مہمانوں کی کھینچ تان نہ کی بلکہ ان کے سامنے ان کے پاس لا رکھا۔ پھر انہیں پوچھنے نہیں کہ کھاؤ کیونکہ اس میں بھی ایک حکم پایا جاتا ہے بلکہ نہایت تواضع اور پیار سے فرماتے ہیں آپ تناول فرماتا کیوں شروع نہیں کرتے؟ جیسے کوئی شخص کسی سے کہے کہ اگر آپ فضل و کرم احسان و سلوک کرنا چاہیں تو کیجئے۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ خلیل اللہ علیہ السلام اپنے دل میں ان سے خوف زدہ ہو گئے جیسے کہ اور آیت میں ہے ﴿فَلَمَّا رَأَىٰ أَيْدِيَهُمْ لَا تَصِلُ إِلَيْهِ نَكِرَهُمْ وَأَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيفَةً﴾ ⑤ اے یعنی آپ نے جب دیکھا کہ ان کے ہاتھ کھانے کی طرف

① القرطبی، ۴۰/۱۷۔ ② الطبری، ۲۲/۴۲۰۔ ③ صحیح بخاری، کتاب الادب، باب اکرام الضیف وخدمته ایام بنفسه، ۶۱۳۵؛ صحیح مسلم، ۴۸۔ ④ النساء: ۸۶۔ ⑤ ہود: ۷۰۔

بڑھنے نہیں تو دہشت زدہ ہو گئے اور دل میں خوف کھانے لگے اس پر مہمانوں نے کہا ذرومت ہم اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے فرشتے ہیں جو قوم لوط کی ہلاکت کے لئے آئے ہیں۔ آپ کی بیوی صاحبہ جو کھڑی ہوئی سن رہی تھیں وہ یہ سن کر بس دیں تو فرشتوں نے انہیں خوشخبری سنائی کہ تمہارے ہاں حضرت اسحاق علیہ السلام پیدا ہوں گے اور ان کے ہاں حضرت یعقوب علیہ السلام۔ اس پر بیوی صاحبہ کو تعجب ہوا اور کہا ہائے افسوس اب میرے ہاں بچہ کیسے ہوگا؟ میں تو بڑھیا پھوس ہو گئی ہوں اور میرے یہ شوہر بھی بالکل بوڑھے ہو گئے ہیں یہ سخت تر تعجب کی چیز ہے۔ فرشتوں نے کہا کیا تم اللہ کے کاموں سے تعجب کرتی ہو؟ خصوصاً تم جیسی ایسے پاک گھرانے کی عورت! تم پر اللہ کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ تعریفوں کے لائق اور بڑی بزرگی اور اعلیٰ شان والا ہے۔ یہاں یہ فرمایا گیا ہے کہ بشارت حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دی اور اس سے پہلے کی آیت میں ہے کہ بشارت آپ کی بیوی صاحبہ کو دی۔ تو مطلب یہ ہے کہ دونوں کو بشارت دی گئی کیونکہ بچے کا ہونا دونوں کی خوشی کا موجب ہے۔ پھر فرماتا ہے یہ بشارت سن کر آپ کی اہلیہ صاحبہ کے منہ سے زور کی آواز نکل گئی اور اپنے تئیں دو ہتر مار کر ایسی عجیب و غریب خبر کو سن کر حیرت کے ساتھ کہنے لگیں کہ جوانی میں تو میں بانجھ رہی اب میاں بیوی دونوں پورے بوڑھے ہو گئے تو مجھے حمل ٹھیرے گا؟ اس کے جواب میں فرشتوں نے کہا کہ یہ خوشخبری کچھ ہم اپنی طرف سے نہیں دے رہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں فرمایا ہے کہ ہم تمہیں یہ خبر پہنچا دیں وہ حکمت والا اور علم والا ہے۔ تم جس عزت و کرامت کے مستحق ہو وہ خوب جانتا ہے اور اس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں۔ نہ اس کا کوئی فرمان حکمت سے خالی ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہ تفسیر ابن کثیر کا چھ بیسواں (۲۶) پارہ حکم ختم ہوا۔



فہرست

صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر	مضمون
161	ذوالخصلہ بت کا ذکر	133	حضرت ابراہیم علیہ السلام کا فرشتوں سے سوال
162	بے ایمان لوگوں کی باتیں	134	قوم فرعون کا انجام
163	دنیا جہان میں بادشاہت اللہ کی ہے	134	قوم عاد کا انجام
163	چھوٹے گناہ	135	قوم ثمود کا انجام
164	خود کو نیک نہ کہو	135	اللہ کی قدر تیں
165	دین سے منہ موڑنے والا	136	رسولوں کو جھٹلایا گیا
166	کوئی کسی کا بوجھ نہ اٹھائے گا اور مسئلہ ایصال ثواب	136	انسانوں اور جنوں کو عبادت کیلئے پیدا کیا گیا
167	بالآخر اللہ کے پاس جانا ہے	138	تفسیر سورہ طور
168	زندگی اور موت کا مالک اللہ ہے	138	اللہ کا عذاب برحق ہے
169	آنحضرت ﷺ نذیرین کر آئے	139	بیت المعمور کا ذکر
169	قرآن سے منہ نہ پھیرو	141	اہل جنت پر انعامات
171	تفسیر سورہ قمر	142	اہل ایمان کی اولادیں
171	قیامت قریب آگئی ہے	143	جنت کی نعمتیں
172	علامات قیامت	145	کفار پیغمبر ﷺ کو شاعر کہتے تھے
174	میدان محشر کی طرف جانا	146	توحید الوہیت اور ربوبیت کے دلائل
174	قوم نوح پر عذاب	147	قیامت کا ذکر
177	قوم عاد اور قوم ثمود پر عذاب	148	اللہ کی تسبیح
178	قوم لوط پر عذاب	150	تفسیر سورہ نجم
179	قوم فرعون پر عذاب	150	ستارے کی قسم
179	کافر شکست کھائیں گے	150	حدیث پیغمبر وحی ہے
180	اللہ نے تقدیر بنائی	151	حضرت جبریل علیہ السلام کی شان
181	مسئلہ تقدیر میں بحث کرنا	152	معراج کا ذکر
182	کسی گناہ کو چھوٹا نہ سمجھو	154	آنحضرت ﷺ نے اللہ کو نہیں دیکھا
184	تفسیر سورہ رحمان	158	سدرۃ المنتہی کا ذکر
185	اللہ کی رحمتیں	159	لاات، عزرائی اور منات کا ذکر

صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر	مضمون
211	جنت کے درخت	185	درخت اللہ کی رحمت
214	جنت کی حوریں	185	آسمان کی پیدائش
219	دوزخیوں کی سزا	186	زمین اور پھل
220	انسان کی پیدائش اللہ کی قدرت ہے	186	رب کی نعمتوں کو نہ جھٹلانا
221	پھلوں کی پیدائش اللہ کی قدرت ہے	187	انسان کی اور جن کی پیدائش
221	پانی اللہ کی نعمت ہے	188	لؤلؤ اور مرجان
223	ستاروں کے طلوع کی قسم	188	بحری جہاز اور کشتیاں
224	قرآن دشمن کے ملک میں نہ لے جایا جائے	189	اللہ کے سوا سب کچھ فنا ہونے والا ہے
224	قرآن حق ہے	190	سب اللہ سے مانگتے ہیں
225	عالم نزع کا ذکر	190	جنوں اور انسانوں کو خطاب
226	سعادت مند کی موت کی حالت	192	آسمان پھٹ جائے گا
228	تفسیر سورہ حدید	193	پل صراط کا ذکر
228	اللہ کی تسبیح	193	جہنم کے منکروں کا انجام
228	اللہ اول اور آخر ہے	194	اللہ کا خوف رب کا انعام ہے
230	آسمان و زمین کی پیدائش چھ دن میں	195	جنت کی نعمتیں
233	اللہ اور رسول ﷺ پر ایمان لاؤ	196	جنت کا پانی ، جنتیوں کے بستر اور تخت
234	فضائل صحابہ رضی اللہ عنہم	196	حوروں کی صفت
235	سب صحابہ رضی اللہ عنہم عظیم ہیں	198	جنت سرسبز ہے
237	روز قیامت مومن مرد اور عورتوں کی حالت	199	جنت کے پھل
237	روز قیامت مومنوں کیلئے نور	202	تفسیر سورہ واقعہ
239	اللہ تعالیٰ کا ڈر	203	قیامت برحق ہے
240	قرآن پر عمل کرو	203	قیامت کا تذکرہ
242	درجات مومنین	204	نیکوں کے درجات
243	دنیا عارضی اور فانی ہے	205	جنت میں انعامات
245	اللہ نے تقدیر لکھی	206	بے حساب جنت میں جانے والے
246	پیغمبروں پر معجزات کے نزول	209	جنت کے میوے اور ایک خواب
247	حضرت نوح اور ابراہیم علیہما السلام کا ذکر	210	طوبی کیا ہے اور جنتی پرندے
250	اہل کتاب مومن کیلئے دو ہر اجر ہے	211	نیکوں کا حال

قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ أَيُّهَا الْمُرْسَلُونَ ۖ قَالُوا إِنَّا أُرْسِلْنَا إِلَىٰ قَوْمٍ مُّجْرِمِينَ ۖ
لِنُرْسِلَ عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّن طِينٍ ۖ مُّسَوَّمَةً عِندَ رَبِّكَ لِلْمُسْرِفِينَ ۖ
فَأَخْرَجْنَا مَن كَانَ فِيهَا مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ۖ فَمَا وَجَدْنَا فِيهَا غَيْرَ بَيْتٍ مِّنَ
الْمُسْلِمِينَ ۖ وَتَرَكْنَا فِيهَا آيَةً لِلَّذِينَ يَخَافُونَ الْعَذَابَ الْأَلِيمَ ۖ

ترجمہ: اس حضرت ابراہیم (علیہ السلام) نے کہا اے اللہ کے بھیجے ہوئے فرشتے تمہارا کیا مقصد ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہم گنہگار لوگوں کی طرف بھیجے گئے ہیں [۳۳] تاکہ ہم ان پر کنکریاں برسائیں [۳۳] جو تیرے رب کی طرف سے ان حد سے گزر جانے والوں کے لیے نامزد ہو چکے ہیں۔ [۳۴] پس جتنے ایمان دار وہاں تھے ہم نے انہیں نکال دیا۔ [۳۵] اور ہم نے وہاں مسلمانوں کا صرف ایک ہی گھر پایا۔ [۳۶] اور وہاں ہم نے ان کے لیے جو دردناک عذاب کا ڈر رکھتے ہیں ایک کامل علامت چھوڑی۔ [۳۷]

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا فرشتوں سے سوال: [آیت: ۳۱-۳۷] پہلے بیان ہو چکا ہے کہ جب ان نو وارد مہمانوں سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تعارف ہوا اور دہشت جاتی رہی بلکہ ان کی زبانی ایک بہت بڑی خوش خبری بھی سن چکے اور اپنی برادری رب ترسی اور دردمندی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی جناب میں قوم لوط کی سفارش بھی کر چکے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں کے حتمی وعدے کا اعلان بھی سن چکے، ان کے بعد جو ہوا اس کا بیان یہاں ہو رہا ہے کہ حضرت خلیل اللہ علیہ السلام نے ان فرشتوں سے دریافت فرمایا کہ آپ لوگ کس مقصد سے آئے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ قوم لوط کے گنہگاروں کو تاخت و تاراج کرنے کے لیے ہمیں بھیجا گیا ہے ہم ان پر سنگ باری اور پتھر اؤ کریں گے۔ ان پتھروں کو ان پر برسائیں گے جن پر اللہ تعالیٰ کے حکم سے پہلے ہی ان کے نام لکھے جا چکے ہیں اور ہر گنہگار کے لیے الگ الگ پتھر مقرر کر دیے گئے ہیں۔ سورہ عنکبوت میں گزر چکا ہے کہ یہ سن کر حضرت خلیل اللہ علیہ السلام نے فرمایا کہ وہاں تو حضرت لوط علیہ السلام ہیں پھر وہ بستی کی بستی کیسے غارت کر دی جائے گی؟ فرشتوں نے کہا اس کا علم ہمیں بھی ہے، ہمیں حکم مل چکا ہے کہ ہم انہیں اور ان کے ساتھ کے گھرانے کے تمام ایمان داروں کو بچالیں، ہاں ان کی بیوی نہیں بچ سکتی وہ بھی مجرموں کے ساتھ اپنے جرم کے بدلے ہلاک کر دی جائے گی۔

اسی طرح یہاں بھی ارشاد ہے کہ اس بستی میں جتنے بھی مومن تھے سب کو بچا لیا گیا، اس سے بھی مراد حضرت لوط علیہ السلام اور ان کے گھرانے کے لوگ ہیں سوائے ان کی بیوی کے جو ایمان نہیں لائی تھی۔ چنانچہ فرما دیا گیا کہ وہاں سوائے ایک گھر کے اور گھر مسلمان تھا ہی نہیں۔ یہ دونوں آیتیں دلیل ہیں ان لوگوں کی جو کہتے ہیں کہ ایمان و اسلام کا معنی ایک ہی ہے۔ اس لیے کہ یہاں انہی لوگوں کو مومن کہا گیا ہے اور پھر انہی کو مسلمان بھی کہا گیا ہے۔ معتزلہ کا مذہب بھی یہی ہے کہ ایک ہی چیز ہے جسے ایمان بھی کہا جاتا ہے اور اسلام بھی۔ لیکن یہ استدلال ضعیف ہے اس لیے کہ یہ لوگ مومن تھے اور یہ تو ہم بھی مانتے ہیں کہ ہر مومن مسلمان ہوتا ہے لیکن ہر مسلمان مومن نہیں ہوتا۔ پس حال کی خصوصیت کی وجہ سے انہیں مومن مسلم کہا گیا ہے اس سے عام طور پر یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ہر مسلم مومن ہے۔ حضرت امام بخاری رحمہ اللہ اور دیگر محدثین کا مذہب ہے کہ جب اسلام حقیقی اور سچا اسلام ہو تو وہی اسلام ایمان ہے اور اس صورت میں ایمان اسلام ایک ہی چیز ہے ہاں جب اسلام حقیقی طور پر نہ ہو تو بے شک اسلام ایمان میں فرق ہے۔ =

وَفِي مُوسَىٰ إِذْ أَرْسَلْنَاهُ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ۖ فَتَوَلَّىٰ وِرْكِيْهِ ۖ وَقَالَ
 سِحْرًا أَوْ مَجْنُوْنٌ ۖ فَآخَذْنَاهُ وَجُنُوْدَهُ أَفْنٰدُ ۚ فَنَبَذْنَاهُمْ فِي الْيَمِّ وَهُوَ مُلِيْمٌ ۖ وَفِي عَادٍ
 إِذْ أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الرِّيْحَ الْعَقِيْمَ ۖ مَا تَدْرُ مِنْ شَيْءٍ ۚ أَتَتْ عَلَيْهِ ۖ إِلَّا جَعَلَتْهُ
 كَالْزَمِيْمِ ۖ وَفِي ثَمُوْدَ إِذْ قِيلَ لَهُمْ تَمَتَّعُوا حَتَّىٰ حِينٍ ۖ فَفَعَتُوا عَنْ أَمْرِ رَبِّهِمْ
 فَآخَذَتْهُمْ الصَّيْقَةُ وَهُمْ يَنْظُرُوْنَ ۖ فَمَا اسْتَطَاعُوا مِنْ قِيَامٍ وَمَا كَانُوا
 مُنصَرِفِيْنَ ۖ وَقَوْمَ نُوحٍ مِّنْ قَبْلُ ۖ إِنَّهُمْ كَانُوا قَوْمًا فَسِيْقِيْنَ ۖ

ترجمہ: موسیٰ علیہ السلام کے قصے میں بھی ہماری طرف سے تنبیہ ہے جب کہ ہم نے اسے فرعون کی طرف کھلی سند دے کر بھیجا۔ [۳۸] پس اس نے اپنے بل بوتے پر منہ موڑا اور کہنے لگا یہ جادوگر ہے یا دیوانہ ہے۔ [۳۹] بالآخر ہم نے اسے اور اس کے لشکروں کو اپنے عذاب میں پکڑ کر دریا میں ڈال دیا وہ تھائی ملامت کے قابل۔ [۴۰] اسی طرح عادیوں میں بھی جب کہ ہم نے ان پر خیر و برکت سے خالی آندھی بھیجی۔ [۴۱] وہ جس جس چیز پر گزرتی تھی اسے بوسیدہ ہڈی کی طرح چور چور کر دیتی تھی۔ [۴۲] اور ثمود کے قصے میں بھی عبرت ہے جب ان سے کہا گیا کہ تم کچھ دنوں فائدہ اٹھا لو۔ [۴۳] لیکن انہوں نے اپنے رب کے حکم سے سرتابی کی جس پر انہیں ان کے دیکھتے تیز و تند کڑا کے نے ہلاک کر دیا۔ [۴۴] پس نہ تو وہ کھڑے ہو سکے اور نہ بدلے سکے۔ [۴۵] اور نوح علیہ السلام کی قوم کا بھی اس سے پہلے یہی حال ہو چکا تھا وہ بھی بڑے نافرمان لوگ تھے۔ [۴۶]

= صحیح بخاری کتاب الایمان ملاحظہ ہو۔ مترجم پھر فرماتا ہے کہ ان کی شاد و آبا و بستیوں کو عذاب سے برباد کر کے انہیں سڑے ہوئے بدبودار کھنڈر بنا دینے میں مومنوں کے لیے عبرت کے پورے سامان ہیں جو عذاب الہی کا ڈر رکھتے ہیں وہ اس نمونہ کو دیکھ کر اور اس زبردست نشان کو ملاحظہ کر کے پوری عبرت حاصل کر سکتے ہیں۔

قوم فرعون کا انجام: [آیت: ۳۸-۴۶] ارشاد ہوتا ہے کہ جس طرح قوم لوط کے انجام کو دیکھ کر لوگ عبرت حاصل کر سکتے ہیں اسی قسم کا فرعونوں کا واقعہ ہے۔ ہم نے ان کی طرف اپنے حکیم پیغمبر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو روشن دلیلیں اور واضح برہان دے کر بھیجا لیکن ان کے سردار فرعون نے جو تکبر کا مجسمہ تھا حق کے ماننے سے عناد کیا اور ہمارے فرمان کو بے پرواہی سے ٹال دیا اس اللہ تعالیٰ کے دشمن نے اپنی طاقت و قوت کے گھمنڈ پر اپنے راج لشکر کے بل بوتے پر رب کے فرمان کی عزت نہ کی اور اپنے والوں کو اپنے ساتھ ملا کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ایذا رسانی پر اتر آیا اور کہنے لگا کہ موسیٰ علیہ السلام یا تو جادوگر ہے یا دیوانہ ہے۔ پس اس ملامتی کا فرقا جرمعاند متکبر شخص کو ہم نے اس کے لاؤ لشکر سمیت دریا برد کر دیا۔

قوم عاد کا انجام: اسی طرح عادیوں کے سراسر عبرتاک واقعات بھی تمہارے گوش گزار ہو چکے ہیں جن کی سید کاریوں کے وبال میں ان پر بے برکت ہوائیں بھیجی گئیں جن ہواؤں نے سب کے حلیے بگاڑ دیے۔ ایک لپٹ جس چیز کو لگ گئی وہ گلی سڑی ہڈی کی طرح ہو گئی۔ ابن ابی حاتم کی حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ہوا دوسری زمین میں مسخر ہے جب اللہ تعالیٰ نے عادیوں کو ہلاک کرنا چاہا تو ہوا کے داروغہ کو حکم دیا کہ ان کی تباہی کے لیے ہوائیں چلا دو۔ فرشتے نے کہا کیا ہواؤں کے خزانے =

وَالسَّمَاءَ بَنَيْنَاهَا يَٰأَيُّدٍ وَإِنَّا لَمُوسِعُونَ ﴿٥٠﴾ وَالْأَرْضَ فَرَشْنَاهَا فَنِعْمَ الْمِهْدُونَ ﴿٥١﴾
وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ﴿٥٢﴾ فَفَرُّوْا إِلَى اللَّهِ ۖ إِنِّي لَكُمْ
مِّنْهُ نَذِيرٌ مُّبِينٌ ﴿٥٣﴾ وَلَا تَجْعَلُوا مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ ۖ إِنِّي لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيرٌ مُّبِينٌ ﴿٥٤﴾

ترجمہ: آسمان کو ہم نے اپنی قدرت و قوت سے بنایا ہے اور یقیناً ہم کشادگی کرنے والے ہیں۔ [۴۷] اور زمین کو ہم نے فرش بنا دیا ہے۔ پس ہم بہت ہی اچھے بچانے والے ہیں۔ [۴۸] اور ہر چیز کو ہم نے جوڑا جوڑا پیدا کیا ہے تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔ [۴۹] پس تم اللہ کی طرف بھاگ دوڑ (یعنی رجوع) کرو یقیناً میں تمہیں اسکی طرف سے صاف صاف تنبیہ کرنے والا ہوں۔ [۵۰] اور اللہ کے ساتھ کسی اور کو معبود نہ ٹھہراؤ بے شک میں تمہیں اس کی طرف سے کھلا ڈرانے والا ہوں۔ [۵۱]

میں اتار وزن کر دوں جتنا نیل کا ٹھنھا ہوتا ہے؟ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا نہیں۔ اگر اتار وزن کر دیا تو زمین کو اور اس کی کل کائنات کو الٹ دے گی، بلکہ اتار وزن کر دینا انگوٹھی کا حلقہ ہوتا ہے۔ یہ تھیں وہ ہوائیں کہ جہاں جہاں سے گزر گئیں تمام چیزوں کو تہہ بالا کرتی گئیں۔ ① اس حدیث کا فرمان رسول ہونا تو منکر ہے۔ سمجھ سے زیادہ قریب بات یہی ہے کہ یہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا قول ہے۔ یرموک کی لڑائی میں انہیں دو پورے اہل کتاب کی کتابوں کے ملے تھے، ممکن ہے انہی میں سے یہ بات آپ نے بیان فرمائی ہو واللہ اعلم۔ یہ ہوائیں جنوبی تھیں۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں میری مدد دے دو اہواؤں سے کی گئی ہے اور عادی چکھواہواؤں سے ہلاک ہوئے ہیں۔ ②

قوم شمود کا انجام: ٹھیک اسی طرح شمودیوں کے حالات پر اور ان کے انجام پر غور کرو کہ ان سے کہہ دیا گیا کہ ایک وقت مقررہ تک تو تم فائدہ اٹھاؤ، جیسے اور جگہ فرمایا ہے شمودیوں کو ہم نے ہدایت دی لیکن انہوں نے ہدایت پر اندھا پے کے کو پسند کیا، جس کے باعث ذلت کے عذاب کی ہولناک چیخ نے ان کے پتے پانی کر دیے اور کلیجے پھاڑ دیے، یہ صرف ان کی سرکش سرتابی، نافرمانی اور سیاہ کاری کا بدلہ تھا ان پر ان کے دیکھتے ہوئے عذاب الہی آ گیا۔ تین دن تک تو یہ انتظار میں رہے عذابوں کے آثار دیکھتے رہے آخر چوتھے دن صبح ہی صبح رب کا عذاب دفعۃً آ پڑا حواس باختہ ہو گئے۔ کوئی تدبیر نہ بن پڑی۔ اتنی بھی مہلت نہ ملی کہ کھڑے ہو کر بھاگنے کی کوشش تو کرتے یا کسی اور طرح اپنے بچاؤ کی کچھ تو فکر کر سکتے اسی طرح ان سے پہلے قوم نوح بھی ہمارے عذاب چکھ چکی ہے۔ اپنی بدکاری اور کھلی نافرمانی کا خمیازہ وہ بھی بھگت چکی ہے۔ یہ تمام مفصل واقعات فرعونوں کے عادیوں کے شمودیوں کے اور قوم نوح کے اس سے پہلے کی کئی سورتوں کی تفسیر میں کئی بار بیان ہو چکے ہیں واللہ اعلم۔

اللہ کی قدرتیں: [آیت: ۵۱-۵۲] زمین و آسمان کی پیدائش کا ذکر فرما رہا ہے کہ ہم نے آسمان کو اپنی قوت سے پیدا کیا ہے اسے محفوظ اور بلند چھت بنا دیا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، قتادہ ثوری رحمہم اللہ، اور بھی بہت سے مفسرین نے یہی کہا ہے کہ ہم نے آسمانوں کو اپنی قوت سے بنایا ہے ③ اور ہم کشادگی کرنے والے ہیں۔ اس کے کنارے ہم نے کشادہ کیے ہیں اور بے ستون =

① ابن ابی حاتم وسندہ حسن، دیکھئے تفسیر سورة الروم، ۴۸؛ الطبری، ۴۳۳/۲۲۔

② صحیح بخاری، کتاب الاستسقاء، باب قول النبی ﷺ نصرت بالصبا، ۱۰۳۵؛ صحیح مسلم، ۹۰۰۔

③ الطبری، ۴۳۸/۲۲۔

كَذٰلِكَ مَا اٰتٰی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا قَالُوْا سَاحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ ﴿۵۱﴾
 اَتَوَصَّوْا بِهٖۤ اَبَلُ هُمْ قَوْمٌ طَٰغُوْنَ ﴿۵۲﴾ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ فَمَا اَنْتَ بِمَلُوْمٍ ﴿۵۳﴾ وَذَكَرَ
 فَاِنَّ الَّذِیْ كَرِهَیْ تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۵۴﴾ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِعِبَادُوْنَ ﴿۵۵﴾
 مَا اُرِیْدُ مِنْهُمْ مِّنْ رِّزْقٍ وَمَا اُرِیْدُ اَنْ یُّطْعَمُوْنَ ﴿۵۶﴾ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو
 الْقُوَّةِ الْمَتِیْنُ ﴿۵۷﴾ فَاِنَّ لِلَّذِیْنَ ظَلَمُوْا ذُنُوْبًا مِّثْلَ ذُنُوْبِ اَصْحٰبِهِمْ فَلَا
 یَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿۵۸﴾ قَوْلٌ لِلَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ یَّوْمِهِمُ الَّذِیْ یُوعَدُوْنَ ﴿۵۹﴾

ترجمہ: اسی طرح جو لوگ ان سے پہلے گزرے ہیں ان کے پاس بھی جو رسول آیا انہوں نے کہہ دیا کہ یا تو یہ جادوگر ہے یا دیوانہ ہے۔ [۵۲] کیا یہ اس بات کی ایک دوسرے کو وصیت کرتے گئے ہیں۔ نہیں بلکہ یہ سب کے سب سرکش ہیں۔ [۵۳] تو ان سے منہ پھیر لے تجھ پر کچھ الزام نہیں۔ [۵۴] ہاں تو نصیحت کرتا رہ یقیناً یہ نصیحت ایمان داروں کو نفع دے گی۔ [۵۵] میں نے جنات اور انسانوں کو محض اسی لیے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کرتے رہیں۔ [۵۶] نہ میں ان سے روزی چاہتا ہوں نہ میری یہ چاہت ہے کہ یہ مجھے کھلائیں۔ [۵۷] اللہ تعالیٰ تو خود ہی سب کا روزی رساں توانائی والا اور زور آور ہے۔ [۵۸] پس جن لوگوں نے ظلم کیا ہے انہیں بھی ان کے ساتھیوں کے حصہ کی مثل حصہ ملے گا لہذا وہ مجھ سے جلدی طلب نہ کریں۔ [۵۹] پس خرابی ہے مٹکروں کو ان کے اس دن جس کا وعدہ دیے جاتے ہیں۔ [۶۰]

= اسے کھڑا کر دیا ہے اور قائم رکھا ہے۔ زمین کو ہم نے اپنی مخلوقات کے لیے بچھوتا بنا دیا ہے اور بہت ہی اچھا بچھوتا ہے تمام مخلوق کو ہم نے جوڑ جوڑ پیدا کیا ہے جیسے آسمان زمین دن رات سورج چاند خشکی تری اجالا اندھیرا ایمان کفر موت حیات بدی نیکی جنت دوزخ یہاں تک کہ حیوانات اور نباتات کے بھی جوڑے ہیں۔ یہ اس لیے کہ تمہیں نصیحت حاصل ہو۔ تم جان لو کہ ان کا سب کا خالق اللہ ہی ہے اور وہ بے شریک ہے اور یکتا ہے۔ پس تم اس کی طرف دوڑو اپنی توجہ کا مرکز صرف اسی کو بناؤ اپنے تمام کاموں میں اسی کی ذات پر اعتماد کرو میں تو تم سب کو صاف صاف آگاہ کر دینے والا ہوں۔ خبردار اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتا۔ میرے کھلم کھلا خوف دلانے کا لحاظ رکھنا۔

رسولوں کو جھٹلایا گیا: [آیت: ۵۲-۶۰] اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرماتا ہے کہ یہ کفار جو آپ کو کہتے ہیں وہ کوئی نئی بات نہیں ان سے پہلے کے کافروں نے بھی اپنے اپنے زمانہ کے رسولوں سے یہی کہا ہے۔ کافروں کا یہ قول سلسلہ بہ سلسلہ یونہی چلا آیا ہے جیسے آپس میں ایک دوسرے کو وصیت کر کے جاتے ہوں۔ سچ تو یہ ہے کہ سرکشی اور سرتابی میں یہ سب یکساں ہیں اس لیے جو بات پہلے والوں کے منہ سے نکلی وہی ان کی زبان سے نکلتی ہے کیونکہ سخت دلی میں سب ایک سے ہیں۔ پس آپ چشم پوشی کیجئے یہ مجنون کہیں جادوگر کہیں آپ صبر و سہار سے سن لیں ہاں نصیحت کی تبلیغ نہ چھوڑیے۔ اللہ تعالیٰ کی باتیں پہنچاتے چلے جائیں جن دلوں میں ایمان کی قبولیت کا مادہ ہے وہ ایک نہ ایک روز راہ پر لگ جائیں گے۔

انسانوں اور جنوں کو عبادت کیلئے پیدا کیا گیا: پھر اللہ تعالیٰ جل جلالہ کافرمان ہے کہ میں نے انسانوں اور جنوں کو کسی اپنی

ضرورت کے لیے نہیں پیدا کیا، بلکہ صرف اس لیے کہ میں انہیں ان کے نفع کے لیے اپنی عبادت کا حکم دوں وہ خوشی ناخوشی میرے معبود برحق ہونے کا اقرار کریں مجھے پہچانیں۔ حضرت سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں بعض عبادتیں نفع دیتی ہیں، اور بعض عبادتیں بالکل نفع نہیں پہنچاتیں جیسے قرآن میں ایک جگہ ہے کہ اگر تم ان کافروں سے پوچھو کہ آسمان و زمین کو کس نے پیدا کیا ہے؟ تو یہ جواب دیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے۔ گو یہ بھی عبادت ہے مگر مشرکوں کو کام نہ آئے گی۔ غرض عابد سب ہیں خواہ عبادت ان کے لیے نافع ہو یا نہ ہو۔ اور حضرت ضحاک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد مسلمان انسان اور ایمان والے جنات ہیں۔ مسند احمد کی حدیث میں ہے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں پڑھایا ہے ﴿إِنِّي أَنَا الرَّزَاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِينُ﴾^① یہ حدیث ابوداؤد ترمذی اور نسائی میں بھی ہے۔ امام ترمذی رحمہ اللہ اسے حسن صحیح بتلاتے ہیں۔ غرض اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو بندگی کے لیے پیدا کیا ہے۔ اب اس کی عبادت یکسوئی کے ساتھ جو بجالائے گا، کسی کو اس کا شریک نہ کرے گا اسے پوری پوری جزا عنایت فرمائے گا۔ اور جو اس کی نافرمانی کرے گا اور اس کے ساتھ کسی اور کو شریک کرے گا وہ بدترین سزائیں بھگتے گا۔ اللہ کسی کا محتاج نہیں بلکہ کل مخلوق ہر حال اور ہر وقت میں اس کی پوری محتاج ہے، بلکہ محض بے دست و پا اور سراسر فقیر ہے۔ خالق رازق اکیلا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ مسند احمد میں حدیث قدسی ہے کہ اے ابن آدم! میری عبادت کے لیے فارغ ہو جا، میں تیرا سینہ تو نگری اور بے نیازی سے پر کر دوں گا اور تیری فقری روک دوں گا اور اگر تو نے ایسا نہ کیا تو میں تیرے سینے کو اشغال سے بھر دوں گا اور تیری فقری کو ہرگز بند نہ کروں گا۔^② ترمذی اور ابن ماجہ میں بھی یہ حدیث ہے۔ امام ترمذی رحمہ اللہ اسے حسن غریب کہتے ہیں۔ خالد کے دونوں لڑکے حضرت حبہ اور حضرت سواء رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی کام میں مشغول تھے یا کوئی دیوار بنا رہے تھے یا کسی چیز کو درست کر رہے تھے ہم بھی اسی کام میں لگ گئے۔ جب کام ختم ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں دعا دی اور فرمایا سر مل جانے تک روزی سے مایوس نہ ہونا دیکھو انسان جب پیدا ہوتا ہے ایک سرخ بوٹی ہوتا ہے بدن پر ایک چھلکا بھی نہیں ہوتا پھر اللہ تعالیٰ اسے سب کچھ دیتا ہے^③ (مسند احمد)۔ بعض آسمانی کتابوں میں ہے! اے ابن آدم میں نے تجھے اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے پس تو اس سے غفلت نہ کر، تیرے رزق کا میں ضامن ہوں تو اس میں بے جا تکلیف نہ کر، مجھے ڈھونڈتا کہ مجھے پالے۔ جب تو نے مجھے پالیا تو یقین مان کہ تو نے سب کچھ پالیا۔ اور اگر میں تجھے نہ ملا تو سمجھ لے کہ تمام بھلائیاں تو کھو چکا۔ سن تمام چیزوں سے زیادہ محبت تیرے دل میں میری ہونی چاہیے۔ پھر فرماتا ہے یہ کافر میرے عذابوں کو جلدی کیوں مانگ رہے ہیں؟ وہ عذاب تو انہیں اپنے وقت پر پہنچ کر ہی رہیں گے جیسے ان سے پہلے کے کافروں کو پہنچے۔ قیامت کے دن جس دن کا ان سے وعدہ ہے انہیں بڑی خرابی ہوگی۔

الْحَمْدُ لِلَّهِ سُوْرَةُ الذَّارِيَاتِ کی تفسیر ختم ہوئی۔

① احمد، ۱/۴۱۸؛ ابوداؤد، کتاب الحروف، ۳۹۹۳؛ وهو حدیث صحیح؛ ترمذی، ۲۹۴۰؛ السنن الکبریٰ للنسائی، ۷۷۰۷؛

ابن حبان، ۶۳۲۹؛ مسند ابی یعلیٰ، ۵۳۲۳؛ حاکم، ۲/۲۳۴۔

② احمد، ۲/۳۵۸؛ ترمذی، کتاب صفة القيامة، باب احادیث ابتلینا بالضراء ومن كانت الآخرة همه، وابن آدم تفرغ لعبادته، ۲۴۶۶؛ ابن ماجہ، ۱۴۰۷؛ وسنده ضعیف، عثمان بن ابی سورۃ لم یصرح بالسماع من میمونۃ رضی اللہ عنہا والسند یخشی انقطاعہ۔

③ احمد، ۳/۴۶۹؛ ابن ماجہ، کتاب الزهد، باب التوکل والیقین، ۴۱۶۵؛ وسنده ضعیف، الاعمش عنعن۔

تفسیر سورۃ طور مکہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَالطُّورِ ۱ وَکَتَبَ مَسْطُورٍ ۲ فِی رَقٍّ مَّنشُورٍ ۳ وَالْبَیْتِ الْمَعْمُورِ ۴ وَالسَّعْفِ

الْمَرْفُوعِ ۵ وَالْبَحْرِ الْمَسْجُورِ ۶ اِنَّ عَذَابَ رَبِّکَ لَوَاقِعٌ ۷ مَا لَہٗ مِنْ دَافِعٍ ۸ یَوْمَ

تَمُورُ السَّمَاءِ مَوْرًا ۹ وَتَسِيرُ الْجِبَالُ سَیْرًا ۱۰ قَوْلٍ یُّؤْمِذُ لِلْمُکَذِّبِیْنَ ۱۱

الَّذِیْنَ هُمْ فِی خَوْضٍ یَلْعَبُوْنَ ۱۲ یَوْمَ یَدْعُوْنَ اِلٰی نَارِ جَهَنَّمَ دَعًّا ۱۳ ھٰذِہِ

النَّارُ الَّتِی کُنْتُمْ بِہَا تُکَذِّبُوْنَ ۱۴ اَفِیْسَحَرُ ھٰذَا اَمْ اَنْتُمْ لَا تُبْصِرُوْنَ ۱۵ اِصْلَوْہَا

فَاَصْبِرُوْا اَوْ لَا تُصْبِرُوْا ۱۶ سَوَاءٌ عَلَیْکُمْ اِنَّمَا تُحْزَنُوْنَ مَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۱۷

ترجمہ: معبود برحق رحمت و رحم والے کے نام سے شروع

قسم ہے طور کی (۱) اور لکھی ہوئی کتاب کی (۲) جو کھلے ہوئے ورق میں ہے۔ (۳) اور آباؤ گھر کی۔ (۴) اور اونچی چھت کی۔ (۵) اور سلگتے دریا کی (۶) کہ بے شک تیرے رب کا عذاب ہو کر رہنے والا ہے۔ (۷) اسے کوئی روک سکنے والا نہیں۔ (۸) جس دن آسمان تھر تھرانے لگے گا (۹) اور پہاڑ چلنے پھرنے لگیں گے۔ (۱۰) آج جھلانے والوں کی پوری خرابی ہے (۱۱) جو اپنی بیہودہ گوئی میں اچھل کود کر رہے ہیں۔ (۱۲) جس دن وہ دھکے دے دے کر آتش جہنم کی طرف لائے جائیں گے۔ (۱۳) یہی وہ آتش دوزخ ہے جسے تم جھوٹ بتلاتے تھے۔ (۱۴) اب بتاؤ کیا یہ جادو ہے؟ یا تم دیکھتے ہی نہیں ہو؟ (۱۵) جاؤ دوزخ میں اب تمہارا صبر کرنا اور نہ کرنا تمہارے لیے یکساں ہے تمہیں فقط تمہارے کیے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا۔ (۱۶)

تعارف سورت: حضرت جبریل بن مطہم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے نبی ﷺ کو مغرب کی نماز میں سورۃ ﴿وَالطُّورِ﴾ پڑھتے ہوئے سنا ہے آپ ﷺ سے زیادہ خوش آواز اور آپ ﷺ سے زیادہ اچھی قرأت والا میں نے تو کسی کو نہیں سنا ① (مؤطا امام مالک)۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں زمانہ حج میں میں بیمار تھی حضور ﷺ سے میں نے اپنا حال کہا تو آپ ﷺ نے فرمایا تم سواری پر سوار ہو کر لوگوں کے پیچھے پیچھے طواف کرلو۔ چنانچہ میں نے سواری پر بیٹھ کر طواف کیا اس وقت آنحضرت ﷺ بیت اللہ کے ایک کونے میں نماز پڑھ رہے تھے اور ﴿وَالطُّورِ﴾ و ﴿کَتَبَ مَسْطُورٍ﴾ کی تلاوت فرما رہے تھے۔ ② (بخاری)

اللہ کا عذاب برحق ہے: [آیت: ۱-۱۶] اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں سے ان چیزوں کی قسم کھا کر جو اس کی عظیم الشان قدرت کی نشانیاں ہیں فرماتا ہے کہ اس کا عذاب ہو کر رہے گا جب وہ آئے گا کسی کی مجال نہ ہوگی کہ اسے ہٹا سکے۔ طور اس پہاڑ کو کہتے ہیں جس پر

① مؤطا امام مالک، ۱/ ۷۸؛ صحیح بخاری، کتاب الاذان، باب الجہر فی المغرب، ۷۶۵؛ صحیح مسلم، ۴۶۳؛ ابو داود،

۸۱۱؛ ابن ماجہ، ۸۳۲۔

② صحیح بخاری، کتاب الحج، باب طواف النساء مع الرجال ۱۶۱۹؛ صحیح مسلم، ۱۲۷۶؛ ابو داود، ۱۸۸۲۔

درخت ہوں جیسے وہ پہاڑ جس پر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام کیا تھا۔ اور جہاں سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھیجا تھا۔ اور جو خشک پہاڑ ہوا ہے جبل کہا جاتا ہے طہ نہیں کہا جاتا ﴿کَنْبَ مَسْطُورٍ﴾ سے مراد یا تو لوح محفوظ ہے یا اللہ کی اتاری ہوئی لکھی ہوئی کتابیں ہیں جو انسانوں پر پڑھی جاتی ہیں اس لیے ساتھ ہی فرمادیا کھلے ہوئے اوراق میں ﴿بَيْنَ الْمَعْمُورِ﴾ کی بابت معراج والی حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ فرماتے ہیں ساتویں آسمان سے آگے بڑھنے کے بعد مجھے بیت المعمور دکھلایا گیا جس میں ہر روز ستر ہزار فرشتے اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے جاتے ہیں دوسرے دن اتنے ہی اور لیکن جو آج گئے ان کی باری پھر قیامت تک نہیں آتی۔ ① جس طرح زمین پر کعبۃ اللہ کا طواف ہوتا ہے اسی طرح آسمانوں کے طواف کی اور عبادت کی جگہ وہ ہے اسی حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا کہ بیت المعمور سے کر لگائے بیٹھے ہیں۔ اس میں ایک ایک باریک نکتہ یہ ہے کہ چونکہ خلیل اللہ بانی بیت اللہ تھے جن کے ہاتھوں زمین میں کعبۃ اللہ بنا تھا تو انہیں وہاں بھی اس کعبے سے لگے ہوئے آپ ﷺ نے دیکھا، تو گویا اس عمل کی جزا اسی جیسی پروردگار نے اپنے خلیل کو دی۔ یہ بیت المعمور ٹھیک خانہ کعبہ کے اوپر ہے اور ہے ساتویں آسمان پر یوں تو ہر آسمان میں ایک ایسا گھر ہے جہاں اس آسمان کے فرشتے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں۔ پہلے آسمان پر جو ایسی جگہ ہے اس کا نام بیت العزت ہے واللہ اعلم۔

بیت المعمور کا ذکر: ابن ابی حاتم میں ایک حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا آسمان میں ایک گھر ہے جسے معمور کہتے ہیں جو کعبہ کی سمت میں ہے۔ چوتھے آسمان میں ایک نہر ہے جس کا نام نہر حیوان ہے حضرت جبریل علیہ السلام ہر روز اس میں غوطہ لگاتے ہیں اور نکل کر بدن جھاڑتے ہیں جس سے ستر ہزار قطرے چھڑتے ہیں ایک قطرے سے اللہ تعالیٰ ایک ایک فرشتہ پیدا کرتا ہے جنہیں حکم ہوتا ہے کہ وہ بیت المعمور میں نماز ادا کریں پھر وہ وہاں سے نکل آتے ہیں۔ اب انہیں دوبارہ جانے کی نوبت ہی نہیں آتی۔ ایک ان کا سردار ہوتا ہے جسے حکم دیا جاتا ہے کہ انہیں لے کر کسی جگہ کھڑا ہوجائے پھر وہ اللہ کی تسبیح کے بیان میں لگ جاتے ہیں۔ قیامت تک ان کا یہی شغل رہتا ہے۔ ② یہ حدیث بہت ہی غریب ہے۔ اس کے راوی روح بن جناح اس میں منفرد ہیں حافظوں کی ایک جماعت نے ان پر اس حدیث کا انکار کیا ہے۔ جیسے جو زبانی، عمیلی، حاکم وغیرہ۔ امام حاکم ابو عبد اللہ نیشاپوری اسے بالکل بے اصل بتلاتے ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ایک شخص نے پوچھا کہ بیت المعمور کیا ہے؟ آپ نے فرمایا وہ آسمان میں ہے اسے صراح کہا جاتا ہے۔ کعبہ کے ٹھیک اوپر ہے۔ جس طرح زمین کا کعبہ حرمت کی جگہ ہے اسی طرح وہ آسمانوں میں حرمت کی جگہ ہے ہر روز اس میں ستر ہزار فرشتے نماز ادا کرتے ہیں لیکن جو آج گئے تھے ان کی باری قیامت تک دوبارہ نہیں آتی کیونکہ فرشتوں کی تعداد ہی اس قدر ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ یہ پوچھنے والا ابن کوا تھا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ یہ عرش کے محاذ میں ہے اٹھ ایک مرفوع روایت میں ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کو انہوں نے کہا اللہ اور اسکے رسول جانتے ہیں فرمایا وہ آسمانی کعبہ ہے اور زمینی کعبے کے بالکل اوپر ہے ایسا کہ اگر وہ گرے تو اسی پر گرے۔ اس میں ہر روز ستر ہزار فرشتے نماز ادا کرتے ہیں جن کی باری قیامت تک پھر نہیں آتی۔ ③ حضرت ضحاک رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ فرشتے ابلیس کے قبیلے کے جنات میں سے ہیں واللہ اعلم۔

ادنیٰ چھت سے مراد آسمان ہے ④ جیسے اور جگہ ہے ﴿جَعَلْنَا السَّمَاءَ سَقْفًا مَحْفُوظًا﴾ روح بن انس رحمہ اللہ فرماتے ہیں

① صحیح بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ذکر الملائکۃ صلوات اللہ علیہم، ۳۲۰۷؛ صحیح مسلم، ۱۶۴۔

② الموضوعات، ۱/۱۴۷ وسندہ موضوع، روح بن جناح مجروح؛ فیض القدیر، ۲/۵۹۶؛ الضعفاء للعقابی، ۲/۶۰۔

③ الطبری، ۲۲/۴۵۶۔ ④ حاکم، ۲/۴۶۸ وسندہ ضعیف، سفیان الثوری عنعن۔

مراد اس سے عرش ہے اس لیے کہ وہ تمام مخلوق کی حجت ہے اس قول کی توجیہ اس طرح ہو سکتی ہے کہ مراد عام ہو بَعْبُورِ مُسْجُورِ سے مراد وہ پانی ہے جو عرش تلے ہے جو بارش کی طرح ہر سے گا جس سے قیامت کے دن مردے اپنی اپنی قبروں سے جی اٹھیں گے۔ جمہور کہتے ہیں کہ یہی عام دریا مراد ہیں۔ انہیں جو مجبور کہا گیا ہے یہ اس لیے کہ قیامت کے دن ان میں آگ لگادی جائے گی جیسے اور جگہ ہے ﴿وَإِذَا الْبَحَارُ سُجُوتٌ﴾ جب کہ دریا بھڑکادیے جائیں اور ان میں آگ لگ جائے جو پھیل کر تمام اہل مشرک کو گھیر لے۔ حضرت علاء بن بدر کہتے ہیں کہ بھڑکتے ہوئے دریا اس لیے کہا گیا ہے کہ نہ اس کا پانی پینے کے کام میں آئے اور نہ کھیتی کو دیا جائے۔ یہی حال قیامت کے دن دریاؤں کا ہوگا۔ یہ معنی بھی کیے گئے ہیں کہ دریا بہتا ہوا۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ دریا پر شدہ ادھر ادھر جاری۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں مجبور سے مراد فارغ یعنی خالی ہے۔ کوئی لونڈی پانی لینے کو جائے پھر لوٹ کر کہے کہ حوض مجبور ہے اس سے مراد یہی ہے کہ خالی ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ معنی یہ ہیں کہ اسے زمین سے روک دیا گیا ہے اس لیے کہ ڈوب نہ دے۔

مسند احمد کی ایک مرفوع حدیث میں ہے کہ ہر رات تین مرتبہ دریا اللہ تعالیٰ سے اجازت طلب کرتا ہے کہ اگر حکم ہو تو تمام لوگوں کو ڈوب دوں لیکن اللہ تعالیٰ اسے روک دیتا ہے۔ ①

دوسری روایت میں ہے کہ ایک بزرگ مجاہد جو سمندر کی سرحد کے لشکروں میں تھے وہ جہاد کی تیاری میں وہیں رہتے تھے فرماتے ہیں کہ ایک رات میں چوکیداری کے لیے نکلا اس رات کوئی اور پہرہ پر نہ تھا۔ میں گشت کرتا ہوا میدان میں پہنچا اور وہاں سے سمندر پر نظریں ڈالیں تو ایسا معلوم ہوا کہ گویا سمندر پہاڑ کی چوٹیوں سے ٹکرا رہا ہے بار بار یہی نظارہ میں نے ② دیکھا میں نے حضرت ابو صالح علیہ السلام سے یہ واقعہ بیان کیا انہوں نے یہ روایت حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما پر والی حدیث مجھے سنائی لیکن اس کی سند میں ایک راوی مبہم ہے جس کا نام نہیں لیا گیا۔ ان قسموں کے بعد اب جس چیز پر یہ قسمیں کھائی گئی تھیں ان کا بیان ہو رہا ہے کہ کافروں کو جو عذاب الہی ہونے والا ہے وہ یقینی طور پر آنے والا ہی ہے جب وہ آئے گا کسی کے بس میں اس کا روکنا نہ ہوگا۔

ابن ابی الدنیا میں ہے کہ ایک رات حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما شہر کی دیکھ بھال کے لیے نکلے تو ایک مکان سے کسی مسلمان کی قرآن خوانی کی آواز کان میں پڑی وہ سورۃ الطور پڑھ رہے تھے۔ آپ نے سواری روک لی اور کھڑے ہو کر قرآن سننے لگے۔ جب وہ اس آیت پر پہنچے تو زبان سے نکل گیا کہ رب کعبہ کی قسم سچی ہے پھر اپنے گدھے سے اتر پڑے اور دیوار سے تکیہ لگا کر بیٹھ گئے چلنے پھرنے کی طاقت نہ رہی دیر تک بیٹھے رہنے کے بعد جب ہوش و حواس ٹھکانے آئے تو اپنے گھر پہنچے لیکن اللہ تعالیٰ کے کلام کی اس ڈراؤنی آیت کے اثر سے دل کی کمزوری کی یہ حالت تھی کہ مہینہ بھر تک بیمار پڑے رہے اور ایسے کہ لوگ بیمار پرسی کو آتے تھے گو کسی کو معلوم نہ تھا کہ بیماری کیا ہے؟

ایک روایت میں ہے آپ کی تلاوت میں ایک مرتبہ یہ آیت آئی اسی وقت ہنگامی بندھ گئی اور اس قدر قلب پر اثر پڑا کہ بیمار ہو گئے چنانچہ بیس دن تک عیادت کی جاتی رہی۔ اس دن آسمان تھر تھرائے گا پھٹ جائے گا چکر کھانے لگے گا پہاڑ اپنی جگہ سے ہل جائیں گے ہٹ جائیں گے ادھر ادھر ہو جائیں گے کانپ کانپ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو کر پھر ریزہ ریزہ ہو جائیں گے آخر روٹی کے

① احمد، ۴۳/۲ وسندہ ضعیف، اس میں شیخ اور ابوصالح مولیٰ مردوں مجہول ہیں۔

② ابو بکر الاسماعیلی وسندہ ضعیف، دیکھئے حاشیہ سابقہ۔

إِنَّ السَّعِيرِينَ فِي جَنَّتٍ وَنَعِيمٍ ۖ فَلَهُمْ فِيهَا أَثَرُهُمْ رَبُّهُمْ وَوَقَّعَهُمْ رَبُّهُمْ
عَذَابَ الْجَحِيمِ ۝ كُلُوا وَاشْرَبُوا هَنِيئًا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۝ مُتَكِينِينَ عَلَىٰ سُرُرٍ
مَّصْصُوفَةٍ ۖ وَزَوَّجَهُمْ بَحُورٍ عِينٍ ۝

ترجمہ: پرہیزگار لوگ جنتوں میں اور نعمتوں میں ہیں [۱۷۰] جو انہیں ان کے رب نے دے رکھی ہیں اس پر خوش خوش ہیں اور ان کے پروردگار نے انہیں جہنم کے عذاب سے بھی بچا لیا ہے۔ [۱۷۱] تم سہتا پچتا کھاتے پیتے رہا کرو ان اعمال کے بدلے جو تم کرتے تھے۔ [۱۷۲] برابر بچھے ہوئے شاندار تخت پر نیکے لگائے ہوئے اور ہم نے ان کے نکاح گوری گوری بڑی بڑی آنکھوں والی حوروں سے کر دیے ہیں۔ [۱۷۳]

= گالوں کی طرح ادھر ادھر اڑ جائیں گے اور بے نام و نشان ہو جائیں گے۔ اس دن ان لوگوں پر جو اس دن کو نہ مانتے تھے ویل وحشت خرابی و ہلاکت ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کا عذاب فرشتوں کی مار، جہنم کی آگ ان کے لیے ہوگی جو دنیا میں مشغول تھے اور دین کو ایک کھیل تماشا مقرر کر رکھا تھا اس دن انہیں دھکے دے دے کر نار جہنم کی طرف دھکیلا جائے گا اور داروغہ جہنم ان سے کہیں گے کہ یہ وہ جہنم ہے جسے تم نہیں مانتے تھے۔ پھر مزید ڈانٹ ڈپٹ کے طور پر کہیں گے اب بولو کیا یہ جادو ہے یا تم اندھے ہو؟ جاؤ اس میں ڈوب جاؤ یہ تمہیں چو طرف سے گھیر لے گی اب اس کے عذاب کی تمہیں سہارا ہو یا نہ ہو ہائے دائے کرو خواہ خاموش رہو اسی میں پڑے بھلتے رہو گے کوئی ترکیب فائدہ نہ دے گی۔ کسی طرح چھوٹ نہ سکو گے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا ظلم نہیں بلکہ صرف تمہارے اعمال بد کا بدلہ ہے۔

اہل جنت پر انعامات: [آیت: ۱۷-۲۰] اللہ تعالیٰ نیک بختوں کا انجام بیان فرما رہا ہے کہ عذاب و سزا سے جو بد بختوں کو ہو رہا ہے یہ محفوظ کر کے جنتوں میں پہنچا دیے گئے جہاں کی بہترین نعمتوں سے فائدہ اٹھا رہے ہیں اور ہر طرح خوش حال خوش دل ہیں۔ قسم قسم کے کھانے طرح طرح کے پینے بہترین لباس عمدہ عمدہ سواریاں بلند و بالا مکانات اور ہر طرح کی نعمتیں انہیں مہیا ہیں۔ کسی قسم کا ڈر خوف نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرما چکا ہے کہ تمہیں میرے عذابوں سے نجات مل گئی۔ غرض دکھ سے دور سکھ سے سرور راحت و لذت میں محمور ہیں۔ جو چیز سامنے آتی ہے وہ ایسی ہے جسے نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہونہ کسی کان نے سنا ہونہ کسی دل پر خیال تک گزرا ہو پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے بار بار مہمان نوازی کے طور پر ان سے کہا جاتا ہے کہ کھاتے پیتے رہو خوش گوار خوش ذائقہ بے تکلف مزیدار مرغوب چیزیں تمہارے لیے مہیا ہیں۔ پھر ان کا دل خوش کرنے، حوصلہ بڑھانے اور طبیعت میں امنگ پیدا کرنے کے لیے ساتھ ہی اعلان ہوتا ہے۔ کہ یہ تو تمہارے اعمال کا بدلہ ہے جو تم اس جہان میں کرائے ہو۔ مرصع اور جڑاؤ شاہانہ تخت پر بڑی بے فکری اور فارغ البالی سے نیکے لگائے بیٹھے ہوں گے۔ ستر ستر سال گزر جائیں گے انہیں ضرورت نہ ہوگی کہ انٹیں یا ملیں جلیں۔ بے شمار سلیقہ شعار ادب و ادب خدام ہر طرح کی خدمت کے لیے کمر بستہ جس چیز کو چاہے آن کی آن میں موجود آنکھوں کا نور دل کا سرور وافر و موفور سامنے بے انتہا خوبصورت خوب سیرت گورے گورے پنڈے والی بڑی بڑی رسیلی آنکھوں والی بہت سی حوریں پاک دل عفت مآب عصمت کوش دل بہلانے اور خواہش پوری کرنے کے لیے سامنے کھڑی ہر ہر نعمت و رحمت چو طرف بکھری ہوئی پھر بھلا انہیں کس چیز کی کمی؟ ستر سال کے بعد جب دوسری جانب مائل ہوتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ وہاں اور ہی منظر ہے ہر چیز نئی ہے ہر نعمت پر جو بن ہے۔ اس طرف کی حوروں پر نظریں ڈالتے ہیں تو ان کے نور کی چکا چوند حیرت میں ڈال دیتی ہے۔ ان کی پیاری پیاری بھولی بھالی شکلیں =

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِإِيمَانٍ أَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَا أَلَتْنَاهُمْ
مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ ۖ كُلُّ امْرِئٍ بِمَا كَسَبَ رَهِينٌ ۖ ۝۱۱ وَأُمِدَّ دُنُودُهُمْ بِفَاكِهَةٍ
وَلَحْمٍ مِّمَّا يَشْتَهُونَ ۖ ۝۱۲ يَتَنَزَّعُونَ فِيهَا كَأْسًا لَا لَغْوٌ فِيهَا وَلَا تَأْنِيمٌ ۖ ۝۱۳ وَيُطَوَّفُ
عَلَيْهِمْ غُلَامٌ لَّهُمْ كَأَنَّهُمْ لُؤْلُؤٌ مَّكْنُونٌ ۖ ۝۱۴ وَأَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ
يَتَسَاءَلُونَ ۖ ۝۱۵ قَالُوا إِنَّا كُنَّا قَبْلُ فِي أَهْلِنَا مُشْفِقِينَ ۖ ۝۱۶ فَمَنَّ اللَّهُ عَلَيْنَا وَوَقَدْنَا
عَذَابَ السَّمُومِ ۖ ۝۱۷ إِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلُ نَدْعُوهُ ۖ إِنَّهُ هُوَ الْبَرُّ الرَّحِيمُ ۖ ۝۱۸

ترجمہ: جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد نے بھی ایمان میں ان کا ساتھ دیا ہم ان کی اولاد کو ان تک پہنچا دیں گے اور ان کے عمل سے ہم
کچھ کم نہ کریں گے ہر شخص اپنے اپنے اعمال میں گرفتار ہے۔ [۱۱] ہم ان کے لیے میوے اور مرغوب گوشت کی ریل چل کر دیں گے۔ [۱۲] (خوش
طبعی کے ساتھ) ایک دوسرے سے جام شراب کی چھینا چھٹی کریں گے جس شراب کے سرور میں نہ تو یہودہ کوئی ہوگی نہ گناہ۔ [۱۳] اور ان
کے ارد گرد ان کے نو عمر غلام چل پھر رہے ہوں گے گویا کہ وہ مردارید تھے جوڑھکے رکھے تھے [۱۴] آپس میں ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو کر
بات چیت کریں گے [۱۵] کہیں گے کہ اس سے پہلے ہم اپنے گھر والوں میں بہت ڈرا کرتے تھے۔ [۱۶] اللہ تعالیٰ نے ہم پر بڑا احسان کیا اور
ہمیں تیز و تند گرم ہواؤں کے عذاب سے بچالیا [۱۷] ہم اس سے پہلے ہی اس کی عبادت کیا کرتے تھے بے شک وہ محسن اور مہربان ہے۔ [۱۸]

== اچھوتے پنڈے اور کنوار پنہ کی شرمیلی نظریں اور جوانی کا بائگین دل پر معنطیسی اثر ڈالتا ہے۔

جنتی کچھ کہے اس سے پہلے ہی وہ اپنی شیریں کلامی سے عجیب انداز سے کہتی ہے شکر ہے کہ آپ کا التفات ہماری طرف بھی
ہوا۔ غرض اسی طرح من مانگی نعمتوں میں مست ہو رہے ہیں۔ پھر ان جنتیوں کے تحت باوجود قطار و روار ہونے کے اس طرح نہ ہوں
گے کہ کسی کو کسی کی پیٹھ ہو بلکہ آمنے سامنے ہوں گے۔

جیسے اور جگہ ہے ﴿عَلٰی سُرُرٍ مُّتَقَابِلِیْنَ﴾ تختوں پر ہوں گے اور ایک دوسرے کے آمنے سامنے ہوں گے۔ پھر فرماتا ہے ہم
نے ان کے نکاح میں حوریں دے رکھی ہیں جو کبھی دل میلا نہ کریں۔ جب نظر پڑے جی خوش ہو جائے اور ظاہری خوبصورتی کی تو کسی
سے تعریف ہی کیا ہو سکتی ہے ان کے اوصاف کے بیان کی حدیثیں وغیرہ کئی مقامات پر گزر رہی چکی ہیں۔ اس لیے انہیں یہاں وارد کرنا
چند اضروری نہیں۔

اہل ایمان کی اولادیں: [آیت: ۲۱-۲۸] اللہ تعالیٰ جل شانہ اپنے فضل و کرم اور لطف و رحم اپنے احسان اور انعام کا بیان فرماتا
ہے کہ جن مومنوں کی اولادیں بھی ایمان میں اپنے باپ داداؤں کی راگ لگ جائیں لیکن اعمال صالحہ میں اپنے بڑوں سے کم ہوں پروردگار
ان کے نیک اعمال کا بدلہ بڑھا چڑھا کر انہیں ان کے بڑوں کے درجے میں پہنچا دے گا تا کہ بڑوں کی آنکھیں چھوٹوں کو اپنے پاس
دیکھ کر ٹھنڈی رہیں اور چھوٹے بھی اپنے بڑوں کے پاس ہشاش بشاش رہیں۔ ان کے عملوں کی بڑھوتری ان کے بزرگوں کے اعمال
کی کمی سے نہ کی جائے گی بلکہ محسن و مہربان رب انہیں اپنے معمور خزانوں میں سے عطا فرمائے گا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس آیت

کی تفسیر میں یہی فرماتے ہیں۔ ایک مرفوع حدیث بھی اس مضمون کی مروی ہے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ جب جنتی شخص جنت میں جائے گا اور اپنے ماں باپ اور بیوی بچوں کو نہ پائے گا تو دریافت کرے گا کہ وہ کہاں ہیں؟ جواب ملے گا کہ وہ تمہارے مرتبہ تک نہیں پہنچے۔ یہ کہے گا باری تعالیٰ میں نے تو اپنے لیے اور ان کے لیے نیک اعمال کیے تھے۔ چنانچہ حکم دیا جائے گا اور انہیں بھی اس کے درجے میں پہنچا دیا جائے گا۔ ① یہ بھی مروی ہے کہ جنتیوں کی جن اولادوں نے ایمان قبول کیا اور نیک کام کیے وہ ان کے ساتھ ملا دی جائے گی اور ان کے جو چھوٹے بچے بچپن میں ہی انتقال کر گئے تھے وہ بھی ان کے پاس پہنچا دیے جائیں گے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما شععی، سعید بن جبیر، ابراہیم، قتادہ، ابوصالح، ریح بن انس، ضحاک بن زید بھی یہی کہتے ہیں۔ امام ابن جریر رحمہ اللہ بھی اسی کو پسند فرماتے ہیں۔ مسند احمد میں ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے نبی ﷺ سے اپنے دو بچوں کی نسبت دریافت کیا جو زمانہ جاہلیت میں مرے تھے تو آپ ﷺ نے فرمایا وہ دونوں جہنم میں ہیں۔ پھر جب مائی صاحبہ کو غمگین دیکھا تو فرمایا اگر تم ان کی جگہ دیکھ لیتیں تو تمہارے دل میں ان کا بغض پیدا ہو جاتا۔ مائی صاحبہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا یا رسول اللہ! پھر میرا بچہ جو آپ سے ہوا وہ کہاں ہے؟ آپ نے فرمایا وہ جنت میں ہے۔ مومن مع اپنی اولادوں کے جنت میں ہیں اور کافر اپنی اولادوں سمیت جہنم میں ہیں۔ پھر حضور ﷺ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی۔ ② یہ تو ہوئی ماں باپ کے اعمال صالحہ کی وجہ سے اولاد کی بزرگی۔ اب اولاد کی دعائے خیر کی وجہ سے ماں باپ کی بزرگی ملاحظہ ہو۔

مسند احمد میں حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندے کا درجہ جنت میں دفعۃً بڑھاتا ہے وہ دریافت کرتا ہے کہ اے اللہ میرا یہ درجہ کیسے بڑھ گیا؟ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ تیری اولاد نے تیرے لیے استغفار کیا اس بنا پر میں نے تیرا درجہ بڑھادیا۔ ③ اس حدیث کی اسناد بالکل صحیح ہیں۔ گو بخاری و مسلم میں ان لفظوں سے نہیں آئی لیکن اس جیسی ایک روایت صحیح مسلم میں اس طرح مروی ہے کہ ابن آدم کے مرتے ہی اس کے اعمال موقوف ہو جاتے ہیں لیکن تین عمل کہ وہ مرنے کے بعد بھی ثواب پہنچاتے رہتے ہیں صدقہ جاریہ، علم دین، جس سے نفع پہنچتا رہے نیک اولاد جو مرنے والے کے لیے دعاء خیر کرتی رہے۔ ④ جنت کی نعمتیں: چونکہ یہاں بیان ہوا تھا کہ مومنوں کی اولاد کے درجے بے عمل بڑھادیے گئے تو ساتھ ہی ساتھ اپنے اس فضل کے بعد اپنے عدل کا بیان فرماتا ہے کہ کسی کو کسی کے اعمال میں پکڑا نہ جائے گا بلکہ ہر شخص اپنے اپنے عمل میں رہن ہوگا باپ کا بوجھ بیٹے پر اور بیٹے کا باپ پر نہ ہوگا۔ جیسے اور جگہ ہے ﴿كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِينًا﴾ ہر شخص اپنے کیے ہوئے کاموں میں گرفتار ہے مگر وہ جن کے دائیں ہاتھ میں نامہ اعمال پہنچے ہیں وہ جنتوں میں بیٹھے ہوئے گنہگاروں سے دریافت کرتے ہیں الخ۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ ان جنتیوں کو قسم قسم کے میوے اور طرح طرح کے گوشت دیے جاتے ہیں جس چیز کو جی چاہے جس پر دل آئے وہ یکفخت موجود ہو جاتی ہے۔ شراب طہور کے چھلکتے ہوئے جام ایک دوسرے کو پلا رہے ہیں جس کے پینے سے سرور اور کیف لطف اور بہار حاصل ہوتا ہے۔ لیکن بدرزبانی بیہودہ گوئی نہیں ہوتی۔ ہذیان نہیں بکتے بے ہوش نہیں ہوتے۔ سچا سرور اور پوری خوشی حاصل، بک جھک سے دور گناہ =

① طبرانی، ۱۲۲۴۸، وسندہ موضوع، محمد بن عبدالرحمن بن غزوٰ بن کذاب راوی ہے۔ مجمع الزوائد، ۷/۱۴، ایشی کہتے ہیں اس کی سند میں محمد بن عبدالرحمن بن غزوٰ بن کذاب راوی ہے۔ ② احمد، ۱/۱۳۴، زوائد عبداللہ بن احمد بن حنبل وسندہ ضعیف السنۃ لابن ابی عاصم، ۲۱۳؛ مجمع الزوائد، ۷/۲۱۷، اس کی سند میں محمد بن عثمان ہے امام ذہبی کہتے ہیں یہ مجہول راوی ہے اور اس کی خبر منکر ہوتی ہے۔ دیکھئے (المیزان، ۳/۶۴۲، رقم: ۷۹۳۳) ③ احمد، ۲/۵۰۹، ابن ماجہ، کتاب الأدب، باب بر الوالدین، ۳۶۶۰ وسندہ حسن۔ ④ صحیح مسلم، کتاب الوصیۃ، باب ما یلحق الانسان من الثواب بعد وفاته ۱۶۳۱۔

فَذَكِّرْنَا أَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِكَاهِنٍ وَلَا مَجْنُونٍ ۖ أَمْ يَقُولُونَ شَاعِرٌ نَتَرَبَّصُ
 بِهِ رَبِّبُ الْبَنُونَ ۖ قُلْ تَرَبَّصُوا فَإِنِّي مَعَكُمْ مِنَ الْمُنْتَزِعِينَ ۖ أَمْ تَأْمُرُهُمْ
 أَخْلَاهُمُ بِهَذَا أَمْهُمْ قَوْمٌ طَاعُونَ ۖ أَمْ يَقُولُونَ تَقْوَاةٌ بَلْ لَا يَوْمُنُونَ ۖ
 فَلْيَأْتُوا بِحَدِيثٍ مِثْلِهِ إِنْ كَانُوا صَادِقِينَ ۖ أَمْ خُلِقُوا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ أَمْ
 هُمُ الْخَالِقُونَ ۖ أَمْ خَلَقُوا السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ ۚ بَلْ لَا يُوقِنُونَ ۖ أَمْ عِنْدَهُمْ
 خَزَائِنُ رَبِّكَ أَمْ هُمُ الْمُصِيطِرُونَ ۖ أَمْ لَهُمْ سُلَّمٌ يَسْتَمِعُونَ فِيهِ ۚ فَلْيَأْتِ
 مُسْتَمِعُهُمْ بِسُلْطَنِ مُبِينٍ ۖ أَمْ لَهُ الْبَنَاتُ وَلَكُمُ الْبَنُونَ ۖ أَمْ تَسْأَلُهُمْ
 أَجْرًا فَهُمْ مِنْ مَغْرَمٍ مُثْقَلُونَ ۖ أَمْ عِنْدَهُمُ الْغَيْبُ فَهُمْ يَكْتُبُونَ ۖ أَمْ
 يُرِيدُونَ كَيْدًا ۖ فَالَّذِينَ كَفَرُوا هُمُ الْمَكِيدُونَ ۖ أَمْ لَهُمْ إِلَهٌ غَيْرُ اللَّهِ ۖ

سُبْحَانَ اللَّهِ عَمَّا يُشْرِكُونَ ۝

ترجمہ: تو سمجھاتا رہے کیونکہ تو اپنے رب کے فضل سے نہ تو کاہن ہے نہ دیوانہ۔ ۲۹۱ کیا کافریوں کہتے ہیں کہ یہ شاعر ہے ہم اس پر زمانے کے حوادث یعنی موت کا انتظار کر رہے ہیں۔ ۳۰۰ تو کہہ دے تم منتظر ہو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں ہوں۔ ۳۱ کیا ان کی عقلیں انہیں یہی سکھاتی ہیں؟ یا یہ لوگ شرارت پر ہی ہیں۔ ۳۲ کیا یہ کہتے ہیں کہ اس نبی نے قرآن خود گھڑ لیا ہے واقعہ یہ ہے کہ ان میں ایمان ہی نہیں۔ ۳۳ اچھا اگر یہ سچے ہیں تو بھلا اس جیسی ایک ہی بات یہ بھی تو لے آئیں۔ ۳۴ کیا یہ بغیر کسی پیدا کرنے والے کے خود بخود پیدا ہو گئے ہیں؟ یا یہ خود پیدا کرنے والے ہیں؟ ۳۵ کیا انہوں نے ہی آسمان و زمین کو پیدا کیا ہے؟ بلکہ یہ یقین نہ کرنے والے لوگ ہیں۔ ۳۶ کیا کیا ان کے پاس تیرے رب کے خزانے ہیں؟ یا (ان خزانوں کے) یہ داروغہ ہیں؟ ۳۷ کیا کیا ان کے پاس کوئی میز می ہے جس پر چڑھ کر سن آئے ہیں؟ اگر ایسا ہے تو ان کا سننے والا کوئی روشن دلیل پیش کرے۔ ۳۸ کیا اللہ کی تو سب لڑکیاں ہیں اور تمہارے ہاں لڑکے ہیں؟ ۳۹ کیا تو ان سے کوئی اجرت طلب کرتا ہے کہ یہ اس کے بوجھ سے جو حمل ہو رہے ہیں؟ ۴۰ کیا ان کے پاس علم غیب ہے جسے یہ لکھ لیتے ہیں؟ ۴۱ کیا یہ لوگ کوئی فریب کرنا چاہتے ہیں؟ تو یقین کر لیں کہ فریب خوردہ جماعت کافروں کی ہے۔ ۴۲ کیا اللہ کے سوا ان کا کوئی اور معبود ہے؟ (ہرگز نہیں) اللہ تعالیٰ ان کے شرک سے پاک ہے۔ ۴۳

= سے غافل، باطل و کذب سے دور، غیبت و گناہ سے نفور۔ دنیا میں شرابیوں کی حالت دیکھی ہوگی کہ ان کے سر میں چکر پیٹ میں درد عقل زائل، بکواس بہت، بو بری، چہرے بے رونق۔ اسی طرح شراب کہ بذات اللہ اور بدبودار۔ یہاں جنت کی شراب ان تمام گندگیوں سے کوسوں دور ہے۔ یہ رنگ میں سفید پینے میں خوش ذائقہ۔ نہ اس کے پینے سے حواس معطل ہوں نہ بک جھک ہو نہ بہکیں نہ بھٹکیں نہ

سردرد ہونے اور کسی طرح ضرر پہنچائے۔ ہنسی خوشی اس پاک شراب کے جام پی پلا رہے ہوں گے۔ ان کے غلام کم سن نوعمر بچے جو حسن و خوبی میں ایسے ہیں جیسے مروارید ہوں اور وہ بھی ڈبے میں بند رکھے گئے ہیں کسی کا ہاتھ بھی نہ لگا ہوا در ابھی ابھی تازے تازے نکالے ہوں۔ ان کی آبداری صفائی چمک دمک روپ رنگ کا کیا پوچھنا؟ لیکن ان غلمان کے حسین چہرے انہیں بھی ماند کر دیتے ہیں۔ اور جگہ یہ مضمون ان الفاظ میں ادا کیا گیا ہے ﴿يَطُوفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُونَ﴾ یعنی ہمیشہ نوعمر اور کم سن رہنے والے چھوٹے بچے آنکھوں سے آفتابے اور ایسی شراب صاف کے جام کہ جن کے پینے سے نہ درد سر ہو اور نہ بہکیں اور جس قسم کا میوہ یہ پسند کریں اور جس پرند کا گوشت یہ چاہیں ان کے پاس بار بار لانے کے لیے جو طرف کمر بستہ چل پھر رہے ہیں۔ اس دور شراب کے وقت آپس میں گھل مل کر ہر طرح کی باتیں کریں گے۔ دنیا کے احوال یاد آئیں گے کہیں گے کہ ہم دنیا میں جب اپنے والوں میں تھے تو اپنے رب کے آج کے دن کے عذابوں سے سخت لرزاں و ترساں تھے۔ الحمد للہ رب نے ہم پر خاص احسان کیا اور ہمارے خوف کی چیز سے ہمیں امن دیا ہم اسی سے دعائیں اور التجائیں کرتے رہے اس نے ہماری دعائیں قبول فرمائیں اور ہمارا سوال پورا کر دیا یقیناً وہ بہت ہی نیک سلوک اور رحم والا ہے۔

مسند بزار میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جنتی اپنے دوستوں سے ملنا چاہے گا تو ادھر ادھر اس دوست کے دل میں بھی یہی خواہش پیدا ہوگی اس کا تخت اڑے گا اور راستے میں دونوں مل جائیں گے اپنے اپنے تختوں پر آرام سے بیٹھے ہوئے باتیں کرنے لگیں گے دنیا کے ذکر چھیڑیں گے اور کہیں گے کہ فلاں دن جگہ ہم نے اپنی بخشش کی دعا مانگی تھی اللہ نے اسے قبول فرمایا۔ ① اس حدیث کی سند کمزور ہے۔

فائدہ: مائی عائشہ رضی اللہ عنہا نے جب اس آیت کی تلاوت کی تو یہ دعا پڑھی (اللَّهُمَّ مَنْ عَلَيْنَا وَقِنَا عَذَابَ السُّمُومِ إِنَّكَ أَنْتَ الْبَرُّ الرَّحِيمُ) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا کہ اس آیت کو پڑھ کر یہ دعا مائی صاحبہ رضی اللہ عنہا نے نماز کے اندر مانگی تھی؟ جواب دیا کہ ہاں۔ ②

کفار پیغمبر ﷺ کو شاعر کہتے تھے: [آیت: ۲۹-۳۳] اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو حکم دیتا ہے کہ اللہ کی رسالت اللہ کے بندوں تک پہنچاتے رہیں ساتھ ہی بدکاروں نے جو بہتان آپ ﷺ پر باندھ رکھے تھے ان سے آپ ﷺ کی صفائی کرتا ہے۔ کاہن اسے کہتے ہیں جس کے پاس کبھی کبھی کوئی خبر جن پہنچا دیتا ہے۔ فائدہ: تو ارشاد ہوا کہ اللہ کے دین کی تبلیغ کیجئے۔ الحمد للہ آپ ﷺ نہ تو جنات والے ہیں نہ جنوں والے۔ پھر کافروں کا قول نقل فرماتا ہے کہ یہ کہتے ہیں کہ آنحضرت ایک شاعر ہیں انہیں کہنے دو جو کہہ رہے ہیں ان کے انتقال کے بعد ان کی سی کون کہے گا؟ ان کا یہ دین ان کے ساتھ ہی فنا ہو جائے گا۔ پھر اپنے نبی ﷺ کو اس کا جواب دینے کو فرماتا ہے کہ اچھا ادھر تم انتظار کرتے ہو ادھر میں بھی منتظر ہوں دنیا دیکھ لے گی کہ انجام کار غلبہ اور غیر فانی کامیابی کسے حاصل ہوتی ہے؟ دارالندوہ میں قریش کا مشورہ ہوا کہ محمد ﷺ بھی مثل اور شاعروں کے ایک شعر کو ہیں انہیں قید کر لو یہ وہیں ہلاک ہو جائیں گے جس طرح زہیر اور نابغہ کا حشر ہوا۔ اس پر یہ آیتیں اتریں۔ ③

پھر فرماتا ہے کیا ان کی دانائی انہیں یہی سمجھاتی ہے کہ باوجود جاننے کے پھر بھی تیری نسبت غلط افواہیں اڑائیں اور بہتان

① مسند البزار، ۲۵۵۳ وسندہ ضعیف؛ مجمع الزوائد، ۱۰/۴۲۱ اس کی سند میں سعید بن دینار مجہول اور ربیع بن صبیح ضعیف راوی ہے (المیزان، ۲/۴۱ رقم ۲۷۴۱، ۲/۱۳۴ رقم ۳۱۶۴) جبکہ حسن بصری کے صغۃ کی صراحت موجود نہیں۔

② ابن ابی حاتم، ۲۵۶/۱۲۔ ③ الطبری، ۲۲/۴۷۹۔

بازی کریں۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ بڑے سرکش گمراہ اور عناد رکھنے والے لوگ ہیں دشمنی میں آ کر واقعات سے چشم پوشی کر کے آپ کو مفت میں برا بھلا کہتے ہیں۔ کیا یہ کہتے ہیں کہ اس قرآن کو محمد ﷺ نے خود آپ بنالیا ہے؟ فی الواقع ایسا تو نہیں لیکن ان کا کفر ان کے منہ سے یہ غلط اور جھوٹ بات نکلوارہا ہے۔ اگر یہ سچ ہیں تو پھر یہ خود بھی مل جل کر ایک ہی ایسی بات بنا کر دکھا تو دیں یہ کفار قریش تو کیا؟ اگر ان کے ساتھ روئے زمین کے جنات و انسان مل جائیں جب بھی اس قرآن کی نظیر سے سب عاجز رہیں گے اور پورا قرآن تو بڑی چیز ہے اس جیسی دس سورتیں بلکہ ایک سورت بھی قیامت تک نہیں بنا سکتے۔

توحید الوہیت اور ربوبیت کے دلائل: توحید ربوبیت اور توحید الوہیت کا ثبوت دیا جا رہا ہے۔ فرماتا ہے کیا یہ بغیر موجد کے موجود ہو گئے؟ یا یہ خود اپنے موجد آپ ہی ہیں؟ دراصل دونوں باتیں نہیں بلکہ ان کا خالق اللہ تعالیٰ ہے۔ یہ کچھ نہ تھے اللہ تعالیٰ نے انہیں پیدا کر دیا۔ حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی ﷺ مغرب کی نماز میں سورہ طور کی تلاوت کر رہے تھے۔ میں کان لگائے سن رہا تھا جب آپ ﷺ ﴿مُصِطِرُونَ﴾ تک پہنچے تو میری یہ حالت ہو گئی کہ گویا میرا دل اڑا جا رہا ہے (بخاری)۔ ① بدری قیدیوں میں یہ جبیر رضی اللہ عنہ بھی آئے تھے۔ یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب یہ کافر تھے۔ قرآن پاک کی ان آیتوں کو سننا ان کے اسلام کا ذریعہ بن گیا۔ پھر فرماتا ہے کیا آسمان و زمین کے پیدا کرنے والے یہ ہیں؟ یہ بھی نہیں بلکہ یہ جانتے ہوئے کہ خود ان کا اور کل مخلوقات کا رچانے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے پھر بھی یہ اپنی بے یقینی سے باز نہیں آتے۔ پھر فرماتا ہے کہ کیا دنیا میں تصرف ان کا ہے؟ ہر چیز کے خزانوں کے مالک کیا یہ ہیں؟ یا مخلوق کے محاسب یہ ہیں؟ حقیقت میں ایسا نہیں بلکہ مالک و متصرف صرف اللہ عز و جل ہی ہے۔ وہ قادر ہے جو چاہے کر گزرے۔ پھر فرماتا ہے کیا اونچے آسمانوں تک چڑھ جانے کا کوئی زینہ ان کے پاس ہے؟ اگر یوں ہے تو ان میں سے جو وہاں پہنچ کر کلام سن آتا ہے وہ اپنے اقوال و افعال کی کوئی آسمانی دلیل پیش کرے۔ لیکن نہ وہ پیش کر سکتا ہے نہ وہ کسی حقانیت کے پابند ہیں۔ یہ بھی ان کی بڑی بھاری غلطی ہے کہ کہتے ہیں فرشتے اللہ کی لڑکیاں ہیں۔ کیا مزے کی بات ہے کہ اپنے لیے تو لڑکیاں ناپسند کریں اور اللہ تعالیٰ کے لیے ثابت کریں۔ انہیں اگر معلوم ہو جائے کہ ان کے ہاں لڑکی ہوئی تو غم کے مارے چہرہ سیاہ پڑ جائے اور اللہ تعالیٰ کے مقرب فرشتوں کو اس کی لڑکیاں بتلائیں۔ اتنا ہی نہیں بلکہ پھر ان کی پرستش کریں۔ پس نہایت ڈانٹ ڈپٹ کے ساتھ فرماتا ہے کیا اللہ کی لڑکیاں ہیں اور تمہارے لڑکے ہیں؟ پھر فرمایا کیا تو اپنی تبلیغ پر ان سے کچھ معاوضہ طلب کرتا ہے جو ان پر بھاری پڑے؟ یعنی نبی اللہ دین اللہ کے پہنچانے پر کسی سے کوئی اجرت نہیں مانگتے پھر انہیں یہ پہنچانا کیوں بھاری پڑتا ہے؟ کیا یہ لوگ غیب داں ہیں؟ نہیں بلکہ زمین و آسمان کی تمام مخلوق میں سے کوئی بھی غیب کی باتیں نہیں جانتا کیا یہ لوگ دین اللہ اور رسول اللہ کی نسبت بکواس کر کے خود رسول کو مومنوں کو اور عام لوگوں کو دھوکا دینا چاہتے ہیں؟ یاد رکھو یہی دھوکے باز دھوکے میں رہ جائیں گے اور وہاں اخروی کمئیں گے۔ پھر فرمایا کیا اللہ کے سوا ان کے اور معبود ہیں؟ اللہ کی عبادت میں بتوں کو اور دوسری چیزوں کو یہ کیوں شریک کرتے ہیں؟ اللہ تو شرکت سے مبرا اور شریک سے پاک اور مشرکوں کے اس فعل سے سخت بیزار ہے۔

وَاِنْ يَرَوْا كِسْفًا مِّنَ السَّمَاءِ سَاقِطًا يَقُولُوا سَحَابٌ مَّرْكُومٌ ۝ فَذَرْهُمْ حَتّٰى
يُلْقُوا يَوْمَهُمُ الَّذِیْ فِیْهِ یُصْعَقُوْنَ ۝ یَوْمَ لَا یُغْنِیْ عَنْهُمْ کِیْدُهُمْ شَیْئًا وَلَا
هُم یُنصَرُوْنَ ۝ وَاِنَّ لِلَّذِیْنَ ظَلَمُوْا عَذَابًا دُوْنَ ذٰلِکَ وَلٰکِنْ اَکْثَرُهُمْ لَا
یَعْلَمُوْنَ ۝ وَاَصْبِرْ لِحُکْمِ رَبِّکَ فَاِنَّکَ بِاَعْیُنِنَا وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ حِیْنَ
تَقُومُ ۝ وَمِنَ اللَّیْلِ فَسَبِّحْهُ وَاِذَا بَارَأَ النُّجُوْمَ ۝

ترجمہ: اگر یہ لوگ آسمان کے کسی ٹکڑے کو گرتا ہوا دیکھ لیں تب بھی کہہ دیں کہ یہ تو تہ بہ تہ بادل ہے۔ [۳۴] تو انہیں چھوڑ دے یہاں تک کہ انہیں اس دن سے سابقہ پڑے جس میں یہ بے ہوش کر دیے جائیں گے۔ [۳۵] جس دن انہیں ان کا مکر کچھ کام نہ آئے گا اور نہ وہ مدد کیے جائیں گے۔ [۳۶] بے شک ظالموں کے لیے اس کے علاوہ عذاب بھی ہیں لیکن ان لوگوں میں سے اکثر بے علم ہیں۔ [۳۷] تو اپنے رب کے حکم کے انتظار میں صبر سے کام لے بیشک تجھ پر ہماری آنکھیں لگی ہوئی ہیں۔ صبح کو جب تو اٹھے اپنے رب کی پاکی اور حمد بیان کیا کر۔ [۳۸] اور رات کو بھی اس کی تسبیح پڑھ اور ستاروں کے ڈوبتے وقت بھی۔ [۳۹]

قیامت کا ذکر: [آیت: ۳۴-۳۹] مشرکوں اور کافروں کے عناد کا بیان ہو رہا ہے کہ یہ اپنی سرکشی ضد اور ہٹ دھرمی میں اس قدر بڑھ گئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے عذاب کو محسوس کر لینے کے بعد بھی انہیں ایمان کی توفیق نہ ہوگی۔ یہ اگر دیکھ لیں گے کہ آسمان کا کوئی ٹکڑا اللہ تعالیٰ کا عذاب بن کر ان کے سروں پر گر رہا ہے تو بھی انہیں تصدیق و یقین نہ ہوگا بلکہ صاف کہہ دیں گے کہ غلیظ ابر ہے جو پانی برسانے کو آ رہا ہے۔ جیسے اور جگہ فرمایا ﴿وَلَوْ فَتَحْنَا عَلَيْهِم بَابًا مِّنَ السَّمَاءِ﴾ الخ اگر ہم ان کے لیے آسمان کا کوئی دروازہ بھی کھول دیں اور یہ وہاں چڑھ جائیں تب بھی یہ تو یہی کہیں گے کہ ہماری آنکھیں باندھ دی گئی ہیں بلکہ ہم پر جادو کر دیا گیا ہے یعنی معجزات جو یہ طلب کر رہے ہیں اگر ان کی چاہت کے مطابق ہی دکھا دیئے جائیں بلکہ خود انہیں آسمانوں پر چڑھا دیا جائے جب بھی یہ کوئی بات بنا کر ٹال دیں گے اور ایمان نہ لائیں گے۔ اے نبی! آپ انہیں چھوڑ دیجئے قیامت والے دن خود انہیں معلوم ہو جائے گا اس دن ان کی ساری فریب کاریاں رکھی کی رکھی رہ جائیں گی کوئی مکاری وہاں کام نہ دے گی چوڑی چوک جائیں گے اور چالاکی بھول جائیں گے۔ آج جن جن کو یہ پکارتے ہیں اور اپنا مدگار جانتے ہیں اس دن سب کے منہ نکلیں گے اور کوئی نہ ہوگا جو ان کی ذرا سی بھی مدد کر سکے بلکہ ان کی طرف سے کچھ عذر بھی پیش کر سکے۔ یہی نہیں کہ انہیں صرف قیامت کے دن ہی عذاب ہو اور یہاں اطمینان و آرام کے ساتھ زندگی گزار لیں بلکہ ان نا انصافوں کے لیے اس سے پہلے دنیا میں بھی عذاب تیار ہیں۔ جیسے اور جگہ فرمان ہے ﴿وَلَنَذِیْقَنَّهُم مِّنَ الْعَذَابِ الْاَدْنٰی دُوْنَ الْعَذَابِ الْاَلَکْبَرِ لَعَلَّهُمْ یَرْجِعُوْنَ﴾ یعنی ہم انہیں آخرت کے بڑے عذابوں کے علاوہ دنیا میں بھی عذاب کا مزہ چکھائیں گے تاکہ یہ رجوع کریں۔ لیکن ان میں سے اکثر بے علم ہیں، نہیں جانتے کہ یہ دنیوی مصیبتوں میں بھی مبتلا ہوں گے اور خدا کی نافرمانیاں رنگ لائیں گی یہی بے علمی ہے جو انہیں اس بات پر آمادہ کرتی ہے کہ گناہ پر گناہ، ظلم پر ظلم کرتے جائیں پکڑے جاتے ہیں عبرت حاصل ہوتی ہے لیکن جہاں پکڑ ہی یہ پھر ویسے کے ویسے سخت دل بدکار بن گئے۔ بعض

احادیث میں ہے کہ منافق کی مثال اونٹ کی سی ہے جس طرح اونٹ نہیں جانتا کہ اسے کیوں باندھا اور کیوں کھولا؟ ① اسی طرح منافق بھی نہیں جانتا کہ کیوں بیمار ڈالا گیا؟ اور کیوں تندرست کر دیا گیا؟ اثر الہی میں ہے کہ میں کتنی ایک تیری نافرمانیاں کروں گا اور تو مجھے سزا نہ دے گا؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے میرے بندے کتنی مرتبہ میں نے تجھے عافیت دی اور تجھے علم بھی نہ ہوا۔ پھر فرماتا ہے کہ اے نبی! آپ صبر کیجئے ان کی ایذا دہی سے تنگ دل نہ ہو جائیے ان کی طرف سے کوئی خطرہ بھی دل میں نہ لائیے۔ سنیے آپ ہماری حفاظت میں ہیں۔ آپ ہماری آنکھوں کے سامنے ہیں۔ آپ کی نگہبانی کے ذمہ دار ہم ہیں۔ تمام دشمنوں سے آپ کو بچانا ہمارے سپرد ہے۔ اللہ کی تسبیح: پھر حکم دیتا ہے کہ جب آپ کھڑے ہوں تو اللہ تعالیٰ کی پاکی اور تعریف بیان کیجئے۔ اس کا ایک مطلب یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب نماز کے لیے کھڑے ہوں۔ دوسرا مطلب یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب رات کو جاگیں۔ دونوں مطلب درست ہیں۔ چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ نماز کو شروع کرتے ہی آنحضرت ﷺ فرماتے ((سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالَى جَدُّكَ وَلَا إِلَهَ غَيْرُكَ)) ② (صحیح مسلم) یعنی اے اللہ تو پاک ہے تمام تعریفوں کا مستحق ہے۔ تیرا نام برکتوں والا ہے تیری بزرگی بہت بلند و بالا ہے تیرے سوا معبود برحق کوئی اور نہیں۔ مسند احمد اور سنن میں بھی حضور ﷺ کا یہ کہنا مروی ہے۔ ③ مسند احمد میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا جو شخص رات کو جاگے اور کہے ((لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ۔ سُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ)) پھر خواہ اپنے لیے بخشش کی دعا کرے خواہ جو چاہے طلب کرے اللہ تعالیٰ اس کی دعا قبول فرماتا ہے پھر اگر اس نے پختہ ارادہ کیا اور وضو کر کے نماز بھی ادا کی تو وہ نماز قبول کی جاتی ہے۔ یہ حدیث صحیح بخاری اور سنن میں بھی مروی ہے۔ ④ حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کی تسبیح اور حمد کے بیان کرنے کا حکم ہر مجلس سے کھڑے ہونے کے وقت ہے۔ حضرت ابوالاحوص رحمہ اللہ کا قول بھی یہی ہے کہ جب کسی مجلس سے اٹھنا چاہے یہ پڑھے ((سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ)) حضرت عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ بھی یہی فرماتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اگر اس مجلس میں نیکی ہوئی ہے تو وہ اور بڑھ جاتی ہے اور اگر کچھ اور ہوا ہے تو یہ کلمہ اس کا کفارہ ہو جاتا ہے۔ جامع عبدالرزاق میں ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے آنحضرت ﷺ کو تعلیم دی کہ جب کسی مجلس سے کھڑے ہو تو ((سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ)) اس کے راوی حضرت معمر رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں نے یہ بھی سنا ہے کہ یہ قول اس مجلس کا کفارہ ہو جاتا ہے۔ ⑤ یہ حدیث تو مرسل ہے لیکن مسند حدیثیں بھی اس بارے میں بہت سی مروی ہیں جن کی سندیں ایک دوسرے کو تقویت پہنچاتی ہیں۔ ایک میں ہے جو شخص کسی مجلس میں بیٹھ دہاں کچھ بک بھک ہو اور کھڑا ہونے سے پہلے ان کلمات کو کہہ لے تو اس مجلس میں جو کچھ ہوا ہے اس کا کفارہ ہو جاتا ہے (ترمذی)۔ ⑥ اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ حسن صحیح کہتے ہیں۔

① ابو داود، کتاب الجنائز، باب الامراض المكفر للذنوب ۳۰۸۹، وسنده ضعيف، ابو منظور مجهول وعنه لم أعرفه.

② صحيح مسلم، كتاب الصلاة، باب حجة من قال لا يجهر بالبسمة ۳۹۹ موقوفاً.

③ ابو داود، كتاب الصلاة، باب من رأى الإستفتاح بسبحانك اللهم وبحمدك ۷۷۵ وهو حديث حسن؛ ترمذی، ۲۴۳؛ نسائی، ۹۰۰؛ ابن ماجه، ۸۰۶؛ احمد، ۵۰/۳؛ مسند ابی یعلیٰ، ۳۷۳۵.

④ صحيح بخاری، كتاب التهجّد، باب فضل من تعار من الليل فصلی ۱۱۵۴؛ ابو داود، ۵۰۶۰؛ ترمذی، ۳۴۱۴؛ السنن الكبرى للنسائی، ۱۰۶۹۷؛ ابن ماجه، ۳۸۷۸؛ احمد، ۳۱۳/۵.

⑤ مصنف عبدالرزاق، ۱۹۷۶؛ وسنده ضعيف.

⑥ ترمذی، كتاب الدعوات، باب ما يقول اذا قام من مجلسه، ۳۴۳۳؛ وهو صحيح؛ ابن حبان، ۱۵۹۴؛ حاکم، ۷۲۰/۱.

امام حاکم رحمہ اللہ اسے مستدرک میں روایت کر کے فرماتے ہیں اس کی سند شرط مسلم پر ہے۔ ہاں امام بخاری رحمہ اللہ نے اس میں علت نکالی ہے۔ میں کہتا ہوں امام احمد، امام مسلم، امام ابو حاتم، امام ابو زرعہ، امام دارقطنی رحمہم وغیرہ نے بھی اسے معلول کہا ہے اور وہم کی نسبت ابن جریر رحمہ اللہ کی طرف کی ہے۔ مگر یہ روایت ابوداؤد میں جس سند سے مروی ہے اس میں ابن جریر رحمہ اللہ ہیں ہی نہیں۔ ① اور حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ اپنی آخری عمر میں جس مجلس سے کھڑے ہوتے ان کلمات کو کہتے۔ بلکہ ایک شخص نے پوچھا بھی کہ حضور! آپ اس سے پہلے تو اسے نہیں کہتے تھے آپ ﷺ نے فرمایا مجلس میں جو کچھ ہوا ہو یہ کلمات اس کا کفارہ ہو جاتے ہیں۔ ② یہ روایت مرسل سند سے بھی حضرت ابوالعالیہ رحمہ اللہ سے مروی ہے۔ واللہ اعلم۔ نسائی وغیرہ۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں یہ کلمات ایسے ہیں کہ جو انہیں کسی مجلس سے اٹھتے وقت تین مرتبہ کہہ لے اس کے لیے یہ کفارہ ہو جاتے ہیں۔ مجلس خیر اور مجلس ذکر میں انہیں کہنے سے یہ مثل مہر کے ہو جاتے ہیں ③ (ابوداؤد وغیرہ)۔

فائدہ: الحمد للہ میں نے ایک علیحدہ جزو میں ان تمام حدیثوں کو ان کے الفاظ کو اور ان کی سندوں کو جمع کر دیا ہے اور ان کی علتیں بھی بیان کر دی ہیں اور اس کے متعلق جو کچھ لکھنا تھا لکھ دیا ہے۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ رات کے وقت اس کی یاد اور اس کی عبادت تلاوت اور نماز کے ساتھ کرتے رہو جیسے فرمان ہے ﴿وَمِنَ اللَّيْلِ فَتَهَجَّدْ﴾ الخ۔

رات کے وقت تہجد پڑھا کر وہ تیرے لیے نفل ہے، ممکن ہے تیرا رب تجھے مقام محمود پر اٹھائے۔ ستاروں کے ڈوبتے وقت سے مراد صبح کی فرض نماز سے پہلے کی دو رکعتیں ہیں کہ وہ دونوں ستاروں کے غروب ہونے کے لیے جھک جانے کی وقت پڑھی جاتی ہیں۔ چنانچہ ایک مرفوع حدیث میں ہے ان سنتوں کو نہ چھوڑو وگھوڑے تمہیں کچل ڈالیں۔ ④ اسی حدیث پر نظر یں رکھ کر امام احمد رحمہ اللہ کے بعض اصحاب نے تو انہیں واجب کہا ہے لیکن یہ ٹھیک نہیں اس لیے کہ حدیث میں ہے دن رات میں پانچ نمازیں ہیں۔ سننے والے نے کہا کیا مجھ پر اس کے سوا اور کچھ بھی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں مگر یہ کہ تو نفل ادا کرے ⑤ بخاری و مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نوافل میں سے کسی نفل کی بہ نسبت صبح کی دو سنتوں کے زیادہ پابندی اور نگرانی نہ کرتے تھے۔ ⑥ صحیح مسلم میں ہے رسول مقبول ﷺ فرماتے ہیں صبح کے فرضوں سے پہلے کی یہ دو سنتیں ساری دنیا سے اور جو کچھ اس میں ہے اس سے بہتر ہیں۔ ⑦

الحمد لله سورة والظهور کی تفسیر پوری ہوئی۔

- ① ابو داود، کتاب الأدب، باب فی کفارة المجلس ٤٨٥٨ وهو صحيح۔
- ② ابو داود، کتاب الأدب، باب فی کفارة المجلس، ٤٨٥٩ وسنده حسن۔
- ③ ابو داود، کتاب الأدب، باب فی کفارة المجلس، ٤٨٥٧ وسنده صحيح۔
- ④ ابو داود، کتاب التطوع باب فی تخفيفهما ١٢٥٨ وسنده ضعيف، احمد، ٤٠٥/٢، شرح معانی الآثار، ١/٢٩٩، اس کی سند میں ابن سیلان مجہول الحال راوی ہے۔

- ⑤ صحيح بخاری، کتاب الشهادات، باب کیف يستحلف ٢٦٧٨؛ صحيح مسلم، ١١١؛ ابو داود، ٣٩١؛ السنن الكبرى للنسائي، ١١٧٥٩؛ ابن حبان، ١٧٢٤۔
- ⑥ صحيح بخاری، کتاب التهجد، باب تعاود ركعتي الفجر ومن سماها تطوعاً ١١٥٩؛ صحيح مسلم، ٧٢٤۔
- ⑦ صحيح مسلم، حواله سابق، ٧٢٥۔

تفسیر سورۃ نجم مکہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَالْجُزْمِ اِذَا هُوَ ۝۱ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰی ۝۲ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی ۝۳

اِنْ هُوَ اِلَّا وُحٰی یُّوْحٰی ۝۴

ترجمہ: اللہ رحمن ورحیم کے نام سے شروع کرتا ہوں

قسم ہے ستارے کی جب وہ جھکے [۱] کہ تمہارے ساتھی نے نہ راہ گم کی ہے نہ وہ ٹیڑھی راہ پر ہے [۲] اور نہ اپنی نفسانی خواہش سے کوئی بات کہتے ہیں۔ [۳] وہ تو صرف وحی ہے جو اتاری جاتی ہے۔ [۴]

تعارف سورت: صحیح بخاری شریف میں حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سب سے پہلی سورت جس میں سجدہ تھا سورۃ النجم اتری ہے۔ نبی ﷺ نے اور آپ ﷺ کے پیچھے جتنے تھے سب نے سجدہ کیا۔ لیکن ایک شخص کو میں نے دیکھا کہ اس نے اپنی مٹھی میں مٹی لے کر اس پر سجدہ کر لیا۔ پھر میں نے دیکھا کہ وہ اس کے بعد کفر کی حالت میں ہی مارا گیا۔ یہ امیہ بن خلف تھا۔ ① لیکن اس میں ایک اشکال ہے وہ یہ کہ دوسری روایت میں ہے کہ یہ عتبہ بن ربیعہ تھا۔

ستارے کی قسم: [آیت: ۱-۳] حضرت ضعی بنی النضر فرماتے ہیں خالق تو اپنی مخلوق میں سے جس کی چاہے قسم کھالے لیکن مخلوق سوائے اپنے خالق کے کسی اور کی قسم نہیں کھا سکتی (ابن ابی حاتم)۔ ستارے کے جھکنے سے مراد فجر کے وقت ثریا ستارے کا غائب ہونا ہے۔ بعض کہتے ہیں مراد زہرہ نامی ستارہ ہے۔ حضرت ضحاک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مراد اس کا جھڑکنا شیطان کی طرف لپکنا ہے۔ اس قول کی اچھی توجیہ ہو سکتی ہے۔ مجاہد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس جملے کی تفسیر یہ ہے کہ قسم ہے قرآن کی جب وہ اترے۔ اس آیت جیسی ہی آیت ﴿فَلَا أَفْسِمُ بِمَوَاقِعِ النُّجُومِ﴾ الخ ہے۔ پھر جس بات پر قسم کھائی ہے اس کا بیان ہے کہ آنحضرت ﷺ نیکی اور رشد و ہدایت والے اور تابع حق ہیں۔ وہ بے علمی کے ساتھ کسی غلط راہ لگے ہوئے یا باوجود علم کے ٹیڑھا راستہ اختیار کیے ہوئے نہیں ہیں۔ مگر اہی والے نصرانیوں اور جان بوجھ کر خلاف حق کرنے والے یہودیوں کی طرح آپ نہیں۔ آپ ﷺ کا علم کامل، آپ کا عمل مطابق علم، آپ کا راستہ سیدھا آپ عظیم الشان شریعت کے شارع، آپ اعتدال والی راہ حق پر قائم، آپ کا کوئی قول، کوئی فرمان اپنے نفس کی خواہش اور ذاتی غرض سے نہیں ہوتا بلکہ جس چیز کی تبلیغ کا آپ کو حکم الہی ہوتا ہے آپ اسے ہی زبان سے نکالتے ہیں۔ جو وہاں سے کہا جائے وہ آپ کی زبان سے ادا ہوتا ہے کمی بیشی زیادتی نقصان سے آپ کا کلام پاک ہوتا ہے۔

حدیث پیغمبر وحی ہے: مسند احمد میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ایک شخص کی شفاعت سے جو نبی نہیں ہیں مثل دو قبیلوں کے یا دو میں سے ایک قبیلہ کی نکتی کے برابر لوگ جنت میں داخل ہوں گے قبیلہ ربیعہ اور قبیلہ مضر۔ اس پر ایک شخص نے کہا کیا ربیعہ مضر میں

① صحیح بخاری، کتاب التفسیر سورۃ النجم باب ﴿فَاسْجُدُوا لِلّٰهِ وَاعْبُدُوا﴾ ۴۸۶۳؛ صحیح مسلم، ۵۷۶؛ ابو داود، ۱۴۰۶؛

عَلِمَهُ شَدِيدُ الْقُوَى ۝ ذُو مِرَّةٍ ۝ فَاسْتَوَى ۝ وَهُوَ بِالْأُفُقِ الْأَعْلَى ۝ ثُمَّ دَنَا
فَتَدَلَّى ۝ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَى ۝ فَأَوْحَى إِلَى عَبْدِهِ مَا أَوْحَى ۝ مَا
كَذَّبَ الْقَوَادُ مَا رَأَى ۝ أَفْتَمَرُونَهُ عَلَىٰ مَا يَرَى ۝ وَلَقَدْ رَآهُ نَزْلَةً أُخْرَى ۝
عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهَى ۝ عِنْدَهَا جَنَّةُ الْبَآوَى ۝ إِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا
يَغْشَى ۝ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغَى ۝ لَقَدْ رَأَى مِنْ آيَاتِ رَبِّهِ الْكُبْرَى ۝

ترجمہ: اسے پوری طاقت والے فرشتے نے سکھایا ہے [۵] جو زور آور ہے وہ سیدھا کھڑا ہو گیا [۶] اور وہ بلند آسمان کے کناروں پر تھا۔ [۷] پھر نزول کیا ہوا اور آتر آیا۔ [۸] پس دو کمانوں کا فاصلہ رہ گیا بلکہ اس سے بھی کم۔ [۹] پس اس نے اللہ کے بندے کو پیغام پہنچایا جو بھی پہنچایا۔ [۱۰] جو دیکھا اس میں پیغمبر کے دل نے جھوٹ نہیں کہا۔ [۱۱] کیا تم بھگڑا کرتے ہو اس پر جو پیغمبر دیکھتے ہیں؟ [۱۲] اسے تو ایک مرتبہ اور بھی دیکھا تھا۔ [۱۳] سدرة المنتہی کے پاس [۱۴] اسی کے پاس جنت المآویٰ ہے۔ [۱۵] جب کہ سدرة کو چھپائے جتنی تھی وہ چیز جو چھاری تھی۔ [۱۶] نہ تو نگاہ ہلکی نہ حد سے بڑھی۔ [۱۷] یقیناً اس نے اپنے رب کی بڑی بڑی نشانیاں دیکھ لیں۔ [۱۸]

= سے نہیں ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا میں تو وہی کہتا ہوں جو کہتا ہوں۔ ① مسند کی اور حدیث میں ہے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں حضور ﷺ سے جو کچھ سنتا تھا اسے حفظ کرنے کے لیے لکھ لیا کرتا تھا پس بعض قریشیوں نے مجھے اس سے روکا اور کہا کہ رسول اللہ ﷺ ایک انسان ہیں کبھی غصے اور غضب میں بھی کچھ فرما دیا کرتے ہیں۔ چنانچہ میں لکھنے سے رک گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا لکھ لیا کرو۔ اللہ تعالیٰ کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میری زبان سے سوائے حق بات کے اور کوئی کلمہ نہیں نکلتا۔ یہ حدیث ابوداؤد اور ابن ابی شیبہ میں بھی ہے۔ ② بزار میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں تمہیں جس امر کی خبر اللہ تعالیٰ کی طرف سے دوں اس میں کوئی شک و شبہ نہیں ہوتا۔ مسند احمد میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا میں بجز حق کے اور کچھ نہیں کہتا۔ اس پر بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا کہ حضور ﷺ کبھی کبھی ہم سے خوش طبع بھی کرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اس وقت بھی میری زبان سے ناحق نہیں نکلتا۔ ③

حضرت جبریل علیہ السلام کی شان: [آیت: ۵-۱۸] اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ حضرت محمد ﷺ کے معلم حضرت جبریل علیہ السلام ہیں۔ جیسے اور جگہ فرمایا ہے ﴿اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ﴾ الخ یہ قرآن ایک بزرگ زور آور فرشتے کا قول ہے جو مالک عرش کے ہاں باعزت سب کا مانا ہو وہاں معتبر ہے۔ یہاں بھی فرمایا وہ قوت والا ہے۔ ﴿ذُو مِرَّةٍ﴾ کی ایک تفسیر تو یہی ہے۔ دوسری یہ ہے کہ وہ خوش شکل ہے۔ حدیث میں بھی ﴿مِرَّةٍ﴾ کا لفظ آیا ہے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں صدقہ مال دار پر اور قوت والے تندرست پر حرام ہے۔ ④

- ① احمد، ۵/۲۵۷ و سندہ حسن؛ مجمع الزوائد، ۱۰/۳۸۱۔ ② ابو داود، کتاب العلم، باب کتابۃ العلم، ۳۶۴۶ و سندہ صحیح؛ احمد، ۲/۱۶۲۔ ③ ترمذی، کتاب البر والصلة، باب ما جاء فی المزاج ۱۹۹۰ و سندہ حسن؛ احمد، ۲/۳۶۰ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ۔ ④ ابو داود، کتاب الزکاة، باب من یعطی من الصدقة وحده الغنی ۱۶۳۴ و سندہ حسن؛ ترمذی، ۶۵۲؛ دارمی، ۱/۴۷۲؛ احمد، ۲/۱۶۴؛ حاکم، ۴/۵۶۵؛ ابن حبان، ۳۲۹۰ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ۔

پھر وہ سیدھے کھڑے ہو گئے، یعنی حضرت جبریل علیہ السلام۔ اور وہ بلند آسمانوں کے کناروں پر تھے جہاں سے صبح چڑھتی ہے جو سورج کے طلوع ہونے کی جگہ ہے۔ ابن ابی حاتم میں ہے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں آنحضرت ﷺ نے حضرت جبریل علیہ السلام کو ان کی اصلی صورت میں صرف دو دفعہ دیکھا ہے۔ ایک مرتبہ آپ ﷺ کی خواہش پر اللہ تعالیٰ کے امین اپنی صورت میں آپ ﷺ کو دکھائی دیے۔ آسمانوں کے تمام کنارے ان کے جسم سے ڈھک گئے تھے۔ دوبارہ اس وقت جب کہ آپ ﷺ کو لے کر حضرت جبریل علیہ السلام اوپر چڑھے تھے۔ یہ مطلب ہے ﴿وَهُوَ بِالْأُفُقِ الْأَعْلَى﴾ کا۔ امام ابن جریر رحمہ اللہ نے اس تفسیر میں ایک ایسا قول کہا ہے جو کسی نے نہیں کہا اور خود انہوں نے بھی اس قول کی اضافت دوسرے کی طرف نہیں کی۔ ان کے فرمان کا حاصل یہ ہے کہ جبریل علیہ السلام اور آنحضرت ﷺ دونوں بلند آسمانوں کے کناروں پر سیدھے کھڑے ہوئے تھے اور یہ واقعہ معراج کی رات کا ہے۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ کی اس تفسیر کی تائید کسی نے نہیں کی۔ گو امام صاحب رحمہ اللہ نے عربیت کی حیثیت سے اسے ثابت کیا ہے اور عربی قواعد سے یہ بھی ہو سکتا ہے لیکن ہے یہ واقعہ کے خلاف۔ اس لیے کہ یہ دیکھنا معراج سے پہلے کا ہے۔ اس وقت رسول اللہ ﷺ زمین پر تھے۔ آپ کی طرف جبریل علیہ السلام اترے تھے۔ اور قریب ہو گئے تھے اور اپنی اصلی صورت پر تھے۔ چھ سو پر تھے پھر اس کے بعد دوبارہ سدرۃ المنتہی کے پاس معراج والی رات میں دیکھا تھا۔ یہ تو دوبارہ کا دیکھنا تھا لیکن پہلی مرتبہ کا دیکھنا تو شروع رسالت کے زمانہ کا ذکر ہے۔ پہلی وحی ﴿اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ﴾ الخ کی چند آیتیں آپ ﷺ پر نازل ہو چکی تھیں پھر وحی بند ہو گئی تھی جس کا حضور ﷺ کو بڑا خیال بلکہ بڑا ملال تھا یہاں تک کہ کئی دفعہ آپ ﷺ کا ارادہ ہوا کہ پہاڑ پر سے گر پڑوں۔ لیکن ہر وقت آسمان کی طرف سے حضرت جبریل کی یہ ندا سنائی دی کہ اے محمد ﷺ آپ اللہ کے سچے رسول ہیں اور میں جبریل ہوں۔ آپ ﷺ کا غم غلط ہو جاتا، دل پر سکون اور طبیعت میں قرار ہو جاتا واپس چلے آتے۔ لیکن پھر کچھ دنوں کے بعد شوق دامن گیر ہوتا اور وحی الہی کی لذت یاد آتی تو نکل کھڑے ہوتے اور پہاڑ پر سے اپنے تئیں گرا دینا چاہتے اور اسی طرح حضرت جبریل علیہ السلام تسکین و تسلی کروایا کرتے یہاں تک کہ ایک مرتبہ بطح میں حضرت جبریل علیہ السلام اپنی اصلی صورت میں ظاہر ہو گئے۔ چھ سو پر تھے جسامت نے آسمان کے تمام کنارے ڈھک لیے تھے۔ اب آپ سے قریب آ گئے اور اللہ عزوجل کی وحی آپ کو پہنچائی۔ اس وقت حضور ﷺ کو اس فرشتے کی عظمت و جلالت معلوم ہوئی اور جان گئے کہ اللہ کے نزدیک یہ کس قدر بلند مرتبہ ہے۔

معراج کا ذکر: مسند بزار کی ایک روایت امام ابن جریر کے قول کی تائید میں پیش ہو سکتی ہے مگر اس کے راوی صرف حارث بن عبید ہیں جو بصرہ کے رہنے والے مشہور فحش ہیں۔ ابو قتادہ ایادی ان کی کثیت ہے مسلم میں ان سے روایتیں آئی ہیں لیکن امام ابن معین رحمہ اللہ انہیں ضعیف کہتے ہیں اور فرماتے ہیں یہ کوئی چیز نہیں۔ امام احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ مضطرب الحدیث ہیں۔ امام ابو حاتم رازی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ ان کی حدیثیں لکھی جاتی ہیں، لیکن ان سے دلیل نہیں لی جاسکتی۔ ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ بڑے دہشی تھے ان سے احتیاج درست نہیں۔ پس یہ حدیث صرف ان ہی کی روایت سے ہے تو علاوہ غریب ہونے کے منکر ہے اور اگر ثابت ہو بھی جائے تو ممکن ہے یہ واقعہ کسی خواب کا ہو۔ اس میں ہے کہ حضور ﷺ فرماتے ہیں میں بیٹھا ہوا تھا جو حضرت جبریل علیہ السلام آئے میرے دونوں کندھوں کے درمیان زور سے ہاتھ رکھا اور مجھے کھڑا کیا۔ میں نے دیکھا کہ ایک درخت ہے جس میں پرندوں کے آشیانوں کی طرح بیٹھنے کی جگہیں بنی ہوئی ہیں ایک میں تو حضرت جبریل علیہ السلام بیٹھ گئے اور دوسرے میں میں بیٹھ

گیا پھر وہ درخت بلند ہونے لگا یہاں تک کہ میں آسمان سے بالکل قریب پہنچ گیا۔ میں دائیں بائیں کروٹیں بدلتا تھا اور اگر میں چاہتا تو ہاتھ بڑھا کر آسمان کو چھو لیتا میں نے دیکھا کہ حضرت جبریل علیہ السلام اس وقت بیت الہی سے مثل بوریے کے بچھے جا رہے تھے اس وقت میں سمجھ گیا کہ اللہ کی جلالت و قدر کے علم میں انہیں مجھ پر فضیلت ہے۔ آسمان کے دروازوں میں سے ایک دروازہ مجھ پر کھل گیا میں نے بہت بڑا عظیم الشان نور دیکھا اور پردے کے پاس دُڑو یا قوت کو ہلٹے اور حرکت کرتے دیکھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے جو وحی فرمائی چاہی وہ فرمائی۔ منہ میں ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت جبریل علیہ السلام کو اپنی اصلی صورت میں دیکھا ہے ان کے چہرے سو پر تھے ہر ایک ایسا جس نے آسمان کے کنارے پر کر دیے تھے ان سے زمرہ اور موتی اور مروارید جھڑ رہے تھے۔ ① اور روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے جبریل علیہ السلام سے خواہش کی کہ میں آپ کو آپ کی اصلی صورت میں دیکھنا چاہتا ہوں۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے فرمایا اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے۔ آپ ﷺ نے دعا کی تو مشرق کی طرف سے آپ ﷺ کو کوئی چیز اونچی اٹھتی ہوئی اور پھیلی ہوئی نظر آئی جسے دیکھ کر آپ ﷺ بے ہوش ہو گئے۔ جبریل علیہ السلام فوراً آئے اور آپ کو ہوش میں لائے اور آپ ﷺ کی باجھوں سے تھوک دور کیا۔ ② ابن عساکر میں ہے کہ ابولہب اور اس کا بیٹا عتبہ شام کے سفر کی تیاریاں کرنے لگے اس کے بیٹے نے کہا سفر میں جانے سے پہلے ایک مرتبہ ذرا محمد ﷺ کے اللہ کو ان کے سامنے گالیاں تو دے آؤں۔ چنانچہ یہ آیا اور کہا اے محمد! جو قریب ہوا اور اتر اور دو کماتوں کے برابر بلکہ اس سے بھی زیادہ نزدیک آ گیا میں تو اس کا منکر ہوں۔ چونکہ یہ ناخوار سخت بے ادب تھا اور بار بار گستاخی سے پیش آتا تھا۔ حضور ﷺ کی زبان سے اس کے لیے باعناک لگی کہ باری تعالیٰ اپنے کتوں میں سے ایک کتا اس پر مقرر کر دے۔ یہ جب لوٹ کر اپنے باپ کے پاس آیا اور ساری باتیں کہ سنائیں تو اس نے کہا بیٹا! اب مجھے تو حیرت کی جان کا اندیشہ ہو گیا اس کی دعا رو نہ جائے گی۔ اس کے بعد یہ قافلہ یہاں سے روانہ ہوا۔ شام کی سرزمین میں ایک راہب عبادت خانہ کے پاس پڑاؤ کیا۔ راہب نے ان سے کہا یہاں تو بھڑیے اس طرح پھرتے ہیں جیسے بکریوں کا ریوز تم یہاں کیوں آ گئے؟ ابولہب یہ سن کر کھٹک گیا اور تمام قافلہ والوں کو جمع کر کے کہا دیکھو میرے بڑھاپے کا حال تمہیں معلوم ہے اور تم جانتے ہو کہ میرے کیسے کچھ حقوق تم پر ہیں اب آج میں تم سے ایک عرض کرتا ہوں امید ہے کہ تم سب اسے قبول کر دو گے۔ بات یہ ہے کہ مدعی نبوت نے میرے جگر گوشے کے لیے بدو کا کیا ہے اور مجھے اس کی جان کا خطرہ ہے۔ تم اپنا سب اسباب اس عبادت خانے کے پاس جمع کر دو اور اس پر میرے بچے کو سلاؤ اور تم سب اس کے ارد گرد پہرا دو۔ لوگوں نے اسے منظور کر لیا۔ یہ سب اپنے وطن کر کے ہوشیار رہے کہ اچانک شیر آیا اور سب کے منہ سونگھنے لگا۔ جب سب کے منہ سونگھ چکا اور گویا جسے تلاش کر رہا تھا اسے نہ پایا تو پچھلے پیروں ہٹ کر بہت زور کی جست کی اور ایک چھلانگ میں اس عجان پر پہنچ گیا وہاں جا کر اس کا منہ بھی سونگھا اور گویا کہ وہی اس کا مطلوب تھا۔ پھر تو اس نے اس کے پرچے اڑا دیے چیر پھاڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔ اس وقت ابولہب کہنے لگا اس کا تو مجھے پہلے ہی سے یقین تھا کہ محمد ﷺ کی بدو کا سے یہ بچ نہیں سکتا۔ پھر فرماتا ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام آنحضرت ﷺ سے قریب ہوئے اور زمین کی طرف اترے یہاں تک کہ حضور ﷺ کے اور حضرت جبریل علیہ السلام کے درمیان صرف دو کماتوں کے برابر فاصلہ رہ گیا بلکہ اس سے بھی اور نزدیکی ہو گئی۔ یہاں لفظ اؤ جس کی خبر دی جاتی ہے اس کے ثابت کرنے کے لیے آیا ہے اس پر جو زیادتی ہو اس کی نفی کے لیے۔ جیسے اور جگہ ہے پھر اس کے بعد تمہارے دل سخت ہو گئے پس

① احمد، ۱/۳۹۵ و مسند ضعیف شریک القاضی عنعن۔ ② احمد، ۱/۳۲۲ و مسند ضعیف طبرانی، ۱۰۸۷۰

مجمع الزوائد، ۸/۲۵۷ اس کی سندیں اور یں بن مہ ضعیف راوی ہے۔ (المیزان ۱/۱۶۹ رقم: ۶۸۱)

وہ مثل پتھروں کے ہیں ﴿أَوْ أَشَدُّ قَسْوَةً﴾ بلکہ اس سے بھی زیادہ سخت یعنی پتھر سے کم کسی صورت میں نہیں بلکہ اس سے بھی سختی میں بڑھے ہوئے ہیں۔ اور فرمان ہے کہ وہ لوگوں سے ایسا ڈرتے ہیں جیسا کہ اللہ سے ﴿أَوْ أَشَدُّ خَشْيَةً﴾ بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ اور جگہ ہے ہم نے انہیں ایک لاکھ کی طرف بھیجا بلکہ زیادہ کی طرف یعنی وہ ایک لاکھ سے کم تو تھے ہی نہیں بلکہ حقیقتاً وہ ایک لاکھ تھے یا اس سے زیادہ ہی زیادہ۔ پس اپنی خبر کی تحقیق ہے شک و تردد کے لیے نہیں خبر میں اللہ کی طرف سے شک کے ساتھ بیان نہیں ہو سکتا۔ یہ قریب آنے والے حضرت جبرئیل علیہ السلام تھے جیسے ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا ابو ذر ابن مسعود ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم کا فرمان ہے ① اور اس کی بابت حدیثیں بھی عنقریب ہم وارد کریں گے انشاء اللہ تعالیٰ۔ صحیح مسلم میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے اپنے دل سے اپنے رب کو دو دفعہ دیکھا جن میں سے ایک کا بیان اس آیت میں دنا میں ہے۔ ②

حضرت انس رضی اللہ عنہ والی معراج کی حدیث میں ہے پھر اللہ تعالیٰ رب العزت قریب ہوا اور نیچے آیا۔ اور اسی لیے محدثین نے اس میں کلام کیا ہے اور کئی ایک غرائب میں ثابت کی ہیں اور اگر ثابت ہو جائے کہ یہ صحیح ہے تو بھی دوسرے وقت اور دوسرے واقعہ پر محمول ہوگی۔ اس آیت کی تفسیر نہیں کہی جاسکتی۔ یہ واقعہ تو اس وقت کا ہے جب کہ رسول اللہ ﷺ زمین پر تھے نہ کہ معراج والی رات کا۔ کیونکہ اس کے بیان کے بعد ہی فرمایا ہے ہمارے نبی نے اسے ایک مرتبہ اور بھی سدرۃ المنتہی کے پاس دیکھا ہے۔ پس یہ سدرۃ المنتہی کے پاس کا دیکھنا تو واقعہ معراج کا ذکر ہے۔ اور پہلی مرتبہ کا دیکھنا یہ زمین پر تھا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا میں نے جبرئیل علیہ السلام کو دیکھا ان کے چھ سو پر تھے۔ ③ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں نبی ﷺ کی ابتداء نبوت کے وقت آپ نے خواب میں حضرت جبرئیل علیہ السلام کو دیکھا پھر آپ ﷺ اپنی ضروری حاجت سے فارغ ہونے کے لیے نکلے تو سنا کہ کوئی آپ ﷺ کا نام لے کر پکار رہا ہے۔ ہر چند دائیں بائیں دیکھا لیکن کوئی نظر نہ آیا۔ تین مرتبہ ایسا ہی ہوا۔ تیسری بار آپ ﷺ نے اوپر کی طرف دیکھا تو دیکھا کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام اپنے دونوں پاؤں میں سے ایک کو دوسرے سمیت موڑے ہوئے آسمان کے کناروں کو روکے ہوئے ہیں۔ قریب تھا کہ حضور ﷺ دہشت زدہ ہو جائیں کہ فرشتے نے کہا میں جبرئیل ہوں میں جبرئیل ہوں ذرو نہیں لیکن حضور ﷺ سے ضبط نہ ہو سکا بھاگ کر لوگوں میں چلے آئے اب جو نظریں ڈالیں تو کچھ دکھائی نہ دیا۔ پھر یہاں سے نکل کر باہر گئے اور آسمان کی طرف نظر ڈالی تو پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام اسی طرح نظر آئے آپ ﷺ پھر خوف زدہ لوگوں کے مجمع میں آگئے تو یہاں کچھ بھی نہیں۔ باہر نکل کر پھر جو دیکھا تو وہی سماں نظر آیا پس اسی کا ذکر ان آیتوں میں ہے۔ قاب آدمی انگلی کو بھی کہتے ہیں اور بعض کہتے ہیں صرف دو ہاتھ کا فاصلہ رہ گیا تھا۔ اور روایت میں ہے کہ اس وقت حضرت جبرئیل علیہ السلام پر درود بھیجی چلے تھے۔

آنحضرت ﷺ نے اللہ کو نہیں دیکھا: پھر فرمایا اس نے وحی کی اس سے مراد یا تو یہ ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اللہ کے بندے اور اس کے رسول کی طرف وحی کی۔ یا یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے کی طرف جبرئیل علیہ السلام کی معرفت اپنی وحی نازل فرمائی دونوں معنی صحیح ہیں۔ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس وقت کی وحی ﴿الَمْ يَسْجُدْكَ يَتِيمًا﴾ اور ﴿وَدَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ﴾ تھی۔ اور حضرات سے مروی ہے کہ اس وقت یہ وحی نازل ہوئی تھی کہ نبیوں پر جنت حرام ہے جب تک کہ آپ ﷺ اس میں نہ جائیں اور امتوں پر جنت حرام ہے جب تک کہ پہلے آپ ﷺ کی امت داخل نہ ہو جائے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں آپ ﷺ نے اپنے دل سے دو دفعہ دیکھا ہے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے دیکھنے کو مطلق رکھا ہے۔ یعنی خواہ دل کا دیکھنا ہو خواہ

① الطبری، ۵۰۴/۲۲۔ ② صحیح مسلم، کتاب الإیمان، باب فی قول اللہ عز وجل ﴿وَلَقَدْ رَآهُ نَزْلَةً أُخْرَى﴾ ۱۷۶۔

③ الطبری، ۵۰۳/۲۲۔

ظاہری آنکھوں کا۔ یہ ممکن ہے کہ اس مطلق کو بھی مقید پر محمول کریں یعنی آپ ﷺ نے اپنے دل سے دیکھا۔ ① جن بعض حضرات نے کہا ہے کہ اپنی ان آنکھوں سے دیکھا انہوں نے ایک غریب قول کہا ہے۔ اس لیے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم سے اس بارے میں کوئی چیز صحت کے ساتھ مروی نہیں۔ امام بغوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ایک جماعت اس طرف گئی ہے کہ حضور ﷺ نے اپنی آنکھوں سے دیکھا، جیسے حضرت انس رضی اللہ عنہ اور حضرت حسن اور حضرت عمرہ رضی اللہ عنہ ان کے اس قول میں نظر ہے واللہ اعلم۔

ترمذی میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا۔ حضرت عمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے یہ سن کر کہا پھر یہ آیت کہاں جائے گی جس میں فرمان ہے ﴿لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ﴾ اسے کوئی نگاہ نہیں پاسکتی اور وہ سب نگاہوں کو پالیتا ہے۔ آپ نے جواب دیا کہ یہ اس وقت ہے جب کہ وہ اپنے نور کی پوری تجلی کرے ورنہ آپ ﷺ نے دو دفعہ اپنے رب کو دیکھا ہے۔ ② یہ حدیث حسن غریب ہے۔ ترمذی کی اور روایت میں ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی ملاقات حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے ہوئی اور انہیں پہچان کر ان سے ایک سوال کیا جو ان پر بہت گراں گزرا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہمیں بنو ہاشم نے یہ خبر دی ہے تو حضرت کعب نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اپنا دیدار اور اپنا کلام محمد ﷺ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے درمیان تقسیم کر دیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے دو مرتبہ باتیں کیں اور آنحضرت ﷺ کو دو مرتبہ اپنا دیدار دکھایا۔ ایک مرتبہ حضرت مسروق رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے اور پوچھا کہ کیا رسول اللہ ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا ہے؟ آپ نے فرمایا تو نے تو ایسی بات کہہ دی کہ جس سے میرے روٹ گئے کھڑے ہو گئے میں نے کہا، مائی صاحبہ! قرآن کریم فرماتا ہے آپ ﷺ نے اپنے رب کی بڑی نشانیاں دیکھیں۔ آپ نے فرمایا کہاں جا رہے ہو؟ سنو اس سے مراد حضرت جبریل علیہ السلام کا دیکھنا ہے۔ جو تم سے کہے کہ محمد ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا یا حضور ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے کسی فرمان کو چھپا لیا یا آپ ﷺ ان پانچ باتوں میں سے کوئی بات جانتے تھے۔ ۱۔ یعنی قیامت کب قائم ہوگی؟ ۲۔ بارش کب اور کتنی برے گی؟ ۳۔ مادہ کے پیٹ میں زہے یا مادہ؟ ۴۔ کون کل کیا کرے گا؟ ۵۔ کون کہاں مرے گا؟ اس نے بڑی جھوٹ بات کہی اور اللہ تعالیٰ پر بہتان باندھا۔ بات یہ ہے کہ آپ ﷺ نے جبریل کو دیکھا تھا۔ دو مرتبہ اللہ کے اس امین کو آپ ﷺ نے ان کی اصلی صورت میں دیکھا ہے ایک تو سدرۃ المنتہی کے پاس اور ایک مرتبہ جہاد میں۔ ان کے چھ سو پر تھے اور آسمان کے کل کنارے انہوں نے بھر رکھے تھے۔ ③ نسائی میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ کیا تمہیں تعجب معلوم ہوتا ہے کہ خلت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے تھی اور کلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے اور دیدار حضرت محمد ﷺ کے لیے۔ ④ صحیح مسلم میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کیا آپ نے اپنے رب کو دیکھا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا وہ سرا سر نور ہے میں اسے کیسے دیکھ سکتا ہوں؟ ایک روایت میں ہے میں نے نور دیکھا۔ ⑤ ابن ابی حاتم میں ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے اس سوال کے جواب میں آپ ﷺ نے فرمایا میں نے اپنے دل سے اپنے رب کو دو دفعہ دیکھا ہے پھر آپ ﷺ نے آیت

① صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب معنی قول اللہ عزوجل ﴿وَلَقَدْ رَآهُ نَزْلَةً أُخْرَى﴾ ۱۷۶۔

② ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورة والنجم، ۳۲۷۹ وهو حسن۔

③ ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورة والنجم، ۳۲۷۸ وسندہ ضعیف اس کی سند میں مجالد بن سعید ضعیف راوی ہے۔ لیکن یہ روایت "اجیاد" کے لفظ کے بغیر صحیح بخاری، ۴۶۱۲، صحیح مسلم، ۱۷۷ میں بھی موجود ہے۔ ④ حاکم، ۴۶۹/۲۔

⑤ وسندہ ضعیف، قتادہ عنعن۔ ⑥ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب فی قوله ﷺ ((نورانی ارأه)) ۱۷۸۔

﴿مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ﴾ پڑھی۔ ① اور روایت میں ہے میں نے اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا ہاں دل سے دودھ نہ دیکھا ہے پھر آپ ﷺ نے آیت ﴿لَمْ دَنَا فَتَدَلَّنِي﴾ ② پڑھی۔

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نے ﴿مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ﴾ کی بابت سوال ہوا۔ تو آپ نے فرمایا ہاں آپ ﷺ نے دیکھا اور پھر دیکھا۔ سائل نے پھر حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے بھی سوال کیا تو آپ نے فرمایا اسکے جلال عظمت اور چادر کبریائی کو دیکھا۔ حضور ﷺ سے ایک مرتبہ یہ جواب دینا بھی مروی ہے کہ میں نے نہر دیکھی اور نہر کے پیچھے پردہ دیکھا اور پردہ کے پیچھے نور دیکھا اس کے سوا میں نے کچھ نہیں دیکھا۔ ③ یہ حدیث بھی بہت غریب ہے۔ ایک حدیث مسند احمد میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں نے اپنے رب عز وجل کو دیکھا ہے۔ ④ اس کی اسناد شرط صحیح پر ہے لیکن یہ حدیث خواب کا مختصر کلام ہے۔ چنانچہ مطول حدیث میں ہے کہ میرے پاس میرا رب بہت اچھی صورت میں آج کی رات (راوی کہتا ہے میرے خیال میں) خواب میں آیا اور فرمایا اے محمد! جانتے ہو بلند مقام والے فرشتے کس مسئلہ پر گفتگو کر رہے ہیں؟ میں نے کہا نہیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے اپنا ہاتھ میرے دو بازوؤں کے درمیان رکھا جس کی ٹھنڈک مجھے میرے سینے میں محسوس ہوئی، پس زمین و آسمان کی ہر چیز مجھے معلوم ہو گئی۔ پھر مجھ سے وہی سوال کیا۔ میں نے کہا اب مجھے معلوم ہو گیا وہ ان نیکیوں کے بارے میں جو گناہوں کا کفارہ بن جاتی ہیں اور جو درجے بڑھاتی ہیں آپس میں پوچھ گچھ کر رہے ہیں۔ مجھ سے حق جل شانہ نے پوچھا اچھا پھر تم بتلاؤ کفارے کی نیکیاں کیا کیا ہیں؟ میں نے کہا نمازوں کے بعد مسجدوں میں رکے رہنا، جماعت کے لیے چل کر آنا، جب وضو کرنا گوارا کرنا اور اچھی طرح مل کر وضو کرنا۔ جو ایسا کرے گا وہ بھلائی کے ساتھ زندگی گزارے گا اور خیر کے ساتھ انتقال ہوگا اور گناہوں سے اس طرح الگ ہو جائے گا جیسے آج دنیا میں آیا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے مجھ سے فرمایا اے محمد ﷺ جب نماز پڑھو یہ کہو! ﴿اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ فِعْلَ الْخَيْرَاتِ وَ تَرْكَ الْمُنْكَرَاتِ وَ حُبَّ الْمَسْكِيْنِ وَ اِذَا اَرَدْتُ بِعِبَادِكَ فِتْنَةً اَنْ تَقْبِضَنِيْ اِلَيْكَ عَبْرَ مَقْتُوْنٍ﴾ یعنی یا اللہ میں تجھ سے نیکیوں کے کرنے برائیوں کے چھوڑنے مسکینوں سے محبت رکھنے کی توفیق طلب کرتا ہوں تو جب اپنے بندوں کو فتنے میں ڈالنا چاہے تو مجھے فتنے میں پڑنے سے پہلے ہی اپنی طرف اٹھالیتا۔ فرمایا اور درجے بڑھانے والے اعمال یہ ہیں کھانا کھانا، سلام پھیرنا، لوگوں کی نیند کے وقت رات کو تہجد کی نماز پڑھنا۔ ⑤ اسی کی مثل روایت سورہ ص کی تفسیر کے خاتمے پر گزر چکی ہے۔ ابن جریر میں یہ روایت دوسری سند سے مروی ہے جس میں غربت والی زیادتی اور بھی بہت سی ہے اس میں کفارے کے بیان میں ہے کہ جمعہ کی نماز کے لیے پیدل چلنے کے قدم ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار۔ میں نے کہا یا اللہ تو نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنا غلیل بنایا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنا کلیم بنایا اور یہ یہ کیا پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں نے تیرا سیدہ کھول نہیں دیا اور تیرا بوجھ ہٹا نہیں دیا؟ اور فلاں اور فلاں احسان تیرے اوپر نہیں کئے اور بھی ایسے ایسے احسان بتلائے کہ تمہارے سامنے ان کے بیان کی مجھے اجازت نہیں۔ اسی کا بیان ان آیتوں ﴿لَمْ دَنَا فَتَدَلَّنِي﴾ الخ میں ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے میری آنکھوں کا نور میرے دل میں پیدا کر دیا اور میں نے اللہ تعالیٰ کو اپنے دل سے دیکھا۔ ⑥ اس کی اسناد ضعیف ہے۔ اوپر عتبہ بن ابولہب کا یہ کہنا کہ میں اس قریب

① اس کی سند میں موسیٰ بن عبیدہ الرضی ضعیف راوی ہے لہذا یہ سند ضعیف ہے۔ ② الطبری، ۲۲/۵۰۵ اس کی سند میں بھی موسیٰ بن عبیدہ ہے۔

③ ابن ابی حاتم، ۱۲/۲۵۸ یہ روایت مرسل یعنی ضعیف ہے۔ ④ احمد، ۱/۲۸۵ وسندہ ضعیف، وحیث الترمذی (۳۲۷۹) وهو حسن (یعنی عنہ، مجمع الزوائد، ۱/۷۸۔ ⑤ احمد، ۱/۳۶۸ ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورۃ ص، ۳۲۳۳ وهو حسن۔ ⑥ الطبری، ۲۲/۵۰۷ وسندہ ضعیف اس کی سند میں سعید بن زریب ضعیف راوی ہے۔ (المیزان ۱۳۶/۲ رقم: ۳۱۷۷)

آنے اور نزدیک ہونے والے کو نہیں مانتا اور پھر حضور ﷺ کا اس کے لیے بددعا کرنا اور شیر کا اسے پھاڑ کھانا بیان ہو چکا ہے۔ یہ واقعہ زرقا میں یا سراقہ میں ہوا تھا اور آنحضرت ﷺ نے پیشگوئی فرمادی تھی کہ یہ اس طرح ہلاک ہوگا۔ پھر آنحضرت ﷺ کا حضرت جبرئیل علیہ السلام کو دوبارہ دیکھنا بیان ہو رہا ہے جو معراج والی رات کا واقعہ ہے۔ معراج کی حدیثیں نہایت مفصل کے ساتھ سورہ سبحان کی شروع آیت کی تفسیر میں گزر چکی ہیں جن کے دوبارہ یہاں وارد کرنے کی ضرورت نہیں۔

یہ بھی بیان گزر چکا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما معراج والی رات دیدار باری تعالیٰ کے ہونے کے قائل ہیں۔ ایک جماعت سلف و خلف کا قول بھی یہی ہے۔ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی بہت سی جماعتیں اس کے خلاف ہیں۔ اسی طرح تابعین اور دوسرے بھی اس کے خلاف ہیں۔ حضور ﷺ کا جبرئیل علیہ السلام کو ان کے پروں سمیت دیکھنا وغیرہ اس قسم کی روایتیں اوپر گزر چکی ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے حضرت مسروق رضی اللہ عنہ کا پوچھنا اور آپ کا جواب بھی ابھی بیان ہوا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اپنے اس جواب کے بعد آیت ﴿لَا تَذَرْنَهُ الْآبُصَارُ﴾ الخ کی تلاوت کی اور ﴿مَا كَانَ لِشَيْءٍ﴾ الخ کی بھی تلاوت فرمائی یعنی کوئی آنکھ اسے نہیں دیکھ سکتی اور وہ سب نگاہوں کو پالیتا ہے۔ کسی انسان سے اللہ کا کلام کرنا ممکن نہیں ہاں وحی سے یا پردے کے پیچھے سے ہو تو اور بات ہے۔ پھر فرمایا جو تم سے کہے کہ آنحضرت ﷺ کو کل کی بات کا علم تھا اس نے غلط اور جھوٹ کہا پھر آیت ﴿إِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ﴾ آخر تک پڑھی۔ اور فرمایا جو کہے کہ حضور ﷺ نے اللہ کی کسی بات کو چھپا لیا اس نے بھی جھوٹ کہا اور تہمت باندھی پھر آیت ﴿يَا أَيُّهَا الرُّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ﴾ پڑھی۔ یعنی اے رسول جو تمہاری جانب تمہارے رب کی طرف سے نازل کیا گیا ہے اسے پہنچا دو۔ ہاں آپ ﷺ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو ان کی اصلی صورت پر دو مرتبہ دیکھا ہے۔ ① مسند احمد میں ہے کہ حضرت مسروق رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سامنے سورہ نجم کی آیت ﴿بِالْأَفْقِ الْمُبِينِ﴾ اور ﴿نَزَّلَهُ أُخْرَى﴾ والی پڑھیں، اس کے جواب میں ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا اس امت میں سے سب سے پہلے ان آیتوں کے متعلق خود نبی ﷺ سے میں نے سوال کیا تھا آپ ﷺ نے فرمایا اس سے مراد میرا حضرت جبرئیل علیہ السلام کو دیکھنا ہے۔ آپ ﷺ نے صرف دو دفعہ اس امین اللہ کو ان کی اصلی صورت میں دیکھا۔ ایک مرتبہ آسمان سے زمین پر آتے ہوئے اس وقت تمام خلا ان کے جسم سے پر تھا۔ یہ حدیث بخاری و مسلم میں بھی ہے۔ ② مسند احمد میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن شقیق رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اگر میں حضور ﷺ کو دیکھتا تو آپ سے ایک بات تو ضرور پوچھتا۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا کیا پوچھتے؟ کہا یہ کہ کیا آپ نے اپنے رب عزوجل کو دیکھا ہے؟ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ سوال تو خود میں نے جناب رسالت مآب ﷺ سے کیا تھا۔ آپ ﷺ نے مجھے جواب دیا کہ میں نے اسے نور دیکھا وہ تو نور ہے میں اسے کیسے دیکھ سکتا۔ ③

صحیح مسلم میں بھی یہ حدیث دو سندوں سے ہے دونوں کے الفاظ میں بہر پھیر ہے۔ ④ حضرت امام احمد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نہیں سمجھ سکتا کہ اس حدیث کی کیا توجیہ کروں دل اس پر مطمئن نہیں۔ ابن ابی حاتم میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضور ﷺ نے اپنے دل سے دیدار کیا ہے آنکھوں سے نہیں۔ امام ابن خزیمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں عبداللہ بن شقیق رضی اللہ عنہ اور حضرت

① صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ النجم ۴۸۵۵؛ صحیح مسلم، ۱۷۷؛ احمد، ۴۹/۶۔

② صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ النجم ۴۸۵۵؛ صحیح مسلم، ۱۷۷؛ ترمذی، ۳۰۶۸؛ احمد، ۲۴۱/۶۔

③ احمد، ۱۴۷/۵ و مسلم، ۱۷۸/۲۹۲ وهو حدیث صحیح۔

④ صحیح مسلم، کتاب الإیمان، باب فی قوله ﷺ ((نورانی اراہ)) ۱۷۸۔

ابو ذر رضی اللہ عنہ کے درمیان انتطاع ہے۔ اور امام ابن جوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ممکن ہے حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ کا یہ سوال معراج کے واقعہ سے پہلے کا ہو اور حضور ﷺ نے اس وقت جواب دیا ہو۔ اگر یہ سوال معراج کے بعد آپ ﷺ سے کیا جاتا تو ضرور آپ ﷺ اس کے جواب میں ہاں فرماتے انکار نہ کرتے۔ لیکن یہ قول سرتاپا ضعیف ہے اس لیے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا سوال تو قطعاً معراج کے بعد کا تھا لیکن آپ ﷺ کا جواب اس وقت بھی انکار میں ہی رہا۔ بعض حضرات نے فرمایا کہ ان سے خطاب ان کی عقل کے مطابق کیا گیا، یا یہ کہ ان کا یہ خیال غلط ہے چنانچہ ابن خزیمہ رحمہ اللہ نے کتاب التوحید میں یہی لکھا ہے۔ تو دراصل یہ محض خطا ہے اور بالکل غلطی ہے واللہ اعلم۔

سدرۃ المنتہی کا ذکر: حضرت انس اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے اللہ تعالیٰ کو دل سے تو دیکھا ہے لیکن اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا ہاں حضرت جبریل علیہ السلام کو اپنی آنکھوں سے ان کی اصلی صورت میں دو مرتبہ دیکھا ہے۔ ① سدرۃ المنتہی پر اس وقت فرشتے بہ کثرت تھے اور نور اللہ اس پر جگمگا رہا تھا اور قسم قسم کے رنگ جنہیں بجز اللہ تعالیٰ کے اور کوئی نہیں جان سکتا۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں معراج والی رات آنحضرت ﷺ سدرۃ المنتہی تک پہنچے جو ساتویں آسمان پر ہے۔ زمین سے جو چیزیں چڑھتی ہیں وہ یہیں تک چڑھتی ہیں پھر یہاں سے اٹھالی جاتی ہیں۔ اسی طرح جو چیزیں اللہ کی طرف سے نازل ہوتی ہیں یہیں تک پہنچتی ہیں پھر یہاں سے پہنچائی جاتی ہیں۔ اس وقت اس درخت پر سونے کی ٹنڈیاں لدی ہوئی تھیں۔ حضور ﷺ کو وہاں تین چیزیں عطا فرمائی گئیں پانچوں وقت کی نمازیں، سورۃ بقرہ کے خاتمہ کی آیتیں، اور آپ ﷺ کی امت میں سے جو مشرک نہ ہو اس کے گناہوں کی بخشش۔ ② (مسلم)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یا کسی اور صحابی سے روایت ہے کہ جس طرح کوئے کسی درخت کو گھیر لیتے ہیں اسی طرح اس وقت سدرۃ المنتہی پر فرشتے چھا رہے تھے۔ وہاں جب حضور ﷺ پہنچے تو آپ سے کہا گیا کہ جو مانگنا ہو مانگو۔ ③ حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس درخت کی شاخیں مروارید یا قوت اور زبرد کی تھیں۔ آنحضرت ﷺ نے اسے دیکھا اور اپنے دل کی آنکھوں سے اللہ کی بھی زیارت کی۔ ابن زید رحمہ اللہ فرماتے ہیں حضور ﷺ سے سوال ہوا کہ آپ نے سدرہ پر کیا دیکھا؟ آپ ﷺ نے فرمایا اسے سونے کی ٹنڈیاں ڈھانکے ہوئے تھیں اور ہر پر پتے پر ایک ایک فرشتہ کھڑا ہوا اللہ کی تسبیح کر رہا تھا۔ ④ آپ ﷺ کی نگاہیں دائیں بائیں نہیں ہوئیں جس چیز کے دیکھنے کا حکم تھا وہیں لگی رہیں۔ ثابت قدی اور کامل اطاعت کی یہ پوری دلیل ہے کہ جو حکم تھا وہی بجا لائے جو دیے گئے وہی لے کر خوش ہوئے۔ اسی کو ایک ناظم نے تعریفاً کہا ہے آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی بڑی بڑی نشانیاں ملاحظہ فرمائیں جیسے اور جگہ ہے ﴿لَسْرِيكَ مِنْ أَيْنَا الْكُتُبِ﴾ اس لیے کہ ہم تجھے اپنی بڑی بڑی نشانیاں دکھائیں جو ہماری کامل قدرت اور زبردست عظمت پر دلیل بن جائیں۔ ان دونوں آیتوں کو دلیل بنا کر اہل سنت کا مذہب ہے کہ حضور ﷺ نے اس رات اللہ کا دیدار اپنی آنکھوں سے نہیں کیا کیونکہ ارشاد باری ہے کہ آپ ﷺ نے اپنے رب کی بڑی بڑی نشانیاں دیکھیں اگر خود اللہ کا دیدار ہوتا تو اسی دیدار کا ذکر ہوتا اور لوگوں پر اسے ظاہر کیا جاتا۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول گزر چکا کہ ایک مرتبہ آپ ﷺ کی خواہش پر دوسری دفعہ آسمان پر چڑھتے وقت جبریل علیہ السلام کو آپ ﷺ نے ان کی اصلی صورت میں دیکھا۔ پس جب کہ جبریل علیہ السلام نے اپنے رب عزوجل کو خبر دی اپنی اصلی صورت میں عود کر گئے اور سجدہ ادا کیا۔ پس سدرۃ المنتہی کے پاس دوبارہ دیکھنے سے انہی کا دیکھنا =

① صحیح مسلم، کتاب الإيمان، باب معنی قول اللہ عزوجل ﴿وَلَقَدْ رَآهُ نَزْلَةً أُخْرَى﴾ ۱۷۵۔ ② صحیح مسلم،

کتاب الإيمان، باب ذکر سدرۃ المنتہی، ۱۷۳۔ ③ الطبری، ۲۲/۵۲۰۔ ④ الطبری، ۲۲/۵۱۹۔

أَفَرَأَيْتُمُ اللَّتَّ وَالْعُزَّىٰ ۝ وَمَنْوَةَ الثَّالِثَةَ الْآخِرَىٰ ۝ أَلَمْ يَدَّكُرْ وَلَهُ الْإِنثَىٰ ۝
 تِلْكَ إِذْ أَقْبَسَهُ ضِيْزَىٰ ۝ إِنْ هِيَ إِلَّا أَسْمَاءُ سَمِيَّتُوهَا أَنْتُمْ وَآبَاؤُكُمْ مَّا أَنْزَلَ اللَّهُ
 بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ۖ إِنْ يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوَى الْأَنْفُسُ ۚ وَلَقَدْ جَاءَهُمْ مِنْ
 رَبِّهِمْ الْهُدَىٰ ۖ أَمْ لِيَإِنْسَانٍ مَا تَمْنَىٰ ۖ فَلِلَّهِ الْآخِرَةُ وَالْأُولَىٰ ۖ وَكَمْ مِنْ مَّلَكٍ فِي
 السَّمٰوٰتِ لَا تُغْنِي شَفَاعَتُهُمْ شَيْئًا إِلَّا مِنْ بَعْدِ أَنْ يَأْذَنَ اللَّهُ لِمَنْ يَشَاءُ وَيَرْضَىٰ ۝

ترجمہ: کیا تم نے لات اور عزیٰ کو دیکھا؟ [۱۹] اور منوۃ تیسرے پچھلے کو [۲۰] کیا تمہارے لیے لڑکے اور اللہ کے لیے لڑکیاں؟ [۲۱] یہ تو اب بڑی بے انصافی کی تقسیم ہے [۲۲] دراصل یہ صرف نام ہیں جو تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے ان کے رکھ لیے ہیں اللہ نے ان کی کوئی سند نہیں اتاری یہ لوگ تو صرف اٹکل کے اور اپنی نفسانی خواہش کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں یقیناً ان کے رب کی طرف سے ان کے پاس ہدایت آ چکی ہے۔ [۲۳] کیا ہر شخص جو ارز و کرے اسے میسر ہے؟ [۲۴] اللہ ہی کے ہاتھ ہے یہ جہان، اور وہ جہان [۲۵] بہت سے فرشتے آسمانوں میں ہیں جن کی سفارش کچھ بھی نفع نہیں دے سکتی مگر یہ اور بات ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی خوشی اور اپنی چاہت سے جس کے لیے چاہے اجازت دیدے۔ [۲۶]

== مراد ہے۔ ① یہ روایت مسند احمد میں ہے اور غریب ہے۔

لات، عزیٰ اور منات کا ذکر: [آیت ۱۹: ۲۶] ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ مشرکین کو ڈانٹ رہا ہے کہ وہ بتوں کی اور اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کی پرستش کرتے ہیں اور جس طرح خلیل اللہ نے بحکم الہی اللہ تعالیٰ کا گھر بنایا ہے یہ لوگ اپنے اپنے معبودان باطل کے پرستش کدے بنا رہے ہیں۔ لات ایک سفید پتھر منقش تھا جس پر قہر بنا رکھا تھا، غلاف چڑھائے جاتے تھے، مجاور اور محافظ اور جاروب کش مقرر تھے اس کے آس پاس کی جگہ کو مش حرم کے حرمت و بزرگی والی جانتے تھے۔ اہل طائف کا یہ بت کدہ تھا۔ قبیلہ ثقیف اس کا پجاری اور اس کا متولی تھا۔ قریش کے سوا باقی اور سب پر یہ لوگ اپنا فخر جتایا کرتے تھے۔ ابن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں ان لوگوں نے لفظ اللہ سے لفظ لات بنایا تھا گویا اس کا مونث بنایا تھا۔ اللہ کی ذات تمام شریکوں سے پاک ہے۔ ایک قرأت میں لفظ لات تا کی تشدید کے ساتھ ہے یعنی گھولنے والا۔ اسے لات اس معنی میں اس لیے کہتے تھے کہ یہ ایک نیک شخص تھا موسم حج میں حاجیوں کو ستو گھول گھول کر پلاتا تھا۔ اس کے انتقال کے بعد لوگوں نے اس کی قبر پر مجاورت شروع کر دی رفتہ رفتہ اسی کی عبادت کرنے لگے۔ ② اسی طرح لفظ عزیٰ لفظ عزیز سے لیا گیا ہے۔ مکے اور طائف کے درمیان نخلہ میں یہ ایک درخت تھا۔ اس پر بھی قبہ بنا ہوا تھا چادریں چڑھی ہوئی تھیں قریش اس کی عظمت کرتے تھے۔ ③ ابوسفیان نے احد والے دن بھی کہا تھا ہمارا عزیٰ ہے اور تمہارا نہیں۔ اس کے جواب میں حضور ﷺ نے کہلوا یا تھا اللہ ہمارا والی ہے اور تمہارا والی کوئی نہیں۔ ④

صحیح بخاری میں ہے جو شخص لات و عزیٰ کی قسم کھا بیٹھے اسے چاہیے فوراً ﴿لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ﴾ کہہ لے اور جو اپنے ساتھی سے کہہ

① احمد، ۴۰۷/۱، وسندہ ضعیف اس کی سند میں اسحاق بن ابی الکھتلہ مجہول راوی ہے۔

② الطبری، ۵۲۳/۲۲۔ ایضاً۔

③ صحیح بخاری، کتاب الجہاد، باب ما یکرہ من التنازع والاختلاف فی الحرب وعقوبة من عصی امامہ، ۳۰۳۹۔

دے کے آجوا کھیلے اسے صدقہ کرنا چاہیے۔ ① مطلب یہ ہے کہ جاہلیت کے زمانہ میں چونکہ اسی کی قسم کھائی جاتی تھی تو اب اسلام کے بعد بھی اگر کسی کی زبان سے اگلی عادت کے موافق یہ الفاظ نکل جائیں تو اسے کلمہ پڑھ لینا چاہیے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ اسی طرح لات عزی کی قسم کھا بیٹھے جس پر لوگوں نے انہیں متنبہ کیا، یہ حضور ﷺ کے پاس گئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ﴿لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾ پڑھ لو اور تین مرتبہ ﴿أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ﴾ پڑھ کر اپنی باتیں جانب تھوک دو اور آئندہ سے ایسا نہ کرنا۔ ② مکے اور مدینے کے درمیان قدید کے پاس مشعل میں منہ تھا۔ قبیلہ خزاعہ اور اوس اور خزرج جاہلیت میں اس کی بہت عظمت کرتے تھے یہیں سے احرام باندھ کر وہ حج کعبہ کے لیے جاتے تھے۔ ③ اسی طرح علاوہ ان تین کے اور بھی بہت سے بت اور تھان تھے جن کی عرب لوگ پرستش کرتے تھے اور بے حد تعظیم کرتے تھے۔ لیکن چونکہ ان تین کی شہرت بہت زیادہ تھی اس لیے یہاں صرف ان تین کا ہی بیان فرمایا۔ ان مقامات کے یہ لوگ طواف بھی کرتے تھے قربانیوں کے جانور وہاں لے جاتے تھے ان کے نام پر جانور چڑھاتے تھے۔ باوجود اس کے یہ سب لوگ کعبہ کی حرمت و عظمت کے قائل تھے اسے مسجد ابراہیم مانتے تھے اور اس کی خاطر خود تو قیر کرتے تھے۔ سیرۃ ابن اسحاق میں ہے کہ قریش اور بنو کنانہ عزی کے پجاری تھے جو نخلہ میں تھا اس کا نگہبان اور متولی قبیلہ بنو شیبان تھا جو قبیلہ سلیم کی شاخ تھا اور بنو ہاشم کے ساتھ ان کا بھائی چارہ تھا۔ اس بت کے توڑنے کے لیے رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے بعد حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو بھیجا تھا جنہوں نے اسے کلڑے کلڑے کر دیا اور کہتے جاتے تھے: ”يَا عَزْزِي كُفِّرْ أَيْدِيكَ لَا سُبْحَانَكَ إِنِّي رَأَيْتُ اللَّهَ قَدْ أَهَانَكَ“ اے عزی میں تیرا منکر ہوں تیری پاکی بیان کرنے والا نہیں ہوں، میرا ایمان ہے کہ تیری عزت کو اللہ نے خاک میں ملا دیا۔ یہ بول کے تین درختوں پر تھا جو درخت کاٹ ڈالے اور قبہ ڈھا دیا اور واپس آ کر حضور ﷺ کو اطلاع دی۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم نے کچھ نہیں کیا لوٹ کر پھر دوبارہ جاؤ۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے دوبارہ تشریف لے جانے پر وہاں کے محافظ اور خدام نے بڑے بڑے مکرو فریب کیے اور خوب غل مچا چا کر (سَاعُزْزِي بِسَاعُزْزِي) کے نعرے لگائے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے جو دیکھا تو معلوم ہوا کہ ایک فحشی عورت ہے جس کے بال نکھرے ہوئے ہیں اور اپنے سر پر مٹی ڈال رہی ہے۔ آپ نے تلوار کے ایک ہی وار میں اس کا کام تمام کیا اور واپس آ کر حضور ﷺ کو خبر دی۔ آپ ﷺ نے فرمایا عزی یہی تھا۔ ④ لات قبیلہ ثقیف کا بت تھا جو طائف میں تھا۔ اس کی تولیت اور مجاورت بنو معتب میں تھی۔ یہاں اس کے ڈھانے کے لیے نبی ﷺ نے حضرت مغیرہ بن شعبہ اور حضرت ابوسفیان صخر بن حرب رضی اللہ عنہما کو بھیجا تھا۔ جنہوں نے اسے معدوم کر کے اس کی جگہ مسجد بنادی۔ مناتہ اوس و خزرج اور ان کے ہم خیال لوگوں کا بت تھا۔ یہ مشعل کی طرف سمندر کے کنارے قدیر میں تھا۔ یہاں بھی حضور ﷺ نے حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کو بھیجا اور آپ اس کے ریزے ریزے کر آئے۔ بعض کا قول ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ یہ کفرستان فنا ہوا۔

① صحیح بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿أَفْرَاسِمُ اللَّاتِ وَالْعِزَّى﴾؛ ۴۸۶۰؛ صحیح مسلم، ۱۶۶۷؛ ابو داؤد، ۳۲۴۷؛

ترمذی، ۱۵۴۵؛ ابن ماجہ، ۲۰۹۶۔ ② نسائی، کتاب الایمان والنذور، باب الحلف باللات والعزى؛ ۳۸۰۸؛ ابن

ماجہ، ۲۰۹۷ و هو صحیح؛ احمد، ۱/۱۸۳؛ ابن حبان، ۴۳۶۵۔

③ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، باب سورة والنجم باب ﴿وَمِنَ الثَّالِثَةِ الْآخَرَى﴾؛ ۴۸۶۱۔

④ السنن الکبریٰ للنسائی، ۱۱۵۴۷؛ مسند ابی یعلیٰ، ۹۰۲ و سندہ حسن؛ مجمع الزوائد، ۶/۱۷۶؛ دلائل النبوة، ۴۶۳۔

إِنَّ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ لَيَسْئُونَ الْمَلَائِكَةَ تَسْمِيَةً الْأُنثَى ۖ وَمَا لَهُمْ بِهِ
 مِنْ عِلْمٍ ۖ إِنَّ يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ ۖ وَإِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِي مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا ۖ
 فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ تَوَلَّى ۖ عَنْ ذِكْرِنَا وَلَمْ يُرِدْ إِلَّا الْحَيَاةَ الدُّنْيَا ۖ ذَلِكَ مَبْلَغُهُمْ مِنَ
 الْعِلْمِ ۖ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيلِهِ ۖ وَهُوَ أَعْلَمُ بِمَنْ اهْتَدَى ۖ
 وَلِلَّهِ مَا فِي السَّمُوتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۖ لِيَجْزِيَ الَّذِينَ أَسَاءُوا بِأَبَائِهِمْ وَعَجِزَى
 الَّذِينَ أَحْسَنُوا بِالْحُسْنَى ۖ الَّذِينَ يَجْتَنِبُونَ كَبِيرَ الْإِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ إِلَّا
 اللَّمَمَ ۖ إِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ ۖ هُوَ أَعْلَمُ بِكُمْ إِذَا أَنْشَأَكُمْ مِنَ الْأَرْضِ وَإِذَا
 أَنْتُمْ أَجْتَنَّةٌ فِي بُطُونِ أُمَّهَاتِكُمْ ۖ فَلَا تُزَكُّوا أَنْفُسَكُمْ ۖ هُوَ أَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقَى ۖ

ترجمہ: بے شک جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے وہ فرشتوں کا زمانہ نام مقرر کرتے ہیں۔ [۲۷] حالانکہ انہیں اس کا کوئی علم نہیں وہ صرف اپنے گمان کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں اور بے شک وہم و گمان حق کے مقابلے میں کچھ کام نہیں دیتا۔ [۲۸] تو اس سے منہ موڑ لے جو ہماری یاد سے منہ موڑے اور جن کا ارادہ بجز زندگانی دنیا اور کچھ نہ ہو۔ [۲۹] یہی ان کے علم کی انتہا ہے تیرا رب اس سے خوب واقف ہے جو اس کی راہ سے ہٹک گیا ہے اور وہی خوب واقف ہے اس سے بھی جو راہ یافتہ ہو گیا۔ [۳۰] اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمینوں میں ہے اللہ تعالیٰ بدکاروں کو ان کے اعمال کا بدلہ دے گا اور نیک کاروں کو اچھا بدلہ عنایت فرمائے گا۔ [۳۱] ان لوگوں کو جو بڑے گناہوں سے بچتے ہیں اور بے حیائی سے بھی سوائے کسی چھوٹے سے گناہ کے۔ بے شک تیرا رب بہت کثرت مغفرت والا ہے وہ نہیں بخوبی جانتا ہے جب کہ اس نے تمہیں زمین سے پیدا کیا اور جب کہ تم اپنی ماؤں کے پیٹ میں بچے تھے پس تم اپنی پاکیزگی آپ بیان نہ کرو وہی پرہیزگار کو خوب جانتا ہے۔ [۳۲]

ذوالخلفہ بت کا ذکر: ذوالخلفہ نامی بت خانہ دوس اور ختم بجیلہ کا تھا اور جو لوگ ان کے ہم وطن تھے۔ یہ بتالہ میں تھا اور اسے یہ لوگ کعبہ یمانیہ کہتے تھے اور مکہ کے کعبہ کو کعبہ شامیہ کہتے تھے۔ یہ حضرت جریر بن عبد اللہ بجلي رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے فنا ہوا۔ فلس نامی بت خانہ قبیلہ طے اور ان کے آس پاس کے عربوں کا تھا یہ جبل طے میں سلمیٰ اور ابا کے درمیان تھا۔ اس کے توڑنے پر حضرت علی رضی اللہ عنہ مامور ہوئے تھے آپ نے اسے توڑ دیا اور یہاں سے دو تلواریں لے گئے تھے ایک رسوب دوسری مخزم۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دونوں تلواریں انہی کو دیدیں۔ قبیلہ حمیر اور اہل یمن نے اپنا بت خانہ صنعاء میں ریا م نامی بنا رکھا تھا۔ مذکور ہے کہ اس میں ایک سیاہ کتا تھا اور وہ دو حمیری جوتبع کے ساتھ نکلے تھے انہوں نے اسے نکال کر قتل کر دیا اور اس بت خانہ کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔ اور رضا نامی بت کدہ بنور بیجہ ابن سعد کا تھا اس کو مستو غراب بن ربیعہ بن کعب بن سعد نے اسلام میں ڈھایا۔

ابن ہشام فرماتے ہیں کہ ان کی عمر تین سو تیس ۳۳۰ سال تھی جس کا بیان خود انہوں نے اپنے اشعار میں کیا ہے۔ ذوالکعبات

نامی صنم خانہ بکر اور تغلب اور ایاد قبیلے کا سنداد میں تھا۔ پھر فرماتا ہے کیا تمہارے لیے تو لڑ کے ہوں اور اللہ کی لڑکیاں ہوں؟ کیونکہ یہ مشرکین اپنے زعم باطل میں فرشتوں کو اللہ کی لڑکیاں سمجھتے تھے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اگر تم آپس میں تقسیم کرو اور کسی کو صرف لڑکیاں اور کسی کو صرف لڑکے دو تو وہ بھی راضی نہ ہوگا اور یہ تقسیم نامنصفی کی سمجھی جائے گی چہ جائیکہ تم اللہ کے لیے لڑکیاں ثابت کرو اور خود تم اپنے لیے لڑکے پسند کرو۔ پھر فرماتا ہے ان کو تم نے اپنی طرف سے بغیر کسی دلیل کے معبود ٹھہرا کر جو چاہا نام گھڑ لیا ہے ورنہ دراصل نہ وہ معبود ہیں نہ کسی ایسے پاک نام کے مستحق ہیں خود یہ لوگ بھی ان کی پوجا پاٹ پر کوئی دلیل پیش نہیں کر سکتے صرف اپنے بڑوں پر حسن ظن رکھ کر جو انہوں نے کیا تھا یہ بھی کر رہے ہیں۔ کبھی پرکھی مارتے چلے جاتے ہیں۔ مصیبت تو یہ ہے کہ باوجود دلیل آ جانے کے اللہ کی باتیں واضح ہو جانے کے پھر بھی باپ دادا کی غلط راہ کو نہیں چھوڑتے۔ پھر فرماتا ہے کیا ہر انسان کی ہر تمنا خواہ مخواہ پوری ہی ہوتی ہے؟ جو کہے میں حق پر ہوں تو کیا وہ حق پر ہو ہی گیا؟ تم گود غوے لیے چوڑے کر دو لیکن دعویٰ سے مراد اور مقصد حاصل نہیں ہو جاتا۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں تمنا کرتے وقت سوچ لیا کرو کیا تمنا کرتے ہو؟ تمہیں نہیں معلوم کہ اس تمنا پر تمہارے لیے کیا لکھا جائے گا؟ ❶ تمام امور کا مالک اللہ تعالیٰ ہے دنیا اور آخرت میں تصرف اسی کا ہے جو اس نے چاہا ہو رہا ہے اور جو چاہے گا ہوگا۔ پھر فرماتا ہے کہ بغیر اجازت الہی کوئی بڑے سے بڑا فرشتہ بھی کسی کے لیے سفارش کا لفظ بھی نہیں نکال سکتا جیسے فرمایا ﴿مَنْ ذَا الَّذِي﴾ الخ کون ہے جو اس کے پاس اس کی اجازت کے بغیر سفارش پیش کر سکے اس کے فرمان بغیر کسی کو کسی کی سفارش نفع نہیں دے سکتی۔ پس جب کہ بڑے بڑے قریبی فرشتوں کا یہ حال ہے تو پھر اے نادان فقو! تمہارے یہ بت اور تھان کیا نفع پہنچا دیں گے؟ ان کی پرستش سے اللہ روک رہا ہے۔ تمام رسول اور کل آسمانی کتابیں اللہ کے سوا اوروں کی عبادت سے روکنا اپنا عظیم الشان مقصد بتاتی ہیں پھر تم ان کو اپنا سفارشی سمجھ رہے ہو۔ کس قدر غلط راہ ہے۔

بے ایمان لوگوں کی باتیں: [آیت: ۲۷-۳۲] اللہ تعالیٰ مشرکین کے اس قول کی تردید فرماتا ہے کہ اللہ کے فرشتے اس کی لڑکیاں ہیں جیسے اور جگہ ہے ﴿وَجَعَلُوا الْمَلَائِكَةَ﴾ الخ یعنی اللہ کے مقبول بندوں فرشتوں کو انہوں نے لڑکیاں ٹھہرا دی ہیں کیا ان کی پیدائش کے وقت یہ موجود تھے؟ ان کی شہادت لکھی جائے گی اور ان سے پرسش کی جائے گی۔ یہاں بھی فرمایا کہ یہ لوگ فرشتوں کے زنا نہ نام رکھتے ہیں جو ان کی بے علمی کا نتیجہ ہے محض جھوٹ کھلا بہتان بلکہ صریح شرک ہے یہ صرف ان کی انکل ہے اور یہ ظاہر ہے کہ انکل بچو باتیں حق کے قائم مقام نہیں ہو سکتیں۔ حدیث میں ہے گمان سے بچو گمان بدترین جھوٹ ہے۔ ❷ پھر اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ سے فرماتا ہے کہ حق سے اعراض کرنے والوں سے آپ بھی اعراض کر لیں۔ ان کا ملتہائے نظر صرف زندگانی دنیا ہے اور جس کی غایت یہ سفلی دنیا ہو اس کا انجام کبھی نیک نہیں ہوتا۔ ان کے علم کی غایت بھی یہی ہے کہ دنیا طلبی اور کوشش دنیا میں ہر وقت منہمک رہیں۔

حضور ﷺ فرماتے ہیں دنیا اس کا گھر ہے جس کا آخرت میں گھر نہ ہو اور دنیا اس کا مال ہے جو آخرت میں کنگال ہوا ہے جمع کرنے کی دھن میں وہ رہتا ہے جو عقل سے خالی ہو۔ ❸ ایک منقول دعائیں حضور ﷺ کے یہ الفاظ بھی آئے ہیں ﴿اٰكُلْهُمْ لَا

❶ احمد، ۲/۳۵۷ وسندہ حسن؛ الادب المفرد ۷۸۴۔

❷ صحیح بخاری، کتاب الادب، باب ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ﴾ ۶۰۶۶؛ صحیح مسلم، ۲۵۶۳؛ ترمذی، ۱۹۸۸؛ ابوداؤد، ۴۹۱۷؛ بیہقی، ۷/۱۸۰؛ احمد، ۲/۲۸۷؛ المعجم الأوسط، ۸۴۶۱۔

❸ احمد، ۶/۷۱ وسندہ ضعیف؛ شعب الایمان، ۱۰۶۳۸؛ مجمع الزوائد، ۱۰/۲۸۸ اس کی سند میں دو بیہجہول راوی ہیں اور ابو اسحاق مدلس ہیں۔

تَجْعَلِ الدُّنْيَا كُتْبَرَةً هَمًّا وَلَا مَبْلَغَ عِلْمًا)) پروردگار! تو ہماری اہم تر کوشش اور متنبہائے نظر اور مقصد معلومات صرف دنیا ہی کو نہ کر۔ ① پھر فرماتا ہے کہ جمع مخلوقات کا خالق صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے جسے چاہے ہدایت دے جسے چاہے ضلالت دے سب کچھ اس کی قدرت علم اور حکمت سے ہو رہا ہے وہ عادل ہے اپنی شریعت میں اور انداز مقرر کرنے میں ظلم و بے انصافی نہیں کرتا۔

دنیا جہان میں بادشاہت اللہ کی ہے: مالک آسمان و زمین بے پردہ، مطلق شہنشاہ حقیقی عادل و خالق حق و حق کار اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ ہر کسی کو اسکے اعمال کا بدلہ دینے والا، نیکی پر نیک جزا اور بدی پر بری سزا دی دے گا اسکے نزدیک بھلے لوگ وہ ہیں جو اس کی حرام کردہ چیزوں اور کاموں سے بڑے بڑے گناہوں اور بدکاریوں و نالائکیوں سے الگ رہیں ان سے بتھکائے بشریت اگر کبھی کوئی چھوٹا سا گناہ سرزد ہو بھی جائے تو پروردگار پردہ پوشی کرتا ہے اور معاف فرمادیتا ہے۔ جیسے اور آیت میں ہے ﴿إِنْ تَجْتَنِبُوا كُتُبًا مَّا تُنتَهُونَ عَنْهُ﴾ الخ اگر تم ان کبیرہ گناہوں سے پاک دامن رہے جن سے تمہیں روک دیا گیا ہے تو تمہاری برائیاں معاف فرمادیں گے اور تمہیں عزت والی جگہ یعنی جنت میں داخل کر دیں گے۔

چھوٹے گناہ: یہاں بھی فرمایا مگر چھوٹی چھوٹی لغزشیں اور انسانیت کی کمزوریاں معاف ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہم کی تفسیر میرے خیال میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ اس حدیث سے زیادہ اچھی کوئی نہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے ابن آدم پر اس کا زنا کا حصہ لکھ دیا ہے جسے وہ یقیناً پا کر ہی رہے گا۔ آنکھوں کا زنا دیکھنا ہے زبان کا بولنا ہے دل امنگ اور آرزو کرتا ہے۔ اب شرمگاہ خواہ اسے سچا کر دکھائے یا جھوٹا ② (بخاری و مسلم)۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں آنکھوں کا زنا نظر کرنا ہے اور ہونٹوں کا زنا بوسہ لینا ہے اور ہاتھوں کا زنا پکڑنا اور پیروں کا زنا چلنا ہے اور شرمگاہ اسے سچا کر دیتی ہے یا جھوٹا کر دیتی ہے۔ یعنی اگر شرمگاہ کو نہ روک سکا اور بدکاری کر بیٹھا تو سب اعضاء کا زنا ثابت ہو گیا اور اگر اپنے اس عضو کو روک لیا تو وہ سب لم میں داخل ہے۔ ③ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم بوسہ لینا، چھیڑنا دیکھنا اور مس کرنا ہے اور جب شرمگاہیں مل گئیں تو غسل واجب ہو گیا اور زنا کاری کا گناہ ثابت ہو گیا۔ ④ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس جملہ کی تفسیر یہی مروی ہے یعنی جو پہلے گزر گیا۔ مجاہد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں گناہ سے آلودگی ہو پھر چھوڑ دے تو کم میں داخل ہے۔ شاعر کہتا ہے

إِنْ تَغْفِرِ اللَّهُمَّ تَغْفِرْ جَمًّا وَأَيُّ عَبْدٍ لَكَ مَا أَلَمَّا

اے اللہ جب کہ تو معاف فرماتا ہے تو سب ہی کچھ معاف فرما دے ورنہ یوں آلودہ عصیاں تو ہر انسان ہے۔

مجاہد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اہل جاہلیت اپنے طواف میں عموماً اس شعر کو پڑھا کرتے تھے۔ ابن جریر میں حضور ﷺ کا اس شعر کو پڑھنا بھی مروی ہے۔ ترمذی میں بھی یہ مروی ہے اور امام ترمذی اسے حسن صحیح غریب کہتے ہیں۔ ⑤ بزار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہمیں اس کی اور سند معلوم نہیں صرف اسی سند سے مرفوعاً مروی ہے ابن ابی حاتم اور بخاری نے بھی اسے نقل کیا ہے۔ بخاری نے اسے سورہ

① ترمذی، کتاب الدعوات، باب دعاء ((اللهم اقم لنا من خشيتك ما يحول.....)) ۳۵۰۲، وهو صحيح؛ حاکم، ۱/۵۲۸۔

② صحيح بخاری، کتاب الاستئذان، باب زنا الجوارح دون الفرج ۶۲۴۳؛ صحيح مسلم، ۶۲۵۷؛ احمد، ۲/۲۷۶؛ ابن حبان، ۴۴۲۰۔ ③ الطبري، ۲۲/۵۳۵؛ حاکم، ۲/۴۷۰ وسنده ضعيف، الاعمش مدلس وعنعن۔

④ الطبري، ۲۲/۵۳۷۔

⑤ ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورة النجم، ۳۲۸۴ وسنده صحيح۔

تذلیل میں روایت کیا ہے لیکن اس مرفوع کی صحت میں نظر ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا مراد یہ ہے کہ زنا سے نزدیکی ہونے کے بعد توبہ کرے اور پھر نہ لوئے، چوری کے قریب ہو جانے کے بعد چوری نہ کی اور توبہ کر کے لوٹ آیا۔ اسی طرح شراب پینے کے قریب ہو کر شراب نہ پی اور توبہ کر کے لوٹ گیا یہ سب الامام ہیں ❶ جو ایک مومن کو معاف ہیں۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے بھی یہی مروی ہونا بیان کیا گیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں مراد اس سے شرک کے علاوہ گناہ ہیں۔ ابن زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں دو حدوں کے درمیان حد زنا اور عذاب آخرت۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ہر وہ چیز جو دو حدوں کے درمیان ہو حد و نیا اور حد آخرت۔ نمازیں اس کا کفارہ بن جاتی ہیں اور وہ ہر واجب کر دینے والی سے کم ہے۔ حد دنیا تو وہ ہے جو کسی گناہ پر اللہ نے دنیوی سزا مقرر کر دی ہے اور حد آخرت وہ ہے کہ جس چیز پر اللہ نے جہنم واجب کر دی ہے اور اس کی سزا دنیا میں مقرر نہیں کی۔ تیرے رب کی بخشش بہت وسیع ہے ہر چیز کو گھیر لیا ہے اور تمام گناہوں پر اس کا احاطہ ہے۔ جیسے فرمان ہے ﴿لِیُعَذِّبَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا﴾ اے میرے وہ بندو! جنہوں نے اپنی جان پر اسراف کیا ہے اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہونا اللہ تعالیٰ تمام گناہوں کو بخش دیتا ہے اور وہ بڑی بخشش والا اور بڑے رحم والا ہے۔ پھر فرمایا وہ تمہیں دیکھنے والا اور تمہارے ہر حال کا علم رکھنے والا اور تمہارے ہر کلام کو سننے والا اور تمہارے تمام تر اعمال سے واقف ہے جب کہ اس نے تمہارے باپ آدم علیہ السلام کو زمین سے پیدا کیا اور ان کی پیٹھ سے ان کی اولاد نکالی جو چونچو نیوٹوں کی طرح پھیل گئی پھر ان کی تقسیم کر کے دو گروہ بنادے ایک جنت کے لیے اور ایک جہنم کے لیے۔ اور جب کہ تم اپنی ماں کے پیٹ میں بچے تھے اس کے مقرر کردہ فرشتے نے روزی، عمر، عمل، نیکی بدی لکھ لی۔ بہت سے بچے پیٹ سے ہی گر جاتے ہیں۔ بہت سے دودھ پینے کی حالت میں فوت ہو جاتے ہیں بہت سے دودھ چھٹنے کے بعد بلوغت سے پہلے ہی چل بستے ہیں۔ بہت سے عین جوانی میں وار دنیا خالی کر جاتے ہیں اب جب کہ ہم ان منازل کو طے کر چکے اور بڑھاپے میں آ گئے جس کے بعد کوئی منزل موت کے سوا نہیں اب بھی اگر نہ سنبھلیں تو ہم سے بڑھ کر غافل کون ہے؟ خبردار تم اپنے نفس کا ترکیہ نہ کرو اپنے نیک اعمال کی تعریفیں کرنے نہ بیٹھ جاؤ۔ اے تیں! آج سراسر ننگو! جس کے دل میں رب کا ڈر ہے اسے رب ہی خوب جانتا ہے۔

خود کو نیک نہ کہو: اور آیت میں ہے ﴿الَّذِينَ يَزُكُّونَ أَنْفُسَهُمْ بَلِ اللَّهُ يُزَكِّي مَنْ يَشَاءُ وَلَا يُلْحِقُونَ الْفِتْنَةَ﴾ کیا تو نے ان لوگوں کو نہ دیکھا جو اپنے نفس کی پاکیزگی آپ بیان کرتے ہیں وہ نہیں جانتے کہ یہ اللہ کا ہاتھ ہے جسے وہ چاہے برتر اعلیٰ اور پاک صاف کر دے کسی پر کچھ ظلم نہ ہوگا۔ محمد بن عمرو بن عطاء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے اپنی لڑکی کا نام برہ رکھا تو مجھ سے حضرت زینب بنت ابوسلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نام سے منع فرمایا ہے خود میرا نام بھی برہ تھا جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم خود اپنی برتری اور پاکی آپ نہ بیان کرو تم میں سے نیکی والوں کا علم پورے طور پر اللہ ہی کو ہے۔ لوگوں نے کہا پھر ہم اس کا کیا نام رکھیں؟ فرمایا زینب نام رکھو۔ ② مسند احمد میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کسی نے ایک شخص کی بہت تعریفیں بیان کیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا افسوس تو نے اس کی گردن ماری۔ کئی مرتبہ یہی فرما کر ارشاد فرمایا کہ اگر کسی کی تعریف ہی کرنی ہو تو یوں کہو میرا گمان فلاں کی طرف ایسا ہے حقیقی علم اللہ ہی کو ہے پھر اپنی معلومات بیان کرو۔ خود کسی کی پاکیزگیاں بیان کرنے نہ بیٹھ جاؤ۔ ③ ابوداؤد اور مسلم میں ہے کہ ایک شخص نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے سامنے ان کی تعریفیں بیان کرنا شروع کر دیں۔ اس پر =

① الظري، ٢٢/٥٣٥ وسنده ضعيف۔ ② صحيح مسلم، كتاب الأدب، باب استحباب تغيير الاسم القبيح الى

حسن..... ۲۱۴۲- ③ صحیح بخاری، کتاب الشهادات، باب اذا زکی رجل رجلا کفاه ۲۶۶۲؛ صحیح مسلم، ۳۱۰۰-

ابو داود، ۴۸۰۵؛ احمد، ۵/۴۶؛ ابن حبان، ۵۷۶۶۔

أَفَرَأَيْتَ الَّذِي تَوَلَّى ۖ وَاعْطَى قَلِيلًا وَأَكْدَى ۖ أَعِنْدَهُ عِلْمُ الْغَيْبِ فَهُوَ
يُرَى ۚ أَمْ لَمْ يَنْبَأْ بِمَا فِي صُحُفِ مُوسَى ۖ وَإِبْرَاهِيمَ الَّذِي وَفَّى ۚ أَلَا تَزِرُ
وَازِرَةً وَزِرًا أُخْرَى ۚ وَأَنْ لَّيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعَى ۚ وَأَنَّ سَعْيَهُ سَوْفَ
يُرَى ۚ ثُمَّ يُجْزَاهُ الْجَزَاءَ الْأَوْفَى ۚ

ترجمہ: کیا تو نے اسے دیکھا جس نے منہ موڑ لیا۔ [۳۳] اور بہت کم دیا اور سخت دل ہو گیا۔ [۳۴] کیا اسے علم غیب ہے کہ وہ سب کچھ دیکھ رہا ہے؟ [۳۵] کیا اسے اس چیز کی خبر نہیں دی گئی جو موسیٰ علیہ السلام کے [۳۶] اور وفادار ابراہیم کے صحیفوں میں تھا [۳۷] کہ کوئی شخص کسی دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گا [۳۸] اور یہ کہ ہر انسان کے لیے صرف وہی ہے جس کی کوشش خود اس نے کی۔ [۳۹] اور یہ کہ بے شک اس کی کوشش عنقریب دیکھی جائے گی [۴۰] پھر اسے پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔ [۴۱]

= حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ اس کے منہ میں مٹی بھرنے لگے اور فرمایا: ہمیں رسول اللہ ﷺ کا حکم ہے کہ ہم تعریفیں کرنے والوں کے منہ میں مٹی بھریں۔ ❶

دین سے منہ موڑنے والا: [آیت: ۳۳-۳۴] اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی مذمت کر رہا ہے جو اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری سے منہ موڑ لیں سچائی قبول نہ کریں نہ نمازیں ادا کریں بلکہ جھٹلائیں اعراض کریں راہ اللہ بہت ہی کم دیں دل کو فصاحت قبول کرنے والا نہ بنائیں۔ کبھی کبھی کہنا مان لیا پھر رسیاں کاٹ کر الگ ہو گئے۔ عرب اکدی اس وقت کہتے ہیں مثلاً کچھ لوگ کنواں کھود رہے ہوں درمیان میں کوئی سخت چٹان آ جائے اور وہ دست بردار ہو جائیں۔ فرماتا ہے کیا اس کے پاس علم غیب ہے جس سے اس نے جان لیا کہ اگر میں راہ اللہ اپنا مال دوں گا تو خالی ہاتھ رہ جاؤں گا۔ یعنی دراصل یوں نہیں بلکہ یہ صدقے سے نیکی سے اور بھلائی سے از روئے بخل کے اور طمع کے اور خود غرضی کے اور نامردی و بے دلی کے رک رہا ہے۔ حدیث میں ہے اے بلال! خرچ کر اور عرش والے سے فقیر بنا دینے کا ذرہ نہ رکھ۔ ❷ خود قرآن میں ہے ﴿وَمَا أَنْفَقْتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهُ وَهُوَ خَيْرُ الرَّازِقِينَ﴾ تم جو کچھ خرچ کرو گے اللہ تعالیٰ تمہیں اس کا بدلہ دے گا اور وہی بہترین رزاق ہے ﴿وَفَى﴾ کے معنی ایک تو یہ کیے گئے ہیں کہ انہیں حکم کیا گیا تھا وہ سب انہوں نے پہنچا دیا۔ فائدہ: دوسرے معنی یہ بیان کیے گئے ہیں کہ جو حکم ملا اسے بجالائے۔ ٹھیک یہ ہے کہ یہ دونوں ہی معنی درست ہیں جیسے اور آیت میں ہے ﴿وَإِذَا بَقُلَىٰ﴾ الخ ابراہیم علیہ السلام کو جب کبھی جس کسی آزمائش کے ساتھ اس کے رب نے آزمایا آپ نے کامیابی کے ساتھ اس میں نمبر لیے۔ یعنی ہر حکم کو بجالائے ہر منع سے رک رہے۔ رب کی رسالت پوری طرح پہنچا دی پس اللہ نے انہیں امام بنا کر دوسروں کو ان کا تابعدار بنا دیا جیسے ارشاد ہوا ﴿ثُمَّ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ أَنْ اتَّبِعْ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ﴾ پھر ہم نے تیری طرف وحی کی کہ ملت ابراہیم حنیف کی پیروی کر جو مشرک نہ تھا۔ ابن جریر رحمہ اللہ کی ایک مرفوع حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ

❶ صحیح مسلم، کتاب الزہد، باب النہی عن المدح اذا كان فيه افراط، ۳۰۰۲؛ ابو داود، ۴۸۰۴؛ ترمذی، ۲۳۹۳؛ ابن ماجہ، ۳۷۴۲؛ احمد، ۶/۵؛ الادب المفرد، ۳۳۹۔

❷ طبرانی، ۱۰۲۰، وسندہ ضعیف، قیس بن الربیع ضعیف راوی ہے۔

نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا کہ ہر دن نکلنے ہی چار رکعت ادا کیا کرتے تھے یہی ان کی وفاداری تھی۔ ① ترمذی میں ایک حدیث قدسی ہے کہ اے ابن آدم! تو اول دن میں میرے لیے چار رکعت نماز ادا کر لے میں آخر دن تک تیری کفایت کروں گا۔ ② ابن ابی حاتم کی حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے لفظ ﴿وَقُفِّی﴾ اس لیے فرمایا کہ وہ ہر صبح شام ان کلمات کو پڑھا کرتے تھے ﴿قُسْبَطُنَ اللَّهِ حِينَ تُمْسُونَ وَحِينَ تُصْبِحُونَ﴾ یہاں تک کہ حضور ﷺ نے آیت ختم کی ③ پھر بیان ہو رہا ہے کہ صحف ابراہیم موسیٰ میں کیا تھا؟ ان میں یہ تھا کہ جس کسی نے اپنی جان پر ظلم کیا مثلاً شرک و کفر کیا یا گناہ صغیرہ یا کبیرہ کیا تو اس کا وبال خود اس پر ہے اس کا یہ بوجھ کوئی اور نہ اٹھائے گا۔ جیسے قرآن کریم میں ہے ﴿وَإِنْ تَذَعُ مُنْقَلَبًا﴾ الخ اگر کوئی بوجھ اپنے بوجھ کی طرف کسی کو بلائے گا تو اس میں سے کچھ نہ اٹھایا جائے گا اگرچہ قربت دار ہو۔ ان صحیفوں میں یہ بھی تھا کہ انسان کے لیے صرف وہی ہے جو اس نے حاصل کیا یعنی جس طرح اس پر دوسرے کا بوجھ نہیں لا دیا جائے گا دوسروں کی بد اعمالیوں میں یہ بھی نہیں پکڑا جائے گا۔ اور اسی طرح دوسرے کی نیکی بھی اسے کچھ فائدہ نہ دے گی۔

کوئی کسی کا بوجھ نہ اٹھائے گا اور مسئلہ ایصال ثواب: حضرت امام شافعی رحمہ اللہ اور ان کے متبعین نے اس آیت سے استدلال کیا ہے کہ قرآن خوانی کا ثواب مردوں کو پہنچایا جائے تو نہیں پہنچتا اس لیے کہ نہ تو یہ ان کا عمل ہے نہ کسب۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نہ اس کا جواز بیان کیا نہ اپنی امت کو اس پر رغبت دلانی نہ انہیں اس پر آمادہ کیا نہ تو کسی صریح فرمان کے ذریعہ سے نہ کسی اشارے کنائے سے۔ ٹھیک اسی طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے بھی کسی ایک سے یہ ثابت نہیں کہ انہوں نے قرآن پڑھ کر اس کے ثواب کا ہدیہ میت کے لیے بھیجا ہو۔ اگر یہ نیکی ہوتی اور مطابق شرع عمل ہوتا تو ہم سے بہت زیادہ سبقت نیکیوں کی طرف کرنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے۔ ساتھ ہی یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیے کہ نیکیوں کے کام قرآن و حدیث کے صاف فرمان سے ہی ثابت ہوتے ہیں کسی قسم کی رائے قیاس کا ان میں کوئی دخل نہیں۔ ہاں دعا اور صدقہ کا ثواب میت کو پہنچتا ہے اس پر اجماع ہے اور شارع علیہ السلام کے الفاظ سے ثابت ہے جو حدیث صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا انسان کے مرنے پر اس کے اعمال منقطع ہو جاتے ہیں لیکن تین چیزیں نیک اولاد جو اس کے لیے دعا کرتی رہے یا وہ صدقہ جو اس کے انتقال کے بعد بھی جاری رہے یا وہ علم جس سے نفع اٹھایا جاتا رہے۔ ④ اس کا مطلب یہ ہے کہ درحقیقت یہ تینوں چیزیں بھی خود میت کی سعی اس کی کوشش اور اسی کا عمل ہیں یعنی کسی اور کے عمل کا اجرا سے نہیں پہنچ رہا۔ ایک حدیث میں ہے کہ سب سے بہتر انسان کا کھانا وہ ہے جو اس نے اپنے ہاتھوں حاصل کیا ہو اس کی اپنی کمائی ہو اور انسان کی اولاد بھی اس کی کمائی اور اسی کی حاصل کردہ چیز ہے۔ ⑤ پس ثابت ہوا نیک اولاد جو اس کے مرنے کے بعد اس کے لیے دعا کرتی ہے وہ دراصل اسی کا عمل ہے۔ اسی طرح صدقہ جاریہ مثلاً وقف وغیرہ کر وہ بھی اس کے عمل کا اثر ہے اور اسی کا کیا ہوا وقف ہے۔ خود قرآن فرماتا ہے ﴿إِنَّا نَحْنُ نُحْيِي الْمَوْتَى وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوا﴾

① وسندہ ضعیف جداً اس کی سند میں جعفر بن زبیر سخت ضعیف راوی ہے۔

② ابو داود، کتاب التطوع، باب صلاة الضحیٰ ۱۲۸۹ وهو صحیح؛ ترمذی، ۴۷۵۔

③ احمد، ۴۳۹/۳ وسندہ ضعیف فیہ زبان بن فائد ورشدین بن سعد ضعیفان، الطبری، ۵۴۵/۲۲؛ طبرانی، ۴۲۷۔

④ صحیح مسلم، کتاب الوصیۃ، باب ما یلحق الانسان من الثواب بعد وفاته، ۱۱۶۳۱؛ ابو داود، ۲۸۸۰؛ ترمذی، ۱۳۷۶؛

احمد، ۳۷۲/۲؛ ابن حبان، ۳۰۱۶؛ دارمی، ۱۴۸/۱۔

⑤ ابو داود، کتاب البیوع، باب الرجل یأکل من مال ولده ۳۵۲۸ وهو صحیح؛ ترمذی، ۱۳۵۸؛ ابن ماجہ، ۲۲۹۰۔

وَأَنَّ إِلَىٰ رَبِّكَ الْبُنْتَىٰ ۖ وَأَنَّ هُوَ أَضْحَكَ وَأَبْكَىٰ ۖ وَأَنَّ هُوَ أَمَاتَ وَأَحْيَا ۖ
وَأَنَّ هُوَ خَلَقَ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْأُنْثَىٰ ۖ مِنْ نُطْفَةٍ إِذَا تُمْنَىٰ ۖ وَأَنَّ عَلَيْهِ
النِّسَاءَ الْأُخْرَىٰ ۖ وَأَنَّ هُوَ آغْنَىٰ وَآفَىٰ ۖ وَأَنَّ هُوَ رَبُّ الشَّعْرَىٰ ۖ وَأَنَّ أَهْلَكَ
عَادًا الْأُولَىٰ ۖ وَتَمُودَ أَفْهًا أَبْقَىٰ ۖ وَقَوْمَ نُوحٍ مِّن قَبْلُ ۖ إِنَّهُمْ كَانُوا هُمْ أَظْلَمَ
وَأَطْفَىٰ ۖ وَالْمُؤْتَفِكَةَ أَهْوَىٰ ۖ فَغَشَّاهَا مَا غَشَّىٰ ۖ فَيَا أَيُّهَا الْعَاذِرُ بِكَ تَتَبَارَىٰ ۖ

ترجمہ: اور یہ کہ تیرے رب کی طرف پہنچنا ہے [۴۳] اور یہ کہ وہی ہنسا تا ہے اور وہی زلاتا ہے۔ [۴۳] اور یہ کہ وہی مارتا ہے اور جلاتا ہے۔ [۴۳]
اور یہ کہ اسی نے جوڑا یعنی نر و مادہ پیدا کیا ہے [۴۵] نطفہ سے جب کہ وہ نپکا یا جاتا ہے۔ [۴۶] اور یہ کہ اسی کے ذمہ ہے دوبارہ پیدا کرنا۔ [۴۶] اور یہ
کہ وہی تو نگر بناتا ہے اور سرمایہ دیتا ہے۔ [۴۸] اور یہ کہ وہی شعری (ستارے) کا رب ہے۔ [۴۹] اور یہ کہ اسی نے اگلے عادیوں کو ہلاک کیا
ہے۔ [۵۰] اور تمود کو بھی (جن میں سے) ایک کو بھی باقی نہ رکھا۔ [۵۱] اور اس سے پہلے قوم نوح کو یقیناً وہ بڑے ظالم اور سرکش تھے۔ [۵۲] اور
موتفک (شہر) اسی نے الٹ دیا۔ [۵۳] پھر اس پر چھا گیا جو چھایا۔ [۵۴] پس اے انسان تو اپنے رب کی کس کس نعمت میں جھگڑے گا؟ [۵۵] ۱۵۵۲

= وَالْآخِرَةُ ۖ اِلٰہ یعنی ہم مردوں کو زندہ کرتے ہیں اور لکھتے ہیں جو آگے بھیج چکے اور جو نشان ان کے پیچھے رہے۔ اس سے ثابت ہوتا
ہے کہ ان کے اپنے پیچھے چھوڑے ہوئے نشانات نیک کا ثواب انہیں پہنچتا رہتا ہے۔ رہا وہ علم جسے اس نے لوگوں کو پھیلایا اور اس کے
انتقال کے بعد بھی لوگ اس پر عامل اور کار بند رہے وہ بھی دراصل اسی کی سعی اور اسی کا عمل ہے جو اس کے بعد باقی رہا اور اسے ثواب
پہنچتا رہا۔ چنانچہ صحیح حدیث میں ہے کہ جو شخص ہدایت کی طرف بلائے اور جتنے لوگ اس کی تابعداری کریں ان سب کے اجر کے مثل
اسے اجر ملتا ہے۔ درآئیمالیکہ ان کے اجر رکھتے نہیں۔ ① پھر فرماتا ہے اس کی کوشش قیامت کے دن جا بجا جائے گی اس دن اس کا عمل
دیکھا جائے گا۔ جیسے فرمایا ﴿وَقُلِ اعْمَلُوا﴾ اِلٰہ یعنی کہہ دے کہ تم عمل کیے جاؤ اللہ تمہارے اعمال دیکھے گا اور اس کا رسول اور ایمان
والے اور عن قریب تم چھپے کھلے کے جاننے والے اللہ کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ پھر وہ تمہیں تمہارے اعمال سے خبردار کرے گا یعنی ہر
نیک کی جزا اور ہر بدی کی سزا دے گا۔ یہاں بھی فرمایا پھر اس کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔

بالآخِرِ اللہ کے پاس جاتا ہے: [آیت: ۴۲-۵۵] فرمان ہے کہ بازگشت آخر اللہ کی طرف ہے۔ قیامت کے دن سب کو لوٹ کر
اسی کے سامنے پیش ہونا ہے۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے قبیلہ بنو اد میں خطبہ پڑھتے ہوئے فرمایا اے بنی اود! میں اللہ کے پیغمبر کا قاصد
بن کر تمہاری طرف آیا ہوں تم یقین کرو کہ تمہارا سب کا لوٹنا اللہ کی طرف ہے پھر یا تو جنت میں پہنچائے جاؤ یا جہنم میں دھکیلے جاؤ۔ ②
بغوی میں ہے کہ حضور ﷺ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا اللہ تعالیٰ کی ذات میں فکر کرنا جائز نہیں۔ جیسے اور حدیث میں ہے مخلوق پر
غور بھری نظریں ڈالو لیکن ذات خالق میں گہرے نہ اترو۔ اسے عقل و ادراک فکر و ذہن نہیں پاسکتا۔ ③ گوان لفظوں سے یہ حدیث
محموظ نہیں ہے مگر صحیح حدیث میں بھی یہ مضمون موجود ہے اس میں ہے کہ شیطان کسی کے پاس آتا ہے اور کہتا ہے اے کس نے پیدا کیا؟ =

① صحیح مسلم، کتاب العلم، باب من سن سنة حسنة أو سيئة..... ۲۶۷۴؛ ابو داود، ۴۶۰۹؛ ابن ماجہ، ۲۰۶۔ ② ابن ابی
حاتم، حاکم، ۸۳/۱، وسندہ ضعیف، مسلم بن خالد الزنجی ضعیف مشہور۔ ③ تفسیر بغوی، ۷/۱۲۱ وسندہ ضعیف۔

هَذَا نَذِيرٌ مِّنَ النَّذْرِ الْأَوَّلِيِّ ۝ أَرَفَتِ الْأَرِيفَةَ ۝ لَيْسَ لَهَا مِنْ دُونِ اللَّهِ
كَاشِفَةٌ ۝ أَفَمِنْ هَذَا الْحَدِيثِ تَعْجَبُونَ ۝ وَتَضْحَكُونَ وَلَا تَبْكُونَ ۝ وَأَنْتُمْ

سَاهِدُونَ ۝ فَاسْجُدُوا لِلَّهِ وَاعْبُدُوا ۝

ترجمہ: یہ نبی ڈرانے والے ہیں پہلے ڈرانے والوں میں سے۔ [۵۶] قیامت نزدیک آگئی [۵۷] اللہ کے سوا اس کا کھول دکھانے والا اور کوئی نہیں۔ [۵۸] پس کیا تم اس بات سے تعجب کرتے ہو؟ [۵۹] اور ہنس رہے ہو؟ روتے نہیں؟ [۶۰] بلکہ تم کھیل رہے ہو [۶۱] اب اللہ کے سامنے سجدے کرو اور اسی کی عبادت کرو۔ [۶۲]

== اور اسے کس نے پیدا کیا؟ یہاں تک کہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو کس نے پیدا کیا؟ اور جب تم میں سے کسی کے دل میں یہ وسوسہ پیدا ہو تو ﴿اعُوذُ﴾ پڑھ لے اور اس خیال کو دل سے دور کر دے۔ ① سنن کی ایک حدیث میں ہے مخلوقات اللہ میں غور و فکر کرو لیکن ذات الہی میں غور و فکر نہ کرو۔ ② سنو اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ پیدا کیا ہے جس کے کان کی لو سے لے کر مونہ ہرے تک تین سو سال کا راستہ ہے اَوْ كَمَا قَالَ

زندگی اور موت کا مالک اللہ ہے: پھر فرماتا ہے کہ بندوں میں ہنسنے رونے کا مادہ اور ان کے اسباب بھی اسی نے پیدا کیے ہیں جو بالکل مختلف ہیں۔ وہی موت و حیات کا خالق ہے جیسے ﴿الَّذِي خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ﴾ اس نے موت و حیات کو پیدا کیا اسی نے نطفہ سے ہر جاندار کو جوڑا جوڑا بنایا جیسے اور جگہ فرماں ہے ﴿اَبَحْسَبُ الْاِنْسَانَ اَنْ يُّعْرَكَ سُدًى﴾ الخ کیا انسان سمجھتا ہے کہ وہ بے کار چھوڑ دیا جائے گا کیا وہ مٹی کا قطرہ نہ تھا جو (رحم میں) پٹپٹا جاتا ہے؟ پھر کیا وہ بستہ خون نہ تھا؟ پھر اللہ نے اسے پیدا کیا اور درست کیا اور اس سے جوڑے یعنی نر و مادہ بنائے۔ کیا (ایسی قدرتوں والا) اللہ اس بات پر قادر نہیں کہ مردوں کو زندہ کر دے؟ پھر فرماتا ہے اسی پر دوبارہ زندہ کرنا ہے یعنی جیسے اس نے ابتدا پیدا کیا ہے اسی طرح مار ڈالنے کے بعد دوبارہ کی پیدائش بھی اس کے ذمہ ہے۔ اسی نے اپنے بندوں کو غنی بنا دیا ہے اور مال ان کے قبضہ میں دیدیا ہے جو ان کے پاس ہی بطور پونجی کے رہتا ہے۔ اکثر مفسرین نے کلام کا خلاصہ اس مقام پر یہی ہے۔ ③ گو بعض سے مروی ہے کہ اس نے مال دیا اور غلام دیئے اس نے دیا اور خوش ہوا اسے غنی کر کے اور مخلوق کو اس کا دست نگر بنا دیا۔ جسے چاہا غنی کیا جسے چاہا فقیر۔ لیکن یہ پچھلے دونوں قول لفظ سے کچھ زیادہ مطابقت نہیں رکھتے۔

شعری اس روشن ستارے کا نام ہے جسے مرزم الجوزاء بھی کہتے ہیں۔ بعض عرب اس کی پرستش کرتے تھے۔ ④ عادی اولیٰ یعنی قوم ہو دو جسے عاد بن ارم بن سام بن نوح کہا جاتا ہے اسی نے ان کے طغیان کی بنا پر تباہ کر دیا۔ جیسے فرمایا ﴿الَّذِينَ كَفَرُوا فَعَلْنَا رَبَّنَا كَيْفَ تَعَالٰی رَبُّكَ بِعَادٍ﴾ الخ یعنی کیا تو نے انہیں دیکھا کہ تیرے رب نے عاد کے ساتھ کیا کیا؟ یعنی ارم کے ساتھ جو بڑے قد آور تھے جن کا مثل شہروں میں پیدا نہیں کیا گیا تھا۔ یہ قوم بڑی قوی اور بڑی زور آور تھی ساتھ ہی اللہ کی بڑی نافرمان اور رسول سے بڑی سرتاب تھی ان پر ہوا کا عذاب آیا جو سات راتیں اور آٹھ دن برابر رہا۔ اسی طرح ثمود یوں کو بھی اس نے ہلاک کر دیا۔ جس میں

① صحیح بخاری، کتاب بدء الخلق، باب صفة ابلیس وجنوده، ۳۲۷۶؛ صحیح مسلم، ۱۳۴۔

② لم اجدہ فی السنن، حلیۃ الاولیاء لابی نعیم، ۶/۶۶، ۶۷ وسندہ ضعیف لانقطاعہ، شہر بن حوشب لم یلق عبد اللہ

بن سلام رحمہ اللہ۔ ③ الطبری، ۵/۵۴۸۔ ④ الطبری، ۲۲/۵۵۱۔

سے ایک بھی باقی نہ بچا۔ اور ان سے پہلے قوم نوح تباہ ہو چکی ہے جو بڑے نا انصاف اور شریر تھے اور لوٹ کی بستیوں جنہیں رب قہار نے زیر و زبر کر دیا اور آسمانی پتھروں سے سب بدکاروں کو ہلاک کر دیا، انہیں ایک چیز نے ڈھانپ لیا یعنی پتھروں نے جن کا مینہ ان پر برس اور برے حالوں تباہ ہوئے۔ ان بستیوں میں چار لاکھ آدمی آباد تھے آبادی کی کل زمین آگ اور گندھک اور تیل بن کر ان پر بھڑک اٹھی۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کا یہی قول ہے جو بہت غریب سند سے ابن ابی حاتم میں مروی ہے۔ پھر فرمایا پھر تو اسے انسان اپنے رب کی کس کس نعمت میں جھگوئے گا؟ بعض کہتے ہیں خطاب نبی ﷺ سے ہے۔ لیکن خطاب کو عام رکھنا بہت اولیٰ ہے۔ امام ابن جریر رضی اللہ عنہ بھی عام رکھنے کو ہی پسند فرماتے ہیں۔

آنحضرت ﷺ نذیر بن کر آئے: [آیت: ۵۶-۶۲] یہ خوف ڈر سے آگاہ کرنے والے ہیں یعنی آنحضرت ﷺ آپ کی رسالت بھی ایسی ہی ہے جیسے آپ ﷺ کے پہلے کے رسولوں کی رسالت تھی۔ جیسے اور آیت میں ہے ﴿قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ﴾ یعنی میں کوئی نیا رسول تو ہوں نہیں رسالت مجھ سے شروع نہیں ہوئی بلکہ دنیا میں مجھ سے پہلے بھی بہت سے رسول اللہ آچکے ہیں۔ قریب آنے والے کا وقت آگاہ یعنی قیامت قریب آگئی۔ نہ تو اسے کوئی دفع کر سکے نہ اس کے آنے کے صحیح وقت معین کا کسی کو علم ہے۔ نذیر عربی میں اسے کہتے ہیں مثلاً ایک جماعت ہے جس میں سے ایک شخص نے کوئی ڈراؤنی چیز دیکھی اور اپنی قوم کو اس سے آگاہ کرتا ہے یعنی ڈر اور خوف کی خبر سنانے والا۔ جیسے اور آیت میں ہے ﴿إِنَّ هُوَ إِلَّا نَذِيرٌ لَّكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيدٍ﴾ میں تمہیں سخت عذابوں سے مطلع کرنے والا ہوں۔ ① حدیث میں ہے تمہیں حکم کھلا ڈرانے والا ہوں۔ یعنی جس طرح کوئی شخص کسی برائی کو دیکھ لے کہ وہ قوم کے قریب پہنچ چکی ہے اور پھر جس حالت میں ہو اسی میں دوڑا بھاگا آجائے اور قوم کو دفعۃً متنبہ کر دے کہ دیکھو وہ بلا آ رہی ہے فوراً تدارک کر لو اسی طرح قیامت کے ہولناک عذاب بھی لوگوں کی غفلت کی حالت میں ان سے بالکل قریب ہو گئے ہیں اور آنحضرت ﷺ ان عذابوں سے ہوشیار کر رہے ہیں جیسے اس کے بعد کی سورت میں ہے ﴿إِفْتَسَبَ السَّاعَةُ﴾ قیامت قریب آچکی۔

مسند احمد کی حدیث میں ہے لوگو! گناہوں کو چھوٹا اور حقیر جاننے سے بچو۔ سنو! چھوٹے چھوٹے گناہوں کی مثال ایسی ہے جیسے ایک قافلہ کسی جگہ اتر اسب ادھر ادھر چلے گئے اور لکڑیاں سمیٹ کر تھوڑی تھوڑی لے آئے۔ تو گو ہر ایک کے پاس لکڑیاں کم کم ہیں لیکن جب وہ سب جمع کر لی جائیں تو ایک انبار لگ جاتا ہے جس سے دیکھیں کی دیکھیں پک جائیں۔ اسی طرح چھوٹے چھوٹے گناہ جمع ہو کر ڈھیر لگ جاتا ہے اور اچانک اس گنہگار کو پکڑ لیا جاتا ہے اور یہ ہلاک ہو جاتا ہے۔ اور حدیث میں ہے میری اور قیامت کی مثال ایسی ہے پھر آپ ﷺ نے اپنی شہادت کی اور درمیان کی انگلی اٹھا کر ان کا فاصلہ دکھایا۔ میری اور قیامت کی مثال دو گھوڑوں کی سی ہے۔ میری اور آخرت کے دن کی مثال ٹھیک اس طرح ہے جس طرح ایک قوم نے کسی شخص کو طلائے پر بھجا اس نے دشمن کے لشکر کو بالکل نزدیک کی کہیں گاہ میں چھاپ مارنے کے لیے تیار دیکھا یہاں تک کہ اسے ڈر لگا کہ میرے پہنچنے سے پہلے ہی کہیں یہ نہ پہنچ جائیں تو وہ ایک ٹیلے پر چڑھ گیا اور وہیں کپڑا ہلا ہلا کر انہیں اشارے سے بتلا دیا کہ خبردار ہو جاؤ دشمن سر پر موجود ہے۔ پس میں ایسا ہی ڈرانے والا ہوں۔ ② اس حدیث کی شہادت میں اور بھی بہت سی حسن اور صحیح حدیثیں موجود ہیں۔

قرآن سے منہ نہ پھیرو: پھر مشرکین کے اس فعل پر انکار فرمایا کہ وہ قرآن سنتے ہیں مگر اعراض کرتے ہیں اور بے پروائی برتتے

① صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب الانتہاء عن المعاصی، ۶۴۸۲؛ صحیح مسلم، ۲۲۸۳۔

② احمد، ۳۳۱/۵ وسندہ ضعیف، السند مرسل وشک الراوی فی اتصالہ۔

ہیں بلکہ اس کی رحمت سے تعجب کے ساتھ انکار کر بیٹھتے ہیں اور اس سے مذاق اور ہنسی کرنے لگتے ہیں۔ چاہیے یہ تھا کہ مثل ایمان داروں کے اسے سن کر روتے، عبرت حاصل کرتے، جیسے مومنوں کی حالت بیان فرمائی کہ وہ اس کلام اللہ کو سن کر روتے دھوتے سجدے میں گر پڑتے ہیں اور خشوع و خضوع میں بڑھ جاتے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں سدا گانے کو کہتے ہیں۔ یہ یمنی لغت ہے۔ آپ سے ﴿مَسَامِدُون﴾ کے معنی اعراض کرنے والے اور تکبر کرنے والے بھی مروی ہیں۔ ① حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں فقلت کرنے والے۔ پھر اپنے بندوں کو حکم دیتا ہے کہ توحید و اخلاص کے پابند رہو خضوع و خلوص اور توحید کے ماننے والے بن جاؤ۔ صحیح بخاری میں ہے حضور ﷺ نے اور آپ کے ساتھی مسلمانوں نے اور مشرکوں نے اور جن وانس نے سورہ والنجم کے سجدے کے موقع پر سجدہ کیا۔ ② مسند احمد میں ہے کہ مکہ میں رسول اللہ ﷺ نے سورہ والنجم پڑھی۔ پس آپ ﷺ نے سجدہ کیا اور ان لوگوں نے بھی جو آپ ﷺ کے پاس تھے۔ راوی حدیث مطلب بن ابی وداعہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے اپنا سر اٹھایا اور سجدہ نہ کیا یہ اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے اسلام کے بعد جس کسی کی زبانی اس سورہ مبارکہ کی تلاوت سنتے سجدہ کرتے۔ یہ حدیث سنن نسائی میں بھی ہے۔ ③

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے سورہ نجم کی تفسیر ختم ہوئی، فَالْحَمْدُ لِلَّهِ



① الطبری، ۵۵۹/۲۲۔ ② صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورة والنجم باب ﴿فاسجدوا لله واعبدوا﴾ ۴۸۶۲۔

③ نسائی، کتاب الافتتاح، باب السجود فی ﴿والنجم﴾ ۹۵۹ وهو حدیث حسن، احمد، ۶/۴۰۰۔

تفسیر سورۃ قمر مکہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ ۝ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ۝ ۱ ۝ وَاِنْ يَّرَوْا اٰیَةً یُّعْرِضُوْا وِیَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ ۝ ۲ ۝ وَكَذَّبُوْا وَاتَّبَعُوْا اَهْوَاءَهُمْ وَكُلُّ اَمْرِ مُّسْتَقَرٍّ ۝ ۳ ۝ وَلَقَدْ جَاءَهُمْ مِنَ

الْاَنْبِیَاءِ مَا فِیْهِ مُّزْدَجَرٌ ۝ ۴ ۝ حِکْمَةٌ بِالْغَیْۤهٖ فَبَا تَغْنِ التَّنْذِرُ ۝ ۵ ۝

ترجمہ: معبود برحق مشفق مہربان کے نام سے شروع

قیامت قریب آگئی اور چاند پھٹ گیا۔ [۱] یہ اگر کوئی معجزہ دیکھتے تو منہ پھیر لیتے ہیں اور کہہ دیتے ہیں کہ زوردار چلتا ہوا جادو ہے۔ [۲] انہوں نے جھٹلایا اور اپنی خواہشوں کی پیروی کی ہر کام ٹھہرے ہوئے وقت پر مقرر ہے۔ [۳] یقیناً ان کے پاس وہ خبریں آچکی ہیں جن میں ڈانٹ ڈپٹ کی نصیحت ہے۔ [۴] اور کامل عقل کی بات ہے لیکن ان ڈراؤنی باتوں نے بھی کچھ فائدہ نہ دیا۔ [۵]

تعارف سورت: ابو اوتاد کی روایت سے پہلے گزر چکا ہے کہ رسول اللہ ﷺ عید الاضحیٰ اور عید الفطر کی نماز میں سورہ ق اور سورہ قمر پڑھا کرتے تھے ۱ اسی طرح بڑی بڑی محفلوں میں بھی آپ ﷺ ان دونوں کی تلاوت فرمایا کرتے تھے کیونکہ اس میں وعدے وعید کی ابتداء آفرینش اور دوبارہ زندگی کا ساتھ ہی توحید اور اثبات رسالت وغیرہ اہم مقاصد اسلام کا ذکر ہے۔

قیامت قریب آگئی ہے: [آیت ۱-۵] اللہ تعالیٰ قیامت کے قرب کی اور دنیا کے خاتمہ کی اطلاع دیتا ہے جیسے اور آیت میں ہے ﴿اِنِّیْ اَمْرٌ اللّٰہِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ﴾ اللہ کا امر آچکا ہے اب تو اس کی طلب کی جلدی چھوڑ دو۔ اور فرمایا ﴿اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ﴾ اُن لوگوں کے حساب کا وقت ان کے سروں پر آ پہنچا اور وہ اب تک غفلت میں ہیں۔ اس مضمون کی حدیثیں بھی بہت سی ہیں۔ بزار میں ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں سورج کے ڈوبنے کے وقت جبکہ وہ تھوڑا سا ہی باقی رہ گیا تھا رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحاب کو خطبہ دیا جس میں فرمایا اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے دنیا کے گزرے ہوئے حصے میں اور باقی ماندہ حصے میں وہی نسبت ہے جو اس دن کے گزرے ہوئے اور باقی بچے ہوئے حصے میں ہے۔ ۲ اس حدیث کے راویوں میں حضرت خلف بن موسیٰ کو امام ابن حبان ثقہ راویوں میں گنتے تو ہیں لیکن فرماتے ہیں کبھی کبھی خطا بھی کر جاتے تھے۔

دوسری روایت جو اس کی تقویت بلکہ تفسیر بھی کرتی ہے وہ مسند احمد میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت سے ہے کہ عصر کے بعد جب کہ سورج بالکل غروب کے قریب ہو چکا تھا رسول کریم ﷺ نے فرمایا تمہاری عمریں گزشتہ لوگوں کی عمروں کے مقابلہ میں اتنی ہی ہیں جتنی یہ باقی کا دن گزرے ہوئے دن کے مقابلہ میں ہے۔ ۳ مسند کی اور حدیث میں ہے حضور ﷺ نے اپنی کلمہ کی اور رمیانی انگلی سے اشارہ کر کے فرمایا کہ میں اور قیامت اس طرح مبعوث کیے گئے ہیں۔ ۴ اور روایت میں اتنی زیادتی ہے کہ

- ۱ صحیح مسلم، کتاب صلاة العیدین، باب ما یقرأ فی صلاة العیدین، ۸۹۱۔ ۲ البزار، (البحر الزخار، ۱۳/۶۲۲ ح ۷۲۴۲) وسندہ ضعیف قتادہ مدلس وعن معجم الزوائد، ۱۰/۳۱۴۔ ۳ احمد، ۲/۱۱۶ وسندہ حسن لذاتہ، شریک القاضی حسن الحدیث اذا صرح بالسماع وحديث قبل اختلاطه۔ ۴ صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب قول النبی ﷺ ((بعثت انا والساعة کھاتین)) ۶۵۰۳، صحیح مسلم، ۲۹۵۰، احمد، ۵/۳۳۸، ابن حبان، ۶۶۴۲۔

قریب تھا وہ مجھ سے آگے بڑھ جائے۔ ولید بن عبد الملک کے پاس جب حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ پہنچے تو اس نے قیامت کے بارے کی حدیث کا سوال کیا جس پر آپ نے فرمایا میں نے حضور ﷺ سے سنا ہے کہ تم اور قیامت ان دو لفظوں کی طرح ہو ① اس کی شہادت اس حدیث سے ہو سکتی ہے جس میں آپ ﷺ کے مبارک ناموں میں سے ایک نام حاشر آیا ہے اور حاشر وہ ہے جس کے قدموں پر لوگوں کا حشر ہو۔ ②

حضرت بھڑکی روایت سے مروی ہے کہ حضرت عتبہ بن غزوہ رضی اللہ عنہ نے اپنے خطبہ میں فرمایا اور کبھی کہتے رسول اللہ ﷺ نے ہمیں خطبہ سناتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا: دنیا کے خاتمہ کا اعلان ہو چکا یہ پیٹھ پھیرے بھاگی جارہی ہے اور جس طرح برتن کا کھانا کھا لیا جائے اور کناروں میں کچھ باقی لگا پٹا رہ جائے اسی طرح دنیا کی عمر کا کل حصہ نکل چکا صرف برائے نام باقی رہ گیا ہے۔ تم یہاں سے ایسے جہان کی طرف جانے والے ہو جسے فنا نہیں پس تم سے جو ہو سکے بھلائیوں اپنے ساتھ لے کر جاؤ۔ سنو ہم سے ذکر کیا گیا ہے کہ جہنم کے کنارے سے ایک پتھر پھینکا جائے گا جو برابر ستر سال تک نیچے کی طرف جاتا رہے گا لیکن تلے تک نہ پہنچے گا اللہ کی قسم جہنم کا یہ گہرا گڑھا انسانوں سے پر ہونے والا ہے۔ تم اس پر تعجب نہ کرو۔ ہم نے یہ ذکر بھی سنا ہے کہ جنت کی چوکھٹ کی دو لکڑیوں کے درمیان چالیس (۴۰) سال کا راستہ ہے اور وہ بھی ایک دن اس قدر پر ہوگی کہ بھیڑ بھاڑ نظر آئے گی ③ الخ (مسلم)۔

علامات قیامت: ابو عبد الرحمن سہمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں اپنے والد کے ہمراہ مدائن گیا اور بستی سے تین میل کے فاصلے پر ہم ٹھہرے۔ جمعہ کے لیے میں بھی اپنے والد کے ہمراہ گیا۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ خطیب تھے۔ آپ نے اپنے خطبے میں فرمایا لوگوں سنو اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ قیامت قریب آگئی اور چاند دو ٹکڑے ہو گیا۔ بے شک قیامت قریب آچکی ہے بے شک چاند پھٹ گیا ہے۔ بے شک دنیا جادئی کا الارم بجا چکی ہے آج کا دن کوشش اور تیاری کا ہے کل تو دوڑ بھاگ کر کے آگے بڑھ جانے کا دن ہوگا۔ میں نے اپنے باپ سے دریافت کیا کہ کیا کل دوڑ ہوگی؟ جس میں آگے نکلنا ہوگا؟ میرے باپ نے مجھ سے فرمایا تم نادان ہو یہاں مراد نیک اعمال میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانا ہے۔ دوسرے جمعہ کو جب ہم آئے تو بھی حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو اسی کے قریب فرماتے ہوئے سنا اس کے آخر میں یہ بھی فرمایا کہ غایت آگ ہے اور سابق وہ ہے جو جنت میں پہلے پہنچ گیا۔ چاند کا دو ٹکڑے ہو جانا یہ آنحضرت ﷺ کے زمانے کا ذکر ہے جیسے کہ متواتر احادیث میں صحت کے ساتھ مروی ہے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ پانچوں چیزیں روم و ہواں الزام بطحہ اور چاند کا پھٹنا یہ سب گزر چکا ہے۔ ④ اس بارے کی حدیثیں سنئے۔ مسند احمد میں ہے کہ اہل مکہ نے نبی کریم ﷺ سے معجزہ طلب کیا جس پر دو مرتبہ چاند شق ہو گیا۔ جس کا ذکر ان دونوں آیتوں میں ہے۔ ⑤

بخاری میں ہے کہ انہیں چاند کے دو ٹکڑے دکھادیے ایک حراء کے اس طرف ایک اس طرف۔ ⑥ مسند میں ہے ایک ٹکڑا ایک پہاڑ پر دوسرا دوسرے پہاڑ پر۔ اسے دیکھ کر بھی جن کی قسمت میں ایمان نہ تھا بول پڑے کہ محمد ﷺ نے ہماری آنکھوں پر جادو کر دیا

① احمد، ۳/۲۲۳ وسندہ صحیح۔ ② صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب ماجاء فی اسماء رسول اللہ ﷺ ۳۵۳۲

صحیح مسلم، ۲۳۵۴۔ ③ صحیح مسلم، کتاب الزہد، باب الدنيا سجن للمؤمن وجنة للكافر، ۲۹۶۷۔

④ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورة حم الدخان باب ﴿یوم نبطش البطشة الكبرى﴾ ۴۸۲۵؛ صحیح مسلم، ۲۷۹۸۔

⑤ صحیح مسلم، کتاب صفات المنافقین، باب انشقاق القمر، ۲۸۲۵؛ احمد، ۳/۱۶۵۔

⑥ صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب انشقاق القمر، ۳۸۶۸؛ صحیح مسلم، ۸۲۰۲۔

ہے۔ لیکن سمجھداروں نے کہا کہ اگر مان لیا جائے کہ ہم پر جادو کر دیا ہے تو تمام دنیا کے لوگوں پر تو نہیں کر سکتا۔ ① اور روایت میں ہے کہ یہ واقعہ ہجرت سے پہلے کا ہے۔ ② اور روایتیں بھی بہت سی ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ بھی مروی ہے کہ حضور ﷺ کے زمانہ میں چاند گہن ہوا، کافر کہنے لگے چاند جادو پر ہوا ہے اس پر یہ آیتیں ﴿مُتَسِمِّرًا﴾ تک اُتریں۔ ③ ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جب چاند پھٹا اس کے دو ٹکڑے ہوئے ایک پہاڑ کے پیچھے اور ایک آگے اس وقت حضور ﷺ نے فرمایا اے اللہ تو گواہ رہ۔ مسلم اور ترمذی وغیرہ میں یہ حدیث موجود ہے۔ ④

ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں سب لوگوں نے اسے بخوبی دیکھا اور آپ ﷺ نے فرمایا دیکھو یا دیکھنا اور گواہ رہنا۔ ⑤ آپ فرماتے ہیں اس وقت حضور ﷺ اور ہم سب منیٰ میں تھے۔ ⑥ اور روایت میں ہے کہ مکہ میں تھے۔ ⑦ ابو داؤد طیالسی میں ہے کہ کفار نے یہ دیکھ کر کہا کہ یہ ابن ابی کبشہ یعنی رسول اللہ ﷺ کا جادو ہے لیکن ان کے سمجھداروں نے کہا مان لو ہم پر جادو کیا ہے لیکن ساری دنیا پر تو نہیں کر سکتا۔ اب جو لوگ سفر سے آئیں ان سے دریافت کرنا زائد کہ کیا انہوں نے بھی اس رات چاند کو دو ٹکڑے دیکھا تھا؟ چنانچہ جب وہ آئے ان سے پوچھا انہوں نے بھی اس کی تصدیق کی کہ ہاں فلاں شب ہم نے چاند کے دو ٹکڑے ہوتے دیکھا ہے۔ ⑧ کفار کے مجمع نے یہ طے کیا تھا کہ اگر باہر کے لوگ آ کر یہی کہیں تو حضور ﷺ کی سچائی میں کوئی شک نہیں۔ اب جو باہر سے آیا جب کبھی آیا جس طرف سے آیا ہر ایک نے اس کی شہادت دی کہ ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ اسی کا بیان اس آیت میں ہے۔ ⑨ حضرت عبداللہ (بن مسعود) رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں پہاڑ چاند کے دو ٹکڑوں کے درمیان دکھائی دیتا تھا۔ ⑩ اور روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے خاصۃً حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اے ابوبکر! تم گواہ رہنا۔ ⑪ اور مشرکین نے اس زبردست معجزے کو بھی جادو کہہ کر ٹال دیا۔ اسی کا ذکر اس آیت میں ہے کہ یہ جب دلیل حجت اور برہان دیکھتے ہیں اہل انکاری سے کہہ دیتے ہیں کہ یہ تو چلتا ہوا جادو ہے اور ماننے نہیں بلکہ حق کو جھٹلا کر احکام نبوی کے خلاف اپنی خواہشات نفسانی کے پیچھے پڑے رہتے ہیں۔ اپنی جہالت اور کم عقلی سے باز نہیں آتے۔ ہر امر مستقر ہے یعنی خیر و خیر والوں کے ساتھ اور شر و شر والوں کے ساتھ۔ اور یہ بھی معنی ہیں کہ قیامت کے دن ہر امر واقع ہونے والا ہے۔ اگلے لوگوں کے وہ واقعات جو دل کو ہلا دینے والے اور اپنے اندر کامل عبرت رکھنے والے ہیں ان کے پاس آچکے ہیں ان کی تکذیب کے سلسلہ میں ان پر جو بلائیں اتریں اور ان کے جو قصے ان تک پہنچے وہ سراسر عبرت و نصیحت کے خزانے ہیں اور وعظ و ہدایت سے پر ہیں اللہ تعالیٰ جسے ہدایت کرے اور جسے گمراہ کرے اس میں بھی اس کی حکمت بالغہ موجود ہے ان پر شقاوت لکھی جا چکی ہے جن کے دلوں پر مہر لگ چکی ہے انہیں کوئی ہدایت پر نہیں لاسکتا جیسے فرمایا ﴿قُلْ فَلِلّٰهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ﴾ الخ اللہ تعالیٰ

① احمد، ۸۱/۴؛ ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورة القمر، ۳۲۸۹ وهو صحيح۔

② الطبری، ۵۶۹/۲۲۔ ③ طبرانی، ۱۱۶۴۲ وسندہ ضعیف، ابن جریر عن۔

④ صحيح مسلم، کتاب صفات المنافقین، باب انشقاق القمر، ۲۸۰۱ بدون المتن؛ ترمذی، ۳۲۸۸۔

⑤ صحيح بخاری، کتاب المناقب، باب سؤال المشركين أن يريهم النبي ﷺ ۳۶۳۶؛ صحيح مسلم، ۲۸۰۰۔

⑥ صحيح بخاری، کتاب مناقب الانصار، باب انشقاق القمر، ۳۸۶۹؛ صحيح مسلم، ۲۸۰۰۔

⑦ صحيح بخاری، کتاب مناقب الانصار، باب انشقاق القمر، ۳۸۶۹۔

⑧ مسند الطيالسی، ۲۹۵ وسندہ ضعیف، مغیرہ بن مقسم مدلس وعن۔ ⑨ الطبری، ۵۶۷/۲۲۔

⑩ احمد، ۴۱۳/۱ وسندہ ضعیف، ابراہیم النخعی مدلس وعن، الطبری، ۵۶۷/۲۲۔ ⑪ الطبری، ۵۶۹/۲۲۔

فَقَوْلَ عَنْهُمْ يَوْمَ يَدْعُ الدَّاعِ إِلَى شَيْءٍ تُكْرِهُونَ ۖ خُشَعًا أَبْصَارُهُمْ يَخْرُجُونَ مِنَ
الْأَجْدَاثِ كَأَنَّهُمْ جَرَادٌ مُنْتَشِرٌ ۚ مَّهْطِعِينَ إِلَى الدَّاعِ يَقُولُ الْكَافِرُونَ هَذَا يَوْمُ عَسِيرٍ ۝
كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ فَكَذَّبُوا عَبْدَنَا وَقَالُوا مَجْنُونٌ وَازْدُجِرَ ۝ فَدَعَا رَبَّهُ
أَنِّي مَغْلُوبٌ فَانْتَصِرْ ۝ فَفَتَحْنَا أَبْوَابَ السَّمَاءِ بِمَاءٍ مُنْهَرٍ ۝ وَفَجَّرْنَا الْأَرْضَ
عَيْنُونًا فَانْتَقَى الْمَاءُ عَلَى أَمْرٍ قَدْ قُدِرَ ۚ وَحَمَلْنَاهُ عَلَى ذَاتِ الْأَوَاجِ وَدُسِرَ ۝
تَجَرَّى بِأَعْيُنِنَا ۚ جَزَاءَ لِمَنِ كَانَ كُفْرٌ ۝ وَلَقَدْ تَرَكْنَاهَا آيَةً فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ ۝
فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي وَنُذُرٍ ۝ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ ۝

ترجمہ: پس اے نبی تم ان سے اعراض کرو جس دن ایک پکارنے والا ناگوار چیز کی طرف پکارے گا۔ [۶] چھٹی آنکھوں قبروں سے اس طرح نکل
کھڑے ہوں گے کہ گویا وہ پھیلا ہوا نڈی دل ہے۔ [۷] پکارنے والے کی طرف دوڑتے ہوں گے اور کافر کہیں گے یہ دن تو بہت سخت ہے۔ [۸]
ان سے پہلے قوم نوح نے بھی ہمارے بندے کو جھٹلایا تھا اور دیوانہ بھلا کر جھڑک گیا تھا۔ [۹] پس اس نے اپنے رب سے دعا کی کہ میں
بے بس ہوں تو میری مدد کر۔ [۱۰] پس ہم نے آسمان کے دروازوں کو زور کے چنے سے کھول دیا [۱۱] اور زمین کے چشموں کو جاری کر دیا
پس اس کام پر جو مقدر کیا گیا تھا پانی خوب جمع ہو گیا۔ [۱۲] اور ہم نے اسے تختوں اور کیلوں والی کشتی پر سوار کر لیا۔ [۱۳] جو ہماری آنکھوں
کے سامنے چل رہی تھی۔ بدلہ ہے اس کی طرف سے جس کا کفر کیا گیا تھا۔ [۱۴] اور بے شک ہم نے اس واقعہ کو نشان بنا کر باقی رکھا پس
کوئی ہے نصیحت حاصل کرنے والا [۱۵] بتاؤ میرا عذاب اور میری ڈرانے والی باتیں کیسی ہیں؟ [۱۶] بے شک ہم نے قرآن کو سمجھنے کے لیے
آسان کر دیا ہے پس کیا کوئی نصیحت ماننے والا ہے؟ [۱۷]

کی دلیلیں ہر طرح کامل ہیں اگر وہ چاہتا تو ہم سب کو ہدایت پر لاکھڑا کرتا۔ اور جگہ ہے ﴿لَقَمَّا تُغِيثُ الْآلِیْتُ وَالنُّذُرُ عَنْ قَوْمٍ لَا
يُؤْمِنُونَ﴾ بے ایمانوں کو کسی مجرے نے اور کسی ڈرنے اور ڈرسانے والے نے کوئی نفع نہ پہنچایا۔
میدان محشر کی طرف جانا: [آیت: ۶۰-۱۷] ارشاد ہوتا ہے کہ اے نبی! تم ان کافروں کو جنہیں معجزہ وغیرہ بھی کارآمد نہیں، چھوڑ دو
ان سے منہ پھیر لو اور انہیں قیامت کے انتظار میں رہنے دو۔ اس دن انہیں حساب کی جگہ ٹھہرنے کے لیے ایک پکارنے والا پکارے گا
جو ہولناک جگہ ہوگی جہاں بلائیں اور آفتیں ہوں گی ان کے چہروں پر ذلت اور کمینگی برس رہی ہوگی مارے ندامت کے آنکھیں نیچے
کو جھکی ہوئی ہوں گی اور قبروں سے نکلیں گے پھر جس طرح نڈی دل چلتا ہے اسی طرح یہ بھی انتشار و سرعت کے ساتھ میدان حساب
کی طرف بھاگیں گے پکارنے والے کی پکار پر کان ہوں گے اور تیز تیز چل رہے ہوں گے نہ مخالفت کی تاب ہے نہ دیر لگانے کی
طاقت اس سخت ہولناکی کے سخت دن کو دیکھ کر کافر چیخ اٹھیں گے کہ یہ تو بڑا بھاری اور بے حد سخت دن ہے۔
قوم نوح پر عذاب: یعنی اے نبی! آپ کی اس امت سے پہلے امت نوح نے اپنے نبی کی جو ہماری اور بے حد سخت دن ہے۔

تکذیب کی اسے مجنون کہا اور ہر طرح ڈانٹا ڈپٹا اور دھمکایا صاف کہہ دیا تھا کہ اے نوح اگر تم باز نہ رہے تو ہم تجھے پتھروں سے مار ڈالیں گے۔ ہمارے بندے اور رسول حضرت نوح علیہ السلام نے ہمیں پکارا کہ پروردگار! میں ان کے مقابلہ میں محض ناتواں اور ضعیف ہوں میں کسی طرح نہ اپنی ہستی کو سنبھال سکتا ہوں نہ تیرے دین کی حفاظت کر سکتا ہوں تو ہی میری مدد فرما اور مجھے غلبہ دے۔ ان کی یہ دعا قبول ہوتی ہے اور ان کی کافر قوم پر مشہور طوفان نوح بھیجا جاتا ہے۔ موسلا دھار بارش کے دروازے آسمان سے اچلتے ہوئے پانی کے چشمے زمین سے کھول دیے جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ جو پانی کی جگہ نہ تھی مثلاً تنور وغیرہ وہاں سے زمین پانی اگل دیتی ہے ہر طرف پانی بھر جاتا ہے نہ آسمان سے برسا موقوف ہوتا ہے نہ زمین سے ابلتا تھکتا ہے۔ پس امر مقرر تک پہنچ جاتا ہے ہمیشہ پانی ابر سے برستا ہے لیکن اس وقت آسمان سے پانی کے دروازے کھول دیے گئے تھے اور عذاب الہی پانی کی شکل میں برس رہا تھا نہ اس سے پہلے کبھی اتنا پانی برسا نہ اس کے بعد کبھی ایسا برسے۔ ادھر سے آسمان کی یہ رنگت ادھر سے زمین کو حکم کہ پانی اگل دے پس ریل پیل ہو گئی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آسمان کے دہانے کھول دیے گئے اور ان میں سے براہ راست پانی برسا۔ اس طوفان سے ہم نے اپنے بندے کو بچا لیا انہیں کشتی پر سوار کر لیا جو تختوں میں کھلیں لگا کر بنائی گئی تھی۔ دُسر کے معنی کشتی کے دائیں بائیں کا حصہ اور ابتدائی حصہ جس پر موج تھپڑے مارتی ہے اور اس کے جوڑ اور اس کی اصل کے بھی کیے گئے ہیں۔ وہ ہمارے حکم سے ہماری آنکھوں کے سامنے ہماری حفاظت میں چل رہی تھی اور صحیح و سالم وار پار جا رہی تھی۔ حضرت نوح علیہ السلام کی مدد میں کفار سے یہ انتقام تھا۔ ہم نے اسے نشانی چھوڑی یعنی اس کشتی کو بطور عبرت کے باقی رکھا۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس امت کے اوائل لوگوں نے بھی دیکھا ہے۔ لیکن ظاہر معنی یہ ہیں کہ اس کشتی کے نمونے پر اور کشتیاں ہم نے بطور نشان کے دنیا میں قائم رکھیں جیسے اور آیت میں ہے ﴿وَاَنۡذَرۡنَا لَہُمۡ اَنَّا حَمَلۡنَا ذُرِّیَّتَہُمۡ فِی الْفُلۡکِ الْمَشۡحُونِ وَخَلَقۡنَا لَہُمۡ مِّنۡ مِّثۡلِہٖ مَا یُرۡکَبُوۡنَ﴾ یعنی ان کے لیے نشانی ہے کہ ہم نے نسل آدم کو بھری ہوئی کشتی میں سوار کر لیا اور کشتی کے مانند اور بھی ایسی سواریاں دیں جن پر وہ سوار ہوں۔ اور جگہ ہے ﴿اِنَّا لَمَّا طَغٰی الْمَآءُ﴾ الخ یعنی جب پانی نے طغیانی کی ہم نے تمہیں کشتی میں لے لیا تاکہ تمہارے لیے عبرت ہو اور نصیحت۔ اور یاد رکھنے والے کان اسے محفوظ رکھ سکیں۔ پس کوئی ہے جو ذکر و وعظ حاصل کرے؟ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مجھے رسول اللہ ﷺ نے ﴿مَذَکِرَہٗ﴾ پڑھایا ہے۔ ① خود حضور ﷺ سے بھی اس لفظ کی قرأت اسی طرح مروی ہے۔ ② حضرت اسود سے سوال ہوتا ہے کہ یہ لفظ دال سے ہے یا ذال سے؟ فرمایا میں نے عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے دال کے ساتھ سنا ہے اور فرماتے تھے میں نے رسول اللہ ﷺ سے دال کے ساتھ سنا ہے۔ ③ پھر فرماتا ہے میرا عذاب میرے ساتھ کفر کرنے اور میرے رسولوں کو جھوٹا کہنے اور میری نصیحت سے عبرت نہ حاصل کرنے والوں پر کیا ہوا؟ میں نے کس طرح ان دشمنان دین حق کو تہس نہ کر دیا۔ ہم نے قرآن کریم کے الفاظ اور معانی کو ہر اس شخص کے لیے آسمان کر دیا ہے جو اس سے نصیحت حاصل کرنے کا ارادہ رکھے۔ جیسے فرمایا ﴿يٰۤاٰدَمُ اٰتِیۡکَ الْبُرۡکَہَ﴾ الخ ہم نے تیری طرف یہ مبارک کتاب نازل فرمائی ہے تاکہ لوگ اس کی آیتوں میں تدبر کریں اور اس لیے کہ عقل مند لوگ یاد رکھیں۔ اور جگہ ہے ﴿فَاِنۡمَا یَسۡرَرۡنَہٗ یٰۤاٰدَمُ﴾ الخ یعنی ہم نے اسے تیری زبان پر اس لیے آسان کیا ہے کہ تو پرہیزگار لوگوں کو خوشی سادے =

① احمد، ۱/۳۹۵ صحیح بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب قول اللہ تعالیٰ ﴿وَالِیۡ عَادِ اٰحَاہُمۡ هُوۡدَا﴾ ۳۳۴۵۔

② صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ اقتربت الساعۃ باب ﴿وَلَقَدْ اٰهَلۡکُنَا اٰشِیَاعَکُمۡ فٰہَلۡ مِّنۡ مَّذَکِرَہٗ﴾ ۴۸۷۴۔

③ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ اقتربت الساعۃ باب ﴿اِعۡجَازُ نَحۡلٍ مَّنۡقَعَرٍ فٰکِیۡفَ کَانَ عَذَابِیۡ وَنَدٰی﴾ ۴۸۷۱؛

صحیح مسلم، ۸۲۳؛ ابو داود، ۳۹۹۴؛ ترمذی، ۲۹۳۷۔

كَذَّبْتَ عَادَ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي وَنَذِيرِي ۖ إِنَّا أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا صَرْصَرًا فِي
يَوْمٍ مَحْشٍ مُّسْتَمِرٍّ ۖ تَزِرُ مِنَ النَّاسِ ۚ كَأَنَّهُمْ أَعْبَارٌ تُخَلِّ مُنْقَعِرٍ ۖ فَكَيْفَ كَانَ
عَذَابِي وَنَذِيرِي ۖ وَلَقَدْ يَسْرُنَا الْقُرْآنَ لِيَذَّكَّرُ فَهَلْ مِنْ مَّدْكَرٍ ۚ كَذَّبَتْ ثَمُودُ
بِالنَّذْرِ ۖ فَقَالُوا آبَشْرًا مِنَّا وَاحِدًا نَتَّبِعُهُ ۚ إِنَّا إِذَا لَفِئَ ضَلِيلٍ وَسُعْرٍ ۖ عَالِقَى
الذِّكْرِ عَلَيْهِ مِنْ بَيْنِنَا بَلْ هُوَ كَذَّابٌ أَشِرٌّ ۖ سَيَعْلَمُونَ غَدًا مَنِ الْكَذَّابُ
الْأَشِرُّ ۖ إِنَّا مُرْسِلُوا النَّاقَةِ فِتْنَةً لَهُمْ فَارْتَبِعْهُمْ وَاضْطَبِرْ ۖ وَبَشِّرْهُمْ أَنَّ الْمَاءَ
قِسْبَةٌ بَيْنَهُمْ ۖ كُلُّ شَرِبٍ مُّخْتَصَرٌ ۖ فَنَادَوْا صَاحِبَهُمْ فَتَعَاطَى فَعَقَرَ ۖ فَكَيْفَ
كَانَ عَذَابِي وَنَذِيرِي ۖ إِنَّا أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ صَيْعَةً وَاحِدَةً فَكَانُوا كَهَشِيمِ الْمُخْتَطِرِ ۖ
وَلَقَدْ يَسْرُنَا الْقُرْآنَ لِيَذَّكَّرُ فَهَلْ مِنْ مَّدْكَرٍ ۚ

ترجمہ: قوم عاد نے بھی جھٹلایا پس کیا ہوا میرا عذاب اور میری ڈرانے والی باتیں۔ [۱۸] ہم نے ان پر تیز و تند جاری ہوا بے برکتے دن میں بھیج دی۔ [۱۹] جو لوگوں کو اٹھا اٹھا کر دے پختی تھی گویا کہ وہ جز سے کٹے ہوئے درخت کھجور کے تنے ہیں۔ [۲۰] پس کیسی رہی میری سزا اور میرا ڈرانا؟ [۲۱] یقیناً ہم نے قرآن کو نصیحت کے لیے آسان کر دیا ہے۔ پس کیا ہے کوئی سوچنے والا؟ [۲۲] قوم ثمود نے ڈرانے والوں کو جھوٹا سمجھا۔ [۲۳] اور کہنے لگے کیا ہم میں سے ایک شخص کی ہم فرمانبرداری کرنے لگیں؟ تو ہم یقیناً غلطی اور دیوانگی میں پڑے ہوئے ہو گئے۔ [۲۴] کیا ہمارے سب کے درمیان صرف اسی پر جی اتاری گئی؟ نہیں بلکہ وہ جھوٹا شیخی خورہ ہے۔ [۲۵] اب سب جان لیں گے کل کو کہ کون جھوٹا اور خود پسند تھا؟ [۲۶] بے شک ہم ان کی آزمائش کے لیے اونٹنی بھیجیں گے۔ پس اسے صالح تو ان کا منظرہ اور صبر کر۔ [۲۷] ہاں انہیں خبر کر دے کہ پانی ان میں تقسیم شدہ ہے ہر حصہ ہر ایک کو برابر کا بچایا جائے گا۔ [۲۸] انہوں نے اپنے رفیق کو آواز دی اس نے دست درازی کی اور کوچیں کاٹ دیں۔ [۲۹] پس کیوں کر ہوا عذاب میرا اور ڈرانا میرا؟ [۳۰] ہم نے ان پر ایک نعرہ بھیجا پس ایسے ہو گئے جیسے کانٹوں کی اونڈھی ہوئی باڑ۔ [۳۱] ہم نے نصیحت کے لیے قرآن کو آسان کر دیا ہے پس کیا ہے کوئی جو نصیحت پکڑے۔ [۳۲]

= اور جھگڑالو لوگوں کو ڈرادے۔ حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس کی قرأت اور تلاوت اللہ تعالیٰ نے آسان کر دی ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اگر اللہ تعالیٰ اس میں آسانی نہ رکھ دیتا تو مخلوق کی طاقت نہ تھی کہ اللہ عزوجل کے کلام کو پڑھ سکے۔ میں کہتا ہوں انہی آسانیوں میں سے ایک آسانی وہ ہے جو پہلے گزر چکی کہ یہ قرآن سات قرأتوں پر نازل کیا گیا ہے۔ ① اس حدیث کے تمام طرق والفاظ ہم نے پہلے جمع کر دیے ہیں۔ اب دوبارہ یہاں وارد کرنے کی ضرورت نہیں۔ پس اس قرآن کو بہت ہی آسان =

كَذَبْتُ قَوْمٌ لَوْطٌ بِاللُّذْرِ ۝ إِنَّا أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ حَاصِبًا إِلَّا آلَ لُوطٍ نَّجَّيْنَاهُمْ
 بِسَحَابٍ نُّعْمَةٍ مِّنْ عِندِنَا كَذَلِكَ نَجْزِي مَنْ شَكَرَ ۝ وَلَقَدْ أَنْذَرَهُمْ بَطْشَتَنَا
 فَتَمَارَوْا بِاللُّذْرِ ۝ وَلَقَدْ رَاوَدُوهُ عَنْ ضَيْفِهِ فَطَمَسْنَا أَعْيُنَهُمْ فَذُوقُوا
 عَذَابِي وَنُذِرِ ۝ وَلَقَدْ صَبَّحَهُم بُكْرَةً عَذَابٌ مُّسْتَقَرٌّ ۝ فَذُوقُوا عَذَابِي
 وَنُذِرِ ۝ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدْكِرٍ ۝

ترجمہ: قوم لوط نے بھی ڈرانے والوں کی تکذیب کی۔ [۳۳] بے شک ہم نے ان پر پتھر برسانے والی ہوا بھیجی سوائے لوط کے گھر والوں کے انہیں ہم نے سحر کے وقت اپنے احسان سے نجات دیدی [۳۴] ہر شکر گزار کو ہم اسی طرح نجات دیتے ہیں۔ [۳۵] یقیناً لوط نے انہیں ہماری پکڑ سے ڈرایا تھا لیکن انہوں نے ڈرانے والوں میں شک شبہ اور بھگڑا کیا۔ [۳۶] اور لوط کو پہلا کر ان کے مہمانوں سے غافل کرنا چاہا پس ہم نے ان کی آنکھیں اندھی کر دیں (اور کہہ دیا) میرا عذاب اور میرا ڈرانا چکھو۔ [۳۷] اور یقینی بات ہے کہ انہیں صبح سویرے ہی ایک جگہ پکڑنے والے مقررہ عذاب نے غارت کر دیا۔ [۳۸] میرے عذاب اور میرے ڈراوے کا مزہ چکھو۔ [۳۹] یقیناً ہم نے قرآن کو پسند و عطف کے لیے آسان کر دیا ہے پس کیا کوئی ہے سوچنے والا؟ [۴۰]

= کر دیا ہے۔ ہے کوئی طالب علم جو اس ربانی علم کو حاصل کرے جو بالکل آسان ہے۔

قوم عاد پر عذاب: [آیت: ۱۸-۳۲] اللہ تعالیٰ خبر دیتا ہے کہ قوم ہود نے بھی اللہ کے رسولوں کو جھوٹا کہا اور بالکل قوم نوح کی طرح سرکشی پر اتر آئے تو ان پر سخت ٹھنڈی مہلک ہوا بھیجی گئی وہ دن ان کے لیے سراسر منحوس تھا۔ برابر ان پر ہوا کیں چلتی رہیں اور انہیں تود بالا کرتی رہیں۔ دنیوی اور اخروی عذاب میں گرفتار کر لیے گئے۔ ہوا کا جھونکا آتا ان میں سے کسی کو اٹھا کر لے جاتا یہاں تک کہ زمین والوں کی حد نظر سے وہ بالا ہو جاتا پھر اسے زمین پر اوندھے منہ پھینک دیتا سر کچل جاتا بھجے نکل پڑتا۔ سرا لگ دھڑا لگ۔ ایسا معلوم ہوتا گویا بھور کے درخت کے بن سرے ٹھٹھ ہیں۔ دیکھو میرا عذاب کیسا ہوا؟ میں نے تو اس قرآن کو آسان کر دیا جو چاہے نصیحت و عبرت حاصل کر لے۔

قوم ثمود پر عذاب: ثمودیوں نے اللہ کے رسول حضرت صالح علیہ السلام کو جھٹلایا اور تعجب کے طور پر محال سمجھ کر کہنے لگے کہ ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ ہم ہمیں میں سے ایک شخص کے تابعدار بن جائیں؟ آخر اس کی اتنی بڑی فضیلت کی کیا وجہ؟ پھر اس سے آگے بڑھے اور کہنے لگے ہم نہیں مان سکتے کہ ہم سب میں صرف اسی ایک پر اللہ کی باتیں ڈالی جائیں۔ پھر اس سے بھی قدم بڑھایا اور نبی اللہ کو کھلے لفظوں میں جھوٹا اور پرلے سرے کا جھوٹا کہا۔ بطور ڈانٹ کے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اب تو جو چاہو کہہ لو لیکن کل کھل جائے گا کہ دراصل جھوٹا اور جھوٹ میں حد سے بڑھ جانے والا کون تھا؟ ان کی آزمائش کے لیے فتنہ بنا کر ہم ایک اونٹنی بھیجے والے ہیں۔ چنانچہ ان لوگوں کی طلب کے موافق پتھر کی ایک سخت چٹان میں سے ایک چٹکے چوڑے اعضا والی گابھن اونٹنی نکلی۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی سے فرمایا کہ تم اب دیکھتے رہو کہ ان کا انجام کیا ہوتا ہے؟ اور ان کی پتا پر صبر کرو۔ دنیا اور آخرت میں انجام کا غلبہ آپ ہی کا رہے گا۔ اب ان سے کہہ دیجیے کہ پانی پر لیک دن تو ان کا ہے اور ایک دن اس کا اونٹنی کا۔ جیسے اور آیت میں ہے ﴿لَهَا شَرِبٌ وَلَكُمْ شَرِبٌ يَوْمَ مَعْلُومٍ﴾

ہر باری موجود کی گئی ہے یعنی جب اونٹنی نہ ہو تو پانی موجود ہے اور جب اونٹنی ہو تو اس کا دودھ حاضر ہے۔ انہوں نے مل جل کر اپنے رفیق قیدار بن سالف کو آواز دی اور یہ بڑا ہی بد بخت تھا جیسے اور آیت میں ہے ﴿اِذَا بُعِثَ اَشْقٰطُہَا﴾ ان کا بد بخت آدی اٹھا اس نے آ کر اسے پکڑا اور زخمی کیا پھر تو ان کے کفر و تکذیب کا میں نے بھی پورا بدلہ لیا اور جس طرح کھیتی کے کٹے ہوئے سوکھے پتے اڑاؤ کر کا نور ہو جاتے ہیں انہیں بھی ہم نے بے نام و نشان کر دیا۔ خشک چارہ جس طرح جنگل میں اڑتا پھرتا ہے اسی طرح انہیں بھی برباد کر دیا۔ یہ مطلب ہے کہ عرب میں دستور تھا کہ اونٹوں کو خشک کانٹوں دار باڑے میں رکھا کرتے تھے۔ جب اس باڑہ کو روند دیا جائے اس وقت اس کی جیسی حالت ہو جاتی ہے وہی حالت ان کی ہو گئی کہ ایک بھی نہ بچا نہ بچ سکا۔ جیسے مٹی دیوار سے جھڑ جاتی ہے اسی طرح ان کے بھی پر پڑے اکھڑ گئے۔ یہ سب اقوال مفسرین کے اس جملہ کی تفسیریں ہیں لیکن اول اتوی ہے واللہ اعلم۔

قوم لوط پر عذاب: [آیت: ۳۳-۴۰] لوطیوں کا واقعہ بیان ہو رہا ہے کہ کس طرح انہوں نے اپنے رسولوں کا انکار کیا اور ان کی مخالفت کر کے کس مکروہ کام کو کیا جسے ان سے پہلے کسی نے نہ کیا تھا یعنی اغلام بازی اسی لیے ان کی ہلاکت کی صورت بھی ایسی ہی انوکھی ہوئی۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت جبرئیل علیہ السلام نے ان کی بستیوں کو اٹھا کر آسمان کے قریب پہنچا کر اوندمی مار دی اور ان پر آسمان سے ان کے نام کے پتھر برسائے۔ مگر لوط کی ماننے والوں کو سحر کے وقت یعنی رات کی آخری گھڑی میں بچالیا، انہیں حکم دیا گیا کہ تم اس بستی سے چلے جاؤ۔ حضرت لوط علیہ السلام پر ان کی قوم میں سے کوئی بھی ایمان نہ لایا تھا یہاں تک کہ خود حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی بھی کافرہ ہی تھی۔ قوم میں سے بھی ایک شخص کو ایمان نصیب نہ ہوا۔ پس عذاب الہی سے بھی کوئی نہ بچا۔ آپ کی بیوی بھی قوم کے ساتھ ہی ساتھ ہلاک ہوئی صرف آپ اور آپ کی لڑکیاں اس نحوست سے بچا لیے گئے۔ شاکروں کو اللہ اسی طرح برے اور آڑے وقت میں کام آتا ہے اور انہیں ان کی شکر گزاری کا پھل دیتا ہے۔

عذاب کے آنے سے پہلے ہی حضرت لوط علیہ السلام انہیں آگاہ کر چکے تھے لیکن انہوں نے توجہ تک نہ کی بلکہ شک شبہ اور جھگڑا کیا اور ان کے مہمانوں سے انہیں چمکے دینا چاہا۔ حضرت جبرئیل، میکائیل، حضرت اسرافیل وغیرہ فرشتے انسانی صورتوں میں حضرت لوط علیہ السلام کے گھر مہمان بن کر آئے تھے۔ نہایت خوبصورت چہرے پیاری پیاری شکلیں اور عنفوان شباب کی عمر۔ ادھر یہ رات کے وقت حضرت لوط علیہ السلام کے گھر اترے ان کی بیوی نے جو کافرہ تھی قوم کو اطلاع دی کہ آج لوط کے ہاں مہمان آئے ہیں۔ ان لوگوں کو اغلام کی بد عادت تو تھی ہی دوڑ بھاگ کر حضرت لوط علیہ السلام کے مکان کو گھیر لیا۔ حضرت لوط علیہ السلام نے دروازے بند کر لیے انہوں نے ترکیبیں شروع کیں کہ کسی طرح مہمان ہاتھ لگیں۔ جس وقت یہ سب کچھ ہو رہا تھا شام کا وقت تھا حضرت لوط علیہ السلام انہیں سمجھا رہے تھے ان سے کہہ رہے تھے کہ یہ میری بیٹیاں یعنی تمہاری جو روئیں موجود ہیں تم اس بد فعلی کو چھوڑو اور حلال چیز سے فائدہ اٹھاؤ۔ لیکن ان سرکشوں کا جواب تھا کہ آپ کو معلوم ہے کہ ہمیں عورتوں کی چاہت نہیں۔ ہمارا جوار ادا ہے وہ آپ سے مخفی نہیں، تم ہمیں اپنے مہمان سو نہ پ دو۔ جب اسی بحث مباحثہ میں بہت وقت گزر چکا اور وہ لوگ مقابلہ پر تل گئے اور حضرت لوط علیہ السلام بے حد زچ آ گئے اور بہت ہی تنگ ہوئے تب حضرت جبرئیل علیہ السلام باہر نکلے اور اپنا پران کی آنکھوں پر پھیرا سب اندھے ہو گئے آنکھیں بالکل جاتی رہیں۔ اب تو حضرت لوط علیہ السلام کو برا کہتے ہوئے اور دیواریں ٹٹولتے ہوئے صبح کا وعدہ دے کر پچھلے پاؤں واپس ہوئے۔ لیکن صبح کے وقت ہی ان پر عذاب الہی آ گیا جس سے نہ بھاگ سکیں نہ اس سے چھپا چھڑا سکیں۔ عذاب کے مزے اور ڈراوے کی طرف دھیان نہ کرنے کا وبال انہوں نے چکھ لیا۔ یہ قرآن تو بہت ہی آسان ہے جو چاہے نصیحت حاصل کر سکتا ہے۔ کوئی ہے بھی جو اس سے ہندو و عظم حاصل کر لے؟

وَلَقَدْ جَاءَ آلَ فِرْعَوْنَ النَّذِيرُ ۖ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا كُلِّهَا فَأَخَذْنَاهُمْ أَخَذَ عَزِيزٌ مُّقْتَدِرٌ ۝

اَلْقَارُكُمْ خَيْرٌ مِّنْ اُولٰٓئِكُمْ اَمْ لَكُمْ بَرَاءَةٌ فِى الزُّبُرِ ۝ اَمْ يَقُولُونَ نَحْنُ جَمِيعٌ مُّنتَصِرٌ ۝

سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّونَ الدُّبُرَ ۝ بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ اَدْهٰى وَاَمَرٌ ۝

ترجمہ: یعنی فرعونوں کے پاس بھی ڈرانے والے آئے۔ [۳۱] انہوں نے ہماری تمام نشانیاں جھٹلائیں پس ہم نے انہیں بڑی غالب قوی پکڑ میں پکڑ لیا۔ [۳۲] اے قریشیو کیا تمہارے کافران کافروں سے کچھ بہتر ہیں؟ یا تمہارے لیے اگلی کتابوں میں چھٹکارا لکھا ہوا ہے؟ [۳۳] یا یہ کہتے ہیں کہ ہم بدلہ لینے والی جماعت ہیں [۳۴] عن قریب یہ جماعت شکست دی جائے گی اور پنبہ دے کر بھاگے گی۔ [۳۵] بلکہ قیامت کی گھڑی ان کے وعدے کا وقت ہے اور قیامت بڑی آفت اور سخت کڑی چیز ہے۔ [۳۶]

قوم فرعون پر عذاب: [آیت: ۴۱-۴۶] فرعون اور اس کی قوم کا قصہ بیان ہو رہا ہے کہ ان کے پاس اللہ کے رسول حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہ السلام بشارت اور ڈراوے لے کر آتے ہیں بڑے بڑے معجزے اور زبردست نشانیاں اللہ کی طرف سے انہیں دی جاتی ہیں جو ان کی نبوت کی حقانیت پر پوری دلیل ہوتی ہیں۔ لیکن یہ فرعونی ان سب کو جھٹلاتے ہیں جس کی شومی میں ان پر عذاب الہی نازل ہوتے ہیں اور بالکل ہی بھس اڑا دیا جاتا ہے۔ پھر فرماتا ہے اے مشرکین قریش! اب بتلاؤ تم ان سے کچھ بہتر ہو؟ جب وہ تم سے بڑی جماعت والے زیادہ قوت والے ہو کہ ہمارے عذابوں سے نہ بچ سکتے تو بھلا تم کیا چیز ہو؟ کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ تمہارے لیے الہامی کتابوں میں کوئی چھٹکارا لکھا ہوا ہے؟ کہ ان کے کفر پر انہیں تو عذاب کیا جائے لیکن تم کفر کیے جاؤ اور تمہیں کوئی سزا نہ دی جائے؟ پھر فرماتا ہے کیا ان کا یہ خیال ہے کہ ہم ایک جماعت کی جماعت ہیں آپس میں ایک دوسرے کی مدد کرتے رہیں گے اور ہمیں کوئی برائی ہماری کثرت اور جماعت کی وجہ سے نہیں پہنچے گی؟ اگر یہ خیال ہو تو انہیں یقین کر لینا چاہیے کہ ان کی یہ یک جہتی توڑ دی جائے گی ان کی جماعت کا چورا کر دیا جائے گا۔ انہیں ہزیمت دی جائے گی اور یہ پیٹھ دکھا کر بھاگتے پھریں گے۔

کافر شکست کھائیں گے: صحیح بخاری میں ہے کہ بدر والے دن اپنے ڈیرے میں رسول اللہ ﷺ اپنی دعا میں فرما رہے تھے اے اللہ! میں تجھے تیرا عہد و پیمان یاد دلاتا ہوں۔ اے اللہ! اگر تیری چاہت یہی ہے کہ آج کے دن کے بعد سے تیری عبادت وحدانیت کے ساتھ زمین پر کی ہی نہ جائے۔ بس اتنا ہی کہا تھا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا یا رسول اللہ! بس کیجیے آپ نے بہت التجا کر لی۔ اب آپ ﷺ اپنے خیمہ سے باہر آئے اور زبان پر یہ دونوں آیتیں ﴿سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ﴾ الخ جاری تھیں۔ ① حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس آیت کے اترنے کے وقت میں سوچ رہا تھا کہ اس سے مراد کون سی جماعت ہوگی؟ جب بدر والے دن میں نے حضور ﷺ کو دیکھا کہ زہرہ پہنے ہوئے اپنے کپ سے باہر تشریف لائے اور یہ آیت پڑھ رہے تھے اس دن میری سمجھ میں اس کی تفسیر آ گئی۔ بخاری میں ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میری چھوٹی سی عمر تھی اپنی بھولیوں میں کھیتی پھرتی تھی اس وقت یہ آیت ﴿بَلِ السَّاعَةُ﴾ الخ اتری ہے۔ ② یہ روایت بخاری میں فضائل القرآن کے موقع پر منقول مروی ہے۔ مسلم میں یہ حدیث

نہیں ہے۔ ③

① صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورة اقترت الساعة باب قوله ﴿بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُم وَالسَّاعَةُ اَدْهٰى وَاَمَرٌ﴾ ۴۸۷۷۔

② صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورة اقترت الساعة باب ﴿بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُم وَالسَّاعَةُ اَدْهٰى وَاَمَرٌ﴾ ۴۸۷۶۔

③ صحیح بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب تألیف القرآن، ۴۹۹۳۔

إِنَّ الْمَجْرِمِينَ فِي ضَلَالٍ وَسُعُرٍ ۖ يَوْمَ يُسْعَبُونَ فِي النَّارِ عَلَىٰ وُجُوهِِهِمْ
 ذُوقُوا مَسَّ سَقَرَ ۖ إِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ ۖ وَمَا أَمْرُنَا إِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍ
 بِالْبَصَرِ ۖ وَلَقَدْ أَهْلَكْنَا أَشْيَاعَكُمْ فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ ۖ وَكُلُّ شَيْءٍ فَعَلُوهُ فِي
 الزُّبُرِ ۖ وَكُلُّ صَغِيرٍ وَكَبِيرٍ مُسْتَطَرٌ ۖ إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّاتٍ وَنَهَرٍ ۖ فِي
 مَقْعَدِ صَدَقٍ عِنْدَ مَلِيكٍ مُّقْتَدِرٍ ۖ

ترجمہ: بے شک گنہگار مگر ای میں ہیں اور عذاب میں ہیں۔ [۴۷] جس دن وہ اپنے منہ کے بل آگ میں گھسیٹے جائیں گے دوزخ کی آگ لگنے کے مزے چکھو۔ [۴۸] بے شک ہم نے ہر چیز کو ایک مقررہ انداز سے پیدا کیا ہے۔ [۴۹] اور ہمارا حکم صرف ایک دفعہ کا ایک کلمہ ہی ہوتا ہے جیسے آنکھ کا جھپکنا۔ [۵۰] ہم نے تم جیسے بہتروں کو ہلاک کر دیا ہے پس کوئی ہے نصیحت لینے والا۔ [۵۱] جو کچھ انہوں نے اعمال کیے ہیں سب نامہ اعمال میں لکھے ہوئے ہیں۔ [۵۲] اسی طرح ہر چھوٹی بڑی بات بھی لکھی ہوئی ہے۔ [۵۳] یقیناً ہمارا ڈر رکھنے والے جنتوں اور نہروں میں ہیں۔ [۵۴] قدرت والے بادشاہ کے پاس راستی اور عزت کی بیشک میں۔ [۵۵]

اللہ نے تقدیر بنائی: [آیت: ۴۷-۵۵] بدکار لوگ گمراہ ہو چکے ہیں راہ حق سے بھٹک چکے ہیں اور شکوک و اضطراب کے خیالات میں ہیں۔ یہ بدکار لوگ خواہ کفار ہوں خواہ اور فرقوں کے گنہگار ہوں ان کا یہ فعل انہیں اوندھے منہ جہنم کی طرف گھسٹوائے گا اور جس طرح یہاں غافل ہیں وہاں اس وقت بھی بے خبر ہوں گے کہ نہ معلوم کس طرف لیے جاتے ہیں۔ اس وقت انہیں ڈانٹ ڈپٹ کے ساتھ کہا جائے گا کہ اب آتش دوزخ کے لگنے کا مزہ چکھو۔ ہم نے ہر چیز کو انداز سے پیدا کیا ہے۔ جیسے اور آیت میں ہے ہر چیز ہم نے پیدا کی پھر اس کا مقدر مقرر کیا۔ اور جگہ فرمایا اپنے رب کی جو بلند و بالا ہے پاکی بیان کر جس نے پیدا کیا اور درست کیا اور اندازہ کیا اور راہ دکھائی۔ یعنی تقدیر مقرر کی پھر اس کی طرف رہ نمائی کی۔ آخر اہل سنت نے اس سے استدلال کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کی تقدیر ان کی پیدائش سے پہلے ہی مقرر کر دی ہے اور ہر چیز اپنے ظہور سے پہلے اللہ کے ہاں لکھی جا چکی ہے۔ فرقہ قدریہ اس کا منکر ہے۔ یہ لوگ صحابہ رضی اللہ عنہم کے آخر زمانہ میں ہی نکل چکے تھے۔ اہل سنت ان کے مسلک کے خلاف اس قسم کی آیتوں کو پیش کرتے ہیں اور اس مضمون کی احادیث کو بھی۔ اس مسئلہ کی مفصل بحث ہم صحیح بخاری کتاب الایمان کی شرح میں لکھ چکے ہیں یہاں صرف وہ حدیثیں لکھتے ہیں جو مضمون آیت کے متعلق ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مشرکین قریش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تقدیر کے بارے میں بحث کرنے لگے اس پر یہ آیتیں اتریں ① (مسند احمد و مسلم وغیرہ)۔ بروایت حضرت عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جده مروی ہے کہ یہ آیتیں منکرین تقدیر کی تردید میں ہی اتری ہیں (بزار)۔

ابن ابی حاتم کی روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھ کر فرمایا یہ میری امت کے ان لوگوں کے حق میں اتری ہے جو آخر زمانہ میں پیدا ہوں گے اور تقدیر کو جھٹلائیں گے۔ ② حضرت عطاء بن ابورباح رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں حضرت ابن

① صحیح مسلم، کتاب القدر، باب کل شیء بقدر ۲۶۵۶؛ ترمذی، ۲۱۵۷؛ ابن ماجہ، ۸۳؛ احمد، ۴۴۴۔

② ابن ابی حاتم، طبرانی، ۵۳۱۶، وسندہ ضعیف، فیہ مجاہیل لم نعرفہم۔

عباس رضی اللہ عنہما کے پاس آیا آپ اس وقت چاہہاں زم زم سے پانی نکال رہے تھے۔ آپ کے کپڑوں کے دامن بھیکے ہوئے تھے میں نے کہا تقدیر کے بارے میں کلام کیا گیا ہے لوگ اس مسئلہ میں موافق و مخالف ہو رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا کیا لوگوں نے ایسا کیا؟ میں نے کہا ہاں ایسا ہو رہا ہے۔ تو آپ نے فرمایا اللہ کی قسم یہ آیتیں انہی لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی ہیں ﴿ذُوقُوا مَسَّ سَقَرَ﴾ اَنَا كُلُّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ یاد رکھو یہ لوگ اس امت کے بدترین لوگ ہیں۔ ان کے پیاروں کی تیمارداری نہ کرو ان کے مردوں کے جنازے نہ پڑھو۔ ان میں کا اگر کوئی مجھے مل جائے تو میں اپنی ان انگلیوں سے اس کی آنکھیں نکال دوں۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے سامنے ذکر آیا کہ آج ایک شخص آیا ہے جو مکر تقدیر ہے۔ فرمایا اچھا مجھے اس کے پاس لے چلو۔ لوگوں نے کہا آپ نابینا ہیں آپ اس کے پاس چل کر کیا کریں گے۔ فرمایا اللہ کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر میرا بس چلا تو میں اس کی ناک توڑ دوں گا اور اگر اس کی گردن میرے ہاتھ میں آگئی تو میں مردہ دوں گا۔ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے آپ ﷺ فرماتے تھے گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ بنو فہر کی عورتیں خزر ج کے ارد گرد طواف کرتی پھرتی ہیں ان کے جسم حرکت کرتے ہیں وہ مشرک عورتیں ہیں۔ اس امت کا پہلا شرک یہی ہے۔ اس رب کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے ان کی بے سمجھی یہاں تک بڑھے گی کہ اللہ تعالیٰ کو بھلائی کا مقدر کرنے والا بھی نہ مانیں گے جس طرح برائی کا مقدر کرنے والا نہ مانا ① (مسند احمد)۔

مسئلہ تقدیر میں بحث کرنا: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا ایک دوست شامی تھا جس سے آپ کی خط کتابت تھی۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہیں سن پایا کہ وہ تقدیر کے بارے میں کچھ موشگافیاں کرتا ہے۔ آپ نے جھٹ سے اسے خط لکھا کہ میں نے سنا ہے تو تقدیر کے مسئلہ میں کچھ کلام کرتا ہے اگر یہ سچ ہے تو بس مجھ سے خط کتابت کی امید نہ رکھنا آج سے بند سمجھنا۔ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ میری امت میں تقدیر کو جھٹلانے والے لوگ ہوں گے ② (ابوداؤد)۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ہر امت میں مجوس ہوتے ہیں میری امت کے مجوسی وہ لوگ ہیں جو تقدیر کے منکر ہوں۔ اگر وہ بیمار پڑیں تو تم ان کی عیادت نہ کرو اور اگر وہ مرجائیں تو تم ان کے جنازے نہ پڑھو ③ (مسند احمد)۔ اس امت میں مسخ ہوگا یعنی لوگوں کی صورتیں بدل دی جائیں گی یاد رکھو یہ ان میں ہوگا جو تقدیر کو جھٹلائیں اور زندگی بقیت کریں ④ (ترمذی وغیرہ)۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہر چیز اللہ کے مقرر کردہ انداز سے ہے۔ یہاں تک کہ نادانی اور عقل مندی بھی ⑤ (مسلم)۔ صحیح حدیث میں ہے اللہ سے مدد طلب کر اور عاجز اور بے وقوف نہ بن پھر اگر کوئی نقصان پہنچ جائے تو کہہ دے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا مقرر کیا ہوا تھا اور جو اللہ نے چاہا کیا۔ پھر یوں نہ کہہ کہ اگر یوں کرتا تو یوں ہوتا اس لیے کہ اس طرح اگر کہنے سے شیطانی عمل کا دروازہ کھل جاتا ہے۔ ⑥

حضور ﷺ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے فرمایا کہ جان رکھ اگر تمام امت جمع ہو کر تجھے وہ نفع پہنچانا چاہے جو اللہ نے تیری قسمت میں نہیں لکھا تو نہیں پہنچ سکتی۔ اور اگر سب اتفاق کر کے تجھے کوئی نقصان پہنچانا چاہیں اور تیری تقدیر میں وہ نہ ہو تو نہیں پہنچا سکتے۔ قلمیں خشک ہو جائیں اور دفتر لپیٹ کر تہہ کر دیے گئے۔ ⑦ حضرت ولید بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے اپنے باپ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ

- ① احمد، ۱/۳۳۰ ح ۳۰۵۴ و مسندہ ضعیف اس کی سند میں محمد بن عبید اللہ ضعیف راوی اور اس کا شاگرد مجہول ہے۔ (المیزان، ۳/۶۳۹ رقم: ۷۹۱۶)
- ② ابو داؤد، کتاب السنۃ، باب من دعا الی السنۃ: ۶۱۳ و مسندہ حسن۔ ③ احمد، ۲/۸۶ ح ۵۵۸۴
- ④ ترمذی، کتاب القدر، باب ما جاء فی المکذبین بالقدر من الوعد ۲۱۵۳؛ ابن ماجہ، ۴۰۶۱ و مسندہ حسن؛ احمد، ۲/۱۰۸۔ ⑤ صحیح مسلم، کتاب القدر، باب کل شیء بقدر، ۲۶۵۵۔ ⑥ صحیح مسلم، کتاب القدر، باب الإیمان بالقدر والإذعان له، ۲۶۶۴۔ ⑦ ترمذی، کتاب صفة القيامة، باب حدیث حنظلة، ۲۵۱۶ و مسندہ حسن۔

کی بیماری میں جب کہ ان کی حالت بالکل غیر تھی، عرض کیا کہ اباجی! ہمیں کچھ وصیت کر جائیے۔ آپ نے فرمایا اچھا مجھے بٹھا دو جب لوگوں نے آپ کو بٹھا دیا تو آپ نے فرمایا اے میرے پیارے بچے! ایمان کا لطف تجھے حاصل نہیں ہو سکتا اور اللہ تعالیٰ کے متعلق جو علم تجھے ہے اس کی تہہ تک تو نہیں پہنچ سکتا جب تک تیرا ایمان تقدیر کی بھلائی برائی پر نہ ہو۔ میں نے پوچھا اباجی! میں کیسے معلوم کر سکتا ہوں کہ میرا ایمان تقدیر کے خیر و شر پر ہے؟ فرمایا اس طرح کہ تجھے یقین ہو کہ جو تجھے نہیں ملا وہ ملے والا تھا ہی نہیں اور جو تجھے پہنچا وہ ملنے والا ہی نہ تھا۔ میرے بچے سنو! میں نے رسول اللہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے قلم کو پیدا کیا اور اسے فرمایا لکھ پس وہ اسی وقت چل پڑا اور قیامت تک جو ہونے والا تھا سب لکھ ڈالا۔ اے بیٹے! اگر تو انتقال کے وقت تک اس عقیدے پر نہ رہے تو تو جہنم میں داخل ہوگا۔ ترمذی میں یہ حدیث ہے، اور امام ترمذی فرماتے ہیں حسن صحیح غریب ہے۔ ① رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں تم میں سے کوئی شخص ایمان دار نہیں ہو سکتا جب تک کہ چار باتوں پر اس کا ایمان نہ ہو شہادت دے کہ معبود برحق صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے اور میں اللہ کا رسول ہوں جسے اس نے حق کے ساتھ بھیجا ہے اور مرنے کے بعد جینے پر ایمان رکھے اور تقدیر کی بھلائی برائی من جانب اللہ ہونے کو مانے ② (ترمذی وغیرہ)۔

صحیح مسلم میں ہے اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کی پیدائش سے پچاس ہزار برس پہلے مخلوقات کی تقدیر لکھی جب کہ اس کا عرش پانی پر تھا۔ ③ امام ترمذی رحمہ اللہ اسے حسن صحیح غریب کہتے ہیں پھر پروردگار عالم اپنی چاہت اور احکام کے بے روک ٹوک جاری اور پورا ہونے کو بیان فرماتا ہے کہ جس طرح جو کچھ میں نے مقدر کیا ہے وہی ہوتا ہے ٹھیک اسی طرح جس کام کا میں ارادہ کروں صرف ایک دفعہ کہہ دینا کافی ہوتا ہے دوبارہ تاکید احکم دینے کی ضرورت نہیں ہوتی، ایک آنکھ جھپکنے کے برابر میں وہ کام میری حسب چاہت ہوتا ہے۔ عرب شاعر نے کیا ہی اچھا کہا ہے۔

إِذَا مَا أَرَادَ اللَّهُ أَمْرًا لَئِمَّا يَقُولُ لَهُ كُنْ فَوَلَّهُ فَيَكُونُ

یعنی اللہ تعالیٰ جب کبھی جس کسی کام کا ارادہ کرتا ہے صرف فرما دیتا ہے کہ ہو جاوہ اسی وقت ہو جاتا ہے۔ ہم نے تم جیسوں کو تم سے پہلے ان کی سرکشی کے باعث فنا کے گھاٹ اتار دیا ہے پھر تم کیوں عبرت حاصل نہیں کرتے؟ ان کے عذاب اور ان کی رسوائی کے واقعات میں کیا تمہارے لیے نصیحت و تذکیر نہیں؟ جیسے اور آیت میں فرمایا لَا وَحْلَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَا يَشْتَهُونَ كَمَا فُعِلَ بِأَشْيَاعِهِمْ مِّنْ قَبْلُ یعنی ان کے اور ان کی چاہت کے درمیان پردہ ڈال دیا گیا جیسے کہ ان جیسے ان سے اگلوں کے ساتھ کیا گیا تھا جو کچھ انہوں نے کیا وہ ان کے نامہ اعمال میں مکتوب ہے جو اللہ کے امین فرشتوں کے ہاتھ میں محفوظ ہے ان کا ہر چھوٹا بڑا عمل جمع شدہ اور لکھا ہوا ہے۔ ایک بھی تو ایسا نہیں رہا جو لکھنے سے رہ گیا ہو۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں صغیرہ گناہ کو بھی ہلکانہ سمجھو اللہ کی طرف سے اس کا بھی مطالبہ ہونے والا ہے ④ (نسائی اور ابن ماجہ وغیرہ)۔

کسی گناہ کو چھوٹا نہ سمجھو: حضرت سلیمان بن مغیرہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں ایک مرتبہ مجھ سے ایک گناہ سرزد ہو گیا جسے میں نے حقیر

① ترمذی، کتاب القدر، باب اعظام امر الایمان بالقدر، ۲۱۵۵ وهو صحیح؛ احمد، ۳۱۷/۵۔

② ترمذی، کتاب القدر، باب ما جاء ان الایمان بالقدر خیرہ وشرہ، ۲۱۴۵ ابن ماجہ، ۸۱ وهو ضعیف۔

③ صحیح مسلم، کتاب القدر، باب حجاج آدم وموسى ﷺ، ۲۶۵۳ ترمذی، ۲۱۵۶، احمد، ۱۶۹/۲، ابن حبان، ۶۱۳۸۔

④ ابن ماجہ، کتاب الزهد، باب ذکر الذنوب، ۴۲۴۳ وهو صحیح؛ احمد، ۷۰/۶۔

سمجھا رات کو خواب میں دیکھتا ہوں کہ ایک آنے والا آیا ہے اور مجھ سے کہہ رہا ہے اے سلیمان!

لَا تَخْفَرَنَّ مِنَ الذُّنُوبِ صَغِيرًا
إِنَّ الصَّغِيرَ وَلَوْ تَقَادَمَ عَلَيْهُ
فَارْجُزُهُمَاكَ عَنِ الْبَطَالَةِ لَا تَكُنْ
إِنَّ الْمُجِبَّ إِذَا أَحَبَّ إِلَهُهُ
فَانْأَلْ هَذَا يَتْلُكَ الْإِلَٰهَ بِسَبِّهِ
إِنَّ الصَّغِيرَ غَنَّا هُوں کو بھی حقیر اور ناجیز نا سمجھ۔ یہ صغیرہ کل کبیرہ ہو جائیں گے۔ گو گناہ چھوٹے چھوٹے ہوں اور انہیں کیے ہوئے
بھی عرصہ گزر چکا ہو اللہ کے پاس وہ صاف صاف لکھے ہوئے موجود ہیں۔ بدی سے اپنے نفس کو روکے رکھ اور ایسا نہ ہو جا کہ مشکل
سے نیکی کی طرف آئے بلکہ اونچا دامن کر کے بھلائی کی طرف لپک۔ جب کوئی شخص دل سے اللہ سے محبت کرتا ہے تو اس کا دل اڑنے لگتا
ہے اور اسے اللہ کی جانب سے غور و فکر کی عادت الہام کی جاتی ہے۔ اپنے رب سے ہدایت طلب کر اور نرمی اور ملائمت کر۔ ہدایت اور
نصرت کرنے والا رب تجھے کافی ہوگا۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ ان بدکاروں کے خلاف نیک کار لوگوں کی حالت ہوگی وہ تو ضلالت و
تکلیف میں تھے اور اندھے منہ جہنم کی طرف گھسیٹے گئے اور سخت ڈانٹ ڈپٹ ہوئی، لیکن یہ نیک کار جنتوں میں ہوں گے بہتے ہوئے
خوش گوار صاف شفاف چشموں کے مالک ہوں گے اور عزت و کرامت رضوان و فضیلت، جود و احسان، فضل و امتنان، نعمت و رحمت،
آسائش و راحت کے مکان میں خوش خوش رہیں گے باری تعالیٰ مالک و قادر کا قرب انہیں نصیب ہوگا جو تمام چیزوں کا خالق ہے سب
کے اندازے مقرر کرنے والا ہے ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ وہ ان پر ہیزگار اللہ ترس لوگوں کی ایک ایک خواہش پوری کرے گا، ایک
ایک چاہت عطا فرمائے گا۔ مسند احمد میں ہے رسول مقبول ﷺ فرماتے ہیں عدل و انصاف کرنے والے نیک کردار لوگ اللہ کے
پاس نور کے منبروں پر رحمن کی دائیں جانب ہوں گے۔ اللہ کے دونوں ہاتھ دابنے ہی ہیں۔ یہ عادل لوگ وہ ہیں جو اپنے احکام میں
اپنے اہل و عیال میں اور جو چیز ان کے قبضے میں ہو اس میں الہامی فرمان کا خلاف نہیں کرتے بلکہ عدل و انصاف سے ہی کام لیتے
ہیں۔ یہ حدیث صحیح مسلم اور نسائی میں بھی ہے۔ ①

الحمد لله سورة قمر کی تفسیر بھی ختم ہوئی۔ اللہ ہمیں نیک و توفیق دے اور برائیوں سے بچائے۔



تفسیر سورۃ رحمان

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الرَّحْمٰنُ ۝ عَلَّمَ الْقُرْآنَ ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ ۝ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ۝ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ

يَحْسَبَانِ ۝ وَالتَّجْمُ وَالشَّجَرُ يَسْجُدَانِ ۝ وَالسَّمَاءَ رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِيزَانَ ۝

اَلَّا تَطْغَوْا فِي الْمِيزَانِ ۝ وَاَقِمْوْا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيزَانَ ۝

وَالْاَرْضَ وَضَعَهَا لِلْاَنَامِ ۝ فِيْهَا فَاكِهَةٌ ۝ وَالنَّخْلُ ذَاتُ الْاَكْمَامِ ۝ وَالْحَبُّ

ذُو الْعَصْفِ ۝ وَالرَّيْحَانُ ۝ فِیْ اٰیِ الْاَعْرَیْ ۝ لَّكُمُ الدِّیْنُ ۝

ترجمہ: رحم و کرم والے اللہ کے نام سے شروع۔

رحمن [۱] جس نے قرآن سکھایا۔ [۲] اسی نے انسان کو پیدا کیا [۳] اور اسے بولنا سکھایا۔ [۴] آفتاب اور مانتاب مقررہ حساب سے ہیں۔ [۵] اور بے تنے کے درخت اور تنے دار درخت دونوں سجدہ کرتے ہیں۔ [۶] اسی نے آسمان کو بلند کیا اور اسی نے ترازو رکھی۔ [۷] تاکہ تم تولنے میں کمی بیشی نہ کرو۔ [۸] انصاف کے ساتھ وزن کو ٹھیک رکھو اور تول میں کم نہ دو۔ [۹] اسی نے مخلوق کے لیے زمین بچادی [۱۰] جس میں میوے ہیں اور خوشے والی کھجور کے درخت ہیں۔ [۱۱] اور اناج ہے جسے والا اور پھول ہیں خوشبودار [۱۲] پس اے انسانو! اور جنو! تم اپنے پروردگار کی کس کس نعمت کا انکار کرو گے۔ [۱۳]

تعارف سورت: حضرت زکریاؑ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے کہا قرآن میں جو لفظ ﴿مِنْ مَّاءٍ غَيْرِ اِسْنٍ﴾ ہے یہ ﴿اِسْنٍ﴾ لفظ ہے یا ﴿اِسْنٍ﴾؟ تو آپ نے فرمایا گویا تو نے باقی کا سارا قرآن سمجھ لیا ہے؟ اس نے کہا میں مفصل کی تمام سورتوں کو ایک رکعت میں پڑھ لیا کرتا ہوں آپ نے فرمایا پھر تو جیسے شعر جلدی جلدی پڑھتے جاتے ہیں اسی طرح تو قرآن کو بھی جلدی جلدی پڑھتا ہوگا، افسوس۔ مجھے خوب محفوظ ہے کہ مفصل کی ابتدائی کون کون سی دو دو برابر والی سورتوں کو آنحضرت ﷺ ملایا کرتے تھے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قرأت میں مفصل کی سب سے پہلی سورت یہی سورۃ الرحمن ہے ① (مسند احمد)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ اپنے اصحاب کے مجمع میں ایک روز تشریف لائے اور سورۃ الرحمن کی اوّل سے آخر تک تلاوت فرمائی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم چپ چاپ سنتے رہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم سے تو جنات ہی جواب دینے میں اچھے رہے۔ میں نے جب ان کے سامنے اس سورت کی تلاوت کی تو میں جب کبھی ﴿فِیْ اٰیِ الْاَعْرَیْ رَبِّکُمَا تَکْذِبٰنِ﴾ پڑھتا تو کہتے ﴿لَا یَسْمَعُوْنَ مِنْ تَعْمِیْکَ رَبَّنَا نَکْذِبُ فَلَکَ الْحَمْدُ﴾ یعنی اے ہمارے پروردگار ہم تیری نعمتوں میں سے کسی نعمت کو نہیں جھٹلاتے تیرے ہی لیے تمام تعریفیں سزاوار ہیں ② (ترمذی)۔ یہ حدیث غریب ہے اور یہی روایت ابن جریر میں بھی مروی ہے اس میں ہے کہ یا تو آپ ﷺ

① احمد، ۱/ ۴۱۲ وسندہ حسن۔

② ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورۃ الرحمن، ۳۲۹۱ وهو حدیث حسن؛ حاکم، ۲/ ۴۷۴۔

نے یہ سورت پڑھی یا آپ ﷺ کے سامنے اس کی تلاوت کی گئی اس وقت صحابہ رضی اللہ عنہم کی خاموشی پر آپ ﷺ نے یہ فرمایا اور جواب کے الفاظ یہ ہیں ﴿لَا بَشَىٰٓءٌ مِّنْ نَّعِيمٍ رَّبِّنَا نُكْدِبُ﴾ ①

اللہ کی رحمتیں: [آیت: ۱-۱۳] اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کاملہ کا بیان فرماتا ہے کہ اس نے اپنے بندوں پر قرآن کریم نازل فرمایا اور اپنے فضل و کرم سے اس کا حفظ کرنا بالکل آسان کر دیا۔ اسی نے انسان کو پیدا کیا اور اسے بولنا سکھایا۔ قحادہ ﷺ وغیرہ کہتے ہیں بیان سے مراد خیر و شر ہے لیکن بولنا ہی مراد لینا یہاں بہت اچھا ہے۔ حضرت حسن ﷺ کا قول بھی یہی ہے اور ساتھ ہی تعلیم قرآن کا ذکر ہے جس سے مراد تلاوت قرآن ہے اور تلاوت موقوف ہے بولنے کی آسانی پر ہر حرف اپنے مخرج سے بے تکلف زبان ادا کرتی رہتی ہے خواہ خلق سے نکلتا ہو خواہ دونوں ہونوں کے ملانے سے مختلف مخرج اور مختلف قسم کے حروف کی ادائیگی اللہ تعالیٰ نے انسان کو سکھادی۔

سورج اور چاند ایک دوسرے کے پیچھے اپنے اپنے مقررہ حساب کے مطابق گردش میں ہیں نہ ان میں اختلاف ہو نہ اضطراب نہ یہ آگے بڑھے نہ وہ اس پر غالب آئے۔ ہر ایک اپنی اپنی جگہ تیرتا پھرتا ہے۔ اور جگہ فرماتا ہے ﴿فَالْقُلُوبُ الْإِنْشَاحُ﴾ الخ الصبح کا نکلنے والا ہے۔ اور اسی نے رات کو تہارے لیے آرام کا وقت بنایا ہے اور سورج چاند کو حساب پر رکھا ہے یہ مقررہ اندازہ ہے غالب و دانا اللہ کا۔ حضرت عکرمہ ﷺ فرماتے ہیں تمام انسانوں کی جنات کی چوپایوں کی پرندوں کی آنکھوں کی بصارت ایک ہی شخص کی آنکھوں میں کر دی جائے پھر سورج کے سامنے جو ستر پردے ہیں ان میں سے ایک پردہ ہٹا دیا جائے تو ناممکن ہے کہ یہ شخص بھی اس کی طرف دیکھ سکے باوجودیکہ سورج کا نور کرسی کے نور کا ستر واں حصہ ہے اور کرسی کا نور عرش کے نور کا ستر واں حصہ ہے اور عرش کا نور جو پردے اللہ کے سامنے ہیں اس میں سے ایک پردے کے نور کا ستر واں حصہ ہے پس خیال کر لو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے جنتی بندوں کی آنکھوں میں کس قدر نور دے رکھا ہو گا کہ وہ اپنے رب تبارک و تعالیٰ کے چہرے کو کھلم کھلا اپنی آنکھوں سے بے روک دیکھیں (ابن ابی حاتم)۔ درخت اللہ کی رحمت: اس پر تو مفسرین کا اتفاق ہے کہ شجر اس درخت کو کہتے ہیں جو تنے والا ہو، لیکن نجم کے معنی کئی ایک ہیں۔ بعض تو کہتے ہیں نجم سے مراد بتلیں ہیں جن کا تہ نہیں ہوتا اور زمین پر پھیلی ہوئی ہوتی ہیں۔ ② بعض کہتے ہیں مراد اس سے ستارے ہیں جو آسمان میں ہیں۔ ③ یہی قول زیادہ ظاہر ہے، گواہ قول امام ابن جریر ﷺ کا اختیار کردہ ہے واللہ اعلم۔ قرآن کریم کی یہ آیت بھی اس دوسرے قول کی تائید کرتی ہے۔ فرمان ہے ﴿أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ يَسْجُدُ لَهُ﴾ الخ کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ کے لیے آسمان و زمین کی تمام مخلوقات اور سورج، چاند، ستارے، پہاڑ، درخت، چوپائے جانور اور اکثر لوگ سجدہ کرتے ہیں الخ۔

آسمان کی پیدائش: پھر فرماتا ہے آسمان کو اسی نے بلند کیا ہے اور اسی نے میزان رکھی ہے یعنی عدل جیسے اور آیت میں ہے ﴿لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَأَنزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيزَانَ لِيَقُومَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ﴾ یعنی یقیناً ہم نے اپنے رسولوں کو دیلوں کے ساتھ اور ترازو کے ساتھ بھیجا ہے تاکہ لوگ عدل پر قائم ہو جائیں۔ یہاں بھی اس کے ساتھ ہی آسمان و زمین کو حق اور عدل کے ساتھ پیدا کیا تاکہ تمام چیزیں حق و عدل کے ساتھ ہو جائیں۔ پس فرماتا ہے جب وزن کرو تو سیدھی ترازو سے عدل و حق کے ساتھ وزن کرو کی زیادتی نہ کرو کہ لیتے وقت بڑھتی تول لیا کرو اور دیتے وقت کمٹی دیدیا۔ اور جگہ ارشاد ہے ﴿وَرَنُوبًا بِالْقِسْطِ﴾ الخ صحت کے ساتھ کھرے پن سے تول لیا کرو۔ آسمان کو تو اس نے بلند و بالا کیا۔ اور زمین اس نے نیچی اور پست کر کے بچھادی اور اس میں مضبوط پہاڑ مثل میخ کے گاڑ دیے تاکہ وہ ہلے جلے نہیں اور اس پر جو مخلوق

بستی ہے وہ با رام رہے۔

زمین اور پھل: پھر زمین کی مخلوق کو دیکھو ان کی مختلف قسموں، مختلف شکلوں، مختلف رنگوں، مختلف زبانوں، مختلف عادات و اطوار پر نظر ڈال کر اللہ کی قدرت کاملہ کا اندازہ کرو۔ ساتھ ہی زمین کی پیداوار کو دیکھو کہ رنگ برنگ کے کھٹے میٹھے سلونے طرح طرح کی خوشبوؤں والے میوے پھل فروٹ خاصہ کھجور کے درخت جو نفع دینے والا اور لگنے کے وقت سے خشک ہو جانے تک اور اس کے بعد بھی کھانے کے کام میں آنے والا عام میوہ ہے۔ اس پر خوشے ہوتے ہیں جنہیں چیر کر یہ باہر آتا ہے پھر گدلا ہو جاتا ہے پھر تر ہو جاتا ہے پھر پک کر ٹھیک ہو جاتا ہے۔ بہت نافع ہے ساتھ ہی اس کا درخت بالکل سیدھا اور بے ضرر ہوتا ہے۔ ابن ابی حاتم میں ہے کہ قیصر نے امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ میرے قاصد جو آپ کے پاس سے واپس آئے ہیں وہ کہتے ہیں کہ آپ کے ہاں ایک درخت ہوتا ہے جس کی سی خوشصفت کسی اور میں نہیں وہ جانور کے کان کی طرح زمین سے نکلتا ہے پھر کھل کر موتی کی طرح ہو جاتا ہے پھر سبز ہو کر زرد کی طرح ہو جاتا ہے پھر سرخ ہو کر یا قوت جیسا بن جاتا ہے پھر پکتا ہے اور تیار ہو کر بہترین فالودے کے مزے کا ہو جاتا ہے۔ پھر خشک ہو کر قیم لوگوں کے بچاؤ کی اور مسافروں کے خوشے بھٹنے کی چیز بن جاتا ہے۔ پس اگر میرے قاصد کی یہ روایت صحیح ہے تو میرے خیال سے تو یہ درخت جنتی درخت ہے۔

اس کے جواب میں شاہ اسلام حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے لکھا ہے کہ یہ خط ہے اللہ کے غلام مسلمانوں کے بادشاہ عمر کی طرف سے شاہ روم قیصر کے نام آپ کے قاصدوں نے جو خبر آپ کو دی ہے وہ سچ ہے اس قسم کے درخت ملک عرب میں بکثرت ہیں۔ یہی وہ درخت ہے جسے اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم علیہا السلام کے پاس اگایا تھا جب کہ ان کے لڑکے حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان کے بطن سے پیدا ہوئے تھے پس اے بادشاہ! اللہ سے ڈرا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ نہ سمجھو اللہ ایک ہی ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مثال اللہ تعالیٰ کے نزدیک حضرت آدم علیہ السلام جیسی ہے کہ انہیں اللہ تعالیٰ نے نئی سی پیدا کیا پھر فرمایا ہو جا پس وہ ہو گئے اللہ کی طرف سے سچی اور حق بات یہی ہے تجھے چاہیے کہ شک و شبہ کرنے والوں میں نہ رہے ﴿اَكْمَامٌ﴾ کے معنی لیف کے بھی کئے گئے ہیں جو درخت کھجور کی گردن پر پوست کی طرح ہوتا ہے اور اس نے زمین میں بھڑی اور اناج پیدا کیا ﴿عَصْفٌ﴾ کے معنی کھیتی کے وہ سبز پتے جو اوپر سے کاٹ دیے کئے ہوں پھر سکھالے گئے ہوں ① بھی آئے ہیں ﴿رَبِّعَانٌ﴾ سے مراد پتے یا ② یہی ریحان جو اسی نام سے مشہور ہے یا کھیتی کے سبز پتے۔ مطلب یہ ہے کہ گیہوں جو وغیرہ کے وہ دانے جو بال پر بھوسی سمیت ہوتے ہیں۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ کھیتی کے پہلے ہی اگے ہوئے پتوں کو تو ﴿عَصْفٌ﴾ کہتے ہیں اور جب دانے نکل آئیں بالیں پیدا ہو جائیں تو انہیں ریحان کہتے ہیں جیسے کہ زید بن عمرو بن نفیل کے مشہور قصیدے میں ہے۔

رب کی نعمتوں کو نہ جھٹلانا: پھر فرماتا ہے اے جنو اور انسانو! تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟ یعنی تم اس کی نعمتوں میں سر سے پیر تک ڈوبے ہوئے ہو اور مالامال ہو رہے ہو نہ ممکن ہے کہ حقیقی طور پر تم کسی نعمت کا انکار کر سکو اور اسے جھوٹ بتلا سکو ایک دو نعمتیں ہوں تو خیر یہاں تو سرتاپا اس کی نعمتوں سے تم پر ہو رہے ہو۔ اسی لیے مومن جنوں نے اسے کن کر جھٹ سے جواب دیا ﴿اللَّهُمَّ وَلَا بَشِيءٌ مِّنَ الْآيَاتِكَ رَبَّنَا نَكْذِبُ فَلَكَ الْحَمْدُ﴾ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس کے جواب میں فرمایا کرتے تھے ﴿لَا فَائِدَ بَارَبِّ﴾ یعنی اے اللہ ہم ان میں سے کسی نعمت کا انکار نہیں کر سکتے۔ ③ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی =

خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ ۖ وَخَلَقَ الْجَانَّ مِنْ مَّارِجٍ مِنْ نَارٍ ۖ^{۱۵}
 فَبَايَ الْآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ۖ رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ وَرَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ ۖ فَبَايَ الْآءِ
 رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ۖ مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيْنَ ۖ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَا يَبْغِيْنَ ۖ فَبَايَ الْآءِ
 رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ۖ يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ ۖ فَبَايَ الْآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ۖ^{۱۷}
 وَلَهُ الْجَوَارِ الْمُنشَآتُ فِي الْبَحْرِ كَالْأَعْلَامِ ۖ فَبَايَ الْآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ۖ^{۱۹}

ترجمہ: اس نے انسان کو ایسی آواز دینے والی مٹی سے پیدا کیا جو ٹھیکری کی طرح تھی۔ [۱۳] اور جنات کو آگ کے شعلے سے پیدا کیا۔ [۱۵] پس تم دونوں اپنے پروردگار کی کس کس نعمت کا انکار کرو گے؟ [۱۶] وہ رب ہے دونوں مشرقوں اور دونوں مغربوں کا۔ [۱۷] تو اے انسانو اور جنوتم اپنے رب کی کس کس نعمت کے منکر بنو گے؟ [۱۸] اس نے دو دریا چلائے جو ایک دوسرے سے مل جاتے ہیں۔ [۱۹] ان دونوں میں ایک حجاب ہے کہ اس سے بڑھ نہیں سکتے [۲۰] پس اپنے پروردگار کی کون سی نعمت کے تم منکر بنو گے؟ [۲۱] ان دونوں میں سے موتی اور مونگے برآمد ہوتے ہیں۔ [۲۲] پھر تم اپنے رب کی کس کس نعمت کا انکار کر سکتے ہو؟ [۲۳] اور اللہ ہی کی ملکیت میں ہیں وہ جہاز جو سمندروں میں پہاڑ کی طرح کھڑے ہوئے چل پھر رہے ہیں۔ [۲۴] پس اے انسانو اور جنوتم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟ [۲۵]

== حضرت اسماعیل علیہ السلام فرماتی ہیں کہ شروع شروع رسالت کے زمانے میں کہ ابھی امر اسلام کا پوری طرح اعلان نہ ہوا تھا میں نے رسول اللہ ﷺ کو بیت اللہ میں رکن کی طرف نماز پڑھتے ہوئے دیکھا آپ ﷺ اس نماز میں اس سورت کی تلاوت فرما رہے تھے اور مشرکین بھی سن رہے تھے۔ ①

انسان کی اور جن کی پیدائش: [آیت: ۱۳-۲۵] یہاں بیان ہو رہا ہے کہ انسان کی پیدائش بجنے والی ٹھیکری جیسی مٹی سے ہوئی ہے اور جنات کی پیدائش آگ کے شعلے سے ہوئی ہے جو خالص اور احسن تھا۔ منہ کی حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں فرشتے نور سے جنات نار سے اور انسان مٹی سے جس کا ذکر تمہارے سامنے ہو چکا ہے پیدا کئے گئے ہیں۔ ② پھر اپنی کسی نعمت کے نہ جھٹلانے کی ہدایت کر کے فرماتا ہے جاؤ اور گرمی کے دوسورج کے نکلنے اور ڈوبنے کے مقامات کا رب اللہ ہی ہے۔ دو سے مراد سورج کے نکلنے اور ڈوبنے کی دو مختلف جگہیں ہیں کہ وہاں سے سورج چڑھتا اترتا ہے۔ اور موسم کے لحاظ سے یہ بدلتی راتی ہیں ہر دن ہیر بھیر ہوتا ہے جیسے دوسری آیت میں ہے مشرق و مغرب کا رب وہی ہے تو اسی کو اپنا دلیل سمجھ۔ تو یہاں مراد جنس مشرق و مغرب ہے اور دو مشرق و مغرب سے مراد طلوع و غروب کی دو جگہ ہیں اور چونکہ طلوع و غروب کی جگہ کے جدا جدا ہونے میں انسانی منفعت اور اس کی مصلحت بنی تھی اس لیے پھر فرمایا کہ کیا اب بھی تم اپنے رب کی نعمتوں کے منکر ہی رہو گے؟

دوسمندر: اس کی قدرت کا نظارہ دیکھو کہ دوسمندر برابر چل رہے ہیں ایک کھاری پانی کا ہے دوسرا میٹھے پانی کا لیکن نہ اس کا پانی اس میں مل کر اسے کھاری کرتا ہے نہ اس کا میٹھا پانی اس میں مل کر اسے میٹھا کر سکتا ہے بلکہ دونوں اپنی رفتار سے چل رہے ہیں دونوں کے

① احمد، ۳۴۹/۶، وسندہ ضعیف، ابن لہیعہ مدلس وعنعن، طبرانی، ۱۹۷۱۷، مجمع الزوائد، ۱۱۵/۲۔

② صحیح مسلم، کتاب الزہد، باب فی احادیث متفرقة ۲۹۹۶، احمد، ۱۶۸/۶۔

درمیان ایک پردہ حائل ہے نہ وہ اس میں مل سکے نہ وہ اس میں جاسکے۔ یہ اپنی حد میں ہے وہ اپنی حد میں اور قدرتی فاصلہ انہیں الگ الگ کیے ہوئے ہیں حالانکہ دونوں پانی ملے ہوئے ہیں۔ سورہ فرقان کی آیت ﴿وَهُوَ الَّذِي مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ﴾ الخ کی تفسیر میں اس کی پوری تشریح گزر چکی ہے۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ تو فرماتے ہیں کہ اس سے مراد آسمان کا دریا اور زمین کا دریا ہے۔ امام ابن جریر رحمہ اللہ یہ بھی فرماتے ہیں کہ آسمان میں جو پانی کا قطرہ ہے اور صدف جو زمین کے دریا میں ہے ان دونوں سے مل کر لؤلؤ پیدا ہوتا ہے۔ ① واقعہ تو یہ ٹھیک ہے لیکن اس آیت کی تفسیر اس طرح کرنی کچھ مناسب نہیں معلوم ہوتی اس لیے کہ آیت میں ان دونوں کے درمیان برزخ یعنی آڑکا ہونا بیان فرمایا گیا ہے جو اس کو اس سے اور اس کو اس سے روکے ہوئے ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں زمین میں ہی ہیں بلکہ ایک دوسرے سے لگے لگے چلتے ہیں مگر قدرت انہیں جدا رکھتی ہے آسمان و زمین کے درمیان جو فاصلہ ہے وہ برزخ اور حجر نہیں کہا جاتا اس لیے صحیح قول یہی ہے کہ یہ زمین کے دو دریاؤں کا ذکر ہے نہ کہ آسمان اور زمین کے دریا کا۔ ان دونوں میں سے یعنی دونوں میں سے ایک میں سے جیسے اور جگہ جن و انس کو خطاب کر کے سوال ہوا ہے کہ کیا تمہارے پاس تمہیں میں سے رسول نہیں آئے تھے؟ ظاہر ہے کہ رسول صرف انسان میں سے ہی ہوئے ہیں جنات میں کوئی جن رسول نہیں آیا۔ جیسے یہاں اطلاق صحیح ہے حالانکہ وقوع ایک میں ہی ہے۔ اسی طرح اس آیت میں بھی اطلاق دونوں دریا پر ہے اور وقوع ایک میں ہی ہے۔

لؤلؤ اور مرجان: لؤلؤ یعنی موتی تو ایک مشہور معروف چیز ہے۔ مرجان کی نسبت کہا گیا ہے کہ چھوٹے موتی کو کہتے ہیں۔ ② اور کہا گیا ہے کہ بہت بڑے موتی کو کہتے ہیں۔ اور کہا گیا ہے کہ بہترین اور عمدہ موتی کو مرجان کہتے ہیں۔ ③ بعض کہتے ہیں سرخ رنگ جو اہر کو کہتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں سرخ رنگ مہرے کا نام ہے اور آیت میں ہے ﴿وَمِنْ كُلِّ تَلَاحِلٍ لِّتَمَازَ لَكُمْ طَرِيقًا وَتَسْتَصْخِرُ جُودًا حَلِيَّةً تَلْبَسُونَهَا﴾ یعنی تم ہر ایک میں سے نکلا ہوا گوشت کھاتے ہو جو تازہ ہوتا ہے اور پہننے کے زور نکالتے ہو۔ تو خیر مچھلی کو تھکاری اور میٹھے دونوں پانی سے نکلتی ہے اور موتی موٹے صرف کھارے پانی میں سے نکلتے ہیں میٹھے میں سے نہیں نکلتے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ آسمان کا جو قطرہ سمندر کی سیپ کے منہ میں سیدھا جاتا ہے وہ لؤلؤ بن جاتا ہے ④ اور جب صدف میں نہیں جاتا تو اس سے غمبر پیدا ہوتا ہے۔ مینہ برسنے کے وقت سیپ اپنا منہ کھول دیتی ہے پس اس نعمت کو بیان فرما کر پھر دریافت فرماتا ہے کہ ایسی ہی بے شمار نعمتیں جس رب کی ہیں تم بھلا کس کس نعمت کی تکذیب کر دو گے؟

بحری جہاز اور کشتیاں: پھر ارشاد ہوتا ہے کہ سمندر میں چلنے والے بڑے بڑے بادبانوں والے جہاز جو دور سے نظر پڑتے ہیں اور پہاڑوں کی طرح کھڑے دکھائی دیتے ہیں جو ہزاروں من مال اور سینکڑوں انسانوں کو ادھر سے ادھر لے جاتے لے آتے ہیں یہ بھی تو اس اللہ کی ملکیت ہیں اس عالی شان نعمت کو یاد دلا کر پھر پوچھتا ہے کہ اب تلاؤ انکار کیسے بن آئے گی؟ حضرت عیسٰی بن سوید رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ دریائے فرات کے کنارے پر تھا۔ ایک بلند و بالا بڑا جہاز آ رہا تھا اسے دیکھ کر آپ نے اس کی طرف اپنے ہاتھ سے اشارہ کر کے اس آیت کی تلاوت کی پھر فرمایا اس اللہ کی قسم جس نے پہاڑوں جیسی ان کشتیوں کو مواج سمندر میں جاری کیا ہے نہ میں نے عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو قتل کیا نہ ان کے قتل کا ارادہ کیا نہ قاتلوں کے ساتھ شریک ہوا نہ ان سے خوش نہ ان پر نرم۔

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ۖ وَيَبْقَىٰ وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ ۚ فَيَأْتِي الْآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ۝ يَسْأَلُهُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ۖ كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ ۝

فَيَأْتِي الْآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ۝

ترجمہ: روئے زمین پر جو ہیں سب فنا ہونے والے ہیں۔ [۲۶] صرف تیرے رب کی ذات جو عظمت اور احسان والی ہے باقی رہ جائے گی۔ [۲۷] پھر تم اپنے رب کی کس کس نعمت سے منکر ہو گے؟ [۲۸] سب آسمان و زمین والے اسی سے مانگتے ہیں ہر روز وہ ایک شان میں ہے۔ [۲۹] پس اپنے رب کی کون سی نعمت کا تم انکار کر رہے ہو؟ [۳۰]

اللہ کے سوا سب کچھ فنا ہونے والا ہے۔ [آیت: ۲۶-۳۰] فرماتا ہے کہ زمین کی کل مخلوق فنا ہونے والی ہے ایک دن آئے گا کہ اس پر کچھ نہ ہوگا کل جان دار مخلوق کو موت آ جائے گی اسی طرح کل آسمان والے بھی موت کا مزہ چکھیں گے مگر جسے اللہ چاہے صرف ذات الہی باقی رہ جائے گی جو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ تک رہے گی جو موت و فوت سے پاک ہے۔ حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں اولاً تو پیداؤں عالم کا ذکر فرمایا پھر ان کی فنا کا بیان کیا۔ حضور ﷺ سے ایک منقول دعا میں یہ بھی ہے ﴿يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ يَا بَدِيْعُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ يَا ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ بِرَحْمَتِكَ نَسْتَغِيْثُ أَصْلِحْ لَنَا شَأْنَنَا كُلَّهُ وَلَا تَكُنْ لَنَا إِلَى أَنْفُسِنَا طَرَفَةً غَيْرَ وَلَا إِلَهِي أَحَدٌ مِّنْ خَلْقِكَ﴾ یعنی اے ہمیشہ جینے اور ابداً باد تک باقی اور قائم رہنے والے اللہ اے آسمان و زمین کے ابتدا پیدا کرنے والے رب اے جلال و بزرگی والے پروردگار! تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ ہم تیری رحمت ہی سے استغاثہ کرتے ہیں ہمارے تمام کام تو بناوے اور آنکھ جھپکنے کے برابر بھی تو ہمیں ہماری طرف نہ سوئپ اور نہ اپنی مخلوق میں سے کسی کی طرف۔ ① حضرت شعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں جب تو ﴿كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ﴾ پڑھے تو ٹھہر نہیں اور ساتھ ہی ﴿وَيَبْقَىٰ وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ﴾ پڑھ لے۔

اس آیت کا مضمون دوسری آیت میں ان الفاظ سے ہے ﴿كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ﴾ سوائے ذات باری تعالیٰ کے ہر چیز ناپید ہونے والی ہے۔ پھر اپنے چہرے کی تعریف میں فرماتا ہے وہ ذو الجلال ہے یعنی اس قابل ہے کہ اس کی عزت کی جائے اس کا جاہ و جلال مانا جائے اور اس کے احکام کی اطاعت کی جائے۔ اور اس کے فرمان کی خلاف ورزی سے رکا جائے۔ جیسے اور جگہ ہے ﴿وَأَصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ﴾ الخ جو لوگ صبح شام اپنے پروردگار کو پکارتے رہتے ہیں اور اسی کی ذات کے مرید ہیں تو انہی کے ساتھ اپنے نفس کو روک رکھ۔ اور آیت میں ارشاد ہوتا ہے کہ نیک لوگ صدقہ دیتے وقت سمجھتے ہیں کہ ہم محض اللہ کے منہ کی وجہ سے کھلاتے پلاتے ہیں وہ کبریائی بڑائی عظمت اور جلال والا ہے۔ پس اس بات کو بیان فرما کر کہ تمام اہل زمین فوت ہونے میں اور پھر اللہ کے سامنے قیامت کے دن پیش ہونے میں برابر ہیں اور اس دن وہ بزرگی والا اللہ ان کے درمیان عدل و انصاف کے ساتھ حکم فرمائے گا۔ ساتھ ہی فرمایا اب تم اے جن و انس رب کی کون سی نعمت کا انکار کرتے ہو؟

① یہ دعا بعینہ ہمیں نہیں ملی البتہ ترمذی، کتاب الدعوات، باب قول یا حی یا قیوم ۳۵۲۴ وهو حسن میں (یا حی یا قیوم برحمتک استغیث) کے الفاظ جبکہ ابو داود، کتاب الأدب، باب ما یقول إذا أصبح، ۵۰۹۰ وسندہ ضعیف میں (اللهم رحمتک ارجو، فلا تکلنی الی نفسی طرفۃ عین وأصلح لی شأنی کلہ لا إله إلا أنت) کے الفاظ مرقوم ہیں۔

سَفَرُكُمْ إِلَيْهِ الثَّقَلَيْنِ ۖ فَيَأْتِي الْآءِرِيكُمَا تُكَذِّبِينَ ۝ يَعْشَرَ الْحَيِّ وَالْإِنْسِ
 إِنْ اسْتَطَعْتُمْ أَنْ تَنْفُذُوا مِنْ أَقْطَارِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ فَانْفُذُوا ۚ لَا
 تَنْفُذُونَ إِلَّا بِسُلْطَنِ ۖ فَيَأْتِي الْآءِرِيكُمَا تُكَذِّبِينَ ۝ يُرْسِلُ عَلَيْكُمْ شَوَاطِ
 مِنْ نَارٍ ۖ وَنَحَاسٍ فَلَا تَنْتَصِرُونَ ۖ فَيَأْتِي الْآءِرِيكُمَا تُكَذِّبِينَ ۝

ترجمہ: اے جنوں اور انسانو! عنقریب ہم سب سے فارغ ہو کر تمہاری طرف متوجہ ہو جائیں گے۔ [۳۱] پھر تم اپنے رب کی کس نعت کو
 جھٹلاتے ہو؟ [۳۲] اے گروہ جنات و انسان! اگر تم میں آسمانوں اور زمین کے کناروں سے باہر نکل جانے کی طاقت ہے تو نکل بھاگو
 بغیر غلبہ اور طاقت کے تم نہیں نکل سکتے۔ [۳۳] پھر اپنے رب کی کس کس نعت کا انکار کرتے ہو؟ [۳۴] تم پر آگ کے شعلے اور دھواں
 چھوڑا جائے گا پھر تم مقابلہ نہ کر سکو گے۔ [۳۵] پھر اپنے رب کی نعمتوں میں سے کس نعمت کا انکار کرو گے۔ [۳۶]

سب اللہ سے مانگتے ہیں: پھر فرماتا ہے کہ وہ ساری مخلوق سے بے نیاز ہے اور کل مخلوق اس کی سیکر محتاج ہے۔ سب کے سب
 سائل ہیں اور وہ غنی ہے۔ سب فقیر ہیں اور وہ سب کے سوال پورے کرنے والا ہے۔ ہر مخلوق اپنے حال و حال سے اپنی حاجتیں اس کی
 سرکار میں لے جاتی ہے اور ان کے پورا ہونے کا سوال کرتی ہے وہ ہر دن نئی شان میں ہے۔ اس کی شان ہے کہ ہر پکارنے والے کو
 جواب دے، مانگنے والے کو عطا فرمائے، تنگ حالوں کو کشادگی دے، مصیبت و آفات والوں کی رہائی بخشنے۔ پیاروں کو تندرستی عنایت
 فرمائے، غم و ہم دور کرے، بیقرار کی بے قراری کے وقت کی دعا کو قبول فرما کر اسے قرار و آرام عنایت فرمائے۔ گنہگاروں کے دوا پلا پر
 متوجہ ہو کر خطاؤں سے درگزر فرمائے گناہوں کو بخشنے، زندگی وہ دے، موت وہ لائے۔ تمام زمین والے کل آسمان والے اس کے آگے
 ہاتھ پھیلائے ہوئے، دامن پھیلائے ہوئے ہیں۔ چھوٹوں کو بڑا وہ کرتا ہے، قیدیوں کو رہائی وہ دیتا ہے۔ نیک لوگوں کی حاجتوں کو منتہی۔
 ان کی پکار کا مدعا ان کے شکوے شکایت کا مرجع وہی ہے۔ غلاموں کو آزادی، رغبت والوں کو عطیہ وہی عطا فرماتا ہے۔ یہی اس کی شان
 ہے۔ ابن جریر میں ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے اس آیت کی تلاوت کی تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے سوال کیا کہ حضور! وہ شان کیا ہے؟ فرمایا
 کہ گناہوں کا بخشنا، دکھ کو دور کرنا، لوگوں کو ترقی اور منزل پر لانا۔ ① ابن ابی حاتم میں اور ابن عساکر میں بھی اسی کے ہم معنی ایک
 حدیث ہے۔ صحیح بخاری میں یہ روایت معلقاً حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کے قول سے مروی ہے۔ بزار میں بھی کچھ کی کے ساتھ مرفوعاً
 مروی ہے۔ ② حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے لوح محفوظ کو سفید موتی سے پیدا کیا اس کے دونوں ٹپھے سرخ
 یا قوت کے ہیں۔ اس کا قلم نوری ہے۔ اس کی چوڑائی آسمان و زمین کے برابر ہے۔ ہر روز تین سو ساٹھ مرتبہ اسے دیکھتا ہے ہر نگاہ پر
 جلاتا اور مارتا اور عزت و ذلت دیتا ہے اور جو چاہے کرتا ہے۔ ③

جنوں اور انسانوں کو خطاب: [آیت: ۳۱-۳۶] فارغ ہونے کے یہ معنی نہیں کہ اب وہ کسی مشغولیت میں ہے بلکہ یہ بطور =

① الطبری، ۴۰/۲۳ و سندہ ضعیف جداً، اس سند میں عمرو بن بکر السکسی متروک ہے۔ (دیکھئے التقریب: ۴۹۹۳)

② صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورة الرحمن تعلیقاً قبل حدیث ۴۷۸۔

③ ابن جریر و حاکم، ۴۷۴/۲ و سندہ ضعیف اس کی سند میں ابو حمزہ الثمالی ثابت بن ابی صفیہ ضعیف رافضی ہے۔ (التقریب: ۸۱۸)

فَإِذَا انشَقَّتِ السَّمَاءُ فَكَانَتْ وَرْدَةً كَالدِّهَانِ ۚ فَيَأْتِي الْآءَ رَبِّكُمْ تُكَذِّبِينَ ۝
 فَيَوْمَئِذٍ لَا يُسْأَلُ عَنْ ذَنْبِهِ إِنْسٌ وَلَا جَانٌّ ۚ فَيَأْتِي الْآءَ رَبِّكُمْ تُكَذِّبِينَ ۝
 يُعَرِّفُ الْمُجْرِمُونَ بِسِيَاهُمْ فَيُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِي وَالْأَقْدَامِ ۚ فَيَأْتِي الْآءَ
 رَبِّكُمْ تُكَذِّبِينَ ۝ هَذِهِ جَهَنَّمُ الَّتِي يُكَذِّبُ بِهَا الْمُجْرِمُونَ ۚ يَطُوفُونَ بَيْنَهَا
 وَبَيْنَ حَمِيمٍ ۚ فَيَأْتِي الْآءَ رَبِّكُمْ تُكَذِّبِينَ ۝

ترجمہ: پس جب کہ آسمان پھٹ کر سرخ ہو جائے جیسے کہ سرخ نری کا چمڑہ۔ [۳۷] پھر اے آدمیو اور جنوں! تم دونوں اپنے رب کی کس نعمت کا انکار کرو گے؟ [۳۸] اس دن کسی انسان اور کسی جن سے اس کے گناہوں کی پرش نہ کی جائے گی۔ [۳۹] پھر تمہیں اپنے رب کی کس نعمت کا انکار ہے؟ [۴۰] گنہگار صرف حلیہ سے ہی پہچان لیے جائیں گے اور ان کی پیشانیوں کے بال اور قدم پکڑ لیے جائیں گے۔ [۴۱] کیا پھر بھی تم اپنے رب کی کس نعمت کا انکار کر سکتے ہو؟ [۴۲] یہ ہے وہ جہنم جسے مجرم جھوٹا جانتے تھے [۴۳] اس کے اور کھولتے ہوئے گرم پانی کے درمیان چکر کھائیں گے۔ [۴۴] پھر تم اپنے رب کی کون سی نعمت کو جھٹلاتے ہو؟ [۴۵]

= ڈانٹ کے فرمایا گیا ہے کہ صرف تمہاری طرف پوری توجہ فرمانے کا زمانہ قریب آ گیا ہے اب کھرے کھرے فیصلے ہو جائیں گے اسے کوئی اور چیز مشغول نہ کرے گی بلکہ صرف تمہارے حساب ہی لے گا۔ محاورہ عرب کے مطابق یہ کلام کیا گیا ہے۔ جیسے غصہ کے وقت کوئی کسی سے کہتا ہے اچھا فرصت میں تجھ سے نمٹ لوں گا تو یہ معنی نہیں کہ اس وقت مشغول ہوں بلکہ یہ مطلب ہے کہ ایک خاص وقت تجھ سے نمٹنے کا نکالوں گا اور تیری غفلت میں تجھے پکڑ لوں گا ① ﴿ثَقَلَيْنِ﴾ سے مراد انسان اور جن ہیں جیسے ایک حدیث میں ہے اسے سوائے ثقلین کے ہر چیز سنتی ہے ② اور دوسری حدیث میں ہے سوائے انسانوں اور جنوں کے۔ ③ اور حدیث صورت میں صاف ہے کہ ثقلین یعنی جن و انس۔ پھر تم اپنے رب کی نعمتوں میں سے کس کس نعمت کا انکار کر سکتے ہو؟ اے جنو اور انسانو! تم اللہ تعالیٰ کے حکم اور اس کی مقرر کردہ تقدیر سے بھاگ کر بچ نہیں سکتے بلکہ وہ تم سب کو گھیرے ہوئے ہے اس کا ہر حکم تم پر بے روک جاری ہے جہاں جاؤ اسی کی سلطنت ہے۔ حقیقتاً واقع ہو گا میدان محشر میں کہ مخلوقات کو ہر طرف سے فرشتے احاطہ کیے ہوئے ہوں گے چاروں جانب ان کی سات سات صفیں ہوں گی کوئی شخص بغیر دلیل کے ادھر سے ادھر نہ ہو سکے گا اور دلیل سوائے امر الہی حکم الہی کے اور کچھ نہیں۔ انسان اس دن کہے گا کہ بھاگنے کے جگہ کدھر ہے؟ لیکن جواب ملے گا کہ آج تو رب کے سامنے ہی کھڑا ہونے کی جگہ ہے۔

اور آیت میں ہے ﴿وَالَّذِينَ كَسَبُوا السَّيِّئَاتِ﴾ الخ یعنی بدیاں کرنے والوں کو ان کی برائیوں کے مانند سزا ملے گی ان پر ذلت سوار ہوگی اور اللہ کی پکڑ سے پناہ دینے والا کوئی نہ ہوگا ان کے منہ مثل اندھیری رات کے ٹکڑوں کے ہوں گے۔ یہ جہنمی گروہ ہے

① صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورة الرحمن تعلیقاً قبل حدیث، ۴۸۷۸۔

② صحیح بخاری، کتاب الجنائز، باب المیت یسمع خفق النعال، ۱۳۳۸؛ ابو داود، ۴۷۵۲؛ مجمع الزوائد، ۵۱/۳؛

مصنف عبدالرزاق، ۶۷۳۸۔ ③ احمد، ۵/۴۵۳ ح ۲۳۷۹۱ وسندہ صحیح۔

جو ہمیشہ جہنم میں ہی رہے گا۔ ① ﴿شَوَاطِلٌ﴾ کے معنی آگ کے شعلے جو دھواں ملے ہوئے سبز رنگ کے جھلسا دینے والے ہوں۔ بعض کہتے ہیں بے دھوئیں کا آگ کے اوپر کا شعلہ جو اس طرح پلکتا ہے کہ گویا پانی کی موج ہے۔ ﴿نَحَّاسٌ﴾ کہتے ہیں دھوئیں کو ② یہ لفظ نون کے زبر سے بھی آتا ہے لیکن یہاں قرأت نون کے پیش سے ہی ہے۔ نابغہ کے شعر میں بھی لفظ اسی معنی میں ہیں۔

ہاں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ شواطے سے مراد وہ شعلہ ہے جس میں دھواں نہ ہو اور آپ نے اس کی سند میں امیہ بن ابوصلت کا شعر پڑھ سنایا۔ اور نحاس کے معنی آپ نے کیے ہیں محض دھواں جس میں شعلہ نہ ہو اور اس کی شہادت میں بھی ایک شعر نابغہ کا پڑھ سنایا۔ حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں نحاس سے مراد پتیل ہے جو پکھلایا جائے گا اور ان کے سروں پر بہایا جائے گا۔ ③ بہر صورت مطلب یہ ہے کہ اگر تم قیامت کے دن میدان محشر سے بھاگنا چاہو تو میرے فرشتے اور جہنم کے داروغے تم پر آگ برسا کر دھواں چھوڑ کر تمہارے سر پر پکھلا دیا پتیل بھا کر تمہیں واپس لوٹائیں گے۔ تم نہ ان کا مقابلہ کر سکتے ہو نہ انہیں دفع کر سکتے ہو نہ ان سے انتقام لے سکتے ہو۔ پس تمہیں رب کی کسی نعمت کے انکار سے انکار چاہیے۔

آسمان پھٹ جائے گا: [آیت ۳۷-۳۵] آسمان کا پھٹ جانا اور آیتوں میں بھی بیان ہوا ہے۔ ﴿وَأَنشَقَّتِ السَّمَاءُ فَهِيَ بَوْمٌ مِّنْذُ وَاهِيَةٍ﴾ اور جگہ ہے ﴿يَوْمَ تَشَقَّقُ السَّمَاءُ بِالْغَمَامِ﴾ الخ اور فرمان ہے ﴿إِذَا السَّمَاءُ انشَقَّتْ﴾ الخ وغیرہ۔ جس طرح چاندی وغیرہ پکھلائی جاتی ہے یہی حالت آسمان کی ہو جائے گی رنگ پر رنگ بدلے گا کیونکہ قیامت کی ہولناکی اس کی شدت و دہشت ہے ہی ایسی۔ مسند احمد کی حدیث میں ہے لوگ قیامت کے دن اٹھائے جائیں گے اور آسمان ان پر ہلکی بارش کی طرح برستا ہو گا۔ ④ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں سرخ چمڑے کی طرح ہو جائے گا۔ اور روایت میں ہے گلابی رنگ گھوڑے کے رنگ جیسا آسمان کا رنگ ہو جائے گا۔ ابوصالح رحمہ اللہ فرماتے ہیں پہلے گلابی رنگ ہو گا پھر سرخ ہو جائے گا گلابی رنگ گھوڑے کا رنگ موسم بہار میں تو زردی مائل نظر آتا ہے اور جاڑے میں بدل کر سرخ چمڑا ہے۔ جوں جوں سردی بڑھتی ہے اس کا رنگ متغیر ہوتا جاتا ہے۔ اسی طرح آسمان بھی رنگ پر رنگ بدلے گا، پکھلے ہوئے تانبے کی طرح ہو جائے گا جیسے روغن گلاب کا رنگ ہوتا ہے اس رنگ کا آسمان ہو جائے گا۔ آج وہ سبز رنگ ہے لیکن اس دن اس کا رنگ سرخی لیے ہوئے ہو گا زیتون کے تیل کی تلخٹ جیسا ہو جائے گا۔ جہنم کی آگ کی پیش اسے پکھلا کر تیل جیسا کر دے گی۔ اس دن کسی مجرم سے اس کا جرم نہ پوچھا جائے گا جیسے اور آیت میں ہے ﴿هَذَا يَوْمٌ لَا يَنطِقُونَ﴾ الخ یہ وہ دن ہے کہ بات نہ کریں گے۔ نہ انہیں اجازت دی جائے گی کہ وہ عذر معذرت کریں۔ ہاں اور آیات میں ان کا بولنا عذر کرنا ان سے حساب لیا جانا وغیرہ بھی بیان ہوا ہے فرمان ہے ﴿فَوَرَبِّكَ لَنَسْأَلَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ﴾ تیرے رب کی قسم ہم سب سے سوال کریں گے اور ان کے کل کاموں کی پرش کریں گے، تو مطلب یہ ہے کہ ایک موقع پر یہ ہے دوسرے موقع پر یہ ہے۔ پرش ہوئی حساب کتاب ہوا عذر معذرت ختم کر دی گئی۔ اب منہ پر مہر لگ گئی ہاتھ پاؤں اور اعضاء جسم نے گواہی دی پھر پوچھ گچھ کی ضرورت نہ رہی عذر معذرت توڑ دی گئی۔ اور یہ تطبیق بھی ہے کہ کسی سے نہ پوچھا جائے گا کہ فلاں عمل کیا یا نہیں کیا؟ کیونکہ اللہ کو خوب معلوم ہے۔

ہاں جو سوال ہو گا وہ یہ کہ ایسا کیوں کیا؟

تیسرا قول یہ ہے کہ فرشتے پوچھیں گے نہیں وہ تو چہرہ دیکھتے ہی پہچان لیں گے اور جہنم کی زنجیروں میں باندھ اوندھے منہ گھسیٹ جہنم داخل کر دیں گے، جیسے اس کے بعد ہی فرمایا کہ یہ نگہ را اپنے چہروں اور اپنی خاص علامتوں سے ہی پہچان لیے جائیں

① الطبری، ۲۳/۴۵۔ ② الطبری، ۲۳/۴۷۔ ③ الطبری، ۲۳/۴۸۔

④ احمد، ۳/۲۶۷ ح ۱۳۸۱۴ وسندہ ضعیف اس کی سند میں عبدالرحمن بن ابی الصہبہ مجہول الحال راوی ہے۔

گئے۔ چہرے سیاہ ہوں گے، آنکھیں کیری ہوں گی۔ ٹھیک اسی طرح مومنوں کے چہرے بھی الگ ممتاز ہوں گے۔ ان کے اعضاء وضو چاند کی طرح چمک رہے ہوں گے۔ گنہگاروں کو پیشانیوں اور قدموں سے پکڑا جائے گا اور جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ جس طرح بڑی لکڑی کو دو طرف سے پکڑ کر تنور میں جھونک دیا جاتا ہے۔ پیٹھ کی طرف سے زنجیر لاکر گردن اور پاؤں ایک کر کے باندھ دیے جائیں گے، کمر توڑ دی جائے گی اور قدم اور پیشانی ملا دی جائے گی اور جکڑ دیا جائے گا۔

پہل صراط کا ذکر: ابن ابی حاتم میں ہے کہ قبیلہ بنو کنندہ کا ایک شخص مائی عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا، پردے کے پیچھے بیٹھا اور مائی صاحبہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا کہ کیا آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بھی سنا ہے کہ کسی وقت آپ کو کسی شخص کی شفاعت کا اختیار نہ ہوگا؟ ام المومنین رضی اللہ عنہا نے جواب دیا کہ ہاں، ایک مرتبہ ایک ہی کپڑے میں ہم دونوں تھے، میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی سوال کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں جب کہ پہل صراط رکھا جائے گا اس وقت مجھے کسی کی شفاعت سفارش کا اختیار نہ ہوگا۔ یہاں تک کہ میں جان لوں کہ خود مجھے کہاں لے جاتے ہیں؟ اور جس وقت کہ چہرے سیاہ سفید ہونے شروع ہوں گے یہاں تک کہ میں دیکھ لوں کہ میرے ساتھ کیا کیا جاتا ہے؟ یا فرمایا یہاں تک کہ میں دیکھ لوں کہ مجھ پر کیا وحی بھیجی جاتی ہے؟ اور جب جہنم پر پہل رکھا جائے اور اسے تیز اور گرم کیا جائے میں نے پوچھا یا رسول اللہ اس کی تیزی اور گرمی کی کیا حد ہے؟ فرمایا تلوار کی دھار جیسا تیز ہوگا اور آگ کے انگارے جیسا گرم ہوگا۔ مومن تو بے ضرر گزر جائے گا اور منافق لٹک جائے گا جب بیچ میں پہنچے گا اس کے قدم پھسل جائیں گے۔ یہ اپنے ہاتھ اپنے پیروں کی طرف جھکے گا جس طرح کوئی ننگے پاؤں چل رہا ہو اور اسے کانٹا لگ جائے اور اس زور کا لگے گویا کہ اس نے اس کے پاؤں کو چھید دیا تو کس طرح بے صبری اور جلدی سے وہ سر اور ہاتھ جھکا کر اس کی طرف جھک پڑتا ہے اسی طرح یہ جھکے گا۔ ادھر یہ جھکا، ادھر داروغہ جہنم اس کی پیشانی اور قدم جہنم کی زنجیروں سے جکڑ لیں گے اور جہنم کی آگ میں گرا دیں گے جس میں تقریباً پچاس سال تک وہ گہرا اترتا جائے گا۔ میں نے پوچھا حضور! یہ جہنمی کس قدر بوجھل ہوگا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مثل دس گاہن اونٹنیوں کے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تلاوت کی یہ حدیث غریب ہے اور اس کے بعض فقرہوں کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام سے ہونا منکر ہے اور اس کی اسناد میں ایک شخص ہے جن کا نام بھی نیچے کے راوی نے نہیں لیا۔ اس جیسی دلیلیں صحت کے قابل نہیں ہوتیں واللہ اعلم۔

جہنم کے منکروں کا انجام: ان گنہگاروں سے کہا جائے گا کہ لو جس جہنم کا تم انکار کرتے تھے اسے اپنی آنکھوں سے دیکھ لو یہ انہیں بطور رسوا اور ذلیل کرنے، شرمندہ اور نام نہاد کرنے ان کی خفت بڑھانے کے لیے کہا جائے گا۔ پھر ان کی یہ حالت ہوگی کہ کبھی آگ کا عذاب ہو رہا ہے کبھی پانی کا کبھی تجیم میں جلانے جاتے ہیں اور کبھی حمیم پلائے جاتے ہیں جو پگھلے ہوئے تانبے کی طرح محض آگ ہے جو آنتوں کو کاٹ دیتی ہے۔ اور جگہ ہے ﴿اِذَا لَا اَعْلٰی لَہٗۤ فِیْۤ اَعْنَاقِہِمْ﴾ الخ جب کہ ان کی گردنوں میں طوق ہوں گے اور پاؤں میں بیڑیاں ہوں گی وہ حمیم سے تجیم میں گھسیٹے جائیں گے اور بار بار جلانے جائیں گے۔ یہ گرم پانی حد درجہ گرم ہوگا بس یوں کہنا ٹھیک ہے کہ وہ بھی جہنم کی آگ ہی ہے جو پانی کی صورت میں ہے۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں آسمان وزمین کی پیدائش کے وقت سے آج تک وہ گرم کیا جا رہا ہے۔ ①

محمد بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں بدکار شخص کی پیشانی کے بال پکڑ کر اسے اس گرم پانی میں ایک غوطہ دیا جائے گا تمام گوشت گھل جائے گا اور ہڈیوں کو چھوڑ دے گا۔ پس دو آنکھیں اور ہڈیوں کا ڈھانچہ رہ جائے گا اسی کو فرمایا ﴿فِی السَّحْمِیْمِ ثُمَّ فِی النَّارِ﴾

وَلَمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ جَنَّتٍ ۖ فَيَايَ الْآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ۝ ذَوَاتَا أَفْنَانٍ ۝

فَيَايَ الْآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ۝ فِيهِمَا عَيْنٌ تَجْرِي ۖ فَيَايَ الْآءِ رَبِّكُمَا

تُكَذِّبِينَ ۝ فِيهِمَا مِنْ كُلِّ فَاكِهَةٍ زَوْجٌ ۖ فَيَايَ الْآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ۝

ترجمہ: اس شخص کے لیے جو اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرے دودھ جنتیں ہیں۔ [۳۶] پس اپنے پروردگار کی نعمتوں میں سے کس کو تم جھوٹا جانتے ہو؟ [۳۷] دونوں جنتیں بہت سی ٹہنیوں اور شاخوں والی ہیں۔ [۳۸] پھر اپنے رب کی کس نعمت کو تم جھوٹ سمجھتے ہو؟ [۳۹] ان دونوں جنتوں میں دو بہتے ہوئے چشمے ہیں۔ [۴۰] سوائے جن وانس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمت کے منکر ہو جاؤ گے؟ [۴۱] ان دونوں جنتوں میں ہر قسم کے میوے بھی جوڑا جوڑا ہوں گے۔ [۴۲] پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھوٹاؤ گے؟ [۴۳]

= ﴿يُسْجَرُونَ﴾ ان کے معنی حاضر کے بھی کیے گئے ہیں۔ اور آیت میں ہے ﴿تُسْقَى مِنْ عَيْنٍ﴾ سخت گرم موجود پانی کی نہر سے انہیں پانی پلایا جائے گا جو ہرگز نہ پی سکیں گے کیونکہ وہ بے انتہا گرم بلکہ مثل آگ کے ہے۔ قرآن کریم میں اور جگہ ہے ﴿غَيَّرَ نَظِيرِينَ﴾ وہاں مراد تیاری اور پک جانا ہے۔ چونکہ بدکاروں کی سزا اور نیک کاروں کی جزا بھی اس کا فضل و رحمت عدل و لطف ہے اپنے ان عذابوں کا پہلے سے بیان کر دینا تاکہ شرک و معاصی کے کرنے والے ہوشیار ہو جائیں یہ بھی اس کی نعمت ہے اس لیے فرمایا پھر تم اے جن وانس اپنے رب کی کون کون سی نعمت کا انکار کرو گے۔

اللہ کا خوف رب کا انعام ہے: [آیت: ۳۶-۵۳] ابن شوذب اور عطاء خراسانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں آیت ﴿وَلَمَنْ خَافَ﴾ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ حضرت عطیہ بن قیس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں یہ آیت اس شخص کے بارے میں نازل ہوئی ہے جس نے کہا تھا مجھے آگ میں جلادینا تاکہ میں اللہ تعالیٰ کو ڈھونڈا نہ لوں۔ اس کلمہ کے کہنے کے بعد ایک رات ایک دن تو یہ اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی اور اسے جنت میں لے گیا۔ لیکن صحیح بات یہ ہے کہ یہ آیت عام ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ کا قول بھی یہی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جو شخص قیامت کے دن اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے کا ڈر اپنے دل میں رکھتا ہے اور اپنے تئیں نفس کی خواہشوں سے بچاتا ہے اور سرکشی نہیں کرتا بلکہ آخرت کی فکر زیادہ کرتا ہے اور اسے بہتر اور پائدار سمجھتا ہے فرائض بجالاتا ہے محرمات سے رکتا ہے قیامت کے دن اسے ایک چھوڑ دو دو جنتیں ملیں گی۔ صحیح بخاری میں ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ دو جنتیں چاندی کی ہوں گی اور ان کا کل سامان بھی چاندی کا ہی ہوگا اور دو جنتیں سونے کی ہوں گی ان کے برتن اور جو کچھ ان میں ہے سب سونے کا ہوگا ان جنتیوں میں اور دیدار باری میں کوئی چیز حائل نہ ہوگی سوائے اس کبریائی کے پرورے کے جو اللہ عزوجل کے چہرے پر ہے یہ جنت عدن میں ہوں گے۔ یہ حدیث صحاح کی اور کتب میں بھی ہے بجز ابوداؤد کے۔ ① راوی حدیث حضرت حماد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میرے خیال میں تو یہ حدیث مرفوع ہے تفسیر ہے اللہ تعالیٰ کے فرمان ﴿وَلَمَنْ خَافَ﴾ اور ﴿وَمِنْ دُونِهِمَا جَنَّتَيْنِ﴾ کی۔ سونے کی دو جنتیں مقربین کے لیے اور چاندی کی دو جنتیں اصحابِ مین کے لیے۔ ② حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے

① صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورة الرحمن باب قوله ﴿وَمِنْ دُونِهِمَا جَنَّتَانِ﴾ ۴۸۷۸؛ صحیح مسلم، ۱۸۰؛ ترمذی،

۲۵۲۸؛ ابن ماجہ، ۱۸۶؛ حاکم، ۱۵۷/۱۔ ② الطبری، ۵۷/۲۳۔

مُتَّكِئِينَ عَلَى فُرُشٍ بَطَآئِنُهَا مِنْ إِسْتَبْرَقٍ ۖ وَجَنَّاتٍ مِّنْ دَانٍ ۚ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ۝ فِيهِنَّ قُصِرَتِ الظُّرُفُ ۖ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ إِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَانٌّ ۚ ۝ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ۝ كَأَنَّهُنَّ الْيَاقُوتُ وَالْمَرْجَانُ ۚ ۝ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ۝ هَلْ جَزَاءُ الْإِحْسَانِ إِلَّا الْإِحْسَانُ ۚ ۝ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ۝

ترجمہ: یہ جنتی ایسے فرشوں پر تکیہ لگائے ہوئے ہوں گے جن کے استر دبیز ریشم کے ہوں گے اور ان دونوں جنتوں کے میوے بالکل قریب ہوں گے۔ [۵۴] پھر تم اپنے رب کی کس نعمت کو جھٹلاتے ہو؟ [۵۵] وہاں شرمیلی نیچی نگاہ والی حوریں ہیں جنہیں ان سے پہلے کسی جن دانس نے ہاتھ نہیں لگایا [۵۶] پس اپنے پالنے والے کی نعمتوں میں سے تم کس کے منکر ہو؟ [۵۷] وہ حوریں مثل یاقوت اور موتی کے ہوں گی۔ [۵۸] پس اپنے پروردگار کی کوئی نعمت کو تم جھٹلاتے ہو؟ [۵۹] نیک کاری کا بدلہ ہی بہت بڑا انعام و احسان ہے۔ [۶۰] پس کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی تم جھٹلاؤ گے؟ [۶۱]

ہیں حضور ﷺ نے ایک مرتبہ اس آیت کی تلاوت کی تو میں نے کہا اگر چہ زنا اور چوری بھی اس سے ہو گئی ہو؟ آپ ﷺ نے پھر وہی آیت پڑھی۔ میں نے پھر یہی سوال کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا اگر چہ ابودراءؓ کی ناک خاک آلود ہو جائے، نسائی۔ ① جنت کی نعمتیں: بعض سند سے یہ روایت موقوف بھی مروی ہے۔ اور حضرت ابودراءؓ سے یہ بھی مروی ہے کہ جس دل میں اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہونے کا خوف ہوگا ناممکن ہے کہ اس سے زنا ہو یا وہ چوری کرے۔ یہ آیت عام ہے انسانوں اور جنات دونوں کو شامل ہے اور اس بات کی بہترین دلیل ہے کہ جنوں میں سے بھی جو ایمان لائیں اور تقویٰ کریں وہ جنت میں جائیں گے۔ اسی لیے جن دانس کو اسکے بعد خطاب کر کے فرماتا ہے کہ اب تم اپنے رب کی کس کس نعمت کی تکذیب کرو گے؟ پھر ان دونوں جنتوں کے اوصاف بیان فرماتا ہے کہ یہ نہایت ہی سرسبز و شاداب ہیں بہترین اعلیٰ خوش ذائقہ عمدہ اور تیار پھل ہر قسم کے ان میں موجود ہیں۔ تمہیں نہ چاہیے کہ تم اپنے پروردگار کی کسی نعمت کا انکار کرو۔ ﴿أَفَنَسْنَ كَمَا تَخْلُوْنَ فِي الْأَرْضِ وَرَبُّكُمَا كَذِبٌ﴾ یہ اپنی کثرت سے ایک دوسرے سے ملی جلی ہوئی ہوں گی یہ سایہ دار ہوں گی۔ جن کا سایہ دیواروں پر بھی چڑھا ہوا ہوگا۔ مکرّمہ ﷺ ہی معنی بیان کرتے ہیں اور عربی کے شعر کو اس پر دلیل میں وارد کرتے ہیں۔ یہ شاخیں سیدھی اور پھیلی ہوئی ہوں گی۔ رنگ برنگ کی ہوں گی۔ یہ مطلب بھی بیان کیا گیا ہے کہ ان میں طرح طرح کے میوے ہوں گے کشادہ اور گھنے سایہ والی ہوں گی۔ یہ تمام اقوال صحیح ہیں اور ان میں کوئی منافاة نہیں۔ یہ تمام اوصاف ان شاخوں میں ہوں گے۔ حضرت اسماءؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سدرۃ المنتہیٰ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا اس کی شاخوں کا سایہ اس قدر دراز ہے کہ سوار سوار سال تک اس میں چلا جائے یا فرمایا کہ سوار اس کے تلے سایہ حاصل کر لیں۔ سونے کی ٹنڈیاں اس پر چھائی ہوئی تھیں اس کے پھل بڑے بڑے منکوں اور بہت بڑے گول جتنے تھے۔ ② (ترمذی)

① ابن جریر و احمد، ۲/ ۳۵۷ و سندہ صحیح۔

② ترمذی، کتاب صفة الجنة، باب ماجاء فی صفة ثمار اهل الجنة ۲۵۴۱ و سندہ حسن، محمد بن اسحاق صرح بالسماع

عند هناد بن السري فی الزهد (۱/ ۹۸ ح ۱۱۵)

جنت کا پانی: پھر ان میں نہریں بہہ رہی ہیں تاکہ ان درختوں اور شاخوں کو سیراب کرتی رہیں اور بکثرت عمدہ پھل لائیں۔ اب تو تمہیں اپنے رب کی نعمتوں کی قدر کرنی چاہیے۔ ایک کا نام تنیم ہے دوسری کا سلیمیل ہے۔ یہ دونوں نہریں پوری روانی کے ساتھ بہہ رہی ہیں۔ ایک سحرے پانی کی دوسری لذت والی بے نشے کی شراب کی۔ ان میں ہر قسم کے پھلوں کے جوڑے بھی موجود ہیں۔ اور پھل بھی وہ جن سے تم صورت شناس تو ہو لیکن لذت شناس نہیں ہو۔ کیونکہ وہاں کی نعمتیں نہ کسی آنکھ نے دیکھی ہیں نہ کسی کان نے سنی ہیں نہ کسی دماغ میں آ سکتی ہیں۔ تمہیں رب کی نعمتوں کی ناشکری سے رک جانا چاہیے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں دنیا میں جتنے بھی کڑوے میٹھے پھل ہیں وہ سب جنت میں ہوں گے یہاں تک کہ حظل یعنی اندرائن بھی۔ ہاں دنیا کی ان چیزوں اور جنت کی ان چیزوں کے نام تو ملتے جلتے ہیں حقیقت اور لذت بالکل ہی جدا گانہ ہے یہاں تو صرف نام ہیں اصلیت تو جنت میں ہے۔ اس فضیلت کا فرق وہاں جانے کے بعد ہی معلوم ہو سکتا ہے۔

جنتیوں کے بستر اور تخت: [آیت ۵۴: ۶۱] جنتی لوگ بے فکری سے تکیہ لگائے ہوئے ہوں گے خواہ لیٹے ہوئے ہوں خواہ آرام بیٹھے ہوئے تکیہ سے لگے ہوئے ہوں ان کے بچھاؤں بھی اتنے اچھے ہوں گے کہ ان کے اندر کا استر بھی دبیز اور خالص زرین ریشم کا ہو گا پھر اوپر کا ابرا کیسا کچھ ہوگا! تم سے آپ سوچ لو۔ مالک بن دینار اور سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہما فرماتے ہیں استر کا یہ حال ہے اور ابرا تو محض نورانی ہوگا۔ جو سرا اسرا ظہار رحمت و نور ہوگا۔ پھر اس پر بہترین گل کاریاں ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ ان جنتوں کے پھل جنتیوں سے بالکل قریب ہیں جب چاہیں جس حال میں چاہیں وہیں سے لے لیں لیٹے ہوں تو بیٹھا ہونے کی اور بیٹھے ہوں تو کھڑا ہونے کی ضرورت نہیں خود بخود شاخیں جھوم جھوم کر جھکتی رہتی ہیں جیسے فرمایا ﴿قَطُّوْا فُہَا ذَانِبَةً﴾ اور فرمایا ﴿وَذَانِبَةٌ عَلَیْہُمْ ظِلُّہَا﴾ الخ یعنی بے حد قریب میوے ہیں لینے والے کو کوئی تکلیف یا تکلف کی ضرورت نہیں خود شاخیں جھک جھک کر انہیں میوے دے رہی ہیں۔ پس تم اپنے رب کی نعمتوں کے انکار سے باز رہو۔

چونکہ فرش کا بیان ہوا تھا تو ساتھ ہی فرمایا کہ ان فرش پر ان کے ساتھ ان کی بیویاں ہوں گی جو عینہ پاک دامن شرمیلی بچی لگا ہوں والی ہوں گی کہ اپنے خاوندوں کے سوا کسی پر نظر میں نہ ڈالیں گی اور ان کے خاوند بھی ان پر سو جان سے مائل ہوں گے یہ بھی جنت کی کسی چیز کو اپنے ان مومن خاوندوں سے بہتر نہ پائیں گی۔ یہ بھی وارد ہوا ہے کہ یہ حوریں اپنے خاوندوں سے کہیں گی اللہ تعالیٰ کی قسم ساری جنت میں میرے لیے تم سے بہتر کوئی چیز نہیں اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ میرے دل میں جنت کی کسی چیز کی خواہش و محبت اتنی نہیں جتنی آپ کی ہے۔ اللہ کا شکر ہے کہ اس نے آپ کو میرے حصے میں کر دیا اور مجھے آپ کی خدمت کا شرف بخشا۔ یہ حوریں کنواری اچھوتی نوجوان ہوں گی۔ ان جنتیوں سے پہلے ان کے پاک پنڈے کو کسی انس و جن کا ہاتھ نہیں لگا۔ یہ آیت بھی مومن جنوں کے جنت میں جانے کی دلیل ہے۔

حضرت ضمہ بن حبیب رضی اللہ عنہ سے سوال ہوتا ہے کہ کیا مومن جن بھی جنت میں جائیں گے؟ آپ نے فرمایا ہاں اور جزیہ عورتوں سے ان کے نکاح ہوں گے جیسے انسانوں کے انسان عورتوں سے پھر یہی آیتیں تلاوت کیں۔ ①

حوروں کی صفت: پھر ان حوروں کی تعریف بیان ہو رہی ہے کہ وہ اپنی صفائی اور خوبی اور حسن میں ایسی ہیں جیسی یاقوت و مرجان۔ یاقوت سے صفائی میں تشبیہ دی اور مرجان سے بیاض میں۔ پس مرجان سے مراد یہاں لؤلؤ ہے۔ ② نبی ﷺ فرماتے ہیں اہل جنت کی بیویوں میں سے ہر ایک ایسی ہے کہ ان کی پنڈلی کی سفیدی ستر ستر حلوں کے پہننے کے بعد بھی نظر آتی ہے یہاں تک کہ اندر کا

گودا بھی۔ پھر آپ ﷺ نے آیت ﴿كَانَتْهُمْ السَّافُوتُ وَالْمَرْجَانُ﴾ پڑھی اور فرمایا دیکھو یا قوت ایک پتھر ہے لیکن قدرت نے اس کی صفائی اور جوت ایسی رکھی ہے کہ اس کے بیچ میں دھاگہ پر دو دو تباہر سے نظر آتا ہے (ابن ابی حاتم)۔ یہ روایت ترمذی میں بھی موقوفہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور امام ترمذی رحمہ اللہ اسی کو زیادہ صحیح بتلاتے ہیں۔ ① مسند احمد میں ہے بشیر مدنی احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ فرماتے ہیں کہ ہر اہل جنت کی دو بیویاں اس صفت کی ہوں گی کہ ستر ستر حلے پہن لینے کے بعد بھی ان کی پنڈلیوں کی جھلک نمودار رہے گی۔ بلکہ اندر کا گودا بھی بوجہ صفائی کے دکھائی دے گا۔ ② صحیح مسلم میں ہے کہ یا تو فخر کے طور پر یا مذاکرہ کے طور پر یہ بحث چھڑ گئی کہ جنت میں عورتیں زیادہ ہوں گی یا مرد؟ تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا ابوالقاسم ﷺ نے یہ نہیں فرمایا کہ پہلی جماعت جو جنت میں جائے گی وہ چاند جیسی صورتوں والی ہوگی۔ ان کے پیچھے جو جماعت جائے گی وہ آسمان کے بہترین چمکیلے تاروں جیسے چہروں والی ہوگی۔ ان میں سے ہر شخص کی دو دو بیویاں ایسی ہوں گی جن کی پنڈلی کا گودا گوشت کے پیچھے سے نظر آئے گا اور جنت میں کوئی بغیر بیوی کا نہ ہوگا۔ ③ اس حدیث کی اصل بخاری میں بھی ہے۔ ④

مسند احمد میں ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کی راہ کی صبح اور اس کی راہ کی شام ساری دنیا سے اور جو اس میں ہے سب سے بہتر ہے۔ جنت میں جو جگہ تمہیں ملے گی اس میں سے ایک کمان یا ایک کوڑے کے برابر کی جگہ ساری دنیا اور اس کی ساری چیزوں سے افضل ہے۔ اگر جنت کی عورتوں میں سے ایک عورت دنیا میں جھانک لے تو زمین و آسمان کو جگمگا دے اور خوشبو سے تمام عالم مہک اٹھے۔ ان کی ہلکی سی چھوٹی سی دو پٹیا بھی دنیا اور دنیا کی ہر چیز سے گراں ہے۔ صحیح بخاری میں یہ حدیث بھی ہے۔ ⑤ پھر ارشاد ہے کہ دنیا میں جس نے نیکی کی اس کا بدلہ آخرت میں سلوک و احسان کے سوا اور کچھ نہیں جیسے ارشاد ہے ﴿لِّلَّذِينَ أَحْسَنُوا الْحُسْنَىٰ وَزِيَادَةٌ﴾ نیکی کرنے والے کے لیے نیکی ہے اور زیادتی یعنی جنت اور دیدار باری۔ حضور ﷺ نے یہ آیت تلاوت کر کے اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم سے پوچھا جانتے ہو تمہارے رب نے کیا کہا؟ انہوں نے کہا اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو ہی پورا علم ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں جس پر اپنی توحید کا انعام دنیا میں کروں اس کا بدلہ آخرت میں جنت ہے ⑥ اور چونکہ یہ بھی ایک عظیم الشان نعمت ہے جو دراصل کسی عمل کے بدلے نہیں بلکہ صرف اس کا احسان اور فضل و کرم ہے اس لیے اس کے بعد ہی فرمایا اب تم میری کس کس نعمت سے لاپرواہی برتو گے؟ رب کے مقام سے ڈرنے والے کی بشارت کے متعلق ترمذی شریف کی یہ حدیث بھی خیال میں رہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا جو ڈرے گا وہ رات کے وقت ہی کوچ کرے گا اور جو رات کے اندھیرے میں چل پڑا وہ منزل مقصود تک پہنچ جائے گا۔ خبردار ہو جاؤ اللہ کا سودا بہت گراں ہے یا درکھو وہ سودا جنت ہے۔ ⑦ امام ترمذی رحمہ اللہ اس حدیث کو غریب بتلاتے ہیں۔ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ =

- ① ترمذی، کتاب صفۃ الجنۃ، باب ماجاء فی صفۃ نساء اهل الجنة، ۲۵۳۳ وسندہ ضعیف؛ العظمة لابی شیخ، ۵۸۴، الزہد لہناد، ۱۱، اس کی سند میں عطاء بن سائب مثبط راوی ہے۔ (المیزان، ۳/ ۷۰ رقم: ۵۶۴۱) ② احمد، ۲/ ۳۴۵ ح ۸۵۴۲ وسندہ ضعیف، فیہ یونس بن عبید مدلس وعنن۔ ③ صحیح مسلم، کتاب الجنۃ، باب اول زمرۃ تدخل الجنۃ علی صورة القمر لیلۃ البدر وصفاتهم وازواجهم ۲۸۳۴؛ المعجم الأوسط، ۱۶۴۳؛ احمد، ۲/ ۲۳۰۔ ④ صحیح بخاری، کتاب بدء المخلوق، باب ماجاء فی صفۃ الجنۃ وانہا مخلوقۃ ۳۲۴۵۔ ⑤ احمد، ۳/ ۱۴۱ صحیح بخاری، کتاب الجہاد، باب الحور العین وصفتهن، ۲۷۹۶۔ ⑥ تفسیر بغوی، ۴/ ۲۵۱ وسندہ ضعیف جداً اس کی سند میں بشر بن حسین اصہبانی متروک راوی ہے۔ (المیزان، ۱/ ۳۱۵ رقم: ۱۱۹۲) ⑦ ترمذی، کتاب صفۃ القیامۃ، باب فی ثواب الإطعام والسقی والکسو..... ۲۴۵۰ وسندہ ضعیف؛ حاکم، ۴/ ۱۳۰۸ اس کی سند میں یزید بن مہران ضعیف راوی ہے۔ (المیزان، ۴/ ۴۲۷، رقم: ۹۷۰۵)

وَمِنْ دُونِهِمَا جَنَّاتٌ ۖ فِيهَا آيَةُ الرَّبِّكَامَا تُكْذِبِينَ ۖ مُدْهَامَتَيْنِ ۖ فِيهَا آيَةُ الرَّبِّكَامَا تُكْذِبِينَ ۖ فِيهَا عَيْنٌ نَضَّاحَتَيْنِ ۖ فِيهَا آيَةُ الرَّبِّكَامَا تُكْذِبِينَ ۖ فِيهَا فَاكِهَةٌ وَنَخْلٌ وَرُمَّانٌ ۖ فِيهَا آيَةُ الرَّبِّكَامَا تُكْذِبِينَ ۖ فِيهَا حَسَنٌ ۖ فِيهَا آيَةُ الرَّبِّكَامَا تُكْذِبِينَ ۖ حُورٌ مَقْصُورَاتٌ فِي الْخِيَامِ ۖ فِيهَا آيَةُ الرَّبِّكَامَا تُكْذِبِينَ ۖ لَمْ يَطْمِئِنَّهُنَّ أَنْسَ قَبْلَهُمْ وَلَا جَانٌّ ۖ فِيهَا آيَةُ الرَّبِّكَامَا تُكْذِبِينَ ۖ مُتَكِينِينَ عَلَى رُفْرٍ خَضِرٍ وَعَبَقَرِيٍّ حَسَانٍ ۖ فِيهَا آيَةُ الرَّبِّكَامَا تُكْذِبِينَ ۖ تَبْرَكَ اسْمُ رَبِّكَ ذِي الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ ۖ

ترجمہ: اور ان دو کے سوا دو جنتیں اور ہیں۔ [۶۳] پس تم اپنے پرورش کرنے والے کی کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟ [۶۳] جو دونوں گہری سبز سیاحی مائل ہیں۔ [۶۴] پتاؤ اب پروردگار کی کس نعمت کا انکار کرو گے؟ [۶۵] ان میں دو بہ جوش ایلنے والے جنتی ہیں۔ [۶۶] پھر تم اپنے پالنہار کی کون سی نعمت کا جھوٹ ہونا کہہ رہے ہو؟ [۶۷] ان دونوں میں میوے اور کھجور اور انار ہوں گے۔ [۶۸] کیا اب بھی رب کی کسی نعمت کی تکذیب تم کرو گے؟ [۶۹] ان میں نیک سیرت خوبصورت عورتیں ہیں۔ [۷۰] پس تمہارے جھٹلانے کا تعلق اللہ کی کس نعمت کے ساتھ ہے؟ [۷۱] گوری رنگت کی حوریں جنتی خیموں میں محفوظ ہیں۔ [۷۲] پس اے انسانو اور جنو اب اپنے رب کی کس نعمت کا انکار کرو گے؟ [۷۳] ان حوروں سے کوئی انسان یا جن اس سے قبل نہیں ملا۔ [۷۴] پس اپنے پروردگار کی کون سی نعمت کے ساتھ تم تکذیب کرتے ہو؟ [۷۵] سبز مسندوں اور عمدہ فرشوں پر لکھنے لگائے ہوئے ہوں گے۔ [۷۶] پس اے جنو اور انسانو تم اپنے رب کی کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟ [۷۷] تیرے پروردگار کا نام بابرکت ہے جو بزرگی اور انعام والا ہے۔ [۷۸]

== سے میں نے منبر پر وعظ بیان فرماتے ہوئے سنا کہ آپ ﷺ نے آیت ﴿وَلَسَنُخَافُ﴾ پڑھی تو میں نے کہا اگرچہ زنا کیا ہوا اگرچہ چوری کی ہو؟ باقی حدیث اوپر گزر چکی۔

جنت سرسبز ہے: [آیت ۶۲-۷۸] یہ دونوں جنتیں جن کا ذکر ان آیتوں میں ہے ان جنتوں سے کم مرتبہ ہیں جن کا ذکر پہلے گزرا۔ اور وہ حدیث بھی بیان ہو چکی جس میں ہے دو جنتیں سونے کی اور دو چاندی کی۔ ❶ پہلی دو تو مقررین خاص کی جگہ ہیں اور یہ دوسری دو اصحاب یمین کی۔ الغرض درجے اور فضیلت میں یہ دو ان دو سے کم ہیں جس کی دلیلیں بہت سی ہیں۔ ایک یہ ان کا ذکر اور صفت ان سے پہلے بیان ہوئی اور یہ تقدیم بیان بھی دلیل ہے ان کی فضیلت کی۔ پھر یہاں ﴿وَمِنْ دُونِهِمَا﴾ فرمانا صاف ظاہر کرتا ہے کہ یہ ان سے کم مرتبہ ہیں۔ وہاں ﴿ذَوَاتَا أَفْسَانٍ﴾ کہا تھا یعنی بہ کثرت مختلف مزے کے میوؤں والی شاخوں دار۔ یہاں فرمایا ﴿مُدْهَامَتَيْنِ﴾ یعنی پانی کی پوری تری سے سیاہ۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں سبز۔ محمد بن کعب رحمہ اللہ فرماتے ہیں سبزی سے پر۔

❶ اس کی تخریج آیت نمبر ۴۶ کے تحت گزر چکی ہے۔

قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس قدر پھل کپے ہوئے تیار ہیں کہ وہ ساری جنت سرسبز معلوم ہو رہی ہے۔ الغرض وہاں شاخوں کی پھیلاؤ بیان ہوئی یہاں درختوں کی کثرت بیان فرمائی گئی۔ تو ظاہر ہے کہ اس میں اور اس میں بھی بہت فرق ہے۔ ان کی نہروں کی بابت لفظ ﴿تَجْرِیَانِ﴾ ہے اور یہاں لفظ ﴿نَضَّاخَتُنِ﴾ ہے یعنی اگلنے والی۔ اور یہ ظاہر ہے کہ نضج سے جری یعنی اگلنے سے بہنا بہت برتری والا ہے۔

جنت کے پھل: حضرت ضحاک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں یعنی پر ہیں پانی رکنا نہیں۔ ① اور لیجے وہاں فرمایا تھا کہ ہر قسم کے میوؤں کے جوڑے ہیں اور یہاں فرمایا اس میں میوے اور کھجوریں اور انار ہیں تو ظاہر ہے کہ پہلے کے الفاظ عمومیت لیے ہوئے ہیں وہ قسم کے اعتبار سے اور کثرت کے اعتبار سے بھی اس سے انفیصت رکھتے ہیں کیونکہ یہاں لفظ فَاکِکْہَہ گوکرہ ہے لیکن سیاق میں اثبات کے ہے اس لیے عام نہ ہوگا۔ اسی لیے بطور تفسیر کے بعد میں نخل در مان کہہ دیا جیسے عطف خاص عام پر ہوتا ہے۔ امام بخاری رضی اللہ عنہ وغیرہ کی تحقیق بھی یہی ہے۔ ② کھجور اور انار کو خاصہ اس لیے ذکر کیا کہ اور میوؤں پر انہیں شرف ہے۔

مسند عبد بن حمید میں ہے یہودیوں نے آ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ کیا جنت میں میوے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تلاوت کی اور فرمایا ہاں۔ انہوں نے پوچھا کیا جنتی دنیا کی طرح وہاں بھی کھائیں گے پیئیں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں بلکہ بہت کچھ زیادہ اور بہت کچھ زیادہ۔ انہوں نے کہا پھر کیا وہاں فضلہ بھی نکلے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں بلکہ پسینہ آ کر سب ہضم ہو جائے گا۔ ③ ابن ابی حاتم کی ایک مرفوع حدیث میں ہے جنتی کھجور کے درختوں کے ریش کا جنتیوں کا لباس بنے گا۔ یہ سرخ رنگ سونے کے ہوں گے۔ اس کے تنے سبز زردیوں ہوں گے اس کے پھل شہد سے زیادہ میٹھے اور مسکے سے زیادہ نرم ہوں گے۔ غنطلی بالکل نہ ہوگی۔ ④ ایک اور حدیث میں ہے کہ میں نے جنت کے انار دیکھے اتنے بڑے تھے جیسے اونٹ مع ہودج۔ ⑤ خیرات کے معنے بہ کثرت اور بہت حسین نہایت نیک خلق اور بہتر خلق۔ ایک مرفوع حدیث میں بھی یہ معنی مردی ہیں۔ ⑥ ایک اور حدیث میں ہے کہ حور عین جو گانا گائیں گی ان میں سے بھی ہوگا ہم خوش خلق خوبصورت ہیں جو بزرگ خاندنوں کے لیے پیدا کی گئی ہیں۔ یہ پوری حدیث سورہ واقعہ کی تفسیر میں ابھی آئے گی انشاء اللہ تعالیٰ۔ یہ لفظ تشدید سے بھی پڑھا گیا ہے۔ پھر سوال ہوتا ہے کہ اب تم اپنے رب کی کس کس نعمت کی تکذیب کرتے ہو۔ حوریں ہیں جو خیموں میں رہتی سیتی ہیں۔ یہاں بھی وہی فرق ملاحظہ ہو کہ وہاں تو فرمایا تھا کہ خود وہ حوریں اپنی نگاہ بچی رکھتی ہیں اور یہاں فرمایا ان کی نگاہیں نیچی کی گئی ہے۔ پس اپنے آپ ایک کام کو کرنا اور دوسرے سے کرایا جانا ان دونوں میں کس قدر فرق ہے۔ گو پردہ دونوں صورتوں میں حاصل ہے۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہر مسلمان کے لیے خیرہ ہے یعنی نیک اور بہترین نورانی حور اور ہر خیرہ کے لیے خیرہ ہے اور ہر خیرہ کے چار دروازے ہیں جن میں سے ہر روز تہذہ کرامت ہدیہ اور انعام آتا رہتا ہے۔ نہ وہاں کوئی فساد ہے نہ سختی ہے نہ گندگی ہے نہ بدبو ہے۔ حوروں کی صحبت ہے جو اچھوتے صاف سفید چمکیلے موتیوں جیسی ہیں۔ صحیح بخاری میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جنت میں ایک خیرہ ہے ذُرّ جوف کا جس کا عرض ساٹھ میل کا ہے اس کے ہر پر کوئے میں جنتی کی بیویاں ہیں جو دوسرے کوئے والیوں کو نظر نہیں آتیں۔ مومن ان سب کے پاس آتا جاتا رہے گا۔ ⑦

① الطبری، ۷۵/۲۳۔ ② صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ الرحمن قبل حدیث ۴۸۷۸۔

③ مسند عبد بن حمید ۳۵ و سندہ ضعیف جداً اس کی سند میں حمید بن عمر متروک راوی ہے۔

④ حاکم، ۴۷۵/۲ و سندہ ضعیف، سفیان الثوری مدلس و عنعن۔ ⑤ و سندہ ضعیف جداً اس کی سند میں ابو ہارون

العبدی عمارہ بن جویں متروک راوی ہے۔ (المیزان ۱۷۳/۳، رقم: ۶۰۱۸) ⑥ الطبری، ۷۵/۲۳۔

⑦ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ الرحمن باب ﴿حور مقصورات فی الخیام﴾ ۴۸۷۹۔

دوسری روایت میں چوڑاں کا تیس میل ہوتا مروی ہے۔ ① یہ حدیث صحیح مسلم شریف میں بھی ہے۔ ② حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں خیمہ ایک ہی لولو کا ہے جس میں ستر دروازے موتی کے ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جنت میں ایک خیمہ ہوگا جو ایک موتی کا بنا ہوا ہوگا چار فرخ چوڑا جس کے چار ہزار دروازے ہوں گے اور چوٹھیں سب کی سونے کی ہوں گی۔ ایک مرفوع حدیث میں ہے ادنیٰ درجے کے جنتی کے اسی ہزار خادم ہوں گے اور بہتر بیویاں ہوں گی اور لولو زبرد کا محل ہوگا جو جابہ سے صناعت کی پہنچے۔ ③ پھر فرماتا ہے ان بے مثل حسینوں کے پنڈے اچھوتے ہیں کسی جن دانس کا گزراں کے پاس نہیں ہوا۔ پہلے بھی اس قسم کی آیت مع تفسیر گزر چکی ہے ہاں پہلی جنتوں کی حوروں کے اوصاف میں اتنا جملہ وہاں تھا کہ وہ یا قوت و مرجان جیسی ہیں۔ یہاں ان کے لیے یہ نہیں فرمایا گیا۔ پھر سوال ہوا کہ تمہیں رب کی کس کس نعمت کا انکار ہے؟ یعنی کسی نعمت کا انکار نہ کرنا چاہیے۔ یہ جنتی سبز رنگ کے اعلیٰ قیمتی فرشوں غالیچوں اور تکیوں پر ٹیکے ہوئے ہوں گے۔ تخت ہوں گے اور تختوں پر پاکیزہ اعلیٰ فرش ہوں گے۔ اور بہترین منقش تکیے لگے ہوئے ہوں گے۔ یہ تخت اور یہ فرش اور یہ تکیے جنتی باغیوں اور ان کی کیاریوں پر ہوں گے یہ اعلیٰ درجہ کے دھاری دار اور نقشین ریشم کے ہوں گے اور یہی ان کے فرش ہوں گے۔ کوئی سرخ رنگ ہوگا، کوئی زرد رنگ اور کوئی سبز رنگ۔ جنتیوں کے کپڑے بھی ایسے ہی اعلیٰ اور بالا ہوں گے۔ دنیا میں کوئی ایسی چیز نہیں جس سے انہیں تشبیہ دی جاسکے۔ یہ بسترے محلی ہوں گے جو بہت نرم اور بالکل خالص ہوں گے۔ کئی کئی رنگ کے طے جلتے نقش ان میں بنے ہوئے ہوں گے۔ ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں عبقر ایک جگہ کا نام ہے جہاں منقش بہترین کپڑے بنے جاتے تھے خلیل بن احمد فرماتے ہیں ہر نفیس اور اعلیٰ چیز کو عرب عبقری کہتے ہیں۔ چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی نسبت فرمایا میں نے کسی عبقری کو نہیں دیکھا جو عمر کی طرح پانی کے بڑے بڑے ڈول کھینچتا ہو۔ ④ یہاں بھی خیال فرمائیے کہ پہلی دو جنتوں کے فرش و فرش اور وہاں کے تکیوں کی جو صفت بیان کی گئی ہے وہ ان سے اعلیٰ ہے۔ وہاں بیان فرمایا گیا تھا کہ ان کے استری یعنی اندر کا کپڑا خالص دبیر عمدہ ریشم ہوگا پھر اوپر کے کپڑے کا بیان نہیں ہوا تھا۔ اس لیے کہ جس کا استرا اعلیٰ ہے اس کے ابرے یعنی اوپر کے کپڑے کا تو کہنا ہی کیا ہے۔ پھر اگلی دو جنتوں کے اوصاف کے خاتمے پر فرمایا تھا کہ اطاعت کا صلہ سوا عنایت کے اور کیا ہو سکتا ہے؟ تو ان اہل جنت کے اوصاف میں احسان کو بیان فرمایا جو اعلیٰ مرتبہ اور غایت ہے جیسے حضرت جبریل علیہ السلام والی حدیث میں ہے کہ انہوں نے اسلام کا سوال کیا پھر ایمان کا پھر احسان کا۔ ⑤ پس یہ کئی کئی وجوہ ہیں جن سے صاف ثابت ہے کہ پہلے کی دو جنتوں کو ان دو جنتوں پر بہترین فضیلت حاصل ہے۔ اللہ تعالیٰ کے کریم و دہاب سے ہمارا سوال ہے کہ وہ ہمیں بھی ان جنتیوں میں کرے جو ان دو جنتوں میں ہوں گے جن کے اوصاف پہلے بیان ہوئے آمین!

پھر فرماتا ہے تیرے رب ذوالجلال والا کرام کا نام بابرکت ہے وہ جلال والا ہے یعنی اس لائق ہے کہ اس کا جلال مانا جائے اور

① صحیح بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ما جاء فی صفة الجنة وانها مخلوقة، ۳۲۴۳۔

② صحیح مسلم، کتاب الجنة، باب فی خیام الجنة ۲۸۳۸۔

③ ترمذی، کتاب صفة الجنة، باب ما جاء ما لادنی اهل الجنة من الکرامة ۲۵۶۲ وسندہ ضعیف؛ ابن حبان، ۴۷۰۱ اس کی

سند میں دراج ہے جس کی ابو الہیثم سے روایت ضعیف ہوتی ہے۔ ④ صحیح بخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی ﷺ، باب

مناقب عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ۳۶۸۲، صحیح مسلم، ۲۳۹۳، احمد، ۳۶۸/۲، ابن حبان، ۶۸۹۸۔

⑤ صحیح بخاری، کتاب سؤال جبریل النبی ﷺ عن الایمان والاسلام والاحسان ۵۰۔

اس کی بزرگی کا پاس کر کے اس کی نافرمانی نہ کی جائے بلکہ کامل اطاعت و غزاری کی جائے اور وہ اس قابل ہے کہ اس کا اکرام کیا جائے یعنی اس کی عبادت کی جائے اس کے سوا دوسرے کی عبادت نہ کی جائے اس کا شکر کیا جائے ناشکری نہ کی جائے۔ اس کا ذکر کیا جائے اور اسے بھلا یا نہ جائے۔ وہ عظمت اور کبریائی والا ہے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کا اجلال کرو اس کی عظمت مانو وہ تمہیں بخش دے گا ① (احمد)۔ اور حدیث میں ہے اللہ تعالیٰ کی عظمت ماننے میں یہ بھی داخل ہے کہ بوڑھے مسلمان کی اور بادشاہ کی اور عامل قرآن کی جو قرآن میں کی زیادتی نہ کرتا ہو یعنی نہ اس میں غلو کرتا ہو نہ کسی کرتا ہو عزت کی جائے۔ ② ابو یعلیٰ میں ہے ﴿يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ﴾ کے ساتھ چٹ جاؤ۔ ترمذی میں بھی یہ حدیث ہے ③ امام ترمذی رحمہ اللہ اس کی سند کے ساتھ یہ حدیث مروی ہے۔ اس میں یا کا لفظ نہیں ہے۔ ④ جوہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب کوئی کسی کو چٹ جائے اسے تھام لے تو عرب کہتے ہیں (الطَّغْ) یہی لفظ اس حدیث میں آیا ہے تو مطلب یہ ہے کہ الحاح و خلوص عاجزی اور مسکینی کے ساتھ بیٹھکی اور لزوم سے اللہ تعالیٰ کے دامن میں لٹک جاؤ۔ صحیح مسلم اور سنن اربعہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نماز سے سلام پھیرنے کے بعد صرف اتنی ہی دیر بیٹھتے کہ یہ کلمات کہہ لیں ﴿اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ تَبَارَكْتَ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ﴾ ⑤

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کے فضل و کرم سے سورہ رحمن کی تفسیر ختم ہوئی اللہ کا شکر ہے۔



① احمد، ۱۹۹/۵ وسندہ ضعیف اس کی سند میں ابو العذراء مجہول راوی ہے۔

② ابو داود، کتاب الأدب، باب فی تنزیل الناس منازلهم ۴۸۴۳ وسندہ ضعیف، فیہ ابو کنانہ وھو مجہول۔

③ ترمذی، کتاب الدعوات، باب قول (یا حی یا قیوم.....) والظوا بیا ذالجلال والاکرام ۳۵۲۵ وھو صحیح؛ مسند ابی یعلیٰ،

۲۷۳۳۔ ④ احمد، ۱۷۷/۴ ح ۱۷۵۹۶ وسندہ صحیح۔

⑤ صحیح مسلم، کتاب المساجد، باب استحباب الذکر بعد الصلاۃ..... ۵۹۲؛ ابو داود، ۱۵۱۲؛ ترمذی، ۲۹۸؛ نسائی،

۱۳۳۹؛ ابن ماجہ، ۹۲۴؛ احمد، ۶۲/۶؛ ابن حبان، ۲۰۰۰۔

تفسیر سورۃ واقعہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ۝۱ لَیْسَ لِوُقُوعِهَا كَاذِبَةٌ ۝۲ خَافِضَةٌ رَّافِعَةٌ ۝۳ اِذَا

رُجَّتِ الْاَرْضُ رَجًا ۝۴ وَبُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًا ۝۵ فَكَانَتْ هَبَاءً مُّثْبَتًا ۝۶

وَكُنْتُمْ اَزْوَاجًا ثَلَاثَةً ۝۷ فَاصْحَبُ الِیْمَنَةِ ۝۸ مَا اَصْحَبُ الِیْمَنَةِ ۝۹

وَاصْحَبُ الْمُشْئَمَةِ ۝۱۰ مَا اَصْحَبُ الْمُشْئَمَةِ ۝۱۱ وَالسَّیْقُونُ السَّیْقُونُ ۝۱۲ اُولٰٓئِكَ

الْمُقَرَّبُونَ ۝۱۳ فِی جَنَّتِ النَّعِیْمِ ۝۱۴

ترجمہ: شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

جب قیامت قائم ہو جائے گی۔ [۱] جس کے واقع ہونے میں کوئی جھوٹ نہیں۔ [۲] وہ پست کرنے والی اور بلند کرنے والی ہوگی۔ [۳] جب کہ زمین زلزلہ کے ساتھ ہلا دی جائے گی۔ [۴] اور پہاڑ بالکل ریزہ ریزہ کر دیے جائیں گے۔ [۵] پھر وہ مثل پر آگندہ غبار کے ہو جائیں گے۔ [۶] اور تم تین جماعتوں میں ہو جاؤ گے [۷] پس داہنے ہاتھ والے کیسے اچھے ہیں داہنے ہاتھ والے۔ [۸] اور بائیں ہاتھ والے کیا حال ہے بائیں ہاتھ والوں کا۔ [۹] اور جو آگے والے ہیں وہ تو آگے والے ہی ہیں۔ [۱۰] وہ بالکل نزدیکی حاصل کیے ہوئے ہیں۔ [۱۱] آرام آراہم وہ جنتوں میں ہیں۔ [۱۲]

تعارف سورت: ایک مرتبہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے کہا یا رسول اللہ! آپ بوڑھے ہو گئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں مجھے سورۃ ﴿ہود﴾ نے اور سورۃ ﴿واقعہ﴾ نے اور سورۃ ﴿المرسلات﴾ نے اور سورۃ ﴿عم یتساء لون﴾ نے اور سورۃ ﴿اذا الشمس کوردت﴾ نے بوڑھا کر دیا۔ اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ لائے ہیں اور اسے حسن غریب کہتے ہیں۔ ① حافظ ابن عساکر رحمہ اللہ، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے واقعات میں ایک روایت لائے ہیں کہ جب حضرت عبداللہ بیمار ہوئے جس بیماری سے آپ جان بر نہ ہوئے اس بیماری میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ان کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے۔ پوچھا آپ کو کیا شکوہ ہے؟ فرمایا اپنے گناہوں کا۔ دریافت کیا خواہش کیا ہے؟ فرمایا اپنے رب کی رحمت کی۔ پوچھا کسی طبیب کو بھیج دوں؟ فرمایا طبیب نے ہی تو بیمار ڈالا ہے۔ پوچھا کچھ مال بھیج دوں؟ فرمایا مجھے مال کی کوئی حاجت نہیں۔ کہا آپ کے بعد آپ کے بچوں کے کام آئے گا۔ فرمایا کیا میری بچوں کی نسبت آپ کو فقیری کا ڈر ہے؟ سنے میں نے اپنی سب لڑکیوں کو کہہ دیا ہے کہ وہ ہر رات سورۃ واقعہ پڑھ لیا کریں میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ جو شخص سورۃ واقعہ کو ہر رات پڑھ لیا کرے اسے ہرگز ہرگز فاقہ نہ پہنچے گا۔ ②

① ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورۃ الواقعة ۳۲۹۷ وهو صحیح مزید تخریج کے لیے دیکھئے سورہ ہود۔

② وسندہ ضعیف، اس کی سند میں ابوشجاع یا شجاع اور سری بن یحییٰ البغیانی دونوں مجہول راوی ہیں۔

اس واقعہ کے راوی حضرت ابوطالبؓ بھی اس سورت کو بلاناغہ پڑھا کرتے تھے۔

مسند احمد میں ہے حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نماز میں اسی طرح پڑھتے تھے جس طرح تم آج پڑھتے ہو لیکن آپ ﷺ کی نماز تخفیف والی ہوتی تھی۔ فجر کی نماز میں آپ ﷺ سورۃ واقعہ اور اسی جیسی سورتیں تلاوت فرمایا کرتے تھے۔ ① قیامت برحق ہے: [آیت ۱: ۱۲] واقعہ قیامت کا نام ہے کیونکہ اس کا ہونا یقینی امر ہے جیسے اور آیت میں ہے ﴿يَوْمَ مِيلَدُ وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ﴾ اس دن ہو پڑنے والی ہو پڑے گی۔ اس کا واقع ہونا حتمی امر ہے۔ نہ اسے کوئی ٹال سکے نہ ہٹا سکے وہ اپنے مقررہ وقت پر آ کر ہی رہے گی۔ جیسے اور آیت میں ہے ﴿اسْتَجِيبُوا لِلرَّبِّ كَيْفَ أَنْتُمْ﴾ الخ اپنے پروردگار کی باتیں مان لو اس سے پہلے کی وہ دن آئے جسے کوئی دفع کرنے والا نہیں۔ اور جگہ فرمایا ﴿مَسْأَلٌ مُبْتَلًى بَعْدَآبٍ وَآفَاقٍ﴾ مسائل کا سوال اس عذاب سے ہے جو یقیناً آنے والا ہے جسے کوئی روک نہیں سکتا۔ اور آیت میں ہے ﴿يَوْمَ يَقُولُ كُنْ فَيَكُونُ﴾ الخ جس دن اللہ تعالیٰ فرمائے گا ہو جا تو ہو جائے گی۔ اسی کا قول حق ہے اسی کا مالک ہے جس دن صور پھونکا جائے گا وہ عالم غیب و ظاہر ہے اور وہ حکیم و خیر ہے۔ قیامت کا ذبہ نہیں یعنی برحق ہے ضرور ہونے والی ہے اس دن نہ تو دوبارہ آنا ہے نہ وہاں سے لوٹنا ہے نہ واپس آنا ہے۔

قیامت کا تذکرہ: ﴿كَآذِبَةٌ﴾ مصدر ہے جیسے ﴿عَاقِبَةٌ﴾ اور ﴿عَاقِبَةٌ﴾ وہ دن پست کرنے والا اور ترقی دینے والا ہے بہت سے لوگوں کو نیچوں کا بیج کر کے جہنم میں پہنچا دیے گا جو دنیا میں بڑے ذی عزت و وقعت تھے۔ اور بہت سے لوگوں کو وہ اونچا کر دے گا اعلیٰ علیین اور جنت نعیم تک پہنچا دے گا جو دنیا میں وہ پست اور بے قدر تھے۔ اللہ تعالیٰ کے دشمن ذلیل ہو کر جہنمی بن جائیں گے اور اولیاء اللہ عزیز ہو کر جنتی ہو جائیں گے۔ متکبرین کو وہ ذلیل کر دے گی۔ اور متواضعین کو وہ عزیز کر دے گی وہ نزدیک و دور والوں کو سنا دے گی اور ہر ایک کو چونکنا کر دے گی وہ نیچا کرے گی اور قریب والوں کو سنائے گی پھر اونچی ہوگی اور دور والوں کو سنائے گی۔ زمین ساری کی ساری لرزنے لگے گی۔ چپہ چپہ کپکپانے لگے گا طول و عرض زمین میں زلزلہ پڑ جائے گا اور بے طرح ہلنے لگے گی۔ یہ حالت ہو جائے گی کہ گویا جھلٹی میں کوئی چیز ہے جسے کوئی ہلا رہا ہے اور آیت میں ہے ﴿إِذَا زُلْزِلَتِ الْأَرْضُ زِلْزَالَهَا﴾ اور جگہ ہے ﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ إِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيمٌ﴾ لوگو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو جو تمہارا رب ہے یقین مانو کہ قیامت کا زلزلہ بہت بڑی چیز ہے۔ پھر فرمایا کہ پہاڑ اس دن ریزہ ریزہ ہو جائیں گے۔ اور جگہ الفاظ ﴿كَيْفَ يَسْمُكُهَا﴾ آئے ہیں بس وہ مثل غبار پریشان کے ہو جائیں گے جسے ہوا ادھر ادھر بکھیر دے اور کچھ نہ رہے۔ ﴿هَبَاءٌ﴾ ان شراروں کو بھی کہتے ہیں جو آگ جلاتے وقت پتنگوں کی طرح اڑتے ہیں نیچے گرنے پر وہ کچھ نہیں رہتے۔ ﴿مُنْبَثٌ﴾ اس چیز کو کہتے ہیں جسے ہوا اوپر کر دے اور پھیلا کر تابو د کر دے جیسے چٹوں کے چورے کو ہوا ادھر سے ادھر کر دیتی ہے۔ اس قسم کی اور آیتیں بھی بہت سی ہیں جن سے ثابت ہے کہ پہاڑ اپنی جگہ سے ٹل جائیں گے، ٹکڑے ہو جائیں گے پھر ریزہ ریزہ ہو کر بے نام و نشان ہو جائیں گے۔ لوگ اس دن تین قسموں میں منقسم ہو جائیں گے۔

ایک جماعت عرش کے دائیں ہوگی اور یہ لوگ وہ ہوں گے جو حضرت آدم علیہ السلام کی دائیں کروٹ سے نکلے تھے اور نامہ اعمال داہنے ہاتھ میں دیے جائیں گے اور دائیں جانب چلائے جائیں گے۔ یہ جنتیوں کا عام گروہ ہے۔ دوسری جماعت عرش کے بائیں جانب ہوگی یہ وہ لوگ ہوں گے جو حضرت آدم علیہ السلام کی بائیں کروٹ سے نکالے گئے تھے۔

انہیں نامہ اعمال بائیں ہاتھ میں دیے گئے تھے اور بائیں طرف کی راہ پر لگائے گئے تھے یہ سب جہنمی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو محفوظ رکھے۔

تیسری جماعت اللہ عزوجل کے سامنے ہوگی یہ خاص الخاص لوگ ہیں۔ یہ اصحاب یمن سے بھی زیادہ با وقعت اور خاص قرب کے مالک ہیں۔ یہ اہل جنت کے سردار ہیں۔ ان میں رسول ہیں انبیاء ہیں صدیق و شہداء ہیں یہ تعداد میں بہ نسبت دائیں ہاتھ والوں کے کم ہیں۔ پس یہ تین قسم تمام اہل محشر کی ہو جائے گی جیسے کہ اس سورت کے آخر میں بھی اختصار کے ساتھ ان کی یہی تقسیم کی گئی ہے۔ اسی طرح سورہ ملائکہ میں فرمایا ہے ﴿ثُمَّ أَوْرَثْنَا الْكِتَابَ الَّذِينَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهِ وَمِنْهُمْ مُقْتَصِدٌ وَمِنْهُمْ سَابِقٌ بِالْخَيْرَاتِ يُاذِنُ اللَّهُ﴾ یعنی پھر ہم نے اپنی کتاب کا وارث اپنے چیدہ بندوں کو بنایا پس ان میں سے بعض تو اپنے اوپر ظلم کرنے والے ہیں اور بعض میانہ روش ہیں اور بعض اللہ کے حکم سے نیکیوں کی طرف آگے بڑھنے والے ہیں۔ پس یہاں بھی تین قسمیں ہیں یہ اس وقت جب کہ ﴿ظَالِمٌ لِّنَفْسِهِ﴾ کی وہ تفسیر لیں جو اس کے مطابق ہے۔ ورنہ ایک دوسرا قول بھی ہے جو اس آیت کی تفسیر کے موقع پر گزر چکا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ بھی یہی فرماتے ہیں، دگر وہ تو جنتی اور ایک جہنمی۔

نیکیوں کے درجات: ابن ابی حاتم کی حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ﴿وَإِذَا النُّفُوسُ زُوِّجَتْ﴾ جب لوگوں کے جوڑے ملائیں جائیں فرمایا قسم قسم کے یعنی ہر عمل کے عامل کی ایک جماعت۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم تین قسم پر ہو جاؤ گے یعنی اصحاب یمن، اصحاب شمال اور سابقین۔ ① مسند احمد میں ہے حضور ﷺ نے اس آیت کی تلاوت کی اور اپنے دونوں ہاتھوں کی منٹھیاں بند کر لیں اور فرمایا یہ جنتی ہیں مجھے کوئی پرواہ نہیں۔ ② مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جانتے ہو اللہ تعالیٰ کے سائے کی طرف قیامت کے دن سب سے پہلے کون لوگ جائیں گے؟ انہوں نے کہا اللہ اور رسول ﷺ نے فرمایا جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا وہ لوگ جو جب اپنا حق دیے جائیں قبول کر لیں اور جو حق ان پر ہو جب مانگا جائے ادا کر دیں اور لوگوں کے لیے بھی حکم کریں جو خود اپنے لیے کرتے ہیں۔ ③ سابقون کون لوگ ہیں؟ اس کے بارے میں بہت سے اقوال ہیں۔ مثلاً انبیاء اہل علیین، حضرت یوشع بن نون علیہ السلام، جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر سب سے پہلے ایمان لائے تھے، وہ مومن جن کا ذکر سورہ یس میں ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر پہلے ایمان لائے تھے، حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ جو محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف سبقت کر گئے تھے، وہ لوگ جنہوں نے دونوں قبول کی طرف نماز پڑھی تھی ہر امت کے وہ لوگ جو اپنے اپنے نبیوں پر پہلے پہل ایمان لائے تھے، وہ لوگ جو مسجد میں سب سے پہلے جاتے ہیں جو جہاد میں سب سے آگے نکلتے ہیں۔ یہ سب اقوال دراصل صحیح ہیں۔ یعنی یہ سب لوگ سابقون ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان کو آگے بڑھ کر دوسروں پر سبقت کر کے قبول کرنے والے سب اس میں داخل ہیں۔ قرآن کریم میں اور جگہ ہے ﴿سَابِقُونَ إِلَىٰ مَغْفِرَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ﴾ الخ اپنے رب کی بخشش اور اس جنت کی طرف جلدی کرو جس کا عرض مثل آسمان وزمین کے ہے پس جس شخص نے اس دنیا میں نیکیوں کی طرف سبقت کی وہ آخرت میں اللہ کی نعمتوں کی طرف بھی سابق ہی رہے گا۔ ہر عمل کی جزا اسی جنس سے ہوتی ہے جیسا جو کرتا ہے ویسا ہی پاتا ہے۔ اسی لیے یہاں ان کی نسبت فرمایا گیا یہ مقربین اللہ ہیں۔ یہ نعمتوں والی جنت =

① وسندہ ضعیف اس کی سندیں ولید بن ابی اور ضعیف راوی ہے۔ (المیزان، ۴/ ۳۴۰ رقم: ۹۳۷۷)

② احمد، ۵/ ۲۳۹ وسندہ ضعیف اس کی سندیں حسن کا معاذ رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت نہیں جبکہ براء بن عبد اللہ الغنوی ضعیف راوی ہے۔

(المیزان، ۱/ ۳۰۱ رقم: ۱۱۴۰)

③ احمد، ۶/ ۶۹ وسندہ ضعیف اس کی سندیں ابن لہیعہ مختلط راوی ہے (التقریب، ۱/ ۴۴ رقم: ۵۷۴)

ثَلَاثَةٌ مِنَ الْأَوَّلِينَ ۝ وَقَلِيلٌ مِنَ الْآخِرِينَ ۝ عَلَى سُرٍّ مَوْضُونَةٍ ۝ مُتَّكِئِينَ
عَلَيْهَا مُتْقَلِبِينَ ۝ يَطُوفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُخَلَّدُونَ ۝ بِأَكْوَابٍ وَأَبَارِيقَ ۝
وَكُاسٍ مِنْ مَّعِينٍ ۝ لَا يَصَدَّ عَنْهَا وَلَا يَنْزِفُونَ ۝ وَفَأَكْهَتُمْ مِمَّا يَتَخَيَّرُونَ ۝
وَلَحْمَ طَيْرٍ مِمَّا يَشْتَهُونَ ۝ وَحُورٌ عِينٌ ۝ كَأَمْثَالِ اللُّؤْلُؤِ الْمَكْنُونِ ۝ جَزَاءُ عَمَلِكُمْ
كَأَنْتُمْ يَعْمَلُونَ ۝ لَا يَسْمَعُونَ فِيهَا لَغْوًا وَلَا تَأْثِيمًا ۝ إِلَّا قِيلًا سَلَامًا سَلَامًا ۝

ترجمہ: بہت بڑا گروہ تو اگلے لوگوں میں سے ہوگا۔ [۱۳] اور تھوڑے سے پچھلے لوگوں میں سے۔ [۱۴] یہ لوگ سونے کے تاروں سے بنے ہوئے تختوں پر [۱۵] ایک دوسرے کے سامنے تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے۔ [۱۶] ان کے پاس ایسے لڑکے جو ہمیشہ لڑکے ہی رہیں گے۔ آمدورفت کریں گے [۱۷] بخورے اور آفتابے لے کر اور ایسا جام لے کر جو بہتی ہوئی شراب سے پر ہو۔ [۱۸] جس سے نہ سر میں درد ہو نہ عقل میں فتور آئے۔ [۱۹] اور ایسے میوے لیے ہوئے جو ان کی پسند کے ہوں۔ [۲۰] اور پرندوں کے گوشت جو انہیں مرغوب ہوں۔ [۲۱] اور گوری گوری بڑی بڑی آنکھوں والی حوریں [۲۲] جو اچھوتے موتیوں کی طرح ہیں۔ [۲۳] یہ صلہ ہے ان کے اعمال کا۔ [۲۴] نہ وہاں بکواس سنیں گے اور نہ گناہ کی بات۔ [۲۵] صرف سلام ہی سلام کی آواز ہوگی۔ [۲۶]

== میں ہیں۔

ابن ابی حاتم میں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ فرشتوں نے درگاہ باری تعالیٰ میں عرض کیا کہ پروردگار تو نے ابن آدم کے لیے تو دنیا بنادی ہے وہ وہاں کھاتے پیتے ہیں اور بیوی بچوں سے لطف اٹھاتے ہیں پس ہمارے لیے آخرت کر دے۔ جواب ملا کہ میں ایسا نہیں کروں گا۔ انہوں نے تین مرتبہ یہی دعا کی۔ پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں نے جسے اپنے ہاتھ سے پیدا کیا اسے ان جیسا ہرگز نہ کروں گا جنہیں میں نے صرف لفظ کن سے پیدا کیا۔ حضرت امام دارمی رحمہ اللہ نے بھی اس اثر کو اپنی کتاب الرد علی الجحیمہ میں وارد کیا ہے اس کے الفاظ یہ ہیں کہ اللہ عزوجل نے فرمایا جسے میں نے اپنے ہاتھ سے پیدا کیا ہے اس کی نیک اولاد کو میں اس جیسا نہ کروں گا جسے میں نے کہا ہو جا تو وہ ہو گیا۔

جنت میں انعامات: [آیت: ۱۳-۲۶] ارشاد ہوتا ہے کہ مقربین خاص بہت سے پہلے کے ہیں اور کچھ بچھلوں میں سے بھی ہیں۔ ان اولین و آخرین کی تفسیر میں کئی قول ہیں۔ مثلاً اگلی امتوں میں سے اور اس امت میں سے۔ امام ابن جریر رحمہ اللہ اسی قول کو پسند کرتے ہیں ① اور اس حدیث کو بھی اس قول کی چٹنگی میں پیش کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا ہم بچھلے ہیں اور قیامت کے دن پہلے ہیں۔ ② اور اس قول کی تائید ابن ابی حاتم کی اس روایت سے بھی ہو سکتی ہے کہ جب یہ آیت اتری اصحاب رسول پر بھاری پڑا پس یہ آیت اتری ﴿ثَلَاثَةٌ مِنَ الْأَوَّلِينَ وَثَلَاثَةٌ مِنَ الْآخِرِينَ﴾ تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا مجھے امید ہے کہ کل اہل جنت کی چوتھائی تم ہو بلکہ تہائی تم ہو بلکہ آدھوں آدھ تم ہو۔ تم آدھی جنت کے مالک ہوؤ گے اور باقی آدھی تمام امتوں میں تقسیم ہوگی جن میں تم

① الطبری، ۹۸/۲۳۔

② صحیح بخاری، کتاب الجمعة، باب فرض الجمعة، ۸۷۶؛ صحیح مسلم، ۸۵۵۔

بھی شریک ہو۔ یہ حدیث مسند احمد میں بھی ہے۔ ① ابن عساکر میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس آیت کو سن کر حضور ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ! کیا اگلی امتوں میں سے بہت لوگ سابقین میں داخل ہوں گے اور ہم میں سے کم لوگ؟ اس کے ایک سال کے بعد یہ آیت نازل ہوئی کہ اگلوں میں سے بھی بہت اور پچھلوں میں سے بھی بہت۔ حضور ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بلا کر کہا سنو! حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر مجھ تک ملہ ہے اور صرف میری امت ملہ ہے۔ ہم اپنے اس ملہ کو پورا کرنے کے لیے ان حبشیوں کو بھی لے لیں گے جو اونٹ کے چرواہے ہیں مگر اللہ تعالیٰ کے واحد اور لا شریک ہونے کی شہادت دیتے ہیں۔ لیکن اس روایت کی سند میں نظر ہے۔ ہاں بہت سی سندوں کے ساتھ حضور ﷺ کا یہ فرمان ثابت ہے کہ مجھے امید ہے کہ تم اہل جنت کی چوتھائی ہو آ خر تک۔ ② پس الحمد للہ یہ ایک بہترین خوش خبری ہے۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے جس قول کو پسند فرمایا ہے اس میں ذرا غور کرنے کی ضرورت ہے۔ بلکہ دراصل یہ قول بہت کمزور ہے۔ کیونکہ الفاظ قرآن سے اس امت کا اور تمام امتوں سے افضل و اعلیٰ ہونا ثابت ہے۔ پھر کیسے ہو سکتا ہے کہ مقررین بارگاہِ صمدیت میں اور امتوں میں سے تو بہت سے ہوئے اور اس بہترین امت میں سے کم ہوں۔ ہاں یہ توجیہ ہو سکتی ہے کہ ان تمام امتوں کے مقرب مل کر صرف اس امت کے مقررین کی تعداد سے بڑھ جائیں۔ لیکن یہ ظاہر تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ کل امتوں کے مقررین سے صرف اس امت کے مقررین کی تعداد زیادہ ہوگی، آگے اللہ کو علم ہے۔ دوسرا قول اس جملہ کی تفسیر میں یہ ہے کہ اس امت کے شروع زمانے کے لوگوں میں سے مقررین کی تعداد بہت زیادہ ہے اور بعد کے لوگوں میں کم اور یہی قول رائج ہے۔ چنانچہ حضرت حسن رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ آپ نے اس آیت کی تلاوت کی اور فرمایا سابقین تو گزر چکے اے اللہ تو ہمیں اصحابِ یمنین میں کر دے۔ اور روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا اس امت میں سے جو گزر چکے ان میں مقررین بہت تھے۔ امام ابن سیرین رحمہ اللہ بھی یہی فرماتے ہیں۔ کوئی شک نہیں کہ ہر امت میں یہی ہوتا چلا آیا ہے کہ شروع میں بہت سے مقررین ہوتے ہیں اور بعد والوں میں یہ تعداد کم ہو جاتی ہے۔ تو یہ بھی ممکن ہے کہ مرادیوں ہی بے یقینی ہر امت کے اگلے لوگ سبق کرنے والے زیادہ ہوتے ہیں یہ نسبت ہر امت کے پچھلے لوگوں کے۔

چنانچہ صحاح وغیرہ کی احادیث سے ثابت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا سب زمانوں میں بہتر زمانہ میرا زمانہ ہے، پھر اس کے بعد والا پھر اس کے متصل ③ اے ہاں ایک حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ میری امت کی مثال بارش جیسی ہے نہ معلوم کہ شروع زمانے کی بارش بہتر ہو یا آخر زمانے کی؟ ④ تو یہ حدیث جب کہ اس کی اسناد کو صحت کا حکم دیدیا جائے محمول ہے اس امر پر کہ جس طرح دین کو شروع کے لوگوں کی ضرورت تھی جو اس کی تبلیغ اپنے بعد والوں کو کریں اسی طرح آخر میں بھی اسے قائم رکھنے والوں کی ضرورت ہے جو لوگوں کو سنت رسول پر جمائیں، اس کی روایتیں کریں، اسے لوگوں پر ظاہر کریں۔ لیکن فضیلت اول والوں کی ہی رہے گی۔ ٹھیک اسی طرح جس طرح کھیت کو شروع بارش کی اور آخری بارش کی ضرورت ہوتی ہے لیکن بڑا فائدہ ابتدائی بارش سے ہی ہوتا ہے اس لیے کہ اگر شروع شروع بارش نہ ہو تو دانے اگے ہی نہیں نہ ان کی جڑیں جمیں۔

بے حساب جنت میں جانے والے: اسی لیے حضور ﷺ فرماتے ہیں ایک جماعت میری امت میں سے ہمیشہ حق پر رہ کر

① احمد، ۳۹۱/۲، وسندہ ضعیف، شریک القاضی مدلس وعنن، مجمع الزوائد، ۱/۱۸۔

② صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب الحشر ۶۵۲۸؛ صحیح مسلم، ۲۲۱۔ ③ صحیح بخاری، کتاب فضائل

اصحاب النبی، باب فضائل اصحاب النبی ومن صحب النبی ﷺ، ۳۶۵۰؛ صحیح مسلم، ۲۵۳۵۔

④ احمد، ۳۱۹/۴، وسندہ ضعیف، الحسن البصری لم یسمع من عمار بن یاسر رحمہ اللہ۔

غالب رہے گی، ان کے دشمن ان کو ضرر نہ پہنچاسکیں گے، ان کے مخالف انہیں رسوا اور پست نہ کر سکیں گے۔ یہاں تک کہ قیامت قائم ہو جائے اور وہ اسی طرح ہوں۔ ① الغرض یہ امت باقی تمام امتوں سے افضل و اشرف ہے اور اس میں مقررین رب بہ نسبت اور امتوں کے بہت ہیں اور بہت بڑے مرتبے والے۔ کیونکہ دین کے کامل ہونے اور نبی کے عالی مرتبہ کے لحاظ سے یہ سب بہتر ہیں۔ تو اتر کے ساتھ یہ حدیث ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس امت میں سے ستر ہزار لوگ بغیر حساب کے جنت میں جائیں گے ② اور ہر ہزار کے ساتھ ستر ہزار اور ہوں گے۔ ③ طرانی میں ہے اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تم میں سے ایک بہت بڑی جماعت قیامت کے روز کھڑی کی جائے گی جو اس قدر بڑی اور گنتی میں زائد ہوگی کہ گویا رات آگنیٰ زمین کے تمام کناروں کو گھیر لے گی۔ فرشتے کہنے لگیں گے سب نبیوں کے ساتھ جتنے لوگ آئے ہیں اس سے بہت ہی زیادہ محمد ﷺ کے ساتھ ہیں۔ ④ مناسب مقام یہ ہے کہ بہت بڑی جماعت اگلوں میں سے اور بہت ہی بڑی پچھلوں میں سے والی آیت کی تفسیر کے موقع پر یہ حدیث ذکر کر دی جائے جو حافظ ابو بکر بنیعی رحمہ اللہ نے دلائل نبوت میں وارد کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب صبح کی نماز پڑھتے پاؤں موڑے ہوئے ہی ستر مرتبہ یہ پڑھتے ((سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ اسْتَغْفِرُ اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ تَوَّابٌ)) پھر فرماتے ستر کے بدلے سات سو ہیں۔ جس کے ایک دن کے گناہ سات سو سے بھی بڑھ جائیں وہ بے خبر ہے پھر دوسرے اسی کو فرماتے پھر لوگوں کی طرف منہ کر کے بیٹھتے اور چونکہ حضور ﷺ کو خواب اچھا معلوم تھا اس لیے پوچھتے کہ کیا تم میں سے کسی نے کوئی خواب دیکھا ہے؟

ابن زل رحمہ اللہ کہتے ہیں ایک دن اسی طرح حسب عادت آپ ﷺ نے دریافت فرمایا تو میں نے کہا ہاں یا رسول اللہ! میں نے ایک خواب دیکھا ہے۔ فرمایا اللہ خیر سے ملائے شر سے بچائے ہمارے لیے بہتر بنائے اور ہمارے دشمنوں کے لیے بدتر بنائے ہر قسم کی تعریفوں کا مستحق وہ اللہ ہے جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے اپنا خواب بیان کرو۔ میں نے کہا یا رسول اللہ! میں نے دیکھا کہ ایک راستہ ہے کشادہ آسان نرم اور صاف اور بے شمار لوگ اس راستے میں چلے جا رہے ہیں۔ یہ راستہ جاتے جاتے ایک سرسبز باغ کو نکلتا ہے کہ میری آنکھوں نے ایسا لہلہاتا ہوا ہر ابھر باغ کبھی نہیں دیکھا، پانی ہر سو رواں ہے سبزے سے پنا پڑا ہے انواع و اقسام کے درخت خوشنما پھلے پھولے کھڑے ہیں۔ اب میں نے دیکھا کہ پہلی جماعت جو آئی اور اس باغ کے پاس پہنچی تو انہوں نے اپنی سواریاں تیز کر لیں اور دائیں بائیں نہیں گئے اور تیز رفتاری کے ساتھ یہاں سے گزر گئے۔ پھر دوسری جماعت آئی جو تعداد میں بہت زیادہ تھی، جب یہاں پہنچے تو بعض لوگوں نے تو اپنے جانوروں کو چرانا چکا نا شروع کیا اور بعضوں نے کچھ لے لیا اور چل دیے۔ پھر تو بہت سارے لوگ آئے جب ان کا گزر اس گل و گلزار پر ہوا تو یہ تو پھول گئے اور کہنے لگے یہ سب سے اچھی جگہ ہے۔ گویا میں انہیں دیکھ رہا ہوں کہ وہ دائیں بائیں جھک پڑے۔ میں نے یہ دیکھا لیکن میں آپ تو چلتا ہی رہا جب دور نکل گیا تو میں نے دیکھا کہ ایک منبر سات یڑھیوں کا بچھا ہوا ہے اور آپ اس کے اعلیٰ درجے پر تشریف فرما ہیں اور آپ کی دائیں جانب ایک صاحب ہیں گندم گوں رنگ بھری انگلیوں والے دراز قد، جب وہ کلام کرتے ہیں تو سب خاموشی سے سنتے ہیں اور لوگ اونچے ہو کر توجہ سے ان کی باتیں سنتے ہیں اور آپ کی بائیں طرف ایک شخص ہیں بھرے جسم کے درمیانہ قد کے جن کے چہرہ پر بہ کثرت تل ہیں ان کے بال گویا پانی

① صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب ۲۸، حدیث ۳۶۴۰، ۳۶۴۱؛ صحیح مسلم، ۱۹۲۰، ۱۹۲۴۔

② صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب یدخل الجنة سبعون الفا بغیر حساب ۶۵۴۱، ۶۵۴۲؛ صحیح مسلم، ۲۱۶، ۲۲۰۔

③ ترمذی، کتاب صفة القيامة، باب منه دخول سبعين الف بغیر حساب، ۲۴۳۷؛ ابن ماجہ، ۴۲۸۶؛ وسندہ حسن عن

ابی امامة الباهلی رحمہ اللہ۔ ④ طبرانی، ۳۴۵۵؛ وسندہ ضعیف لانقطاعه، مجمع الزوائد، ۱۰/۴۰۴۔

سے تریں جب وہ بات کرتے ہیں تو ان کے اکرام کی وجہ سے سب لوگ جھک جاتے ہیں۔ پھر اس سے آگے ایک شخص ہیں جو اخلاق و عادات میں اور چہرے نقشے میں بالکل آپ سے مشابہت رکھتے ہیں۔ آپ لوگ سب ان کی طرف پوری توجہ کرتے ہیں اور ان کا ارادہ رکھتے ہیں۔ ان سے آگے ایک دہلی پتلی بڑھیا اونٹنی ہے میں نے دیکھا کہ گویا آپ اسے اٹھا رہے ہیں۔ یہ سن کر حضور ﷺ کا رنگ متغیر ہو گیا۔ تھوڑی دیر میں آپ کی یہ حالت بدل گئی اور آپ ﷺ نے فرمایا سیدھے سچے اور صحیح راستے سے مراد تو وہ دین ہے جسے میں نے لکرا اللہ کی طرف سے آیا ہوں اور جس ہدایت پر تم ہو۔ ہر ابھرا سبز باغ جو تم نے دیکھا ہے وہ دنیا ہے اور اس کی عیش و عشرت کا دل بھانے والا سامان۔ میں اور میرے اصحاب تو اس سے گزر جائیں گے نہ ہم اس میں مشغول ہوں گے نہ وہ ہمیں چھنے گی نہ ہمارا تعلق اس سے ہوگا نہ اس کا تعلق ہم سے۔ نہ ہم اس کی چاہت کریں گے نہ وہ ہمیں لپٹے گی۔ پھر ہمارے بعد دوسری جماعت آئے گی جو ہم سے تعداد میں بہت زیادہ ہوگی۔ ان میں سے بعض تو اس دنیا میں پھنس جائیں گے اور بعض بقدر حاجت لے لیں گے اور چل دیں گے اور نجات پالیں گے۔ پھر ان کے بعد زبردست جماعت آئے گی جو اس دنیا میں بالکل مستغرق ہو جائے گی اور دائیں بائیں جھک جائے گی ﴿لَمَّا لِلَّهِ وَ إِنَّا لِلَّهِ رَاجِعُونَ﴾ اب رہے تم سو تم اپنی سیدھی راہ چلتے رہو گے یہاں تک کہ مجھ سے تمہاری ملاقات ہو جائے گی۔ جس منبر کے آخری ساتویں درجے پر تم نے مجھے دیکھا اس کی تعبیر یہ ہے کہ دنیا کی عمر سات ہزار سال کی ہے میں آخری ہزارویں سال میں ہوں۔ میرے دائیں جس گندی رنگ موٹی تھیلی والے انسان کو تم نے دیکھا وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں جب وہ کلام کرتے ہیں تو لوگ اونچے ہو جاتے ہیں اس لیے کہ انہیں اللہ تعالیٰ سے شرف ہم کلامی حاصل ہو چکا ہے۔ اور جنہیں تم نے میرے بائیں دیکھا جو درمیانہ قد کے بھرے جسم کے بہت سے ٹکوں والے تھے جن کے بال پانی سے تر نظر آتے تھے وہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام ہیں۔ چونکہ ان کا اکرام اللہ تعالیٰ نے کیا ہے ہم سب بھی ان کی بزرگی کرتے ہیں۔ اور جن شیخ کو تم نے بالکل مجھ سے دیکھا ہے وہ ہمارے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں ہم سب ان کا قصد کرتے ہیں اور ان کی اقتدا اور تابعداری کرتے ہیں۔ اور جس اونٹنی کو تم نے دیکھا کہ میں اسے کھڑا کر رہا ہوں اس سے مراد قیامت ہے جو میری امت پر قائم ہوگی۔ نہ میرے بعد کوئی نبی ہے نہ میری امت کے بعد کوئی امت ہے۔ فرماتے ہیں اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے یہ پوچھنا چھوڑ دیا کہ کسی نے خواب دیکھا ہے؟ ہاں اگر کوئی شخص اپنے آپ اپنا خواب بیان کرتا تو حضور ﷺ تعبیر دے دیا کرتے تھے۔ ① ان کے بیٹھنے کے تحت اور آرام کرنے کے پلنگ سونے کے تاروں سے بنے ہوئے ہوں گے جن میں جگہ بہ جگہ موتی نکلے ہوئے ہوں گے دریا قوت جڑے ہوئے ہوں گے۔ یہ فعلیل معنی میں مفعول کے ہے اسی لیے اونٹنی کے پیٹ کے نیچے والے کو وضین کہتے ہیں۔ سب کے منہ آپس میں ایک دوسرے کے سامنے ہوں گے کوئی کسی کی طرف پیٹھ دیے ہوئے نہ ہوگا۔ وہ غلمان ان کی خدمت گزاری میں مشغول ہوں گے جو عمر میں ویسے ہی چھوٹے رہیں گے نہ بڑے ہوں نہ بوڑھے ہوں، نہ ان میں تغیر تبدل آئے ﴿اَنكُوبَ﴾ کہتے ہیں ان کو زود کو جن کی ٹوٹی اور پکڑنے کی چیز نہ ہو۔ اور ﴿اَبَارِئِي﴾ وہ آفتابے جو ٹوٹی اور پکڑے جانے کے قابل ہوں۔ یہ سب شراب کی جاری نہر سے چھلکتے ہوئے ہوں گے جو شراب نہ ختم ہو نہ کم ہو کیونکہ اس میں چشمے بہہ رہے ہیں۔ جام چھلکتے ہوئے ہر وقت اپنے نازک ہاتھوں میں لیے ہوئے یہ گل اندام ساتی ادھر ادھر گشت کر رہے ہوں گے۔ اس شراب سے نہ انہیں درد ہو نہ ان کی عقل زائل ہو بلکہ باوجود پورے سر درد اور کیف کے عقل و حواس اپنی جگہ قائم رہیں گے اور کامل لذت حاصل ہوگی۔ شراب میں چار صفتیں ہیں نشہ سرد دردتے اور پیشاب پس پروردگار عالم نے

① دلائل النبوة للبيهقي، ۳۶/۷ و سندہ موضوع، کتاب المجروحین، ۳۲۹/۱، ۳۳۱، سلیمان بن عطاء یروی عن مسلمة

جنت کی شراب کا ذکر کر کے ان چاروں نقصان کی نفی کر دی کہ وہ شراب ان نقصانات سے پاک ہے۔ پھر قسم قسم کے میوے اور طرح طرح کے پرندوں کے گوشت انہیں ملیں گے۔ جس میوے کو جی چاہے اور جس طرح کے گوشت کی طرف دل کی رغبت ہو موجود ہو جائے گا۔ یہ تمام چیزیں لیے ہوئے ان کے سلیقہ شعار خدام ہر وقت ان کے ارد گرد گھومتے رہیں گے تاکہ جس چیز کی جب کبھی خواہش ہو لے لیں۔

جنت کے میوے: اس آیت میں دلیل ہے کہ آدمی میوے چن چن کر اپنی خواہش کے مطابق کھا سکتا ہے۔ مسند ابویعلیٰ موصلی میں ہے حضرت عکراش بن ذویب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اپنی قوم کے صدقہ کے مال لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ ﷺ مہاجرین و انصار میں تشریف فرما تھے۔ میرے ساتھ زکوٰۃ کے بہت سے اونٹ تھے گویا کہ وہ ریت کے درختوں کے چرائے ہوئے نوجوان اونٹ ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم کون کون؟ میں نے کہا عکراش بن ذویب۔ فرمایا اپنا نسب نامہ دو رتبہ بیان کرو۔ میں نے مرہ بن عبید تک کہہ سنایا اور ساتھ ہی کہا کہ زکوٰۃ مرہ بن عبید کی ہے۔ پس حضور ﷺ مسکرائے اور فرمانے لگے یہ میری قوم کے اونٹ ہیں یہ میری قوم کے صدقہ کا مال ہے۔ پھر حکم دیا کہ صدقہ کے اونٹوں کے نشان ان پر کر دو اور ان کے ساتھ انہیں بھی ملا دو۔ پھر میرا ہاتھ پکڑ کر ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لائے اور فرمایا کچھ کھانے کو ہے؟ جواب ملا کہ ہاں۔ چنانچہ ایک بڑے لگن میں چوری ہوئی روٹی آئی، آپ ﷺ نے اور میں نے کھانا شروع کیا۔ میں ادھر ادھر سے نوالے لینے لگا تو آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ سے میرا داہنا ہاتھ تھام لیا اور فرمایا اے عکراش یہ تو ایک قسم کا کھانا ہے ایک ہی جگہ سے کھاؤ۔ پھر ایک سینی تر کھجوروں کی یا خشک کھجوروں کی آئی۔ میں نے صرف میرے سامنے جو تھیں انہیں کھانا شروع کیا۔ ہاں رسول اللہ ﷺ سینی کے ادھر ادھر سے جہاں سے جو پسند آتی تھی لے لیتے تھے۔ اور مجھ سے بھی فرمایا اے عکراش اس میں ہر طرح کی کھجوریں ہیں جہاں سے چاہو کھاؤ جس قسم کی کھجور چاہو لے لو۔ پھر پانی آیا پس حضور ﷺ نے اپنے ہاتھ دھوئے اور وہی تر ہاتھ اپنے چہرے پر اور دونوں بازوؤں پر اور سر پر تین دفعہ پھیر لیے اور فرمایا اے عکراش یہ وضو ہے اس چیز سے جسے آگ نے متغیر کیا ہو ❶ (ترمذی اور ابن ماجہ)۔ امام ترمذی رحمہ اللہ اسے غریب مانتے ہیں۔

ایک خواب: مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ کو خواب پسند تھا بسا اوقات آپ ﷺ پوچھ لیا کرتے تھے کہ کسی نے خواب دیکھا ہے؟ اگر کوئی ذکر کرتا اور پھر حضور ﷺ اس خواب سے خوش ہوتے تو اسے بہت اچھا لگتا۔ ایک مرتبہ ایک عورت آپ ﷺ کے پاس آئی اور کہا یا رسول اللہ! میں نے آج ایک خواب دیکھا ہے کہ گویا میرے پاس کوئی آیا اور مجھے مدینہ سے لے چلا اور جنت میں پہنچا دیا پھر میں نے ایک دھماکا سنا جس سے جنت میں ہل چل مچ گئی میں نے جو نظر اٹھا کر دیکھا تو فلاں بن فلاں کو دیکھا بارہ شخصوں کے نام لیے انہی بارہ شخصوں کا ایک لشکر بنا کر آنحضرت ﷺ نے کئی دن ہوئے ایک مہم پر روانہ کیا ہوا تھا فرماتی ہیں انہیں لایا گیا۔ یہ اطلس کے کپڑے پہنے ہوئے تھے ان کی رگیں جوش مار رہی تھیں حکم ہوا کہ انہیں نہر بیدخ میں لے جاؤ یا نہر بیدخ کہا جب ان لوگوں نے اس نہر میں غوطہ لگایا تو ان کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکنے لگ گئے پھر ایک سونے کی سینی میں گلدی کھجوریں آئیں جو انہوں نے اپنی حسب منشا کھائیں اور ساتھ ہی ہر طرح کے میوے جو چو طرف پھنے ہوئے تھے جس میوے کو ان کا جی چاہتا تھا لیتے تھے اور کھاتے تھے میں نے بھی ان کے ساتھ شرکت کی اور وہ میوے کھائے۔ مدت کے بعد ایک قاصد آیا اور کہا فلاں فلاں اشخاص جنہیں آپ نے لشکر میں بھیجا تھا شہید ہو گئے، ٹھیک بارہ شخصوں کے نام لیے اور یہ وہی نام تھے جنہیں اس بی بی صاحبہ نے اپنے

❶ ترمذی، کتاب الاطعمة، باب ما جاء فی التسمية علی الطعام، ۱۸۴۸، ابن ماجہ، ۳۲۷۴، وسندہ ضعیف اس کی سند میں علاء بن فضل ضعیف راوی ہے۔

خواب میں دیکھا تھا۔ حضور ﷺ نے ان نیک بخت صحابیہ کو پھر بلوایا اور فرمایا اب اپنا خواب دوبارہ بیان کرو۔ اس نے پھر بیان کیا اور انہی لوگوں کے نام لیے جن کے نام قاصد نے لیے تھے۔ ① طبرانی میں ہے کہ جنتی جس میوے کو درخت سے توڑے گا وہیں اس جیسا اور پھل لگ جائے گا۔ ② مسند احمد میں ہے کہ جنتی پرند بختی اونٹ کے برابر ہیں جو جنت میں چرتے چلتے رہتے ہیں۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ! یہ پرند تو نہایت ہی مزے کے ہوں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ان کے کھانے والے ان سے بھی زیادہ ناز و نعمت والے ہوں گے۔ تین مرتبہ یہی جملہ ارشاد فرمایا، پھر فرمایا مجھے اللہ سے امید ہے کہ اے ابوبکر! تم ان میں سے ہو جو ان پرندوں کا گوشت کھائیں گے۔ ③

طوبیٰ کیا ہے: حافظ ابو عبد اللہ مقدسی کی کتاب صفہ الجنت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے طوبیٰ کا ذکر ہوا۔ پس حضور ﷺ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے دریافت فرمایا کہ جانتے ہو طوبیٰ کیا ہے؟ آپ نے جواب دیا اللہ اور اس کے رسول کو پورا علم ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا جنت کا ایک درخت ہے جس کی طولانی کا علم جز اللہ تعالیٰ کے اور کسی کو نہیں۔ اس کی ایک ایک شاخ تلے تیز سوار ستر ستر سال تک چلا جائے پھر بھی اس کا سایہ ختم نہ ہو۔ اس کے پتے بڑے بڑے چوڑے ہیں ان پر بختی اونٹ کے برابر پرند آ کر بیٹھتے ہیں۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا پھر تو یہ پرند بڑی ہی نعمتوں والے ہوں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ان سے زیادہ نعمتوں والے ان کے کھانے والے ہوں گے اور ان شاء اللہ تم بھی انہی میں سے ہو۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے بھی یہ پچھلا حصہ مروی ہے۔ ابن ابی الدینا میں حدیث ہے کہ حضور ﷺ سے کوثر کی بابت سوال ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا وہ جنتی نہر ہے جو مجھے اللہ عز و جل نے عطا فرمائی ہے۔ دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھا اس کا پانی ہے۔ اس کے کنارے بختی اونٹوں کی گردنوں جیسے پرند ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا وہ پرند تو بڑے مزے میں ہیں۔ آپ نے فرمایا ان کا کھانے والا ان سے زیادہ مزے میں ہے ④ (ترمذی)۔ امام ترمذی رحمہ اللہ اسے حسن کہتے ہیں۔

جنتی پرندے: ابن ابی حاتم میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں جنت میں ایک پرند ہے جس کے ستر ہزار پر ہیں جنتی کے دستر خوان پر وہ آئے گا ہر پر سے اس کے ایک قسم نکلے گی جو دودھ سے زیادہ سفید اور کھن سے زیادہ نرم اور شہد سے زیادہ میٹھی ہے۔ پھر دوسرے پر سے دوسری قسم نکلے گی اسی طرح ہر پر سے ایک دوسرے سے جدا گانہ پھر وہ پرند اڑ جائے گا۔ یہ حدیث بہت ہی غریب ہے۔ ⑤ اور اس کے راوی و صافی اور ان کے استاد دونوں ضعیف ہیں۔ ابن ابی حاتم میں حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جنتی پرند مثل بختی اونٹوں کے ہیں جو جنت کے پھل کھاتے ہیں اور جنت کی نہروں کا پانی پیتے ہیں۔ جنتیوں کا دل جس پرند کے کھانے کو چاہے گا وہ اس کے سامنے آ جائے گا وہ جتنا چاہے گا جس پہلو کا گوشت پسند کرے گا کھائے گا پھر وہ پرند اڑ جائے گا اور جیسا تھا ویسا ہی ہو جائے گا۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جنت کے جس پرند کو چاہے گا وہ بھنا بھنایا تیرے سامنے آ جائے گا۔ ⑥

حور کی دوسری قرأت را کے زیر سے بھی ہے۔ پیش سے تو یہ مطلب ہے کہ جنتوں کے لیے حوریں ہوگی اور زیر سے مطلب =

- ① احمد، ۱۳۵/۳، وسندہ صحیح۔ ② طبرانی، ۱۴۴۹، وسندہ ضعیف، عباد بن منصور ضعیف مدلس، مجمع الزوائد، ۱۰/۴۱۴۔ ③ احمد، ۳/۲۲۱، وسندہ حسن لذاتہ، سیار بن حاتم صدوق حسن الحدیث۔ ④ ترمذی، کتاب صفہ الجنة، باب ماجاء فی صفہ طیر الجنة، ۲۵۴۲، وسندہ حسن، النسائی فی الکبریٰ، ۱۱۷۰۳، احمد، ۳/۲۲۰، حاکم، ۲/۵۳۷۔ ⑤ صفہ الجنة لابی نعیم، ۳۴۰، وسندہ ضعیف جداً اس کی سند میں عطیہ بن سعد العوفی ضعیف راوی ہیں۔ (المیزان، ۳/۷۹، رقم: ۵۶۶۷) ⑥ صفہ الجنة لابی نعیم، ۳۴۱، وسندہ ضعیف جداً الضعفاء للعقیلی، ۱/۲۶۸، اس کی سند میں عبد بن عطاء الأعرج متروک راوی ہے۔ (المیزان، ۱/۶۱۴، رقم: ۲۳۴۰)

وَأَصْحَبُ الْيَمِينِ ۚ مَا أَصْحَبُ الْيَمِينِ ۚ فِي سِدْرٍ مَخْضُودٍ ۚ وَطَلْحٍ مَّنْضُودٍ ۚ
 وَظِلٍّ مَّهْدُودٍ ۚ وَمَاءٍ مَّسْكُوبٍ ۚ وَفَاكِهَةٍ كَثِيرَةٍ ۚ لَا مَقْطُوعَةٍ وَلَا
 مَمْنُوعَةٍ ۚ وَفَرُشٍ مَّرْفُوعَةٍ ۚ إِنَّا أَنْشَأْنَهُمْ إِنْشَاءً ۚ فَجَعَلْنَهُمْ أَبْكَارًا ۚ
 عُرْبًا أَثَرَابًا ۚ لَا أَصْحَبُ الْيَمِينِ ۚ

ترجمہ: اور داہنے ہاتھ والے، کیا ہی اچھے ہیں داہنے ہاتھ والے۔ [۳۷] وہ بغیر کانٹوں کی بیڑیوں، [۳۸] اور تہ بہ تہ کیلوں، [۳۹] اور لمبے لمبے سایوں، [۴۰] اور بہتے ہوئے پانیوں، [۴۱] اور بکثرت پھلوں، [۴۲] جو نہ ختم ہوں نہ روک لیے جائیں، [۴۳] اور اونچے اونچے اور نیچے نیچے فرشوں میں ہوں گے۔ [۴۴] ہم نے ان کی بیڑیوں کو خاص طور پر بنایا ہے، [۴۵] اور ہم نے انہیں کنواریاں کر دی ہیں، [۴۶] وہ محبوبہ اور ہم عمر ہیں، [۴۷] دائیں ہاتھ والوں کے لیے ہیں، [۴۸]

= یہ ہے کہ گویا اگلے اعراب کی مانتی میں یہ اعراب بھی ہیں۔ جیسے ﴿وَأَمْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ وَأَرْجُلُكُمْ﴾ میں زیر کی قرأت ہے اور جیسے کہ ﴿عَلَيْهِمْ نِسَابٌ سُنْدُسٍ خُضْرٍ وَأَسْتَرَقٍ﴾ میں۔ اور یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ غلمان اپنے ساتھ حوریں بھی لیے ہوئے ہوں گے لیکن یہ ان کے محلات میں اور خیموں میں نہ کہ عام طور پر واللہ اعلم۔ یہ حوریں ایسی ہوں گی جیسے تروتازہ سفید صاف موتی ہوں جیسے سورہ طُفَّت میں ہے ﴿كَأَنَّهُنَّ بَيْضٌ مَّكْنُونٌ﴾ سورہ رحمن میں بھی یہ وصف مع تفسیر گزر چکا ہے۔ یہ ان کے نیک اعمال کا صلہ اور بدلہ ہے یعنی یہ تحفے ان کی حسن کارگہاری کا انعام ہے۔ یہ جنت میں لغو بے ہودہ بے معنی خلاف طبع کوئی کلمہ بھی نہ سنیں گے۔ تحارت اور برائی کا ایک لفظ بھی کان میں نہ پڑے گا۔ جیسے اور آیت میں ہے ﴿لَا تَسْمَعُ فِيهَا لَا غِيَةَ﴾ فضول کلامی سے ان کے کان محفوظ رہیں گے نہ کوئی قبیح کلام کان میں پڑے گا۔ ہاں صرف سلامتی بھرے سلام کے کلمات ایک دوسروں کو کہیں گے جیسے اور جگہ ارشاد فرمایا ﴿تَحِيَّاتُهُمْ فِيهَا سَلَامٌ﴾ ان کا تمدن آپس میں ایک دوسرے کو سلام کرنا ہوگا۔ ان کی بات چیت لغویت اور گناہ سے پاک ہوگی۔

نیکوں کا حال: [آیت: ۲۷-۳۸] سابقین کا حال بیان کر کے اب اللہ تعالیٰ ابرار کا حال بیان فرماتا ہے جو سابقین سے کم مرتبہ ہیں۔ ان کا کیا حال ہے اور کیا نتیجہ ہے اسے سنو۔ یہ ان جنتوں میں ہیں جہاں بیری کے درخت ہیں لیکن کانٹوں دار نہیں۔ اور پھل بکثرت اور بہترین ہیں دنیا میں بیری کے درخت زیادہ کانٹوں والے اور کم پھلوں والے ہوتے ہیں۔ جنت کے یہ درخت زیادہ پھلوں والے اور بالکل بے خار ہوں گے۔ پھلوں کے بوجھ سے درخت کے تنے جھکے جاتے ہوں گے۔

جنت کے درخت: حافظ ابو بکر احمد بن سلمان بنجد رحمہ اللہ نے ایک روایت وارد کی ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کہتے ہیں کہ اعرابیوں کا حضور ﷺ کے سامنے آنا اور آپ ﷺ سے مسائل پوچھنا ہمیں بہت نفع دیتا تھا، ایک مرتبہ ایک اعرابی نے آ کر کہا یا رسول اللہ! قرآن میں ایک ایسے درخت کا بھی ذکر ہے جو ایذا دیتا ہے۔ آپ ﷺ نے پوچھا وہ کون سا؟ اس نے کہا بیری کا درخت۔ آپ ﷺ نے فرمایا پھرتو نے اس کے ساتھ ہی لفظ ﴿مَخْضُودٍ﴾ نہیں پڑھا؟ اس کے کانٹے اللہ تعالیٰ نے دور کر دیے ہیں۔ اور ان کے بدلے پھل پیدا کر دیے ہیں۔ ہر ہیری میں بہتر قسم کے ذائقے ہوں گے جن کا رنگ و مزہ مختلف ہوگا۔ یہ روایت دوسری کتابوں میں بھی مروی ہے۔ ①

① ابو بکر النجاد زوائد الزهد لابن المبارك، ۲۶۳، حاکم، ۴۷۶/۲ وسندہ صحیح وصححه الحاكم ووافقه الذهبي۔

اس میں لفظ ﴿طَلَح﴾ کا ہے اور ستر ذائقوں کا بیان ہے۔ ﴿طَلَح﴾ ایک بڑا درخت ہے جو جاز کی سر زمین میں ہوتا ہے یہ کانٹے دار درخت ہے اس میں کانٹے بہت زیادہ ہوتے ہیں۔ چنانچہ ابن جریر میں اس کی شہادت عربی کے ایک شعر سے بھی دی ہے۔ ﴿مَنْصُودٌ﴾ کے معنی تہ بہ تہ پھل والا پھل سے لدا ہوا۔ ان دونوں کا ذکر اس لیے ہوا کہ عرب ان درختوں کی گہری اور میٹھی چھاؤں کو پسند کرتے تھے یہ درخت بظاہر دنیوی درخت جیسا ہوگا لیکن بجائے کانٹوں کے اس میں شیریں پھل ہوں گے۔ جو ہری ﷺ فرماتے ہیں ﴿طَلَح﴾ بھی کہتے ہیں اور طلع بھی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی یہ مروی ہے۔ تو ممکن ہے کہ یہ بھی پیری کی ہی صفت ہو یعنی وہ پیریاں بے خار اور بکثرت پھل دار ہیں واللہ اعلم۔ اور حضرات نے ﴿طَلَح﴾ سے مراد کیلے کا درخت کہا ہے۔ اہل یمن کیلے کو طلع کہتے ہیں اور اہل حجاز موز کہتے ہیں۔ لہے لہے سایوں میں یہ ہوں گے۔ صحیح بخاری میں ہے رسول مقبول ﷺ فرماتے ہیں کہ جنت کے درخت کے سائے تلے تیز سوار سوسال تک چلتا رہے گا لیکن سایہ ختم نہ ہوگا، اگر تم چاہو اس آیت کو پڑھو۔ مسلم میں بھی یہ روایت موجود ہے ① اور مسند احمد میں بھی اور مسند ابویعلیٰ میں بھی مسند اور حدیث میں شک کے ساتھ ہے یعنی ستر یا سو۔ اور یہ بھی ہے کہ یہ شجرة الخلد ہے۔ ② ابن جریر اور ترمذی میں بھی یہ حدیث ہے پس یہ حدیث متواتر اور قطعاً صحیح ہے۔ اس کی اسنادیں بہت ہیں اور اس کے راوی ثقہ ہیں۔ ابن ابی حاتم وغیرہ میں بھی یہ حدیث ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے جب یہ روایت بیان کی اور حضرت کعب بن علقمہ کے کانوں تک پہنچی تو آپ نے فرمایا اس اللہ کی قسم جس نے تورات حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اور قرآن حضرت محمد ﷺ پر اتارا کہ اگر کوئی شخص نو جوان اونٹنی پر سوار ہو کر اس وقت تک چلتا رہے جب تک وہ بڑھیا ہو کر گر جائے تو بھی اس کی انتہا کو نہیں پہنچ سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے اپنے ہاتھ سے بویا ہے اور خود آپ اس میں اپنے پاس کی روح پھونکی ہے۔ اس کی شاخیں جنت کی دیواروں سے باہر نکلی ہوئی ہیں۔ جنت کی تمام نہریں اسی درخت کی جڑ سے نکلتی ہیں۔ ابو حصین کہتے ہیں کہ ایک موضع میں ایک دروازے پر ہم تھے ہمارے ساتھ ابو بصالح اور شقیق جہنی بھی تھے۔ ابو بصالح نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ والی اوپر کی حدیث بیان کی اور کہا کیا تو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو جھٹلاتا ہے؟ اس نے کہا نہیں، انہیں تو نہیں تھے۔ پس یہ قاریوں پر بہت گراں گزرا۔ میں کہتا ہوں اس ثابت صحیح اور مرفوع حدیث کو جو جھٹلائے وہ غلطی پر ہے۔ ترمذی میں ہے جنت کے ہر درخت کا تنا سونے کا ہے۔ ③ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جنت میں ایک درخت ہے جس کے ہر طرف سوسوسال کے راستے تک سایہ پھیلا ہوا ہے۔ جنتی لوگ اس کے نیچے آکر بیٹھتے ہیں اور آپس میں باتیں کرتے ہیں۔ کسی کی دنیوی کھیل تماشے اور دل بہلاوے یاد آتے ہیں تو اسی وقت ایک جنتی ہوا چلتی ہے اور اس درخت میں سے تمام راگ راگنیاں باجے گا جے اور کھیل تماشوں کی آوازیں آنے لگتی ہیں۔ یہ اثر غریب ہے اس کی سند قوی ہے۔ حضرت عمرو بن مسمون رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں یہ سایہ ستر ہزار سال کی طولانی میں ہوگا۔ آپ سے بائج سوسال بھی مروی ہے۔ حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک ہزار سال۔ آپ سے مرفوع حدیث میں ایک سوسال مروی ہے۔ یہ سایہ کتنا ہی نہیں نہ سورج آئے نہ گری ستائے فجر کے طلوع ہونے سے پیشتر کا سماں ہر وقت اس کے نیچے رہتا ہے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جنت میں ہمیشہ وہ وقت رہے گا جو صبح صادق کے بعد سے لے کر آفتاب کے طلوع ہونے کے درمیان درمیان رہتا ہے۔ سایہ کے مضمون کی روایتیں بھی اس سے پہلے گزر چکی ہیں جیسے ﴿نَدْخِلْهُمْ ظِلًّا ظَلِيلًا﴾ اور ﴿اُكْلُهَا ذَانِمٌ وَظِلُّهَا﴾ اور ﴿فِي ظِلِّ

① صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورة الواقعة باب قوله ﴿و ظل مملود﴾؛ ۴۸۸۱؛ صحیح مسلم، ۲۸۲۶؛ احمد، ۴/۱۸۔

② احمد، ۲/۴۵۵ وسندہ ضعیف، ابوالضحاك مجہول الحال ہے۔

③ ترمذی، کتاب صفة الجنة، باب ماجاء فی صفة شجرة الجنة، ۲۵۲۵ وسندہ حسن؛ ابن حبان، ۷۴۱۰۔

وَعُمُونَ) وغیرہ۔ پانی ہوگا بہتا ہوا مگر نہروں کے گڑھے اور کھدی ہوئی زمین نہ ہوگی۔ اس کی پوری تفسیر ﴿فِيهَا الْهَرَمُ مِنْ مَّاءٍ غَيْرِ اِسْنٍ﴾ میں گزر چکی ہے۔ ان کے پاس بکثرت طرح طرح کے لذیذ میوے ہیں جو نہ کسی آنکھ نے دیکھے نہ کسی کان نے سنے نہ کسی انسانی دل پر ان کا وہم و خیال گزرا جیسے اور آیت میں ہے جب وہاں پھلوں سے روزی دیے جائیں گے تو کہیں گے کہ یہ تو ہم پہلے بھی دیے گئے تھے کیونکہ بالکل ہم شکل ہوں گے۔ لیکن جب کھائیں گے تو ذائقہ اور ہی پائیں گے۔ بخاری و مسلم میں سدرۃ المنتہیٰ کے ذکر میں ہے کہ اس کے پتے مثل ہاتھی کے کانوں کے ہوں گے اور پھل مثل ہجر کے بڑے بڑے منکوں کے ہوں گے۔ ① حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی اس حدیث میں جس میں آپ نے سورج کے گہن ہونے کا اور حضور ﷺ کا سورج گہن کی نماز ادا کرنے کا واقعہ تفصیل سے بیان کیا ہے یہ بھی ہے کہ بعد فراغت آپ کے ساتھ کے نمازیوں نے آپ ﷺ سے پوچھا حضور! ہم نے آپ کو اس جگہ آگے بڑھتے اور پیچھے ہٹتے دیکھا کیا بات تھی؟ آپ ﷺ نے فرمایا میں نے جنت دیکھی جنت کے میوے کا خوشہ لینا چاہا اگر میں لے لیتا تو رہتی دنیا تک وہ رہتا اور تم کھاتے رہتے ② ابوعبلی میں ہے کہ ظہر کی فرض نماز پڑھاتے ہوئے حضور ﷺ آگے بڑھ گئے اور ہم بھی۔ پھر آپ ﷺ نے گویا کوئی چیز لینی چاہی۔ پھر پیچھے ہٹ آئے۔ نماز سے فارغ ہو کر حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ حضور! آج تو آپ نے ایسی بات کی جو اس سے پہلے کبھی نہیں کی تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا میرے سامنے جنت لائی گئی اور جو اس میں تردد ناگزیر اور مبزری ہے میں نے اس میں سے ایک انگور کا خوشہ توڑنا چاہا تاکہ لاکر تمہیں دوں پس میرے اور اس کے درمیان پردہ حائل کر دیا گیا، اور اگر میں اسے تمہارے پاس لے آتا تو زمین و آسمان کے درمیان کی کل مخلوق اسے کھاتی رہتی تاہم اس میں ذرا سی بھی کمی نہ آتی۔ اسی کے مثل حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے صحیح مسلم میں بھی مروی ہے۔ ③ مسند امام احمد میں ہے کہ ایک اعرابی نے آکر آنحضرت ﷺ سے حوض کوثر کی بابت سوال کیا اور جنت کا بھی ذکر کیا پوچھا کہ کیا اس میں میوے بھی ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں وہاں طوبی نامی درخت بھی ہے۔ پھر کچھ کہا جو مجھے یاد نہیں۔ پھر پوچھا وہ درخت ہماری زمین کے کس درخت سے مشابہت رکھتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا تیرے ملک کی زمین میں کوئی درخت اس کا ہم شکل نہیں۔ کیا تو شام میں گیا ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ فرمایا شام میں ایک درخت ہوتا ہے جسے جوزہ کہتے ہیں ایک ہی تنہ ہوتا ہے اور اوپر کا حصہ پھیلا ہوا ہوتا ہے وہ البتہ اس کے مشابہ ہے۔ اس نے پوچھا جنتی خوشے کتنے بڑے ہوتے ہیں؟ فرمایا کالا کالو امید نہ بھرتا بھرتا ہے اتنے بڑے۔ وہ کہنے لگا اس درخت کا تنہ کس قدر موٹا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا اگر تو اپنی اونٹنی کے بچے کو چھوڑ دے اور وہ چلتا رہے یہاں تک کہ بوڑھا ہو کر گر پڑے تب بھی اس کے تنے کا چکر پورا نہیں کر سکتا۔ اس نے کہا اس میں انگور بھی لگتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں۔ پوچھا کتنے بڑے۔ آپ ﷺ نے جواب دیا کہ کیا کبھی تیرے باپ نے اپنے ریوڑ میں سے کوئی موٹا تازہ بکرا ذبح کر کے اس کی کھال کھینچ کر تیری ماں کو دے کر کہا ہے کہ اس کا ڈول بنا لو؟ اس نے کہا ہاں۔ فرمایا بس اتنے ہی بڑے بڑے انگور کے دانے ہوتے ہیں۔ اس نے کہا پھر تو ایک دانہ مجھ کو اور میرے گھروالوں کو کافی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا بلکہ ساری برادری کو۔ ④ پھر یہ میوے بھی بیشک والے ہیں نہ کبھی ختم ہوں نہ کبھی ان سے روکا جائے۔ یہ نہیں کہ جاڑے میں ہیں اور گرمیوں میں نہیں یا گرمیوں میں ہیں اور جاڑوں میں ندارد۔ بلکہ یہ

① صحیح بخاری، کتاب مناقب الانصار، باب المعراج ۳۸۸۷، صحیح مسلم، ۱۶۲، ابن حبان، ۷۴۱۵۔

② صحیح بخاری، کتاب الکسوف، باب صلاة الکسوف جماعة ۱۰۵۲، صحیح مسلم، ۹۰۷، ابو داود، ۱۱۸۹، ابن حبان، ۲۸۳۲۔

③ صحیح مسلم، کتاب الکسوف، باب ما عرض علی النبی ﷺ فی صلاة الکسوف، ۹۰۴۔

④ احمد، ۱۸۳/۴، ۱۸۴۰، وسندہ ضعیف، عامر بن زید البکالی وثقہ ابن حبان وحده ویحیی بن ابی کثیر مدلس وعنعن۔

میوے دوام والے اور ہمیشہ ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ جب طلب کریں پالیں اللہ کی قدرت سے ہر وقت وہ موجود رہیں گے بلکہ کسی کانٹے اور کسی شاخ کی بھی آڑ نہ ہوگی نہ دوری ہوگی نہ تکلف اور تکلیف ہوگی بلکہ ادھر پھل توڑا ادھر اس کے قائم مقام دوسرا پھل لگ گیا جیسے کہ اس سے پہلے حدیث میں گزر چکا۔ ان کے فرش بلند و بالا نرم اور گدگدے راحت و آرام دینے والے ہوں گے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں ان کی اونچائی اتنی ہوگی جتنی زمین و آسمان کی یعنی پانچ سو سال کی (ترمذی)۔ یہ حدیث غریب ہے۔

بعض اہل معانی نے کہا ہے کہ مطلب اس حدیث کا یہ ہے کہ فرش کی بلندی درجے کی آسمان وزمین کے برابر ہے یعنی ایک درجہ دوسرے درجے سے اس قدر بلند ہے۔ ہر دو درجوں میں پانچ سو سال کی راہ کا فاصلہ ہے۔ ① پھر یہ بھی خیال رہے کہ یہ روایت صرف رشد بن سعد سے مروی ہے اور وہ ضعیف ہیں۔ یہ روایت ابن جریر ابن ابی حاتم وغیرہ میں بھی ہے۔ حضرت حسن مجتبیٰ سے مروی ہے کہ ان کی اونچائی (۸۰) اسی سال کی ہے۔ اس کے بعد ضمیر لائے جس کا مرجع پہلے مذکور نہیں اس لیے کہ قرینہ موجود ہے۔ بستر کا ذکر آیا جس پر جنتیوں کی بیویاں ہوں گی۔ پس اس کی طرف ضمیر پھیر دی۔ جیسے حضرت سلیمان علیہ السلام کے ذکر میں تَوَارَتْ کالفظ آیا ہے شمس کالفظ اس سے پہلے نہیں پس قرینہ کافی ہے۔ لیکن ابو عبیدہ کہتے ہیں کہ پہلے مذکور ہو چکا ہے ② ﴿وَحُورٌ عِیْنٌ﴾۔

جنت کی حوریں: پس فرماتا ہے کہ ہم نے ان کی بیویوں کو نئی پیدائش میں پیدا کیا ہے اس کے بعد کہ وہ بالکل پھولیں بڑھیا تھیں ہم نے انہیں نوعمر کنواریاں کر کے ایک خاص پیدائش میں پیدا کیا۔ وہ بوجہ اپنی طراوت و ملاحات کے حسن صورت اور جسامت کے خوش خلقی اور حلاوت کے اپنے خاوندوں کی بڑی پیاریاں ہیں۔ بعض کہتے ہیں عُرُبَا کہتے ہیں ناز و کرشمہ والیوں کو۔ حدیث میں ہے کہ یہ وہ عورتیں ہیں جو دنیا میں بڑھیا تھیں اور اب جنت میں گئی ہیں تو انہیں نوعمر وغیرہ کر دیا ہے۔ ③ اور روایت میں ہے کہ خواہ یہ عورتیں کنواری تھیں یا شبیبہ تھیں اللہ ان سب کو ایسی کر دے گا۔ ایک بڑھیا عورت رسول مقبول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہتی ہیں کہ یا رسول اللہ! میرے لیے دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے جنت میں داخل کر دے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اے ام فلاں! جنت میں کوئی بڑھیا نہیں جائے گی۔ وہ روتی ہوئی واپس لوٹیں تو آپ ﷺ نے فرمایا جاؤ انہیں سمجھا دو۔ مطلب یہ ہے کہ جب وہ جنت میں جائیں گی بڑھیا نہ ہوں گی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ہم انہیں نئی پیدائش میں پیدا کریں گے پھر باکرہ کر دیں گے ④ (شمائل ترمذی وغیرہ)۔

طبرانی میں ہے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے کہا یا رسول اللہ! حور عین کی خبر مجھے دیجیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا وہ گورے رنگ کی ہیں بڑی بڑی آنکھوں والی ہیں سخت سیاہ اور بڑے بڑے بالوں والی ہیں جیسے کہ گدھ کا پر۔ میں نے کہا لو مکھنوں کی بابت خبر دیجئے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ان کی صفائی اور جوت مثل اس موتی کے ہے جو سیپ سے ابھی ابھی نکلا ہو جسے کسی کا ہاتھ بھی نہ لگا ہو۔ میں نے کہا ﴿حَسْرَاتٌ حَسَنَاتٌ﴾ کی کیا تفسیر ہے؟ فرمایا خوش خلق خوبصورت۔ میں نے کہا ﴿بَيْضٌ مَّكْحُونٌ﴾ سے کیا مراد ہے؟ فرمایا ان کی نزاکت اور زنی انڈے کی اس جھلی کے مانند ہوگی جو اندر ہوتی ہے۔ میں نے ﴿عُرُبَا اَسْرَابًا﴾ کے معنی دریافت کیے فرمایا اس سے مراد دنیا کی مسلمان جنتی عورتیں ہیں جو بالکل بڑھیا پھولیں تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں نئے سرے سے پیدا کیا اور کنواریاں اور خاوندوں کی چہیتیاں اور خاوندوں سے عشق رکھنے والیاں اور ہم عمر بنادیا۔ میں نے پوچھا یا رسول اللہ! دنیا کی عورتیں افضل ہیں یا

① ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورة الواقعة ۳۲۹۴ وسندہ ضعیف؛ الطبری، ۱۱۸/۲۳ اس کی سند میں رشد بن سعد ضعیف راوی ہے۔ (المیزان، ۴۹/۲ رقم: ۲۷۸۰) وفيه علة اخرى۔ ② الطبری، ۱۱۸/۲۳۔ ③ ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورة الواقعة، ۳۲۹۶ وسندہ ضعیف؛ الطبری، ۱۱۹/۲۳ اس کی سند میں یزید بن ربیع ضعیف راوی ہے۔ (المیزان، ۴۱۸/۴ رقم: ۹۶۶۹) ④ الشمائل، ح ۲۳۹ وسندہ ضعیف مرسل، مبارک بن فضالة مدلس وعنعن۔

حوریں؟ فرمایا دنیا کی عورتیں حوریں سے بہت افضل ہیں۔ جیسے استر سے ابراہیمتر ہوتا ہے۔ میں نے کہا اس افضلیت کی کیا وجہ ہے؟ فرمایا نمازیں روزے اور اللہ تعالیٰ کی عبادتیں۔ اللہ نے ان کے چہرے نور سے ان کے جسم ریشم سے سنوار دیئے ہیں۔ سفید ریشم اور سبز ریشم اور زرد ریشم اور زرد سنہرے زیور بخوردان موتی کے کنگھیاں سونے کی یہ کہتی رہیں گی۔

نَحْنُ الْخَالِدَاتُ فَلَا نَمُوتُ أَبَدًا وَنَحْنُ النَّاعِمَاتُ فَلَا نَأْسُ أَبَدًا
وَنَحْنُ الْمُقِيمَاتُ فَلَا نَطْعُنُ أَبَدًا وَنَحْنُ الرَّاضِيَاتُ فَلَا نَسْخَطُ أَبَدًا

طُوبَى لِمَنْ كُنَّ لَهُ وَكُنَّ لَهَا

یعنی ہم ہمیشہ رہنے والی ہیں کبھی مریں گی نہیں۔ ہم ناز اور نعت والیاں ہیں کہ کبھی مفلس اور بے نعت نہ ہوں گی۔ ہم اقامت کرنے والیاں ہیں کہ کبھی سفر میں نہیں جائیں گی۔ ہم اپنے خاوندوں سے خوش رہنے والیاں ہیں کہ کبھی روٹھیں گی نہیں۔ خوش نصیب ہیں وہ لوگ جن کے لیے ہم ہیں اور خوش نصیب ہیں ہم کہ ان کے لیے ہیں۔ میں نے پوچھا یا رسول اللہ! بعض عورتوں کے دو دو تین تین چار چار خاوند ہو جاتے ہیں اس کے بعد اسے موت آتی ہے۔ مرنے کے بعد اگر یہ جنت میں گئی اور اس کے سب خاوند بھی گئے تو یہ کسے ملے گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا اسے اختیار دیا جائے گا کہ جس کے ساتھ چاہے رہے چنانچہ یہ ان میں سے اسے پسند کرے گی جو اس کے ساتھ بہترین برتاؤ کرتا رہا ہو۔ اللہ تعالیٰ سے کہے گی کہ پروردگار! یہ مجھ سے بہت اچھی بود و باش رکھتا تھا اسی کے نکاح میں مجھے دے۔ اے ام سلمہ! حسن خلق دنیا اور آخرت کی بھلائوں کو لیے ہوئے ہے۔ ① صور کی مشہور مطول حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ تمام مسلمانوں کو جنت میں لے جانے کی سفارش کریں گے جس پر اللہ تعالیٰ فرمائے گا میں نے آپ کی شفاعت قبول کی اور آپ کو انہیں جنت میں پہنچانے کی اجازت دی۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں پھر میں انہیں جنت میں لے جاؤں گا، اللہ کی قسم تم جس قدر اپنے گھر یا ر اور اپنی بیویوں سے واقف ہو اس سے بہت زیادہ اہل جنت اپنے گھروں اور بیویوں سے واقف ہوں گے پس ایک ایک جنتی کی بہتر بہتر بیویاں ہوں گی۔ جو اللہ کی بنائی ہوئی ہیں اور دو دو بیویاں عورتوں میں سے ہوں گی کہ انہیں بوجہ اپنی عبادت کے ان سب عورتوں پر فضیلت حاصل ہوگی۔ جنتی ان میں سے ایک کے پاس جائے گا یہ اس بالا خانے میں ہوگی جو یاقوت کا بنا ہوا ہوگا اس پتنگ پر ہوگی جو سونے کے تاروں سے بنا ہوا ہوگا اور جڑاؤ جڑا ہوا ہوگا۔ ستر جوڑے پہنے ہوئے ہوگی جو سب باریک اور سبز جھیلے خالص ریشم کے ہوں گے یہ بیوی اس قدر نازک نورانی ہوگی کہ اس کی کمر پر ہاتھ رکھ کر سینے کی طرف سے دیکھے گا تو صاف نظر آ جائے گا، کپڑے گوشت ہڈی کوئی چیز روک نہ ہوگی۔ اس قدر اس کا پنڈا صاف اور آئینہ نما ہوگا جس طرح مردارید میں سوراخ کر کے ڈورا ڈال دیں تو وہ ڈورا باہر سے نظر آتا ہے اسی طرح اس کی پنڈلی کا گودا نظر آئے گا۔ ایسا ہی نورانی بدن اس جنتی کا بھی ہوگا۔ الغرض یہ اس کا آئینہ ہو گی اور وہ اس کا۔ یہ اس کے ساتھ عیش و عشرت میں مشغول ہوگا نہ یہ تھکے نہ وہ نہ اس کا دل بھرے نہ اس کا۔ جب کبھی نزدیکی کرے گا تو کنواری پائے گا نہ اس کا عضو سست ہو نہ اسے گراں گزرے مگر خاص پانی وہاں نہ ہوگا جس سے گھن آئے۔ یہ یوں ہی مشغول ہوگا جو کان میں ندا آئے گی کہ یہ تو ہمیں خوب معلوم ہے کہ نہ آپ کا دل ان سے بھرے گا نہ ان کا آپ سے مگر آپ کی دوسری بیوی بھی ہیں۔ اب یہ یہاں سے باہر آئے گا اور ایک ایک کے پاس جائے گا جس کے پاس جائے گا اسے دیکھ کر بے ساختہ اس کے منہ سے نکل جائے گا کہ رب کی قسم تجھ سے بہتر جنت میں کوئی چیز نہیں نہ میری محبت کسی سے تجھ سے زیادہ ہے۔ ②

① الطبرانی، ۱۹۳۱۳ وسندہ ضعیف؛ مجمع الزوائد، ۷/ ۱۹۱۔ ثانی کہتے ہیں اس کی سند میں سلیمان بن ابی کریمہ ضعیف راوی ہے اور دوسری علتیں بھی ہیں۔ ② البعث للبیہقی، ۶۶۹ وسندہ ضعیف، اسماعیل بن رافع ضعیف وفی السند علتہ اخری۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھتے ہیں کہ یا رسول اللہ! کیا جنت میں جنتی لوگ جماع بھی کریں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا یا تم سے ہے اس اللہ کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے خوب اچھی طرح بہترین طریق پر۔ جب الگ ہوگا وہ اسی وقت پھر پاک صاف اچھوتی باکرہ بن جائے گی۔ ① حضور ﷺ فرماتے ہیں مومن کو جنت میں اتنی اتنی عورتوں کے پاس جانے کی قوت عطا کی جائے گی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے پوچھا حضور! کیا اتنی طاقت رکھے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا ایک سو آدمیوں کے برابر اسے قوت ملے گی۔ ② طبرانی کی حدیث میں ہے ایک ایک سو کنواریوں کے پاس ایک ایک دن میں ہو آئے گا۔ ③ حافظ عبد اللہ مقدسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں میرے نزدیک یہ حدیث شرط صحیح پر ہے واللہ اعلم۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما عربی کی تفسیر میں فرماتے ہیں یہ اپنے خاوندوں کی محبوبہ ہوں گی یہ اپنے خاوندوں کی عاشق اور خاوندان کے عاشق۔ عکرمہ رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ اس کا معنی ناز و کرشمہ والی ہے۔ اور سند سے مروی ہے کہ معنی نزاکت والی ہے۔ تمیم بن حذلم کہتے ہیں عرب اس عورت کو کہتے ہیں جو اپنے خاوند کا دل مٹھی میں رکھے۔ زید بن اسلم وغیرہ سے مروی ہے کہ مراد خوش کلام ہے اپنی باتوں سے اپنے خاوندوں کا دل موہ لیتی ہیں۔ جب کچھ بولیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ پھول جھڑتے ہیں اور نور برستا ہے۔ ابن ابی حاتم میں ہے کہ انہیں عرب اس لیے کہا گیا ہے کہ ان کی بول چال عربی زبان میں ہوگی۔ ④ اتراب کے معنی ہیں ہم عمر یعنی تینتیس برس کی۔ اور معنی ہیں کہ خاوند کی اور ان کی طبیعت، خلق، بالکل یکساں ہے جس سے وہ خوش یہ خوش، جو اسے ناپسند اسے بھی ناپسند۔ یہ معنی بھی بیان کیے گئے ہیں کہ آپس میں ان میں بیزبانی، سو تیاؤ، حسد اور رشک نہ ہوگا۔ یہ سب آپس میں بھی ہم عمر ہوں گی تاکہ بے تکلفی سے ایک دوسری سے ملیں جلس بھیلیں کو دیں۔ ترمذی کی حدیث میں ہے کہ یہ جنتی حوریں ایک روح افزا باغ میں جمع ہو کر نہایت پیارے گلے سے گانا گائیں گی کہ ایسی سریلی اور رسلی آواز مخلوق نے کبھی نہ سنی ہوگی۔ ان کا گانا وہی ہوگا جو اوپر بیان ہوا۔ ابو یعلیٰ میں ہے ان کے گانے میں یہ بھی ہوگا۔

نَحْنُ خَوَاصَاتُ حَسَنَاتٍ خَيْرُنَا لِأَزْوَاجِ كِرَامٍ

ہم پاک صاف خوش وضع خوب صورت عورتیں ہیں جو بزرگ اور ذی عزت شوہروں کے لیے چھپا کر رکھی گئی تھیں۔ ⑤ اور روایت میں خیرات کے بدلے جسوار کا لفظ آیا ہے پھر فرمایا یہ اصحاب یمن کے لیے پیدا کی گئی ہیں اور ان ہی کے لیے محفوظ و مصون رکھی گئی تھیں۔ لیکن زیادہ ظاہر یہ ہے کہ یہ متعلق ہے ﴿أَنَا أَنْشَأْنَهُنَّ﴾ الخ کے۔ یعنی ہم نے انہیں ان کے لیے بنایا ہے۔

حضرت ابوسلیمان دارانی رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ میں نے ایک رات تہجد کی نماز کے بعد دعا مانگی شروع کی چونکہ سخت سردی تھی بڑے زور کا پالا پڑ رہا تھا۔ ہاتھ اٹھائے نہیں جاتے تھے اس لیے میں نے ایک ہی ہاتھ سے دعا مانگی اور اسی حالت میں دعا مانگتے مانگتے مجھے نیند آ گئی۔ خواب میں میں نے ایک حور کو دیکھا کہ اس جیسی خوب صورت نوارنی شکل کبھی میری نگاہ سے نہیں گزری اس نے مجھ سے

① عبد اللہ بن وہب و سندہ حسن۔ ② ترمذی، کتاب صفة الجنة، باب ما جاء فی صفة جماع اهل الجنة ۲۵۳۶ و هو

حدیث حسن؛ مسند الطیالسی، ۲۰۱۲۔ ③ المعجم الأوسط للطبرانی، ۵۲۶۳ و سندہ ضعیف، هشام بن حسان مدلس و عنین و محمد بن احمد بن هشام البغدادی مجهول الحال لم اجد من وثقة ④ یہ روایت منقطع یعنی ضعیف ہے۔

⑤ ترمذی، کتاب صفة الجنة، باب ما جاء فی کلام للمحور العین ۲۵۶۴ و سندہ ضعیف اس کی سند میں عبدالرحمن بن اسحاق ضعیف (المیزان، ۵۴۸/۲، رقم: ۴۸۱۲) اور اس کا شیخ نعمان بن سعد مجهول راوی ہے۔

کہا اے ابوسلیمان! ایک ہی ہاتھ سے دعا مانگتے گئے اور یہ خیال نہیں کہ پانچ سو سال سے اللہ تعالیٰ مجھے تمہارے لیے اپنی خاص نعمتوں میں پرورش کر رہا ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ لام متعلق ﴿اَنْزَلْنَا﴾ کے ہو یعنی ان کی ہم عمر ہوں گی جیسے کہ بخاری و مسلم وغیرہ کی حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں پہلی جماعت جو جنت میں جائے گی ان کے چہرے چودھویں رات جیسے روشن ہوں گے۔ ان کے بعد والی جماعت کے چہرے بہت چمک دار ستارے جیسے روشن چہرے ہوں گے یہ پاخانے پیشاب تھوک رینٹ سے پاک ہوں گے ان کی کنگھیاں سونے کی ہوں گی ان کے پسینے مشک کی خوشبودار ہوں گے ان کی انگوٹھیاں لؤلؤ کی ہوں گی ان کی بیویاں حور عین ہوں گی ان سب کے اخلاق مثل ایک ہی شخص کے ہوں گے۔ یہ سب اپنے باپ حضرت آدم علیہ السلام کی شکل پر ساٹھ ہاتھ کے لمبے قد کے ہوں گے۔ ① طبرانی میں ہے کہ اہل جنت بے بال اور بے ریش گورے رنگ والے خوش خلق اور خوبصورت سرنگیں آنکھوں والے تینتیس برس کے عمر کے ساٹھ ہاتھ لمبے اور سات ہاتھ چوڑے چمکے مضبوط بدن والے ہوں گے۔ اس کا کچھ حصہ ترمذی میں بھی مروی ہے۔ ② اور حدیث میں ہے کہ گو کسی عمر میں انتقال ہوا ہو دخول جنت کے وقت تینتیس سالہ عمر کے ہوں گے اور اسی عمر میں ہمیشہ رہیں گے۔ اسی طرح جہنمی بھی ③ (ترمذی)۔ اور روایت میں ہے کہ ان کے قد ساٹھ ہاتھ فرشتے کے ہاتھ کے اعتبار سے ہوں گے۔ قد آدم حسن یوسف عمر عیسیٰ علیہ السلام یعنی تینتیس سال اور زبان محمد ﷺ یعنی عربی بولنے والے ہوں گے۔ بے بال کے اور سرنگیں آنکھوں والے ④ (ابن ابی الدنیا)۔

اور روایت میں ہے کہ دخول جنت کے ساتھ ہی انہیں ایک جنتی درخت کے پاس لایا جائے گا اور وہاں انہیں کپڑے پہنائے جائیں گے ان کے کپڑے نہ گلے نہ سڑیں نہ پرانے ہوں نہ میلے ہوں ان کی جوانی نہ ڈھلے نہ جائے نہ فنا ہو۔ ⑤ اصحاب یمین اگلوں میں سے بھی بہت ہیں اور پچھلوں میں سے بھی بہت ہیں۔ ابن ابی حاتم میں ہے حضور ﷺ نے اپنے اصحاب سے فرمایا میرے سامنے انبیاء مع اپنے تابعدار امتیوں کے پیش ہوئے بعض نبی گزرتے تھے اور بعض نبی کے ساتھ ایک جماعت ہوتی تھی اور بعض نبی کے ساتھ صرف تین آدمی ہوتے تھے اور بعض کے ساتھ ایک بھی نہ تھا۔ راوی حدیث حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے اتنا بیان فرما کر یہ آیت پڑھی ﴿الْبَسَ مِنْكُمْ رَجُلٌ وَرَجُلٌ﴾ کیا تم میں سے ایک بھی رشد سمجھ والا نہیں؟ یہاں تک کہ حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام گزرے جو بنی اسرائیل کی ایک بڑی جماعت ساتھ لیے ہوئے تھے۔ میں نے پوچھا پروردگار یہ کون ہیں؟ جواب ملا یہ تمہارے بھائی موسیٰ بن عمران علیہ السلام ہیں اور ان کے ساتھ ان کی تابعداری کرنے والی امت ہے۔ میں نے پوچھا اے اللہ پھر میری امت کہاں ہے؟ فرمایا اپنی دہنی جانب نیچے کی طرف دیکھو۔ میں نے دیکھا تو بہت بڑی جماعت نظر آئی لوگوں کے بکثرت چہرے دیکھ رہے تھے۔ پھر مجھ سے پوچھا کہو اب تو خوش ہو؟ میں نے کہا ہاں اے اللہ میں خوش ہوں۔ مجھ سے پھر فرمایا اب اپنی دائیں جانب کناروں کی طرف دیکھو میں نے دیکھا تو وہاں بے شمار لوگ تھے پھر مجھ سے پوچھا اب تو راضی ہو گئے؟ میں نے کہا ہاں میرے رب میں راضی ہوں۔ =

① صحیح بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب خلق آدم وذریئہ، ۳۳۲۷، صحیح مسلم، ۲۸۳۴۔

② ترمذی، کتاب صفة الجنة، باب ماجاء فی سن اهل الجنة، ۲۵۴۵، وهو حدیث صحیح؛ احمد، ۲/۲۹۵۔

③ ترمذی، کتاب صفة الجنة، باب ماجاء ما لاذنی اهل الجنة من الکرامة، ۲۵۶۲، وسندہ ضعیف، الزہد لابن المبارك، ۴۲۲۔

اس کی سند میں دراج راوی ہے جس کی ابو الہیثم سے روایت ضعیف ہوئی ہے۔ (التقریب، ۱/۲۳۵ رقم: ۵۴)

④ وسندہ ضعیف اس کی سند میں رواہ بن جراح ضعیف راوی ہے۔ (المیزان، ۲/۵۵ رقم: ۲۷۹۵) وفيہ علة اخرى۔

⑤ حلیۃ الاولیاء، ۳/۵۶، وسندہ ضعیف، ہارون بن رباب کا سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت نہیں ہے۔ المعجم الصغیر للطبرانی، ۱۴/۲۔

ثَلَاثَةٌ مِنَ الْأَوَّلِينَ ۖ وَثَلَاثَةٌ مِنَ الْآخِرِينَ ۖ وَأَصْحَابُ الشِّمَالِ ۖ مَا أَصْحَابُ

الشِّمَالِ ۖ فِي سَمُومٍ وَحَمِيمٍ ۖ وَظِلٍّ مِّنْ يَّحْمُومٍ ۖ لَا بَارِدٍ وَلَا كَرِيمٍ ۖ إِنَّهُمْ كَانُوا

قَبْلَ ذَلِكَ مُتْرَفِينَ ۖ وَكَانُوا يُصِرُّونَ عَلَى الْحِنثِ الْعَظِيمِ ۖ وَكَانُوا يَقُولُونَ ۖ

ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوثُونَ ۖ أَوْ أَبَاؤُنَا الْأَوَّلُونَ ۖ قُلْ إِنَّ

الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ ۖ لَمَجْمُوعُونَ ۖ إِلَىٰ مِيقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُومٍ ۖ ثُمَّ إِنَّكُمْ أَيْهَا

الضَّالُّونَ الْمُكَذِّبُونَ ۖ لَا يَكُونُ مِنْ شَجَرٍ مِّنْ زَقُّومٍ ۖ فَمَالِئُونَ مِنْهَا الْبُطُونَ ۖ

فَشَرِبُونَ عَلَيْهِ مِنَ الْحَمِيمِ ۖ فَشَرِبُونَ شُرْبَ الْهَيْمِ ۖ هَذَا نَزْلُهُمْ يَوْمَ الدِّينِ ۖ

ترجمہ: جم غفیر ہے انہوں میں سے، [۳۹] اور بہت بڑی جماعت ہے پچھلوں میں سے۔ [۴۰] اور بائیں ہاتھ والے کیا ہیں بائیں ہاتھ والے؟ [۴۱] گرم ہوا اور گرم پانی میں۔ [۴۲] اور سیاہ دھوئیں کے سائے میں، [۴۳] جو نہ ٹھنڈا ہے نہ عزت والا، [۴۴] بے شک یہ لوگ اس سے پہلے بہت نازوں میں پلے ہوئے تھے، [۴۵] اور بڑے بڑے گناہوں پر مداومت کرتے تھے اور کہتے تھے، [۴۶] کہ کیا جب ہم مر جائیں گے اور مٹی اور ہڈی ہو جائیں گے تو کیا ہم پھر دوبارہ کھڑے کیے جائیں گے؟ [۴۷] اور کیا ہمارے اگلے باپ دادا بھی؟ [۴۸] تو کہہ دے کہ یقیناً سب اگلے اور پچھلے، [۴۹] البتہ یہ جمع کیے جائیں گے ایک مقرر دن کے وقت، [۵۰] پھر تم اے گمراہو جھٹلانے والو، [۵۱] البتہ کھانے والے ہو درخت تھوڑا، [۵۲] اور اسی سے پیٹ بھرنے والے ہو، [۵۳] پھر اس پر گرم کھولنا پانی پینے والے ہو، [۵۴] پھر پینے والے بھی پیا سے اونٹوں کی طرح، [۵۵] قیامت کے دن ان کی مہمانی یہ ہے۔ [۵۶]

= اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور سنو ان کے ساتھ ستر ہزار اور لوگ ہیں جو بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے۔ یہ سن کر حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے یہ قبیلہ بنی اسد سے محسن کے لڑکے تھے۔ بدر کی لڑائی میں موجود تھے۔ عرض کی کہ یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ سے دعا کیجیے کہ مجھے بھی انہیں میں سے کرے۔ آپ ﷺ نے دعا کی۔ پھر ایک اور شخص کھڑے ہوئے اور کہا یا نبی اللہ! میرے لیے بھی دعا کیجیے آپ ﷺ نے فرمایا عکاشہ تجھ پر سبقت کر گئے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا لوگو! تم پر میرے ماں باپ فدا ہوں اگر تم سے ہو سکے تو تم ان ستر ہزار میں سے بنو جو بے حساب جنت میں جائیں گے ورنہ کم سے کم دائیں جانب والوں میں سے ہو جاؤ اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو کناروں والوں میں سے ہو جاؤ۔ میں نے اکثر لوگوں کو دیکھا ہے کہ اپنے حال میں ہی لٹک جاتے ہیں۔ پھر فرمایا مجھے امید ہے کہ تمام اہل جنت کی چوتھائی تعداد صرف تمہاری ہی ہوگی۔ پس ہم نے تکبیر کہی پھر فرمایا بلکہ مجھے امید ہے کہ تم تمام جنت کی تہائی والے ہو گے ہم نے پھر تکبیر کہی۔ فرمایا اور سنو! تم آدھوں آدھ اہل جنت کے ہو گے۔ ہم نے پھر تکبیر کہی۔ اس کے بعد حضور ﷺ نے اسی آیت ﴿ثَلَاثَةٌ مِنَ الْأَوَّلِينَ ۖ وَثَلَاثَةٌ مِنَ الْآخِرِينَ﴾ کی تلاوت کی۔ اب ہم میں آپس میں مذاکرہ شروع ہو گیا کہ یہ ستر ہزار کون لوگ ہوں گے؟ پھر ہم نے کہا وہ لوگ جو اسلام میں ہی پیدا ہوئے اور شرک کیا ہی نہیں! پس حضور ﷺ نے فرمایا بلکہ یہ

وہ لوگ ہیں جو داغ نہیں لگواتے اور جھاڑ پھونک نہیں کرواتے اور قال نہیں لیتے اور اپنے رب پر بھروسہ رکھتے ہیں۔ ① یہ حدیث بہت سی سندوں سے صحابہ رضی اللہ عنہم کی روایت سے بہت سی کتابوں میں صحت کے ساتھ مروی ہے۔ ② ابن جریر میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس آیت میں پہلوں پچھلوں سے مراد میری امت کے اگلے پچھلے ہی ہیں۔ ③

دوزخیوں کی سزا: [آیت: ۳۹-۵۶] اصحاب یمین کا ذکر کرنے کے بعد اصحاب شمال کا ذکر ہو رہا ہے۔ فرماتا ہے ان کا کیا حال ہے؟ یہ کس عذاب میں ہیں؟ پھر ان عذابوں کا ذکر فرماتا ہے کہ یہ گرم ہوا کے تھپڑوں اور کھولتے ہوئے گرم پانی میں ہیں اور دھوئیں کے سخت سیاہ سائے میں۔ جیسے اور جگہ ﴿انْطَلِقُوا إِلَى مَا كُنتُمْ بِهِ﴾ سے ﴿لِلْمُكَذِّبِينَ﴾ تک فرمایا ہے یعنی اس دوزخ کی طرف چلو جسے تم جھٹلاتے تھے۔ چلو تین شاخوں والے سایہ کی طرف جو نہ گھٹا ہے نہ آگ کے شعلے سے بچا سکتا ہے۔ وہ دوزخ محل کی اونچائی کے برابر چنگاریاں پھینکتی ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا وہ زرد اونٹنیاں ہیں۔ آج تکذب کرنے والوں کی خرابی ہے۔ اسی طرح یہاں بھی فرمان ہے کہ یہ لوگ جن کے بائیں ہاتھ میں عمل نامہ دیا گیا ہے یہ سخت سیاہ دھوئیں میں ہوں گے جو نہ جسم کو اچھا لگے نہ آنکھوں کو بھلا معلوم ہو۔ یہ عرب کا محاورہ ہے کہ جس چیز کی زیادہ برائیاں بیان کرنی ہوں وہاں اس کا ہر ایک برا وصف بیان کر کے اس کے بعد ﴿وَلَا تَكْرِهْ﴾ کہہ دیتے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے کہ یہ لوگ ان سزاؤں کے مستحق اس لیے ہوئے کہ دنیا میں جو ربانی نعمتیں انہیں ملی تھیں ان میں یہ مست ہو گئے رسولوں کی باتوں کی طرف نظر بھی نہ اٹھائی۔ نذکاریوں میں پڑ گئے اور پھر توبہ کی طرف دلی توجہ بھی نہ رہی۔ ﴿حَسْبُ عَظِيمٍ﴾ سے مراد بقول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کفر وشرک ہے۔ بعض کہتے ہیں جھوٹی قسم ہے۔ پھر ان کا ایک اور عیب بیان ہو رہا ہے کہ یہ قیامت کا ہونا بھی محال جانتے تھے اس کی تکذیب کرتے تھے اور عقلی استدلال پیش کرتے تھے کہ مر کر مٹی میں مل کر پھر بھی کہیں کوئی جی سکتا ہے؟ انہیں جواب مل رہا ہے کہ کل اولاد آدم قیامت کے دن نئی زندگی میں پیدا ہو کر اور ایک میدان میں جمع ہوگی۔ ایک وجود ایسا نہ ہوگا جو دنیا میں آیا ہو اور یہاں نہ ہو۔ جیسے اور جگہ ہے اس دن سب جمع کر دیے جائیں گے یہ حاضر باشی کا دن ہے تمہیں دنیا میں چند روز مہلت ہے قیامت کے دن کون ہے جو اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر لب بھی ہلا سکے۔ انسان دو قسم پر تقسیم کر دیے جائیں گے۔ نیک الگ اور بد علیحدہ۔ وقت قیامت محدود اور مقرر ہے کی زیادتی تقدیم تاخیر اس میں بالکل نہ ہو گی۔ پھر تم اے گمراہو اور جھٹلانے والو! قوم کے درخت کھلوائے جاؤ گے انہیں سے پیٹ بوجھل کرو گے کیونکہ جبراً وہ تمہارے حلق میں ٹھونسا جائے گا، پھر اس پر کھولتا ہوا گرم پانی تمہیں پینا پڑے گا اور وہ بھی اس طرح جیسے پیاسا اونٹ پی رہا ہو۔ ﴿ہیم﴾ جمع ہے اس کا واحد ﴿ہیم﴾ ہے اور مؤنث ﴿ہیما﴾ ہے ﴿ہانم﴾ اور ﴿ہانمہ﴾ بھی کہا جاتا ہے سخت پیاس والے اونٹ کو کہتے ہیں جسے پیاس کی بیماری ہوتی ہے۔ پانی چوستا رہتا ہے لیکن سیرابی نہیں ہوتی اور نہ اس بیماری سے اونٹ جانبر ہوتا ہے۔ اسی طرح یہ جہنمی جبراً سخت گرم پانی پلائے جائیں گے جو خود ایک بدترین عذاب ہوگا بھلا اس سے پیاس کیا رکتی؟ حضرت خالد بن معدان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک ہی سانس میں پانی پینا یہ بھی پیاس والے اونٹ کا سا پینا ہے اس لیے مکروہ ہے۔ پھر فرمایا ان مجرموں کی ضیافت آج جزا کے دن یہی ہے جیسے متیقن کے بارے میں اور جگہ ارشاد ہے کہ ان کی مہمانداری جنت الفردوس ہے۔

① ابن ابی حاتم، احمد، ۱/ ۲۲۰ و سندہ ضعیف، قتادہ مدلس و عنعن و فیہ علل اخری، مسند ابی یعلیٰ، ۵۳۳۹ وغیرہ میں قتادہ سے الفاظ کی کمی بیشی کے ساتھ موجود ہے۔ ② صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب یدخل الجنة سبعون الفا بغیر حساب، ۶۵۴۱، صحیح مسلم، ۲۱۸۔ ③ الطبری، ۳۳۴۴۵، وسندہ ضعیف جداً، ابان بن ابی عیاش متروک۔

نَحْنُ خَلَقْنَكُمْ فَلَوْلَا تَصَدَّقُونَ ﴿۵۸﴾ أَفَرَأَيْتُمْ مَا تُمْنُونَ ﴿۵۹﴾ أَأَنْتُمْ تَخْلُقُونَهُ أَمْ

نَحْنُ الْخَالِقُونَ ﴿۶۰﴾ نَحْنُ قَدَرْنَا بَيْنَكُمْ الْمَوْتَ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوقِينَ ﴿۶۱﴾ عَلَىٰ أَنْ

تُبَدِّلَ أَمْثَالَكُمْ وَنُنْشِئَكُمْ فِي مَا لَا تَعْلَمُونَ ﴿۶۲﴾ وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ النَّشْأَةَ الْأُولَىٰ

فَلَوْلَا تَذَكَّرُونَ ﴿۶۳﴾

ترجمہ: ہمیں نے تم سب کو پیدا کیا ہے پھر تم کیوں باور نہیں کرتے؟ ﴿۵۸﴾ اچھا پھر یہ تو بتلاؤ کہ جو پانی تم نکالتے ہو، ﴿۵۹﴾ کیا اس کا انسان تم بناتے ہو یا پیدا کرنے والے ہمیں ہیں، ﴿۶۰﴾ ہمیں نے تم میں موت کو متعین کر دیا ہے اور ہم اس سے ہارے ہوئے نہیں ہیں، ﴿۶۱﴾ کہ تمہاری جگہ تو تم جیسے اور پیدا کر دیں اور تمہیں نئے سرے سے اس عالم میں پیدا کریں جس سے تم بالکل بے خبر ہو، ﴿۶۲﴾ تمہیں یقینی طور پر پہلی دفعہ کی پیدائش تو معلوم ہی ہے پھر کیوں عبرت حاصل نہیں کرتے؟ ﴿۶۳﴾

انسان کی پیدائش اللہ کی قدرت ہے: [آیت: ۵۷-۶۲] اللہ تعالیٰ قیامت کے منکرین کو لا جواب کرنے کے لیے قیامت کے قائم ہونے کی اور لوگوں کے دوبارہ جی اٹھنے کی دلیل دے رہا ہے، فرماتا ہے کہ جب ہم نے پہلی مرتبہ جب کہ تم کچھ نہ تھے تمہیں پیدا کر دیا تو اب فنا ہونے کے بعد جب کہ کچھ نہ کچھ تو تم رہو گے ہی، تمہیں دوبارہ پیدا کرنا ہم پر کیا گراں ہوگا؟ جب ابتدائی اور پہلی پیدائش کو مانتے ہو تو پھر دوسری مرتبہ کے پیدا ہونے سے کیوں انکار کرتے ہو؟ دیکھو انسان کے خاص پانی کے قطرے تو عورت کے بچہ دان میں پہنچ جاتے ہیں اتنا کام تو تمہارا تھا لیکن اب ان قطروں کو بصورت انسان پیدا کرنا یہ کس کا کام ہے؟ ظاہر ہے کہ تمہارا اس میں کوئی دخل نہیں کوئی ہاتھ نہیں کوئی قدرت نہیں کوئی تدبیر نہیں۔ پیدا کرنا یہ صفت صرف خالق کل اللہ کی ہی ہے۔ پھر ٹھیک اسی طرح مار ڈالنے پر بھی وہی قادر ہے کل آسمان وزمین والوں کی موت کا متصرف بھی اللہ ہی ہے بھلا اتنی بڑی قدرتوں کا مالک کیا نہیں کر سکتا کہ قیامت کے دن تمہاری پیدائش میں تبدیل کر کے جس صفت اور جس حال میں چاہے تمہیں از سر نو پیدا کر دے۔ پس جب کہ جانتے ہو مانتے ہو کہ ابتدائے آفرینش اسی نے کی ہے اور عقل باور کرتی ہے کہ پہلی پیدائش دوسری پیدائش سے مشکل ہے پھر دوسری پیدائش کا انکار کیوں کرتے ہو؟ یہی اور جگہ ہے ﴿وَهُوَ الَّذِي يَبْدُؤُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ وَهُوَ أَهْوَنُ عَلَيْهِ﴾ اللہ ہی نے پہلی مرتبہ پیدا کیا ہے اور وہی دوبارہ دہرائے گا اور یہ اس پر بہت ہی آسان ہے۔ سورہ یس میں ہے ﴿أَوَلَمْ يَرَ الْإِنْسَانُ﴾ سے ﴿عَلِيمٌ﴾ تک ارشاد فرمایا، یعنی ہم انسان کو نطفے سے پیدا کرتے ہیں پھر وہ حجت بازیاں کرنے لگتا ہے اور ہمارے سامنے مثالیں بیان کرنے لگتا ہے اور کہتا پھر تا ہے ان بوسیدہ گلی سڑی ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا؟ تم اے نبی! ہماری طرف سے جواب دو کہ انہیں وہ زندہ کرے گا جس نے انہیں پہلے پہل پیدا کیا ہے وہ ہر پیدائش کا علم رکھنے والا ہے۔ سورہ قیامہ میں فرمایا ﴿أَيَحْسَبُ الْإِنْسَانُ﴾ سے آخر سورت تک یعنی کیا انسان یہ سمجھ بیٹھا ہے کہ اسے یونہی آوارہ چھوڑ دیا جائے گا؟ کیا یہ ایک غلیظ پانی کے نطفے کی شکل میں تھا پھر خون کے قطرے کی صورت میں نمایا ہوا تھا پھر اللہ تعالیٰ نے اسے پیدا کیا درست کیا، مرد عورت بنایا۔ کیا ایسا اللہ مردوں کے جلا بنے پر قادر نہیں؟

أَفَرَأَيْتُمْ مَا تَحْرُثُونَ ۖ ءَأَنْتُمْ تَزْرَعُونَهُ أَمْ نَحْنُ الزَّارِعُونَ ۖ لَوْ نَشَاءُ لَجَعَلْنَاهُ حُطَامًا فَظَلْتُمْ تَفَكَّهُونَ ۖ إِنَّا لَمَغْرُمُونَ ۖ بَلْ نَحْنُ فَحْرُومُونَ ۖ

أَفَرَأَيْتُمُ الْمَاءَ الَّذِي تَشْرَبُونَ ۖ ءَأَنْتُمْ أَنْزَلْتُمُوهُ مِنَ الْغُزْنِ أَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُونَ ۖ لَوْ نَشَاءُ جَعَلْنَاهُ أُجَاجًا فَلَوْلَا تَشْكُرُونَ ۖ أَفَرَأَيْتُمُ النَّارَ الَّتِي تُورُونَ ۖ ءَأَنْتُمْ أَنْشَأْتُمْ شَجَرَتَهَا أَمْ نَحْنُ الْمُنْشِئُونَ ۖ نَحْنُ جَعَلْنَاهَا تَذْكِرَةً ۖ وَمَتَاعًا لِلْمُقْوِينَ ۖ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ ۖ

ترجمہ: اچھا پھر یہ بھی بتاؤ کہ تم جو کچھ بوتے ہو، [۶۳] اسے تم ہی اگاتے ہو یا ہم اگانے والے ہیں؟ [۶۴] اگر ہم چاہیں تو اسے ریزہ ریزہ کر ڈالیں اور تم حیرت کے ساتھ باتیں بناتے ہی رہ جاؤ [۶۵] کہ ہم پر تو تاوان ہی پڑے گا، [۶۶] بلکہ ہم بالکل ناصیب ہی رہ گئے۔ [۶۷] اچھا یہ بتاؤ کہ جس پانی کو تم پیتے ہو، [۶۸] اسے بادلوں سے بھی تم اتارتے ہو یا ہم برساتے ہیں؟ [۶۹] اگر ہماری منشا ہو تو ہم اسے کڑوا کر دیں پھر تم ہماری شکرگزاری کیوں نہیں کرتے؟ [۷۰] اچھا ذرا یہ بھی بتاؤ کہ جو آگ تم سلگاتے ہو، [۷۱] اس کے درخت کو تم نے پیدا کیا ہے یا ہم اس کے پیدا کرنے والے ہیں؟ [۷۲] ہم نے اسے سبب فصاحت کیا ہے اور مسافروں کے فائدے کی چیز بنایا ہے، [۷۳] پس اپنے بہت بڑے خالق (اللہ) کے نام کی تسبیح کیا کر۔ [۷۴]

پھلوں کی پیدائش اللہ کی قدرت ہے: [آیت: ۶۳-۷۴] ارشاد باری ہے کہ تم جو کھیتیاں بوتے ہو زمین کھود کر بیج ڈالتے ہو پھر ان بیجوں کو اگانا بھی کیا تمہارے بس میں ہے؟ نہیں نہیں بلکہ انہیں اگانا انہیں پھل پھول دینا ہمارا کام ہے۔ ابن جریر میں ہے حضور ﷺ نے فرمایا ((ذَرَعْتُ)) نہ کہا کر دیکھو ((حَرَثْتُ)) کہا کر دیکھو یعنی یوں کہو میں نے بویا یوں نہ کہو کہ میں نے اگایا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث سنا کر پھر اسی آیت کی تلاوت کی۔ ❶ امام حجر مدنی رحمہ اللہ ان آیتوں کے ایسے سوال کے موقعوں کو جب پڑھتے تو کہتے (بَلْ أَنْتَ يَٰ رَبِّي) ہم نے نہیں بلکہ اے ہمارے پروردگار تو نے ہی۔ پھر فرماتا ہے کہ پیدا کرنے کے بعد بھی ہماری مہربانی ہے کہ ہم اسے بڑھائیں اور لپکائیں ورنہ ہمیں قدرت ہے کہ سکھا دیں اور مضبوط نہ ہونے دیں برباد کر دیں اور بے نشان بنا دیں اور تم ہاتھ ملتے اور باتیں بناتے ہی رہ جاؤ کہ ہائے ہم پر آفت آگئی ہائے ہماری تو اصل بھی ماری گئی بڑا نقصان ہو گیا، نفع ایک طرف پونجی بھی غارت ہو گئی۔ غم ورنہ سے نہ جانے کیا کیا بھانت بھانت کی بولیاں بولنے لگ جاؤ کبھی کہو کاش کہ اب کی مرتبہ بوتے ہی نہیں کاش کہ یوں کرتے دوں کرتے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ مطلب ہو کہ اس وقت تم اپنے گناہوں پر نادم ہو جاؤ۔ تفکدہ کا لفظ اپنے میں دونوں معنی رکھتا ہے نفع کے اور غم کے۔

پانی اللہ کی نعمت ہے: مزن بادل کو کہتے ہیں۔ پھر اپنی پانی جیسی اعلیٰ نعمت کا ذکر کرتا ہے کہ دیکھو اس کا برسانا بھی میرے قبضہ میں ہے کوئی ہے جو اسے بادل سے اتار لائے؟ اور جب اتر آیا پھر بھی اس میں مٹھاس کڑواں پیدا کرنے پر مجھے قدرت ہے۔ یہ بیٹھا پانی =

فَلَا أَقْسِمُ بِمَوْقِعِ النُّجُومِ ۖ وَإِنَّهُ لَقَسَمٌ لِّوَتَّعْلَمُونَ عَظِيمٌ ۚ إِنَّهُ لَقُرْآنٌ كَرِيمٌ ۚ

فِي كِتَابٍ مَّكْنُونٍ ۚ لَا يَبْسُكُ إِلَّا الْمُنْظَرُونَ ۚ تَنْزِيلٌ مِّن رَّبِّ الْعَالَمِينَ ۝

أَفِيْهِذَا الْحَدِيثِ أَنْتُمْ مُدْهِنُونَ ۚ وَتَجْعَلُونَ رِزْقَكُمْ أَنْتُمْ تُنْكِدُونَ ۝

ترجمہ: پس میں قسم کھاتا ہوں ستاروں کے گرنے کی، [۷۵] اور اگر تمہیں علم ہو تو یہ بہت بڑی قسم ہے [۷۶] کہ بے شک یہ قرآن بہت بڑی عزت والا ہے، [۷۷] جو ایک محفوظ کتاب میں درج ہے، [۷۸] جسے صرف پاک لوگ ہی چھو سکتے ہیں، [۷۹] یہ رب العالمین کی طرف سے اترا ہوا ہے، [۸۰] پس کیا تم ایسی بات کو سرسری اور معمولی سمجھ رہے ہو؟ [۸۱] اور اپنے حصے میں یہی لیتے ہو کہ جھٹلاتے پھر؟ [۸۲]

== بیٹھے بٹھائے میں نے تمہیں دیا جس سے تم نہاؤ دھوؤ کپڑے صاف کرو کھیتوں اور باغوں کو سیراب کرو جانوروں کو پلاؤ پھر کیا تمہیں یہی چاہیے کہ میرا شکر بھی ادا نہ کرو۔ جناب رسول اللہ ﷺ پانی پی کر فرمایا کرتے ((الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي سَقَانَا عَذْبًا فُرَاتًا بِرَحْمَتِهِ وَلَمْ يَجْعَلْهُ مِلْحًا أَوْ جَائِبًا يَذُنُونَا)) یعنی اللہ کا شکر ہے کہ اس نے ہمیں میٹھا اور عمدہ پانی اپنی رحمت سے پلایا اور ہمارے گناہوں کے باعث اسے کھاری اور کڑوا نہ بنا دیا۔ ① عرب میں دو درخت ہوتے ہیں مرغ اور عفاران کی سبز شاخیں جب ایک دوسری سے رگڑی جائیں تو آگ نکلتی ہے۔ اس نعمت کو یاد دلا کر فرماتا ہے کہ یہ آگ جس سے تم پکاتے رہندہ تھے ہو اور سینکڑوں فائدے حاصل کر رہے ہو بتلاؤ اس کی اصل یعنی درخت اس کے پیدا کرنے والے تم ہو یا میں ہوں؟ اس آگ کو ہم نے تذکرہ بنایا ہے یعنی اسے دیکھ کر جہنم کی آگ کو یاد کرو اور اس سے بچنے کی راہ لو۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کی ایک مرسل حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا تمہاری یہ دنیا کی آگ دوزخ کی آگ کا ستر ہواں حصہ ہے۔ لوگوں نے کہا حضور! یہی بہت کچھ ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں پھر یہ ستر واں حصہ بھی دو مرتبہ پانی سے بجھایا گیا ہے اب یہ اس قابل ہوا ہے کہ تم اس سے نفع اٹھا سکو اور اس کے قریب جاسکو۔ ② یہ مرسل حدیث مسند میں مروی ہے اور بالکل صحیح ہے۔ ③

﴿مُقْوِينَ﴾ سے مراد مسافر ہیں۔ بعضوں نے کہا ہے جنگل میں رہنے سہنے والے لوگ مراد ہیں۔ بعضوں نے کہا ہے ہر بھوکا مراد ہے۔ غرض دراصل ہر وہ شخص مراد ہے جسے آگ کی ضرورت ہو اور وہ اس سے فائدہ حاصل کرنے کا محتاج ہو۔ ہر اسیر فقیر شہری دیہاتی مسافر مقیم کو اس کی حاجت ہوتی ہے۔ پکانے کے لیے تاپنے کے لیے روشنی کے لیے وغیرہ۔ پھر اللہ کی اس کریمی کو دیکھیے کہ درختوں میں لوہے میں اس نے اسے رکھ دیا تاکہ مسافر اپنے ساتھ لے جاسکے اور ضرورت کے وقت اپنا کام نکال سکے۔ ابوداؤد وغیرہ میں حدیث ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا تین چیزوں میں تمام مسلمانوں کا برابر کا حصہ ہے آگ گھاس اور پانی۔ ④ ابن ماجہ میں ہے یہ تینوں چیزیں روکنے کا کسی کو حق نہیں۔ ⑤ ایک روایت میں ان کی قیمت کا ذکر بھی ہے لیکن اس کی سند ضعیف ہے واللہ اعلم۔ پھر فرماتا ہے تم سب کو چاہیے کہ اس بہت بڑی قدرتوں کے مالک اللہ کی ہر وقت پاکیزگی بیان کرتے رہو جس نے آگ جیسی جلا دینے والی چیز کو تمہارے لیے نفع دینے والی بنا دیا۔ جس نے پانی کو کھاری اور کڑوا نہ کر دیا کہ تم پیاس کے مارے

- ① الدر المنثور، ۸/ ۲۴، وسندہ ضعیف جداً۔ ② الطبری، ۲۳/ ۱۴۴۔ ③ احمد، ۲/ ۲۴۴، والحمیدی، ۱۱۳۶۔
وسندہ صحیح؛ ابن حبان، ۷۴۶۳۔ ④ ابوداؤد، کتاب البیوع، باب فی منع الماء، ۳۴۷۷، وسندہ صحیح؛
احمد، ۵/ ۳۶۴۔ ⑤ ابن ماجہ، کتاب الرہون، باب المسلمون شرکاء فی ثلاث، ۲۴۷۳، وهو صحیح۔

تکلیف اٹھاؤ، بلکہ اسے بیٹھا صاف شفاف اور مزیدار بنایا۔ دنیا میں رب کی ان نعمتوں سے فائدے اٹھاؤ اور اس کا شکر بجالاؤ تو پھر آخرت میں بھی فائدے ہی فائدے ہیں۔ دنیا میں یہ آگ اس نے تمہارے فائدے کے لیے بنائی ہے اور ساتھ ہی اس لیے کہ آخرت کی آگ کا بھی تم اندازہ کر سکو اور اس سے بچنے کے لیے اللہ کے فرماں بردار بن جاؤ۔

ستاروں کے طلوع کی قسم: [آیت: ۷۵-۸۲] حضرت ضحاک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اللہ کی یہ قسمیں کلام کو شروع کرنے کے لیے ہوا کرتی ہیں۔ لیکن یہ قول ضعیف ہے۔ جمہور فرماتے ہیں یہ قسمیں ہیں اور ان میں ان چیزوں کی عظمت کا اظہار بھی ہے۔ بعض مفسرین کا قول ہے کہ یہاں پر لایا زندہ ہے اور ﴿اِنَّهُ لَقَوْلُكَ﴾ الخ جواب قسم ہے۔ اور لوگ کہتے ہیں لا کو زندہ بتلانے کی کوئی وجہ نہیں۔ کلام عرب کے دستور کے مطابق وہ قسم کے شروع میں آتا ہے جب کہ جس چیز پر قسم کھائی جائے وہ منفی ہو جیسے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس قول میں کہ ﴿لَا، وَاللّٰهِ مَا مَسَّتْ يَدَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ يَدَا مِرْآةٍ قَطُّ﴾ یعنی اللہ کی قسم حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ کسی عورت کے ہاتھ سے لگا نہیں۔ ① یعنی بیعت میں عورتوں سے مصافحہ نہیں کیا۔ اسی طرح یہاں بھی لائق قسم کے شروع میں مطابق قاعدہ ہے نہ کہ زندہ۔ تو کلام کا مقصود یہ ہے کہ تمہارے جو خیالات قرآن کریم کی نسبت ہیں کہ یہ جادو ہے یا کہانت ہے غلط ہیں۔ بلکہ یہ پاک کتاب کلام اللہ ہے۔ بعض عرب کہتے ہیں کہ لا سے ان کے کلام کا انکار ہے پھر اصل امر کا اثبات الفاظ میں ہے۔ مواقع نجوم سے مراد قرآن کا بتدریج اترنا ہے۔ لوح محفوظ سے تولیۃ القدر میں ایک ساتھ آسمان اول پر اتر آیا پھر حسب ضرورت تھوڑا تھوڑا وقت بروقت اترتا رہا یہاں تک کہ کئی برسوں میں پورا اتر آیا۔ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس سے مراد ستاروں کے طلوع اور ظاہر ہونے کی آسانی جگہیں ہیں۔ مواقع سے مراد منازل ہیں۔

حسن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں قیامت کے دن ان کا منتشر ہو جانا ہے۔ ضحاک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس سے مراد وہ ستارے ہیں جن کی نسبت مشرکین عقیدہ رکھتے ہیں کہ فلاں فلاں تارے کی وجہ سے ہم پر بارش برسی۔ پھر بیان ہوتا ہے کہ یہ بہت بڑی قسم ہے اس لیے کہ جس امر پر یہ قسم کھائی جا رہی ہے وہ بہت بڑا امر ہے یعنی یہ قرآن بڑی عظمت والی کتاب ہے۔ معظم و محفوظ اور مضبوط کتاب میں ہے جسے صرف پاک ہاتھ ہی لگتے ہیں یعنی فرشتوں کے۔ ہاں یہ اور بات ہے کہ دنیا میں اسے سب کے ہاتھ لگتے ہیں۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قرأت میں ﴿مَا يَمَسُّهُ﴾ ہے۔ ابوالعالیہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں یہاں پاک سے مراد انسان نہیں انسان تو گنہگار ہے۔ یہ کفار کا جواب ہے۔ وہ کہتے تھے کہ اس قرآن کو لے کر شیطان اترتے ہیں۔ جیسے اور جگہ صاف فرمایا ﴿وَمَا تَنْزِيلُكَ بِهٖ الشَّيْطَانُ﴾ الخ یعنی اسے نہ تو شیطان لے کر اترے ہیں نہ ان کے یہ لائق نہ ان کی یہ مجال بلکہ وہ تو اس کے سننے سے بھی الگ ہیں۔ یہی قول اس آیت کی تفسیر میں دل کو زیادہ لگتا ہے۔ اور اقوال بھی اس کے مطابق ہو سکتے ہیں۔

فراء نے کہا ہے اس کا ذائقہ اور اس کا لطف صرف باایمان لوگوں کو ہی میسر آتا ہے۔ بعض کہتے ہیں مراد جنابت اور حدث سے پاک ہونا ہے۔ گو یہ خبر ہے لیکن مراد اس سے انشاء ہے، اور قرآن سے مراد یہاں پر مصحف ہے۔ مطلب یہ ہے کہ مسلمان ناپاکی کی حالت میں قرآن کو ہاتھ نہ لگائے۔ ایک حدیث میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن ساتھ لے کر حربی کافروں کے ملک میں جانے سے منع فرمایا ہے کہ ایسا نہ ہو کہ اسے دشمن کچھ نقصان پہنچائے۔ ② (مسلم)

① صحیح بخاری، کتاب الشروط، باب ما يجوز من الشروط فی الإسلام والأحكام والمبايعه، ۲۷۱۳؛ صحیح مسلم، ۱۸۶۶۔

② صحیح بخاری، کتاب الجہاد، باب کراهیۃ السفر بالمصاحف إلى الأرض العدو، ۲۹۹۰؛ صحیح مسلم، ۱۸۶۹؛ ابو داود، ۲۶۱۰؛ احمد، ۷/۲؛ ابن حبان، ۴۷۱۵۔

قرآن دشمن کے ملک میں نہ لے جایا جائے: نبی ﷺ نے جو فرمان حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ کو لکھ کر دیا تھا اس میں یہ بھی تھا کہ قرآن کو نہ چھوئے مگر پاک ① (موطا مالک)۔ مراسل ابوداؤد میں ہے زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں نے خود اس کتاب کو دیکھا ہے اور اس میں یہ جملہ پڑھا ہے۔ گو اس روایت کی بہت سی سندیں ہیں لیکن ہر ایک قائل غور ہے واللہ اعلم۔

قرآن حق ہے: پھر ارشاد ہے کہ یہ قرآن شعر و سخن جادو اور فن نہیں بلکہ کلام ربانی ہے اور اسی کی جانب سے اترا ہے یہ سراسر حق ہے بلکہ صرف یہی حق ہے اس کے سوا اس کے خلاف جو ہے باطل اور یکسر مردود ہے۔ پھر تم ایسی پاک بات کا کیوں انکار کرتے ہو کیوں اس سے ہٹنا اور یکسو ہو جانا چاہتے ہو؟ کیا اس کا شکر یہی ہے کہ تم اسے جھٹلاؤ؟ قبیلہ ازد کے کلام میں رزق بمعنی شکر آتا ہے۔ مسند کی ایک حدیث میں بھی رزق کا معنی شکر کیا ہے یہاں تک کہتے ہو کہ فلاں ستارے کی وجہ سے ہمیں پانی ملا اور فلاں ستارے سے فلاں چیز۔ ② ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ہر بارش کے موقع پر بعض لوگ کفر یہ کلمات بک دیتے ہیں کہ بارش کا باعث فلاں ستارہ ہے۔ موطا میں ہے ہم حدیبیہ کے میدان میں تھے۔ رات کو بارش ہوئی تھی۔ صبح کی نماز کے بعد حضور ﷺ نے لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا جانتے ہو آج شب تمہارے رب نے کیا فرمایا؟ لوگوں نے کہا اللہ کو معلوم اور اس کے رسول کو۔ آپ ﷺ نے فرمایا سنو! یہ فرمایا کہ آج میرے بندوں میں سے بہت سے میرے ساتھ کافر ہوئے اور بہت سے ایمان دار بن گئے۔ جس نے کہا کہ ہم پر اللہ کے فضل و کرم سے پانی برسادہ تو میری ذات پر ایمان رکھنے والا اور ستاروں سے کفر کرنے والا ہوا۔ اور جس نے کہا فلاں فلاں ستارے سے بارش برسی اس نے میرے ساتھ کفر کیا اور اس ستارے پر ایمان لایا۔ ③

مسلم کی حدیث میں عموم ہے کہ آسمان سے جو برکت نازل ہوتی ہے وہ بعض کے ایمان کا، اور بعض کے کفر کا باعث بن جاتی ہے ④ الخ۔ ہاں یہ خیال رہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا تھا کہ ثریا ستارہ کتنا باقی ہے؟ پھر کہا تھا کہ اس علم والوں کا خیال ہے کہ یہ اپنے ساقط ہو جانے کے ہفتہ بھر بعد افاق پر نمودار ہوتا ہے چنانچہ یہی ہوا بھی کہ اس سوال و جواب اور استسقا کو سات روز گزرے تھے جو پانی برسا۔ یہ واقعہ محمول ہے عادت اور تجربہ پر نہ یہ کہ اس ستارے میں ہی اور اس ستارے کو ہی اثر کا موجد جانتے ہوں۔ اس قسم کا عقیدہ تو کفر ہے ہاں تجربہ سے کوئی چیز معلوم کر لینا یا کوئی بات کہہ دینا دوسری چیز ہے۔ اس بارے کی بہت سی حدیثیں آیت ﴿مَا يَفْتَحُ اللَّهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَحْمَةٍ﴾ کی تفسیر میں گزر چکی ہیں۔ ایک شخص کو حضور ﷺ نے یہ کہتے ہوئے سن لیا کہ فلاں ستارے کے اثر سے بارش ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا تو جھوٹا ہے یہ تو اللہ کی برساتی ہوئی ہے یہ رزق اللہ ہے۔ ایک مرفوع حدیث میں ہے لوگوں کو نہ جانے کیا ہو گیا ہے۔ اگر سات سال قحط سالی رہے اور پھر اللہ اپنے فضل و کرم سے بارش برسائے تو بھی یہ جھٹ سے زبان سے نکالنے لگیں گے کہ فلاں ستارے نے برسایا۔ ⑤

مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں اپنی روزی تکذیب کو ہی نہ بنا لو۔ یعنی یوں نہ کہو کہ فلاں فراخی کا سبب فلاں چیز ہے بلکہ یوں کہو کہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ پس یہ بھی مطلب ہے اور یہ بھی قرآن میں ان کا کچھ حصہ نہیں بلکہ ان کا حصہ یہی ہے کہ یہ =

① موطا امام مالک، ۱/ ۱۹۹ ح ۴۷۰ وهو حدیث حسن؛ حاکم، ۱/ ۳۹۵۔

② ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورة الواقعة: ۳۲۹۵ وسندہ ضعیف عبد اللہ بن علی الثعلبی ضعیف ہے۔ احمد، ۱/ ۱۰۸۔

③ صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب غزوة الحديبية، ۴۱۴۷؛ صحیح مسلم، ۷۱؛ ابوداؤد، ۳۹۰۶؛ موطا امام

مالک، ۱/ ۱۹۲۔ ④ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب کفر من قال مطرنا بالنوء، ۷۲۔

⑤ دارمی، ۲/ ۴۰۵؛ احمد، ۷/ ۳؛ مسند حمیدی، ۲/ ۳۳۱ ح ۷۵۱ وهو حدیث حسن اور اس کے علاوہ دارمی، ۲/ ۴۰۵؛ السنن الکبریٰ، ۱۰۷۶۲؛ مسند ابی یعلیٰ، ۱۳۱۲ میں (عشر سنین) کے الفاظ ہیں۔

فَلَوْلَا إِذَا بَلَغَتِ الْحُلُقُومَ ۖ وَأَنْتُمْ حِينِيذٍ تَنْظُرُونَ ۖ وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْكُمْ وَلَكِنْ لَا تُبْصِرُونَ ۖ فَلَوْلَا إِنْ كُنْتُمْ غَيْرَ مَدِينِينَ ۖ تَرْجِعُونَهَا إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۖ فَاَمَّا إِنْ كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِينَ ۖ فَرَوْحٌ وَرَيْحَانٌ ۖ وَجَنَّتْ نَعِيمٌ ۖ وَأَمَّا إِنْ كَانَ مِنْ أَصْحَابِ الْيَمِينِ ۖ فَسَلَامٌ لَّكَ مِنْ أَصْحَابِ الْيَمِينِ ۖ وَأَمَّا إِنْ كَانَ مِنَ الْمُكْذِبِينَ الضَّالِّينَ ۖ فَنُزُلٌ مِّنْ حَمِيمٍ ۖ وَتَصْلِيَةٌ جَهِيمٌ ۖ إِنَّ هَذَا لَهُوَ حَقُّ الْيَقِينِ ۖ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ ۖ

ترجمہ: پس جب کہ روح نزع کرے تک پہنچ جائے، [۸۳] اور تم اس وقت تک رہے ہو، [۸۳] ہم اس شخص سے بہ نسبت تمہارے بہت زیادہ قریب ہوتے ہیں لیکن تم نہیں دیکھ سکتے، [۸۵] پس اگر تم کسی کے زیر فرمان نہیں، [۸۶] اور اس قول میں سچے ہو تو ذرا اس روح کو تو لوٹا لو۔ [۸۷] پس جو کوئی بارگاہ الہی سے قریب ہوگا، [۸۸] اسے تو راحت ہے اور غذائیں ہیں اور آرام والی جنت ہے، [۸۹] اور جو شخص داہنے والوں میں سے ہے [۹۰] تو بھی سلامتی ہے تیرے لیے کہ تو داہنے والوں میں سے ہے، [۹۱] لیکن اگر کوئی جھٹلانے والوں مگر اہوں میں سے ہے [۹۲] تو کھولتے گرم پانی کی مہمانی ہے، [۹۳] اور دوزخ میں جانا، [۹۳] یہ خبر سراسر حق اور قطعاً یقینی ہے، [۹۵] پس تو اپنے عظیم الشان پروردگار کی تسبیح کر۔ [۹۶]

= اسے جھوٹا کہتے رہیں۔ اور اسی مطلب کی تائید اس سے پہلے کی آیت سے بھی ہوتی ہے۔

عالم نزع کا ذکر: [آیت: ۸۳-۹۶] اسی مضمون کی آیتیں سورہ قیامہ میں بھی ہیں۔ فرماتا ہے کہ ایک شخص اپنے آخری وقت میں ہے نزع کا عالم ہے روح پرواز کر رہی ہے تم سب پاس بیٹھے دیکھ رہے ہو کوئی کچھ نہیں کر سکتا، ہمارے فرشتے جنہیں تم دیکھ نہیں سکتے تم بھی زیادہ قریب اس مرنے والے سے ہیں۔

جیسے اور جگہ ہے ﴿وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِ وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً﴾ الخ اللہ اپنے بندوں پر غالب ہے وہ تم پر اپنے پاس سے محافظ بھیجتا ہے جب تم میں سے کسی کی موت کا وقت آ جاتا ہے تو ہمارے بھیجے ہوئے اسے ٹھیک طور پر فوت کر لیتے ہیں پھر وہ سب کے سب اللہ تعالیٰ مولا کے حق کی طرف بازگشت کرائے جائیں گے جو حاکم ہے اور جلد حساب لینے والا ہے۔ یہاں فرماتا ہے اگر سچ مچ تم لوگ کسی کے زیر فرمان نہیں ہو اگر یہ حق ہے کہ تم دوبارہ جینے اور میدان قیامت میں حاضر ہونے کے قائل نہیں ہو اور اس میں تم حق پر ہو اگر تمہیں حشر و نشر کا یقین نہیں، اگر تم عذاب نہیں کیے جاؤ گے وغیرہ تو ہم کہتے ہیں اس روح کو جانے ہی کیوں دیتے ہو؟ اگر تمہارے بس میں ہے تو حلق تک پہنچی ہوئی روح کو واپس اس کی اصلی جگہ پہنچا دو پس یہ یاد رکھو جیسے اس روح اور اس جسم میں ڈالنے پر ہم قادر تھے اور تم نے دیکھ لیا ایسے ہی اسے نکالنے پر قادر تھے اور اسے بھی تم نے بہ چشم خود دیکھ لیا۔ یقیناً مانو اسی طرح ہم دوبارہ اس روح کو اس جسم میں ڈال کر نئی زندگی دینے پر بھی قادر ہیں۔

تمہارا نہ اپنی پیدائش میں دخل تو مرنے میں پھر دوبارہ جی اٹھنے میں تمہارا دخل کہاں سے ہو گیا؟ جو تم کہتے پھرتے ہو کہ ہم مرکز نہیں جئیں گے۔

سعادت مند کی موت کی حالت: یہاں وہ احوال بیان ہو رہے ہیں جو موت کے وقت سکرات کے وقت دنیا کی آخری ساعت میں انسانوں کے ہوتے ہیں کہ یا تو وہ اعلیٰ درجہ کا اللہ کا مقرب ہے یا اس سے کم درجے کا ہے جن کے دابے ہاتھ میں نامہ اعمال دیا جائے گا یا بالکل بد نصیب ہے جو اللہ سے جا مل رہا اور راہ حق سے غافل رہا۔ تو فرماتا ہے کہ جو مقربین بارگاہ الہی ہیں جو احکام کے عامل تھے تا فرماؤں کے تارک تھے انہیں تو فرشتے طرح طرح کی خوش خبریاں سناتے ہیں۔ جیسے کہ پہلے براء رضی اللہ عنہ کی حدیث گزری کہ رحمت کے فرشتے اس سے کہتے ہیں اے پاک روح! پاک جسم والی روح! چل راحت و آرام کی طرف چل! کبھی نہ ناراض ہونے والے رحمن کی طرف۔ ① روح سے مراد راحت ہے اور ریحان سے مراد آرام ہے۔ غرض دنیا کے مصائب سے راحت مل جاتی ہے ابدی سرور اور سچی خوشی اللہ کے غلام کو اسی وقت حاصل ہوتی ہے وہ ایک فراخی اور وسعت دیکھتا ہے اس کے سامنے رزق اور رحمت ہوتی ہے۔ وہ جنت عدن کی طرف لپکتا ہے۔ حضرت ابو العالیہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جنت کی ایک ہری بھری شاخ آتی ہے اور اس وقت مقرب اللہ کی روح قبض کی جاتی ہے۔ محمد بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مرنے سے پہلے ہر مرنے والے کو معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ جنتی ہے یا جہنمی ہے یا اللہ! ہمارے اس وقت میں تو ہماری مدد کر ہمیں ایمان سے اٹھا اور اپنی رضا مندی کی خوش خبری سنا کر سکون و راحت کے ساتھ یہاں سے لے جا۔ آمین گو سکرات کے وقت کی احادیث ہم سورہ ابراہیم کی آیت ﴿يَكْبِتُ اللَّهُ﴾ الخ کی تفسیر میں وارد کر چکے ہیں لیکن چونکہ یہ ان کا بہترین موقعہ ہے اس لیے یہاں ایک نکتہ بیان کرتے ہیں۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ حضرت ملک الموت سے فرماتا ہے میرے فلاں بندے کے پاس جا اور اسے میرے دربار میں لے آ۔ میں نے اسے رنج، راحت، آرام، تکلیف، خوشی، ناخوشی غرض ہر آزمائش میں آزمایا اور اپنی مرضی کے مطابق پایا۔ بس اب میں اسے ابدی راحت دینا چاہتا ہوں۔ جا اسے میرے خاص دربار میں پیش کر۔ ملک الموت علیہ السلام پانچ سو رحمت کے فرشتے اور جنت کے کفن اور جنتی خوشبوئیں ساتھ لے کر اس کے پاس آتے ہیں۔ گور ریحان ایک ہی ہوتا ہے لیکن سرے پر بیس قسمیں ہوتی ہیں ہر ایک کی جدا گانہ مہک ہوتی ہے سفید ریشم ساتھ ہوتا ہے جس میں سے مشک کی لہٹیں آتی ہیں الخ۔ مسند احمد میں ہے حضور ﷺ کی قرأت ﴿قُرْآن﴾ کے پیش سے تھی ② لیکن تمام قاریوں کی قرأت راکے زبر سے ہے یعنی ﴿قُرْآن﴾۔ مسند میں ہے حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا نے رسول مقبول علیہ السلام سے پوچھا کیا مرنے کے بعد ہم آپس میں ایک دوسرے سے ملیں گے؟ اور ایک دوسرے کو دیکھیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا روح ایک پرند ہو جائے گی۔ ③ جو درختوں کے میوے چگے گی یہاں تک کہ قیامت قائم ہو جائے گی۔ اس وقت اپنے اپنے جسم میں چل جائے گی۔ اس حدیث میں ہر مومن کے لیے بہت بڑی بشارت ہے۔ مسند احمد میں بھی اس کی شاہد ایک حدیث ہے ④ جس کی اسناد بہت بہتر ہے اور متن بھی بہت قوی ہے۔

اور صحیح روایت میں ہے شہیدوں کی روئیں سبز رنگ پرندوں کے قالب میں ہیں ساری جنت میں جہاں چاہیں کھاتی پیتی رہتی

① اس کی تخریج سورۃ ابراہیم آیت نمبر ۲۷ کے تحت گزری چکی ہے۔ ② ابو داؤد، کتاب الحروف، ۳۹۹۱ و سندہ حسن؛ ترمذی،

۲۹۳۸ احمد، ۶/۶۶؛ مسند ابی یعلیٰ، ۵۰۱۵۔ ③ احمد، ۶/۶۲۴، ۴۲۵ و سندہ ضعیف، ابن لہیعۃ لم یحدث بہ

قبل اختلاطہ۔ ④ احمد، ۳/۴۵۵ و هو حدیث صحیح۔

ہیں اور عرش تلے لٹکی ہوئی قدیلوں میں آ بیٹھتی ہیں۔ ① مسند احمد میں ہے کہ عبدالرحمن بن ابولسلیٰ رضی اللہ عنہ ایک جنازے میں گدھے پر سوار جا رہے تھے آپ کی عمر اس وقت بڑھاپے کی تھی سر اور واڑھی کے بال سفید تھے اسی اثناء میں آپ نے یہ حدیث بیان فرمائی کہ حضور ﷺ نے فرمایا جو اللہ کی ملاقات کو پسند کرتا ہے اللہ بھی اس سے ملنا چاہتا ہے اور جو اللہ سے ملنے کو برا جانتا ہے اللہ بھی اس کی ملاقات سے کراہت کرتا ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم یہ سن کر سر جھکائے رونے لگے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کیوں روتے کیوں ہو؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا حضور! بھلا موت کون چاہتا ہے؟ فرمایا سنو سنو مطلب سکرانے کے وقت سے ہے۔ اس وقت نیک اور مقرب بندے کو تو راحت و انعام اور آرام وہ جنت کی خوش خبری سنائی جاتی ہے جس پر وہ تڑپ اٹھتا ہے اور چاہتا ہے کہ جہاں تک ممکن ہو جلد اللہ سے ملے تاکہ ان نعمتوں سے مالا مال ہو جائے پس اللہ بھی اس کی ملاقات کی تمنا کرتا ہے۔ اور اگر بد بندہ ہے تو اسے موت کے وقت گرم پانی اور جہنم کی مہمانی کی خبر دی جاتی ہے جس سے یہ بیزار ہو جاتا ہے اور اس کی روح روٹنے روٹنے میں چھپنے اور اٹکنے لگتی ہے اور یہ دل سے چاہتا ہے کہ کسی طرح اللہ کے حضور میں حاضر نہ ہوؤں۔ پس اللہ بھی اس کی ملاقات کو ناپسند کرتا ہے۔ ② پھر فرماتا ہے اگر وہ سعادت مندوں سے ہے تو موت کے فرشتے اسے سلام کہتے ہیں تجھ پر سلامتی ہو تو اصحاب یمنین میں سے ہے اللہ کے عذابوں سے تو سلامتی پائے گا اور خود فرشتے بھی اسے سلام کرتے ہیں۔ جیسے اور آیت میں ہے ﴿إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا﴾ الخ یعنی سچ سے بکے توحید والوں کے پاس ان کے انتقال کے وقت رحمت کے فرشتے آتے ہیں اور انہیں بشارت دیتے ہیں کہ کچھ ڈر خوف نہیں کچھ رنج و غم نہ کر جنت تیرے لیے حسب وعدہ تیار ہے۔ دنیا اور آخرت میں ہم تیری حمایت کے لیے موجود ہیں جو تمہارا جی چاہے تمہارے لیے موجود ہے جو تمنا تم کرو گے پوری ہو کر رہے گی غفور و رحیم اللہ کے تم ذی عزت مہمان ہو۔ بخاری میں ہے یعنی تیرے لیے مسلم ہے کہ تو اصحاب یمنین میں سے ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ سلام یہاں دعا کے معنی میں ہو ③ واللہ اعلم۔ اور اگر مرنے والا حق کی تکذیب کرنے والا اور ہدایت سے کھویا ہوا ہے تو اس کی ضیافت اس گرم جیم سے ہوگی جو آنتیں اور کھال تک جھلدا دے پھر چو طرف سے جہنم کی آگ گھیر لے گی جس میں جلتا بھنتر رہے گا۔ پھر فرمایا یہ یقینی باتیں ہیں جن کے حق ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ پس اپنے بڑے رب کے نام کی تسبیح چتارہ۔ مسند میں ہے اس آیت کے اترنے پر آپ ﷺ نے فرمایا اسے رکوع میں رکھو اور ((سُبْحَانَ اسْمِ رَبِّكَ الْأَعْلَى)) اترنے پر فرمایا اسے بعدے میں رکھو۔ ④ آپ ﷺ فرماتے ہیں جس نے ((سُبْحَانَ اللَّهِ الْعَظِيمِ وَبِحَمْدِهِ)) کہا اس کے لیے جنت میں ایک درخت لگایا جاتا ہے ⑤ (ترمذی) صحیح بخاری شریف کے ختم پر یہ حدیث ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا دو کلمے ہیں جو زبان پر ہلکے ہیں میزان میں بوجھل ہیں اللہ کو بہت پیارے ہیں ((سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ سُبْحَانَ اللَّهِ الْعَظِيمِ)) ⑥

الْحَمْدُ لِلَّهِ سورۃ واقعہ کی تفسیر ختم ہوئی اللہ قبول فرمائے۔ (اور ہمارے کل واقعات کا انجام بھلا کرے۔)

① صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، باب بیان ان ارواح الشهداء فی الجنة وأنهم أحياء عند ربهم یرزقون، ۱۸۸۷۔

② احمد، ۴/۲۵۹، ۲۶۰ وسندہ حسن، ہمام سمع من عطاء بن السائب قبل اختلاطه، انظر مشکل الآثار للطحاوی،

الطبقة الجديدة، ۱۰/۱۴۹۔ ③ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ الواقعة قبل حدیث: ۴۸۸۱۔

④ ابو داود، کتاب الصلاة، باب ما یقول الرجل فی رکوعه وسجوده ۸۶۹ وسندہ صحیح؛ ابن ماجہ، ۸۸۷؛ احمد، ۴/۱۵۵؛

مسند الطیالسی، ۱۰۰۰؛ ابن حبان، ۱۸۹۸۔ ⑤ ترمذی، کتاب الدعوات، باب فی فضائل سبحان اللہ وبحمده،

۳۴۶۴ وسندہ ضعیف البوزیر بکس کے سامع کی صراحت نہیں ہے۔ ⑥ صحیح بخاری، کتاب التوحید، باب قول اللہ تعالیٰ

﴿وَنُضَعُ الْمَوَازِينَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ﴾ ۷۵۶۳؛ صحیح مسلم، ۲۶۹۴؛ ترمذی، ۳۴۶۷؛ ابن ماجہ، ۳۸۰۶؛ احمد، ۲/۲۳۲۔

تفسیر سورہ حدید

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ۝۱ لَهُ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ

وَالْاَرْضِ ۚ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ ۚ وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝۲ هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ

وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ۝۳

ترجمہ: مہربان اور مشفق اللہ کے نام سے شروع

آسمانوں اور زمین میں جو ہے سب اللہ کی تسبیح کر رہا ہے وہ زبردست با حکمت ہے۔ [۱] آسمانوں اور زمین کی بادشاہت اسی کی ہے وہی زندگی دیتا ہے اور موت بھی اور وہ ہر چیز پر قادر ہے، [۲] وہی پہلے ہے اور وہی پیچھے وہی ظاہر ہے اور وہی مخفی ہے اور وہ ہر چیز کو بخوبی جاننے والا ہے۔ [۳]

تعارف سورت: ابوداؤد وغیرہ میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ سونے سے پہلے ان سورتوں کو پڑھتے تھے جن کا شروع ﴿سَبَّحَ﴾ یا ﴿يَسْبَحُ﴾ ہے اور فرماتے تھے کہ ان میں ایک آیت ہے جو ایک ہزار آیتوں سے افضل ہے۔ ① جس آیت کی فضیلت اس حدیث میں بیان ہوئی ہے غالباً وہ آیت ﴿هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ﴾ الخ ہے وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ اس کا تفصیلی بیان عنقریب آ رہا ہے ان شاء اللہ تعالیٰ۔ اللہ کی تسبیح: [آیت: ۱-۳] تمام حیوانات سب نباتات اس کی پاکی بیان کرتے ہیں۔ ساتوں آسمان اور زمینیں اور ان کی مخلوق اور ہر چیز اس کی ستائش کرنے میں مشغول ہے گو تم ان کی تسبیح نہ سمجھ سکو۔ اللہ جلیم و غفور ہے۔ اس کے سامنے ہر کوئی پست و عاجز و لاچار ہے۔ اس کی مقرر کردہ شریعت اور اس کے احکام حکمت سے پر ہیں۔ حقیقی بادشاہ جس کی ملکیت میں آسمان و زمین ہیں وہی ہے۔ خلق میں متصرف وہی ہے زندگی موت اسی کے قبضے میں ہے۔ وہی فنا کرتا ہے وہی پیدا کرتا ہے جسے جو چاہے عنایت فرماتا ہے ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے جو چاہتا ہے ہو جاتا ہے جو نہ چاہے نہیں ہو سکتا۔

اللہ اول اور آخر ہے: اس کے بعد کی آیت ﴿هُوَ الْاَوَّلُ﴾ وہ آیت ہے جس کی بابت اوپر کی حدیث میں گزرا کہ ایک ہزار آیتوں سے افضل ہے۔ حضرت ابوزمیل رضی اللہ عنہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہتے ہیں کہ میرے دل میں ایک کھٹکا ہے لیکن زبان پر لانے کو جی نہیں چاہتا۔ اس پر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مسکرا کر فرمایا شاید کچھ شک ہوگا جس سے کوئی نہیں بچا یہاں تک کہ قرآن میں ہے ﴿فَاِنْ كُنْتَ فِیْ شَكٍّ مِّمَّا اَنْزَلْنَا اِلَيْكَ﴾ الخ یعنی اگر تو جو کچھ تیری طرف نازل کیا گیا ہے اس میں شک میں ہو تو تجھ سے پہلے جو کتاب پڑھتے ہیں ان سے پوچھ لے الخ۔ پھر فرمایا جب تیرے دل میں کوئی شک ہو تو اس آیت کو پڑھ لیا کہ ﴿هُوَ الْاَوَّلُ﴾ الخ۔ ② اس آیت کی تفسیر میں دس سے اوپر اوپر اقوال ہیں۔ بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں یحییٰ کا قول ہے کہ ظاہر و باطن سے مراد از روئے علم کے ہر چیز پر ظاہر اور پوشیدہ ہونا ہے۔ یہ یحییٰ زیاد فراء کے لڑکے ہیں ان کی ایک تعنیف ہے جس کا نام معانی القرآن ہے۔

① ابو داود، کتاب الأدب، باب ما یقول عند النوم، ۵۰۵۷ وھو حسن؛ ترمذی، ۲۹۲۱۔

② ابو داود، کتاب الأدب، باب رد الوسوسة، ۵۱۱۰ وسندہ حسن۔

سوتے وقت کی ایک دعا: مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ سونے کے وقت یہ دعا پڑھا کرتے ((اللَّهُمَّ رَبَّ السَّمَوَاتِ السَّبْعِ وَرَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ رَبَّنَا وَرَبَّ كُلِّ شَيْءٍ مُنْزِلَ التَّوْرَةِ وَالْإِنْجِيلِ فَالِقَ الْحَبِّ وَالنَّوَى لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ أَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ كُلِّ شَيْءٍ أَنْتَ آخِذٌ بِنَاصِيَتِهِ أَنْتَ الْأَوَّلُ فَلَيْسَ قَبْلَكَ شَيْءٌ وَأَنْتَ الْآخِرُ فَلَيْسَ بَعْدَكَ شَيْءٌ وَأَنْتَ الظَّاهِرُ فَلَيْسَ فَوْقَكَ شَيْءٌ وَأَنْتَ الْبَاطِنُ فَلَيْسَ دُونَكَ شَيْءٌ أَقْضِ عَنَّا الدَّيْنَ وَآغْنِنَا مِنَ الْفَقْرِ)) اے اللہ اے ساتوں آسمانوں کے اور عرش عظیم کے رب اے ہمارے اور ہر چیز کے رب اے تورات و انجیل کے اتارنے والے اے دانوں اور مٹھلیوں کو اگانے والے تیرے سوا کوئی لائق عبادت نہیں میں تیری پناہ میں آتا ہوں ہر اس چیز کی برائی سے کہ اس کی چوٹی تیرے ہاتھ ہے تو اول ہے کہ تجھ سے پہلے کچھ نہ تھا تو ہی آخر ہے کہ تیرے بعد کچھ نہیں تو ظاہر ہے کہ تجھ سے اونچی کوئی چیز نہیں تو باطن ہے کہ تجھ سے چھپی کوئی چیز نہیں ہمارے قرض ادا کر اے اور ہمیں فقیری سے غنا دے۔ ①

حضرت ابوصالح رحمہ اللہ اپنے متعلقین کو یہ دعا سکھاتے اور فرماتے سوتے وقت داہنی کروٹ پر لیٹ کر یہ دعا پڑھ لیا کرو۔ الفاظ میں کچھ ہیر پھیر ہے ملاحظہ ہو مسلم۔ ② ابویعلیٰ میں ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ کے حکم سے آپ کا بسترہ قبلہ رخ بچھایا جاتا۔ آپ ﷺ آکر اپنے داہنے ہاتھ پر تکیہ لگا کر آرام فرماتے پھر آہستہ آہستہ کچھ پڑھتے رہتے لیکن آخر رات میں با آواز بلند یہ دعا پڑھتے جو اوپر بیان ہوئی۔ الفاظ میں کچھ ہیر پھیر ہے۔ اس آیت کی تفسیر میں جامع ترمذی میں ہے کہ حضور ﷺ اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم سمیت تشریف فرما تھے جو ایک بادل سر پر آ گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا جانتے ہو یہ کیا ہے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے بادل جواب دیا اللہ اور اس کے رسول زیادہ جانتے والے ہیں۔ فرمایا اے عمان کہتے ہیں یہ زمین کو سیراب کرنے والے ہیں۔ ان لوگوں پر بھی یہ برسائے جاتے ہیں جو نہ اللہ کے شکر گزار ہیں نہ اللہ کے پکارنے والے۔ پھر پوچھا معلوم ہے تمہارے اوپر کیا ہے؟ انہوں نے کہا اللہ اور اس کا رسول زیادہ باخبر ہے۔ فرمایا بلند محفوظ چھت اور لیٹی ہوئی موج۔ جانتے ہو تم میں اس میں کس قدر فاصلہ ہے؟ وہی جواب ملا۔ فرمایا پانچ سو سال کا راستہ۔ پھر پوچھا جانتے ہو اس کے اوپر کیا ہے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے پھر اپنی لاعلمی ان ہی الفاظ میں ظاہر کی تو آپ ﷺ نے فرمایا اس کے اوپر پھر دوسرا آسمان ہے اور ان دونوں آسمانوں میں بھی پانچ سو سال کا فاصلہ ہے۔ اسی طرح آپ ﷺ نے سات آسمان گنوائے اور ہر دو میں اتنی ہی دوری بیان فرمائی۔ پھر سوال کر کے جواب سن کر فرمایا اس ساتوں کے اوپر اتنے ہی فاصلہ سے عرش ہے پھر پوچھا جانتے ہو تمہارے نیچے کیا ہے؟ اور جواب وہی سن کر فرمایا دوسری زمین ہے۔ پھر سوال و جواب کے بعد فرمایا اس کے نیچے دوسری زمین ہے اور دونوں زمینوں کے درمیان بھی پانچ سو سال کا فاصلہ ہے اسی طرح سات زمینیں اسی فاصلہ کے ساتھ ایک دوسری کے نیچے بتلائیں۔ پھر فرمایا اس کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے اگر تم کوئی رسی سب سے نیچے کی زمین کی طرف لٹکاؤ تو وہ بھی اللہ کے پاس پہنچے گی پھر آپ ﷺ نے اسی آیت کی تلاوت کی۔ لیکن یہ حدیث غریب ہے اس کے راوی حسن رحمہ اللہ کا اے اپنے استاد حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سننا ثابت نہیں جیسے کہ ایوب یونس اور علی بن زید محدثین کا قول ہے۔ بعض اہل علم نے اس حدیث کی شرح میں کہا ہے کہ اس سے مراد رسی کا اللہ تعالیٰ کے علم قدرت اور غلبے تک پہنچنا ہے (نہ کہ ذات باری تک) اللہ تعالیٰ کا علم اس کی قدرت اور اس کا غلبہ اور سلطنت بے شک ہر جگہ ہے لیکن وہ اپنی ذات سے =

① احمد، ۴۰۴/۲ و سندہ ضعیف، ۳۸۱/۲ ح ۵۹۶۰ و سندہ صحیح؛ رواہ مسلم، ۲۷۱۳۔

② صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب الدعاء عند النوم، ۲۷۱۳۔

هُوَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوَىٰ عَلَى الْعَرْشِ ط يَعْلَمُ مَا يَكْبُرُ فِي الْأَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ وَمَا يَعْرُجُ فِيهَا ط وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ ط وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ۝ لَهُ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ط وَإِلَى اللَّهِ تُرْجَعُ الْأُمُورُ ۝ يُؤَلِّجُ اللَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُؤَلِّجُ النَّهَارَ فِي اللَّيْلِ ط وَهُوَ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ۝

ترجمہ: وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں پیدا کیا پھر عرش پر بیٹھا وہ خوب جانتا ہے اس چیز کو جو زمین میں جائے اور جو اس سے نکلے اور جو آسمان سے نیچے آئے اور جو کچھ چڑھ کر اس میں جائے جہاں کہیں تم ہو وہ تمہارے ساتھ ہے اور جو تم کر رہے ہو اللہ دیکھ رہا ہے [۴] آسمانوں کی اور زمین کی بادشاہی اسی کی ہے اور تمام کام اسی کی طرف پہنچائے جاتے ہیں [۵] وہی رات کو دن میں لے جاتا ہے اور وہی دن کو رات میں داخل کر دیتا ہے سینے کے اندر کی پوشیدگیوں کا وہ پورا عالم ہے۔ [۶]

= عرش پر ہے جیسے کہ اس نے اپنا یہ وصف اپنی کتاب میں خود بیان فرمایا ہے۔ ① مسند احمد میں بھی یہ حدیث ہے اور اس میں دودو زمینوں کے درمیان کا فاصلہ سات سو (۷۰۰) سال کا بیان ہوا ہے۔ ② ابن ابی حاتم اور بزار میں بھی یہ حدیث ہے لیکن ابن ابی حاتم میں رسی الٹکانے کا جملہ نہیں اور ہر دو زمین کے درمیان کی دوری اس میں بھی پانچ سو سال کی بیان ہوئی ہے۔ امام بزار رحمہ اللہ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ اس روایت کا راوی آنحضرت سے بغیر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے اور کوئی نہیں۔ ابن جریر میں یہ حدیث مرسلہ مروی ہے یعنی قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں ہم سے یوں ذکر کیا گیا ہے پھر حدیث بیان کرتے ہیں صحابی کا نام نہیں لیتے۔ ممکن ہے یہی ٹھیک ہو، واللہ اعلم۔ حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ سے مسند بزار اور کتاب الاسماء والصفات بیہقی میں یہ حدیث مروی ہے لیکن اس کی اسناد میں نظر ہے اور متن میں غرابت و نکارت ہے، واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔ امام ابن جریر آیت (وَمِنَ الْأَرْضِ مِثْلُهَا) کی تفسیر میں حضرت قتادہ رحمہ اللہ کا قول لائے ہیں کہ آسمان و زمین کے درمیان چار فرشتوں کی ملاقات ہوئی۔ آپس میں پوچھا کہ تم کہاں سے آرہے ہو؟ تو ایک نے کہا ساتویں آسمان سے مجھے اللہ عزوجل نے بھیجا ہے اور میں نے اللہ کو وہیں چھوڑا ہے۔ دوسرے نے کہا ساتویں زمین سے مجھے اللہ نے بھیجا تھا اور اللہ وہیں تھا۔ تیسرے نے کہا میرے رب نے مجھے مشرق سے بھیجا ہے جہاں وہ تھا۔ چوتھے نے کہا مجھے مغرب سے اللہ تعالیٰ نے بھیجا ہے اور میں اسے وہیں چھوڑ کر آ رہا ہوں۔ لیکن یہ روایت بھی غریب ہے بلکہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت قتادہ رحمہ اللہ والی اوپر کی روایت جو مرسلہ بیان ہوئی ہے ممکن ہے وہ بھی حضرت قتادہ رحمہ اللہ کا اپنا قول ہو جیسے یہ قول خود قتادہ کا اپنا ہے واللہ اعلم۔

آسمان و زمین کی پیدائش چھ دن میں: [آیت: ۴-۶] اللہ تعالیٰ کا زمین و آسمان کو چھ دن میں پیدا کرنا اور عرش پر قرار پکڑنا سورہ اعراف کی تفسیر میں پوری طرح بیان ہو چکا ہے۔ اس لیے یہاں دوبارہ بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ اسے بخوبی علم ہے کہ کس قدر بوندیں بارش کی زمین میں گئیں کتنے دانے زمین میں پڑے اور کیا چارے پیدا ہوئے کس قدر کھیتیاں ہوئیں کتنے ہی پھل کھلے۔

① ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورة الحديد، ۳۲۹۸ وسندہ ضعیف اس کی سند میں حسن بھری ہیں جن کا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت نہیں۔ ② احمد، ۲/۳۷۰ وسندہ ضعیف اس کی سند میں بھی حسن کی تدلیس ہے جبکہ حکم بن عبد الملک

ضعیف راوی ہے۔ (المیزان، ۱/۵۷۶ رقم: ۲۱۸۷)

جیسے اور آیت میں ہے ﴿عِنْدَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ﴾ الخ غیب کی کنجیاں اسی کے پاس ہیں جنہیں بجز اس کے اور کوئی جانتا ہی نہیں۔ وہ خشکی اور تری کی تمام چیزوں کا عالم ہے۔ کسی پتے کا گرنا بھی اس کے علم سے باہر نہیں۔ زمین کی اندھیریوں میں پوشیدہ دانہ اور کوئی ترو خشک چیز ایسی نہیں جو کھلی کتاب میں موجود نہ ہو۔ اسی طرح آسمان سے نازل ہونے والی بارش ازلے اور برف اور تقدیریں اور احکام جو بذریعہ برتر فرشتوں کے نازل ہوتے ہیں سب اس کے علم میں ہیں۔ سورہ بقرہ کی تفسیر میں یہ گزر چکا ہے کہ اللہ کے مقرر کردہ فرشتے بارش کے ایک ایک قطرے کو اللہ کی بتلائی ہوئی جگہ میں پہنچا دیتے ہیں۔ آسمان سے اترنے والے فرشتے اور اعمال بھی اس کے وسیع علم میں ہیں جیسے صحیح حدیث میں ہے رات کے اعمال دن سے پہلے اور دن کے عمل رات سے پہلے اس کی جناب میں پیش کر دیے جاتے ہیں۔ ① وہ تمہارے ساتھ ہے یعنی تمہارا نگہبان ہے۔ تمہارے اعمال و افعال کو دیکھ رہا ہے جیسے بھی ہوں جو بھی ہوں اور تم بھی خواہ خشکی میں خواہ تری میں ہو راتیں ہوں یا دن ہوں تم گھر میں ہو یا جنگل میں ہو ہر حالت میں اس کے علم کے لیے یکساں ہر وقت اس کی نگاہیں اور اس کا سننا تمہارے ساتھ ہے۔ تمہارے کلمات وہ سننا رہتا ہے تمہارا حال وہ دیکھتا رہتا ہے۔ تمہارے چھپے کھلے کا اسے علم ہے۔ جیسے فرمایا ہے کہ اس سے جو چھپنا چاہے اس کا وہ فعل فضول ہے۔ بھلا ظاہر باطن بلکہ دلوں کے ارادے تک سے واقفیت رکھنے والے سے کوئی کیسے چھپ سکتا ہے۔ اور آیت میں ہے پوشیدہ باتیں ظاہر باتیں راتوں کو دن کو جو بھی ہوں سب اس پر روشن ہیں۔ سچ ہے وہی رب ہے وہی معبود برحق ہے۔

صحیح حدیث میں ہے کہ جبریل علیہ السلام کے سوال پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا احسان یہ ہے کہ تو اللہ کی عبادت اس طرح کر کہ گویا تو اللہ کو دیکھ رہا ہے پس اگر تو اسے نہیں دیکھ رہا تو وہ تو تجھے دیکھ رہا ہے۔ ② ایک شخص آ کر رسول اللہ ﷺ سے عرض کرتا ہے کہ یا رسول اللہ! مجھے کوئی ایسا حکمت کا توشہ دیجیے کہ میری زندگی سنور جائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا لحاظ کر اور اس سے اس طرح شرمنا جیسے کہ تو اپنے کسی نزدیکی نیک قربت دار سے شرماتا ہے جو تجھ سے بھی جدا نہ ہوتا ہو۔ یہ حدیث ابو بکر اسماعیلی نے روایت کی ہے سند غریب ہے۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے جس نے تین کام کر لیے اس نے ایمان کا مزہ اٹھا لیا۔ اللہ ایک کی عبادت کی اور اپنے مال کی زکوٰۃ ہنسی خوشی راضی رضامندی سے ادا کی۔ جانور اگر زکوٰۃ میں دینے میں تو بوڑھے بیکار دبے پتلے اور بیمار نہ دیئے بلکہ درمیانہ راہ اللہ میں دیا اور اپنے نفس کو پاک کیا۔ اس پر ایک شخص نے سوال کیا کہ حضور! نفس کو پاک کرنے کا کیا مطلب ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا اس بات کو دل میں محسوس کرے اور یقین و عقیدہ رکھے کہ ہر جگہ اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ ہے (ابو نعیم)۔ اور حدیث میں ہے افضل ایمان یہ ہے کہ تو جان رکھے کہ تو جہاں کہیں ہے اللہ تیرے ساتھ ہے (نعیم بن حماد)۔ حضرت امام احمد رحمہ اللہ اکثر ان دو شعروں کو پڑھتے رہتے تھے:

إِذَا مَا عَمِلْتُ الدُّعْرَ يَوْمًا فَلَا تَقُلْ خَلَوْتُ وَلَكِنْ قُلْ عَلَى رَهْبٍ

وَلَا تَحْسَبَنَّ إِلَهًا يَفْعِلُ سَاعَةً وَلَا أَنَّ مَا يَخُفِي عَلَيَّ يَهْبُ

جب تو بالکل تنہائی اور خلوت میں ہو اس وقت بھی یہ نہ کہہ کہ میں اکیلا ہی ہوں بلکہ کہتا رہ کہ تجھ پر ایک نگہبان ہے یعنی اللہ تعالیٰ۔ =

① صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب فی قوله عليه السلام (ان الله لا ينام) ۱۷۹۔

② صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب سنوأل جبریل النبی ﷺ عن الایمان والاسلام والإحسان وعلم الساعة، ۵۰،

صحیح مسلم، ۹۔

اٰمِنُوۤا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِۦ ۚ وَانْفِقُوۤا مِمَّا جَعَلَكُمْ مُّسْتَخْلَفِيْنَ فِيْهِ ؕ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوۤا
 مِنْكُمْ وَانْفَقُوۤا لَهُمْ اَجْرٌ كَبِيْرٌ ۝۶ وَمَا لَكُمْ لَا تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ
 يَدْعُوْكُمْ لِتُؤْمِنُوۤا بِرَبِّكُمْ وَقَدْ اَخَذَ مِيْثَاقَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝۷ هُوَ الَّذِيْ
 يُنَزِّلُ عَلٰى عَبْدِهٖ اٰيٰتٍ بَيِّنٰتٍ لِّيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۚ وَانَّ اللّٰهَ
 بِكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝۸ وَمَا لَكُمْ اَلَّا تُنْفِقُوۡا فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلِلّٰهِ مِيْرٰثُ
 السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ لَا يَسْتَوِيْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَتْلَ ؕ
 اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوۡا مِنْۢ بَعْدُ وَقَتْلُوۡا وَكُلُوۡا وَوَعَدَ اللّٰهُ
 الْحُسْنٰى ؕ وَاللّٰهُ يَمَّا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝۹ مِّنْ ذَا الَّذِيْ يَقْرِضُ اللّٰهُ قَرْضًا حَسَنًا
 فَيُضْعِفُهٗ لَهٗ وَلَهٗ اَجْرٌ كَرِيْمٌ ۝۱۰

ترجمہ: اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لے آؤ اور اس مال میں سے خرچ کرو جس میں اللہ نے تمہیں دوسروں کا جائیں بنایا ہے پس تم
 میں سے جو ایمان لائیں اور خیراتیں کریں انہیں بہت بڑا ثواب ملے گا۔ [۷] تم اللہ پر ایمان کیوں نہیں لاتے؟ حالانکہ خود رسول تمہیں
 اپنے رب پر ایمان لانے کی دعوت دے رہا ہے اور اگر تمہیں باور ہو تو وہ تو تم سے مضبوط عہد و پیمان بھی لے چکا ہے۔ [۸] وہ ہے جو اپنے
 بندے پر واضح آیتیں اتارتا ہے تاکہ وہ تمہیں اندھیریوں سے نور کی طرف لے جائے یقیناً اللہ تعالیٰ تم پر نری کرنے والا اور رحم کرنے والا
 ہے [۹] تمہیں کیا ہو گیا ہے جو تم اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے؟ دراصل آسمانوں اور زمینوں کی میراث کا مالک تمہا اللہ ہی ہے۔ تم میں سے
 جن لوگوں نے فتح سے پہلے راہ اللہ دیا ہے اور جہاد کیا ہے وہ دوسروں کے برابر نہیں بلکہ ان سے بہت بڑے درجے کے ہیں جنہوں نے فتح
 کے بعد خیراتیں دیں اور جہاد کیے ہاں بھلائی کا وعدہ تو اللہ تعالیٰ کا ان سب سے ہے جو کچھ تم کر رہے ہو اس سے اللہ خبردار ہے۔ [۱۰] کوئی ہے
 جو اللہ تعالیٰ کو اچھی طرح قرض کے طور پر دے پھر اللہ تعالیٰ اسے اس کے لیے بڑھاتا چلا جائے اور اس کا پسندیدہ اجر ثابت ہو جائے۔ [۱۱]

= کسی ساعت اللہ تعالیٰ کو بے خبر نہ سمجھو اور غنی سے غنی کام کو اس پر غنی نہ مان۔ پھر فرماتا ہے کہ دنیا اور آخرت کا مالک وہی ہے جیسے اور
 آیت میں ہے ﴿وَ اِنَّ لَنَا لَلْاٰخِرَةَ وَالْاَوَّلٰى﴾ دنیا اور آخرت کی ملکیت ہماری ہی ہے۔ اس کی تعریف اس بادشاہت پر بھی کرنی ہمارا
 فرض ہے۔ فرماتا ہے ﴿وَهُوَ اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ لَهُ الْحَمْدُ فِى الْاَوَّلٰى وَالْاٰخِرَةِ﴾ وہی معبود برحق ہے اور وہی سزاوار حمد و ثنا ہے
 دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ اور آیت میں ہے اللہ کے لیے تمام تعریفیں ہیں جس کی ملکیت میں آسمان وزمین کی تمام چیزیں ہیں
 اور اسی کی حمد ہے آخرت میں اور وہ دانا اور خبردار ہے۔ پس ہر وہ چیز جو آسمان وزمین میں ہے اس کی بادشاہت میں ہے۔ ساری
 آسمان وزمین کی مخلوق اس کی غلام اور اس کی خدمت گزار اور اس کے سامنے پست ہے۔

جیسے فرمایا ﴿اِنَّ كُلَّ مَنْ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلَّا اِنِّى الرَّحْمٰنُ عَبْدٌ﴾ الخ آسمان وزمین کی کل مخلوق رحمن کے

سامنے غلامی کی حیثیت میں پیش ہونے والی ہے ان سب کو اس نے گھیر رکھا ہے اور سب کو ایک ایک کر کے گن رکھا ہے اسی کی طرف تمام امور لوٹائے جاتے ہیں اپنی مخلوق میں جو چاہے حکم دیتا ہے وہ عادل ہے ظلم نہیں کرتا بلکہ ایک نیکی کو دس گنا بڑھا کر دیتا ہے اور پھر اپنے پاس سے اجر عظیم عنایت فرماتا ہے ﴿وَلَنَضْعُ الْمَوَازِينَ﴾ الخ قیامت کے روز ہم عدل کی ترازو رکھیں گے اور کسی پر ظلم نہ کیا جائے گا رائی کے برابر کا عمل بھی ہم سامنے لا رکھیں گے اور ہم حساب کرنے اور لینے میں کافی ہیں۔ پھر فرمایا خلق میں تصرف بھی اسی کا چلتا ہے دن رات کی گردش بھی اسی کے ہاتھ ہے۔ اپنی حکمت سے گھٹاتا بڑھاتا ہے۔ کبھی کے دن لے کبھی کی راتیں اور کبھی دونوں یکساں کبھی جاڑا کبھی گرمی کبھی بارش کبھی بہار کبھی خزاں۔ اور یہ سب بندوں کی خیر خواہی اور ان کی مصلحت کے لحاظ سے ہے۔ وہ دلوں کی چھوٹی سے چھوٹی باتوں اور دور کے پوشیدہ رازوں سے بھی واقف ہے۔

اللہ اور رسول ﷺ پر ایمان لاؤ: [آیت: ۱۱۰] اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے اوپر اور اپنے رسول کے اوپر ایمان لانے اور اس پر مضبوطی اور یقینی کے ساتھ جم کر رہنے کی ہدایت فرماتا ہے۔ اور اپنی راہ میں خیرات کرنے کی رغبت دلاتا ہے جو مال ہاتھوں ہاتھ تمہیں اس نے پہنچایا ہو تم اس کی اطاعت گزاری میں اسے خرچ کرو۔ اور سمجھ لو کہ جس طرح دوسرے ہاتھوں سے تمہیں ملا ہے اسی طرح عن قریب تمہارے ہاتھوں سے دوسرے ہاتھوں میں چلا جائے گا اور تم پر حساب اور عتاب رہ جائے گا۔ اور اس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ تیرے بعد تیرا وارث ممکن ہے کہ نیک ہو اور وہ تیرے ترکے کو میری راہ میں خرچ کر کے مجھ سے بہت نزدیکی حاصل کرے۔ اور ممکن ہے کہ وہ بد ہو اور اپنی بدستی اور سیاہ کاری میں تیرا اندوختہ فنا کر دے اور اس کی بدیوں کا باعث تو بنے نہ تو چھوٹا نہ وہ اڑاتا۔ حضور ﷺ سورہ ﴿الْهُكْمُ﴾ پڑھ کر فرمانے لگے انسان کو کہتا رہتا ہے یہ بھی میرا مال ہے یہ بھی میرا مال ہے حالانکہ دراصل انسان کا مال وہ ہے جو کھالیا جائے نہ لیا، صدقہ کر دیا۔ کھایا ہوا فنا ہو گیا پہنا ہوا پرانا ہو کر برا ہو گیا ہاں راہ اللہ دیا ہو بطور خزانہ کے جمع رہا ① (مسلم)۔

اور جو رہ گیا وہ تو اوروں کا مال ہے تو تو اسے جمع کر کے چھوڑ جانے والا ہے۔ ② پھر ان ہی دونوں باتوں کی ترغیب دلاتا ہے اور بہت بڑے اجر کا وعدہ دیتا ہے۔ پھر فرماتا ہے تمہیں ایمان سے کون سی چیز روکتی ہے؟ رسول اللہ ﷺ تم میں موجود ہیں وہ تمہیں ایمان کی طرف بلا رہے ہیں ولیس دے رہے اور معجزے دکھا رہے ہیں۔ صحیح بخاری کی شرح کے ابتدائی حصے کتاب الایمان میں ہم یہ حدیث بیان کر آئے ہیں کہ حضور ﷺ نے پوچھا سب سے زیادہ اچھے ایمان والے تمہارے نزدیک کون ہیں؟ کہا فرشتے۔ فرمایا وہ تو اللہ کے پاس ہی ہیں پھر ایمان کیوں نہ لاتے؟ کہا پھر انبیاء فرمایا ان پر تو وحی اور کلام اللہ اترتا ہے وہ کیسے ایمان نہ لاتے؟ کہا پھر ہم۔ فرمایا وہ تم ایمان سے کیسے رک سکتے تھے میں تم میں زندہ موجود ہوں۔ سنو! بہترین اور عجیب تر ایمان دار وہ لوگ ہیں جو تمہارے بعد آئیں گے۔ صحیفوں میں لکھا دیکھیں گے اور ایمان قبول کریں گے۔ سورہ بقرہ کے شروع میں آیت ﴿الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ﴾ کی تفسیر میں بھی ہم ایسی احادیث لکھ آئے ہیں۔

پھر انہیں روز یثاق کا قول قرار یاد دلاتا ہے جیسے اور آیت میں ہے ﴿وَإِذْ كُنَّا نَعْمَةً اللَّهُ عَلَيْكُمْ﴾ الخ اس سے مراد رسول اللہ سے بیعت کرنا ہے۔ اور امام ابن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں مراد وہ یثاق ہے جو حضرت آدم علیہ السلام کی پیٹھ میں ان سے لیا گیا تھا۔ مجاہد رحمہ اللہ کا بھی یہی مذہب ہے وَاللَّهُ أَعْلَمُ۔ وہ اللہ جو اپنے بندے پر روشن تجتیں اور بہترین دلائل اور عمدہ تر آیتیں نازل فرماتا ہے تاکہ ظلم و جہل کی گھنگھور گھٹاؤں اور رائے قیاس کی بدترین اندھیروں سے تمہیں نکال کر نورانی اور روشن صاف اور

① صحیح مسلم، کتاب الزہد، باب الدنيا سجن للمؤمن وجنة للكافر، ۲۹۵۸؛ احمد، ۲۴/۴۔

② صحیح مسلم، حوالہ سابق، ۲۹۵۹۔

سیدھی راہ حق پر لا کھڑا کر دے۔ اللہ رؤف ہے ساتھ ہی رحیم ہے۔ یہ اس کا سلوک اور کرم ہے کہ لوگوں کی راہ نمائی کے لیے کتابیں اتاریں رسول بھیجے شک شبہات دور کر دیے۔ ہدایت کی وضاحت کر دی۔ ایمان اور خیرات کا حکم کر کے پھر ایمان کی رغبت دلا کر اور یہ بیان فرما کر کہ ایمان نہ لانے کا اب کوئی عذر میں نے باقی نہیں رکھا پھر صدقات کی رغبت دلائی اور فرمایا میری راہ میں خرچ کرو اور فقیری سے نہ ڈرو اس لیے کہ جس کی راہ میں تم خرچ کر رہے ہو وہ زمین و آسمان کے خزانوں کا تہما مالک ہے۔ عرش و کرسی اسی کی ہے اور وہ تم سے اس خیرات کے بدلے کا وعدہ کر چکا ہے۔ فرماتا ہے ﴿وَمَا أَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهُ وَهُوَ خَيْرُ الْخَالِقِينَ﴾ جو کچھ تم راہ اللہ دو گے اس کا بہترین بدلہ وہ تمہیں دے گا اور روزی رساں درحقیقت وہی ہے۔ اور فرماتا ہے ﴿مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللَّهِ بَاقٍ﴾ یہ فانی مال تم خرچ کر دو گے وہ اپنے پاس کا بیٹھگی والا مال تمہیں دے گا۔ تو کل والے خرچ کرتے رہتے ہیں اور مالک عرش انہیں تنگی ترشی سے محفوظ رکھتا ہے۔ انہیں اس بات کا اعتماد ہوتا ہے کہ ہمارے فی سبیل اللہ خرچ کردہ مال کا بدلہ دونوں جہان میں ہمیں قطعاً مل کر رہے گا۔

فضائل صحابہ: پھر اس امر کا بیان ہو رہا ہے کہ فتح مکہ سے پہلے جن لوگوں نے راہ اللہ خرچ کیے اور جہاد کیے اور جن لوگوں نے یہ نہیں کیا، گو بعد فتح مکہ کیا ہو یہ دونوں برابر نہیں ہیں۔ اس وجہ سے بھی کہ اس وقت تنگی ترشی زیادہ تھی اور قوت طاقت کم تھی اور اس لیے بھی کہ اس وقت ایمان وہی قبول کرتا تھا جس کا دل ہر میل کچیل سے پاک ہوتا تھا۔ فتح مکہ کے بعد تو اسلام کو کھلا غلبہ ملا، اور مسلمانوں کی تعداد بہت زیادہ ہو گئی اور فتوحات کی وسعت ہوئی اور ساتھ ہی مال بھی نظر آنے لگا۔ پس اس وقت اور اس وقت میں جتنا فرق ہے اتنا ہی ان لوگوں اور ان لوگوں کے اجر میں فرق ہے۔ انہیں بہت بڑے اجر ملیں گے۔ گو دونوں اصل بھلائی اور اصل اجر میں شریک ہیں۔ بعضوں نے کہا ہے فتح سے مراد صلح حدیبیہ ہے۔ اس کی تائید مسند احمد کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اور حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ میں کچھ اختلاف ہو گیا، جس پر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم اسی پر اڑ رہے ہو کہ ہم سے کچھ دن پہلے اسلام لائے۔ جب حضور ﷺ کو اس کا علم ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا میرے صحابہ کو میرے لیے چھوڑ دو اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اگر تم احد کے یا کسی اور پہاڑ کے برابر سو نا خرچ کرو تو بھی ان کے اعمال کو پہنچ نہیں سکتے۔ ① ظاہر ہے کہ یہ واقعہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے مسلمان ہو جانے کے بعد کا ہے اور آپ صلح حدیبیہ کے بعد اور فتح مکہ سے پہلے ایمان لائے تھے اور یہ اختلاف جس کا ذکر اس روایت میں ہے بنو جذیمہ کے بارے میں ہوا تھا۔ حضور ﷺ نے فتح مکہ کے بعد حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی امارت میں ان کی طرف ایک لشکر بھیجا تھا جب یہ وہاں پہنچے تو ان لوگوں نے پکارنا شروع کیا کہ ہم مسلمان ہو گئے لیکن اپنی نادانیت سے یہ تو نہ کہا کہ ہم اسلام لائے بلکہ کہنے لگے ہم صابی ہوئے، یعنی بے دین ہوئے اس لیے کہ کفار مسلمانوں کو یہی لفظ کہا کرتے تھے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے (غالباً) اس کلمہ کا اصلی مطلب نہ سمجھ کر ان کے قتل کا حکم دیدیا بلکہ ان کے جو لوگ گرفتار کیے گئے تھے انہیں قتل کر ڈالنے کو فرمایا اس پر حضرت عبدالرحمن بن عوف اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ان کی مخالفت کی۔ اس واقعہ کا مختصر بیان اوپر والی حدیث میں ہے۔

صحیح حدیث میں ہے میرے صحابہ کو برا نہ کہو اس کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ اگر تم میں سے کوئی احد پہاڑ کے برابر سو نا خرچ کرے تو بھی ان کے تین پاؤ اتانچ کے ثواب کو نہیں پہنچے گا بلکہ ڈیڑھ پاؤ کو بھی نہ پہنچے گا۔ ② ابن جریر میں ہے حدیبیہ والے

① احمد، ۳/۲۶۶ وسندہ ضعیف، حمید الطویل عنمن۔ ② صحیح بخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی، باب قول النبی ﷺ ((لو كنت متخذاً خليلاً)) ۳۶۷۳؛ صحیح مسلم، ۲۵۴۱۔

سال ہم حضور ﷺ کے ساتھ جب عسکان میں پہنچے تو آپ ﷺ نے فرمایا ایسے لوگ بھی آئیں گے کہ تم اپنے اعمال کو ان کے اعمال کے مقابلہ میں حقیر سمجھنے لگو گے۔ ہم نے کہا کیا قریشی؟ فرمایا نہیں بلکہ یعنی نہایت نرم دل نہایت خوش اخلاق سادہ مزاج۔ ہم نے کہا حضور! پھر کیا وہ ہم سے بہتر ہوں گے؟ آپ ﷺ نے جواب دیا کہ اگر ان میں سے کسی کے پاس احد پہاڑ کے برابر سونا بھی ہو اور وہ اسے راہ اللہ خرچ کرے تو تم میں سے ایک کے تین پاؤں بلکہ ڈیڑھ پاؤں اتنا ج کی خیرات کو بھی نہیں پہنچ سکتا۔ یاد رکھو کہ ہم میں اور دوسرے تمام لوگوں میں یہی فرق ہے۔ پھر آپ ﷺ نے اسی آیت ﴿لَا يَسْتَوِي﴾ کی تلاوت کی۔ لیکن یہ روایت غریب ہے۔ بخاری و مسلم میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت میں خارجیوں کے ذکر میں ہے کہ تم اپنی نمازیں ان کی نمازوں کے مقابلہ میں اور اپنے روزے ان کے روزوں کے مقابلہ میں حقیر اور کم تر شمار کرو گے وہ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح حیر شکار سے۔ ①

ابن جریر میں ہے عن قریب ایک قوم آئے گی کہ تم اپنے اعمال کو کمتر سمجھنے لگو گے جب ان کے اعمال کے سامنے رکھو گے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا کیا وہ قریشیوں میں سے ہوں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں وہ سادہ مزاج نرم دل یہاں آنے والے ہیں اور آپ ﷺ نے یمن کی طرف اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا پھر آپ ﷺ نے فرمایا وہ یمنی لوگ ہیں ایمان تو یمن والوں کا ایمان ہے اور حکمت یمن والوں کی حکمت ہے۔ ہم نے پوچھا کیا وہ ہم سے افضل ہوں گے؟ فرمایا اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر ان میں سے کسی کے پاس سونے کا پہاڑ ہو اور اسے وہ راہ اللہ دے ڈالے تو بھی تمہارے ایک مدیا آدھے مد کو بھی نہیں پہنچ سکتا۔ پھر آپ ﷺ نے اپنی اور انگلیاں تو بند کر لیں اور اپنی چھنگلیاں کو دراز کر کے فرمایا خبردار ہو یہ ہے فرق ہم میں اور دوسرے لوگوں میں۔ پھر آپ ﷺ نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔ پس اس حدیث میں حدیبیہ کا ذکر نہیں۔ پھر یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ممکن ہے فتح مکہ سے پہلے ہی فتح مکہ کے بعد کی خبر اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو دے دی ہو جیسے کہ سورہ مزمل میں جو ان ابتدائی سورتوں میں سے ہے جو مکہ میں نازل ہوئی تھیں پروردگار نے خبر دی تھی کہ ﴿وَأَخْرَجُوا بِقَاتِلُونَ هِيَ سَبِيلُ اللَّهِ﴾ یعنی کچھ اور لوگ ایسے بھی ہیں جو اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں پس جس طرح اس آیت میں ایک آنے والے واقعہ کا تذکرہ ہے اسی طرح اس آیت کو اور حدیث کو بھی سمجھ لیا جائے وَاللَّهُ أَعْلَمُ۔

سب صحابہ عظیم ہیں: پھر فرماتا ہے کہ ہر ایک سے اللہ تعالیٰ نے بھلائی کا وعدہ کیا ہے یعنی فتح مکہ سے پہلے اور اس کے بعد بھی جس نے جو کچھ راہ اللہ دیا ہے اس کا اجر وہ پائے گا۔ یہ اور بات ہے کہ کسی کو بہت زیادہ دیا جائے کسی کو اس سے کم۔ جیسے اور جگہ ہے کہ مجاہد اور غیر مجاہد جو عذر والے بھی نہ ہوں درجے میں برابر نہیں گو بھلے وعدے میں دونوں شامل ہیں۔ صحیح حدیث میں ہے تو ی مومن اللہ کے نزدیک ضعیف مومن سے افضل ہے لیکن بھلائی دونوں میں ہے۔ ②

اگر یہ فقرہ اس آیت میں نہ ہوتا تو ممکن تھا کہ کسی کو ان بعد والوں کی سبکی کا خیال گزرتا اس لیے تفصیلت بیان فرما کر پھر عطف ڈال کر اصل اجر میں دونوں کو شریک بتایا۔ پھر فرمایا تمہارے تمام اعمال کی تمہارے رب کو خبر ہے وہ درجہ جات میں جو تفاوت رکھتا ہے وہ بھی انداز سے نہیں بلکہ صحیح علم سے۔

اللہ صدقات کو بڑھاتا ہے: حدیث شریف میں ہے ایک درہم ایک لاکھ درہم سے بڑھ جاتا ہے۔ ③ یہ بھی یاد رہے کہ اس =

① صحیح بخاری، کتاب استیابہ المرتدین، باب قتل الخوارج والملحدین بعد اقامۃ الحجۃ ۶۹۳۱، صحیح مسلم،

۱۰۶۴۔ ② صحیح مسلم، کتاب القدر، باب الإیمان بالقدر، والإذعان له ۲۶۶۴، ابن ماجہ، ۱۷۹، احمد، ۳۶۶/۲۔

③ نسائی، کتاب الزکاة، باب جہد المقل، ۲۵۲۸ و سندہ ضعیف؛ ابن حبان، ۳۳۴۷، حاکم، ۴۱۶/۱ اس کی سند میں محمد بن عثمان کی تدلیس ہے۔

يَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ يَسْعَى نُورُهُمْ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَبِأَيْمَانِهِمْ
 بُشْرَاكُمُ الْيَوْمَ جَنَّتْ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ذَلِكَ هُوَ الْفَوْزُ
 الْعَظِيمُ ① يَوْمَ يَقُولُ الْمُنِفِقُونَ وَالْمُنِفِقَاتُ لِلَّذِينَ آمَنُوا انظُرُونَا نَقْتَبِسْ
 مِنْ نُورِكُمْ قِيلَ ارْجِعُوا وَرَاءَكُمْ فَالْتَمِسُوا نُورًا فَضُرِبَ بَيْنَهُم بِسُورٍ لَهُ
 بَابٌ بَاطِنُهُ فِيهِ الرَّحْمَةُ وَظَاهِرُهُ مِنْ قِبَلِهِ الْعَذَابُ ② ينادونهم ألم
 نكن معكم قالوا بلى ولكنكم فتنتم أنفسكم وتربصتم وارتبتم وغرركم
 الأمانى حتى جاء أمر الله وعرّكم بالله الغرور ③ فالיום لا يُوْخَذُ مِنْكُمْ
 فِدْيَةٌ وَلَا مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا مَا أُولَكُمْ النَّارُ هِيَ مَوْلَاكُمْ ④ وَبُئْسَ الْمَصِيرُ ⑤

ترجمہ: قیامت کے دن تو دیکھے گا کہ ایمان دار مردوں اور عورتوں کا نور ان کے آگے آگے اور ان کے دائیں دوڑ رہا ہوگا آج تمہیں ان
 جنتوں کی خوشخبری ہے جن کے نیچے نہریں جاری ہیں جن میں ہمیشہ کی رہائش ہے یہ ہے بہترین کامیابی۔ [۱۳] اس دن منافق مرد و عورت
 ایمان داروں سے کہیں گے کہ ہمارا انتظار تو کرو کہ ہم بھی تمہارے نور سے کچھ روشنی حاصل کر لیں۔ جواب دیا جائے گا کہ تم اپنے پیچھے
 لوٹ جاؤ اور روشنی تلاش کرو پھر ان کے اور ان کے درمیان ایک دیوار حائل کر دی جائے گی جس میں دروازہ بھی ہوگا۔ اس کے اندرونی
 حصہ میں تو رحمت ہوگی اور باہر کی طرف عذاب ہوگا۔ [۱۴] یہ چلا چلا کر ان سے کہیں گے کہ کیا ہم تمہارے ساتھ نہ تھے؟ یہ کہیں گے کہ ہاں
 تھے تو سہی لیکن تم نے اپنے تئیں گمراہی میں پھنسا رکھا تھا اور انتظار میں ہی رہے اور شک شبہ کرتے رہے اور تمہیں تمہاری فضول تمناؤں نے
 دھوکے میں ہی رکھا یہاں تک کہ اللہ کا حکم آپہنچا اور تمہیں دھوکہ دینے والے نے دھوکے میں ہی رکھا۔ [۱۵] الغرض آج تم سے نہ فدیہ اور
 بدلہ قبول کیا جائے اور نہ کافروں سے تم سب کا ٹھکانا دوڑ خ ہے وہی تمہاری رفتی ہے اور وہ برا ٹھکانا ہے۔ [۱۵]

= آیت کے بڑے حصے دار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ اس لیے کہ اس پر عمل کرنے والے تمام نبیوں کی امت کے سردار آپ
 ہیں۔ آپ نے ابتدائی تنگی کے وقت اپنا کل مال راہ اللہ دیدیا تھا جس کا بدلہ بجز اللہ کے کسی اور سے مطلوب نہ تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ
 فرماتے ہیں میں دربار رسالت مآب ﷺ میں تھا اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بھی تھے صرف ایک عبا آپ کے جسم پر تھی گریبان
 کانٹے سے اٹکائے ہوئے تھے جو حضرت جبریل علیہ السلام نازل ہوئے اور پوچھا کیا بات ہے جو حضرت ابوبکر نے فقط ایک عبا پہن رکھی
 ہے اور کانٹا لگا رکھا ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا انہوں نے اپنا کل مال میرے کاموں میں فتح سے پہلے ہی راہ اللہ خرچ کر ڈالا ہے اب
 ان کے پاس کچھ نہیں۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے فرمایا ان سے کہو کہ اللہ انہیں سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ کیا اس فقیری میں تم مجھ سے
 خوش ہو یا ناخوش ہو؟ آپ ﷺ نے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کو یہ سب کہہ کر سوال کیا۔ جواب ملا کہ میں اپنے رب عزوجل سے ناراض
 کیسے ہو سکتا ہوں میں اس حال میں بہت خوش ہوں۔ یہ حدیث سند اضعیف ہے وَاللّٰهُ اعْلَمُ۔ پھر فرماتا ہے کون ہے جو اللہ کو اچھا قرض

دے۔ اس سے مراد اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے خرچ کرنا ہے۔

بعضوں نے کہا ہے بال بچوں کو کھلانا پلانا وغیرہ خرچ مراد ہے۔ ہو سکتا ہے کہ آیت اپنے عموم کے لحاظ سے دونوں صورتوں کو شامل ہو۔ پھر اس پر وعدہ فرماتا ہے کہ اسے بہت بڑھا چڑھا کر بدلہ ملے گا اور پاکیزہ تر روزی جنت میں ملے گی۔ اس آیت کو سن کر حضرت ابو دحداح انصاری رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا کیا ہمارا رب ہم سے قرض مانگتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں۔ کہا ذرا اپنا ہاتھ تو دیجیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ بڑھایا تو آپ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر کہا میرا باغ جس میں کھجور کے چھ سو درخت ہیں وہ میں نے اپنے رب کو دیا۔ آپ کے بیوی بچے بھی اسی باغ میں تھے۔ آپ آئے اور باغ کے دروازے پر کھڑے رہ کر اپنی بیوی صاحبہ کو آواز دی وہ لپیک کہتی ہوئی آئیں تو فرمانے لگے بچوں کو لے کر چلی آؤ میں نے یہ باغ اپنے رب عزوجل کو قرض دے دیا ہے۔ وہ خوش ہو کر کہنے لگیں آپ نے بہت نفع کی تجارت کی۔ اور بال بچوں کو اور گھر کے اثاثے کو لے کر باہر چلی آئیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے جنتی درخت وہاں کے باغات جو میووں سے لدے ہوئے اور جن کی شاخیں یا قوت اور موتی کی ہیں ابو دحداح کو اللہ نے دے دیں۔ ①

روز قیامت مومن مرد اور عورتوں کی حالت: [آیت: ۱۲-۱۵] یہاں بیان ہو رہا ہے کہ مسلمانوں کے نیک اعمال کے مطابق انہیں نور ملے گا جو قیامت کے دن ان کے ساتھ ساتھ رہے گا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ان میں بعض کا نور پہاروں کے برابر ہوگا اور بعض کا کھجور کے درختوں کے برابر اور بعض کا کھڑے انسان کے قد کے برابر۔ سب سے کم نور جس گنہگار مومن کا ہوگا اس کے پیر کے انگوٹھے پر نور ہوگا جو کبھی روشن ہوتا ہوگا اور کبھی بجھ جاتا ہوگا ② (ابن جریر)۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم سے ذکر کیا گیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے بعض مومن ایسے بھی ہوں گے جن کا نور اس قدر ہوگا کہ جس قدر مدینہ سے عدن دور ہے اور ائین دور ہے اور صنعاء دور ہے۔ بعض اس سے کم، بعض اس سے کم یہاں تک کہ بعض وہ بھی ہوں گے جن کے نور سے صرف ان کے دونوں قدموں کے پاس ہی اجالا ہوگا۔

حضرت جنادہ بن ابوامیہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں لوگو! تمہارے نام مع ولدیت کے اور خاص نشانیوں کے اللہ کے ہاں لکھے ہوئے ہیں اسی طرح تمہارا ہر ظاہر باطن عمل بھی وہاں لکھا ہوا ہے۔ قیامت کے دن نام لے کر پکار کر کہہ دیا جائے گا کہ اے فلاں یہ تیرا نور ہے اور اے فلاں تیرے لیے کوئی نور ہمارے ہاں نہیں پھر آپ نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی۔

روز قیامت مومنوں کے لیے نور: حضرت خضاک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اول اول تو ہر شخص کو نور عطا ہوگا لیکن جب پل صراط پر جائیں گے منافقوں کا نور بجھ جائے گا۔ اسے دیکھ کر مومن بھی ڈر نے لگیں گے کہ ایسا نہ ہو ہمارا نور بھی بجھ جائے تو اللہ سے دعائیں کریں گے کہ اے اللہ تعالیٰ! ہمارا نور ہمارے لیے پورا پورا کر۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس آیت سے مراد پل صراط پر نور کا ملنا ہے تاکہ اس اندھیری جگہ سے آرام گزر جائیں۔ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں سب سے پہلے سجدے کی اجازت قیامت کے دن مجھے دی جائے گی اور اسی طرح سب سے پہلے سجدے سے سر اٹھانے کا حکم بھی مجھے ہوگا۔ میں آگے پیچھے دائیں بائیں نظریں ڈالوں گا اور اپنی امت کو پہچان لوں گا۔ تو ایک شخص نے کہا حضور! حضرت نوح علیہ السلام سے لے کر آپ کی امت تک کی تمام امتیں اس میدان میں اکٹھی ہوں گی ان میں سے آپ اپنی امت کی شناخت کیسے کریں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بعض مخصوص نشانیوں کی وجہ سے میری امت

① ابن ابی حاتم و سندہ ضعیف اس کی سند میں حمید الاعرج ضعیف راوی ہے۔ (المیزان، ۱/ ۶۱۴ رقم: ۲۳۴۰)

② الطبری، ۲۳/ ۱۷۹۔

کے اعضاء وضو چک رہے ہوں گے یہ وصف کسی اور امت میں نہ ہوگا اور انہیں ان کے نامہ اعمال ان کے واسطے ہاتھوں میں دیئے جائیں گے اور ان کے چہرے چمک رہے ہوں گے اور ان کا نور ان کے آگے آگے چلتا ہوگا اور ان کی اولاد ان کے ساتھ ہوگی۔ ①
 ضحاک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ان کے دائیں ہاتھ میں ان کا عمل نامہ ہوگا جیسے اور آیتوں میں تشریح ہے۔ ان سے کہا جائے گا کہ آج تمہیں ان جنتوں کی بشارت ہے جن کے چپے چپے پر چشمے جاری ہیں جہاں سے کبھی نکلنا نہیں۔ یہ زبردست کامیابی ہے۔ اس کے بعد کی آیت میں میدان قیامت کے ہولناک دل شکن اور کپکپا دینے والے واقعہ کا بیان ہے کہ سوائے سچے ایمان اور کھرے اعمال والوں کے نجات کسی کو منہ نہ دکھائے گی۔

سلیم بن عامر فرماتے ہیں ہم ایک جنازے کے ساتھ باب دمشق میں تھے جب جنازے کی نماز ہو چکی اور دفن کا کام شروع ہوا تو حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ نے فرمایا لوگو! تم اس دنیا کی منزل میں آج صبح شام کر رہے ہو نیکیاں برائیاں کر سکتے ہو اسکے بعد ایک اور منزل کی طرف تم سب کوچ کرنے والے ہو۔ وہ منزل یہی قبر کی ہے جو تنہائی کا اندھیرے کا، کیڑوں کا اور تنگی و تاریکی والا گھر ہے مگر جس کے لیے اللہ تعالیٰ اسے وسعت دے دے۔ یہاں سے تم پھر میدان قیامت کے مختلف مقامات پر وارد ہو گے۔ ایک جگہ بہت سے لوگوں کے چہرے سفید ہو جائیں گے اور بہت سے لوگوں کے سیاہ پڑ جائیں گے۔ پھر ایک میدان میں جاؤ گے جہاں سخت اندھیرا ہوگا۔ وہاں ایمان داروں کو نور تقسیم کیا جائے گا اور کافر و منافق بے نور رہ جائیں گے۔ اسی کا ذکر آیت ﴿أَوْ كَظُلُمٍ﴾ النور میں ہے۔ پس جس طرح آنکھوں والوں کی بصارت سے اندھا کوئی نفع حاصل نہیں کر سکتا منافق و کافر ایمان دار کے نور سے کچھ فائدہ نہ اٹھا سکے گا۔ تو منافق ایمان داروں سے آرزو کریں گے کہ اس قدر آگے نہ بڑھ جاؤ کچھ تو ٹھہرو جو ہم بھی تمہارے نور کے سہارے چلیں۔ تم جس طرح دنیا میں مسلمانوں کے ساتھ فن فریب کرتے تھے آج ان سے کہا جائے گا کہ لوٹ جاؤ اور نور تلاش کر لاؤ۔ یہ واپس نور کی تقسیم کی جگہ جائیں گے لیکن وہاں کچھ نہ پائیں گے۔ یہی اللہ کا وہ مکر ہے جس کا بیان ﴿وَهُوَ خَادِعُهُمْ﴾ میں ہے۔ اب لوٹ کر یہاں جو آئیں گے تو دیکھیں گے کہ مومنوں اور ان کے درمیان ایک دیوار حائل ہو گئی ہے جس کے اس طرف رحمت ہی رحمت ہے اور اس طرف عذاب و سزا ہی سزا ہے۔ پس منافق نور کی تقسیم کے وقت تک دھوکے میں ہی پڑا رہے گا۔ نور مل جانے پر بھید کھل جائے گا تمیز ہو جائے گی اور یہ منافق اللہ کی رحمت سے مایوس ہو جائیں گے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب کامل اندھیرا اچھایا ہوا ہوگا کہ کوئی انسان اپنا ہاتھ بھی نہ دیکھ سکے اس وقت اللہ تعالیٰ ایک نور ظاہر کرے گا۔ مسلمان اس طرف جانے لگیں گے تو منافق بھی پیچھے لگ جائیں گے جب مومن زیادہ آگے نکل جائیں گے تو یہ انہیں ٹھہرانے کے لیے آواز دیں گے اور یادلائیں گے کہ دنیا میں ہم سب ساتھ ہی تھے۔ تو مومن جواب دیں گے کہ واپس اندھیرے میں لوٹ جاؤ اور وہاں نور تلاش کرو۔ ② حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ قیامت کے دن لوگوں کو ان کی پردہ پوشی کے لیے ان کے ناموں سے پکارا جائے گا لیکن پل صراط پر تمیز ہو جائے گی مومنوں کو نور ملے گا اور منافقوں کو بھی ملے گا لیکن جب درمیان میں پہنچ جائیں گے منافقوں کا نور بجھ جائے گا۔ یہ مومنوں کو آواز دیں گے لیکن اس وقت خود مومن خوف زدہ ہو رہے ہوں گے۔ یہ وہ وقت ہوگا کہ ہر ایک آپادھانی میں ہوگا۔ جس دیوار کا یہاں ذکر ہے یہ جنت و دوزخ کے درمیان حد فاصل ہوگی۔ اسی کا ذکر آیت ﴿وَبَيْنَهُمَا حِجَابٌ﴾ میں ہے۔ پس جنت میں رحمت اور جہنم میں عذاب۔

ٹھیک بات یہی ہے لیکن بعض کا قول ہے کہ اس سے مراد بیت المقدس کی دیوار ہے جو جہنم کی وادی کے پاس ہوگی۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ یہ دیوار بیت المقدس کی شرقی دیوار ہے جس کے باطن میں مسجد وغیرہ ہے اور جس کے ظاہر میں وادی جہنم =

اَلَمْ يَأْنِ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ وَلَا يَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اُوْتُوْا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْاَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوْبُهُمْ وَكَثِيْرٌ مِنْهُمْ فَسِقُوْنَ ﴿١٦﴾ اَعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۚ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿١٧﴾

ترجمہ: کیا اب تک ایمان والوں کے لیے وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ کے ذکر سے اور جو حق اتر چکا ہے اس سے پگھل جائیں اور ان کی طرح نہ ہو جائیں جنہیں ان سے پہلے کتاب دی گئی تھی پھر جب ان پر ایک زمانہ دراز گزر گیا تو ان کے دل سخت ہو گئے اور ان میں سے اکثر فاسق ہیں۔ [۱۶] یقین مانو کہ اللہ ہی زمین کو اس کی موت کے بعد زندہ کر دیتا ہے ہم نے تو تمہارے لیے اپنی آیتیں بیان کر دیں تاکہ تم سمجھو۔ [۱۷]

== ہے۔ اور بعض بزرگوں نے بھی یہی کہا ہے۔ لیکن یہ یاد رکھنا چاہیے کہ ان کا مطلب یہ نہیں کہی کہ بعینہ یعنی یہی دیوار اس آیت میں مراد ہے۔ بلکہ اس کا ذکر بطور قرب معنی کے اس آیت کی تفسیر میں ان حضرات نے کر دیا ہے اس لیے کہ جنت آسمانوں میں اعلیٰ علیین میں ہے اور جہنم اسفل السالفین میں۔ اور حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ سے جو مروی ہے کہ جس دروازے کا ذکر اس آیت میں ہے اس سے مراد مسجد کا باب الرحمت ہے یہ بخواسرائیل کی روایت ہے جو ہمارے لیے سند نہیں بن سکتی۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ دیوار قیامت کے دن مومنوں اور منافقوں کے درمیان علیحدگی کے لیے کھڑی کی جائے گی۔ مومن تو اس دروازے میں سے جا کر جنت میں پہنچ جائیں گے پھر دروازہ بند ہو جائے گا اور منافق حیرت زدہ ظلمت و عذاب میں رہ جائیں گے۔ جیسے کہ دنیا میں بھی یہ لوگ کفر و جہالت، شک و حیرت کی اندھیریوں میں تھے۔ اب یہ یاد دلانیں گے کہ دیکھو دنیا میں ہم تمہارے ساتھ تھے جمعہ جماعت ادا کرتے تھے عرفات اور غزوات میں موجود رہتے تھے واجبات ادا کرتے تھے۔ ایمان دار کہیں گے ہاں بات تو ٹھیک ہے لیکن اپنے کروت تو دیکھو گناہوں میں نفسانی خواہشوں میں اللہ کی نافرمانیوں میں عمر بھر تم لذتیں اٹھاتے رہے آج تو یہ کر لیں گے کل بد اعمالیاں چھوڑ دیں گے اسی میں رہے انتظار میں ہی عمر گزار دی کہ دیکھیں مسلمانوں کا نتیجہ کیا ہوتا ہے؟ اور تمہیں یہ بھی یقین نہ ہوا کہ قیامت آئے گی بھی یا نہیں؟ اور پھر اس آرزو میں رہے کہ اگر آئے گی بھی تو ہم ضرور بخش دیے جائیں گے اور مرے دم تک اللہ کی طرف خلوص کے ساتھ بھٹکنے کی توفیق تمہیں میسر نہ آئی۔ اور اللہ کے ساتھ تمہیں دھوکے باز شیطان نے دھوکے میں ہی رکھا۔ یہاں تک کہ آج تم جہنم واصل ہو گئے۔

مطلب یہ ہے کہ جسموں سے تو تم ہمارے ساتھ تھے، لیکن دل اور نیت سے ہمارے ساتھ نہ تھے بلکہ حیرت و شک میں ہی پڑے رہے ریاکاری میں رہے اور دل لگا کر اللہ کی یاد کرنی بھی تمہیں نصیب نہ ہوئی۔ حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ منافق مومنوں کے ساتھ تھے نکاح بیاہ مجلس جمع موت و زیست میں شریک رہے لیکن اب یہاں بالکل الگ کر دیے گئے۔ سورہ مدثر کی آیتوں میں ہے کہ مسلمان مجرموں سے انہیں جہنم میں دیکھ کر پوچھیں گے کہ آخر یہاں تم کیسے پھنس گئے؟ اور وہ اپنے بد اعمال گناہیں گے۔ تو یاد رہے کہ یہ سوال صرف بطور ڈانٹ ڈپٹ کے اور انہیں شرمندہ کرنے کے ہوگا۔ ورنہ حقیقت حال سے مسلمان خوب آگاہ ہوں گے۔ پھر جیسے وہاں فرمایا تھا کہ کسی کی سفارش انہیں نفع نہ دے گی یہاں فرمایا آج ان سے فدیہ نہ لیا جائے گا گوزین بھر کر سونا دیں قبول نہ کیا جائے گا نہ منافقوں سے نہ کافروں سے۔ ان کا مرجع و ماویٰ جہنم ہے وہی ان کے لائق ہے اور ظاہر ہے کہ وہ بدترین جگہ ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ڈر: [آیت: ۱۶-۱۷] پروردگار عالم فرماتا ہے کیا مومنوں کے لیے اب تک وہ وقت نہیں آیا کہ ذکر الہی و عظ و

نصیحت آیات قرآنی اور احادیث نبوی ﷺ سن کر ان کے دل موم ہو جائیں۔ سنیں اور مانیں، احکام بجالائیں ممنوعات سے پرہیز کریں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں قرآن نازل ہوتے ہی تیرہ سال کا عرصہ نہ گزرا تھا جو مسلمانوں کے دلوں کو اس طرف نہ جھکنے کی دیر کی شکایت کی گئی۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں چار ہی سال گزرے تھے جو ہمیں یہ عتاب ہوا (مسلم)۔ ① اصحاب رسول پر ملال ہو کر حضور ﷺ سے کہتے ہیں، حضرت! کچھ بات تو بیان فرمائیے پس یہ آیت اترتی ہے ﴿لَنَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ أَحْسَنَ الْقَصَصِ﴾ پھر ایک مرتبہ کچھ دنوں بعد یہی عرض کرتے ہیں تو آیت اترتی ہے ﴿الَّذِي نَزَّلَ أَحْسَنَ الْكِتَابِ﴾ پھر ایک عرصہ بعد یہی کہتے ہیں تو یہ آیت ﴿الَّذِي نَزَّلَ أَحْسَنَ الْكِتَابِ﴾ اترتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں سب سے پہلی خیر جو میری امت سے اٹھ جائے گی وہ خشوع ہوگا۔ ② پھر فرمایا تم یہود و نصاریٰ کی طرح نہ ہو جانا جنہوں نے کتاب اللہ کو بدل دیا تھوڑے تھوڑے مول پر اسے فروخت کر دیا۔ پس کتاب اللہ کو پس پشت ڈال کر رائے قیاس کے پیچھے پڑ گئے اور از خود ایجاد کردہ اقوال کو ماننے لگے اور اللہ کے دین میں دوسروں کی تقلید کرنے لگے، اپنے علما اور درویشوں کی بے سند باتیں دین میں داخل کر لیں، ان پر بد اعمالیوں کی سزا میں اللہ نے ان کے دل سخت کر دیئے کچھ ہی اللہ کی باتیں کیوں نہ سناؤ ان کے دل نرم نہیں ہوتے۔ کوئی وعظ و نصیحت ان پر اثر نہیں کرتا، کوئی وعدہ و وعید ان کے دل اللہ کی طرف رجوع نہیں کر سکتا بلکہ ان میں کے اکثر و بیشتر فاسق اور کھلے بدکار بن گئے، دل کے کھولے اور اعمال کے بھی کچے۔ جیسے اور آیت میں ہے ﴿فَبِمَا نَفَعْنَاهُمْ مَتَاعًا فَهُمْ لَعَنَهُمُ اللَّهُ﴾ ان کی بد عہدی کی وجہ سے ہم نے ان پر لعنت نازل کی اور ان کے دل سخت کر دیئے یہ کلمات کو اپنی جگہ سے تحریف کر دیتے ہیں اور ہماری نصیحتیں بھلا بیٹھے ہیں۔ یعنی ان کے دل فاسد ہو گئے، اللہ کی باتیں بدلنے لگ گئے، نیکیاں چھوڑ دیں، برائیوں میں منہمک ہو گئے، اسی لے رب العالمین اس امت کو متنبہ کر رہا ہے کہ خبردار! ان کی رنگت تم پر نہ چڑھ جائے۔ اصل و فرع میں ان سے بالکل الگ رہو۔

قرآن پر عمل کرو: ابن ابی حاتم میں ہے حضرت ربیع بن ابو عمیلہ فرماتے ہیں قرآن حدیث کی مٹھاس تو مسلم ہی ہے لیکن میں نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ایک بہت ہی پیاری اور میٹھی بات سنی ہے جو مجھے بے حد محبوب اور مرغوب ہے، آپ نے فرمایا جب بنو اسرائیل کی الہامی کتاب پر کچھ زمانہ گزر گیا تو ان لوگوں نے کچھ کتابیں خود تصنیف کر لیں، اور ان میں وہ مسائل لکھے جو انہیں پسند تھے اور جو اپنے ذہن سے انہوں نے تراش لیے تھے۔ اب مزے لے لے کر زبانیں موڑ موڑ کر انہیں پڑھنے لگے، ان میں کے اکثر مسائل اللہ کی کتاب کے خلاف تھے جن احکام کو ماننے کو ان کا جی نہ چاہتا تھا انہوں نے بدل ڈالے تھے اور اپنی کتاب میں اپنی طبیعت کے مطابق مسائل جمع کر لیے تھے اور انہی پر عامل بن گئے۔ اب انہیں سوچھی کہ اور لوگوں کو بھی منوائیں اور انہیں بھی آمادہ کریں کہ ان ہی ہماری لکھی ہوئی کتابوں کو شرعی کتابیں سمجھیں اور مدار عمل انہیں پر رکھیں۔ اب لوگوں کو اسی کی دعوت دینے لگے اور زور پکڑتے گئے یہاں تک کہ جو ان کی کتابوں کو نہ مانتا اسے یہ ستاتے تکلیف دیتے مارتے بیٹتے بلکہ قتل کر ڈالتے۔ ان میں ایک شخص اللہ والے پورے عالم اور متقی تھے انہوں نے ان کی طاقت سے اور زیادتی سے مرعوب ہو کر کتاب اللہ کو ایک لطیف چیز پر لکھ کر ایک زنگھے میں ڈال کر اپنی گردن میں اسے ڈال لیا ان لوگوں کا شر و فساد روز بروز بڑھتا جا رہا تھا یہاں تک کہ بہت سے ان لوگوں کو جو کتاب اللہ پر عامل تھے انہوں نے قتل کر دیا۔ پھر آپس میں مشورہ کیا کہ دیکھو یوں ایک ایک کو کب تک قتل کرتے رہیں گے؟ ان کا بڑا عالم اور ہماری اس کتاب کو بالکل نہ ماننے والا تمام بنی اسرائیل میں سب سے بڑھ کر کتاب =

① صحیح مسلم، کتاب التفسیر، باب قول اللہ تعالیٰ ﴿الَّذِي نَزَّلَ أَحْسَنَ الْكِتَابِ﴾ ۳۰۲۷۔

② الطبری، ۱۸۸/۲۳۔

إِنَّ الْمُصَدِّقِينَ وَالْمُصَدِّقَاتِ وَأَقْرَضُوا اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا يُضَعْفُ لَهُمْ وَلَهُمْ أَجْرٌ
كَرِيمٌ ۝ وَالَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ أُولَٰئِكَ هُمُ الصِّدِّيقُونَ ۝ وَالشَّهَادَةُ عِنْدَ رَبِّهِمْ
لَهُمْ أَجْرُهُمْ وَنُورُهُمْ ۝ وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ ۝

ترجمہ: صدقہ دینے والے مرد اور عورتیں اور جو اللہ کو خلوص کے ساتھ قرض دے رہے ہیں ان کے لیے یہ بڑھایا جائے گا اور ان کے لیے
پسندیدہ اجر و ثواب ہے۔ [۱۸] اللہ اور اس کے رسول پر جو ایمان رکھتے ہیں وہی لوگ اپنے رب کے نزدیک صدیق صدیق ہیں ان کے
لیے ان کا اجر اور ان کا نور ہے اور جو کفر کرتے ہیں اور ہماری آیتوں کو جھٹلاتے ہیں وہ جہنمی ہیں۔ [۱۹]

= اللہ کا عامل فلاں عالم ہے۔ اسے پکڑو اور اس سے اپنی یہ رائے قیاس کی کتاب منواؤ اگر وہ مان لے گا تو پھر ہماری چاندی ہی
چاندی ہے اور اگر وہ نہ مانے تو اسے قتل کر دو پھر تمہاری اس کتاب کا مخالف کوئی نہ رہے گا اور دوسرے لوگ خواہ مخواہ ہماری ان
کتابوں کو قبول کر لیں گے اور انہیں ماننے لگیں گے۔ چنانچہ ان رائے قیاس والوں نے کتاب اللہ کے عالم و عامل اس بزرگ کو
پکڑوا منگوا یا اور اس سے کہا کہ دیکھ ہماری اس کتاب میں جو ہے اسے سب کو تو مانتا ہے یا نہیں؟ ان پر تیرا ایمان ہے یا نہیں؟ اس
کتاب اللہ کے ماننے والے عالم نے کہا کہ اس میں تم نے کیا لکھا ہے؟ ذرا مجھے سناؤ تو انہوں نے سنایا اور کہا اس کو تو مانتا ہے؟
اس بزرگ کو اپنی جان کا ڈر تھا اس لیے جرأت کے ساتھ یہ تو نہ کہہ سکا کہ نہیں مانتا بلکہ اپنے اس زنگھے کی طرف اشارہ کر کے کہا
میرا اس پر ایمان ہے۔ وہ سمجھ بیٹھے کہ اس کا اشارہ ہماری اس کتاب کی طرف ہے۔ چنانچہ اس کی ایذا رسانی سے باز رہے لیکن
تاہم اس کے اطوار و افعال سے کھٹکتے ہی رہے۔ یہاں تک کہ جب اس کا انتقال ہوا تو انہوں نے تفتیش شروع کی کہ ایسا نہ ہو اس
کے پاس کتاب اللہ اور دین کے سچے مسائل کی کوئی کتاب ہو۔ آخر وہ زنگھا ان کے ہاتھ لگ گیا۔ پڑھا تو اس میں اصلی مسائل
کتاب اللہ کے موجود تھے۔ اب بات بنائی کہ ہم نے تو کبھی یہ مسائل نہیں سنے ایسی باتیں دین کی نہیں چنانچہ زبردست فتنہ برپا ہو
گیا اور بہتر گروہ ہو گئے۔ ان سب میں بہتر گروہ جو راستی پر اور حق پر تھا وہ تھا جو اس زنگھے والے مسائل پر عامل تھے۔ حضرت ابن
مسعود رضی اللہ عنہ نے یہ واقعہ بیان فرما کر کہا لوگو! تم میں سے بھی جو باقی رہے گا وہ ایسے ہی امور کا معائنہ کرے گا اور وہ بالکل بے بس
ہوگا ان بری کتابوں کے مٹانے کی اس میں قدرت نہ ہوگی۔ پس ایسے مجبوری اور بے کسی کے وقت بھی اس کا یہ فرض تو ضروری
ہے کہ اللہ تعالیٰ پر یہ ثابت کر دے کہ وہ انہیں سب کو برا جانتا ہے۔ امام ابو جعفر طبری رحمہ اللہ نے بھی یہ روایت نقل کی ہے کہ عمر لیس
بن عروبہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہنے لگے اے ابوعبداللہ! جو شخص بھلائی کا حکم نہ کرے اور برائی سے نہ
روکے وہ ہلاک ہوا۔ آپ نے فرمایا ہلاک وہ ہوگا جو اپنے دل سے اچھائی کو اچھائی نہ سمجھے اور برائی کو برائی نہ جانے۔ پھر آپ نے
بنی اسرائیل کا یہ واقعہ بیان فرمایا۔

پھر ارشاد باری ہے کہ جان رکھو مردہ زمین کو اللہ زندہ کر دیتا ہے۔ اس میں اشارہ ہے اس امر کی طرف کہ سخت دلوں کی سختی
کے بعد بھی اللہ انہیں نرم کرنے پر قادر ہے۔ مگر ایہوں کی تہ میں اتر جانے کے بعد بھی اللہ راہ راست پر لاتا ہے۔ جس طرح بارش
خشک زمین کو تر کر دیتی ہے اسی طرح کتاب اللہ مردہ دلوں کو زندہ کر دیتی ہے۔ دلوں میں جب کہ گھٹا ٹوپ اندھیرا چھا گیا ہو کتاب
اللہ کی روشنی اسے دفعۃً منور کر دیتی ہے۔ اللہ کی وحی دل کے قفل کی کنجی ہے۔ سچا ہادی وہی ہے۔ گمراہی کے بعد راہ پر لانے والا جو

چاہے کرنے والا حکمت و عدل والا، لطف و خیر والا، کبر و جلال والا، بلندی و علو والا وہی ہے۔

درجات مومنین: [آیت: ۱۸-۱۹] فقیر مسکین وغیرہ جتنا جوں اور حاجت مندوں کو خالص اللہ کی مرضی کی جستجو میں لوگ اپنے حلال مال نیک نیتی سے راہ الہی صدقہ دیتے ہیں ان کے بدلے بہت کچھ بڑھا چڑھا کر اللہ تعالیٰ انہیں عطا فرمائے گا۔ دس دس گئے اور اس سے بھی زیادہ سات سات سو تک بلکہ اس سے بھی سوا۔ ان کے ثواب بے حساب ہیں ان کے اجر بہت بڑے ہیں۔

اللہ و رسول پر ایمان رکھنے والے ہی صدیق و شہید ہیں۔ ان دونوں اوصاف کے مستحق صرف با ایمان لوگ ہیں۔ بعض حضرات نے ﴿الشَّهَدَاءُ﴾ کو الگ جملہ مانا ہے۔ غرض تین قسمیں ہوئیں ﴿مصدقین، صدیقین، شہداء﴾ جیسے اور روایت میں ہے اللہ اور اس کے رسول کا اطاعت گزار انعام یافتہ لوگوں کے ساتھ ہے جو نبی اور صدیق اور شہید اور صالح لوگ ہیں۔ پس صدیق و شہید میں یہاں بھی فرق کیا گیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دو قسم کے لوگ ہیں۔ صدیق کا درجہ شہید سے یقیناً بڑا ہے۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ جنتی لوگ اپنے سے اوپر کے بالا خانے والوں کو اس طرح دیکھیں گے جیسے چمکتے ہوئے مشرقی یا مغربی ستارے کو تم آسمان کے کنارے پر دیکھتے ہو۔ لوگوں نے کہا یہ درجے تو صرف انبیاء کے ہوں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں قسم ہے اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ پر ایمان لائے اور رسولوں کی تصدیق کی ① (بخاری و مسلم)۔

ایک غریب حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ شہید اور صدیق دونوں وصف اس آیت میں اسی مومن کے ہیں۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں میری امت کے مومن شہید ہیں۔ پھر آپ ﷺ نے اسی آیت کی تلاوت کی۔ ② حضرت عمرو بن میمون رضی اللہ عنہ کا قول ہے یہ دونوں ان دونوں انگلیوں کی طرح قیامت کے دن آئیں گے۔ بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے شہیدوں کی روحیں مہرنگ پرندوں کے قالب میں ہوں گی۔ جنت میں جہاں چاہیں کھاتی پیتی پھریں گی اور رات کو قندیلوں میں سہارا لیں گی ان کے رب نے ان کی طرف دیکھا اور پوچھا تم کیا چاہتے ہو؟ انہوں نے کہا یہ کہ تو ہمیں دنیا میں دوبارہ بھیج تا کہ ہم پھر تیری راہ میں جہاد کریں اور شہادت حاصل کریں۔ اللہ نے جواب دیا یہ تو میں فیصلہ کر چکا ہوں کہ کوئی لوٹ کر پھر دنیا میں نہیں جائے گا۔ ③ پھر فرماتا ہے کہ انہیں اجر و نور ملے گا۔ جو نور ان کے سامنے رہے گا اور ان کے اعمال کے مطابق ہوگا۔ مسند احمد کی حدیث میں ہے شہیدوں کی چار قسمیں ہیں وہ یکے ایمان والا مومن جو اللہ کے دشمن سے بھڑ گیا اور لڑتا رہا یہاں تک کہ ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا اس کا وہ درجہ ہے کہ اہل محشر اس طرح سر اٹھا اٹھا کر اس کی طرف دیکھیں گے اور یہ فرماتے ہوئے آپ ﷺ نے اس قدر اپنا سر بلند کیا کہ ٹوپی نیچے گر گئی۔ اور اس حدیث کے راوی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی اسے بیان کرنے کے وقت اتنا ہی اپنا سر بلند کیا کہ آپ کی ٹوپی بھی زمین پر جا پڑی۔ دوسرا وہ جو ہے ایماندار نکلا جہاد میں لیکن دل میں جرأت کم ہے کہ یکا یک تیر آ لگا اور روح پرواز کر گئی۔ یہ دوسرے درجہ کا جنتی ہے شہید ہے۔ تیسرا وہ جس کے بھلے برے اعمال تھے لیکن رب نے اسے پسند فرمایا اور میدان جہاد میں کفر کے ہاتھوں شہادت نصیب ہوئی یہ تیسرے درجے میں ہے۔ چوتھا وہ جس کے گناہ بہت زیادہ ہیں جہاد میں نکلا اور اللہ نے شہادت نصیب فرما کر اپنے پاس بلوایا لیا۔ ④ =

① صحیح بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ما جاء في صفة الجنة وانها مخلوقة، ۳۲۵۶، صحیح مسلم، ۲۸۲۱۔

② الطبری، ۱۹۲/۲۳ وسندہ ضعیف جداً اس کی سند میں اسمعیل بن یحییٰ الشیبانی متروک راوی ہے۔ (المیزان، ۱/۲۵۴ رقم: ۹۶۶)

③ صحیح مسلم، کتاب الامارة، باب بیان ارواح الشهداء فی الجنة ۱۸۸۷ بتصرف بسیر۔

④ ترمذی، کتاب فضائل الجہاد، باب ما جاء في فضل الشهداء عند الله، ۱۶۴۴ وسندہ ضعیف؛ احمد، ۱/۲۳ اس کی سند میں ابن لہیعہ غلط راوی ہے۔ (التقریب، ۱/۴۴ رقم: ۵۷۴) جبکہ ابو یزید خولانی مجہول ہے۔

إِعْلَمُوا أَنَّ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَلَهُمْ وَزِينَةٌ وَتَفَاخُرٌ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِي
الْأَمْوَالِ وَالْأَوْلَادِ كَمَثَلِ غَيْثٍ أَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهُ ثُمَّ يَهَيِّجُ فُتْرَهُ مُصْفَرًّا
ثُمَّ يَكُونُ حُطَامًا ۖ وَفِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيدٌ ۚ وَمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللَّهِ
وَرِضْوَانٌ ۖ وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا مَتَاعُ الْغُرُورِ ۝ سَابِقُوا إِلَىٰ مَغْفِرَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ
وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ ۚ أُعِدَّتْ لِلَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ
وَرُسُلِهِ ۖ ذَلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ ۖ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ ۝

ترجمہ: خوب جان رکھو کہ دنیا کی زندگی صرف کھیل تماشا زینت اور آپس میں فخر و غرور اور مال و اولاد میں ایک کا دوسرے سے اپنے تئیں زیادہ تلاتا ہے۔ جیسے بارش اور اس کی پیداوار کسانوں کو اچھی معلوم ہوتی ہے لیکن جب وہ خشک ہو جاتی ہے تو زرد رنگ دکھائی دینے لگتی ہے پھر تو بالکل چورا چورا ہو جاتی ہے اور آخرت میں سخت عذاب ہیں اور اللہ کی مغفرت اور رضا مندی ہے دنیا کی زندگی بجز دھوکے کے اسباب کے اور کچھ بھی تو نہیں [۲۰] آؤ دوڑو اپنے رب کی مغفرت کی طرف اور اس جنت کی طرف جس کی وسعت آسمان و زمین کی وسعت کے برابر ہے یہ ان کے لیے بنائی گئی ہے جو اللہ پر اور اس کے رسولوں پر ایمان رکھتے ہیں یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے دے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔ [۲۱]

= ان نیک لوگوں کا انجام بیان کر کے اب بد لوگوں کا نتیجہ بیان کیا کہ یہ جہنمی ہیں۔

دنیا عارضی اور فانی ہے: [آیت: ۲۰-۲۱] امر دنیا کی تحقیر تو بین بیان ہو رہی ہے کہ اہل دنیا کو بجز ولع و زینت و فخر اور اولاد و مال کی بہتات کی چاہت کے سوا اور ہے ہی کیا؟ جیسے اور آیت میں ہے ﴿زَيْنَ النَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ﴾ الخ یعنی لوگوں کے لیے ان کی خواہش کی چیزوں کو مزین کر دیا گیا ہے جیسے عورتیں بچے وغیرہ الخ۔ پھر حیات دنیا کی مثال بیان ہو رہی ہے کہ اس کی تازگی فانی ہے اور یہاں کی نعمتیں زوال پذیر ہیں۔ غیث کہتے ہیں اس بارش کو جو لوگوں کی ناامیدی کے بعد برسے جیسے فرمان ہے ﴿وَهُوَ الَّذِي يُنَزِّلُ الْغَيْثَ مِنْ بَعْدِ مَا قَطَعُوا﴾ اللہ وہ ہے جو لوگوں کی ناامیدی کے بعد بارش برساتا ہے۔ پس جس طرح بارش کی وجہ سے زمین کی کھیتیاں پیدا ہوتی ہیں اور وہ لہلہاتی ہوئی کسان کی آنکھوں کو بھلی معلوم ہوتی ہیں اسی طرح اہل دنیا اسباب دنیوی پر پھولتے ہیں لیکن نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہی ہری بھری کھیتی خشک ہو کر زرد پڑ جاتی ہے پھر آخر سوکھ کر ریزہ ریزہ ہو جاتی ہے۔ ٹھیک اسی طرح دنیا کی تازگی اور یہاں کی بہبودی اور ترقی بھی خاک میں مل جانے والی ہے۔ دنیا کی بھی یہی صورتیں ہوتی ہیں کہ ایک وقت جوان ہے پھر ادھیڑ ہے پھر بڑھیا ہے ٹھیک اسی طرح خود انسان کی حالت ہے اس کے بچپن جوانی اور ادھیڑ عمر اور بڑھاپے کو دیکھ جائے پھر اس کی موت اور فنا کو سامنے رکھے۔ کہاں جوانی کے وقت کا اس کا جوش خروش زور طاقت اور کس بل اور کہاں بڑھاپے کی کمزوری جھریاں پڑا ہوا جسم خمیدہ کمر اور بے طاقت ہڈیاں جیسے ارشاد باری ہے ﴿الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ ضَعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْ بَعْدِ ضَعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِنْ بَعْدِ قُوَّةٍ ضَعْفًا وَشَيْبَةً يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَهُوَ الْعَلِيمُ الْقَدِيرُ﴾ اللہ وہ ہے جس نے تمہیں کمزوری کی حالت میں پیدا کیا پھر اس کمزوری کے بعد قوت دی پھر اس قوت کے بعد کمزوری اور بڑھاپا کر دیا وہ جو چاہے پیدا کرتا ہے اور وہ عالم اور قادر ہے۔ =

مَا أَصَابَ مِنْ مُصِيبَةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي أَنْفُسِكُمْ إِلَّا فِي كِتَابٍ مِّن قَبْلِ
 أَن تَبْرَأَهَا ۚ إِنَّ ذَلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ ۖ لِّكَيْلَا تَأْسَوْا عَلَى مَا فَاتَكُمْ وَلَا
 تَفْرَحُوا بِمَا آتَاكُمْ ۗ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ ۚ الَّذِينَ يَبْخُلُونَ
 وَيَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ ۖ وَمَن يَتَوَلَّ فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ ۝

ترجمہ: نہ کوئی مصیبت دنیا میں آتی ہے نہ خاص تمہاری جانوں میں مگر کہ مخلوق کو ہم پیدا کریں اس سے پہلے ہی وہ ایک خاص کتاب میں
 لکھی ہوئی ہے یہ کام اللہ تعالیٰ پر بالکل ہی آسان ہے [۲۳] تاکہ تم اپنے سے فوت شدہ کسی چیز پر رنجیدہ نہ ہو جایا کرو اور نہ عطا کردہ چیز پر
 اتر جاؤ۔ اترانے والے شیخی خوروں کو اللہ پسند نہیں فرماتا [۲۳] جو خود بھی بخل کریں اور دوسروں کو بھی بخل کی تعلیم دیں سنو! جو بھی منہ پھیر
 لے اللہ بے نیاز اور لائق حمد و ثناء ہے۔ [۲۳]

= اس مثال سے دنیا کی فنا اور اس کا زوال ظاہر کر کے پھر آخرت کے دونوں منظر دکھا کر ایک سے ڈراتا ہے اور دوسرے کی رغبت
 دلاتا ہے پس فرماتا ہے غریب آنے والی قیامت اپنے ساتھ عذابوں اور سزاؤں کو لائے گی اور مغفرت اور رضامندی رب کو لائے
 گی۔ پس تم وہ کام کرو کہ ناراضی سے بچ جاؤ اور رضا حاصل کر لو۔ سزاؤں سے بچ جاؤ اور بخشش کے حق دار بن جاؤ۔ دنیا صرف دھوکے
 کی ٹٹی ہے اس کی طرف جھکنے والے پر آخر وہ وقت آ جاتا ہے کہ یہ اس کے سوا کسی اور چیز کا خیال ہی نہیں کرتا اس کی دھن میں روز و
 شب مشغول رہتا ہے۔ بلکہ اس کی والی اور زوال والی کمینی دنیا کو آخرت پر ترجیح دینے لگتا ہے۔ شدہ شدہ یہاں تک نوبت پہنچ جاتی ہے
 کہ بسا اوقات آخرت کا منکر بن جاتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ایک کوڑے برابر کی جنت کی جگہ ساری دنیا اور اس کی تمام
 چیزوں سے بہتر ہے۔ پڑھو قرآن فرماتا ہے کہ دنیا تو صرف دھوکے کا سامان ہے (ابن جریر)۔ آیت کی زیادتی بغیر یہ حدیث صحیح میں
 بھی ہے واللہ اعلم۔ ①

مسند احمد کی مرفوع حدیث میں ہے تم میں سے ہر ایک سے جنت اس سے بھی زیادہ قریب ہے جتنا تمہارا جوتی کا تمہ اور اسی
 طرح جہنم بھی ② (بخاری)۔ پس معلوم ہوا کہ خیر و شر انسان سے بہت نزدیک ہے اور اس لیے اسے چاہیے کہ بھلائیوں کی طرف
 سبقت کرے اور برائیوں سے منہ پھیر کر بھاگتا رہے تاکہ گناہ اور برائیاں معاف ہو جائیں اور ثواب اور درجے بلند ہو جائیں۔ اسی
 لیے اس کے ساتھ ہی فرمایا دوڑو اپنے رب کی بخشش کی طرف اور جنت کی طرف جس کی وسعت آسمان و زمین کی جنس کے برابر ہے۔
 جیسے اور آیت میں ہے ﴿وَسَارِعُوا إِلَىٰ مَغْفِرَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ أُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِينَ﴾ اپنے
 رب کی مغفرت کی طرف اور جنت کی طرف سبقت کرو جس کی کشادگی کل آسمان اور ساری زمینیں ہیں جو پارسا لوگوں کے لیے بنائی گئی
 ہے۔ یہاں فرمایا یہ اللہ و رسول پر ایمان لانے والوں کے لیے تیار کی گئی ہے۔ یہ لوگ اللہ کے اس فضل کے لائق تھے اس لیے اس
 بڑے فضل و کرم والے نے اپنی نوازش کے لیے انہیں چن لیا اور ان پر اپنا پورا پورا احسان اور اعلیٰ انعام کیا۔

① ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورة آل عمران، ۳۰۱۳ و سننہ حسن عن ابی ہریرۃ، صحیح بخاری، ۳۲۵۰ عن سهل

بن سعد۔ ② صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب الجنة اقرب إلى احدكم من شرک نعلہ..... ۶۴۸۸، احمد، ۱/۳۸۷۔

پہلے ایک صحیح حدیث بیان ہو چکی ہے کہ مہاجرین کے فقراء نے حضور ﷺ سے کہا یا رسول اللہ! مال دار لوگ تو جنت کے بلند درجوں کو پیشگی والی نعمتوں کو پا گئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہ کیسے؟ تو کہا نماز روزہ تو وہ اور ہم سب کرتے ہیں لیکن مال کی وجہ سے وہ صدقہ کرتے ہیں غلام آزاد کرتے ہیں جو مفلسی کی وجہ سے ہم سے نہیں ہو سکتا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا آؤ میں تمہیں ایک ایسی چیز بتاؤں کہ اس کے کرنے سے تم ہر شخص سے آگے بڑھ جاؤ مگر ان سے جو تمہاری طرح خود بھی اس کو کرنے لگیں۔ دیکھو تم ہر فرض نماز کے بعد تینتیس مرتبہ ((سبحان اللہ)) کہو اور اتنی ہی بار ((اللہ اکبر)) اور اسی طرح ((الحمد للہ)) کچھ دنوں بعد یہ بزرگ پھر حاضر حضور ﷺ ہوئے اور کہا یا رسول اللہ! ہمارے مال دار بھائیوں کو بھی اس وظیفہ کی اطلاع مل گئی اور انہوں نے بھی اسے بڑھنا شروع کر دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے دے۔ ①

اللہ نے تقدیر لکھی: [آیت ۲۲-۲۳] اللہ تعالیٰ اپنی اس قدرت کی خبر دے رہا ہے کہ جو اس نے مخلوقات کے رچانے سے پہلے ہی اپنی مخلوق کی تقدیر مقرر کی تھی تو فرمایا کہ زمین کے جس حصے میں کوئی برائی آئے یا جس کسی شخص کی جان پر کچھ آ پڑے اسے یقین رکھنا چاہیے کہ خلق کی پیدائش سے پہلے ہی علم اللہ میں مقرر تھا اور اس کا ہونا یقینی تھا۔ بعض کہتے ہیں جانوں کی پیدائش سے پہلے ہی۔ بعض کہتے ہیں مصیبت کی پیدائش سے پہلے ہی۔ لیکن زیادہ ٹھیک بات یہ ہے کہ مخلوق کی پیدائش سے پہلے ہی۔ امام حسن رحمہ اللہ سے اس آیت کی بابت سوال ہوا تو فرمانے لگے سبحان اللہ! ہر مصیبت جو آسمان و زمین میں ہے وہ جانوں کی پیدائش سے پہلے ہی رب کی کتاب میں موجود ہے۔ اس میں کیا شک ہے؟ زمین کی مصیبتوں سے مراد خشک سالی قحط وغیرہ ہے اور جانوں کی مصیبت درود کھ اور بیماری ہے۔ جس کسی کو کوئی خراش لگتی ہے یا لغزش پائے کوئی تکلیف پہنچتی ہے یا کسی سخت محنت سے پسینہ آ جاتا ہے یہ سب اس کے گناہوں کی وجہ سے ہے۔ اور ابھی تو بہت سے گناہ ہیں جنہیں وہ غفور رحیم اللہ بخش دیتا ہے۔ یہ آیت بہترین اور بہت اعلیٰ دلیل ہے قدریہ کی تردید میں جن کا خیال ہے کہ سابق علم کوئی چیز نہیں اللہ انہیں ذلیل کرے۔ صحیح مسلم شریف میں ہے اللہ تعالیٰ نے تقدیریں مقرر کیں آسمان و زمین کی پیدائش سے پچاس ہزار برس پہلے۔ اور روایت میں ہے اس کا عرش پانی پر تھا ② (ترمذی)۔ پھر فرماتا ہے کاموں کے وجود میں آنے سے پہلے ان کا اندازہ کر لیا، ان کے ہونے کا علم حاصل کر لیا اور اسے لکھ دینا اللہ پر کچھ مشکل نہیں۔ وہی تو ان کا پیدا کرنے والا ہے۔ جس کا محیط علم ہو چکی ہوئی ہوتی ہوئی اور ہونے والی تمام چیزوں کو شامل ہے۔ پھر ارشاد ہوتا ہے ہم نے تمہیں یہ خبر اس لیے دی ہے کہ تم یقین رکھو کہ جو تمہیں پہنچا وہ ہرگز کسی صورت سے ٹٹنے والا نہ تھا۔ پس مصیبت کے وقت صبر و شکر سہارو ثابت قدمی مضبوط دلی اور روحانی طاقت تم میں موجود ہے۔ ہائے وائے بے صبری اور بے ضبطی تم سے دور ہے۔ جزع فزع تم پر چھا نہ جائے۔ تم اطمینان سے رہو کہ یہ تکلیف تو آنے والی تھی ہی۔ اسی طرح اگر مال و دولت غلبہ مل جائے تو اس وقت آپ سے باہر نہ ہو جاؤ اسے اللہ تعالیٰ کا عطیہ مانو تکبر اور غرور تم میں نہ آ جائے ایسا نہ ہو کہ دولت و مال وغیرہ کے نشے میں پھول جاؤ اور اللہ کو بھول جاؤ۔ اس لیے کہ اس وقت بھی ہماری یہ تعلیم تمہارے سامنے ہوگی کہ یہ میرے دست و بازو کا میری عقل و ہوش کا نتیجہ نہیں بلکہ خالق و رازق کا ہے۔

ایک قرأت اس کی ﴿اِنَّكُمْ﴾ ہے دوسری ﴿اِنَّكُمْ﴾ ہے اور دونوں میں تلازم ہے۔ اسی لیے ارشاد ہوتا ہے کہ اپنے جی میں اپنے تئیں بڑا سمجھنے والے دوسروں پر فخر کرنے والے اللہ کے دشمن ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا فرمان ہے کہ رنج و راحت خوشی و غم میں تو ہر شخص آتا ہے خوشی کو شکر میں اور غم کو صبر میں گزار دو۔ پھر ارشاد ہے کہ یہ لوگ خود بھی بخیر اور خلاف شرع کام کرنے والے ہیں =

① صحیح بخاری، کتاب الاذان، باب الذکر بعد الصلاۃ، ۸۴۳؛ صحیح مسلم، ۵۹۵۔

② صحیح مسلم، کتاب القدر، باب حجاج آدم و موسیٰ علیہ السلام، ۲۶۵۳؛ ترمذی، ۲۱۵۶؛ ابن حبان، ۶۱۳۸۔

لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَأَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيزَانَ لِيَقُومَ
النَّاسُ بِالْقِسْطِ ۚ وَأَنْزَلْنَا الْحَدِيدَ فِيهِ بَأْسٌ شَدِيدٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ
وَلِيَعْلَمَ اللَّهُ مَنْ يَنْصُرُهُ وَرُسُلَهُ بِالْغَيْبِ ۚ إِنَّ اللَّهَ قَوِيٌّ عَزِيزٌ ۝

ترجمہ: یقیناً ہم نے اپنے پیغمبروں کو کھلی دلیلیں دے کر بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب اور انصاف نازل فرمایا تاکہ لوگ عدل پر قائم رہیں اور ہم نے لوہے کو تاراجس میں سخت بیت دلائی ہے اور لوگوں کے لیے اور بھی بہت سے فائدے ہیں اور اس لیے بھی کہ اللہ جان لے کہ اس کی اور اس کے رسولوں کی مدد بے دیکھے کون کرتا ہے اللہ ہے قوت والا اور زبردست۔ [۲۵]

= اور دوسروں کو بھی یہی برا راستہ بتلاتے ہیں۔ جو شخص اللہ کے حکم برداری سے ہٹ جائے وہ اللہ کا کچھ نہیں بگاڑے گا کیوں کہ وہ تمام مخلوق سے بے نیاز ہے اور ہر طرح سزاوارحہ ہے۔ جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا (إِنْ تَكْفُرُوا أَنْتُمْ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا فَأِنَّ اللَّهَ لَغَفِيْرٌ حَمِيْدٌ) یعنی اگر تم اور تمام روئے زمین کے انسان کافر ہو جائیں تو بھی اللہ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے اللہ ساری مخلوق سے غنی ہے اور مستحق حمد ہے۔

پیغمبروں پر معجزات کے نزول: [آیت: ۲۵] اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ ہم نے اپنے پیغمبروں کو معجزے دے کر اور ظاہر جہتیں عطا کر فرما کر اور بھرپور دلائل دے کر دنیا میں مبعوث فرمایا۔ پھر ساتھ ہی کتاب بھی انہیں دی جو کھری اور صاف سچ ہے اور عدل و حق دیا جس سے ہر عقل مند انسان ان کی باتوں کے قبول کر لینے پر فطرتاً مجبور ہو جاتا ہے۔ ہاں بیمار رائے والے اور خلاف عقل والے اس سے محروم رہ جاتے ہیں۔ جیسے اور جگہ ہے (الَّذِينَ آمَنُوا عَلَى بَيِّنَةٍ مِنْ رَبِّهِمْ وَيَقُولُوا شَاهِدْ قُنَا) جو شخص اپنے رب کی طرف کی دلیل پر ہو اور ساتھ ہی اس کے شاہد بھی ہو۔ اور جگہ ہے اللہ کی یہ فطرت ہے جس پر مخلوق کو اس نے پیدا کیا ہے۔ اور فرماتا ہے آسمان کو اس نے بلند کیا اور میزان رکھ دی۔ پس یہاں فرمان ہے یہ اس لیے کہ لوگ حق و عدل پر قائم ہو جائیں، یعنی اتباع رسول کرنے لگیں، امر رسول بجا لائیں۔ رسول ﷺ ہی کی تمام باتوں کو حق سمجھیں کیونکہ اس کے سوا سراسر حق کسی اور کا کلام نہیں، جیسے فرمان ہے (وَلَوْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ) صدقاً و تعذلاً تیرے رب کا کلمہ جو اپنی خبروں میں سچا اور اپنے احکام میں عدل والا ہے پورا ہو چکا۔ یہی وجہ ہے کہ جب ایمان دار جنسوں میں پہنچ جائیں گے اللہ کی نعمتوں سے مالا مال ہو جائیں گے تو کہیں گے اللہ کا شکر ہے جس نے ہمیں اس کی ہدایت کی، اگر اس کی ہدایت نہ ہوتی تو ہم اس راہ نہیں لگ سکتے تھے ہمارے رب کے رسول ہمارے پاس حق لائے تھے۔

لوہا اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے: پھر فرماتا ہے ہم نے نمکین حق کی سرکوبی کے لیے لوہا بنایا ہے۔ یعنی اولاً تو کتاب و رسول اور حق سے حجت قائم کی، پھر ٹیڑھے دل والوں کی کجی نکالنے کے لیے لوہے کو پیدا کر دیا کہ اس کے پتھیا رہیں اور اللہ کے دوست حضرات اللہ تعالیٰ کے دشمن کے دل کا کاشنا کال دیں۔ یہی نمونہ حضور ﷺ کی زندگی میں بالکل عیاں نظر آتا ہے کہ مکہ شریف کے تیرہ سال مشرکین کو سمجھانے بھانے تو حید و سنت کی دعوت دینے ان کے بد عقائد کی اصلاح کرنے میں گزارے۔ خود اپنے اوپر مصیبتیں جمائیں، لیکن جب یہ حجت ختم ہو گئی تو شرع نے مسلمانوں کو ہجرت کی اجازت دی۔ پھر حکم دیا کہ اب ان مخالفین سے جنہوں نے اسلام کی اشاعت کو روک رکھا ہے، مسلمانوں کو تنگ کر رکھا ہے ان کی زندگی دو بھر کر دی ہے ان سے باقاعدہ جنگ کرو ان کی گردنیں مارو اور ان مخالفین و جی الہی سے زمین کو پاک کرو۔

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا وَإِبْرَاهِيمَ وَجَعَلْنَا فِي ذُرِّيَّتِهِمَا النَّبُوَّةَ وَالْكِتَابَ فَمِنْهُمْ مُّهْتَدٍ ۖ وَكَثِيرٌ مِنْهُمْ فَسِقُونَ ۝ ثُمَّ قَفَّيْنَا عَلَىٰ آثَارِهِم بِرُسُلِنَا وَقَفَّيْنَا بِعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَآتَيْنَاهُ الْإِنجِيلَ ۖ وَجَعَلْنَا فِي قُلُوبِ الَّذِينَ اتَّبَعُوهُ رَافَةً وَرَحْمَةً ۖ وَرَهْبَانِيَّةً ابْتَدَعُوهَا مَا كَتَبْنَاهَا عَلَيْهِمْ إِلَّا ابْتِغَاءَ رِضْوَانِ اللَّهِ فَبَارِعُوهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا ۚ فَآتَيْنَا الَّذِينَ آمَنُوا مِنْهُمْ أَجْرَهُمْ ۖ وَكَثِيرٌ مِنْهُمْ فَسِقُونَ ۝

ترجمہ: بے شک ہم نے نوح اور ابراہیم کو پیغمبر بنا کر بھیجا اور ہم نے ان دونوں کی اولاد میں پیغمبری اور کتاب جاری رکھی تو ان میں سے کچھ توراہ یافتہ ہوئے اور ان میں اکثر نافرمان رہے۔ [۲۶:۱۱] ان کے بعد پھر بھی ہم اپنے رسولوں کو پے درپے بھیجتے رہے اور ان کے بعد عیسیٰ بن مریم کو بھیجا اور انہیں انجیل عطا فرمائی اور ان کے ماننے والوں کے دلوں میں شفقت اور رحم پیدا کر دیا ہے ہاں رہبانیت (ترک دنیا) تو ان لوگوں نے از خود ایجاد کر لی تھی ہم نے ان پر اسے واجب نہ کی تھی لیکن ان کی نیت اللہ کی رضا جوئی تھی سو انہوں نے اس کی پوری رعایت نہ کی پھر بھی ہم نے ان میں سے جو ایمان لائے تھے انہیں ان کا جزا دیا ان میں زیادہ تر لوگ نافرمان ہیں۔ [۲۶:۱۲]

مسند احمد اور ابوداؤد میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں میں قیامت کے آگے تلوار کے ساتھ بھیجا گیا ہوں یہاں تک کہ اللہ وعدہ لا شریک لہ کی ہی عبادت کی جائے۔ اور میرا رزق میرے نیزے کے سایہ تلے رکھا گیا ہے اور مکینہ پن اور ذلت ان لوگوں پر ہے جو میرے حکم کا خلاف کریں اور جو کسی قوم کی مشابہت کرے وہ انہی میں سے ہے۔ ❶ پس لوہے سے لڑائی کے ہتھیار بننے میں جیسے تلوار نیزے چھریاں تیز زہیں وغیرہ۔ اور لوگوں کے لیے اس کے علاوہ بھی بہت سے فائدے ہیں جیسے سلع کدال پھاڑے آرے کھیتی کے آلات بننے کے آلات پکانے کے برتن روٹی کے توے وغیرہ وغیرہ اور بہت سی ایسی ہی چیزیں جو انسانی زندگی کی ضروریات سے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں تین چیزیں حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ جنت سے آئیں نہ پایا، سنسی اور ہتھوڑا (ابن جریر) پھر فرمایا تاکہ اللہ جان لے کہ ان ہتھیاروں کے اٹھانے سے اللہ رسول کی مدد کرنے کا نیک ارادہ کس کا ہے؟ اللہ قوت و غلبہ والا ہے اس کے دین کی جو مدد کرے وہ اس کی مدد کرتا ہے اس نے جہاد تو صرف اپنے بندوں کی آزمائش کے لیے مقرر فرمایا ورنہ غلبہ و نصرت تو اسی کی طرف سے ہے۔

حضرت نوح اور ابراہیم علیہما السلام کا ذکر: [آیت: ۲۶: ۲۷] حضرت نوح اور حضرت ابراہیم علیہما السلام کی اس فضیلت کو دیکھیے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے بعد سے لے کر حضرت ابراہیم علیہ السلام تک جتنے پیغمبر آئے سب آپ ہی کی نسل سے آئے۔ اور پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد جتنے نبی اور رسول آئے سب کے سب آپ ہی کی نسل سے ہوئے۔ جیسے اور آیت میں ہے ﴿وَجَعَلْنَا فِي ذُرِّيَّتِهِ النَّبُوَّةَ وَالْكِتَابَ﴾ یہاں تک کہ بنو اسرائیل کے آخری پیغمبر حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نے حضرت محمد ﷺ کی خوش خبری سنائی۔ پس نوح اور ابراہیم علیہما السلام کے بعد برابر رسولوں کا سلسلہ رہا حضرت عیسیٰ تک جنہیں انجیل ملی اور جن کی تابع فرمان امت رحم دل اور نرم مزاج واقع ہوئی۔ خشیت الہی اور رحمت خلق کے پاک اوصاف سے متصف۔ پھر نصرانیوں کی ایک بدعت کا ذکر ہے جو ان کی شریعت میں نہ تھی

لیکن انہوں نے خود اپنی طرف سے اسے ایجا کر لی تھی۔ اس کے بعد ایک جملے کے دو مطلب بیان کیے گئے ہیں۔ ایک تو یہ کہ مقصد ان کا نیک تھا اللہ کی رضا جوئی کے لیے یہ طریقہ نکالا تھا۔ حضرت سعید بن جبیر، حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ وغیرہ کا یہی قول ہے۔ دوسرا مطلب یہ بیان کیا گیا ہے کہ ہم نے ان پر اسے واجب نہ کیا تھا ہم نے ان پر صرف اللہ کی رضا جوئی واجب کی تھی۔

پھر فرماتا ہے کہ یہ اسے بھی نبھانہ سکے جیسا چاہیے تھا ویسے اس پر بھی نہ جسے پس دوہری خرابی آئی ایک اپنی طرف سے ایک نئی بات دین الہی میں ایجاد کرنے کی دوسری اس پر بھی قائم نہ رہنے کی۔ یعنی جسے وہ خود قرب الہی کا ذریعہ اپنے ذہن سے سمجھ بیٹھے تھے بلا خراس پر بھی پورے نہ اترے۔ ابن ابی حاتم میں ہے حضور ﷺ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو پکارا۔ آپ نے لبیک کہا۔ آپ ﷺ نے فرمایا سنو! بنی اسرائیل کے بہتر (۷۲) گروہ ہو گئے جن میں سے تین نے نجات پائی۔ پہلے فرقہ نے تو بنی اسرائیل کی گمراہی دیکھ کر ان کی ہدایت کے لیے اپنی جانیں ہتھیلیوں پر رکھ کر ان کے بڑوں کو تبلیغ شروع کی لیکن آخر وہ لوگ جدال و قتال پر اتر آئے اور بادشاہ اور امراء نے جو اس تبلیغ سے بہت گھبراتے تھے ان پر لشکر کشی کی اور انہیں قتل بھی کیا اور قید بھی کیا۔ ان لوگوں نے تو نجات حاصل کر لی۔ پھر دوسری جماعت کھڑی ہوئی ان میں مقابلے کی طاقت تو نہ تھی تاہم اپنے دین کی قوت سے سرکشوں اور بادشاہوں کے دربار میں حق گوئی شروع کی اور اللہ کے سچے دین اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مسلک اصلی کی طرف انہیں دعوت دینے لگے ان بد نصیبوں نے انہیں قتل بھی کرایا آروں سے بھی چیرا اور آگ میں بھی جلایا جسے اس جماعت نے صبر و شکر کے ساتھ برداشت کیا اور نجات حاصل کی۔ پھر تیسری جماعت اٹھی یہ ان سے بھی زیادہ کمزور تھے ان میں طاقت نہ تھی کہ اصل دین کے احکام کی تبلیغ ان ظالموں میں کریں اس لیے انہوں نے اپنے دین کا بچاؤ اسی میں سمجھا کہ جنگوں میں نکل جائیں اور پہاڑوں پر چڑھ جائیں عبادت میں مشغول ہو جائیں اور دنیا کو ترک کر دیں اور انہی کا ذکر رہبانیت والی آیت میں ہے۔ ① یہی حدیث دوسری سند سے بھی مروی ہے اس میں تہتر فرقوں کا بیان ہے اور اس میں یہ بھی ہے کہ اجزائیں ملے گا جو مجھ پر ایمان لائیں اور میری تقدیق کریں اور ان میں کے اکثر جو فاسق ہیں وہ ہیں جو مجھے جھٹلائیں اور میرا خلاف کریں۔ ②

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ بنی اسرائیل کے بادشاہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد تورات و انجیل میں تبدیلیاں کر لیں۔ لیکن ایک جماعت ایمان پر قائم رہی اور اصلی تورات و انجیل ان کے ہاتھ میں رہی جسے وہ تلاوت کیا کرتے تھے ایک مرتبہ ان لوگوں نے جنہوں نے کتاب اللہ میں رد و بدل کر لیا تھا اپنے بادشاہوں سے ان سچے مومنوں کی شکایت کی کہ یہ لوگ کتاب اللہ کہہ کر جس کتاب کو پڑھتے ہیں اس میں تو ہمیں گالیاں لکھی ہیں اس میں لکھا ہوا ہے جو کوئی اللہ کی نازل کردہ کتاب کے مطابق حکم نہ کرے وہ کافر ہے اور اسی طرح کی بہت سی آیتیں ہیں۔ پھر یہ لوگ ہمارے اعمال پر بھی عیب گیری کرتے رہتے ہیں۔ پس آپ انہیں دربار میں بلوایئے اور انہیں مجبور کیجیے کہ یا تو وہ اسی طرح پڑھیں جس طرح ہم پڑھتے ہیں اور ویسا ہی وہ عقیدہ ایمان رکھیں جیسا ہمارا ہے ورنہ انہیں بدترین عبرت ناک سزا دیجیے۔ چنانچہ ان سچے مسلمانوں کو دربار میں بلوایا گیا اور ان سے کہا گیا کہ یا تو ہماری اصلاح کردہ کتاب پڑھا کرو اور تمہارے اپنے ہاتھوں میں جو الہامی کتابیں ہیں انہیں چھوڑ دو ورنہ جان سے ہاتھ دھولو اور قتل گاہ کی طرف قدم بڑھاؤ۔ اس پر ان پاک بازوں کی ایک جماعت نے تو کہا کہ تم ہمیں ستاؤ نہیں۔ تم اونچی عمارت بنا دو ہمیں وہاں پہنچا دو اور ڈوری چھڑی دے دو ہمارا کھانا پینا اس میں ڈال دیا کرو ہم اوپر سے گھسیٹ لیا کریں گے۔ نیچے اتریں گے ہی نہیں اور تم میں آئیں

گے ہی نہیں۔ ایک جماعت نے کہا سنو! ہم یہاں سے ہجرت کر جاتے ہیں۔ جنگلوں اور پہاڑوں میں نکل جاتے ہیں تمہاری بادشاہت کی سرزمین سے باہر ہو جاتے ہیں۔ چشموں نہروں ندیوں نالوں اور تالابوں سے جانوروں کی طرح منہ لگا کر پانی پیا کریں گے اور جو پھول پات مل جائیں گے ان پر گزارہ کر لیں گے۔ اس کے بعد اگر تم ہمیں اپنے ملک میں دیکھ لو تو بے شک گردن اڑا دینا۔ تیسری جماعت نے کہا ہمیں اپنی آبادی کے ایک طرف کچھ زمین دیدو اور وہاں حصار کھینچ دو وہیں ہم کنویں کھود لیں گے اور کھیتی کر لیا کریں گے، تم میں ہرگز نہ آئیں گے۔ چونکہ اس اللہ والی جماعت سے ان لوگوں کی قریبی رشتہ داریاں تھیں اس لیے یہ درخواستیں منظور کر لی گئیں اور یہ لوگ اپنے اپنے ٹھکانے چلے گئے، لیکن ان کے ساتھ بعض اور لوگ بھی لگ گئے۔ جنہیں دراصل علم و ایمان نہ تھا تقلیداً ساتھ ہو لیے ان کے بارے میں یہ آیت ﴿وَرَهْبَانِيَّةً﴾ الخ نازل ہوئی۔

پس جب اللہ تعالیٰ نے حضور انور ﷺ کو مبعوث فرمایا اس وقت ان میں کے بہت کم لوگ رہ گئے تھے آپ ﷺ کی بعثت کی خبر سنتے ہی خائفہوں والے اپنی خانقاہوں سے اور جنگلوں سے اور حصار والے اپنے حصاروں سے نکل کھڑے ہوئے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ پر ایمان لائے آپ کی تصدیق کی جس کا ذکر اس آیت میں ہے ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَآمِنُوا بِرَسُولِهِ يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِنْ رَحْمَتِهِ وَيَجْعَلْ لَكُمْ نُورًا تَمْشُونَ بِهِ﴾ الخ یعنی اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ تمہیں اللہ اپنی رحمت کا دو ہر حصہ دے گا (یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے کا اور پھر حضرت محمد ﷺ پر ایمان لانے کا) اور تمہیں نور دے گا جس کی روشنی میں تم چلو پھرو (یعنی قرآن و سنت) تاکہ اہل کتاب جان لیں (جو تم جیسے ہیں) کہ اللہ کے کسی فضل کا اختیار انہیں نہیں اور سارا فضل اللہ کے ہاتھ ہے جسے چاہے دیتا ہے اور اللہ بڑے فضل کا مالک ہے۔ یہ سیاق غریب ہے اور ان دونوں پھیلی آیتوں کی تفسیر اس آیت کے بعد ہی آرہی ہے اِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالٰی۔

ابو یعلیٰ میں ہے کہ لوگ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے پاس مدینہ میں حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانے میں آئے۔ آپ اس وقت امیر مدینہ تھے۔ جب یہ آئے اس وقت حضرت انس رضی اللہ عنہ نماز ادا کر رہے تھے اور بہت ہلکی نماز پڑھ رہے تھے جیسے مسافر کی نماز ہو یا اس کے قریب قریب۔ جب سلام پھیرا تو لوگوں نے آپ سے پوچھا کہ کیا آپ نے فرض نماز پڑھی یا نفل؟ فرمایا فرض اور یہی نماز رسول اللہ ﷺ کی تھی۔ میں نے اپنے خیال سے اپنی یاد برابر تو اس میں کوئی خطا نہیں کی۔

ہاں اگر کچھ بھول گیا ہوں تو اس کی بابت نہیں کہہ سکتا۔ حضور ﷺ کا فرمان ہے کہ اپنی جانوں پر سختی نہ کرو ورنہ تم پر سختی کی جائے گی۔ ایک قوم نے اپنی جانوں پر سختی کی اور ان پر بھی سختی کی گئی پس ان کی بقایا خانقاہوں میں اور ایسے ہی گھروں میں اب بھی دیکھ لو۔ یہ تھی وہ سختی کی ترک دنیا جو اللہ نے ان پر واجب نہیں کی تھی۔ دوسرے دن ہم لوگوں نے کہا آئیے سوار یوں پر چلیں اور دیکھیں اور عبرت حاصل کریں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا بہت اچھا۔ پس سب سوار ہو کر چلے اور کئی ایک بستیاں دیکھیں جو بالکل اجڑ گئی تھیں اور مکانات اوندھے پڑے ہوئے تھے تو ہم نے کہا ان شہروں سے آپ واقف ہیں؟ فرمایا خوب اچھی طرح بلکہ ان کے باشندوں سے بھی۔ انہیں سرکشی اور حسد نے ہلاک کیا۔ حسد نیکیوں کے نور کو بجھا دیتا ہے اور سرکشی اس کی تصدیق یا تکذیب کرتی ہے۔ آکھہ کا بھی زنا ہے۔ ہاتھ اور قدم اور زبان کا بھی زنا ہے اور شر مگاہ اسے سچائی ہے یا جھٹلاتی ہے۔ ① مسند احمد میں ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں ہر نبی کے لیے رہبانیت تھی اور میری امت کی رہبانیت اللہ عزوجل کی راہ میں جہاد کرنا ہے۔

ایک شخص حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے پاس آتا ہے اور کہتا ہے مجھے کچھ وصیت کیجیے۔ آپ نے فرمایا تم نے مجھ سے وہ سوال =

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَآمِنُوا بِرَسُولِهِ يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِنْ رَحْمَتِهِ
وَيَجْعَلْ لَكُمْ نُورًا تَمْشُونَ بِهِ وَيَغْفِرْ لَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝ لَيْسَ لَكُمْ
أَهْلُ الْكِتَابِ إِلَّا يَقْدِرُونَ عَلَى شَيْءٍ مِّنْ فَضْلِ اللَّهِ وَأَنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ
اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ ۖ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ ۝

ترجمہ: اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو اللہ سے ڈرتے رہا کرو اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اللہ تمہیں اپنی رحمت کا دوہرا حصہ دے گا اور تمہیں نور دے گا جس کی روشنی میں تم چلو پھرو گے اور تمہارے گناہ بھی معاف فرما دے گا اللہ بخشنے والا اور مہربانی والا ہے [۲۸] یہ اس لیے کہ اہل کتاب جان لیں کہ اللہ کے فضل کے کسی حصے پر بھی انہیں اختیار نہیں اور یہ کہ سارا فضل اللہ ہی کے ہاتھ ہے وہ جسے چاہے دے اور اللہ ہے ہی بڑے فضل والا۔ [۲۹]

= کیا جو میں نے رسول اللہ ﷺ سے کیا تھا۔ میں تجھے وصیت کرتا ہوں اللہ سے ڈرتے رہنے کی۔ یہی تمام نیکیوں کا سر ہے اور تو جہاد کو لازم پکڑے رہے یہی اسلام کی رہبانیت ہے۔ اور ذکر اللہ اور تلاوت قرآن پر مداومت کر یہی تیری راحت و روح ہے آسمانوں میں اور تیری یاد ہے زمین میں۔ یہ روایت مسند احمد میں ہے ① واللہ تعالیٰ اعلم۔

اہل کتاب مومن کیلئے دوہرا اجر ہے: [آیت: ۲۸-۲۹] اس سے پہلے کی آیت میں بیان ہو چکا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جن مومنوں کا یہاں ذکر ہے اس سے مراد اہل کتاب کے مومن ہیں اور انہیں دوہرا اجر ملے گا۔ جیسے کہ سورہ قصص کی آیت میں ہے۔ اور جیسے کہ ایک حدیث میں آیا ہے کہ تین شخصوں کو اللہ تعالیٰ دوہرا اجر دے گا۔ ایک وہ اہل کتاب جو اپنے نبی پر ایمان لایا پھر مجھ پر بھی ایمان لایا اسے دوہرا اجر ہے۔ اور وہ غلام جو اپنے آقا کی تابعداری کرے اور اللہ کا حق بھی ادا کرے اسے بھی دوہرا اجر ہیں۔ اور وہ شخص جو اپنی لونڈی کو ادب سکھائے اور بہت اچھا ادب سکھائے۔ یعنی شرعی ادب پھر اسے آزاد کر دے اور نکاح کر دے وہ بھی دوہرے اجر کا مستحق ہے۔ (بخاری و مسلم)۔ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب اہل کتاب اس دوہرے اجر پر فخر کرنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اس امت کے حق میں نازل فرمائی پس انہیں دوہرے اجر کے بعد نور ہدایت دینے کا بھی وعدہ کیا اور مغفرت کا بھی۔ پس نور اور مغفرت انہیں زیادہ ملی (ابن جریر)۔ ② اسی مضمون کی آیت ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ تَتَّقُوا اللَّهَ﴾ الخ ہے یعنی اے ایمان والو! اگر تم اللہ سے ڈرتے رہے تو وہ تمہارے لیے فرقان کرے گا اور تم سے تمہاری برائیاں دور کر دے گا اور تمہیں معاف فرما دے گا اللہ بڑے فضل والا ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے یہودیوں کے ایک بہت بڑے عالم سے دریافت فرمایا کہ تمہیں ایک نیکی پر زیادہ سے زیادہ کس قدر فضیلت ملتی ہے؟ اس نے کہا ساڑھے تین سو تک۔ آپ نے اللہ کا شکر کیا اور فرمایا ہمیں تم سے دوہرا ملتا ہے۔ حضرت سعید رضی اللہ عنہ نے اسے بیان فرما کر یہی آیت پڑھی اور فرمایا اسی طرح جمعہ کا دوہرا اجر ہے۔ ③ مسند احمد کی حدیث میں ہے تمہاری اور یہودی

① احمد، ۲۶۶/۳ و سندہ ضعیف، زید الحمی ضعیف ہے۔

② صحیح بخاری، کتاب العلم، باب تعلیم الرجل امته وأہله، ۹۷؛ صحیح مسلم، ۱۵۴۔ ③ الطبری، ۲۳/۲۱۰۔

نصاری کی مثال اس شخص جیسی ہے جس نے چند مزدور کسی کام پر لگانے چاہے اور اعلان کیا کہ کوئی ہے جو مجھ سے ایک قیراط لے اور صبح کی نماز سے لے کر آدھے دن تک کام کرے؟ پس یہود تیار ہو گئے۔ اس نے پھر کہا ظہر سے عصر تک اب جو کام کرے اسے میں ایک قیراط دوں گا۔ اس پر نصرانی تیار ہوئے، کام کیا اور اجرت لی۔ اس نے پھر کہا اب عصر سے مغرب تک جو کام کرے میں اسے دو قیراط دوں گا۔ پس وہ تم مسلمان ہو۔ اس پر یہود و نصاریٰ بہت بگڑے اور کہنے لگے کام ہم نے زیادہ کیا اور دام انہیں زیادہ ملے، ہمیں کم دیا گیا۔ تو انہیں جواب ملا کہ میں نے تمہارا کوئی حق تو نہیں مارا؟ انہوں نے کہا نہیں ایسا تو نہیں ہوا۔ جواب ملا کہ پھر یہ میرا فضل ہے جسے چاہے دوں۔ ①

صحیح بخاری شریف میں ہے مسلمانوں اور یہود و نصاریٰ کی مثال اس شخص کی طرح ہے جس نے چند لوگوں کو کام پر لگایا اجرت ٹھہرائی اور کہا دن بھر کام کرو۔ وہ کام پر لگ گئے۔ لیکن آدھے دن کام کر کے کہہ دیا کہ اب ہمیں ضرورت نہیں جو ہم نے کیا ہم اس کی اجرت بھی نہیں چاہتے اور اب ہم کام بھی نہیں کریں گے۔ اس نے انہیں سمجھایا بھی کہ ایسا نہ کرو کام پورا کرو اور مزدوری لے جاؤ۔ لیکن انہوں نے صاف انکار کر دیا، اور کام ادھورا چھوڑ کر اجرت لیے بغیر چلتے بنے۔ اس نے اور مزدور لگائے اور کہا کہ باقی کام شام تک تم پورا کرو اور پورے دن کی مزدوری میں تمہیں دوں گا۔ یہ کام پر گئے، لیکن عصر کے وقت یہ بھی کام سے ہٹ گئے اور کہہ دیا کہ اب ہم سے نہیں ہو سکتا ہمیں آپ کی اجرت نہیں چاہیے۔ اس نے انہیں بھی سمجھایا کہ دیکھو اب دن باقی ہی کیا رہ گیا ہے تم کام پورا کرو اور اجرت لے جاؤ، لیکن یہ نہ مانے اور چلے گئے۔ اس نے پھر اوروں کو بلایا اور کہا لو تم مغرب تک کام کرو اور دن بھر کی مزدوری لے جاؤ۔ چنانچہ انہوں نے مغرب تک کام کیا اور ان دونوں جماعتوں کی اجرت بھی یہی لے گئے۔ پس یہ ہے ان کی مثال اور اس نور کی مثال جسے انہوں نے قبول کیا۔ ② پھر فرماتا ہے یہ اس لیے کہ اہل کتاب یقین کر لیں کہ اللہ جسے دے یہ اس کے لوٹانے کی اور جسے نہ دے اسے دینے کی کچھ بھی قدرت نہیں رکھتے۔ اور اس بات کو بھی وہ جان لیں کہ فضل و کرم کا مالک صرف وہی پروردگار ہے۔ اس کے فضل کا کوئی اندازہ اور حساب نہیں لگ سکتا۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں ﴿لَعَلَّا يَعْلَمَ﴾ کا معنی ﴿لِيَعْلَمَ﴾ ہے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قرأت میں ﴿لَعَلِّي يَعْلَمَ﴾ ہے۔ اسی طرح حضرت عطاء بن عبد اللہ اور حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہما سے بھی یہی قرأت مروی ہے۔ غرض یہ ہے کہ کلام عرب میں ﴿لَا﴾ صدمہ کے لیے آتا ہے جو کلام کے اول و آخر میں آجاتا ہے اور وہاں انکار مراد نہیں ہوتا۔ جیسے ﴿مَا مَنَعَكَ الْآتُسُجُدَ﴾ میں اور ﴿وَمَا يُشْعِرُكُمْ أَنَّهَا إِذَا جَاءَتْ لَا يُؤْمِنُونَ﴾ میں اور ﴿وَحَرَامٌ عَلَى قَرْبَةٍ أَهْلَكْنَاهَا أَنَّهُمْ لَا يَرْجِعُونَ﴾ میں۔

الْحَمْدُ لِلَّهِ سورة حدید کی تفسیر ختم ہوئی اور اس کے ساتھ ہی ستائیسواں پارہ تمام ہوا۔

① احمد، ۶/۲؛ صحیح بخاری، کتاب الاجارة، باب الاجارة إلى نصف النهار، ۲۲۶۸؛ ترمذی، ۲۸۷۱؛ ابن حبان،

۶۶۳۹۔ ② صحیح بخاری، کتاب مواقیب الصلاة، باب من ادرك ركعة من العصر قبل الغروب، ۵۵۸۔

فہرست

صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر	مضمون
298	تفسیر سورہ ممتحنہ	255	تفسیر سورہ مجادلہ
298	کفار و مشرکین سے دوستی نہ رکھو	255	حضرت خولہ بنتی الخویم کا واقعہ
299	حضرت حاطب بن ابی اسلمہ کا واقعہ	256	مسئلہ ظہار
303	حضرت ابراہیم علیہ السلام بہترین نمونہ	258	ظہار کی تعریف
304	ہدایت اللہ کے ہاتھ میں ہے	260	ظہار کے متعلق ائمہ مجتہدین کے اقوال
307	مہاجر عورتوں کا امتحان	261	اللہ اور رسول ﷺ کی مخالفت سے بچنے کا حکم
310	عورتوں سے بیعت کا بیان	263	سرگوشی کے احکام
315	کافراہل قبور سے ناامید ہو چکے ہیں	265	آداب مجلس کی تفصیل
316	تفسیر سورہ صف	269	پیغمبر ﷺ سے سرگوشی کے احکام
316	سورت کا تعارف اور شان نزول	270	منافقوں کا ذکر
317	جو کہو وہ کرو	272	اللہ اور رسول اللہ ﷺ کے دشمن ذلیل ہوں گے
318	جہاد کے فضائل	272	مومن سب سے بڑھ کر اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت رکھتے ہیں
319	پیغمبروں علیہم السلام کی تکالیف کا بیان	275	تفسیر سورہ حشر
320	آنحضرت ﷺ کے فضائل	276	بنو نضیر کا تفصیلی واقعہ
321	آنحضرت ﷺ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت ہیں	277	غزوہ بنو نضیر کا مختصر قصہ
322	اللہ کا دین روشن ہے	280	مال فہ کی تفصیل
323	بہترین تجارت	284	مہاجرین اور انصار رضی اللہ عنہم کے فضائل
324	پیغمبر ﷺ کی مدد کرو	290	منافقوں کی چال بازی
325	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھیوں کا ذکر	291	ایک راہب کا واقعہ
327	تفسیر سورہ جمعہ	292	اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو
327	علم اللہ تعالیٰ عطا کرتا ہے	295	قرآن کی عظمت
		296	اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ کا بیان

صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر	مضمون
348	افضل عمل کا تذکرہ	330	یہود کی مذمت
349	عورتوں اور بچوں کی تربیت	331	جمعہ کا معنی و مفہوم / جمعہ کے فضائل
352	تفسیر سورہ طلاق	331	جمعہ کے مسائل
352	طلاق کے مسائل	333	جمعہ کی اذان
354	عدت، نفقہ اور رشکی	333	جمعہ کے لئے خرید و فروخت چھوڑ دو
355	عدت کے مسائل	334	جمعہ اور تجارت
358	حاملہ اور نا امید عورت کی عدت	336	تفسیر سورہ منافقون
360	عورتوں پر خرچ کرنا	336	منافقوں کی مذمت
362	اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو	338	منافقوں کی بد خصلتیں
363	سات زمینوں کا ذکر	338	عبداللہ بن ابی کاواقعہ
365	تفسیر سورہ تحریم	343	مال اور اولاد کی محبت اور اللہ کے ذکر سے غفلت
365	شان نزول کے بارے میں مفسرین رحمہم اللہ کے اقوال	345	تفسیر سورہ تغابن
371	ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کا ذکر	345	اللہ کی تسبیح
372	جہنم سے بچو اور گھر والوں کو بچاؤ	346	کافروں کی سزا
375	حضرت نوح اور لوط علیہما السلام کی بیویوں کا ذکر	347	مشرکین قیامت کے منکر ہیں
376	حضرت آسیہ علیہا السلام اور حضرت مریم علیہا السلام کے فضائل	348	مصیبت بھی اللہ کی مشیت سے آتی ہے

تفسیر سورہ مجادلہ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

قَدْ سَمِعَ اللَّهُ قَوْلَ الَّتِي تُجَادِلُكَ فِي زَوْجِهَا وَتَشْتَكِي إِلَى اللَّهِ وَاللَّهُ يَسْمَعُ

تَحَاوَرَكُمَا إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ بَصِيرٌ ①

ترجمہ: سچے معبود بڑے رحم و کرم والے اللہ کے نام سے شروع

یقیناً اللہ تعالیٰ نے اس عورت کی بات سنی جو تم سے اپنے شوہر کے بارے میں گفتگو کر رہی تھی اور اللہ کے آگے شکایت کر رہی تھی اللہ تعالیٰ تم دونوں کے سوال و جواب سن رہا تھا بے شک اللہ تعالیٰ سننے دیکھنے والا ہے۔ [۱]

حضرت خولہ رضی اللہ عنہا کا واقعہ: [آیت: ۱] حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ”اللہ تعالیٰ کی ذات حمد و ثناء کے لائق ہے جس کے سننے نے تمام آوازوں کو گھیر رکھا ہے۔ یہ شکایت کرنے والی بی بی صاحبہ آ کر آنحضرت ﷺ سے اس طرح چپکے چپکے باتیں کر رہی تھیں کہ باوجود اسی گھر میں ہونے کے میں مطلقاً نہ سنی کہ وہ کیا کہہ رہی ہیں؟ اللہ تعالیٰ نے اس پوشیدہ آواز کو بھی سن لیا اور یہ آیت اتری۔“ ① (بخاری و مسند احمد وغیرہ)۔ اور روایت میں آپ کا یہ فرمان اس طرح منقول ہے کہ ”باہر کت ہے وہ اللہ جو ہر ادنیٰ نیچی آواز کو سنتا ہے۔ یہ شکایت کرنے والی بی بی صاحبہ حضرت خولہ بنت ثعلبہ رضی اللہ عنہا جب حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں تو اس طرح سرگوشیاں کر رہی تھیں کہ کوئی لفظ تو کان تک پہنچ جاتا تھا ورنہ اکثر باتیں باوجود اسی گھر میں ہونے کے میرے کانوں تک نہیں پہنچتی تھیں! اپنے میاں کی شکایت کرتے ہوئے فرمایا کہ یا رسول اللہ! میری جوانی تو ان کے ساتھ کئی بچے ان سے ہوئے اب جبکہ میں بڑھیا ہو گئی بال بچوں کی جوگا (قابل) نہ رہی تو میرے میاں نے مجھ سے ظہار کر لیا! اے اللہ! میں تیرے سامنے اپنے اس دکھڑے کا رونا روتی ہوں۔ ابھی یہ بی بی صاحبہ گھر سے باہر نہیں نکلی تھیں جو حضرت جبریل علیہ السلام یہ آیت لے کر اترے۔ ان کے خاوند کا نام حضرت اوس بن صامت رضی اللہ عنہ تھا۔“ ② (ابن ابی حاتم)

انہیں کبھی کچھ جنوں سا ہو جاتا تھا۔ اس حالت میں اپنی بی بی صاحبہ سے ظہار کر لیتے۔ پھر جب اچھے ہو جاتے تو گویا کچھ نہ تھا۔ یہ بی بی صاحبہ حضور ﷺ سے فتویٰ پوچھنے اور اللہ کے سامنے اپنی التجا بیان کرنے کو آئیں جس پر یہ آیت اتری۔ ③ حضرت ابو یزید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ”حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنی خلافت کے زمانے میں اور لوگوں کے ساتھ جارہے تھے جو ایک عورت نے آواز دے کر ٹھہرا لیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ فوراً ٹھہر گئے اور ان کے پاس جا کر توجہ اور ادب سے سر جھکائے ان کی باتیں سننے لگے۔ جب وہ اپنی فرمائش کی تعمیل کرا چکیں اور خود لوٹ گئیں تب امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ بھی واپس ہمارے پاس آئے۔ ایک شخص نے کہا امیر المؤمنین =

① احمد، ۶/۴۶، صحیح بخاری، کتاب التوحید، باب قول اللہ تعالیٰ ﴿وَكَانَ اللَّهُ سَمِيعًا بَصِيرًا﴾ معلقاً قبل حدیث، ۷۳۸۶ ابن ماجہ، ۱۸۸؛ النسائی، ۱۶۸/۶ ح ۳۴۶۰ وروایات المدلسین فی الصحیحین محمولۃ علی السماع۔

② الطبری، ۲۳/۲۲۶۔

③ ابوداؤد، کتاب الطلاق، باب فی الظہار، ۲۲۱۹، وهو حدیث صحیح۔

الَّذِينَ يُظْهِرُونَ مِنْكُمْ مَنْ يُسَابِهِمْ مَا هُنَّ أُمَّهَاتُهُمْ إِنَّ أُمَّهَاتُهُمْ إِلَّا آلِي
 وَلَدْنَهُمْ وَأَنْهُمْ لَيَقُولُونَ مُنْكَرًا مِنَ الْقَوْلِ وَزُورًا وَإِنَّ اللَّهَ لَعَفُوٌّ غَفُورٌ
 وَالَّذِينَ يُظْهِرُونَ مِنْ يُسَابِهِمْ ثُمَّ يَعُودُونَ لَهَا قَالُوا فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مِّنْ
 قَبْلِ أَنْ يَتَنَاسَا ذَلِكُمْ تُوْ عَطْوَنَ بِهِ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ۝ فَمَنْ لَّمْ
 يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَتَنَاسَا ۖ فَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ
 فَاِطْعَامُ سِتِّينَ مِسْكِينًا ۚ ذَلِكُمْ لِتُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ۚ وَتِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ ۚ

وَاللَّكَفْرَيْنِ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝

ترجمہ: تم میں سے جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کرتے ہیں (یعنی انہیں ماں کہہ بیٹھتے ہیں) وہ دراصل ان کی مائیں نہیں بن جاتیں ان کی مائیں تو وہی ہیں جن کے بطن سے وہ پیدا ہوئے یقیناً یہ لوگ ایک نامعقول اور جھوٹی بات کہتے ہیں بے شک اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا اور بخشنے والا ہے۔ [۲۱] اور جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کریں پھر اپنی کبھی ہوئی بات سے رجوع کریں تو ان کے ذمہ آپس میں ایک دوسرے کو ہاتھ لگانے سے پہلے ایک غلام آزاد کرنا ہے اور اللہ تعالیٰ تمہارے تمام اعمال سے باخبر ہے [۲۲] ہاں جو شخص نہ پائے اس کے ذمہ دو مہینوں کے لگا تار روزے ہیں اس سے پہلے کہ ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں اور جس شخص کو یہ طاقت بھی نہ ہو اس پر ساٹھ مسکینوں کو کھلانا ہے۔ یہ اس لیے کہ تم اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کی حکم برداری کرو یہ اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدیں ہیں اور کفار ہی کے لیے دکھ کی مار ہے۔ [۲۳]

= ایک بڑھیا کے کہنے سے آپ رک گئے اور اتنے آدمیوں کو آپ کی وجہ سے اب تک رکنا پڑا۔ آپ نے فرمایا: افسوس! جانتے بھی ہو یہ کون تھیں؟ اس نے کہا نہیں۔ فرمایا: یہ وہ عورت ہیں جن کی شکایت اللہ تعالیٰ نے ساتویں آسمان پر سنی یہ حضرت خولہ بنت ثعلبہ رضی اللہ عنہا ہیں اگر آج صبح سے شام چھوڑ رات کر دیتیں اور مجھ سے کچھ فرماتی رہتیں تو بھی میں ان کی خدمت سے نہ ملتا ہاں نماز کے وقت نماز ادا کر لیتا اور پھر کمر بستہ خدمت کے لیے حاضر ہو جاتا۔ (ابن ابی حاتم)۔ اس کی سند منقطع ہے اور دوسرے طریق سے بھی مروی ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ یہ خولہ بنت صامت رضی اللہ عنہا تھیں اور ان کی والدہ کا نام معاذہ رضی اللہ عنہا تھا جن کے بارے میں یہ آیت ﴿وَلَا تُكْرَهُوا فَبِئْسَ تَكْرُمًا﴾ ۱ نازل ہوئی تھی لیکن ٹھیک یہ ہے کہ حضرت خولہ رضی اللہ عنہا اوس بن صامت رضی اللہ عنہ کی بیوی تھیں اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو۔

مسئلہ ظہار: [آیت ۲: ۴۲] حضرت خولہ بنت ثعلبہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اللہ کی قسم! امیرے اور میرے خاندان اوس بن صامت رضی اللہ عنہ کے بارے میں اس سورہ مجادلہ کی شروع کی چار آیتیں اتری ہیں۔ میں ان کے گھر میں تھی یہ بوڑھے اور بڑی عمر کے تھے اور کچھ اخلاق کے بھی اچھے نہ تھے ایک دن باتوں ہی باتوں میں میں نے ان کی کسی بات کا خلاف کیا اور انہیں کچھ جواب دیا جس پر وہ بڑے غضبناک

ہوئے اور غصے میں فرمانے لگے تو مجھ پر میری ماں کی پینڈھ کی طرح ہے پھر گھر سے چلے گئے اور قومی مجلس میں کچھ دیر بیٹھے رہے پھر واپس آئے اور مجھ سے خاص بات چیت کرنی چاہی۔ میں نے کہا: اس اللہ کی قسم! جس کے ہاتھ میں خویلہ کی جان ہے تمہارے اس کہنے کے بعد اب یہ بات ناممکن ہے یہاں تک کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا فیصلہ ہمارے بارے میں نہ ہو لیکن وہ مانے اور زبردستی کرنے لگے۔ مگر چونکہ کمزور اور ضعیف تھے میں ان پر غالب آ گئی اور وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو سکے۔ میں اپنی پڑوسن کے ہاں گئی اور اس سے کپڑا مانگ کر اوڑھ کر رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچی۔ اس واقعہ کو بھی بیان کیا اور بھی اپنی مصیبتیں اور تکلیفیں بیان کرنی شروع کر دیں۔ آپ ﷺ بھی فرماتے جاتے تھے خویلہ اپنے خاوند کے بارے میں اللہ سے ڈر دودھ بوڑھے بڑے ہیں۔ ابھی یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ آنحضرت ﷺ پر وحی کی کیفیت طاری ہوئی۔ جب وحی اتر چکی تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے خویلہ! تیرے اور تیرے خاوند کے بارے میں قرآن کریم کی آیتیں نازل ہوئی ہیں۔ پھر آپ ﷺ نے ﴿لَقَدْ سَمِعَ اللَّهُ﴾ سے ﴿عَذَابَ أَلِيمٍ﴾ تک پڑھ کر سنایا۔ اور فرمایا جاؤ اپنے میاں سے کہو کہ ایک غلام آزاد کر دیں۔ میں نے کہا: حضور ان کے پاس غلام کہاں؟ وہ تو بہت مسکین شخص ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اچھا تو دو مہینے کے لگا تا روزے رکھ لیں۔ میں نے کہا: حضور وہ تو بڑی عمر کے بوڑھے ناتوان کمزور ہیں انہیں دو ماہ کے روزوں کی بھی طاقت نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: پھر ساٹھ مسکینوں کو ایک وسق (تقریباً چار سون پختہ) کھجوریں دیدیں۔ میں نے کہا: حضور اس مسکین کے پاس یہ بھی نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اچھا آدھا وسق کھجوریں میں اپنے پاس سے انہیں دیدوں گا۔ میں نے کہا: بہتر آدھا وسق میں دیدوں گی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ تم نے بہت اچھا کیا اور خوب کام کیا جاؤ یہ ادا کر دو اور اپنے خاوند کے ساتھ جو تمہارے چچا کے لڑکے ہیں محبت پیار خیر خواہی اور فرماں برداری سے گزارا کرو۔ ① (مسند احمد و ابوداؤد)

ان کا نام بعض روایتوں میں خویلہ کے بجائے خولہ بھی آیا ہے اور بنت ثعلبہ کے بدلے بنت مالک بن ثعلبہ بھی آیا ہے۔ ان اقوال میں ایسا کوئی اختلاف نہیں جو ایک دوسرے کے خلاف ہو۔ وَاللَّهُ أَعْلَمُ۔ اس سورت کی ان شروع کی آیتوں کا صحیح شان نزول یہی ہے۔ حضرت سلمہ بن صحرہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ جواب آرہا ہے وہ اس کے اترنے کا باعث نہیں ہوا۔ ہاں البتہ جو حکم ظہار ان آیتوں میں تھا انہیں بھی دیا گیا۔ یعنی آزادی غلام یا روزے یا کھانا دینا۔ حضرت سلمہ بن صحرہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ خداوند کی زبانی یہ ہے کہ ”مجھ میں جماع کی طاقت اوروں سے زیادہ تھی۔ رمضان میں اس خوف سے کہ کہیں ایسا نہ ہوں میں روزے کے وقت میں بچ نہ سکوں میں نے رمضان بھر کے لیے اپنی بیوی سے ظہار کر لیا۔ ایک رات جبکہ وہ میری خدمت میں مصروف تھی بدن کے کسی حصے پر سے کپڑا ہٹ گیا۔ پھر تاب کہاں تھی؟ اس سے بات چیت کر بیٹھا صبح اپنی قوم کے پاس آ کر میں نے کہا رات ایسا واقعہ ہو گیا ہے تم مجھے لے کر رسول اللہ ﷺ کے پاس لے چلو اور آپ ﷺ سے پوچھو کہ اس گناہ کا بدلہ کیا ہے؟ سب نے انکار کیا اور کہا کہ ہم تو تیرے ساتھ نہیں جائیں گے ایسا نہ ہو کہ قرآن کریم میں اس کی بابت کوئی آیت اترے یا حضور کوئی ایسی بات فرمادیں کہ ہمیشہ کے لیے ہم پر عار باقی رہ جائے تو جانے تیرا کام تو نے ایسا کیوں کیا؟ ہم تیرے ساتھی نہیں۔ میں نے کہا: اچھا پھر میں اکیلا جاتا ہوں۔ چنانچہ میں گیا اور حضور ﷺ سے تمام واقعہ بیان کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم نے ایسا کیا؟ میں نے کہا جی ہاں حضور مجھ سے ایسا ہو گیا۔ آپ ﷺ نے پھر فرمایا: تم نے ایسا کیا؟ میں نے پھر یہی عرض کیا کہ ہاں حضور مجھ سے یہ خطا ہو گئی۔ آپ ﷺ نے تیسری دفعہ بھی یہی فرمایا۔ میں نے پھر اقرار کیا اور کہا کہ حضور میں موجود ہوں جو سزا میرے لیے تجویز کی جائے میں اسے صبر سے برداشت کروں گا آپ حکم دیجیے۔ آپ ﷺ نے

فرمایا: جاؤ ایک غلام آزاد کرو۔ میں نے اپنی گردن پر ہاتھ رکھ کر کہا حضور میں تو صرف اس کا مالک ہوں اللہ کی قسم! مجھے غلام آزاد کرنے کی طاقت نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: پھر دو مہینے کے پے در پے روزے رکھو۔ میں نے کہا یا رسول اللہ! روزوں ہی کی وجہ سے تو یہ ہوا۔ آپ نے فرمایا: پھر جاؤ صدقہ کرو۔ میں نے کہا: اس اللہ کی قسم! جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے میرے پاس کچھ نہیں ہے بلکہ آج کی شب سب گھر والوں نے فاقہ کیا ہے۔ فرمایا: اچھا بنو زریق کے قبیلے کے صدقے والے کے پاس جاؤ اور اس سے کہو کہ وہ صدقہ کا مال تمہیں دیدے تم اس میں سے ایک دن کھجور تو ساٹھ مسکینوں کو دے دو اور باقی تم اپنے آپ اور بال بچوں کے کام میں لاؤ۔ میں خوش خوش واپس لوٹا اور اپنی قوم کے پاس آیا اور ان سے کہا تمہارے پاس تو میں نے تنگی اور برائی پائی اور حضرت عمر مصطفیٰ ﷺ کے پاس میں نے کشادگی اور برکت پائی۔ حضور ﷺ کا حکم ہے کہ اپنے صدقے تم مجھے دیدو چنانچہ انہوں نے مجھے دے دیے۔“ (مسند احمد ابوداؤد وغیرہ) ①

بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ حضرت اوس بن صامت رضی اللہ عنہ اور ان کی بیوی صاحبہ حضرت خویلہ بنت ثعلبہ رضی اللہ عنہا کے واقعہ کے بعد کا ہے۔ چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا فرمان ہے کہ ظہار کا پہلا واقعہ حضرت اوس بن صامت رضی اللہ عنہ کا ہے جو حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے بھائی تھے۔ ان کی بیوی صاحبہ کا نام خولہ بنت ثعلبہ بن مالک تھا۔ اس واقعہ سے حضرت خولہ کو ڈر تھا کہ شاید طلاق ہوگئی۔ انہوں نے آن کر حضور ﷺ سے کہا کہ میرے میاں نے مجھ سے ظہار کر لیا اور اگر ہم علیحدہ علیحدہ ہو گئے تو دونوں برباد ہو جائیں گے میں اب اس لائق بھی نہیں رہی کہ مجھ سے اولاد ہو ہمارے اس تعلق کو بھی زمانہ گزر چکا۔ اور بھی اسی طرح کی باتیں کہتی جاتی تھی اور روتی جاتی تھیں۔ اب تک ظہار کا کوئی حکم اسلام میں نہ تھا اس پر یہ آیتیں شروع سورت سے ﴿اِنْ سَمِعْتُمْ اَنْكٰرًا مِنْكُمْ﴾ کہ اتریں۔ حضور ﷺ نے حضرت اوس رضی اللہ عنہ کو بلوایا اور پوچھا کہ کیا تم غلام آزاد کر سکتے ہو؟ انہوں نے قسم کھا کر انکار کیا۔ حضور ﷺ نے ان کے لیے رقم جمع کی انہوں نے اس سے غلام خرید کر آزاد کیا اور اپنی بیوی صاحبہ سے رجوع کیا۔ ② (ابن جریر)۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے علاوہ اور بھی بہت سے بزرگوں کا یہی فرمان ہے کہ یہ آیتیں انہی کے بارے میں نازل ہوئی ہیں۔ واللہ اعلم۔

ظہار کی تعریف: لفظ ظہار مشتق ہے ظہر سے چونکہ اہل جاہلیت اپنی بیوی سے ظہار کرتے وقت یوں کہتے تھے کہ ”اَنْتِ عَلَيَّ كَظْهَرِ اُمِّي“ یعنی تو مجھ پر ایسی ہے جیسے میری ماں کی پیٹھ۔ شریعت میں حکم یہ ہے کہ اس طرح خواہ کسی عضو کا نام لے ظہار ہو جائے گا۔ ظہار جاہلیت کے زمانے میں طلاق سمجھا جاتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس امت کے لیے اس میں کفارہ مقرر کر دیا اور اسے طلاق شمار نہیں کیا جیسے کہ جاہلیت کا دستور تھا۔ سلف میں سے اکثر حضرات نے یہی فرمایا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما جاہلیت کے اس دستور کا ذکر کر کے فرماتے ہیں ”اسلام میں جب حضرت خویلہ رضی اللہ عنہا والا واقعہ پیش آیا اور دونوں میاں بیوی بیچھٹانے لگے تو حضرت اوس رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی صاحبہ کو حضور ﷺ کی خدمت میں بھیجا۔ یہ جب آئیں تو دیکھا کہ آپ ﷺ کنگھی کر رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے واقعہ سن کر فرمایا: ہمارے پاس اس کا کوئی حکم نہیں۔ اتنے میں یہ آیتیں اتریں اور آپ ﷺ نے حضرت خویلہ رضی اللہ عنہا کو اس کی خوشخبری دی اور پڑھ سنائیں جب غلام کی آزادی کا ذکر آیا تو عذر کیا کہ ہمارے پاس غلام نہیں پھر روزوں کا ذکر سن کر کہا کہ اگر ہر روز تین مرتبہ پانی نہ پیئیں تو بوجہ اپنے بڑھاپے کے فوت ہو جائیں جب کھانا کھلانے کا ذکر سنا تو کہا چند لقموں پر تو سارا دن گزرتا ہے اوروں کو دینا تو کہاں؟

① احمد، ۳۷/۴؛ ابوداؤد، حوالہ سابق، ۲۲۱۳؛ مسند ضعیف، ابن اسحاق مدلس راوی ہے اور سماع کی صراحت نہیں نیز سلیمان بن یسار نے مسلم بن صحر رضی اللہ عنہ سے کچھ نہیں سنا۔ ترمذی، ۳۲۹۹؛ ابن ماجہ، ۲۰۶۲؛ المتقی لابن الجارود، ۷۴۴؛ صحیح ابن خزیمہ، ۲۳۷۸؛ حاکم، ۲/۲۰۳؛ بیہقی، ۷/۳۹۰۔ ② الطبری، ۲۳/۲۲۷۔

چنانچہ حضور ﷺ نے آدھا دست تیس صاع منگوا کر انہیں دیئے اور فرمایا اسے صدقہ کر دو اور اپنی بیوی سے رجوع کر لو۔“ ① (ابن جریر) اس کی اسناد قوی اور پختہ ہے لیکن..... غرابت سے خالی نہیں۔

حضرت ابوالعالیہ سے بھی اسی طرح مروی ہے، فرماتے ہیں ”خولہ بنت ذبیحہ ایک انصاری کی بیوی تھیں جو کم نگاہ والے مفلس اور کج خلق تھے۔ کسی دن کسی بات پر میاں بیوی میں جھگڑا ہو پڑا تو جاہلیت کی رسم کے مطابق ظہار کر لیا جو ان کی طلاق تھی۔ یہ بیوی صاحبہ حضور ﷺ کے پاس پہنچیں اس وقت آپ ﷺ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں تھے اور مائی صاحبہ آپ کا سر دھو رہی تھیں جا کر سارا واقعہ بیان کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اب کیا ہو سکتا ہے؟ میرے علم میں تو تو اس پر حرام ہو گئی یہ سن کر کہنے لگیں: یا اللہ! میری عرض تجھ سے ہے۔ اب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کے سر مبارک کا ایک طرف کا حصہ دھو کر گھوم کر دوسری جانب آئیں اور ادھر کا حصہ دھو لگیں تو حضرت خولہ رضی اللہ عنہا بھی گھوم کر اس طرف آ بیٹھیں اور اپنا واقعہ دہرایا۔ آپ ﷺ نے پھر یہی جواب دیا۔ حضرت ام المؤمنین نے دیکھا کہ آپ ﷺ کے چہرے کا رنگ متغیر ہو گیا ہے تو ان سے کہا کہ دو روٹ کر بیٹھو۔ یہ دو روٹ کھک گئیں۔ ادھر وحی نازل ہونی شروع ہوئی۔ جب اتر چکی تو آپ ﷺ نے فرمایا: وہ عورت کہاں ہے؟ حضرت ام المؤمنین نے آواز دیکر بلایا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جاؤ اپنے خاندان کو۔ لے آؤ۔ یہ دوڑتی ہوئی گئیں اور اپنے شوہر کو بلا لائیں تو واقعی وہ ایسے ہی تھے جیسے انہوں نے کہا تھا۔ آپ ﷺ نے ((اَسْتَعِذُّ بِاللّٰهِ السَّمِيعِ الْعَلِيمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ)) پڑھ کر اس سورت کی یہ آیتیں سنائیں اور فرمایا کہ تم غلام آزاد کر سکتے ہو؟ انہوں نے کہا نہیں۔ کہا: دو مہینے کے لگا تار ایک چیمچے ایک روزے رکھ سکتے ہو؟ انہوں نے قسم کھا کر کہا کہ اگر دو تین دفعہ دن میں نہ کھاؤں تو پینائی بالکل جاتی رہتی ہے۔ فرمایا کہ ساٹھ مسکینوں کو کھانا دے سکتے ہو؟ انہوں نے کہا نہیں لیکن اگر آپ میری امداد فرمائیں تو اور بات ہے۔ پس حضور ﷺ نے ان کی اعانت کی اور فرمایا ساٹھ مسکینوں کو کھلا دو۔ اور جاہلیت کی اس رسم طلاق کو ہٹا کر اللہ تعالیٰ نے اسے ظہار مقرر فرمایا۔“ ② (ابن ابی حاتم وابن جریر)

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ”ایلاء اور ظہار جاہلیت کے زمانہ کی طلاقیں تھیں اللہ تعالیٰ نے ایلاء میں تو چار مہینے کی مدت مقرر فرمائی اور ظہار میں کفارہ مقرر فرمایا۔“ حضرت امام مالک رحمہ اللہ نے لفظ ﴿مِنْكُمْ﴾ سے استدلال کیا ہے کہ چونکہ یہاں خطاب مؤمنوں سے ہے اس لیے اس حکم میں کافر داخل نہیں۔ جمہور کا مذہب اس کے برخلاف ہے۔ وہ اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ یہ باعتبار غلبہ کہہ دیا گیا ہے۔ اس لیے بطور قید کے اس کا مفہوم مخالف مراد نہیں لے سکتے۔ لفظ ﴿مِنْ نِسَائِهِمْ﴾ سے جمہور نے استدلال کیا ہے کہ لونڈی سے ظہار نہیں نہ وہ اس خطاب میں داخل ہے۔ پھر فرماتا ہے کہ اس کہنے سے کہ تو مجھ پر میری ماں کی طرح ہے یا میرے لیے تو مثل میری ماں کے ہے یا مثل میری ماں کی پیٹھ کے ہے یا اور ایسے ہی الفاظ اپنی بیوی کو کہہ دینے سے وہ صحیح ماں نہیں بن جاتی، حقیقی ماں تو وہی ہے جس کے طعن سے یہ تولد ہوا ہے۔ یہ لوگ اپنے منہ سے فحش اور باطل قول بول دیتے ہیں اللہ تعالیٰ درگزر کرنے والا اور بخش دینے والا ہے۔ اس نے جاہلیت کی اس تنگی کو تم سے دور کر دیا۔ اسی طرح ہر وہ کلام جو ایک دم زبان سے بغیر سوچے سمجھے اور بلا قصد نکل جائے چنانچہ ابوداؤد وغیرہ میں ہے کہ حضور ﷺ نے سنا کہ ایک شخص اپنی بیوی سے کہہ رہا ہے ”اے میری بہن! تو آپ ﷺ نے فرمایا: کیا یہ تیری بہن ہے؟“ ③ غرض یہ کہنا برا لگا اسے روکا، مگر اس سے حرمت ثابت نہیں کی۔ کیونکہ دراصل اس کا مقصد یہ نہ تھا یونہی زبان سے بغیر قصد کے نکل گیا تھا ورنہ ضرور حرمت ثابت ہو جاتی، کیونکہ صحیح قول یہی ہے کہ اپنی بیوی

① الطبری، ۲۳/۲۲۲۔ ② الطبری، ۲۳/۲۲۰۔ ③ ابوداؤد، کتاب الطلاق، باب فی الرجل یقول لامرأته یا اختی،

۲۲۱۰ وسندہ ضعیف، یہ روایت مرسل ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔

کو جو شخص اس نام سے یاد کرے جو محرمات ابدیہ ہیں مثلاً بہن یا پھوپھی یا خالہ وغیرہ تو وہ بھی حکم میں ماں کے ہیں۔ جو لوگ ظہار کریں پھر اپنے کہنے سے لوئیں اس کا مطلب ایک تو یہ بیان کیا گیا ہے کہ ظہار کیا پھر مکرر اس لفظ کو کہا، لیکن یہ ٹھیک نہیں۔

ظہار کے متعلق ائمہ کے اقوال: بقول حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ مطلب یہ ہے کہ ظہار کیا پھر اس عورت کو روک رکھا یہاں تک کہ امتاز ماند گز گیا کہ اگر چاہتا تو اس میں باقاعدہ طلاق دے سکتا تھا لیکن طلاق نہ دی۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ پھر لوٹے جماع کی طرف یا ارادہ کرے تو یہ حلال نہیں تا وقتیکہ مذکورہ کفارہ ادا نہ کرے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مراد اس سے جماع کا ارادہ یا پھر بسانے کا عزم یا جماع ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کہتے ہیں مراد ظہار کی طرف لوٹنا ہے اس کی حرمت اور جاہلیت کے حکم کے اٹھ جانے کے بعد پس جو شخص اب ظہار کرے گا اس پر اس کی بیوی حرام ہو جائے گی جب تک یہ کفارہ ادا نہ کرے۔ حضرت سعید فرماتے ہیں مراد یہ ہے کہ جس چیز کو اس نے اپنی جان پر حرام کر لیا تھا اب پھر اس کام کو کرنا چاہے تو یہ کفارہ ادا کرے۔ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ جماعت کرنا چاہے ورنہ چھوٹنے میں قبل کفارہ کے بھی ان کے نزدیک کوئی حرج نہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ فرماتے ہیں یہاں مس سے مراد صحبت کرنا ہے۔ ① زہری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہاتھ لگانا، پیار کرنا بھی کفارہ کی ادائیگی سے پہلے جائز نہیں۔ سنن میں ہے کہ ”ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ میں نے اپنی بیوی سے ظہار کیا تھا پھر کفارہ ادا کرنے سے پہلے میں اس سے مل لیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تجھ پر رحم کرے ایسا تو نے کیوں کیا“ کہنے لگا: یا رسول اللہ! چاندنی رات میں اس کے خلخال (پازیب) کی چمک نے مجھے بے تاب کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اب اس سے قربت نہ کرنا جب تک کہ اللہ تعالیٰ کے فرمان کے مطابق کفارہ ادا نہ کر دے۔“ نسائی میں یہ حدیث مرسل مروی ہے اور امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ مرسل کو زیادہ صحیح بتلاتے ہیں۔ ②

پھر کفارہ بیان ہو رہا ہے کہ ایک غلام آزاد کرے۔ یہاں یہ قید نہیں کہ مؤمن ہی ہو جیسے قتل کے کفارے میں غلام کے مؤمن ہونے کی قید ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ تو فرماتے ہیں ”یہ مطلق اس مقید پر محمول ہوگی کیونکہ آزادی جیسی وہاں ہے ایسی ہی یہاں بھی ہے“ اس کی دلیل یہ حدیث بھی ہے کہ ”ایک سیاہ فام لونڈی کی بابت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: اسے آزاد کر دو یہ مؤمنہ ہے۔“ ③ اوپر واقعہ گزر چکا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ظہار کر کے پھر کفارہ سے قبل واقع ہونے والے کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسرا کفارہ ادا کرنے کو نہیں فرمایا۔ پھر فرماتا ہے اس سے تمہیں نصیحت کی جاتی ہے یعنی دھمکا یا جا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہاری مصلحتوں سے خبردار ہے اور تمہارے احوال کا عالم ہے۔ جو آزادی غلام پر قادر نہ ہو وہ دو مہینے لگا تا روزے رکھنے کے بعد اپنی بیوی سے اس صورت میں مل سکتا ہے اور اگر اس کا بھی مقدور نہ ہو تو پھر ساٹھ مسکینوں کو کھانا دینے کے بعد۔ پہلے حدیثیں گزر چکیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ مقدم پہلی صورت پھر دوسری پھر تیسری جیسے کہ بخاری و مسلم کی اس حدیث میں بھی ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان میں اپنی بیوی سے جماع کرنے والے کو فرمایا تھا۔ ④ ہم نے یہ احکام اس لیے مقرر کیے ہیں کہ تمہارا کامل ایمان اللہ پر اور اس کے رسول پر ہو جائے۔ یہ اللہ کی مقرر کردہ حدیں ہیں اس کے محرمات ہیں خبردار اس حرمت کو نہ توڑنا۔ جو کافر ہوں یعنی ایمان نہ لائیں حکم برداری نہ کریں شریعت کے احکام کی بے عزتی کریں ان سے لا پرواہی برتنیں بلاؤں سے بچنے والا نہ سمجھو بلکہ ان کے لیے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہیں۔

① الطبری، ۲۳/۲۳۱۔

② ابوداؤد، کتاب الطلاق، باب فی الظہار، ۲۲۲۱ وهو حسن؛ ترمذی، ۱۱۹۹؛ نسائی، ۳۴۸۷؛ ابن ماجہ، ۲۰۶۵۔

③ صحیح مسلم، کتاب المساجد، باب تحریم الکلام فی الصلاۃ..... ۵۳۷؛ ابوداؤد، ۹۳۰؛ احمد، ۴۴۷/۵؛ ابن حبان، ۱۶۵۔

④ صحیح بخاری، کتاب الصوم، باب اذا جامع فی رمضان ولم یکن له شیء..... ۱۹۳۶؛ صحیح مسلم، ۱۱۱۱۔

إِنَّ الَّذِينَ يُجَادُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَكُنْتُمُ الْكَاذِبِينَ مِنَ قَبْلِهِمْ وَقَدْ
 أَنْزَلْنَا آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ وَلِلْكَافِرِينَ عَذَابٌ مُهِينٌ ۖ يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللَّهُ جَمِيعًا
 فَيُنَبِّئُهُم بِمَا عَمِلُوا ۗ أَحْصَاهُ اللَّهُ وَنَسُوهُ ۗ وَاللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ۖ
 أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۗ مَا يَكُونُ مِنْ نَجْوَى
 ثَلَاثَةٍ إِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ إِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَا آدْنَىٰ مِنْ ذَلِكَ وَلَا أَكْثَرُ
 إِلَّا هُوَ مَعَهُمْ آيِنٌ ۚ مَا كَانُوا ثُمَّ يُنَبِّئُهُم بِمَا عَمِلُوا يَوْمَ الْقِيَمَةِ ۚ إِنَّ اللَّهَ بِكُلِّ
 شَيْءٍ عَلِيمٌ ۝

ترجمہ: بے شک جو لوگ اللہ سے اور اس کے رسول (ﷺ) سے مخالفت کرتے ہیں وہ ذلیل کئے جائیں گے جیسے ان سے پہلے کے لوگ ذلیل
 کئے گئے تھے اور بے شک ہم واضح آیتیں اتار چکے ہیں، منکروں کے لیے تو ذلت کی مار ہے ہی۔ [۵۱] جس دن اللہ تعالیٰ ان سب کو اٹھائے
 گا پھر انہیں ان کے کئے ہوئے عمل سے آگاہ کرے گا جسے اللہ نے یاد رکھا اور جسے یہ بھول گئے تھے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز سے واقف ہے۔ [۶۱]
 کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ آسمانوں کی اور زمین کی ہر چیز سے واقف ہے۔ تین آدمیوں کا مشورہ نہیں ہوتا مگر اللہ تعالیٰ ان کا چوتھا ہوتا ہے
 اور نہ پانچ کا چھرا ہوتا ہے اور نہ اس سے کم کا اور نہ زیادہ کا مگر وہ ساتواں ہی ہوتا ہے جہاں بھی وہ ہوں پھر قیامت کے دن انہیں ان
 کے اعمال سے آگاہ کرے گا بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز سے واقف ہے۔ [۷۱]

اللہ اور رسول ﷺ کی مخالفت سے بچنے کا حکم: [آیت: ۵۰-۵۱] فرمان ہے کہ اللہ کی اور اس کے رسول کی مخالفت کرنے والے
 اور احکام شرع سے سرتابی کرنے والے ذلت اور بارخوست اور پھٹکار کے لائق ہیں۔ جس طرح ان سے اگلے انہی اعمال کے باعث
 برباد اور سوا کر دیئے گئے اسی طرح یہ بھی اس سرکشی کے باعث تباہ اور رسوا کئے جائیں گے۔ ہم نے اس طرح واضح اس قدر ظاہر اتنی
 صاف اور ایسی کھلی ہوئی آیتیں بیان کر دی ہیں اور نشانیاں ظاہر کر دی ہیں کہ سوائے اس کے جس کے دل میں سرکشی ہو کوئی ان سے
 انکار نہیں کر سکتا اور جو انکار کرے وہ کافر ہے۔ اور ایسے کفار کے لیے یہاں کی ذلت کے بعد وہاں کے بھی اہانت والے عذاب
 ہیں یہاں ان کے تکبر نے اللہ کی طرف جھکنے سے روکا وہاں اس کے بدلے انہیں بے انتہا ذلیل کیا جائے گا، خوب روندنا جائے گا۔
 قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تمام انگوں پچھلوں کو ایک ہی میدان میں جمع کرے گا اور جو بھلائی برائی جس کسی نے کی تھی اس سے آگاہ
 کرے گا۔ گویہ بھول گئے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے تو اسے یاد رکھا تھا اس کے فرشتوں نے اسے لکھ رکھا تھا نہ تو اللہ پر کوئی چیز چھپ سکے
 نہ اللہ تعالیٰ کسی چیز کو بھولے۔ پھر بیان فرماتا ہے کہ تم جہاں ہو جس حالت میں ہو نہ تمہاری باتیں اللہ کے سننے سے رہ سکیں نہ تمہاری
 حالتیں اللہ کے دیکھنے سے پوشیدہ رہیں۔ اس کے علم نے ساری دنیا کا احاطہ کر رکھا ہے اسے ہر زمان و مکان کی اطلاع ہر وقت ہے۔
 وہ زمین و آسمان کی تمام تر کائنات سے با علم ہے۔

الْمُتَرِّ إِلَى الَّذِينَ نُهُوا عَنِ التَّجْوِي ثُمَّ يَعُودُونَ لَهَا نُهُوا عَنْهُ وَيَتَنَجَّوْنَ
بِالْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِيَةِ الرَّسُولِ وَإِذَا جَاءُوكَ حَيَّوْكَ بِمَا لَمْ يُحَيِّكَ
بِهِ اللَّهُ ۖ وَبَقُولُونَ فِي أَنْفُسِهِمْ لَوْلَا يُعَذِّبُنَا اللَّهُ بِمَا نَقُولُ ط حَسْبُكُمْ جَهَنَّمُ
يَصْلُونَهَا فَيُنْسُ الْمَصِيرُ ۝ يَأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَنَاجَيْتُمْ فَلَا تَتَنَاجَوْا
بِالْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِيَةِ الرَّسُولِ وَتَنَاجَوْا بِالْبَيِّرِ وَالتَّقْوَى ط وَاتَّقُوا اللَّهَ
الَّذِي إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ۝ إِنَّمَا التَّجْوِي مِنَ الشَّيْطَانِ لِيَحْزَنَ الَّذِينَ آمَنُوا
وَلَيْسَ بِضَارٍّ لَهُمْ شَيْئًا إِلَّا يَآذِنُ اللَّهُ ط وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ۝

ترجمہ: کیا تو نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا؟ جنہیں کانا پھوسی سے روک دیا گیا تھا وہ پھر بھی اس روکے ہوئے کام کو دوبارہ کرتے ہیں اور آپس
میں گتہگاری کی اور ظلم و زیادتی اور نافرمانی پیغمبر (ﷺ) کی سرگوشیاں کرتے ہیں اور جب تیرے پاس آتے ہیں تو تجھے ان لفظوں میں
سلام کرتے ہیں جن لفظوں میں اللہ تعالیٰ نے نہیں کہا اور اپنے دل میں کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ہمارے اس کئے پر سزا کیوں نہیں دیتا
ان کے لیے جہنم کافی سزا ہے جس میں یہ جائیں گے سو وہ براٹھ کاٹا ہے۔ [۱۸۹] ایمان والو! تم چپ چاپ باتیں کر دو یہ سرگوشیاں
گتہگاری اور ظلم و زیادتی اور نافرمانی پیغمبر (ﷺ) کی نہ ہوں بلکہ نفع رسانی اور پرہیزگاری کی باتوں پر آپس میں تبادلہ خیالات کرو اور
اس اللہ سے ڈرتے رہو جس کے پاس تم سب جمع کئے جاؤ گے [۱۹۱] بری سرگوشیاں شیطانی کام ہے جس سے ایمان داروں کو رنج پہنچے۔
گو اللہ تعالیٰ کی چاہت بغیر وہ انہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ ایمان والوں کو چاہیے کہ اللہ ہی پر بھروسہ رکھیں۔ [۱۹۰]

تین شخص آپس میں مل کر نہایت پوشیدگی سے رازداری سے اپنی باتیں ظاہر کریں انہیں وہ سنتا ہے اور وہ اپنے تئیں تین ہی نہ
سمجھیں بلکہ اپنا چوتھا اللہ کو نہیں اور جو پانچ شخص تنہائی میں رازداریاں کر رہے ہوں وہ بھی یقین رکھیں کہ وہ جہاں کہیں بھی ہیں ان کے
ساتھ ان کا اللہ ہے، یعنی ان کے حال و قال سے مطلع ہے ان کے کلام کو سن رہا ہے اور ان کی حالتوں کو دیکھ رہا ہے۔ پھر ساتھ ہی ساتھ
اس کے فرشتے بھی لکھتے جا رہے ہیں جیسے اور جگہ ہے: ﴿الَّذِينَ يَعْلَمُونَ أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ سِرَّهُمْ وَنَجْوَاهُمْ وَأَنَّ اللَّهَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ﴾ ①
کیا لوگ نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ ان کی پوشیدگیوں کو اور ان کی سرگوشیوں کو بخوبی جانتا ہے اور اللہ تعالیٰ تمام غیبیوں پر اطلاع رکھنے والا
ہے۔ اور جگہ ارشاد ہے: ﴿أَمْ يَحْسَبُونَ أَنَّا لَا نَسْمَعُ سِرَّهُمْ وَنَجْوَاهُمْ بَلَىٰ وَرُسُلُنَا لَدَيْهِمْ يَكْتَوبُونَ﴾ ② کیا ان کا یہ گمان
ہے کہ ہم ان کی پوشیدہ باتوں اور خفیہ مشوروں کو سن نہیں رہے؟ برابر سن رہے ہیں اور ہمارے بھیجے ہوئے ان کے پاس موجود ہیں جو
لکھتے جا رہے ہیں۔ اکثر بزرگوں نے اس بات پر اجماع نقل کیا ہے کہ اس آیت سے مراد معیت علمی ہے (یعنی اللہ تعالیٰ کا وجود نہیں

بلکہ اللہ تعالیٰ کا علم ہر جگہ ہے۔ ہر تین کے جمع میں چوتھا اس کا علم ہے تبارک و تعالیٰ (بے شک و شبہ اس بات پر ایمان کامل اور یقین راسخ رکھنا چاہیے کہ یہاں مراد ذات سے ساتھ ہونا نہیں بلکہ علم سے ہر جگہ موجود ہونا ہے ہاں بیشک اس کا سنا دیکھنا بھی اسی طرح اس کے علم کے ساتھ ساتھ ہے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ اپنی تمام مخلوق پر مطلع ہے۔ ان کا کوئی کام اس سے پوشیدہ نہیں پھر قیامت کے دن انہیں ان کے تمام اعمال پر تنبیہ کرے گا۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔

حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں ”کہ اس آیت کو شروع بھی اپنے علم کے بیان سے کیا تھا اور ختم بھی علم کے بیان پر کیا“ (مطلب یہ ہے کہ درمیان میں اللہ کا ساتھ ہونا جو بیان کیا تھا اس سے بھی از روئے علم کے ساتھ ہونا ہے نہ کہ از روئے ذات کے۔ مترجم)

سرگوشی کے احکام: [آیت: ۸-۱۰] کا نا پھوسی سے یہودیوں کو روک دیا گیا تھا اس لیے کہ ان میں اور آنحضرت ﷺ میں جب صلح و صفائی تھی تو یہ لوگ یہ حرکت کرنے لگے کہ جہاں کہیں کسی مسلمان کو دیکھا اور جہاں کوئی ان کے پاس گیا کہ یہ ادھر ادھر جمع ہو ہو کر چپکے چپکے اشاروں کنایوں میں اس طرح کا نا پھوسی کرنے لگتے کہ اکیلا دیکھا مسلمان یہ گمان کرتا کہ شاید یہ میرے قتل کی سازشیں کر رہے یا میرے خلاف اور ایمانداروں کے خلاف کچھ مخفی ترکیبیں سوچ رہے ہیں۔ اسے ان کی طرف جاتے ہوئے بھی ڈر لگتا۔ جب یہ شکایتیں عام ہوئیں تو حضور ﷺ نے یہودیوں کو اس سفلی حرکت سے روک دیا لیکن انہوں نے پھر بھی یہی کرنا شروع کیا۔ ابن ابی حاتم کی ایک حدیث میں ہے کہ ”ہم لوگ باری باری رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں رات کو حاضر ہوتے کہ اگر کوئی کام کاج ہو تو کریں ایک رات کو باری والے بھی آ گئے اور کچھ اور لوگ بھی یہ نیت ثواب آ گئے۔ چونکہ لوگ زیادہ جمع ہو گئے تو ہم ٹولیاں ٹولیاں بن کر ادھر ادھر بیٹھ گئے اور ہر جماعت اپنے والوں سے باتیں کرنے لگی۔ اتنے میں آنحضرت ﷺ تشریف لائے اور فرمایا: یہ سرگوشیاں کیا ہو رہی ہیں؟ کیا تمہیں اس سے روکا نہیں گیا؟ ہم نے کہا: حضور ہماری تو بہ ہے۔ ہم مسیح دجال کا ذکر کر رہے تھے کیوں کہ اس سے کھٹکا لگا رہتا ہے آپ ﷺ نے فرمایا: میں تمہیں اس سے بھی زیادہ خوف کی چیز بتلاؤں وہ پوشیدہ شرک ہے اس طرح کہ ایک شخص اٹھ کھڑا ہو اور دوسروں کو دکھانے کے لیے کوئی دینی کام کرے“ (یعنی ریا کاری)۔ اس کی اسناد غریب ہے اور اس میں بعض راوی ضعیف ہیں۔

پھر بیان ہوتا ہے کہ ان کی خانگی سرگوشیاں یا تو گناہ کے کاموں پر ہوتی ہیں جس میں ان کا ذاتی نقصان ہے یا ظلم پر ہوتی ہیں جس میں دوسروں کے نقصان کی ترکیبیں سوچتے ہیں یا پیغمبر ﷺ کی مخالفت پر ایک دوسروں کو پختہ کرتے ہیں اور آپ ﷺ کی نافرمانیوں کے منصوبے گانٹتے ہیں۔ پھر ان بدکاروں کی ایک بدترین خصلت بیان ہو رہی ہے کہ سلام کے الفاظ کو بھی یہ بدل دیتے ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ”ایک مرتبہ یہودی حضور ﷺ کے پاس آئے اور کہا اَلَسَّامُ عَلَیْكَ يَا اَبَا الْقَاسِمِ (سام کے معنی موت کے ہیں) میں نے کہا: ((وَعَلَيْكُمْ السَّامُ))۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: اے عائشہ! اللہ تعالیٰ برے الفاظ اور سخت کلامی کو ناپسند فرماتا ہے۔ میں نے کہا کیا حضور نے نہیں سنا؟ انہوں نے آپ ﷺ کو اَلَسَّامُ نہیں کہا بلکہ اَلَسَّامُ کہا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تم نے نہیں سنا؟ میں نے کہہ دیا ((وَعَلَيْكُمْ))۔“ ① اسی کا بیان ہو رہا ہے۔ دوسری روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا

① الطبری، ۲۳/۲۳۶، احمد، ۶/۲۲۹ وهو حدیث صحیح یہ روایت اختلاف کے ساتھ صحیح مسلم، کتاب السلام، باب النهی عن ابتداء اهل الكتاب بالسلام: ۲۱۶۵ میں بھی موجود ہے۔

نے ان کے جواب میں فرمایا تھا (عَلَيْكُمْ السَّامُ وَالذَّامُ وَاللَّعْنَةُ) اور آپ ﷺ نے صدیقہ رضی اللہ عنہا کو روکتے ہوئے فرمایا کہ ہماری دعا ان کے حق میں مقبول ہے اور ان کا ہمیں کو سنا ناقبول ہے۔ (ابن ابی حاتم وغیرہ) ①

ایک مرتبہ حضور ﷺ اپنے اصحاب کے مجمع میں تشریف فرما تھے کہ ایک یہودی نے آ کر سلام کیا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے جواب دیا۔ پھر حضرت ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے پوچھا: معلوم بھی ہے اس نے کیا کہا تھا؟ انہوں نے کہا: حضرت سلام کیا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں اس نے کہا تھا سَامٌ عَلَیْكُمْ یعنی ”تمہارا دین مغلوب ہو مٹ جائے۔“ پھر آپ ﷺ نے حکم دیا کہ اس یہودی کو بلا لاؤ۔ جب وہ آ گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: سَجِّحْ بِنَا کَیَا تَوْنِی سَامٌ عَلَیْكُمْ نہیں کہا تھا؟ اس نے کہا: ہاں! حضور میں نے یہی کہا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: سنو جب کبھی کوئی اہل کتاب تم میں سے کسی کو سلام کرے تو صرف ((عَلَيْكُمْ)) کہہ دیا کر دو۔ یعنی جو تو نے کہا ہو وہ تجھ پر۔“ ② (ابن جریر) پھر یہ لوگ اپنے اس کروت پر خوش ہو کر اپنے دل میں کہتے کہ اگر یہ نبی برحق ہوتا تو اللہ تعالیٰ ہماری اس چال بازی پر ہمیں دنیا میں ضرور عذاب کرتا۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ تو ہمارے باطنی حال سے بخوبی واقف ہے۔ پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے انہیں دار آخرت کا عذاب ہی بس ہے جہاں یہ جہنم میں جائیں گے اور بری جگہ پہنچیں گے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اس آیت کا شان نزول یہودیوں کا اس طریقے کا سلام ہے۔ ③ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ منافق اسی طرح سلام کرتے تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ مؤمنوں کو ادب سکھاتا ہے کہ تم ان منافقوں اور یہودیوں کے سے کام نہ کرنا۔ تم گناہ کے کاموں اور حد سے گزر جانے اور نبی کو نہ ماننے کے مشورے نہ کرنا بلکہ تمہیں ان کے برخلاف نیکی کے اور اپنے بچاؤ کے مشورے کرنے چاہئیں۔ تمہیں ہر وقت اس اللہ سے ڈرتے رہنا چاہیے جس کی طرف تمہیں جمع ہونا ہے جو اس وقت تمہیں ہر نیکی بدی کی جزا سزا دے گا اور تمام اعمال واقوال سے متنبہ کرے گا گو تم بھول گئے ہو، لیکن اس کے پاس سب محفوظ اور موجود ہیں۔ حضرت صفوان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ”میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا ہاتھ تھا ہے ہوا تھا کہ ایک شخص آیا اور اس نے کہا: آپ نے رسول اللہ ﷺ سے مؤمن کی جو سرگوشی قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے ہوگی اس کے بارے میں کیا سنا ہے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا رسالت مآب ﷺ سے میں نے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ مؤمن کو اپنے قریب بلائے گا اور اس قدر قریب کہ اپنا ہاتھ اس پر رکھ دے گا اور لوگوں سے اسے پردے میں کر لے گا اور اس سے اس کے گناہوں کا اقرار کرانے کا اور پوچھنے کا یاد ہے؟ فلاں گناہ تم نے کیا تھا؟ فلاں کیا تھا؟ یہ اقرار کرتا جائے گا اور دل دھڑک رہا ہوگا کہ اب ہلاک ہوا۔ اتنے میں اللہ تعالیٰ فرمانے کا دیکھ دینا میں نے تیری پرورش کی اور آج بھی میں نے بخشش کی۔ پھر اسے اس کی نیکیوں کا نامہ اعمال دیا جائے گا۔“ لیکن کافر و منافق کے بارے میں تو گواہ پکار کر کہہ دیں گے کہ یہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولنے والے لوگ ہیں خبردار ہو جاؤ! ان ظالموں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔ ④ پھر فرمان ہے کہ اس قسم کی سرگوشی جس سے مسلمان کو تکلیف پہنچے اور اسے بدگمانی ہو شیطان کی طرف سے ہے۔ شیطان ان منافقوں وغیرہ سے یہ کام اس لیے کر داتا ہے کہ مؤمنوں کو غم و رنج ہو لیکن حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر نہ شیطان نہ کوئی اور =

① صحیح بخاری، کتاب الدعوات، باب قول النبی ﷺ ((یستجاب لنافی الیہود.....)) ۶۴۰۱؛ صحیح مسلم، ۲۱۶۵،

۲۱۶۶۔ ② الطبری، ۲۳/۲۴۰؛ ابن ماجہ، کتاب الأدب، باب رد السلام علی اهل الذمة: ۳۶۹۷ مختصر أوسندہ صحیح

اس کی اصل بخاری: ۶۹۲۶؛ صحیح مسلم، ۲۱۶۳ میں موجود ہے۔ ③ احمد، ۱۷۰/۲ وسندہ حسن وقال الہیثمی: وإسنادہ

جید لأن حماداً (بن سلمة) سمع من عطاء بن السائب في حالة الصحة، مجمع الزوائد، ۷/۱۲۴۔ ④ صحیح بخاری، کتاب

المظالم، باب قول الله تعالى ﴿إِنَّ لَعْنَةَ اللَّهِ عَلَى الظَّالِمِينَ﴾ ۲۴۴۱؛ صحیح مسلم، ۲۷۶۸؛ ابن حبان، ۷۳۵۶؛ احمد، ۷۴/۲۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قِيلَ لَكُمْ تَقَسَّحُوا فِي الْمَجَالِسِ فَافْسَحُوا يَفْسَحِ اللَّهُ لَكُمْ وَإِذَا قِيلَ انشُزُوا فَانْشُزُوا يَرَفَعِ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ①

ترجمہ: اے مسلمانو! جب تم سے کہا جائے کہ مجلسوں میں ذرا کھل کر بیٹھو تو تم جگہ کشادہ کرو اور اللہ تمہیں کشادگی دے گا اور جب کہا جائے کہ اٹھ کھڑے ہو جاؤ تو تم اٹھ کھڑے ہو جاؤ اللہ تعالیٰ تم میں سے ان لوگوں کو جو ایمان لائے ہیں اور جو علم دیئے گئے ہیں درجے بلند کر دے گا اللہ تعالیٰ ہر اس کام سے جو تم کر رہے ہو خوب خبردار ہے۔ [۱]

= انہیں ضرور نہیں پہنچا سکتے جسے کوئی ایسی حرکت معلوم ہو اسے چاہیے کہ ﴿اعُوذُ﴾ پڑھے اللہ تعالیٰ کی پناہ لے اور اللہ پر بھروسہ رکھے ان شاء اللہ اسے کوئی نقصان نہ پہنچے گا۔ ایسی کانا پھوسی جو کسی مسلمان کو ناگوار گزرے حدیث میں بھی منع ہے۔ مسند احمد میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ”جب تم تین آدمی ہو تو دھول کر کان میں منہ ڈال کر باتیں کرنے نہ بیٹھ جاؤ۔ اس سے اس تیسرے کا دل میلا ہوگا۔“ ① (بخاری مسلم) اور روایت میں ہے کہ ہاں اگر اس کی اجازت ہو تو کوئی خرچ نہیں۔ (مسلم) ②

آداب مجلس کی تفصیل: [آیت: ۱۱] یہاں ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ مجلسی آداب سکھاتا ہے۔ انہیں حکم دیتا ہے کہ نشست و برخاست میں بھی ایک دوسرے کا خیال و لحاظ رکھو۔ تو فرماتا ہے کہ جب مجلس میں ہو اور کوئی آئے تو ذرا ادھر ادھر ہٹا کر اسے بھی جگہ دو۔ مجلس میں کشادگی کرو۔ اس کے بدلے اللہ تعالیٰ تمہیں کشادگی دے گا۔ اس لیے کہ ہر عمل کا بدلہ اسی جیسا ہوتا ہے۔ چنانچہ ایک حدیث میں ہے ”جو شخص اللہ تعالیٰ کے لئے مسجد بنا دے اللہ تعالیٰ اس کے لیے گھر بنا دے گا۔“ ③ اور حدیث میں ہے کہ ”جو کسی سختی والے پر آسانی کرے اللہ تعالیٰ اس پر دنیا و آخرت میں آسانی کرے گا۔ جو شخص اپنے کسی مسلمان بھائی کی مدد میں لگا رہے اللہ تعالیٰ خود اپنے اس بندے کی مدد پر رہتا ہے۔“ ④ اور بھی اسی طرح کی بہت سی حدیثیں ہیں۔ حضرت قتادہ فرماتے ہیں ”یہ آیت مجلس ذکر کے بارے میں اتنی ہی مثلاً و عطا ہو رہا ہے حضور ﷺ کچھ نصیحت کی باتیں فرما رہے ہیں لوگ بیٹھے سن رہے ہیں اب جو دوسرا کوئی آیا تو کوئی اپنی جگہ سے نہیں سرکھتا کہ اسے بھی جگہ مل جائے تو قرآن کریم نے حکم دیا کہ ایسا نہ کرو ادھر ادھر کھل جایا کرو تا کہ اس آنے والے کی جگہ ہو جائے۔“ ⑤

حضرت مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں ”جمعہ کے دن یہ آیت اتری۔ رسول اللہ ﷺ اس دن صفہ میں تھے یعنی مسجد کے ایک چھپر تلے جگہ تنگ تھی اور آپ کی عادت مبارک تھی کہ جو مہاجر اور انصار بدر کی لڑائی میں آپ کے ساتھ تھے۔ آپ ﷺ ان کی بڑی عزت اور تکریم کیا کرتے تھے۔ اس دن اتفاق سے چند بدری صحابہ ذرا دیر سے آئے تو آنحضرت ﷺ کے آس پاس کھڑے ہو

① صحیح بخاری، کتاب الاستئذان، باب اذا كانوا اكثر من ثلاثة فلا بأس..... ۶۲۹۰؛ صحیح مسلم، ۲/۱۸۴؛ ابو داود، ۴۸۵۱؛ ترمذی، ۲۸۲۵؛ ابن ماجہ، ۳۷۷۵؛ احمد، ۱/۳۷۵؛ ابن حبان، ۵۸۳۔

② صحیح مسلم، کتاب السلام، باب تحریم مناجاة الاثنين دون الثالث، ۲/۱۸۳؛ احمد، ۲/۱۴۶۔

③ صحیح بخاری، کتاب الصلاة، باب من بنى مسجداً، ۴۵۰؛ صحیح مسلم، ۵۳۳۔

④ صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب فضل الاجتماع على تلاوة القرآن، ۲۶۹۹۔ ⑤ الطبری، ۲۳/۲۴۴۔

گئے۔ آپ سے سلام علیک ہوئی۔ آپ ﷺ نے جواب دیا۔ پھر اور اہل مجلس کو سلام کیا، انہوں نے بھی جواب دیا۔ اب یہ اسی امید پر کھڑے رہے کہ مجلس میں ذرا کشادگی دیکھیں تو بیٹھ جائیں لیکن کوئی شخص اپنی جگہ سے نہ ہلا جو ان کے لیے جگہ ہوتی۔ آنحضرت ﷺ نے جب یہ دیکھا تو رہا نہ گیا، نام لے لے کر بعض لوگوں کو ان کی جگہ سے کھڑا کیا اور ان بدری صحابیوں کو بیٹھنے کو فرمایا جو لوگ کھڑے کرائے گئے تھے انہیں ذرا بھاری پڑا، ادھر منافقین کے ہاتھ میں ایک مشغلہ لگ گیا، کہنے لگے لیجئے یہ عدل کرنے کے مدعی نبی ہیں کہ جو لوگ شوق سے آئے پہلے آئے اپنے نبی کے قریب جگہ لی، اطمینان سے اپنی اپنی جگہ بیٹھ گئے انہیں تو ان کی جگہ سے کھڑا کر دیا اور دیر سے آنے والوں کو ان کی جگہ دلوائی، کس قدر نا انصافی ہے۔ ادھر حضور ﷺ نے اس لیے کہ ان کے دل میلے نہ ہوں، دعا کی کہ اللہ اس پر رحم کرے جو اپنے مسلمان بھائی کے لیے مجلس میں جگہ کر دے۔ اس حدیث کو سنتے ہی صحابہ رضی اللہ عنہم نے فوراً خود بخود اپنی جگہ سے ہٹا اور آنے والوں کو جگہ دینا شروع کر دی اور جمعہ ہی کے دن یہ آیت اتری۔“ (ابن ابی حاتم) ①

بخاری، مسلم، مسند احمد وغیرہ میں حدیث ہے کہ ”کوئی شخص کسی دوسرے شخص کو اس کی جگہ سے ہٹا کر آپ نہ بیٹھے بلکہ تمہیں چاہیے کہ ادھر ادھر سرک کر اس کے لیے جگہ بنا دو۔“ ② مسند شافعی میں ہے تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی کو جمعہ کے دن اس کی جگہ سے ہرگز نہ اٹھائے بلکہ کہہ دے کہ گنجائش کر دو۔ ③ اس مسئلہ میں علما کا اختلاف ہے کہ کسی آنے والے کے لیے کھڑا ہو جانا جائز ہے یا نہیں؟ بعض لوگ تو اجازت دیتے ہیں اور یہ حدیث پیش کرتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا اپنے سردار کی طرف کھڑے ہو جاؤ ④ کہ جو شخص یہ چاہے کہ لوگ اس کے لیے سیدھے کھڑے ہو جایا کریں وہ جہنم میں اپنی جگہ بنا لے۔ ⑤

بعض بزرگ تفصیل کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ سفر سے اگر کوئی آیا ہو تو اور حاکم کے لیے اس کی حکومت کی جگہ کھڑے ہو جانا درست ہے، کیونکہ حضور ﷺ نے جن کے لیے کھڑا ہونے کو فرمایا تھا ”یہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ تھے۔ بنو قریظہ کے آپ حاکم بنائے گئے تھے جب انہیں آتا ہوا دیکھا تو حضور ﷺ نے فرمایا تھا: کہ اپنے سردار کے لیے کھڑے ہو جاؤ اور یہ بطور تعظیم کے نہ تھا بلکہ صرف اس لیے تھا کہ ان کے احکام کو بخوبی جاری کرایا جائے۔“ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ ہاں اسے عادت بنالینا کہ مجلس میں جہاں کوئی بڑا آدمی آیا اور لوگ کھڑے ہو گئے یہ عجیبوں کا طریقہ ہے۔ سنن کی حدیث میں ہے کہ ”صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نزدیک رسول اللہ ﷺ سے زیادہ محبوب اور باعزت کوئی نہ تھا لیکن تاہم آپ ﷺ کو دیکھ کر وہ کھڑے نہیں ہوا کرتے تھے۔ جانتے تھے کہ آپ ﷺ اسے مروہ سمجھتے ہیں۔“ ⑥ سنن کی اور حدیث میں ہے کہ ”رسول اللہ ﷺ آتے ہی مجلس کے خاتمے پر بیٹھ جایا کرتے تھے اور جہاں آپ ﷺ تشریف فرما ہو جاتے وہی جگہ صدارت کی جگہ ہو جاتی اور صحابہ کرام اپنے اپنے مراتب کے مطابق مجلس میں

① یہ روایت معطل یعنی ضعیف ہے۔

② صحیح بخاری، کتاب الاستئذان، باب لا یقیم الرجل الرجل من مجلسہ، ۶۲۶۹۔ ۶۲۷۰؛ صحیح مسلم، ۲۱۷۷؛ احمد، ۱۷/۲؛ مصنف عبدالرزاق، ۱۹۸۰۷؛ ابن ابی شیبہ، ۵۸۴/۸؛ ابن حبان، ۵۸۶۔

③ اس کی سند منقطع ہے جبکہ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے ان الفاظ میں صحیح مسلم، کتاب السلام، باب تحریم اقامۃ الانسان من موضعه نسبح لذی سبق الیہ، ۲۱۷۸ میں موجود ہے۔ لہذا یہ روایت صحیح ہے۔

④ صحیح بخاری، کتاب الاستئذان، باب قول النبی ﷺ ((قوموا الی سیدکم))؛ صحیح مسلم، ۱۷۶۸۔

⑤ بوداود، کتاب الأدب، باب الرجل یقوم للرجل یعظمہ بذالک، ۵۲۲۹ وهو حسن؛ ترمذی، ۲۷۵۵۔

⑥ ترمذی، کتاب الأدب، باب ما جاء فی کراہیۃ قیام الرجل للرجل، ۲۷۵۴ وهو صحیح؛ الأدب المفرد، ۹۴۶۔

بیٹھ جاتے، ❶ حضرت الصدیق رضی اللہ عنہ آپ کے وائیں، جناب فاروق رضی اللہ عنہ آپ کے بائیں اور عموماً حضرت عثمان و علی رضی اللہ عنہما آپ منائے اللہ کے سامنے بیٹھتے تھے کیونکہ یہ دونوں بزرگ کاتب وحی تھے۔ آپ منائے اللہ ان سے فرماتے اور یہ وحی لکھ لیا کرتے تھے۔“ صحیح مسلم میں ہے کہ حضور منائے اللہ کا فرمان تھا کہ ”مجھ سے قریب ہو کر عقلمند صاحب فراست لوگ بیٹھیں پھر درجہ بدرجہ“ ❷ اور یہ انتظام اس لیے تھا کہ حضور منائے اللہ کے مبارک ارشادات یہ حضرات سنیں اور بخوبی سمجھیں، یہی وجہ تھی کہ صفہ والی مجلس میں جس کا ذکر ابھی ابھی گزرا ہے آپ منائے اللہ نے اور لوگوں کو ان کی جگہ سے ہٹا کر وہ جگہ بدری اصحاب کو دلوای تو اس کے ساتھ اور وہ جہیں بھی تھیں، مثلاً ان لوگوں کو خود چاہیے تھا کہ ان بزرگ صحابہ کا خیال کرتے اور لحاظ و مروت برت کر خود ہٹ کر انہیں جگہ دیتے۔ جب انہوں نے از خود ایسا نہیں کیا تو پھر حکم ان سے ایسا کرایا گیا۔ اسی طرح پہلے کے لوگ حضور منائے اللہ کے کلمات پوری طرح سن چکے تھے، اب یہ حضرات آئے تھے تو آپ منائے اللہ نے چاہا کہ یہ بھی بہ آرام بیٹھ کر میری حدیثیں سن لیں اور تعلیم الہی حاصل کر لیں، اسی طرح امت کو اس بات کی تعلیم بھی دینی تھی کہ وہ اپنے بڑوں اور بزرگوں کو امام کے پاس بیٹھنے دیں اور انہیں اپنے سے مقدم رکھیں۔

مسند احمد میں ہے کہ ”رسول اللہ منائے اللہ نماز کی صفوں کی درستی کے وقت ہمارے مونڈھے خود پکڑ کر ٹھیک ٹھاک کرتے اور زبانی بھی فرماتے جاتے سیدھے رہو، ٹیڑھے ترچھے نہ کھڑے ہوا کرو، دانائی اور عقلمندی والے مجھ سے قریب رہیں پھر درجہ بدرجہ۔“ ❸ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اس حدیث کو بیان فرما کر فرماتے ہیں ”باوجود اس حکم کے افسوس کہ تم اب بڑی ٹیڑھی صفیں کرتے ہو۔“ مسلم، ابوداؤد نسائی اور ابن ماجہ میں بھی یہ حدیث ہے۔ ظاہر ہے کہ جب آپ منائے اللہ کا یہ حکم نماز کے لیے تھا تو نماز کے سوا اور وقتوں میں تو بطور اولیٰ یہی حکم رہے گا۔ ابوداؤد میں ہے کہ رسول اللہ منائے اللہ نے فرمایا ”صفوں کو درست کرو، مونڈھے ملائے رکھو، صفوں کے درمیان خالی جگہ نہ چھوڑو اپنے بھائیوں کے پاس صف میں نرم بن جایا کرو صف میں شیطان کے لیے سوراخ نہ چھوڑو صف ملانے والے کو اللہ تعالیٰ ملاتا ہے اور صف توڑنے والے کو اللہ تعالیٰ کاٹ دیتا ہے۔“ ❹ اسی لیے سید القراء حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ جب پہنچتے تو صف اول میں سے کسی ضعیف العقل شخص کو پیچھے ہٹا دیتے اور خود پہلی صف میں مل جاتے اور اسی حدیث کو دلیل میں لاتے کہ حضور منائے اللہ نے فرمایا: ہے مجھ سے قریب ذی رائے اور اعلیٰ عقلمند کھڑے ہوں پھر درجہ بدرجہ۔“ ❺

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھ کر اگر کوئی شخص کھڑا ہو جاتا تو آپ اس کی جگہ پر نہ بیٹھتے ❻ اور اس حدیث کو پیش کرتے جو اوپر گزری کہ کسی کو اٹھا کر اس کی جگہ میں کوئی اور نہ بیٹھے۔ یہاں بطور نمونے کے یہ چند مسائل اور تھوڑی حدیثیں لکھ کر ہم آگے چلتے ہیں۔ بسط و تفصیل کی یہاں گنجائش نہیں نہ یہ موقع ہے۔ ایک صحیح حدیث میں ہے کہ ”ایک مرتبہ حضور منائے اللہ بیٹھے ہوئے تھے کہ تین شخص

❶ ابوداؤد، کتاب الأدب، باب فی الرجل یقوم للرجل من مجلسه، ۴۸۲۵؛ ترمذی، کتاب الاستئذان، باب فی الثلاثة الذین اقبلوا فی مجلس..... ۲۷۲۵ وسندہ ضعیف، شریک القاضی دس کے سماع کی صراحت نہیں ہے۔ الأدب المفرد، ۱۱۴۱ مختصراً۔

❷ صحیح مسلم، کتاب الصلاة، باب تسوية الصفوف واقامتھا، ۴۳۲۔

❸ صحیح مسلم، حوالہ سابق، ۴۳۲؛ ابوداؤد، کتاب الصلاة، باب من یستحب ان یشی الإمام..... ۶۷۴؛ ابن ماجہ، ۹۷۶؛ مصنف عبدالرزاق، ۲۴۳۰؛ ابن حبان، ۲۱۷۸؛ احمد، ۱۲۲/۴۔

❹ ابوداؤد، کتاب الصلاة، باب تسوية الصفوف، ۶۶۶ وسندہ حسن؛ نسائی، ۸۲۰۔

❺ احمد، ۱۴۰/۵؛ نسائی، کتاب الإمامة، باب من یشی الإمام ثم الذی یشیہ، ۸۰۹ وسندہ صحیح۔

❻ صحیح بخاری، کتاب الاستئذان، باب (اذا قیل لکم تفسحوا فی المجالس فافسحوا)..... ۶۲۷۰؛ صحیح مسلم، ۲۱۷۷۔

آئے۔ ایک تو مجلس کے درمیان جگہ خالی دیکھ کر وہاں آ کر بیٹھ گیا۔ دوسرے نے مجلس کے آخر میں جگہ بنائی تیسرے واپس چلا گیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: لوگو! میں تمہیں تین مخصوص کی بابت خبر دوں، ایک نے تو اللہ تعالیٰ کی طرف جگہ لی اور اللہ تعالیٰ نے اسے جگہ دی دوسرے نے شرم کی اللہ نے بھی اس سے حیا کی تیسرے نے منہ پھیر لیا تو اللہ تعالیٰ نے بھی اس سے منہ پھیر لیا۔ ① مسند احمد میں ہے کہ ”کسی کو حلال نہیں کہ دو مخصوص کے درمیان تفریق کرے ہاں ان کی خوشنودی سے ہو تو اور بات ہے۔“ ② (ابوداؤد و ترمذی) امام ترمذی نے اسے حسن کہا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما و حسن بصری رضی اللہ عنہ وغیرہ فرماتے ہیں مجلسوں کی کشادگی کا حکم جہاد کے بارے میں ہے۔ ③ اسی طرح اٹھ کھڑے ہونے کا حکم بھی جہاد کے بارے میں ہے۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں یعنی جب تمہیں بھلائی اور کار خیر کی طرف بلایا جائے تو تم فوراً آ جاؤ۔ ④ حضرت مقاتل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مطلب یہ ہے کہ جب تمہیں نماز کے لیے بلایا جائے تو اٹھ کھڑے ہو جایا کرو۔ حضرت عبدالرحمن بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ صحابہ جب حضور ﷺ کے ہاں آتے تو جاتے وقت ہر ایک کی چاہت یہ ہوتی کہ سب سے آخر حضور ﷺ سے جدا میں ہوں بسا اوقات آپ کو کوئی کام کاج ہوتا تو بڑا حرج ہوتا، لیکن آپ مروت سے کچھ نہ فرماتے۔ اس پر یہ حکم ہوا کہ جب تم سے کھڑے ہونے کو کہا جائے تو کھڑے ہو جایا کرو۔ جیسے اور جگہ ہے ﴿وَإِنْ قِيلَ لَكُمْ ارْجِعُوا فَارْجِعُوا﴾ ⑤ ”اگر تم سے لوٹ جانے کو کہا جائے تو لوٹ جاؤ۔“ پھر فرماتا ہے کہ مجلسوں میں جب جگہ دینے کو کہا جائے تو جگہ دینے میں اور جب چلے جانے کو کہا جائے تو چلے جانے میں اپنی ہتک نہ سمجھو۔ بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مرتبہ بلند کرنا اور اپنی توقیر کرنا ہے اسے اللہ ضائع نہ کرے گا، بلکہ اس پر دنیا اور آخرت میں نیک بدلہ دے گا، جو شخص احکام الہی پر تواضع سے گردن جھکا دے اللہ تعالیٰ اس کی عزت بڑھاتا ہے اور اس کی شہرت نیکی کے ساتھ کرتا ہے۔ ایمان والوں اور صحیح علم والوں کا یہی کام ہوتا ہے کہ اللہ کے احکام کے سامنے گردن جھکا دیا کریں اور اس سے وہ بلند درجوں کے مستحق ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو بخوبی علم ہے کہ بلند مرتبوں کا مستحق کون ہے اور کون نہیں۔

حضرت نافع بن عبد الحارث رضی اللہ عنہ سے امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی ملاقات عسفان میں ہوئی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں مکہ کا عامل بنایا تھا تو ان سے پوچھا کہ تم مکہ میں اپنی جگہ کسے چھوڑ آئے ہو؟ جواب دیا کہ ابن ابزیٰ کو۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وہ تو ہمارے مولیٰ ہیں یعنی آزاد کردہ غلام انہیں تم اہل مکہ کا امیر بنا کر چلے ہو؟ کہا: ہاں! اس لیے کہ وہ اللہ کی کتاب کا ماہر اور فرائض کا جاننے والا اور اچھا وعظ کہنے والا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس وقت فرمایا سچ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کی وجہ سے ایک قوم کو عزت پر پہنچا کر بلند مرتبہ کرے گا اور دوسروں کو پست و کم مرتبہ بنا دے گا۔ ⑥ (مسلم) علم اور علما کی فضیلت جو اس آیت اور دیگر آیات و احادیث سے ظاہر ہے میں نے ان سب کو بخاری کی کتاب العلم کی شرح میں جمع کر دیا ہے۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰہ

- ① صحیح بخاری، کتاب العلم، باب من قعد حیث یتنبہی بہ المجلس، ۶۶؛ صحیح مسلم، ۲۱۷۶؛ ترمذی، ۲۷۲۴؛ احمد، ۲۱۹/۵؛ ابن حبان، ۸۶۔ ② ابوداؤد، کتاب الادب، باب فی الرجل یجلس بین الرجلین بغیر اذنہما، ۴۸۴۵ و مسند حسن؛ ترمذی، ۲۷۵۲؛ احمد، ۲۱۳/۲۔ ③ الطبری، ۲۴۴/۲۳۔ ④ ایضاً، ۲۴۵/۲۳۔ ⑤ ۲۴/النور: ۲۸۔ ⑥ صحیح مسلم، کتاب صلاة المسافرين، باب فضل من یقوم بالقراء و یعلمہ، ۸۱۷؛ ابن ماجہ، ۲۱۸؛ احمد، ۳۵/۱؛ ابن حبان، ۷۷۲۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُولَ فَقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوَاكُمْ
 صَدَقَةٌ ذَلِكَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَأَظْهَرُ فَإِنْ لَّمْ تَجِدُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ①
 وَأَشْفَقْتُمْ أَنْ تُقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوَاكُمْ صَدَقْتُمْ فَاذْكُم تَعْلَمُوا وَتَابَ
 اللَّهُ عَلَيْكُمْ فَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَاللَّهُ خَبِيرٌ
 بِمَا تَعْمَلُونَ ②

ترجمہ: اے مسلمانو! جب تم رسول (ﷺ) سے سرگوشی کرنا چاہو تو اپنی سرگوشی سے پہلے کچھ صدقہ دے دیا کرو۔ یہ تمہارے حق میں بہتر اور
 پاکیزہ تر ہے ہاں اگر نہ پاؤ تو بیشک اللہ تعالیٰ بخشش والا مہربان ہے۔ ① کیا تم اپنی راز کی باتوں سے پہلے صدقہ نکالنے سے ڈر گئے؟ پس
 جب تم نے یہ نہ کیا اور اللہ تعالیٰ نے بھی تمہیں معاف فرما دیا تو اب بخوشی نمازوں کو قائم رکھو زکوٰۃ دیتے رہا کرو اور اللہ تعالیٰ کی اور اس کے
 رسول (ﷺ) کی تابعداری کرتے رہو۔ تم جو کچھ کرتے ہو اس سب سے اللہ تعالیٰ خوب خبردار ہے۔ ②

پیغمبر ﷺ سے سرگوشی کے احکام: [آیت: ۱۲-۱۳] اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں کو حکم دیتا ہے کہ میرے نبی سے جب تم کوئی
 راز کی بات کرنا چاہو تو اس سے پہلے میری راہ میں خیرات کیا کرو تا کہ تم پاک صاف ہو جاؤ اور اس قابل بن جاؤ کہ میرے پیغمبر سے
 مشورہ کر سکو ہاں اگر کوئی غریب مسکین شخص ہو تو خیرا سے اللہ تعالیٰ کی بخشش اور اس کے رحم پر نظریں رکھنی چاہئیں یعنی یہ حکم صرف انہیں
 ہے جو مال دار ہوں پھر فرمایا کیا تمہیں اس حکم کے باقی رہ جانے کا اندیشہ تھا اور خوف تھا کہ یہ صدقہ کب تک واجب رہے گا۔ اچھا جب
 تم نے اسے نہ کیا اور اللہ تعالیٰ نے بھی تمہیں معاف فرمایا تو اب اور مذکورہ بالا فرائض کا پوری طرح خیال رکھو۔ کہا جاتا ہے کہ سرگوشی سے
 پہلے صدقہ نکالنے کا شرف حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حاصل ہوا ہے پھر یہ حکم ہٹ گیا۔ ایک دینار صدقہ دے کر حضور ﷺ سے آپ رضی اللہ عنہ
 نے پوشیدہ باتیں کیں دس مسائل پوچھے۔ پھر تو یہ حکم ہی ہٹ گیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے خود بھی یہ واقعہ بہ تفصیل مروی ہے کہ آپ نے
 فرمایا: اس آیت پر نہ مجھ سے پہلے کسی نے عمل کیا نہ میرے بعد کوئی عمل کر سکے۔ میرے پاس ایک دینار تھا جسے بھنا کر میں نے دس
 درہم لیے ایک درہم اللہ کے نام پر کسی مسکین کو دے دیا پھر آپ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ سے سرگوشی کی۔ پھر تو یہ حکم اٹھ
 گیا تو مجھ سے پہلے بھی اس پر کسی نے عمل نہیں کیا اور نہ میرے بعد کوئی اس پر عمل کر سکتا ہے۔ پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت
 کی۔ ① ابن جریر میں ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کیا صدقہ کی مقدار ایک دینار مقرر کرنی چاہیے؟ تو آپ
 نے کہا یہ تو بہت ہوئی۔ فرمایا: پھر آدھا دینار کہا: ہر شخص کو اس کا بھی طاقت نہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اچھا تم ہی بتلاؤ کس قدر؟
 فرمایا: ایک جو برابر سونا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: واہ واہ تم تو بڑے ہی تنگ دل ہو۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں پس میری وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس امت پر تخفیف کر دی۔ ② ترمذی میں بھی یہ روایت ہے =

① حاکم، ۴۸۲/۲ وسندہ حسن۔

② ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورة المجادلة ۳۳۰۰ وسندہ ضعیف سفیان ثوری مدلس راوی ہے اور سماع کی صراحت
 نہیں نیز علی بن علقمہ کے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے سماع میں نظر ہے۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ۖ مَا هُمْ مِنْكُمْ وَلَا مِنْهُمْ ۚ
وَيَحْلِفُوْنَ عَلَى الْكَذِبِ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ۚ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا ۖ
اِنَّهُمْ سَاءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ اِتَّخَذُوْا اٰيٰتَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ
اللّٰهِ فَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ ۚ لَنْ تَغْنِيْ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَلَا اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ
شَيْئًا ۖ اُولٰٓئِكَ اَصْحَابُ النَّارِ ۖ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا
فَيَحْلِفُوْنَ لَهُ كَمَا يَحْلِفُوْنَ لَكُمْ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ عَلَى شَيْءٍ ۭ اَلَا اِنَّهُمْ هُمُ
الْكٰذِبُوْنَ ۝ اِسْتَعُوْذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطٰنُ فَاَنْسَهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ ۖ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ
الشَّيْطٰنِ ۖ اَلَا اِنَّ حِزْبَ الشَّيْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝

ترجمہ: کیا تو نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہوں نے اس قوم سے دوستی کی جن پر اللہ غضبناک ہو چکا ہے۔ نہ یہ منافق تہارے ہی ہیں نہ ان کے۔ یہ باوجود علم کے پھر بھی جھوٹ پر قسمیں کھا رہے ہیں۔ [۱۳] اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے سخت عذاب تیار کر رکھا ہے، تحقیق جو کچھ یہ کر رہے ہیں برا کر رہے ہیں۔ [۱۵] ان لوگوں نے تو اپنی قسموں کو ڈھال بنا رکھا ہے اور لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکتے ہیں۔ ان کے لیے رسوا کرنے والا عذاب ہے۔ [۱۶] ان کے مال اور ان کی اولادیں اللہ کے ہاں کچھ کام نہ آئیں گی۔ یہ تو جہنمی ہیں ہمیشہ ہی اس میں رہیں گے۔ [۱۷] جس دن اللہ تعالیٰ ان سب کو کھڑا کرے گا تو یہ جس طرح تمہارے سامنے قسمیں کھاتے ہیں اللہ تعالیٰ کے سامنے بھی قسمیں کھانے لگیں گے اور سمجھیں گے کہ وہ بھی کچھ ہیں، یقیناً مانو کہ بے شک یہ جھوٹے ہیں۔ [۱۸] ان پر شیطان نے غلبہ حاصل کر لیا ہے اور انہیں اللہ کا ذکر بھلا دیا ہے۔ یہ شیطانی لشکر ہے۔ کوئی شک نہیں کہ شیطانی لشکر ہی خراب خستہ ہے۔ [۱۹]

== اور اسے حسن غریب کہا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں مسلمان برابر حضور ﷺ سے رازداری کرنے سے پہلے صدقہ نکالا کرتے تھے، لیکن زکوٰۃ کے حکم نے اسے اٹھا دیا۔ آپ فرماتے ہیں صحابہ رضی اللہ عنہم نے کثرت سے سوالات کرنے شروع کر دیئے جو حضور ﷺ پر گراں گزرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دے کر آپ ﷺ پر تخفیف کر دی کیونکہ اب لوگوں نے سوالات چھوڑ دیئے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر کشادگی کر دی اور اس حکم کو منسوخ کر دیا۔ ① عکرمہ اور حسن بصری رحمہما اللہ کا بھی یہی قول ہے کہ یہ حکم منسوخ ہے۔ ② حضرت قتادہ اور حضرت مقاتل رحمہما اللہ بھی یہی فرماتے ہیں۔ حضرت قتادہ رحمہ اللہ کا قول ہے کہ صرف دن کی چند ساعتوں تک یہ حکم رہا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی یہی فرماتے ہیں کہ صرف میں ہی عمل کر سکا تھا اور دن کا تھوڑا ہی حصہ اس حکم کو نازل ہوئے ہوا تھا جو منسوخ ہو گیا۔

منافقوں کا ذکر: [آیت: ۱۳-۱۹] منافقوں کا ذکر ہو رہا ہے کہ یہ اپنے دل میں یہودی محبت رکھتے ہیں۔ گو دراصل ان کے بھی حقیقی

ساتھی نہیں نہ تمہارے ہیں نہ ادھر کے ہیں نہ ادھر کے ہیں۔ صاف جھوٹی قسمیں کھا جاتے ہیں ایمان داروں کے پاس آ کر ان کی سی کہنے لگتے ہیں رسول کے پاس آ کر قسمیں کھا کر اپنی ایمانداری کا یقین دلاتے ہیں اور دل میں اس کے خلاف جذبات پاتے ہیں اور اپنی غلط گوئی کا علم رکھتے ہوئے دھبا دھب بے دھڑک قسمیں کھا لیتے ہیں۔ ان کی ان بد اعمالیوں کی وجہ سے انہیں سخت تر عذاب ہوں گے۔ اس دھوکے بازی کا برا بدلہ انہیں دیا جائے گا۔ یہ تو اپنی قسموں کو اپنی ڈھالیں بنائے ہوئے ہیں اور اللہ کی راہ سے رک گئے ہیں۔ ایمان ظاہر کرتے ہیں کفر دل میں رکھتے ہیں اور قسموں سے اپنی باطنی بدی کو چھپاتے ہیں اور نادانق لوگوں پر اپنی سچائی کا ثبوت اپنی قسموں سے پیش کر کے انہیں اپنا مداح بنا لیتے ہیں اور پھر رفتہ رفتہ انہیں بھی اپنے رنگ میں رنگ لیتے ہیں۔ چونکہ انہوں نے جھوٹی قسموں سے اللہ تعالیٰ کے پُر از صد ہزار نکریم نام کی بے عزتی کی تھی اس لیے انہیں ذلت و اہانت والے عذاب ہوں گے جن عذابوں کو زندان کے مال دفع کر سکیں نہ اس وقت ان کی اولادیں ان کے کچھ کام آئیں یہ تو جہنمی بن چکے اور وہاں سے ان کا نکلنا بھی کبھی نہ ہوگا۔ قیامت والے دن جب ان کا حشر ہوگا اور ایک بھی اس میدان میں آئے بغیر نہ رہ سکے گا سب جمع ہو جائیں گے تو چونکہ زندگی میں ان کی عادت تھی کہ اپنی جھوٹ باتوں کو قسموں سے سچ ثابت کر دکھاتے تھے آج اللہ کے سامنے اپنی ہدایت و استقامت پر بڑی بڑی قسمیں کھالیں گے اور سمجھتے ہوں گے کہ یہاں بھی یہ چالاکی چل جائے گی مگر ان جھوٹوں کی بھلا اللہ کے سامنے چال بازی کہاں چل سکتی ہے؟ وہ تو ان کا جھوٹا ہونا یہاں بھی مسلمانوں سے بیان فرما چکا۔

ابن ابی حاتم میں ہے کہ ”آنحضرت ﷺ اپنے کسی حجرے کے سائے میں تشریف فرما تھے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی آس پاس بیٹھے تھے سایہ وار جگہ کم تھی بہ مشکل لوگ اس میں پناہ لئے بیٹھے تھے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: دیکھو ابھی ایک شخص آئے گا جو شیطانی نگاہ سے دیکھتا ہے وہ آئے تو اس سے بات نہ کرنا۔ تھوڑی دیر میں ایک کیری آ نکھوں والا شخص آیا۔ حضور ﷺ نے اسے اپنے پاس بلا کر فرمایا: کیوں بھئی تو اور فلاں فلاں مجھے کیوں گالیاں دیتے ہو؟ یہ یہاں سے چلا گیا اور جن جن کا نام حضور ﷺ نے لیا تھا انہیں لے کر آیا اور پھر تو قسموں کا تانتا باندھ دیا کہ ہم میں سے کسی نے حضور ﷺ کی کوئی بے ادبی نہیں کی۔“ اس پر یہ آیت اتری کہ یہ جھوٹے ہیں۔ ① یہی حال مشرکوں کا بھی دربار الہی میں ہوگا کہ قسمیں کھا جائیں گے کہ ہمیں اللہ کی قسم! جو ہمارا رب ہے کہ ہم نے شرک نہیں کیا۔ پھر فرماتا ہے ان پر شیطان نے غلبہ پالیا ہے اور ان کے دل کو اپنی مٹھی میں کر لیا ہے۔ یاد الہی ذکر اللہ سے انہیں دور ڈال دیا ہے۔ ابو داؤد کی حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں جس کسی بستی یا جنگل میں تین شخص بھی ہوں اور ان میں نماز نہ قائم کی جاتی ہو تو شیطان ان پر چھا جاتا ہے۔ پس تو جماعت کو لازم پکڑے رہ۔ بھیڑ یا اسی بکری کو کھاتا ہے جو ریوڑ سے الگ ہو۔ حضرت سائب بن جابرؓ فرماتے ہیں یہاں مراد جماعت سے نماز کی جماعت ہے۔ ② پھر فرماتا ہے کہ اللہ کے ذکر فراموش کرنے والے شیطانی جماعت کے افراد ہیں۔ شیطان کا یہ لشکر یقیناً نامراد اور زیاں کار ہے۔

① احمد، ۱/۲۶۷ وسندہ حسن؛ حاکم، ۲/۴۸۲؛ طبرانی، ۱۲۳۰۸؛ دلائل النبوة للبيهقي، ۵/۲۸۲۔

② ابو داؤد، کتاب الصلاة، باب التشديد في ترك الجماعة، ۵۴۷ وسندہ صحيح؛ نسائی، ۸۴۸؛ احمد، ۵/۱۹۶؛ ابن حبان،

۲۱۱؛ حاکم، ۱/۲۱۱۔

إِنَّ الَّذِينَ يُحَادُّونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ أُولَئِكَ فِي الْأَذَلِّينَ ۝ كَتَبَ اللَّهُ لَا غُلَبَانَ
 أَنَا وَرُسُلِي ۖ إِنَّ اللَّهَ قَوِيٌّ عَزِيزٌ ۝ لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ
 يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَوْ كَانُوا آبَاءَهُمْ أَوْ أَبْنَاءَهُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ
 أَوْ عَشِيرَتَهُمْ ۖ أُولَئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ وَأَيَّدَهُم بِرُوحٍ مِّنْهُ ۖ
 وَيُدْخِلُهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ۖ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ
 وَرَضُوا عَنْهُ ۖ أُولَئِكَ حِزْبُ اللَّهِ ۖ أَلَا إِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝

ترجمہ: بیشک اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول (ﷺ) کی جو لوگ مخالفت کرتے ہیں وہی لوگ سب سے زیادہ ذلیلوں میں ہیں۔ [۱۲۰] اللہ تعالیٰ لکھ چکا ہے کہ بیشک میں اور میرے پیغمبر غالب رہیں گے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ زور آور اور غالب ہے۔ [۱۲۱] اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھنے والوں کو تو اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کی مخالفت کرنے والوں سے محبت رکھتے ہوئے ہرگز نہ پائے گا گو وہ ان کے باپ یا ان کے بیٹے یا ان کے بھائی یا ان کے کنبہ قبیلے کے عزیز ہی کیوں نہ ہوں۔ یہی لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے ایمان لکھ دیا ہے اور جن کی تائید اپنی روح سے کی ہے اور جنہیں ان جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں جہاں یہ ہمیشہ رہیں گے اللہ ان سے راضی ہے اور یہ اللہ سے خوش ہیں۔ یہ لشکر الہی ہے آگاہ رہو بیشک اللہ کے گروہ والے ہی کامیاب لوگ ہیں۔ [۱۲۲]

اللہ اور رسول اللہ ﷺ کے دشمن ذلیل ہوں گے: [آیت: ۲۰-۲۲] اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے کہ جو لوگ حق سے برگشتہ ہیں ہدایت سے دور ہیں اللہ اور اس کے رسول کے مخالف ہیں احکام شرع کی اطاعت سے الگ ہیں یہ لوگ انتہا درجے کے ذلیل بے وقار اور خستہ حال ہیں رحمت رب سے دور اللہ کی مہربانی بھری نظروں سے اوجھل اور دنیا و آخرت میں برباد ہیں۔ اللہ تعالیٰ تو فیصلہ کر چکا ہے بلکہ اپنی پہلی کتاب میں ہی لکھ چکا ہے اور مقدر کر چکا ہے جو تقدیر اور جو تحریر نہ مٹے گی نہ بدلے گی نہ اسے ہیر پھیر کرنے کی کسی میں طاقت ہے کہ وہ اور اس کی کتاب اور اس کے رسول اور اس کے مومن بندے دنیا اور آخرت میں غالب رہیں گے۔ جیسے اور جگہ ہے ﴿إِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِينَ آمَنُوا﴾ ① انہم اپنے رسول کی اور ایمان دار بندوں کی ضرورت و مردد کریں گے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی جس دن گواہ قائم ہو جائیں گے اور جس دن گنہگاروں کو کوئی عذر و معذرت فائدہ نہ پہنچائے گی ان پر لعنتیں برسی ہوں گی اور ان کے لیے برا گھر ہوگا۔ یہ لکھنے والا اللہ تعالیٰ ہے اور اس کی لکھت اٹل ہے وہ غالب و قہار ہے اپنے دشمنوں پر ہر وقت قابو رکھنے والا ہے۔ اس کا یہ اٹل فیصلہ اور طے شدہ تضا ہے کہ دونوں جہان میں انجام کے اعتبار سے غلبہ و نصرت مومنوں کا حصہ ہے۔

مومن سب سے بڑھ کر اللہ اور رسول سے محبت رکھتے ہیں: پھر فرمایا کہ یہ ناممکن ہے کہ اللہ کے دوست اللہ تعالیٰ کے دشمنوں سے محبت رکھیں۔ اور جگہ ہے کہ مسلمانوں کو چاہیے کہ مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا دلی دوست نہ بنائیں۔ ایسا کرنے والے اللہ کے ہاں کسی گنتی میں نہیں ہاں ڈر و خوف کے وقت بطور دفع الوقتی کے ہو تو اور بات ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی گرامی ذات سے ڈرا رہا ہے۔

اور جگہ ہے اے نبی! اعلان کر دیجیے کہ اگر تمہارے باپ دادا بیٹے پوتے بیوی بچے کنبہ قبیلہ مال و دولت تجارت حرفت گھربار وغیرہ تمہیں بہ نسبت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے اور اس کی راہ کے جہاد کے زیادہ عزیز اور محبوب ہیں تو تم اللہ کے عنقریب برس پڑنے والے عذابوں کا انتظار کرو اس قسم کے فاسقوں کی رہبری بھی اللہ کی طرف سے نہیں ہوتی۔ حضرت سعید بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں یہ آیت حضرت ابوعبیدہ عاصم بن عبد اللہ بن جراح رضی اللہ عنہ کے بارے میں اتری ہے۔ جنگ بدر میں ان کے والد کفر کی حمایت میں مسلمانوں کے مقابلے پر آئے۔ آپ نے انہیں قتل کر دیا۔ ①

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے آخری وقت میں جبکہ خلافت کے لیے ایک جماعت کو خلیفہ مقرر کیا کہ لوگ مل کر جسے چاہیں خلیفہ بنالیں اس وقت حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی نسبت فرمایا تھا کہ اگر یہ ہوتے تو میں انہی کو خلیفہ مقرر کرتا۔ ② اور یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ ایک ایک صفت الگ الگ بزرگوں میں تھی مثلاً حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے تو اپنے والد کو قتل کیا تھا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے عبدالرحمن کے قتل کا ارادہ کیا تھا اور حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے اپنے بھائی عبید بن عمیر کو قتل کیا تھا اور حضرت عمر اور حضرت حمزہ اور حضرت علی اور حضرت عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ نے اپنے قریبی رشتہ داروں عتبہ شیبہ اور ولید بن عتبہ کو قتل کیا تھا۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

اسی ضمن میں یہ واقعہ بھی داخل ہو سکتا ہے کہ جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدری قیدیوں کی نسبت مسلمانوں سے مشورہ کیا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ ان سے فدیہ لے لیا جائے تاکہ مسلمانوں کی مالی مشکلات دور ہو جائیں، مشرکوں سے جہاد کرنے کے لیے آلات حرب جمع کر لیں اور یہ چھوڑ دیئے جائیں کیا عجب کہ اللہ تعالیٰ ان کے دل اسلام کی طرف پھیر دے آخر ہیں تو ہمارے ہی کنبہ رشتے کے۔ لیکن حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنی رائے اس کے بالکل برخلاف پیش کی کہ یا رسول اللہ جس مسلمان کا جو رشتہ دار مشرک ہے اس کے حوالے کر دیا جائے اور اسے حکم دیا جائے کہ وہ اسے قتل کر دے، ہم اللہ تعالیٰ کو دکھانا چاہتے ہیں کہ ہمارے دلوں میں ان مشرکوں کی کوئی محبت نہیں، مجھے میرا فلاں رشتہ دار سو نپ دیتجئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حوالے عقلیل کو کر دیتجئے اور فلاں صحابی کو فلاں کا فرو دے دیتجئے وغیرہ۔ ③

پھر فرماتا ہے کہ جو اپنے دل کو اللہ کے دشمنوں کی محبت سے خالی کر دے اور مشرک رشتہ داروں سے بھی محبت چھوڑ دے وہ کامل الایمان شخص ہے جس کے دل میں ایمان نے جڑیں جمالی ہیں اور جن کی قسمت میں سعادت لکھی جا چکی ہے اور جن کی نگاہ میں ایمان کی زینت بیج گئی ہے اور ان کی تائید اللہ تعالیٰ نے اپنے پاس کی روح سے کی ہے یعنی انہیں قوی بنا دیا ہے۔ اور یہی بہتی نہروں والی جنت میں جائیں گے جہاں سے کبھی نہ نکالے جائیں اللہ تعالیٰ ان سے راضی یہ اللہ سے خوش چونکہ انہوں نے اللہ کے لیے رشتہ کنبہ والوں کو ناراض کر دیا تھا اللہ تعالیٰ اس کے بدلے ان سے راضی ہو گیا اور انہیں اس قدر دیا کہ یہ بھی خوش خوش ہو گئے۔ لشکر الحی یہی ہے اور کامیاب گروہ بھی یہی ہے جو شیطانی لشکر اور ناکام گروہ کے مقابل ہے۔ حضرت ابو حازم اعرج رضی اللہ عنہ نے حضرت زہری رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ جاہ دو قسم کی ہے ایک وہ جسے اللہ تعالیٰ اپنے اولیا کے ہاتھوں پر جاری کرتا ہے جو حضرات عام لوگوں کی نگاہوں میں نہیں جتتے جن کی عام شہرت نہیں ہوتی جن کی صفت اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی بیان فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو دوست رکھتا ہے جو گنہگار

① حاکم، ۳/۲۶۵ من طریق آخر مرسلًا فالسند ضعیف۔ ② ایضاً، ۳/۲۶۸ وسندہ ضعیف، هذا من بلاغات ثابت بن الحجاج یعنی انه منقطع۔ ③ صحیح مسلم، کتاب الجہاد، باب الامداد بالملائکۃ فی غزوۃ بدر، ۱۷۶۳۔

متقی نیکو کار ہیں اگر وہ نہ آئیں تو پوچھ گچھ نہ ہو اور آجائیں تو آؤ بھگت نہ ہو ان کے دل ہدایت کے چراغ ہیں۔ ہر سیاہ رنگ اندھیرے والے فتنے سے نکلتے ہیں۔ یہ ہیں وہ اولیاء اللہ جنہیں اللہ نے اپنا لشکر فرمایا ہے اور جن کی کامیابی کا اعلان کیا ہے۔ ❶ (ابن ابی حاتم) نعیم بن حماد میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی دعا میں فرمایا: ”اے اللہ! کسی فاسق فاجر کا کوئی احسان اور سلوک مجھ پر نہ رکھ کیونکہ میں نے تیری نازل کردہ وحی میں پڑھا ہے کہ ایماندار مخالفین رب کے دوست نہیں ہوتے۔“ حضرت سفیان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اگلوں کا خیال ہے کہ یہ آیت ان لوگوں کے بارے میں اتری ہے جو بادشاہ سے خلط ملط رکھتے ہوں۔ (ابو احمد عسکری)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہ سورۃ مجادلہ کی تفسیر ختم ہوئی۔



تفسیر سورہ حشر

اور بقول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما

سورہ بنو نضیر

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

سَبَّحَ لِلَّهِ مَا فِي السَّمُوتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝ هُوَ الَّذِي
 أَخْرَجَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ مِنْ دِيَارِهِمْ لِأَوَّلِ الْحَشْرِ ۚ مَا
 ظَنَنْتُمْ أَنْ يَخْرُجُوا وَظَنُّوا أَنَّهُمْ مَانِعَتُهُمْ حُصُونُهُمْ مِنَ اللَّهِ فَأَتَهُمُ اللَّهُ
 مِنْ حَيْثُ لَمْ يَحْتَسِبُوكَ وَقَذَفَ فِي قُلُوبِهِمُ الرُّعْبَ يُجْرِبُونَ بَيُوتَهُمْ
 بِأَيْدِيهِمْ وَأَيْدِي الْمُؤْمِنِينَ ۚ فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْأَبْصَارِ ۝ وَلَوْلَا أَنْ كَتَبَ
 اللَّهُ عَلَيْهِمُ الْجَلَاءَ لَعَذَّبَهُمْ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابُ النَّارِ ۝
 ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ شَاقُّوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ ۚ وَمَنْ يُشَاقِقِ اللَّهَ فَإِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ
 الْعِقَابِ ۝ مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّينَةٍ أَوْ تَرَكْتُمُوهَا قَائِمَةً عَلَىٰ أُصُولِهَا فَبِإِذْنِ
 اللَّهِ وَلِيُخْزِيَ الْفَاسِقِينَ ۝

ترجمہ: میں اللہ تعالیٰ رحمن و رحیم کے نام سے پڑھنا شروع کرتا ہوں

آسمانوں اور زمینوں کی ہر چیز اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتی ہے اور وہ غالب ہے اور باہمت ہے [۱] وہی ہے جس نے اہل کتاب کے کافروں کو گھروں سے نکال کر پہلے حشر کی زمین میں لاکھڑا کیا، تمہارا گمان بھی نہ تھا کہ وہ نکلیں گے اور وہ خود بھی سمجھ رہے تھے کہ ان کے عقین قلعہ انہیں اللہ کے عذاب سے بچالیں گے پس ان پر عذاب الہی ایسی جگہ سے آپڑا کہ انہیں گمان میں بھی نہ تھا ان کے دلوں میں اللہ نے رعب ڈال دیا۔ اپنے گھروں کو اپنے ہی ہاتھوں پر باد کرنا شروع کر دیا اور مسلمانوں کے ہاتھوں بھی پر باد ہوئے پس اسے آنکھوں والو عبرت حاصل کرو۔ [۲] اور اگر اللہ تعالیٰ نے ان پر جلا وطنی کو مقدر نہ کر دیا ہوتا تو یقیناً انہیں دنیا ہی میں عذاب دیتا اور آخرت میں تو ان کے لیے آگ کا عذاب ہے ہی [۳] اس لیے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول (ﷺ) کی مخالفت کی اور جو بھی اللہ سے مخالفت کرے گا تو اللہ تعالیٰ بھی سخت عذاب کرنے والا ہے [۴] تم نے مجوروں کے جو درخت کاٹ ڈالے یا جنہیں تم نے ان کی جڑوں پر باقی رہنے دیا۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کے فرمان سے تھا اور اس لیے بھی کہ بدکاروں کو اللہ تعالیٰ رسوا کرے۔ [۵]

صحیح بخاری و صحیح مسلم میں ہے کہ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا کہ یہ سورہ حشر ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قبیلہ بنو نضیر کے بارے میں اتری ہے۔ ① بخاری کی اور روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب فرمایا ”یہ سورت سورہ بنو نضیر ہے۔“ ② بنو نضیر کا تفصیلی واقعہ: [آیت ۵۱-۵] اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ آسمانوں اور زمین کی ہر چیز اللہ تعالیٰ کی تسبیح، تحمید، تقدیس، تمجید، تکبیر، توحید میں مشغول ہے۔ جیسے اور جگہ فرمان ہے ﴿وَلَا يَذُنُّ مَنْ دُونِ اللَّهِ إِلَّا يَسْبِحُ بِحَمْدِهِ﴾ ③ یعنی ہر چیز اللہ تعالیٰ کی پاکیزگی اور ثنا خوانی کرتی ہے وہ غلبہ والا اور بلند جناب والا اور عالی سرکار والا ہے اور اپنے تمام احکام اور کل فرمان میں حکمت والا ہے جس نے اہل کتاب کے کافروں یعنی قبیلہ بنو نضیر کے یہودیوں کو ان کے گھروں سے نکالا۔ اس کا مختصر قصہ یہ ہے کہ مدینہ میں آ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان یہودیوں سے صلح کر لی تھی کہ نہ آپ ان سے لڑیں نہ یہ آپ سے لڑیں لیکن ان لوگوں نے اس عہد کو توڑ دیا جس کی وجہ سے اللہ کا غضب ان پر نازل ہوا اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو ان پر غالب کیا اور آپ نے انہیں یہاں سے نکال دیا۔ مسلمانوں کو کبھی اس کا خیال تک نہ تھا۔ خود یہ یہودی بھی سمجھ رہے تھے کہ ان مضبوط قلعوں کے ہوتے ہوئے کوئی ان کا کچھ بگاڑ نہیں سکتا، لیکن جب اللہ کی پکڑ آئی یہ سب چیزیں اونچی رکھی کی رکھی رہ گئیں اور اچانک اس طرح گرفت میں آ گئے کہ حیران رہ گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں مدینہ سے نکلوا دیا بعض تو شام کے مقام اذرعات کی طرف چلے گئے جو حشر و نشر کی جگہ ہے اور بعض خیبر کی طرف جانکے۔ ان سے کہہ دیا گیا تھا کہ اپنے اونٹوں پر لاؤ اور جو لے جا سکو اپنے ساتھ لے جاؤ اس لیے انہوں نے اپنے گھروں کو جاڑ دیا توڑ پھوڑ کر جو چیزیں لے جا سکتے تھے اپنے ساتھ اٹھا لیں جو رہ گئیں وہ مسلمانوں کے ہاتھ لگیں۔ اس واقعہ کو بیان کر کے فرماتا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالفین کا انجام دیکھو اور اس سے عبرت حاصل کرو کہ کس طرح ان پر عذاب الہی اچانک آپڑا اور دنیا میں تباہ و برباد کئے گئے اور آخرت میں بھی ذلیل و رسوا ہو گئے اور دردناک عذابوں میں جا پڑے۔

ابوداؤد میں ہے کہ ابن ابی اور اس کے مشرک ساتھیوں کو جو قبیلہ اوس و خزرج میں سے تھے کفار قریش نے خط لکھا، جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تھے اور غزوہ بدر پیش نہیں آیا تھا۔ اس میں تحریر تھا کہ تم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے شہر میں ٹھہرایا ہے پس یا تو تم اس سے لڑائی کرو اور اسے نکال باہر کرو یا ہم تمہیں نکال دیں گے اور اپنے تمام لشکروں کو لے کر تم پر حملہ کریں گے اور تمہارے تمام لڑنے والوں کو تہ تیغ کر دیں گے اور تمہاری عورتوں لڑکیوں کو لونڈیاں بنالیں گے اللہ کی قسم یہ ہو کر ہی رہے گا اب تم سوچ سمجھ لو۔ عبداللہ بن ابی اور اس کے بت پرست ساتھیوں نے اس خط کو پا کر آپس میں مشورہ کیا اور خفیہ طور پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے لڑائی کرنے کی تجویز بالاتفاق منظور کر لی۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبریں معلوم ہوئیں تو آپ خود ان کے پاس گئے اور ان سے فرمایا: کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ قریشیوں کا خط کام کر گیا اور تم لوگ اپنی موت کے سامان اپنے ہاتھوں کرنے لگے ہو تم اپنی اولادوں اور اپنے بھائیوں کو اپنے ہاتھوں ذبح کرنا چاہتے ہو میں تمہیں پھر ایک مرتبہ موقع دیتا ہوں کہ سوچ سمجھ لو اور اپنے اس بد ارادے سے باز آ جاؤ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد نے ان پر اثر کیا اور وہ لوگ اپنی جگہ چلے گئے۔ لیکن قریش نے بدر سے فارغ ہو کر انہیں پھر ایک خط لکھا اور اسی طرح دھمکایا۔ انہیں ان کی قوت ان کی تعداد اور ان کے مضبوط قلعے یاد دلائے۔ یہ پھر بھرے پر چڑھ گئے اور بنو نضیر نے صاف طور پر بد عہدی پر کر باندھ لی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آدمی بھیجا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تیس آدمی لے کر آئیے ہم میں سے بھی تیس آدمی علم آدی آتے ہیں۔

① صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورة الحشر باب نمبر ۱، حدیث، ۴۸۸۲؛ صحیح مسلم، ۳۰۳۱۔

② صحیح بخاری، حوالہ سابق، ۴۸۸۳۔ ③ ۱۷/ بنی اسرائیل: ۴۴۔

ہمارے تمہارے درمیان کی جگہ پر یہ ساٹھ آدمی ملیں اور آپس میں بات چیت ہو۔ اگر یہ لوگ آپ کو سچا مان لیں اور ایمان لے آئیں تو ہم بھی آپ کے ساتھ ہیں۔ اس بد عہدی کی وجہ سے دوسرے دن صبح رسول اللہ ﷺ نے اپنا لشکر لے جا کر ان کا محاصرہ کر لیا اور ان سے فرمایا: کہ اب اگر تم نے سرے سے امن و امان کا عہد و پیمان کر دو تو خیر ورنہ تمہیں امن نہیں۔ انہوں نے صاف انکار کر دیا اور لڑنے مرنے پر تیار ہو گئے۔ چنانچہ دن بھر لڑائی ہوتی رہی۔ دوسری صبح کو آپ ﷺ بنو قریظہ کی طرف لشکر لے کر بڑے اور بنو نضیر کو یونہی چھوڑا۔ ان سے بھی یہی فرمایا: کہ تم نے سرے سے عہد و پیمان کر دیا۔ انہوں نے منظور کر لیا اور معاہدہ ہو گیا۔ آپ ﷺ وہاں سے فارغ ہو کر پھر بنو نضیر کے پاس آئے لڑائی شروع ہوئی، آخر وہ ہارے اور حضور ﷺ نے انہیں حکم دیا کہ تم مدینہ خالی کر دو جو اسباب لے جانا چاہو انہوں پر لا دکر لے جاؤ چنانچہ انہوں نے گھریار کا اسباب یہاں تک کہ دروازے اور کڑیاں بھی انہوں پر لا دیں اور جلاوطن ہو گئے۔ ان کے کھجوروں کے درخت خاصۃً رسول اللہ ﷺ کے ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آپ ﷺ ہی کو دلوا دیا، جیسے آیت ﴿مَا أَقَاءَ اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ﴾ الخ میں ہے لیکن آنحضرت ﷺ نے اکثر حصہ مہاجرین کو دے دیا۔ ہاں انصاریوں میں سے صرف دو حاجت مندوں کو ہی حصہ دیا ورنہ سب کا سب مہاجرین میں تقسیم کر دیا جو باقی رہ گیا تھا یہی وہ مال تھا جو رسول اللہ ﷺ کا صدقہ تھا اور جو بنو فاطمہ کے ہاتھ لگا۔ ❶

غزوہ بنو نضیر کا مختصر قصہ: اس کا سبب یہ تھا کہ مشرکوں نے دھوکہ بازی سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بیر معونہ میں شہید کر دیا، جن کی تعداد ستر تھی۔ ان میں سے ایک حضرت عمرو بن امیہ ضمیری رضی اللہ عنہ بچ کر بھاگ نکلے۔ مدینہ کی طرف آتے آتے موقعہ پا کر انہوں نے قبیلہ بنو عامر کے دو شخصوں کو قتل کر دیا حالانکہ یہ قبیلہ رسول اللہ ﷺ سے معاہدہ کر چکا تھا، اور آپ ﷺ نے انہیں امن و امان دے رکھا تھا لیکن اس کی خبر حضرت عمرو رضی اللہ عنہ کو نہ تھی۔ جب یہ مدینہ پہنچے اور حضور ﷺ سے ذکر کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: تم نے انہیں قتل کر ڈالا۔ اب مجھے ان کے وارثوں کو دیت یعنی جرمانہ قتل و خون بہا ادا کرنا پڑے گا۔ بنو نضیر اور بنو عامر میں بھی حلف و عقد اور آپس میں مصالحت تھی اس لیے حضور ﷺ ان کی طرف چلے تاکہ کچھ یہ دیں کچھ آپ دیں اور بنو عامر کو راضی کر لیا جائے۔ قبیلہ بنو نضیر کی گروہی مدینہ کے مشرق کی جانب کئی میل کے فاصلے پر تھی۔ جب آپ ﷺ یہاں پہنچے تو انہوں نے کہا ہاں! حضور ہم موجود ہیں ابھی جمع کر کے اپنے حصے کے مطابق آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر کرتے ہیں۔ ادھر آپ ﷺ سے ہٹ کر یہ لوگ آپس میں مشورہ کرنے لگے کہ اس سے بہتر موقعہ کب ہاتھ لگے گا؟ اس وقت آپ ﷺ قبضے میں ہیں آؤ کام تمام کر ڈالو۔ چنانچہ یہ مشورہ ہوا کہ جس دیوار سے آپ ﷺ گئے بیٹھے ہیں اس گھر پر کوئی چڑھ جائے اور وہاں سے بڑا سا پتھر آپ پر پھینک دے کہ آپ ﷺ دب جائیں۔ عمرو بن جحاش بن کعب اس کام پر مقرر ہوا۔ اس نے آپ ﷺ کی جان لینے کا بیڑا اٹھایا اور جھٹ پر چڑھ گیا چاہتا تھا کہ پتھر لڑھکا دے اتنے میں اللہ تعالیٰ نے جبریل علیہ السلام کو حضور ﷺ کے پاس بھیجا اور حکم دیا کہ آپ ﷺ یہاں سے اٹھ کھڑے ہوں۔ چنانچہ آپ ﷺ فوراً اٹھ گئے اور یہ بد باطن اپنے بڑے ارادے میں ناکام رہے آپ ﷺ کے ساتھ اس وقت چند صحابہ تھے مثلاً حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت علی رضی اللہ عنہ وغیرہ۔

آپ یہاں سے فوراً مدینہ کی طرف چل پڑے۔ ادھر جو صحابہ رضی اللہ عنہم آپ ﷺ کے ساتھ نہ تھے اور مدینہ میں آپ ﷺ کے منتظر تھے انہیں دیر لگنے کے باعث خیال ہوا اور وہ آپ ﷺ کو ڈھونڈنے کے لیے نکل کھڑے ہوئے لیکن ایک شخص سے معلوم

❶ ابوداؤد، کتاب الخراج، باب فی خبر النضیر، ۳۰۴، و مسند ضعیف ابن شہاب زہری دلس ہیں اور تصریح بالسماح ثابت نہیں۔

ہوا کہ آپ ﷺ مدینہ پہنچ گئے ہیں۔ چنانچہ یہ لوگ واپس آئے۔ پوچھا کہ حضور کیا واقعہ ہے؟ آپ ﷺ نے سارا قصہ سنایا اور حکم دیا کہ جہاد کی تیاری کرو۔ مجاہدین نے کمریں باندھ لیں اور اللہ کی راہ میں نکل کھڑے ہوئے۔ یہودیوں نے لشکروں کو دیکھ کر اپنے قلعے کے پھاٹک بند کر دیے اور پناہ گزیں ہو گئے۔ آپ ﷺ نے محاصرہ کر لیا پھر حکم دیا کہ ان کے کھجور کے درخت جو آس پاس ہیں وہ کاٹ دیئے جائیں اور جلا دیئے جائیں۔ اب تو یہودی چننے لگے کہ یہ کیا ہو رہا ہے؟ آپ ﷺ تو زمین میں فساد کرنے سے اوروں کو روکتے تھے اور فساد یوں کو برا کہتے تھے پھر یہ کیا ہونے لگا؟ پھر ادھر تو درخت کٹنے کا غم، ادھر جو ملک آنے والی تھی اس کی طرف سے مایوسی، ان دونوں چیزوں نے ان یہودیوں کی کمر توڑ دی۔ کمک کا واقعہ یہ ہے کہ بنو عوف بن خزرج کا قبیلہ جس میں عبد اللہ بن ابی بن سلول اور وادیہ بن مالک ابن ابوقحس اور سوید اور داعس وغیرہ تھے ان لوگوں نے بنو نضیر کو کہلوایا بھیجا تھا کہ تم مقابلے پر جے رہو اور قلعہ حوالے نہ کرو، ہم تمہاری مدد پر ہیں، تمہارا دشمن ہمارا دشمن ہے، ہم تمہارے ساتھ مل کر اس سے لڑیں گے اور اگر تم نکلے تو ہم بھی نکلیں گے۔ لیکن اب تک ان کا یہ وعدہ پورا نہ ہوا اور انہوں نے یہودیوں کی کوئی مدد نہ کی۔ ادھر ان کے دل مرعوب ہو گئے تو انہوں نے درخواست کی کہ یا رسول اللہ! ہماری جان بخشی کیجئے، ہم مدینہ چھوڑ جاتے ہیں لیکن ہم اپنا جو مال اونٹوں پر لاد کر لے جا سکیں وہ ہمیں دیدیا جائے۔ آپ ﷺ نے رحم کھا کر ان کی یہ درخواست منظور فرمائی اور یہ لوگ یہاں سے چلے گئے۔ جاتے وقت اپنے دروازوں تک کو اکھیر کر لے گئے گھروں کو گرا گئے اور شام اور خیر میں جا کر آباد ہو گئے، ان کے باقی کے مال خاص رسول اللہ ﷺ کے ہو گئے کہ آپ ﷺ جس طرح چاہیں انہیں خرچ کریں، چنانچہ آپ ﷺ نے مہاجرین اولین کو یہ مال تقسیم کر دیا، ہاں انصار میں سے صرف دو شخص کو یعنی سہل بن حنیف اور ابودانہ سماک بن خرشہ رضی اللہ عنہما کو دیا اس لیے کہ یہ دونوں حضرات مساکین تھے۔ بنو نضیر میں سے صرف دو شخص مسلمان ہوئے جن کے مال انہیں کے پاس رہے ایک تو یامین بن عمرو رضی اللہ عنہما جو عمر بن جاش کے چچا کے لڑکے کا لڑکا تھا یہ عمرو وہ ہے جس نے حضور ﷺ پر پتھر پھینکے کا بیڑا اٹھایا تھا۔ دوسرے ابوسعید بن وہب رضی اللہ عنہ۔ ایک مرتبہ حضور ﷺ نے حضرت یامین رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ 'اے یامین! تیرے اس چچا زاد بھائی نے دیکھ تو میرے ساتھ کس قدر برابر تاؤ برتاؤ اور مجھے نقصان پہنچانے کی کس بے باکی سے کوشش کی؟' حضرت یامین رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو کچھ دینا کر کے عمرو کو قتل کر دیا۔ سورہ حشر اسی واقعہ بنو نضیر کے بیان میں اتری ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جسے اس میں شک ہو کہ محشر کی زمین شام کا ملک ہے وہ اس آیت کو پڑھ لے ان یہودیوں سے جب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ تم یہاں سے نکل جاؤ، تو انہوں نے کہا ہم کہاں جائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: محشر کی زمین کی طرف۔ ① حضرت حسن فرماتے ہیں کہ جب حضور ﷺ نے بنو نضیر کو جلا وطن کیا تو فرمایا: یہ اول حشر ہے اور ہم بھی اس کے پیچھے ہی پیچھے ہیں۔ (ابن جریر)

بنو نضیر کے ان قلعوں کا محاصرہ صرف چھ روز رہا تھا۔ محاصرین کو قلعہ کی مضبوطی، یہودیوں کی زیادتی، یحییٰ بنی منافقین کی سازشیں اور خفیہ چالیں وغیرہ دیکھ کر ہرگز یہ یقین نہ تھا کہ اس قدر جلد یہ قلعہ خالی کر دیں گے۔ ادھر خود یہودی بھی اپنے قلعے کی مضبوطی پر نازاں تھے اور جانتے تھے کہ وہ ہر طرح محفوظ ہیں لیکن امر اللہ ایسی جگہ سے آ گیا جو ان کے خیال میں بھی نہ تھا۔ یہی دستور الہی ہے کہ مکار اپنی مکاری میں ہی رہتے ہیں اور بے خبران پر عذاب آ جاتا ہے۔ ان کے دلوں میں رعب چھا گیا اور بھلا رعب کیوں نہ چھاتا محاصرہ کرنے والے وہ تھے جنہیں اللہ کی طرف سے رعب دیا گیا تھا۔ بنو نضیر بھر کی راہ پر ہو اور وہیں اس کا دل دبے لگتا تھا صَلَوَاتُ اللہ

وَسَلَامُهُ عَلَيْهِ۔ یہودی اپنے ہاتھوں اپنے گھروں کو برباد کرنے لگے۔ چھوٹی لکڑی اور دروازے لے جانے کے لیے توڑنے پھوڑنے شروع کر دیئے۔ مقاتل فرماتے ہیں مسلمانوں نے بھی ان کے گھر توڑے اس طرح کہ جوں جوں آگے بڑھتے گئے ان کے جو جو مکانات وغیرہ قبضے میں آتے گئے ان کو ڈھا کر جنگ کے لیے میدان ہموار کرتے رہے اسی طرح خود یہود بھی اپنے مکانوں کو آگے سے تو محفوظ کرتے جاتے تھے اور نقب لگا کر نکلنے کے راستے بناتے جاتے تھے۔ پھر فرماتا ہے اے آنکھوں والو! عبرت حاصل کرو اور اس اللہ سے ڈرو جس کی لاشی میں آواز نہیں۔ اگر ان یہودیوں کے مقدر میں جلا وطنی نہ ہوتی تو انہیں اس سے بھی سخت عذاب کیا جاتا، یہ قتل ہوتے اور قید کر لیے جاتے وغیرہ وغیرہ پھر آخرت کے بدترین عذاب بھی ان کے لیے تیار ہیں۔ بنو نضیر کی یہ لڑائی جنگ بدر کے چھ ماہ بعد ہوئی، مال جو اونٹوں پر لد جائیں انہیں لے جانے کی اجازت تھی مگر ہتھیار لے جانے کی اجازت نہ تھی۔ یہ اس قبیلے کے لوگ تھے جنہیں اس سے پہلے کبھی جلا وطنی ہوئی ہی نہ تھی۔ بقول حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ شروع سورت سے ﴿فَاسْقِينِ﴾ تک آیتیں اسی واقعہ کے بیان میں نازل ہوئیں ہیں۔ ﴿بَجَلَاءِ﴾ کے معنی قتل و فنا کے بھی کئے گئے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں جلا وطنی کے وقت ہر تین آدمیوں کو ایک ایک اونٹ اور ایک ایک مٹک دی تھی۔ اس فیصلہ کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو ان کے پاس بھیجا تھا اور انہیں اجازت دی تھی کہ تین دن میں اپنا سامان ٹھیک کر کے چلے جائیں۔ اس دنیوی عذاب کے ساتھ ہی اخروی عذاب کا بھی بیان ہو رہا ہے کہ وہاں بھی ان کے لیے حتمی اور لازمی طور پر جہنم کی آگ ہے۔ ان کی اس درگت کی اصلی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا خلاف کیا اور ایک اعتبار سے تمام نبیوں کو جھٹلایا اس لیے کہ ہر نبی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بابت پیش گوئی کی تھی یہ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پوری طرح جانتے تھے بلکہ اولاد کو ان کا باپ جس قدر پہچانتا ہے اس سے بھی زیادہ یہ لوگ نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کو جانتے تھے لیکن تاہم سرکشی اور حسد کی وجہ سے مانا نہیں بلکہ مقابلے پر تل گئے اور یہ ظاہر بات ہے کہ اللہ تعالیٰ بھی اپنے مخالفوں پر سخت عذاب نازل فرماتا ہے۔ لہٰذا کہتے ہیں اچھی کھجوروں کے درختوں کو بچھو اور برنی جو کھجور کی قسمیں ہیں بقول بعض وہ لہیہ میں داخل نہیں اور بعض کہتے ہیں صرف عجبہ نہیں اور بعض کہتے ہیں ہر قسم کی کھجوریں اس میں داخل ہیں ① بوریہ بھی داخل ہے۔ یہودیوں نے جو بطور طعنہ کے کہا تھا کہ کھجوروں کے درخت کٹوا کر اپنے قول کے خلاف فعل کر کے زمین میں کیوں فساد پھیلاتے ہو؟ یہ اس کا جواب ہے کہ جو کچھ ہو رہا ہے وہ حکم رب ہے اور اجازت الہی سے اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کو ذلیل و ناکام کرنے اور انہیں پست و بدنصیب کرنے کے لیے ہو رہا ہے۔ جو درخت باقی رکھے جائیں وہ اجازت سے اور جو کاٹے جاتے ہیں وہ بھی مصلحت کے ساتھ۔ ②

یہ بھی مردی ہے کہ ”بعض مہاجرین نے بعض کو ان درختوں کے کاٹنے سے منع کیا تھا کہ آخر کو تو یہ مسلمانوں کو بطور مال غنیمت ملے والے ہیں پھر انہیں کیوں کاٹا جائے؟ جس پر یہ آیت اتری کہ روکنے والے بھی حق بجانب ہیں اور کاٹنے والے بھی برحق ہیں ③“ ان کی نیت مسلمانوں کے نفع کی ہے اور ان کی نیت کافروں کو غیظ و غضب میں لانے اور انہیں ان کی شرارت کا مزہ چکھانے کی ہے اور یہ بھی ارادہ ہے کہ اس سے جل کر وہ غصے میں بھر کر میدان میں آجائیں تو پھر دود و دھواں ہو جائیں اور اعدائے دین کو کیفر کردار تک پہنچا دیا جائے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے یہ فعل کرنے کو تو کر لیا پھر ڈرے کہ ایسا نہ ہو کاٹنے میں یا باقی چھوڑنے میں اللہ کی طرف سے کوئی مواخذہ ہو تو انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا اور یہ آیت نازل ہوئی یعنی دونوں باتوں پر اجر ہے کاٹنے پر بھی اور چھوڑنے پر بھی۔“ =

وَمَا آفَاءَ اللَّهِ عَلَى رَسُولِهِ مِنْهُمْ فَبِأُوجْفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَلَا رِكَابٍ
وَلَكِنَّ اللَّهَ يَسْلُطُ رُسُلَهُ عَلَى مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ①
آفَاءَ اللَّهِ عَلَى رَسُولِهِ مِنْ أَهْلِ الْقُرَى فَلِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِي الْقُرْبَى
وَالْيَتَامَى وَالْمَسْكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ لَا يَكُونُ دُولَةً بَيْنَ الْأَغْنِيَاءِ
مِنْكُمْ وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا وَاتَّقُوا اللَّهَ
إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ②

ترجمہ: ان کا جو مال اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول (ﷺ) کے ہاتھ لگایا ہے جس پر نہ تو تم نے اپنے گھوڑے دوڑائے ہیں اور نہ اونٹ بلکہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول (ﷺ) کو جس پر چاہے غالب کر دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ ① جو مال بستیوں والوں کا اللہ تعالیٰ تمہارے لئے بھرنے بغیر اپنے رسول (ﷺ) کے ہاتھ لگائے وہ اللہ ہی کا ہے اور رسول (ﷺ) کا اور قرابت والوں کا اور قبیضوں مسکینوں کا اور مسافروں کا ہے تاکہ تمہارے دولت مندوں کے ہاتھ میں ہی یہ مال بھی نہ رہ جائے تمہیں جو کچھ رسول (ﷺ) دے لے لو اور جس سے روکے رک جاؤ۔ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہا کرو۔ البتہ اللہ تعالیٰ سخت عذاب کرنے والا ہے۔ ②

بعض روایتوں میں ہے کہ کوائے بھی تھے اور جلوائے بھی تھے۔ بنو قریظہ کے یہودیوں پر اس وقت حضور ﷺ نے احسان کیا اور ان کو مدینہ منورہ میں ہی رہنے دیا بالآخر جب یہ بھی مقابلے پر آئے اور منہ کی کھائی تو ان کے لڑنے والے مرد قتل کئے گئے اور عورتیں اور بچے اور مال مسلمانوں میں تقسیم کر دیئے گئے ہاں جو لوگ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور ایمان لائے وہ بچ رہے۔ پھر مدینہ سے تمام یہودیوں کو نکال دیا۔ بنو قریظہ کو بھی جن میں سے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ تھے اور بنو حارثہ کو بھی اور کل یہودیوں کو جلا وطن کیا۔ ① ان تمام واقعات کو عرب شاعروں نے اپنے اشعار میں بھی نہایت خوبی سے ادا کیا ہے جو سیرت ابن اسحاق میں مروی ہیں۔ یہ واقعہ بقول ابن اسحاق رضی اللہ عنہ کے احاد اور پیر معونہ کے بعد کا ہے اور بقول عروہ رضی اللہ عنہ بدر کے چھ مہینے بعد کا ہے۔ وَاللَّهِ اَعْلَمُ۔ مالِ فے کی تفصیل: [آیت: ۶۰-۷۱] فے کس مال کو کہتے ہیں؟ اس کی صفت کیا ہے؟ اس کا حکم کیا ہے؟ یہ سب بیان یہاں ہو رہا ہے۔ پس فے کافروں کے اس مال کو کہتے ہیں جو ان سے لڑے بھڑے بغیر مسلمانوں کے قبضے میں آجائے جیسے بنو نضیر کا یہ مال تھا جس کا ذکر اوپر گزر چکا کہ مسلمانوں نے اپنے گھوڑے یا اونٹ نہیں دوڑائے تھے یعنی ان کفار سے آئے سانسے کوئی مقابلہ اور لڑائی نہیں ہوئی بلکہ ان کے دل اللہ نے اپنے رسول کی ہیبت سے بھر دیئے اور وہ اپنے قلعے خالی کر گئے۔ جو قبضہ میں آ گئے اسے فے کہتے ہیں۔ اور یہ مال حضور کا ہو گیا آپ جس طرح چاہیں اس میں تصرف کریں۔ پس آپ ﷺ نے نیکی اور صلاح کے کاموں میں اسے خرچ کیا جس کا بیان اس کے بعد والی اور دوسری آیت میں ہے۔ پس فرماتا ہے کہ بنو نضیر کا جو مال بطور فے کے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو

دلوایا جس پر مسلمانوں نے اپنے گھوڑے یا اونٹ دوڑائے نہ تھے بلکہ صرف اللہ نے اپنے فضل سے اپنے رسول ﷺ کو اس پر غلبہ دے دیا تھا اور اللہ تعالیٰ پر یہ کیا مشکل ہے؟ وہ تو ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے نہ اس پر کسی کا غلبہ نہ اسے کوئی روکنے والا بلکہ سب پر غالب وہی سب اس کے تابع فرمان۔ پھر فرمایا کہ جو شہر اس طرح پر فتح کئے جائیں ان کے مال کا یہی حکم ہے کہ رسول اللہ ﷺ اسے اپنے قبضے میں کریں گے پھر انہیں دیں گے جن کا بیان اس آیت میں ہے اور اس کے بعد والی آیت میں ہے۔ یہ ہے فے کے مال کا مصرف اور اس کے خرچ کا حکم۔ چنانچہ حدیث میں ہے کہ ”بوتفسیر کے مال بطور فے کے خاص رسول اللہ ﷺ کے ہو گئے تھے۔ آپ ﷺ اس میں سے اپنے گھر والوں کا سال بھر کا خرچ دیتے تھے اور جو بیچ رہتا اسے آلات جنگ اور سامان حرب میں خرچ کرتے۔“ (سنن ومند وغیرہ) ①

ابوداؤد میں حضرت مالک بن اوس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ”امیر المؤمنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مجھے دن چڑھے بلایا میں گھر گیا تو دیکھا کہ آپ رضی اللہ عنہ ایک چوکی پر جس پر کوئی کپڑا وغیرہ نہ تھا بیٹھے ہوئے ہیں۔ مجھے دیکھ کر فرمایا تمہاری قوم کے چند لوگ آئے ہیں میں نے انہیں کچھ دیا ہے تم اسے لے کر ان میں تقسیم کر دو۔ میں نے کہا اچھا ہوتا اگر جناب کسی اور کو یہ کام سونپتے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا نہیں تم ہی کرو۔ میں نے کہا بہت بہتر۔ اتنے میں آپ کا داروغہ ریفا آیا اور کہا اے امیر المؤمنین! حضرت عثمان بن عفان، حضرت عبدالرحمن بن عوف، حضرت زبیر بن العوام اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم تشریف لائے ہیں کیا انہیں اجازت ہے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہاں آئے دو۔ چنانچہ یہ حضرات تشریف لائے۔ ریفا پھر آیا اور کہا امیر المؤمنین! حضرت عباس اور حضرت علی رضی اللہ عنہما اجازت طلب کر رہے ہیں آپ نے فرمایا: اجازت ہے۔ یہ دونوں حضرات بھی تشریف لائے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: اے امیر المؤمنین میرا اور ان کا فیصلہ کیجئے یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ کا تو پہلے جو چار بزرگ آئے تھے ان میں سے بھی بعض نے کہا ہاں امیر المؤمنین ان دونوں بزرگوں کے درمیان فیصلہ کر دیجئے اور انہیں راحت پہنچائیے۔ حضرت مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس وقت میرے دل میں خیال آیا کہ ان چار بزرگوں کو ان دونوں حضرات نے ہی اپنے سے پہلے یہاں بھیجا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ٹھہرو۔ پھر ان چاروں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: تمہیں اس اللہ کی قسم جس کے حکم سے آسمان وزمین قائم ہیں کیا تمہیں معلوم ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے ہمارا ورثہ بائنا نہیں جاتا ہم جو کچھ چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے۔ ان چاروں نے اس کا اقرار کیا۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ ان دونوں کی طرف متوجہ ہوئے اور اسی طرح قسم دے کر ان سے بھی یہی سوال کیا اور انہوں نے بھی اقرار کیا پھر آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کے لیے ایک خاصہ کیا تھا جو اور کسی کے لیے نہ تھا۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے یہی آیت ﴿وَمَا آتَاكَ اللَّهُ﴾ پڑھی اور فرمایا: بوتفسیر کے مال اللہ تعالیٰ نے بطور فے کے اپنے رسول ﷺ کو دیئے تھے۔ اللہ کی قسم! نہ تو میں نے تم پر اس میں کسی کو ترجیح دی اور نہ خود ہی اسے سب کا سب لے لیا، رسول اللہ ﷺ اپنا اور اپنی اہل کا سال بھر کا خرچ اس میں سے لے لیتے تھے اور باقی مثل بیت المال کے کر دیتے تھے۔ پھر ان چار بزرگوں کو اسی طرح قسم دے کر پوچھا کہ کیا تمہیں یہ معلوم ہے؟ انہوں نے کہا ہاں۔ پھر ان دونوں سے قسم دے کر پوچھا اور انہوں نے بھی ہاں کہی۔ پھر فرمایا: حضور ﷺ کے فوت ہونے کے بعد ابو بکر رضی اللہ عنہ والی بنے اور تم دونوں خلیفہ رسول کے پاس آئے اے عباس! تم تو اپنی قرابت داری جتنا اپنے چچا زاد بھائی کے مال

① صحیح بخاری، کتاب الجہاد، باب المجن ومن یترس بترس صاحبہ، ۲۹۰۴؛ صحیح مسلم، ۱۷۵۷؛ ابوداؤد، ۲۹۶۵؛

میں سے اپنا ورثہ طلب کرتے تھے اور یہ یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنا حق جتنا کر اپنی بیوی یعنی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے ان کے والد کے مال سے ورثہ طلب کرتے تھے جس کے جواب میں تم دونوں سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ ہمارا ورثہ نہیں بانٹا جاتا ہم جو چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے اللہ خوب جانتا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ یقیناً راست گونیک کا رشد و ہدایت والے اور تابع حق تھے چنانچہ اس مال کی ولایت حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے کی آپ رضی اللہ عنہ کے فوت ہو جانے کے بعد آپ رضی اللہ عنہ کا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ میں بنا اور وہ مال میری ولایت میں رہا۔ پھر آپ دونوں کے دونوں ایک صلاح سے میرے پاس آئے اور مجھ سے اسے مانگا جس کے جواب میں میں نے کہا کہ اگر تم اس شرط سے اس مال کو اپنے قبضے میں لو کہ جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسے خرچ کرتے تھے تم بھی کرتے رہو گے تو میں تمہیں سوئپ دیتا ہوں تم نے اس بات کو قبول کیا اور اللہ کو بیچ میں دے کر تم نے اس مال کی ولایت کی پھر تم جواب آئے ہو تو کیا اس کے سوا کوئی اور فیصلہ چاہتے ہو؟ قسم اللہ کی قیامت تک اس کے سوا اس کا کوئی فیصلہ میں نہیں کر سکتا ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ اگر تم اپنے وعدے کے مطابق اس مال کی نگرانی اور اس کا صرف نہیں کر سکتے تو تم اسے پھر لوٹا دو (تا کہ میں آپ اسے اسی طرح خرچ کروں جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کرتے تھے اور جس طرح خلافت صدیقی میں اور آج تک ہوتا رہا)۔^①

مسند احمد میں ہے کہ ”لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے کھجوروں کے درخت وغیرہ دے دیا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ بنو قریظہ اور بنو نضیر کے اموال آپ کے قبضے میں آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو ان کے دیئے ہوئے مال واپس دینے شروع کئے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کو بھی ان کے گھر والوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا کہ ہمارا دیا ہوا بھی سب یا جتنا چاہیں ہمیں واپس کر دیں۔ انس رضی اللہ عنہ نے جا کر حضور کو یاد دلایا آپ نے وہ سب واپس کرنے کو فرمایا، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا کو اپنی طرف سے دے چکے تھے۔ انہیں جب معلوم ہوا کہ یہ سب میرے قبضے سے نکل جائے گا تو انہوں نے آ کر میری گردن میں کپڑا ڈال دیا اور مجھ سے فرمانے لگیں اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں حضرت تجھے یہ نہیں دیں گے آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو مجھے وہ سب کچھ دے چکے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ام ایمن تم گھبرائو نہیں ہم تمہیں اس کے بدلے اتنا اتنا دیں گے لیکن وہ نہ مانی اور یہی کہے گئیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اچھا اور اتنا اتنا ہم تمہیں دے دیں گے لیکن وہ اب بھی خوش نہ ہوئیں اور وہی فرماتی رہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر فرمایا لو ہم تمہیں اتنا اتنا اور دیں گے یہاں تک کہ جتنا انہیں دے رکھا تھا اس سے جب تقریباً دس گنا زیادہ دینے کا وعدہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تب آپ راضی ہو کر خاموش ہو گئیں اور ہمارا مال ہمیں مل گیا۔“^② یہ فے کا مال جن پانچ جگہوں میں صرف ہوگا یہی جگہیں غنیمت کے مال کے صرف کرنے کی بھی ہیں اور سورۃ انفال میں ان کی پوری تشریح و توضیح کے ساتھ کامل تفسیر اَلْحَمْدُ لِلّٰہ گزر چکی ہے اس لیے ہم یہاں بیان نہیں کرتے۔

پھر فرماتا ہے کہ مال فے کہ یہ مصارف ہم نے اس لیے وضاحت کے ساتھ بیان کر دیئے ہیں کہ یہ مال داروں کے ہاتھ لگ کر کہیں ان کا لقمہ نہ بن جائے کہ اپنی من مانی خواہشوں کے مطابق وہ اسے اڑائیں اور مسکینوں کے ہاتھ نہ لگے۔ پھر فرماتا ہے کہ جس

① صحیح بخاری، کتاب فرض الخمس، باب فرض الخمس، ۳۰۹۴؛ صحیح مسلم، ۱۷۵۷؛ ابوداؤد، ۲۹۶۳؛ ترمذی، ۱۶۱۰؛ ابن حبان، ۶۶۰۸۔ ② صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب مرجع النبی صلی اللہ علیہ وسلم من الاحزاب، ۴۱۲۰؛ صحیح مسلم، ۱۷۷۱؛ احمد، ۳/۳۱۹؛ مسند ابی یعلیٰ، ۴۰۷۹؛ ابن حبان، ۴۵۰۵۔

کام کے کرنے کو میرے پیغمبر تم سے کہیں تم اسے کرو اور جس کام سے وہ تمہیں روکیں تم اس سے رک جاؤ۔ یقیناً مانو کہ جس کا وہ حکم کرتے ہیں وہ بھلائی کا کام ہوتا ہے اور جس سے وہ روکتے ہیں وہ برائی کا کام ہوتا ہے۔ ابن ابی حاتم میں ہے کہ ”ایک عورت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس آئی اور کہا آپ ﷺ گودنے سے یعنی چڑے پر یا ہاتھوں پر عورتیں سوئی وغیرہ سے گدوا کر جوتلوں کی طرح نشان وغیرہ بنا لیتی ہیں اس سے اور بالوں میں بال ملا لینے سے جو عورتیں اپنے بالوں کو لمبا ظاہر کرنے کے لیے کرتی ہیں اس سے منع فرماتے ہیں تو کیا یہ ممانعت کتاب اللہ میں ہے یا حدیث رسول اللہ ﷺ میں؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کتاب اللہ میں بھی اور حدیث رسول اللہ ﷺ میں بھی دونوں میں اس ممانعت کو پاتا ہوں۔ اس عورت نے کہا اللہ کی قسم دونوں لوحوں کے درمیان جس قدر قرآن میں ہے میں نے سب پڑھا ہے اور خوب دیکھ بھال کی ہے لیکن میں نے تو کہیں اس کی ممانعت کو نہیں پایا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا تم نے آیت ﴿مَا اتَاكُمُ الرَّسُولُ﴾ الخ نہیں پڑھی؟ اس نے کہا ہاں یہ تو پڑھی ہے۔ فرمایا (قرآن سے ثابت ہوا کہ حکم رسول اور ممانعت رسول ﷺ قابل عمل ہیں اب سنو) خود میں نے رسول اللہ سے سنا ہے کہ آپ ﷺ نے گودنے سے اور بالوں میں بال ملانے سے اور پیشانی اور چہرے کے بال نوچنے سے منع فرمایا ہے (یہ بھی عورتیں اپنی خوبصورتی ظاہر کرنے کے لیے کرتی ہیں اور اس زمانے میں تو مرد بھی بکثرت کرتے ہیں) اس عورت نے کہا حضرت یہ تو آپ رضی اللہ عنہ کی گھر والیاں بھی کرتی ہیں۔ آپ نے فرمایا: جاؤ دیکھو وہ گئیں اور دیکھ کر آئیں اور کہنے لگیں حضرت معاف کیجئے غلطی ہوئی ان باتوں میں سے کوئی بات آپ رضی اللہ عنہ کے گھرانے والیوں میں میں نے نہیں دیکھی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا تم بھول گئیں کہ اللہ کے نیک بندے (حضرت شعیب علیہ السلام) نے کیا فرمایا تھا ﴿مَا أَرِيدُ أَنْ أَحَالِفَكُمْ إِلَيَّ مَا أَنَهَاكُمْ عَنْهُ﴾ ① یعنی میں یہ نہیں چاہتا کہ تمہیں جس چیز سے روکو خود میں اس کا خلاف کروں۔ ② مسند احمد اور بخاری و مسلم میں ہے کہ ”حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ لعنت بھیجتا ہے اس عورت پر جو گدوائے اور گودے اور جو اپنی پیشانی کے بال لے اور جو خوبصورتی کے لیے اپنے سامنے کے دانتوں کی کشادگی کرے اور اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی پیدائش کو بدلنا چاہے۔ یہ سن کر بنو اسد کی ایک عورت جن کا نام ام یعقوب تھا آپ کے پاس آئی اور پوچھا کہ کیا آپ نے اس طرح فرمایا ہے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ ہاں میں اس پر لعنت کیوں نہ کروں جس پر اللہ کے رسول ﷺ نے لعنت کی ہے؟ اور جو قرآن میں موجود ہے۔ اس نے کہا میں نے پورا قرآن جتنا بھی دونوں پٹھوں کے درمیان ہے اول سے آخر تک پڑھا ہے لیکن میں نے تو یہ حکم کہیں نہیں پایا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر تم سوچ سمجھ کر پڑھتیں تو ضرور پاتیں کیا تم نے آیت ﴿مَا اتَاكُمُ الرَّسُولُ﴾ الخ نہیں پڑھی؟ اس نے کہا ہاں یہ تو پڑھی ہے۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے وہ حدیث سنائی۔ اس نے آپ رضی اللہ عنہ کے گھر والوں کی نسبت کہا پھر دیکھ کر آئیں اور عذر خواہی کی۔ اس وقت آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر میری گھر والی ایسا کرتی تو میں اس سے ملنا چھوڑ دیتا۔ ③ بخاری و مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ”رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب میں تمہیں کوئی حکم دوں تو جہاں تک تم سے ہو سکے اُسے بجالاؤ اور جب میں تمہیں کسی چیز سے روکوں تو تم رک جاؤ۔“ ④ نسائی میں حضرت عمر اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ نے کدو کی تونبی میں اور سبز ٹھلیا میں اور کھجور کی لکڑی کے کریدے ہوئے برتن میں اور رال کی رنگی ہوئی =

① ۱۱/۱۱: ۸۸۔ ② احمد، ۱/۴۱۵، ۴۱۶ وسندہ ضعیف، قتادہ وسعید بن ابی عروبہ مدلسان وعننا، المعجم الكبير، ۹۴۶۸۔ ③ احمد، ۱/۴۳۳؛ صحيح بخاری، كتاب التفسير، سورة الحشر، باب ﴿وَمَا اتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ﴾ ۴۸۸۶؛ صحيح مسلم، ۲۱۲۵، ابوداود، ۴۱۶۹؛ ترمذی، ۲۷۸۲، ابن ماجہ، ۱۹۸۹۔ ④ صحيح بخاری، كتاب الاعتصام، باب الاقتداء بسنن رسول الله ﷺ، ۷۲۸۸؛ صحيح مسلم، ۱۳۳۱۔

لِلْفُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِينَ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُونَ فَضْلًا
 مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا وَيَنْصَرُّونَ إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ ۖ أُولَٰئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ ۝
 وَالَّذِينَ تَبَوَّءُوا الدَّارَ وَالْإِيمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّونَ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِمْ وَلَا
 يَجِدُونَ فِي صُدُورِهِمْ حَاجَةً مِّمَّا أُوتُوا وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ
 بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۖ وَمَنْ يُوقِ شَحْنَنَفٍ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَالِحُونَ ۝ وَالَّذِينَ
 جَاءُوا مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا
 بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَءُوفٌ رَحِيمٌ ۝

ترجمہ: (فے کا مال) ان مہاجر مسکینوں کے لیے ہے جو اپنے گھروں سے اور اپنے مالوں سے نکال دیئے گئے ہیں وہ اللہ کے فضل اور اس کی رضامندی کے طلبگار ہیں اور اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول (ﷺ) کی مدد کرتے ہیں یہی راست باز لوگ ہیں۔ [۸] اور ان کے لیے جنہوں نے اس گھر میں (یعنی مدینہ میں) اور ایمان میں ان سے پہلے جگہ بنائی ہے اپنی طرف ہجرت کر کے آنے والوں سے محبت کرتے ہیں اور مہاجرین کو جو کچھ دے دیا جائے اس سے وہ اپنے دلوں میں کوئی وعدہ نہیں رکھتے بلکہ خود اپنے اوپر انہیں ترجیح دیتے ہیں گو خود کو کتنی ہی سخت حاجت ہو بات یہ ہے کہ جو بھی اپنے نفس کی حرص سے بچیں وہی کامیاب اور بامراد ہیں۔ [۹] اور ان کے لیے جو ان کے بعد آئیں جو کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار ہمیں بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی جو ہم سے پہلے ایمان لا چکے ہیں اور ایمانداروں کی طرف سے ہمارے دل میں کینہ اور دشمنی نہ ڈال اے ہمارے رب بیشک تو شفقت مہربانی کرنے والا ہے۔ [۱۰]

= ٹھلیا میں نبیز بنانے سے یعنی بھور یا کشمش وغیرہ کے بھگو کر رکھنے سے منع فرمایا پھر اسی آیت کی تلاوت کی ① (یاد رہے کہ یہ حکم اب باقی نہیں ہے۔ مترجم) پھر فرماتا ہے کہ عذابوں سے بچنے کے لیے اس کے احکام بجا لاؤ اور اس کی ممنوعات سے بچتے رہو یاد رکھو کہ اس کی نافرمانی مخالفت انکار کرنے والوں کی اور اس کے منع کئے ہوئے کاموں کے کرنے والوں کو وہ سخت سزا دیتا ہے اور دکھ کی مار مارتا ہے۔

مہاجرین اور انصار کے فضائل: [آیت: ۸-۱۰] اوپر بیان ہوا تھا کہ فے کا مال یعنی کافروں کا جو مسلمانوں کے قبضے میں میدان جنگ میں لڑے بھڑے بغیر آ گیا ہو اس کے مالک رسول اللہ ہیں۔ پھر آپ ﷺ یہ مال کسے دیں گے؟ اس کا بیان بھی اوپر ہوا تھا۔ اب ان آیتوں میں بھی انہی مستحقین کے نامزد بیان ہو رہا ہے کہ اس کے حق دار وہ غریب مہاجر ہیں جنہوں نے اللہ کو رضامند کرنے کے لیے اپنی قوم کو ناراض کر لیا یہاں تک کہ انہیں اپنا وطن عزیز اور اپنے ہاتھ کا مشکلوں سے جمع کیا ہو مال وغیرہ سب چھوڑ چھاڑ کر چل

① نسائی، کتاب الاشربة، باب ذکر الدلالة علی النهی للموصوف من الاوعية..... ۵۶۴۶ وهو صحيح اس کے علاوہ روایت صحیح مسلم، ۱۹۹۷ ابوداؤد، ۳۶۹۰ میں آیت کے بغیر موجود ہے۔

دینا پڑا۔ اللہ کے دین کی اور اس کے رسول ﷺ کی مدد میں برابر مشغول ہیں، اللہ کے فضل و خوشنودی کے مستلاشی ہیں، یہی سچے لوگ ہیں جنہوں نے اپنا فضل اپنے قول کے مطابق کر دکھایا۔ یہ اوصاف سادات مہاجرین رضی اللہ عنہم میں تھے۔ پھر انصار کی مدح بیان ہو رہی ہے اور ان کی فضیلت شرافت کرم اور بزرگی کا اظہار ہو رہا ہے، ان کی کشادہ دلی، نیک نفسی، ایثار و سخاوت کا ذکر ہو رہا ہے کہ انہوں نے مہاجرین سے پہلے ہی دارالہجرت مدینہ میں اپنی بود و باش رکھی اور ایمان پر قیام رکھا۔ مہاجرین کے پہنچنے سے پہلے ہی یہ ایمان لا چکے تھے بلکہ بہت سے مہاجرین سے بھی پہلے یہ ایمان دار بن چکے تھے۔

صحیح بخاری میں اس آیت کی تفسیر کے موقع پر یہ روایت ہے کہ ”حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں اپنے بعد کے خلیفہ کو وصیت کرتا ہوں کہ مہاجرین اولین کے حق ادا کرتا رہے ان کی خاطر مدارات میں کمی نہ کرے اور میری وصیت ہے کہ انصار کے ساتھ بھی نیکی اور بھلائی کرے جنہوں نے مدینہ میں جگہ بنائی اور ایمان میں جگہ حاصل کی، ان کے بھلے لوگوں کی بھلائیاں قبول کرے اور ان کی خطاؤں سے درگزر اور چشم پوشی کرے۔ ① ان کی شرافت طبعی ملاحظہ ہو کہ جو بھی راہ الہی میں ہجرت کر کے آئے یہ اپنے دل میں اسے گھر دیتے ہیں اور اپنا جان و مال ان پر سے ٹار کرنا اپنا فخر جانتے ہیں۔“ مسند احمد میں ہے کہ ”مہاجرین نے ایک مرتبہ کہا یا رسول اللہ! ہم نے تو دنیا میں ان انصار جیسے لوگ نہیں دیکھے، تھوڑے میں سے تھوڑا اور بہت میں سے بہت برابر ہمیں دے رہے ہیں، مدتوں سے ہمارا کل خرچ اٹھا رہے ہیں بلکہ تازہ برداریاں کر رہے ہیں اور کبھی چہرے پر شکن بھی نہیں بلکہ خدمت کرتے ہیں اور خوش ہوتے ہیں دیتے ہیں اور احسان نہیں رکھتے، کام کاج خود کریں اور کمائی ہمیں دیں، حضور ہمیں تو ڈر ہے کہ کہیں ہمارے اعمال کا سارا سارا اجر انہیں کو نمل جائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں نہیں جب تک تم ان کی ثنا اور تعریف کرتے رہو گے اور ان کے لیے دعائیں مانگتے رہو گے۔“ ② صحیح بخاری میں ہے کہ ”آنحضرت ﷺ نے انصار یوں کو بلا کر فرمایا: کہ میں بحرین کا علاقہ تمہارے نام لکھ دیتا ہوں۔ انہوں نے کہا یا رسول اللہ! جب تک آپ ﷺ ہمارے مہاجر بھائیوں کو بھی اتنا ہی نہ دیں ہم اسے نہ لیں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اچھا اگر نہیں لیتے تو دیکھو آئندہ بھی صبر کرتے رہنا میرے بعد ایسا وقت بھی آئے گا کہ اوروں کو دیا جائے گا اور تمہیں چھوڑ دیا جائے گا۔“ ③ صحیح بخاری کی اور حدیث میں ہے کہ ”انصاریوں نے کہا کہ یا رسول اللہ! ہمارے کھجوروں کے باغات ہم میں اور ہمارے بھائیوں میں تقسیم کرو دیجئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں۔ پھر فرمایا: سنو کام کاج بھی تم ہی کرو اور ہم سب کو تو پیداوار میں شریک رکھو۔ انصار نے جواب دیا یا رسول اللہ! ہمیں یہ بھی بخوشی منظور ہے۔“ ④ پھر فرماتا ہے یہ اپنے دلوں میں کوئی حسد ان مہاجرین کی قدر و منزلت اور ذکر و مرتبت پر نہیں کرتے، جو انہیں مل جائے انہیں اس پر رشک نہیں ہوتا۔ اسی مطلب پر اس حدیث کی دلالت بھی ہے جو مسند احمد میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت سے مروی ہے کہ ”ہم لوگ رسول اللہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: دیکھو ابھی ایک جنتی شخص آنے والا ہے۔ تھوڑی دیر میں ایک انصاری اپنے بائیں ہاتھ میں اپنی جوتیاں لیے ہوئے تازہ وضو کر کے آ رہے تھے۔ داڑھی پر سے پانی ٹپک رہا تھا۔ دوسرے دن بھی اسی طرح ہم بیٹھے ہوئے تھے کہ

① صحیح بخاری، کتاب التفسیر سورة الحشر، باب ﴿وَالَّذِينَ تَبَوَّءُوا الدَّارَ وَالْإِيمَانَ﴾ ۴۸۸۸۔

② احمد: ۳/۲۰۰-۲۰۱ و الترمذی، ۲۴۸۷ و هو صحیح۔

③ صحیح بخاری، کتاب مناقب الانصار، باب قول النبی ﷺ ((لَلْانْصَارِ اصْبِرُوا حَتَّى تَلْقَوْنِي عَلَى الْحَوْضِ)) ۳۷۹۴۔

④ صحیح بخاری، کتاب الحراث والمزارعة، باب اذا قال اكفى مؤنة النخل وغيره، ۲۳۲۵۔

آپ ﷺ نے یہی فرمایا، اور وہی شخص اسی طرح آئے تیسرے دن بھی یہی ہوا۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما آج دیکھتے بھالنے رہے اور جب مجلس نبوی ختم ہوئی اور یہ بزرگ وہاں سے اٹھ کر چلے تو یہ بھی ان کے پیچھے ہوئے اور ان انصاری سے کہنے لگے کہ حضرت مجھ میں اور میرے والد میں کچھ تکرار ہوگئی جس پر میں قسم کھا بیٹھا ہوں کہ تین دن تک اپنے گھر نہیں جاؤں گا پس اگر آپ مہربانی فرما کر مجھے اجازت دیں تو میں یہ تین دن آپ کے ہاں گزار دوں۔ انہوں نے کہا بہت اچھا۔ چنانچہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے یہ تین راتیں ان کے گھرانے کے ساتھ گزاریں دیکھا کہ وہ رات کو تہجد کی لمبی نماز بھی نہیں پڑھتے صرف اتنا کرتے ہیں کہ جب آنکھ کھلے اللہ تعالیٰ کا ذکر اور اس کی بڑائی اپنے بستر پر ہی لیٹے لیٹے کر لیتے ہیں یہاں تک کہ صبح کی نماز کے لیے انھیں ہاں یہ ضروری بات تھی کہ میں نے ان کے منہ سے سوائے کلمہ خیر کے اور کچھ نہیں سنا۔ جب تین راتیں گزر گئیں تو مجھے ان کا عمل بہت ہی ہلکا سا معلوم ہونے لگا۔ اب میں نے ان سے کہا کہ حضرت دراصل نہ تو میرے اور میرے والد کے درمیان کوئی ایسی باتیں ہوئی تھیں نہ میں نے ناراضی کے باعث گھر چھوڑا تھا بلکہ واقعہ یہ ہوا کہ تین مرتبہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: کہ ابھی ایک جنتی شخص آ رہا ہے اور تینوں مرتبہ آپ ﷺ ہی آئے تو میں نے ارادہ کیا کہ آپ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں کچھ دن رہ کر دیکھوں تو سہی کہ آپ رضی اللہ عنہ ایسی کون سی عبادتیں کرتے ہیں جو جیتے جی بڑا ہاں رسول آپ رضی اللہ عنہ کے جنتی ہونے کی یقینی خبر ہم تک پہنچ گئی۔ چنانچہ میں نے یہ بہانہ کیا اور تین رات تک آپ کی خدمت میں رہا تا کہ آپ کے اعمال دیکھ کر میں بھی ویسے ہی عمل شروع کر دوں لیکن میں نے تو آپ رضی اللہ عنہ کو نہ تو کوئی نیا اور اہم عمل کرتے ہوئے دیکھا نہ عبادت میں ہی اوروں سے زیادہ بڑھا ہوا دیکھا۔ اب جا رہا ہوں لیکن زبانی ایک سوال ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ ہی بتائیے آخر وہ کونسا عمل ہے جس نے آپ کو پیغمبر الہی ﷺ کی زبانی جنتی بنایا؟ آپ نے فرمایا بس تم میرے اعمال کو دیکھ چکے ان کے سوا اور کوئی خاص پوشیدہ عمل تو ہے نہیں چنانچہ ان سے رخصت ہو کر چلا تھوڑی ہی دور نکلا تھا جو انہوں نے مجھے آواز دی اور فرمایا ہاں میرا ایک عمل سنتے جاؤ وہ یہ کہ میرے دل میں کبھی کسی مسلمان سے دھوکہ بازی، حسد اور بغض کا ارادہ بھی نہیں ہوا میں کبھی کسی مسلمان کا بدخواہ نہیں بنا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر فرمایا کہ بس اب معلوم ہو گیا، اسی عمل نے آپ کو اس درجہ تک پہنچایا ہے اور یہی وہ چیز ہے جو ہر ایک کے بس کی نہیں۔ ① امام نسائی رحمہ اللہ اپنی کتاب عمل الیوم واللیلہ میں اس حدیث کو لائے ہیں۔ غرض یہ ہے کہ ان انصار میں یہ وصف تھا کہ مہاجرین کو اگر کوئی مال وغیرہ دیا جائے اور انہیں نہ ملے تو یہ برا نہیں مانتے تھے۔ بنو نضیر کے مال جب مہاجرین ہی میں تقسیم ہوئے تو کسی انصاری نے اس میں کلام کیا جس پر آیت ﴿وَمَا أَقَاءَ اللَّهُ﴾ اُتری۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ”تمہارے مہاجر بھائی بھی مال و اولاد چھوڑ کر تمہاری طرف آتے ہیں۔ انصار نے کہا پھر حضور ہمارا مال ان میں اور ہم میں برابر بانٹ دیجئے۔“ آپ ﷺ نے فرمایا: اس سے بھی زیادہ اہتمام کر سکتے ہو؟ انہوں نے کہا جو حضور کا ارشاد ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا: مہاجر کھیت اور باغات کا کام نہیں جانتے تم آپ اپنے مال کو بقیعہ میں رکھو خود کام کرو خود باغات میں محنت کرو اور پیداوار میں انہیں شریک کر دو۔ انصار نے اسے بھی بے کشادہ پیشانی منظور کر لیا۔ ② پھر فرماتا ہے کہ باوجود خود کو حاجت ہونے کے بھی اپنے دوسرے بھائیوں کی حاجت کو مقدم رکھتے ہیں اپنی ضرورت خواہ باقی رہ جائے لیکن اور مسلمان کی ضرورت جلد پوری ہو جائے یہ ان کی ہر وقت

① احمد، ۱۶۶/۳ و سندہ صحیح و اخطأ بعض الناس فضعفه! السنن الکبریٰ، ۱۰۶۹۹؛ مصنف عبدالرزاق، ۲۰۵۵۹؛

شعب الایمان، ۶۶۰۵؛ مسند البزار، ۱۹۸۱۔ ② الطبری، ۲۳/۲۸۳۔

کی چاہت ہے۔ ایک صحیح حدیث میں بھی ہے کہ ”جس کے پاس کمی اور قلت ہو خود کو ضرورت ہو اور پھر بھی صدقہ کرے اس کا صدقہ افضل اور بہتر ہے۔“ ① یہ درجہ ان لوگوں کے درجہ سے بھی بڑھا ہوا ہے جن کا ذکر اور جگہ ہے کہ مال کی چاہت کے باوجود وہ اسے اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں لیکن یہ لوگ تو خود اپنی حاجت ہوتے ہوئے صرف کرتے ہیں، محبت ہوتی ہے اور حاجت نہیں ہوتی اس وقت کا خرچ اس درجہ کو نہیں پہنچ سکتا کہ خود کو ضرورت ہو اور پھر بھی راہ اللہ دے دینا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا صدقہ اسی قسم سے ہے کہ آپ نے اپنا کل مال لا کر اللہ کے رسول ﷺ کے سامنے ڈھیر لگا دیا۔ آپ ﷺ نے پوچھا بھی کہ ابونکر کچھ باقی بھی رکھ آئے ہو؟ جواب دیا: اللہ اور اس کے رسول کو باقی رکھ آیا ہوں۔ ② اسی طرح وہ واقعہ ہے جو جنگ یرموک میں حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کو پیش آیا تھا کہ ”میدان جہاد میں زخم خوردہ پڑے ہوئے ہیں ریت اور مٹی زخموں میں بھر رہی ہے، کراہ رہے ہیں، تڑپ رہے ہیں، سخت تیز دھوپ پڑ رہی ہے، پیاس کے مارے خلق جی رہا ہے اتنے میں ایک مسلمان کندھے پر مشک لٹکائے آ جاتا ہے اور ان مجروح مجاہدین کے سامنے پیش کرتا ہے لیکن ایک کہتا ہے اس دوسرے کو پہلے پلاؤ، دوسرا کہتا ہے اس تیسرے کو پہلے پلاؤ۔ وہ ابھی تیسرے تک پہنچتا بھی نہیں جو ایک شہید ہو جاتا ہے دوسرے کو دیکھتا ہے کہ وہ بھی پیا سا ہی چل بسا، تیسرے کے پاس آتا ہے لیکن دیکھتا ہے وہ بھی سوکھے ہونوں ہی اللہ سے جالما“ ③ اللہ تعالیٰ ان بزرگوں سے خوش ہو اور انہیں بھی اپنی ذات سے خوش رکھے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ ”ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور کہا یا رسول اللہ! میں سخت حاجت مند ہوں مجھے کچھ کھلوائے۔“ آپ ﷺ نے اپنے گھروں میں آدی بھیجا لیکن تمام گھروں سے جواب ملا کہ حضور ہمارے پاس خود کچھ نہیں یہ معلوم کر کے پھر آپ ﷺ نے اور لوگوں سے کہا کہ کوئی ہے جو آج کی رات انہیں اپنا مہمان رکھے؟ ایک انصاری اٹھ کھڑے ہوئے اور کہا حضور میں انہیں اپنا مہمان رکھوں گا۔ چنانچہ یہ لے گئے اور اپنی بیوی سے کہا دیکھو یہ رسول اللہ کے مہمان ہیں آج کو ہمیں کچھ بھی کھانے کو نہ ملے لیکن یہ بھوکے نہ رہیں۔ بیوی صاحبہ نے کہا آج گھر میں بھی برکت ہے۔ بچوں کے لیے البتہ کچھ کٹڑے رکھے ہوئے ہیں۔ انصاری نے فرمایا: اچھا بچوں کو بھلا پھسلا کر بھوکا سلاؤ اور ہم تم دونوں اپنے پیٹ پر کپڑا باندھ کر فاقے سے رات گزار دیں گے کھاتے وقت چراغ بجھا دینا تاکہ مہمان یہ سمجھے کہ ہم کھا رہے ہیں اور دراصل ہم کھائیں گے نہیں۔ چنانچہ ایسا ہی کیا۔ جب یہ شخص انصاری رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس شخص کے اور اس کی بیوی کے رات کے عمل سے اللہ تعالیٰ خوش ہوا اور نرس دیا۔ انہی کے بارے میں آیت ﴿وَيُؤْتِرُونَ﴾ الخ نازل ہوئی۔“ صحیح مسلم کی روایت میں ان انصاری کا نام بھی ہے یعنی حضرت ابوطالب رضی اللہ عنہ۔ ④ پھر فرماتا ہے جو اپنے نفس کی بخیلی حرص اور لالچ سے بچ گیا اس نے نجات پائی۔ مسند احمد اور مسلم میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ”لوگو ظلم سے بچو قیامت کے دن یہ ظلم اندھیریاں بن جائے گا۔ لوگو بخیلی اور حرص سے بچو، یہی وہ چیز ہے جس نے تم سے پہلے لوگوں کو برباد کر دیا، اسی کی وجہ سے انہوں نے خوریزیاں کیں اور حرام کو حلال بنا لیا۔“ ⑤ اور سند سے یہ بھی مروی ہے کہ فحش سے بچو اللہ تعالیٰ فحش باتوں اور بے حیائی کے کاموں کو ناپسند فرماتا ہے۔ حرص اور بخیلی کی مذمت میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ اسی

① ابوداؤد، کتاب الوتر، باب طول القيام، ۱۴۴۹ وسندہ حسن؛ نسائی، ۲۵۲۷؛ احمد، ۲/۳۵۸؛ صحیح ابن خزمہ، ۲۴۴۴؛

ابن حبان، ۳۳۴۶؛ حاکم، ۱/۴۱۴۔ ② ابوداؤد، کتاب الزکاة، باب الرخصة فی ذلك، ۱۶۷۸ وسندہ حسن؛

ترمذی، ۳۶۷۵؛ حاکم، ۱/۴۱۴۔ ③ حاکم، ۳/۲۴۲ وسندہ ضعیف۔

④ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورة الحشر باب قوله ﴿وَيُؤْتِرُونَ عَلَىٰ انْفُسِهِمْ﴾؛ ۴۸۸۹؛ صحیح مسلم، ۲۰۵۴؛

ترمذی، ۳۳۰۴۔ ⑤ صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، باب تحريم الظلم، ۲۵۷۸؛ احمد، ۳/۳۲۳۔

کے باعث اگلوں نے ظلم کئے، فسق و فجور کئے اور قطع رحمی کی۔ ① ابوداؤد وغیرہ میں ہے ”اللہ کی راہ کا غبار اور جہنم کا دھواں کسی بندے کے پیٹ میں جمع ہو ہی نہیں سکتا۔ اسی طرح بخلی اور ایمان بھی کسی بندے کے دل میں جمع نہیں ہو سکتے ② یعنی راہ الہی کی گرد جس پر پڑی وہ جہنم سے آزاد ہو گیا اور جس کے دل میں بخلی نے گھر کر لیا اس کے دل میں ایمان کے رہنے کی گنجائش ہی نہیں رہتی۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر ایک شخص نے کہا کہ اے ابوعبدالرحمن میں تو ہلاک ہو گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا بات ہے؟ کہا قرآن میں تو ہے جو اپنے نفس کی بخلی سے بچا دیا گیا اس نے فلاح پائی اور میں تو مال کو بزار دکنے والا ہوں خرچ کرتے ہوئے دل رکتا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس کنجوی کا ذکر اس آیت میں نہیں یہاں مراد بخلی سے یہ ہے کہ تو اپنے کسی مسلمان بھائی کا مال ظلم سے کھا جائے ہاں بخلی بمعنی کنجوسی بھی ہے بہت بری چیز۔ ③ (ابن ابی حاتم)

حضرت ابوالہیاج اسدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ”بیت اللہ کا طواف کرتے ہوئے میں نے دیکھا کہ ایک صاحب صرف یہی دعا پڑھ رہے ہیں (اَللّٰهُمَّ قِنِّیْ شُعْ نَفْسِیْ) اے اللہ مجھے میرے نفس کی حرص و آرزو سے بچالے آخر مجھ سے نہ رہا گیا میں نے کہا آپ رضی اللہ عنہ صرف یہی دعا کیوں مانگ رہے ہیں؟ اس نے کہا جب اس سے بچاؤ ہو گیا تو پھر نہ زنا کاری ہو سکے گی نہ چوری نہ کوئی اور برا کام۔ اب جو میں نے دیکھا تو وہ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ تھے۔“ (ابن جریر)

ایک حدیث میں ہے ”جس نے زکوٰۃ ادا کی اور مہمانداری کی اور اللہ کی راہ کے ضروری کاموں میں ویاہدہ اپنے نفس کی بخلی سے دور ہو گیا۔ ④ پھر مال فے کے مستحقین لوگوں کی تیسری قسم کا بیان ہو رہا ہے کہ انصار اور مہاجرین کے فقرا کے بعد ان کے تابع جو ان کے بعد کے لوگ ہیں ان میں کے مساکن بھی اس مال کے مستحق ہیں جو اللہ تعالیٰ سے اپنے سے اگلے یا ایمان والوں کے لیے مغفرت کی دعائیں کرتے رہتے ہیں۔ جیسے کہ سورہ براءت میں ہے ﴿وَالَّذِينَ سَبَقُونِ الْاَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ﴾ ⑤ یعنی ”اول اول سبقت کرنے والے مہاجر و انصار اور ان کے بعد کے وہ لوگ جو احسان میں ان کے متبع ہیں اللہ تعالیٰ ان سب سے خوش ہے اور یہ سب اللہ تعالیٰ سے راضی ہیں۔“ یعنی یہ بعد کے لوگ اگلوں کے آثارِ حسنہ اور اوصافِ جمیلہ کی اتباع کرنے والے اور انہیں نیک دعاؤں سے یاد رکھنے والے ہیں گویا ظاہر باطن ان کے تابع ہیں۔ اس دعا سے حضرت امام مالک نے کتنا پاکیزہ استدلال کیا ہے کہ رافضی کو مال فے سے امام وقت کچھ نہ دے کیونکہ وہ اصحاب رسول کے لیے دعا کرنے کی بجائے انہیں گالیاں دیتے ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ”ان لوگوں کو دیکھو کس طرح قرآن کا خلاف کرتے ہیں قرآن حکم دیتا ہے کہ مہاجر و انصار کے لیے دعائیں کریں اور یہ گالیاں دیتے ہیں پھر یہی آیت آپ رضی اللہ عنہ نے تلاوت فرمائی۔“ ⑥ (ابن ابی حاتم) اور روایت میں اتنا اور بھی ہے کہ ”میں نے تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ یہ امت ختم نہ ہوگی یہاں تک کہ ان کے پچھلے ان کے پہلوں کو لعنت کریں گے۔“ (بغوی)

① ابوداؤد، کتاب الزکاة، باب الشح: ۱۶۹۸ و سندہ صحیح، احمد، ۱۵۹/۲۔

② نسائی، کتاب الجہاد، باب فضل من عمل فی سبیل اللہ علی قدمہ، ۳۱۴ وهو حسن الادب المفرد، ۲۸۱؛ حاکم، ۷۲/۲؛

احمد، ۱۳۴۲/۲ ابن حبان، ۳۲۵۱۔ ③ حاکم، ۴۹۰/۲ و سندہ ضعیف، سفیان الثوری عنہ۔

④ الطبری، ۲۸۶/۲۳ و سندہ ضعیف اس کی سند میں اسعلیل بن عیاش ہے جس کی شامیوں کے علاوہ روایت ضعیف ہوتی ہے۔

⑤ ۹/ التوبة: ۱۰۰۔ ⑥ اس معنی کی روایت صحیح مسلم، کتاب التفسیر: ۳۰۲۲۔ میں بھی موجود ہے۔

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ نَافَقُوا يَقُولُونَ لِإِخْوَانِهِمُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ
 الْكِتَابِ لَئِنْ أُخْرِجْتُمْ لَنَخْرُجَنَّ مَعَكُمْ وَلَا نُطِيعُ فِيكُمْ أَحَدًا أَبَدًا وَإِنْ
 قُوتِلْتُمْ لَنَنْصُرَنَّكُمْ وَاللَّهُ يَشْهَدُ إِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ ۝ لَئِنْ أُخْرِجُوا لَا يَخْرُجُونَ
 مَعَهُمْ وَلَئِنْ قُوتِلُوا لَا يَنْصُرُونَهُمْ وَلَئِنْ نَصَرُوهُمْ لَيُؤْتِنَنَّ الْأَدْبَارَ ثُمَّ لَا
 يَنْصُرُونَ ۝ لَا تَنْتُمْ أَشَدُّ رَهَبَةً فِي صُدُورِهِمْ مِنَ اللَّهِ ۖ ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا
 يَفْقَهُونَ ۝ لَا يِقَاتِلُونَكُمْ جَمِيعًا إِلَّا فِي قَرَى مُخَصَّنَةٍ أَوْ مِنْ وَرَاءِ جُدٍ ۖ
 بَأْسُهُمْ بَيْنَهُمْ شَدِيدٌ ۖ تَحْسَبُهُمْ جَمِيعًا وَقُلُوبُهُمْ شَتَّى ۖ ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا
 يَعْقِلُونَ ۝ كَمَثَلِ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَرِيبًا ذَاقُوا وَبَالَ أَمْرِهُمْ وَلَهُمْ
 عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝ كَمَثَلِ الشَّيْطَانِ إِذْ قَالَ لِلْإِنْسَانِ اكْفُرْ فَلَبَّاهُ كَفَرًا قَالَ إِنِّي
 بَرِيءٌ مِمَّنْكَ إِنِّي أَخَافُ اللَّهَ رَبَّ الْعَالَمِينَ ۝ فَكَانَ عَاقِبَتُهُمَا أَنَّهُمَا فِي النَّارِ
 خَالِدَيْنِ فِيهَا ۖ وَذَلِكَ جَزَاءُ الظَّالِمِينَ ۝

توجہ فرمائیے: کیا تو نے منافقوں کو نہ دیکھا؟ کہ اپنے اہل کتاب کافر بھائیوں سے کہتے ہیں اگر تم جلاوطن کئے گئے تو اللہ کی قسم ہم بھی تمہارے
 ساتھ وطن چھوڑ دیں گے اور تمہارے بارے میں ہم کبھی بھی کسی کی بات نہ مانیں گے اور اگر تم سے جنگ کی جائے گی تو بخدا ہم تمہاری مدد
 کریں گے، لیکن اللہ تعالیٰ کی گواہی ہے کہ یہ قطعاً جھوٹے ہیں۔ [۱۱] اگر وہ جلاوطن کئے گئے تو یہ ان کے ساتھ نہ جائیں گے۔ اور اگر ان
 سے جنگ چھڑ گئی تو یہ ان کی مدد بھی نہ کریں گے اور اگر بالفرض مدد پر آ بھی گئے تو بھی پیٹھ موڑ کر بھاگ کھڑے ہوں گے پھر مدد نہ کئے
 جائیں گے۔ [۱۲] مسلمانوں یقین مانو کہ تمہاری ہیبت ان کے دلوں میں بہ نسبت اللہ کی ہیبت کے بہت زیادہ ہے اس لیے کہ یہ بے کچھ لوگ
 ہیں۔ [۱۳] یہ سب مل کر بھی تم سے لڑ نہیں سکتے ہاں یہ اور بات ہے کہ قلعہ بند مقامات میں ہوں یا دیواروں کی آڑ میں ہوں ان کی لڑائی تو ان
 میں آپس میں ہی بہت کچھ ہے۔ گو تو انہیں متفق سمجھ رہا ہے لیکن ان کے دل دراصل ایک سے ایک جدا ہیں۔ اس لیے کہ یہ بے عقل لوگ
 ہیں۔ [۱۴] ان لوگوں کی طرح جو ان سے کچھ ہی پہلے گزرے ہیں جنہوں نے اپنے گناہوں کا وبال کچھ لیا اور جن کے لیے المناک عذاب
 تیار ہیں۔ [۱۵] شیطان کی طرح کہ اس نے انسان سے کہا کفر کر جب وہ کر چکا تو کہنے لگا میں تو تجھ سے بے زار ہوں۔ میں تو اللہ
 رب العالمین سے ڈرتا ہوں۔ [۱۶] پس دونوں کا انجام یہ ہوا کہ آتش دوزخ میں ہمیشہ کے لیے گئے، گنہگاروں کی یہی سزا ہے۔ [۱۷]

ابوداؤد میں ہے کہ ”حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا آیت ﴿مَّا أَقَاءَ اللَّهُ﴾ میں جس مال نے کیا ان کا مال ہے وہ تو خاص رسول اللہ ﷺ کا ہے۔ اسی طرح اس کے بعد کی آیت ﴿مِنْ أَهْلِ الْقُرَى﴾ والی نے عام کر دیا ہے تمام مسلمانوں کو اس میں شامل کر لیا ہے اب ایک مسلمان بھی ایسا نہیں جس کا حق اس مال میں نہ ہو سوائے تمہارے غلاموں کے۔“ ① اس حدیث کی سند میں انقطاع ہے۔ ابن جریر میں ہے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ﴿أَنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ﴾ کو ﴿حَكِيمٌ﴾ تک پڑھ کر فرمایا: مال زکوٰۃ کے مستحق تو یہ لوگ ہیں۔ پھر ﴿وَأَعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمْتُمْ﴾ والی پوری آیت کو پڑھ کر فرمایا: مال غنیمت کے مستحق یہ لوگ ہیں پھر یہ آیت ﴿مَّا أَقَاءَ اللَّهُ﴾ پڑھ کر فرمایا مال نے کے مستحق کو بیان فرماتے ہوئے اس آیت نے تمام مسلمانوں کو اس مال نے کا مستحق کر دیا ہے سب اس کے مستحق ہیں اگر میں زندہ رہا تو تم دیکھو گے کہ گاؤں گوٹھ کے چرواہے کو بھی اس کا حصہ دوں گا جس کی پیشانی پر اس مال کے حاصل کرنے کے لیے پسینہ تک نہ آیا ہو۔“ ②

منافقوں کی چال بازی: [آیت: ۱۱-۱۷] عبد اللہ بن ابی اور اسی جیسے منافقین کی چال بازی اور عیاری کا ذکر ہو رہا ہے کہ انہوں نے یہودیوں کو تھپک کر جھوٹا دلا سا دلا کر غلط وعدہ کر کے مسلمانوں سے بھڑا دیا ان سے وعدہ کیا کہ ہم تمہارے ساتھی ہیں لڑنے میں تمہاری مدد کریں گے اور تم ہمارے اور مدینہ سے دیس نکالا ملو تو ہم بھی تمہارے ساتھ اس شہر کو چھوڑ دیں گے، لیکن بہ وقت وعدہ ہی ایفا کرنے کی نیت نہ تھی، اور یہ بھی کہ ان میں اتنا حوصلہ بھی نہیں کہ ایسا کر سکیں نہ لڑائی میں ان کی مدد کر سکیں نہ برے وقت ان کا ساتھ دیں اگر بدنامی کے خیال سے میدان میں آ بھی جائیں تو یہاں آتے ہی تیر و تلواری صورت دیکھتے ہی رو ٹگٹے کھڑے ہو جائیں اور نامردی کے ساتھ بھاگتے ہی بن پڑے۔ پھر مستقل طور پر پیش گوئی فرماتا ہے کہ ان کی تمہارے مقابلے میں امداد نہ کی جائے گی یہ اللہ سے بھی اتنا نہیں ڈرتے جتنا تم سے خوف کھاتے ہیں جیسے اور جگہ بھی ہے ﴿إِذَا فَرِيقٌ مِّنْهُمْ يَخْشَوْنَ النَّاسَ كَخَشْيَةِ اللَّهِ أَوْ أَشَدَّ خَشْيَةً﴾ ③ یعنی ان کا ایک فریق لوگوں سے اتنا ڈرتا ہے جتنا اللہ سے بلکہ اس سے بھی زیادہ بات یہ ہے کہ یہ بے سمجھ لوگ ہیں ان کی نامردی اور بزدلی کہ یہ حالت ہے کہ یہ میدان کی لڑائی کبھی لڑ نہیں سکتے ہاں اگر مضبوط اور محفوظ قلعوں میں بیٹھے ہوئے ہوں یا امور چوں کی آڑ میں چھپ کر کچھ کارروائی کرنے کا موقعہ ہو تو تو خیر بہ سبب ضرورت کے کر گزریں گے لیکن میدان میں آ کر بہادری کے جوہر دکھانا یہ ان سے کوسوں دور ہے یہ آپس ہی میں ایک دوسرے کے دشمن ہیں جیسے اور جگہ ہے ﴿وَيُلْدِقُ بَعْضُكُم بَأْسَ بَعْضٍ﴾ ④ بعض کو بعض سے لڑائی کا مزہ چکھتا ہے، تم انہیں مجتمع اور متفق و متحد سمجھ رہے ہو لیکن دراصل یہ متفرق و مختلف ہیں ایک کا دل دوسرے سے نہیں ملتا، منافق اپنی جگہ اور اہل کتاب اپنی جگہ ایک دوسرے کے دشمن ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ بے عقل لوگ ہیں۔ پھر فرمایا ان کی مثال ان سے کچھ ہی پہلے کے کافروں جیسی ہے جنہوں نے یہاں بھی اپنے کئے کا بدلہ بھگتا اور وہاں کا بھگتا ابھی باقی ہے۔ اس سے مراد یا تو کفار قریش ہیں کہ بدر والے دن ان کی کمر بزی ہو گئی اور سخت نقصان اٹھا کر کشتوں کے پٹے جھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے یا بنو قینقاع کے یہود ہیں کہ وہ بھی شرارت پر اتر آئے اللہ نے ان پر اپنے نبی ﷺ کو غالب کیا اور آپ ﷺ نے انہیں مدینہ سے خارج البلد کر دیا۔ یہ دونوں واقعے ابھی ابھی کے ہیں اور تمہاری عبرت کا صحیح سبق ہیں لیکن اس وقت کہ کوئی عبرت حاصل کرنے والا انجام کو سوچنے والا ہو بھی زیادہ مناسب مقام بنو قینقاع کے یہود کا واقعہ ہی ہے۔ وَاللَّهُ أَعْلَمُ۔

منافقین کے وعدوں پر ان یہودیوں کا شرارت پر آمادہ ہونا اور ان کے بھرے میں آ کر معاہدہ توڑ ڈالنا پھر ان منافقین کا انہیں

① ابوداؤد، کتاب الخراج، باب فی صفایا رسول اللہ ﷺ من الاموال، ۲۹۶۶، وسندہ ضعیف، سند منقطع ہے۔ امام زہری نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے کچھ نہیں سنا۔ ② الطبری، ۲۳/۲۷۶۔ ③ النساء: ۷۷۔ ④ الانعام: ۶۵۔

موقعہ پر کام نہ آتا نہ لڑائی کے وقت مدد پہنچانا نہ جلا وطنی میں ساتھ دینا ایک مثال سے سمجھایا جاتا ہے کہ دیکھو شیطان بھی اسی طرح انسان کو کفر پر آمادہ کرتا ہے اور جب یہ کفر کر چکتا ہے تو خود بھی اسے ملامت کرنے لگتا ہے اور اپنا اللہ والا ہونا ظاہر کرنے لگتا ہے۔

ایک راہب کا واقعہ: اسی مثال کا ایک واقعہ بھی سن لیجئے۔ ”بنی اسرائیل میں ایک عابد تھا۔ ساٹھ سال اسے عبادت الہی میں گزر چکے تھے۔ شیطان نے اس درغلانا چاہا لیکن وہ قابو میں نہ آیا۔ اس نے ایک عورت پر اپنا اثر ڈالا اور یہ ظاہر کیا کہ گویا اسے جنات ستارہ ہیں۔ ادھر اس عورت کے بھائیوں کو یہ دوسو ڈالا کہ اس کا علاج اسی عابد سے ہو سکتا ہے یہ اس عورت کو اس عابد کے پاس لائے اس نے علاج معالجہ یعنی دم کرنا وغیرہ شروع کیا اور یہ عورت یہیں رہنے لگی۔ ایک دن عابد اس کے پاس ہی تھا جو شیطان نے اس کے خیالات خراب کرنے شروع کئے یہاں تک کہ وہ زنا کر بیٹھا اور وہ عورت حاملہ ہو گئی۔ اب رسوائی کے خوف سے شیطان نے چھٹکارے کی یہ صورت بتلائی کہ اس عورت کو مار ڈال ورنہ راز کھل جائے گا۔ چنانچہ اس نے اسے قتل کر ڈالا۔ ادھر اس نے جا کر عورت کے بھائیوں کو شک دلویا وہ دوڑے ہوئے آئے۔ شیطان راہب کے پاس آیا اور کہا وہ لوگ آ رہے ہیں اب عزت بھی جائے گی اور جان بھی جائے گی اگر مجھے خوش کر لے اور میرا کہا مان لے تو عزت اور جان دونوں بچ سکتی ہیں۔ اس نے کہا جس طرح تو کہہ میں تیار ہوں۔ شیطان نے کہا مجھے سجدہ کر۔ عابد نے اسے سجدہ کر لیا۔ یہ کہنے لگا تف ہے تجھ پر کم بخت میں تو اب تجھ سے بیزار ہوں میں تو اللہ سے ڈرتا ہوں جو رب العالمین ہے۔“ ① (ابن جریر) ایک اور روایت میں اس طرح ہے کہ ”ایک عورت بکریاں چرایا کرتی تھی اور ایک راہب کی خانقاہ تلے رات گزارا کرتی تھی۔ اس کے چار بھائی تھے۔ ایک دن شیطان نے راہب کو گدگدایا اور اس سے زنا کر بیٹھا۔ اسے حمل رہ گیا۔ شیطان نے راہب کے دل میں ڈالی کہ اب بڑی رسوائی ہوگی اس سے بہتر یہ ہے کہ اسے مار ڈال اور کہیں دفن کر دے تیرے تقدس کو دیکھتے ہوئے تیری طرف کسی کا خیال بھی نہ جائے گا اور اگر بالفرض پھر بھی کچھ پوچھ گچھ ہو تو جھوٹ موٹ کہہ دینا۔ بھلا کون ہے جو تیری بات کو غلط جانے اس کی سمجھ میں بھی یہ بات آگئی ایک روز رات کے وقت موقعہ پا کر اس عورت کو جان سے مار ڈالا اور کسی اجڑی جگہ زمین میں دبا آیا۔ اب شیطان اس کے چاروں بھائیوں کے پاس پہنچا اور ہر ایک کے خواب میں اسے سارا واقعہ کہہ سنایا اور اس کے دفن کی جگہ بھی بتادی۔ صبح جب یہ جاگے تو ایک نے کہا آج کی رات تو میں نے ایک عجیب خواب دیکھا ہے ہمت نہیں پڑتی کہ آپ سے بیان کروں دوسروں نے کہا نہیں کہو تو سہی چنانچہ اس نے اپنا پورا خواب بیان کیا کہ اس طرح فلاں عابد نے اس سے بدکاری کی پھر جب حمل ٹھہر گیا تو اسے قتل کر دیا اور فلاں جگہ اس کی لاش دبا آیا۔ ان تینوں میں سے ہر ایک نے کہا مجھے بھی یہی خواب آیا ہے۔ اب تو انہیں یقین ہو گیا کہ سچا خواب ہے۔ چنانچہ انہوں نے جا کر حکومت کو اطلاع دی اور بادشاہ کے حکم سے اس راہب کو اس کی خانقاہ سے ساتھ لیا اور اس جگہ پہنچ کر زمین کھود کر اس کی لاش برآمد کی۔ کامل ثبوت کے بعد اب اسے شاہی دربار میں لے چلے۔ اس وقت شیطان اس کے سامنے ظاہر ہوتا ہے اور کہتا ہے یہ سب میرے کئے کو تک ہیں اب بھی اگر تو مجھے راضی کر لے تو جان بچا دوں گا۔ اس نے کہا جو تو کہہ کہا مجھے سجدہ کر لے۔ اس نے یہ بھی کر دیا پس پورا بے ایمان بنا کر شیطان کہتا ہے میں تو تجھ سے بری ہوں میں تو اللہ تعالیٰ سے جو تمام جہانوں کا رب ہے ڈرتا ہوں۔ چنانچہ بادشاہ نے حکم دیا اور پادری صاحب کو قتل کر دیا گیا۔ مشہور ہے کہ اس پادری کا نام برصیصا تھا۔“ حضرت علیؓ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ رضی اللہ عنہما طاؤسؓ مقاتل بن حیانؓ رضی اللہ عنہما وغیرہ سے یہ قصہ مختلف الفاظ سے کی بیشی کے ساتھ مروی ہے۔ واللہ اعلم۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ

اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ﴿۱۸﴾ وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَسُوا اللَّهَ فَأَنْسَاهُمْ أَنْفُسُهُمْ

أُولَئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ﴿۱۹﴾ لَا يَسْتَوِي أَصْحَابُ النَّارِ وَأَصْحَابُ الْجَنَّةِ أَصْحَابُ

الْجَنَّةِ هُمُ الْفَائِزُونَ ﴿۲۰﴾

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو اور ہر شخص دیکھ بھال لے کر کل (قیامت) کے واسطے اس نے اعمال کا کیا ذخیرہ رکھ چھوڑا ہے۔ اور (ہر وقت) اللہ سے ڈرتے رہو۔ اللہ تعالیٰ تمہارے سب اعمال سے باخبر ہے۔ [۱۸] اور تم ان لوگوں کی طرح مت ہو جانا جنہوں نے اللہ (کے احکام) کو بھلا دیا تو اللہ نے بھی ایسا کر دیا کہ وہ اپنے آپ کو بھول گئے اور ایسے ہی لوگ نافرمان (فاسق) ہوتے ہیں۔ [۱۹] اہل نارا اور اہل جنت باہم برابر نہیں جو اہل جنت ہیں وہی کامیاب ہیں (اور جو اہل نارا ہیں وہ ناکام) [۲۰]

اس کے برعکس جرتج عابد کا قصہ ہے کہ ”ایک بدکار عورت نے ان پر تہمت لگا دی کہ اس نے میرے ساتھ زنا کیا اور یہ بچہ جو مجھے ہو ا ہے وہ اسی کا ہے چنانچہ لوگوں نے حضرت جرتج کے عبادت خانے کو گھیر لیا اور نہایت بے ادبی سے زد و کوب کرتے ہوئے گالیاں دیتے ہوئے باہر لے آئے اور عبادت خانے کو ڈھادیا۔ یہ بیچارے گھبرائے ہوئے ہر چند پوچھتے ہیں کہ آخر واقعہ کیا ہے؟ لیکن مجمع آپ سے باہر ہے۔ آخر کس نے کہا کہ دشمن الہی اولیاء اللہ کے لباس میں یہ شیطان کی حرکت؟ اس عورت سے تو نے بدکاری کی۔ حضرت جرتج نے فرمایا اچھا ٹھہر و صبر کرو اس بچے کو لاؤ۔ چنانچہ وہ دودھ پیتا چھوٹا سا بچہ لایا گیا۔ حضرت جرتج رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی عزت کی بقا کی اللہ سے دعا کی پھر اس بچے سے پوچھا: اے بچہ! تیرا باپ کون ہے؟ اس بچے کو اللہ نے اپنے ولی کی عزت بچانے کے لیے اپنی قدرت سے گویائی کی قوت عطا فرمادی اور اس نے صاف و فصیح زبان میں اونچی آواز سے کہا میرا باپ ایک چرواہا ہے۔ یہ سنتے ہی بنی اسرائیل کے ہوش جاتے رہے یہ اس بزرگ کے سامنے عذر معذرت کرنے لگے معافی مانگنے لگے۔ انہوں نے کہا بس اب مجھے چھوڑ دو۔ ① لوگوں نے کہا ہلم آپ کی عبادت گاہ سو نے کی بنادیتے ہیں۔ آپ نے فرمایا بس اسے جیسی وہ تھی ویسے ہی رہنے دو۔“ پھر فرماتا ہے کہ آخر انجام کفر کے کرنے اور حکم دینے والے کا یہی ہوا کہ دونوں ہمیشہ کے لیے جہنم واصل ہوئے۔ ہر ظالم اپنے ظلم کی سزا پائی لیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو: [آیت: ۱۸-۲۰] حضرت جریر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم دن چڑھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ کچھ لوگ آئے جو ننگے بدن اور کھلے پیر تھے۔ صرف چادروں یا عباؤں سے بدن چھپائے ہوئے تلواریں گردنوں میں حائل کئے ہوئے تھے۔ اکثر بلکہ کل کے کل قبیلہ مضر میں سے تھے۔ ان کی اس فقر و فاقہ کی حالت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے کی رنگت کو متغیر کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں گئے پھر باہر آئے پھر حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اذان کہنے کا حکم دیا۔ اذان ہوئی پھر اقامت ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی پھر خطبہ شروع کیا اور آیت ﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ﴾ ② تلاوت کی پھر سورہ حشر کی آیت ﴿وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ﴾ الخ پڑھی اور لوگوں کو خیرات دینے کی رغبت دلائی جس پر لوگوں نے صدقہ دینا شروع کیا۔

① اس معنی کی روایات صحیح بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب قول اللہ تعالیٰ ﴿وَادْكُرْ فِي الْكِتَابِ مَرْيَمَ﴾ ۳۴۳۶، صحیح مسلم، ۲۵۵۰ میں بھی موجود ہیں۔ ② ۴ / النساء: ۱۔

بہت سے درہم و دینار کپڑے لئے گیہوں بھجوریں وغیرہ آگئیں۔ آپ ﷺ برابر تقریر کئے جاتے تھے۔ یہاں تک کہ فرمایا: اگر آدمی بھجور بھی دے سکتے ہو تو لے آؤ، ایک انصاری ایک تھیلی نقدی کی بھری ہوئی بہت وزنی جسے بمشکل اٹھا سکتے تھے لے آئے پھر تو لوگوں نے تابڑ توڑ جو پایا لانا شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ ہر چیز کے ڈھیر لگ گئے اور حضور ﷺ کا اداس چہرہ اب کھل گیا اور مثل سونے کے چمکنے لگا اور آپ ﷺ نے فرمایا: جو بھی کسی اسلامی کار خیر کو شروع کرے اسے اپنا بھی اور اس کے بعد جو بھی اس کام کو کریں سب کا بدلہ ملتا ہے لیکن بعد والوں کے اجر گھٹ کر نہیں اسی طرح جو اسلام میں کسی برے اور خلاف شرع طریقے کو جاری کرے اس پر اس کا اپنا گناہ بھی ہوتا ہے اور پھر جتنے لوگ اس پر کار بند ہوں سب کو جتنا گناہ ملے گا اتنا ہی اسے بھی ملتا ہے مگر ان کے گناہ گھٹتے نہیں۔“ ① (مسلم)

آیت میں پہلے حکم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے عذابوں سے بچاؤ کی صورت پیدا کرو یعنی اس کے احکام بجالا کر اور اس کی تافرمانیوں سے بچ کر پھر فرمان ہے کہ وقت سے پہلے اپنا حساب آپ لیا کر دو دیکھتے رہو کہ قیامت کے دن جب اللہ کے سامنے پیش ہو گے تب کام آنے والے نیک اعمال کا کتنا کچھ ذخیرہ تمہارے پاس ہے۔ پھر تاکید ارشاد ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہا کرو اور جان رکھو کہ تمہارے اعمال و احوال سے اللہ تعالیٰ پورا باخبر ہے نہ کوئی چھوٹا کام اس سے پوشیدہ ہے نہ بڑا نہ چھپا نہ کھلا۔ پھر فرمان ہے کہ اللہ کے ذکر کو نہ بھولو ورنہ وہ تمہیں نیک اعمال جو آخرت میں نفع دینے والے ہیں بھلا دے گا۔ اس لیے کہ ہر عمل کا بدلہ اسی کی جنس سے ہوتا ہے اسی لیے فرمایا کہ یہی لوگ فاسق ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے نکل جانے والے اور قیامت کے دن نقصان پانے والے اور ہلاکت میں پڑنے والے یہی لوگ ہیں جیسے اور جگہ ارشاد ہے ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُلْهِكُمْ أَمْوَالُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ﴾ ② ”مسلمانو! تمہیں تمہارے مال و اولاد اللہ کی یاد سے غافل نہ کر دیں۔ جو ایسا کریں وہ سخت زیاں کار ہیں۔“

طبرانی میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ایک خطبہ کا مختصر سا حصہ یہ منقول ہے کہ ”آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا تم نہیں جانتے کہ صبح شام تم اپنے مقررہ وقت کی طرف بڑھ رہے ہو۔ پس تمہیں چاہیے کہ اپنی زندگی کے اوقات اللہ عزوجل کی فرماں برداری میں گزارو اور اس مقصد کو بجز اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کے صرف اپنی طاقت و قوت سے کوئی حاصل نہیں کر سکتا جن لوگوں نے اپنی عمر اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے سوا اور کاموں میں کھپائی ان جیسے تم نہ ہونا اللہ تعالیٰ نے تمہیں ان جیسے بننے سے منع فرمایا ہے ﴿وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَسُوا اللَّهَ فَأَنسَاهُمْ أَنفُسَهُمْ﴾ خیال کرو کہ تمہاری جان پہچان کے تمہارے بھائی آج کہاں ہیں؟ انہوں نے اپنے گزشتہ ایام میں جو اعمال کیے تھے ان کا بدلہ لینے یا ان کی سزا بھگتنے کے لیے وہ دربار الہی میں جا پہنچے یا تو انہوں نے سعادت اور خوش نصیبی پائی یا نامرادی اور شقاوت حاصل کر لی۔ کہاں ہیں وہ سرکش لوگ جنہوں نے بارونق شہر بسائے اور ان کے مضبوط قلعے کھڑے کئے آج وہ قبروں کے گڑھوں میں پتھروں تلے دبے پڑے ہیں یہ ہے کتاب اللہ القرآن کریم تم اس نور سے روشنی حاصل کرو جو تمہیں قیامت کے دن کی اندھیریوں میں کام آسکے اس کی خوبی بیان سے عبرت حاصل کرو اور بن سنور جاؤ دیکھو اللہ تعالیٰ نے حضرت زکریا علیہ السلام اور ان کے اہل بیت کی تعریف بیان کرتے ہوئے فرمایا ﴿إِنَّهُمْ كَانُوا يُسَارِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ وَيَدْعُونَنَا رِعَابًا وَرَهَبًا وَكَانُوا لَنَا خَاشِعِينَ﴾ ③ یعنی ”وہ نیک کاموں میں سبقت کرتے تھے اور بڑی لالچ اور سخت خوف کے ساتھ ہم سے دعا کیا کرتے تھے اور ہمارے سامنے جھکے جاتے تھے“ سنو وہ بات بھلائی سے خالی ہے جس سے اللہ کی رضامندی مقصود نہ ہو وہ مال خیر و برکت والا نہیں =

① صحیح مسلم، کتاب الزکاة، باب الحث علی الصدقة ولو بشق نمرہ، ۱۰۱۷: احمد، ۴/۳۵۹۔

② ۶۳/المنافقون: ۹۔ ۲۱/الانبیاء: ۹۔

لَوْ أُنْزِلْنَا هَذَا الْقُرْآنَ عَلَى جَبَلٍ لَرَأَيْنَاهُ خَاشِعًا مُتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللَّهِ ۖ
وَتِلْكَ الْأَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ ۝ هُوَ اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا
هُوَ عِلْمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ۖ هُوَ الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ ۝ هُوَ اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا
هُوَ الْمَلِكُ الْقُدُّوسُ السَّلَامُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ ۖ
سُبْحَنَ اللَّهِ عَمَّا يُشْرِكُونَ ۝ هُوَ اللَّهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْأَسْمَاءُ
الْحُسْنَى ۖ يُسَمِّحُ لَهُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ۖ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝

ترجمہ: اگر ہم اس قرآن کو کسی پہاڑ پر اتارتے تو تو دیکھتا کہ خوف خدا سے وہ بہت ہو کر ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا، ہم ان مثالوں کو لوگوں کے سامنے بیان کرتے ہیں تاکہ وہ غور و فکر کریں۔ [۶۸] وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، چھپے کھلے کا جاننے والا، بخشے اور رحم کرنے والا [۶۹] وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، بادشاہ، نہایت پاک، سب عیبوں سے صاف، امن دینے والا، تمہیں غالب، خود مختار بڑائی والا، پاک ہے اللہ ان چیزوں سے جنہیں یہ اس کا شریک بناتے ہیں [۷۰] وہی اللہ ہے پیدا کرنے والا بنانے والا صورت کھینچنے والا اسی کے لیے ہیں نہایت اچھے نام ہر چیز خواہ وہ آسمانوں میں ہو خواہ زمین میں ہو اس کی پاکی بیان کرتی ہے اور وہی غالب ہے حکمت والا۔ [۷۱]

= جو اللہ کی راہ میں خرچ نہ کیا جاتا ہو وہ شخص نیک بختی سے دور ہے جس کی جہالت بردباری پر غالب ہو اسی طرح وہ شخص بھی نیکی سے خالی ہاتھ ہے جو اللہ کے احکام کی تعمیل میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے خوف کھائے۔ اس کی اسناد بہت عمدہ ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں۔ گو اس کے ایک راوی نعیم بن محمد ثقاہت یا عدم ثقاہت سے معروف نہیں، لیکن امام ابوداؤد و حجتانی رحمہما اللہ کا یہ فیصلہ کافی ہے کہ جریر بن عثمان رحمہما اللہ کے تمام اساتذہ ثقہ ہیں اور یہ بھی آپ ہی کے اساتذہ میں سے ہیں اور اس خطبہ کے اور شواہد بھی مروی ہیں۔ وَاللَّهُ أَعْلَمُ۔

پھر ارشاد ہوتا ہے کہ جنہی اور جنتی اللہ تعالیٰ کے نزدیک یکساں نہیں۔ جیسے فرمان ہے ﴿أَمْ حَسِبَ الَّذِينَ اجْتَرَوْا السَّيِّئَاتِ أَنْ نَجْعَلَهُمْ كَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ﴾ ① الخ یعنی کیا بدکاروں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ ہم انہیں با ایمان نیک کار لوگوں کے مثل کر دیں گے، ان کا جینا اور مرنا یکساں ہے۔ ان کا یہ دعویٰ بالکل غلط اور برا ہے۔ اور جگہ ہے ﴿وَمَا يَسْتَوِي الْأَعْمَىٰ وَالْبَصِيرُ﴾ ② الخ اُنہما اور دیکھتا ایمان دار صالح اور بدکار برابر نہیں تم بہت ہی کم فصاحت حاصل کر رہے ہو اور فرمان ہے ﴿أَمْ نَجْعَلُ الَّذِينَ آمَنُوا﴾ ③ کیا ہم ایمان لانے والوں اور نیک اعمال کرنے والوں کو فساد دیوں جیسا کر دیں گے یا پرہیزگاروں کو مثل فاجروں کے کر دیں گے الخ۔ اور بھی اس مضمون کی بہت سی آیتیں ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ نیک کار لوگوں کا اکرام ہوگا اور بدکار لوگوں کی نکال دہشتی ہوگی۔ یہاں بھی ارشاد ہوتا ہے کہ جنتی لوگ فائز المرام مقصد و کامیاب اور فلاح و نجات یافتہ ہیں۔ اللہ عز و جل کے عذابوں سے یہ بال بال بچ جائیں گے۔

قرآن کی عظمت: [آیت: ۳۱-۳۲] قرآن کریم کی بزرگی بیان ہو رہی ہے کہ فی الواقع یہ پاک کتاب اس قدر بلند مرتبہ ہے کہ دل اس کے سامنے جھک جائیں، رو ٹگٹے کھڑے ہو جائیں، کیجے کپکپا جائیں، اس کے سچے وعدے اور اس کی حقیقی ڈانٹ ڈپٹ ہر ہر سننے والے کو بیدار کی طرح تھرائے اور دربار الہی میں سر بسجود گرا دے اگر یہ قرآن جناب باری کسی سخت بلند اور اونچے پہاڑ پر بھی نازل فرماتا اور اسے غور و فکر کی اور فہم و فراست کی حس بھی دیتا تو وہ بھی اللہ کے خوف سے ریزہ ریزہ ہو جاتا، پھر انسانوں کے دلوں پر جو نسبتاً بہت نرم اور چھوٹے ہیں جنہیں پوری سمجھ بوجھ ہے اس کا بہت بڑا اثر پڑنا چاہیے۔ ان مثالوں کو لوگوں کے سامنے ان کے غور و فکر کے لیے اللہ تعالیٰ نے بیان فرما دیا۔ مطلب یہ ہے کہ انسانوں کو بھی ڈر اور عاجزی چاہیے۔ متواتر حدیث میں ہے کہ ”ممبر تیار ہونے سے پہلے رسول اللہ ﷺ ایک کھجور کے تنے پر ٹیک لگا کر خطبہ پڑھا کرتے تھے۔ جب ممبر بن گیا بچھ گیا اور حضور ﷺ اس پر خطبہ پڑھنے کو کھڑے ہوئے اور وہ تنہ دور ہو گیا تو اس میں سے رونے کی آواز آنے لگی اور اس طرح سسکیاں لے لے کر وہ رونے لگا جیسے کوئی بچہ ہلک ہلک کر روتا ہو اور اسے چپ کرایا جا رہا ہو کیونکہ اسے اس ذکر و وحی کے سننے سے کچھ دوری ہو گئی۔“ ① اور امام حسن بصری رحمہ اللہ اس حدیث کو بیان کر کے فرماتے تھے کہ ”لوگو! ایک کھجور کا تنہ اس قدر اللہ کے رسول کا شائق ہو تو تمہیں چاہئے کہ اس سے بہت زیادہ شوق اور چاہت تم رکھو۔“ ② اسی طرح کی یہ آیت ہے کہ جب ایک پہاڑ کا یہ حال ہو تو تمہیں چاہیے کہ تم تو اس حالت میں اسی سے آگے رہو اور جگہ فرمان الہی ہے ﴿وَلَوْ أَنَّ قُرْآنًا سُيِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ﴾ ③ الخ یعنی اگر کوئی قرآن ایسا ہوتا کہ اس کے باعث پہاڑ چلا دیئے جائیں یا زمین کا ٹکڑی دے دی جائے یا مروے نکل پڑیں (تو اس کے قابل یہی قرآن تھا) مگر پھر بھی ان کفار کو ایمان نصیب نہ ہوتا۔ اور جگہ فرمان عالی شان ہے ﴿وَأَنَّ مِنَ الْجِبَالِ لَمَّا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْأَنْهَارُ﴾ ④ الخ یعنی پھر ایسے ہیں جن میں سے نہریں بہ نکلتی ہیں، بعض وہ ہیں کہ پھٹ جاتے ہیں اور ان میں سے پانی نکلتا ہے۔ بعض اللہ کے خوف سے گر پڑتے ہیں۔ پھر فرماتا ہے اللہ تعالیٰ کے سوانہ کو کوئی پالنے والا اور پرورش کرنے والا ہے نہ اس کے سوا کسی کی ایسی ذات ہے کہ اس کی کسی قسم کی عبادت کوئی کرے۔ اس کے سوا جن جن کی لوگ پرستش اور پوجا کرتے ہیں وہ سب باطل ہیں وہ تمام کائنات کا علم رکھنے والا ہے جو چیزیں ہم پر ظاہر ہیں اور جو چیزیں ہم سے پوشیدہ ہیں سب اس پر عیاں ہے خواہ بڑی ہوں یہاں تک کہ اندھیریوں کے ذرے بھی اس پر ظاہر ہیں۔ وہ اتنی بڑی وسیع رحمت والا ہے کہ اس کی رحمت تمام مخلوق پر شامل ہے وہ دنیا اور آخرت میں رحمت بھی ہے اور رحیم بھی ہے۔ ہماری تفسیر کے شروع میں ان دونوں ناموں کی پوری تفسیر گزر چکی ہے۔

قرآن کریم میں اور جگہ ہے ﴿وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ﴾ ⑤ ”میری رحمت نے تمام چیزوں کو گھیر لیا ہے۔“ اور جگہ فرمان ہے ﴿كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلَى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ﴾ ⑥ ”تمہارے رب نے اپنی ذات پر رحم و رحمت لکھی ہے۔“ اور فرمان ہے ﴿قُلْ بِفَضْلِ اللَّهِ وَبِرَحْمَتِهِ لَبِذَلِكَ فَلْيَفْرَحُوا هُوَ خَيْرٌ مِمَّا يَجْمَعُونَ﴾ ⑦ کہہ دو کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و رحمت کے ساتھ خوش ہونا چاہیے۔ تمہاری جمع کردہ چیز سے بہتر یہی ہے اس مالک رب معبود کے سوا اور کوئی اوصاف والا نہیں تمام چیزوں کا وہی مالک مختار ہے، ہر چیز کا ہیر پھیر کرنے والا سب پر قبضہ اور تصرف رکھنے والا بھی وہی ہے کوئی نہیں جو اس کی مزاحمت یا مداخلت کر سکے یا

① صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب علامات النبوة فی الاسلام، ۳۵۸۳، ۳۵۸۴، ترمذی، ۱۵۰۵، بیہقی، ۱۹۶/۳
 دلائل النبوة للبیہقی، ۲/۵۵۶، ابن حبان، ۶۵۰۶۔ ② ابو یعلیٰ، (۲۷۵۶) ابن حبان، (۶۵۰۷) وسندہ ضعیف، الحسن البصری عن عن وحید الترمذی (۳۶۳۱) یعنی عنہ۔ ③ ۱۳/الرعد: ۳۱۔ ④ ۲/البقرة: ۷۴۔ ⑤ ۷/الاعراف: ۱۵۶۔ ⑥ ۶/الانعام: ۵۴۔ ⑦ ۱۰/یونس: ۵۸۔

اسے ممانعت کر سکے وہ قدوس ہے یعنی ظاہر ہے مبارک ہے ذاتی اور صفاتی نقصانات سے پاک ہے تمام بلند مرتبہ فرشتے اور سب کی سب اعلیٰ مخلوق اس کی تسبیح و تقدیس میں علی الدوام مشغول ہیں، کل عیبوں اور نقصانوں سے مبرا اور منزہ ہے اس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں اپنے افعال میں بھی اس کی ذات ہر طرح کے نقصان سے پاک ہے۔ وہ مؤمن ہے یعنی تمام مخلوق کو اس نے اس بات سے بے خوف رکھا ہے کہ ان پر کسی طرح کا کسی وقت اپنی طرف سے ظلم ہو۔ اس نے یہ فرما کر کہ وہ حق ہے سب کو امن دے رکھا ہے اپنے ایماندار بندوں کے ایمان کی تصدیق کرتا ہے وہ یقین ہے یعنی اپنی تمام مخلوق کے کل اعمال کا ہر وقت یکساں طور پر شاہد ہے اور نگہبان ہے جیسے فرمان ہے ﴿وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ﴾ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر شاہد ہے اور فرمان ہے ﴿ثُمَّ اللّٰهُ شَهِيدٌ عَلٰی مَا يَفْعَلُونَ﴾ ① اور اللہ تعالیٰ ان کے تمام افعال پر گواہ ہے۔ اور جگہ فرمایا ﴿اَلَمْ نَكُنْ هُوَ قَائِمٌ عَلٰی كُلِّ نَفْسٍ مِّمَّا كَسَبَتْ﴾ ② الخ مطلب یہ ہے کہ ہر نفس جو کچھ کر رہا ہے اللہ تعالیٰ اسے دیکھ رہا ہے۔ وہ عزیز ہے ہر چیز اس کے تابع فرمان ہے۔ کل مخلوق پر وہ غالب ہے پس اس کی عزت، عظمت، جبروت کی وجہ سے اس کا مقابلہ کوئی نہیں کر سکتا۔ وہ جبار اور متکبر ہے جبریت اور تکبر صرف اسی کی شاہان شان ہے۔ صحیح حدیث میں ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ”عظمت میرا تہیہ بند ہے اور کبریائی میری چادر ہے جو مجھ سے ان دونوں میں سے کسی کو چھیننا چاہے گا میں اسے عذاب کروں گا۔“ ③ اپنی مخلوق کو جس چیز پر چاہے وہ رکھ سکتا ہے۔ کل کاموں کی اصلاح اسی کے ہاتھ ہے وہ ہر برائی سے نفرت اور دوری رکھنے والا ہے۔ جو لوگ کم سمجھی کی وجہ سے دوسروں کو اس کا شریک ٹھہرا رہے ہیں وہ ان سب سے بیزار ہے اس کی ربانی شرکت سے مبرا ہے۔ اللہ تعالیٰ خالق ہے یعنی مقدر کرنے والا پھر باری ہے یعنی اسے جاری اور ظاہر کرنے والا۔ کوئی ایسا نہیں کہ جو تقدیر اور تعفیذ دونوں پر قادر ہو جو چاہے اندازہ مقرر کرے اور پھر اسی کے مطابق اس چلائے بھی، کبھی بھی اس میں فرق نہ آنے دے۔ بہت سے ترتیب دینے والے اور اندازہ کرنے والے ہیں جو پھر اسے جاری کرنے اور اسی کے مطابق برابر جاری رکھنے پر قادر نہیں۔ تقدیر کے ساتھ ایجاد اور تعفیذ پر بھی قدرت رکھنے والی اللہ ہی کی ذات ہے۔ پس خلق سے مراد تقدیر اور بقاء سے مراد تعفیذ ہے۔ عرب میں یہ الفاظ ان معنوں میں برابر بطور مثال کے بھی مروج ہیں۔ اسی کی شان ہے کہ جس چیز کو جب جس طرح کرنا چاہے کہہ دیتا ہے ہو جاوہ اسی طرح اسی صورت میں ہو جاتی ہے۔ جیسے فرمان ہے ﴿فَعِیْ اَیِّ صُوْرَةٍ مَّا شِئَاءَ رَکَّبَکَ﴾ ④ جس صورت میں اس نے چاہا تجھے ترکیب دی اس لیے یہاں فرماتا ہے وہ مصور ہے یعنی جس کی ایجاد جس طرح کی چاہتا ہے کر گزرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنی کا بیان: پیارے پیارے بہترین اور بزرگ تر ناموں والا وہی ہے۔ سورہ اعراف میں اس جملہ کی تفسیر گزر چکی ہے نیز وہ حدیث بھی بیان ہو چکی ہے جو بخاری و مسلم میں بہ روایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مروی ہے کہ ”رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے کنانوے نام یعنی ایک کم ایک سونام ہیں جو انہیں شمار کر لے یا درکھ لے وہ جنت میں داخل ہوگا۔ وہ دتر ہے یعنی واحد ہے اور اکائی کو دوست رکھتا ہے۔“ ⑤ ترمذی میں ان ناموں کی صراحت بھی آئی ہے جو نام یہ ہیں اللہ کہ نہیں کوئی معبود مگر وہی (رحمن، رحیم، ملک، قدوس، سلام، مؤمن، مہیمن، عزیز، جبار، متکبر، خالق، باری، مصور، غفار، وقاب، رزاق، قہار، فتاح، علیم، قابض، باسط، خافض، رافع، معز، مذل، سمیع، بصیر، حکم، عدل، لطیف، خبیر،

① ۱۰ یونس: ۴۶۔ ② ۱۳ الرعد: ۳۳۔ ③ صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، باب تحریم الکبر، ۲۶۲۰؛

ابوداؤد، ۴۰۹۰۔ ④ ۸۲ الانفطار: ۸۔ ⑤ صحیح بخاری، کتاب الدعوات، باب للہ مائة اسم غیر واحدہ،

۶۴۱۰؛ صحیح مسلم، ۲۶۷۷؛ ترمذی، ۳۵۰۶ ابن ماجہ، ۳۸۶۰؛ احمد، ۲/۲۶۷؛ ابن حبان، ۸۰۷۔

حَلِيمٌ عَظِيمٌ غَفُورٌ شَكُورٌ عَلِيٌّ كَبِيرٌ حَفِيفٌ مُقِيتٌ حَسِيبٌ جَلِيلٌ كَرِيمٌ رَقِيبٌ مُجِيبٌ وَاسِعٌ حَكِيمٌ
وَدُودٌ مُجِيدٌ بَاعِثٌ شَهِيدٌ حَقٌّ وَكِيلٌ قَوِيٌّ مُتِينٌ وَلِيٌّ حَمِيدٌ مُحْصِيٌّ مُبْدِيٌّ مُعِيدٌ مُحْيِيٌّ مُمِيتٌ حَيٌّ
قَيُّومٌ وَاجِدٌ مُاجِدٌ وَاحِدٌ صَمَدٌ قَادِرٌ مُقْتَدِرٌ مُؤَخَّرٌ أَوَّلٌ آخِرٌ ظَاهِرٌ بَاطِنٌ وَالِيٌّ مُتَعَالٍ بَرٌّ تَوَّابٌ
مُنْتَقِمٌ عَفُوٌّ رُؤُفٌ مَالِكُ الْمَلِكِ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ مُقْسِطٌ جَامِعٌ غَنِيٌّ مُغْنِيٌّ مُعْطَىٌّ مُنَاعٌ ضَارٌّ نَافِعٌ
نُورٌ هَادِيٌّ بَدِيعٌ بَاقِيٌّ وَارِثٌ رَشِيدٌ صَبُورٌ۔

ابن ماجہ میں بھی یہ حدیث ہے ① اور اس میں کچھ تقدیم و تاخیر کی زیادتی بھی ہے۔ الغرض ان تمام احادیث وغیرہ کا بیان پوری طرح تفسیر سورۃ اعراف میں گزر چکا ہے اس لیے یہاں صرف اتنا لکھ دینا کافی ہے باقی سب کو دوبارہ وارد کرنے کی ضرورت نہیں۔ آسمان وزمین کی کل چیزیں اس کی تسبیح بیان کرتی ہیں۔ جیسے اور جگہ فرمان ہے ﴿تُسَبِّحُ لَهُ السَّمَوَاتُ السَّبْعُ وَالْأَرْضُ وَمَنْ فِيهِنَّ وَإِنْ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهِ وَلَكِنْ لَا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيحَهُمْ إِنَّهُ كَانَ حَلِيمًا غَفُورًا﴾ ② اس کی پاکیزگی بیان کرتے ہیں ساتوں آسمان اور زمینیں اور ان میں جو مخلوق ہے اور کوئی ایسی چیز نہیں جو اس کی تسبیح حمد کے ساتھ بیان نہ کرتی ہو لیکن تم ان کی تسبیح کو سمجھ نہیں سکتے۔ بے شک وہ بردبار اور بخشش کرنے والا ہے وہ عزیز ہے۔ اس کی حکمت والی سرکار اپنے احکام اور تقدیر کے تقدیر میں ایسی نہیں کہ کسی طرح کی کمی نکالی جائے یا کوئی اعتراض قائم کیا جاسکے۔ مسند احمد کی حدیث میں ہے کہ جو شخص صبح کو تین مرتبہ (أَعُوذُ بِاللَّهِ السَّمِيعِ الْعَلِيمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ) پڑھ کر سورۃ حشر کی آخر کی آیتوں کو پڑھ لے اللہ تعالیٰ اس کے لیے ستر ہزار فرشتے مقرر کرتا ہے جو شام تک اس پر رحمت بھیجتے ہیں اور اگر اسی دن اس کا انتقال ہو جائے تو شہادت کا مرتبہ پاتا ہے۔ اور جو شخص ان کی تلاوت شام کے وقت کرے وہ بھی اسی حکم میں ہے۔ ③ ترمذی میں بھی یہ حدیث ہے اور امام ترمذی رحمہ اللہ اسے غریب بتلاتے ہیں۔

الْحَمْدُ لِلَّهِ سُوْرَةُ حُسْرٰی تَفْسِیْرُ خَتْمِ ہُوْنِی۔



① ترمذی، کتاب الدعوات، باب حدیث فی اسماء اللہ الحسنی، ۳۵۰۷ وسندہ ضعیف، ولید بن مسلم کے سماع مسلسل کی صراحت نہیں ہے۔ ابن ماجہ، ۳۸۶۱، مزید تحقیق کے لیے سورۃ اعراف: آیت ۱۸۰۔

② ۱۷/ بنی اسرائیل: ۴۴۔

③ ترمذی، کتاب فضائل القرآن، باب فی فضل قراءۃ آخر سورۃ الحشر، ۲۹۲۲ وسندہ ضعیف؛ احمد، ۲۶/۵۔

تفسیر سورۃ ممتحنہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ تُلْقُونَ إِلَيْهِمُ
بِالْمُودَّةِ وَقَدْ كَفَرُوا بِمَا جَاءَكُمْ مِنَ الْحَقِّ يُخْرِجُونَ الرَّسُولَ وَإِيَّاكُمْ أَنْ
تُؤْمِنُوا بِاللَّهِ رَبِّكُمْ ۖ إِنَّ كُنْتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِي سَبِيلِي وَابْتِغَاءَ مَرْضَاتِي ۚ
تُسْرُونَ إِلَيْهِمْ بِالْمُودَّةِ ۚ وَأَنَا أَعْلَمُ بِمَا أَخْفَيْتُمْ وَمَا أَعْلَنْتُمْ ۚ وَمَنْ يَفْعَلْهُ
مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَاءَ السَّبِيلِ ۝ إِنَّ يَتَقَفُّوكُمْ يَكُونُوا لَكُمْ أَعْدَاءً وَيَبْسُطُوا
إِلَيْكُمْ أَيْدِيَهُمْ وَالسِّنَنَهُمْ بِالسُّوءِ وَوَدُّوا لَوْ تَكْفُرُونَ ۚ لَنْ تَنْفَعَكُمْ أَرْحَامُكُمْ
وَلَا أَوْلَادُكُمْ ۚ يَوْمَ الْقِيَمَةِ ۚ يَفْصِلُ بَيْنَكُمْ ۚ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ۝

ترجمہ: شروع ہے اللہ نہایت مہربان رحم والے کے نام سے

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو میرے اور خود اپنے دشمنوں کو اپنا دوست نہ سمجھو تم تو محبت کی بنیاد ڈالنے کے لیے ان کی طرف پیغام بھیجتے ہو اور وہ اس حق کے ساتھ جو تمہارے پاس آچکا ہے کفر کرتے ہیں، پیغمبر کو اور خود تمہیں بھی محض اس وجہ سے جلا وطن کرتے ہیں کہ تم اپنے پروردگار اللہ پر ایمان رکھتے ہو اگر تم میری راہ کے جہاد میں اور میری رضا مندی کی طلب میں نکلے ہو (تو ان سے دوستیاں نہ کرو) تم ان کے پاس محبت کا پیغام پوشیدہ پوشیدہ بھیجتے ہو مجھے خوب معلوم ہے جو تم نے چھپایا اور وہ بھی جو تم نے ظاہر کیا، تم میں سے جو بھی اس کام کو کرے گا وہ یقیناً راہ راست سے بہک جائے گا۔ [۱] اگر انہیں تم پر کوئی دست رس کا موقع مل جائے تو وہ تمہارے کھلے دشمن ہو جائیں اور برائی کے ساتھ تم پر دست درازی اور زبان و رازی کرنے لگیں اور دل سے چاہنے لگیں کہ تم بھی کفر کرنے لگ جاؤ۔ [۲] تمہاری قرابتیں، رشتہ واریاں اور اولاد اویں تمہیں قیامت کے دن کام نہ آئیں گی اللہ تعالیٰ تمہارے درمیان فیصلہ کر دے گا اور جو کچھ تم کر رہے ہو اسے اللہ تعالیٰ خوب دیکھ رہا ہے۔ [۳]

کفار و مشرکین سے دوستی نہ رکھو: [آیت: ۱-۳] حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں اس سورت کی شروع کی آیتیں نازل ہوئی ہیں۔ واقعہ یہ ہوا کہ حاطب رضی اللہ عنہ مہاجرین میں سے تھے۔ بدر کی لڑائی میں بھی آپ نے مسلمانوں کے لشکر میں شرکت کی تھی۔ ان کے ہاں بچے اور مال و دولت مکہ میں ہی تھا اور خود قریش میں سے نہ تھے۔ صرف حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حلیف تھے اس وجہ سے مکہ میں انہیں امن حاصل تھا۔ اب یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ میں تھے۔ یہاں تک کہ جب اہل مکہ نے عہد توڑ دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر چڑھائی کرنی چاہی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش یہ تھی کہ انہیں اچانک دیوبچ لیں تاکہ خونریزی نہ ہونے

پائے اور مکہ پر قبضہ ہو جائے۔ اسی لیے آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے دعا بھی کی کہ باری تعالیٰ ہماری تیاری کی خبریں ہمارے پہنچنے تک اہل مکہ کو نہ پہنچیں۔ ادھر آپ ﷺ نے مسلمانوں کو تیاری کا حکم دیا۔ حضرت حاطب رضی اللہ عنہ نے اس موقع پر ایک خط اہل مکہ کے نام لکھا اور ایک قریشیہ عورت کے ہاتھ اسے چلتا کیا جس میں رسول اللہ ﷺ کے اس ارادے اور مسلمانوں کی لشکر کشی کی خبر درج تھی۔ آپ کا ارادہ اس سے صرف یہ تھا کہ میرا کوئی احسان قریش پر نہ ہو جائے جس کے باعث میرے بال بچے اور مال و دولت محفوظ رہیں۔ چونکہ حضور ﷺ کی دعا قبول ہو چکی تھی تاہم نہ تھا کہ قریشیوں کو کسی ذریعہ سے بھی اس ارادے کا علم ہو جائے اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو اس پوشیدہ راز سے مطلع فرما دیا اور آپ ﷺ نے اس عورت کے پیچھے اپنے سوار بھیجے راستے میں اسے روکا گیا اور خط اس سے حاصل کر لیا گیا۔ یہ مفصل واقعہ صحیح احادیث میں پوری طرح آچکا ہے۔

حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کا واقعہ: مسند احمد میں ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے اور زبیر کو اور مقداد کو رسول اللہ ﷺ نے بلوا کر فرمایا: تم یہاں سے فوراً کوچ کر دروضہ خانہ میں جب تم پہنچو گے تو تمہیں ایک سائڈنی سوار عورت ملے گی جس کے پاس ایک خط ہے تم اسے قبضہ میں کر دو اور یہاں لے آؤ۔ ہم تینوں گھوڑوں پر سوار ہو کر بہت تیز رفتاری سے روانہ ہو گئے۔ دروضہ خانہ میں جب پہنچے تو فی الواقع ہمیں ایک سائڈنی سوار عورت دکھائی دی۔ ہم نے اس سے کہا کہ جو خط تیرے پاس ہے وہ ہمارے حوالے کر اس نے صاف انکار کر دیا کہ میرے پاس کوئی خط نہیں۔ ہم نے کہا غلط کہتی ہے تیرے پاس خط یقیناً ہے اگر تو راضی خوشی نہ دے گی تو ہم جامہ تلاشی کر کے جبراً وہ خط تجھ سے پھینکیں گے۔ اب تو وہ عورت سٹ پٹائی اور آخر اس نے اپنی چٹیا کھول کر اس میں سے وہ پرچہ نکال کر ہمارے حوالے کیا۔ ہم اسی وقت وہاں سے واپس روانہ ہوئے اور حضور ﷺ کی خدمت میں اسے پیش کر دیا۔ پڑھنے پر معلوم ہوا کہ حضرت حاطب رضی اللہ عنہ نے اسے لکھا ہے اور یہاں کی خبر رسائی کی ہے، حضور ﷺ کے ارادوں سے کفار مکہ کو آگاہ کیا ہے۔ آپ ﷺ نے کہا: حاطب یہ کیا حرکت ہے؟ حضرت حاطب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یا رسول اللہ! جلدی نہ کیجئے میری بھی سن لیجئے، میں قریشیوں میں ملا ہوا تھا خود قریشیوں میں سے نہ تھا، پھر آپ ﷺ پر ایمان لا کر آپ ﷺ کے ساتھ ہجرت کی، جتنے اور مہاجرین ہیں ان سب کے قربت دار مکہ میں موجود ہیں جو ان کے بال بچے وغیرہ مکہ میں رہ گئے ہیں وہ ان کی حمایت کرتے ہیں لیکن میرا کوئی رشتہ دار نہیں جو میرے بچوں کی حفاظت کرے اس لیے میں نے چاہا کہ آؤ قریشیوں کے ساتھ کوئی سلوک و احسان کر دو جس سے میرے بچوں کی حفاظت وہ کریں اور جس طرح اوروں کے نسب کی وجہ سے ان کا تعلق ہے میرے احسان کی وجہ سے میرا تعلق ہو جائے۔ یا رسول اللہ! میں نے کوئی کفر نہیں کیا نہ اپنے دین سے مرتد ہوا ہوں نہ اسلام کے بعد کفر سے راضی ہوا ہوں بس اس خط کی وجہ صرف اپنے بچوں کی حفاظت کا حیلہ تھا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: لوگو تم سے جو واقعہ حاطب بیان کرتے ہیں وہ بالکل حرف بحرف سچا ہے کہ اپنے نفع کی خاطر ایک غلطی کر بیٹھے ہیں نہ کہ مسلمانوں کو نقصان پہنچانا یا کفار کی مدد کرنا ان کے پیش نظر ہو۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اس موقع پر موجود تھے اور یہ واقعات آپ کے سامنے ہوئے۔ آپ کو بہت غصہ آیا اور فرمانے لگے: یا رسول اللہ! مجھے اجازت دیجئے کہ اس منافق کی گردن اڑا دوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا تمہیں کیا معلوم نہیں کہ یہ بدری صحابی ہیں اور بدر والوں پر اللہ تعالیٰ نے جھانکا اور فرمایا جو چاہو عمل کرو میں نے تمہیں بخش دیا۔“ یہ روایت اور بھی بہت سی حدیث کی کتابوں میں ہے۔ ①

① صحیح بخاری، کتاب الجہاد، باب الجاسوس والتجسس، ۳۰۰۷؛ صحیح مسلم، ۲۴۹۴؛ ابو داؤد، ۲۶۵۰؛ ترمذی،

۳۳۰۵؛ مسند ابی یعلیٰ، ۳۹۴؛ بیہقی، ۹/۱۱۴۶؛ دلائل النبوة للبیہقی، ۵/۱۷؛ احمد، ۱/۷۹۰؛ ابن حبان، ۶۴۹۹۔

صحیح بخاری کی کتاب المغازی میں اتنا اور بھی ہے کہ پھر اللہ تعالیٰ نے یہ سورت اتاری ① اور کتاب التفسیر میں ہے کہ حضرت عمرو بن العاصؓ نے فرمایا: اسی بارے میں آیت ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا﴾ الخ اتری لیکن راوی کو شک ہے کہ آیت کے اترنے کا بیان حضرت عمرو بن العاصؓ کا ہے یا حدیث میں ہے۔ امام علی بن مدینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ”حضرت سفیان رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ یہ آیت اسی میں اتری ہے؟ تو سفیان نے فرمایا: یہ لوگوں کی بات میں ہے۔ میں نے اسے عمرو بن العاصؓ سے حفظ کیا ہے اور ایک حرف بھی نہیں چھوڑا اور میرا خیال ہے کہ میرے سوا کسی اور نے اسے حفظ بھی نہیں رکھا۔ ② بخاری و مسلم کی ایک روایت میں ”حضرت مقداد بن اسودؓ کے نام کے بدلے حضرت ابومرثد بن العاصؓ کا نام ہے۔ اس میں یہ بھی ہے کہ حضور ﷺ نے یہ بھی بتلادیا تھا کہ اس عورت کے پاس حضرت حاطب بن العاصؓ کا خط ہے۔ اس عورت کی سواری کو بٹھا کر اس کے انکار پر ہر چند ٹٹولتے ہیں لیکن کوئی پرچہ ہاتھ نہیں لگتا۔ آخر جب ہم عاجز آ گئے اور کہیں سے پرچہ نہ ملا تو ہم نے اس عورت سے کہا کہ اس میں تو مطلق شک نہیں کہ تیرے پاس پرچہ ہے گو ہمیں نہیں ملتا لیکن تیرے پاس ہے ضرور یہ ناممکن ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی بات غلط ہو اب اگر تو نہیں دیتی تو ہم تیرے کپڑے اتار کر ٹٹولیں گے۔ جب اس نے دیکھ لیا کہ انہیں پختہ یقین ہے اور یہ بے لے نٹلیں گے تو اس نے اپنا سر کھول کر اپنے بالوں میں سے پرچہ نکال کر ہمیں دیدیا۔ ہم اسے لے کر واپس خدمت نبوی میں حاضر ہوئے۔ حضرت عمر بن العاصؓ نے یہ واقعہ دیکھ سن کر فرمایا: اس نے اللہ اور اس کے رسول کی اور مسلمانوں کی خیانت کی مجھے اس کی گردن مارنے کی اجازت دیجئے۔ حضور ﷺ نے حاطب بن العاصؓ سے دریافت کیا اور انہوں نے جواب دیا جو اوپر گزر چکا۔ آپ ﷺ نے سب سے فرمایا کہ انہیں کچھ نہ ہو اور حضرت عمر بن العاصؓ سے بھی وہ فرمایا: جو پہلے بیان ہوا کہ بدری صحابہ میں سے ہیں جن کے لیے اللہ تعالیٰ نے جنت واجب کر دی ہے جسے سن کر حضرت عمر بن العاصؓ رو دیئے اور فرمانے لگے اللہ کو اور اس کے رسول کو ہی کامل علم ہے۔“ ③ یہ حدیث ان الفاظ سے صحیح بخاری کتاب المغازی میں غزوہ بدر کے ذکر میں ہے۔ اور روایت میں ہے کہ ”حضور ﷺ نے اپنے مکہ جانے کا ارادہ اپنے چند ہم راز صحابہ کبار رضی اللہ عنہم کے سامنے ظاہر کیا تھا جن میں حضرت حاطب بن العاصؓ بھی تھے باقی عام طور پر مشہور تھا کہ خیبر جا رہے ہیں۔“ اس روایت میں یہ بھی ہے کہ جب ہم خط کو سارے سامان میں ٹٹول چکے اور نہ ملا تو حضرت ابومرثد بن العاصؓ نے کہا شاید اس کے پاس کوئی پرچہ ہے ہی نہیں۔ اس پر حضرت علیؓ نے فرمایا: ناممکن ہے نہ رسول اللہ ﷺ جھوٹ بول سکتے ہیں نہ ہم نے جھوٹ کہا۔ جب ہم نے اسے دھمکایا تو اس نے ہم سے کہا تمہیں اللہ کا خوف نہیں؟ کیا تم مسلمان نہیں ہو؟ ایک روایت میں ہے کہ اس نے پرچہ اپنے جسم میں سے نکالا۔ حضرت عمر بن العاصؓ کے فرمان میں یہ بھی ہے کہ آپ نے فرمایا: یہ بدر میں موجود تو ضرور تھے لیکن عہد شکنی کی اور دشمنوں میں ہماری خبر رسانی کی۔ اور روایت میں ہے کہ یہ عورت قبیلہ مزینہ کی عورت تھی۔ بعض کہتے ہیں اس کا نام سارہ تھا اولاد عبدالمطلب کی آزاد کردہ لونڈی تھی۔ حضرت حاطب بن العاصؓ نے اسے کچھ دینا کیا تھا اور اس نے اپنے بالوں تلے کا غدر رکھ کر اوپر سے سر گوندھ لیا تھا۔ آپ ﷺ نے اپنے گھوڑے سواروں سے فرمایا تھا کہ اس کے پاس حاطب کا دیا ہوا اس مضمون کا خط ہے۔ آسمان سے اس کی خبر حضور ﷺ کے پاس آئی تھی۔ بنو ابواحمد کے حلیہ میں یہ عورت پہڑی گئی تھی۔ اس عورت نے ان سے کہا تھا کہ تم منہ پھیر لو میں نکال دیتی ہوں۔ انہوں نے منہ پھیر لیا“

① صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب غزوہ فتح: ۴۲۷۴۔ ② صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورة الممتحنة باب

﴿لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ﴾ ۴۸۹۰۔ ③ صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب فضل من شهد

پھر اس نے نکال کر حوالے کیا۔ اس روایت میں حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کے جواب میں یہ بھی ہے کہ اللہ کی قسم میں اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان رکھتا ہوں، کوئی تغیر و تبدل میرے ایمان میں نہیں ہوا اور اسی بارے میں اس سورت کی آیتیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قصہ کے ختم تک اتریں۔ اور روایت میں ہے کہ ”اس عورت کو اس کی اجرت کے دس درہم حضرت حاطب رضی اللہ عنہ نے دیئے تھے اور حضور ﷺ نے اس خط کے حاصل کرنے کے لیے حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کو بھیجا تھا اور جھگڑے میں یہ ملی تھی۔“ مطلب آیتوں کا یہ ہے کہ اے مسلمانو! مشرکین اور کفار کو جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ اور مومن بندوں سے لڑنے والے ہیں، جن کے دل تمہاری عداوت سے پر ہیں، تمہیں ہرگز لائق نہیں کہ ان سے دوستی اور محبت اور میل ملاپ اور اپنائیت رکھو۔ تمہیں اس کے خلاف حکم دیا گیا ہے۔ ارشاد ہے ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَىٰ أَوْلِيَاءَ﴾ ① الخ ”اے ایماندارو! یہود و نصاریٰ سے دوستی مت گانٹو وہ آپس میں ہی ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ تم میں سے جو بھی ان سے مولات و محبت کرے وہ انہی میں سے ہوگا۔“ اس میں کس قدر ڈانٹ ڈپٹ کے ساتھ ممانعت فرمائی ہے۔ اور جگہ ہے ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِينَ اتَّخَذُوا دِينَكُمْ هُزُؤًا وَلَعِبًا﴾ ② الخ ”مسلمانو! ان اہل کتاب اور کفار سے دوستیاں مت کرو جو تمہارے دین کا مذاق اڑاتے ہیں اور اسے کھیل کود سمجھ رہے ہیں۔ اگر تم میں ایمان ہے تو ذات باری سے ڈرو اور جگہ ارشاد ہے ”مسلمانو! مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں سے دوستیاں نہ کرو کیا تم چاہتے ہو کہ اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کا کھلا الزام ثابت کر لو۔“

اور جگہ فرمایا: مسلمانوں کو چاہیے کہ اپنوں کے علاوہ کافروں سے دوستانہ نہ کریں۔ جو ایسا کرے وہ اللہ کی طرف سے کسی چیز میں نہیں ہاں بطور دفع الوقتی اور بچاؤ کے ہو تو اور بات ہے اللہ تعالیٰ تمہیں اپنے آپ سے ڈرا رہا ہے۔ اسی بنا پر رسول اللہ ﷺ نے حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کا عذر قبول فرمایا کہ اپنے مال و اولاد کے بچاؤ کی خاطر یہ کام ان سے ہو گیا تھا۔

مسند احمد میں ہے کہ ہمارے سامنے رسول اللہ ﷺ نے کئی مثالیں بیان فرمائیں ایک اور تین اور پانچ اور سات اور نو اور گیارہ اور پھر ان میں سے بہ تفصیل صرف ایک بیان کی باقی سب چھوڑ دیں فرمایا ایک ضعیف مسکین قوم تھی جس پر زور آور ظالم قوم چڑھائی کر کے آگئی لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کمزوروں کی مدد کی اور انہیں اپنے دشمنوں پر غالب کر دیا۔ غالب آکر ان میں رعونت ساگنی اور انہوں نے ان پر مظالم شروع کر دیئے جس پر اللہ تعالیٰ ان سے ہمیشہ کے لیے ناراض ہو گیا۔ ③ پھر مسلمانوں کو ہوشیار کرتا ہے کہ تم ان دشمنانِ دین سے کیوں مودت و محبت رکھتے ہو؟ حالانکہ یہ تم سے بدسلوکی کرنے میں کسی موقع پر کمی نہیں کرتے۔ کیا یہ تازہ واقعہ بھی تمہارے ذہن سے ہٹ گیا کہ انہوں نے تمہیں بلکہ خود رسول اللہ ﷺ کو بھی جبراً وطن سے نکال باہر کیا۔ اور اس کی کوئی اور وجہ نہ تھی بجز اس کے کہ تمہاری توحید اور فرمان برداری رسول ان پر گراں گزرتی تھی جیسے اور جگہ ہے ﴿وَمَا نَقْمُوا مِنْهُمْ إِلَّا أَنْ يُؤْمِنُوا بِاللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَمِيدِ﴾ ④ یعنی ”مومنوں سے صرف اس بنا پر خصامت اور دشمنی ہے کہ وہ اللہ برتر و بزرگ پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور جگہ ہے یہ لوگ محض اس وجہ سے ناحق جلا وطن کئے گئے کہ وہ کہتے تھے ہمارا رب اللہ ہے۔ پھر فرماتا ہے اگر تم سچ میری راہ کے جہاد کو نکلے ہو اور میری رضامندی کے طالب ہو تو ہرگز ان کفار سے جو تمہارے اور میرے دشمن ہیں میرے دین کو اور تمہارے جان و مال کو نقصان پہنچا رہے ہیں، دوستیاں نہ پیدا کرو، بھلا کس قدر غلطی ہے کہ تم ان سے پوشیدہ طور پر دوستانہ رکھو؟ کیا یہ پوشیدگی اللہ سے =

① ۵۱: المائدة۔ ② ۵۷: المائدة۔ ③ احمد، ۴۰۷/۵ وسندہ ضعیف؛ مجمع الزوائد، ۲۳۵/۵۔

④ ۸۵: البروج: ۸۔

قَدْ كَانَتْ لَكُمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِي إِبْرَاهِيمَ وَالَّذِينَ مَعَهُ إِذْ قَالُوا الْقَوْمِ هُمُ الْبَاطِلُونَ
 بِرَأَوْا مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ
 الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَاءُ أَبَدًا حَتَّى تُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَحْدَهُ إِلَّا قَوْلَ إِبْرَاهِيمَ لِأَبِيهِ
 لَا تُسْغِرَنَّ لَكَ وَمَا أَمْلِكُ لَكَ مِنَ اللَّهِ مِنْ شَيْءٍ رَبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا
 وَإِلَيْكَ أُنَبِّئُكَ الْبَصِيرُ رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِلَّذِينَ كَفَرُوا وَاعْفِرْ لَنَا
 رَبَّنَا إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيهِمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِمَنْ
 كَانَ يَرْجُوا اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَآمَنَ بِمَا نَزَلَ مِنْ رَبِّهِ إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ

ترجمہ: مسلمانو! تمہارے لیے (حضرت) ابراہیم (علیہ السلام) میں اور ان کے ساتھیوں میں بہترین نمونہ اور اچھی پیروی ہے جب کہ ان سب نے اپنی قوم سے برلاکھ دیا کہ ہم تم سے اور جن جن کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو ان سب سے بالکل بیزار ہیں ہم تمہارے (عقائد کے) منکر ہیں جب تک تم اللہ کی وحدانیت پر ایمان نہ لاؤ ہم میں تم میں ہمیشہ کے لیے بغض و عداوت ظاہر ہو گیا لیکن ابراہیم (علیہ السلام) کی اتنی بات تو اپنے باپ سے ہوئی تھی کہ میں تمہارے لیے استغفار ضرور کروں گا اور تمہارے لیے مجھے اللہ کے سامنے کسی چیز کا اختیار کچھ بھی نہیں۔ اے ہمارے پروردگار! تجھی پر ہم نے بھروسہ کیا ہے اور تیری ہی طرف ہم رجوع کرتے ہیں اور تیری ہی طرف لوٹنا ہے۔ [۱۴۱] اللہ! تو ہمیں کافروں کا زبردست اور سخت دشمن نہ بنا اور اے ہمارے پالنے والے ہماری خطاؤں کو بخش دے بیشک تو ہی غالب حکمتوں والا ہے [۱۴۲] یقیناً تمہارے لیے ان میں نیک نمونہ اور عمدہ پیروی ہے خاص کر ہر اس شخص کے لیے جو اللہ کی اور قیامت کے دن کی ملاقات کا اعتقاد رکھتا ہو اور اگر کوئی روگردانی کرے تو اللہ تعالیٰ بالکل بے پرواہ ہے اور وہ سزاوارحمد و ثناء ہے۔ [۱۴۳]

== بھی پوشیدہ رہ سکتی ہے جو ظاہر و باطن کا جاننے والا ہے دلوں کے بھید اور نفس کے وسوسے بھی جس کے سامنے کھلے ہوئے ہیں۔ بس من لو جو بھی ان کفار سے مولات و محبت رکھے وہ سیدھی راہ سے بھٹک جائے گا تم نہیں دیکھ رہے کہ ان کافروں کا اگر بس چلے اگر انہیں کوئی موقع مل جائے نہ تو اپنے ہاتھ پاؤں سے تمہیں نقصان پہنچانے میں دریغ کریں گے نہ برا کہنے سے اپنی زبانیں روکیں گے جو ان کے امکان میں ہو گا وہ کر گزریں گے بلکہ تمام تر کوشش اس امر پر صرف کر دیں گے کہ تمہیں بھی اپنی طرح کافر بنالیں پس جب کہ ان کی اندرونی اور بیرونی دشمنی کا حال تمہیں بخوبی معلوم ہے پھر کیا اندھیر ہے؟ کہ تم اپنے دشمنوں کو دوست سمجھ رہے ہو اور اپنی راہ میں آپ کا نئے بور ہے ہو۔ غرض یہ ہے کہ مسلمانوں کو کافروں پر اعتقاد کرنے اور ان سے ایسے گہرے تعلقات رکھنے اور دلی میل رکھنے سے روکا جا رہا ہے اور وہ باتیں یاد دلائی جا رہی ہیں جو ان سے علیحدگی پر آمادہ کریں۔ تمہاری قرابتیں اور رشتہ داریاں تمہیں اللہ کے ہاں کچھ کام نہ آئیں گی۔ اگر تم اللہ کو ناراض کر کے انہیں خوش کرو اور چاہو کہ تمہیں نفع ہو یا نقصان ہٹ جائے یہ بالکل خام خیالی ہے نہ اللہ کی طرف کے نقصان کو کوئی ٹال سکے گا نہ اس کے دیئے ہوئے نفع کو کوئی روک سکے گا۔ اپنے والوں سے ان کے کفر پر جس نے موافقت کی

وہ برباد ہوا گورشتہ دار کیسا ہی ہو کچھ نفع نہیں۔ مسند احمد میں ہے کہ 'ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ! میرا باپ کہاں ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جہنم میں۔ جب وہ جانے لگا تو آپ ﷺ نے اسے بلایا اور فرمایا: سن! میرا باپ اور تیرا باپ دونوں جہنمی ہیں۔' ① یہ حدیث صحیح مسلم میں اور سنن ابوداؤد میں بھی ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام بہترین نمونہ: [آیت: ۴-۶] اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے مؤمن بندوں کو کفار سے موالات اور دوستی نہ کرنے کی ہدایت فرما کر ان کے سامنے اپنے خلیل علیہ السلام اور ان کے اصحاب کا نمونہ پیش کر رہا ہے کہ انہوں نے صاف طور پر اپنے رشتے کنبے اور قوم کے لوگوں سے بر ملا فرمایا کہ ہم تم سے اور جنہیں تم پوجتے ہو ان سے بیزار بری الذمہ اور الگ تھلگ ہیں ہم تمہارے دین اور طریقے سے متنفر ہیں جب تک تم اسی طریقے اور اسی مذہب پر ہو تم ہمیں اپنا دشمن سمجھو نا۔ ممکن ہے کہ برادری کی وجہ سے ہم تمہارے اس کفر کے باوجود تم سے بھائی چارہ اور دوستانہ تعلقات رکھیں ہاں یہ اور بات ہے کہ اللہ تمہیں ہدایت دے اور تم اللہ وحدہ لا شریک لہ پر ایمان لے آؤ اس کی توحید کو مان لو اور اسی ایک کی عبادت شروع کر دو اور جن جن کو تم نے اللہ کا شریک اور سا شریک ٹھہرا رکھا ہے اور جن جن کی پوجا پاٹ میں مشغول ہو ان سب کو ترک کر دو اپنی اس روش فکر اور طریق شرک سے ہٹ جاؤ تو پھر بیشک ہمارے بھائی ہو ہمارے عزیز ہو ورنہ ہم میں تم میں کوئی اتحاد و اتفاق نہیں ہم تم سے اور تم سے علیحدہ ہو۔ ہاں یہ یاد رہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے والد سے جو استغفار کا وعدہ کیا تھا اور پھر اسے پورا کیا اس میں ان کی اقتدا انہیں اس لیے کہ یہ استغفار اس وقت تک رہا جس وقت تک کہ اپنے والد کا اللہ کا دشمن ہوتا ان پر وضاحت کے ساتھ ظاہر نہ ہوا تھا۔ جب انہیں یقینی طور پر اس کی اللہ سے دشمنی کھل گئی تو اس سے صاف بیزار ہو کر دی۔ بعض مؤمن اپنے مشرک ماں باپ کے لیے عطا استغفار کرتے تھے اور سند میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنے والد کے لیے دعا مانگنا پیش کرتے تھے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے اپنا فرمان ﴿مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ﴾ ② پوری دو آیتوں تک نازل فرمایا اور یہاں بھی اسوۂ ابراہیمی میں سے اس کا استنسا کر لیا کہ اس بات میں ان کی پیروی تمہارے لیے ممنوع ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس استغفار کی تفصیل بھی کر دی اور اس کا خاص سبب اور خاص وقت بھی بیان فرما دیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما مجاہد قتادہ مقاتل بن حیان اور ضحاک رحمہم اللہ وغیرہ نے بھی یہی مطلب بیان کیا ہے۔ ③

پھر ارشاد ہوتا ہے کہ قوم سے براءت کر کے اب دامن الہی میں چھپتے ہیں اور جناب باری میں عاجزی اور انکساری سے عرض کرتے ہیں کہ باری تعالیٰ تمام کاموں میں ہمارا بھروسہ اور اعتماد تیری ہی پاک ذات پر ہے ہم اپنے تمام کام تجھے سونپتے ہیں۔ تیری طرف رجوع و رغبت کرتے ہیں اور آخرت میں بھی ہمیں تیری ہی جانب لوٹنا ہے۔ پھر کہتے ہیں: اے اللہ! تم ہمیں کافروں کے لیے فتنہ نہ بنا، یعنی ایسا نہ ہو کہ یہ ہم پر غالب آ کر ہمیں مصیبت میں مبتلا کر دیں۔ اسی طرح یہ بھی نہ ہو کہ تیری طرف سے ہم پر کوئی عتاب و عذاب نازل ہو اور وہ ان کے اور بھیکے کا سبب بنے کہ اگر یہ حق پر ہوتے تو اللہ انہیں عذاب کیوں کرتا؟ اگر یہ کسی میدان میں جیت گئے تو بھی ان کے لیے یہ فتنہ کا سبب ہوگا کہ ہم اس لیے غالب آئے کہ ہم ہی حق پر ہیں۔ اسی طرح اگر یہ ہم پر و آ گئے تو ایسا نہ ہو کہ ہمیں تکلیفیں پہنچا پہنچا کر تیرے دین سے برگشتہ کر دیں۔ پھر یہ دعا مانگتے ہیں کہ اے اللہ! ہمارے گناہوں کو کبھی بخش دے ہماری پردہ پوشی کر اور ہمیں معاف فرما تو عزیز ہے تیری جناب میں پناہ لینے والا نامر انہیں پھرتا تیرے در کو کھڑکائے والا خالی ہاتھ نہیں جاتا تو اپنی شریعت کے تقرر میں اپنے اقوال و افعال میں اور قضا و قدر کے مقدر کرنے میں حکمت والا ہے تیرا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں۔ =

① صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان ان من مات علی الکفر فہو فی النار، ۲۰۳، ابو داؤد، ۴۷۱۸، احمد، ۲۶۸/۳؛

ابن حبان، ۵۷۸۔ ② ۹/ التوبة: ۱۱۳۔ ③ الطبری، ۴۱۸/۲۳۔

عَسَىٰ اللَّهُ أَنْ يَجْعَلَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ الَّذِينَ عَادَيْتُمْ مِنْهُمْ مَوْدَّةً ۖ وَاللَّهُ قَدِيرٌ ۖ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝ لَا يَنْهَكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ لَمْ يُقَاتِلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَلَمْ يُخْرِجُوكُمْ مِنْ دِيَارِكُمْ أَنْ تَبَرُّوهُمْ وَتُقْسِطُوا إِلَيْهِمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ ۝ إِنَّمَا يَنْهَكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ قَاتَلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَأَخْرَجُوكُمْ مِنْ دِيَارِكُمْ وَظَهَرُوا عَلَىٰ إِخْرَاجِكُمْ أَنْ تَوَلَّوْهُمْ ۚ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ۝

ترجمہ: کیا عجب کہ غفریب ہی اللہ تعالیٰ تم میں اور تمہارے دشمنوں میں محبت پیدا کر دے اللہ کسب قدرتیں ہیں۔ اللہ بڑا غفور و رحیم ہے۔ [۷۷] جن لوگوں نے تم سے مذہبی لڑائی نہیں لڑی اور تمہیں حلا وطن نہیں کیا ان کے ساتھ سلوک و احسان کرنے اور منصفانہ بھلے برتاؤ کرنے سے اللہ تعالیٰ تمہیں نہیں روکتا بلکہ اللہ تعالیٰ تو انصاف کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔ [۷۸] اللہ تعالیٰ تمہیں صرف ان لوگوں کی محبت سے روکتا ہے جو تم سے مذہبی لڑائیاں لڑیں اور تمہیں دلس نکالے دیں اور دیس نکالا دینے والوں کی مدد کریں جو لوگ ایسے کفار سے محبت کریں وہ قطعاً ظالم اور بے انصاف ہیں۔ [۷۹]

= پھر بطور تاکید کے وہی پہلی بات دوہرائی جاتی ہے کہ ان میں تمہارے لیے نیک نمونہ ہے جو بھی اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے آنے کی حقانیت پر ایمان رکھتا ہو اسے ان کے اقتدا میں آگے بڑھ کر قدم رکھنا چاہیے اور جو احکام الہی سے روگردانی کرے وہ جان لے کہ اللہ اس سے بے پروا ہے وہ سزاوار حمد و ثناء ہے مخلوق اس خالق کی تعریف میں مشغول ہے۔ جیسے اور جگہ ہے ﴿إِنْ تَكْفُرُوا أَنتُمْ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا فَإِنَّ اللَّهَ لَغَفِيرٌ حَمِيدٌ﴾ ① اگر تم اور تمام روئے زمین کے لوگ کفر پر اور اللہ کے نہ ماننے پر اتر آئیں تو اللہ تعالیٰ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ اللہ تعالیٰ سب سے غنی سب سے بے نیاز اور سب سے بے پروا ہے اور وہ تعریف کیا گیا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں غنی اسے کہا جاتا ہے جو اپنی غنا میں کامل ہو۔ اللہ تعالیٰ ہی کی یہ صفت ہے کہ وہ ہر طرح بے نیاز اور بالکل بے پروا ہے۔ کسی اور کی ذات ایسی نہیں اس کا کوئی ہمسر نہیں اس کے مثل کوئی اور نہیں۔ وہ پاک ہے اکیلا ہے سب پر حاکم سب پر غالب سب کا بادشاہ ہے حمید ہے یعنی مخلوق اسے سراہ رہی ہے۔ اپنے جمیع اقوال میں تمام افعال میں وہ ستائشوں اور تعریفوں والا ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اس کے سوا کوئی پالنے والا نہیں رب وہی ہے معبود وہی ہے۔

ہدایت اللہ کے ہاتھ میں ہے: [آیت: ۷۷-۷۹] کافروں سے محبت رکھنے کی ممانعت اور ان کے بغض و عداوت رکھنے کے بیان کے بعد اب ارشاد ہوتا ہے کہ ایسا ممکن ہے کہ ابھی ابھی اللہ تعالیٰ تم میں اور ان میں میل ملاپ کر دے بغض، نفرت اور فرقت کے بعد محبت مودت اور الفت پیدا کر دے کوئی چیز ہے جس پر اللہ قادر نہ ہو۔ وہ متباہن اور مختلف چیزوں کو جمع کر سکتا ہے عداوت و قسوات کے بعد دلوں میں الفت و محبت پیدا کر دینا اس کے ہاتھ ہے۔ جیسے اور جگہ انصار پر اپنی نعمت بیان فرماتے ہوئے ارشاد ہوتا ہے ﴿وَإِذْ كُنْتُمْ

نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ ﴿۱﴾ الخ تم پر جو اللہ کی نعمت ہے اسے یاد کرو کہ تمہاری دلی عداوت کو اس نے الفت قلبی سے بدل دیا اور تم ایسے ہو گئے جیسے ماں جائے بھائی ہوں۔ تم آگ کے کنارے پہنچ چکے تھے، لیکن اس نے تمہیں وہاں سے بچالیا۔ آنحضرت ﷺ نے انصاریوں سے فرمایا: کیا میں نے تمہیں گمراہی کی حالت میں نہیں پایا تھا؟ پھر اللہ تعالیٰ نے میری وجہ سے تمہیں ہدایت دی اور تم متفرق تھے، میری وجہ سے اللہ تعالیٰ نے تمہیں جمع کر دیا۔ ﴿۲﴾ قرآن کریم میں ہے ﴿هُوَ الَّذِي ابْدَعَكُمْ بَنَصْرِهِ﴾ ﴿۳﴾ الخ اللہ تعالیٰ نے اپنی مدد سے مومنوں کو ساتھ کر کے اے نبی! تیری مدد کی اور ایمانداروں میں آپس میں وہ محبت اور یک جہتی پیدا کر دی کہ اگر گروے زمین کی دولت خرچ کر کے تو وہ یگانگت پیدا کرنی چاہتا تو نہ کر سکتا تھا۔ یہ الفت منجانب اللہ تھی جو عزیز و حکیم ہے۔ ایک حدیث میں ہے ”دوستوں کی دوستی کے وقت بھی اس بات کو پیش نظر رکھو کہ کیا عجب اس سے کسی وقت دشمنی ہو جائے اور دشمنی میں بھی حد سے تجاوز نہ کرو کیا خبر کب دوستی ہو جائے۔“ ﴿۴﴾

عرب شاعر کہتا ہے۔

وَقَدْ يَجْمَعُ اللَّهُ الشَّيْبَيْنِ بَعْدَ مَا
يَطْلُبَانِ كُلُّ الظَّنِّ أَنْ لَا تَلْقَا

یعنی ”ایسے دو دشمنوں میں بھی جو ایک سے ایک جدا ہوں اور اس طرح کہ دل میں گرہ دے لی ہو کہ ابد الابد تک اب کبھی نہ ملیں گے۔ اللہ تعالیٰ اتفاق و اتحاد پیدا کر دیتا ہے اور اس طرح ایک ہو جاتے ہیں کہ گویا کبھی دو نہ تھے۔“ اللہ تعالیٰ غفور و رحیم ہے، کافر جب توبہ کریں اللہ قبول فرمالے گا جب وہ اس کی طرف جھکیں وہ انہیں اپنے سائے میں لے لیگا۔

کوئی سا گناہ ہو اور کوئی سا گنہگار ہو، ادھر وہ مالک کی طرف جھکا ادھر اس کی رحمت کی آغوش کھلی۔ حضرت مقاتل بن حیان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ”یہ آیت ابوسفیان صحر بن حرب رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے ان کی صاحبزادی صاحبہ سے رسول اللہ ﷺ نے نکاح کر لیا تھا اور یہی مناکحت محبت کا سبب بن گئی۔“ لیکن یہ قول کچھ جی کو نہیں لگتا، اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ کا یہ نکاح فتح مکہ سے پہلے ہوا تھا اور حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کا اسلام بالاتفاق فتح مکہ کی رات کا ہے۔ بلکہ اس سے اچھی توجیہ تو وہ ہے جو ابن ابی حاتم میں مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوسفیان صحر بن حرب رضی اللہ عنہ کو کسی باغ کے پھلوں کا عامل بنا رکھا تھا۔ حضور ﷺ کے انتقال کے بعد یہ آ رہے تھے کہ راستہ میں ذوالحجاء مرتدل گیا۔ آپ نے اس سے جنگ کی اور باقاعدہ لڑے، پس مرتدین سے پہلے پہل لڑائی لڑنے والے مجاہد فی الدین آپ ہیں۔ حضرت ابن شہاب کا قول ہے کہ انہی کے بارے میں یہ آیت ﴿عَسَى اللَّهُ﴾ الخ اتری ہے۔

صحیح مسلم کی حدیث میں ہے کہ ”حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کرنے کے بعد حضور ﷺ سے کہا کہ یا رسول اللہ! میری تین درخواستیں ہیں۔ اگر اجازت ہو تو عرض کروں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کہو! تو کہا: اول تو یہ کہ مجھے اجازت دیجئے کہ جس طرح اپنے کفر کے زمانے میں مسلمانوں سے مسلسل جنگ کرتا رہا اب اسلام کے زمانے میں کافروں سے برابر لڑائی جاری رکھوں۔ آپ ﷺ نے اسے منظور فرمایا۔ پھر کہا میرے لڑکے معاویہ کو اپنا منشی بنا لیجئے۔ آپ ﷺ نے اسے بھی منظور فرمایا (اس پر جو کلام ہے وہ پہلے گزر چکا) اور میری بہترین عرب بچی ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کو آپ ﷺ اپنی زوجیت میں قبول فرمائیں۔ آپ ﷺ نے یہ =

① ۳/ آل عمران: ۱۰۳۔ ② صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب غزوة الطائف، ۴۳۳۰؛ صحیح مسلم، ۱۰۶۱۔

③ ۸/ الانفال: ۶۲۔ ④ ترمذی، کتاب البر والصلة، باب ما جاء في الاقتصاد في الحب والبغض، ۱۹۹۷ وسندہ حسن۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا جَاءَكُمُ الْمُؤْمِنَاتُ مُهَجِرَاتٍ فَامْتَحِنُوهُنَّ ۖ اللَّهُ أَعْلَمُ
بِأَيِّمَانِهِنَّ ۚ فَإِنْ عَلِمْتُمُوهُنَّ مُؤْمِنَاتٍ فَلَا تَرْجِعُوهُنَّ إِلَى الْكُفَّارِ ۚ لَا هُنَّ
حِلٌّ لَهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّونَ لَهُنَّ ۖ وَاتَّوهُمُ مَا أَنْفَقُوا ۖ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ أَنْ
تَنْكِحُوهُنَّ إِذَا آتَيْتُمُوهُنَّ أَجُورَهُنَّ ۖ وَلَا تَبْسِكُوا بِعَصَمِ الْكُوفَرِ ۚ وَاسْأَلُوا مَا
أَنْفَقْتُمْ وَلْيَسْأَلُوا مَا أَنْفَقُوا ۖ ذَلِكُمْ حُكْمُ اللَّهِ ۖ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ ۖ وَاللَّهُ عَلِيمٌ
حَكِيمٌ ۝ وَإِنْ فَاتَكُمْ شَيْءٌ مِّنْ أَزْوَاجِكُمْ إِلَى الْكُفَّارِ فَعاقِبْتُمْ فَاتُوا الَّذِينَ
ذَهَبَتْ أَزْوَاجُهُمْ مِّثْلَ مَا أَنْفَقُوا ۖ وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي أَنْتُمْ بِهِ مُؤْمِنُونَ ۝

ترجمہ: اے ایمان والو! جب تمہارے پاس مسلمان عورتیں ہجرت کر کے آئیں تو تم ان کا امتحان لے لیا کرو دراصل ان کے ایمان کو بخوبی جاننے والا تو اللہ ہی ہے، لیکن اگر وہ تمہیں ایماندار معلوم ہوں تو اب تم انہیں کافروں کی طرف واپس نہ کر دینا ان کے لیے حلال نہیں اور نہ وہ ان کے لیے حلال ہیں۔ جو خرچ ان کافروں کا ہوا ہو وہ انہیں ادا کر دو ان عورتوں کو ان کے مہر دے کر ان سے نکاح کر لینے میں تم پر کوئی گناہ نہیں۔ اور کافروں کی ناموس اپنے قبضہ میں نہ رکھو اور جو کچھ تم نے خرچ کیا ہو مانگ لو اور جو کچھ ان کافروں نے خرچ کیا ہو وہ بھی مانگ لیں یہ اللہ کا فیصلہ ہے جو وہ تمہارے درمیان کر رہا ہے اللہ تعالیٰ بڑے علم اور کامل حکمت والا ہے۔ [۱] اور اگر تمہاری کوئی بیوی تمہارے ہاتھ سے نکل جائے اور کافروں کے پاس چلی جائے پھر تمہیں اس کے بدلے کا وقت مل جائے تو جن کی بیویاں چلی گئی ہیں انہیں ان کے اخراجات کے برابر ادا کر دو اور اس اللہ سے ڈرتے رہو جس پر تم ایمان رکھتے ہو۔ [۲]

= بھی قبول فرمایا۔“ ① (اس پر بھی کلام پہلے گزر چکا ہے) پھر ارشاد ہوتا ہے کہ جن کفار نے تم سے مذہبی لڑائی نہیں کی نہ تمہیں جلاوطن کیا جیسے عورتیں اور کمزور لوگ وغیرہ ان کے ساتھ سلوک و احسان اور عدل و انصاف کرنے سے اللہ تبارک و تعالیٰ تمہیں نہیں روکتا بلکہ وہ تو ایسے بالانصاف لوگوں سے محبت رکھتا ہے۔ بخاری و مسلم میں ہے کہ ”حضرت اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہا کے پاس ان کی مشرکہ ماں آئیں۔ یہ اس زمانے کا ذکر ہے جس میں آنحضرت ﷺ اور مشرکین مکہ کے درمیان صلح نامہ ہو چکا تھا“ تو حضرت اسماء رضی اللہ عنہا خدمت نبوی میں حاضر ہو کر مسئلہ پوچھتی ہیں کہ میری ماں آئی ہوئی ہیں اور اب تک وہ اس دین سے الگ ہیں۔ کیا مجھے جائز ہے کہ میں ان کے ساتھ سلوک کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں جاؤ ان سے صلح کر دو۔“ ② مندرک اس روایت میں ہے کہ ان کا نام قبیلہ تھا۔ یہ مکہ سے گواہ اور پنیور گھی بطور تحفے کے لے کر آئی تھیں۔ لیکن حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے اپنی مشرکہ ماں کو نہ تو اپنے گھر میں آنے دیا نہ یہ تحفہ ہدیہ قبول کیا۔ پھر حضور ﷺ سے دریافت کیا اور آپ ﷺ کی اجازت پر ہدیہ بھی لیا اور اپنے ہاں ٹھہرایا۔

① صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل ابی سفیان صخر بن حرب رضی اللہ عنہ، ۲۵۰۱۔

② صحیح بخاری، کتاب الأدب، باب صلة المرأة امہا ولہا زوج، ۵۹۷۹؛ صحیح مسلم، ۱۰۰۳؛ ابو داود، ۱۶۶۸؛

مسند الطیالسی، ۱۶۴۳؛ احمد، ۶/۳۴۷؛ ابن حبان، ۴۵۲۔

بھی۔ ① بزار کی حدیث میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا نام بھی ہے لیکن یہ ٹھیک نہیں اس لیے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی والدہ کا نام ام رومان رضی اللہ عنہا تھا اور وہ اسلام لا چکی تھیں اور ہجرت کر کے مدینہ میں تشریف لائی تھیں ہاں حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کی والدہ ام رومان نہ تھیں چنانچہ ان کا نام قتیلہ اوپر کی حدیث میں مذکور ہے۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

﴿مَقْسُطِينَ﴾ کی تفسیر سورہ حجرات میں گزر چکی ہے جنہیں اللہ تعالیٰ پسند فرماتا ہے۔ حدیث میں ہے ”مقسطین“ وہ لوگ ہیں جو عدل کے ساتھ حکم کرتے ہیں۔ گواہوں و عیال کا معاملہ ہو یا زیر دستوں کا یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے عرش کے دائیں جانب نور کے منبر پر ہوں گے۔ ② پھر فرماتا ہے کہ اللہ کی ممانعت تو ان لوگوں کی دوستی سے ہے جو تمہاری عداوت سے تمہارے مقابل نکل کھڑے ہوئے۔ تم سے صرف تمہارے مذہب کی وجہ سے لڑے جھگڑے تمہیں تمہارے شہروں سے نکال دیا۔ تمہارے دشمنوں کی مدد کی پھر مشرکین سے اتحاد و اتفاق دوستی و بیعتی رکھنے والوں کو دھمکا تا اور اس کا گناہ بتلاتا ہے کہ ایسا کرنے والے ظالم گنہگار ہیں اور جگہ فرمایا یہودیوں نصرانیوں سے دوستی کرنے والا ہمارے نزدیک انہی جیسا ہے۔

مہاجر عورتوں کا امتحان: [آیت: ۱۰-۱۱] سورہ فتح کی تفسیر میں صلح حدیبیہ کا واقعہ مفصل بیان ہو چکا ہے۔ اس صلح کے موقع پر رسول اللہ ﷺ اور کفار قریش کے درمیان جو شرائط طے ہوئی تھیں ان میں ایک یہ بھی تھی کہ جو کافر مسلمان ہو کر حضور ﷺ کے پاس چلا جائے آپ ﷺ اسے اہل مکہ کو واپس کر دیں، لیکن قرآن کریم نے ان میں سے عورتوں کو مستثنیٰ کر دیا کہ جو عورت ایمان قبول کر کے آئے اور فی الواقع ہو بھی وہ سچی ایمان دار تو مسلمان اسے کافروں کو واپس نہ دیں۔ حدیث کی تخصیص قرآن کریم سے ہونے کی یہ ایک بہترین مثال ہے اور بعض سلف کے نزدیک یہ آیت اس حدیث کی ناخ ہے۔ اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا بنت عقبہ بن ابوعبید مسلمان ہو کر ہجرت کر کے مدینہ چلی آئیں۔ ان کے دونوں بھائی عمارہ اور ولید ان کو واپس لینے کے لیے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ ﷺ سے کہا سنا۔ پس یہ آیت امتحان نازل ہوئی اور مؤمنہ عورتوں کو واپس لوٹانے سے ممانعت کر دی گئی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال ہوتا ہے کہ ”حضور ﷺ ان عورتوں کا امتحان کس طرح لیتے تھے؟ فرمایا اس طرح کہ اللہ کی قسم کھا کر چچ کہے کہ وہ اپنے خاوند کی ناچاقی کی وجہ سے نہیں چلی آئی صرف آپ وہو اور زمین کی تبدیلی کرنے کے لیے بطور سیر و سیاحت نہیں آئی کسی دنیا طلبی کے لیے نہیں آئی بلکہ صرف اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول ﷺ کی محبت میں اسلام کی خاطر ترک وطن کیا اور کوئی غرض نہیں۔ قسم دے کر ان سوالات کا کرنا اور خوب آزمایا یہ کام حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے سپرد تھا“ اور روایت میں ہے کہ امتحان اس طرح ہوتا تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے معبود برحق اور لاشریک ہونے کی گواہی دیں اور آنحضرت ﷺ کے اللہ کے بندے اور اس کے بھیجے ہوئے رسول ہونے کی شہادت دیں۔ اگر آزمائش میں کسی غرض دنیوی کا پتہ چل جاتا تو انہیں واپس لوٹانے کا حکم تھا۔ مثلاً یہ معلوم ہو جائے کہ میاں بیوی کی ان بن کی وجہ سے یا کسی اور شخص کی محبت میں چلی آئی ہے وغیرہ۔ ③ اس آیت کے اس جملہ سے کہ اگر تمہیں معلوم ہو جائے کہ یہ باایمان عورت ہے تو اسے کافروں کی طرف مت لوٹاؤ ثابت ہوتا ہے کہ ایمان پر بھی یقینی طور پر مطلع ہو جانا ممکن امر ہے۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ مسلمان عورتیں کافروں پر اور کافر مرد مسلمان عورتوں کے لیے حلال نہیں۔ اس آیت نے اس رشتے کو حرام کر دیا اور نہ اس سے پہلے مؤمنہ عورتوں کا نکاح کافر مردوں سے جائز تھا جیسے کہ نبی ﷺ کی

① احمد، ۴/۴ وسندہ ضعیف؛ حاکم، ۲/۴۸۵؛ مجمع الزوائد، ۷/۱۲۳ اس کی سند میں مصعب بن ثابت لین الحدیث راوی ہے (التقریب ۲/۲۵۱؛ رقم: ۱۱۵۰) ② صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، باب فضیلة الامیر العادل، ۱۸۲۷؛ احمد، ۲/۱۵۹؛ ابن حبان، ۴۴۸۵۔ ③ الطبری، ۲۳/۳۲۶۔

صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح ابوالعاس بن ربیع سے ہوا تھا حالانکہ یہ اس وقت کافر تھے اور بنت رسول مسلمہ تھیں۔ بدر کی لڑائی میں یہ بھی کافروں کے ساتھ تھے اور جو کافر زندہ پکڑے گئے ان میں یہ بھی گرفتار ہو کر آئے تھے۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے اپنی والدہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا ہاران کے فدیے میں بھیجا تھا کہ یہ آزاد ہو کر آ جائیں جسے دیکھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بڑی رقت طاری ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں سے فرمایا اگر میری بیٹی کے قیدی کو چھوڑ دینا تم پسند کرتے ہو تو اسے رہا کر دو۔ مسلمانوں نے بہ خوشی بغیر فدیہ کے انہیں چھوڑ دینا منظور کیا چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں آزاد کر دیا اور فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی کو آپ کے پاس مدینہ میں بھیج دیں۔ انہوں نے اسے بھی منظور کر لیا اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھیج دیا۔ ① یہ واقعہ ۲ ہجری کا ہے۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے مدینہ میں ہی اقامت فرمائی اور یونہی بیٹھی رہیں یہاں تک کہ ۸ ہجری میں ان کے خاوند حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے توفیق اسلام دی اور وہ مسلمان ہو گئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر اسی اگلے نکاح پر بغیر نئے مہر کے اپنی صاحبزادی کو ان کے پاس رخصت کر دیا۔ اور روایت میں ہے کہ دو سال کے بعد حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ مسلمان ہو گئے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی پہلے نکاح پر حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو لوٹا دیا تھا۔ ② یہی صحیح ہے اس لیے کہ مسلمان عورتوں کے مشرک مردوں پر حرام ہونے کے دو سال بعد یہ مسلمان ہو گئے تھے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ ان کے اسلام کے بعد نئے سرے سے نکاح ہوا اور نیا مہر بندھا۔

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت یزید رحمہ اللہ نے فرمایا ہے پہلی روایت کے راوی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ہیں اور وہ روایت از روئے اسناد کے بہت اعلیٰ ہے اور دوسری روایات کے راوی حضرت عمرو بن شعیب ہیں اور عمل اسی پر ہے۔ لیکن یہ یاد رہے کہ عمرو بن شعیب والی روایت کے ایک راوی حجاج ابن ارطاة کو حضرت امام احمد وغیرہ ضعیف بتلاتے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما والی حدیث کا جواب جمہور یہ دیتے ہیں کہ یہ شخصی واقعہ ہے۔ ممکن ہے ان کی عدت ختم ہی نہ ہوئی ہو۔ اکثر حضرات کا مذہب یہ ہے کہ اس صورت میں جب عورت نے عدت کے دن پورے کر لیے اور اب تک اس کا کافر خاوند مسلمان نہیں ہوا تو وہ نکاح فسخ ہو جاتا ہے۔ ہاں بعض حضرات کا مذہب یہ بھی ہے کہ عدت پوری کر لینے کے بعد عورت کو اختیار ہے اگر چاہے اپنے اس نکاح کو باقی رکھے، اگر چاہے فسخ کر کے دوسرا نکاح کر لے۔ اور اسی پر ابن عباس رضی اللہ عنہما والی روایت کو محمول کرتے ہیں۔ پھر حکم ہوتا ہے کہ ان مہاجر عورتوں کے کافر خاوندوں کو ان کے خرچ اخراجات جو ہوئے ہیں وہ ادا کر دو جیسے کہ مہر۔ پھر فرمان ہے کہ اب انہیں ان کے مہر دے کر ان سے نکاح کر لینے میں تم پر کوئی حرج نہیں۔ عدت کا گزر جانا ولی کا مقرر کر لینا وغیرہ جو امور نکاح میں ضروری ہیں ان شرائط کو پورا کر کے ان مہاجر عورتوں سے جو مسلمان نکاح کرنا چاہے کر سکتا ہے۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ تم پر بھی اے مسلمانو! ان عورتوں کا اپنے نکاح میں باقی رکھنا حرام ہے جو کافرہ ہیں۔ اسی طرح کافرہ عورتوں سے نکاح کرنا بھی حرام ہے۔ اس حکم کے نازل ہوتے ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی دو کافر بیویوں کو فوراً طلاق دیدی جن میں سے ایک نے تو معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ سے نکاح کر لیا اور دوسری نے صفوان بن امیہ رضی اللہ عنہ سے۔ ③ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کافروں سے صلح کی اور ابھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم حدیبیہ کے نیچے کے حصے میں ہی تھے جو یہ =

① ابو داود، کتاب الجہاد، باب فی فداء الامیر بالمال: ۲۶۹۲ وهو حسن۔

② ابو داود، کتاب الطلاق، باب الی متی ترد علیہ امراتہ اذا اسلم بعدھا، ۲۲۴۰ وسندہ ضعیف، داود بن حصین کی عمر مہر سے روایت منکر ہوئی ہے کما قال ابن المدینی۔ ترمذی، ۱۱۴۳، ابن ماجہ، ۲۰۰۹۔ ③ صحیح بخاری، کتاب الشروط، باب الشروط فی الجہاد والمصالحة مع اهل الحرب، ۲۷۳۱، ۲۷۳۲، ابو داود، ۲۷۶۵، احمد، ۳۲۸/۴۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ يَبَايَعُكَ عَلَى أَنْ لَا يُشْرِكْنَ بِاللَّهِ شَيْئًا وَلَا
يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِينَ وَلَا يَقْتُلْنَ أَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَأْتِينَ بِبُهْتَانٍ يَفْتَرِينَهُ بَيْنَ
أَيْدِيهِنَّ وَأَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِيَنَّ فِي مَعْرُوفٍ فَبَايَعَهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ
اللَّهُ ۖ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿٣٨﴾

ترجمہ: اے پیغمبر! جب مسلمان عورتیں تجھ سے ان باتوں پر بیعت کرنے کو آئیں کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں گی، چوری نہ کریں گی، زنا کاری نہ کریں گی، اپنی اولادوں کو نہ مار ڈالیں گی اور کوئی ایسا بہتان نہ باندھیں گی جو خود اپنے ہاتھوں بیروں کے سامنے گھڑ لیں اور کسی امر شرعی میں تیری بے حکمی نہ کریں گی تو تو ان سے بیعت کر لیا کر اور ان کے لیے اللہ سے بخشش طلب کر۔ بیشک اللہ تعالیٰ بخشش اور معافی کرنے والا ہے۔ ﴿۳۸﴾

= آیت نازل ہوئی اور مسلمانوں سے کہہ دیا گیا کہ جو عورت مہاجرہ آئے اس کا باایمان ہونا اور خلوص نیت سے ہجرت کرنا بھی معلوم ہو جائے تو اس کے کافر خاندنوں کو ان کے دیئے ہوئے مہر واپس کر دو۔ اسی طرح کافروں کو بھی یہ حکم سنا دیا گیا۔ ① اس حکم کی وجہ وہ عہد نامہ تھا جو ابھی ابھی مرتب ہوا تھا۔ حضرت الفاروق رضی اللہ عنہ نے اپنی جن دو کافرہ بیویوں کو طلاق دی ان میں سے پہلی کا نام قریبہ تھا۔ یہ ابوامیہ بن مغیرہ کی لڑکی تھی اور دوسری کا نام ام کلثوم تھا جو عمر بن جریول خزاعی کی لڑکی تھی۔ حضرت عبید اللہ رضی اللہ عنہ کی والدہ یہ ہی تھی۔ اس سے ابوجہم بن حذیفہ بن غانم خزاعی نے نکاح کر لیا یہ بھی مشرک تھا۔ اسی طرح اس حکم کے ماتحت حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ نے اپنی کافرہ بیوی اروئی بنت ربیعہ ابن حارث بن عبدالمطلب کو طلاق دے دی۔ اس سے خالد ابن سعید بن عاص نے نکاح کر لیا۔

پھر ارشاد ہوتا ہے تمہاری بیویوں پر جو تم نے خرچ کیا ہے اسے کافروں سے لے لو جبکہ وہ ان میں چلی جائیں اور کافروں کی عورتیں جو مسلمان ہو کر تم میں آ جائیں انہیں تم ان کا کیا ہوا خرچ دیدو۔ صلح کے بارے میں اور عورتوں کے بارے میں ربانی فیصلہ بیان ہو چکا جو اس نے اپنی مخلوق میں کر دیا۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی تمام تر مصلحتوں سے باخبر ہے اور اس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔ اس لیے کہ علی الاطلاق حکیم وہی ہے۔ اس کے بعد کی آیت ﴿وَأَنْفِقُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ﴾ الخ کا مطلب حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ یہ بیان فرماتے ہیں کہ جن کفار سے تمہارا عہد و پیمان صلح و صفائی نہیں اگر کوئی عورت کسی مسلمان کے گھر سے جا کر ان میں جا ملے تو ظاہر ہے کہ وہ اس کے خاندن کا کیا ہوا خرچ نہیں دیں گے تو اس کے بدلے تمہیں بھی اجازت دی جاتی ہے کہ اگر ان میں سے کوئی عورت مسلمان ہو کر تم میں چلی آئے تو تم بھی اس کے خاندن کو کچھ نہ دو جب تک کہ وہ نہ دیں۔ ② حضرت زہری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مسلمانوں نے تو اللہ کے اس حکم کی تعمیل کی اور کافروں کی جو عورتیں مسلمان ہو کر ہجرت کر کے آئیں ان کے لیے ہوئے مہر ان کے خاندن کو واپس کئے لیکن مشرکوں نے اس حکم کے ماننے سے انکار کر دیا۔ اس پر یہ آیت اتری اور مسلمانوں کو اجازت دی گئی کہ اگر تم میں سے کوئی عورت ان کے ہاں چلی گئی ہے اور انہوں نے تمہاری خرچ کی ہوئی رقم ادا نہیں کی تو جب ان میں سے کوئی عورت تمہارے ہاں آ جائے تو تم اپنا وہ خرچ نکال کر باقی اگر کچھ بچے تو دیدو ورنہ معاملہ ختم ہوا۔ ③ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس کا یہ مطلب مروی ہے کہ اس میں رسول

اللہ ﷺ کو یہ حکم دیا جاتا ہے کہ جو مسلمان عورت کافروں میں جا ملے اور کافر اس کے خاوند کو اس کا کیا ہوا خرچ ادا نہ کریں تو مال غنیمت میں سے آپ ﷺ اس مسلمان کو بقتلہ اس کے خرچ کے دیدیں۔ پس ﴿فَعَاقِبْتُمْ﴾ کے معنی یہ ہوئے کہ پھر تمہیں قریش یا کسی اور جماعت کفار سے مال غنیمت ہاتھ لگے تو ان مردوں کو جن کی عورتیں کافروں میں چلی گئی ہیں ان کا کیا ہوا خرچ ادا کر دو یعنی مہر مثل۔ ان اقوال میں کوئی تضاد اور خلاف نہیں۔ مطلب یہ ہے کہ پہلی صورت اگر ممکن ہو تو وہ سہی ورنہ مال غنیمت میں سے اسے اس کا حق دیدیا جائے دونوں باتوں میں اختیار ہے اور حکم میں وسعت ہے۔ حضرت امام ابن جریر رحمہ اللہ اس تطبیق کو پسند فرماتے ہیں ﴿فَالْحَمْدُ لِلَّهِ﴾۔ [آیت: ۱۲] صحیح بخاری میں ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ہے ”جو مسلمان عورتیں آنحضرت ﷺ کے پاس ہجرت کر کے آتی تھیں ان کا امتحان اسی آیت سے ہوتا تھا۔ جو عورت ان تمام باتوں کا اقرار کر لیتی اسے حضور ﷺ زبانی فرمادیتے کہ میں نے تم سے بیعت کی، یہ نہیں کہ آپ ﷺ ان کے ہاتھ سے ہاتھ ملا تے ہوں، قسم اللہ کی آپ ﷺ نے کبھی بیعت کرتے ہوئے کسی عورت کے ہاتھ کو ہاتھ نہیں لگایا، صرف زبانی فرمادیتے کہ ان باتوں پر میں نے تیری بیعت لی۔“ ①

عورتوں سے بیعت کا بیان: ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، مسند احمد وغیرہ میں ہے کہ حضرت امیمہ بنت رقیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ”کئی ایک عورتوں کے ساتھ میں بھی آنحضرت ﷺ سے بیعت کرنے کے لیے حاضر ہوئی تو قرآن کی اس آیت کے مطابق آپ ﷺ نے ہم سے عہد و پیمان لیا۔ اور ”ہم بھلی باتوں میں حضور ﷺ کی نافرمانی نہ کریں گی“ کے اقرار کے وقت فرمایا یہ بھی کہ لو کہ جہاں تک تمہاری طاقت ہے۔ ہم نے کہا اللہ کو اور اس کے رسول ﷺ کو ہمارا خیال ہم سے بہت زیادہ ہے اور ان کی مہربانی بھی ہم پر خود ہماری مہربانی سے بڑھ چڑھ کر ہے۔ پھر ہم نے کہا حضور آپ ﷺ ہم سے مصافحہ نہیں کرتے؟ فرمایا نہیں میں غیر عورتوں سے مصافحہ نہیں کیا کرتا میرا ایک عورت سے کہہ دینا جو عورتوں کی بیعت کے لیے کافی ہے، بس بیعت ہو چکی۔“ ② امام ترمذی رحمہ اللہ اس حدیث کو حسن صحیح کہتے ہیں۔ مسند احمد میں اتنی زیادتی اور بھی ہے کہ ہم میں سے کسی عورت کے ساتھ حضور ﷺ نے مصافحہ نہیں کیا۔ یہ حضرت امیمہ حضرت خدیجہ کی بہن اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی خالہ ہوتی ہیں۔ مسند احمد میں ہے حضرت سلمیٰ بنت قیس رضی اللہ عنہا جو رسول اللہ ﷺ کی خالہ تھیں اور دونوں قبوں کی طرف حضور ﷺ کے ساتھ نماز ادا کی تھی، بنو عدی بن نجار کے قبیلہ میں سے تھیں، فرماتی ہیں انصار کی عورتوں کے ساتھ خدمت نبوی میں بیعت کرنے کے لیے میں بھی آئی تھی اور اس آیت میں جن باتوں کا ذکر ہے ان کا ہم نے اقرار کیا آپ ﷺ نے فرمایا ایک اس بات کا بھی اقرار کرو کہ اپنے خاوندوں کی خیانت اور ان کے ساتھ دھوکہ نہ کرو گی۔ ہم نے اس کا بھی اقرار کیا، بیعت کی اور جانے لگیں پھر مجھے خیال آیا اور ایک عورت کو میں نے حضور ﷺ کے پاس بھیجا کہ وہ دریافت کرے کہ خیانت دھوکہ نہ کرنے سے آپ ﷺ کا کیا مطلب ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا یہ کہ اس کا مال چپکے سے کسی اور کو نہ دو۔ ③ مسند کی حدیث میں ہے حضرت عائشہ بنت قدامہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں اپنی والدہ راحلہ بنت سفیان خزاعیہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ حضور ﷺ سے بیعت کرنے والوں میں تھی، حضور ﷺ ان باتوں پر بیعت لے رہے تھے اور عورتیں اس کا اقرار کرتی تھیں۔ میری والدہ کے فرمان سے میں نے بھی اقرار کیا اور بیعت والیوں میں شامل ہوئی۔ ④ صحیح بخاری میں حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ ”ہم نے ان

① صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورة الممتحنة، باب ﴿اِذَا جَاءَ كُمُ الْمُؤْمِنَاتُ مِهْجَرَاتٍ﴾ ۴۸۹۱؛ صحیح مسلم، ۱۸۶۶؛

ابن ماجہ، ۲۸۷۵۔ ② ترمذی، کتاب السیر، باب ما جاء فی بیعة النساء، ۱۵۹۷ وسندہ صحیح؛ نسائی، ۴۱۸۶؛ ابن ماجہ،

۲۸۷۴ مختصر؛ احمد، ۶/۳۵۷۔ ③ احمد، ۶/۳۷۹، ۳۸۰ وسندہ ضعیف۔

④ احمد، ۶/۳۶۵ وسندہ ضعیف؛ مجمع الزوائد، ۶/۴۱۔

باتوں پر اور اس امر پر کہ ہم کسی مردے پر نوحہ نہ کریں گی حضور ﷺ سے بیعت کی اس اثنا میں ایک عورت نے اپنا ہاتھ سمیٹ لیا اور کہا کہ میں نوحہ کرنے سے باز رہنے پر بیعت نہیں کرتی اس لیے کہ فلاں عورت نے میرے فلاں مردے پر نوحہ کرنے میں میری مدد کی ہے تو میں اس کا بدلہ ضرور اتاروں گی۔ آنحضرت ﷺ اسے سن کر خاموش ہو رہے اور کچھ نہ فرمایا وہ چلی گئیں لیکن تھوڑی ہی دیر میں واپس آئیں اور بیعت کر لی۔“

مسلم میں بھی یہ حدیث ہے اور اتنی زیادتی بھی ہے کہ اس شرط کو صرف اس عورت نے اور حضرت ام سلیم بنت ملحان رضی اللہ عنہا نے ہی پورا کیا۔ ① بخاری کی اور روایت میں ہے کہ پانچ عورتوں نے اس عہد کو پورا کیا ام سلیم، ام علاء رضی اللہ عنہا اور ابوسبرہ رضی اللہ عنہ کی بیٹی جو حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی بیوی تھیں اور دو اور عورتیں یا ابوسبرہ رضی اللہ عنہ کی بیٹی اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی بیوی اور ایک عورت اور۔ ② نبی ﷺ عید والے دن بھی عورتوں سے اس بیعت کا معاہدہ کر لیا کرتے تھے۔ بخاری میں ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ”رمضان کی عید کی نماز میں نے آنحضرت ﷺ کے ساتھ اور ابوبکر، عمر، عثمان رضی اللہ عنہم کے ساتھ پڑھی ہے۔ سب کے سب خطبے سے پہلے نماز پڑھتے تھے پھر نماز کے بعد خطبہ کہتے تھے۔ ایک مرتبہ نبی ﷺ خطبہ دے کر اترے گویا وہ نقشہ میری نگاہ کے سامنے ہے کہ لوگوں کو بٹھایا جا رہا تھا اور آپ ﷺ ان کے درمیان سے تشریف لارہے تھے یہاں تک کہ عورتوں کے پاس آئے۔ آپ ﷺ کے ساتھ حضرت بلال رضی اللہ عنہ تھے۔ یہاں پہنچ کر آپ ﷺ نے اسی آیت کی تلاوت کی پھر آپ ﷺ نے دریافت کیا کہ کیا تم اپنے اس اقرار پر ثابت قدم ہو؟ ایک عورت نے کھڑے ہو کر جواب دیا کہ ہاں حضور اس پر مضبوطی کے ساتھ قائم ہیں۔ کسی اور نے جواب نہیں دیا۔ راوی حدیث حضرت حسن کو یہ نہیں معلوم کہ یہ جواب دینے والی کونسی عورت تھیں۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا اچھا خیرات کرو اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اپنا کپڑا اچھٹا دیا۔ چنانچہ عورتوں نے اس میں بے گینہ کی اور گینہ دارانگوٹھیاں راہ اللہ ڈالیں۔“ ③

مند احمد کی روایت میں حضرت امیہ رضی اللہ عنہا کی بیعت کے ذکر میں آیت کے علاوہ اتنا اور بھی ہے کہ نوحہ نہ کرنا اور جاہلیت کے زمانہ کی طرح اپنا بناؤ سنگھار غیر مردوں کو نہ دکھانا۔ ④ بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ ”رسول اللہ ﷺ نے مردوں سے بھی ایک مجلس میں فرمایا کہ مجھ سے ان باتوں پر بیعت کرو جو اس آیت میں ہیں جو شخص اس بیعت کو نبھا دے اس کا اجر اللہ کے ذمے ہے اور جو اس کے کچھ خلاف کر گزرے اور وہ مسلم حکومت سے پوشیدہ رہے اس کا حساب اللہ سے ہے اگر چاہے بخش دے اور اگر چاہے عذاب کرے۔“ ⑤ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ”عقبہ اولی میں ہم بارہ شخصوں نے رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی اور انہی باتوں پر جو اس آیت میں مذکور ہیں آپ ﷺ نے ہم سے بیعت لی اور فرمایا اگر تم اس پر پورے اترے تو یقیناً تمہارے لیے جنت ہے۔“ یہ واقعہ جہاد کی فریضت سے پہلے کا ہے۔ ابن جریر کی روایت میں ہے کہ ”رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ عورتوں سے کہیں کہ رسول اللہ ﷺ تم سے اس بات پر بیعت لیتے ہیں کہ تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو

① صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورة الممتحنة باب ﴿اذا جاءك المؤمنات يبایعنك﴾، ٤٨٩٢؛ صحیح مسلم، ٩٣٦۔

② صحیح بخاری، کتاب الجنائز، باب ما ينهی من النوح والبكاء والزجر عن ذلك، ١٣٠٦؛ صحیح مسلم، ٩٣٦۔

③ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورة الممتحنة باب ﴿اذا جاءك المؤمنات يبایعنك﴾، ٤٨٩٥؛ صحیح مسلم، ٨٨٤۔

④ احمد، ١٩٦/٢ وسنده حسن؛ مجمع الزوائد، ٣٧/٦۔

⑤ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورة الممتحنة، باب ﴿اذا جاءك المؤمنات يبایعنك﴾، ٤٨٩٤؛ صحیح مسلم، ١٧٠٩؛

ترمذی، ١٤٣٩؛ احمد، ٣١٤/٥۔

شریک نہ کرو۔ ان بیعت کے لیے آنے والیوں میں حضرت ہند بھی تھیں جو عتبہ بن ربیعہ کی بیٹی اور حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی بیوی تھیں۔ یہی تھیں جنہوں نے اپنے کفر کے زمانے میں حضور ﷺ کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا پیٹ چیر دیا تھا۔ اس وجہ سے یہ ان عورتوں میں ایسی حالت میں آئی تھیں کہ کوئی انہیں پہچان نہ سکے۔ اس نے جب فرمان سنا تو کہنے لگی میں کچھ کہنا چاہتی ہوں لیکن اگر بولوں گی تو حضور ﷺ مجھے پہچان لیں گے اور اگر پہچان لیں گے تو میرے قتل کا حکم دے دیں گے۔ میں اسی وجہ سے اس طرح آئی ہوں کہ پہچانی نہ جاؤں مگر وہ عورتیں سب خاموش رہیں اور ان کی بات اپنی زبان سے کہنے سے انکار کر دیا۔ آخر ان ہی کو کہنا پڑا کہ یہ ٹھیک ہے جب شرک سے ممانعت مردوں کو ہے تو عورتوں کو کیوں نہ ہوگی؟ حضور ﷺ نے ان کی طرف دیکھا لیکن آپ ﷺ نے کچھ نہ فرمایا۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا ان سے کہہ دو کہ دوسری بات یہ ہے کہ یہ چوری نہ کریں۔ اس پر ہند نے کہا: میں ابوسفیان کی معمولی سی چیز کبھی کبھی لے لیا کرتی ہوں کیا خبر یہ بھی چوری میں داخل ہے یا نہیں؟ اور میرے لیے یہ حلال بھی ہے یا نہیں؟ حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ بھی اسی مجلس میں موجود تھے یہ سنتے ہی کہنے لگے میرے گھر میں سے جو کچھ بھی تو نے لیا ہو خواہ وہ خرچ میں آ گیا ہو یا اب بھی باقی ہو وہ سب میں تیرے لیے حلال کرتا ہوں۔ اب تو نبی ﷺ نے صاف پہچان لیا کہ یہ میرے چچا حمزہ کی قاتلہ اور ان کے کلیجہ کو چیرنے والی، پھر اسے چبانے والی عورت ہند ہے۔ آپ ﷺ انہیں پہچان کر اور ان کی یہ گفتگوں سن کر اور حالت دیکھ کر مسکرا دیئے اور انہیں اپنے پاس بلایا۔ انہوں نے آ کر حضور ﷺ کا ہاتھ تھام کر معافی مانگی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم وہی ہند ہو؟ انہوں نے کہا گزشتہ گناہ اللہ تعالیٰ نے معاف فرمادیئے۔ حضور ﷺ خاموش رہے اور بیعت کے سلسلے میں پھر لگ گئے اور فرمایا تیسری بات یہ ہے کہ ان عورتوں میں سے کوئی بدکاری نہ کرے۔ اس پر حضرت ہند نے کہا کیا کوئی آزاد عورت بھی بدکاری کرتی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ٹھیک ہے اللہ کی قسم آزاد عورتیں اس برے کام سے ہرگز آلودہ نہیں ہوتیں۔ آپ ﷺ نے پھر فرمایا چوتھی بات یہ ہے کہ اپنی اولاد کو قتل نہ کریں۔ ہند رضی اللہ عنہا نے کہا آپ نے انہیں بدر کے دن قتل کیا ہے؟ آپ جانیں اور وہ۔ آپ ﷺ نے فرمایا پانچویں بات یہ ہے کہ خود اپنی ہی طرف سے جوڑ کر بے سر پیر کا کوئی خاص بہتان نہ تراش لیں، اور جھٹی بات یہ ہے کہ میری شرعی باتوں میں میری تا فرمائی نہ کریں اور ساتواں عہد آپ ﷺ نے ان سے یہ بھی لیا کہ وہ نوحہ نہ کریں۔ اہل جاہلیت اپنے کسی کے مرجانے پر کپڑے پھاڑ ڈالتے تھے منہ نوحہ لیتے تھے بال کٹوا دیتے تھے اور ہائے وائے کیا کرتے تھے، ① یہ اثر غریب ہے اور اس کے بعض حصے میں نکارت بھی ہے اس لیے کہ ابوسفیان اور ان کی بیوی ہند کے اسلام کے وقت انہیں حضور ﷺ کی طرف سے کوئی اندیشہ نہ تھا بلکہ اس سے بھی آپ ﷺ نے صفائی اور محبت کا اظہار کر دیا تھا۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ۔

ایک اور روایت میں ہے کہ فتح مکہ والے دن بیعت والی یہ آیت نازل ہوئی، نبی ﷺ نے صفا پر مردوں سے بیعت لی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عورتوں سے بیعت لی۔ اس میں اتنا اور بھی ہے کہ اولاد کے قتل کی ممانعت سن کر حضرت ہند رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ ہم نے تو انہیں بچپن سے پال پوس کر بڑا کیا لیکن ان بڑوں کو تم نے قتل کیا۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ مارے ہنسی کے لوٹ لوٹ گئے۔ ② ابن ابی حاتم میں ہے کہ جب ہند بیعت کرنے آئیں تو ان کے ہاتھ مردوں کی طرح سفید تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا جاؤ ان کا رنگ بدل لو۔ چنانچہ مہندی لگا کر حاضر ہوئیں۔ ان کے ہاتھ میں دوسوے کی کڑے تھے۔ انہوں نے پوچھا کہ ان کی نسبت کیا حکم ہے؟ فرمایا جنم کی آگ کے دوا انگارے ہیں ③ (یہ حکم اس وقت کا ہے جب ان کی زکوٰۃ نہ ادا کی جائے) اس بیعت کے لینے کے وقت

① الطبری، ۳۴۲/۲۳ وسندہ ضعیف جداً۔

② یہ روایت مرسل یعنی ضعیف ہے۔ ③ اس کی سند میں غلطی بنت سلیمان مجہولہ ہے۔ لہذا یہ روایت ضعیف ہے۔

آپ ﷺ کے ہاتھ میں ایک کپڑا تھا۔ جب اولادوں کے قتل کی ممانعت پر ان سے عہد لیا گیا تو ایک عورت نے کہا، ان کے باپ دادوں کو تو قتل کیا اور ان کی اولاد کی وصیت ہمیں ہو رہی ہے۔ یہ شروع صورت بیعت کی تھی لیکن پھر اس کے بعد تو آپ ﷺ نے یہ دستور کر رکھا تھا کہ جب بیعت کرنے کے لیے عورتیں جمع ہو جائیں تو آپ ﷺ یہ سب باتیں ان پر پیش فرماتے وہ ان کا اقرار کرتیں اور واپس لوٹ جاتیں۔ ① پس فرمان الہی ہے کہ جو عورت ان امور پر بیعت کرنے کے لیے آئے تو اس سے بیعت لے لو کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا، غیر لوگوں کے مال نہ چرانہاں اس عورت کو جس کا خاوند اپنی طاقت کے مطابق کھانے پینے پہننے اوڑھنے کو نہ دیتا ہو تو جائز ہے کہ اپنے خاوند کے مال سے مطابق دستور اور بقدر اپنی حاجت کے لے لے گو خاوند کو اس کا علم نہ ہو۔ اس کی دلیل حضرت ہند بنت عتبہ والی حدیث ہے کہ ”انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ! میرے خاوند ابوسفیان بخیل آدمی ہیں وہ مجھے اتنا خرچ نہیں دیتے جو مجھے اور میری اولاد کو کافی ہو سکے تو کیا میں اگر ان کی بے خبری میں ان کے مال میں سے لے لوں تو مجھے جائز ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا بہ طریق معروف اس کے مال سے اتنا لے لے جو تجھے اور تیرے بال بچوں کو کفایت کرے۔“ ② (بخاری مسلم) اور وہ زنا کاری نہ کریں۔ جیسے اور جگہ ہے ﴿وَلَا تَقْرَبُوا الزَّوْجَ اِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَّ سَاءَ مَسِيلاً﴾ ”زنا کے قریب نہ جاؤ وہ بے حیائی ہے اور بری راہ ہے“ حضرت سرہ بنت عتبہ والی حدیث میں زنا کی سزا دردناک عذاب جہنم بیان کی گئی ہے۔ ③ مسند احمد میں ہے کہ حضرت فاطمہ بنت عقبہ رضی اللہ عنہا جب بیعت کے لیے آئیں اور اس آیت کی تلاوت ان کے سامنے کی گئی تو انہوں نے شرم سے اپنا ہاتھ اپنے سر پر رکھ لیا۔ آپ ﷺ کو ان کی یہ حیا اچھی معلوم ہوئی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا انہی شرطوں پر سب نے بیعت کی ہے۔ یہ سن کر انہوں نے بھی بیعت کر لی۔ ④ حضور ﷺ کی بیعت کے طریقے اوپر بیان ہو چکے ہیں۔ اولاد کو قتل نہ کرنے کا حکم عام ہے۔ پیدا شدہ اولاد کو مار ڈالنا بھی اسی ممانعت میں ہے۔ جیسے کہ جاہلیت کے زمانے والے اس خوف سے قتل کرتے تھے کہ انہیں کہاں سے کھلائیں گے پلائیں گے اور حمل گرا دینا بھی اسی ممانعت میں ہے جیسے بعض جاہل عورتیں کو دھپاند کرنا جنہیں گرا دیتی تھیں۔ بری غرض وغیرہ سے بہتان نہ باندھنے کا ایک مطلب تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ بیان فرمایا کہ دوسرے کی اولاد کو اپنے خاوند کے سرچکنا۔ ⑤ ابوداؤد کی حدیث میں ہے کہ ملاعنہ کی آیت کے نازل ہونے کے وقت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو عورت کسی قوم میں اسے داخل کرے جو اس قوم کا نہیں وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کسی گنتی میں شمار نہیں اور جو شخص اپنی اولاد سے انکار کر جائے حالانکہ وہ اس کے سامنے موجود ہو اللہ تعالیٰ اس سے آڑ کر لے گا اور تمام اگلوں پچھلوں کے سامنے اسے رسوا ذلیل کرے گا۔ ⑥ حضور ﷺ کی نافرمانی نہ کریں یعنی آپ ﷺ کے احکام بجالائیں اور آپ ﷺ کے منع کئے ہوئے کاموں سے رک جائیں کریں۔ یہ شرط یعنی معروف ہونے کی عورتوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے لگا دی ہے۔ ⑦ حضرت میمون رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ”اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی اطاعت بھی فقط معروف میں رکھی ہے اور معروف ہی اطاعت ہے۔“ حضرت ابن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ دیکھ لو کہ بہترین خلق رسول اللہ ﷺ کی فرمانبرداری کا حکم بھی معروف میں ہی ہے۔ ⑧ اس بیعت والے دن آنحضور ﷺ نے عورتوں

- ① الذرالمشور، ۸/ ۱۴۰۔ ② صحیح بخاری، کتاب النفقات، باب اذا لم ينفق الرجل للمرأة ان تاخذ بغير علمه، ۵۳۶۴، صحیح مسلم، ۱۷۱۴۔ ③ صحیح بخاری، کتاب التعبير، باب تعبير الرويا بعد صلاة الصبح، ۷۰۴۷۔ ④ احمد، ۱۵۱/ ۶، وسنده ضعيف، الزهري عنعن وغيره مجهول۔ ⑤ الطبري، ۲۳/ ۳۴۰۔ ⑥ ابو داود، کتاب الطلاق، باب التغليظ في الانتفاء، ۲۲۶۳ وسنده حسن، نسائي، ۳۵۱۱۔ ⑦ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورة الممتحنة، باب ﴿اذا جاءك المل منات يبايعنك﴾ ۴۸۹۳۔ ⑧ الطبري، ۲۳/ ۳۴۵۔

سے نوحہ نہ کرنے کا اقرار بھی کر لیا تھا۔ جیسے حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں پہلے گزر چکا۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم سے ذکر کیا گیا ہے کہ اس بیعت میں یہ بھی تھا کہ عورتیں غیر محرموں سے بات چیت نہ کریں۔ اس پر حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ ہم گھر پر موجود نہیں ہوتے اور مہمان آ جاتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری مراد ان سے بات چیت کرنے کی ممانعت سے نہیں میں ان سے کام کی بات کرنے سے نہیں روکتا ① (ابن جریر)۔ ابن ابی حاتم میں ہے کہ ”حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بیعت کے موقع پر عورتوں کو نامحرم مردوں سے باتیں کرنے سے منع فرمایا“ اور حسن رحمہ اللہ نے کہا بعض لوگ وہ بھی ہوتے ہیں کہ پرانی عورتوں سے باتیں کرنے میں ہی مزہ لیا کرتے ہیں یہاں تک کہ مذی نکل جاتی ہے۔ ② اوپر حدیث بیان ہو چکی ہے کہ نوحہ نہ کرنے کی شرط پر ایک عورت نے کہا فلاں قبیلے کی عورتوں نے میرا ساتھ دیا ہے تو ان کے نوحے میں بھی ان کا ساتھ دے کر بدلہ ضرور اتاروں گی چنانچہ وہ گئیں بدلہ اتارا پھر آ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی..... حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا جن کا نام ان عورتوں میں ہے جنہوں نے نوحہ نہ کرنے کی بیعت کو پورا کیا یہ ملحان کی بیٹی اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی والدہ ہیں۔ اور روایت میں ہے کہ جس عورت نے بدلے کے نوحے کی اجازت مانگی تھی خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اجازت دی تھی۔ یہی وہ معروف ہے جس میں نافرمانی منع ہے۔ بیعت کرنے والی عورتوں میں سے ایک کا بیان ہے کہ معروف میں ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی نہ کریں اس سے مطلب یہ ہے کہ مصیبت کے وقت منہ نہ نوچیں بال نہ منڈوائیں کپڑے نہ پھاڑیں ہائے وائے نہ کریں۔

ابن جریر میں حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ”جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ہاں مدینہ میں تشریف لائے تو ایک دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ سب انصار یہ عورتیں فلاں گھر میں جمع ہوں۔ پھر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو وہاں بھیجا۔ آپ دروازے پر کھڑے ہو گئے اور سلام کیا۔ ہم نے آپ رضی اللہ عنہ کے سلام کا جواب دیا۔ پھر فرمایا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قاصد ہوں۔ ہم نے کہا رسول اللہ کو بھی مرحبا ہو اور آپ کے قاصد کو بھی ہو۔ حضرت عمر نے فرمایا مجھے حکم ہوا ہے کہ میں تمہیں حکم کروں کہ تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک نہ کرنے پر چوری اور زنا کاری سے بچنے پر بیعت کرو۔ ہم نے کہا ہم سب حاضر ہیں اور اقرار کرتی ہیں چنانچہ آپ نے وہیں باہر کھڑے کھڑے اپنا ہاتھ اندر کی طرف بڑھا دیا اور ہم نے اپنے ہاتھ اندر سے ہی اندر ہی اندر بڑھائے۔ پھر آپ نے فرمایا: اے اللہ! گواہ رہ۔ پھر ہمیں حکم ہوا کہ دونوں عیدوں میں ہم اپنی حائضہ عورتوں اور جوان کنواری لڑکیوں کو لے جایا کریں ہم پر جمعہ فرض نہیں۔ ہمیں جنازوں کے ساتھ نہ جانا چاہیے۔“ حضرت اسماعیل رضی اللہ عنہ راوی حدیث فرماتے ہیں ”میں نے اپنی دادی صاحبہ حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ عورتیں معروف میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی نہ کریں اس سے کیا مطلب ہے؟ فرمایا یہ کہ نوحہ نہ کریں۔“ ③ بخاری و مسلم میں ہے کہ ”جو کوئی مصیبت کے وقت اپنے کلوں پر تھپڑ مارے دامن چاک کرے اور جاہلیت کے وقت کی ہائی دہائی مچائے وہ ہم میں سے نہیں۔“ ④ اور روایت میں ہے کہ ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے بری ہیں جو گولا پھاڑ پھاڑ کر ہائے وائے کرے بال نوچے یا منڈوائے اور کپڑے پھاڑے یا دامن چیرے۔“ ⑤

① یہ روایت مرسل یعنی ضعیف ہے۔ ② یہ روایت بھی مرسل یعنی ضعیف ہے۔

③ الطبری، ۳/۳۴۶ وسندہ ضعیف۔ ④ صحیح بخاری، کتاب الجنائز، باب ((لیس منا من ضرب الخدود))

۱۲۹۷؛ صحیح مسلم، ۱۰۳؛ ابن ماجہ، ۱۵۸۴؛ احمد، ۱/۴۳۲؛ ابن حبان، ۳۱۴۹۔ ⑤ صحیح بخاری، کتاب

الجنائز، باب ما ینہی من الحلق عند المصیبة، ۱۲۹۶؛ صحیح مسلم، ۱۰۴؛ ابن ماجہ، ۱۵۸۶۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ قَدْ يَيسُوا مِنَ الْآخِرَةِ

كَمَا يَيسُ الْكُفَّارُ مِنَ أَصْحَابِ الْقُبُورِ ۚ

ترجمہ: اے مسلمانو! تم اس قوم سے دوستی نہ رکھو جن پر اللہ کا غضب نازل ہو چکا ہے جو آخرت سے اس طرح مایوس ہو چکے ہیں جیسے کہ مردہ اہل قبر کا فرنا امید ہیں۔ [۱۳]

مسند ابی یعلیٰ میں ہے کہ ”میری امت میں چار کام جاہلیت کے ہیں جنہیں وہ نہ چھوڑے گی۔ حسب نسب پر فخر کرنا، انسان کو اس کے نسب کا طعنہ دینا، ستاروں سے بارش طلب کرنا اور میت پر نوحہ کرنا اور فرمایا نوحہ کرنے والی عورت اگر بے توبہ کئے مر جائے تو اسے قیامت کے دن گندھک کا پیرا، ہن پہنایا جائے گا اور کھجلی کی چادر اڑھائی جائے گی۔“ ① مسلم میں ہے ”رسول اللہ ﷺ نے نوحہ کرنے والیوں اور نوحہ کو کان لگا کر سننے والیوں پر لعنت فرمائی۔“ ② ابن جریر کی ایک مرفوع حدیث میں ہے کہ معروف میں نافرمانی نہ کرنے سے مراد نوحہ نہ کرنا ہے۔ یہ حدیث ترمذی کی کتاب التفسیر میں بھی ہے اور امام ترمذی رحمہ اللہ اسے حسن غریب کہتے ہیں۔ ③ کافر اہل قبور سے ناامید ہو چکے ہیں: [آیت: ۱۳] اس سورت کی ابتدا میں جو حکم تھا وہی انتہا میں بیان ہو رہا ہے کہ یہود و نصاریٰ اور دیگر کفار سے جن پر اللہ کا غضب اور اس کی لعنت گزر چکی ہے اور اللہ کی رحمت اور اس کی شفقت سے دور ہو چکے ہیں تم ان سے دوستانہ اور میل ملاپ نہ رکھو وہ آخرت کے ثواب سے اور وہاں کی نعمتوں سے ایسے ناامید ہو چکے ہیں جیسے قبروں والے کافر۔ اس سے پچھلے جملے کے دو معنی کئے گئے ہیں۔ ایک تو یہ کہ جیسے زندہ کافر اپنے مردہ کافروں کے دوبارہ زندہ ہونے سے مایوس ہو چکے ہیں۔ دوسرے یہ کہ جس طرح مردہ کافر ہر بھلائی سے ناامید ہو چکے ہیں وہ مر کر آخرت کے احوال دیکھ چکے اور اب انہیں کسی قسم کی بھلائی کی توقع نہیں رہی۔

الحمد لله سورة ممتحنة کی تفسیر ختم ہوئی۔



- ① صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب التشديد فی النياحة، ۹۳۴؛ مسند ابی یعلیٰ، ۱۵۷۷؛ ابن ماجہ، ۱۱۵۸۱؛ احمد، ۴۳/۵۔ ② ابو داود، کتاب الجنائز، باب فی النوح: ۳۱۲۸ وسندہ ضعیف، عطیہ العوفی اور اس کا والد دونوں ضعیف راوی ہیں۔ احمد، ۶۵/۳؛ بیہقی، ۶۳/۴۔

- ③ ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورة الممتحنة، ۳۳۰۷ وسندہ حسن؛ ابن ماجہ، ۱۵۷۹۔

تفسیر سورۃ صف

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

سَبَّحَ لِلَّهِ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ

آمَنُوا لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ ۝ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللَّهِ أَنْ تَقُولُوا مَا لَا تَفْعَلُونَ ۝

إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِهِ صَفًّا ۖ كَانَتْهُمْ بَنِيَانٌ مَرْصُوصٌ ۝

ترجمہ: مشفق و مہربان معبود حقیقی کے نام سے شروع

زمین و آسمان کی ہر چیز اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتی ہے اور وہی غالب حکمت والا ہے۔ [۱] اے مسلمانو! تم وہ بات کیوں کہو؟ جو نہ کرو۔ [۲] تم جو نہ کرو اس کا کہنا اللہ کو سخت ناپسند ہے۔ [۳] بیشک اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو دوست رکھتا ہے جو اس کی راہ میں صف بستہ جہاد کرتے ہیں گویا وہ سیسہ پلائی ہوئی عمارت ہیں۔ [۴]

سورت کا تعارف اور شان نزول: حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ”ہم صحابہ رضی اللہ عنہم ایک دن بیٹھے بیٹھے آپس میں یہ تذکرے کر رہے تھے کہ کوئی جائے اور رسول اللہ ﷺ سے یہ دریافت کرے کہ اللہ کو سب سے زیادہ محبوب عمل کونسا ہے؟ مگر ابھی کوئی کھڑا بھی نہ ہوا تھا کہ ہمارے پاس رسول اللہ ﷺ کا قاصد پہنچا اور ہم میں سے ایک ایک کو بلا کر حضور ﷺ کے پاس لے گیا۔ جب ہم سب جمع ہو گئے تو آپ ﷺ نے اس پوری سورت کی تلاوت کی“ ① (مسند احمد)۔ اس میں ذکر ہے کہ جہاد سب سے زیادہ محبوب الہی ہے۔ ابن ابی حاتم کی اس حدیث میں ہے کہ ”ہم حضور ﷺ سے سوال کرتے ہوئے ڈرے اور اس میں یہ بھی ہے کہ جس طرح حضور ﷺ نے پوری سورت پڑھ کر سنائی تھی اسی طرح اس روایت کے بیان کرنے والے صحابی نے تابعی کو پڑھ کر سنائی اور تابعی نے اپنے شاگرد کو اس نے اپنے شاگرد کو اسی طرح آخر تک“ اور روایت میں ہے کہ ہم نے کہا تھا اگر ہمیں ایسے عمل کی خبر ہو جائے تو ہم ضرور اس پر عامل ہو جائیں۔ ② مجھ سے میرے استاد شیخ مسند ابوالعباس احمد ابن ابوطالب حجازی رحمہ اللہ نے بھی اپنی سند سے یہ حدیث بیان کی ہے اور اس میں بھی مسلسل ہر استاد کا اپنے شاگرد کو یہ سورت پڑھ کر سنانا مروی ہے۔ یہاں تک کہ میرے استاد نے بھی اپنے استاد سے اسے سنا ہے لیکن چونکہ وہ خود امی تھے اور اسے یاد کرنے کا انہیں وقت نہیں ملا انہوں نے مجھے پڑھ کر سنائی لیکن الحمد للہ میرے دوسرے استاد حافظ کبیر ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن عثمان رحمہ اللہ نے اپنی سند سے یہ حدیث مجھے پڑھاتے وقت یہ سورت بھی پوری پڑھ کر سنائی ہے۔

[آیت: ۱-۳] پہلی آیت کی تفسیر کئی بار گزر چکی ہے۔ اب پھر اس کا اعادہ کرنے کی ضرورت نہیں۔ پھر ان لوگوں پر انکار ہوتا ہے جو کہیں اور نہ کریں وعدہ کریں اور وفانہ کریں۔ بعض علمائے سلف نے اس آیت سے استدلال کیا ہے کہ وعدہ پورا کرنا مطلقاً واجب ہے۔ جس

① احمد، ۵/ ۴۵۲ والترمذی، ۳۳۰۹ وهو حدیث صحیح۔

② ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورة الصف، ۳۳۰۹ وهو صحیح؛ دارمی، ۲/ ۲۰۰؛ حاکم، ۶۹/ ۲۔

سے وعدہ کیا ہے خواہ وہ تاکید کرے یا نہ کرے ان کی دلیل بخاری و مسلم کی یہ حدیث بھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”منافق کی تین عادتیں ہوتی ہیں: جب وعدہ کرے خلاف کرے جب بات کرے بھوٹ بولے جب امانت دیا جائے خیانت کرے۔“ ① دوسری صحیح حدیث میں ہے چار باتیں جس میں ہوں وہ خالص منافق ہے اور جس میں ان چار میں سے ایک ہو اس میں ایک خصلت نفاق کی ہے۔ جب تک اسے نہ چھوڑے ان میں سے ایک عادت وعدہ خلافی کی ہے۔“ ② شرح صحیح بخاری کی ابتدا میں ہم نے ان دونوں احادیث کی پوری شرح کر دی ہے، ”فَالْحَمْدُ لِلَّهِ۔ اسی لیے یہاں بھی اس کی تاکید میں فرمایا گیا اللہ تعالیٰ کو یہ بات سخت ناپسند ہے کہ تم وہ کہو جو خود نہ کرو۔

جو کہو وہ کرو: مسند احمد اور ابوداؤد میں حضرت عبداللہ بن عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ”ہمارے پاس رسول اللہ ﷺ آئے۔ میں اس وقت چھوٹا بچہ کھیل کود کے لیے جانے لگا تو میری والدہ نے مجھے آواز دے کر کہا ادھر آ کچھ دوں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کچھ دینا بھی چاہتی ہو؟ میری والدہ نے کہا ہاں حضور کھجوریں دوں گی۔ آپ ﷺ نے فرمایا پھر تو خیر ورنہ یاد رکھو کچھ نہ دینے کا ارادہ ہوتا اور یوں کہتیں تو تم پر ایک جھوٹ لکھا جاتا۔“ ③ حضرت امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ”جب وعدہ کے ساتھ وعدہ کئے ہوئے کی تاکید کا تعلق ہے تو اس وعدے کو وفا کرنا واجب ہو جاتا ہے“ مثلاً کسی شخص نے کسی سے کہہ دیا کہ تو نکاح کر لے اور اتنا اتنا ہر روز میں تجھے دیتا رہوں گا۔ اس نے نکاح کر لیا تو جب تک نکاح باقی ہے اس شخص پر واجب ہے کہ اسے اپنے وعدے کے مطابق دیتا رہے اس لیے کہ اس میں آدمی کے حق کا تعلق ثابت ہو گیا جس پر اس سے باز پرس سختی کے ساتھ ہو سکتی ہے۔

جہاد کی فرضیت: جمہور کا مذہب یہ ہے کہ ایفاء عہد مطلق واجب نہیں۔ اس آیت کا جواب وہ دیتے ہیں کہ جب لوگوں نے جہاد کی فرضیت کی خواہش کی اور فرض ہو گیا تو اب بعض لوگ ہٹنے لگے جس پر یہ آیت اتری۔ جیسے اور جگہ ہے ﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ قِيْلَ لَهُمْ كُفُّوْا اَيْدِيَكُمْ﴾ ④ یعنی کیا تو نے انہیں نہ دیکھا جن سے کہا گیا تم اپنے ہاتھ روک رکھو۔ پھر جب ان پر جہاد فرض کیا گیا تو ان میں ایسے لوگ بھی نکل آئے جو لوگوں سے اس طرح ڈرنے لگے جیسے اللہ سے ڈرتے ہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ کہنے لگے پروردگار تو نے ہم پر جہاد کیوں فرض کر دیا؟ کیوں ہمیں ایک وقت مقررہ تک پیچھے نہ چھوڑا جو قریب ہی تو ہے۔ کہہ دے کہ اسباب دنیا تو بہت ہی کم ہیں ہاں پرہیزگاروں کے لیے آخرت بہترین چیز ہے۔ تم پر کچھ بھی ظلم نہ کیا جائے گا۔ تم کہیں بھی ہو تمہیں موت ڈھونڈ نکالے گی گو تم مضبوط محلوں میں ہو۔ اور جگہ ہے ﴿وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَوْ لَا نَزَّلَتْ سُوْرَةٌ﴾ ⑤ الخ یعنی مسلمان کہتے ہیں کیوں کوئی سورت نہیں اتاری جاتی؟ پھر جب کوئی محکم سورت اتاری جاتی ہے اور اس میں لڑائی کا ذکر ہوتا ہے تو تو دیکھے گا کہ بیمار دل والے تیری طرف اس طرح دیکھیں گے جیسے وہ دیکھتا ہے جس پر موت کی بے ہوشی ہو۔ اسی طرح کی یہ آیت بھی ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ بعض مومنوں نے جہاد کی فرضیت سے پہلے کہا کہ کیا ہی اچھا ہوتا اللہ تعالیٰ ہمیں وہ عمل بتلاتا جو اسے سب سے زیادہ پسند ہوتا تاکہ ہم اس پر عامل ہوتے۔ پس اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو خبر کی کہ سب سے زیادہ پسندیدہ عمل میرے نزدیک ایمان ہے جو شک و شبہ سے پاک ہو اور بے ایمانوں سے جہاد کرنا ہے تو بعض مسلمانوں پر یہ بھاری پڑا۔ جس پر یہ آیت اتری کہ وہ باتیں زبان

① صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب علامات المنافق، ۳۳، صحیح مسلم، ۵۹۔ ② صحیح بخاری، حوالہ سابق، ۳۴، صحیح مسلم، ۵۸، ترمذی، ۲۶۳۳، احمد، ۳۵۷/۲، ابو عوانہ، ۲۱/۱۔ ③ ابوداؤد، کتاب الأدب، باب التشدید فی الکذب، ۴۹۹۱ وسندہ ضعیف اس کی سند راوی کی جہالت کی وجہ سے ضعیف ہے۔ احمد، ۴۴۷/۳۔

④ ۴/ النساء: ۷۷۔ ⑤ ۴۷/ محمد: ۲۰۔

سے کیوں نکالتے ہو جنہیں کرتے نہیں۔ امام ابن جریر رحمہ اللہ اسی کو پسند فرماتے ہیں کہ ”مسلمانوں نے کہا اگر ہمیں معلوم ہو جاتا کہ کس عمل کو اللہ تعالیٰ بہت پسند فرماتا ہے تو ہم ضرور وہ عمل بجالاتے۔“ اس پر اللہ عزوجل نے وہ عمل بتایا کہ میری راہ میں صفیں باندھ کر مضبوطی کے ساتھ جم کر جہاد کرنے والوں کو میں بہت پسند فرماتا ہوں۔ پھر اُحد والے دن ان کی آزمائش ہو گئی اور لوگ پیٹھ پھیر کر بھاگ کھڑے ہوئے جس پر یہ فرمانِ عالی شان اترا کہ کیوں وہ کہتے ہو جو کر نہیں دکھاتے؟ ❶ بعض حضرات فرماتے ہیں یہ ان کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو کہیں ہم نے جہاد کیا اور حالانکہ جہاد نہ کیا ہو کہہ دیں کہ ہم زخمی ہوئے اور ہوئے نہ ہوں کہہ دیں کہ ہم پر مار پڑی اور پڑی نہ ہو کہہ دیں کہ ہم قید کئے گئے اور قید نہ کئے گئے ہوں۔ ابن زید رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس سے مراد منافق ہیں کہ مسلمانوں کی مدد کا وعدہ کرتے لیکن وقت پر پورا نہ کرتے۔“ زید بن اسلم رحمہ اللہ جہاد مراد لیتے ہیں۔

حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں ”ان کہنے والوں میں حضرت عبداللہ بن رواحہ انصاری رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ جب یہ آیت اتری اور معلوم ہوا کہ جہاد سب سے زیادہ عمدہ عمل ہے تو آپ نے عہد کر لیا کہ میں تواب سے لے کر مرتے دم تک اللہ کی راہ میں اپنے تئیں وقف کر چکا چنانچہ اسی پر قائم بھی رہے یہاں تک کہ فی سبیل اللہ شہید ہو گئے۔“ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے بصرہ کے قاریوں کو ایک مرتبہ بلوایا تو تین سو قاری ان کے پاس آئے جن میں سے ہر ایک قاری قرآن تھا۔ پھر فرمایا تم اہل بصرہ کے قاری اور ان میں سے بہترین لوگ ہو سنو ہم ایک سورت پڑھتے تھے جو سمعات کی سورتوں کے مشابہ تھی پھر ہم اسے بھول گئے ہاں مجھے اس میں سے اتنا یاد رہ گیا ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ فَكُتِبَ عَلَيْكُمُ شَهَادَةٌ فِي أَنْفُسِكُمْ فَتَسْأَلُونَ عَنْهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ﴾ یعنی اے ایمان والو وہ کیوں کہو جو نہ کر دے پھر وہ لکھا جائے اور تمہاری گردنوں میں بطور گواہ کے لکھا دیا جائے پھر قیامت کے دن اس کی بابت باز پرس ہو۔ پھر فرمایا اللہ تعالیٰ کے محبوب وہ لوگ ہیں جو صفیں باندھ کر اللہ تعالیٰ کے دشمن کے مقابلے میں ڈٹ جاتے ہیں تاکہ اللہ کا بول بالا ہو اسلام کی حفاظت ہو اور دین کا غلبہ ہو۔ مسند احمد میں ہے ”کہ تین قسم کے لوگوں کی تین حالتیں ہیں جنہیں دیکھ کر اللہ تبارک و تعالیٰ خوش ہوتا ہے اور نرس دیتا ہے۔ رات کو اٹھ کر تہجد پڑھنے والے نماز کے لیے صفیں باندھنے والے میدان جنگ میں صف بندی کرنے والے۔“ ❷

جہاد کے فضائل: ابن ابی حاتم میں ہے ”حضرت مطرف رحمہ اللہ فرماتے ہیں مجھے یہ روایت حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ ایک حدیث پہنچی تھی میرے جی میں تھا کہ خود حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مل کر یہ حدیث آسنے سامنے سن لوں چنانچہ ایک مرتبہ جا کر آپ سے ملاقات کی اور واقعہ بیان کیا۔ آپ نے خوشنودی کا اظہار فرما کر کہا وہ حدیث کیا ہے؟ میں نے کہا یہ کہ اللہ تعالیٰ تین شخصوں کو دشمن جانتا ہے اور تین کو دوست رکھتا ہے۔ فرمایا: ہاں میں اپنے خلیل حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ نہیں بول سکتا۔ فی الواقع آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے یہ حدیث بیان فرمائی ہے۔ میں نے پوچھا: وہ تین کون ہیں؟ جنہیں اللہ تعالیٰ محبوب جانتا ہے۔ فرمایا: ایک تو وہ جو اللہ کی راہ میں جہاد کرے خالص اللہ کی خوشنودی کی نیت سے نکلے۔ دشمن سے جب مقابلہ ہو تو دلیرانہ جہاد کرے تم اس کی تصدیق خود کتاب اللہ میں بھی دیکھ سکتے ہو۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے یہی آیت تلاوت فرمائی اور پھر پوری حدیث بیان کی۔“ ابن ابی حاتم میں یہ حدیث اسی طرح ان ہی الفاظ میں آتی ہی آئی ہے۔ ہاں ترمذی اور نسائی میں پوری حدیث ہے ❸ اور ہم نے بھی اسے دوسری جگہ پوری واروکی ہے۔ فَاَلْحَمْدُ لِلَّهِ۔

❶ الدرالمشور، ۱۶۶/۸۔ ❷ ابن ماجہ، المقدمة، باب فيما انكرت الجهمية، ۲۰۰ وسندہ ضعیف مجاہد بن سعید ضعیف اور عبداللہ بن اسماعیل مجہول راوی ہے۔ احمد، ۸۰/۳۔ ❸ ترمذی، کتاب صفة الجنة، باب احادیث فی صفة الثلاثة الذین یحبہم اللہ، ۲۵۶۸ وسندہ حسن؛ نسائی، ۲۵۸۱؛ احمد، ۱۵۳/۵؛ ابن حبان، ۳۳۴۹؛ حاکم، ۱۱۳/۲۔

وَإِذْ قَالَ مُوسَى لِقَوْمِهِ لِقَوْمِهِ لِمَ تُؤْذُونَنِي وَقَدْ تَعْلَمُونَ أَنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ فَلَمَّا زَاغُوا أَزَاغَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ ⑤
وَإِذْ قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ لِبَنِي إِسْرَءِيلَ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرَةِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ ⑥
فَلَمَّا جَاءَهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ قَالُوا هَذَا سِحْرٌ مُبِينٌ ⑦

ترجمہ: یاد کر جب کہ موسیٰ (علیہ السلام) نے اپنی قوم سے کہا اے میری قوم کے لوگو! تم مجھے کیوں ستا رہے ہو حالانکہ تمہیں بخوبی معلوم ہے کہ میں تمہاری جانب اللہ کا رسول ہوں۔ پس جب وہ لوگ ٹیڑھے ہی رہے تو اللہ نے ان کے دلوں کو اور ٹیڑھا کر دیا اللہ تعالیٰ نافرمان قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔ [۵] اور جب مریم کے بیٹے عیسیٰ (علیہ السلام) نے کہا اے میری قوم بنی اسرائیل میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں مجھ سے پہلے کی کتاب تورات کی میں تصدیق کرنے والا ہوں اور اپنے بعد آنے والے ایک رسول کی میں تمہیں خوشخبری سنانے والا ہوں جن کا نام احمد ہے۔ پھر جب وہ ان کے پاس کھلی دلیلیں لائے تو یہ کہنے لگے یہ تو کھلا جادو ہے۔ [۶]

حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ سے ابن ابی حاتم میں منقول ہے ”اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ سے فرماتا ہے آپ میرے بندے متوکل اور پسندیدہ ہیں بدخلق بد زبان بازاروں میں شور و غل کرنے والے نہیں برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیتے بلکہ درگزر کر کے معاف کر دیتے ہیں جائے پیدائش آپ کی مکہ ہے جائے ہجرت طابہ ہے ملک آپ کا شام ہے امت آپ کی بکثرت اللہ تعالیٰ کی حمد کرنے والی ہے ہر حال میں اور ہر منزل میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کرتے رہتے ہیں صبح کے وقت ذکر اللہ میں ان کی پست آوازیں برابر سنائی دیتی ہیں جیسے شہد کی مکھڑوں کی بھینسا ہٹ اپنے ناخن اور مونچھیں کترتے ہیں اور اپنے تہبند اپنی آدھی پنڈلیوں تک باندھتے ہیں ان کی صفیں میدان جہاد میں ایسی ہوتی ہیں جیسی نماز میں۔“ پھر حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے اسی آیت کی تلاوت کی پھر فرمایا: دھوپ کا خیال رکھنے والے جہاں وقت نماز آ جائے نماز ادا کر لینے والے گوسواری پر ہوں۔ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ”جب تک حضور ﷺ صفیں نہ بندھو اہل دشمن سے لڑائی شروع نہیں کرتے تھے۔“ پس صف بندی کی تعلیم مسلمانوں کو اللہ کی دی ہوئی ہے۔ ایک دوسرے سے ملے رہیں ثابت قدم رہیں اور ٹلیں نہیں ایک دوسرے سے ملے ہوئے کھڑے رہیں۔ تم نہیں دیکھتے کہ عمارت کا بنانے والا نہیں چاہتا کہ اس کی عمارت میں کہیں اونچ نیچ ہو یا ٹیڑھی ترچھی ہو یا سوراخ رہ جائیں اسی طرح اللہ تعالیٰ نہیں چاہتا اس کے امر میں اختلاف ہو میدان جنگ میں اور بوقت نماز مسلمانوں کی صف بندی خود اس نے کی ہے پس تم اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کرو جو احکام بجالانے گا یہ اس کے لیے عصمت اور بچاؤ ثابت ہوگا۔ ابو بکر فرماتے ہیں مسلمان گھوڑوں پر سوار ہو کر لڑنا پسند نہیں کرتے تھے۔ انہیں تو یہ اچھا معلوم ہوتا تھا کہ زمین پر پیدل صفیں بنا کر آئیں سانس کا مقابلہ کریں۔ آپ فرماتے ہیں کہ جب تم مجھے دیکھو کہ میں نے صف میں سے ادھر ادھر توجہ کی تو تم جو چاہو ملا مت کرنا اور برا بھلا کہنا۔

پیغمبروں کی تکالیف کا بیان: [آیت ۵-۶] اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کلیم اللہ حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا کہ تم

میری رسالت کی سچائی جانتے ہو پھر کیوں میرے درپے آزار ہو رہے ہو؟ اس میں گویا ایک طرح پر آنحضور ﷺ کو تسلی دی جاتی ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ جب بھی ستائے جاتے تو فرماتے اللہ تعالیٰ موسیٰ علیہ السلام پر رحمت نازل فرمائے وہ اس سے زیادہ ستائے گئے لیکن پھر بھی صابر رہے۔ ① اور ساتھ ہی اس میں مومنوں کو ادب سکھایا جا رہا ہے کہ وہ اللہ کے نبی کو ایذا نہ پہنچائیں ایسا نہ کریں جس سے آپ ﷺ کا دل میلا ہو جیسے اور جگہ ہے ﴿لَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ آذَوْا مُوسَى﴾ ② الخ۔ ایمان والو تم ایسے نہ ہونا جیسے موسیٰ کو اذیت دینے والے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس ذی عزت بندے کو ان کے بہتانوں سے پاک کیا۔ پس جب کہ یہ لوگ باوجود علم کے اتباع حق سے ہٹ گئے اور ٹیڑھے چلنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے بھی ان کے دل ہدایت سے ہٹا دیے۔ شک و حیرت ان میں سا گئی۔ جیسے اور جگہ ہے ﴿وَنُقَلِّبُ أَفْئِدَتَهُمْ﴾ ③ الخ یعنی ہم ان کے دل اور آنکھیں الٹ دیں گے جس طرح یہ ہماری آیتوں پر پہلی دفعہ ایمان نہیں لائے اور ہم انہیں ان کی سرکشی کی حالت میں چھوڑ دیں گے جس میں سرگرداں رہیں گے۔ اور جگہ ہے ﴿وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ﴾ ④ الخ۔ جو رسول کی مخالفت کرے ہدایت ظاہر ہو چکنے کے بعد اور مومنوں کے راستے کے سوا کسی کی تابعداری کر لے ہم اسے اسی طرف متوجہ کریں گے جس طرف وہ متوجہ ہوا ہے اور بالآخر اسے ہم جہنم میں ڈال دیں گے اور وہ بہت بری جگہ ہے۔ یہاں بھی ارشاد ہوتا ہے اللہ تعالیٰ فاسقوں کی رہبری نہیں کرتا پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا خطبہ بیان ہوتا ہے جو آپ نے بنی اسرائیل میں دیا تھا۔ جس میں فرمایا تھا کہ تورات میں میری خوشخبری دی گئی تھی اور اب میں تمہیں اپنے بعد آنے والے ایک رسول کی پیش گوئی سنانا ہوں جو نبی ای عربی کی احمد مجتبیٰ حضرت محمد ﷺ ہیں پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کے نبیوں کے ختم کرنے والے اور حضرت محمد ﷺ کل انبیاء اور مرسلین کے خاتم ہیں آپ کے بعد نہ تو کوئی نبی آئے گا نہ رسول نبوت و رسالت سب آپ ﷺ پر من کل الوجہ ختم ہو گئی۔

آنحضرت ﷺ کے فضائل صحیح بخاری میں ایک نہایت پاکیزہ حدیث وارد ہوئی ہے جس میں ہے کہ ”آپ ﷺ نے فرمایا میرے بہت سے نام ہیں محمد احمد ماجی جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے کفر کو مٹا دیا اور میں حاشر ہوں جس کے قدموں پر لوگوں کا حشر کیا جائے گا اور میں عاقب ہوں“ یہ حدیث مسلم میں بھی ہے۔ ⑤ ابوداؤد میں ہے کہ ”حضور اکرم ﷺ نے ہمارے سامنے اپنے بہت سے نام بیان فرمائے جو ہمیں محفوظ رہے۔ ان میں سے یہ چند ہیں۔ فرمایا میں محمد ہوں میں احمد ہوں میں حاشر ہوں میں مقفی ہوں میں نبی الرحمہ ہوں میں نبی التوبہ ہوں میں نبی المحمہ“ یہ حدیث بھی صحیح مسلم میں ہے۔ قرآن کریم میں ہے ﴿الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ الَّذِي يَجِدُونَهُ مَكْنُوزًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرَةِ وَالْإِنْجِيلِ﴾ ⑥ الخ۔ ”جو پیروی کرتے ہیں اس رسول نبی امی کی جنہیں اپنے پاس لکھا ہوا پاتے ہیں تورات میں بھی“ اور انجیل میں بھی“ الخ۔ اور جگہ فرمان ہے ﴿وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ﴾ ⑦ الخ اللہ تعالیٰ نے جب نبیوں سے عہد لیا کہ جب کبھی میں تمہیں کتاب و حکمت دوں پھر تمہارے پاس میرا رسول آئے جو اسے پہچانتا ہو جو تمہارے ساتھ ہے تو تم اس پر ضرور ایمان لاؤ گے اور اس کی ضرور مدد کرو گے کیا تم اس کا اقرار کرتے ہو اور اس پر میرا عہد لیتے ہو؟ سب نے کہا ہمیں اقرار ہے۔ فرمایا پس گواہ رہو اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں میں ہوں۔

① صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب غزوة الطائف، ۴۳۳۵؛ صحیح مسلم، ۱۰۶۲۔ ② ۳۳/ الاحزاب: ۶۹۔

③ ۶/ الانعام: ۱۱۰۔ ④ ۴/ النساء: ۱۱۵۔ ⑤ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورة الصف، ۴۸۹۶؛ صحیح مسلم،

۲۳۵۴؛ ترمذی، ۲۸۴۰؛ احمد، ۴/ ۸۰؛ ابن حبان، ۶۳۱۳۔

⑥ ۷/ الاعراف: ۱۵۷۔ ⑦ ۳/ آل عمران: ۸۱۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ”کوئی نبی اللہ تعالیٰ نے ایسا مبعوث نہیں فرمایا جس سے یہ اقرار نہ لیا ہو کہ ان کی زندگی میں اگر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث کئے جائیں تو وہ آپ کی تابعداری کرے بلکہ ہر نبی سے یہ وعدہ بھی لیا جاتا رہا کہ وہ اپنی اپنی امت سے بھی یہ عہد لے لیں۔“ ایک مرتبہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے دریافت کیا کہ ”حضور آپ ہمیں اپنی خبر سنائیے! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اپنے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہوں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خوشخبری ہوں میری والدہ کا جب پاؤں بھاری ہوا تو خواب میں دیکھا کہ گویا ان میں سے ایک نور نکلا ہے جس سے شام کے شہر بصری کے محلات چمک اٹھے“ (ابن اسحاق)۔ اس کی سند عمدہ ہے۔ اور دوسری سندوں سے اس کے شواہد بھی ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت ہیں: مسند احمد میں ہے ”میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک خاتم النبیین تھا درآں حالیکہ حضرت آدم علیہ السلام اپنی مٹی میں گندھے ہوئے تھے۔ میں تمہیں اس کی ابتدا سناؤں۔ میں اپنے والد حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت اور اپنی ماں کا خواب ہوں انبیاء کی والدہ کو اسی طرح خواب دکھائے جاتے ہیں۔“ ① مسند احمد میں اور سند سے بھی اسی کے قریب روایت مروی ہے۔ ② مسند کی اور حدیث میں ہے کہ ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نجاشی بادشاہ حبشہ کے ہاں بھیج دیا تھا ہم تقریباً اسی (۸۰) آدمی تھے۔ ہم میں حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت جعفر، حضرت عبداللہ بن رواحہ، حضرت عثمان ابن مظعون، حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ وغیرہ بھی تھے۔ ہمارے یہاں پہنچنے پر قریش نے یہ خبر پا کر ہمارے پیچھے اپنی طرف سے بادشاہ کے پاس اپنے دو سفیر بھیجے عمرو بن عاص اور عمارہ بن ولید۔ ان کے ساتھ دربار شاہی کے لیے تحفے بھی بھیجے۔ جب یہ آئے تو انہوں نے بادشاہ کے سامنے سجدہ کیا پھر دائیں بائیں گھوم کر بیٹھ گئے پھر اپنی درخواست پیش کی کہ ہمارے کنبہ قبیلے کے چند لوگ ہمارے دین کو چھوڑ کر ہم سے بگڑ کر آپ کے ملک میں چلے آئے ہیں ہماری قوم نے ہمیں اس لیے آپ کی خدمت میں بھیجا ہے کہ آپ انہیں ہمارے حوالے کر دیجئے۔ نجاشی نے پوچھا: وہ کہاں ہیں؟ انہوں نے کہا یہیں اسی شہر میں ہیں۔ حکم دیا کہ انہیں حاضر کرو! چنانچہ یہ مسلمان صحابہ رضی اللہ عنہم دربار میں آئے۔ ان کے خلیف اس وقت حضرت جعفر رضی اللہ عنہ تھے باقی لوگ ان کے ماتحت تھے۔ یہ جب آئے تو انہوں نے سلام تو کیا لیکن سجدہ نہیں کیا۔ درباریوں نے کہا تم بادشاہ کے سامنے سجدہ کیوں نہیں کرتے؟ جواب ملا کہ ہم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو سجدہ نہیں کرتے۔ پوچھا گیا کیوں؟ فرمایا اللہ تعالیٰ نے اپنا رسول ہماری طرف بھیجا اور اس رسول نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم اللہ کے سوا کسی اور کو سجدہ نہ کریں اور حضور نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم نماز پڑھتے رہیں زکوٰۃ ادا کرتے رہیں۔ اب عمرو بن عاص سے نہ رہا گیا کہ ایسا نہ ہو کہ ان باتوں کا اثر بادشاہ پر پڑے۔ درباریوں اور خود بادشاہ کو بھڑکانے کے لیے وہ بیچ میں بول پڑا کہ حضور ان کے اعتقاد حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے بارے میں آپ لوگوں سے بالکل مخالف ہیں۔ اس پر بادشاہ نے پوچھا: بتلاؤ تم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دوران کی والدہ کے بارے میں کیا عقیدہ رکھتے ہو۔ انہوں نے کہا ہمارا عقیدہ اس بارے میں وہی ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ہمیں تعلیم فرمایا ہے کہ وہ کلمۃ اللہ ہیں جس روح کو اللہ تعالیٰ نے کنواری مریم بتول کی طرف القا کیا جو کنواری تھیں کسی انسان نے ہاتھ بھی نہیں لگایا تھا نہ انہیں بچہ ہونے کا کوئی موقعہ تھا۔ بادشاہ نے یہ سن کر زمین سے ایک تنکا اٹھایا اور کہا اے حبشہ کے لوگو! اور اے واعظو! عالمو! درویشو! ان کا اور ہمارا اس بارے میں ایک ہی عقیدہ ہے اللہ کی قسم! ان کے اور ہمارے عقیدے میں اس تنکے جتنا بھی فرق نہیں۔ اے جماعت مہاجرین تمہیں مرہا ہو اور اس رسول کو بھی مرہا ہو جن کے پاس سے تم =

① احمد، ۱۲۷/۴ وسندہ ضعیف وحديث احمد، ۱۲۷/۴ یغنی عنہ، حاکم، ۱۸/۲۔

② احمد، ۲۶۲/۵ وسندہ حسن؛ مسند الطیالسی، ۱۱۴۰۔

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ وَهُوَ يُدْعَىٰ إِلَى الْإِسْلَامِ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ④ يُرِيدُونَ لِيُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَاللَّهُ مُتِمُّ نُورِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ ⑤ هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ ⑥

ترجمہ: اس شخص سے زیادہ ظالم اور کون ہوگا جو اللہ پر جھوٹ افتر اباندھے حالانکہ وہ اسلام کی طرف بلایا جاتا ہے اور اللہ ایسے ظالموں کو ہدایت نہیں کرتا۔ [۴] چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے منہ سے بجھا دیں۔ اور اللہ اپنے نور کو کمال تک پہنچانے والا ہے جو کافر برائیاں۔ [۸] وہی ہے جس نے اپنے رسول (ﷺ) کو ہدایت اور سچا دین دے کر بھیجا ہے تاکہ اسے اور تمام مذاہب پر غالب کر دے اگرچہ مشرکین ناخوش ہوں۔ [۹]

= آئے ہو۔ میری گواہی ہے کہ وہ اللہ کے سچے رسول ہیں۔ وہی ہیں جن کی پیش گوئی ہم نے انجیل میں پڑھی ہے اور یہ وہی ہیں جن کی بشارت ہمارے پیغمبر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دی ہے۔ میری طرف سے تمہیں عام اجازت ہے جہاں چاہو رہو ہو۔ اللہ کی قسم اگر ملک کے اس جھنجھٹ سے میں آزاد ہوتا تو میں قطعاً حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتا آپ کی جوتیاں اٹھاتا آپ کی خدمت کرتا اور آپ کو وضو کراتا۔ اتنا کہہ کر حکم دیا کہ یہ دونوں قریشی جو تمھنے لے کر آئے ہیں وہ انہیں واپس کر دیا جائے۔ ان مہاجرین کرام میں سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تو جلد ہی حضور ﷺ سے آئے جنگ بدر میں بھی آپ نے شرکت کی۔ اس شاہ جوشہ کے انتقال کی خبر جب حضور کو پہنچی تو آپ ﷺ نے اس کے لیے بخشش کی دعا مانگی۔ “ ① یہ پورا واقعہ حضرت جعفر اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ ②

تفسیری موضوع سے چونکہ یہ الگ چیز ہے اس لیے ہم نے یہاں اسے مختصر اور درک دیا مزید تفصیل سیرت کی کتابوں میں ملاحظہ ہو ہمارا مقصود یہ ہے کہ عالی جناب حضور محمد ﷺ کی بابت اگلے انبیائے کرام علیہم السلام برابر پیشین گوئیاں کرتے رہے اور اپنی امت کو اپنی کتاب میں سے آپ کی صفات سناتے رہے اور آپ کی اتباع اور نصرت کا انہیں حکم کرتے رہے ہاں آپ ﷺ کے امر کی شہرت حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی دعا کے بعد ہوئی جو تمام انبیاء کے باپ تھے۔ اسی طرح مزید شہرت کا باعث حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت ہوئی۔ جس حدیث میں آپ ﷺ نے سائل کے سوال پر اپنے امر نبوت کی نسبت دعا ئے خلیل اور نوید مسیح کی طرف کی ہے اس سے یہی مراد ہے۔ ان دونوں کے ساتھ آپ ﷺ کا اپنی والدہ محترمہ کے خواب کا ذکر کرنا اس لیے تھا کہ اہل مکہ میں آپ ﷺ کی شروع شہرت کا باعث یہ خواب تھا۔ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ پر بے شمار درود و رحمت بھیجے۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ باوجود اس قدر شہرت اور باوجود انبیاء کی متواتر پیشین گوئیوں کے بھی جب آپ ﷺ روشن دلیلیں لے کر آئے تو مخالفین نے اور کافروں نے کہہ دیا کہ یہ تو صاف صاف جادو ہے۔

اللہ کا دین روشن ہے: [آیت: ۷-۹] ارشاد ہوتا ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ پر جھوٹ افتر اباندھے اور اس کے شریک و سبیم مقرر =

① احمد، ۱/ ۴۶۱ وسندہ ضعیف، ابو اسحاق عنعن وفيه علة أخرى۔

② احمد، ۱/ ۲۰۱، ۲۰۳ وسندہ ضعیف، الزهري عنعن۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَى تِجَارَةٍ تُنْجِيكُمْ مِنْ عَذَابِ أَلِيمٍ ۝
تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَتُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ ۝
ذَلِكَ خَيْرٌ لَّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۝ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَيُدْخِلْكُمْ جَنَّاتٍ
تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ وَمَسْكِنٌ طَيِّبَةٌ فِي جَنَّاتٍ عَدْنٍ ۝ ذَلِكَ الْفَوْزُ
الْعَظِيمُ ۝ وَأُخْرَى يُحِبُّونَهَا ۝ نَصْرٌ مِنَ اللَّهِ وَفَتْحٌ قَرِيبٌ ۝ وَبَشِيرٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ ۝

ترجمہ: اے ایمان والو! کیا میں تمہیں وہ تجارت بتاؤں جو تمہیں دردناک عذاب سے بچالے؟ [۱۰] اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اللہ کی راہ میں اپنے مال اور اپنی جانوں سے جہاد کرو۔ یہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم میں علم ہو۔ [۱۱] اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ معاف فرمادے گا اور تمہیں ان جنتوں میں پہنچائے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی اور صاف سترے گھروں میں جو جنت عدن میں ہوں گے یہی ہے بہت بڑی کامیابی۔ [۱۲] اور تمہیں ایک دوسری نعمت بھی دے گا جسے تم چاہتے ہو وہ اللہ کی مدد اور جلد فتح پائی ہے ایمانداروں کو خوش خبری دے دو۔ [۱۳]

= کرے اس سے بڑھ کر کوئی ظالم نہیں اگر یہ شخص بے خبر ہوتا جب بھی ایک بات تھی یہاں تو یہ حالت ہے کہ وہ اخلاص اور توحید کی طرف برابر بلایا جا رہا ہے۔ بھلا ایسے ظالموں کی قسمت میں ہدایت کہاں؟ ان کفار کی چاہت تو یہ ہے کہ حق کو باطل سے رد کر دیں ان کی مثال بالکل ایسی ہے جیسے کوئی سورج کی شعاع کو اپنے منہ کی پھونک سے بے نور کرنا چاہے جس طرح یہ محال ہے کہ اس کے منہ کی پھونک سے سورج کی روشنی جاتی رہے اسی طرح یہ بھی محال ہے کہ اللہ کا دین ان کفار سے رد ہو جائے اللہ تعالیٰ فیصلہ کر چکا ہے کہ وہ اپنے نور کو پورا کر کے ہی رہے گا کافر برامانیں تو مانتے رہیں۔ اس کے بعد اپنے رسول اور اپنے دین کی حقانیت کو واضح فرمایا ان دونوں آیتوں کی پوری تفسیر سورہ برأت میں گزر چکی ہے فَاَلْحَمْدُ لِلَّهِ۔

بہترین تجارت: [آیت: ۱۰-۱۳] حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ والی حدیث پہلے گزر چکی ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے حضور ﷺ سے یہ پوچھنا چاہا کہ سب سے زیادہ محبوب عمل اللہ تعالیٰ کو کونسا ہے؟ اس پر اللہ عزوجل نے یہ سورت نازل فرمائی جس میں فرما رہا ہے کہ آؤ میں تمہیں ایک سراسر نفع والی تجارت بتاؤں جس میں گھائے کی کوئی صورت ہی نہیں ہے جس سے مقصود حاصل اور ڈر زائل ہو جائے گا۔ وہ یہ ہے کہ تم اللہ کی وحدانیت اور اس کے رسول کی رسالت پر ایمان لاؤ اپنا جان مال اس کی راہ میں قربان کرنے پر تہل جاؤ جان لو کہ یہ دنیا کی تجارت اور اس کے لیے کدو کاوش کرنے سے بہت ہی بہتر ہے۔ اگر اس میری بتلائی ہوئی تجارت کے تم تاجر بن گئے تو تمہاری ہر لغزش سے ہر گناہ سے میں درگزر کر لوں گا اور جنتوں کے پاکیزہ محلات میں بلند و بالا درجوں میں تمہیں پہنچاؤں گا تمہارے بالا خانوں اور ان بیٹھکی والے باغات کے درختوں تلے سے صاف شفاف نہریں پوری روانی سے جاری ہوں گی یقیناً مان لو کہ زبردست کامیابی اور اعلیٰ مقصدوری یہی ہے۔ اچھا اس سے بھی زیادہ سنو تم جو ہمیشہ دشمنوں کے مقابلے پر میری مدد طلب کرتے رہتے ہو اور اپنی فتح چاہتے ہو تو میرا وعدہ ہے کہ یہ بھی تمہیں دوں گا ادھر مقابلہ ہوا ادھر فتح ہوئی ادھر سامنے آئے ادھر فتح و نصرت =

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا أَنْصَارَ اللَّهِ كَمَا قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ لِحَوَارِيِّينَ
مَنْ أَنْصَارِي إِلَى اللَّهِ قَالَ الْحَوَارِيُّونَ نَحْنُ أَنْصَارُ اللَّهِ فَأَمْنَتْ طَائِفَةٌ
مِنْ بَنِي إِسْرَءِيلَ وَكَفَرَتْ طَائِفَةٌ فَأَيَّدْنَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَى عَدُوِّهِمْ
فَأَصْبَحُوا ظَاهِرِينَ ۝

ترجمہ: اے ایمان والو! تم اللہ تعالیٰ کے مددگار بن جاؤ! جس طرح حضرت مریم کے بیٹے حضرت عیسیٰ نے حواریوں سے فرمایا کہ کون ہے جو اللہ کی راہ میں میرا مددگار بنے۔ حواریوں نے کہا ہم اللہ کی راہ میں مددگار ہیں پس بنی اسرائیل میں سے ایک جماعت تو ایمان لائی اور ایک جماعت نے کفر کیا ہم نے مومنوں کی ان کے دشمنوں کے مقابلہ پر مدد کی پس وہ غالب آ گئے۔ [۱۳۱]

== نے رکاب بوسی کی۔ اور جگہ ارشاد ہوتا ہے ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تَنْصُرُوا اللَّهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ أَقْدَامَكُمْ﴾ ① اے ایمان والو! اگر تم اللہ کے دین کی مدد کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہاری مدد کرے گا اور تمہیں ثابت قدمی عنایت فرمائے گا اور فرمان ہے ﴿وَلْيَنْصُرَنَّ اللَّهُ مَنْ يَنْصُرُهُ إِنَّ اللَّهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ﴾ ② یعنی یقیناً اللہ تعالیٰ اس کی مدد کرے گا جو اللہ کے دین کی مدد کرے گا بے شک اللہ تعالیٰ بڑی قوت والا اور غیر فانی عزت والا ہے۔ یہ مدد اور یہ فتح دنیا میں اور وہ جنت اور نعمت آخرت میں ان لوگوں کے حصے میں ہے جو اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول کی اطاعت میں لگے رہیں اور اللہ اور اللہ کے دین کی خدمت میں جان و مال سے دریغ نہ کریں اسی لیے فرمایا کہ اے نبی ایمان والو! کو میری طرف سے یہ خوش خبری پہنچا دو۔

پیغمبر ﷺ کی مدد کرو: [آیت: ۱۳۱] اللہ سبحانہ و تعالیٰ اپنے مومن بندوں کو حکم دیتا ہے کہ وہ ہر آن اور ہر لمحہ جان و مال، عزت و آبرو، قول و فعل، نقل و حرکت سے دل اور زبان سے اللہ اور اس کے رسول کی تمام تر باتوں کی قبولیت میں رہیں۔ پھر مثال دیتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تابعداروں کو دیکھو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آواز پر فوراً البیک پکاراٹھے اور ان کے اس کہنے پر کہ کوئی ہے جو اللہ کی باتوں پر میری امداد کرے انہوں نے بلا غور علی الفور کہہ دیا کہ ہم سب آپ کے ساتھی ہیں اور دین الہی کی امداد میں آپ ﷺ کے تابع ہیں۔ چنانچہ روح اللہ علیہ صلوات اللہ نے اسرائیلیوں اور یونانیوں میں انہیں مبلغ بنا کر شام کے شہروں میں بھیجا۔ حج کے دنوں میں سرور رسل ﷺ بھی فرمایا کرتے تھے کہ کوئی ہے جو مجھے جگہ دے تاکہ میں اللہ تعالیٰ کی رسالت کو پہنچا دوں، قریش تو مجھے رب کا پیغام پہنچانے سے روک رہے ہیں۔ ③ چنانچہ اہل مدینہ کے قبیلے اوس و خزرج کو اللہ تعالیٰ نے یہ سعادت ابدی بخشی، انہوں نے آپ ﷺ سے بیعت کی آپ ﷺ کی باتیں قبول کیں اور مضبوط عہد و پیمان کئے کہ اگر آپ ﷺ ہمارے ہاں آ جائیں تو پھر کسی سرخ و سیاہ کی طاقت نہیں جو آپ کو دکھ پہنچائے ہم آپ کی طرف سے جانیں لڑا دیں گے اور آپ ﷺ پر کوئی آنچ نہ آنے دیں گے۔ پھر جب حضور ﷺ اپنے ساتھیوں کو لے کر ہجرت کر کے ان کے ہاں گئے تو فی الواقع انہوں نے اپنے کہے کو پورا کر دکھایا اور

① ۴۷ / محمد: ۷۔ ② ۲۲ / الحج: ۴۰۔

③ احمد، ۳ / ۳۲۲، ۳ / ۳۳۹ ح ۱۴۶۵۳ وهو حدیث صحیح؛ دلائل النبوة للبيهقي، ۲ / ۴۴۲۔ اس معنی کی روایت ترمذی،

کتاب فضائل القرآن، باب ((الارجل يحملني الى قومه.....)) ۲۹۲۵ وسنده صحیح۔

اپنی زبان کی پاسداری کی۔ اسی لیے انصار کے معزز لقب سے ممتاز ہوئے اور یہ لقب گویا ان کا امتیازی نام بن گیا۔ اللہ تعالیٰ ان سے خوش ہو اور انہیں بھی راضی کرے آمین۔ اب جب کہ حواریوں کو لے کر آپ اللہ کے دین کی تبلیغ کے لیے کھڑے ہوئے تو بنی اسرائیل کے کچھ لوگ تو راہ راست پر آگئے اور کچھ لوگ نہ آئے بلکہ آپ کو اور آپ کی والدہ ماجدہ طاہرہ کو بدترین برائی کی طرف منسوب کیا۔ ان یہودیوں پر اللہ کی پھٹکار پڑی اور ہمیشہ کے لیے رائدہ درگاہ بن گئے۔ پھر ماننے والوں میں سے بھی ایک جماعت ماننے ہی میں حد سے گزر گئی اور انہیں ان کے درجہ سے بہت بڑھا دیا۔ پھر اس گروہ میں بھی کئی گروہ ہو گئے، بعض تو کہنے لگے کہ سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بیٹے ہیں، بعض نے کہا تین میں سے تیسرے ہیں، یعنی باپ، بیٹا اور روح القدس اور بعض نے تو آپ علیہ السلام کو اللہ ہی مان لیا۔

ان سب کا ذکر سورہ نسا میں مفصل ملاحظہ ہو۔ سچے ایمان والوں کی جناب باری نے اپنے آخر الزمان رسول ﷺ کی بعثت سے تائید کی ان کے دشمن نصرانیوں پر انہیں غالب کر دیا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھیوں کا ذکر: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ”جب اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر چڑھائے آپ علیہ السلام نہادھو کے اپنے اصحاب کے پاس آئے سر سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے یہ بارہ صحابہ تھے جو ایک گھر میں بیٹھے ہوئے تھے۔ آتے ہی فرمایا تم میں وہ بھی ہیں جو مجھ پر ایمان لائے ہیں لیکن پھر میرے ساتھ کھڑے ہو گئے اور ایک دو دفعہ نہیں بلکہ بارہ بارہ مرتبہ۔ پھر فرمایا تم میں سے کون اس بات پر آمادہ ہے کہ اس پر میری مشابہت ڈالی جائے اور وہ میرے بدلے قتل کیا جائے اور جنت میں میرے درجے میں میرا ساتھی بنے؟ ایک نو جوان جو ان سب میں کم عمر تھا اٹھ کھڑا ہوا اور اپنے تئیں پیش کیا۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا تم بیٹھ جاؤ۔ پھر وہی بات کہی اب کی مرتبہ بھی وہی کم عمر نو جوان صحابی کھڑے ہوئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اب کی مرتبہ بھی انہیں بٹھا دیا۔ پھر تیسری مرتبہ یہی سوال کیا اب کی مرتبہ بھی یہی نو جوان کھڑے ہوئے۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا: بہت بہتر۔ اسی وقت ان کی شکل و صورت بالکل حضرت عیسیٰ علیہ السلام جیسی ہو گئی اور خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام اسی گھر کے ایک روزن سے آسمان کی طرف اٹھا لیے گئے۔ اب یہودیوں کی دودھ آئی اور انہوں نے اس نو جوان کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سمجھ کر گرفتار کر لیا اور قتل کر دیا اور سولی پر چڑھا دیا۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیش گوئی کے مطابق ان باقی گیارہ لوگوں میں سے بعض نے بارہ بارہ مرتبہ کفر کیا حالانکہ اس سے پہلے ایمان دار تھے۔“

پھر بنی اسرائیل کے ماننے والے گروہ کے تین فرقے ہو گئے۔ ایک فرقے نے تو کہا کہ خود اللہ ہمارے درمیان بصورت مسیح تھا جب تک چاہا رہا، پھر آسمان پر چڑھ گیا، انہیں یعقوبیہ کہا جاتا ہے۔ ایک فرقے نے کہا ہم میں اللہ کا بیٹا تھا جب تک اللہ نے چاہا اسے ہم میں رکھا اور جب چاہا اپنی طرف چڑھا لیا، انہیں نسطوریہ کہا جاتا ہے۔ تیسری جماعت حق پر قائم رہی ان کا عقیدہ ہے کہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہم میں تھے، جب تک اللہ کی چاہت رہی آپ علیہ السلام ہم میں موجود رہے پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف اٹھا لیا، یہ جماعت مسلمانوں کی ہے۔ پھر ان دونوں کافر جماعتوں کی طاقت بڑھ گئی اور انہوں نے ان مسلمانوں کو مار پیٹ کر قتل و غارت کرنا شروع کیا اور یہ دے بے بچھے اور مغلوب ہی رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی حضرت محمد ﷺ کو مبعوث فرمایا۔ پس بنی اسرائیل کی وہ مسلمان جماعت آپ ﷺ پر ایمان لائی اور ان کافر جماعتوں نے آپ ﷺ سے بھی کفر کیا۔ پس ان ایمان والوں کی اللہ تعالیٰ نے مدد کی اور انہیں ان کے دشمنوں پر غالب کر دیا۔ آنحضرت ﷺ کا غالب آ جانا اور دین اسلام کا تمام

ادیان کو مغلوب کر دینا ہی ان کا غالب آنا اور اپنے دشمنوں پر فتح پانا ہے۔ ملاحظہ ہو تفسیر ابن جریر ❶ اور سنن نسائی۔
پس یہ امت حق پر قائم رہ کر ہمیشہ تک غالب رہے گی یہاں تک کہ امر اللہ یعنی قیامت آجائے اور یہاں تک کہ اس امت کے
آخری لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہو کر مسیح دجال سے لڑائی کریں گے جیسے کہ صحیح احادیث میں موجود ہے۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے سورہ صف کی تفسیر ختم ہوگئی، قَالَ حَمْدُ لِلّٰهِ۔



تفسیر سورہ جمعہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ الْمَلِكُ الْقُدُّوسُ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ①
هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمَمِیْنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَيُزَكِّیْهِمْ
وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِی ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ②
وَآخِرِیْنَ مِنْهُمْ لَبَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ ۖ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِیْمُ ③ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ
یُوْتِیْهِ مَنۢ یَّشَآءُ ۖ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ ④

ترجمہ: شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑے رحم والا ہے

آسمان وزمین کی ہر ہر چیز اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتی ہے جو بادشاہ نہایت پاک ہے غالب و باحکمت ہے۔ [۱] وہی ہے جس نے ناخواندہ لوگوں میں ان ہی میں سے ایک رسول بھیجا جو انہیں اس کی آیتیں پڑھ کر سنا تا ہے اور ان کو پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب و حکمت سکھاتا ہے۔ یقیناً یہ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔ [۲] اور دوسروں کے لیے بھی انہی میں سے جواب تک ان سے نہیں ملے۔ اور وہی ہے غالب باحکمت۔ [۳] یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے اپنا فضل دے۔ اللہ تعالیٰ بہت بڑے فضل کا مالک ہے۔ [۴]

صحیح مسلم میں حضرت ابن عباس اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جمعہ کی نماز میں سورہ جمعہ اور

سورہ منافقون پڑھا کرتے تھے۔ ①

علم اللہ تعالیٰ عطا کرتا ہے: [آیت: ۱-۴] ہر بے زبان اور ناطق چیز اللہ تعالیٰ عزوجل کی پاکیزگی بیان کرتی رہتی ہے جیسے اور جگہ بھی فرمایا ہے کہ کوئی چیز ایسی نہیں جو اس کی تسبیح اس کی حمد کے ساتھ نہ کرتی ہو تمام مخلوق خواہ آسمان کی ہو خواہ زمین کی اس کی تعریفوں اور پاکیزگیوں کے بیان میں مصروف و مشغول ہے وہ آسمان اور زمین کا بادشاہ اور ان دونوں میں اپنا پورا تصرف اور اہل حکم جاری کرنے والا ہے وہ تمام نقصانات سے پاک اور بے عیب ہے تمام صفات کمالیہ کے ساتھ موصوف ہے وہ عزیز و حکیم ہے۔ اس کی تفسیر کئی بار گزر چکی ہے۔ ”امیون“ سے مراد عرب ہیں جیسے اور جگہ فرمان باری ہے ﴿وَقُلْ لِلَّذِیْنَ اٰتُوْا الْكِتٰبَ وَالْاُمِیِّیْنَ ؕ اَسْلَمْتُمْ﴾ ② الخ۔ یعنی تو اہل کتاب اور ان پڑھ لوگوں سے کہہ دے کہ کیا تم نے اسلام قبول کیا؟ اور وہ مسلمان ہو جائیں تو راہ راست پر ہیں اور اگر منہ پھیر لیں تو تجھ پر تو صرف پہنچا دینا ہے اور اپنے بندوں کی پوری دیکھ بھال کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے۔ یہاں عرب کا ذکر اس لیے نہیں کہ غیر عرب کی نفی ہو بلکہ صرف اس لیے ہے کہ ان پر احسان و اکرام بہ نسبت دوسروں کے بہت زیادہ ہے۔ جیسے اور جگہ ہے ﴿وَاِنَّهٗ لَذٰکُوْرٌ

① صحیح مسلم، کتاب الجمعة، باب ما یقرأ فی صلاة الجمعة، ۸۷۷؛ ابو داود، ۱۱۲۴؛ ترمذی، ۵۱۹؛ ابن ماجہ، ۱۱۱۸؛

احمد، ۴۲۹/۲۔ ② ۳/ آل عمران: ۲۰۔

لَکَ وَلَقَوْمُکَ ﴿۱﴾ یعنی ”یہ تیرے لیے بھی نصیحت ہے اور تیری قوم کے لیے بھی“ یہاں بھی قوم کی خصوصیت نہیں کیونکہ قرآن کریم سب جہان والوں کے لیے نصیحت ہے۔ اسی طرح اور جگہ فرمان ہے ﴿وَأَنْذِرْ عَشِیرَتَکَ الْآفَرِیْقَیْنَ﴾ ﴿۲﴾ اپنے قرابت دار اور کنہہ والوں کو ڈرادے۔ یہاں بھی یہ مطلب ہرگز نہیں کہ آپ ﷺ کی تنبیہ صرف اپنے گھر والوں کے ساتھ مخصوص ہے بلکہ عام ہے۔ ارشاد باری ہے ﴿قُلْ یَاٰیہَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ الْبَکِّمُ جَمِیْعًا﴾ ﴿۳﴾ ”لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔“

اور جگہ فرمان ہے ﴿لَا نُنْذِرُکُمْ بِہٖ وَمَنْ بَلَغَ﴾ ﴿۴﴾ یعنی اس کے ساتھ میں تمہیں خبردار کر دوں اور ہر اس شخص کو جسے یہ پہنچے۔ اسی طرح قرآن کی بابت فرمایا ﴿وَمَنْ یَّکْفُرْ بِہٖ مِنَ الْاَحْزَابِ فَالِنَارُ مَوْعِدُہٗ﴾ ﴿۵﴾ ”تمام گروہ میں سے جو بھی اس کا انکار کرے وہ جہنمی ہے“ اسی طرح کی اور بھی بہت سی آیتیں ہیں جن سے صاف ثابت ہے کہ حضور ﷺ کی بعثت تمام روئے زمین کی طرف تھی کل مخلوق کے لیے آپ ﷺ پیغمبر تھے ہر سرخ و سیاہ کی طرف آپ ﷺ نبی بنا کر بھیجے گئے تھے صَلَوَاتُ اللّٰهِ وَسَلَامُہٗ عَلَیْہِ سورۃ انعام کی تفسیر میں اس کا پورا بیان ہم کر چکے ہیں اور بہت سی آیات و احادیث وارد کی ہیں فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ۔ یہاں یہ فرمانا کہ ان پڑھوں یعنی عربوں میں اپنا رسول بھیجا اس لیے ہے کہ حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کی دعا کی قبولیت معلوم ہو جائے۔ آپ ﷺ نے اہل مکہ کے لیے دعا مانگی تھی کہ اللہ تعالیٰ ان میں ایک رسول ان ہی میں سے بھیجے جو انہیں اللہ کی آیتیں پڑھ کر سنائے انہیں پاکیزگی سکھائے اور کتاب و حکمت کی تعلیم دے۔ پس اللہ تعالیٰ نے آپ کی یہ دعا قبول فرمائی اور جب کہ مخلوق کو نبی اللہ کی سخت حاجت تھی سوائے چند اہل کتاب کے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سچے دین پر قائم تھے اور افراط و تفریط سے الگ تھے باقی تمام دنیا دین حق کو بھلا بیٹھی تھی اور اللہ کی نامرضی کے کاموں میں مبتلا تھی اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو مبعوث فرمایا۔ آپ ﷺ نے ان پڑھوں کو اللہ کے کلام کی آیتیں پڑھ کر سنائیں انہیں پاکیزگی سکھائی اور کتاب و حکمت کا معلم بنادیا۔ حالانکہ اس سے پہلے وہ کھلی گمراہی میں تھے۔ سنئے عرب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین کے دعویدار تھے لیکن حالت یہ تھی کہ اصل دین کو خورد برد کر چکے تھے۔ اس میں اس قدر تغیر و تبدل کر دیا تھا کہ توحید شرک سے اور یقین شک سے بدل چکا تھا۔ ساتھ ہی بہت سی اپنی ایجاد کردہ بدعتیں دین اللہ میں شامل کر دی تھیں۔ اسی طرح اہل کتاب نے اپنی کتاب کو بدل دیا تھا۔ ان میں تحریف کر لی تھی اور متغیر کر دیا تھا۔ ساتھ ہی معنی میں بھی الٹ پھیر کر لیا تھا۔

پس اللہ پاک نے حضرت محمد ﷺ کو عظیم الشان شریعت اور کامل مکمل دین دے کر دنیا والوں کی طرف بھیجا کہ اس فساد کی اصلاح کریں اہل دنیا کو اصل احکام الہی پہنچائیں اللہ کی مرضی اور نامرضی کے احکام لوگوں کو معلوم کرا دیں جنت سے قریب کرینوالے عذاب سے نجات دلوانے والے تمام اعمال بتلائیں ساری مخلوق کے ہادی بنیں اصول و فروع سب سکھائیں کوئی چھوٹی بڑی بات باقی نہ چھوڑیں تمام تر شک شبہ سب کے دور کر دیں اور ایسے دین پر لوگوں کو ڈال دیں جس میں ہر بھلائی موجود ہو۔ اس بلند و بالا خدمت کے لیے آپ ﷺ میں وہ برتیاں اور بزرگیاں جمع کر دیں جو نہ آپ سے پہلے کسی میں تھیں نہ آپ کے بعد کسی میں ہو سکیں۔ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ پر ہمیشہ ہمیشہ درود و سلام نازل فرماتا رہے آمین!

دوسری آیت کی تفسیر میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے صحیح بخاری میں مروی ہے کہ ”ہم آ نحضرت ﷺ کے پاس بیٹھے =

﴿۱﴾ ۴۳ / الزخرف: ۴۴۔ ﴿۲﴾ ۲۶ / الشعراء: ۲۱۴۔ ﴿۳﴾ ۷ / الاعراف: ۱۵۸۔

﴿۴﴾ ۶ / الانعام: ۱۹۔ ﴿۵﴾ ۱۱ / ہود: ۱۹۔

مَثَلُ الَّذِينَ حُمِّلُوا التَّوْرَةَ ثُمَّ لَمْ يُحْمِلُوهَا كَمَثَلِ الْجِبَارِ يَحْمِلُ أَسْفَارًا ۖ بِئْسَ
 مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِ اللَّهِ ۖ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ۝ قُلْ
 يَا أَيُّهَا الَّذِينَ هَادُوا إِن زَعَمْتُمْ أَنكُمُ أَوْلِيَاءُ لِلَّهِ مِن دُونِ النَّاسِ فَتَمَتَّعُوا
 بِالْمُوتِ إِن كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۝ وَلَا يَتَمَنَّوْنَهُ أَبَدًا بِمَا قَدَّمْت أَيْدِيَهُمْ ۖ وَاللَّهُ
 عَلِيمٌ بِالظَّالِمِينَ ۝ قُلْ إِنَّ الْمَوْتَ الَّذِي تَفَرَّوْنَ مِنْهُ فَإِنَّهُ مُلَاقِيكُمْ ثُمَّ
 تُرَدُّوْنَ إِلَىٰ عِلْمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۝

ترجمہ: جن لوگوں کو تورات پر عمل کرنے کا حکم دیا گیا پھر انہوں نے اس پر عمل نہیں کیا ان کی مثال اس گدھے کی سی ہے جو بہت سی کتابیں
 لادے ہو۔ اللہ کی باتوں کو جھٹلانے والوں کی بڑی بری مثال ہے۔ اللہ ایسے ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا۔ [۵۱] کہہ دے کہ اے یہودیو! اگر تمہارا دعویٰ
 ہے کہ تم اللہ کے دوست ہو دوسرے لوگ نہیں تو تم موت کی تمنا کرو اگر تم سچے ہو۔ [۵۲] یہ ہرگز موت کی تمنا نہ کریں گے بویہ ان اعمال کے جو اپنے
 آگے اپنے ہاتھوں پہنچ رکھے ہیں۔ یہ نا انصاف اللہ تعالیٰ کو خوب معلوم ہیں۔ [۵۳] کہہ دے کہ جس موت سے تم بھاگتے پھرتے ہو وہ تو تمہیں پہنچ
 کر ہی رہے گی پھر تم سب چھپے کھلے کے جاننے والے اللہ کی طرف لوٹائے جاؤ گے اور وہ تمہیں تمہارے کئے ہوئے تمام کام بتلا دے گا۔ [۵۴]

== ہوئے تھے کہ آپ ﷺ پر سورہ محمد نازل ہوئی۔ جب آپ ﷺ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی تو لوگوں نے پوچھا کہ ﴿الْآخِرِينَ
 مِنْهُمْ﴾ سے کیا مراد ہے؟ تین مرتبہ حضور ﷺ سے سوال ہوا تب آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے سر پر رکھا
 اور فرمایا اگر ایمان ثریا کے ستارے کے پاس ہوتا تو بھی ان لوگوں میں سے ایک یا کئی ایک پالیتے۔“ ①
 اس روایت سے معلوم ہوا کہ یہ سورت مدنی ہے اور یہ بھی ثابت ہوا کہ حضور ﷺ کی پیغمبری تمام دنیا والوں کی طرف ہے
 صرف عرب کے لیے ہی مخصوص نہیں کیوں کہ آپ ﷺ نے اس آیت کی تفسیر میں فارس والوں کو فرمایا۔ اسی عام بعثت کی بنا پر
 آپ ﷺ نے فارس و روم کے بادشاہوں کے نام اسلام قبول کرنے کے فرامین بھیجے۔
 حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ بھی فرماتے ہیں اس سے مراد عجمی لوگ ہیں ② یعنی عرب کے علاوہ لوگ جو حضور ﷺ پر ایمان
 لائیں اور آپ ﷺ کی وحی کی تصدیق کریں۔

ابن ابی حاتم کی حدیث میں ہے کہ ”اب سے تین تین پشتوں کے بعد آنے والے میرے امتی بغیر حساب کے جنت میں داخل
 ہوں گے۔ پھر آپ ﷺ نے اس آیت کی تلاوت کی۔“ ③ وہ اللہ عزت والا حکمت والا ہے اپنی شریعت اور اپنی تقدیر میں غالب با
 حکمت ہے۔ پھر فرمان ہے یہ اللہ کا فضل ہے یعنی آنحضرت ﷺ کو ایسی زبردست عظیم الشان نبوت کے ساتھ سرفراز فرمانا اور اس

① صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ الجمعة، باب قوله ﴿وَالْآخِرِينَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ﴾ ۴۸۹۷؛ صحیح مسلم،
 ۲۵۴۶؛ ترمذی، ۳۳۱۰۔ ② الطبری، ۳۷۴/۲۳۔

③ السنۃ لابن ابی عاصم، ۳۰۹ وسندہ ضعیف، الولید بن مسلم لم یصرح بالسماع المسلسل۔

فضل عظیم سے بہرہ ور کرنا یہ خاص اللہ کا فضل ہے۔ اللہ اپنا فضل جسے چاہے دے وہ بہت بڑے فضل و کرم والا ہے۔

یہود کی مذمت: [آیت: ۵-۸] ان آیتوں میں یہودیوں کی مذمت بیان کی گئی ہے کہ انہیں تورات دی گئی اور عمل کرنے کے لیے انہوں نے لی، پھر عمل نہ کیا۔ فرمایا جاتا ہے کہ ان کی مثال گدھے کی سی ہے کہ اگر اس پر کتا یوں کا بوجھ لا دیا جائے تو اسے یہ تو معلوم ہے کہ اس پر کوئی بوجھ ہے لیکن یہ نہیں جانتا کہ اس میں کیا ہے؟ اسی طرح یہ یہود ہیں کہ ظاہری الفاظ تو خوب رٹے ہوتے ہیں لیکن نہ تو یہ معلوم ہے کہ مطلب کیا ہے؟ نہ اس پر ان کا عمل ہے بلکہ اور تبدیل و تحریف کرتے رہتے ہیں۔ پس دراصل یہ اس بے سمجھ جانور سے بھی بدتر ہیں کیونکہ اسے تو قدرت نے سمجھ ہی نہیں دی لیکن یہ سمجھ رکھتے ہوئے پھر بھی اس کا استعمال نہیں کرتے۔ اسی لیے دوسری آیت میں فرمایا گیا ہے ﴿أُولَٰئِكَ كَانُوا لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ فَخُذُوا ذُرِّيَّتَكُمْ مِنْ بَنَاتِكُمْ وَأَصْلُكُمْ مِنْ بَنَاتِكُمْ وَأُولَٰئِكَ كَانُوا لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ﴾ ① یہ لوگ مثل چوپایوں کے ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ بے ہکے ہوئے یہ غافل لوگ ہیں۔ یہاں فرمایا اللہ کی آیتوں کے بھٹلانے والوں کی بری مثال ہے، ایسے ظالم اللہ کی رہنمائی سے محروم رہتے ہیں۔ مسند احمد میں ہے ”جو شخص جمعہ کے دن امام کے خطبہ کی حالت میں بات کرے وہ مثل گدھے کے ہے جو کتا ہیں اٹھائے ہوئے ہو، اور جو اسے کہے کہ چپ رہ اس کا بھی جمعہ جاتا رہا۔“ ② پھر فرماتا ہے اے یہودیو! اگر تمہارا دعویٰ ہے کہ تم حق پر ہو اور آنحضرت ﷺ اور آپ کے اصحاب ناحق پر ہیں تو آؤ اور دعا مانگو کہ ہم دونوں میں سے جو ناحق پر ہو اللہ اسے موت دے۔ پھر فرماتا ہے کہ انہوں نے جو اعمال آگے بھیج رکھے ہیں وہ ان کے سامنے ہیں مثلاً کفر، فحش و فجور، ظلم، نافرمانی وغیرہ اس وجہ سے ہماری پیشین گوئی ہے کہ وہ اس پر آمادگی نہیں کریں گے ان ظالموں کو اللہ بخوبی جانتا ہے۔

سورہ بقرہ کی آیت ﴿قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُوا أَمْرِي﴾ ③ ارجح کی تفسیر میں یہودیوں کے اس مباہلے کا پورا ذکر ہم کر چکے ہیں اور وہیں یہ بھی بیان کر دیا ہے کہ مراد یہ ہے کہ اپنے اوپر اگر خود گمراہ ہوں یا اپنے مقابل پر اگر وہ گمراہ ہوں تو موت کی بددعا کریں، جیسے کہ نصرانیوں کے مباہلے کا ذکر سورہ آل عمران میں گزر چکا ہے۔ ملاحظہ ہو تفسیر سورہ مریم آیت ﴿فَمَنْ حَسَّٰ جَلْدَكَ﴾ ④ مشرکین سے بھی مباہلہ کا اعلان کیا گیا تھا ملاحظہ ہو تفسیر سورہ مریم آیت ﴿قُلْ مَنْ كَانَ فِي الضَّلَالَةِ﴾ ⑤ یعنی ”اے نبی! ان سے کہہ دے کہ جو گمراہی میں ہو رحمن اسے اور بڑھا دے۔“

مسند احمد میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ”ابو جہل لعنہ اللہ علیہ نے کہا کہ اگر محمد ﷺ کو کعبہ کے پاس دیکھوں گا تو اس کی گردن ناپوں گا۔ جب یہ خبر حضور کو پہنچی تو آپ ﷺ نے فرمایا اگر یہ ایسا کرتا تو سب کے دیکھتے فرشتے اسے پکڑ لیتے۔ اور اگر یہود میرے مقابلے پر آکر موت طلب کرتے تو یقیناً وہ مر جاتے اور اپنی جگہ جہنم میں دیکھ لیتے، اور اگر مباہلہ کے لیے لوگ نکلتے تو وہ لوٹ کر اپنے اہل و عیال کو ہرگز نہ پاتے۔“ یہ حدیث بخاری، ترمذی اور نسائی میں بھی موجود ہے۔ ⑥ پھر فرماتا ہے موت سے تو کوئی بچ ہی نہیں سکتا، جیسے سورہ نساء میں ہے ﴿إِنَّمَا تَكُونُوا يَدُكُمْ نَمُوتُ وَلَوْ كُنْتُمْ فِي بُرُوجٍ مُّشِيدَةٍ﴾ ⑦ یعنی ”تم جہاں کہیں بھی ہو وہاں تمہیں موت پا ہی لے گی گو مضبوط محلوں میں ہو۔“ معجم طبرانی کی ایک مرفوع حدیث میں ہے ”موت سے بھاگنے والے کی مثال ایسی ہے جیسے ایک لومڑی ہو جس پر زمین کا کچھ قرض ہو وہ اس خوف سے کہ کہیں یہ مجھ سے مانگ نہ

① ۷/ الاعراف: ۱۷۹۔ ② احمد، ۱/ ۲۳۰ وسندہ ضعیف، مجالد بن سعید ضعیف مشہور۔

③ ۲/ البقرة: ۹۴۔ ④ ۳/ آل عمران: ۶۱۔

⑤ ۱۹/ مریم: ۷۵۔ ⑥ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورة اقرأ باسم ربك الذي خلق باب قوله تعالى ﴿كَلَّا لَنْ لَمْ يَنْتَفِعْ بِالنَّاصِيَةِ﴾ ⑦ ۴/ النساء: ۷۸۔

⑧ ۴۹۵۸: ترمذی، ۳۳۴۵: احمد، ۱/ ۲۴۸۔ ⑨ ۴/ النساء: ۷۸۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَى ذِكْرِ اللَّهِ
وَذَرُوا الْبَيْعَ ۚ ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ① فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ
فَانْتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللَّهِ وَاذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا لَعَلَّكُمْ
تُفْلِحُونَ ②

ترجمہ: اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو جمعہ کے دن نماز کی اذان دی جائے تو تم اللہ کے ذکر کی طرف جلدی آ جایا کرو اور خرید و فروخت چھوڑ دو یہ تمہارے حق میں بہتر ہے اگر تم کو سمجھ ہے۔ [۹] پھر جب نماز ہو چکے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو اور بکثرت اللہ کا ذکر کیا کرو تاکہ تم فلاح پاؤ۔ [۱۰]

= بیٹھے بھاگتے بھاگتے جب تھک جائے تب اپنے بھٹ میں گھس جائے جہاں گھسی اور زمین نے پھر اس سے تقاضا کیا کہ لو مڑی میرا قرض ادا کر۔ وہ پھر وہاں سے دم دبائے ہوئے تیزی سے بھاگی۔ آخر یونہی بھاگتے بھاگتے ہلاک ہو گئی۔ ①
جمعہ کا معنی و مفہوم: [آیت: ۹-۱۰] جمعہ کا لفظ جمع سے مشتق ہے و جمع اشتقاق یہ ہے کہ اس دن مسلمان بڑی بڑی مساجد میں اللہ کی عبادت کے لیے جمع ہوتے ہیں اور یہ بھی وجہ ہے کہ اس دن تمام مخلوق کامل ہوئی۔ چھ دن میں ساری کائنات بنائی گئی ہے چھ دن جمعہ کا ہے۔ اسی دن حضرت آدم علیہ السلام پیدا کئے گئے اسی دن جنت میں بسائے گئے اور اسی دن وہاں سے نکالے گئے اسی دن میں قیامت قائم ہوگی اس دن میں ایک ایسی ساعت ہے کہ اس وقت مومن بندہ اللہ تعالیٰ سے جو طلب کرے اللہ تعالیٰ اسے عنایت فرماتا ہے جیسے کہ صحیح احادیث میں آیا ہے۔ ابن ابی حاتم میں ہے کہ ”رسول اللہ ﷺ نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے پوچھا جانتے ہو جمعہ کا دن کیا ہے؟ انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو زیادہ علم ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اسی دن تیرے ماں باپ (یعنی آدم و حوا) کو اللہ تعالیٰ نے جمع کیا یا یوں فرمایا کہ تمہارے باپ کو جمع کیا“ اسی طرح ایک موقوف حدیث میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وَاللَّهِ اَعْلَمُ۔ جمعہ کے فضائل: پہلے اسے یوم العروہ کہا جاتا تھا۔ پہلی امتوں کو بھی ہر سات دن میں ایک دن دیا گیا تھا، لیکن جمعہ کی ہدایت انہیں نہ ہوئی۔ یہودیوں نے ہفتہ پسند کیا جس میں مخلوق کی پیدائش شروع بھی نہ ہوئی تھی۔ نصاریٰ نے تو اتوار اختیار کیا جس میں مخلوق کی پیدائش کی ابتدا ہوئی ہے اور اس امت کے لئے اللہ تعالیٰ نے جمعہ کو پسند فرمایا ہے جس دن میں اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پورا کیا تھا جیسے صحیح بخاری کی حدیث میں ہے کہ ”ہم دنیا میں آنے کے اعتبار سے تو سب کے پیچھے ہیں لیکن قیامت کے دن سب سے پہلے ہوں گے“ سوائے اس کے کہ انہیں ہم سے پہلے کتاب اللہ دی گئی۔ پھر ان کے اس دن میں انہوں نے اختلاف کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں راہ راست دکھائی۔ پس لوگ اس میں بھی ہمارے پیچھے ہیں یہودی کل اور نصاریٰ پرسوں۔ ②

جمعہ کے مسائل: مسلم میں اتنا اور بھی ہے کہ قیامت کے دن تمام مخلوق میں سے سب سے پہلے فیصلہ ہمارے بارے میں کیا جائے گا۔ ③ یہاں اللہ تعالیٰ مومنوں کو جمعہ کے دن اپنی عبادت کے لیے جمع ہونے کا حکم دے رہا ہے۔ جیسے کہ اس آیت میں سعی سے مراد

① المعجم الكبير، ۶۹۲۲ وسندہ ضعيف؛ مجمع الزوائد، ۲/۳۲۳۔

② صحيح بخاری، كتاب الجمعة، باب فرض الجمعة، ۸۷۶؛ صحيح مسلم، ۸۵۵۔

③ صحيح مسلم، كتاب الجمعة، باب هداية هذه الامة ليوم الجمعة، ۸۵۶؛ ابن ماجه، ۱۰۸۳۔

یہاں دوڑنا نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ نماز کے لئے قصد کرو چل پڑو کوشش کرو کام کاج چھوڑ کر اٹھ کھڑے ہو جاؤ جیسے کہ اس آیت میں سعی کوشش کے معنی میں ہے ﴿وَمَنْ أَرَادَ الْآخِرَةَ وَسَعَىٰ لَهَا سَعْيَهَا﴾ ① یعنی جو شخص آخرت کا ارادہ کرے پھر اس کے لیے کوشش بھی کرے۔ حضرت عمر بن الخطاب اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کی قرأت میں بجائے ﴿فَاسْعُوا﴾ کے ﴿فَامْضُوا﴾ ہے۔ ② یہ یاد رہے کہ نماز کے لیے دوڑ کر جانا منع ہے۔ بخاری و مسلم میں ہے کہ ”جب تم اقامت سنو تو نماز کے لیے سکینت اور وقار کے ساتھ چلو دوڑو نہیں جو پاؤ پڑھ لو جو نوٹ ہو ادا کرلو“ ③ ایک اور روایت میں ہے کہ ”آپ ﷺ نماز میں تھے جو لوگوں کے پاؤں کی آہٹ زور سے سنی۔ فارغ ہو کر فرمایا کیا بات ہے؟ لوگوں نے کہا حضرت ہم جلدی جلاری نماز میں شامل ہوئے۔ فرمایا ایسا نہ کرو نماز کو اطمینان کے ساتھ چل کر آؤ جو پاؤ پڑھ لو جو چھوٹ جائے پوری کرلو۔“ ④ حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ”اللہ کی قسم یہاں یہ حکم نہیں کہ دوڑ کر نماز کے لیے آؤ یہ تو منع ہے بلکہ مراد دل اور نیت اور خشوع و خضوع ہے۔“ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ”اپنے دل اور اپنے عمل سے کوشش کرو“ ⑤ جیسے اور جگہ ہے ﴿فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيُ﴾ ⑥ حضرت ذبیح اللہ علیہ السلام جب غلیل اللہ علیہ السلام کے ساتھ چلنے پھرنے کے قابل ہو گئے۔ جمعہ کے لیے آنے والے کو غسل بھی کرنا چاہیے۔ بخاری و مسلم میں ہے کہ ”جب تم میں سے کوئی جمعہ کی نماز کے لیے جانے کا ارادہ کرے وہ غسل کر لیا کرے۔“ ⑦ اور حدیث میں ہے ”جمعہ کے دن کا غسل ہر بالغ پر واجب ہے“ ⑧ اور روایت میں ہے کہ ”ہر بالغ پر ساتویں دن سر اور جسم کا دھونا ہے۔“ ⑨ صحیح مسلم کی حدیث میں ہے کہ وہ دن جمعہ کا دن ہے۔ ⑩ سنن اربعہ میں ہے کہ جو شخص جمعہ کے دن اچھی طرح غسل کرے اور سویرے سے ہی مسجد کی طرف چل دے پیدل جائے سوار نہ ہو اور امام سے قریب ہو کر بیٹھے خطبے کو کان لگا کر سنے لغو نہ کرے تو اسے ہر ہر قدم کے بدلے سال بھر کے روزوں اور سال بھر کے قیام کا ثواب ہے۔ ⑪

بخاری و مسلم میں ہے کہ ”جو شخص جمعہ کے دن جنابت کے غسل کی طرح غسل کر کے اول ساعت میں جائے اس نے گویا ایک اونٹ اللہ کی راہ میں قربان کیا دوسری ساعت میں جانے والا شل گائے کی قربانی کرنے والے کے ہے تیسری ساعت میں جانے والا بھیڑ کی قربانی کرنے والے جیسا ہے چوتھی ساعت میں جانے والا مرغ اللہ کی راہ میں صدقہ کرنے والے کی طرح ہے پانچویں ساعت میں جانے والا اندراؤ اللہ دینے والے جیسا ہے پھر جب امام آجائے تو فرشتے خطبہ سننے کے لیے حاضر ہو جاتے ہیں۔“ ⑫

- ① ۱۷/ بنی اسرائیل: ۱۹۔ ② الطبری، ۳۸۱/۲۳۔ ③ صحیح بخاری، کتاب الاذان، باب لا یسمی الی الصلاة ولیاتھا بالسکینة والوقار، ۶۳۶؛ صحیح مسلم، ۶۰۲؛ ابن ماجہ، ۷۷۵؛ احمد، ۵۳۲/۲؛ ابن حبان، ۲۱۴۶۔
- ④ صحیح بخاری، کتاب الاذان، باب قول الرجل فاتتنا الصلاة، ۶۳۵؛ صحیح مسلم، ۶۰۲۔ ⑤ الطبری، ۳۸۰/۲۳۔
- ⑥ ۳۷/ الصّافات: ۱۰۲۔ ⑦ صحیح بخاری، کتاب الجمعة، باب فضل الغسل یوم الجمعة، ۸۷۷؛ صحیح مسلم، ۸۴۴؛ ترمذی، ۴۹۲؛ احمد، ۹/۲۔ ⑧ صحیح بخاری، کتاب الجمعة، باب فضل الغسل یوم الجمعة، ۸۷۹؛ صحیح مسلم، ۸۴۶؛ ابو داود، ۳۴۱۔ ⑨ صحیح بخاری، کتاب الجمعة، باب هل علی من لم يشهد الجمعة غسل، ۸۹۷؛ صحیح مسلم، ۸۴۹؛ بیہقی، ۱۸۸/۳۔ ⑩ نسائی، کتاب الجمعة، باب ايجاب الغسل یوم الجمعة، ۱۳۷۹؛ وهو صحیح؛ احمد، ۴/۳۴۰۔
- مصنف ابن ابی شیبہ، ۹۵/۱؛ ابن حبان، ۱۲۱۹۔ ⑪ ابو داود، کتاب الطهارة، باب فی الغسل یوم الجمعة، ۳۴۵ وسندہ صحیح؛ ترمذی، ۴۹۶؛ نسائی، ۱۳۸۲؛ ابن ماجہ، ۱۰۸۷؛ احمد، ۱۰۴/۴؛ حاکم، ۲۸۲/۱؛ ابن حبان، ۲۷۸۱۔
- ⑫ صحیح بخاری، کتاب الجمعة، باب الاستماع الی الخطبة یوم الجمعة، ۹۲۹؛ صحیح مسلم، ۷۵۰؛ ابو داود، ۳۵۱؛ ترمذی، ۴۹۹؛ احمد، ۴۶۰/۲؛ ابن حبان، ۲۷۷۵۔

مستحب ہے کہ جمعہ کے دن اپنی طاقت کے مطابق اچھا لباس پہنے خوشبو لگائے، مسواک کرے اور صفائی اور پاکیزگی کے ساتھ جمعہ کی نماز کے لیے آئے۔ ایک حدیث میں غسل کے بیان کے ساتھ یہی مسواک کرنا اور خوشبو ملنا بھی ہے۔ ① مسند احمد میں ہے ”جو شخص جمعہ کے دن غسل کرے اور اپنے گھر والوں کے خوشبو ملے اگر ہو اور اچھا لباس پہنے پھر مسجد میں آئے اور کچھ نوافل پڑھے اگر جی چاہے اور کسی کو ایذا نہ دے (یعنی گردنیں پھلانگ کر نہ آئے نہ کسی بیٹھے ہوئے کو ہٹائے) پھر جب امام آجائے اور خطبہ شروع ہو خاموشی سے سنے تو اس کے گناہ جو اس جمعہ سے لے کر دوسرے جمعہ تک کے ہوں سب کا کفارہ ہو جاتا ہے۔ ② ابو داؤد اور ابن ماجہ میں ہے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ”میں نے رسول اللہ ﷺ سے منبر پر بیان فرماتے ہوئے سنا کہ تم میں سے کسی پر کیا حرج ہے اگر وہ اپنے روزمرہ کے مختفی لباس کے علاوہ دو کپڑے خرید کر جمعہ کے لیے مخصوص کر رکھے۔ ③ حضور ﷺ نے یہ فرمان اس وقت فرمایا جب لوگوں پر وہی معمولی چادریں دیکھیں تو فرمایا کہ اگر طاقت ہو تو ایسا کیوں نہ کر لو۔“ ④

جمعہ کی اذان: جس اذان کا یہاں اس آیت میں ذکر ہے اس سے مراد وہ اذان ہے جو امام کے منبر پر بیٹھ جانے کے بعد ہوتی ہے۔ نبی ﷺ کے زمانے میں یہی اذان تھی۔ جب آپ گھر سے تشریف لاتے، منبر پر جاتے اور آپ کے بیٹھ جانے کے بعد آپ ﷺ کے سامنے یہ اذان ہوتی تھی۔ اس سے پہلے کی اذان حضور ﷺ کے زمانے میں نہ تھی اسے امیر المؤمنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے صرف لوگوں کی کثرت کو دیکھ کر زیادہ کیا۔ صحیح بخاری میں ہے نبی ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے زمانے میں جمعہ کی اذان صرف اسی وقت ہوتی تھی جب امام منبر پر خطبہ دینے کے لیے بیٹھ جاتے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانے میں جب لوگ بہت زیادہ ہو گئے تو آپ ﷺ نے دوسری اذان ایک الگ مکان پر کھلوانی زیادہ کی۔ اس مکان کا نام زور تھا۔ ⑤ مسجد سے قریب سب سے بلند یہی مکان تھا۔

حضرت کھول سے ابن ابی حاتم میں روایت ہے کہ اذان صرف ایک ہی تھی جب امام آتا تھا اس کے بعد صرف تکبیر ہوتی تھی جب نماز کھڑی ہونے لگے اسی اذان کے وقت خرید و فروخت حرام ہوتی ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس سے پہلے کی اذان کا حکم صرف اس لیے دیا تھا کہ لوگ جمع ہو جائیں۔ جمعہ میں آنے کا حکم آزاد مردوں کو ہے عورتوں، غلاموں اور بچوں کو نہیں۔ مسافر، مریض اور بیمار دار اور ایسے ہی اور عذر دار لے بھی معذور کئے گئے ہیں جیسے کہ کتب فروع میں اس کا ثبوت موجود ہے۔ پھر فرماتا ہے بیچ کو چھوڑ دو یعنی ذکر اللہ کے لیے چل پڑو تجارت کو ترک کر دو جب نماز جمعہ کی اذان ہو جائے۔ علمائے کرام کا اتفاق ہے کہ اذان کے بعد خرید و فروخت حرام ہے۔ اس میں اختلاف ہے کہ دینے والا اگر دے تو وہ بھی صحیح ہے یا نہیں؟ ظاہر آیت سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھی صحیح نہ ٹھہرے گا۔ واللہ اعلم۔

جمعہ کیلئے خرید و فروخت چھوڑ دو: پھر فرماتا ہے بیچ کو چھوڑ کر ذکر اللہ اور نماز کی طرف تمہارا آنا ہی تمہارے حق میں دین و دنیا کی بہتری کا باعث ہے اگر تم میں علم ہو۔ ہاں جب نماز سے فراغت ہو جائے تو اس مجمع سے چلے جانا اور اللہ کے فضل کی تلاش میں لگ =

① صحیح بخاری، کتاب الجمعة، باب الطیب للجمعة، ۸۸۰؛ صحیح مسلم، ۸۴۶۔

② احمد، ۴۲۰/۵ وسندہ حسن۔

③ ابو داؤد، کتاب الصلاة، باب اللبس للجمعة، ۱۰۷۸ وهو حسن؛ ابن ماجہ، ۱۰۹۵۔

④ ابن ماجہ، کتاب اقامة الصلوات، باب ما جاء في الزينة يوم الجمعة، ۱۰۹۶ وهو حسن بالشواهد۔

⑤ صحیح بخاری، کتاب الجمعة، باب الاذان يوم الجمعة، ۹۱۲۔

وَإِذَا رَأَوْا تِجَارَةً أَوْ لَهْوًا انفَضُّوا إِلَيْهَا وَتَرَكُوكَ قَائِمًا قُلْ مَا عِنْدَ اللَّهِ خَيْرٌ

مِّنَ اللَّهْوِ وَمِنَ التِّجَارَةِ وَاللَّهُ خَيْرُ الرَّازِقِينَ ٥

ترجمہ: اور جب کوئی سودا بکنا دیکھیں یا کوئی تماشا نظر آ جائے تو اس کی طرف دوڑ جاتے ہیں اور تجھے کھڑا ہی چھوڑ دیتے ہیں۔ تو کہہ دے کہ اللہ کے پاس جو ہے وہ کھیل اور تجارت سے بہتر ہے۔ اور اللہ تعالیٰ بہترین روزی رساں ہے۔ [۱۱]

== جانا تمہارے لیے حلال ہے۔ عراک بن مالک رضی اللہ عنہ جمعہ کی نماز سے فارغ ہو کر لوٹ کر مسجد کے دروازے پر کھڑے ہو جاتے اور یہ دعا پڑھتے: (اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَجَبْتُ دَعْوَتَكَ وَصَلَّیْتُ فَرِیضَتَكَ وَانْتَشَرْتُ کَمَا اَمَرْتَنِیْ فَاَرْزُقْنِیْ مِنْ فَضْلِکَ وَانْتَ خَیْرُ الرَّازِقِیْنَ) یعنی ”اے اللہ! میں نے تیری آواز پر حاضری دی اور تیری فرض کردہ نماز ادا کی پھر تیرے حکم کے مطابق اس مجمع سے اٹھ آیا اب تو مجھے اپنا فضل نصیب فرما تو سب سے بہتر روزی رساں ہے“ ① (ابن ابی حاتم)۔ اس آیت کو پیش نظر رکھ کر بعض سلف صالحین نے فرمایا ہے کہ جو شخص جمعہ کے دن نماز جمعہ کے بعد خرید و فروخت کرے اسے اللہ تعالیٰ ستر حصے زیادہ برکت دے گا۔ پھر فرماتا ہے کہ خرید و فروخت کی حالت میں بھی ذکر اللہ کیا کر دُنیا کے نفع میں اس قدر مشغول نہ ہو جاؤ کہ آخری نفع بھول بیٹھو۔ حدیث میں ہے جو شخص بازار جائے اور وہاں ((لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَہُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ)) پڑھے اللہ تعالیٰ اس کے لیے ایک لاکھ نیکیاں لکھتا ہے اور ایک لاکھ برائیاں معاف فرماتا ہے۔ ② حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کثیر الذکر اس وقت کہلاتا ہے جبکہ کھڑے بیٹھے لیئے ہر وقت اللہ کی یاد میں مشغول رہے۔

جمعہ اور تجارت: [آیت ۱۱: مدینہ میں جمعہ والے دن تجارتی مال کے آجانے کی وجہ سے جو حضرات خطبہ چھوڑ کر اٹھ کھڑے ہوئے تھے انہیں اللہ تعالیٰ عتاب کر رہا ہے کہ یہ لوگ جب کوئی تجارت یا کھیل تماشا دیکھ لیتے ہیں تو اس کی طرف چل کھڑے ہوتے ہیں اور تجھے خطبہ میں ہی کھڑا چھوڑ دیتے ہیں۔ حضرت مقاتل بن حیان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ”یہ مال تجارت دھیہ بن خلیفہ رضی اللہ عنہ کا تھا۔ جمعہ والے دن آیا اور شہر میں خبر کے لیے طبل بجنے لگا۔ حضرت دھیہ رضی اللہ عنہ اس وقت تک مسلمان نہ ہوئے تھے۔ طبل کی آواز سن کر سب لوگ اٹھ کھڑے ہوئے صرف چند آدمی رہ گئے۔ مسند احمد میں ہے صرف بارہ آدمی رہ گئے باقی لوگ اس تجارتی قافلہ کی طرف چل دیئے جس پر یہ آیت اتری۔ ③ مسند ابی یعلیٰ میں اتنا اور بھی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر یہ بھی باقی نہ رہتے اور سب اٹھ کر چلے جاتے تو تم سب پر یہ دادی آگ بر کن بھڑک اٹھتی۔ جو لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے نہیں گئے تھے ان میں حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما بھی تھے۔“ اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جمعہ کا خطبہ کھڑے ہو کر دینا چاہیے۔

صحیح مسلم میں ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن دو خطبے دیتے تھے درمیان میں بیٹھ جاتے تھے قرآن پڑھتے تھے اور لوگوں کو تذکیر و نصیحت فرماتے تھے۔ ④ یہاں یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ یہ واقعہ بقول بعض کے اس وقت کا ہے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کی

① تفسیر قرطبی، ۱۸/۱۰۸۔ ② ابن ماجہ، کتاب التجارات، باب الاسواق ودخلها، ۲۲۳۵ و مسندہ ضعیف اس کی سند میں عمرو بن دینار مولیٰ آل الزبیر ضعیف راوی ہے (التقریب ۶۹/۲، رقم: ۵۷۷)

③ احمد، ۳/۳۱۳؛ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورة الجمعة باب ﴿وَإِذَا رَأَوْا تِجَارَةً أَوْ لَهْوًا﴾؛ ۴۸۹۹؛ صحیح مسلم، ۸۶۳/۱، ترمذی، ۳۳۱۱۔ ④ صحیح مسلم، کتاب الجمعة، باب ذکر الخطبتین قبل الصلاة، ۸۶۲۔

نماز کے بعد خطبہ دیا کرتے تھے۔ مراسل ابوداؤد میں ہے کہ ”رسول اللہ ﷺ خطبہ سے پہلے جمعہ کی نماز پڑھا کرتے تھے جیسے۔ عیدین میں ہوتا ہے یہاں تک کہ ایک مرتبہ آپ ﷺ خطبہ سنا رہے تھے کہ ایک شخص نے آ کر کہا: وحیہ بن خلیفہ مال تجارت لے کر آ گیا ہے۔ یہ سن کر سوائے چند لوگوں کے اور سب اٹھ کھڑے ہوئے۔“ ❶ پھر فرماتا ہے کہ اے نبی! انہیں خبر سنا دو کہ دار آخرت کا ثواب جو عند اللہ ہے وہ کھیل تماشوں سے خرید و فروخت سے بہت ہی بہتر ہے۔ تو کل اللہ پر رکھ کر طلب رزق، اوقات اجازت میں جو کرے اللہ اسے بہترین طریق پر روزیاں دے گا۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ سُوْرۃ جمعہ کی تفسیر پوری ہوئی۔



تفسیر سورۃ منافقون

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِذَا جَآءَكَ الْمُنْفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ ۚ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ
لَرَسُوْلُهٗ ۚ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنْفِقِیْنَ لَكٰذِبُوْنَ ۝۱ اِتَّخَذُوْا اٰیٰتَهُمْ جُنَّةً
فَصَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ۚ اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ۝۲ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ اٰمَنُوْا
ثُمَّ كَفَرُوْا فَطُبِعَ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا یَفْقَهُوْنَ ۝۳ وَاِذَا رَاٰیْتَهُمْ تُعْجِبُكَ
اَجْسَامُهُمْ ۚ وَاِنْ یَقُوْلُوْا تَسْمَعُ لِقَوْلِهِمْ ۚ كَاَنَّهُمْ خُشْبٌ مُّسَدَّدٌ ۚ یُحْسِبُوْنَ
كُلَّ صَیْحَةٍ عَلَیْهِمْ ۚ هُمُ الْعَدُوْ ۚ فَاحْذَرُهُمْ ۚ قُلْتُمْ هُمْ اَنْیَ یُؤْفَكُوْنَ ۝۴

ترجمہ: شروع کرتا ہوں مہربانی اور رحم کرنے والے اللہ کے نام سے

تیرے پاس جب منافق آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم اس بات کے قائل ہیں کہ بیشک آپ (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں اللہ جانتا ہے کہ یقیناً تو اس
کا رسول ہے۔ اللہ گواہی دیتا ہے کہ یہ منافق قطعاً جھوٹے ہیں۔ [۱] انہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنا رکھا ہے۔ پس اللہ کی راہ سے رک گئے بیشک برا
ہے وہ کام جو یہ کر رہے ہیں۔ [۲] یہ اس سبب سے ہے کہ یہ ایمان لا کر پھر کافر ہو گئے پس ان کے دلوں پر مہر کر دی گئی اب یہ نہیں سمجھتے۔ [۳] جب تو
انہیں دیکھے تو ان کے جسم تجھے خوش نما معلوم ہوں یہ جب باتیں کرنے لگیں تو ان کی باتوں پر اپنا کان لگالے گویا کہ یہ لکڑیاں ہیں سہارے سے
لگائی ہوئیں ہر سخت آواز کو اپنی ہی ہلاکی سمجھتے ہیں۔ یہی حقیقی دشمن ہیں ان سے بچنا رہے اللہ انہیں عارت کرنے کہاں سے پھرے جاتے ہیں۔ [۴]

منافقوں کی مذمت: [آیت: ۱-۴] اللہ تعالیٰ منافقوں کے نفاق کو ظاہر کرتا ہے کہ گویہ تیرے پاس آ کر قسمیں کھا کھا کر اپنے اسلام
کا اظہار کرتے ہیں۔ تیری رسالت کا اقرار کرتے ہیں مگر دراصل دل کے کھوٹے ہیں۔ فی الواقع آپ ﷺ رسول اللہ ہیں ان کا یہ
قول بھی ہے مگر چونکہ دل میں اس کا کوئی اثر نہیں لہذا یہ جھوٹے ہیں اس بات میں کہ یہ تجھے رسول اللہ مانتے ہیں۔ یہ سچے ہونے کے
لیے گو قسمیں کھائیں لیکن آپ ﷺ یقین نہ کیجئے یہ قسمیں تو ان کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے یہ تو اپنے جھوٹ کو بچانے کا ایک ذریعہ
ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ مسلمان ان سے ہوشیار رہیں کہیں انہیں سچا ایماندار سمجھ کر کسی بات میں ان کی تقلید نہ کرنے لگیں کہ یہ اسلام کے
رنگ میں کفر کر ادیں۔ یہ اللہ کی راہ سے دور اور بد اعمال لوگ ہیں۔

ضحاک کی قرأت میں ﴿اٰیْمَانُھُمْ﴾ الف کے زیر کے ساتھ ہے تو مطلب یہ ہوگا کہ انہوں نے اپنی ظاہری تصدیق کو اپنے لیے
تقیہ بنالیا ہے کہ قتل سے اور حکم کفر سے دنیا میں بچ جائیں۔ یہ نفاق ان کے دلوں میں اس گناہ کی شومی کے باعث رچ گیا ہے کہ ایمان
سے گھوم کر کفر کی طرف اور ہدایت سے ہٹ کر ضلالت کی جانب آ گئے ہیں اب دلوں پر اللہ کی مہر لگ چکی ہے اور بات کی تہہ کو پہنچنے =

وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُولُ اللَّهِ لَوَّوْا رُءُوسَهُمْ وَرَأَيْتَهُمْ
يَصُدُّونَ وَهُمْ مُسْتَكْبِرُونَ ۝ سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ أَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ أَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ
لَهُمْ ۖ لَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَهُمْ ۖ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ ۝ هُمُ الَّذِينَ
يَقُولُونَ لَا تَنْفِقُوا عَلَىٰ مَنْ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ حَتَّىٰ يَنْفَضُوا ۖ وَلِلَّهِ خَزَائِنُ
السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَلَكِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَا يَفْقَهُونَ ۖ يَقُولُونَ لَئِنْ رَجَعْنَا إِلَى
الْمَدِينَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْأَعَزُّ مِنْهَا الْأَذَلَّ ۖ وَلِلَّهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُولِهِ وَلِلْمُؤْمِنِينَ
وَلَكِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَا يَعْلَمُونَ ۝

ترجمہ: اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ آؤ تمہارے لیے اللہ کے رسول استغفار کریں تو اپنے سر دکھاتے ہیں اور تو دیکھ گاہ کہ وہ تکبر کرتے ہوئے رک جاتے ہیں۔ [۵۱] ان کے حق میں آپ (ﷺ) کا استغفار کرنا اور نہ کرنا دونوں برابر ہے اللہ تعالیٰ انہیں ہرگز نہ بخشے گا۔ بیشک اللہ تعالیٰ ایسے نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔ [۶۱] یہی وہ ہیں جو کہتے ہیں کہ جو لوگ رسول اللہ (ﷺ) کے پاس ہیں انہیں کچھ نہ دو یہاں تک کہ وہ ادھر ادھر چلے جائیں۔ آسمان وزمین کے کل خزانے اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہیں لیکن یہ منافق بے سمجھ ہیں۔ [۷۱] یہ کہتے ہیں کہ اگر اب لوٹ کر مدینہ جائیں گے تو ہر عزت والا وہاں سے ذلت والے کو نکال دے گا سنو عزت تو صرف اللہ تعالیٰ کے لیے اور اس کے رسول کے لیے اور ایمانداروں کے لیے ہے لیکن یہ منافق بے علم ہیں۔ [۸]

= کی قابلیت سب سلب ہو چکی ہے۔

ظاہر تو خوش رو خوش گو ہیں۔ اس فصاحت اور بلاغت سے گفتگو کرتے ہیں کہ خواہ مخواہ دوسرے کا دل اٹکالیں، لیکن باطن میں بڑے کھوٹے بڑے کمزور دل والے نامرد اور بدنیت ہیں۔ جہاں کوئی واقعہ بھی رونما ہوا اور سمجھ بیٹھے کہ ہائے مرے۔ اور جگہ ہے ﴿اِنَّ حَقَّ عَلَیْكُمْ﴾ ① الخ۔ ”تمہارے مقابلہ میں جمل کرتے ہیں۔“

پھر جس وقت خوف ہوتا ہے تو تمہاری طرف اس طرح آنکھیں پھیر پھیر کر دیکھتے ہیں گویا کسی شخص پر موت کی بے ہوشی طاری ہے پھر جب خوف چلا جاتا ہے تو تمہیں اپنی بدکلائی سے چھید ڈالتے ہیں اور مال غنیمت کی حرص میں نہ کہنے کی باتیں کہہ گزرتے ہیں۔ یہ بے ایمان ہیں ان کے اعمال غارت ہیں اللہ پر یہ امر نہایت ہی آسان ہے۔

پس ان کی یہ آوازیں خالی پیٹ کے ڈھول کی بلند بانگ سے زیادہ وقعت نہیں رکھتیں یہی تمہارے دشمن ہیں ان کی چکنی چڑی باتوں اور ثقہ اور مسکین صورتوں کے دھوکہ میں نہ آ جانا۔ اللہ انہیں برباد کرے ذرا سوچیں تو کیوں ہدایت کو چھوڑ کر بے راہی پر چل رہے ہیں؟

مسند احمد میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”منافقوں کی بہت سی علامتیں ہیں جن سے وہ پہچان لئے جاتے ہیں ان کا سلام لعنت ہے ان کی خوراک لوٹ مار ہے ان کی غنیمت حرام اور خیانت ہے وہ مسجدوں کی نزدیکی ناپسند کرتے ہیں وہ نمازوں کے لیے

آخری وقت آتے ہیں، تکبر اور نخوت والے ہوتے ہیں، نرمی اور سلوک، تواضع اور انکساری سے محروم ہوتے ہیں، نہ خود ان کاموں کو کریں، نہ دوسروں کے ان کاموں کو وقت کی نگاہ سے دیکھیں، رات کی لکڑیاں اور دن کے شور و غل کرنے والے۔“ اور روایت میں ہے دن کو خوب کھانے پینے والے اور رات کو خشک لکڑی کی طرح پڑ رہنے والے۔ ①

منافقوں کی بد خصالتیں: [آیت: ۵-۸] ملعون منافقین کا ذکر ہو رہا ہے کہ ان کے گناہوں پر جب ان سے سچے مسلمان کہتے ہیں کہ آؤ رسول کریم ﷺ تمہارے لیے استغفار کریں گے تو اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ معاف فرما دے گا تو یہ تکبر کے ساتھ سر ہلانے لگتے ہیں اور اعراض کرتے ہیں اور رک جاتے ہیں۔ اس کا بدلہ یہی ہے کہ اب ان کے لیے بخشش کے دروازے بند ہیں۔ نبی کا استغفار بھی انہیں کچھ نفع نہ دے گا۔ بھلا ان فاسقوں کی قسمت میں ہدایت کہاں؟ سورہ براءت میں بھی اسی مضمون کی آیت گزر چکی ہے اور وہیں اس کی تفسیر اور ساتھ ہی اس کے متعلق کی حدیثیں بھی بیان کر دی گئی ہیں۔

ابن ابی حاتم میں ہے کہ سفیان رحمہ اللہ راوی نے اپنا منہ دائیں جانب پھیر لیا اور غضب و تکبر کے ساتھ ترجمہ آئی کھ سے گھور کر دکھایا کہ اسی کا ذکر اس آیت میں ہے۔ اور سلف میں سے اکثر حضرات کا فرمان ہے کہ یہ سب کا سب بیان عبد اللہ بن ابی بن سلول کا ہے جیسے کہ عنقریب آ رہا ہے ان شاء اللہ تعالیٰ۔ سیرت محمد بن اسحاق میں ہے کہ عبد اللہ بن ابی بن سلول اپنی قوم کا بڑا اور شریف شخص تھا۔ جب نبی ﷺ جمعہ کے دن خطبہ کے لیے منبر پر بیٹھے تھے تو یہ کھڑا ہو جاتا تھا اور کہتا تھا لوگو یہ ہیں اللہ کے رسول ﷺ جو تم میں موجود ہیں جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے تمہارا اکرام کیا اور تمہیں عزت دی۔ اب تم پر فرض ہے کہ تم آپ ﷺ کی مدد کرو اور آپ کی عزت و تکریم کرو۔ آپ کا فرمان سنو اور جو فرمانیں بجالاؤ۔ یہ کہہ کر بیٹھ جایا کرتا تھا۔ احد کے میدان میں اس کا نفاق کھل گیا اور یہ وہاں سے حضور ﷺ کی کھلی نافرمانی کر کے تہائی لشکر کو لے کر مدینہ کو واپس لوٹ آیا۔

جب رسول اللہ ﷺ غزوہ احد سے فارغ ہوئے اور مدینہ میں مع الخیر تشریف لائے، جمعہ کا دن آیا اور آپ ﷺ منبر پر چڑھے تو حسب عادت یہ آج بھی کھڑا ہوا اور کہنا چاہتا ہی تھا کہ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم ادھر ادھر سے کھڑے ہو گئے اور اس کے کپڑے پکڑ کر کہنے لگے: دشمن الہی بیٹھ جا تو اب یہ کہنے کا منہ نہیں رکھتا تو نے جو کچھ کیا وہ کسی سے مخفی نہیں اب تو اس کا اہل نہیں کہ زبان سے جو جی میں آئے بنکارے۔ یہ ناراض ہو کر لوگوں کی گردنیں پھلٹا لگتا ہوا ہر نکل گیا اور کہتا جاتا تھا کہ گویا میں کسی بد بات کے کہنے کے لئے کھڑا ہوا تھا میں تو اس کا کام اور مضبوط کرنے کے لیے کھڑا ہوا تھا۔ چند انصاری اسے مسجد کے دروازے پر مل گئے۔ انہوں نے کہا کیا بات ہے؟ تو کہا میں تو اس کا کام مضبوط کرنے کے لیے کھڑا ہوا تھا جو چند اصحاب مجھ پر اچھل کر آ گئے مجھے گھسیٹنے لگے اور ڈانٹ ڈپٹ کرنے لگے گویا کہ میں کسی بری بات کے کہنے کے لیے کھڑا ہوا تھا؟ حالانکہ میری نیت یہ تھی کہ میں آپ ﷺ کی باتوں کی تائید کروں۔ انہوں نے کہا: خیر اب تم واپس چلو ہم رسول اللہ ﷺ سے عرض کریں گے آپ ﷺ تمہارے لیے اللہ تعالیٰ سے بخشش چاہیں گے اس نے کہا: مجھے کوئی ضرورت نہیں۔

عبد اللہ بن ابی کا واقعہ: حضرت قتادہ اور حضرت سدی رحمہما اللہ فرماتے ہیں یہ آیت عبد اللہ بن ابی کے بارے میں اتری ہے۔ واقعہ یہ تھا کہ اسی قوم کے ایک نوجوان مسلمان نے اس کی ایسی ہی چند بری باتیں رسول اللہ تک پہنچائی تھیں، حضور ﷺ نے اسے بلوایا تو یہ

صاف انکار کر گیا اور قسمیں کھا گیا۔ انصاریوں نے اس صحابی کو ملامت اور ڈانٹ ڈپٹ کی اور اسے جھوٹا جانا اس پر یہ آیتیں اتری اور اس منافق کی جھوٹی قسموں کا اور اس نوجوان صحابی کی سچائی کا اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا۔ اب اس سے کہا گیا کہ تو چل اور رسول اللہ ﷺ سے استغفار کر تو اس نے انکار کے لہجے میں سر ہلادیا اور نہ گیا۔ ❶ ابن ابی حاتم میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی عادت مبارک تھی کہ جس منزل میں اترتے وہاں سے کوچ نہ کرتے جب تک نماز نہ پڑھ لیں۔ ”غزوہ تبوک میں حضور ﷺ کو خبر پہنچی کہ عبداللہ بن ابی کہہ رہا ہے کہ ہم عزت والے ان ذلت والوں کو مدینہ پہنچ کر نکال دیں گے۔ پس آپ ﷺ نے آخری دن میں اترنے سے پہلے ہی کوچ کر دیا۔ اس سے کہا گیا کہ حضور ﷺ کے پاس جا کر اپنی خطا کی معافی اللہ سے طلب کر۔“ اس کا بیان اس آیت میں ہے۔ اس کی سند ابن جبیر رحمہ اللہ تک تو صحیح ہے لیکن یہ کہنا کہ یہ واقعہ غزوہ تبوک کا ہے اس میں نظر ہے بلکہ یہ ٹھیک نہیں ہے اس لیے کہ عبداللہ بن ابی بن سلول تو اس غزوہ میں تھا ہی نہیں بلکہ لشکر کی ایک جماعت کو لے کر یہ تو لوٹ گیا تھا۔

کتب سیر و مغازی کے مصنفین میں یہ تو مشہور ہے کہ یہ واقعہ غزوہ مریسہ یعنی غزوہ بنو المصطلق کا ہے۔ چنانچہ اس قصہ میں حضرت محمد بن یحییٰ بن حبان اور حضرت عبداللہ بن ابوبکر اور عاصم بن عمر بن قتادہ رحمہم اللہ سے مروی ہے کہ ”اس لڑائی کے موقع پر حضور ﷺ کا ایک جگہ قیام تھا وہاں حضرت صحابہ بن سعید غفاری اور حضرت سنان بن یزید کا پانی کے ازدحام پر کچھ جھگڑا ہو گیا۔ صحابہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے کارندے تھے جھگڑے نے طول پکڑا۔ سنان نے انصاریوں کو اپنی مدد کے لیے آوازیں دیں اور صحابہ نے مہاجرین کو اس وقت حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ وغیرہ انصاری کی ایک جماعت عبداللہ بن ابی کے پاس بیٹھی ہوئی تھی۔ اس نے جب یہ فریاد سنی تو کہنے لگا لو ہمارے ہی شہروں میں ان لوگوں نے ہم پر حملے شروع کر دیئے۔ اللہ کی قسم! ہماری اور ان قریشیوں کی مثال وہی ہے جو کسی نے کہا ہے کہ اپنے کتے کو مونا تازہ کرتا کہ تجھے ہی کاٹے اللہ کی قسم اگر ہم لوٹ کر مدینہ گئے تو ہم ذی مقدور لوگ ان بے مقدوروں کو وہاں سے نکال دیں گے۔ پھر اس کی قوم کے جو لوگ اس کے پاس بیٹھے تھے ان سے کہنے لگایہ سب آفت تم نے خود اپنے ہاتھوں اپنے اوپر لی ہے تم نے انہیں اپنے شہر میں بسایا تم نے انہیں اپنے مال کا آدھوں آدھ دیا اب بھی اگر تم ان کی مالی امداد نہ کرو تو یہ خود جنگ آ کر مدینہ سے نکل بھاگیں گے۔ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے یہ تمام باتیں سنیں۔ آپ ﷺ اس وقت بہت کم عمر تھے۔ سیدھے سرکار نبوت میں حاضر ہوئے اور کل واقعہ بیان فرمایا۔ اس وقت آپ ﷺ کے پاس عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی بیٹھے ہوئے تھے غضبناک ہو کر فرمانے لگے: یا رسول اللہ! عباد بن بشر کو حکم فرمائیے کہ اس کی گردن الگ کر دے۔ حضور ﷺ نے فرمایا پھر تو لوگوں میں یہ مشہور ہو جائے گا کہ محمد ﷺ اپنے ساتھیوں کی گردنیں مارتے ہیں۔ یہ ٹھیک نہیں جاؤ لوگوں میں کوچ کی منادی کر دو۔ عبداللہ بن ابی کہ جب یہ معلوم ہوا کہ اس کی گفتگو کا علم آنحضرت ﷺ کو ہو گیا ہے تو بہت سٹ پٹایا اور حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر معذرت اور حیلے حوالے تاویل اور تحریف کرنے لگا اور قسمیں کھا گیا کہ میں نے ایسا ہرگز نہیں کیا۔ چونکہ یہ شخص اپنی قوم میں قوی باعزت اور طاقتور تھا اور لوگ بھی کہنے لگے حضور شاید اس بچے نے ہی غلطی کی ہو اسے وہم ہو گیا ہو واقعہ ثابت تو ہوتا نہیں۔ حضور ﷺ یہاں سے جلدی ہی کوچ کے وقت سے پہلے ہی تشریف لے چلے۔ راستے میں حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ ملے اور آپ ﷺ کی شان نبوت کے قابل باادب سلام کیا پھر عرض کی کہ حضور آج کیا بات ہے جو وقت سے پہلے ہی جناب نے کوچ کیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا کیا تمہیں معلوم نہیں ہوا کہ تمہارے ساتھی ابن ابی نے کیا کہا وہ کہتا ہے کہ مدینہ جا کر ہم عزیزان ذلیلوں کو نکال دیں گے۔ حضرت اسید رضی اللہ عنہ نے کہا

یا رسول اللہ! عزت والے آپ ﷺ ہیں اور ذلیل وہ ہے۔ یا رسول اللہ! آپ ﷺ اس کی باتوں کا خیال بھی نہ فرمائیے دراصل یہ بہت جلا ہوا ہے، سنئے کہ اہل مدینہ نے اسے سردار بنانے پر اتفاق کر لیا تھا تاج تیار ہو رہا تھا کہ اللہ رب العزت آپ ﷺ کو لایا اس کے ہاتھ سے ملک نکل گیا پس یہ چراغ پا ہو رہا ہے۔ حضور ﷺ چلتے ہی رہے دو پہر کو ہی چل دیئے تھے شام ہوئی رات ہوئی صبح ہوئی یہاں تک کہ دھوپ میں تیزی آگئی تب آپ ﷺ نے پڑاؤ کیا تاکہ لوگ اس بات پر پھر نہ الجھ جائیں۔ چونکہ تمام لوگ تھکے ہارے اور رات کے جاگے ہوئے تھے اترتے ہی سب سو گئے۔“ ادھر یہ سورت نازل ہوئی۔ ① (سیرۃ ابن اسحاق)

نبیہی میں ہے کہ ہم غزوہ میں حضور ﷺ کے ساتھ تھے ایک مہاجر نے ایک انصار کو پتھر مار دیا۔ اس پر بات بڑھ گئی اور دونوں نے اپنی جماعت سے فریاد کی اور انہیں پکارا۔ حضور ﷺ سخت ناراض ہوئے اور فرمانے لگے یہ کیا جاہلیت کی ہانک لگانے لگے اس فضول خراب عادت کو چھوڑ دو۔ عبد اللہ بن ابی بن سلول کہنے لگا اب مہاجر یہ کرنے لگ گئے اللہ کی قسم مدینہ پہنچتے ہی ہم ذی عزت ان ذیلیوں کو وہاں سے نکال باہر کریں گے۔ اس وقت مدینہ میں انصار کی تعداد مہاجرین سے بہت زیادہ تھی، گو بعد میں مہاجرین بہت زیادہ ہو گئے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جب ابن ابی کے اس قول کا علم ہوا تو حضور ﷺ سے اس کے قتل کرنے کی اجازت چاہی مگر آپ ﷺ نے روک دیا۔ ② مسند احمد میں حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ”غزوہ تبوک میں میں نے جب اس منافق کا یہ قول حضور ﷺ کے سامنے بیان کیا اور اس نے آ کر انکار کیا اور قسمیں کھا گیا اس وقت میری قوم نے مجھے بہت کچھ برا کہا اور ہر طرح ملامت کی کہ میں نے ایسا کیوں کیا؟ میں نہایت غمگین دل ہو کر وہاں سے چل دیا اور سخت رنج و غم میں تھا جو حضور ﷺ نے مجھے یاد فرمایا اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے تیرا عذر نازل فرمایا اور تیری سچائی ظاہر کی ہے اور یہ آیت اتری ﴿هُمُ الَّذِينَ﴾ الخ۔“ ③ یہ حدیث اور بھی بہت سی کتابوں میں ہے۔ مسند احمد میں حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کا یہ بیان اس طرح ہے کہ ”میں اپنے چچا کے ساتھ ایک غزوہ میں تھا اور میں نے عبد اللہ بن ابی کی یہ دونوں باتیں سنیں۔ میں نے اپنے چچا سے بیان کیں اور میرے چچا نے حضور ﷺ سے عرض کیں۔ جب آپ ﷺ نے اسے بلایا اس نے انکار کیا اور قسمیں کھا گیا تو حضور ﷺ نے اسے سچا اور مجھے جھوٹا جانا۔ میرے چچا نے بھی مجھے بہت برا بھلا کہا کہ مجھے اس قدر غم اور ندامت ہوئی کہ میں نے گھر سے باہر نکلنا چھوڑ دیا یہاں تک کہ یہ سورت اتری اور آپ نے میری تصدیق کی اور مجھے یہ پڑھ سنائی۔“ ④

مسند احمد کی اور روایت میں ہے کہ ایک سفر کے موقع پر جب صحابہ رضی اللہ عنہم کو تنگی پہنچی تو اس نے انہیں کچھ دینے کی ممانعت کر دی الخ۔ رسول اللہ ﷺ نے جب انہیں اس لیے بلوایا کہ آپ ﷺ ان کے لیے استغفار کریں تو انہوں نے اس سے بھی منہ پھیر لیا۔ قرآن کریم نے انہیں ٹیک لگائے ہوئی لکڑیاں اس لیے کہا ہے کہ یہ لوگ اچھے جمیل جسم والے تھے۔ ⑤ ترمذی وغیرہ میں حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ”ہم ایک غزوہ میں حضور ﷺ کے ساتھ نکلے ہمارے ساتھ کچھ اعراب لوگ بھی تھے پانی کی جگہ وہ پہلے پہنچنا چاہتے تھے اسی طرح ہم بھی اسی کی کوشش میں رہتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک اعرابی نے جا کر پانی پر قبضہ کر کے حوض پر کر لیا اور

- ① دلائل النبوة للبيهقي، ٤/ ٥٢، ٥٣ وسنده ضعيف لارسالہ۔ ② صحيح بخاری، كتاب التفسير، سورة المنافقين، باب ﴿يَقُولُونَ لَنْ رَجَعْنَا إِلَى الْمَدِينَةِ.....﴾؛ ٤٩٠٧؛ صحيح مسلم، ٢٥٨٤؛ ترمذی، ٣٣١٥؛ احمد، ٣/ ٣٣٨؛ ابن حبان، ٥٩٩٠۔
- ③ صحيح بخاری، كتاب التفسير، سورة المنافقين، باب قوله ﴿ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ آمَنُوا ثُمَّ كَفَرُوا فَطُبِعَ.....﴾؛ ٤٩٠٢؛ ترمذی، ٣٣١٤؛ احمد، ٤/ ٣٦٨۔
- ④ صحيح بخاری، كتاب التفسير، سورة المنافقين، باب ﴿اتَّخَلَّوْا بَيْنَهُمْ جُنَّةً.....﴾؛ ٤٩٠٠؛ احمد، ٤/ ٣٧٣۔
- ⑤ صحيح بخاری، كتاب التفسير، باب ﴿وَإِذَا رَأَيْتَهُمْ تَعَجَّبْكَ.....﴾؛ ٤٩٠٣؛ صحيح مسلم، ٢٧٧٢؛ احمد، ٤/ ٣٧٣۔

اس کے ارد گرد پتھر رکھ دیئے اور اوپر سے چڑا پھیلادیا۔ ایک انصاری نے آکر اس حوض میں سے اپنے اُونٹ کو پانی پلانا چاہا اس نے روکا۔ انصاری نے پلانے پر زور دیا۔ اس نے ایک لکڑی اٹھا کر انصاری کے سر پر ماری جس سے اس کا سر زخمی ہو گیا۔ یہ چونکہ عبد اللہ بن ابی کاسا تھی تھا سیدھا اس کے پاس آیا اور تمام ماجرا کہہ سنایا۔ عبد اللہ بگڑا اور کہنے لگا ان اعرابیوں کو کچھ نہ دؤ یہ خود بھوکے مرتے بھاگ جائیں گے۔ یہ کھانے کے وقت رسول اللہ ﷺ کے پاس آ جاتے تھے اور کھالیا کرتے تھے۔ تو عبد اللہ بن ابی نے کہا تم حضور کا کھانا ایسے وقت لے جاؤ جب یہ لوگ نہ ہوں آپ ﷺ اپنے ساتھیوں کے ساتھ کھانا کھالیں گے یہ رہ جائیں گے یونہی بھوکوں مرتے بھاگ جائیں گے اور اب ہم مدینہ جا کر ان کینوں کو نکال باہر کریں گے۔ میں اس وقت رسول اللہ ﷺ کا ردیف تھا اور میں نے یہ سب سنا۔ اپنے چچا سے ذکر کیا۔ چچا نے حضور ﷺ سے ذکر کیا۔ آپ ﷺ نے اسے بلوایا یہ انکار کر گیا اور حلف اٹھالیا۔ حضور ﷺ نے اسے سچا سمجھا اور مجھے جھوٹا قرار دیا۔ چچا میرے پاس آئے اور کہا تم نے یہ کیا حرکت کی؟ حضور ﷺ مجھ پر ناراض ہو گئے اور مجھے جھوٹا جانا اور دیگر مسلمانوں نے بھی مجھے جھوٹا سمجھا۔ مجھ پر تو غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا سخت غمگینی کی حالت میں سر جھکائے میں حضور ﷺ کے ساتھ جا رہا تھا۔ تھوڑی ہی دیر گزری ہوگی جو آپ ﷺ میرے پاس آئے میرا کان پکڑا۔ جب میں نے سراٹھا کر آپ کی طرف دیکھا تو آپ ﷺ مسکرائے اور چل دیئے۔ اللہ کی قسم! مجھے اس قدر خوشی ہوئی کہ بیان سے باہر ہے اگر دنیا کی ابدی زندگی مجھے مل جاتی جب بھی میں اتنا خوش نہ ہو سکتا تھا۔ پھر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ میرے پاس آئے اور پوچھا کہ آنحضرت ﷺ نے تم سے کیا کہا؟ میں نے کہا: فرمایا تو کچھ بھی نہیں مسکراتے ہوئے تشریف لے گئے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا بس پھر خوش ہو۔ آپ رضی اللہ عنہ کے بعد ہی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تشریف لائے یہی سوال مجھ سے کیا اور میں نے یہی جواب دیا۔ صبح کو سورہ منافقون نازل ہوئی۔ ① دوسری روایت میں اس سورت کا ﴿مِنْهَا الْاَذَلُ﴾ تک پڑھنا بھی مروی ہے۔ ② عبد اللہ ابن لہیعہ رضی اللہ عنہ اور موسیٰ بن عقبہ رضی اللہ عنہ نے بھی اس حدیث کو مغازی میں بیان کیا ہے لیکن ان دونوں کی روایت میں خبر پہنچانے والے کا نام اوس بن ارقم رضی اللہ عنہ ہے جو قبیلہ بنو حارث بن خزرج میں سے تھے تو ممکن ہے کہ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے بھی خبر پہنچائی ہو اور حضرت اوس رضی اللہ عنہ نے بھی۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ راوی سے نام میں غلطی ہوگئی ہو وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ ابن ابی حاتم میں ہے کہ ”یہ واقعہ غزوہ مرسیع کا ہے۔ یہ وہ غزوہ ہے جس میں حضرت خالد رضی اللہ عنہ کوچ کر حضور ﷺ نے منابہت کو ترک دیا تھا جو تھا مشکل اور سمندر کے درمیان تھا۔ اسی غزوہ میں دو شخصوں کے درمیان جھگڑا ہو گیا تھا ایک مہاجر دوسرا قبیلہ بنہر کا تھا اور قبیلہ بنہر انصاریوں کا حلیف تھا بنہری نے انصاریوں کو اور مہاجر نے مہاجرین کو آواز دی۔ کچھ لوگ دونوں طرف سے کھڑے ہو گئے اور جھگڑا ہونے لگا۔ جب ختم ہوا تو منافق اور بیمار دل لوگ عبد اللہ بن ابی کے پاس جمع ہوئے اور کہنے لگے کہ ہمیں تو تم سے بہت کچھ امیدیں تھیں تم ہمارے دشمنوں سے ہمارا بچاؤ تھے۔ اب تو تم بے کار سے ہو گئے نفع کا خیال نہ نقصان کا تم نے ہی ان جلالیب کو اتنا چڑھادیا کہ بات بات پر یہ ہم پر چڑھ دوڑیں۔ نئے مہاجرین کو یہ لوگ جلالیب کہتے تھے۔ اس اللہ کے دشمن نے جواب دیا کہ اب مدینہ پہنچتے ہی ان سب کو وہاں سے دیس نکالا دیں گے۔ مالک بن دشمن جو منافق تھا۔ (مالک بن دشمن منافق نہیں بلکہ مخلص صحابی تھے۔ اور ان کے اخلاص پر آنحضرت ﷺ نے گواہی دی تھی۔) اس نے کہا کہ میں تو تمہیں پہلے ہی سے کہتا ہوں کہ ان لوگوں کے ساتھ سلوک کرنا چھوڑ دو خود بخود منتشر ہو جائیں گے۔ یہ باتیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سن لیں اور خدمت نبوی میں آ کر عرض کرنے لگے کہ اس بانی فتنہ عبد اللہ بن ابی

① ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورۃ المنافقین، ۳۳۱۳، وهو صحیح؛ دلائل النبوة، ۴/ ۵۴۔

② حاکم، ۲/ ۴۸۸، ۴۸۹ ح ۳۸۱۲ وسندہ حسن۔

کا قصہ پاک کرنے کی مجھے اجازت دیجئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اچھا اگر اجازت دوں تو کیا تم اسے قتل کر ڈالو گے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ کی قسم ابھی اپنے ہاتھ سے اس کی گردن مار دوں گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اچھا بیٹھ جاؤ۔ اتنے میں حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ بھی یہی کہتے ہوئے آئے۔ آپ ﷺ نے ان سے بھی یہی پوچھا اور انہوں نے بھی یہی جواب دیا۔ آپ ﷺ نے انہیں بھی بٹھالیا۔ پھر تھوڑی دیر گزری ہوگی جو کوچ کرنے کا حکم دیا اور وقت سے پہلے ہی لشکر نے کوچ کیا۔ وہ رات دن دوسری صبح تک برابر چلتے ہی رہے جب دھوپ میں تیزی آگئی، اترنے کو فرمایا۔ دو پہر ڈھلتے ہی جلدی سے کوچ کیا اور اسی طرح چلتے رہے۔ تیسرے دن صبح کو قفا مثلث سے مدینہ پہنچ گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بلوایا، ان سے پوچھا کہ کیا میں اس کے قتل کا تجھے حکم دیتا تو تو اسے مار ڈالتا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یقیناً میں اس کا سرتن سے جدا کر دیتا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اگر تو اسے اس دن قتل کر ڈالتا تو بہت سے لوگوں کی ناک خاک آلود ہو جاتی کہ میں اگر انہیں کہتا تو وہ بھی اسے مار ڈالنے میں تامل نہ کرتے، پھر لوگوں کو باتیں بنانے کا موقع ملتا کہ محمد ﷺ اپنے ساتھیوں کو بھی بے دردی سے مار ڈالتا ہے۔“ اسی واقعہ کا بیان ان آیتوں میں ہے یہ سیاق بہت غریب ہے اور اس میں بہت سی ایسی عمدہ باتیں ہیں جو دوسری روایتوں میں نہیں۔

سیرۃ محمد بن اسحاق میں ہے کہ ”عبداللہ بن ابی منافق کے بیٹے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ جو کچھ سچے مسلمان تھے اس واقعہ کے بعد آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور گزارش کی کہ یا رسول اللہ! میں نے سنا ہے کہ میرے باپ نے جو بکواس کی ہے اس کے بدلے آپ ﷺ اسے قتل کرنا چاہتے ہیں۔ اگر یونہی ہے تو اس کے قتل کا حکم آپ ﷺ کسی اور کو نہ دیجئے میں خود جاتا ہوں اور ابھی اس کا سر آپ ﷺ کے قدموں تلے ڈالتا ہوں، قسم اللہ کی قبیلہ خزرج کا ایک ایک شخص جانتا ہے کہ مجھ سے زیادہ کوئی بیٹا اپنے باپ سے احسان و سلوک اور محبت و عزت کرنے والا نہیں (لیکن میں فرمان رسول ﷺ پر اپنے پیارے باپ کی گردن مارنے کو تیار ہوں) اگر آپ ﷺ نے کسی اور کو یہ حکم دیا اور اس نے اسے مارا تو مجھے ڈر ہے کہ کہیں جوش انتقام میں میں اسے نہ مار بیٹھوں اور ظاہر ہے کہ اگر یہ حرکت مجھ سے ہوگئی تو میں ایک کافر کے بدلے ایک مسلمان کو مار کر جہنمی بن جاؤں گا۔ آپ ﷺ میرے باپ کے قتل کا حکم مجھے دیجئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں میں اسے قتل کرنا نہیں چاہتا ہم تو اس سے اور نرمی برتیں گے اور اس کے ساتھ حسن سلوک کریں گے جب تک وہ ہمارے ساتھ ہے۔“ حضرت عکرمہ اور حضرت ابن زید رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ ”جب حضور ﷺ اپنے لشکروں سمیت مدینہ پہنچے تو اس منافق عبداللہ بن ابی کے لڑکے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ مدینہ کے دروازے پر کھڑے ہو گئے، تلوار کھینچ لی لوگ مدینہ میں داخل ہونے لگے یہاں تک کہ ان کا باپ آیا تو یہ فرمانے لگے پرے رہو مدینہ میں نہ جاؤ۔ اس نے کہا کیا بات ہے؟ مجھے کیوں روک رہا ہے؟ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تو مدینہ نہیں جاسکتا جب تک کہ اللہ کے رسول ﷺ تیرے لئے اجازت نہ دیں عزت والے آپ ﷺ ہی ہیں اور تو ذلیل ہے۔ یہ رک کر کھڑا ہو گیا، یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے۔ آپ ﷺ کی عادت مبارک تھی کہ لشکر کے آخری حصے میں ہوتے تھے۔ آپ ﷺ کو دیکھ کر اس منافق نے اپنے بیٹے کی شکایت کی۔ آپ ﷺ نے ان سے پوچھا کہ اسے کیوں روک رکھا ہے؟ انہوں نے کہا قسم ہے اللہ کی جب تک آپ ﷺ کی اجازت نہ ہو یہ اندر نہیں جاسکتا۔ چنانچہ حضور ﷺ نے اجازت دی، اب حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اپنے باپ کو شہر میں داخل ہونے دیا۔“ ①

مسند حمیدی میں ہے کہ آپ ﷺ نے اپنے والد سے کہا کہ جب تک تو اپنی زبان سے یہ نہ کہے کہ رسول اللہ ﷺ عزت والے =

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُلْهِكُمْ أَمْوَالُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ ۚ وَمَنْ يَفْعَلْ
ذَلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ ۝ ۱۰ وَأَنْفِقُوا مِمَّا رَزَقْنَاكُمْ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَ أَحَدَكُمُ
الْمَوْتُ فَيَقُولَ رَبِّ لَوْلَا أَخَّرْتَنِي إِلَىٰ أَجَلٍ قَرِيبٍ ۖ فَأَصَّدَّقَ ۚ وَأَكُنُ مِنَ
الصَّالِحِينَ ۝ ۱۱ وَلَنْ يُؤَخِّرَ اللَّهُ نَفْسًا إِذَا جَاءَ أَجَلُهَا ۚ وَاللَّهُ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ۝ ۱۲

ترجمہ: اے مسلمانو! تمہارے مال اور تمہاری اولاد تمہیں اللہ کے ذکر سے غافل نہ کر دے۔ جو ایسا کریں وہ بڑے ہی زیاں کار ہیں [۹] اور جو کچھ ہم نے تمہیں دے رکھا ہے اس میں سے ہماری راہ میں اس سے پہلے خرچ کرو کہ تم میں سے کسی کو موت آجائے تو کہنے لگے اے میرے پروردگار مجھے تو تھوڑی سی دیر کی مہلت کیوں نہیں دیتا؟ کہ میں صدقہ کروں اور نیک لوگوں میں سے ہو جاؤں۔ [۱۰] جب کسی کی مدت عمر پوری ہو جائے پھر اسے اللہ تعالیٰ ہرگز مہلت نہیں دیتا۔ اور جو کچھ تم کرتے ہو اس سے اللہ تعالیٰ بخوبی باخبر ہے۔ [۱۱]

ہیں اور میں تو ذلیل اس وقت تک مدینہ میں نہیں جاسکتا اور اس سے پہلے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا تھا کہ یا رسول اللہ ﷺ اپنے باپ کی میت کی وجہ سے میں نے آج تک نگاہ اونچی کر کے ان کے چہرے کو بھی نہیں دیکھا، لیکن آپ ﷺ اگر اس پر ناراض ہیں تو مجھے حکم دیجئے ابھی اس کی گردن حاضر کرتا ہوں کسی اور کو اس کے قتل کا حکم نہ دیجئے ایسا نہ ہو کہ میں اپنے باپ کے قاتل کو اپنی آنکھوں سے چلتا پھرتا نہ دیکھ سکوں۔ ①

مال اور اولاد کی محبت اور اللہ کے ذکر سے غفلت: [آیت: ۹-۱۱] اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں کو حکم دیتا ہے کہ وہ بکثرت ذکر اللہ کیا کریں اور تنبیہ کرتا ہے کہ ایسا نہ ہو کہ مال و اولاد کی محبت میں بھنس کر ذکر اللہ سے غافل ہو جاؤ۔ پھر فرماتا ہے کہ جو ذکر اللہ سے غافل ہو جائے اور دنیا کی زینت پر رہ جائے اپنے رب کی اطاعت میں سست پڑ جائے وہ اپنا نقصان آپ کرنے والا ہے پھر اپنی اطاعت میں مال خرچ کرنے کا حکم دے رہا ہے کہ اپنی موت سے پہلے خرچ کر لو موت کے وقت کی بے کسی دیکھ کر تادم ہونا اور امیدیں باندھنا کچھ نفع نہ دے گا اس وقت چاہے گا کہ تھوڑی سی دیر کے لیے بھی اگر چھوڑ دیا جائے تو جو کچھ نیک عمل ہو سکے کر لے اور اپنا مال بھی دل کھول کر راہ اللہ دے لے، لیکن آہ اب وقت کہاں؟ آنے والی مصیبت آن پڑی اور نہ ٹلنے والی آفت سر پر کھڑی ہو گئی۔ اور جگہ فرمان ہے ﴿وَأَنْذِرِ النَّاسَ يَوْمَ يَأْتِيهِمُ الْعَذَابُ﴾ ② الخ یعنی لوگوں کو ہوشیار کر دے جس وقت ان کے پاس عذاب آجائے گا تو یہ ظالم کہنے لگیں گے اے ہمارے رب ہمیں تھوڑی سی مہلت مل جائے تاکہ ہم تیری دعوت قبول کر لیں اور تیرے رسول کی اتباع کریں الخ۔ اس آیت میں تو کافروں کی مذمت کا ذکر ہے۔ دوسری آیت میں نیک عمل میں کمی کرنے والوں کے افسوس کا بیان اس طرح ہوا ہے ﴿حَتَّىٰ إِذَا جَاءَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُونِ﴾ ③ یعنی ان میں سے کسی کو موت آنے لگتی ہے تو کہتا ہے میرے رب مجھے لوٹا دے تو میں نیک عمل کر لوں الخ۔ یہاں فرماتا ہے کہ موت کا وقت آگے پیچھے نہیں ہوتا اللہ خبر رکھنے والا ہے کہ کون اپنے قول میں صادق ہے اور اپنے سوال میں حق بجانب ہے۔ یہ لوگ تو اگر لوٹائے جائیں تو پھر ان باتوں کو بھول جائیں گے اور وہی

① مسند حمیدی، ۱۲۴۵ / مسند ضعیف لانقطاعہ ابو حارون موسیٰ الدینی تابعی ہے۔ لہذا سند منقطع ہے۔

② ۱۴ / ابراہیم: ۴۴۔ ③ ۲۳ / المؤمنون: ۹۹۔

کرتوت کرنے لگ جائیں گے جو اس سے پہلے کرتے رہے۔

ترمذی میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ”ہر وہ شخص جو مالدار ہو اور اس نے حج نہ کیا ہو یا زکوٰۃ نہ دی ہو وہ موت کے وقت دنیا میں واپس لوٹنے کی آرزو کرتا ہے۔ ایک شخص نے کہا: حضرت! اللہ کا خوف کیجئے واپسی کی آرزو تو کافر کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا جلدی کیوں کرتے ہو؟ سنو قرآن فرماتا ہے۔ پھر آپ نے یہ پورا رکوع تلاوت کر سنایا۔ اس نے پوچھا زکوٰۃ کتنے میں واجب ہے؟ فرمایا دو سو اور زیادہ میں۔ پوچھا حج کب فرض ہو جاتا ہے؟ فرمایا جب راہ خرچ اور سواری خرچ کی طاقت ہو۔“ ① ایک مرفوع روایت میں بھی اسی طرح مروی ہے لیکن موقوف ہی زیادہ صحیح ہے۔

ضحاک رحمہ اللہ کی روایت ابن عباس رضی اللہ عنہما والی بھی منقطع ہے۔ دوسری سند میں ایک راوی ابو جناب کلبی ہے وہ بھی ضعیف ہے وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ ابن ابی حاتم میں ہے کہ ”ایک مرتبہ حضور ﷺ کے سامنے صحابہ رضی اللہ عنہم نے زیادتی عمر کا ذکر کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: جب اجل آجائے پھر مومن نہیں ہوتی، زیادتی عمر صرف اس طرح ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی بندہ کو نیک صالح اولاد دے جو اس کے مرنے کے بعد اس کے لیے دعا کرتی رہے۔“ ②

اللہ کے فضل و کرم اور لطف و رحم سے سورۃ منافقون کی تفسیر ختم ہوئی، قَالَ حَمْدُ لِلّٰهِ۔



① ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورۃ المنافقین، ۳۳۱۶ و سندہ ضعیف ابو جناب ملس کے سماع کی تصریح نہیں ہے نیز ضحاک بن مزاحم کی ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت منقطع ہے۔

② تفسیر ابن ابی حاتم، کتاب المجروحین، ۱/۳۳۱ و سندہ موضوع، سلیمان بن عطاء یروی الموضوعات۔

اَلَمْ يَأْتِكُمْ نَبُؤُا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ ۚ فَذَاقُوْا وَاٰلَ اَمْرِهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝۵ ذٰلِكَ بِاَنَّهُ كَانَتْ تَاْتِيْهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَقَالُوْا اَبَشْرُ يَّهْدُوْنَا ۚ فَكَفَرُوْا وَتَوَلَّوْا وَاسْتَغْنٰى اللّٰهُ ۖ وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ۝۶ زَعَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اَنْ لَّنْ يُّبْعَثُوْا قُلْ بَلٰى وَرَبِّىْ لَتُبْعَثُنَّ ثُمَّ لَتُنَبَّوْنَ بِمَا عَمِلْتُمْ ۖ وَذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ۝۷ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ ۚ وَالتَّوْرَ الَّذِىْ اَنْزَلْنَا ۖ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝۸ يَجْمَعُكُمْ لِيَوْمِ الْجَمْعِ ۚ ذٰلِكَ يَوْمُ التَّغَابُنِ ۖ وَمَنْ يُّؤْمِنْ بِاللّٰهِ وَيَعْمَلْ صَالِحًا يُكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّئَاتِهِ وَيُدْخِلْهُ جَنَّٰتٍ تَجْرٰى مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهَارُ خَالِدِيْنَ فِيْهَا اَبَدًا ۖ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝۹ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِآيٰتِنَا ۖ وَلَيْكَ اَصْحَبُ النَّارِ ۖ خَالِدِيْنَ فِيْهَا ۖ وَبُسُّ الْمَصِيْرِ ۝۱۰

ترجمہ: کیا تمہارے پاس اس سے پہلے کے کافروں کی خبر نہیں پہنچی؟ جنہوں نے اپنے اعمال کا وبال چکھ لیا اور جن کے لیے دردناک عذاب ہے۔ [۵] اس لیے کہ ان کے پاس ان کے رسول مجرے لے کر آئے تو انہوں نے کہہ دیا کہ کیا انسان ہماری رہنمائی کرے گا؟ پس انکار کر دیا اور منہ پھیر لیا اللہ نے بھی بے نیازی کی اور اللہ تو ہے ہی بہت بے پروا سب خوبیوں والا۔ [۶] ان کافروں کا خیال ہے کہ دوبارہ زندہ نہ کئے جائیں گے۔ تو کہہ دے کہ ہاں اللہ کی قسم تم ضرور دوبارہ زندہ کئے جاؤ گے پھر جو تم نے کیا ہے اس کی خبر دیے جاؤ گے اللہ پر یہ بالکل ہی آسان ہے۔ [۷] سو تم اللہ پر اور اس کے رسول پر اور اس نور پر جسے ہم نے نازل فرمایا ہے ایمان لاؤ۔ اور اللہ تعالیٰ تمہارے ہر عمل پر باخبر ہے۔ [۸] جس دن تم سب کو اس جمع ہونے کے دن جمع کرے گا وہ یہی دن ہے ہر جیت کا جو شخص اللہ پر ایمان لا کر نیک عمل کرے اللہ اس سے اس کی برائیاں دور کر دے گا اور اسے جنتوں میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں۔ جن میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔ [۹] اور جن لوگوں نے نہ مانا اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا وہ سب جہنمی ہیں جو جہنم میں ہمیشہ رہیں گے وہ بہت بری جگہ ہے پھر جانے کی۔ [۱۰]

= ہر نفس کل کائنات کا علم اسے حاصل ہے یہاں تک کہ دل کے ارادوں اور پوشیدہ باتوں سے بھی واقف ہے۔ کافروں کی سزا: [آیت ۵: ۱۰] یہاں اگلے کافروں کے کفر کا اور ان کی بری سزا اور بدترین بدلے کا ذکر ہو رہا ہے کہ کیا تمہیں تم سے پہلے منکروں کا حال معلوم نہیں کہ رسولوں کی مخالفت اور حق کی تکذیب کیا رنگ لائی؟ دنیا اور آخرت میں برباد ہو گئے یہاں بھی اپنے بد افعال کا خمیازہ بھگتا اور وہاں کا بھگتنا ابھی باقی پڑا ہے جو نہایت الم انگیز ہے۔ اس کی وجہ بجز اس کچھ نہیں کہ دلائل و براہین =

مَا أَصَابَ مِنْ مُصِيبَةٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ ۖ وَمَنْ يُؤْمِنْ بِاللَّهِ يَهْدِ اللَّهُ قَلْبَهُ ۖ وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ۝ وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ ۚ فَإِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَإِنَّمَا عَلَىٰ رَسُولِنَا الْبَلَاءُ الْمُبِينُ ۝ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ ۖ وَعَلَىٰ اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ۝

ترجمہ: کوئی مصیبت بغیر اللہ کی اجازت کے نہیں پہنچ سکتی جو اللہ پر ایمان لائے اللہ اس کے دل کو ہدایت دیتا ہے۔ اور اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔ [۱۱] لوگو! اللہ کا کہنا مانو اور رسول (ﷺ) کا کہنا مانو پس اگر اعراض کرو تو ہمارے رسول کے ذمہ صرف صاف صاف پہنچا دینا ہے۔ [۱۲] اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں مسلمانوں کو اللہ ہی پر توکل رکھنا چاہیے۔ [۱۳]

= اور روشن نشان کے ساتھ جو انبیاء اللہ ان کے پاس آئے انہوں نے انہیں نہ مانا اور اپنے نزدیک اسے محال جانا کہ انسان پیغمبر ہو اور انہیں جیسے ایک آدم زاد کے ہاتھ پر انہیں ہدایت دی جائے۔ پس انکار کر بیٹھے اور عمل چھوڑ دیا۔ اللہ تعالیٰ نے بھی ان سے بے پروائی برتی۔ وہ تو غنی ہے ہی اور ساتھ ہی سزاوار حمد و ثناء۔

مشرکین قیامت کے منکر ہیں: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کفار و مشرکین لحدین کہتے ہیں کہ مرنے کے بعد انھیں گے نہیں۔ تم اے نبی ان سے کہہ دو کہ ہاں اٹھو گے پھر تمہارے تمام چھوٹے بڑے کھلے چھپے اعمال کا اظہار تم پر کیا جائے گا۔ سنو تمہارا دوبارہ پیدا کرنا تمہیں بدلے دینا وغیرہ تمام کام اللہ تعالیٰ پر بالکل آسان ہیں۔ یہ تیسری آیت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو قسم کھا کر قیامت کی حقانیت کے بیان کرنے کو فرمایا ہے۔ پہلی آیت تو سورہ یونس میں ہے ﴿وَيَسْتَنْبِئُونَكَ أَحَقُّ هُوَ قُلُوبُ امْرِئٍ وَرَبِّهِ إِنَّهُ لَحَقٌّ وَمَا أَنْتُمْ بِمُعْجِزِينَ﴾ ① یعنی یہ لوگ تجھ سے پوچھتے ہیں کہ کیا وہ حق ہے؟ تو کہہ میرے رب کی قسم وہ حق ہے اور تم اللہ کو ہرا نہیں سکتے۔ دوسری آیت سورہ سبائ میں ہے ﴿وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَا تَتْلُوا السَّاعَةَ قُلُوبِي وَلِي وَرَبِّي لَتَأْتِيَنَّكُمْ﴾ ② کافر کہتے ہیں ہم پر قیامت نہ آئے گی تو کہہ دے کہ ہاں میرے رب کی قسم یقیناً اور بالضرور آئے گی۔ اور تیسری آیت یہی۔

پھر ارشاد ہوتا ہے کہ اللہ پر رسول پر نور منزل یعنی قرآن کریم پر ایمان لاؤ تمہارا کوئی خفیہ عمل بھی اللہ تعالیٰ پر پوشیدہ نہیں قیامت والے دن اللہ تعالیٰ تم سب کو جمع کرے گا اور اسی لیے اس کا نام یوم الجمع ہے۔ جیسے اور جگہ ہے ﴿ذَلِكَ يَوْمُ مَجْمُوعٍ لَهُ النَّاسُ وَذَلِكَ يَوْمُ مَشْهُودٍ﴾ ③ یہ لوگوں کے جمع کیے جانے اور ان کے حاضر باش ہونے کا دن ہے۔ اور جگہ ہے ﴿قُلْ إِنَّ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ لَمَجْمُوعُونَ إِلَىٰ مِيقَاتٍ يَوْمٍ مَّعْلُومٍ﴾ ④ یعنی قیامت والے دن تمام اولین اور آخرین جمع کئے جائیں گے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں یوم التائبین قیامت کا ایک نام ہے اس نام کی وجہ یہ ہے کہ اہل جنت اہل دوزخ کو نقصان میں ڈالیں گے۔ ⑤ حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس سے زیادہ تائبین کیا ہوگا کہ ان کے سامنے انہیں جنت میں اور ان کے سامنے انہیں جہنم میں لے جائیں۔ گویا اس کی تفسیر اس بعد والی آیت میں ہے کہ ایماندار نیک اعمال والے کے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے اور بہت سی نہروں والی بیشک کی جنت میں اسے داخل کیا جائے گا اور پوری کامیابی کو پہنچ جائے گا اور کفر و مکذیب کرنے والے جہنم کی آگ میں جائیں =

① ۱۰/ یونس: ۵۳۔ ② ۵۶/ الواقعة: ۴۹-۵۰۔ ③ ۱۱/ ہود: ۱۰۳۔

④ ۵۶/ الواقعة: ۴۹-۵۰۔ ⑤ الطبری، ۲۳/ ۵۲۰۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ مِنْ أَزْوَاجِكُمْ وَأَوْلَادِكُمْ عَدُوَّالَكُمْ فَاحْذَرُوهُمْ وَإِنْ تَعَفَّوْا وَتَصَفَّحُوا وَتَغْفِرُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝ إِنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ وَاللَّهُ عِنْدَ أَجْرٍ عَظِيمٍ ۝ فَاتَّقُوا اللَّهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَأَسْمِعُوا وَأَطِيعُوا وَأَنْفِقُوا خَيْرًا لِأَنْفُسِكُمْ وَمَنْ يُوقِ شَهْرَ نَفْسِهِ فَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝ إِنْ تَقَرَّضُوا لِلَّهِ قَرْضًا حَسَنًا لْيُضْعِفْهُ لَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ وَاللَّهُ شَكُورٌ حَلِيمٌ ۝ عِلْمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝

ترجمہ: اے ایمان والو! تمہاری بعض بیویاں اور بعض بچے تمہارے دشمن ہیں خبردار ان سے ہوشیار رہنا۔ اور اگر تم معاف کر دو اور درگزر کر جاؤ اور بخش دو تو اللہ تعالیٰ بخشے والا مہربان ہے۔ ۱۳۱ تمہارے مال اور اولاد تو سراسر تمہاری آزمائش ہی ہے۔ اور بہت بڑا اجر اللہ کے پاس ہے۔ [۱۵۱] پس جہاں تک تم سے ہو سکے اللہ سے ڈرتے رہو اور سنتے رہو اور ماننے چلے جاؤ اور اللہ کی راہ میں خیرات کرتے رہو جو تمہارے لیے بہتر ہے۔ اور جو شخص اپنے نفس کی حرص سے محفوظ رکھا جاتا ہے وہی کامیاب ہے [۱۶۱] اگر تم اللہ کو اچھا قرض دو گے یعنی اس کی راہ میں خرچ کرو گے تو وہ اسے تمہارے لیے بڑھا جاتا ہے گا اور تمہارے گناہ بھی معاف فرما دے گا۔ اللہ بڑا قدر دان بڑا بردبار ہے۔ [۱۷۱] وہ پوشیدہ اور ظاہر کا جاننے والا ہے زبردست حکمت والا ہے۔ [۱۸۱]

= گے جہاں پڑے جلتے بھلتے رہیں گے بھلا اس سے برا ٹھکانا اور کیا ہو سکتا ہے؟

مصیبت بھی اللہ کی مشیت سے آتی ہے: [آیت: ۱۱-۱۳] سورہ حدید میں بھی یہ مضمون گزر چکا ہے کہ جو کچھ ہوتا ہے وہ اللہ کی اجازت اور اس کے حکم سے ہوتا ہے اس کی قدر و مشیت بغیر کچھ بھی نہیں ہو سکتا۔ اب جس شخص کو کوئی تکلیف پہنچے وہ جان لے کہ اللہ تعالیٰ کی قضاء و قدر سے مجھے یہ تکلیف پہنچی پھر صبر و سہار کرے اور اللہ کی مرضی پر ثابت قدم رہے اور ثواب کی اور بھلائی کی امید رکھے۔ رضابہ قضا کے سوالب نہ ہلائے تو اللہ تعالیٰ اس کے دل کی رہبری کرتا ہے اور اسے بدلے کے طور پر ہدایت قلبی عطا فرماتا ہے۔ یقین صادق کی چمک وہ دل میں دیکھتا ہے اور بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ اس مصیبت کا بدلہ یا اس سے بھی بہتر دنیا میں ہی عطا فرمادیتا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ اس کا ایمان مضبوط ہو جاتا ہے اسے مصائب ڈھیلا نہیں کر سکتے وہ جانتا ہے کہ جو پہنچا وہ خطا کرنے والا نہ تھا اور جو نہ پہنچا وہ ملنے والا ہی نہ تھا۔ ① حضرت علقمہ کے سامنے یہ آیت پڑھی جاتی ہے اور آپ سے اس کا مطلب دریافت کیا جاتا ہے تو فرماتے ہیں اس سے مراد وہ شخص ہے جو ہر مصیبت کے وقت اس بات کا عقیدہ رکھے کہ یہ منجانب اللہ ہے پھر راضی خوشی اسے برداشت کرے۔ یہ بھی مطلب ہے کہ وہ اَنَا لِلَّهِ وَ اَنَا اِلَيْهِ رَاجِعُونَ پڑھ لے۔ متفق علیہ حدیث میں ہے کہ مؤمن پر تعجب ہے ہر بات میں اس کی بہتری ہوتی ہے ضرورت و نقصان پر صبر و سہار کر کے نفع اور بھلائی پر شکر و احسان مندی کر کے بہتری سمیٹ لیتا ہے۔ یہ دو طرفہ بھلائی مؤمن کے سوا کسی اور کے حصے میں نہیں۔ ②

افضل عمل کا تذکرہ: مسند احمد میں ہے کہ ”ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ! سب سے افضل

عمل کون سا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا اس کی تصدیق کرنی اس کی راہ میں جہاد کرنا۔ اس نے کہا حضرت میں کوئی آسان کام چاہتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا جو فیصلہ قسمت کا تجھ پر جاری ہو تو اس میں اللہ تعالیٰ کا گلہ شکوہ نہ کر اس کی رضا پر راضی رہ یہ اس سے ہلکا لہر ہے۔“ ①

پھر اپنی اور اپنے رسول کی اطاعت کا حکم دیتا ہے کہ امد شرعی میں ان اطاعتوں سے سرمو تجاوز نہ کرو جس کا حکم ملے بجالاؤ جس سے روکا جائے رک جاؤ۔ اگر تم اس کے ماننے سے اعراض کرتے ہو تو ہمارے رسول ﷺ پر کوئی بوجھ نہیں ان کے ذمہ صرف تبلیغ تھی جو وہ کر چکے اب عمل نہ کرنے کی سزا تمہیں بھگتنی پڑے گی۔ پھر فرمان ہے کہ اللہ تعالیٰ واحد و صمد ہے اس کے سوا کسی کی ذات کسی طرح کی عبادت کے لائق نہیں۔ یہ خبر معنی میں طلب کے ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی توحید مانو، اخلاص کے ساتھ صرف اسی کی عبادتیں کرو۔ پھر فرماتا ہے چونکہ توکل اور بھروسے کے لائق بھی وہی ہے تم اسی پر بھروسہ رکھو جیسے اور جگہ ارشاد ہے ﴿لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيلًا﴾ ② ”مشرق اور مغرب کا رب وہی ہے معبود حقیقی بھی اس کے سوا کوئی نہیں تو اسی کو اپنا کارساز بنالے۔“

عورتوں اور بچوں کی تربیت: [آیت: ۱۴-۱۸] ارشاد ہوتا ہے کہ بعض عورتیں اپنے مردوں کو اور بعض اولادیں اپنے ماں باپ کو یاد الہی اور نیک عمل سے روکتی ہیں جو درحقیقت دشمنی ہے جس سے پہلے تنبیہ ہو چکی ہے کہ ایسا نہ ہو تمہارے مال اور تمہاری اولاد تمہیں یاد الہی سے غافل کر دے اگر ایسا ہو گیا تو تمہیں بڑا گھانا رہے گا۔ یہاں بھی فرماتا ہے کہ ان سے ہوشیار رہو اپنے دین کی نگہبانی ان کی ضروریات اور فرمائشات کے پورا کرنے پر مقدم رکھو۔ بیوی بچوں اور مال کی خاطر انسان قطع رحمی کر گزرتا ہے اللہ کی نافرمانی پر تزل جاتا ہے ان کی محبت میں پھنس کر احکام الہی کو پس پشت ڈال دیتا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ”بعض اہل مکہ اسلام قبول کر چکے تھے مگر زن و فرزند کی محبت نے انہیں ہجرت سے روک دیا۔ پھر جب اسلام کا خوب افشا ہو گیا تب یہ لوگ حاضر حضور ﷺ ہوئے دیکھا کہ ان سے پہلے کے مہاجرین نے بہت کچھ علم دین حاصل کر لیا ہے“ اب جی میں آیا کہ اپنے بال بچوں کو مزا دیں جس پر یہ فرمان ہوا کہ ﴿إِنْ تَعْفُوا﴾ ③ الخ یعنی اب درگزر کر دو آئندہ کے لیے ہوشیار رہو اللہ تعالیٰ مال و اولاد دے کر انسان کو پرکھ لیتا ہے کہ معصیت میں مبتلا ہونے والے کون ہیں؟ اور اطاعت گزار کون ہیں؟ اللہ کے پاس جو اجر عظیم ہے تمہیں چاہیے اس پر ننگا ہیں رکھو۔ جیسے اور جگہ فرمان ہے ﴿زَيْنٌ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ﴾ ④ الخ یعنی بطور آزمائش کے لوگوں کے لیے دنیوی خواہشات یعنی بیبیوں اور اولاد اور سونے چاندی کے بڑے بڑے گئے ہوئے ڈھیر اور شائستہ گھوڑوں اور مویشی اور کھیتی کی محبت کو زینت دی گئی ہے مگر یہ سب دنیا کی چند روزہ زندگی کا سامان ہے اور بے فکری والا اچھا ٹھکانا تو اللہ ہی کے پاس ہے۔

مسند احمد میں ہے کہ ”ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ خطبہ فرما رہے تھے کہ حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما لمبے لمبے کرتے پہننے آ گئے دونوں بچے کرتوں سے الجھا لہجہ کر گرتے پڑتے آ رہے تھے یہ کرتے سرخ رنگ کے تھے۔ حضور ﷺ کی نظریں جب ان پر پڑیں تو منبر سے اتر کر انہیں اٹھا کر لائے اور اپنے سامنے بٹھالیا پھر فرمانے لگے اللہ تعالیٰ سچا ہے اور اس کے رسول نے سچ فرمایا ہے کہ تمہارے مال و اولاد فتنہ ہیں ان دونوں کو گرتے پڑتے آتے دیکھ کر مبر نہ آ سکا“ آخر خطبہ چھوڑ کر انہیں اٹھانا پڑا۔“ ⑤ مسند میں ہے حضرت اشعث

① احمد، ۵/۳۱۸، ۳۱۹ ح ۲۲۷۱۷ وسندہ ضعیف وله شاهد ضعیف - ② ۷۳/ المزمّل: ۹۔

③ ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، ومن سورة التغابن: ۳۳۱۷ وسندہ ضعیف ساک کی مکرر سے روایت ضعیف ومضطرب ہوتی ہے۔

④ ۳/ آل عمران: ۱۴۔ ⑤ ابو داود، کتاب الصلاة، باب الامام یقطع الخطبة للامر، ۱۱۰۹ وسندہ حسن؛ ترمذی،

۳۷۷۴/ نسائی، ۱۴۱۴/ ابن ماجہ، ۳۶۰۰/ احمد، ۵/۳۵۴/ ابن حبان، ۶۰۳۹۔

بن قیس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ”کنندہ قبیلے کے وفد میں میں بھی حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ ﷺ نے مجھ سے پوچھا تمہاری کچھ اولاد بھی ہے۔ میں نے کہا: ہاں اب آتے ہوئے ایک لڑکا ہوا ہے کاش کہ اس کے بجائے کوئی درندہ ہوتا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: خبردار! ایسا نہ کہو ان میں آنکھوں کی ٹھنڈک ہے اور اگر انتقال کر جائیں تو اجر ہے۔ پھر فرمایا ہاں یہی بزدلی اور غم کا سبب بھی بن جاتے ہیں یہ بزدلی اور غم ورنج بھی ہیں۔“ ① ہزار میں ہے اولاد دل کا پھل ہے اور یہ نکل و نامردی اور غمگینی کا باعث بھی ہے۔ ② طبرانی میں ہے ”تیرا دشمن صرف وہی نہیں جو تیرے مقابلے میں کفر پر جم کر لڑائی کے لیے آیا کیونکہ اگر تو نے اسے قتل کر دیا تو تیرے لیے باعث نور ہے اور اگر اس نے تجھے قتل کیا تو تو قطعاً جنتی ہو گیا۔ پھر فرمایا شاید تیرا پورا دشمن تیرا بچہ ہے جو تیری پیٹھ سے نکلا پھر تجھ سے دشمنی کرنے لگا۔“ ③ پھر فرماتا ہے اپنے مقدور بھرا اللہ کا خوف رکھو اس کے عذابوں سے بچاؤ سہیا کرو۔ بخاری و مسلم میں ہے جو حکم میں کرو اسے اپنا مقدور بھرا بجالاؤ جس سے میں روک دوں رک جاؤ۔ ④ بعض مفسرین کا فرمان ہے کہ سورہ آل عمران کی آیت ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تَقَاتِهِ﴾ ⑤ کی تائید یہ آیت ہے، یعنی پہلے فرمایا تھا اللہ تعالیٰ سے اس قدر ڈرو جتنا کہ اس سے ڈرنا چاہیے، لیکن اب فرمادیا کہ اپنی طاقت کے مطابق۔ چنانچہ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ”پہلی آیت لوگوں پر بڑی بھاری پڑی تھی اس قدر لمبے قیام کرتے تھے کہ بیروں پر درم آ جاتا تھا اور اتنے لمبے سجدے کرتے تھے کہ پیشانیاں زخمی ہو جاتی تھیں پس اللہ تعالیٰ نے یہ دوسری آیت اتار کر تخفیف کر دی۔“ اور بھی بعض مفسرین نے یہی فرمایا ہے اور پہلی آیت کو منسوخ اور اس دوسری آیت کو ناسخ بتلایا ہے۔ پھر فرماتا ہے اللہ اور اس کے رسول کے فرمانبردار بن جاؤ ان کے فرمان سے ایک انچ ادھر ادھر نہ ہونے آگے بڑھو نہ پیچھے سر نہ امر کو چھوڑو نہ نہی کا خلاف کرو جو اللہ نے تمہیں دے رکھا ہے اس میں سے رشتہ داروں کو فقیروں، مسکینوں کو اور حاجت مندوں کو دیتے رہو۔ اللہ نے تم پر احسان کیا تم دوسری مخلوق پر احسان کرو تا کہ اس جہان میں بھی اللہ کے احسان کے مستحق بن جاؤ اور اگر یہ نہ کیا تو دونوں جہان کی بربادی اپنے ہاتھوں آپ مول لو گے۔ آیت ﴿وَمَنْ يُوقِ﴾ کی تفسیر سورہ حشر کی اس آیت میں گزر چکی ہے۔

جب تم کوئی چیز اللہ کی راہ میں دو گے اللہ تعالیٰ اس کا بدلہ دے گا ہر صدقے کی جزا عطا فرمائے گا تمہارا مسکینوں کے ساتھ سلوک کرنا گویا اللہ کو قرض دینا ہے۔ بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ ”اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کون ہے؟ جو ایسے کو قرض دے جو نہ ظالم ہے نہ مفلس نہ نادہندہ ⑥ پس فرماتا ہے وہ تمہیں بہت کچھ بڑھا چڑھا کر پھیر دے گا۔“ جیسے سورہ بقرہ میں بھی فرمایا ہے کہ کئی کئی گنا بڑھا کر دے گا ساتھ ہی خیرات سے تمہارے گناہ معاف کر دے گا اللہ بڑا قدر دان ہے تھوڑی سی نیکی کا بہت بڑا اجر دیتا ہے وہ بردبار ہے درگزر کرتا ہے بخش دیتا ہے گناہوں سے اور لغزشوں سے چشم پوشی کر لیتا ہے خطاؤں اور برائیوں کو معاف فرمادیتا ہے وہ

① احمد، ۲۱۱/۵ ح ۲۱۸۴۰ وسندہ ضعیف وللحدیث شواہد ضعیفہ حاکم، ۲۳۹/۴۔

② مسند البزار، ۱۸۹۲ وسندہ ضعیف جداً مسند ابی یعلیٰ، ۱۰۳۳۔

③ طبرانی، ۳۴۴۵ وسندہ ضعیف لانقطاعه شریح بن عبید لم یدرک ابا مالک الاشعری رحمہ اللہ۔

④ صحیح بخاری، کتاب الاعتصام، باب الاقتداء بسنن رسول اللہ ﷺ، ۷۲۸۸؛ صحیح مسلم، ۱۳۳۷۔

⑤ ۳/ آل عمران ۱۰۲۔ ⑥ صحیح مسلم، کتاب صلاة المسافرين، باب الترغیب فی الدعاء والذکر فی آخر اللیل،

۷۵۸؛ الاسماء والصفات للبیہقی، ۴۹۶۔

چھپے کھلے کا عالم ہے وہ غالب اور با حکمت ہے۔ ان اسمائے حسنیٰ کی تفسیر کئی کئی مرتبہ اس سے پہلے گزر چکی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور لطف و رحم سے سورہ تغابن کی تفسیر ختم ہوئی۔ قَالَ حَمْدُ لِلّٰہ۔
 (اس کے ساتھ ہی تفسیر ابن کثیر عربی کا نواں جز پورا ہوا۔ اب دسویں جز کی تفسیر کا ترجمہ سورہ طلاق سے شروع ہوگا۔ اللہ تعالیٰ خیر و برکت کے ساتھ اسے بھی پورا کرائے آمین۔)



تفسیر سورہ طلاق

تفسیر ابن کثیر عربی کے دسویں جز کا ترجمہ یہاں سے شروع ہوتا ہے

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَطَلِّقُوهُنَّ لِعَدَّتِهِنَّ وَأَحْصُوا الْعِدَّةَ
وَاتَّقُوا اللَّهَ رَبَّكُمْ لَا تُخْرِجُوهُنَّ مِنْ بُيُوتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ إِلَّا أَنْ يَأْتِيَنَّ
بِفَاحِشَةٍ مُبِينَةٍ ۚ وَتِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ ۚ وَمَنْ يَتَعَدَّ حُدُودَ اللَّهِ فَقَدْ ظَلَمَ
نَفْسَهُ لَا تَدْرِي لَعَلَّ اللَّهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذَلِكَ أَمْرًا ۝

ترجمہ: شروع اللہ تعالیٰ مہربانی اور رحم کرنے والے کے نام سے۔

اے نبی (اپنی امت سے کہو کہ) جب تم اپنی بیویوں کو طلاق دینا چاہو تو ان کی عدت میں انہیں طلاق دو اور عدت کا حساب رکھو۔ اور اللہ سے جو تمہارا پروردگار ہے ڈرتے رہو نہ تم انہیں ان کے گھروں سے نکالو اور نہ وہ خود نکلیں ہاں یہ اور بات ہے کہ وہ کھلی برائی کر بیٹھیں۔ یہ ہیں اللہ کی مقرر کردہ حدیں جو شخص اللہ کی حدوں سے آگے بڑھ جائے اس نے یقیناً اپنا ہی برا کیا کوئی نہیں جانتا شاید اس کے بعد اللہ تعالیٰ کو کوئی نئی بات پیدا کر دے۔ [۱]

طلاق کے مسائل: [آیت ۱:] اولاً تو نبی ﷺ سے شرافت و کرامت کے طور پر خطاب کیا گیا پھر جماعاً آپ ﷺ کی امت سے خطاب کیا گیا اور طلاق کے مسئلے کو سمجھا گیا۔ ابن ابی حاتم میں ہے کہ ”رسول اللہ ﷺ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو طلاق دی وہ اپنے میکے آ گئیں اس پر یہ آیت اتری اور آپ ﷺ سے فرمایا گیا کہ ان سے رجوع کر لو وہ بہت زیادہ روزہ رکھنے والی اور بہت زیادہ نماز پڑھنے والی ہیں اور وہ یہاں بھی آپ ﷺ کی بیوی ہیں اور جنت میں بھی آپ ﷺ کی ازواج میں داخل ہیں۔“ ① یہی روایت مرسلہ ابن جریر میں مروی ہے۔ اور سندوں سے بھی آئی ہے کہ ”رسول اللہ ﷺ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو طلاق دی پھر رجوع کر لیا۔“ ② صحیح بخاری میں ہے کہ ”حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی بیوی صاحبہ کو حیض کی حالت میں طلاق دیدی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ واقعہ آنحضور ﷺ سے بیان کیا آپ ﷺ ناراض ہوئے اور فرمایا اسے چاہیے کہ رجوع کر لے پھر حیض سے پاک ہونے تک روکے رکھے پھر دوسرا حیض آئے اور اس سے نہالیں پھر اگر جی چاہے طلاق دیں“ یعنی اسی پاکیزگی کی حالت میں بات چیت کرنے سے پہلے۔ یہی وہ عدت ہے جس کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے ③ یہ حدیث اور بھی بہت سی کتابوں میں بہت سی سندوں کے ساتھ مذکور ہے۔ حضرت عبدالرحمن بن ایمن رضی اللہ عنہ نے جو عہزہ کے مولیٰ ہیں حضرت ابوالزیر رضی اللہ عنہ کے سنتے ہوئے حضرت ابن

① الدرالمشور، ۶/۳۴۸؛ حاکم، ۴/۱۵۰ وسندہ ضعیف فیہ قیس بن زید وهو مجهول ضعفہ الازدی، وطریق ابن ابی حاتم الذی ذکرہ ابن کثیر سندہ ضعیف، سعید وقتادہ مدلس وعنعن۔ ② ابو داود، کتاب الطلاق، باب فی المراجعة، ۲۲۸۳ وسندہ صحیح؛ نسائی، ۴/۳۵۰۹ ابن ماجہ، ۱۶/۲۰؛ ابن حبان، ۱۳۲۴؛ حاکم، ۲/۱۹۷؛ بیہقی، ۷/۳۲۱۔

③ صحیح بخاری، کتاب الطلاق، باب نمبر، ۱ حدیث ۴۹۰۸؛ صحیح مسلم، ۱۴۷۱۔

عمر بن الخطابؓ سے سوال کیا کہ اس شخص کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں جس نے اپنی بیوی کو حیض کی حالت میں طلاق دی تو آپ نے فرمایا: سنو! ابن عمرؓ نے اپنی بیوی کو حیض کی حالت میں رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں طلاق دی تو حضور ﷺ نے حکم دیا کہ اسے لوٹا لے۔ چنانچہ ابن عمرؓ نے رجوع کر لیا اور یہ بھی حضور ﷺ نے فرمایا تھا اس کے پاک ہو جانے کے بعد اسے اختیار ہے خواہ طلاق دے خواہ بسالے اور آنحضرت ﷺ نے اس آیت کی تلاوت کی ﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا طَلَقْتُمُ النِّسَاءَ فَطَلَّقُوهُنَّ فِي قُبُلِ عِدَّتِهِنَّ﴾ ① (مسلم)

دوسری روایت میں ﴿فَطَلَّقُوهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ﴾ یعنی طہر کی حالت میں جماع سے پہلے۔ بہت سے بزرگوں نے یہی فرمایا ہے۔ ② حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں ”یعنی حالت حیض میں طلاق نہ دو نہ اس طہر میں طلاق دو جس میں جماع ہو چکا ہو بلکہ اس وقت تک چھوڑ دو جب حیض آجائے پھر اس سے نہالے تب ایک طلاق دے۔“ ③ حضرت عکرمہؓ فرماتے ہیں عدت سے مراد طہر ہے۔ قرء سے مراد حیض ہے یا حمل کی حالت میں جب حمل ظاہر ہو۔ جس طہر میں جماعت کر چکا ہے اس میں طلاق نہ دے نہ معلوم حاملہ ہے یا نہیں۔ یہیں سے باسبجھ علما نے احکام طلاق لیے ہیں اور طلاق کی دو قسمیں کی ہیں طلاق سنت اور طلاق بدعت۔ طلاق سنت تو یہ ہے کہ طہر کی یعنی پاکیزگی کی حالت میں جماع کرنے سے پہلے طلاق دے دے یا حالت حمل میں طلاق دے اور بدعی طلاق یہ ہے کہ حالت حیض میں طلاق دے یا طہر میں دے لیکن جماعت کر چکا ہے اور معلوم نہ ہو کہ حمل ہے یا نہیں؟ طلاق کی تیسری قسم بھی ہے جو نہ طلاق سنت ہے نہ طلاق بدعت اور وہ نابالغہ کی طلاق ہے اور اس عورت کی جسے حیض کے آنے سے ناامیدی ہو چکی ہو اور اس عورت کی جس سے دخول نہ ہوا ہو ان سب کے احکام اور تفصیلی بحث کی جگہ کتب فروع میں نہ کہ تفسیر واللہ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَىٰ أَعْلَمُ۔

عدت کی حفاظت: پھر فرمان ہے کہ عدت کی حفاظت کرو اس کی ابتدا اور انتہا کی دیکھ بھال رکھو ایسا نہ ہو کہ عدت کی لمبائی عورت کو دوسرا خاوند کرنے سے روک دے اور اس بارے میں اپنے معبود حقیقی پروردگار عالم سے ڈرتے رہو۔ عدت کے زمانے میں مطلقہ عورت کی رہائش کا مکان خاوند کے ذمہ ہے وہ اسے نکال نہ دے اور نہ خود اسے نکلنا جائز ہے کیوں کہ وہ اپنے خاوند کے حق میں رکی ہوئی ہے۔ ﴿لَا حِشَّةَ مَبِينَةٍ﴾ ④ زنا کو بھی شامل ہے اور اسے بھی کہ عورت اپنے خاوند کو تنگ کرے اس کا خلاف کرے اور ایذا پہنچائے یا بدزبانی وجہ خلقی شروع کر دے اور اپنے کاموں سے اور اپنی زبان سے سسرال والوں کو تکلیف پہنچائے تو ان صورتوں میں بے شک خاوند کو جائز ہے کہ اسے اپنے گھر سے نکال باہر کرے۔ ⑤ یہ اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدیں ہیں اس کی شریعت اور اس کے بتلائے ہوئے احکام ہیں جو شخص ان پر عمل نہ کرے انہیں بے حرمتی کے ساتھ توڑ دے ان سے آگے بڑھ جائے وہ اپنا ہی برا کرنے والا اور اپنی ہی جان پر ظلم ڈھانے والا ہے۔ شاید کہ اللہ کوئی نئی بات پیدا کر دے۔ اللہ کے ارادوں کو ادا رہنے والی باتوں کو کوئی نہیں جان سکتا۔ عدت کا زمانہ مطلقہ عورت کو خاوند کے گھر گزارنے کا حکم دینا اس مصلحت سے ہے کہ ممکن ہے اس عدت میں اس کے خاوند کے خیالات بدل جائیں طلاق دینے پر نادم ہو اور دل میں لوٹا لینے کا خیال پیدا ہو جائے اور پھر رجوع کر کے دونوں میاں بیوی امن و امان سے گزارا کرنے لگیں۔ نیا کام پیدا کرنے سے مراد بھی رجعت ہے۔ ⑥ اسی بنا پر بعض سلف اور ان کے تابعین مثلاً حضرت امام احمد بن حنبلؒ وغیرہ کا مذہب ہے کہ متہ یعنی وہ عورت جس کی طلاق کے بعد خاوند کو رجعت کا حق باقی نہ رہا ہو اس کے لیے عدت =

① صحیح مسلم، کتاب الطلاق، باب تحریم طلاق الحائض بغیر رضاها، ۱۴۷۱ھ، ابو داؤد، ۲۱۸۵ھ، احمد، ۸۱/۲، بیہقی، ۳۲۷/۷۔ ② الطبری، ۴۳۲۔ ③ ایضاً، ۴۲۵/۲۳۔ ④ ایضاً، ۴۳۸/۲۳۔ ⑤ ایضاً، ۴۴۱/۲۳۔

فَإِذَا بَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَأَمْسِكُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ أَوْ فَارِقُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ وَأَشْهِدُوا
ذَوِي عَدْلٍ مِّنْكُمْ وَأَقِيمُوا الشَّهَادَةَ لِلَّهِ ۚ ذَلِكُمْ يُوعَظُ بِهِ مَن كَانَ يُؤْمِنُ
بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ۚ وَمَن يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا ۖ وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا
يَحْتَسِبُ ۚ وَمَن يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ ۚ إِنَّ اللَّهَ بَالِغُ أَمْرِهِ ۚ قَدْ
جَعَلَ اللَّهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا ۝

ترجمہ: پس جب یہ عورتیں اپنی عدت پوری کرنے کے قریب پہنچ جائیں تو انہیں یا تو قاعدہ کے مطابق اپنے نکاح میں رہنے دو یا دستور کے مطابق انہیں الگ کر دو اور آپس میں سے دو عادل شخصوں کو گواہ کر لو اور اللہ کی رضا مندی کے لیے ٹھیک ٹھیک گواہی دو۔ یہی ہے وہ جس کی نصیحت اسے کی جاتی ہے جو اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اور جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اس کے چھکارے کی شکل نکال دیتا ہے۔ [۱۸] اور اسے ایسی جگہ سے روزی دیتا ہے جس کا اسے گمان بھی نہ ہو اور جو شخص اللہ پر توکل کرے گا اللہ اسے کافی ہوگا اللہ تعالیٰ اپنا کام پورا کر کے ہی رہے گا اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کا ایک اندازہ مقرر کر رکھا ہے۔ [۱۹]

= گزارنے کے زمانے تک مکان کا دینا خاوند کے ذمہ نہیں۔ اسی طرح جس عورت کا خاوند فوت ہو جائے اسے بھی رہائشی مکان عدت تک کے لیے دینا اس کے وارثوں پر نہیں۔ ان کی اعتمادی دلیل حضرت فاطمہ بنت قیس فہرہ رضی اللہ عنہا والی حدیث ہے کہ جب ان کے خاوند حضرت ابو عمر بن حفص رضی اللہ عنہ نے ان کو تیسری آخری طلاق دیدی اور وہ اس وقت یہاں موجود نہ تھے بلکہ یمن میں تھے اور وہیں سے طلاق دی تھی تو ان کے وکیل نے ان کے پاس تھوڑے سے جو بھیج دیئے تھے کہ یہ تمہاری خوراک ہے۔ یہ بہت ناراض ہوئیں اس نے کہا: بگڑتی کیوں ہو؟ تمہارا نفقہ کھانا پینا ہمارے ذمہ نہیں۔ یہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ٹھیک ہے تیرا نفقہ اس پر نہیں۔

عدت نفقہ اور رکشی: مسلم میں ہے نہ تیرے رہنے سہنے کا گھر۔ اور ان سے فرمایا کہ تم ام شریک کے گھر اپنی عدت گزارو۔ پھر فرمایا وہاں تو میرے اکثر صحابہ جایا آیا کرتے ہیں تم عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کے ہاں اپنی عدت کا زمانہ گزارو وہ ایک نابینا آدمی ہیں تم وہاں آرام سے اپنے کپڑے بھی رکھ سکتی ہو ① الخ۔ مندا احمد میں ہے کہ ان کے خاوند کو حضور ﷺ نے کسی جہاد پر بھیجا تھا انہوں نے وہیں سے انہیں طلاق بھیج دی۔ ان کے بھائی نے ان سے کہا کہ ہمارے گھر سے چلی جاؤ۔ انہوں نے کہا نہیں جب تک عدت ختم نہ ہو جائے میرا رہنا سہنا اور کھانا پینا میرے خاوند کے ذمہ ہے۔ اس نے انکار کیا۔ آخر حضور ﷺ کے پاس یہ معاملہ پہنچا۔ جب آپ ﷺ کو یہ معلوم ہوا کہ یہ آخری تیسری طلاق ہے تب آپ ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا تان نفقہ گھر یا خاوند کے ذمہ اس صورت میں ہے کہ اسے حق رجعت حاصل ہو جب یہ نہیں تو وہ بھی نہیں تم یہاں سے چلی جاؤ اور فلاں عورت کے گھر اپنی عدت گزارو۔ پھر فرمایا وہاں تو صحابہ کی آمد و رفت ہے تم ابن ام مکتوم کے گھر عدت کا زمانہ گزارو وہ نابینا ہیں تمہیں دیکھ نہیں سکتے ② الخ۔ طبرانی میں ہے یہ حضرت

① صحیح مسلم، کتاب الطلاق، باب المطلقة البائن لافقہ لها، ۱۶۸۰، ابن حبان، ۴۲۵۳، ابو داود، ۲۲۸۴، السنن الکبریٰ، ۶۰۳۲۔

② احمد، ۳۷۳/۶، ۳۷۴، مسندہ ضعیف، مجالد ضعیف و حدیث مسلم ۲۹۴۲ بغنی عنہ۔

فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کا کہنا تھا کہ میں قیس قرشی رضی اللہ عنہ کی بہن تھیں ان کے خاوند مخزومی قبیلے کے تھے۔ طلاق کی خبر کے بعد ان کے نفقہ طلب کرنے پر ان کے خاوند کے اولیاء نے کہا تھا نہ تو تمہارے میاں نے کچھ بھیجا ہے نہ ہمیں دینے کو کہا ہے۔ اور حضور ﷺ کے فرمان میں یہ بھی مروی ہے کہ جب عورت کو وہ طلاق مل جائے جس کے بعد وہ اپنے اگلے خاوند پر حرام ہو جاتی ہے جب تک دوسرے سے نکاح اور پھر چھوٹ چھٹاؤ نہ ہو جائے تو اس صورت میں عدت کا نان نفقہ اور رہنے کا مکان اس کے خاوند کے ذمہ نہیں۔ ①

عدت کے مسائل: [آیت ۲: ۳] ارشاد ہوتا ہے کہ عدت والی عورتوں کی عدت جب پوری ہونے کے قریب پہنچ جائے تو ان کے خاوندوں کو چاہیے کہ دو باتوں میں سے ایک کر لیں یا تو انہیں بھلائی اور سلوک کے ساتھ اپنے ہی نکاح میں روک رکھیں یعنی طلاق جو دی تھی اس سے رجوع کر کے باقاعدہ اس کے ساتھ بود و باش رکھیں یا انہیں اور طلاق دیدیں لیکن برا کہے بغیر گالی گلوچ دینے بغیر سرزنش اور ڈانٹ ڈپٹ بغیر بھلائی اچھائی اور خوبصورتی کے ساتھ (یہ یاد رہے کہ رجعت کا اختیار اس وقت ہے جب ایک طلاق ہوئی ہو یا دو ہوئی ہوں)۔ پھر فرماتا ہے اگر رجعت کا ارادہ ہو اور رجعت کرو یعنی لوٹا لو تو اس پر دو عادل مسلمان گواہ رکھ لو۔ ابو داؤد اور ابن ماجہ میں ہے کہ ”حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص اپنی بیوی کو طلاق دیتا ہے پھر اس سے جماع کرتا ہے نہ طلاق پر گواہ رکھتا ہے نہ رجعت پر تو آپ نے فرمایا اس نے خلاف سنت طلاق دی اور خلاف سنت رجوع کیا طلاق پر بھی گواہ رکھنا چاہیے اور رجعت پر بھی اب دوبارہ ایسا نہ کرنا۔“ ② حضرت عطاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں ”نکاح طلاق رجعت بغیر دو عادل گواہوں کے جائز نہیں“ جیسے فرمان الہی ہے ہاں مجبوری ہو تو اور بات ہے۔ پھر فرماتا ہے گواہ مقرر کرنے کا اور بھی شہادت دینے کا حکم انہیں ہو رہا ہے جو اللہ پر اور پچھلے دن پر ایمان رکھتے ہوں اللہ کی شریعت کے پابند اور عذاب آخرت سے ڈرنے والے ہوں۔ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ”رجعت پر گواہ رکھنا واجب ہے۔ جس طرح ان کے نزدیک ابتدائے نکاح پر گواہ رکھنا واجب ہے۔“ گو آپ سے ایک دوسرا قول بھی مروی ہے ایک اور جماعت کا بھی یہی قول ہے۔ اس مسئلہ کو ماننے والی علمائے کرام کی جماعت یہ بھی کہتی ہے کہ رجعت بغیر زبانی کہے ثابت نہیں ہوتی کیوں کہ گواہ رکھنا ضروری ہے اور جب تک زبان سے نہ کہے گواہ کیسے مقرر کئے جائیں گے۔ پھر فرماتا ہے کہ جو شخص احکام الہی بجالائے اس کی حرام کردہ چیزوں سے پرہیز کرے اللہ تعالیٰ اس کے لیے مخلصی پیدا کرتا ہے اور ایسی جگہ سے اس طرح رزق پہنچاتا ہے کہ اس کے خواب و خیال میں بھی نہ ہو۔

مسند احمد میں ہے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ”ایک مرتبہ میرے سامنے رسول اللہ ﷺ نے اس آیت کی تلاوت کی پھر فرمایا: اے ابوذر! اگر تمام لوگ صرف اسے ہی لیں تو کافی ہے۔ پھر آپ ﷺ نے بار بار اس کی تلاوت شروع کی یہاں تک کہ مجھے اوجھ آئے لگی۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ابوذر! تم کیا کرو گے جب تمہیں مدینہ سے نکال دیا جائے گا؟ جواب دیا کہ میں اور کشادگی اور رحمت کی طرف چلا جاؤں گا یعنی مکہ کو وہیں کا کیوتر بن کر رہ جاؤں گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا پھر کیا کرو گے اگر تمہیں وہاں سے بھی نکالا جائے؟ میں نے کہا شام کی پاک زمین میں چلا جاؤں گا۔ فرمایا جب شام سے نکالا جائے گا تو کیا کرے گا؟ میں نے کہا حضور اللہ کی قسم جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ پیغمبر بنا کر بھیجا ہے پھر تو اپنی تلوار کندھے پر رکھ کر مقابلہ پر اتر آؤں گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا میں تجھے اس سے بہتر ترکیب بتلاؤں؟ میں نے کہا: ہاں حضور ضرور ارشاد ہو۔ فرمایا: سنتارہ اور مانتارہ

① نسائی، کتاب الطلاق، باب الرخصة فی ذلك، ۳۴۳۲ وهو صحيح وفي السنن الكبرى (۵۵۹۶) المعجم الأوسط، ۱۱۶۴۔

② ابو داؤد، کتاب الطلاق، باب الرجل يراجع ولا يشهد، ۴۲۱۸۶ ابن ماجہ، ۲۰۲۵ وسنده حسن۔

اگرچہ حشی غلام ہو۔“ ① ابن ابی حاتم میں ہے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ”قرآن میں بہت ہی جامع آیت (لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ) ② ہے اور سب سے زیادہ کشادگی کا وعدہ اس آیت (وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ) الخ میں ہے۔“ مسند میں فرمان رسول ﷺ ہے کہ ”جو شخص بکثرت استغفار کرتا رہے اللہ تعالیٰ اسے ہر غم سے نجات اور ہر تنگی سے فراخی دے گا اور ایسی جگہ سے رزق پہنچائے گا جہاں کا اسے خیال و گمان تک نہ ہو۔“ ③

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ”اے اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت کی کرب و بے چینی سے نجات دے گا۔“ ربیع بن عبد اللہ فرماتے ہیں لوگوں پر جو کام بھاری ہو اس پر آسان ہو جائے گا۔ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مطلب یہ ہے کہ جو شخص اپنی بیوی کو اللہ کے حکم کے مطابق طلاق دے گا اللہ اسے نکاحی اور نجات دے گا۔ ④ ابن مسعود رضی اللہ عنہ وغیرہ سے مروی ہے کہ وہ جانتا ہے کہ اللہ اگر چاہے دے اگر نہ چاہے نہ دے۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں تمام امور کے شبہ سے اور موت کی تکلیف سے بچالے گا اور روزی ایسی جگہ سے دے گا جہاں کا گمان بھی نہ ہو۔ ⑤ حضرت سدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ”یہاں اللہ سے ڈرنے کے یہ معنی ہیں کہ سنت کے مطابق طلاق دے اور سنت کے مطابق رجوع کرے۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے کو کفار گرفتار کر کے لے گئے اور انہیں جیل خانے میں ڈال دیا ان کے والد حضور ﷺ کے پاس آتے اور اپنے بیٹے کی حالت اور حاجت، مصیبت اور تکلیف بیان کرتے رہتے آپ ﷺ انہیں صبر کی تلقین کرتے اور فرماتے غفریب اللہ تعالیٰ ان کے لیے چھکارے کی سبیل بنا دے گا۔ تھوڑے دن گزرے ہوں گے جو ان کے بیٹے دشمنوں میں سے نکل بھاگے راستے میں دشمنوں کی بکریوں کا ریوڑ مل گیا جسے اپنے ساتھ ہنکا لائے اور بکریاں لیے ہوئے اپنے والد کی خدمت میں جا پہنچے پس یہ آیت اتری کہ متقی بندوں کو اللہ تعالیٰ نجات دے دیتا ہے اور اس کا گمان بھی نہ ہو وہاں سے اسے روزی پہنچاتا ہے۔“ ⑥ مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ ”گناہ کی وجہ سے انسان اپنی روزی سے محروم ہو جاتا ہے۔ تقدیر کو لوٹانے والی چیز صرف دعا ہے“ عمر میں زیادتی کرنے والی چیز صرف نیکی اور خوش سلوکی ہے۔“ ⑦

سیرت ابن اسحاق میں ہے کہ ”حضرت عوف اشجعی رضی اللہ عنہ کے لڑکے حضرت سالم رضی اللہ عنہ جب کافروں کی قید میں تھے تو حضور ﷺ نے فرمایا ان سے کہلواد کہ بکثرت ((لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ)) پڑھتا رہے۔ ایک دن اچانک بیٹھے بیٹھے ان کی قید کھل گئی اور یہ وہاں سے نکل بھاگے ان لوگوں کی ایک اونٹنی ہاتھ لگ گئی جس پر سوار ہو لیے راستے میں ان کے اذنوں کے ریوڑ ملے انہیں اپنے ساتھ ہنکا لائے وہ لوگ پیچھے دوڑے لیکن یہ کسی کے ہاتھ نہ لگے سیدھے اپنے گھر آئے اور دروازے پر کھڑے ہو کر آواز =

① احمد، ۱۷۸/۵، ۱۷۹؛ ابن ماجہ، کتاب الزہد، باب الورع والتقویٰ، ۴۲۲۰ مختصرًا وسندہ ضعیف، سند میں انقطاع ہے۔ ابوسلیل کی سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ سے ملاقات نہیں ہے۔ حاکم، ۴۹۲/۲؛ شعب الایمان، ۱۳۳۰۔

② النحل: ۹۰۔ ③ ابو داود، کتاب الوتر، باب فی الاستغفار، ۱۵۱۸ وسندہ ضعیف حکم بن مصعب راوی مجہول الحال ہے۔ ابن ماجہ، ۳۸۱۹؛ احمد، ۲۴۸۱/۱؛ بیہقی، ۳۵۱/۳۔

④ الطبری، ۴۴۵/۲۳۔ ⑤ ایضاً، ۴۴۸/۲۳۔

⑥ الطبری، ۴۴۷/۲۳۔ ⑦ ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب العقوبات، ۴۰۲۲ وسندہ ضعیف سفیان ثوری مدلس ہیں اور تفرع بالسماع ثابت نہیں ہے۔ احمد، ۲۸۲/۵۔

وَالَّذِي يَكْسُنَ مِنَ الْحَيْضِ مِنْ نِسَائِكُمْ إِنْ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلَاثَةُ أَشْهُرٍ لَا
وَالَّذِي لَمْ يَحْضَنْ ط وَأُولَاتُ الْأَحْمَالِ أَجَلُهُنَّ أَنْ يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ط وَمَنْ
يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مِنْ أَمْرِهِ يُسْرًا ۝ ذَلِكَ أَمْرُ اللَّهِ أَنْزَلَهُ إِلَيْكُمْ ط وَمَنْ يَتَّقِ
اللَّهَ يَكْفُرْ عَنْهُ سَيِّئَاتِهِ وَيُعْظِمْ لَهُ أَجْرًا ۝

ترجمہ: تمہاری عورتوں میں سے جو عورتیں حیض سے ناامید ہو گئی ہوں اگر تمہیں شبہ ہو تو ان کی عدت تین مہینے ہے اور انکی بھی جہنمیں ابھی
حیض آنا شروع ہی نہ ہوا ہو اور حاملہ عورتوں کی عدت ان کے بچے کا پیدا ہو جانا ہے۔ اور جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرے گا اللہ اس کے ہر کام
میں آسانی کر دے گا۔ [۴] یہ اللہ کا حکم ہے جو اس نے تمہارے پاس بھیجا ہے۔ اور جو شخص اللہ سے ڈرے گا اللہ اس کے گناہ دور کر دے گا
اور اسے بڑا بھاری اجر دے گا۔ [۵]

= دی۔ باپ نے آواز سن کر فرمایا: اللہ کی قسم! یہ تو سالم ہے۔ ماں نے کہا ہائے وہ کہاں وہ تو قید و بند کی مصیبتیں جھیل رہا ہوگا۔ اب دونوں
ماں باپ اور خادم دروازے کی طرف دوڑے کھولا دیکھا تو ان کے لڑکے حضرت سالم رضی اللہ عنہ ہیں اور تمام انگنائی اونٹوں سے بھری پڑی
ہے۔ پوچھا کہ یہ اونٹ کیسے ہیں؟ انہوں نے واقعہ بیان کیا تو فرمایا: اچھا ٹھہرو! میں حضور ﷺ سے ان کی بابت مسئلہ دریافت کر
آؤں۔ حضرت ﷺ نے فرمایا وہ سب تمہارا مال ہے جو چاہو کرو، اور یہ آیت اتری کہ اللہ سے ڈرنے والوں کی مشکل اللہ آسان کرتا
ہے اور بے گمان روزی پہنچاتا ہے۔ ① ابن ابی حاتم کی حدیث میں ہے ”جو شخص ہر طرف سے کھنچ کر اللہ کا ہو جائے اللہ اس کی ہر
مشکل میں اسے کفالت کرتا ہے اور بے گمان روزیاں دیتا ہے اور جو اللہ سے ہٹ کر دنیا ہی کا ہو جائے اللہ بھی اسے اسی کی طرف سونپ
دیتا ہے۔“ ②

مسند احمد میں ہے کہ ”ایک مرتبہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما حضور ﷺ کے ساتھ آپ کی سواری پر آپ کے پاس بیٹھے ہوئے
تھے جو آپ نے فرمایا: بچے! میں تمہیں چند باتیں سکھاتا ہوں سنو تم اللہ کی یاد رکھو وہ تمہیں یاد رکھے گا، اللہ کے حکم کی حفاظت کرو تو اللہ کو
اپنے پاس بلکہ اپنے سامنے پاؤ گے، جب کچھ مانگنا ہو اللہ ہی سے مانگو جب مدد طلب کرنی ہو اسی سے مدد چاہو کہ تمام امت مل کر تمہیں
نفع پہنچانا چاہے اور اللہ کو منظور نہ ہو تو ذرا سا بھی نفع نہیں پہنچا سکتی اور اسی طرح سارے کے سارے جمع ہو کر تجھے کوئی نقصان پہنچانا
چاہیں تو بھی نہیں پہنچا سکتے، اگر تقدیر میں نہ لکھا ہو قلمیں اٹھ چکیں اور صحیفے خشک ہو گئے۔“ ترمذی میں بھی یہ حدیث ہے، امام
ترمذی رحمہ اللہ اسے حسن صحیح کہتے ہیں۔ ③ مسند احمد کی اور حدیث میں ہے ”جسے کوئی حاجت ہو اور وہ لوگوں کی طرف لے جائے
تو بہت ممکن ہے کہ وہ سختی میں پڑ جائے اور کام مشکل ہو جائے اور جو اپنی حاجت اللہ کی طرف لے جائے اللہ تعالیٰ ضرور اس کی مراد

① یہ روایت مرسل یعنی ضعیف ہے۔

② المعجم الأوسط: ۳۳۸۳ سندہ ضعیف، هشام بن حسان مدلس وعنن والحسن عن عمران منقطع۔

③ ترمذی، کتاب صفة القيامة، باب حدیث حنظلہ، ۲۵۱۶ وسندہ حسن، احمد، ۱/۲۹۳۔

پوری کرتا ہے یا تو جلدی اسی دنیا میں ہی یا دیر کے بعد یعنی موت کے بعد۔“ ① پھر ارشاد ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے قضا اور احکام کو جس طرح اور جیسے چاہے اپنی مخلوق میں پورا کرنے والا اور اچھی طرح جاری کرنے والا ہے ہر چیز کا اس نے اندازہ مقرر کیا ہوا ہے۔ جیسے اور جگہ ہے ﴿وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهُ بِعَقْدٍ﴾ ②۔ ”ہر چیز اس کے پاس ایک اندازے سے ہے۔“

حاملہ اور نا امید عورت کی عدت: [آیت: ۳-۵] جن بڑھیا عورتوں کے بوجہ اپنی بڑی عمر کے ایام بند ہو گئے ہوں ان کی عدت یہاں بتلائی جاتی ہے کہ تین مہینے کی عدت گزاریں جیسے کہ ایام والی عورتوں کی عدت تین حیض ہے۔ ملاحظہ ہو سورہ بقرہ کی آیت۔ اسی طرح وہ نابالغ لڑکیاں جو اس عمر کو نہیں پہنچیں کہ انہیں کپڑے آئیں ان کی عدت بھی تین مہینے رکھی۔ ”اگر تمہیں شک ہو۔“ اس کی تفسیر میں دو قول ہیں ایک تو یہ کہ یہ خون دیکھ لیں اور تمہیں شبہ گزرے کہ آیا حیض کا خون ہے یا استحاضہ کی بیماری کا؟ ③ دوسرا قول یہ ہے کہ ان کی عدت کے حکم میں تمہیں شک باقی رہ جائے اور تم اسے نہ پہچان سکو تو تین مہینے یا درکھ لو۔ ④ یہ دوسرا قول ہی زیادہ ظاہر ہے۔ اس کی دلیل یہ روایت بھی ہے کہ ”حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے کہا تھا یا رسول اللہ! بہت سی عورتوں کی عدت ابھی بیان نہیں ہوئی کس لڑکیاں بوجھ سی عورتیں اور حمل والی عورتیں۔ اس کے جواب میں یہ آیت اتری۔“ ⑤ پھر حاملہ کی عدت بیان فرمائی کہ وضع حمل اس کی عدت ہے گو طلاق یا خاوند کی موت کے ذرا سی دیر بعد ہی ہو جائے جیسے کہ اس آیت کریمہ کے الفاظ ہیں اور احادیث نبویہ سے ثابت ہے اور جمہور علمائے سلف و خلف کا قول ہے۔ ہاں حضرت علی اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ سورہ بقرہ کی آیت اور اس آیت کو ملا کر ان کا فتویٰ ہے کہ ان دونوں میں جو زیادہ دیر میں ختم ہو وہ عدت یہ گزارے یعنی اگر بچہ تین مہینے سے پہلے پیدا ہو گیا تو تین مہینے کی عدت اور تین مہینے گزار چکے اور بچہ پیدا نہیں ہوا تو بچے کے ہونے تک عدت ہے۔

صحیح بخاری میں حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ”ایک شخص حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس آیا اس وقت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے اس نے سوال کیا کہ اس عورت کے بارے میں آپ کا کیا فتویٰ ہے جسے اپنے خاوند کے انتقال کے بعد چالیسویں دن بچہ ہو جائے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا دونوں عدتوں میں سے آخری عدت اسے گزارنی پڑے گی یعنی اس صورت میں تین مہینے کی عدت اس پر ہے۔ ابوسلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا قرآن میں جو ہے کہ حمل والیوں کی عدت بچہ کا ہو جانا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں بھی اپنے چچا زاد بھائی حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوں یعنی میرا بھی یہی فتویٰ ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اسی وقت اپنے غلام کریم کو مائی ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجا کہ جاؤ ان سے یہ مسئلہ پوچھ آؤ۔ انہوں نے فرمایا سیدہ اسلمیہ رضی اللہ عنہا کے شوہر قتل کئے گئے اور یہ اس وقت دو جیا تھیں چالیس راتوں کے بعد بچہ ہو گیا اسی وقت مانگا آیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کر دیا۔ مانگا ڈالنے والوں میں سے حضرت ابوالسائب رضی اللہ عنہ بھی تھے“ ⑥ یہ حدیث قدرے طوالت کے ساتھ اور کتابوں میں بھی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عتبہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر بن عبداللہ بن ارقم زہری کو لکھا کہ وہ سیدہ بنت حارث اسلمیہ رضی اللہ عنہا کے پاس جائیں اور ان سے ان کا واقعہ دریافت کر کے انہیں لکھ بھیجیں۔ یہ گئے دریافت کیا اور لکھا کہ ان کے خاوند حضرت سعد بن خولہ رضی اللہ عنہ تھے یہ بدری صحابی تھے حجۃ الوداع میں فوت ہو گئے اس وقت یہ حمل سے تھیں تھوڑے ہی دن کے بعد انہیں بچہ پیدا ہو گیا۔ جب نفاس سے پاک ہوئیں تو

① احمد، ۱/۳۸۹، ابو داود، کتاب الزکاة، باب فی الاستعفاف، ۱۶۴۵، وسندہ حسن، ترمذی، ۲۳۲۶، ابو داود، اور ترمذی میں ”حاجة“ کی جگہ ”فاقہ“ ہے۔ ② ۱۳/الرعدة: ۸۔ ③ الطبری، ۲۳/۴۵۰۔ ④ ایضاً، ۲۳/۴۵۲۔ ⑤ حاکم، ۲/۴۹۲، ۴۹۳، وسندہ ضعیف لانقطاعه عمرو بن سالم لم یدرک ابی بن کعب رضی اللہ عنہ وانظر اتحاف المہرۃ (۱/ح ۲۵، ۲۵۵) الطبری، ۲۳/۴۵۲۔ ⑥ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورة الطلاق باب ﴿واولات الاحمال اجلھن.....﴾ ۴۹۰۹، صحیح مسلم، ۱۴۸۵، مختصراً۔

اچھے کپڑے پہن کر قہر کر کے بیٹھ گئیں، حضرت ابوالسائب بن بلک رضی اللہ عنہ جب ان کے پاس آئے تو انہیں اس حالت میں دیکھ کر کہنے لگے تم جو اس طرح بیٹھی ہو تو کیا نکاح کرنا چاہتی ہو واللہ تم نکاح نہیں کر سکتیں جب تک کہ چار مہینے دس دن نہ گزر جائیں۔ میں یہ سن کر چادر اوڑھ کر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور آپ سے یہ مسئلہ پوچھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا بچہ پیدا ہوتے ہی تم عدت سے نکل گئیں۔ اب تمہیں اختیار ہے اگر تم چاہو اپنا نکاح کر لو۔“ ① (مسلم)

صحیح بخاری میں اس آیت کے تحت میں اس حدیث کے وارد کرنے کے بعد یہ بھی ہے کہ ”حضرت محمد بن سیرین رحمہ اللہ ایک مجلس میں تھے جہاں حضرت عبدالرحمن بن ابولسائب بھی تھے جن کی تعظیم و تکریم ان کے ساتھی بہت ہی کیا کرتے تھے انہوں نے حاملہ کی عدت آخری دو عدتوں میں کی میعاد بتلائی اس پر میں نے حضرت سبیحہ رضی اللہ عنہا والی حدیث بیان کی اس پر میرے بعض ساتھی مجھے ٹھوکے لگانے لگے۔ میں نے کہا پھر تو میں نے بڑی جرات کی اگر عبد اللہ پر میں نے بہتان باندھا حالانکہ وہ کوفہ کے کونے میں زندہ موجود ہیں۔ پس وہ ذرا شرمائے اور کہنے لگے لیکن ان کے بچا تو یہ نہیں کہتے۔ میں حضرت ابو عتیہ مالک بن عامر سے ملا۔ انہوں نے مجھے حضرت سبیحہ رضی اللہ عنہا والی حدیث پوری سنائی میں نے کہا تم نے اس بابت حضرت عبد اللہ سے بھی کچھ سنا ہے۔ فرمایا ہم حضرت عبد اللہ کے پاس تھے آپ نے فرمایا کیا تم اس پر سختی کرتے ہو اور رخصت نہیں دیتے؟ سورۃ نساء قصریٰ یعنی سورۃ الطلاق، سورۃ نساء طویٰ کے بعد اترتی ہے اور اس میں فرمان ہے کہ حاملہ عورت کی مدت وضع حمل ہے۔“ ② ابن جریر میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ”جو مولا عنہ کرنا چاہے میں اس سے ملا عنہ کرنے کو تیار ہوں یعنی میرے فتوے کے خلاف جس کا فتویٰ ہو میں تیار ہوں کہ وہ میرے مقابلے میں آئے اور جھوٹے پر اللہ کی لعنت کرے۔ میرا فتویٰ یہ ہے کہ حمل والی کی عدت بچے کا پیدا ہو جانا ہے پہلے عام حکم تھا کہ جن عورتوں کے خاوند مر جائیں وہ چار مہینے دس دن عدت گزاریں اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی کہ حمل والیوں کی عدت بچے کا پیدا ہو جانا ہے پس یہ عورتیں ان عورتوں میں سے مخصوص ہو گئیں۔“ اب مسئلہ یہی ہے کہ جس عورت کا خاوند انتقال کر جائے اور وہ دوجیا ہو تو جب حمل سے فارغ ہو جائے عدت سے نکل گئی۔ ابن ابی حاتم کی روایت میں ہے کہ ”حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے یہ اس وقت فرمایا تھا جب انہیں معلوم ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فتویٰ یہ ہے کہ اس کی عدت ان دونوں عدتوں میں سے جو آخری ہو وہ ہے۔“ مسند احمد میں ہے کہ ”حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ حمل والیوں کی عدت جو وضع حمل ہے یہ تین طلاق والیوں کی عدت ہے یا فوت شدہ خاوند والیوں کی آپ نے فرمایا دونوں کی۔“ ③ یہ حدیث بہت غریب ہے بلکہ بہت منکر ہے اس لیے کہ اسناد میں ثنی بن صباح ہے اور وہ بالکل متروک الحدیث ہے لیکن اسکی دوسری سندیں بھی ہیں۔ پھر فرماتا ہے اللہ تعالیٰ متقیوں کے لیے ہر مشکل سے آسانی اور ہر تکلیف سے راحت عنایت فرمادیتا ہے یہ اللہ کے احکام اور اس کی پاک شریعت ہے جو اپنے رسول کے واسطے سے تمہاری طرف اتار رہا ہے۔ اللہ سے ڈرنے والوں کو اور چمڑوں کے ڈر سے اللہ تعالیٰ بچا لیتا ہے اور ان کے تھوڑے عمل پر بڑا اجر دیتا ہے۔

① صحیح مسلم، کتاب الطلاق، باب انقضاء عدة المتوفی عنها وغیرہا بوضع الحمل: ۱۴۸۴؛ صحیح بخاری، ۳۹۹۱؛

ابو داؤد، ۳۳۰۶؛ ابن ماجہ، ۲۰۲۸؛ بیہقی، ۷/ ۴۲۸؛ ابن حبان، ۴۲۹۴۔

② صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ الطلاق باب (و اولات الاحمال اجلهن.....) ۴۹۱۰۔

③ احمد، ۱۱۶/۵ زوائد عبد اللہ بن احمد بن حنبل، وسندہ ضعیف جداً اس کی سند میں ثنی بن الصباح متروک راوی ہے (المیزان،

۴۳۵/۳؛ رقم: ۷۰۶۱) جس طرح کہ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے فرمایا ہے۔

أَسْكِنُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِنْ وُجْدِكُمْ وَلَا تَضَارُّوهُنَّ لِيُضَيِّقُوا عَلَيْهِنَّ ۖ وَإِنْ كُنَّ أُولَاتٍ حَمِلٍ فَأَنْفِقُوا عَلَيْهِنَّ حَتَّى يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ۚ فَإِنْ أَرْضَعْنَ لَكُمْ فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ ۚ وَاتَّبِعُوا بَيْنَكُمْ بِمَعْرُوفٍ ۚ وَإِنْ تَعَاَسَرْتُمْ فَمَشْزُوعٌ لَكَ الْآخِرَى ۖ لِيُنْفِقَ ذُو سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهِ ۖ وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهُ فَلْيُنْفِقْ مِمَّا آتَاهُ اللَّهُ ۖ لَا يَكْلِفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا مَا آتَاهَا ۚ سَيَجْعَلُ اللَّهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُسْرًا ۝

ترجمہ: تم اپنی طاقت کے مطابق جہاں تم رہتے ہو وہاں ان طلاق والی عورتوں کو بھی بساؤ اور انہیں تنگ کرنے کے لیے تکلیف نہ پہنچاؤ۔ اور اگر یہ حمل سے ہوں تو جب تک کہ بچہ پیدا ہو لے انہیں خرچ دیتے رہا کرو۔ پھر اگر تمہارے کہنے سے وہی دودھ پلائیں تو تم انہیں ان کی اجرت دے دو اور باہم مناسب طور پر مشورہ کر لیا کرو اور اگر تم آپس میں کشمکش کرو تو اس کے کہنے سے کوئی اور دودھ پلائے گی۔ [۶] کشادگی والے کو اپنی کشادگی سے خرچ کرنا چاہیے۔ اور جس پر اس کے رزق کی تنگی کی گئی ہو اسے چاہیے کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے اسے دے رکھا ہے اسی میں سے اپنی حسب حیثیت دے کسی شخص کو اللہ تکلیف نہیں دیتا مگر اتنی ہی جتنی طاقت اسے دے رکھی ہے اللہ تعالیٰ تنگی کے بعد آسانی فراغت بھی کر دے گا۔ [۷]

عورتوں پر خرچ کرنا: [آیت: ۶-۷] اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو حکم دیتا ہے کہ جب ان میں سے کوئی اپنی بیوی کو طلاق دے تو عدت کے گزر جانے تک اس کے رہنے سہنے کو اپنا مکان دے یہ جگہ اپنی طاقت کے مطابق ہے یہاں تک کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اگر زیادہ وسعت نہ ہو تو اپنے ہی مکان کا ایک کونہ اسے دیدے۔ اسے تکلیفیں پہنچا کر اس قدر تنگ نہ کرو کہ وہ مکان چھوڑ کر چلی جائے یا تم سے چھوٹنے کے لیے اپنا حق مہر چھوڑ دے یا اس طرح کہ طلاق دی دیکھا کہ دو ایک روز عدت کے رہ گئے ہیں رجوع کا اعلان کر دیا پھر طلاق دیدی اور عدت کے ختم ہونے کے قریب رجعت کر لی تاکہ نہ وہ بیچاری سہاگن رہے نہ رائے۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ اگر طلاق والی عورت حمل سے ہو تو بچہ ہونے تک اس کا نان و نفقہ اس کے خاوند کے ذمہ ہے۔ اکثر علما کا فرمان ہے کہ یہ حکم خاص ان عورتوں کے لیے بیان ہو رہا ہے جنہیں آخری طلاق دے دی گئی ہو جس سے رجوع کرنے کا حق ان کے خاوندوں کو نہ رہا ہو اس لیے کہ جن سے رجوع ہو سکتا ہے ان کی عدت تک کا خرچ تو خاوند کے ذمہ ہے ہی وہ حمل سے ہوں تب اور بے حمل ہوں تو بھی۔ اور حضرات علما فرماتے ہیں یہ حکم بھی انہی عورتوں کا بیان ہو رہا ہے جن سے رجعت کا حق حاصل ہے کیونکہ اوپر بھی انہیں کا بیان تھا اسے الگ اس لیے بیان کر دیا کہ عموماً حمل کی مدت لمبی ہوتی ہے تو کوئی یہ نہ سمجھ بیٹھے کہ عدت کے زمانے جتنا نفقہ تو ہمارے ذمہ ہے پھر نہیں اس لیے صاف طور پر فرما دیا کہ رجعت والی طلاق کے وقت اگر عورت حمل سے ہو تو جب تک بچہ نہ ہو اس کا کھانا پانا خاوند کے ذمہ ہے۔ پھر اس میں بھی علما کا اختلاف ہے کہ خرچ اس کے لیے حمل کے واسطے ہے یا حمل کے لیے ہی۔ امام شافعی رحمہ اللہ وغیرہ سے دونوں قول مروی ہیں۔ اور اس بنا پر بہت سے فردعی مسائل میں بھی اختلاف رونما ہوا ہے۔

پھر فرماتا ہے کہ جب یہ مطلقہ عورتیں حمل سے فارغ ہو جائیں تو اگر تمہاری اولاد کو وہ دودھ پلائیں تو تمہیں ان کی دودھ پلانی

دینی چاہیے۔ ہاں عورت کو اختیار ہے خواہ دودھ پلائے یا نہ پلائے لیکن اول دفعہ کا دودھ اسے ضرور پلانا چاہیے گو پھر دودھ نہ پلائے کیونکہ عموماً بچے کی زندگی اس دودھ کے ساتھ وابستہ ہے تو اگر وہ بعد میں بھی دودھ پلاتی رہے تو اس باپ کے درمیان جو اجرت طے ہو جائے وہ ادا کرنی چاہیے۔ تم میں آپس میں جو کام ہوں وہ بھلائی کے ساتھ باقاعدہ دستور کے مطابق ہونے چاہئیں نہ یہ اس کے نقصان کے درپے رہے نہ وہ اسے ایذا پہنچانے کی کوشش کرے جیسے سورہ بقرہ میں فرمایا ﴿لَا تُضَارَّ وَالِدَةٌ بِوَلَدِهَا وَلَا مَوْلُودٌ لِّهٖ بِوَلَدِهِ﴾ ① یعنی بچہ کے بارے میں نہ اس کی ماں کو ضرر پہنچایا جائے نہ اس کے باپ کو۔ پھر فرماتا ہے اگر آپس میں اختلاف بڑھ جائے مثلاً لڑکے کا باپ کم دینا چاہتا ہے جو اس کی ماں کو منظور نہیں یا ماں زائد مانگتی ہے جو باپ پر گراں ہے اور موافقت نہیں ہو سکتی دونوں کی بات پر رضامند نہیں ہوتے تو اختیار ہے کہ کسی اور دایہ کو دے دیں ہاں جو اور دایہ کو دیا جانا منظور کیا جاتا ہے اگر اسی پر اس بچہ کی ماں رضامند ہو جائے تو زیادہ مستحق یہی ہے۔ پھر فرماتا ہے کہ بچے کا باپ یا دلی جو ہوا ہے چاہیے کہ بچے پر اپنی وسعت کے مطابق خرچ کرے۔ تنگی والا اپنی طاقت کے مطابق دے، طاقت سے بڑھ کر تکلیف اللہ کی کو نہیں دیتا۔ تفسیر ابن جریر میں ہے کہ ”حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کی بابت حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ وہ موٹا کپڑا پہنتے ہیں اور ملکی غذا کھاتے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ انہیں ایک ہزار دینار بھجوا دو اور جس کے ہاتھ بھجوائے ان سے کہہ دیا کہ دیکھنا وہ ان دیناروں کو پا کر کیا کرتے ہیں؟ جب یہ اشرافیاں انہیں مل گئیں تو انہوں نے ہار یک کپڑے پہنے اور نہایت نفیس غذائیں کھانی شروع کر دیں۔ قاصد نے واپس آ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے واقعہ بیان کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ اس پر رحم کرے اس نے اس آیت پر عمل کیا کہ کسادگی والا اپنی کسادگی کے مطابق خرچ کرے اور تنگی ترشی والا اپنی حالت کے مطابق۔“ ②

طبرانی کی ایک غریب حدیث میں ہے کہ ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک شخص کے پاس دس دینار تھے اس نے ان میں سے ایک راہ اللہ صدقہ کیا دوسرے کے پاس دس اوقیہ تھے اس نے ان میں سے ایک اوقیہ یعنی چالیس درہم خرچ کئے۔ تیسرے کے پاس سو اوقیہ تھے جس میں سے اس نے اللہ کے نام پر دس اوقیہ خرچ کئے تو یہ سب اجر میں اللہ کے نزدیک برابر ہیں اس لیے کہ ہر ایک نے اپنے مال کا دسواں حصہ فی سبیل اللہ دیا ہے۔“ ③ پھر اللہ تعالیٰ سچا وعدہ دیتا ہے کہ وہ تنگی کے بعد آسانی کر دے گا جیسے اور جگہ فرمایا ﴿فَإِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا﴾ ④ تحقیق سختی کے ساتھ آسانی ہے۔

مسند احمد کی حدیث اس جگہ وارد کرنے کے قابل ہے جس میں ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ”اگلے زمانے میں ایک میاں بیوی تھے جو فقر و فاقہ سے اپنی زندگی گزار رہے تھے پاس کچھ بھی نہ تھا۔ ایک مرتبہ یہ شخص سفر سے آیا اور سخت بھوکا تھا بھوک کے مارے بیتاب تھا۔ آتے ہی اپنی بیوی سے پوچھا کچھ کھانے کو ہے؟ اس نے کہا ہاں آپ خوش ہو جائیے اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی روزی ہمارے ہاں آپ بچی ہے۔ اس نے کہا پھر لاؤ جو کچھ ہودے دو میں بہت بھوکا ہوں۔ بیوی نے کہا اور ذرا دیر صبر کر لو اللہ کی رحمت سے ہمیں بہت کچھ امید ہے۔ پھر جب کچھ دیر اور ہو گئی اس نے بیتاب ہو کر کہا جو کچھ تمہارے پاس ہے دیتی کیوں نہیں؟ مجھے تو بھوک سے سخت تکلیف ہو رہی ہے۔ بیوی نے کہا اتنی جلدی کیوں کرتے ہو؟ اب تنور کھولتی ہوں۔ تھوڑی دیر گزرنے کے بعد جب بیوی نے دیکھا کہ یہ اب پھر تقاضا کرنا چاہتے ہیں تو خود بخود خود کہنے لگیں اب اٹھ کر تنور کو دیکھتی ہوں۔ اٹھ کر جو دیکھتی ہیں تو قدرت الہی سے ان کے توکل کے بدلے وہ بکری کے پہلو کے گوشت سے بھرا ہوا ہے اور دیکھتی ہیں کہ گھر کی دونوں چکیاں از خود چل رہی ہیں اور برابر =

① ۲/ البقرة: ۲۳۳۔ ② یہ روایت مرسل یعنی ضعیف ہے۔

③ المعجم الكبير، ۳۴۳۹، وسنده ضعيف لانقطاعه الشريح بن عبيد لم يدرك أبا مالك رضي الله عنه۔ ④ ۹۴/ الم نشرح: ۵۔

وَكَايْنٍ مِّنْ قَرْيَةٍ عَتَتْ عَنْ أَمْرِ رَبِّهَا وَرُسُلِهِ فَحَاسَبْنَاهَا حِسَابًا شَدِيدًا ۖ
وَعَذَّبْنَاهَا عَذَابًا ثَقِيرًا ۝ فَذَاقَتْ وَبَالَ أَمْرِهَا وَكَانَ عَاقِبَةُ أَمْرِهَا خُسْرًا ۝ أَعَدَّ
اللَّهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيدًا ۖ فَاتَّقُوا اللَّهَ يَا أُولِيَ الْأَلْبَابِ ۖ الَّذِينَ آمَنُوا ۖ قَدْ أَنزَلَ
اللَّهُ إِلَيْكُمْ ذِكْرًا ۖ رَّسُولًا يَتْلُوا عَلَيْكُمْ آيَاتِ اللَّهِ مَبِينَاتٍ لِّيُخْرِجَ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا
الصَّالِحَاتِ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ ۖ وَمَنْ يُؤْمِنْ بِاللَّهِ وَيَعْمَلْ صَالِحًا يُدْخِلْهُ
جَنَّتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ۖ قَدْ أَحْسَنَ اللَّهُ لَهُ رِزْقًا ۝

ترجمہ: بہت سی بستیوں والوں نے اپنے رب کے حکم اور اس کے رسولوں سے سرتابی کی ہم نے بھی ان سے سخت حساب کیا اور ان دیکھی
آفت ان پر ڈال دی پس انہوں نے اپنے کروت کا وبال چکھ لیا اور انجام کار ان کا خسارہ ہی ہوا۔ [۹] ان کے لیے اللہ تعالیٰ نے سخت
عذاب تیار کر رکھا ہے پس اللہ سے ڈرنا ہے عقلمند ایمان والو۔ یقیناً اللہ نے تمہاری طرف نصیحت بھیج دی ہے۔ [۱۰] یعنی رسول جو تمہیں اللہ
کے صاف صاف احکام پڑھ کر سنا رہا ہے تاکہ ان لوگوں کو جو ایمان لائیں اور نیک اعمال کریں وہ تاریکیوں سے روشنی کی طرف لے کر
آئے۔ اور جو شخص اللہ پر ایمان لائے اور نیک عمل کرے اللہ اسے ایسی جنتوں میں داخل کرے گا جس کے نیچے نہریں جاری ہیں جن میں
یہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ بے شک اللہ نے اسے بہترین روزی دے رکھی ہے۔ [۱۱]

= آنا نکل رہا ہے۔ انہوں نے تور میں سے سب گوشت نکال لیا اور چکیوں میں سے سارا آٹا اٹھالیا اور جھاڑ دیں۔ حضرت
ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ قسم کھا کر فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کا فرمان ہے کہ اگر وہ صرف آٹا لے لیتیں اور چکی نہ جھاڑتیں تو وہ قیامت تک
چلتی رہتی۔ ① اور روایت میں ہے کہ ”ایک شخص اپنے گھر پہنچا دیکھا کہ بھوک کے مارے گھر والوں کا برا حال ہے وہ جنگل کی طرف
نکل کھڑا ہوا یہاں ان کی نیک بخت بیوی صاحبہ نے جب دیکھا کہ میاں بھی پریشان حال ہیں اور یہ منظر دیکھ نہیں سکے اور چل دیئے تو
چکی کو ٹھیک ٹھاک کیا تنور سلگایا اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے لگیں کہ اے اللہ ہمیں روزی دے دے تو عا کر کے انھیں تو دیکھا کہ ہنڈیا گوشت
سے پرہے تنور میں روٹیاں لگ رہی ہیں اور چکی سے برابر آٹا اُبل چلا آتا ہے۔ اتنے میں میاں بھی تشریف لائے۔ پوچھا کہ میرے بعد
تمہیں کچھ ملا؟ بیوی صاحبہ نے کہا: ہاں ہمارے رب نے ہمیں بہت کچھ عطا فرمایا۔ اس نے جا کر چکی کے دوسرے پاٹ کو اٹھالیا۔
جب حضور ﷺ سے یہ واقعہ بیان ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا اگر وہ اسے نہ اٹھاتا تو قیامت تک یہ چکی چلتی ہی رہتی۔“ ②
اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو: [آیت: ۸-۱۱] جو لوگ اللہ کے امر کے خلاف کریں اس کے رسول کو نہ مانیں اس کی شریعت پر نہ

① احمد، ۲/۴۲۱ وسندہ حسن۔

② احمد، ۲/۵۱۳ وسندہ ضعیف، هشام بن حسان مدلس وعنعن، مجمع الزوائد، ۱۰/۲۵۶، المعجم الاوسط، ۱۵۵۸۴

شعب الایمان، ۱۳۳۹، دلائل النبوة للبیہقی، ۶/۱۰۵۔

اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ وَمِنَ الْأَرْضِ مِثْلَهُنَّ يَتَنَزَّلُ الْأَمْرُ بَيْنَهُنَّ لِيَتَلَمَّزُوا أَنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ وَأَنَّ اللَّهَ قَدْ أَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا ۝

ترجمہ: اللہ وہ ہے جس نے سات آسمان بنائے اور اسی کے مثل زمینیں بھی۔ اس کا حکم ان کے درمیان اترتا ہے تاکہ تم جان لو کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو باعتبار علم گھیر رکھا ہے۔ [۱۲]

= چلیں انہیں ڈانٹا جا رہا ہے کہ دیکھو اگلے لوگوں میں سے بھی جو اس روش پر چلے وہ تباہ و برباد ہو گئے جنہوں نے سرتابی سرکشی اور تکبر کیا، حکم الہی اور اتباع رسول سے بے پروا ہی برتی آخرش انہیں سخت حساب دینا پڑا اور اپنی بدکاری کا مزہ پکھنا پڑا انجام کار نقصان اٹھایا۔ اس وقت نام نہونے لگے لیکن اب ندامت کس کام کی؟ پھر دنیا کے ان عذابوں سے ہی اگر پلا (دامن) پاک ہو جاتا جب بھی ایک بات سچی نہیں پھر ان کے لیے آخرت میں بھی سخت تر عذاب اور بے پناہ مار ہے۔ اب سوچ سمجھ والو تمہیں چاہیے کہ ان جیسے نہ بنو اور ان کے انجام سے عبرت حاصل کر ڈاے عقلمند ایماندارو! اللہ نے تمہاری طرف قرآن نازل فرما دیا ہے۔ ذکر سے مراد قرآن ہے جیسے اور جگہ فرمایا ﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ﴾ ① ہم نے اس قرآن کو نازل فرمایا اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں اور بعضوں نے کہا ذکر سے مراد یہاں رسول ہے چنانچہ ساتھ ہی فرمایا ہے رسولاً تو یہ بدل اشتمال ہے چونکہ قرآن کے پہنچانے والے رسول اللہ ﷺ ہی ہیں تو اس مناسبت سے آپ ﷺ کو لفظ ذکر سے یاد کیا گیا۔ حضرت امام ابن جریر رحمہ اللہ بھی اسی مطلب کو درست بتلاتے ہیں۔ ② پھر رسول کی حالت بیان فرمائی کہ اللہ کی واضح اور روشن آیتیں پڑھ سنا تے ہیں تاکہ مسلمان اندھیروں سے نکل آئیں اور روشنوں میں پہنچ جائیں جیسے اور جگہ ہے ﴿كِتَابٌ أَنْزَلْنَاهُ إِلَيْكَ﴾ ③ الخ اس کتاب کو ہم نے تجھے دیا ہے تاکہ تو لوگوں کو تاریکیوں سے روشنی میں لائے۔ اور جگہ ارشاد ہے ﴿أَلَمْ يَكُنْ لَكُمْ رَسُولًا لِّتَمَنُّوا بِمَا كَانُوا يَكْفُرُونَ﴾ ④ الخ اللہ ایمان والوں کا کارساز ہے وہ انہیں اندھیروں سے اجالے کی طرف لاتا ہے یعنی کفر و جہالت سے ایمان و علم کی طرف۔ چنانچہ اور آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی نازل کردہ وحی کو نور فرمایا ہے کیونکہ اس سے ہدایت اور راہ راست حاصل ہوتی ہے۔ اور اسی کا نام روح بھی رکھا ہے کیونکہ اس سے دلوں کو زندگی ملتی ہے۔ چنانچہ ارشاد باری ہے۔ ﴿وَكَذَلِكَ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ رُوحًا مِّنْ أَمْرِنَا مَا كُنْتَ تَدْرِي مَا الْكِتَابُ وَلَا الْإِيمَانُ وَلَكِن جَعَلْنَاهُ نُورًا نَّهْدِي بِهِ مَن نَّشَاءُ مِنْ عِبَادِنَا وَإِنَّكَ لَتَهْدِي إِلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ﴾ ⑤ یعنی ہم نے اسی طرح تیری طرف اپنے حکم سے روح کی وحی کی تو نہیں جانتا تھا کہ کتاب کیا ہے اور ایمان کیا ہے؟ لیکن ہم نے اسے نور کر دیا جس کے ساتھ ہم اپنے جس بندے کو چاہیں ہدایت کرتے ہیں۔ یقیناً تو سچی اور صحیح راہ کی رہبری کرتا ہے۔ پھر ایمانداروں اور نیک اعمال والوں کا بدلہ بہتی مہروں والی بیشکلی کی جنت بیان ہوا ہے جس کی تفسیر بارہا گزر چکی ہے۔

سات زمینوں کا ذکر: [آیت: ۱۲] اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ اور اپنی عظیم الشان سلطنت کا ذکر فرماتا ہے تاکہ مخلوق اس کی عظمت و عزت کا خیال کر کے اس کے فرمان کو قدرت کی نگاہ سے دیکھے اور اس پر عامل بن کر اسے خوش کرے۔ تو فرمایا کہ ساتوں آسمان کا خالق اللہ تعالیٰ ہے جیسے حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا تھا ﴿أَلَمْ تَرَوْا كَيْفَ خَلَقَ اللَّهُ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ طِبَاقًا﴾ ⑥ کیا تم نہیں

① ۱۵/ الحجر: ۹۔ ② الطبری، ۲۳/ ۴۶۸۔ ③ ۱۴/ ابراہیم: ۱۔

④ ۲/ البقرة: ۲۵۷۔ ⑤ ۴۲/ الشوری: ۵۲۔ ⑥ ۷۱/ نوح: ۱۵۔

دیکھتے کہ اللہ پاک نے ساتوں آسمانوں کو کس طرح اوپر تلے پیدا کیا ہے؟ اور جگہ ارشاد ہے ﴿تُسَبِّحُ لَهُ السَّمَوَاتُ السَّبْعُ وَالْأَرْضُ وَمَنْ فِيهِنَّ﴾ ① یعنی ساتوں آسمان اور زمین اور ان میں جو کچھ ہے سب اس اللہ کی تسبیح پڑھتے رہتے ہیں۔ پھر فرماتا ہے اسی کی مثل زمینیں ہیں جیسے کہ بخاری و مسلم کی صحیح حدیث میں ہے ”جو شخص ظلم کرے کسی کی ایک ہشت بھر زمین لے لے گا اسے ساتوں زمینوں کا طوق پہنایا جائے گا۔“ ② صحیح بخاری میں ہے اسے ساتوں زمین تک دھنسا دیا جائے گا۔ ③ میں نے اسکی تمام سندیں اور کل الفاظ شروع ابتدا اور انتہا میں زمین کی پیدائش کے ذکر میں بیان کر دیئے ہیں فالحمد للہ۔ جن بعض لوگوں نے کہا ہے کہ اس سے مراد ہفت اقلیم ہے انہوں نے بے فائدہ دوڑ بھاگ کی ہے اور اختلاف بے جا میں پھنس گئے ہیں اور بلا دلیل قرآن و حدیث کا صریح خلاف کیا ہے۔ سورہ حدید میں آیت ﴿هُوَ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ﴾ ④ الخ کی تفسیر میں ساتوں زمینوں کا اور ان کے درمیان کی دوری کا اور ان کی موتائی کا جو پانچ سو سال کی ہے پورا بیان ہو چکا ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ وغیرہ بھی یہی فرماتے ہیں ایک اور حدیث میں بھی ہے ساتوں آسمان اور جو کچھ ان میں اور ان کے درمیان ہے اور ساتوں زمینیں اور جو کچھ ان میں اور ان کے درمیان ہے کرسی کے مقابلے میں ایسے ہیں جیسے کسی لمبے چوڑے بہت چشیل میدان میں ایک چھلا پڑا ہو۔ ابن جریر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اگر میں اس کی تفسیر تمہارے سامنے بیان کروں تو اسے نہ مانو گے اور نہ ماننا جھوٹا جانتا ہے اور روایت میں ہے کہ کسی شخص نے اس آیت کا مطلب پوچھا تھا اس پر آپ نے فرمایا تھا کہ میں کیسے باور کر لوں کہ جو میں تجھے بتاؤں گا تو اس کا انکار نہ کرے گا۔ اور روایت میں مروی ہے کہ ہرزین میں مثل حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اور اس زمین کی مخلوق کے ہے اور ابن مثنیٰ والی اس روایت میں آیا ہے ہر آسمان میں مثل ابراہیم علیہ السلام کے ہے۔ یہی حق کی کتاب الاسماء والصفات میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ ساتوں زمینوں میں سے ہر ایک میں نبی ہے مثل تمہارے نبی کے اور آدم ہیں مثل آدم علیہ السلام کے اور نوح ہیں مثل نوح کے اور ابراہیم ہیں مثل ابراہیم علیہ السلام کے اور عیسیٰ ہیں مثل عیسیٰ علیہ السلام کے۔ پھر امام بیہقی نے ایک اور روایت بھی ابن عباس رضی اللہ عنہما کی وارد کی ہے اور فرمایا ہے اس کی سند صحیح ہے لیکن یہ بالکل شاذ ہے۔ ابوالضحیٰ جو اس کے ایک راوی ہیں میرے علم میں تو ان کی متابعت کوئی نہیں کرتا۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

ایک مرسل اور بہت ہی منکر روایت ابن ابی الدنیا رحمہ اللہ لائے ہیں جس میں مروی ہے کہ ”حضور ﷺ ایک مرتبہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے مجمع میں تشریف لائے دیکھا کہ سب کسی غور و فکر میں چپ چاپ ہیں پوچھا کیا بات ہے جواب ملا اللہ کے بارے میں سوچ رہے ہیں۔ فرمایا ٹھیک ہے مخلوقات پر نظریں دوڑاؤ لیکن کہیں اللہ کی بابت غور و خوض میں نہ پڑ جانا سنو اس مغرب کی طرف ایک سفید زمین ہے اس کی سفیدی اس کا نور ہے یا فرمایا اس کا نور اس کی سفیدی ہے۔ سورج کا راستہ چالیس دن کا ہے وہاں اللہ کی ایک مخلوق ہے جس نے ایک آنکھ جھپکنے کے برابر بھی سمجھی اس کی نافرمانی نہیں کی۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا پھر شیطان ان سے کہاں ہے؟ فرمایا انہیں یہ بھی نہیں معلوم کہ شیطان پیدا بھی کیا گیا ہے یا نہیں؟ پوچھا کیا وہ بھی انسان ہیں؟ فرمایا انہیں حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش کا بھی علم نہیں۔“ ⑤

الحمد للہ سورہ طلاق کی تفسیر بھی پوری ہوئی۔

- ① ۱۷/ بنی اسرائیل: ۴۴۔ ② صحیح بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ماجاء فی سبع ارضین، ۳۱۹۵؛ صحیح مسلم، ۱۶۱۲۔ ③ صحیح بخاری، حوالہ سابق، ۳۱۹۶۔ ④ ۵۷/ الحديد: ۳۔ ⑤ یہ روایت باطل ہے جس طرح کہ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ روایت منکر ہے۔

تفسیر سورۃ تحریم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكَ تَبْتَغِي مَرْضَاتَ أَزْوَاجِكَ ۖ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝ قَدْ فَرَضَ اللَّهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ أَيْبَانِكُمْ ۚ وَاللَّهُ مَوْلَاكُمْ وَهُوَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ ۝ وَإِذَا أَسْرَ النَّبِيُّ إِلَى بَعْضِ أَزْوَاجِهِ حَدِيثًا فَلَمَّا نَبَّأَتْ بِهِ وَأَظْهَرَهُ اللَّهُ عَلَيْهِ عَرَفَ بَعْضَهُ وَأَعْرَضَ عَنْ بَعْضٍ ۚ فَلَمَّا نَبَّأَهَا بِهِ قَالَتْ مَنْ أَنْبَأَكَ هَذَا ۖ قَالَ نَبَّأَنِيَ الْعَلِيمُ الْخَبِيرُ ۝ إِنْ تَتُوبَا إِلَى اللَّهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوبُكُمَا ۚ وَإِنْ تَظَاهَرَا عَلَيْهِ فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ مَوْلَاهُ وَجِزِيلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِينَ ۚ وَالْمَلَائِكَةُ بَعْدَ ذَلِكَ ظَهِيرٌ ۝ عَسَى رَبُّهُ إِنْ طَلَّقَنَّ أَنْ يَبْدُلَهُ أَزْوَاجًا خَيْرًا مِّمَّنْكَ مُسْلِمٌ مُّؤْمِنٌ قَنِيتٌ لِّبَيْتٍ عِيدٌ سَبِيحٌ ثِيَابٌ وَأَبْكَارٌ ۝

ترجمہ: اے نبی جس چیز کو اللہ نے حرام کر دیا ہے اسے تو کیوں حرام کرتا ہے کیا تو اپنی بیویوں کی رضامندی حاصل کرنا چاہتا ہے اللہ تعالیٰ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔ [۱] تحقیق اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے قسموں کو کھول ڈالا مقرر کر دیا ہے۔ اور اللہ تمہارا کارساز ہے اور وہی پورے علم والا اور حکمت والا ہے۔ [۲] اور یاد کر جب نبی نے اپنی بعض عورتوں سے ایک پوشیدہ بات کہی پس جب اس نے اس بات کی خبر کر دی اور اللہ نے اپنے نبی (ﷺ) کو اس پر آگاہ کر دیا تو نبی (ﷺ) نے تھوڑی سی بات تو جتادی اور تھوڑی سی مال گئے جب نبی (ﷺ) نے اپنی اس بیوی کو یہ بات بتائی تو وہ کہنے لگی اس کی خبر آپ کو کس نے دی۔ کہا سب جاننے والے پوری خبر رکھنے والے اللہ نے مجھے یہ بتلادیا۔ [۳] اے نبی (ﷺ) کی دونوں بیویاں اگر تم اللہ کے سامنے توبہ کر لو تو بہت بہتر ہے۔ یقیناً تمہارے دل کج ہو گئے ہیں اور اگر تم نبی (ﷺ) کے خلاف ایک دوسرے کی مدد کرو گی پس یقیناً اس کا کارساز اللہ ہے اور جبریل (علیہ السلام) ہیں اور نیک ایمان دار۔ اور ان کے علاوہ فرشتے بھی مدد کرنے والے ہیں۔ [۴] اگر پیغمبر (ﷺ) تمہیں طلاق دیدیں تو بہت جلد انہیں ان کا رب تمہارے بدلے تم سے بہتر بیویاں عنایت فرمائے گا جو اسلام والیاں ایمان والیاں فرمانبردار کی کرنے والیاں توبہ کرنے والیاں عبادت بجالانے والیاں روزے رکھنے والیاں ہوں گی یہ وہ اور کنواریاں۔ [۵]

شان نزول کے بارے میں مفسرین رحمہم اللہ کے اقوال: [آیت: ۱-۵] اس سورت کی ابتدائی آیتوں کے شان نزول میں مفسرین کے اقوال یہ ہیں بعض تو کہتے ہیں یہ حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ انہیں حضور ﷺ نے اپنے اوپر

حرام کر لیا تھا جس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں۔ نسائی میں یہ روایت موجود ہے کہ حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما کے کہنے سننے سے ایسا ہوا تھا کہ ایک لونڈی کی نسبت آپ ﷺ نے یہ فرمایا تھا اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں۔ ① ابن جریر میں ہے کہ ام ابراہیم کے ساتھ آپ ﷺ نے اپنی کسی بیوی صاحبہ کے گھربات چیت کی جس پر انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! میرے گھر میں اور میرے بستر پر! چنانچہ آپ ﷺ نے اسے اپنے اوپر حرام کر لیا تو انہوں نے کہا یا رسول اللہ! حلال! آپ ﷺ پر حرام کیسے ہو جائے گا؟ تو آپ ﷺ نے قسم کھائی کہ اب ان سے اس قسم کی بات چیت نہ کروں گا۔ اس پر یہ آیت اتری۔ حضرت زید فرماتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ کسی کا یہ کہہ دینا کہ تو مجھ پر حرام ہے لغو اور فضول ہے۔ ② حضرت زید بن اسلم فرماتے ہیں آپ ﷺ نے یہ فرمایا تھا کہ تو مجھ پر حرام ہے اللہ کی قسم میں تجھ سے صحبت داری نہ کروں گا۔ ③ حضرت مسروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں پس حرام کرنے کے باب میں تو آپ ﷺ پر عتاب کیا گیا اور قسم کے کفارے کا حکم ہوا۔

ابن جریر میں ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ یہ دونوں عورتیں کون تھیں؟ فرمایا عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا اور ابتدائے قصہ ام ابراہیم قہطیہ کے بارے میں ہوئی۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں ان کی باری والے دن حضور ﷺ ان سے ملے لیے تھے جس پر حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو رنج ہوا کہ میری باری کے دن میرے گھر اور میرے بستر پر! حضور ﷺ نے انہیں رضا مند کرنے منانے کے لیے کہہ دیا کہ میں اسے اپنے اوپر حرام کرتا ہوں! تم اس واقعہ کا ذکر کسی سے نہ کرنا۔ لیکن حفصہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے واقعہ کہہ دیا۔ اللہ نے اس کی اطلاع اپنے نبی کو دی اور یہ کل آیتیں نازل فرمائیں۔ آپ نے کفارہ دے کر اپنی قسم توڑ دی اور اس لونڈی سے ملے جلے۔ اسی واقعہ کو دلیل بنا کر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا فتویٰ ہے کہ جو کہے فلاں چیز مجھ پر حرام ہے اسے قسم کا کفارہ دینا چاہیے۔ ④ ایک شخص نے آپ ﷺ سے یہی مسئلہ پوچھا کہ میں اپنی عورت کو اپنے اوپر حرام کر چکا ہوں تو آپ ﷺ نے فرمایا وہ تجھ پر حرام نہیں۔ کفارہ سب سے زیادہ سخت تو راہ اللہ غلام آزاد کرنا ہے۔ ⑤ امام احمد رضی اللہ عنہ اور بہت سے فقہا کا فتویٰ ہے کہ جو شخص اپنی بیوی یا لونڈی یا کسی کھانے پینے پہننے اوڑھنے کی چیز کو اپنے اوپر حرام کرے تو اس پر کفارہ واجب ہو جاتا ہے۔ امام شافعی رضی اللہ عنہ وغیرہ فرماتے ہیں صرف بیوی اور لونڈی کے حرام کرنے پر تو کفارہ ہے کسی اور پر نہیں! اور اگر حرام کہنے سے نیت طلاق کی رکھی ہے تو بیشک طلاق ہو جائے گی۔ اسی طرح لونڈی کے بارے میں اگر آزادی کی نیت حرام کا لفظ کہنے سے رکھی ہے تو وہ آزاد ہو جائے گی۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ یہ آیت اس عورت کے بارے میں نازل ہوئی ہے جس نے اپنا نفس آنحضرت ﷺ کو بہہ کیا تھا، لیکن یہ غریب ہے۔ بالکل صحیح بات یہ ہے کہ ان آیتوں کا ارتنا آپ ﷺ کے شہد حرام کر لینے پر تھا۔ صحیح بخاری میں اس آیت کے موقع پر ہے کہ ”حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے گھر رسول اللہ ﷺ شہد پیتے تھے اور اس کی خاطر ذرا سی دیر وہاں ٹھہرتے بھی تھے۔ اس پر حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما نے آپس میں مشورہ کیا کہ ہم میں سے جس کے ہاں حضور آئیں وہ

① نسائی، کتاب عشرة النساء، باب الغيرة، ۳۴۱۱ وسنده صحيح؛ حاکم، ۴۹۳/۲۔

② الطبری، ۴۷۵/۲۳، یہ روایت مرسل یعنی ضعیف ہے۔ ③ ایضاً۔

④ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورة التحريم، باب ﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تَحْرِمُ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكَ...﴾ ۴۹۱۱؛ صحیح

مسلم: ۱۴۷۳۔

⑤ نسائی، کتاب الطلاق، باب تأويل قوله عز وجل ﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تَحْرِمُ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكَ﴾ ۳۴۴۹ وهو حسن۔

کہے کہ یا رسول اللہ آج تو آپ ﷺ کے منہ سے گوند کی سی بو آتی ہے شاید آپ نے مغفیر کھایا ہوگا۔ چنانچہ ہم نے یہی کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں میں نے تو زنب کے گھر شہد پیا ہے۔ اب قسم کھاتا ہوں کہ نہ پیوں گا یہ کسی سے کہنا مت۔“ ① امام بخاری رحمہ اللہ اس حدیث کو کتاب الایمان والنذر ودر میں بھی کچھ زیادتی کے ساتھ لائے ہیں جس میں ہے کہ دونوں عورتوں سے یہاں مراد عائشہ اور حفصہ رضی اللہ عنہما ہیں۔ اور چپکے سے بات کہنا یہی تھا کہ میں نے شہد پیا ہے۔ ② کتاب الطلاق میں امام صاحب رحمہ اللہ اس حدیث کو لائے ہیں ③ پھر فرمایا ہے مغفیر گوند کے مشابہ ایک چیز ہے جو شور گھاس میں پیدا ہوتی ہے اس میں قدرے مٹھاس ہوتی ہے۔ صحیح بخاری کی کتاب الطلاق میں یہ حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ان الفاظ میں مروی ہے کہ ”حضور ﷺ کو مٹھاس اور شہد بہت پسند تھا۔ عصر کی نماز کے بعد اپنی بیویوں کے گھر آتے اور کسی سے نزدیکی کرتے۔ ایک مرتبہ آپ ﷺ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے اور جتنا وہاں رکستے تھے اس سے زیادہ رکے۔ مجھے غیرت سوار ہوئی تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ ان کی قوم کی ایک عورت نے ایک کچی شہد کی انہیں بطور ہدیہ کے بھیجی ہے انہوں نے حضور ﷺ کو شہد کا شربت پلایا اور اتنی دیر روک رکھا۔ میں نے کہا خیر اسے کسی حیلہ سے ٹال دوں گی چنانچہ میں نے حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ تمہارے پاس جب حضور ﷺ آئیں اور قریب ہوں تو تم کہنا کہ آج کیا آپ ﷺ نے مغفیر کھایا ہے۔ آپ ﷺ فرمائیں گے نہیں تم کہنا پھر یہ بدبو کیسی آتی ہے؟ آپ ﷺ فرمائیں گے مجھے حفصہ رضی اللہ عنہا نے شہد پلایا تھا تو تم کہنا کہ شاید شہد کی کھسی نے علف نامی خاردار درخت جو سا ہوگا۔ میرے پاس آئیں گے میں بھی یہی کہوں گی پھر اے صفیہ جب تمہارے پاس آئیں تو تم بھی یہی کہنا۔ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جب حضور ﷺ میرے گھر آئے ابھی تو دروازے پر ہی تھے جو میں نے ارادہ کیا کہ تم نے جو مجھ سے کہا ہے میں آپ ﷺ سے کہہ دوں کیونکہ میں تم سے بہت ڈرتی تھی لیکن خیر اس وقت تو خاموش رہی۔ جب آپ ﷺ میرے پاس آئے میں نے تمہارا تمام کہنا پورا کر دیا۔ پھر حضرت میرے پاس آئے میں نے بھی یہی کہا پھر صفیہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے تو انہوں نے بھی یہی کہا۔ پھر حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے تو حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے شہد کا شربت پلانا چاہا آپ ﷺ نے فرمایا مجھے اس کی حاجت نہیں۔ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا فرمانے لگیں ”افسوس! ہم نے اسے حرام کر دیا۔ میں نے کہا خاموش رہو۔“ ④ صحیح مسلم کی اس حدیث میں اتنی زیادتی اور ہے کہ نبی ﷺ کو بدبو سے سخت نفرت تھی ⑤ اسی لیے ان بیویوں نے کہا تھا آپ ﷺ نے مغفیر کھایا ہے اس میں بھی قدرے بدبو ہوتی ہے۔ جب آپ ﷺ نے جواب دیا کہ نہیں میں نے شہد پیا ہے تو انہوں نے کہہ دیا کہ پھر اس شہد کی کھسی نے علف درخت کو چوسا ہوگا جس کے گوند کا نام مغفیر ہے اور اس کے اثر سے اس شہد میں اس کی بورہ گئی ہوگی۔ اس روایت میں لفظ جرس ہے جس کے معنی جوہری نے کئے ہیں کھایا اور شہد کی کھسیوں کو بھی جو اس کہتے ہیں اور جرس مدہم بلکی آواز کو کہتے ہیں۔ عرب کہتے ہیں ”سَمِعْتُ جَرَسَ الطَّيْرِ“ جبکہ پرندہ دانہ چک رہا ہو اور اس کی چونچ کی آواز سنائی دیتی ہو۔ ایک حدیث میں ہے پھر وہ جنتی پرندوں کی بلکی اور مٹھسی سہانی آوازیں سنیں گے یہاں بھی عربی میں لفظ جرس ہے۔

① صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورة التحريم، باب ﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تَحْرِمُ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكَ﴾ ۴۹۱۲۔

② صحیح بخاری، کتاب الایمان والنذور، باب اذا حرم طعاما ۶۶۹۱؛ صحیح مسلم، ۱۴۷۴۔

③ صحیح بخاری، کتاب الطلاق، باب ﴿لِمَ تَحْرِمُ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكَ﴾ ۵۲۶۷۔

④ صحیح بخاری، کتاب الطلاق، باب ﴿لِمَ تَحْرِمُ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكَ﴾ ۵۲۶۸۔

⑤ صحیح مسلم، کتاب الطلاق، باب وجوب الكفارة على من حرم امراته، ۱۴۷۴۔

اصمعی کہتے ہیں میں حضرت شعبہ رضی اللہ عنہ کی مجلس میں تھا وہاں انہوں نے اس لفظ جس کو جرش بڑی شین کے ساتھ پڑھا میں نے کہا چھوٹے سین سے ہے حضرت شعبہ نے میری طرف دیکھا اور فرمایا یہ ہم سے زیادہ اسے جانتے ہیں یہی ٹھیک ہے تم اصلاح کر لو۔ الغرض شہد نوشی کے واقعہ میں شہد پلانے والیوں میں دونام مروی ہیں ایک حضرت حصہ رضی اللہ عنہ کا دوسرا حضرت زنب رضی اللہ عنہ کا بلکہ اس امر پر اتفاق کرنے والیوں میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ حضرت حصہ رضی اللہ عنہ کا نام ہے۔ پس ممکن ہے یہ دو واقعے ہوں یہاں تک تو ٹھیک ہے لیکن ان دونوں کے بارے میں اس آیت کا نازل ہونا ذرا غور طلب ہے وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ آپس میں اس قسم کا مشورہ کرنے والی حضرت عائشہ اور حضرت حصہ رضی اللہ عنہا تھیں اور اس حدیث سے بھی معلوم ہوتا ہے جو مسند امام احمد میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے فرماتے ہیں مجھے مدتوں سے آرزو تھی کہ ”حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ان دونوں بیوی صاحبان کا نام معلوم کروں جن کا ذکر آیت (اِنَّ تَتُوبَا) الخ میں ہے پس حج کے سفر میں جب خلیفۃ الرسول چلے تو میں بھی ہم رکاب ہو گیا۔ ایک راستے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ راستہ چھوڑ کر جنگل کی طرف چلے میں ڈولہی لیے ہوئے پیچھے پیچھے گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حاجت ضروری سے فارغ ہو کر آئے۔ میں نے پانی ڈولایا اور وضو کرایا اب موقعہ پا کر سوال کیا کہ اے امیر المؤمنین! جن کے بارے میں یہ آیت ہے وہ دونوں کون ہیں؟ آپ نے فرمایا: ابن عباس! افسوس۔ حضرت زہری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ان کا یہ دریافت کرنا برا معلوم ہوا لیکن چھپانا جائز نہ تھا اس لیے جواب دیا کہ اس سے مراد حضرت عائشہ اور حضرت حصہ رضی اللہ عنہما ہیں۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے واقعہ بیان کرنا شروع کیا کہ ہم قریش تو اپنی عورتوں کو اپنے زیر فرمان رکھتے تھے لیکن مدینہ والوں پر عموماً ان کی عورتیں حاوی تھیں۔ جب ہم ہجرت کر کے مدینہ آئے تو ہماری عورتوں نے بھی ان کی دیکھا دیکھی ہم پر غلبہ حاصل کرنا چاہا۔ میں مدینہ کے بالائی حصہ میں حضرت امیہ بن زید رضی اللہ عنہ کے گھر میں ٹھہرا ہوا تھا ایک مرتبہ اپنی بیوی پر کچھ ناراض ہوا اور کچھ کہنے سننے لگا تو پلٹ کر اس نے مجھے جواب دینے شروع کئے مجھے نہایت برا معلوم ہوا کہ یہ کیا حرکت ہے؟ یہ نئی بات کیسی؟ اس نے میرا تعجب دیکھ کر کہا کہ آپ کس خیال میں ہیں؟ اللہ کی قسم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جواب دیتی ہیں اور بعض مرتبہ تو دن بھر بول چال چھوڑ دیتی ہیں۔ اب میں تو ایک دوسری الجھن میں پڑ گیا سیدھا اپنی بیٹی حصہ رضی اللہ عنہا کے گھر گیا اور دریافت کیا کہ کیا یہ سچ ہے کہ تم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جواب دیتی ہو؟ اور کبھی کبھار سارا سارا دن روٹھی رہتی ہو؟ جواب ملا کہ سچ ہے۔ میں نے کہا کہ برباد ہوئی اور نقصان میں پڑی جس نے ایسا کیا۔ کیا تم اس سے غافل ہو گئیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غصہ کی وجہ سے ایسی عورت پر اللہ ناراض ہو جائے اور وہ کہیں کی نہ رہے؟ خبردار! آئندہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی جواب نہ دینا نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ طلب کرنا جو مانگنا ہو مجھ سے مانگ لیا کرو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دیکھ کر تم ان کی حرص نہ کرنا وہ تم سے اچھی اور تم سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی منظور نظر ہیں۔ اب اور سنو میرا پڑوسی ایک انصاری تھا۔ اس نے اور میں نے باریاں مقرر کر لی تھیں ایک دن میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گزرتا اور ایک دن وہ۔ میں اپنی باری والے دن کی تمام حدیثیں آیتیں وغیرہ انہیں آکر سنا دیتا اور وہ مجھے یہ بات ہم میں اس وقت مشہور ہو رہی تھی کہ غسانی بادشاہ اپنے فوجی گھوڑوں کے نعل لگوا رہا ہے اور اس کا ارادہ ہم پر چڑھائی کرنے کا ہے۔ ایک مرتبہ میرے ساتھی اپنی باری والے دن گئے ہوئے تھے عشا کے وقت آ گئے اور میرا دروازہ کھڑکھڑا کر مجھے آوازیں دینے لگے میں گھبرا کر باہر نکلا کہ خیریت تو ہے؟ اس نے کہا آج تو بڑا بھاری کام ہو گیا۔ میں نے کہا کیا غسانی بادشاہ آ پہنچا؟ اس نے کہا اس سے بھی بڑھ کر میں نے پوچھا وہ کیا؟ کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی میں نے کہا! افسوس! حصہ برباد ہو گئی اور اس نے تو نقصان اٹھایا مجھے پہلے ہی سے

اس امر کا کھکا تھا۔ صبح کی نماز پڑھتے ہی کپڑے پہن کر میں چلا سیدھا حصہ رضی اللہ عنہما کے پاس گیا دیکھا کہ وہ تر رہی ہیں میں نے کہا کیا رسول اللہ ﷺ نے تمہیں طلاق دیدی؟ جواب دیا یہ تو کچھ معلوم نہیں، آپ ﷺ ہم سے الگ ہو کر اپنے بالا خانے میں تشریف فرما ہیں۔ میں وہاں گیا دیکھا کہ ایک حبشی غلام پہرے پر ہے میں نے کہا جاؤ میرے لیے اجازت طلب کر دو گيا پھر آ کر کہا کہ حضور ﷺ نے کچھ جواب نہیں دیا۔ میں وہاں سے واپس چلا آیا مسجد میں گیا دیکھا کہ منبر کے پاس ایک گروہ صحابہ کا بیٹھا ہوا ہے اور بعض بعض کے تو آنسو نکل رہے ہیں میں تھوڑی سی دیر بیٹھا لیکن چمن کہاں؟ پھر اٹھ کھڑا ہوا اور وہاں جا کر غلام سے کہا کہ میرے لیے اجازت طلب کر دو اس نے پھر آ کر یہی کہا کہ کچھ جواب نہیں ملا میں دوبارہ مسجد چلا گیا پھر وہاں سے گھبرا کر نکلا یہاں آیا پھر غلام سے کہا غلام گیا آیا اور وہی جواب دیا میں واپس مڑا ہی تھا کہ غلام نے مجھے آواز دی کہ آئیے آپ کو اجازت مل گئی۔ میں گیا دیکھا کہ حضور ﷺ ایک بورے پر ٹیک لگائے بیٹھے ہوئے ہیں جس کے نشان آپ ﷺ کے جسم مبارک پر ظاہر ہیں۔ میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ کیا آپ نے اپنی بیویوں کو طلاق دیدی ہے؟ آپ ﷺ نے سرائٹھا کر میری طرف دیکھا اور فرمایا نہیں۔ میں نے کہا اللہ اکبر! یا رسول اللہ ﷺ بات یہ ہے کہ ہم قوم قریش تو اپنی بیویوں کو دباؤ میں رکھا کرتے تھے لیکن مدینے والوں پر ان کی بیویاں غالب ہیں یہاں آ کر ہماری عورتوں نے بھی ان کی دیکھا دیکھی یہی حرکت شروع کر دی پھر میں نے اپنی بیوی کا واقعہ بیان کیا اور اپنا یہ خبر پا کر کہ حضور ﷺ کی بیویاں بھی ایسا کرتی ہیں یہ کہنا بھی بیان کیا کہ انہیں ڈر نہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ کے غصے کی وجہ سے اللہ بھی ناراض ہو جائے اور وہ ہلاک ہو جائیں۔ اس پر حضور ﷺ مسکرائے میں نے پھر اپنا حصہ رضی اللہ عنہما کے پاس جانا اور انہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ریس کرنے سے روکنا بیان کیا۔ اس پر دوبارہ مسکرائے میں نے کہا اگر اجازت ہو تو ذرا سی دیر اور رک جاؤں؟ آپ ﷺ نے اجازت دی میں بیٹھ گیا اب جو سرائٹھا کر جو طرف نظریں دوڑائیں تو آپ ﷺ کی بیٹھک (در بار خاص) میں سوائے تین خشک کھالوں کے اور کوئی چیز نہ دیکھی آزر وہ دل ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ! دعا کیجیے کہ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کی امت پر کشادگی کرے دیکھیے تو فارسی اور رومی جو اللہ کی عبادت ہی نہیں کرتے انہیں کس قدر دنیا کی نعمتوں میں وسعت دی گئی ہے؟ یہ سنتے ہی آپ ﷺ سنبھل بیٹھے اور فرمانے لگے اے ابن خطاب! کیا تو خشک میں ہے؟ اس قوم کی اچھائیاں انہیں بہ غلٹ دنیا میں ہی دے دی گئیں میں نے کہا حضور ﷺ میرے لیے اللہ سے طلب بخشش کیجیے۔ بات یہ تھی کہ آپ ﷺ نے بوجہ سخت ناراضی قسم کھالی تھی کہ مہینہ بھر تک اپنی بیویوں کے پاس نہ جاؤں گا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو تسبیہ کی۔ یہ حدیث بخاری، مسلم، ترمذی اور نسائی میں بھی ہے۔ ① بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں سال بھر اسی امید میں گزر گیا کہ موقع ملے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ان دونوں کے نام دریافت کروں لیکن بیت فاروقی سے ہمت نہیں پڑتی تھی یہاں تک کہ حج کی واپسی میں پوچھا پھر پوری حدیث بیان کی جو اوپر گزر چکی۔ ②

صحیح مسلم میں ہے کہ طلاق کی شہرت کا واقعہ پردہ کی آیتوں کے نازل ہونے سے پہلے کا ہے۔ اس میں یہ بھی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جس طرح حصہ رضی اللہ عنہما کے پاس جا کر انہیں سمجھا آئے تھے اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما کے پاس بھی ہو آئے تھے اور یہ بھی

① احمد، ۱/۳۳، ۳۴؛ صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب موعظة الرجل ابنته لحال زوجها، ۵۱۹۱؛ صحیح مسلم، ۱۴۷۹؛ ترمذی، ۳۳۱۸۔

② صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورة التحريم، باب (لنفعی مرضات ازواجک) ۴۹۱۳؛ صحیح مسلم، ۱۴۷۹۔

ہے کہ وہ غلام جو ڈیوڑھی پر پہرہ دے رہے تھے حضرت رباع رضی اللہ عنہ تھے یہ بھی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ سے کہا: آپ ﷺ عورتوں کے بارے میں اس مشقت میں کیوں پڑتے ہیں؟ اگر آپ انہیں طلاق بھی دیدیں تو آپ ﷺ کے ساتھ اللہ تعالیٰ ہے اور اس کے فرشتے ہیں اور جبریل اور میکائیل اور میں اور ابوبکر اور جملہ مؤمن۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں الحمد للہ میں اس قسم کی جو بات کہتا مجھے امید لگی رہتی کہ اللہ تعالیٰ میری بات کی تصدیق نازل فرمائے گا۔ پس اس موقعہ پر بھی آیت تخییر یعنی ﴿عَلَى رُبِّهِ﴾ اِخْ اور ﴿وَإِنْ تَطَاهَرَا عَلَيْهِ﴾ اِخ آپ ﷺ پر نازل ہوئیں۔ مجھے جب آپ ﷺ سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ نے اپنی ازواج مطہرات کو طلاق نہیں دی تو میں نے مسجد آ کر دروازے پر کھڑے ہو کر اونچی آواز سے سب کو اطلاع دیدی کہ حضور ﷺ نے ازواج مطہرات کو طلاق نہیں دی۔ اسی کے بارے میں آیت ﴿وَإِذَا جَاءَتْهُمْ أَمْرٌ مِنَ الْأَمْنِ أَوِ الْخَوْفِ﴾ ❶ اِخ اتری یعنی جہاں انہیں کوئی امن کی یا خوف کی خبر پہنچی کہ یہ اسے شہرت دینے لگتے ہیں اگر یہ اس خبر کو رسول یا ذی عقل و علم مسلمانوں تک پہنچا دیتے تو بیشک ان میں سے جو لوگ محقق ہیں وہ اسے سمجھ لیتے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہاں تک اس آیت کو پڑھ کر فرماتے ہیں پس اس امر کا استنباط کرنے والوں میں میں ہی ہوں۔ ❷ اور بھی بہت سے بزرگ مفسرین سے مروی ہے کہ ﴿صَالِحُ الْمُؤْمِنِينَ﴾ سے مراد حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں ❸ بعضوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا نام بھی لیا ہے بعض نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا۔ ایک ضعیف حدیث میں مرفوعاً صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نام ہے لیکن سند ضعیف ہے اور بالکل منکر ہے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ آپ ﷺ کی بیویاں غیرت میں آگئیں جس پر میں نے ان سے کہا کہ اگر حضور ﷺ تمہیں طلاق دے دیں گے تو اللہ تعالیٰ تم سے بہتر بیویاں آپ ﷺ کو دے گا۔ پس میرے لفظوں ہی میں قرآن کی یہ آیت اتری۔ ❹ پہلے یہ بیان ہو چکا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بہت سی باتوں میں قرآن کی موافقت کی جیسے پردے کے بارے میں بدری قیدیوں کے بارے میں مقام ابراہیم کو قبلہ ٹھہرانے کے بارے میں۔ ابن ابی حاتم کی روایت میں ہے کہ مجھے جب امہات المؤمنین کی اس رنجش کی خبر پہنچی تو ان کی خدمت میں گیا اور انہیں یہی کہنا شروع کیا یہاں تک کہ آخری ام المؤمنین کے پاس پہنچا تو مجھے جواب ملا کہ کیا ہمیں رسول اللہ ﷺ خود نصیحت کرنے کے لیے کم ہیں جو تم آگئے؟ اس پر میں تو خاموش ہو گیا لیکن قرآن میں ﴿عَلَى رُبِّهِ﴾ اِخ نازل ہوئی۔ ❺

صحیح بخاری میں ہے کہ ”جواب دینے والی ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا تھیں۔“ ❻ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جو بات حضور ﷺ نے چپکے سے اپنی بیوی صاحبہ سے کہی تھی کہ اس کا واقعہ یہ ہے کہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں آپ ﷺ تھے وہ جب تشریف لائیں اور حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا سے آپ ﷺ کو مشغول پایا تو آپ ﷺ نے انہیں فرمایا تم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو خبر نہ کرنا میں تمہیں ایک بشارت سناتا ہوں۔ میرے انتقال کے بعد میری خلافت پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بعد تمہارے والد آئیں گے۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو خبر کر دی پس حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے کہا اس کی خبر آپ کو کس نے پہنچائی؟ آپ ﷺ نے فرمایا مجھے ولیم و خیر اللہ نے پہنچائی۔ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا میں آپ ﷺ کی طرف نہ دیکھوں گی جب تک کہ آپ ﷺ ماریہ رضی اللہ عنہا کو اپنے اوپر حرام نہ کر لیں۔ آپ ﷺ نے کر لی اس پر آیت ﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ﴾ اِخ نازل =

❶ ۴/ النساء: ۸۳۔

❷ صحیح مسلم، کتاب الطلاق، باب فی الایلاء واعتزال النساء، ۱۴۷۹۔

❸ الطبری، ۲۳/ ۴۸۶۔

❹ الطبری، ۲۳/ ۴۸۸۔

❺ ان یدلہ.....، ۴۹۱۶۔

❻ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورة البقرة باب ﴿وَاتَّخَذُوا مِنْ مَقَامِ اِبْرَاهِيمَ مَصَلًی﴾ ۴۴۸۳۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلَائِكَةٌ غِلَاطٌ شِدَادٌ لَا يَعْصُونَ اللَّهَ مَا أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ ① يَا أَيُّهَا الَّذِينَ كَفَرُوا لَا تَعْتَذِرُوا الْيَوْمَ إِنَّكُمْ تَجْزُونَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ② يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا تُوبُوا إِلَى اللَّهِ تَوْبَةً نَصُوحًا عَلَى رَبِّكُمْ أَنْ يُكَفِّرَ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَيُدْخِلَكُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ يَوْمَ لَا يُخْزِي اللَّهُ النَّبِيَّ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ نُورُهُمْ يَسْعَى بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَبِأَيْمَانِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَتْمِمْ لَنَا نُورَنَا وَاعْفِرْ لَنَا إِنَّكَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ③

ترجمہ: اے ایمان والو! تم اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان ہیں اور پتھر جس پر سخت دل مضبوط فرشتے مقرر ہیں جنہیں جو حکم اللہ تعالیٰ دیتا ہے اس کی نافرمانی نہیں کرتے بلکہ جو حکم کیا جائے بجالاتے ہیں۔ [۱۶] اے کافرو! تم آج عذر معذرت مت کرو تمہیں صرف تمہارے کرمات کا بدلہ دیا جا رہا ہے۔ [۱۷] اے ایمان والو! تم اللہ کے سامنے سچی خالص توبہ کرو ممکن ہے کہ تمہارا رب تمہارے گناہ دور کر دے اور تمہیں ایسی جنتوں میں پہنچائے جن کے نیچے نہریں جاری ہیں جس دن اللہ تعالیٰ نبی (ﷺ) کو اور ایمان داروں کو جو ان کے ساتھ ہیں رسوا نہ کرے گا ان کا نور ان کے سامنے اور ان کے دائیں دوڑ رہا ہو گا یہ دعائیں کرتے ہوں گے اے ہمارے رب! ہمیں ضیاء عطا فرما اور ہمیں بخش دے یقیناً تو ہر چیز پر قادر ہے۔ [۱۸]

= ہوئی (طبرانی)۔ لیکن اس کی سند محدث ہے۔ مقصد یہ ہے کہ ان تمام روایات سے ان پاک آیتوں کی تفسیر تو ظاہر ہی ہے۔ ﴿سَبَّحَاتُ﴾ کی تفسیر ایک تو یہ ہے کہ روزے رکھنے والیاں۔ ایک مرفوع حدیث میں بھی یہی تفسیر اس لفظ کی آئی ہے جو حدیث سورہ برأت کے اس لفظ کی تفسیر میں گزر چکی ہے کہ اس امت کی سیاحت روزے رکھنا ہے۔ ① دوسری تفسیر یہ ہے کہ مراد اس سے ہجرت کرنے والیاں ہیں، لیکن اول قول ہی اولیٰ ہے۔ وَاللَّهُ أَعْلَمُ۔

ازواج مطہرات ﷺ کا ذکر: پھر فرمایا ان میں سے بعض بیوہ ہوں گی اور بعض کنواریاں اس لیے کہ جی خوش رہے قسموں کی تبدیلی کس کو بھلی معلوم ہوتی ہے۔ معجم طبرانی میں ابن یزید اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی سے اس آیت میں جو وعدہ فرمایا ہے اس سے مراد بیوہ سے تو حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا ہیں جو فرعون کی بیوی تھیں اور کنواری سے مراد حضرت مریم علیہا السلام ہیں جو حضرت عمران کی بیٹی تھیں۔ ابن عساکر میں ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اس وقت حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کے پاس آئیں تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا اللہ تعالیٰ حضرت خدیجہ کو سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ انہیں خوش ہو جنت کے ایک چاندی کے گھر کی جہاں نہ گرمی ہے نہ تکلیف ہے نہ شور و غل جو چھدے ہوئے موتی کا بنا ہوا ہے جس

کے دائیں بائیں مریم بنت عمران اور آسیہ بنت مزاحم کے مکانات ہیں اور روایت میں ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے انتقال کے وقت آنحضرت ﷺ نے فرمایا: اے خدیجہ اپنی سوکنوں سے میرا سلام کہنا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کہا یا رسول اللہ کیا مجھ سے پہلے بھی آپ ﷺ نے کسی سے نکاح کیا تھا؟ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں مگر اللہ تعالیٰ نے مریم بنت عمران اور آسیہ زوج فرعون اور کھنم بن موسیٰ کی یہ تینوں میرے نکاح میں دے رکھی ہیں۔ یہ حدیث بھی ضعیف ہے۔ حضرت امامہ سے ابویعلیٰ میں مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کیا جانتے ہو اللہ تعالیٰ نے جنت میں میرا نکاح مریم بنت عمران، کھنم بنت موسیٰ اور آسیہ زوجہ فرعون سے کر دیا ہے۔ میں نے کہا یا رسول اللہ آپ ﷺ کو مبارک باد ہو! ① یہ حدیث بھی ضعیف ہے اور ساتھ ہی مرسل بھی ہے۔

جہنم سے بچو اور گھروالوں کو بچاؤ: [آیت: ۶۰-۸] حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ارشاد الہی ہے کہ اپنے گھرانے کے لوگوں کو علم و ادب سکھاؤ! ② حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اللہ کے فرمان بجالاؤ اس کی نافرمانیاں مت کرو اپنے گھرانے کے لوگوں کو ذکر اللہ کی تاکید کرو تاکہ اللہ تمہیں جہنم سے بچالے۔ ③ مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں اللہ سے ڈرو اور اپنے گھروالوں کو بھی یہی تلقین کرو! ④ قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں اللہ کی اطاعت کا حکم دو اور نافرمانیوں سے روکتے رہو ان پر اللہ کے حکم قائم رکھو اور انہیں احکام الہی بجالانے کی تاکید کرتے رہو نیک کاموں میں ان کی مدد کرو اور برے کاموں پر انہیں ڈانٹو ڈپٹو۔ ⑤ ضحاک و مقاتل رحمہما اللہ فرماتے ہیں ہر مسلمان پر فرض ہے کہ اپنے رشتے کنبے کے لوگوں کو اور اپنے لونڈی غلام کو اللہ کے فرمان بجالانے کی اور اس کی نافرمانیوں سے روکنے کی تعلیم دیتا رہے۔ مسند احمد میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ جب بچے سات سال کے ہو جائیں انہیں نماز پڑھنے کو کہتے سنتے رہا کرو جب دس سال کے ہو جائیں اور نماز میں سستی کریں تو انہیں مار کر دھمکا کر پڑھاؤ! یہ حدیث ابوداؤد اور ترمذی میں بھی ہے۔ ⑥ فقہا کا فرمان ہے کہ اسی طرح روزے کی بھی تاکید اور تنبیہ اس عمر سے شروع کر دینی چاہیے تاکہ بالغ ہونے تک پوری طرح نماز روزے کی عادت ہو جائے۔ اطاعت کے بجالانے اور معصیت سے بچتے رہنے اور برائی سے دربر رہنے کا سلیقہ پیدا ہو جائے۔ ان کاموں سے تم اور وہ جہنم کی آگ سے بچ جاؤ گے جس کا ایندھن انسانوں کے جسم اور پتھر ہیں۔ ان چیزوں سے یہ آگ سلگائی گئی ہے پھر خیال کر لو کہ کس قدر تیز ہوگی پتھر سے مراد یا تو وہ پتھر ہیں جن کی دنیا میں پرستش ہوتی رہتی ہے جیسے اور جگہ ہے ﴿اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصْبُ جَهَنَّمَ﴾ ⑦ اور تمہارے معبود جہنم کی لکڑیاں ہیں یا گندھک کے نہایت ہی بدبودار پتھر ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے اس آیت کی تلاوت کی اس وقت آپ ﷺ کی خدمت میں بعض اصحاب تھے جن میں سے ایک شیخ نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ! کیا جہنم کے پتھر دنیا کے پتھروں جیسے ہیں؟ ⑧ حضور ﷺ نے فرمایا اللہ کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ جہنم کا ایک پتھر ساری دنیا کے تمام پہاڑوں سے بڑا ہے انہیں یہ سن کر غشی آگئی۔ حضور ﷺ نے ان کے دل پر ہاتھ رکھا تو دل دھڑک رہا تھا آپ ﷺ نے انہیں آواز دی کہ اے شیخ کہو! ﴿لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ﴾ اس نے اسے پڑھا پھر آپ ﷺ نے اسے جنت کی خوش خبری دی تو آپ ﷺ کے اصحاب نے کہا کیا ہم سب کے درمیان صرف اسی کو خوش خبری دی جا

① وسندہ ضعیف جداً

② حاکم، ۴۹۴/۲ وسندہ ضعیف جداً، عبدالرزاق مدلس و عنعن۔ ③ الطبری، ۴۹۱/۲۳۔

④ ایضاً، ۴۹۲/۲۳۔ ⑤ ایضاً۔

⑥ احمد، ۴۰۴/۳؛ ابو داؤد، کتاب الصلاة، باب متى یؤمر الغلام بالصلاة، ۴۹۴ وسندہ حسن؛ ترمذی، ۴۰۷۔

⑦ ۲۱/الانبیاء: ۹۸۔ ⑧ ابن ابی حاتم وسندہ ضعیف منقطع۔

رہی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا دیکھو قرآن میں ہے ﴿ذَلِكَ لِمَنْ خَافَ مَقَامِي وَخَافَ وَعَبِدَ﴾ ① یہ اس کے لیے ہے جو میرے سامنے کھڑا ہونے اور میری دھمکیوں کا ڈر رکھتا ہو۔ ② یہ حدیث غریب ہے اور مرسل ہے۔ پھر ارشاد ہوتا ہے اس آگ سے عذاب کرنے والے فرشتے سخت طبیعت والے ہیں جن کے دلوں میں کافروں کے لیے اللہ نے رحم رکھا ہی نہیں اور جو بدترین ترکیبوں سے بڑی بھاری سزائیں کرتے ہیں۔ جن کے دیکھے سے بھی پتہ پانی اور کلیجہ چھلنی ہو جائے۔ عکرمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب دوزخیوں کا پہلا جتھہ جہنم کو چلے گا تو دیکھے گا کہ پہلے دروازے پر چار لاکھ فرشتے عذاب کرنے والے تیار ہیں جن کے چہرے بڑے ہیبت ناک اور نہایت سیاہ ہیں، کچلیاں باہر کھنکی ہوئی ہیں سخت بے رحم ہیں ایک ذرے کے برابر بھی اللہ نے ان کے دلوں میں رحم نہیں رکھا۔ اس قدر جسیم ہیں کہ اگر کوئی پرندہ ان کے کھوے سے اڑ کر دوسرے کھوے تک پہنچنا چاہے تو دو مہینے گزر جائیں۔ پھر دروازے پر انیس فرشتے پائیں گے جن کے سینوں کی چوڑائی ستر سال کی راہ ہے۔ پھر ایک دروازے سے دوسرے دروازے کی طرف دھکیل دیے جائیں گے پانچ سو سال تک گرتے رہنے کے بعد دوسرا دروازہ آئے گا وہاں بھی ایسے ہی اور اتنے ہی فرشتوں کو موجود پائیں گے۔ اسی طرح ہر دروازے پر۔ یہ فرشتے اللہ تعالیٰ کے فرمان کے تابع ہیں۔ ادھر فرمایا گیا ادھر انہوں نے عمل شروع کر دیا۔ ان کا نام زبانہ ہے۔ اللہ ہمیں اپنے عذابوں سے اپنی پناہ دے“ آمین۔

قیامت کے دن کفار سے فرمایا جائے گا آج تم بیکار عذر پیش نہ کرو کوئی معذرت ہمارے سامنے چل نہ سکے گی۔ تمہارے کربوت کا مزہ تمہیں چکھنا ہی پڑے گا۔ پھر ارشاد ہے کہ ایمان والو! تم سچی اور خالص توبہ کرو جس سے تمہارے اگلے گناہ معاف ہو جائیں، میل کچیل دھل جائے، برائیوں کی عادت چھٹ جائے۔ نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک خطبہ میں بیان فرمایا کہ ”لوگو! میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے سنا ہے کہ خالص توبہ یہ ہے کہ انسان گناہ کی معافی چاہے اور پھر اس گناہ کو نہ کرے“ ③ اور روایت میں ہے پھر اس کے کرنے کا ارادہ بھی نہ کرے۔ حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے بھی اسی کے قریب مروی ہے۔ ایک مرفوع حدیث میں بھی یہی آیا ہے ④ جو ضعیف ہے اور ٹھیک یہی ہے کہ وہ بھی موقوف ہی ہے۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

علمائے سلف فرماتے ہیں توبہ خالص یہ ہے کہ گناہ کو اسی وقت چھوڑ دے جو ہو چکا ہے اس پر نادم ہو اور آئندہ کے لیے نہ کرنے کا پختہ عزم ہو اور اگر گناہ میں کسی انسان کا حق ہے تو چوتھی شرط یہ ہے کہ وہ حق باقاعدہ ادا کرے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں ”نادم ہونا بھی توبہ کرنا ہے۔“ ⑤ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ”ہمیں کہا گیا تھا کہ اس امت کے آخری لوگ قیامت کے قریب کیا کیا کام کریں گے؟ ان میں ایک یہ ہے کہ انسان اپنی بیوی یا لونڈی سے اس کے پاخانہ کی جگہ میں طہی کرے گا جو اللہ اور اس کے رسول نے مطلق حرام کر دیا ہے اور جس فعل پر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی ناراضی ہوتی ہے۔ اسی طرح مرد و سے بد فعلی کریں گے جو اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی ناراضی کا باعث ہے، ان لوگوں کی نماز بھی اللہ کے ہاں مقبول نہیں جب تک کہ یہ توبہ نصوح نہ کریں۔ حضرت زر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے پوچھا: توبہ نصوح کیا ہے؟ فرمایا میں نے حضور ﷺ سے یہی سوال کیا تھا تو فرمایا قصور سے گناہ ہو گیا پھر اس پر نادم ہونا، اللہ تعالیٰ سے معافی چاہنا اور پھر اس گناہ کی طرف مائل نہ ہونا۔“ حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ”توبہ نصوح یہ ہے

① ۱۴ / ابراہیم: ۱۴۔ ② یہ روایت مصفل اور سخت ضعیف ہے جس طرح کہ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے فرمایا ہے۔

③ حاکم، ۲ / ۴۹۵ و سندہ ضعیف، سفیان الثوری مدلس و عنعن۔

④ احمد، ۱ / ۴۴۶ و سندہ ضعیف ح ۴۲۶۴ اس کی سند میں ابراہیم بن مسلم ضعیف راوی ہے۔

⑤ ابن ماجہ، کتاب الزہد، باب ذکر التوبۃ، ۴۲۵۲ و هو حسن؛ احمد، ۱ / ۳۷۶۔

کہ جیسے گناہ کی محبت تھی ویسا ہی بغض دل میں بیٹھ جائے اور جب وہ گناہ یاد آئے اس سے استغفار ہو جب کوئی شخص توبہ کرنے پر پختگی کر لیتا ہے اور اپنی توبہ پر جمار ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی تمام اگلی خطائیں مٹا دیتا ہے، جیسے کہ صحیح حدیث میں ہے کہ ”اسلام لانے سے پہلے کی تمام خطائیں اسلام فنا کر دیتا ہے اور توبہ سے پہلے کی تمام خطائیں توبہ سوخت کر دیتی ہے“ ① اب رہی یہ بات کہ توبہ، نصوص میں یہ شرط بھی ہے کہ توبہ کرنے والا پھر مرتے دم تک اس گناہ کو نہ کرے جیسے کہ احادیث و آثار ابھی بیان ہوئے جن میں ہے کہ پھر کبھی نہ کرے، یا صرف اس کا عزم راسخ کافی ہے کہ اسے اب کبھی نہ کر دوں گا، گو پھر بتھقائے بشریت بھولے چو کے ہو جائے جیسے کہ ابھی حدیث گزری کہ توبہ اپنے سے پہلے گناہوں کو بالکل مٹا دیتی ہے تو ہجر توبہ کے ہی گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ یا پھر مرتے دم تک اس کام کا نہ ہونا گناہ کی معافی کی شرط کے طور پر ہے؟ پس پہلی بات کی دلیل تو یہ حدیث صحیح ہے کہ جو شخص اسلام میں نیکیاں کرے وہ اپنی جاہلیت کی برائیوں پر پکڑا نہ جائے گا اور جو اسلام لا کر بھی برائیوں میں مبتلا رہے وہ اسلام کی اور جاہلیت کی دونوں برائیوں میں پکڑا جائے گا“ ② پس اسلام جو کہ گناہوں کو دور کرنے میں توبہ سے بڑھ کر ہے جب اس کے بعد بھی اپنی بدکرداریوں کی وجہ سے پہلی برائیوں میں بھی پکڑا ہوا تو توبہ کے بعد تو بطور اولیٰ ہونی چاہیے۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

لفظ عَسَلٰی گو تمنا، امید اور امکان کے معنی دیتا ہے، لیکن کلام اللہ میں اس کے معنی تحقیق کے ہوتے ہیں۔ پس فرمان ہے کہ خالص توبہ کرنے والے قطعاً اپنے گناہوں کو معاف کر دالیں گے اور سرسبز و شاداب جنتوں میں جائیں گے۔ پھر ارشاد ہے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو اور ان کے ایمان دار ساتھیوں کو ہرگز شرمندہ نہ کرے گا، انہیں اللہ کی طرف سے نور عطا ہوگا جو ان کے آگے آگے اور دائیں طرف ہوگا اور سب اندھیروں میں ہوں گے اور یہ روشنی میں ہوں گے، جیسے کہ پہلے سورۃ حدید کی تفسیر میں گزر چکا، جب یہ دیکھیں گے کہ منافقوں کو جو روشنی ملی تھی عین ضرورت کے وقت وہ ان سے چھین لی گئی اور وہ اندھیروں میں بھٹکتے رہ گئے تو دعا کریں گے کہ اے اللہ ہمارے ساتھ ایسا نہ ہو ہماری روشنی تو آخر وقت تک ہمارے ساتھ ہی رہے، ہمارا نور ایمان بچھنے نہ پائے۔ بنو کنانہ کے ایک صحابی فرماتے ہیں کہ ”فتح مکہ والے دن رسول اللہ ﷺ کے پیچھے میں نے نماز پڑھی تو میں نے آپ ﷺ کی اس دُعا کو سنا ((اَللّٰهُمَّ لَا تُخْزِنِيْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ)) میرے اللہ! مجھے قیامت کے دن رسوا نہ کرنا۔“ ③ ایک حدیث میں ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں ”قیامت کے دن سب سے پہلے سجدے کی اجازت مجھے دی جائے گی اور اسی طرح سب سے پہلے سجدے سے سر اٹھانے کی اجازت بھی مجھ ہی کو مرحمت ہوگی“ میں اپنے سامنے اور دائیں بائیں نظر ڈال کر اپنی امت کو پہچان لوں گا۔ ایک صحابی نے کہا حضور آپ انہیں کیسے پہچانیں گے؟ وہاں تو بہت سی امتیں مخلوط ہوں گی آپ ﷺ نے فرمایا میری امت کے لوگوں کی ایک نشانی تو یہ ہے کہ ان کے اعضاء وضو منور ہوں گے، چمک رہے ہوں گے، کسی اور امت میں یہ بات نہ ہوگی دوسری پہچان یہ ہے کہ ان کے ثلثمہ اعمال ان کے دائیں ہاتھ میں ہوں گے، تیسری نشانی یہ ہوگی کہ سجدے کے نشان ان کی پیشانیوں پر ہوں گے جن سے میں پہچان لوں گا۔ چوتھی علامت یہ ہے کہ ان کا نور ان کے آگے آگے ہوگا۔“ ④

① بے اصل روایت ہے، صحیح مسلم (۱۲۱) کی حدیث اس سے بے نیاز کر دیتی ہے۔

② صحیح بخاری، کتاب استتابۃ المرتدین، باب اثم من اشرك بالله وعقوبته في الدنيا والاخرة، ۶۹۲۱؛ صحیح مسلم، ۱۲۰؛ ابن ماجہ، ۴۲۴۲؛ احمد، ۴۰۹/۱؛ ابن حبان، ۳۹۶۔ ③ احمد، ۲۳۴/۴ وسندہ ضعیف، فی لقاء یحییٰ بن حسان الفلستانی لرجل من بنی کنانۃ نظر فالسند یخشی علیہ الاقطاع، وجاء تصریح السماع فی المعجم الکبیر ولكن فی السند الیہ یحییٰ بن عبد الحمید ضعیف جداً۔ المعجم الکبیر، ۲۵۲۴۔ ④ احمد، ۱۹۹/۵ وسندہ ضعیف بهذا السیاق والحديث المختصر عند احمد (ح ۲۱۷۳۹) سند حسن، مجمع الزوائد، ۷/۳۴۴؛ حاکم، ۴۷۸/۲۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ وَمَا لَهُمْ جَهَنَّمَ
وَبُسُّ الْمَصِيرُ ① ضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا لِلَّذِينَ كَفَرُوا امْرَأَتَ نُوحٍ وَامْرَأَتَ
لُوطٍ ۖ كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحِينَ فَخَانَتَهُمَا فَلَمْ يُغْنِيَا عَنْهُمَا
مِنَ اللَّهِ شَيْئًا وَقِيلَ ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدَّٰخِلِينَ ②

ترجمہ: اے نبی! کافروں اور منافقوں سے جہاد کرو اور ان پر سختی کرو ان کا ٹھکانا جہنم ہے جو بہت بڑی جگہ ہے۔ [۹۰: ۱۰] اللہ تعالیٰ نے کافروں کے لیے نوح (علیہ السلام) اور لوط (علیہ السلام) کی بیوی کی کہادت بیان فرمائی یہ دونوں ہمارے بندوں میں سے شائستہ اور نیک بندوں کے گھر میں تھیں پھر ان کی انہوں نے خیانت کی پس وہ دونوں نیک بندے ان سے اللہ کے کسی عذاب کو نہ روک سکے اور حکم دے دیا گیا کہ اے عورتو! دوزخ میں جانے والوں کے ساتھ تم دونوں بھی چلی جاؤ۔ [۱۰۱]

حضرت نوح اور لوط علیہما السلام کی بیویوں کا ذکر: [آیت ۹۰: ۱۰] اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ کو حکم دیتا ہے کہ کافروں سے جہاد کرو ہتھیاروں کے ساتھ منافقوں سے جہاد کرو حدود الہی جاری کرنے کے ساتھ ان پر دنیا میں سختی کرو آخرت میں بھی ان کا ٹھکانا جہنم ہے جو بدترین بازگشت ہے پھر مثال دے کر سمجھایا کہ کافروں کا مسلمانوں سے ملنا جلنا خلط ملط رہنا انہیں ان کے کفر کے باوجود اللہ کے ہاں کچھ نفع نہیں دے سکتا۔ دیکھو دو پیغمبروں کی عورتیں حضرت نوح علیہ السلام کی اور حضرت لوط علیہ السلام کی جو ہر وقت ان نبیوں کی صحبت میں رہنے والی اور دن رات ساتھ اٹھنے بیٹھنے والی اور ساتھ ہی کھانے پینے والی بلکہ سونے جاگنے والی تھیں لیکن چونکہ ایمان میں ان کی ساتھی نہ تھیں اور اپنے کفر پر قائم تھیں پس پیغمبروں کی آٹھ پہر کی صحبت انہیں کچھ کام نہ آئی انبیاء اللہ انہیں اخروی نفع نہ پہنچا سکے اور نہ اخروی نقصان سے بچا سکے بلکہ ان عورتوں کو بھی دوزخیوں کے ساتھ جہنم میں جانے کو کہہ دیا گیا۔ یہ یاد رہے کہ خیانت کرنے سے مراد یہاں بدکاری نہیں انبیاء علیہم السلام کی حرمت و عصمت اس سے بہت اعلیٰ اور بالا ہے کہ ان کے گھر والیاں فاحشہ ہوں، ہم اس کا پورا بیان سورہ نور کی تفسیر میں کر چکے ہیں بلکہ یہاں مراد خیانت فی الدین ہے یعنی دین میں اپنے خاوندوں کی خیانت کی ان کا ساتھ نہ دیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ان کی خیانت زنا کاری نہ تھی بلکہ یہ تھی کہ حضرت نوح علیہ السلام کی بیوی تو لوگوں سے کہا کرتی تھی کہ یہ مجنون ہیں۔ اور لوط علیہ السلام کی بیوی جو مہمان حضرت لوط علیہ السلام کے ہاں آتے تو کافروں کو خبر کر دیتی تھی ① یہ دونوں بددین تھیں نوح علیہ السلام کی رازداری اور پوشیدہ طور پر ایمان لانے والوں کے نام کافروں پر ظاہر کر دیا کرتی تھی اسی طرح حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی بھی اپنے خاوند اللہ کے رسول کی مخالفت تھی اور جو لوگ آپ کے ہاں مہمان بن کر ٹھہرتے یہ جا کر اپنی قوم سے خبر کر دیتی جنہیں بدفعی کی عادت تھی ② بلکہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ کسی پیغمبر کی کسی عورت نے بدکاری نہیں کی ③ اسی طرح عکرمہ سعید بن جبیر، ضحاک رحمہ اللہ وغیرہ سے مروی ہے اس سے استدلال کر کے بعض علما نے کہا ہے کہ وہ جو عام لوگوں میں مشہور ہے کہ حدیث میں ہے جو شخص کسی ایسے کے ساتھ کھائے جو بخشا ہوا ہو اسے بھی بخش دیا جاتا ہے ④ یہ حدیث بالکل ضعیف ہے =

① حاکم، ۴/۴۹۶ وسندہ ضعیف سفیان الثوری عنہ۔

② الطبری، ۲۳/۴۹۸۔ ③ ایضاً۔ ④ بے اصل روایت ہے۔

وَضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا لِلَّذِينَ آمَنُوا امْرَأَتَ فِرْعَوْنَ إِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِي
عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ وَنَجِّنِي مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهِ وَنَجِّنِي مِنَ الْقَوْمِ
الظَّالِمِينَ ۝ وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرَانَ الَّتِي أَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيهِ مِنْ
رُوحِنَا وَصَدَّقْتَ بِكَلِمَاتِ رَبِّهَا وَكُتِبَ عَلَيْهَا الظِّلُّ ۝

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کے لیے فرعون کی بیوی کی کہاوت بیان فرمائی جب کہ اس نے دعا کی کہ اے میرے رب میرے لیے اپنے پاس سے جنت میں مکان بنا اور مجھے فرعون سے اور اس کے عمل سے بچا اور مجھے ظالم لوگوں سے خلاصی دے [۱۱] اور مثال بیان فرمائی مریم بنت عمران کی جس نے اپنے ناموس کی حفاظت کی پھر ہم نے اپنی طرف سے اس میں جان بھونک دی۔ مریم اپنے رب کی باتیں اور اس کی کتابوں کو مانتی تھی اور عبادت گزاروں میں سے تھی۔ [۱۲]

== اور حقیقت بھی یہی ہے کہ یہ حدیث محض بے اصل ہے۔ ہاں ایک بزرگ سے مروی ہے کہ انہوں نے خواب میں حضرت ﷺ کی زیارت کی اور پوچھا کہ کیا حضور ﷺ نے یہ حدیث ارشاد فرمائی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں، لیکن اب میں کہتا ہوں۔ حضرت آسیہ اور حضرت مریم علیہما السلام کے فضائل: [آیت ۱۱-۱۲] یہاں اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے لیے مثال بیان فرما کر ارشاد فرماتا ہے کہ اگر یہ اپنی ضرورت پر کافروں سے خلط ملط ہوں تو انہیں کچھ نقصان نہ ہوگا جیسے اور جگہ ہے ﴿لَا يَتَّخِذُ الْمُؤْمِنُونَ الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ﴾ ① الخ ایمان داروں کو چاہیے کہ مسلمانوں کے سوا اوروں سے دوستیاں نہ کریں جو ایسا کرے گا وہ اللہ کی طرف سے کسی بھلائی میں نہیں ہاں اگر بطور بچاؤ اور دفع الوقتی کے ہو تو اور بات ہے۔ قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں روئے زمین کے تمام تر لوگوں میں سب سے زیادہ سرکش فرعون تھا، لیکن اس کے کفر نے بھی اس کی بیوی کو کچھ نقصان نہ پہنچایا، اس لیے کہ وہ اپنے زبردست ایمان پر پوری طرح قائم تھیں اور رہیں۔ جان لو کہ اللہ تعالیٰ عادل حاکم ہے وہ ایک کے گناہ پر دوسرے کو نہیں پکڑتا۔ ② حضرت سلمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ”فرعون اس نیک بخت بیوی کو طرح طرح سے ستاتا تھا، سخت گرمیوں میں انہیں دھوپ میں کھڑا کر دیتا لیکن پروردگار اپنے فرشتوں کے پردوں کا سایہ ان پر کرتا اور انہیں گرمی کی تکلیف سے بچالیتا بلکہ انہیں ان کے جنتی مکان کو دکھا دیتا ③ جس سے ان کی روح کی تازگی اور ایمان کی زیادتی ہو جاتی، فرعون اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بابت یہ دریافت کرتی رہتی تھیں کہ کون غالب رہا تو ہر وقت یہی سنیتیں کہ موسیٰ غالب رہے پس یہی ان کے ایمان کا باعث بنا اور یہ پکار اٹھیں کہ میں موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کے رب پر ایمان لائی۔ فرعون کو جب یہ معلوم ہوا تو اس نے کہا جو بڑی سے بڑی پتھر کی چٹان تمہیں ملے اسے اٹھو لاؤ اسے چت لٹاؤ اور اسے کہو کہ اپنے اس عقیدے سے باز آئے۔ اگر باز آجائے تو تو میری بیوی ہے۔ عزت و حرمت کے ساتھ واپس لاؤ اور اگر نہ مانے تو وہ چٹان اس پر گرا دو اور اس کا قیہ قیہ کر ڈالو، جب یہ لوگ پتھر لائے انہیں لے گئے، لٹایا اور پتھر ان پر گرانے کے لیے اٹھایا تو انہوں نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی، پروردگار نے جاب ہٹا دیے اور جنت کو اور وہاں جو مکان ان کے لیے بنایا گیا تھا اسے انہوں نے اپنی

① ۳/ آل عمران: ۲۸۔ ② الطبری، ۲۳/ ۵۰۰۔

③ الطبری، ۲۳/ ۵۰۰؛ حاکم، ۲/ ۴۹۶؛ وسندہ ضعیف سلیمان التیمی مدلس وعنن۔

آنکھوں سے دیکھ لیا اور اسی میں ان کی روح پرواز کر گئی۔ جس وقت پھر پھیکا گیا اس وقت ان میں روح تھی ہی نہیں۔“ ① اپنی شہادت کے وقت دعائنگتی ہیں کہ اے اللہ جنت میں اپنے قریب کی جگہ مجھے عنایت فرما اس دعا کی باریکی پر بھی نگاہ ڈالے کہ پہلے اللہ کا پڑوس مانگا جا رہا ہے پھر گھر کی درخواست کی جا رہی ہے۔ اس واقعہ کے بیان میں مرفوع حدیث بھی وارد ہوئی ہے۔ پھر دعا کرتی ہیں کہ ”مجھے فرعون اور اس کے عمل سے نجات دے میں اس کی کفریہ حرکتوں سے بیزار ہوں مجھے اس ظالم قوم سے عافیت میں رکھ۔“

ان بیوی صاحبہ کا نام آسیہ بنت مزاحم رضی اللہ عنہا تھا۔ ان کے ایمان لانے کا واقعہ ابوالعالیہ رحمۃ اللہ علیہ اس طرح بیان فرماتے ہیں کہ فرعون کے داروغہ کی عورت کا ایمان ان کے ایمان کا باعث بنا، وہ ایک روز فرعون کی لڑکی کا سر گوندھ رہی تھیں، اچانک کنگھی ہاتھ سے گر گئی اور ان کے منہ سے نکل گیا کہ کفار برباد ہوں۔ اس پر فرعون کی لڑکی نے کہا کہ کیا میرے باپ کے سوا تو کسی اور کو اپنا رب مانتی ہے؟ اس نے کہا میرا اور تیرے باپ کا اور ہر چیز کا رب اللہ تعالیٰ ہے۔ اس نے غصہ میں آ کر انہیں خوب مارا پچھا اور اپنے باپ کو اس کی خبر کر دی، فرعون نے انہیں بلا کر خود پوچھا کہ کیا تم میرے سوا کسی اور کی عبادت کرتی ہو؟ جواب دیا کہ ہاں میرا اور تیرا اور تمام مخلوق کا رب اللہ ہے میں اسی کی عبادت کرتی ہوں۔ فرعون نے حکم دیا اور انہیں چت لٹا کر ان کے ہاتھ پیروں پر میخیں گڑوا دیں اور سانپ چھوڑ دیے جو انہیں کاٹنے رہیں۔ پھر ایک دن آیا اور کہا اب بھی تیرے خیالات درست ہوئے؟ وہاں سے جواب ملا کہ میرا اور تیرا اور تمام مخلوق کا رب اللہ ہی ہے۔ فرعون نے کہا اب تیرے سامنے میں تیرے لڑکے کو ٹکڑے ٹکڑے کر دوں گا ورنہ اب بھی میرا کہا مان لے اور اس دین سے باز آ جا انہوں نے جواب دیا کہ جو کچھ تو کر سکتا ہے کر ڈال، اس ظالم نے ان کے لڑکے کو پکڑا و منگوایا۔ اور ان کے سامنے اسے مار ڈالا جب اس بچے کی روح نکلی تو اس نے کہا اے ماں خوش ہو جا تیرے لیے اللہ تعالیٰ نے بڑے بڑے ثواب تیار کر رکھے ہیں اور فلاں فلاں نعمتیں تجھے ملیں گی۔ انہوں نے اس روح فرسا سانپ کو چشم خود دیکھا، لیکن صبر کیا اور راضی بہ قضا ہو کر بیٹھ رہیں۔ فرعون نے پھر انہیں اسی طرح باندھ کر ڈال دیا اور سانپ چھوڑ دیے۔ پھر ایک دن آیا اور اپنی بات دہرائی، بیوی صاحبہ نے پھر نہایت صبر و استقلال سے وہی جواب دیا، اس نے پھر وہی دھمکی دی اور ان کے دوسرے بچے کو بھی ان کے سامنے ہی قتل کر دیا، اس کی روح نے اسی طرح اپنی والدہ کو خوشخبری دی اور صبر کی تلقین کی فرعون کی اس بیوی نے بڑے بچے کی روح کی خوشخبری سنی تھی۔ اب اس چھوٹے بچے کی بھی خوشخبری سنی اور ایمان لے آئیں۔ ادھر ان بیوی صاحبہ کی روح اللہ تعالیٰ نے قبض کر لی اور ان کی منزل اور مرتبہ جو اللہ کے ہاں تھا وہ حجاب ہٹا کر فرعون کی بیوی کو دکھا دیا گیا، یہ اپنے ایمان اور یقین میں بہت بڑھ گئیں یہاں تک کہ فرعون کو بھی ان کے ایمان کی خبر ہو گئی، اس نے ایک روز اپنے درباریوں سے کہا تمہیں کچھ میری بیوی کی خبر ہے؟ تم اسے کیا جانتے ہو۔ سب نے بڑی تعریف کی اور ان کی بھلائیاں بیان کیں۔ فرعون نے کہا تمہیں نہیں معلوم؟ وہ میرے سوا اور دوسرے کو اللہ مانتی ہے پھر مشورہ ہوا کہ انہیں قتل کر دیا جائے چنانچہ میخیں گاڑی گئیں اور ان کے ہاتھ پاؤں باندھ کر ڈال دیا گیا۔ اس وقت حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا نے اپنے رب سے دعا کی کہ پروردگار میرے لیے اپنے پاس جنت میں مکان بنا، اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور حجاب ہٹا کر انہیں ان کا جنتی درجہ دکھا دیا جس پر یہ ہنسنے لگیں، ٹھیک اسی وقت فرعون آ گیا اور انہیں ہستا ہوا دیکھ کر کہنے لگا لوگو! تمہیں تعجب نہیں معلوم ہوتا؟ کہ اتنی سخت سزا میں یہ مبتلا ہے اور پھر ہنس رہی ہے یقیناً اس کا دماغ ٹھکانے نہیں، الغرض انہی عذابوں میں یہ شہید ہوئیں۔ ② پھر دوسری

① الطبری، ۲۳/ ۵۰۰ وسندہ ضعیف لان القاسم بن ابی بزة لم يذكر سندہ۔

② وسندہ ضعیف، رواہ ابی جعفر الرازی عن الربیع بن انس ضعیف۔

مثال حضرت مریم بنت عمران علیہا السلام کی بیان کی جاتی ہے کہ وہ نہایت پاک دامن تھیں ہم نے اپنے فرشتے جبرئیل علیہ السلام کی معرفت ان میں روح پھونکی۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام کو انسانی صورت میں اللہ تعالیٰ نے بھیجا تھا اور حکم دیا تھا کہ وہ اپنے منہ سے ان کے گریبان میں پھونک مار دیں، اسی سے حمل رہ گیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے۔ پس فرمان ہے کہ ہم نے اس میں اپنی روح پھونکی۔

پھر حضرت مریم علیہا السلام کی اور تعریف ہو رہی ہے کہ وہ اپنے رب کی تقدیر اور شریعت کو سچ ماننے والی تھیں اور پوری فرماں بردار تھیں۔ مسند احمد میں ہے کہ ”آنحضرت ﷺ نے زمین پر چار لکیریں کھینچیں اور صحابہ رضی اللہ عنہم سے دریافت کیا جانتے ہو کہ یہ کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ہی کو پورا علم ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا سنو! تمام جنتی عورتوں میں سے افضل خدیجہ بنت خویلد اور فاطمہ بنت محمد اور مریم بنت عمران اور آسیہ بنت مزاحم رضی اللہ عنہن ہیں جو فرعون کی بیوی تھیں۔“ ① صحیح بخاری و صحیح مسلم میں ہے کہ ”رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مردوں میں تو صاحب کمال بہت سارے ہوئے ہیں لیکن عورتوں میں سے کامل عورتیں صرف حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا ہیں جو فرعون کی بیوی تھیں اور حضرت مریم بنت عمران علیہا السلام اور حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا ہیں اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت عورتوں پر ایسی ہی ہے جیسے سالن میں چوری ہوئی روٹی کی فضیلت باقی کھانوں پر۔“ ② ہم اپنی کتاب البدایہ والنہایہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قصہ کے بیان کے موقع پر اس حدیث کی سندیں اور الفاظ بیان کر چکے ہیں، فالحمد للہ اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اسی سورت کے آیت کے الفاظ ﴿فَبَيَّنْتُ وَابْتِغَارًا﴾ کی تفسیر کے موقع پر وہ حدیث بھی ہم بیان کر چکے ہیں جس میں ہے کہ آنحضرت ﷺ کی جنتی بیویوں میں ایک حضرت آسیہ بنت مزاحم علیہا السلام بھی ہیں۔

الْحَمْدُ لِلَّهِ سورہ تحریم کی تفسیر ختم ہوئی۔ اور اس کے ساتھ ہی اٹھائیسواں پارہ تمام ہوا۔



① احمد، ۱/۲۹۳ ح ۲۶۶۸۷ و مسند صحیح؛ مسند ابی یعلیٰ، ۲۷۲۲؛ حاکم، ۳/۱۸۵۔ ② صحیح بخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی، باب فضل عائشہ رضی اللہ عنہا، ۳۷۶۹؛ صحیح مسلم، باب ذکر خدیجہ رضی اللہ عنہا، ۲۴۳۱۔

فہرست

صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر	مضمون
403	نظر بد کا علاج اور بد شکوئی کی مذمت	381	تفسیر سورہ ملک
403	چند مفید عملیات	381	سورہ ملک کی فضیلت اور فوائد
406	تفسیر سورہ حاقہ	383	موت و حیات کا خالق اللہ ہے
406	حاقہ قیامت کا نام ہے	384	آیات الہی کو جھٹلانے والوں کا بُرا انجام
406	عاد و ثمود کے عذاب کا تذکرہ	385	اللہ تعالیٰ سے غائبانہ ڈرنے کی فضیلت
407	فرعونوں اور گزشتہ اقوام کی بربادی	386	اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے
409	صور پھونکنے جانے کا وقت	386	اللہ کے عذاب سے بے خوف نہیں ہونا چاہئے
409	عرش اٹھانے والے فرشتوں کا ذکر	388	باطل عقیدہ کی تردید
410	جن کو نامہ اعمال دائیں ہاتھ میں ملے گا	389	پیغمبر کا کام آگاہ کر دینا ہے
412	وہ جن کو نامہ اعمال بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا	389	کافروں کو عذاب الیم سے کون بچائے گا
413	اللہ پر ایمان اور مسکین کو کھانا کھلانا	389	پانی اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے
414	قرآن کلام الہی ہے	391	تفسیر سورہ قلم
415	رسول اللہ ﷺ کو قرآن میں کی بیشی کا احتیاج نہیں	391	نون کا مفہوم
415	قرآن نصیحت ہے	392	قلم کا ذکر
416	تفسیر سورہ معارج	393	اخلاق نبوی ﷺ کے چند واقعات
416	معارج کا مفہوم	395	بُرے اخلاق کی تفصیلی مذمت
417	پچاس ہزار سال کا روز قیامت	396	زہیم کا مفہوم
419	قیامت کی ہولناکیاں	398	باغ والوں کا تفصیلی واقعہ
421	بے صبری انسانی عادت	399	نیک اور گنہگار برابر نہ ہوں گے
422	مالوں میں غریب کا حصہ	400	محرم روز قیامت سجدہ نہ کر پائے گا
423	کافروں کی جنت میں جانے کی خواہش	401	سرکش نظریں نہ اٹھاسکیں گے
424	مشرق اور مغرب کا رب	402	حضرت یونس علیہ السلام کا واقعہ

صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر	مضمون
455	صور پھونکا جانا	424	جھٹلانے والوں کی روز قیامت پیشی
456	ولید بن مغیرہ کی مذمت	426	تفسیر سورہ نوح
458	جہنم اور جنت کا تذکرہ	426	حضرت نوح علیہ السلام کی تبلیغ
459	جہنم کے داروگوں کا ذکر	427	حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کی ہٹ دھرمی
460	فرشتوں کی کثرت کا ذکر	430	قوم نوح کی روش اور قوم نوح کے بتوں کا ذکر
463	ہر کوئی اپنے اعمال کا جواب دہ ہوگا	430	شرک کا سبب اندھی عقیدت ہے
465	تفسیر سورہ قیامہ	432	حضرت نوح علیہ السلام کی بددعا اور عذاب
465	اللہ تعالیٰ قسم اٹھاتے ہیں	434	تفسیر سورہ جن
466	نفس لوامہ کی قسم	434	جنوں نے بھی قرآن سنا
466	توبہ کی امید پر گناہ	436	جنوں پر پابندی
467	آنحضرت ﷺ کا قرآن پڑھنا اور یاد کرنا	438	شیطانوں میں ہلچل
471	عالم نزع کا ذکر	438	جنات کا اعتقاد اور عملی حالت
474	تفسیر سورہ دھر	439	صرف اللہ تعالیٰ کو پکارو
474	تعارف سورہ دھر	441	کیا آنحضرت ﷺ غائب جانتے تھے؟
474	انسان کی پیدائش سے پہلے کی حالت	443	تفسیر سورہ مزمل
476	نیکیوں کی جزا	443	سورت کا شان نزول
479	جنتیوں پر انعامات کی بارش	443	پیغمبر ﷺ کو نماز تہجد کا حکم
482	قرآن کا نزول بتدریج ہوا	445	تہجد کے فوائد
484	تفسیر سورہ مرسلات	449	مکروں کے لئے عذاب اور کفار کی گرفت
484	تعارف سورت	451	فاتحہ خلف الامام کا مسئلہ
485	قیامت قریب ہے	452	فی سبیل اللہ خرچ کرو
486	گنہگاروں کا انجام ہلاکت ہے	453	تفسیر سورہ مدثر
487	جہنم کا ذکر	453	قرآن کی دوسری وحی
489	جنت اور جنتیوں کا ذکر	454	سورہ مدثر کا شان نزول

تفسیر سورۃ ملک

سورۃ ملک کی فضیلت اور فوائد: مسند احمد میں یہ روایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قرآن کریم میں تیس آیتوں کی ایک سورت ہے جو اپنے پڑھنے والوں کی سفارش کرتی رہے گی یہاں تک کہ اسے بخش دیا جائے وہ سورت ﴿تَبَارَكَ الَّذِي بِيَدِهِ الْمُلْكُ﴾ ہے۔“ ابوداؤد نسائی، ترمذی اور ابن ماجہ میں بھی یہ حدیث ہے۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اسے حسن کہتے ہیں۔ ①

تاریخ ابن عساکر میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم سے پہلے کا ایک شخص مر گیا جس کے ساتھ کتاب اللہ میں سوائے سورۃ ﴿تَبَارَكَ الَّذِي بِيَدِهِ الْمُلْكُ﴾ کے اور کوئی چیز نہ تھی۔ جب اسے دفن کیا گیا اور فرشتہ اس کے پاس آیا تو یہ سورت اس کے سامنے کھڑی ہو گئی۔ فرشتے نے کہا: تو کتاب اللہ ہے میں تجھے ناراض کرنا نہیں چاہتا۔ تجھے معلوم ہے کہ تیرے یا اپنے یا اس میت کے کسی نفع نقصان کا مجھے اختیار نہیں۔ اگر تو یہی چاہتا ہے تو تو اللہ تعالیٰ کے پاس جا کر اس کی سفارش کر۔ چنانچہ یہ سورت اللہ عزوجل کے پاس جائے گی اور کہے گی: اے اللہ! تیری کتاب میں سے مجھے فلاں شخص نے سیکھا پڑھا اب کیا تو اسے آگ میں جلانے گا؟ کیا باوجودیکہ میں اس کے سینے میں محفوظ ہوں تو اسے عذاب کرے گا؟ اگر یہی کرنا ہے تو مجھے اپنی کتاب میں سے مٹا ڈال۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو اس وقت سخت غضبناک ہے۔ یہ کہے گی: مجھے حق ہے کہ میں اپنی ناراضی ظاہر کروں۔ پس جناب باری تعالیٰ کا ارشاد ہوگا کہ جا میں نے اسے تجھے دیا اور تیری سفارش قبول کر لی۔ اب یہ سورت اس کے پاس آئے گی اور عذاب کے فرشتے کو ہٹا دے گی اور اس کے منہ سے اپنا منہ ملا کر کہے گی اس منہ کو مر حبا ہو یہی میری تلاوت کیا کرتا تھا۔ اس سینے کو صد شاہاں ہو اس نے مجھے یاد کر رکھا تھا۔ ان دونوں قدموں کو مبارک باد ہو یہی کھڑے ہو کر راتوں کو میری قرأت کے ساتھ قیام کیا کرتے تھے اور یہ سورت قبر میں اس کی مونہ اور غم خوار بن جائے گی اور کوئی ڈر و ہشت اسے نہیں پہنچے دے گی۔“ اس حدیث کے سنتے ہی تمام چھوٹے بڑے آزاد اور غلام نے اسے سیکھ لیا۔ اس کا نام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ((مُنْبِجِہ)) رکھا یعنی نجات دلوانے والی سورت۔ ② لیکن یہ یاد رہے کہ یہ حدیث بہت ہی منکر ہے اس کے راوی فرات بن سائب کو امام احمد، امام یحییٰ بن معین، امام بخاری، امام ابو حاتم، امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ ضعیف کہتے ہیں۔

اور دوسری سند سے مروی ہے کہ یہ قول امام زہری رحمۃ اللہ علیہ کا ہے مرفوع حدیث نہیں۔ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب ”اثبات عذاب القبر“ میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث مرفوع بھی بیان کی ہے اور موقوف بھی اس میں بھی جو مضمون ہے وہ اس کی شہادت میں کام دے سکتا ہے۔ ہم نے اسے احکام کبریٰ کی کتاب البیان میں بیان کیا ہے واللہ الحمد۔ طبرانی وغیرہ میں ہے کہ ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں قرآن کریم کی ایک سورت ہے جس نے اپنے پڑھنے والے کی طرف سے اللہ تعالیٰ سے لڑ جھگڑ کر اسے جنت میں داخل کرایا وہ سورۃ ﴿تَبَارَكَ الَّذِي بِيَدِهِ الْمُلْكُ﴾ ہے۔“ ترمذی میں ہے کہ ”کسی صحابی رضی اللہ عنہ نے جنگل میں ایک ڈیرا لگایا جہاں ایک قبر بھی تھی =

① ابوداؤد، کتاب شہر رمضان، باب فی عدد الآی، ۱۴۰۰ و سندہ حسن، ترمذی، ۲۸۹۱؛ ابن ماجہ، ۳۷۸۶؛ السنن الکبریٰ، ۷۱۰؛ احمد، ۳۲۱۔ ② اس کی سند میں فرات بن السائب متروک الحدیث ہے (المیزان ۳/ ۳۴۱، رقم: ۶۶۸۹) لہذا یہ روایت سخت ضعیف ہے جیسا کہ امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

تَبَارَكَ الَّذِي بِيَدِهِ الْمُلْكُ ۚ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝^[۱] الَّذِي خَلَقَ الْمَوْتَ
وَالْحَيَاةَ لِيُبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا ۖ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْغَفُورُ ۝^[۲] الَّذِي خَلَقَ
سَبْعَ سَمَاوَاتٍ طِبَاقًا ۖ مَا تَرَى فِي خَلْقِ الرَّحْمَنِ مِنْ تَفَوُّتٍ ۖ فَارْجِعِ الْبَصَرَ
هَلْ تَرَى مِنْ فُطُورٍ ۝^[۳] ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ يَنْتَلِبْ إِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا
وَهُوَ حَسِيرٌ ۝^[۴] وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَاءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيحٍ وَجَعَلْنَاهَا رُجُومًا
لِلشَّيْطَانِ ۖ وَاعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابَ السَّعِيرِ ۝^[۵]

ترجمہ: اللہ تعالیٰ بخشش کرنے والے مہربان کے نام سے شروع۔

بہت بابرکت ہے وہ اللہ تعالیٰ جس کے ہاتھ بادشاہی ہے اور جو ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔ [۱] جس نے موت اور حیات کو اس لئے پیدا کیا کہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے ایسے کام کون کرتا ہے جو غالب اور بخشے والا ہے۔ [۲] جس نے ساتوں آسمانوں کو اوپر تلے پیدا کیا تو اسے دیکھنے والے اللہ تعالیٰ جس کی پیدائش میں کوئی بے ضابطگی نہ دیکھے گا دوبارہ نظرس ڈال کر دیکھ لے کیا کوئی شکاف بھی نظر آ رہا ہے؟ [۳] پھر دوہرا کر دو بار دیکھ لے تیری نگاہ تیری طرف ذلیل و عاجز ہو کر تھکی ہوئی لوٹ آئے گی۔ [۴] بے شک ہم نے آسمان دنیا کو چراغوں سے زینت والا بنا دیا اور انہیں شیطانوں کے مارنے کا ذریعہ بنا دیا اور شیطانوں کے لئے ہم نے دوزخ کا جلانے والا عذاب تیار کر دیا۔ [۵]

= لیکن اسے علم نہ تھا اس نے سنا کہ کوئی شخص سورہ ملک پڑھ رہا ہے اور اس نے اسے پوری پڑھی۔ اس نے نبی اکرم ﷺ سے سارا واقعہ بیان کیا تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا یہ سورت روکنے والی ہے یہ سورت نجات دلوانے والی ہے جو عذاب قبر سے نجات دلواتی ہے۔ ① یہ حدیث غریب ہے۔

ترمذی کی دوسری روایت میں ہے کہ ”رسول اللہ ﷺ سونے سے پہلے سورہ ﴿الْقَمَرِ﴾ اور سورہ ﴿تَنْزِيلِ﴾ اور سورہ ﴿تَبَارَكَ الَّذِي﴾ ضرور پڑھ لیا کرتے تھے۔“ ② حضرت طاؤس رضی اللہ عنہ کی روایت سے ہے کہ ”یہ دونوں سورتیں قرآن کی اور سورتوں پر ستر نیکیاں فضیلت رکھتی ہے۔“ ③ طبرانی میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں ”میری دلی منشا ہے کہ یہ سورت میری امت میں سے ہر ایک کے دل میں رہے“ یعنی سورہ ملک۔ ④ یہ حدیث بھی غریب ہے اور اس کے راوی ابراہیم ضعیف ہیں۔ اور اسی جیسی روایت سورہ

① ترمذی، کتاب فضائل القرآن، باب ما جاء فی فضل سورة الملك، ۲۸۹۰ وسندہ ضعیف یحییٰ بن عمرو بن مالک راوی ضعیف ہے۔
دلائل النبوة للبيهقي، ۴۱/۷۔ ② ترمذی، کتاب فضائل القرآن، باب ما جاء فی فضل سورة الملك، ۲۸۹۲ وسندہ ضعیف، ابوزید بن اسلم راوی ہے اور سماع کی صراحت نہیں ہے۔ ③ وسندہ ضعیف، لیث بن ابی سلیم ضعیف مشہور۔

④ حاکم، ۵۶۵/۱ ح ۲۰۷۶ وسندہ ضعیف، حفص بن عمر بن میمون العدنی ضعیف کما فی التقریب (۱۴۲۰) المعجم الکبیر، ۱۱۶۱۶/۱ مجمع الزوائد، ۱۲۷/۷۔

یہیں کی تفسیر میں گزر چکی ہے۔ مسند عبد بن حمید میں ذرا تفصیل کے ساتھ بیان ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ایک شخص سے فرمایا کہ ”آ میں تجھے ایسا متحد دوں کہ تو خوش ہو جائے“ ﴿تَبَارَكَ الَّذِي﴾ پڑھا کر اور اسے اپنے اہل و عیال کو اولاد کو گھر کے بچوں کو اور پڑوسیوں کو سکھا۔ یہ سورت نجات دلوانے والی اور شفاعت کرنے والی ہے قیامت کے دن اپنے پڑھنے والے کی طرف سے اللہ تعالیٰ سے سفارش کرے گی اور اسے عذاب آگ سے بچالے گی اور عذاب قبر سے بھی۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ میں تو چاہتا ہوں کہ میرے ایک ایک امتی کے دل میں یہ ہو۔“ ①

موت و حیات کا خالق اللہ ہے: [آیت ۱: ۵۱] اللہ تعالیٰ اپنی تعریف بیان فرما رہا ہے اور خبر دے رہا ہے کہ تمام مخلوق پر اسی کا قبضہ ہے جو چاہے کرے کوئی اس کے حکموں کو ٹال نہیں سکتا۔ اس کے غلبہ اور حکمت اور عدل کی وجہ سے اس سے کوئی باز پرس بھی نہیں کر سکتا۔ وہ تمام چیزوں پر قدرت رکھنے والا ہے۔ پھر اپنا موت و حیات کا پیدا کرنا بیان فرما رہا ہے۔ اس آیت سے ان لوگوں کے لئے استدلال کیا ہے جو کہتے ہیں کہ موت ایک وجودی امر ہے کیونکہ وہ بھی پیدا کر دہ شدہ ہے۔ آیت کا مطلب یہ ہے کہ تمام مخلوق کو عدم سے وجود میں لایا تاکہ اچھے اعمال والوں کا امتحان ہو جائے جیسے اور جگہ ہے ﴿كَيْفَ تَكْفُرُونَ بِاللَّهِ وَكُنْتُمْ أََمْوَاتًا فَأَحْيَاكُمْ﴾ ② تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کیوں کفر کرتے ہو؟ تم تو مردہ تھے پھر اس نے تمہیں زندہ کر دیا۔ پس پہلے حال یعنی عدم کو یہاں بھی موت کہا گیا اور اس پیداؤں کو حیات کہا گیا۔ اسی لئے اس کے بعد ارشاد ہوتا ہے ﴿فَمُيْمِتْكُمْ فَمُيْمِتْكُمْ﴾ ③ وہ پھر تمہیں مار ڈالے گا اور پھر زندہ کر دے گا۔

ابن ابی حاتم میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ ”بنی آدم موت کی ذلت میں تھے دنیا کو اللہ تعالیٰ نے حیات کا گھر بنا دیا پھر موت کا اور آخرت کو جزا کا پھر بقا کا۔“ ④ لیکن یہی روایت اور جگہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کا اپنا قول ہونا بیان کی گئی ہے۔ آزمائش اس امر کی ہے کہ تم میں سے اچھے عمل والا کون ہے؟ اکثر عمل والا نہیں بلکہ بہتر عمل والا۔ وہ باوجود غالب اور بلند جناب ہونے کے پھر عاصیوں اور سرتاب لوگوں کے لئے جب وہ رجوع کریں اور توبہ کریں معاف کرنے اور بخشنے والا بھی ہے۔ جس نے سات آسمان اوپر تلے پیدا کئے ایک پر ایک۔ گو بعض لوگوں نے یہ بھی کہا ہے کہ ایک پر ایک ملا ہوا ہے، لیکن دوسرا قول یہ ہے کہ درمیان میں جگہ ہے اور ایک دوسرے کے اوپر فاصلے سے ہے۔ زیادہ صحیح یہی قول ہے اور حدیث معراج وغیرہ سے بھی یہی بات ثابت ہوتی ہے۔ پیداؤں پروردگار میں تو کوئی کمی و عیب نہ پائے گا، بلکہ تو دیکھے گا کہ وہ برابر ہے نہ ہیر پھیر ہے نہ مخالفت اور بے ربطی ہے نہ کمی اور عیب اور خلل ہے۔ اپنی نظر آسمان کی طرف ڈال اور غور سے دیکھ کہ کہیں کوئی عیب، ٹوٹ پھوٹ، جوڑ توڑ، شکاف و سوراخ دکھائی دیتا ہے؟ پھر بھی اگر شک رہے تو دو دفعہ دیکھ لے کوئی کمی نظر نہ آئے گی، گو تو نے خوب نظریں جما کر ٹٹول کر دیکھا ہو پھر بھی ناممکن ہے کہ تجھے کوئی شکست و ریخت نظر آئے۔ تیری نگاہیں تھک کر اور نا کام ہو کر نیچی ہو جائیں گی۔ کمی کی نفی کر کے اب کمال کا اثبات ہو رہا ہے تو فرمایا آسمان دنیا کو ہم نے ان قدر ترقی چروغوں سے ستاروں سے بارونق بنا رکھا ہے جن میں بعض چلنے پھرنے والے ہیں اور بعض ایک جاکھڑے رہنے والے ہیں۔ پھر ان کا ایک اور فائدہ بیان ہو رہا ہے یہ کہ ان سے شیطانوں کو مارا جاتا ہے، ان میں سے شعلے نکل کر ان پر گرتے ہیں یہ نہیں کہ خود ستارہ ان پر ٹوٹے۔ وَاللَّهُ أَعْلَمُ۔

① المتخب لعبد بن حمید، ۶۰۱ وسندہ ضعیف، ابراہیم بن حکم بن ابان ضعیف۔

② البقرة: ۲۸۔ ③ البقرة: ۲۸۔

④ ابن ابی حاتم وسندہ ضعیف، خلیل بن دعلج ضعیف والسند مرسل۔

وَالَّذِينَ كَفَرُوا بِرَبِّهِمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَبُئْسَ الْمَصِيرُ ۝ إِذَا أُلْقُوا فِيهَا سَمِعُوا لَهَا شَهِيقًا وَهِيَ تَفُورُ ۝ تَكَادُ تَمَيَّزُ مِنَ الْغَيْظِ ۝ كُلَّمَا أُلْقِيَ فِيهَا فَوْجٌ سَأَلَهُمْ خَزَنَتُهَا أَلَمْ يَأْتِكُمْ نَذِيرٌ ۝ قَالُوا بَلَىٰ قَدْ جَاءَنَا نَذِيرٌ ۝ فَكَذَّبْنَا وَقُلْنَا مَا نَزَّلَ اللَّهُ مِنْ شَيْءٍ ۚ إِنْ أَنْتُمْ إِلَّا فِي ضَلَالٍ كَبِيرٍ ۝ وَقَالُوا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ أَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِي أَصْحَابِ السَّعِيرِ ۝ فَأَعْرَفُوا بِذَنبِهِمْ ۚ فَسُحْقًا لِأَصْحَابِ السَّعِيرِ ۝

ترجمہ: اپنے رب کے ساتھ کفر کرنے والوں کے لئے جہنم کا عذاب ہے جو بری جگہ ہے۔ [۶] جب اس میں یہ ڈالے جائیں گے تو اس کی بڑے زور کی آواز سیں گے اور وہ جوش مار رہی ہوگی۔ [۷] معلوم ہوگا کہ ابھی غصے کے مارے پھٹ جائے گی جب کبھی اس میں کوئی گروہ ڈالا جائے گا اس سے جہنم کے داروغہ پوچھیں گے کہ کیا تمہارے پاس ڈرانے والا کوئی نہیں آیا تھا؟ [۸] وہ جواب دیں گے کہ بے شک آیا تو تھا لیکن ہم نے اسے جھٹلایا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ نے کچھ بھی نازل نہیں فرمایا۔ تم بہت بڑی گمراہی میں ہو۔ [۹] اور کہیں گے کہ اگر ہم سنتے ہوتے یا عقل رکھتے ہوتے تو دوزخیوں میں (شریک) نہ ہوتے۔ [۱۰] انہوں نے اپنے جرم کا اقبال کر لیا۔ اب یہ دوزخی دفع ہوں اور دور ہوں۔ [۱۱]

شیطان کی دنیا میں یہ رسوائی تو دیکھتے ہی ہو آخرت میں بھی ان کے لئے جلانے اور جھلسانے والا عذاب ہے جیسے سورہ صافات کے شروع میں ہے کہ ہم نے آسمان دنیا کو ستاروں سے زینت دی ہے اور سرکش شیطانوں کی حفاظت انہیں کر دی ہے وہ بلند و بالا فرشتوں کی باتیں سن نہیں سکتے اور چوکھی مار سے ہانک دیئے جاتے ہیں اور ان کے لئے دائمی عذاب ہے اگر کوئی ان میں سے ایک آدھ بات اچک لے کر بھاگتا ہے تو اس کے پیچھے چمکدار تیز شعلہ لپکتا ہے۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ”ستارے تین فائدوں کے لئے پیدا کئے گئے ہیں آسمان کی زینت، شیطانوں کی مار اور راہ پانے کے نشانات۔ جس شخص نے اس کے سوا اور بات تلاش کی اس نے رائے کی پیروی کی اور اپنا صحیح حصہ کھو دیا اور باوجود علم نہ ہونے کے تکلف کیا۔“ (ابن جریر ابن ابی حاتم)

آیات الہی کو جھٹلانے والوں کا بُرا انجام: [آیت: ۶-۱۱] اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے جو بھی اس کے ساتھ کفر کرے وہ جہنمی ہے اس کا انجام اور جگہ بد سے بد ہے۔ یہ بلند اور مکروہ گدھے کی سی آوازیں مارنے والی اور جوش مارنے والی جہنم ہے جو ان پر جل بھن رہی ہے۔ اور جوش اور غضب سے اس طرح کچ کچا رہی ہے کہ گویا ابھی ٹوٹ پھوٹ جائے گی۔ ان دوزخیوں کو زیادہ ذلیل کرنے اور آخری حجت قائم کرنے اور اقبالی مجرم بنانے کے لئے داروغہ جہنم ان سے پوچھتے ہیں کہ بد نصیبو! کیا اللہ تعالیٰ کے رسولوں نے تمہیں اس سے ڈرایا نہ تھا؟ تو یہ ہائے وائے کرتے ہوئے اپنی جانوں کو پیٹتے ہوئے جواب دیتے ہیں کہ آئے تو تھے لیکن وائے بد نصیبی کہ ہم نے انہیں جھوٹا جانا اور اللہ تعالیٰ کی کتاب کو بھی نہ مانا اور پیغمبروں کو بے راہ بتایا۔ اب عدل اللہ تعالیٰ صاف ثابت ہو چکا ہے اور فرمان باری پورا اترتا ہے جو اس نے فرمایا ﴿وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتَّىٰ نَبْعَثَ رَسُولًا﴾ ۵ ﴿۲﴾ ”ہم جب تک رسول نہ بھیجیں عذاب نہیں دیتے“ (اس آیت میں دنیاوی عذاب کی طرف اشارہ ہے آخرت کے عذاب کی طرف نہیں)

إِنَّ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُم بِالْغَيْبِ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ كَبِيرٌ ۝ وَأَسِرُوا قَوْلَكُمْ وَأَجْهَرُوا
بِهِ ۖ إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ۖ أَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ ۖ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ ۖ هُوَ الَّذِي
جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ ذُلُولًا فَامْشُوا فِي مَنَاكِبِهَا وَكُلُوا مِن رِّزْقِهِ ۖ وَإِلَيْهِ النُّشُورُ ۝

ترجمہ: بے شک جو لوگ اپنے پروردگار سے غائبانہ طور پر ڈرتے رہتے ہیں ان کے لئے بخشش ہے اور بڑا ثواب۔ [۱۲] تم اپنی باتوں کو چھپاؤ یا ظاہر کر دو وہ تو سینوں کی پوشیدگیوں کو بھی بخوبی جانتا ہے۔ [۱۳] کیا وہ بھی بے علم ہو سکتا ہے جو خود خالق ہو؟ پھر باریک بین اور باخبر بھی ہو۔ [۱۴] وہ اللہ تعالیٰ جس نے تمہارے لئے زمین کو پست و مطیع کر دیا تاکہ تم اس کی راہوں میں چلتے پھرتے رہو اور اللہ تعالیٰ کی روزیاں کھاؤ پیاؤ اسی کی طرف تمہیں جی کرانٹھ کھڑا ہونا ہے۔ [۱۵]

اور جبکہ ارشاد ہے ﴿حَتَّىٰ إِذَا جَاءَ وَهًا﴾ ① جب جہنمی جہنم کے پاس پہنچ جائیں گے اور جہنم کے دروازے کھول دیئے جائیں گے اور داروغہ جہنم ان سے پوچھیں گے کہ کیا تمہارے پاس تم میں سے ہی رسول نہیں آئے تھے؟ جو تم پر تمہارے رب کی آیتیں پڑھتے تھے اور تمہیں اس دن کی ملاقات سے ڈراتے تھے تو کہیں گے کہ ہاں آئے تو تھے اور ڈرا بھی دیا تھا، لیکن کافروں پر کلمہ عذاب حق ہو گیا، اب اپنے آپ کو ملامت کریں گے اور کہیں گے کہ اگر ہمارے کان ہوتے اگر ہم میں عقل ہوتی تو دھوکے میں نہ پڑے رہتے، اپنے مالک و خالق کے ساتھ کفر نہ کرتے نہ رسولوں کو جھٹلاتے نہ ان کی تابعداری سے منہ موڑتے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا اب تو انہوں نے خود اپنے گناہوں کا اقرار کر لیا ان کے لئے لعنت ہو دوری ہو۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ ”لوگ جب دنیا میں اپنے آپ پر غور نہ کر لیں گے اور اپنی برائیوں کو آپ دیکھ نہ لیں گے ہلاک نہ ہوں گے۔“ ② (مسند احمد)

اور حدیث میں ہے کہ ”قیامت والے دن اس طرح حجت قائم کی جائے گی کہ خود انسان سمجھ لے گا کہ میں دوزخ میں جانے کے ہی قابل ہوں۔“ ③ (مسند احمد)

اللہ تعالیٰ سے غائبانہ ڈرنے کی فضیلت: [آیت ۱۲۰-۱۵] اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو خوش خبری دے رہا ہے جو اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرتے رہتے ہیں، گوتہائی میں ہوں، جہاں کسی کی نگاہیں ان پر نہ پڑ سکیں، تاہم خوف الہی سے کسی نافرمانی کے کام کو نہیں کرتے نہ اطاعت و عبادت سے جی جراتے ہیں، ان کے گناہ بھی وہ معاف فرمادے گا اور زبردست ثواب اور بہترین اجر عنایت فرمائے گا۔ جیسے بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ ”جن سات شخصوں کو جناب باری اپنے عرش کا سایہ اس دن دے گا جس دن اس کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا، ان میں سے ایک وہ ہے جسے کوئی مال و جمال والی عورت زنا کاری کی طرف بلائے اور وہ کہہ دے کہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں، اور اسے بھی جو اس طرح پوشیدگی سے صدقہ کرے کہ دائیں ہاتھ کے خرچ کی خبر بائیں ہاتھ کو بھی نہ لگے۔“ ④

مسند بزار میں ہے کہ ”صحابہ رضی اللہ عنہم نے ایک مرتبہ عرض کیا: یا رسول اللہ! ہمارے دلوں کی جو کیفیت آپ کے سامنے ہوتی ہے آپ کے بعد وہ نہیں رہتی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ بتاؤ رب کے ساتھ تمہارا کیا خیال رہتا ہے؟ جواب دیا کہ ظاہر =

① ۳۹/ الزمر: ۷۱۔ ② احمد، ۴/ ۲۶۰؛ ابو داؤد، کتاب الملاحم، باب الأمر والنہی، ۴۳۴۷؛ مسند صحیح؛ احمد، ۵/ ۲۹۳۔ ③ ہمیں یہ روایت نہیں ملی۔ ④ صحیح بخاری، کتاب الاذان، باب من جلس فی المسجد یتظر الصلاۃ، ۶۶۰؛ صحیح مسلم، ۱۰۳۱۔

ءَاْمِنْتُمْ مَّنْ فِي السَّمَاءِ اَنْ يَخْسِفَ بِكُمْ اَلْاَرْضَ فَاِذَا هِيَ تَمُورٌ ۝ اَمْ اَمِنْتُمْ مَّنْ فِي السَّمَاءِ اَنْ يُرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا ۖ فَسَتَعْلَمُوْنَ كَيْفَ نَذِيْرٌ ۝ وَلَقَدْ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرٌ ۝ اَوَلَمْ يَرَوْا اِلَى الطَّيْرِ فَوْقَهُمْ صَفًى وَيَقْبِضْنَ ۚ مَا يُمْسِكُهُنَّ اِلَّا الرَّحْمٰنُ ۚ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ بَصِيْرٌ ۝

ترجمہ: کیا تم اس بات سے بے خوف ہو گئے ہو کہ آسمانوں والا تمہیں زمین میں دھنسا دے اور اچانک زمین جنبش کرنے لگے۔ [۱۶] یا کیا تمہیں اس بات کا کھانا نہیں کہ آسمانوں والا تم پر پتھر برسا دے؟ پھر تو تمہیں معلوم ہی ہو جائے گا کہ میرا ڈرانا کیا تھا؟ [۱۷] ان سے پہلے کے لوگوں نے بھی جھٹلایا تھا تو دیکھو ان پر میرا عذاب کیسا کچھ ہوا؟ [۱۸] کیا یہ اپنے اوپر پرکھ لے ہوئے اور کبھی کبھی سمیٹے ہوئے اڑنے والے پرندوں کو نہیں دیکھتے؟ انہیں اللہ جلّ عنہ (ہوا و فضا میں) تھامے ہوئے ہے۔ بے شک ہر چیز اس کی نگاہ میں ہے۔ [۱۹]

== باطن اللہ تعالیٰ ہی کو رب مانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جاؤ پھر یہ نفاق نہیں۔ ① ==

اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے: پھر فرماتا ہے کہ تمہاری چھپی کھلی باتوں کا مجھے علم ہے دلوں کے خصلوں سے بھی آگاہ ہوں یہ ناممکن ہے کہ جو خالق ہو وہ عالم نہ ہو مخلوق سے خالق بے خبر ہو وہ تو بڑا باریک بین اور بے حد خبر رکھنے والا ہے۔ بعد ازاں اپنی نعمت کا اظہار کرتا ہے کہ زمین کو اس نے تمہارے لئے مسخر کر دیا وہ سکون کے ساتھ ٹھہری ہوئی ہے۔ بل جل کر تمہیں نقصان نہیں پہنچاتی۔ پہاڑوں کی میخیں اس میں گاڑ دی ہیں پانی کے چشمے اس میں جاری کر دیئے ہیں راستے اس میں مہیا کر دیئے ہیں۔ قسم قسم کے نفع اس میں رکھ دیئے ہیں پھل اور اناج اس میں سے نکل رہا ہے جس جگہ تم جانا چاہو جاسکتے ہو طرح طرح کی لمبی چوڑی سودمند تجارتیں کر رہے ہو تمہاری کوشش وہاں آ کر کرتا ہے اور تمہیں اپنی روزیاں ان اسباب سے دے رہا ہے۔ معلوم ہوا کہ اسباب حاصل کرنے کی کوشش تو کل کے خلاف نہیں۔ مسند احمد کی حدیث میں ہے کہ ”اگر تم اللہ تعالیٰ کی ذات پر پورا پورا بھروسہ کرو تو وہ تمہیں اس طرح روزیاں دے جس طرح پرندوں کو دے رہا ہے کہ اپنے گھونسلوں سے خالی پیٹ نکلتے ہیں اور آسودہ حال واپس جاتے ہیں“ ② پس ان کا صبح شام آنا جانا اور رزق کو تلاش کرنا بھی تو کل میں داخل سمجھا گیا کیوں کہ اسباب کا پیدا کرنے والا انہیں آسان کرنے والا وہی اللہ تعالیٰ واحد ہے اسی کی طرف قیامت کے دن لوٹنا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ تو منا کب سے مراد راستے کوئے اور ادھر ادھر کی جگہیں لیتے ہیں ③ اور قتادہ رحمہ اللہ وغیرہ سے مروی ہے کہ مراد پہاڑ ہیں۔ حضرت بشر بن کعب رحمہ اللہ نے اس آیت کی تلاوت کی اور اپنی لوٹری سے جس سے انہیں اولاد ہوئی تھی فرمایا کہ اگر منا کب کی صحیح تفسیر تم بتا دو تو تم آزاد ہو اس نے کہا مراد اس سے پہاڑ ہیں۔ آپ ﷺ نے حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے پوچھا جواب ملا کہ یہ تفسیر صحیح ہے۔

اللہ کے عذاب سے بے خوف نہیں ہونا چاہیے: [آیت: ۱۶-۱۹] ان آیتوں میں بھی اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے لطف و رحمت کا بیان ==

- ① مسند البزار، ۵۲، وسنده ضعيف فيه الحارث بن عبيد ابو قدامة الابدی وهو ضعيف ضعفه الجمهور، مسند ابی یعلیٰ، ۳۳۶۹؛ مجمع الزوائد، ۱/ ۳۴۔ ② ترمذی، کتاب الزهد، باب فی التوکل علی اللہ، ۲۳۴۴، وسنده حسن؛ ابن ماجہ، ۴۱۶۴؛ احمد، ۱/ ۳۰، ۵۲؛ ابن حبان، ۷۳۰۔ ③ الطبری، ۲۳/ ۵۱۲۔

أَمَّنْ هَذَا الَّذِي هُوَ جُنْدٌ لَّكُمْ يَنْصُرُكُمْ مِّنْ دُونِ الرَّحْمَنِ ۖ إِنَّ الْكَافِرُونَ
 إِلَّا فِي غُرُوبٍ ۚ أَمَّنْ هَذَا الَّذِي يَرْزُقُكُمْ إِنْ أَمْسَكَ رِزْقَهُ ۚ بَلْ لَّجَّوْا فِي عُتُوٍّ
 وَنُفُورٍ ۚ أَمَّنْ يَمِشُ مِكْبَاتًا عَلَىٰ وَجْهِهِ أَهْدَىٰ أَمَّنْ يَمِشُ سَوِيًّا عَلَىٰ
 صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ۚ قُلْ هُوَ الَّذِي أَنْشَأَكُمْ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ
 وَالْأَفْئِدَةَ ۖ قَلِيلًا مَّا تَشْكُرُونَ ۚ قُلْ هُوَ الَّذِي ذَرَأَكُمْ فِي الْأَرْضِ وَإِلَيْهِ
 تُحْشَرُونَ ۚ وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هَذَا الْوَعْدُ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۚ قُلْ إِنَّمَا الْعِلْمُ
 عِنْدَ اللَّهِ ۖ وَإِنَّمَا أَنَا نَذِيرٌ مُّبِينٌ ۚ فَلَمَّا رَأَوْهُ زُلْفَةً سَيِّئَتْ وُجُوهُ الَّذِينَ
 كَفَرُوا وَقِيلَ هَذَا الَّذِي كُنْتُمْ بِهِ تَدَّعُونَ ۚ

ترجمہ: سوائے اللہ تعالیٰ کے تمہارا وہ کون سا لشکر ہے جو تمہاری مدد کر سکے؟ کافر تو سر اسر دھوکے میں ہیں۔ [۲۰] اگر اللہ تعالیٰ اپنی روزی روک لے تو بتاؤ تو کون ہے جو پھر تمہیں روزیاں دے گا؟ بلکہ کافر تو سرکشی اور بدکنے پراز گئے ہیں۔ [۲۱] اچھا وہ شخص زیادہ ہدایت والا ہے جو اپنے منہ کے بل اندھا ہو کر چلے یا وہ جو سیدھا پیروں کے بل راہ راست پر چل رہا ہو؟ [۲۲] کہہ دے کہ وہی اللہ تعالیٰ ہے جس نے تمہیں پیدا کیا اور تمہارے کان آنکھیں اور دل بنائے ہیں تم بہت ہی کم شکرگزاری کرتے ہو۔ [۲۳] کہہ دے کہ وہی (اللہ) ہے جس نے تمہیں زمین میں پھیلا دیا اور اسی کی طرف تم اکٹھے کئے جاؤ گے۔ [۲۴] کافر پوچھتے ہیں کہ وہ وعدہ کب ظاہر ہوگا اگر تم سچے ہو تو بتاؤ۔ [۲۵] تو کہہ دے کہ اس کا علم تو اللہ تعالیٰ ہی کو ہے میں تو صرف کھلے طور پر آگاہ کروینے والا ہوں۔ [۲۶] جب یہ لوگ اس وعدے کو قریب تر پالیں گے اس وقت ان کافروں کے چہرے بگاڑ دیئے جائیں گے اور کہہ دیا جائے گا کہ یہی ہے جسے تم طلب کیا کرتے تھے۔ [۲۷]

= فرما رہا ہے کہ لوگوں کے کفر و شرک کی بنا پر وہ طرح طرح کے دنیوی عذابوں پر قادر ہے لیکن اس کا حکم و غنہ ہے کہ وہ عذاب نہیں کرتا۔ جیسے اور جگہ فرمایا ﴿وَلَوْ يَأْخُذُ اللَّهُ النَّاسَ بِمَا كَسَبُوا مَا تَرَكَ عَلَىٰ ظَهْرِهِا مِنْ ذَنْبَةٍ﴾ ① یعنی اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کو ان کی برائیوں پر پکڑ لیتا تو روئے زمین پر کسی کو باقی نہ چھوڑتا، لیکن وہ ایک مقررہ وقت تک انہیں مہلت دیتے ہوئے ہے۔ جب ان کا وہ وقت آجائے گا تو اللہ تعالیٰ ان مجرم بندوں سے آپ سمجھ لے گا۔ یہاں بھی فرمایا کہ زمین ادھر ادھر ہو جاتی اور ہلنے اور کاٹنے لگ جاتی اور یہ سارے کے سارے اس میں دھنسا دیئے جاتے۔ یا ان پر ایسی آندھی بھیج دی جاتی جس میں پتھر ہوتے اور ان کے دماغ توڑ دیئے جاتے۔

جیسے اور جگہ ہے ﴿أَفَأَمِنْتُمْ أَنْ يُخْصِفَ بِكُمْ جَانِبَ الْبَرِّ﴾ ② یعنی کیا تم نڈر ہو گئے ہو کہ زمین کے کسی کنارے میں تم

دھنس جاؤ، یا تم پر وہ پتھر برسائے اور کوئی نہ ہو جو تمہاری وکالت کر سکے۔ یہاں بھی فرمان ہے کہ اس وقت تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ میری دھمکیوں کو اور ڈرانے کو نہ ماننے کا انجام کیا ہوتا ہے؟ تم آپ دیکھ لو کہ پہلے لوگوں نے بھی نہ مانا اور انکار کر کے میری باتوں کی تکذیب کی تو ان کا کس قدر برا اور عبرت ناک انجام ہوا۔ تم میری قدرتوں کا روزمرہ کا یہ مشاہدہ کیا نہیں دیکھ رہے ہو کہ پرندے تمہارے سروں پر اڑتے پھرتے ہیں کبھی دونوں پردوں سے کبھی کسی کو روک کر پھر کیا میرے سوا کوئی اور انہیں تھامے ہوئے ہے؟ میں نے ہواؤں کو سخر کر دیا ہے اور یہ معلق اڑتے پھرتے ہیں، یہ بھی میرا لطف و کرم اور رحمت و نعمت ہے۔ مخلوقات کی حاجتیں ضرورتیں ان کی اصلاح اور بہتری کا نگران اور تکفل میں ہی ہوں، جیسے اور جگہ فرمایا ﴿الَّذِينَ يَدْعُونَ إِلَى الطَّيْرِ مُسَخَّرَاتٍ فِي جَوْثِ السَّمَاءِ﴾ ① کیا انہوں نے ان پرندوں کو نہیں دیکھا جو آسمان و زمین کے درمیان مسخر ہیں۔ جن کا تھامنے والا بجز ذات باری تعالیٰ کے اور کوئی نہیں یقیناً اس میں ایمانداروں کے لئے بڑی بڑی نشانیاں ہیں۔

باطل عقیدہ کی تردید: [۲۰-۲۷] اللہ تعالیٰ مشرکوں کے اس عقیدے کی تردید کر رہا ہے جو وہ خیال کرتے تھے کہ جن بزرگوں کی وہ عبادت کرتے ہیں وہ ان کی امداد کر سکتے ہیں اور انہیں روزیاں پہنچا سکتے ہیں۔ تو فرماتا ہے کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے نہ تو کوئی مدد دے سکتا ہے نہ روزی پہنچا سکتا ہے نہ بچا سکتا ہے کافروں کا یہ عقیدہ محض ایک دھوکا ہے۔ اگر اب اللہ تبارک و تعالیٰ تمہاری روزیاں روک لے تو پھر کوئی بھی انہیں جاری نہیں کر سکتا، دینے لینے پر پیدا کرنے اور فنا کرنے پر رزق دینے اور مرد پر صرف اللہ عز و جل وحدہ لا شریک لہ کو ہی قدرت ہے، یہ لوگ خود اسے دل سے جانتے ہیں تاہم اعمال میں اس کے ساتھ دوسروں کو شریک کرتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ کفار اپنی گمراہی کج روی، گناہ اور سرکشی میں بے چلے جاتے ہیں۔ ان کی طبیعتوں میں ضد تکبر اور حق سے انکار بلکہ حق کی عداوت بیٹھ چکی ہے، یہاں تک کہ بھلی باتوں کا سننا بھی انہیں گوارا نہیں، عمل کرنا تو کہاں؟ پھر مؤمن و کافر کی مثال بیان فرماتا ہے کہ کافر کی مثال تو ایسی ہے جیسے کوئی شخص کمر کھڑی کر کے سر جھکائے نظریں نیچی کئے چلا جا رہا ہے نہ راہ دیکھتا ہے نہ اسے معلوم ہے کہ کہاں جا رہا ہے بلکہ حیران پریشان راہ بھولا اور ہکا بکا ہے۔ اور مؤمن کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص سیدھی راہ پر سیدھا کھڑا ہوا چل رہا ہے راستہ خود صاف اور بالکل سیدھا ہے یہ شخص خود اسے بخوبی جانتا ہے اور برابر صحیح طور پر اچھی چال سے چل رہا ہے۔

یہی حال ان کا قیامت کے دن ہوگا کہ کافروں کو اندھے منہ جہنم کی طرف جمع کئے جائیں گے اور مسلمان عزت کے ساتھ جنت میں پہنچائے جائیں گے، جیسے اور جگہ ہے ﴿أَحْشَرُوا الَّذِينَ ظَلَمُوا﴾ ② ظالموں کو اور ان جیسوں کو اور ان کے ان معبودوں کو جو اللہ کے سوا تھے جمع کر کے جہنم کا راستہ دکھا دو، سننا احمد میں ہے کہ ”رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ حضور اللوگ منہ کے بل چلا کر کس طرح حشر کئے جائیں گے؟ آپ نے فرمایا جس نے پیروں کے بل چلایا ہے وہ منہ کے بل چلانے پر بھی قادر ہے“ ③ بخاری و مسلم میں بھی یہ روایت ہے، اللہ تعالیٰ وہ ہے جس نے تمہیں پہلی مرتبہ جب کہ تم کچھ نہ تھے پیدا کیا۔ تمہیں کان آنکھ اور دل دیئے، یعنی عقل و ادراک تم میں پیدا کیا لیکن تم بہت ہی کم شکر گزاری کرتے ہو۔ یعنی اپنی ان قوتوں کو اللہ تعالیٰ کی حکم برداری میں اور اس کی نافرمانیوں سے بچنے میں بہت ہی کم خرچ کرتے ہو۔ اللہ ہی ہے جس نے تمہیں زمین میں پھیلا دیا تمہاری زبانیں جدا گانہ تمہارے رنگ روپ جدا گانہ تمہاری شکلوں صورتوں میں اختلاف اور تم زمین کے چپہ چپہ پر بسا دیئے گئے۔ پھر اس پر اگندگی اور =

① ۱۶ / النحل: ۷۹۔ ② ۳۷ / الصافات: ۲۲۔

③ احمد، ۱۶۷/۳ و سندہ ضعیف جداً لیکن حضرت انس رضی اللہ عنہ سے صحیح سند کے ساتھ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورة الفرقان باب قوله ﴿الَّذِينَ يَحْشَرُونَ عَلَىٰ وُجُوهِهِمْ إِلَىٰ جَهَنَّمَ﴾ ۴۷۶۰؛ صحیح مسلم، ۲۸۰۶ میں ایک روایت ہے۔

قُلْ اَرَاَيْتُمْ اِنْ اَهْلَكْنِيْ اللّٰهُ وَمَنْ مَّعِيَ اَوْ رَحِمْنَا فَمَنْ يُّجِزُّ الْكَافِرِيْنَ مِنْ عَذَابِ الْاَلِيْمِ ۝ قُلْ هُوَ الرَّحْمٰنُ اَمْنًا بِهٖ وَعَلَيْهٖ تَوَكَّلْنَا ۚ فَسَتَعْلَمُوْنَ مَنْ هُوَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ قُلْ اَرَاَيْتُمْ اِنْ اَصْبَحَ مَاؤُكُمْ غَوْرًا فَمَنْ يَّاتِيْكُمْ بِمَآءٍ مَّعِيْنٍ ۝

ترجمہ: تو کہہ اچھا اگر مجھے اور میرے ساتھیوں کو اللہ تعالیٰ ہلاک کر دے یا ہم پر رحم کرے تو بتاؤ کہ کافروں کو دردناک عذابوں سے کون بچائے گا؟ [۲۸] تو کہہ کہ وہی رحمن ہے ہم تو اس پر ایمان لائے ہیں اور اسی پر ہمارا بھروسہ ہے تمہیں عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ صریح گمراہی میں کون ہے (ہم یا تم)۔ [۲۹] تو کہہ کہ اچھا یہ تو بتاؤ کہ اگر تمہارے پینے کا پانی زمین چوس جائے تو کون ہے جو تمہارے لئے نھرا ہوا جاری پانی لائے؟ [۳۰]

بکھرنے کے بعد وہ وقت بھی آئے گا کہ تم سب اس کے سامنے لا کر کھڑے کر دیئے جائیں گے اس نے جس طرح تمہیں ادھر ادھر پھیلا دیا ہے اسی طرح ایک طرف سمیٹ لے گا اور جس طرح اولاً اس نے تمہیں پیدا کیا دوبارہ تمہیں لوٹائے گا۔ پھر بیان ہوتا ہے کہ کافر جو مر کر دوبارہ جینے کے قائل نہیں وہ اس دوسری زندگی کو محال اور ناممکن سمجھتے ہیں اس کا بیان سن کر اعتراض کرتے ہیں کہ اچھا پھر وہ وقت کب آئے گا جس کی ہمیں خبر نہ رہے ہو اگر سچے ہو تو بتا دو کہ اس پر اگندگی کے بعد اجتماع کب ہوگا؟ پیغمبر کا کام آگاہ کر دینا ہے: اللہ تعالیٰ اپنے نبی سے فرماتا ہے کہ انہیں جواب دو کہ اس کا علم مجھے نہیں کہ قیامت کب قائم ہوگی؟ اسے تو صرف وہی علام الغیوب ہی جانتا ہے۔ ہاں اتنا مجھے کہا گیا ہے کہ وہ وقت آئے گا ضرور میری حیثیت صرف یہ ہے کہ میں تمہیں خبردار کر دوں اور اس دن کی ہولناکیوں سے مطلع کر دوں۔ میرا فرض تو صرف تمہیں پہنچا دینا تھا جسے میں بھلائی ادا کر چکا ہوں۔ پھر ارشاد باری ہوتا ہے کہ جب قیامت قائم ہونے لگے گی اور کفار اسے اپنی آنکھوں دیکھ لیں گے اور معلوم کر لیں گے کہ اب وہ قریب آگئی کیوں کہ ہر آنے والی چیز آ کر ہی رہتی ہے گو دیر سویر آئے جب یہ اسے آگئی ہوئی پائیں گے جسے اب تک جھٹلاتے رہے تو انہیں بہت برا لگے گا کیونکہ اپنی غفلت کا نتیجہ سامنے دیکھنے لگیں گے اور قیامت کی ہولناکیاں بدحواس کئے ہوئے ہوگی آثار سب سامنے ہوں گے اس وقت ان سے بطور ڈانٹ کے اور بطور ذلیل کرنے کے کہا جائیگا یہی ہے جس کی تم جلدی کر رہے تھے۔

کافروں کو عذاب الیم سے کون بچائے گا: [آیت: ۲۸-۳۰] اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے نبی! ان مشرکوں سے کہو جو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا انکار کر رہے ہیں کہ تم جو اس بات کی تمنا میں ہو کہ ہمیں نقصان پہنچے تو فرض کرو کہ ہمیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے نقصان پہنچایا اس نے مجھ پر اور میرے ساتھیوں پر رحم کیا لیکن اس سے تمہیں کیا؟ صرف اس امر سے تمہارا چھٹکارا تو نہیں ہو سکتا؟ تمہاری نجات کی صورت یہ تو نہیں؟ نجات تو موقوف ہے تو بے کرنے پر اللہ تعالیٰ کی طرف جھکنے پر اس کے دین کو مان لینے پر۔ ہمارے بچاؤ یا ہلاکت پر تمہاری نجات نہیں تم ہمارا خیال چھوڑ کر اپنی بخشش کی صورت تلاش کرو۔

پانی اللہ تعالیٰ کی نعمت: پھر فرمایا ہم رب العالمین رحمن پر ایمان لائے اپنے تمام امور میں ہمارا بھروسہ اور توکل اسی کی پاک ذات پر ہے جیسے ارشاد ہے ﴿لَا عِبَادَہٗ وَّتَوَكَّلْ عَلَیْہِ﴾ ❶ اسی کی عبادت کرو اور اسی پر بھروسہ کرو اب تم عنقریب جان لو گے کہ دنیا اور آخرت میں فلاح و بہبود کسے ملتی ہے اور نقصان و خسران میں کون پڑتا ہے؟ رب کی رحمت کس پر ہے اور ہدایت پر کون ہے؟ اللہ تعالیٰ

کا غضب کس پر ہے اور بری راہ پر کون ہے؟ پھر فرماتا ہے اگر اس پانی کو جس کے پینے پر انسان کی زندگی کا دار و مدار ہے زمین چوس لے یعنی زمین سے نکلے ہی نہیں گو تم کھودتے کھودتے تھک جاؤ تو سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی ہے جو بہنے والا اور ایلنے والا اور جاری ہونے والا پانی تمہیں دے سکے۔ (حدیث میں ہے کہ اس آیت کے جواب میں اَللّٰهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ کہنا چاہیے) یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا اس پر قادر کوئی نہیں وہی ہے جو اپنے فضل و کرم سے پاک صاف تھرے ہوئے اور صاف پانی کو زمین پر جاری کرتا ہے۔ جو ادھر سے ادھر تک پھر جاتا ہے اور بندوں کی حاجتوں کو پوری کرتا ہے۔ ضرورت کے مطابق ہر جگہ آسانی مہیا ہو جاتا ہے فَالْحَمْدُ لِلّٰہ۔

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے سورہ ملک کی تفسیر ختم ہوئی فَالْحَمْدُ لِلّٰہ رَبِّ الْعَالَمِينَ۔



تفسیر سورۃ قلم

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

ن وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُونَ ۝ مَا أَنْتَ بِمُحْنُونَ رَبِّكَ بِمُحْنُونَ ۝ وَإِنَّ لَكَ لَأَجْرًا غَيْرَ

مُحْنُونَ ۝ وَإِنَّكَ لَعَلَى خُلُقٍ عَظِيمٍ ۝ فَسَتُبْصِرُ وَيُبْصِرُونَ ۝ بِأَيِّكُمُ الْمَفْتُونُ ۝

إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيلِهِ ۝ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ ۝

ترجمہ: اللہ تعالیٰ رحیم ورحمن کے نام سے شروع۔

نون اور قلم کی اور اس کی جو کچھ کہہ (فرشتے) (فرشتوں سے مراد وہ فرشتے ہیں جو کہ کاتب الاعمال ہیں) لکھتے ہیں۔ [۱] تو اپنے رب کے فضل سے دیوانہ نہیں ہے۔ [۲] بے شک تیرے لئے بے انتہا ثواب ہے۔ [۳] اور بے شک تو بہت بڑے (عمدہ) اخلاق پر ہے۔ [۴] پس اب تو بھی دیکھ لے گا اور یہ بھی دیکھ لیں گے [۵] کہ تم میں سے مجنون کون ہے؟ [۶] بے شک تیرا رب اپنی راہ سے چمکنے والوں کو خوب جانتا ہے اور وہ راہ یافتہ لوگوں کو بھی بخوبی جانتا ہے۔ [۷]

نون کا مفہوم: [آیت: ۱۔] نون وغیرہ جیسے حروف ہجا کا مفصل بیان سورۃ بقرہ کے شروع میں گزر چکا ہے اس لئے یہاں دو ہر ان کی ضرورت نہیں کہا گیا ہے کہ یہاں ن سے مراد وہ بڑی مچھلی ہے جو ایک محیط عالم پانی پر ہے جو ساتوں زمینوں کو اٹھائے ہوئے ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ”سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے قلم کو پیدا کیا اور اس سے فرمایا لکھ! اس نے کہا کیا لکھوں؟ فرمایا تقدیر لکھ ڈال۔ پس اس دن سے لے کر قیامت تک جو کچھ ہونے والا ہے اس پر قلم جاری ہو گیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے مچھلی پیدا کی اور پانی کے انحرے بلند کئے جس سے آسمان بنے اور زمین کو اس مچھلی کی پیٹھ پر رکھا، مچھلی نے حرکت کی جس سے زمین بھی ہلنے لگی، پس زمین پر پہاڑ گاڑ کر اسے مضبوط اور ساکن کر دیا، پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت کی۔“ (ابن ابی حاتم)

مطلب یہ ہے کہ یہاں ”نون“ سے مراد یہ مچھلی ہے۔ طبرانی میں مرفوعاً مروی ہے کہ ”سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے قلم کو اور مچھلی کو پیدا کیا۔ قلم نے دریافت کیا میں کیا لکھوں؟ حکم ہوا ہر وہ چیز جو قیامت تک ہونے والی ہے۔ پھر آپ نے پہلی آیت کی تلاوت کی۔“ (۲) پس ”نون“ سے مراد یہ مچھلی ہے اور قلم سے مراد یہ قلم ہے۔ ابن عساکر کی حدیث میں ہے کہ ”سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے قلم کو پیدا کیا پھر نون یعنی دوات کو پھر قلم سے فرمایا لکھ لے! اس نے پوچھا کیا؟ فرمایا جو ہو رہا ہے اور جو ہونے والا ہے، عمل رزق، عمر، موت وغیرہ۔ پس قلم نے سب کچھ لکھ لیا۔“ یہی مراد ہے اس آیت میں۔ پھر قلم پر مہر لگا دی۔ اب وہ قیامت تک نہ چلے گا۔ پھر عقل کو پیدا کیا اور فرمایا مجھے اپنی عزت کی قسم اپنے دوستوں میں تو میں تجھے کمال تک پہنچاؤں گا اور اپنے دشمنوں میں تجھے ناقص رکھوں گا۔ مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ مشہور تھا کہ نون سے مراد وہ مچھلی ہے جو ساتوں زمین کے نیچے ہے۔

① حاکم، ۴۹۸/۲ وهو حدیث موقوف صحیح ورواہ شعبۃ عن الاعمش بہ۔

② المعجم الكبير، ۱۲۲۲۷ وسندہ ضعیف، فیہ ابو حبیب زید بن المہتدی المروزی ذکرہ الخطیب فی تاریخ بغداد و لم أجد من وثقہ فهو مجهول الحال، مجمع الزوائد، ۱۳۱/۷۔

بغوی رحمہ اللہ وغیرہ مفسرین فرماتے ہیں کہ ”اس مچھلی کی پیٹھ پر ایک چٹان ہے جس کی موٹائی آسمان وزمین کے برابر ہے۔ اس پر ایک تیل ہے جس کے چالیس ہزار سینگ ہیں اس کی پیٹھ پر ساتوں زمین اور ان کی تمام مخلوق ہے“ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

اور تعجب تو یہ ہے کہ ان بعض مفسرین نے اس حدیث کو بھی ان ہی معنوں میں محمول کیا ہے جو مسند احمد وغیرہ میں ہے کہ ”جب عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کو خبر ملی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ آ گئے ہیں تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور بہت کچھ سوالات کئے۔ کہا کہ میں وہ باتیں پوچھنی چاہتا ہوں جنہیں نبیوں کے سوا اور کوئی نہیں جانتا“ بتلائے قیامت کی پہلی نشانی کیا ہے؟ اور جنتیوں کا پہلا کھانا کیا ہے؟ اور کیا وجہ ہے کہ کبھی بچہ اپنے باپ کی طرف کھینچا ہے کبھی ماں کی طرف؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ باتیں ابھی ابھی جبریل علیہ السلام نے مجھے بتا دیں۔ ابن سلام رضی اللہ عنہ کہنے لگے فرشتوں میں سے یہی فرشتہ ہے جو یہودیوں کا دشمن ہے آپ نے فرمایا کہ سنو! قیامت کی پہلی نشانی ایک آگ کا نکلنا ہے جو لوگوں کو مشرق کی طرف سے مغرب کی طرف لے جائے گی۔ اور جنتیوں کا پہلا کھانا مچھلی کی کچلی کی زیادتی ہے اور مرد کا پانی عورت کے پانی پر سابق آ جائے تو لڑکا ہوتا ہے اور جب عورت کا پانی مرد کے پانی پر سبقت کر جائے تو وہی کھینچ لیتی ہے“ ① دوسری حدیث میں اتنی زیادتی ہے کہ ”پوچھا جنتیوں کے اس کھانے کے بعد انہیں کیا ملے گا؟ فرمایا جنتی تیل ذبح کیا جائے گا جو جنت میں چرتا چنگتا رہا تھا۔ پوچھا انہیں پانی کون سا ملے گا؟ فرمایا سلسبیل نامی نہر کا۔“ ② ”یہ بھی کہا گیا ہے کہ مراد ”ن“ سے نور کی تختی ہے۔ ایک مرسل غریب حدیث میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھ کر فرمایا کہ اس سے مراد نور کی تختی اور نور کا قلم ہے جو قیامت تک کے احوال پر چل چکا ہے۔ ابن جریج فرماتے ہیں۔ مجھے خبر دی گئی ہے کہ یہ نورانی قلم سو سال کی طولانی رکھتا ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ن سے مراد دوات ہے اور قلم سے مراد قلم ہے۔ حسن اور قتادہ رحمہما اللہ بھی یہی فرماتے ہیں۔ ایک بہت ہی غریب مرفوع حدیث میں بھی یہ مروی ہے جو ابن ابی حاتم میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ”ن“ کو پیدا کیا اور وہ دوات ہے۔“ ③

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ”اللہ تعالیٰ نے نون یعنی دوات کو پیدا کیا اور قلم کو پیدا کیا“ پھر فرمایا لکھ! اس نے پوچھا کیا لکھوں؟ فرمایا جو قیامت تک ہونے والا ہے اعمال خواہ نیک ہوں خواہ بد روزی خواہ حلال ہو خواہ حرام پھر یہ بھی کہ کوئی چیز دنیا میں کب جائے گی؟ کس قدر رہے گی؟ کیسے نکلے گی؟“ پھر اللہ تعالیٰ نے بندوں پر محافظ فرشتے مقرر کئے اور کتاب پر داروغہ مقرر کئے۔ محافظ فرشتے ہرون کے عمل خازن فرشتوں سے دریافت کر کے لکھ لیتے ہیں۔ جب رزق ختم ہو جاتا ہے عمر پوری ہو جاتی ہے اجل آ پہنچتی ہے تو محافظ فرشتے داروغہ کے فرشتوں کے پاس آ کر پوچھتے ہیں کہ بتاؤ آج کے دن کا کیا سامان ہے؟ وہ کہتے ہیں کہ بس اس شخص کے لئے ہمارے پاس اب کچھ بھی نہیں رہا۔ یہ سن کر فرشتے نیچے اترتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ وہ مر گیا۔ اس بیان کے بعد حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا تم تو عرب ہو کیا تم نے قرآن میں محافظ فرشتوں کی بابت یہ نہیں پڑھا ﴿اِنَّا كُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ﴾ ④ مطلب یہ ہے کہ ہم تمہارے اعمال کو اصل سے نقل کر کے لکھ لیا کرتے تھے۔

قلم کا ذکر: یہ تو تھا لفظ ”ن“ کے متعلق بیان۔ اب قلم کی نسبت سنئے۔ بظاہر مراد یہاں عام قلم ہے جس سے لکھا جاتا ہے جیسے اور جگہ فرمان عالی شان ہے ﴿الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ﴾ ⑤ یعنی اللہ تعالیٰ نے قلم سے لکھنا سکھایا۔ پس اس کی قسم کھا کر اس بات پر آ گا ہی کی

① صحیح بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب خلق آدم وذریعہ، ۳۳۲۹؛ احمد، ۳/۱۰۸؛ ابن حبان، ۷۱۶۱۔

② صحیح مسلم، کتاب الحيض، باب بيان صفة منى الرجل والمرأة، ۳۱۵؛ حاکم، ۳/۴۸۱؛ ابن حبان، ۷۴۲۲۔

③ الشريعة للأجری، ۱۷۹ وسندہ ضعیف جداً اس کی سند میں حسن بن یحییٰ الخفصی الدمشقی سخت مجروح ہے۔

④ ۴۵/الجنایۃ: ۲۹۔ ⑤ ۹۶/العلق: ۴۔

جاتی ہے کہ مخلوق پر میری ایک نعمت یہ بھی ہے کہ میں نے انہیں لکھنا سکھایا جس سے علوم تک اس کی رسائی ہو سکے۔ اسی لئے اس کے بعد فرمایا ﴿وَمَا يَسْطُرُونَ﴾ یعنی اس چیز کی قسم جو لکھتے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس کی تفسیر یہ بھی مروی ہے کہ اس چیز کی جو جانتے ہیں۔

سدی رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ مراد اس سے فرشتوں کا لکھنا ہے جو بندوں کے اعمال لکھتے ہیں۔ اور مفسرین کہتے ہیں کہ مراد اس سے وہ قلم ہے جو قدرتی طور پر چلا اور تقدیریں لکھیں۔ آسمان وزمین کی پیدائش سے پچاس ہزار برس پہلے اور اس قول کی دلیل میں یہ جماعت وہ حدیثیں وارد کرتی ہے جو قلم کے ذکر میں مروی ہیں۔ حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ”قلم سے مراد وہ قلم ہے جس سے ذکر لکھا گیا۔“ اخلاق نبوی ﷺ کے چند واقعات: پھر فرماتا ہے کہ اے نبی! تو بھلا اللہ پوانہ نہیں جیسے کہ تیری قوم کے جاہل منکرین حق کہتے ہیں بلکہ تیرے لئے اجر عظیم ہے اور ثواب بے پایاں ہے۔ جو نہ ختم ہونہ ٹوٹے نہ کئے کیونکہ تو نے حق رسالت ادا کر دیا ہے اور ہماری راہ میں سخت سے سخت مصیبتیں جمیلی ہیں ہم تجھے بے حساب بدلہ دیں گے تو بہت بڑے خلق پر ہے یعنی دین اسلام پر اور بہترین ادب پر ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اخلاق نبوی ﷺ کے بارے میں سوال ہوتا ہے تو آپ جواب دیتی ہیں کہ ”آپ ﷺ کا خلق قرآن تھا۔“ سعید بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ”یعنی جیسے کہ قرآن میں ہے۔“ ① دوسری حدیث میں ہے ”صدیقہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا کیا تو نے قرآن نہیں پڑھا؟“ سائل حضرت سعید بن ہشام رضی اللہ عنہ نے کہا ہاں پڑھا ہے۔ آپ نے فرمایا بس تو آپ ﷺ کا خلق قرآن کریم تھا۔“ مسلم میں یہ حدیث پوری پوری ہے ② جسے ہم سورہ مزمل کی تفسیر میں بیان کریں گے ان شاء اللہ تعالیٰ۔ بنو سواد کے ایک شخص نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہی سوال کیا تھا تو آپ رضی اللہ عنہا نے یہی فرما کر پھر آیت ﴿وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ﴾ ③ تلاوت فرمائی۔ اس نے کہا کوئی ایک آدھ واقعہ تو بیان کیجئے۔ تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ سنو! ایک مرتبہ میں نے بھی آپ ﷺ کے لئے کھانا پکایا اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے بھی میں نے اپنی لونڈی سے کہا کہ دیکھ اگر میرے کھانے سے پہلے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے ہاں کھانا آجائے تو تو گر ادینا۔ چنانچہ اس نے یہی کیا اور برتن بھی ٹوٹ گیا۔ حضور اکرم ﷺ بکھرے ہوئے کھانے کو سینے لگے اور فرمایا اس برتن کے بدلے ثابت برتن تم دو واللہ اور کچھ ڈانڈا پٹا نہیں۔ ④ (مسند احمد)

مطلب اس حدیث کا جو کئی طرق سے مختلف الفاظ میں کئی کتابوں میں ہے یہ ہے کہ ایک تو آپ ﷺ کی جبلت اور پیدائش میں ہی اللہ تعالیٰ نے پسندیدہ اخلاق بہترین خصائص اور پاکیزہ عادتیں رکھی تھیں تو اس طرح آپ ﷺ کا عمل قرآن کریم پر ایسا تھا کہ گویا احکام قرآن کا مجسم عملی نمونہ آپ ہیں ہر حکم کو بجالانے اور ہر نبی سے رک جانے میں آپ ﷺ کی حالت یہ تھی کہ گویا قرآن میں جو کچھ ہے وہ آپ کی عادتوں اور آپ ﷺ کے کریمانہ اخلاق کا بیان ہی ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ”میں نے رسول اللہ ﷺ کی دس سال تک خدمت کی لیکن کسی دن اف تک نہیں فرمایا۔ کسی کرنے کے کام کو نہ کروں یا نہ کرنے کے کام کو کر گزروں تو بھی ڈانٹ ڈپٹ تو کجا اتنا بھی نہ فرماتے کہ ایسا کیوں ہوا۔“ ⑤ حضور اکرم ﷺ سب سے زیادہ خوش خلق تھے ⑥ حضور اکرم ﷺ کی پھیلی سے زیادہ نرم نہ تو ریشم ہے نہ کوئی اور چیز۔ حضور اکرم ﷺ کے پسینہ سے زیادہ خوشبو والی چیز میں نے تو کوئی =

① الطبری، ۵۲۹/۲۳۔ ② صحیح مسلم، کتاب صلاة المسافرين، باب جامع صلاة الليل ومن نام عنه أو مرض، ۷۴۶۔

③ احمد، ۱۱۱/۶؛ ابن ماجہ، کتاب الاحکام، باب المحکم فیمن کسر شیتا: ۲۳۳۳۔ سند ضعیف، سند میں ایک راوی مجہول ہے۔

④ صحیح بخاری، کتاب الادب، باب حسن الخلق والسخاء، ۶۰۳۸؛ صحیح مسلم، ۲۳۰۹؛ ابوداؤد، ۴۷۷۴؛ احمد، ۲۵۵/۳۔

⑤ صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب حسن خلقه ﷺ، ۲۳۱۰۔

فَلَا تُطِيعُ الْكَافِرِينَ ۝ وَدُّوا لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُونَ ۝ وَلَا تُطِيعُ كُلَّ حَلَافٍ مَّهِينٍ ۝ هَمَّازٌ مَّشَاءٌ بِمِيمٍ ۝ مَتَّاعٌ لِلْخَيْرِ مُعْتَدٍ أَثِيمٌ ۝ عَتَلٌ بَعْدَ ذَلِكَ زَنِيمٌ ۝ أَنْ كَانَ ذَا مَالٍ وَبَنِينَ ۝ إِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِ آيَاتُنَا قَالَ أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ ۝ سَنَسِبُهُ عَلَىٰ الْخُرْطُومِ ۝

ترجمہ: پس تو جھٹلانے والوں کی نہ مان۔ [۸] وہ تو چاہتے ہیں کہ تو ذرا ڈھیلا ہو تو یہ بھی ڈھیلا پڑ جائیں۔ [۹] اور تو کسی ایسے شخص کا بھی کہانہ ماننا جو زیادہ قسمیں کھانے والا [۱۰] بے وقار کمینہ عیب گو چغل خور۔ [۱۱] بھلائی سے روکنے والا۔ حد سے بڑھ جانے والا نگہگار۔ [۱۲] گردن کش پھر ساتھ ہی مشہور و بدنام ہو۔ [۱۳] اس کی سرکشی صرف اسلئے ہے کہ وہ مال والا اور بیٹوں والا ہے [۱۴] جب اس کے سامنے ہماری آیتیں پڑھی جا رہی ہیں تو کہہ دیتا ہے کہ یہ تو اگلوں کے قصے ہیں۔ [۱۵] ہم بھی اس کی ناک پر داغ دیں گے۔ [۱۶]

= نہیں سونگھی نہ مشک اور نہ عطر (بخاری مسلم)۔ ① صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت براء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ”رسول اللہ ﷺ سب سے زیادہ خوب صورت اور سب سے زیادہ خلیق تھے۔ آپ ﷺ کا قد نہ تو بہت لمبا تھا نہ آپ ﷺ پست قامت تھے۔“ ② اس بارے میں اور بھی بہت سی حدیثیں ہیں۔

شمال ترمذی میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ”رسول اللہ ﷺ نے اپنے ہاتھ سے نہ تو کبھی کسی خادم یا غلام کو مارا نہ بیوی بچوں کو نہ کسی اور کو ہاں اللہ تعالیٰ کی راہ کا جہاد الگ چیز ہے۔ جب کبھی دو کاموں میں آپ ﷺ کو اختیار دیا جاتا تو آپ ﷺ اسے پسند فرماتے جو زیادہ آسان ہوتا۔ ہاں یہ اور بات ہے کہ اس میں کچھ گناہ ہوتا تو آپ ﷺ اس سے بہت دور ہو جاتے۔ کبھی بھی حضور اکرم ﷺ نے اپنا بدلہ کسی سے نہیں لیا۔ ہاں یہ اور بات ہے کہ کوئی اللہ تعالیٰ کی حرمات کو توڑتا ہو تو آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے احکام جاری کرنے کے لئے ضرور انتقام لیتے۔“ ③ مسند احمد میں ہے کہ ”حضور اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں میں بہترین اخلاق اور پاکیزہ ترین عادتوں کو پورا کرنے کے لئے آیا ہوں۔“ ④ پھر فرماتا ہے کہ اے نبی! آپ اور آپ کے مخالف اور منکر ابھی ابھی جان لیں گے کہ دراصل بہکا ہوا اور گمراہ کون تھا؟ جیسے اور جگہ ہے ﴿سَيَعْلَمُونَ غَدًا مَنِ الْكَذَّابُ الْأَوَّلُ﴾ ⑤ انہیں ابھی کل ہی معلوم ہو جائے گا کہ جھوٹا اور سخی باز شرارتی کون تھا؟ جیسے اور جگہ ہے ﴿وَأَنَّا أَوْ يَٰكُمُ لَعَلَىٰ هُدًى أَوْ فُسًى ضَلَالٍ مُّبِينٍ﴾ ⑥ ہم یا تم ہدایت پر ہیں یا کھلی گمراہی پر۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں یعنی یہ حقیقت قیامت کے دن کھل جائے گی ⑦ آپ سے مروی ہے کہ مفتون مجنون (دیوانے) کو کہتے ہیں۔ ⑧ مجاہد رحمہ اللہ وغیرہ کا بھی یہی قول ہے۔ ⑧

① صحیح بخاری، کتاب الصوم، باب ما یذکر من صوم النبی ﷺ وافتارہ، ۱۹۷۳، صحیح مسلم، ۲۳۳۰۔

② صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب صفة النبی ﷺ، ۳۵۴۹، صحیح مسلم، ۲۳۳۷۔

③ احمد، ۶/۲۳۲، ابوداؤد: ۴۷۸۶، وهو حدیث صحیح، أصله عند مسلم، ۲۳۲۸، اس میں کی روایت صحیح بخاری، ۳۵۶۰۔

صحیح مسلم، ۲۳۲۸، میں بھی موجود ہے۔ ④ احمد، ۲/۳۸۱، وسندہ ضعیف، فیہ محمد بن عجلان مدلس وعنن۔

⑤ القمر: ۲۶۔ ⑥ تفسیر قرطبی، ۱۸/۲۲۹۔ ⑦ الطبری، ۲۳/۵۳۱۔ ⑧ ایضاً۔

قادر ﷺ وغیرہ فرماتے ہیں یعنی کون شیطان سے نزدیک تر ہے؟ مفتون کے ظاہری معنی یہ ہیں کہ جو حق سے بہک جائے اور گمراہ ہو جائے ﴿اَبْکُمْ﴾ پر ب کو اس لئے داخل کیا گیا ہے کہ دلالت ہو جائے کہ ﴿فَسْتَبْصِرُ وَیَنْصُرُونَ﴾ میں تفسیر فعل ہے تو تقدیری عبارت کو ملا کر ترجمہ یوں ہو جائے گا کہ تو بھی اور وہ بھی عنقریب جان لیں گے اور تو بھی اور وہ سب بھی بہت جلدی مفتون کی خبر دیں گے۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ۔ پھر فرمایا کہ تم میں سے بہکنے والے اور راہ راست والے سب اللہ تعالیٰ پر ظاہر ہیں اسے خوب معلوم ہے کہ راہ راست سے کس کا قدم پھسل گیا ہے۔

برے اخلاق کی مذمت: [آیت: ۸-۱۶] اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ اے نبی! جو نعمتیں ہم نے تجھے دیں جو صراطِ مستقیم اور خلقِ عظیم ہم نے تجھے عطا فرمایا اب تجھے چاہئے کہ ہماری نہ ماننے والوں کی تو نہ مان ان کی تو عین خوشی ہے کہ آپ ذرا بھی نرم پڑیں تو یہ کھل کھلیں۔ اور یہ بھی مطلب ہے کہ یہ چاہتے ہیں کہ آپ ان کے معبودانِ باطل کی طرف کچھ تورخ کریں، حق سے ذرا سنا تو ادھر ادھر ہو جائیں۔ پھر فرماتا ہے کہ زیادہ قسمیں کھانے والے کہیں شخص کی بھی نہ مان۔ چونکہ جھوٹے شخص کو اپنی ذلت اور کذب بیانی کے ظاہر ہو جانے کا ڈر رہتا ہے اس لئے وہ قسمیں کھا کھا کر دوسرے کو اپنا یقین دلانا چاہتا ہے، دھبا دھب قسموں پر قسمیں کھائے چلا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے ناموں کو بے موقعہ استعمال کرتا پھرتا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ﴿مَہِیْنٌ﴾ سے مراد کاذب ہے۔ ① مجاہد رحمہ اللہ کہتے ہیں ضعیف دل والا۔ حسن رحمہ اللہ کہتے ہیں ﴿خَلَافٌ﴾ مکابرہ کرنے والا اور ﴿مَہِیْنٌ﴾ ضعیف کمزور ﴿هَمَّازٍ﴾ غیبت کرنے والا چغل خور جو ادھر کی ادھر لگائے اور ادھر کی ادھر تاکہ فساد ہو جائے، طبیعتوں میں بل اور دل میں بیر آ جائے۔ رسول اللہ ﷺ کے راستے میں دو قبریں آ گئیں آپ ﷺ نے فرمایا ”ان دونوں کو عذاب ہو رہا ہے اور کسی بڑے امر پر نہیں ایک تو پیشاب کرنے میں پردے کا خیال نہ رکھتا تھا۔ دوسرا چغل خور تھا“ (بخاری و مسلم)۔ ② فرماتے ہیں ”چغل خور جنت میں نہ جائے گا۔“ ③ (مسند احمد)

دوسری روایت میں ہے کہ ”حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث اس وقت سنائی تھی جب آپ سے کہا گیا کہ یہ شخص خفیہ پولیس کا آدی ہے۔“ ④ مسند احمد کی حدیث میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ”کیا میں تمہیں نہ بتاؤں کہ تم میں سب سے بھلا شخص کون ہے؟ لوگوں نے کہا۔ ضرور ارشاد فرمائیے۔ فرمایا وہ کہ جب انہیں دیکھا جائے اللہ تعالیٰ یاد آ جائے۔ اور سن لو سب سے بدتر شخص وہ ہے جو چغل خور ہو دوستوں میں فساد ڈالنے والا ہو پاک صاف لوگوں کو تہمت لگانے والا ہو۔“ ⑤ ترمذی میں بھی یہ روایت ہے۔ پھر ان بد لوگوں کے اور ناپاک خصائل بیان ہو رہے ہیں کہ بھلائیوں سے باز رہنے والا اور باز رکھنے والا ہے حلال چیزوں اور حلال کاموں سے ہٹ کر حرام خوری اور حرام کاری میں پڑتا ہے گنہگار بد کردار، محرمات کو استعمال کرنے والا بد خو، بد جو، جمع کرنے والا اور نہ دینے والا ہے۔ مسند احمد کی حدیث میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ”جنتی لوگ گرے پڑے عاجز و ضعیف ہیں جو اللہ تعالیٰ کے ہاں اس بلند مرتبہ پر ہیں کہ اگر وہ قسم کھا بیٹھیں تو اللہ تعالیٰ پوری کر دے اور جہنمی لوگ سرکش متکبر اور خود دین ہوتے ہیں“ ⑥ اور حدیث

① الطبری، ۲۳/۵۳۳۔ ② صحیح بخاری، کتاب الوضوء، باب من الکبائر ان لا یستتر من بولہ: ۲۱۶؛ صحیح مسلم، ۲۹۲۔

③ صحیح بخاری، کتاب الأدب، باب ما یکرہ من النمیمۃ: ۶۰۵۶؛ صحیح مسلم، ۱۰۵؛ ابوداؤد، ۴۸۷۱؛ ترمذی، ۲۰۲۶؛

احمد، ۵/۳۸۶۔ ④ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان غلط تحریم النمیمۃ، ۱۰۵؛ احمد، ۵/۳۸۹۔

⑤ احمد، ۶/۴۵۹ ح ۲۷۵۹۹ وسندہ حسن، شہر بن حوشب حسن الحدیث والحمد للہ ⑥ صحیح بخاری، کتاب التفسیر،

سورۃ ن والقلم باب ﴿اعل بعد ذلک زنیماً﴾ ۴۹۱۸؛ صحیح مسلم، ۲۸۵۳؛ ترمذی، ۲۶۰۵؛ ابن ماجہ، ۴۱۱۶؛ احمد، ۴/۳۰۶۔

میں ہے کہ ”جمع کرنے والے اور نہ دینے والے بدگوار سخت خلق۔“ ① ایک اور روایت میں ہے کہ ”حضور اکرم ﷺ سے پوچھا گیا (عُتِلَ زَنِيمٌ) کون ہے؟ فرمایا بدخلق، خوب کھانے پینے والا لوگوں پر ظلم کرنے والا بیٹو آدمی۔“ ② لیکن اس روایت کو اکثر راویوں نے مرسل بیان کیا ہے۔ اور حدیث میں ہے اس نالائق شخص پر آسمان روتا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے تندرستی دی پیٹ بھر کھانے کو دیا مال و جاہ بھی عطا فرمائی پھر بھی لوگوں پر ظلم و ستم کر رہا ہے۔ یہ حدیث بھی دوسرے طریقوں سے مروی ہے۔ غرض عُتِلَ کہتے ہیں جس کا بدن صحیح ہو طاقتور ہو اور خوب کھانے پینے والا زوردار شخص ہو۔

زَنِيمٌ کا مفہوم: ﴿زَنِيمٌ﴾ سے مراد بدنام ہے جو برائی میں مشہور ہو۔ لغت عربی میں زَنِيمٌ اسے کہتے ہیں جو کسی قوم میں سمجھا جاتا ہو لیکن دراصل اس کا نہ ہو، عرب شاعروں نے اسے اسی معنی میں باندھا ہے، یعنی جس کا نسب صحیح نہ ہو۔ کہا گیا ہے کہ مراد اس سے انض بن شریق ثقفی ہے جو بنو زہرہ کا حلیف تھا۔ اور بعض کہتے ہیں یہ اسود بن عبد یغوث زہری ہے۔ عکرمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ولد الزنا مراد ہے۔ یہ بھی بیان ہوا ہے کہ جس طرح ایک بکری جو تمام بکریوں میں سے الگ تھلگ اپنا چراہوا کا ان اپنی گردن پر لٹکائے ہوئے ہو تو وہ ایک نگاہ میں پہچان لی جاتی ہے اسی طرح کافر مومنوں میں پہچان لیا جاتا ہے اسی طرح کے اور بھی بہت سے اقوال ہیں لیکن خلاصہ سب کا صرف اسی قدر ہے کہ زَنِيمٌ وہ شخص ہے جو برائی سے مشہور ہو اور عموماً ایسے لوگ ادھر ادھر سے ملے ہوئے ہوتے ہیں جن کے صحیح نسب کا اور حقیقی باپ کا پتہ نہیں ہوتا ایسوں پر شیطان کا غلبہ بہت زیادہ رہا کرتا ہے جیسے حدیث میں ہے کہ زنا کی اولاد جنت میں نہیں جائے گی۔ ③ (اس حدیث کو بعض لوگ موضوع بتاتے ہیں)۔

اور روایت میں ہے کہ زنا کی اولاد تین برے لوگوں کی برائی کا مجموعہ ہے اگر وہ بھی اپنے ماں باپ کے سے کام کرے۔ ④ پھر فرمایا اس کی ان شرارتوں کی وجہ یہ ہے کہ یہ مال دار اور بیٹوں کا باپ بن گیا ہے۔ ہماری اس نعمت کا گن گانا تو کہاں ہماری آیتوں کو جھٹلاتا ہے اور توہین کر کے کہتا پھرتا ہے کہ یہ تو پرانے افسانے ہیں۔ اور جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ﴿ذُرْسِي وَمَنْ خَلَقْتُ وَحْدًا﴾ ⑤ مجھے چھوڑ دے اور اسے جسے میں نے یکساں و تنہا پیدا کیا ہے اور بہت سا مال دیا ہے اور حاضر باش لڑکے دیئے ہیں اور بھی بہت کشائش دے رکھی ہے پھر بھی اس کی طمع ہے کہ میں اسے اور دوں ہرگز ایسا نہیں ہو سکتا۔ یہ تو میری آیتوں کا مخالف ہے۔ میں اسے عنقریب بدترین مصیبت میں ڈالوں گا۔ اس نے غور و فکر کر کے اندازہ لگایا یہ تباہ ہو کتنی بری تجویز اس نے سوچی، میں پھر کہتا ہوں یہ برباد ہو اس نے کسی بری تجویز کی اس نے پھر نظر ڈالی اور ترش رو ہو کر منہ بنالیا پھر منہ پھیر کر اٹھنے لگا اور کہہ دیا کہ یہ کلام اللہ تو پرانا نقل کیا ہوا جادو ہے صاف ظاہر ہے کہ یہ انسانی کلام ہے اس کی اس بات پر میں بھی اسے سقر میں ڈالوں گا۔ تجھے کیا معلوم کہ سقر کیا ہے؟ نہ وہ کسی کو باقی رکھتی ہے نہ چھوڑتی ہے جسم پر لپٹ جاتی ہے اس پر انیس فرشتے متعین ہیں۔ اسی طرح یہاں بھی فرمایا کہ اس کی ناک پر ہم داغ لگائیں گے یعنی اسے ہم اس قدر سوا کریں گے کہ اس کی برائی کسی پر پوشیدہ نہ رہے گی۔ ہر ایک اسے جان پہچان لے گا جیسے =

① احمد، ۱۶۹/۲ وسندہ صحیح؛ مجمع الزوائد، ۳۹۶/۱۰ ② احمد، ۲۲۷/۴ وسندہ ضعیف لارسالہ، عبدالرحمن بن غنم رضی اللہ عنہ من التابعین و باقی السند حسن، مجمع الزوائد، ۳۹۶/۱۰ ③ احمد، ۲۰۳/۲ ح ۶۸۹۲ وسندہ ضعیف جابان مجهول الحال لم یوثقه غیر ابن حبان ولا یعرف له سماع من عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ وللحدیث طرق کثیرة معلولة کلها، مجمع الزوائد، ۲۵۷/۶ حلیۃ الاولیاء، ۳۰۷/۳، الموضوعات لابن الجوزی، ۱۱۰/۳ ④ احمد، ۱۰۹/۶ وسندہ ضعیف جداً، ابراہیم بن اسحاق هو ابو اسحاق ابراہیم بن الفضل المخزومی وهو متروک ابو داود: ۳۹۶۳ وسندہ صحیح بلفظ: ولد الزنا شر الثلاثة، مشکل الآثار، ۳۹۱/۱، حاکم، ۲۱۴/۲ ⑤ ۷۴/ المدثر: ۱۱۔

إِنَّا بَلَوْنَهُمْ كَمَا بَلَوْنَا أَصْحَابَ الْجَنَّةِ إِذْ أَقْسَمُوا لَيَصْرِمُنَّهَا مُصْبِحِينَ ۖ وَلَا يَسْتَشْنُونَ ۙ فَطَافَ عَلَيْهَا طَافٌ مِّن رَّبِّكَ وَهُمْ نَائِبُونَ ۙ فَأَصْبَحَتْ كَالصَّرِيمِ ۖ فَتَنَادُوا مُصْبِحِينَ ۖ أَنِ اغْدُوا عَلَىٰ حَرْبِكُمْ إِن كُنْتُمْ صَٰرِمِينَ ۖ فَانْطَلَقُوا وَهُمْ يَتَخَفَتُونَ ۖ أَن لَّا يَدْخُلُهَا الْيَوْمَ عَلَيْكُم مِّسْكِينٌ ۖ وَغَدُوا عَلَىٰ حَرٍِّ قَدِيرِينَ ۖ فَلَكَارَآؤُهُا قَالُوا إِنَّا لَضَالُونَ ۖ بَلْ نَحْنُ مَحْرُومُونَ ۖ قَالَ أَوْسَطُهُمْ أَلَمَّا أَقْلَ لَكُمْ لَوْلَا نَسِيحُونَ ۖ قَالُوا سُبْحَنَ رَبِّنَا إِنَّا كُنَّا ظَالِمِينَ ۖ فَأَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ يَتَلَٰوَمُونَ ۖ قَالُوا يَٰوَيْلَنَا إِنَّا كُنَّا طٰغِينَ ۖ عٰلٰى رَبِّنَا أَن يُبَدِّلَنَا خَيْرًا مِّنْهَا إِنَّا إِلَىٰ رَبِّنَا رٰغِبُونَ ۖ

كَذٰلِكَ الْعَذَابُ ۖ وَلَعَذَابُ الْآخِرَةِ اَكْبَرُ ۖ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ ۖ

ترجمہ: بے شک ہم نے انہیں اسی طرح آزمایا جس طرح ہم نے باغ والوں کو آزمایا تھا جبکہ انہوں نے قسمیں کھائیں کہ صبح ہوتے ہی اس باغ کے پھل اتار لیں گے [۱۷] اور ان شاء اللہ تعالیٰ نہ کہا۔ [۱۸] پس اس پر تیرے رب کی جانب سے ایک بلا جو طرف گھوم گئی اور یہ سوہی رہے تھے۔ [۱۹] پس وہ باغ ایسا ہو گیا جیسے کئی ہوئی کھیتی۔ [۲۰] صبح ہوتے ہی انہوں نے ایک دوسرے کو آوازیں دیں [۲۱] کہ اگر تمہیں پھل اتارنے ہیں تو اپنی کھیتی پر سویرے ہی سویرے چل پڑو۔ [۲۲] پھر یہ سب چپکے چپکے یہ باتیں کرتے ہوئے چلے [۲۳] کہ آج کے دن کوئی مسکین تمہارے پاس نہ آئے [۲۴] اور لپکے ہوئے صبح صبح پہنچ گئے سمجھ رہے تھے کہ ہم قابو پا گئے۔ [۲۵] جب انہوں نے باغ کو دیکھا تو کہنے لگے یقیناً ہم راستہ بھول گئے۔ [۲۶] انہیں نہیں بلکہ ہماری قسمت بھٹ گئی۔ [۲۷] ان سب میں جو بہتر تھا اس نے کہا کہ میں تم سے نہ کہتا تھا کہ تم اللہ تعالیٰ کی پاکیزگی کیوں نہیں بیان کرتے؟ [۲۸] تو سب کہنے لگے ہمارا رب پاک ہے بے شک ہم ہی ظالم تھے۔ [۲۹] پھر وہ ایک دوسرے کی طرف رخ کر کے آپس میں ملامت کرنے لگے۔ [۳۰] کہنے لگے ہائے افسوس! یقیناً ہم سرکش تھے۔ [۳۱] کیا عجب ہے کہ ہمارا رب ہمیں اس سے بہتر بدلہ دے دے تو ہم اب اپنے رب سے ہی آرزو رکھتے ہیں۔ [۳۲] یوں ہی آتی ہے آفت اور آخرت کی آفت بہت بڑی ہے کاش انہیں سمجھ ہوتی۔ [۳۳]

= نشان دار ناک والے کو ایک نگاہ میں ہزاروں آدمیوں میں لوگ پہچان لیتے ہیں اور جو داغ چھپائے گا تو چھپ نہ سکے گا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ بدروا لے دن اس کی ناک پر تلوار لگے گی اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ قیامت والے دن جہنم کی مہر لگے گی یعنی منہ کالا کر دیا جائے گا۔ تو ناک سے مراد پورا چہرہ ہوا۔

امام ابو جعفر ابن جریر رحمہ اللہ نے ان تمام اقوال کو نقل کر کے فرمایا ہے کہ ان سب میں تطبیق اس طرح ہو جاتی ہے کہ یہ تمام امور اس میں ہو جائیں گے۔ یہ بھی ہوگا اور وہ بھی ہوگا دنیا میں بھی رسوا ہوگا، سچ بچ ناک پر نشان لگے گا۔ آخرت میں بھی نشان دار مجرم بنے گا۔ فی الواقع یہ ہے بھی بہت درست۔ ابن ابی حاتم میں فرمان رسول ﷺ ہے کہ بندہ ہزار ہا برس تک اللہ تعالیٰ کے ہاں مؤمن لکھا

رہتا ہے لیکن مرتا اس حالت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس پر ناراض ہوتا ہے اور بندہ اللہ تعالیٰ کے ہاں کافر ہزار ہا سال تک لکھا رہتا ہے پھر مرتے وقت اللہ تعالیٰ اس سے خوش ہو جاتا ہے۔ جو شخص عیب گوئی اور چغل خوری کی حالت میں مرے گا اور جو لوگوں کو بدنام کرنے والا ہوگا تو قیامت کے دن اس کی ناک پر دونوں ہونٹوں کی طرف سے نشان لگا دیا جائے گا جو اس مجرم کی علامت بن جائے گا۔

باغ والوں کا تفصیلی واقعہ: [آیت: ۱۸-۳۳] یہاں ان کافروں کی جو حضور اکرم ﷺ کی نبوت کو جھٹلا رہے تھے۔ مثال بیان ہو رہی ہے کہ جس طرح یہ باغ والے تھے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمت کی ناشکری کی اور اللہ تعالیٰ کے عذابوں میں اپنے آپ کو ڈال دیا۔ یہی حالت ان کافروں کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمت یعنی حضور اکرم ﷺ کی پیغمبری کی ناشکری یعنی انکار نے انہیں بھی اللہ تعالیٰ کی ناراضی کا مستحق کر دیا ہے تو فرمایا ہے کہ ہم نے انہیں بھی آزمایا جس طرح ہم نے باغ والوں کو آزمایا تھا۔ جس باغ میں طرح طرح کے پھل میوے وغیرہ تھے۔ ان لوگوں نے آپس میں قسمیں کھائیں کہ صبح سے پہلے ہی پہلے رات کے وقت پھل اتار لیں گے تاکہ فقیروں مسکینوں اور سالکوں کو پتہ نہ چلے جو وہ آکھڑے ہوں اور ہمیں ان کو بھی دینا پڑے بلکہ تمام پھل اور میوے خود ہی لے آئیں گے۔ اپنی اس تدبیر کی کامیابی پر انہیں غرور تھا اور اس خوشی میں پھولے ہوئے تھے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کو بھی بھول گئے ان شاء اللہ تک کسی کی زبان سے نہ نکلا۔ اس لئے ان کی یہ قسم پوری نہ ہوئی رات ہی رات میں ان کے پیچھے سے پہلے آسانی آفت نے سارے باغ کو جلا کر خاکستر کر دیا ایسا ہو گیا جیسے سیاہ رات اور کٹی ہوئی کھیتی اسی لئے حضور اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ ”لوگو! گناہوں سے بچو گناہوں کی شامت کی وجہ سے انسان اس روزی سے بھی محروم کر دیا جاتا ہے جو اس کے لئے تیار کر دی گئی ہے پھر ان دونوں آیتوں کی تلاوت کی کہ یہ لوگ بہ سبب اپنے گناہ کے اپنے باغ کے پھل اور اس کی پیداوار سے بے نصیب ہو گئے۔“ (ابن ابی حاتم) ①

صبح کے وقت یہ آپس میں ایک دوسرے کو طعنہ دینے لگے کہ اگر پھل اتارنے کا ارادہ ہے تو اب دیر نہ لگاؤ سویرے ہی چل پڑو۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ باغ انگور کا تھا۔ اب یہ چکے چکے باتیں کرتے ہوئے چلے تاکہ کوئی سن نہ لے اور غریب غمناک کو پتہ نہ لگ جائے چونکہ ان کی سرگوشیاں اس اللہ تعالیٰ سے تو پوشیدہ نہیں رہ سکتی تھیں جو ولی ارادوں سے بھی پوری طرح واقف رہتا ہے۔ وہ بیان فرماتا ہے کہ ان کی وہ خفیہ باتیں یہ تھیں کہ دیکھو ہوشیار ہو کوئی مسکین بھنگ پا کر کہیں آج نہ آجائے ہرگز کسی فقیر کو باغ میں گھسنے ہی نہ دینا۔ اب قوت و شدت کے ساتھ پختہ ارادے اور غریبوں پر غصے کے ساتھ اپنے باغ کو چلے۔ سدی رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ فردا کی ہستی کا نام تھا لیکن یہ کچھ زیادہ ٹھیک نہیں معلوم ہوتا یہ جانتے تھے کہ اب ہم پھلوں پر قابض ہیں ابھی اتار کر سب لے آئیں گے۔ لیکن جب وہاں پہنچے تو ہکے بکے ہو گئے۔ دیکھتے ہیں کہ لہلہاتا ہوا ہرا بھرا باغ میوؤں سے لدے ہوئے درخت اور کچے ہوئے پھل سب غارت اور برباد ہو چکے ہیں سارے باغ میں آندھی پھر گئی ہے اور تمام باغ میوؤں سمیت جل کر کوئلہ ہو گیا ہے کوئی پھل ادھی کے دام کا بھی نہیں رہا ساری تر و تازگی بیوست سے بدل گئی ہے۔ باغ سارا کا سارا جل کر راکھ ہو گیا ہے درختوں کے کالے کالے ڈراؤنے ٹھنڈے کھڑے ہوئے ہیں تو پہلے تو سمجھے کہ ہم راستہ بھول گئے کسی اور باغ میں چلے آئے اور یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ ہمارا طریقہ کار غلط تھا جس کا یہ نتیجہ ہے۔ پھر بخور دیکھنے سے جب یہ یقین ہو گیا کہ باغ تو یہ ہمارا ہی ہے تب سمجھ گئے اور کہنے لگے ہے تو یہی لیکن ہم بد قسمت ہیں ہمارے نصیب میں ہی اس کا پھل اور فائدہ نہیں۔ ان سب میں جو عدل و انصاف والا اور بھلائی اور بہتری والا تھا وہ بول پڑا کہ دیکھو میں تو پہلے ہی تم سے کہتا تھا کہ تم ان شاء اللہ کیوں نہیں کہتے؟ سدی رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ ان کے زمانے میں سبحان اللہ کہنا بھی ان شاء اللہ کہنے کے قائم مقام تھا۔ امام ابن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کے معنی ہی ان شاء اللہ کہنے =

إِنَّ لِلْمُتَّقِينَ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنَّتِ النَّعِيمِ ۝ أَفَتَجْعَلُ الْمُسْلِمِينَ كَالْمُجْرِمِينَ ۝ مَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُونَ ۝ أَمْ لَكُمْ كِتَابٌ فِيهِ تَدْرُسُونَ ۝ إِنَّ لَكُمْ فِيهِ لَمَا تَخَيَّرُونَ ۝ أَمْ لَكُمْ آيَاتٌ عَلَيْنَا بِالْغَةِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ ۝ إِنَّ لَكُمْ لَمَا تَحْكُمُونَ ۝ سَلِّمُوا إِلَيْهِمْ ۝ بِذَلِكَ زَعِيمٌ ۝ أَمْ لَهُمْ شُرَكَاءُ ۝ فَلْيَأْتُوا بِشُرَكَائِهِمْ ۝ إِنَّ كَانُوا صَادِقِينَ ۝

ترجمہ: پرہیزگاروں کے لئے ان کے رب کے پاس نعمتوں والی جنتیں ہیں۔ [۳۳] کیا ہم مسلمانوں کو مثل گنہگاروں کے کر دیں گے۔ [۳۵] تمہیں کیا ہو گیا کیسے فیصلے کر رہے ہو؟ [۳۶] کیا تمہارے پاس کوئی کتاب ہے جسے تم پڑھتے ہو؟ [۳۷] اس میں تمہاری من مانی باتیں ہوں یا [۳۸] تم سے ہم نے کوئی ایسی قسمیں کھائی ہیں جو قیامت تک باقی رہیں کہ تمہارے لئے وہ سب ہے جو تم اپنی طرف سے مقرر کر لو۔ [۳۹] ان سے پوچھو تو کمان میں سے کون اس بات کا ذمہ دار اور دعویدار ہے؟ [۴۰] کیا ان کے کوئی شریک ہیں؟ تو چاہئے کہ اپنے اپنے شریکوں کو لے آئیں اگر یہ سچے ہیں۔ [۴۱]

= کے ہیں۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان کے بہتر شخص نے ان سے کہا کہ دیکھو میں نے تو تمہیں پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ تم کیوں اللہ تعالیٰ کی پاکیزگی اور اس کی حمد و ثنا نہیں کرتے؟ یہ سن کر اب وہ کہنے لگے کہ ہمارا رب پاک ہے۔ بے شک ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا۔ اب اطاعت بجالائے جب کہ عذاب پہنچ چکا اب اپنی نصیحت کو مانا جب سزا دے دی گئی اب تو ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگے کہ ہم نے بہت ہی برا کیا کہ مسکینوں کا حق مارنا چاہا اور اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری سے رک گئے پھر سبھوں نے کہا کہ کوئی شک نہیں ہماری سرکشی حد سے بڑھ گئی اسی وجہ سے اللہ کا عذاب آیا۔

پھر کہتے ہیں شاید ہمارا رب ہمیں اس سے بہتر بدلہ دے یعنی دنیا میں۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ آخرت کے خیال سے انہوں نے یہ کہا ہو وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ بعض سلف کا قول ہے کہ یہ واقعہ اہل یمن کا ہے۔ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ”یہ لوگ ضرور ان کے رہنے والے تھے جو صنعا سے چھ میل کے فاصلے پر ایک بستی ہے۔“ اور مفسرین کہتے ہیں کہ یہ اہل حبشہ تھے مذہب اہل کتاب تھے یہ باغ انہیں ان کے باپ کے ورثے میں ملا تھا۔ اس کا یہ دستور تھا کہ باغ کی پیداوار میں سے باغ کا خرچ نکال کر اپنے اور اپنے بال بچوں کے لئے سال بھر کا خرچ رکھ کر باقی نفع اللہ تعالیٰ کے نام صدقہ کر دیتا تھا۔ اس کے انتقال کے بعد ان بچوں نے آپس میں مشورہ کیا اور کہا کہ ہمارا باپ تو بیوقوف تھا جو اتنی بڑی رقم ہر سال ادھر ادھر دیتا تھا۔ ہم ان فقیریوں کو اگر نہ دیں اور اپنا مال باقاعدہ سنبھالیں تو بہت جلد دولت مند بن جائیں یہ ارادہ انہوں نے پختہ کر لیا تو ان پر وہ عذاب آیا جس نے اصل مال بھی تباہ کر دیا اور بالکل خالی ہاتھ رہ گئے۔ پھر فرماتا ہے جو شخص بھی اللہ تعالیٰ کے حکموں کا خلاف کرے اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں بخل کرے اور مسکینوں جتنا جوں کا حق ادا نہ کرے اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی ناشکری کرے اس پر اسی طرح کے عذاب نازل ہوتے ہیں اور یہ تو دنیوی عذاب ہیں آخرت کے عذاب تو ابھی باقی ہیں جو سخت تر اور بدتر ہیں۔ نبیؐ کی ایک حدیث میں ہے کہ ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رات کے وقت بھیبتی کاٹنے اور باغ کے پھل اتارنے سے منع فرما دیا ہے۔“ ①

نیک اور گنہگار برابر نہ ہو گئے: [آیت: ۳۳-۳۱] اور چونکہ دنیوی جنت والوں کا حال بیان ہوا تھا اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور =

يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ وَيُدْعَوْنَ إِلَى السُّجُودِ فَلَا يَسْتَطِيعُونَ ۖ خَاشِعَةً
 أَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ۖ وَقَدْ كَانُوا يُدْعَوْنَ إِلَى السُّجُودِ وَهُمْ سَلِيمُونَ ۝
 فَذَرْنِي وَمَنْ يُكَذِّبُ بِهَذَا الْحَدِيثِ ۖ سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُونَ ۖ
 وَأُمْلِي لَهُمْ ۖ إِنَّ كَيْدِي مَتِينٌ ۝ أَمْ تَسْأَلُهُمْ أَجْرًا فَهُمْ مِنْ مَغْرَمٍ
 مُثْقَلُونَ ۖ أَمْ عِنْدَهُمُ الْغَيْبُ فَهُمْ يَكْتُمُونَ ۝

ترجمہ: جس دن پنڈلی کھول دی جائے گی اور وہ سجدے کے لئے بلائے جائیں گے تو سجدہ نہ کر سکیں گے۔ [۳۲] لگا ہیں نیچی ہوں گی اور ان پر
 ذلت و خواری چھاری ہوگی۔ حالانکہ یہ سجدے کے لئے اس وقت بھی بلائے جاتے تھے جب کہ صحیح سالم تھے۔ [۳۳] مجھے اور اس کلام کے جھٹلانے
 والے کو چھوڑ دے ہم انہیں اس طرح آہستہ آہستہ کھینچیں گے کہ انہیں معلوم بھی نہ ہوگا۔ [۳۴] اور میں انہیں ذلیل و خوار گا مہری تدبیر بڑی مضبوط
 ہے۔ [۳۵] کیا تو ان سے کوئی اجرت چاہتا ہے جس کے نادان سے یہ دے جاتے ہوں [۳۶] یا کیا ان کے پاس علم غیب ہے جسے وہ لکھتے ہوں۔ [۳۷]

= اس کے حکم کا خلاف کرنے سے ان پر جو بلا اور آفت آئی اس کا ذکر ہوا تھا اس لئے اب ان متقی پر ہیزگار لوگوں کا حال ذکر کیا گیا
 جنہیں آخرت میں جہنم میں ملے گی جن کی نعمتیں نہ فنا ہوں گی نہ گھٹیں گی نہ ختم ہوں گی نہ سڑیں گی نہ گلیں گی۔ پھر فرماتا ہے کیا ہو سکتا ہے کہ
 مسلمان اور گنہگار جزا میں یکساں ہو جائیں؟ قسم ہے زمین و آسمان کے رب کی کہ یہ نہیں ہو سکتا، کیا ہو گیا ہے تم کس طرح یہ چاہتے ہو؟
 کیا تمہارے ہاتھوں میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اتنی ہوئی کوئی ایسی کتاب ہے خود تمہیں بھی محفوظ ہوا اور اگلوں کے ہاتھوں تم پچھلوں
 تک پہنچی ہو اور اس میں وہی ہو جو تمہاری چاہت ہے اور جو تم کہہ رہے ہو؟ یا ہمارا کوئی مضبوط وعدہ اور عہد تم سے ہے کہ تم جو کچھ کہہ
 رہے ہو وہی ہوگا اور تمہاری یہ بے جا اور غلط خواہشیں پوری ہو کر رہیں گی؟ ان سے ذرا پوچھو تو کہ اس بات کا کون ضامن ہے اور کس
 کے ذمہ یہ کفالت ہے؟ نہ سہی تمہارے جو جھوٹے معبود ہیں ان ہی کو اپنی سچائی کے ثبوت میں پیش کرو۔

محرم روز قیامت سجدہ نہ کر پائے گا: [آیت: ۴۲-۴۷] اور چونکہ بیان ہوا تھا کہ پرہیزگار لوگوں کے لئے نعمتوں والی جنتیں ہیں اس
 لئے یہاں بیان ہو رہا ہے کہ یہ نعمتیں انہیں کب ملیں گی؟ تو فرمایا کہ اس دن جس دن پنڈلی کھول دی جائے گی یعنی قیامت کے دن جو دن
 بڑی ہولناکیوں والا زلزلوں والا امتحان والا اور آزمائش والا اور بڑے بڑے اہم امور کے ظاہر ہونے کا دن ہوگا۔ صحیح بخاری میں اس جگہ
 حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث ہے کہ ”میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا فرماتے تھے کہ ہمارا رب اپنی پنڈلی کھول دے گا۔
 پس ہر مومن مرد اور ہر مومن عورت سجدے میں گر پڑے گی ہاں دنیا میں جو لوگ دکھانے سنانے کے لئے سجدے کرتے تھے وہ بھی سجدہ
 کرنا چاہیں گے، لیکن ان کی کمر تختہ کی طرح ہو جائے گی یعنی سجدہ نہ کر سکیں گے۔“ یہ حدیث بخاری و مسلم دونوں میں ہے۔ ①

اور دوسری کتابوں میں بھی ہے جو کئی کئی سندوں سے الفاظ کے پیر پھیر کے ساتھ مروی ہے اور یہ حدیث مطول ہے اور مشہور

① صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ ن والقلم باب (یوم یکشف عن ساق) ۴۹۱۹؛ صحیح مسلم، ۱۸۳؛ ترمذی، ۲۵۹۸

ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ”یہ دن تکلیف دہ درد اور شدت کا دن ہوگا ① جس کو یہاں محاورہ میں بیان کیا گیا ہے“ (ابن جریر)۔ اور ابن جریر رحمہ اللہ اسے دوسری سند سے شک کے ساتھ بیان کرتے ہیں کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہما یا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ﴿يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ﴾ کی تفسیر میں بہت بڑا عظیم الشان امر مروی ہے جیسے شاعر کا قول ہے ”نَسَّالَتِ الْحَوْبُ عَنْ سَاقٍ“ یہاں بھی لڑائی کی عظمت اور بڑائی بیان کی گئی ہے۔ مجاہد رحمہ اللہ سے بھی یہی مروی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ”قیامت کے دن یہ گھڑی بہت سخت ہوگی آپ فرماتے ہیں کہ امر بہت سخت بڑی گھبراہٹ والا اور ہولناک ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ جس وقت امر کھول دیا جائے گا اعمال ظاہر ہو جائیں گے اور یہ کھلنا آخرت کا آ جانا ہے اور اس سے مراد کام کا کھل جانا ہے۔“ یہ سب روایتیں ابن جریر میں ہیں۔ اس کے بعد یہ حدیث ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے اس کی تفسیر میں فرمایا مراد بہت بڑا نور ہے۔ لوگ اس کے سامنے سجدے میں گر پڑیں گے۔ ② یہ حدیث ابویعلیٰ میں بھی ہے اور اس کی اسناد میں ایک مبہم راوی ہے۔ وَاللَّهِ أَغْلَمُ۔ سرکش نظر میں نہ اٹھا سکیں گے۔ پھر فرمایا آج کے دن ان لوگوں کی آنکھیں اوپر کونہ انھیں گی اور ذلیل و پست ہو جائیں گے کیوں کہ دنیا میں بڑے سرکش اور کبر و غرور والے تھے۔ صحت اور سلامتی کی حالت میں دنیا میں جب انہیں سجدہ کے لئے بلایا جاتا تھا تو رک جاتے تھے جس کی سزا یہ ملی کہ آج سجدہ کرنا چاہتے ہیں لیکن نہیں کر سکتے۔ پہلے کر سکتے تھے مگر نہیں کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کی جگہ دیکھ کر مومن سب سجدے میں گر پڑیں گے لیکن کافر و منافق سجدہ نہ کر سکیں گے کمرختہ ہو جائے گی جھگے گی نہیں بلکہ پیٹھ کے بل چٹ گر پڑیں گے یہاں بھی ان کی حالت مومنوں کے خلاف تھی وہاں بھی خلاف ہی رہے گی۔ پھر فرمایا مجھے اور میری اس حدیث یعنی قرآن کے جھٹلانے والوں کو تو چھوڑ دے اس میں بڑی وعید ہے اور سخت ڈانٹ ہے کہ تو ٹھہر تو جائیں آپ ان سے نپٹ لوں گا۔ دیکھ تو سہی کہ کس طرح بتدریج انہیں پکڑتا ہوں یہ اپنی سرکشی اور غرور میں بڑھتے جائیں گے۔ میری ڈھیل کے راز کونہ سمجھیں گے اور پھر ایک دم یہ پاپ کا گھڑا پھوٹے گا اور میں اچانک انہیں پکڑ لوں گا میں انہیں بڑھاتا رہوں گا۔ یہ بدست ہوتے چلے جائیں گے وہ اسے کرامت سمجھیں گے حالانکہ ہوگی وہ اہانت جیسے اور جگہ ہے ﴿إِنْ حَسِبُونَ أَنَّ مَا نُفِذُ لَهُمْ﴾ ③ ارح۔ یعنی کیا ان کا گمان ہے کہ مال و اولاد کا بڑھنا ان کے لئے ہماری جانب سے کسی بھلائی کی بنا پر ہے؟ نہیں بلکہ یہ بے شعور ہیں۔ اور جگہ فرمایا ﴿فَلَمَّا نَسُوا مَا ذُكِّرُوا بِهِ﴾ ④ جب یہ ہمارے وعظ و پند کو بھلا چکے تو ہم نے ان پر تمام چیزوں کے دروازے کھول دیئے یہاں تک کہ انہیں جو دیا گیا تھا اس پر اترانے لگے تو ہم نے انہیں ناگہانی پکڑ لیا اور ان کی امیدیں منقطع ہو گئیں یہاں بھی ارشاد ہوتا ہے کہ میں انہیں ڈھیل دوں گا بڑھاؤں گا اور اونچا کروں گا یہ میرا داؤ ہے اور میری تدبیر میرے مخالفوں اور میرے نافرمانوں کے ساتھ بڑی ہے۔

بخاری و مسلم میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ”اللہ تعالیٰ ظالم کو مہلت دیتا ہے پھر جب پکڑتا ہے تو چھوڑتا نہیں۔ پھر آپ ﷺ نے یہ آیت پڑھی ﴿وَكَذَلِكَ أَخْذُ رَبِّكَ إِذَا أَخَذَ الْقُرْآنَ وَهُوَ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهِ﴾ ⑤ یعنی اسی طرح ہے تیرے رب کی پکڑ بڑی دردناک اور بہت سخت ہے۔ ⑥ پھر فرمایا تو کچھ ان سے اجرت اور بدلہ تو مانگتا ہی نہیں جو ان =

① حاکم، ۴۹۹/۲ وسندہ حسن۔ ② مسند ابی یعلیٰ، ۷۲۸۳ وسندہ ضعیف جداً روح بن جناح مجروح۔

③ ۲۳/ المؤمنون: ۵۵۔ ④ ۶/ الانعام: ۴۴۔ ⑤ ۱۱/ ہود: ۱۰۲۔

⑥ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ ہود باب قولہ ﴿وَكَلَّمَكَ أَخْذُ رَبِّكَ إِذَا أَخَذَ الْقُرْآنَ﴾ ۴۶۸۶؛ صحیح مسلم،

۲۵۸۳؛ ترمذی، ۳۱۱۰؛ ابن ماجہ، ۴۰۱۸؛ ابن حبان، ۵۱۷۵۔

فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تَكُنْ كَصَاحِبِ الْحُوتِ إِذْ نَادَىٰ وَهُوَ مَكْظُومٌ ۚ لَوْلَا
 أَنْ تَدْرِكُهُ نِعْمَةٌ مِنْ رَبِّهِ لَنُبِذَ بِالْعَرَاءِ وَهُوَ مَذْمُومٌ ۖ فَاجْتَبِهْ رَبَّهُ فُجِعَلَهُ
 مِنَ الصَّالِحِينَ ۝ وَإِنْ يَكَادُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَيُزْلِقُونَكَ بِأَبْصَارِهِمْ لَمَّا سَمِعُوا
 الذِّكْرَ وَيَقُولُونَ إِنَّهُ لَمَجْنُونٌ ۝ وَمَا هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِلْعَالَمِينَ ۝

ترجمہ: پس تو اپنے رب کے حکم کا صبر سے انتظار کر اور بھلی والے کی طرح نہ ہو جب کہ اس نے تمکین کی حالت میں دعا کی۔ [۳۸] اگر اسے اس کے رب کا احسان نہ پالیتا تو یقیناً وہ برے حالوں میں بنجر زمین میں ڈال دیا جاتا۔ [۳۹] اسے اس کے رب نے پھر نواز اور اسے نیک کاروں میں کر دیا۔ [۴۰] یقیناً ان منکروں کی چاہت ہے کہ اپنی تیز نگاہوں سے تجھے پھسلا دیں، یہ جب کبھی قرآن سنتے ہیں تو کہہ دیتے ہیں یہ تو ضرور دیوانہ ہے۔ [۴۱] اور حقیقت یہ قرآن تو تمام جہان والوں کے لئے سراسر فصاحت ہی ہے۔ [۴۲]

== پر بھاری پڑتا ہو اور جس کے تادان سے یہ جھکے جاتے ہوں نہ ان کے پاس کوئی علم غیب ہے جسے یہ لکھ رہے ہوں۔ ان دونوں جلوں کی تفسیر سورہ ﴿وَالطُّور﴾ میں گزر چکی ہے۔ خلاصہ مطلب یہ ہے کہ اے نبی! آپ انہیں اللہ عزوجل کی طرف بغیر اجرت اور بغیر مال طلبی کے اور بغیر بدلے کی چاہت کے بلارہے ہیں، آپ کی غرض سوائے ثواب حاصل کرنے کے اور کوئی نہیں تو اس پر بھی یہ لوگ صرف اپنی جہالت اور سرکشی کی وجہ سے آپ کو جھٹلا رہے ہیں۔

حضرت یونس علیہ السلام کا واقعہ: [آیت: ۳۸-۵۲] اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے نبی! اپنی قوم کی ایذا پر اور ان کے جھٹلانے پر صبر و سہارا کرو غریب اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہونے والا ہے آخر کار آپ کا اور آپ کے ماتحتوں کا ہی غلبہ ہوگا دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی دیکھو تم مچھلی والے نبی کی طرح نہ ہوتا۔ اس سے مراد یونس بن متی علیہ السلام ہیں جب کہ وہ اپنی قوم پر غصہ بنا کہ ہو کر نکل کھڑے ہوئے پھر جو ہوا سو ہوا۔ یعنی آپ کا جہاز میں سوار ہونا، مچھلی کا آپ کو نگل جانا اور سمندر کی تہہ میں بیٹھ جانا اور اس تہہ پر اندھیریوں میں اس قدر نیچے آپ کا سمندر کو اللہ تعالیٰ کی پاکیزگی بیان کرتے ہوئے سننا، اور خود آپ کا بھی پکارنا اور ﴿لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ﴾ ۱ پڑھنا۔ پھر آپ کی دعا کا قبول ہونا اور اس سے نجات پانا وغیرہ۔ جس واقعہ کا مفصل بیان پہلے گزر چکا ہے۔

جس کے بیان کے بعد اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ہم اسی طرح ایمان داروں کو نجات دیا کرتے ہیں اور فرماتا ہے کہ اگر وہ تسبیح نہ کرتے تو قیامت تک اسی کے پیٹ میں پڑے رہتے۔ یہاں بھی فرمان ہے کہ جب اس نے غم اور دکھ کی حالت میں ہمیں پکارا۔ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ یونس علیہ السلام کی زبان سے نکلتے ہی یہ کلمہ عرش پر پہنچا۔ فرشتوں نے کہا اللہ تعالیٰ اس کو زور غیر معروف شخص کی آواز تو ایسی معلوم ہوتی ہے جیسے پہلے کی سنی ہوئی ہو۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا کیا تم نے اسے پہچانا نہیں؟ فرشتوں نے عرض کیا، نہیں۔ جناب باری نے فرمایا یہ میرے بندے یونس علیہ السلام کی آواز ہے۔ فرشتوں نے کہا پروردگار پھر تو تیرا یہ بندہ وہ ہے جس کے اعمال صالحہ ہر روز آسمانوں پر چڑھتے رہے جس کی دعائیں ہر وقت قبولیت کا درجہ پاتی رہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا سچ ہے۔ فرشتوں نے کہا پھر اے رحم الراحمین! ان کی آسانیوں کے وقت کے نیک اعمال کی بنا پر انہیں اس سختی سے نجات عطا فرما۔ چنانچہ ارشاد باری ہوا

کہ اے مچھلی تو نہیں اگل دے اور مچھلی نے انہیں کنارے پر آ کر اگل دیا۔ یہاں بھی یہی بیان ہو رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں پھر برگزیدہ بنالیا اور نیکو کاروں میں کر دیا۔ مسند احمد میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ ”کسی کو لائق نہیں کہ وہ اپنے آپ کو حضرت یونس بن متی علیہ السلام سے افضل بتائے۔“ بخاری و مسلم میں بھی یہ حدیث ہے۔ ① (بس کچھ الفاظ کی ہیر پھیر ہے۔ کسی روایت میں اس طرح ہے کہ ”مجھے یونس بن متی علیہ السلام سے افضل مت بتاؤ۔“ یہ اس لئے کہ کہیں لوگ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے ایسا نہ کہنے لگیں کہ ”اے محمد! مچھلی والے کی طرح نہ ہو جانا“ کہ اس میں حضرت یونس علیہ السلام کی برائی اور مذمت سی نکلتی ہے)۔ اگلی آیت کا مطلب یہ ہے کہ تیرے بغض و حسد کی وجہ سے یہ کفار تو اپنی آنکھوں سے گھور گھور کر تجھے پھسلا دینا چاہتے ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے حمایت اور بچاؤ نہ ہوتا تو یقیناً یہ تو ایسا کر گزرتے۔ اس آیت میں دلیل ہے اس امر پر کہ نظر کا لگنا اور اس کا تاثیر کا اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہونا حق ہے جیسا کہ بہت سی احادیث میں بھی جو کئی کئی سندوں سے مروی ہیں۔

نظر بد کا علاج اور بد شگون کی مذمت: ابو داؤد میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ ”دم جھاڑا صرف نظر کا اور زہریلے جانوروں کا اور نہ تھمنے والے خون کا ہے۔“ ② بعض سندوں میں نظر کا لفظ نہیں۔ یہ حدیث ابن ماجہ میں بھی ہے اور صحیح مسلم اور ترمذی میں بھی ہے۔ ③ ایک غریب حدیث ابویعلیٰ میں ہے کہ نظر بنحکم باری تعالیٰ انسان کو گرا دیتی ہے۔“ ④ مسند احمد میں ہے کہ الو اور نظر میں کچھ بھی حق نہیں۔ سب سے اچھا شگون فال ہے۔ یہ حدیث ترمذی میں بھی ہے اور امام ترمذی رحمہ اللہ اسے غریب کہتے ہیں۔ ⑤ اور روایت میں ہے کہ کوئی ڈر خوف الو اور نظر میں نہیں اور نیک فال سب سے زیادہ سچا فال ہے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ ”نظر حق ہے نظر حق ہے وہ بلندی والے کو بھی اتار دیتی ہے“ ⑥ (مسند احمد)۔

چند مفید عملیات: صحیح مسلم میں ہے ”نظر حق ہے اگر کوئی چیز تقدیر سے سبقت کرنے والی ہوتی تو نظر کر جاتی۔ جب تم سے غسل کرایا جائے تو غسل کر لیا کرو۔“ ⑦ عبدالرزاق میں ہے کہ ”آنحضرت ﷺ حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کو ان الفاظ کے ساتھ پناہ میں دیتے ((أَعِذْكُمْ بِكَلِمَاتِ اللَّهِ التَّامَّةِ مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ وَهَامَّةٍ وَمِنْ كُلِّ غَائِبَةٍ لَامِيَةٍ)) یعنی تم دونوں کو اللہ تعالیٰ کے بھرپور کلمات کی پناہ میں سونپتا ہوں ہر شیطان سے اور ہر ایک زہریلے جانور سے اور ہر ایک لگ جانے والی نظر سے اور فرماتے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی حضرت ائحق اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کو انہی الفاظ سے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں دیا کرتے تھے۔“ یہ حدیث سنن میں اور بخاری میں بھی ہے۔ ⑧ ابن ماجہ میں ہے کہ ”سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ غسل کر رہے تھے۔ عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کہنے لگے

- ① احمد، ۱/۳۹۰؛ صحیح بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب قول اللہ تعالیٰ ﴿وَأَن يُّؤَسِّرَ لِمَن يَشَاءُ﴾ ۳۴۱۶؛ صحیح مسلم، ۲۳۷۹؛ ابو داؤد، ۴۶۶۹؛ ابن حبان، ۶۲۳۸۔ ② ابو داؤد، کتاب الطب، باب فی الرقی، ۳۸۸۹ وسندہ ضعیف؛ حاکم، ۴/۱۳۱ اس کی سند میں شریک القاضی دلس ہے اور سماع کی صراحت نہیں ہے (التقریب، ۱/۳۵۱، رقم: ۶۴) ③ ابن ماجہ، کتاب الطب، باب ما رخص فیہ من الرقی، ۳۵۱۳، وهو صحیح؛ صحیح مسلم، کتاب الإیمان، باب الدلیل علی دخول طوائف من المسلمین الجنة بغیر حساب، ۲۲۰؛ صحیح بخاری، کتاب الطب، باب من الکتوی أو کوی غیرہ، ۵۷۰۵۔ ④ احمد، ۵/۱۴۶ ح ۲۱۳۰۲ وسندہ ضعیف، فیہ محجن غیر منسوب، لانعرفہ۔ ⑤ احمد، ۵/۷۰؛ ترمذی، کتاب الطب، باب ماجاء ان لعین حق والغسل لها، ۲۰۶۱ وسندہ حسن؛ الأدب المفرد، ۹۱۴۔ ⑥ احمد، ۱/۲۹۴ وسندہ ضعیف، سفیان الثوری مدلس وعنعن ودوید شیخ لین قالہ ابو حاتم الرازی۔ ⑦ صحیح مسلم، کتاب السلام، باب الطب والمرضی والرقی، ۲۱۸۸، المعجم الکبیر، ۱۰۹۰۵، بیہقی، ۳۵۱/۹۔ ⑧ صحیح بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، ۳۳۷۱؛ ابو داؤد، ۴۷۳۷؛ ترمذی، ۲۰۶۰؛ ابن ماجہ، ۳۵۲۵؛ احمد، ۱/۲۳۶؛ ابن حبان، ۱۰۱۳۔

کہ میں نے تو آج تک ایسا جسم کسی پردہ نشین کا بھی نہیں دیکھا۔ پس ذرا سی دیر میں وہ بیہوش ہو کر گر پڑے۔ لوگوں نے حضور اکرم ﷺ سے کہا۔ یا رسول اللہ! ان کی خبر لیجئے یہ تو بے ہوش ہو گئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کسی پر تمہارا شک بھی ہے؟ لوگوں نے عرض کیا ہاں عامر بن ربیعہ پر۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم میں سے کیوں کوئی اپنے بھائی کو قتل کرتا ہے۔ جب تم میں سے کوئی اپنے بھائی کی کسی ایسی چیز کو دیکھے کہ اسے بہت اچھی لگے تو اسے چاہئے کہ اس کے لئے برکت کی دعا کرے۔ پھر پانی منگو اور عامر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تم وضو کرو منہ اور کہنوں تک ہاتھ اور گھٹنے اور تہبند کے اندر کا حصہ جسم دھو ڈالو۔ دوسری روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا برتن کو اس کی پیٹھ کے پیچھے سے اوندھا دو۔ ① نسائی وغیرہ میں بھی یہ روایت موجود ہے۔ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ”آنحضرت ﷺ جنات کی اور انسانوں کی نظر بد سے پناہ مانگا کرتے تھے۔ جب سورہ سعوذ تین نازل ہوئیں تو آپ ﷺ نے انہیں لے لیا اور سب کو چھوڑ دیا۔“ ② (ابن ماجہ ترمذی نسائی)

مسند وغیرہ میں ہے کہ ”حضرت جبرئیل علیہ السلام حضور اکرم ﷺ کے پاس آئے اور کہا اے نبی! کیا آپ بیمار ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں! تو جبرئیل علیہ السلام نے کہا (بِسْمِ اللَّهِ أَرْقِيكَ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ يُؤْذِيكَ مِنْ شَرِّ كُلِّ نَفْسٍ وَعَيْنٍ وَاللَّهُ يَشْفِيكَ بِسْمِ اللَّهِ أَرْقِيكَ) ③ بعض روایات میں کچھ الفاظ کا ہیر پھیر بھی ہے۔ بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ یقیناً نظر کا لگ جانا برحق ہے۔ ④ مسند کی ایک حدیث میں اس کے بعد یوں بھی لکھا ہے کہ اس کا سبب شیطان ہے اور ابن آدم کا حد ہے۔ ⑤ مسند کی ایک اور روایت میں ہے کہ ”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ کیا تم نے حضور اکرم ﷺ سے یہ سنا ہے کہ شگون تین چیزوں میں ہے گھر، گھوڑا اور عورت۔ تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا پھر تو میں رسول اللہ ﷺ پر وہ کہوں گا جو آپ نے نہیں فرمایا ہاں میں نے حضور اکرم ﷺ سے یہ تو سنا ہے کہ آپ نے فرمایا سب سے اچھا شگون نیک فال ہے اور نظر کا لگنا حق ہے۔“ ⑥ ترمذی وغیرہ میں ہے کہ ”حضرت اسماء بنتی نبیؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! (حضرت) جعفر کے بچوں کو نظر لگ جایا کرتی ہے تو کیا میں کچھ دم کرا لیا کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں اگر کوئی چیز تقدیر سے سبقت کر جانے والی ہوتی تو وہ نظر ہوتی۔“ ⑦

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بھی حضور اکرم ﷺ کا نظر بد سے دم کرنے کا حکم مروی ہے ⑧ (ابن ماجہ) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ”نظر لگانے والے کو حکم کیا جاتا تھا کہ وہ وضو کرے اور جس کو نظر لگی ہے اسے اس پانی سے غسل کرایا جاتا تھا“ ⑨ (احمد) اور

① ابن ماجہ، کتاب الطب، باب العین، ۳۵۰۹، وهو صحيح؛ احمد، ۳۸۶/۴؛ ابن حبان، ۶۱۰۶۔

② ترمذی، کتاب الطب، باب ماجاء فی الرقية بالمعوذتین، ۲۰۵۸، وسنده ضعيف سعيد بن ایاس الجریري مخطوط راوی ہے۔ نسائی، ۵۴۹۶؛

ابن ماجہ، ۳۵۱۱۔ ③ صحيح مسلم، کتاب السلام، باب الطب والمرض والرقی، ۲۱۸۶؛ ترمذی، ۹۷۲؛ احمد، ۲۸/۳۔

④ صحيح بخاری، کتاب الطب، باب العین حق، ۵۷۴۰؛ صحيح مسلم، ۲۱۸۷؛ مصنف عبدالرزاق، ۱۹۷۷۸؛ احمد، ۳۱۹/۲؛

ابن حبان، ۵۵۰۳۔ ⑤ احمد، ۴۳۹/۲، وسنده ضعيف اس کی سند میں محمول اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے درمیان انقطاع ہے۔

⑥ احمد، ۲۸۹/۲، وسنده ضعيف، ابو معشر نجیح بن عبدالرحمن ضعيف والسند منقطع وللحديث شواهد ضعيفه فی

الصحيحة للالبانی (۲۵۷۶) ⑦ ترمذی، کتاب الطب، باب ماجاء فی الرقية من العین، ۲۰۵۹، وهو صحيح؛ ابن ماجہ،

۳۵۱۰؛ احمد، ۴۳۸/۶۔ ⑧ صحيح بخاری، کتاب الطب، باب رقية العین، ۵۷۳۸؛ صحيح مسلم، ۲۱۹۵؛ ابن ماجہ،

۳۵۱۲؛ احمد، ۶۳/۶؛ ابن حبان، ۶۱۰۳۔ ⑨ ابوداود، کتاب الطب، باب ماجاء فی العین، ۳۸۸۰، وسنده ضعيف

عمرش اور ابراہیم رحمۃ اللہ علیہم دونوں مدلس راوی ہیں اور سماع کی تصریح نہیں ہے۔

حدیث میں ہے: نہیں ہے اُلُو اور نظر حق ہے اور سب سے اچھا شگون فال ہے۔ مسند احمد میں بھی حضرت سہل اور حضرت عامر رضی اللہ عنہما والا قصہ جو اوپر بیان ہوا قدرے بسط (تفصیل) کے ساتھ مروی ہے۔ ① بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ یہ دونوں بزرگ غسل کے ارادے سے چلے اور حضرت عامر رضی اللہ عنہ پانی میں غسل کے لئے اترے اور ان کا بدن دیکھ کر حضرت سہل رضی اللہ عنہ کی نظر لگ گئی اور وہ وہیں پانی میں خرخرامٹ کرنے لگے۔ میں نے تین مرتبہ آوازیں دیں لیکن جواب نہ ملا۔ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور واقعہ سنایا۔ آپ خود تشریف لائے اور تھوڑے سے پانی میں کھج کھج کرتے ہوئے تہبند اونچا اٹھائے ہوئے وہاں تک پہنچے اور ان کے سینے میں ہاتھ مارا اور دعا کی ((اَللّٰهُمَّ اَصْرِفْ عَنْهُ حَرَّهَا وَبَرْدَهَا وَوَصَبَهَا)) اے اللہ! تو اس سے اس کی گرمی اور سردی اور تکلیف دور کر دے“ الخ۔ ② مسند بزار میں ہے کہ میری امت کی قضا و قدر کے بعد اکثر سموت نظر سے ہوگی۔ ③ فرماتے ہیں کہ نظر حق ہے انسان کو قبر تک پہنچا دیتی ہے اور اونٹ کو ہانڈی تک۔ میری امت کی اکثر ہلاکی اسی میں ہے۔ ④ ایک اور صحیح سند سے بھی یہ روایت مروی ہے۔ فرمان رسالت ہے کہ ”ایک کی بیماری دوسرے کو نہیں لگتی اور نہ الوکی وجہ سے بربادی کا یقین کر لینا کوئی واقعیت رکھتا ہے اور نہ حسد کوئی چیز ہے۔ ہاں نظر ہی ہے۔“ ⑤

ابن عساکر میں ہے کہ ”جبریل علیہ السلام حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت غزوہ تھے۔ سبب پوچھا تو فرمایا حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کو نظر لگ گئی ہے۔ فرمایا یہ سچائی کے قابل چیز ہے نظر واقعی لگتی ہے۔ آپ نے یہ کلمات پڑھ کر انہیں پناہ میں کیوں نہ دیا؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا وہ کلمات کیا ہیں؟ فرمایا یوں کہو ((اَللّٰهُمَّ ذَا السُّلْطَانِ الْعَظِيمِ وَالْمَنْ الْقَدِيمِ ذَا الْوَجْهِ الْكَرِيمِ وَلِئِي الْكَلِمَاتِ السَّامَاتِ وَالذَّعْوَاتِ الْمُسْتَجَابَاتِ عَافِ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ مِنْ اَنْفُسِ الْجِنَّ وَاعْيُنِ الْاِنْسِ)) یعنی اے اللہ! اے بہت بڑی بادشاہی والے اے زبردست قدیم احسانوں والے اے بزرگ ترچرے والے اے پورے کلموں والے اور اے دعاؤں کو قبولیت کا درجہ دینے والے تو حسن اور حسین کو تمام جنات کی ہواؤں سے اور تمام انسانوں کی آنکھوں سے اپنی پناہ دے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا پڑھی وہیں دونوں بچے اٹھ کھڑے ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھیلنے کودنے لگے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگو! اپنی جانوں کو اپنی بیویوں کو اور اپنی اولاد کو اسی پناہ کے ساتھ پناہ دیا کرو اس جیسی اور کوئی پناہ کی دعا نہیں۔“ ⑥ پھر فرماتا ہے کہ جہاں یہ کافر اپنی حقارت بھری نظریں آپ پر ڈالتے ہیں وہاں اپنی طعن آئینہ زبان بھی آپ پر کھولتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ تو قرآن لانے میں مجنون ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے جواب میں فرماتا ہے کہ قرآن تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمام عالم کے لئے نصیحت نامہ ہے۔ الحمد للہ سورہ قلم کی تفسیر ختم ہوئی۔

① احمد، ۴/۴۷۷ والمستدرک، ۴/۲۱۵ وابن ماجہ، ۳۵۰۶ مختصرأ وهو حدیث حسن، أمیة بن ہند حسن الحدیث وثقہ

ابن حبان والحاکم وغیرہما۔ ② احمد، ۳/۴۷۷ وهو حدیث حسن۔

③ مسند البزار، ۳۰۵۲ وسندہ ضعیف، طالب بن حبیب ضعیف ضعفہ الجمهور۔

④ محمد بن المنذر الہروی فی کتاب العجائب وسندہ موضوع علی بن ابی علی الهاشمی المدنی متروک ”یروی عن ابن

المنکدر أحادیث موضوعة“ قالہ الحاکم۔ ⑤ احمد، ۲/۲۲۲ وسندہ ضعیف، رشید بن سعد ضعیف مشہور

والسند الآخر الذی ذکرہ ابن کثیر ایضاً ضعیف سفیان الثوری مدلس وعنن، مجمع الزوائد، ۵/۱۰۱۔

⑥ وسندہ ضعیف، فیہ علل منها ضعف الحارث الاعور کذبہ غیر واحد۔

تفسیر سورہ حاقہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الْحَاقَّةُ ۝ مَا الْحَاقَّةُ ۝ وَمَا أَدْرَاكَ مَا الْحَاقَّةُ ۝ كَذَّبَتْ ثَمُودُ وَعَادٌ بِالْقَارِعَةِ ۝
فَمَا ثَمُودُ فَأُهْلِكُوا بِالطَّاغِيَةِ ۝ وَمَا عَادٌ فَأُهْلِكُوا بِرِيحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ ۝ سَخَّرَهَا
عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَتَمِيزَةُ أَيَّامٍ ۝ حُسُومًا ۝ فَتَرَى الْقَوْمَ فِيهَا صَرْعَى ۝ كَأَنَّهُمْ
أَعْبَارُ نَخَالٍ خَاوِيَةٍ ۝ فَهَلْ تَرَى لَهُمْ مِّنْ بَاقِيَةٍ ۝ وَجَاءَ فِرْعَوْنُ وَمَنْ قَبْلَهُ
وَالْمُؤْتَفِكَةُ ۝ فَخَاصُّوا رَسُولَ رَبِّهِمْ فَأَخَذَهُمْ أَخْذَةً رَّابِيَةً ۝ إِنَّا لَنَّا
طِفَالُ بَاءٌ حَمَلْنَاكُمْ فِي الْجَارِيَةِ ۝ لِنَجْعَلَهَا لَكُمْ تَذْكِرَةً وَتَعِيَهَا أذُنٌ وَاعِيَةٌ ۝

اللہ تعالیٰ بخشش اور مہربانی کرنے والے کے نام سے شروع

سچ سچ آنے والی [۱] کیا ہے حقیقتاً قائم ہونے والی [۲] اور تجھے کیا معلوم کہ وہ ثابت شدہ کیا ہے [۳] اس کھڑکادینے والی کو ثمودیوں اور عادوں نے جھٹلایا تھا [۴] جس کے نتیجے میں ثمودی تو بے حد خوفناک اور اونچی آواز سے ہلاک کر دیئے گئے۔ [۵] اور عادوں نے بے حد تیز و تند ہوا سے غارت کر دیئے گئے۔ [۶] جو ان پر برابر لگا تا رسات رات اور آٹھ دن تک اللہ کے حکم سے چلتی رہی پس تو دیکھے گا کہ یہ لوگ زمین پر اس طرح گر گئے جیسے کہ کھجور کے کھوکھلے تنے ہوں۔ [۷] کیا ان میں سے کوئی بھی تجھے باقی نظر آ رہا ہے [۸] فرعون اور اس سے پہلے کے لوگ اور جن کی بستیوں اللہ دی گئیں انہوں نے بھی خطائیں کیں [۹] اور اپنے رب کے رسولوں کی نافرمانی کی بالآخر اللہ تعالیٰ نے انہیں بھی زبردست گرفت میں لے لیا۔ [۱۰] جب پانی میں طغیانی آگئی تو اس وقت ہم نے تمہیں کشتی میں چڑھالیا [۱۱] تاکہ اسے تمہارے لئے نصیحت اور یادگار بنادیں اور تاکہ یاد رکھنے والے کان اسے یاد رکھیں۔ [۱۲]

حاقہ قیامت کا نام [آیت ۱-۱۲] ﴿حَاقَّةٌ﴾ قیامت کا ایک نام ہے اور اس نام کی وجہ یہ ہے کہ وعدہ وعید کی حقانیت کا دین دہی ہے۔ اسی لئے اس دن کی ہولناکی بیان کرتے ہوئے فرمایا: تم اس ﴿حَاقَّةٌ﴾ کی صحیح کیفیت سے بے خبر ہو۔ پھر ان لوگوں کا بیان فرمایا جن جن لوگوں نے اسے جھٹلایا تھا اور پھر خمیازہ اٹھایا تھا۔

عاد و ثمود کے عذاب کا تذکرہ: تو فرمایا ثمودیوں کو دیکھو ایک طرف تو فرشتوں کے دھاڑنے کی کلبجوں کو پاش کر دینے والی آواز آتی ہے دوسری جانب سے زمین میں غصبتا کی کا بھونچال آتا ہے اور سب تہہ بالا ہو جاتے ہیں۔ پس بقول حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ ﴿طَّاغِيَةٍ﴾ کے معنی ہیں چنگھاڑ کے۔ ① اور مجاہد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد گناہ ہیں یعنی وہ اپنے گناہوں کے باعث برباد کر دیئے گئے۔

ربیع بن انس اور ابن زید رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ اس سے مراد ان کی سرکشی ہے۔ ابن زید رضی اللہ عنہ نے اس کی شہادت میں یہ آیت پڑھی ﴿كَذَّبَتْ ثَمُودُ بِطَغْوَاهَا﴾ ① یعنی ثمودیوں نے اپنی سرکشی کے باعث جھٹلایا، یعنی اونٹنی کی کوچیں کاٹ دیں۔ اور عادی ٹھنڈی ہواؤں کے تیز جھونکوں سے جنہوں نے ان کے دل چمید دیئے، تہس نہس کر دیئے گئے۔ یہ آندھیاں جو خیر و برکت سے خالی تھیں اور فرشتوں کے ہاتھوں سے نکلی جاتی تھیں برابر پے در پے لگا تارسات راتیں اور آٹھ دن تک چلتی رہیں ان دنوں میں ان کے لئے سوائے نحوست اور بربادی کے اور کوئی بھلائی نہ تھی

جیسے اور جگہ ہے ﴿فِي أَيَّامٍ نَّحْسَاتٍ﴾ ② حضرت ربیع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ”جمعہ کے دن سے یہ شروع ہوئی تھیں“ بعض کہتے ہیں بدھ سے۔ ان ہواؤں کو عرب اعجاز اس لئے بھی کہتے ہیں کہ قرآن نے فرمایا ہے ان عادیوں کی حالتیں اعجاز یعنی کھجوروں کے کھوکھلے تنوں جیسی ہو گئیں۔ دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ عوامیہ ہوائیں جاڑوں کے آخر میں چلا کرتی ہیں اور عمر کہتے ہیں آخر کو۔ اور یہ وجہ بیان کی جاتی ہے کہ عادیوں کی ایک بڑھیا ایک غار میں گھس گئی تھی جو ان ہواؤں سے آٹھویں روز وہیں تباہ ہو گئی۔ اور بڑھیا کو عربی میں عجز کہتے ہیں وَاللَّهِ أَغْلَمُ ﴿عَجَاوِيَةً﴾ کے معنی ہیں خراب سزاگاہ، کھوکھلا۔ مطلب یہ ہے کہ ہواؤں نے انہیں اٹھا اٹھا کر اٹنادے پٹخانان کے سر پھٹ گئے سروں کا تو چورا چورا ہو گیا اور باقی جسم ایسا رہ گیا جیسے کھجور کے درخت کا سراپتوں والا کاٹ کر ٹھنٹ رہنے دیا ہو۔

بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ”میری مدد کی گئی صبا کے ساتھ یعنی پروا ہوا کے ساتھ اور عادی ہلاک کئے گئے دیور سے یعنی پچھوا ہوا سے۔“ ③ ابن ابی حاتم میں ہے حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ ”عادیوں کے ہلاک کرنے کے لئے ہواؤں کے خزانے میں سے صرف اگوشی کے برابر کشادہ کی گئی تھی۔“ ④ جس سے ہوائیں نکلیں اور پہلے وہ گاؤں اور دیہات والوں پر آئیں۔ ان کے تمام مردوں، عورتوں کو چھوٹوں، بڑوں کو ان کے مالوں اور جانوروں سمیت لے کر آسمان وزمین کے درمیان معلق کر دیا، شہریوں کو بوجہ بہت بلندی اور کافی اونچائی کے یہ معلوم ہونے لگا کہ سیاہ رنگ کا بادل چڑھا ہوا ہے خوش ہونے لگے کہ گرمی کے باعث جو ہماری بری حالت ہو رہی ہے اب پانی برس جائے گا۔ اتنے میں ہواؤں کو حکم ہوا اور اس نے ان تمام کو ان شہریوں پر پھینک دیا۔ یہ اور وہ سب ہلاک ہو گئے۔ حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس ہوا کے پر اور دم تھی۔ پھر فرماتا ہے بتلاؤ تو ان میں سے یا ان کی نسل میں سے ایک کو بھی تم دیکھ رہے ہو؟ یعنی سب کے سب تباہ و برباد کر دیئے گئے کوئی نام لیا باقی نہ رہا۔

فرعونیوں اور گزشتہ اقوام کی بربادی: پھر فرمایا فرعون اور اس سے اگلے خطا کار نافرمان رسول کا بھی یہی انجام ہوا ﴿قَبْلَهُ﴾ کی دوسری قرأت ﴿قَبْلَهُ﴾ بھی ہے تو معنی یہ ہوں گے کہ فرعون اور اس کے پاس اور ساتھ کے لوگ یعنی فرعون قبلی، کفار۔ (مُؤَيِّفَكْتُ) سے مراد بھی پیغمبروں کی جھٹلانے والی اگلی امتیں ہیں ﴿خَاطِئَةً﴾ سے مطلب معصیت اور خطائیں ہیں۔ پس فرمایا ان میں سے ہر ایک نے اپنے اپنے زمانے کے رسول علیہ السلام کی تکذیب کی جیسے اور جگہ ہے ﴿كُلُّ كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ وَعِيدُ﴾ ⑤ یعنی ان سب نے رسولوں کی تکذیب کی اور ان پر عذاب آچینچے۔ اور یہ بھی یاد رہے کہ ایک پیغمبر کا انکار گویا تمام انبیاء علیہم السلام کا انکار ہے جیسے قرآن نے فرمایا ﴿كَذَّبَتْ قَوْمُ نُوحٍ الْمُرْسَلِينَ﴾ ⑥ اور فرمایا ﴿كَذَّبَتْ عَادُ الْمُرْسَلِينَ﴾ ⑦ یعنی قوم نوح نے عادیوں

① ۹۱/ الشمس: ۱۱۔ ② ۴۱/ حم السجدة: ۶۔ ③ صحیح بخاری، کتاب الاستسقاء، باب قول النبی ﷺ (نصرت بالصبا) ۱۰۳۵۰ صحیح مسلم، ۹۰۰۔ ④ ابن ابی حاتم وسندہ ضعیف، مسلم الملائی ضعیف مشہور۔ ⑤ ۵۰/ ق: ۱۴۔ ⑥ ۲۶/ الشعراء: ۱۰۵۔ ⑦ ۲۶/ الشعراء: ۱۲۳۔

نے، ثمود یوں نے رسولوں کو جھٹلایا، حالانکہ سب کے پاس یعنی ہر ایک امت کے پاس ایک ہی رسول آیا تھا۔ یہی مطلب یہاں بھی ہے کہ انہوں نے اپنے رب کے پیغمبر ﷺ کی نافرمانی کی۔ پس اللہ تعالیٰ نے انہیں سخت ترمہلک بڑی دردناک المناک پکڑ میں پکڑ لیا۔ اس کے بعد اپنا احسان جتنا ہے کہ دیکھو جب نوح علیہ السلام کی دعا کی وجہ سے زمین پر طوفان آیا اور پانی حد سے گزر گیا، چاروں طرف ریل پیل ہو گئی، نجات کی کوئی جگہ نہ رہی اس وقت ہم نے تمہیں کشتی میں چڑھالیا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ”جب قوم نوح نے اپنے نبی کو جھٹلایا اور ان کی مخالفت اور ایذا رسانی شروع کی، اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کی عبادت کرنے لگے، اس وقت حضرت نوح علیہ السلام نے تنگ آ کر ان کی ہلاکی کی دعا کی جسے اللہ تعالیٰ نے قبول فرمایا اور مشہور طوفان نوح نازل فرمایا جس سے سوائے ان لوگوں کے جو حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی میں سوار تھے روئے زمین پر کوئی نہ بچا۔ پس سب لوگ حضرت نوح علیہ السلام کی نسل اور آپ کی اولاد میں سے ہیں۔“

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ پانی کا ایک ایک قطرہ باجائز اللہ تعالیٰ پانی کے واردہ فرشتے کے ناپ تول سے برستا ہے اسی طرح ہوا کا ہلکا سا جھونکا بھی بے ناپے تولے نہیں چلتا لیکن ہاں عادیوں پر جو ہوائیں چلیں اور قوم نوح پر جو طوفان آیا وہ تو بے حد اور بے شمار اور بغیر ناپ تول کے تھا، اللہ تعالیٰ کی اجازت سے پانی اور ہوا نے وہ زور باندھا کہ نگہبان فرشتوں کی کچھ نہ چلی، اسی لئے قرآن میں ﴿طَغَى الْمَاءُ﴾ اور ﴿بَرِيحٌ صَرْصَرٌ عَاتِيَةٌ﴾ کے الفاظ ہیں اسی لئے اس اہم احسان کو اللہ تعالیٰ یاد دلا رہے ہیں کہ ایسے پرخطر موقع پر ہم نے تمہیں کشتی پر سوار کر دیا، تاکہ یہ کشتی تمہارے لئے نمونہ بن جائے، چنانچہ آج بھی دیکھی کشتیوں پر سوار ہو کر سمندر کے لمبے چوڑے سفر طے کر رہے ہو، جیسے اور جگہ ہے ﴿وَجَعَلْ لَكُمْ مِنْ أَفْئِدِكُمْ وَآلِ انْعَامٍ﴾ ① یعنی تمہاری سواری کے لئے کشتیاں اور چوپائے جانور بنائے تاکہ تم ان پر سواری کرو اور سوار ہو کر اپنے رب کی نعمت کو یاد کرو۔ اور جگہ فرمایا ﴿وَآيَةً لَهُمْ أَنَّا حَمَلْنَا﴾ ② الخ۔ یعنی ان کے لئے ایک نشان قدرت یہ بھی ہے کہ ہم نے ان کی نسل کو بھری کشتی میں چڑھالیا اور بھی ہم نے اس جیسی ان کی سواریاں پیدا کر دیں۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے اوپر کی اس آیت کا یہ مطلب بھی بیان کیا ہے کہ وہی کشتی نوح باقی رہی یہاں تک کہ اس امت کے اگلوں نے بھی اسے دیکھا۔ لیکن زیادہ ظاہر مطلب پہلا ہی ہے۔ پھر فرمایا یہ اس لئے بھی کہ یاد رکھنے اور سننے والا کان اسے یاد کر لے اور محفوظ رکھ لے اور اس نعمت کو نہ بھولے، یعنی صحیح سمجھ اور سچی سماعت والے عقل سلیم اور فہم مستقیم رکھنے والے جو اللہ تعالیٰ کی باتوں اور اس کی نعمتوں سے بے پرواہی اور لاابالی نہیں برتتے ان کی پند و نصیحت کا ایک ذریعہ یہ بھی بن گیا۔ ابن ابی حاتم میں ہے کہ حضرت مکحول رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب یہ الفاظ اترے تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا میں نے اپنے رب سے سوال کیا کہ وہ علی (رضی اللہ عنہ) کو ایسا ہی بنادے۔

چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے ”رسول اللہ ﷺ سے کوئی چیز سن کر پھر میں نے فراموش نہیں کی۔“ ③ روایت ابن جریر میں بھی ہے لیکن مرسل ہے۔ ابن ابی حاتم کی ایک اور حدیث میں ہے کہ ”حضور اکرم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ مجھے حکم کیا گیا ہے کہ میں تجھے نزدیک کر دوں دور نہ کر دوں اور تجھے تعلیم دوں اور تو بھی یاد رکھے اور یہی تجھے بھی چاہیے اس پر یہ آیت اتری۔“ ④ یہ روایت دوسری سند سے بھی ابن جریر میں مروی ہے لیکن وہ بھی صحیح نہیں۔

① ۴۳ / الزخرف: ۱۲۔ ② ۳۶ / یس: ۴۱۔

③ الطبری، ۵۷۹ / ۲۳، یہ روایت مرسل یعنی ضعیف ہے۔

④ الطبری، ۵۷۹ / ۲۳، ابن عساکر، ۲ / ۴۲۳، وسندہ ضعیف جداً۔

فَإِذَا نَفَخَ فِي الصُّورِ نَفْخَةً وَاحِدَةً ۖ وَحُيِّلَتِ الْأَرْضُ وَالْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً
وَاحِدَةً ۖ فَيَوْمَئِذٍ وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ۖ وَانْشَقَّتِ السَّمَاءُ فَهِيَ يَوْمَئِذٍ
وَاهِيَةٌ ۖ وَالْمَلِكُ عَلَى أَرْجَائِهَا ۖ وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ
ثَمِينًا ۖ يَوْمَئِذٍ تُعَرِّضُونَ لَاتُخْفَى مِنْكُمْ خَافِيَةٌ ۖ

ترجمہ: پس جب کہ صور میں ایک پھونک پھونکی جائے گی [۱۳] اور زمین اور پہاڑ اٹھالے جائیں گے اور ایک ہی چوٹ میں ریزہ ریزہ کر دیئے جائیں گے۔ [۱۴] اس دن ہو پڑنے والی (قیامت) ہو پڑے گی [۱۵] اور آسمان پھٹ جائے گا اور اس دن بالکل بودا ہو جائے گا اس کے کناروں پر فرشتے ہوں گے [۱۶] اور تیرے پروردگار کا عرش اس دن آٹھ فرشتے اپنے اوپر اٹھائے ہوئے ہوں گے۔ [۱۷] اس دن تم سب سامنے پیش کئے جاؤ گے تمہارا کوئی بھید پوشیدہ نہ رہے گا۔ [۱۸]

صور پھونکے جانے کا وقت: [آیت: ۱۳-۱۸] قیامت کی ہولناکیوں کا بیان یہاں ہو رہا ہے۔ سب سے پہلی گھبراہٹ پیدا کرنے والی چیز صور کا پھونکا جانا ہوگا جس سے سب کے دل مل جائیں گے۔ پھر آٹھ پھونکا جائے گا۔ جس سے تمام زمین و آسمان کی مخلوق بے ہوش ہو جائے گی، مگر جسے اللہ تعالیٰ چاہے پھر صور پھونکا جائے گا جس کی آواز سے تمام مخلوق اپنے رب کے سامنے کھڑی ہو جائے گی۔ یہاں اسی پہلے نوحہ کا بیان ہے یہاں بطور تاکید کے یہ بھی فرما دیا کہ یہ آٹھ کھڑے ہونے کا نوحہ ایک ہی ہے اس لئے کہ جب اللہ تعالیٰ کا حکم ہوگا پھر نہ تو اس کا خلاف ہو سکتا ہے نہ وہ ٹل سکتا ہے نہ دوبارہ فرمان کی ضرورت ہے اور نہ تاکید کی۔

امام ربیع رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس سے مراد آخری نوحہ ہے۔ لیکن ظاہر قول وہی ہے جو ہم نے کہا۔ اسی لئے یہاں اس کے ساتھ ہی فرمایا کہ زمین و آسمان اٹھالے جائیں گے اور کھال کی طرح پھیلادینے جائیں گے اور زمین بدل دی جائے گی اور قیامت واقع ہو جائے گی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ”آسمان ہر کھلنے کی جگہ سے پھٹ جائے گا“ جیسے سورہ نبا میں ہے ﴿وَنُفِخَتِ السَّمَاءُ فَكُتَّتْ أَبْوَابُهَا﴾ ① یعنی آسمان کھول دیا جائے گا اور اس میں دروازے دروازے ہو جائیں گے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں آسمان میں سوراخ اور عمار پڑ جائیں گے اور شق ہو جائے گا۔ عرش اس کے سامنے ہوگا فرشتے اس کے کناروں پر ہوں گے جو کنارے اب تک ٹوٹے نہ ہوں گے اور دروازوں پر ہوں گے آسمان کی لمبائی میں پھیلے ہوئے ہوں گے اور زمین والوں کو دیکھ رہے ہوں گے۔ پھر فرمایا قیامت والے دن آٹھ فرشتے اللہ تعالیٰ کا عرش اپنے اوپر اٹھائے ہوئے ہوں گے۔ پس یا تو مراد عرش عظیم کا اٹھانا ہے یا اس عرش کا اٹھانا مراد ہے جس پر قیامت کے دن اللہ تعالیٰ لوگوں کے فیصلوں کے لئے ہوگا وَاللَّهُ أَعْلَمُ۔

عرش اٹھانے والے فرشتوں کا ذکر: حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ”یہ فرشتے پہاڑی بکروں کی صورت میں ہوں گے۔“ ② حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ”ان کی آنکھ کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک ایک سو سال کا راستہ ہے۔“ (مطلب یہ ہے کہ بہت بڑے ہوں گے)۔ ابن ابی حاتم کی مرفوع حدیث میں ہے کہ ”مجھے اجازت دی گئی ہے کہ میں تمہیں =

① ۷۸/النبا: ۱۹۔ ② ابوداؤد، کتاب السنۃ، باب فی الجہمیۃ، ۴۷۲۳ وسندہ ضعیف ساک کا حافظہ خراب ہو گیا تھا نیز عبداللہ بن عمر کا احف سے سماع ثابت نہیں۔ ترمذی، ۳۳۲۰، ابن ماجہ، ۱۹۳، حاکم، ۵۰۰/۲۔

فَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهُ بِيَمِيْنِهِۦ ۖ فَيَقُوْلُ هَآؤُمُ اقْرَءُوْا كِتٰبِيْهِ ۖ اِنِّىۡ ظَنَنْتُ اَنِّىۡ
مُلِقٌ حِسَابِيْهِ ۖ فَهُوَ فِىۡ عِيشَةٍ رَّاضِيَةٍ ۖ فِىۡ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ۖ قُطُوْفُهَا دٰنِيَةٌ ۖ

كُلُوْا وَاَشْرَبُوْا هٰنِئِثًا بِمَا اَسْلَفْتُمْ فِىۡ الْاَيَّامِ الْخَالِيَةِ ۖ

ترجمہ: سو جسے اس کا نامہ اعمال اس کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا تو وہ تو کہنے لگے گا کہ لو میرا نامہ اعمال پڑھو۔ [۱۹] مجھے تو کامل یقین تھا کہ مجھے اپنا حساب ملنا ہے۔ [۲۰] پس وہ ایک خاطر خواہ زندگی میں ہوگا۔ [۲۱] بلند و بالا جنت میں۔ [۲۲] جس کے میوے جھکے پڑتے ہوں گے۔ [۲۳] (ان سے کہا جائے گا) کہ کھاؤ پیو سہتا پچتا اپنے ان اعمال کے بدلے جو تم نے گزشتہ زمانے میں کئے۔ [۲۴]

عرش کے اٹھانے والے فرشتوں میں سے ایک فرشتے کی نسبت خبر دوں کہ اس کی گردن اور کان کے نیچے تک کی لو کے درمیان اتنا فاصلہ ہے کہ اڑنے والا پرندہ سات سو سال تک اڑتا چلا جائے۔ ① اس کی اسناد بہت عمدہ ہیں اور اس کے سب راوی ثقہ ہیں۔ اسے امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے بھی اپنی سنن میں روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اسی طرح فرمایا۔ ② حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ”اس سے مراد فرشتوں کی آٹھ صفیں ہیں۔“ اور بھی بہت سے بزرگوں سے یہ مروی ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ علیؑ فرشتوں کے آٹھ حصے ہیں جن میں سے ہر ایک حصہ کی کتنی تمام انسانوں جنوں اور سب فرشتوں کے برابر ہے۔ پھر فرمایا قیامت کے روز تم اس اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کئے جاؤ گے جو پوشیدہ کو اور ظاہر کو بخوبی جانتا ہے۔ جس طرح کھلی سے کھلی چیز کا وہ عالم ہے اسی طرح چھپی سے چھپی چیز کو بھی وہ جانتا ہے۔ اسی لئے فرمایا کہ تمہارا کوئی بھید اس روز چھپ نہ سکے گا۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ ”لوگو! اپنی جانوں کا حساب کر لو اس سے پہلے کہ تم سے حساب لیا جائے اور اپنے اعمال کا آپ اندازہ کر لو اس سے پہلے کہ ان اعمال کا وزن کیا جائے تاکہ کل قیامت والے دن تم پر آسانی ہو جس دن کہ تمہارا پورا پورا حساب لیا جائے گا اور بڑی پیشی میں خود اللہ جل شانہ کے سامنے تم پیش کر دیئے جاؤ گے۔“ مسند احمد میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ ”قیامت کے دن لوگ تین مرتبہ اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کئے جائیں گے پہلی اور دوسری بار تو عذر معذرت اور جھگڑاٹٹا کرتے رہیں گے، لیکن تیسری پیشی جو آخری ہوگی اس وقت نامہ اعمال اڑائے جائیں گے کسی کے دائیں ہاتھ میں آئے گا اور کسی کے بائیں ہاتھ میں۔“ یہ حدیث ابن ماجہ میں بھی ہے۔ ③ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے قول سے بھی یہ روایت ابن جریر میں مروی ہے اور حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے بھی اس جیسی روایت مرسل مروی ہے۔

جن کو نامہ اعمال دائیں ہاتھ میں ملے گا: [آیت: ۱۹-۲۴] یہاں بیان ہو رہا ہے کہ جن خوش نصیب لوگوں کو قیامت کے دن ان کے اعمال نامے ان کے دائیں ہاتھ میں دیئے جائیں گے وہ سعادت مند حضرات بے حد خوش ہوں گے اور جوش سرت میں بے ساختہ ہر ایک سے کہتے پھریں گے کہ میرا نامہ اعمال تو پڑھو اور یہ اس لئے کہ جو گناہ بھٹھمائے بشریت ان سے ہو گئے تھے وہ بھی ان کی توبہ کی وجہ سے نامہ اعمال میں سے مٹا دیئے گئے ہیں اور نہ صرف مٹا دیئے گئے ہیں بلکہ ان کے بجائے نیکیاں لکھ دی گئی ہیں۔ پس یہ

① وسندہ صحیح۔ ② ابوداؤد، کتاب السنۃ، باب فی الجہمیۃ، ۴۷۲۷ وسندہ صحیح۔

③ ابن ماجہ، کتاب الزہد، باب ذکر البعث، ۴۲۷۷ وسندہ ضعیف سند میں حسن بصری مدلس اور ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے درمیان انقطاع ہے۔ ترمذی، ۲۴۲۵، احمد، ۴/۱۶۴۔

سراسر نیکیوں کا نامہ اعمال ایک ایک کو پورے سرور اور سچی خوشی سے دکھاتے پھرتے ہیں۔ عبدالرحمن بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں (ہَا) کے بعد لفظ (وُم) زیادہ ہے لیکن ظاہر بات یہ ہے کہ ﴿ہَا وُم﴾ معنی میں ﴿ہَا کُم﴾ کے ہے۔ حضرت ابو عثمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ”چپکے سے حجاب میں مومن کو اس کا نامہ اعمال دیا جائے گا جس میں اس کے گناہ لکھے ہوئے ہوں گے وہ اسے پڑھتا ہوگا اور ہر ایک گناہ پر اس کے ہوش اڑا جاتے ہوں گے۔ چہرے کی رنگت پھسکی پڑ جاتی ہوگی، اتنے میں اس کی نگاہ اپنی نیکیوں پر پڑ جائے گی جب انہیں پڑھنے لگے گا تب ذرا چین آئے گا۔ ہوش و حواس درست ہوں گے اور چہرہ کھل جائے گا۔ پھر نظریں جما کر پڑھے گا تو دیکھے گا کہ اس کی برائیاں بھی بھلائیوں سے بدل دی گئی ہیں۔ ہر برائی کی جگہ بھلائی لکھی ہوئی ہے۔ اب تو اس کی باجھیں کھل جائیں گی اور خوشی سے نکل کھڑا ہوگا اور جو بھی ملے گا اس سے کہے گا کہ ذرا میرا نامہ اعمال تو پڑھو۔“

حضرت حظلہ رضی اللہ عنہ جنہیں فرشتوں نے ان کی شہادت کے بعد غسل دیا تھا، ان کے پوتے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ”اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو قیامت والے دن اپنے سامنے کھڑا کرے گا اور اس کی برائیاں اس کے نامہ اعمال کی پشت پر لکھی ہوئی ہوں گی جو اس پر ظاہر کی جائیں گی اور اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا کہ بتا کیا تو نے یہ اعمال کئے ہیں؟ وہ اقرار کرے گا کہ ہاں بے شک پروردگار! یہ برائیاں مجھ سے ہوئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: دیکھ میں نے دنیا میں تجھے رسوا نہیں کیا، نہ فضیلت کی، اب یہاں بھی میں تجھ سے درگزر کرتا ہوں اور تیرے تمام گناہوں کو معاف کرتا ہوں۔ جب یہ اس سے فارغ ہوگا تب اپنا نامہ اعمال لے کر بادل شاد ایک ایک کو دکھاتا پھرے گا۔“ حضرت عمر رضی اللہ عنہ والی صحیح حدیث جو پہلے بیان ہو چکی ہے جس میں ہے کہ ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اپنے بندے کو اپنے پاس بلائے گا اور اس سے اس کے گناہوں کی بابت پوچھے گا فلاں گناہ کیا؟ فلاں گناہ کیا؟ وہ اقرار کرے گا یہاں تک کہ سمجھ لے گا کہ اب میں ہلاک ہوا۔ اس وقت جناب باری عز اسمہ فرمائے گا کہ اے میرے بندے! دنیا میں میں نے تیری ان برائیوں پر پردہ ڈال رکھا تھا۔ اب آج تجھے کیا رسوا کروں؟ جائیں گے تجھے بخش دیا۔ پھر اس کا نامہ اعمال اس کے دائیں ہاتھ میں دیا جاتا ہے۔ جس میں صرف نیکیاں ہی نیکیاں ہوتی ہیں لیکن کافروں اور منافقوں کے بارے میں تو گواہ پکاراٹھتے ہیں کہ یہ لوگ وہ ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ کہا۔ لوگو! سنو ان ظالموں پر اللہ تعالیٰ کی پھنکار ہے۔“ ①

پھر فرمایا کہ یہ دہانے ہاتھ کے نامہ اعمال والا کہتا ہے کہ مجھے تو دنیا میں ہی یقین کامل تھا کہ یہ حساب کا دن قطعاً آنے والا ہے جیسے اور جگہ فرمایا ﴿الَّذِينَ يَنْظُرُونَ أَنَّهُمْ مُلَكَّا قُورَيْهِمْ﴾ ② یعنی انہیں یقین تھا کہ یہ اپنے رب سے ملنے والے ہیں۔ فرمایا ان کی جزا یہ ہے کہ یہ پسندیدہ اور دل خوش کن زندگی پائیں گے اور بلند و بالا بہشت میں رہیں گے جس کے محلات اونچے اونچے ہوں گے جس کی حوریں قبول صورت اور نیک سیرت ہوں گی وہ گھر نعمتوں کے بھرپور خزانے ہوں گے اور یہ تمام نعمتیں نہ ٹٹنے والی نہ ختم ہونے والی بلکہ کمی سے بھی محفوظ ہوں گی۔ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ ”یا رسول اللہ! کیا اونچے نیچے مرتبے والے جنتی آپس میں ایک دوسرے سے ملاقاتیں بھی کریں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں بلند مرتبے کے لوگ کم مرتبے کے لوگوں کے پاس ملاقات کے لئے اتر آئیں گے اور خوب محبت و اخلاص کے ساتھ سلام مصافحے اور آؤ بھگت ہوگی ہاں البتہ نیچے والے بہ سبب اپنے اعمال کی کمی کے اوپر نہ چڑھیں گے۔“ ایک اور صحیح حدیث میں ہے کہ جنت میں ایک سو درجے ہیں ہر درجہ جوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا زمین و آسمان میں ③ پھر فرماتا ہے کہ اس کے پھل نیچے نیچے ہوں گے۔

① صحیح بخاری، کتاب المظالم، باب قول اللہ تعالیٰ ﴿الَّا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظَّالِمِينَ﴾ ۲۴۴۱، صحیح مسلم، ۲۷۶۸۔

② البقرة، ۴۶۔ ③ صحیح بخاری، کتاب الجہاد والسير، باب درجات المجاہدین فی سبیل اللہ، ۲۷۹۰۔

وَأَمَّا مَنْ أُوْتِيَ كِتَابَهُ بِشِمَالِهِ ۖ فَيَقُولُ يَلَيْتَنِي لَمْ أُوتَ كِتَابِيَهُ ۖ وَلَمْ أَذِرْ مَا
 حِسَابِيَهُ ۖ يَلَيْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِيَةَ ۚ مَا أَغْنَىٰ عَنِّي مَا لِي بِهِ ۖ هَلَكَ عَنِّي
 سُلْطَانِيهِ ۖ خَذُوهُ فَفَعَلُوهُ ۖ ثُمَّ الْجَحِيمَ صَلَّوهُ ۖ ثُمَّ فِي سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا
 سَبْعُونَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوهُ ۚ إِنَّهُ كَانَ لَا يُؤْمِنُ بِاللَّهِ الْعَظِيمِ ۖ وَلَا يَحْصُ
 عَلَىٰ طَعَامِ الْمُسْكِينِ ۖ فَلَئِمَّ لَهُ الْيَوْمَ هَهُنَا حَمِيمٌ ۖ وَلَا طَعَامٌ إِلَّا مِنْ
 غَسِيلِينَ ۖ لَا يَأْكُلُهُ إِلَّا الْخَاطِطُونَ ۚ

ترجمہ: لیکن جسے اس کے اعمال کی کتاب اس کے بائیں ہاتھ میں دی جائے گی وہ تو کہے گا کہ کاش کہ مجھے میری کتاب دی ہی نہ جاتی۔ [۲۵] اور میں اپنے حساب کی کیفیت جانتا ہی نہیں۔ [۲۶] کاش کہ موت میرا کام ہی تمام کر دیتی۔ [۲۷] میرے مال نے بھی مجھے کچھ نفع نہ دیا۔ [۲۸] میرا غلبہ بھی مجھ سے جاتا رہا [۲۹] (حکم ہوگا) اسے پکڑ لو پھر اسے طوق پہنا دو۔ [۳۰] پھر اسے دوزخ میں ڈال دو۔ [۳۱] پھر اسے ایسی زنجیر میں جس کی پیاں ستر گز کی ہے جکڑ دو۔ [۳۲] بے شک یہ اللہ تعالیٰ بزرگ و برتر پر ایمان نہ رکھتا تھا [۳۳] اور مسکین کے کھلانے پر رغبت نہ دیتا تھا۔ [۳۴] پس آج اس کا نہ کوئی دوست ہے [۳۵] اور نہ سوائے پیپ کے اس کی کوئی غذا ہے [۳۶] جسے گنہگاروں کے سوا کوئی نہیں کھاتا۔ [۳۷]

حضرت براہ بن عازب رضی اللہ عنہ وغیرہ فرماتے ہیں کہ اس قدر جھکے ہوئے ہوں گے کہ جنتی اپنے چھپر کھٹ پر لیٹے ہی لیٹے ان میوؤں کو توڑ لیا کریں گے۔ ① رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ ”ہر ایک جنتی کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک لکھا ہوا پروانہ ملے گا جس میں لکھا ہوا ہوگا ((بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ هَذَا كِتَابٌ مِنَ اللَّهِ لِفُلَانِ ابْنِ فُلَانٍ اَدْخَلُوهُ جَنَّةَ عَالِيَةٍ قُطُوفُهَا دَانِيَةٌ)) یعنی اللہ تعالیٰ رحمن و رحیم کے نام سے شروع۔ یہ پروانہ ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے فلاں شخص کے لئے جو فلاں کا بیٹا ہے اسے بلند و بالا جھکی ہوئی شاخوں اور لدے پھندے ہوئے خوشوں والی خوش گوار جنت میں جانے دو“ ② (طبرانی)۔ بعض روایتوں میں ہے یہ پروانہ ”پل صراط“ پر حوالے کر دیا جائے گا۔ پھر فرمایا انہیں بطور احسان اور مزید لطف و کرم کے زبانی بھی کھانے پینے کی رخصت مرحمت ہوگی اور کہا جائے گا کہ یہ تمہاری نیک اعمالیوں کا بدلہ ہے اعمال کا بدلہ کہنا صرف بطور لطف و کرم ہے ورنہ صحیح حدیث میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں ”عمل کرتے جاؤ سیدھے اور قریب قریب رہو اور جان رکھو کہ صرف اعمال جنت میں لے جانے کے لئے کافی نہیں۔ لوگوں نے عرض کیا حضور اکرم ﷺ آپ کے اعمال بھی نہیں؟ فرمایا نہ میرے ہاں یہ اور بات ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم اور اس کی رحمت شامل حال ہو۔“ ③

وہ جن کو نامہ اعمال بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا: [آیت: ۲۵-۳۷] یہاں گنہگاروں کا حال بیان ہو رہا ہے کہ جب میدان قیامت میں انہیں ان کے نامہ اعمال ان کے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا یہ نہایت پریشان اور پشیمان ہوں گے اور حسرت و افسوس

① الطبری، ۵۸۶/۲۳۔ ② المعجم الكبير، ۶۱۹۱ و مسندہ ضعیف اس کی سند میں عبدالرحمن بن زیاد بن انعم ضعیف ہے۔

③ صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب القصد والمداومة العمل، ۶۶۶۷؛ صحیح مسلم، ۲۸۱۸۔

سے کہیں گے، کاش کہ ہمیں اعمال نامہ ملتا ہی نہیں اور کاش کہ ہم اپنے حساب کی اس کیفیت سے آگاہ ہی نہ ہوتے، کاش کہ موت نے ہی ہمارا کام ختم کر دیا ہوتا اور یہ دوسری زندگی ہمیں ملتی ہی نہیں۔ جس موت سے دنیا میں بہت ہی گھبراتے تھے آج اس کی آرزوئیں کریں گے یہ کہیں گے کہ ہمارے مال و جاہ نے بھی آج ہمارا ساتھ چھوڑ دیا اور ہماری ان چیزوں نے بھی یہ عذاب ہم سے نہ ہٹائے، تنہا ہماری ذات پر یہ وبال آ پڑے نہ کوئی مددگار ہمیں نظر آتا ہے نہ بچاؤ کی کوئی صورت دکھائی دیتی ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ فرشتوں کو حکم دے گا کہ اسے پکڑ لو اور اس کے گلے میں طوق ڈال دو اور اسے جہنم میں لے جاؤ اور اس میں پھینک دو۔

حضرت منہال بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ”اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کو سنتے ہی کہ ”اسے پکڑو“ ستر ہزار فرشتے اس کی طرف پکسیں گے، جن میں سے اگر ایک فرشتہ کو بھی اس طرح اللہ تعالیٰ حکم کرے تو ایک چھوڑ ستر ہزار لوگوں کو پکڑ کر جہنم میں پھینک دے۔“ ابن ابی الدنیا میں ہے کہ ”چار لاکھ فرشتے اس کی طرف دوڑیں گے اور کوئی چیز باقی نہ رہے گی مگر اسے توڑ پھوڑ دیں گے۔ یہ کہے گا تمہیں مجھ سے کیا تعلق؟ وہ کہیں گے اللہ تبارک و تعالیٰ تجھ پر غضب ناک ہے اور اس وجہ سے ہر چیز تجھ پر غصہ میں ہے۔“

حضرت نفیل بن عیاض رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ”اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے صادر ہوتے ہی ستر ہزار فرشتے اس کی طرف غصہ سے دوڑیں گے جن میں کا ہر ایک دوسرے پر سبقت کر کے چاہے گا کہ اسے میں طوق پہناؤں۔ پھر اسے جہنم کی آگ میں غوطہ دینے کا حکم ہوگا۔ پھر ان زنجیروں میں جکڑا جائے گا“ جن کا ایک حلقہ بقول حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ کے دنیا بھر کے لوہے کے برابر ہوگا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور ابن جریج رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں یہ ناپ فرشتوں کے ہاتھ کا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا فرمان ہے کہ ”یہ زنجیریں اس کے جسم میں پرودی جائیں گی پاخانہ کے راستے سے ڈالی جائیں گی اور منہ سے نکالی جائیں گی اور اس طرح آگ میں بھوتا جائے گا جیسے سچ میں کباب اور تیلی میں مٹی۔“ یہ بھی مروی ہے کہ پیچھے سے یہ زنجیریں ڈالی جائیں گی اور ناک کے دونوں نھنوں سے نکالی جائیں گی جس سے کہ وہ پیروں کے بل کھڑا ہی نہ ہو سکے گا۔ ① مسند احمد کی مرفوع حدیث میں ہے کہ ”اگر کوئی بڑا سا پتھر آسمان سے پھینکا جائے تو زمین پر وہ ایک رات میں آجائے لیکن اگر اسی کو جہنم والوں کے باندھنے کی زنجیر کے سرے پر سے چھوڑا جائے تو دوسرے سرے تک پہنچنے میں چالیس سال لگ جائیں گے۔“ یہ حدیث ترمذی میں بھی ہے اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اسے حسن بتلاتے ہیں۔ ②

اللہ پر ایمان اور مسکین کو کھانا کھلانا: پھر فرمایا کہ یہ اللہ تعالیٰ پر ایمان نہ رکھتا تھا نہ مسکین کو کھلا دینے کی کسی کو رغبت دیتا تھا، یعنی نہ تو اللہ تعالیٰ کی اطاعت و عبادت کرتا تھا نہ اللہ کی مخلوق کے حق ادا کر کے اسے نفع پہنچاتا تھا۔ اللہ تعالیٰ کا حق تو مخلوق پر ہے کہ اس کی توحید کو مانیں اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں اور بندوں کا آپس میں ایک دوسرے پر حق یہ ہے کہ ایک دوسرے سے احسان و سلوک کریں اور بھلے کاموں میں آپس میں ایک دوسرے کو امداد پہنچاتے رہیں اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ان دونوں حقوق کو عموماً ایک ساتھ بیان فرمایا ہے جیسے نماز پڑھو اور زکوٰۃ دو اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انتقال کے وقت میں ان دونوں کو ایک ساتھ بیان فرمایا کہ نماز کی حفاظت اور اپنے ماتحتوں کے ساتھ نیک سلوک کرو۔ ③ پھر فرمان ہوتا ہے کہ یہاں پر آج کے دن اس کا کوئی خالص دوست ایسا نہیں نہ کوئی قریبی رشتہ دار یا سفارشی ایسا ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ کے عذابوں سے بچا سکے اور نہ اس کے لئے کوئی غذا ہے سوائے بدترین سڑی بھسی بے کار چیز کے جس کا نام غسلیں ہے۔ یہ جہنم کا ایک درخت ہے اور ممکن ہے کہ اسی کا دوسرا نام زقوم ہو اور غسلیں کے یہ معنی =

① الطبری، ۲۳/۵۸۹۔ ② احمد، ۲/۱۹۷؛ ترمذی، کتاب صفة جہنم، باب فی بعد قعر جہنم، ۲۵۸۸ و سندہ حسن؛ کتاب الزہد، ۲۹۰۔ ③ ابوداؤد، کتاب الأدب، باب فی حق المملوک، ۵۱۵۶ و سندہ ضعیف مغیرہ بن مقسم مدلس کی تصریح بإسماح ثابت نہیں۔ ابن ماجہ، ۲۶۹۸؛ احمد، ۲/۱۱۷؛ ابن حبان، ۶۶۰۵۔

فَلَا أُقْسِمُ بِمَا تُبْصَرُونَ ۖ وَمَا لَا تُبْصَرُونَ ۖ إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ ۖ وَمَا هُوَ

بِقَوْلِ شَاعِرٍ ۖ قَلِيلًا مَّا تُؤْمِنُونَ ۖ وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ ۖ قَلِيلًا مَّا تَذَكَّرُونَ ۖ

تَنْزِيلٌ مِّن رَّبِّ الْعَالَمِينَ ۖ

ترجمہ: پس مجھے قسم ہے ان چیزوں کی جنہیں تم دیکھتے ہو۔ [۳۸] اور ان چیزوں کی جنہیں تم نہیں دیکھتے [۳۹] کہ بے شک یہ قرآن بزرگ رسول اللہ (ﷺ) کا قول ہے۔ [۴۰] یہ کسی شاعر کا قول نہیں (افسوس) تمہیں بہت کم یقین ہے۔ [۴۱] اور نہ کسی کاهن کا قول ہے افسوس بہت کم نصیحت لے رہے ہو۔ [۴۲] (یہ تو) رب العالمین کا اتارا ہوا ہے۔ [۴۳]

== بھی کئے گئے ہیں کہ جہنم والوں کے بدن سے جو خون اور پانی بہتا ہے وہ ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان کی پیپ وغیرہ۔ قرآن کلام الہی ہے: [آیت: ۳۸-۳۳] اللہ تعالیٰ قسم کھاتا ہے اپنی مخلوقات میں سے اپنی ان نشانوں کی قسم کھا رہا ہے جنہیں لوگ دیکھ رہے ہیں۔ اور ان کی بھی جو لوگوں کی نگاہوں سے پوشیدہ ہیں اس بات پر کہ قرآن کریم اس کا کلام اور اس کی وحی ہے جو اس نے اپنے بندے اور اپنے برگزیدہ رسول ﷺ پر اتاری ہے۔ جسے اس نے ادائے امانت اور تبلیغ رسالت کے لئے پسند فرمایا ہے۔ رسول کریم سے مراد حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں اس کی اضافت حضور اکرم ﷺ کی طرف اس لئے کی گئی کہ اس کے مبلغ اور پہنچانے والے آپ ﷺ ہی ہیں اسی لئے لفظ رسول لائے کیوں کہ رسول اللہ تو پیغام اپنے بھیجنے والے کا پہنچاتا ہے۔ گویا ان اس کی ہوتی ہے لیکن کہا ہوا بھیجنے والے کا ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سورہ نگویر میں اس کی نسبت اس رسول سے کی گئی ہے جو فرشتوں میں سے ہیں فرمان ہے۔ ﴿إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ﴾ الخ۔ یعنی یہ قول اس بزرگ رسول کا ہے جو قوت والا اور مالک عرش کے پاس رہتے والا ہے وہاں اس کا کہا جاتا ہے اور ہے بھی وہ امانت دار۔ اس سے مراد حضرت جبریل علیہ السلام ہیں اسی لئے اس کے بعد فرمایا تمہارے ساتھی یعنی محمد ﷺ مجنون (دیوانے) نہیں بلکہ آپ ﷺ نے حضرت جبریل علیہ السلام کو ان کی اصلی صورت میں صاف کناروں پر دیکھا بھی ہے اور وہ پوشیدہ علم پر بخیل بھی نہیں۔ نہ یہ شیطان رجیم کا قول ہے۔

اسی طرح یہاں بھی ارشاد ہوتا ہے کہ نہ تو شاعر کا کلام ہے نہ کاهن کا قول ہے۔ البتہ تمہارے ایمان میں اور نصیحت حاصل کرنے میں کمی ہے۔ پس کبھی تو اپنے کلام کی نسبت رسول انسی کی طرف کی اور کبھی رسول ملکی کی طرف اس لئے کہ یہ اس کے پہنچانے والے لانے والے اور اس پر امین ہیں ہاں دراصل کلام کس کا ہے؟ اسے بھی ساتھ ہی ساتھ بیان فرمادیا کہ یہ اتارا ہوا رب العالمین کا ہے۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اپنے اسلام لانے سے پہلے کا اپنا ایک واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ”میں آپ کے پاس گیا دیکھا کہ آپ ﷺ مسجد حرم میں پہنچ گئے ہیں۔ میں بھی گیا اور آپ کے پیچھے کھڑا ہو گیا آپ ﷺ نے سورہ قافہ شروع کی جسے سن کر مجھے اس پیاری نشست الفاظ اور بندش مضامین اور فصاحت و بلاغت پر تعجب آنے لگا آخر میں میرے دل میں خیال آیا کہ قریش ٹھیک کہتے ہیں کہ یہ شخص شاعر ہے۔ ابھی میں اسی خیال میں تھا کہ آپ ﷺ نے یہ آیتیں تلاوت کیں کہ ”یہ قول رسول کریم ﷺ کا ہے شاعر کا نہیں“ تم میں ایمان ہی کم ہے۔“ تو میں نے خیال کیا اچھا شاعر نہ سہی کاهن تو ضرور ہے اھر آپ ﷺ کی تلاوت میں یہ آیت آئی کہ ”یہ کاهن کا قول بھی نہیں تم نے نصیحت ہی کم لی ہے۔“ اب آپ ﷺ پڑھتے چلے گئے یہاں تک کہ پوری سورت ختم =

وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضُ الْأَقَاوِيلِ ۚ لَا خَظُنَا مِنْهُ بِالْيَمِينِ ۚ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِينَ ۚ فَمَا مِنْكُمْ مِّنْ أَحَدٍ عَنْهُ حَاجِزِينَ ۚ وَإِنَّهُ لَتَذِكْرَةٌ لِّلْمُتَّقِينَ ۚ وَإِنَّا لَنَعْلَمُ أَنَّ مِنْكُمْ مُّكَذِّبِينَ ۚ وَإِنَّهُ لَحَسْرَةٌ عَلَى الْكَافِرِينَ ۚ وَإِنَّهُ لَحَقُّ الْيَقِينِ ۚ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ ۚ

ترجمہ: اور اگر یہ ہم پر کوئی بھی بات بنالیتا [۳۴] تو البتہ ہم اس کا داہنا ہاتھ پکڑ کر۔ [۳۵] پھر اس کی رگ دل کاٹ دیتے۔ [۳۶] پھر تم میں سے کوئی بھی اس سے روکنے والا نہ ہوتا۔ [۳۷] یقیناً یہ قرآن پر ہیزگاروں کے لئے نصیحت ہے۔ [۳۸] ہمیں پوری طرح معلوم ہے کہ تم میں سے بعض اس کے جھٹلانے والے ہیں۔ [۳۹] بے شک یہ جھٹلانا کافروں پر حسرت ہے [۴۰] اور بے شک وہ شبہ یہ یقینی حق ہے۔ [۴۱] پس تو اپنے بزرگ پروردگار کی پاکی بیان کر۔ [۴۲]

= کی۔ فرماتے ہیں کہ یہ پہلا موقع تھا کہ میرے دل میں اسلام پوری طرح گھر کر گیا اور روٹنے روٹنے میں اسلام کی سچائی گھسی گئی۔ ① پس یہ بھی منجملہ ان اسباب کے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کا باعث ہوئے ایک خاص سبب ہے۔ ہم نے آپ کے اسلام لانے کی پوری کیفیت ”سیرت عمر“ میں لکھ دی ہے وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ۔ رسول اللہ ﷺ کو قرآن میں کمی بیشی کا اختیار نہیں: [آیت: ۵۲-۵۳] یہاں فرمان باری ہو رہا ہے کہ جس طرح تم کہتے ہو اگر فی الواقع ہمارے یہ رسول ایسے ہی ہوتے کہ ہماری رسالت میں کچھ کمی بیشی کر ڈالتے یا ہماری نہ کہی ہوئی بات ہمارے نام سے بیان کر دیتے تو یقیناً اسی وقت ہم انہیں بدترین سزا دیتے، یعنی اپنے دائیں ہاتھ سے اس کا دایاں ہاتھ تھام کر اس کی وہ رگ کاٹ ڈالتے جس پر دل معلق ہے اور کوئی ہمارے اور اس کے درمیان بھی نہ آ سکتا کہ اسے بچانے کی کوشش کرے۔ پس مطلب یہ ہوا کہ حضور اکرم ﷺ سچے پاکباز رشد و ہدایت والے ہیں اسی لئے اللہ تعالیٰ نے زبردست تبلیغی خدمت آپ ﷺ کو سونپ رکھی ہے اور اپنی طرف سے بہت سے زبردست معجزے اور آپ ﷺ کے صدق کی بہترین بڑی بڑی نشانیاں آپ ﷺ کو عنایت فرما رکھی ہیں۔ قرآن نصیحت ہے: پھر فرمایا یہ قرآن متقیوں کے لئے تذکرہ ہے۔ جیسے اور جگہ ہے کہ ”کہہ دو یہ قرآن تو ایمان داروں کے لئے ہدایت اور شفا ہے اور بے ایمان تو اندھے بہرے ہیں ہی۔ پھر فرمایا باوجود اس صفائی اور کھلے حق کے ہمیں بخوبی معلوم ہے کہ تم میں سے بعض اسے جھوٹا بتلاتے ہیں یہ تکذیب ان لوگوں کے لئے قیامت کے دن باعث حسرت و افسوس ہوگی۔ یا یہ مطلب ہے کہ یہ قرآن اور اس پر ایمان حقیقتاً کفار پر حسرت کا باعث ہوگا جیسے اور جگہ ہے کہ اسی طرح ہم اسے گنہگاروں کے دلوں میں اتارتے ہیں کہ وہ اس پر ایمان نہیں لاتے۔ اور جگہ ہے ﴿وَحِيلَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَا يَشْتَهُونَ﴾ ② اور ان میں اور ان کی خواہش میں حجاب ڈال دیا گیا ہے۔ پھر فرمایا یہ خبر بالکل سچ، حق اور بے شک و شبہ ہے۔ پھر اپنے نبی اکرم ﷺ کو حکم دیتا ہے کہ اس قرآن کے نازل کرنے والے رب عظیم کے نام کی بزرگیاں اور پاکیزگیاں بیان کرتے رہو۔

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے سورہ حاقہ کی تفسیر ختم ہوئی۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ۔

① احمد، ۱۷/۱ وسندہ ضعیف؛ مجمع الزوائد، ۹/۶۵ اس کی سند میں شریح بن عبید ہے جس کا حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت نہیں۔

② ۳۴/سیا: ۵۴۔

تفسیر سورۃ معارج

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سَاَلَ سَاۡلٍ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ ۝۱ لِّلْكَافِرِیْنَ لَیْسَ لَهُ دَافِعٌ ۝۲ مِّنَ اللّٰهِ ذِی

الْمَعَارِجِ ۝۳ تَعْرُجُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوْحُ اِلَیْهِ فِیْ یَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ خَمْسِیْنَ اَلْفَ

سَنَةٍ ۝۴ فَاصْبِرْ صَبْرًا جَمِیْلًا ۝۵ اِنَّهُمْ یَرَوْنَهُ بَعِیْدًا ۝۶ وَتَرَاهُ قَرِیْبًا ۝۷

ترجمہ: اللہ تعالیٰ بخشش و رحم کرنے والے کے نام سے شروع۔

ایک طلب کرنے والے نے اس عذاب کی خواہش کی جو ہونے والا ہے۔ [۱] کافروں پر جسے کوئی ہٹانے والا نہیں۔ [۲] اس اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو نیرہنوں والا ہے۔ [۳] جس کی طرف فرشتے اور روح چڑھتے ہیں اس دن میں جس کی مقدار پچاس ہزار سال کی ہے۔ [۴] پس تو اچھی طرح صبر کر۔ [۵] بے شک یہ اس عذاب کو دور سمجھ رہے ہیں۔ [۶] اور ہم اسے قریب ہی دیکھتے ہیں۔ [۷]

[آیت: ۱-۷] ﴿بِعَذَابٍ﴾ میں جو ”ب“ ہے وہ بتا رہی ہے کہ یہاں فعل کی تفسیریں ہے گویا کہ فعل مقدر ہے۔ یعنی یہ کافر عذاب کے واقع ہونے کی طلب میں جلدی کر رہے ہیں جیسے اور جگہ ہے ﴿وَيَسْتَعْجِلُونَكَ بِالْعَذَابِ وَلَنْ يُخْلِفَ اللَّهُ وَعْدَهُ﴾ ① یعنی یہ عذاب کے مانگنے میں عجلت کر رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہرگز وعدہ خلافی نہیں کرتا۔ یعنی اس کا عذاب یقیناً اپنے وقت مقررہ پر آ کر ہی رہے گا۔

نسائی میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے وارد ہے کہ ”کافروں نے عذاب الہی مانگا جو ان پر یقیناً آنے والا ہے“ ② یعنی آخرت میں۔ ان کی اس طلب کے الفاظ بھی دوسری جگہ قرآن میں منقول ہیں کہتے ہیں ﴿اَللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِكَ لَا تُطْرَقْ عَلَيْنَا حِجَابًا مِّنَ السَّمَاءِ اَوْ اَنْتَا بِعَذَابِ الْيَوْمِ﴾ ③ یعنی اللہ تعالیٰ! اگر یہ تیرے پاس سے حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسایا ہمارے پاس کوئی درونا کا عذاب لا۔ ابن زید رحمہ اللہ وغیرہ کہتے ہیں کہ اس سے مراد وہ عذاب کی وادی ہے جو قیامت کے دن عذابوں سے بہہ نکلے گی۔ لیکن یہ قول ضعیف ہے اور مطلب سے بہت دور ہے۔ صحیح قول پہلا ہے جس پر روش کلام کی دلالت ہے۔ پھر فرماتا ہے کہ وہ عذاب کافروں کے لئے تیار ہے اور ان پر آپڑنے والا ہے جب آجائے گا تو اسے کوئی دور کرنے والا نہیں اور نہ کسی میں اتنی طاقت ہے کہ اسے ہٹا سکے۔

معارج کا مفہوم: ﴿ذِی الْمَعَارِجِ﴾ کے معنی ابن عباس رضی اللہ عنہما کی تفسیر کے مطابق درجوں والا یعنی بلند یوں اور بزرگیوں والا۔ ① اور حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ معارج سے آسمان کی سیڑھیاں مراد ہیں۔ ⑤ قتادہ رحمہ اللہ کہتے ہیں فضل و کرم اور نعمت و رحم والا۔ یعنی یہ عذاب اس اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو ان صفتوں والا ہے۔ اس کی طرف فرشتے اور روح چڑھتے ہیں۔ روح کی تفسیر میں حضرت ابو صالح رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ ایک قسم کی مخلوق ہے انسان تو نہیں لیکن انسانوں سے بالکل مشابہ ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اس سے مراد

① ۲۲/ الحج: ۴۷۔ ② الطبری، ۲۳/ ۵۹۹۔ ③ ۸/ الانفال: ۳۲۔

④ الطبری: ۲۳/ ۶۰۰۔ ⑤ ایضاً۔

حضرت جبرئیل علیہ السلام ہوں اور یہ عطف ہو عام پر خاص کا اور ممکن ہے اس سے مراد بنی آدم کی روحیں ہوں اس لئے کہ وہ بھی قبض ہونے کے بعد آسمان کی طرف چڑھتی ہیں جیسے کہ حضرت براء رضی اللہ عنہ والی لمبی حدیث میں ہے کہ ”جب فرشتے پاک روح نکالتے ہیں تو اسے لے کر ایک آسمان سے دوسرے پر چڑھتے جاتے ہیں یہاں تک کہ ساتویں آسمان پر پہنچتے ہیں۔“ ① گو اس کے بعض راویوں میں کلام ہے۔ لیکن یہ حدیث مشہور ہے اور اس کی شہادت میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ والی حدیث بھی ② ہے جیسے کہ پہلے بہ روایت امام احمد رحمہ اللہ ترمذی اور ابن ماجہ گزر چکی ہے جس کی سند کے راوی ایک جماعت کی شرط پر ہیں۔ پہلی حدیث بھی مسند احمد ابو داؤد نسائی اور ابن ماجہ میں ہے ہم نے اس کے الفاظ اور اس کے طرق کا سلیط بیان آیت ﴿يُنشِئُ اللَّهُ الدِّينَ اَمْنًا﴾ ③ کی تفسیر میں کر دیا ہے۔

پچاس ہزار سال کا روز قیامت: پھر فرمایا اس دن میں جس کی مقدار پچاس ہزار سال کی ہے۔ اس میں چار قول ہیں ایک تو یہ کہ اس سے مراد وہ دوری ہے جو اسفل السافلین سے عرش معلیٰ تک ہے، اور اسی طرح عرش کے نیچے سے اوپر تک کا فاصلہ بھی اتنا ہی ہے اور عرش معلیٰ سرخ یا قوت کا ہے جیسے کہ امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ”صفت العرش“ میں ذکر کیا ہے۔ ابن ابی حاتم میں ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس کے حکم کی انتہا نیچے کی زمین سے آسمانوں کے اوپر تک پچاس ہزار سال کی ہے اور ایک دن ایک ہزار سال کا ہے یعنی آسمان سے زمین تک اور زمین سے آسمان تک ایک دن میں جو ایک ہزار سال کے برابر ہے اس لئے کہ آسمان و زمین کا فاصلہ پانچ سو سال کا ہے۔ یہی روایت دوسرے طریق سے حضرت مجاہد رحمہ اللہ کے قول سے مروی ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول سے نہیں ہے۔ حضرت ابن عباس سے ابن ابی حاتم میں روایت ہے کہ ہر زمین کی موٹائی پانچ سو سال کے فاصلہ کی ہے اور ایک زمین سے دوسری زمین تک پانچ سو سال کی دوری ہے تو سات ہزار سال یہ ہو گئے اسی طرح آسمان۔ تو چودہ ہزار (۱۴۰۰۰) سال یہ ہوئے اور ساتویں آسمان سے عرش عظیم تک چھتیس ہزار سال کا فاصلہ ہے۔ یہی معنی ہیں اللہ تبارک و تعالیٰ کے اس فرمان کے کہ اس دن میں جس کی مقدار پچاس ہزار (۵۰,۰۰۰) سال کے برابر ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ مراد اس سے یہ ہے کہ جب سے اس عالم کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے تب سے لے کر قیامت تک اس کی بقا کی آخری مدت پچاس ہزار سال کی ہے۔ چنانچہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ دنیا کی کل عمر پچاس ہزار (۵۰,۰۰۰) سال کی ہے اور یہی ایک دن ہے جو اس آیت میں مراد لیا گیا ہے۔ حضرت عکرمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ دنیا کی پوری مدت یہی ہے لیکن کسی کو معلوم نہیں کہ کس قدر گزر گئی اور کتنی باقی ہے بجز اللہ تبارک و تعالیٰ کے تیسرا قول یہ ہے کہ یہ دن وہ ہے جو دنیا اور آخرت میں فاصلہ ہے۔ حضرت محمد بن کعب رحمہ اللہ یہی فرماتے ہیں۔ لیکن یہ قول بہت ہی غریب ہے۔ چوتھا قول یہ ہے کہ اس سے مراد قیامت کا دن ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بہ سند صحیح مروی ہے۔

حضرت عکرمہ رحمہ اللہ بھی یہی فرماتے ہیں۔ ④ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ قیامت کے دن کو اللہ تعالیٰ کا فردوس پر پچاس ہزار (۵۰,۰۰۰) سال کا کر دے گا۔ ⑤ مسند احمد کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ یہ دن تو بہت ہی بڑا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے یہ مؤمن پر اس قدر آسان ہو جائے گا کہ دنیا کی ایک

① احمد، ۴/ ۲۸۷، ابو داؤد، ۴۷۵۳، وهو حسن يروایت مختصراً ابن ابی شیبہ، ۳/ ۳۱۰؛ کتاب الزہد، ۳۳۹؛ الشریعة اللاجری، ۳۶۷؛ حاکم، ۱/ ۳۷ وغیرہ میں موجود ہے۔

② احمد، ۲/ ۳۶۴، ۳۶۵؛ ابن ماجہ، کتاب الزہد، باب ذکر الموت والإستعداد له: ۴۲۶۲، وسندہ حسن۔

③ ۱۴/ ابراہیم: ۲۷۔ ④ الطبری، ۲۳/ ۶۰۱۔ ⑤ ایضاً، ۲۳/ ۶۰۳۔

فرض نماز کی ادائیگی میں جتنا وقت لگتا ہے اس سے بھی کم ہوگا۔ ① یہ حدیث ابن جریر میں بھی ہے اس کے دوراوی ضعیف ہیں وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ مندیٰ ایک اور حدیث میں ہے کہ ”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس سے قبیلہ بنو عامر کا ایک شخص گزرا۔ لوگوں نے کہا کہ حضرت یہ اپنے قبیلہ میں سب سے بڑا مال دار ہے۔ آپ نے اسے بلوایا اور فرمایا ”کیا واقعی تم سب سے زیادہ مال دار ہو؟ اس نے کہا ہاں میرے پاس رنگ برنگ کے سینکڑوں اونٹ، قسم قسم کے غلام، اعلیٰ اعلیٰ درجے کے گھوڑے وغیرہ ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ”دیکھو خیر دار ایسا نہ ہو کہ یہ جانور اپنے پاؤں سے تمہیں روندیں اور اپنے سینگوں سے تمہیں ماریں بار بار یہی فرماتے رہے یہاں تک کہ عامری کے چہرے کا رنگ اڑ گیا اور اس نے کہا حضرت یہ کیوں؟ آپ نے فرمایا سنو! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جو اپنے اونٹوں کا حق ادا نہ کرے گا ان کی تختی میں اور ان کی آسانی میں تو اسے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ایک چٹیل لمبے چوڑے صاف میدان میں چت لٹائے گا اور ان تمام جانوروں کو موٹا تازہ کر کے حکم دے گا کہ اسے روندتے ہوئے چلو۔ چنانچہ ایک ایک کر کے اسے کچلتے ہوئے گزریں گے جب آخر والا گزر جائے گا تو اوّل والا لوٹ کر آ جائے گا۔ یہی عذاب اسے ہوتا رہے گا۔ اس دن میں جس کی مقدار پچاس ہزار سال کی ہے یہاں تک کہ لوگوں کے درمیان فیصلہ ہو جائے۔ پھر وہ اپنا راستہ دیکھ لے گا۔ اسی طرح گائے، گھوڑے، بکری وغیرہ بھی سینکڑا جانور اپنے سینگوں سے بھی اسے مارتے جائیں گے کوئی ان میں بے سینگ کا یا ٹوٹے ہوئے سینگ والا نہ ہوگا۔ عامری نے پوچھا اے ابو ہریرہ! فرمائیے اونٹوں میں اللہ تعالیٰ کا حق کیا ہے؟ فرمایا مسکینوں کو سواری کے لئے تحفہ دینا، غربا کے ساتھ سلوک کرنا، دودھ پینے کے لئے جانور دینا، ان کے نزل کی ضرورت جنہیں مادہ کے لئے ہونا نہیں مانگا ہوا ہے قیمت دینا۔“ یہ حدیث ابوداؤد اور نسائی میں بھی دوسری سند سے مذکور ہے۔ ②

مندىٰ ایک حدیث میں ہے کہ ”سو نے چاندی کے خزانے والا اس کا حق ادا نہ کرے گا اس کا سونا چاندی تختیوں کی صورت میں بنایا جائے گا، اور جہنم کی آگ میں تپا کر اس کی پیشانی، کروٹ اور پیٹھ داغی جائے گی یہاں تک کہ اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے بندوں کے فیصلے کر لے۔ اس دن میں جس کی مقدار تمہاری تختی سے پچاس ہزار سال کی ہوگی، پھر وہ اپنا راستہ جنت کی طرف یا جہنم کی طرف دیکھ لے گا۔ پھر آگے بکریوں اور اونٹوں کا بیان ہے جیسے اوپر گزرا، اور یہ بھی بیان ہے کہ گھوڑے تین قسم کے لوگوں کے لئے ہیں ایک قسم کے تو اجر دلانے والے، دوسری قسم کے پرودہ پوشی کرنے والے، تیسری قسم کے بوجھ ڈھونے والے، الخ۔ ③ یہ حدیث پوری پوری صحیح مسلم شریف میں بھی ہے ان روایتوں کے پورا بیان کرنے کی اور ان کی سندوں اور الفاظ کے تمام تر نقل کرنے کی مناسب جگہ احکام کی کتاب زکوٰۃ ہے، یہاں ان کے وارد کرنے سے ہماری غرض صرف ان الفاظ سے ہے کہ ”یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے درمیان فیصلہ کرے گا“ اس دن میں جس کی مقدار پچاس ہزار سال کی ہے۔“ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک شخص نے پوچھا کہ ”وہ دن کیا ہے جس کی مقدار ۵۰ ہزار سال کی ہے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا وہ کون سا پچاس ہزار سال کا دن ہوگا؟ اس نے کہا کہ حضرت میں تو خود دریافت کرنے آیا ہوں“ آپ نے فرمایا کہ سنو یہ دو دن ہیں جن کا ذکر اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنی کتاب میں کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی کو ان کی حقیقت کا بخوبی علم ہے، میں تو باوجود نہ جاننے کے کتاب اللہ میں کچھ کہنا مکروہ جانتا ہوں۔“ پھر فرماتا ہے کہ =

① احمد، ۷۵/۳ وسندہ ضعیف، دراج کی ابوالہشیم سے روایت ضعیف ہوتی ہے۔ مسند ابی یعلیٰ، ۱۳۹۰، ابن حبان، ۷۳۳۴۔

② احمد، ۴۸۹/۲؛ ابوداؤد، کتاب الزکوٰۃ، باب فی حقوق المال، ۱۶۶۰ وسندہ حسن؛ نسائی، ۲۴۴۴۔

③ صحیح مسلم، کتاب الزکوٰۃ، باب اثم مانع الزکوٰۃ، ۹۸۷؛ احمد، ۲/۲۶۲۔

يَوْمَ تَكُونُ السَّمَاءُ كَالْهَيْلِ ۝ وَتَكُونُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ ۝ وَلَا يَسْأَلُ حَمِيمٌ حَمِيمًا ۝ يُبْصَرُونَهُمْ يَوْمَ الْمَجْزُمِ كَوْفَتِي مِنْ عَذَابٍ يَوْمِيذٍ بَيْنِيهِ ۝
وَصَاحِبَتِهِ وَأَخِيهِ ۝ وَفَصِيلَتِهِ الَّتِي تُؤْوِيهِ ۝ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا ثُمَّ يُنْجِيهِ ۝ كَلَّا إِنَّهَا لَأُظَى ۝ نَزَاعَةٌ لِلشَّوَى ۝ تَدْعُوا مَنْ أَدْبَرَ وَتَوَلَّى ۝ وَجَمَعَ

فَاوْغَى ۝

ترجمہ: جس دن آسمان مثل تیل کی تلچھٹ کے ہو جائے گا [۸] اور پہاڑ مثل رنگین اون کے ہو جائیں گے۔ [۹] اور کوئی دوست کسی دوست کو نہ پوچھے گا۔ [۱۰] حالانکہ ایک دوسرے کو دکھا دیئے جائیں گے، گتہ گرا آج کے دن کے عذاب کے بدلے فدیہ میں اپنے بیٹوں کو [۱۱] اور اپنی بیویوں کو اور اپنے بھائی کو [۱۲] اور اپنے کنبے کو جو اسے جگہ دیتا تھا [۱۳] اور روئے زمین کے سب لوگوں کو دینا چاہے گا تا کہ اسے نجات مل جائے۔ [۱۴] مگر ہرگز یہ نہ ہوگا یقیناً وہ شعلہ والی آگ ہے [۱۵] جو منہ اور سر کی کھال کھینچ لانے والی ہے۔ [۱۶] وہ ہر اس شخص کو پکارے گی جو پیچھے ہٹا اور منہ موڑتا ہے۔ [۱۷] اور جمع کر کے سنبھال رکھتا ہے۔ [۱۸]

= اے نبی! تم اپنی قوم کے جھٹلانے پر اور عذاب کے مانگنے کی جلدی پر جسے وہ اپنے نزدیک نہ آنے والا جانتے ہیں، صبر و سہار کرو جیسے اور جگہ ہے ﴿يَسْتَعْجِلُ بِهَا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِهَا﴾ ① الخ یعنی بے ایمان تو قیامت کے جلد آنے کی تمنا نہیں کرتے ہیں اور ایمان دار اس کے آنے کو حق جان کر اس سے ڈر رہے ہیں اسی لئے یہاں بھی فرمایا کہ یہ تو اسے دور جان رہے ہیں بلکہ محال اور واقعہ نہ ہونے والا مانتے ہیں۔ لیکن ہم اسے قریب ہی دیکھ رہے ہیں، یعنی مومن تو اس کا آنا حق جانتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اب آیا ہی چاہتا ہے نہ جانے کب قیامت قائم ہو جائے اور کب عذاب آپڑیں کیوں کہ اس کے صحیح وقت کو تو بجز ذات باری تعالیٰ کے اور کوئی جانتا ہی نہیں، پس ہر وہ چیز جس کے آنے اور ہونے میں کوئی شک نہ ہو اس کا آنا قریب ہی سمجھا جاتا ہے اور اس کے ہو پڑنے کا ہر وقت کھٹکا ہی رہتا ہے۔

قیامت کی ہولناکیاں: [آیت: ۸-۱۸] اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جس عذاب کو یہ طلب کر رہے ہیں وہ عذاب ان طلب کرنے والے کافروں پر اس دن آئے گا جس دن آسمان مثل مہل کے ہو جائے گا یعنی زیتون کے تیل کی تلچھٹ جیسا ہو جائے اور پہاڑ ایسے ہو جائیں جیسے دھنی ہوئی اون۔ یہی فرمان اور جگہ ہے ﴿وَتَكُونُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوشِ﴾ ② پھر فرماتا ہے کہ کوئی قریبی رشتہ دار کسی اپنے قریبی رشتہ دار سے پوچھ گچھ بھی نہ کرے گا حالانکہ ایک دوسرے کو بری حالت میں دیکھ رہے ہوں گے لیکن خود ایسے مشغول ہوں گے کہ دوسرے کا حال پوچھنے کا بھی ہوش نہ رہے گا۔ سب آپادھاپی میں پڑے رہیں گے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک دوسرے کو دیکھے گا پچھانے گا لیکن پھر بھاگ کھڑا ہوگا، جیسے اور جگہ ہے ﴿لِكُلِّ امْرِئٍ مِنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَأْنٌ يُغْنِيهِ﴾ ③ یعنی ہر ایک شخص ایسے مشغلے میں لگا ہوا ہوگا جو دوسرے کی طرف متوجہ ہونے کا موقع ہی نہ دے گا۔ ④ اور جگہ فرمان ہے کہ لوگو! اپنے رب سے =

إِنَّ الْإِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوعًا ۖ إِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوعًا ۖ وَإِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوعًا ۝
 إِلَّا الْمَصْلِينَ ۝ الَّذِينَ هُمْ عَلَى صَلَاتِهِمْ دَائِبُونَ ۝ وَالَّذِينَ فِي أَمْوَالِهِمْ
 حَقٌّ مَّعْلُومٌ ۝ لِلسَّائِلِ وَالْمَحْرُومِ ۝ وَالَّذِينَ يُصَدِّقُونَ بَيِّمَ الَّذِينَ ۝
 وَالَّذِينَ هُمْ مِّنْ عَذَابِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُونَ ۝ إِنَّ عَذَابَ رَبِّهِمْ غَيْرُ مَأْمُونٍ ۝
 وَالَّذِينَ هُمْ لِأَفْوَاجِهِمْ حَفِظُونَ ۝ إِلَّا عَلَىٰ أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ
 فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُومِينَ ۝ فَمَنِ ابْتَغَىٰ وَرَاءَ ذَلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْعَادُونَ ۝
 وَالَّذِينَ هُمْ لِأَمْتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رِعُونَ ۝ وَالَّذِينَ هُمْ بِشَهَادَتِهِمْ قَائِمُونَ ۝
 وَالَّذِينَ هُمْ عَلَىٰ صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُونَ ۝ أُولَٰئِكَ فِي جَنَّةٍ مُّكْرَمُونَ ۝

ترجمہ: بے شک انسان بڑے کچھل والا بنایا گیا ہے۔ [۱۹] جب اسے مصیبت پہنچتی ہے تو ہڑبڑا اٹھتا ہے [۲۰] اور جب راحت ملتی ہے تو بکل کرنے لگتا ہے۔ [۲۱] مگر وہ نمازی [۲۲] جو اپنی نماز پر پیشگی کرنے والے ہیں [۲۳] اور جن کے مالوں میں مقررہ حصہ ہے۔ [۲۴] مانتے والوں کا بھی اور سوال سے بچنے والوں کا بھی [۲۵] اور جو انصاف کے دن پر یقین رکھتے ہیں۔ [۲۶] اور جو اپنے رب کے عذاب سے ڈرتے رہتے ہیں۔ [۲۷] بے شک ان کے رب کا عذاب بے خوف ہونے کی چیز نہیں۔ [۲۸] اور جو لوگ اپنی شرمگاہوں کی (حرام سے) حفاظت کرتے ہیں۔ [۲۹] ہاں ان کی بیویوں اور لونڈیوں کے بارے میں جن کے وہ مالک ہیں انہیں کوئی ملامت نہیں۔ [۳۰] اب جو کوئی اس کے علاوہ (راہ) ڈھونڈے گا تو ایسے لوگ حد سے گزر جانے والے ہوں گے۔ [۳۱] اور جو اپنی امانتوں کی اور اپنے قول و قرار پر آں ملحوظ رکھتے ہیں۔ [۳۲] اور جو اپنی گواہیوں پر سیدھے اور قائم رہتے ہیں۔ [۳۳] اور جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ [۳۴] ان ہی لوگوں کی جنتوں میں عزت و کرم کی جائے گی۔ [۳۵]

== ذرا اور اس دن کا خوف کرو جس دن باپ اپنی اولاد کو اور اولاد اپنے باپ کو کچھ کام نہ آئے گی الخ۔ اور جگہ ارشاد ہے کہ گو قربت دار ہوں لیکن کوئی کسی کا بوجھ نہ بنائے گا۔ اور جگہ فرمان ہے ﴿فَإِذَا نَفَخَ فِي الصُّورِ فَلَا أَنْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَلَا تَسْتَأْذِنُ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ مِنْ دُونِ اللَّهِ﴾ یعنی صور پھونکتے ہی سب آپس کے رشتے ناتے اور پوچھ گچھ ختم ہو جائے گی۔ اور ایک جگہ فرمان ہے ﴿يَوْمَ يَقُورُ الْمَوءُ﴾ الخ۔ یعنی اس دن انسان اپنے بھائی سے ماں سے باپ سے بیوی سے اور فرزند سے بھگتا پھرے گا۔ ہر شخص بوجھ اپنی پریشانیوں کے دوسرے سے غافل ہوگا۔ یہ وہ دن ہوگا کہ اس دن ہر گنہگار بہ دل چاہے گا کہ اپنی اولاد کو اپنے فدیہ میں دے کر جہنم کے عذاب سے چھوٹ جائے اور اپنی بیوی کو اور اپنے بھائی کو اور اپنے رشتے کنبے کو اور اپنے خاندان اور قبیلے کو بلکہ چاہے تمام روئے زمین کے لوگوں کو جہنم میں ڈال دیا جائے، لیکن اسے آزاد کر دیا جائے۔

آہ! کیا ہی دل گداز منظر ہے کہ اپنے کلیجے کے ٹکڑوں کو اپنی شاخوں اور اپنی جڑوں کو اور سب کے سب کو آج فدا کرنے پر تیار

ہے تاکہ خود بخ جائے ﴿فَصِلْہ﴾ کے ایک معنی مال کے بھی کئے گئے ہیں۔ غرض کہ تمام تر محبوب ہستیوں کو اپنی طرف سے بھیٹ میں دینے پر دل سے رضا مند ہوگا۔ لیکن کوئی چیز کام نہ آئے گی، کوئی بدلہ اور فدیہ نہ کھپے گا، کوئی عوض اور معاوضہ قبول نہ کیا جائے گا بلکہ اس آگ کے عذابوں میں ڈالا جائے گا جو اونچے اونچے اور تیز تیز شعلے پھینکنے والی اور سخت بھڑکنے والی ہے جو سر کی کھال تک جھلسا کر کھینچ لاتی ہے بدن کی کھال دور کر دیتی ہے اور کھوپڑی پلپلی کر دیتی ہے ہڈیوں کو گوشت سے الگ کر دیتی ہے زگ پٹھے چھپے لگتے ہیں ہاتھ پاؤں اٹھنے لگتے ہیں پنڈلیاں کٹی جاتی ہیں چہرہ بگڑ جاتا ہے ہر ہر عضو بگڑ جاتا ہے چیخ پکار کرتا رہتا ہے ہڈیوں کا چورا کرتی رہتی ہے کھالیں جلاتی جاتی ہیں یہ آگ اپنی فصیح زبان اور اونچی آواز سے اپنے والوں کو جنہوں نے دنیا میں بدکاریاں اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانیاں کی تھیں پکارتی ہے پھر جس طرح پرند جانور دانہ چگتا ہے اسی طرح میدان محشر میں سے ایسے بد کردار لوگوں کو ایک ایک کر کے دیکھ بھال کر چن لیتی ہے۔ اب ان کی بد اعمالیاں بیان ہو رہی ہیں کہ یہ دل سے جھٹلانے والے اور بدن سے عمل چھوڑ دینے والے تھے یہ مال کو جمع کرنے والے اور سر بند کر کے رکھ چھوڑنے والے تھے اللہ تعالیٰ کے ضروری احکام میں بھی مال خرچ کرنے سے گریز کرتے تھے بلکہ زکوٰۃ تک ادا نہ کرتے تھے۔

حدیث میں ہے کہ سمیٹ سمیٹ کر سینت سینت کر نہ رکھو ورنہ اللہ تعالیٰ بھی تجھ سے روک لے گا۔ ① حضرت عبداللہ بن حکم تو اس آیت پر عمل کرتے ہوئے کبھی تھیلی کا منہ ہی نہ باندھتے تھے۔ امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ”اے ابن آدم! اللہ تعالیٰ کی وعید سن رہا ہے پھر بھی مال سمیٹتا جا رہا ہے۔“ حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ”مال کو جمع کرنے میں حلال حرام کا پاس نہ رکھتا تھا اور فرمان اللہ تعالیٰ ہوتے ہوئے بھی خرچ کی ہمت نہیں کرتا تھا۔“

بے صبری انسانی عادت: [آیت: ۱۹-۳۵] یہاں انسانی جبلت کی کمزوری بیان ہو رہی ہے کہ بڑا ہی بے صبرا ہے۔ مصیبت کے وقت تو مارے گھبراہٹ اور پریشانی کے باؤ لاسا ہو جاتا ہے گویا دل اڑ گیا اور گویا اب کوئی آس باقی نہیں رہی اور راحت کے وقت بخیل کنبوس بن جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا حق بھی ڈکار جاتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ”بدترین چیز انسان میں بے حد بخیلی اور انتہائی درجہ کی نامردی ہے ② (ابوداؤد)۔ پھر فرمایا کہ ہاں اس مذموم خصلت سے وہ لوگ دور ہیں جن پر خاص فضل الہی ہے اور جنہیں توفیق خیر ازل سے مل چکی ہے جن کی صفیتیں یہ ہیں کہ وہ پورے نمازی ہیں وقتوں کی نگہبانی کرنے والے واجبات نماز کو اچھی طرح بجالانے والے سکون و اطمینان اور خشوع و خضوع سے پابندی کے ساتھ نماز ادا کرنے والے ہیں جیسے فرمایا ﴿لَقَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ﴾ ③ الخ۔ ان ایمانداروں نے نجات پالی جو اپنی نماز خوف الہی سے ادا کرتے ہیں۔ ٹھہرے ہوئے بے حرکت کے پانی کو بھی عرب ماءً ڈانٹتے ہیں (ف) اس سے ثابت ہوا کہ نماز میں اطمینان واجب ہے جو شخص اپنے رکوع و سجدے پوری طرح ٹھہر کر باطمینان ادا نہیں کرتا وہ اپنی نماز پر دائم نہیں کیونکہ نہ وہ سکون کرتا ہے نہ اطمینان بلکہ کوئے کی طرح ٹھونکیں مارتا ہے اس کی نماز اسے نجات نہیں دلوائے گی۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد ہر نیک عمل پر مداومت اور پیشگی کرنا ہے جیسے کہ نبی اللہ علیہ صلوات اللہ علیہ کا فرمان ہے کہ اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ پسند وہ عمل ہے جس پر مداومت کی جائے گو کم ہو۔ ④ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارک بھی یہی تھی کہ جس کام کو کرتے اس پر پیشگی کرتے۔ ⑤

① صحیح بخاری، کتاب الزکاة، باب الصلاة فيما استطاع، ۱۴۳۴؛ صحیح مسلم، ۱۰۲۹۔ ② ابوداؤد، کتاب الجہاد، باب فی الجراء والجن، ۲۵۱۱ وسندہ صحیح؛ احمد، ۲/۳۲۰؛ ابن حبان، ۳۲۵۰؛ حلیۃ الاولیاء، ۹/۵۰۔
③ ۲۳/المؤمنون: ۱۔ ④ صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب القصد والمدامۃ علی العمل، ۶۴۶۵؛ صحیح مسلم، ۷۸۳۔ ⑤ صحیح بخاری، کتاب الصیام، باب صوم شعبان، ۱۹۷۰؛ صحیح مسلم، ۷۸۵۔

فَمَالِ الَّذِينَ كَفَرُوا قَبْلَكَ مُهْطِعِينَ ۖ عَنِ الْيَمِينِ وَعَنِ الشِّمَالِ
عِزِينَ ۖ أَيُطْعَمُ كُلُّ امْرِئٍ مِنْهُمْ أَنْ يُدْخَلَ جَنَّةً نَعِيمًا ۖ كَلَّا ۖ إِنَّا
خَلَقْنَاهُمْ مِمَّا يَعْلَمُونَ ۖ فَلَا أَقْسَمُ بِرَبِّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ إِنَّا لَقَدِرُونَ ۖ
عَلَىٰ أَنْ تُبَدَّلَ خَيْرًا مِنْهُمْ ۖ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوقِينَ ۖ فَذَرْنَهُمْ يَخُوضُوا
وَيَلْعَبُوا حَتَّىٰ يُلَاقُوا يَوْمَهُمُ الَّذِي يُوعَدُونَ ۖ يَوْمَ يُخْرِجُونَ مِنَ
الْأَجْدَاثِ سِرَاعًا كَأَنَّهُمْ إِلَىٰ نُصُبٍ يُوفِضُونَ ۖ خَاشِعَةً أَبْصَارُهُمْ
تَرَهُمْ ذُلًّا ۖ ذَٰلِكَ الْيَوْمُ الَّذِي كَانُوا يُوعَدُونَ ۖ

ترجمہ: پس کافر تیری طرف کیوں دوڑتے آتے ہیں؟ [۳۶] دائیں اور بائیں سے گروہ کے گروہ۔ [۳۷] کیا ان میں سے ہر ایک کی توقع یہ ہے کہ وہ نعمتوں والی جنت میں داخل کیا جائے گا؟ [۳۸] یا ہرگز نہ ہوگا، ہم نے انہیں اس چیز سے پیدا کیا ہے جسے وہ جانتے ہیں۔ [۳۹] پس مجھے قسم ہے مشرقوں اور مغربوں کے رب کی کہ ہم یقیناً قادر ہیں [۴۰] کہ ان کے عوض ان سے اچھے لوگ لے آئیں، ہم عاجز نہیں ہیں۔ [۴۱] پس تو انہیں جھگڑتا کھیتا چھوڑ دے یہاں تک کہ یہ اپنے اس دن سے جا ملیں جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے۔ [۴۲] جس دن یہ قبروں سے دوڑتے ہوئے نکلیں گے گویا کہ وہ کسی تھان کی طرف تیز تیز جا رہے ہیں۔ [۴۳] ان کی آنکھیں جھکی ہوئی ہوں گی ان پر ذلت چھاری ہوگی یہ ہے وہ دن جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا تھا۔ [۴۴]

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم سے ذکر کیا گیا کہ ”حضرت دانیال علیہ السلام پیغمبر نے امت محمدی کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا کہ ”وہ ایسی نماز پڑھے گی کہ اگر قوم نوح ایسی نماز پڑھتی تو ڈوبتی نہیں۔ اور قوم عاد کی اگر ایسی نماز ہوتی تو ان پر بے برکتی کی ہوائیں نہ بھیجی جاتیں، اور اگر قوم ثمود کی نماز ایسی ہوتی تو انہیں چیخ سے ہلاک نہ کیا جاتا۔“ پس اے لوگو! نماز کو اچھی طرح پابندی سے پڑھا کرو۔ مومن کا یہ زبور اور اس کا بہترین خلق ہے۔“

مالوں میں غریب کا حصہ: پھر فرماتا ہے کہ ان کے مالوں میں حاجت مندوں کا بھی مقررہ حصہ ہے ﴿سَائِلٌ﴾ اور ﴿مَحْرُومٌ﴾ کی پوری تفسیر سورہ ذاریات میں گزر چکی ہے۔ یہ لوگ حساب اور جزا کے دن پر بھی یقین کامل اور پورا ایمان رکھتے ہیں۔ اسی وجہ سے وہ اعمال کرتے ہیں جن سے ثواب پائیں اور عذاب سے چھوٹیں۔ پھر ان کی صفت بیان ہوتی ہے کہ وہ اپنے رب کے عذاب سے ڈرنے اور خوف کھانے والے ہیں، جس عذاب سے کوئی عقل مند انسان بے خوف نہیں رہ سکتا، ہاں جسے اللہ تعالیٰ امن دے۔ اور یہ لوگ اپنی شرمگاہوں کو حرام کاری سے روکتے ہیں جہاں اللہ تعالیٰ کی اجازت نہیں اس جگہ سے بچاتے ہیں، ہاں اپنی بیویوں اور اپنی مملوکہ لونڈیوں سے اپنی خواہش پوری کرتے ہیں، سو اس میں ان پر کوئی ملامت اور الاہنا نہیں، لیکن جو شخص ان کے علاوہ اور جگہ یا اور طرح اپنی شہوت رانی کرے وہ یقیناً حدودِ الہی سے تجاوز کرنے والا ہے۔ ان دونوں آیتوں کی پوری تفسیر ﴿لَقَدْ أَلَحَّ الْمَوْمِنُونَ﴾ میں گزر چکی ہے، یہاں دوبارہ لانے کی ضرورت نہیں۔ یہ لوگ امانت کے ادا کرنے والے وعدوں اور عہدوں، قول و قرار کو پورا کرنے

والے اور اچھی طرح نباہنے والے ہیں نہ خیانت کرتے ہیں نہ بد عہدی اور نہ وعدہ شکنی کرتے ہیں۔ یہ سب صفیتیں مومنوں کی ہیں اور ان کے خلاف عمل کرنے والا منافق ہے، جیسے کہ صحیح حدیث میں ہے کہ ”منافق کی تین خصلتیں ہیں، جب کبھی بات کرے تو جھوٹ بولے جب کبھی وعدہ کرے تو اس کے خلاف کرے اور جب امانت اس کے پاس رکھی جائے تو خیانت کرے۔“ ① اور ایک روایت میں ہے کہ جب کبھی عہد کرے تو اسے توڑ دے اور جب کبھی جھگڑے تو گا لیاں بولے۔ ② یہ اپنی شہادتوں کی بھی حفاظت کرنے والے ہیں، یعنی نہ اس میں کمی کرتے ہیں نہ زیادتی نہ شہادت دینے سے بھاگتے ہیں نہ اسے چھپاتے ہیں جو چھپالے تو وہ دل کا گنہگار ہے۔

پھر فرمایا کہ وہ اپنی نماز کی پوری چوکی کرتے ہیں یعنی وقت پر ارکان اور واجبات اور مستحبات کو پوری طرح بجالا کر نماز پڑھتے ہیں۔ یہاں یہ بات خاص توجہ کے لائق ہے کہ ان جنتیوں کے اوصاف بیان کرتے ہوئے شروع وصف بھی نماز کی ادائیگی کا بیان کیا اور ختم بھی اسی پر کیا۔ پس معلوم ہوا کہ نماز امر دین میں عظیم الشان کام ہے اور سب سے زیادہ شرف اور فضیلت والی چیز بھی یہی ہے اس کا ادا کرنا سخت ضروری اور اس کا بندوبست نہایت ہی تاکید والا ہے۔ سورہ ﴿قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ﴾ میں ٹھیک اسی طرح بیان ہوا ہے اور وہاں اوصاف کے بعد بیان فرمایا ہے کہ یہی لوگ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے وارث فروں ہیں اور یہاں فرمایا کہ یہی لوگ جنتی ہیں اور وہاں قسم قسم کی لذتوں اور خوشبوؤں سے عزت و اقبال کے ساتھ سرور و محفوظ ہوں گے۔

[آیت: ۳۶-۴۳] اللہ تعالیٰ عزوجل ان کافروں پر انکار کر رہا ہے جو حضور اکرم ﷺ کے مبارک زمانے میں تھے۔ خود آپ کو وہ دیکھ رہے تھے اور آپ ﷺ جو ہدایت لے کر آئے وہ ان کے سامنے تھی اور آپ کے کھلے معجزے بھی اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے پھر باوجود ان تمام باتوں کے وہ بھاگ جاتے تھے اور ٹولیاں ٹولیاں ہو کر دائیں بائیں کتر جاتے تھے۔ جیسے اور جگہ ہے۔ ﴿فَمَا لَهُمْ عَنِ التَّذِكْرَةِ مُغَوِّضِينَ ۝﴾ ③ یہ نصیحت سے منہ پھیر کر ان گدھوں کی طرح جو شیر سے بھاگ رہے ہوں، کیوں بھاگ رہے ہیں؟ ان کی یہاں بھی اسی طرح فرما رہا ہے کہ ان کفار کو کیا ہو گیا ہے یہ نفرت کر کے کیوں تیرے پاس سے بھاگے جا رہے ہیں؟ کیوں دائیں بائیں سرکتے جاتے ہیں؟ اور کیا وجہ ہے کہ متفرق طور پر اختلاف کے ساتھ ادھر ادھر ہو رہے ہیں۔

حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے خواہش نفس پر عمل کرنے والوں کے حق میں یہی فرمایا ہے کہ ”وہ کتاب اللہ کے مخالف ہوتے ہیں اور آپس میں بھی مختلف ہوتے ہیں ہاں کتاب اللہ کی مخالفت میں سب متفق ہوتے ہیں۔“ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بہ روایت عوفی مروی ہے کہ ”وہ ٹولیاں ہو کر بے پرواہی کے ساتھ تیرے دائیں بائیں ہو کر تجھے مذاق سے گھورتے ہیں۔“ حضرت حسن فرماتے ہیں کہ ”یعنی دائیں بائیں الگ ہو جاتے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ اس شخص نے کیا کہا؟“ حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ دائیں بائیں ٹولیاں ٹولیاں ہو کر حضور اکرم ﷺ کے ارد گرد پھرتے رہتے ہیں نہ کتاب اللہ کی چاہت ہے نہ رسول اللہ ﷺ کی رغبت ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ ”رسول اللہ ﷺ لوگوں کے پاس تشریف لائے اور وہ متفرق طور پر حلقے حلقے تھے تو آپ ﷺ نے فرمایا میں تمہیں الگ الگ جماعتوں کی صورت میں کیسے دیکھ رہا ہوں؟“ ④ (احمد)۔ یہ ابن جریر میں اور سند سے بھی مروی ہے۔

کافروں کی جنت میں جانے کی خواہش: پھر ارشاد ہوتا ہے کہ کیا ان کی چاہت ہے کہ جنت نعیم میں داخل کئے جائیں؟ ایسا ہرگز نہ ہوگا یعنی جب ان کی یہ حالت ہے کہ کتاب اللہ اور رسول اللہ ﷺ سے دائیں بائیں کتر جاتے ہیں پھر ان کی یہ چاہت پوری نہیں ہو سکتی بلکہ یہ جہنمی گروہ ہے اب جس چیز کو یہ محال جانتے تھے اس کا بہترین ثبوت ان ہی کی معلومات اور اقرار سے بیان ہو رہا ہے کہ

① صحیح بخاری، کتاب الإیمان، باب علامات المنافق: ۳۳، صحیح مسلم، ۵۹۔ ② صحیح بخاری، حوالہ سابق: ۳۴، صحیح مسلم، ۵۸۔ ③ ۷۴/۷۴، المدثر: ۴۹۔ ④ احمد، ۹۳/۵، صحیح مسلم، کتاب الصلاة، باب الأمر بالسکون فی الصلاة، ۴۳۰۔

جس نے تمہیں ضعیف پانی سے پیدا کیا ہے جیسے کہ خود تمہیں بھی معلوم ہے پھر کیا وہ تمہیں دوبارہ نہیں پیدا کر سکتا؟ جیسے اور جگہ ہے ﴿اَلَمْ نَخْلُقْكُمْ مِّنْ مَّاءٍ مَّهِينٍ ۝۱﴾ کیا ہم نے تمہیں ناقدرے پانی سے پیدا نہیں کیا؟ فرمان ہے ﴿فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ﴾ ۲ انسان کو دیکھنا چاہئے کہ وہ کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے؟ اچھلنے والے پانی سے پیدا کیا گیا ہے جو پیٹھ اور چھاتی کے درمیان سے نکلتا ہے یقیناً وہ اللہ تعالیٰ اس کے لوٹانے پر قادر ہے جس دن پوشیدہ گیاں کھل پڑیں گی اور کوئی طاقت نہ ہوگی نہ مددگار۔ پس یہاں بھی فرماتا ہے مجھے قسم ہے اس کی جس نے زمین و آسمان کو پیدا کیا اور مشرق مغرب متعین کی اور ستاروں کے چھپنے اور ظاہر ہونے کی جگہیں مقرر کر دیں۔ مطلب یہ ہے کہ اے کافرو! جیسا تمہارا گمان ہے ویسا معاملہ نہیں کہ نہ حساب کتاب ہو گا نہ حشر شر ہو گا بلکہ یہ سب یقیناً ہونے والی چیزیں ہیں۔ اسی لئے قسم سے پہلے ان کے باطل خیال کی تکذیب کی اور اسے اس طرح ثابت کیا کہ اپنی قدرت کاملہ کے مختلف نمونے ان کے سامنے پیش کئے۔ مثلاً آسمان وزمین کی ابتدائی پیدائش اور ان میں حیوانات جمادات اور مختلف قسم کی مخلوق کی موجودگی جیسے اور جگہ ہے ﴿لَخَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ وَلٰكِنْ اَكْثَرُ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝۳﴾ یعنی آسمان وزمین کا پیدا کرنا لوگوں کے پیدا کرنے سے بہت بڑا ہے لیکن اکثر لوگ بے علم ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ جب بڑی بڑی چیزوں کو پیدا کرنے پر اللہ تعالیٰ قادر ہے تو چھوٹی چھوٹی چیزوں کی پیدائش پر کیوں قادر نہ ہو گا؟ جیسے اور جگہ ہے ﴿اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَمْ یَغْنَیْ بِخَلْقِهِنَّ بِقَدْرِ عَلٰی اَنْ یُّحْیِیَ الْمَوْتٰی بَلٰی اِنَّهٗ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝۴﴾ یعنی کیا یہ نہیں دیکھتے کہ جس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا اور ان کی پیدائش میں نہ تھکا؟ کیا وہ مردوں کو زندہ کرنے پر قادر نہیں؟ بے شک وہ قادر ہے اور ایک اسی پر کیا ہر چیز پر اسے قدرت حاصل ہے۔ اور جگہ ارشاد ہے ﴿اَوَلَیْسَ الَّذِیْ اَخْلَجَ الْاِنْسَانَ مِنْ ذُرِّیَّتِہٖٓ اِنَّا لَنَرٰہُ فَاِذَا رَءٰہُ سَاجِدًا ۝۵﴾ یعنی کیا وہ نہیں دیکھتے کہ جس نے انسان کو پیدا کیا اور وہ اسے سجدہ کرنے پر قادر نہیں؟ ہاں ہے اور وہی پیدا کرنے والا اور جاننے والا ہے۔ وہ جس چیز کا ارادہ کرے کہہ دیتا ہے کہ ہو جاوہ اسی وقت ہو جاتی ہے۔

مشرق اور مغرب کا رب: یہاں ارشاد ہو رہا ہے کہ مشرقوں اور مغربوں کے پروردگار کی قسم! ہم ان کے ان جیسوں کو جیسے یہ اب ہیں اس سے بھی بہتر صورت میں بدل ڈالنے پر پورے پورے قادر ہیں۔ کوئی چیز کوئی شخص اور کوئی کام ہمیں عاجز اور در ماندہ نہیں کر سکتا۔ جیسے اور جگہ ارشاد ہے ﴿اَلَا یَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَلَنْ نَجْمَعَ عِظَامَہٗ ۝۵﴾ اے انسان! کیا کسی شخص کا یہ گمان ہے کہ ہم اس کی ہڈیاں جمع نہ کر سکیں گے؟ غلط گمان ہے بلکہ ہم تو اس کی پور پور جمع کر کے ٹھیک ٹھاک بنا دیں گے۔ اور جگہ فرمایا ﴿نَحْنُ قَلَدَرْنَا بَیْنَكُمْ الْمَوْتَ ۝۶﴾ اے ہم نے تمہارے درمیان موت مقدر کر دی ہے اور ہم اس سے عاجز نہیں کہ تم جیسوں کو بدل ڈالیں اور تمہیں اس نئی پیدائش میں پیدا کریں جسے تم جانتے بھی نہیں۔ پس ایک تو مطلب آیت مندرجہ بالا کا یہ ہے دوسرا مطلب امام ابن جریر رحمہ اللہ نے یہ بھی بیان فرمایا ہے کہ ہم اس امر پر قادر ہیں کہ تمہارے بدلے ایسے لوگ پیدا کر دیں جو ہمارے مطیع اور فرمان بردار ہوں اور ہماری نافرمانیوں سے رکے رہنے والے ہوں۔ جیسے اور جگہ فرمان ہے ﴿وَ اِنْ تَتَوَلَّوْا ۝۷﴾ یعنی اگر تم نے منہ موڑا تو اللہ تعالیٰ تمہارے سوا اور قوم کو لائے گا اور وہ تم جیسی نہ ہوگی۔ لیکن پہلا مطلب دوسری آیتوں کی صاف دلالت کی وجہ سے زیادہ ظاہر ہے واللہ سُبْحٰنَہٗ وَ تَعَالٰی اَعْلَمُ۔

جھٹلانے والوں کی روز قیامت پیشی: پھر فرماتا ہے اے نبی! انہیں ان کے جھٹلانے اور کفر کرنے اور سرکشی میں بڑھنے ہی میں چھوڑ دو جس کا وبال ان پر اس دن آئے گا جس کا ان سے وعدہ ہو چکا ہے جس دن اللہ تعالیٰ انہیں بلائے گا اور یہ میدان محشر کی طرف جہاں

① ۷۷ / المرسلات: ۲۰ ② ۸۶ / الطارق: ۵۰ ③ ۴۰ / المؤمن: ۵۷

④ ۴۶ / الاحقاف: ۳۳ ⑤ ۷۵ / القیامۃ: ۳ ⑥ ۵۶ / الواقعة: ۶۰

انہیں حساب کے لئے کھڑا کیا جائے گا۔ اس طرح لپکتے ہوئے جائیں گے جس طرح دنیا میں کسی بت یا علم کو یا تھاں اور چلے کو چھونے اور ڈنڈوت کرنے کے لئے ایک دوسرے سے آگے بڑھتے ہوئے جاتے ہیں، مارے شرم و ندامت کے نگاہیں زمین میں گڑی ہوئی ہوں گی اور چہروں پر پھنکار برس رہی ہوگی۔ یہ ہے دنیا میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے سرکشی کرنے کا نتیجہ۔ اور یہ ہے وہ دن جس کے ہونے کو آج محال جانتے ہیں اور ہنسی مذاق میں نبی اکرم ﷺ کی اور شریعت کی اور کلام اللہ کی حقارت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ قیامت کیوں قائم نہیں ہوتی، ہم پر عذاب کیوں نہیں آتا۔

الْحَمْدُ لِلّٰہ سورۃ معارج کی تفسیر بھی ختم ہوئی۔



تفسیر سورہ نوح

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِنَّا اَرْسَلْنَا نُوحًا اِلٰی قَوْمِهٖ اَنْ اَنْذِرْ قَوْمَكَ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاتِيَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۝ قَالَ يٰقَوْمِ اِنِّیْ لَكُمْ نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ ۝ اِنْ اَعْبُدُوا اللّٰهَ وَاتَّقُوْهُ وَاَطِيعُوْنَ ۝ یَغْفِرْ لَكُمْ مِنْ ذُنُوْبِكُمْ وَیُخْرِجْكُمْ اِلٰی اَجَلٍ مُّسَمًّی ۝ اِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ اِذَا جَآءَ لَا یُؤَخَّرُ ۝ لَوْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝

ترجمہ: اللہ تعالیٰ بخشش و رحم کرنے والے کے نام سے شروع۔

یقیناً ہم نے نوح (علیہ السلام) کو ان کی قوم کی طرف بھیجا کہ اپنی قوم کو ڈرا دو اور خبردار کر دو اس سے پہلے کہ ان کے پاس دردناک عذاب آجائے۔ [۱] نوح (علیہ السلام) کہنا اے میری قوم! میں تمہیں صاف صاف ڈرانے والا ہوں۔ [۲] تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اسی سے ڈراؤ اور میرا کہنا مانو۔ [۳] تو وہ تمہارے گناہ بخش دے گا اور تمہیں ایک وقت مقررہ تک چھوڑ دے گا۔ یقیناً اللہ تعالیٰ کا وعدہ جب آ جاتا ہے تو موقوف نہیں ہوتا، کاش کہ تمہیں سمجھ ہوتی۔ [۴]

حضرت نوح علیہ السلام کی تبلیغ: [آیت ۱-۳] اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے کہ اس نے حضرت نوح علیہ السلام کو ان کی قوم کی طرف اپنا رسول بنا کر بھیجا اور حکم دیا کہ عذاب کے آنے سے پہلے اپنی قوم کو ہوشیار کر دو اگر وہ توبہ کر لیں گے اور اللہ تعالیٰ کی طرف جھکنے لگیں گے تو عذاب الہی ان سے اٹھ جائے گا۔ حضرت نوح علیہ السلام نے یہ پیغام الہی اپنی امت کو پہنچا دیا اور صاف کہہ دیا کہ دیکھو میں کھلے لفظوں میں تمہیں آگاہ کئے دیتا ہوں۔ میں صاف صاف کہہ رہا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اس کا ڈراؤ میری اطاعت لازمی چیزیں ہیں جو کام تمہارے رب نے تم پر حرام کئے ہیں ان سے بچو۔ گناہ کے کاموں سے الگ تھلگ رہو جو کچھ میں کہوں بجالاؤ جس سے روکو رک جاؤ۔ میری رسالت کی تصدیق کرو اللہ تعالیٰ تمہاری خطاؤں سے درگزر فرمائے گا۔ ﴿يَغْفِرُ لَكُمْ مِنْ ذُنُوْبِكُمْ﴾ میں لفظ من یہاں زائد ہے۔ اثبات کے موقع پر بھی کبھی لفظ من زائد آ جاتا ہے۔ جیسے عرب کے مقولے ”قَدْ كَانَ مِنْ مَطَرٍ“ میں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ عن کے معنی میں ہو۔ بلکہ ابن جریر رحمہ اللہ تو اسی کو پسند فرماتے ہیں۔

اور یہ قول بھی ہے کہ تمعیض کے لئے ہے، یعنی تمہارے کچھ گناہ معاف فرما دے گا۔ یعنی وہ گناہ جن پر سزا کی وعید ہے اور وہ بڑے بڑے گناہ ہیں۔ اگر تم نے یہ تینوں کام کئے تو وہ معاف ہو جائیں گے اور جن عذابوں سے وہ تمہیں اب تمہاری ان خطاؤں اور غلط کاریوں کی وجہ سے برباد کرنے والا ہے اس عذاب کو ہٹا دے گا اور تمہاری عمریں بڑھا دے گا۔ اس آیت سے یہ استدلال بھی کیا گیا ہے کہ اطاعت الہی اور نیکی کا سلوک اور صلہ رحمی سے حقیقتاً عمر بڑھ جاتی ہے۔ حدیث میں یہ بھی ہے کہ صلہ رحمی عمر بڑھاتی ہے۔ ① پھر ارشاد ہوتا ہے کہ نیک اعمال اس سے پہلے کرو کہ اللہ تعالیٰ کا عذاب آجائے اس لئے کہ جب وہ آ جاتا ہے پھر نہ اسے کوئی ہٹا سکتا ہے اور =

قَالَ رَبِّ إِنِّي دَعَوْتُ قَوْمِي لَيْلًا وَنَهَارًا ۖ فَلَمْ يَزِدْهُمْ دُعَائِي إِلَّا فِرَارًا ۖ
 وَإِنِّي كُلَّمَا دَعَوْتُهُمْ لِتَغْفِرَ لَهُمْ جَعَلُوا أَصَابِعَهُمْ فِي آذَانِهِمْ وَاسْتَغْشَوْا
 ثِيَابَهُمْ وَأَصْرُوا وَاسْتَكْبَرُوا ۖ اسْتِكْبَارًا ۚ ثُمَّ إِنِّي دَعَوْتُهُمْ جَهَارًا ۖ ثُمَّ إِنِّي
 أَعْلَنْتُ لَهُمْ وَأَسْرَرْتُ لَهُمْ إِسْرَارًا ۖ فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ ۖ إِنَّهُ كَانَ
 غَفَّارًا ۖ يُرْسِلِ السَّمَاءَ عَلَيْكُمْ مِدْرَارًا ۖ وَيُمْدِدْكُمْ بِأَمْوَالٍ وَبَنِينَ
 وَيَجْعَلْ لَكُمْ جَنَّتٍ وَيَجْعَلْ لَكُمْ أَنْهَارًا ۖ مَا لَكُمْ لَا تَرْجُونَ لِلَّهِ وَقَارًا ۖ
 وَقَدْ خَلَقَكُمْ أَطْوَارًا ۖ أَلَمْ تَرَوْا كَيْفَ خَلَقَ اللَّهُ سَبْعَ سَمَوَاتٍ طِبَاقًا ۖ
 وَجَعَلَ الْقَمَرَ فِيهِنَّ نُورًا وَجَعَلَ الشَّمْسُ سِرَاجًا ۖ وَاللَّهُ أَتَبَّكُمْ مِّنَ
 الْأَرْضِ نَبَاتًا ۖ ثُمَّ يُعِيدُكُمْ فِيهَا وَيُخْرِجُكُمْ إِخْرَاجًا ۖ وَاللَّهُ جَعَلَ لَكُمْ
 الْأَرْضَ بِسَاطًا ۖ لِّتَسْلُكُوا مِنْهَا سُبُلًا فِجَاجًا ۖ

ترجمہ: نوح (علیہ السلام) نے کہا اے میرے پروردگار! میں نے اپنی قوم کو رات دن تیری طرف بلایا ۵۱ مگر میرے بلانے سے یہ بھاگنے
 میں اور بڑھتے ہی گئے۔ ۶۱ میں نے جب کبھی انہیں تیری بخشش کے لئے بلایا انہوں نے اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں ڈال لیں اور اپنے
 کپڑے اوڑھ لئے اور اڑ گئے اور سخت سرکشی کی۔ ۷۱ پھر میں نے انہیں با واز بلند بلایا۔ ۸۱ اور بے شک میں نے ان سے علانیہ بھی کہا
 اور چپکے چپکے بھی۔ ۹۱ اور میں نے کہا کہ اپنے رب سے اپنے گناہ بخشو اور معافی مانگو وہ یقیناً بڑا بخشنے والا ہے۔ ۱۰۱ وہ تم پر آسمان کو خوب
 برستا ہوا چھوڑ دے گا۔ ۱۱۱ اور تمہیں خوب پے در پے مال اور اولاد میں ترقی دے گا اور تمہیں باغات دے گا اور تمہارے لئے نہریں نکال
 دے گا۔ ۱۲۱ تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی بزرگی کا عقیدہ نہیں رکھتے ۱۳۱ حالانکہ اس نے تمہیں مختلف طور سے پیدا کیا ہے۔ ۱۴۱ کیا
 تم نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ نے اوپر تلے کس طرح سات آسمان پیدا کر دیئے ہیں۔ ۱۵۱ اور ان میں چاند کو خوب جگمگاتا بنایا ہے اور سورج کو
 روشن چراغ بنایا ہے۔ ۱۶۱ اور تم کو زمین سے ایک خاص طریقہ سے اگایا ہے اور پیدا کیا ہے۔ ۱۷۱ پھر تمہیں اسی میں لوٹا لے جائے گا اور ایک
 خاص طریقہ سے پھر نکالے گا۔ ۱۸۱ اور تمہارے لئے زمین کو اللہ تعالیٰ نے فرش بنا دیا ہے ۱۹۱ تاکہ تم اس کی کشادہ راہوں میں چلو پھرو۔ ۲۰۱

= نہ روک سکتا ہے۔ اس بڑے کی بڑائی نے ہر چیز کو پست کر رکھا ہے اس کی عزت و عظمت کے سامنے تمام مخلوق پست ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کی ہٹ دھرمی: [آیت ۵: ۲۰] یہاں بیان ہو رہا ہے کہ ساڑھے نو سو سال تک کی لمبی مدت میں کس
 کس طرح حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو رشد و ہدایت کی طرف بلایا، قوم نے کس کس طرح اعراض کیا، کیسی کیسی تکفیس اللہ تعالیٰ

قَالَ نُوحٌ رَبِّ اِنَّهُمْ عَصَوْنِي وَابْتَعَوْا مِنْ لَمْ يَزِدُّهُ مَالُهُ وَوَلَدُهُ اِلَّا خَسَارًا ۝
وَمَكْرُوًا مَكْرًا كَبَارًا ۝ وَقَالُوْا لَا تَذَرُنَّ اِلٰهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وُدًّا وَلَا سَوَاعِيًا ۝
وَلَا يَغُوْثَ وَيَعُوْقَ وَنَسْرًا ۝ وَقَدْ اَضَلُّوْا كَثِيْرًا ۝ وَلَا تَزِدِ الظَّٰلِمِيْنَ اِلَّا ضَلٰلًا ۝

ترجمہ: نوح (علیہ السلام) نے کہا اے میرے پروردگار! ان لوگوں نے میری تو نافرمانی کی اور ایسوں کی فرمانبرداری کی جن کے مال و اولاد نے ان کو یقیناً نقصان ہی میں بڑھایا ہے۔ [۲۱] اور ان لوگوں نے بڑا سخت فریب کیا۔ [۲۲] اور کہا انہوں نے کہ ہر گز اپنے معبودوں کو نہ چھوڑنا اور نہ وڈا اور سواع اور یغوث اور یعوق اور نسر کو چھوڑنا۔ [۲۳] اور انہوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کیا اے اللہ تو ان ظالموں کی گمراہی اور بڑھا۔ [۲۴]

گو اس میں بھی اس کا سخت تر اختلاف ہے کہ کوا کب چلنے پھرنے والے بڑے بڑے سات ہیں ایک ایک کو بے نور کر دیتا ہے سب سے قریب آسمان دنیا میں تو چاند ہے جو دوسروں کو ماند کئے ہوئے ہے۔ اور دوسرے آسمان پر عطار دہے تیسرے آسمان پر زہرہ ہے چوتھے آسمان میں سورج ہے پانچویں آسمان میں مریخ ہے چھٹے آسمان میں مشتری ہے ساتویں آسمان میں زحل ہے اور باقی کوا کب جو ثوابت ہیں وہ آٹھویں آسمان میں ہیں جس کا نام یہ لوگ فلک ثوابت رکھتے ہیں اور ان میں سے جو شرع والے ہیں وہ اسے کرسی کہتے ہیں۔ اور نواں فلک ان کے نزدیک اطلس اور اشیر ہے جس کی حرکت ان کے خیال میں اور افلاک کی برکت کے خلاف ہے اس لئے کہ دراصل اس کی حرکت اور حرکتوں کا مبداء ہے وہ مغرب سے مشرق کی طرف حرکت کرتا ہے اور باقی سب آسمان مشرق سے مغرب کی طرف اور ان ہی کے ساتھ ہی کوا کب بھی گھومتے پھرتے رہتے ہیں لیکن سیاروں کی حرکت افلاک کی حرکت سے بالکل برعکس ہے وہ سب مغرب سے مشرق کی طرف حرکت کرتے ہیں اور ان میں کا ہر ایک اپنے آسمان کا پھیرا اپنی مقدور کے مطابق کرتا ہے۔ چاند تو ہر ماہ میں ایک بار سورج ہر سال میں ایک بار زحل ہر تیس سال میں ایک مرتبہ مدت کی یہ کمی بیشی باعتبار آسمان کے لمبائی چوڑائی کے ہے ورنہ سب کی حرکت سرعت میں بالکل مناسبت رکھتی ہے۔

یہ ہے خلاصہ ان کی تمام تر باتوں کا جس میں ان میں آپس میں بھی بہت کچھ اختلاف ہے نہ ہم اسے یہاں وارد کرنا چاہتے ہیں نہ اس کی تحقیق و تفتیش سے اس وقت کوئی غرض ہے، مقصود صرف اس قدر ہے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے سات آسمان بنائے ہیں اور وہ اوپر تلے ہیں۔ پھر ان میں چاند سورج پیدا کیا ہے۔ دونوں کی چمک دمک اور روشنی اور اجالا الگ الگ ہے جس سے دن رات کی تیز ہو جاتی ہے۔ پھر چاند کی مقررہ منزلیں اور بروج ہیں پھر اس کی روشنی بھٹتی بڑھتی رہتی ہے اور ایسا وقت بھی آتا ہے کہ وہ اپنی پوری روشنی کے ساتھ ہوتا ہے جس سے مہینے اور سال معلوم ہوتے ہیں جیسے فرمان ہے ﴿هُوَ الَّذِي جَعَلَ الشَّمْسُ ضِيَاءً﴾ ۱ الخ۔ ”اللہ تعالیٰ وہ ہے جس نے سورج چاند خوب روشن اور چمکدار بنائے اور چاند کی منزلیں مقرر کر دیں تاکہ تمہیں سال اور حساب معلوم ہو جائیں ان کی پیدائش حق ہی کے ساتھ ہے عالموں کے سامنے قدرت الہی کے یہ نمونے الگ الگ موجود ہیں۔“ پھر فرمایا ”اللہ تعالیٰ نے تمہیں زمین سے اگایا۔“ اس مصدر نے مضمون کو بے حد لطیف کر دیا ”پھر تمہیں مار ڈالنے کے بعد اس میں لوٹا لے جائے گا پھر قیامت کے دن اسی سے تمہیں نکالے گا“ جیسے اول دفعہ پیدا کیا تھا۔ اور اللہ تعالیٰ نے زمین کو تمہارے لئے فرش بنا دیا اور وہ پہلے جلتے نہیں اس لئے اس پر

مضبوط پہاڑ گاڑ دیے۔ اسی زمین کے کشادہ راستوں پر تم چلتے پھرتے ہو اسی پر رہتے سہتے ہو ادھر سے ادھر جاتے آتے ہو۔ غرض حضرت نوح علیہ السلام کی یہ ہے کہ عظمت الہی اور قدرت ربانی کے نمونے اپنی قوم کے سامنے رکھ کر انہیں آمادہ کر رہے ہیں کہ زمین کی برکتوں کے دینے والے ہر چیز کے پیدا کرنے والے عالی شان قدرت کے رکھنے والے رازق خالق الہی کا کیا تم پر اتنا بھی حق نہیں کہ تم اسے پوجو اس کا لحاظ رکھو اور اس کے کہنے سے اس کے سچے نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی راہ اختیار کرو؟ تمہیں ضرور چاہئے کہ صرف اسی کی عبادت کرو کسی اور کو نہ پوجو اس جیسا اس کا شریک اس کا ساجھی اس کا مثل کسی کو نہ جانو۔ اسے جو رو سے بیٹوں پوتوں سے وزیر و مشیر سے عدیل و نظیر سے پاک مانو اسی کو بلند و بالا اور عظیم و اعلیٰ جانو۔

قوم نوح کی روش: [آیت: ۲۰-۲۳] حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی گزشتہ شکایتوں کے ساتھ ہی جناب باری میں اپنی قوم کے لوگوں کی اس روش کو بھی بیان کیا کہ میری پکار کو جو ان کے لئے سراسر نفع بخش تھی انہوں نے کان تک نہ لگایا ہاں اپنے مال داروں اور بے فکروں کی مان لی جو تیرے امر سے بالکل غافل تھے اور مال و اولاد کے پیچھے مست تھے، گوئی الواقع وہ مال و اولاد بھی ان کے لئے سراسر وبال جان تھا کیونکہ ان کی وجہ سے وہ پھولتے تھے اور اللہ تعالیٰ کو بھولتے تھے اور زیادہ نقصان میں اترتے جاتے تھے ﴿وَلَكِنَّهُ﴾ کی دوسری قرأت ﴿وَلَكِنَّهُ﴾ بھی ہے۔ اور ان رئیسوں نے جو مال و جاہ والے تھے ان سے بڑی مکاری کی۔ کُجَّار و کُجَّار دونوں معنی میں کُجَّیر کے ہیں، یعنی بہت بڑا۔ قیامت کے دن بھی یہ لوگ یہی کہیں گے کہ تمہارا کام دن رات مکاری سے ہمیں کفر و شرک کا حکم کرنا تھا اور ان بڑوں نے ان ان چھوٹوں سے کہا کہ اپنے ان بتوں کو جنہیں تم پوجتے رہے ہو ہرگز نہ چھوڑنا۔

قوم نوح کے بتوں کا ذکر: صحیح بخاری میں ہے کہ ”قوم نوح کے بتوں کو کفار عرب نے لے لیا دومۃ الجندل میں قبیلہ کلب و ذکو پوجتے تھے۔ ہذیل قبیلہ سواع کا پرستار تھا اور قبیلہ مراد پھر قبیلہ بنو غطفان جو جرف کے رہنے والے تھے یہ شہر سبا کے پاس ہے یثوث کی پوجا کرتا تھا۔ ہمدان قبیلہ یعوق کا پجاری تھا۔ آل ذی کلاع قبیلہ حمیر نسر بت کا ماننے والا تھا۔ یہ سب بت دراصل قوم نوح کے صالح بزرگ اولیا لوگ تھے، ان کے انتقال کے بعد شیطان نے اس زمانے کے لوگوں کے دلوں میں یہ بات ڈالی کہ ان بزرگوں کی عبادت گاہوں میں ان کی کوئی یادگار قائم کریں۔ چنانچہ انہوں نے وہاں نشان بنا دیئے اور ہر ہر بزرگ کے نام پر انہیں مشہور کیا جب تک یہ لوگ زندہ رہے تب تک تو اس جگہ کی پرستش نہ ہوئی۔ لیکن ان نشانات اور یادگار قائم کرنے والے لوگوں کے مرجانے کے بعد اور علم کے اٹھ جانے کے بعد جو لوگ آئے بوجہ جہالت کے انہوں نے باقاعدہ ان جگہوں کی اور ان ناموں کی پوجا پاٹ شروع کر دی۔ ①

شرک کا سبب اندھی عقیدت ہے: حضرت عکرمہ، حضرت ضحاک، حضرت قتادہ، حضرت ابن اسحاق رحمہم اللہ بھی یہی فرماتے ہیں۔ حضرت محمد بن قیس رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ بزرگ عابد اللہ والے اولیاء اللہ حضرت آدم اور حضرت نوح علیہ السلام کے سچے تابع فرمان صالح لوگ تھے جن کی پیروی اور لوگ بھی کرتے تھے۔ جب یہ مر گئے تو ان کے مقتدیوں نے کہا کہ اگر ہم ان کی تصویریں بنالیں تو ہمیں عبادت میں خوب دلچسپی رہے گی اور شوق عبادت ان بزرگوں کی صورت دیکھ کر بڑھتا رہے گا۔ چنانچہ ایسا ہی کیا۔ جب یہ لوگ بھی مر کھپ گئے اور ان کی نسلیں آئیں تو شیطان نے انہیں یہ گھٹی پلائی کہ تمہارے بڑے تو ان کی پوجا پاٹ کرتے تھے اور ان ہی سے وعایا مانگتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے اب باقاعدہ ان بزرگوں کی تصویروں کی پرستش شروع کر دی۔

حافظ ابن عساکر رحمہ اللہ حضرت شیت علیہ السلام کے قصہ میں بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ حضرت =

مِمَّا خَطِيئَتُهُمْ أُعْرِقُوا فَأَذْخَلُوا نَارًا ۖ فَلَمْ يَجِدُوا لَهُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ أَنْصَارًا ۝ وَقَالَ نُوحٌ رَبِّ لَا تَذَرْنِي عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْكَافِرِينَ دَيَّارًا ۝ إِنَّكَ إِنْ تَذَرَهُمْ يُضِلُّوا عِبَادَكَ وَلَا يَلِدُوا إِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا ۝ رَبِّ اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَيْتِيَ مُؤْمِنًا وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ ۖ وَلَا تَزِدِ الظَّالِمِينَ إِلَّا تَبَارًا ۝

ترجمہ: یہ لوگ بہ سبب اپنے گناہوں کے ڈبوئے گئے اور جہنم میں پہنچادئے گئے اور اللہ تعالیٰ کے سوا اپنا کوئی مددگار انہوں نے نہ پایا۔ [۲۵] اور (حضرت نوح علیہ السلام) نے کہا کہ اے میرے پالنے والے تو روئے زمین پر کسی کافر کو رہنے سہنے والا نہ چھوڑ۔ [۲۶] اگر تو انہیں چھوڑ دے گا تو یقیناً تیرے اور بندوں کو بھی گمراہ کر دیں گے اور ان کے ہاں جو بال بچے ہوں گے وہ بھی بدکار ناشکرے ہوں گے۔ [۲۷] اے میرے پروردگار تو مجھے اور میرے ماں باپ اور جو بھی ایماندار ہو کر میرے گھر میں آئے اور تمام مومن مردوں اور کل ایماندار عورتوں کو بخش دے اور کافروں کو سوائے ہلاکت کے اور کسی بات میں نہ بڑھا۔ [۲۸]

= آدم علیہ السلام کے چالیس بچے تھے، بیس لڑکے بیس لڑکیاں ان میں سے جن کی بڑی عمریں ہوئیں ان میں ہابیل، قابیل، صالح اور عبدالرحمن تھے جن کا پہلا نام عبدالجبار تھا اور دودھا جنہیں شیث اور ہبیلہ اللہ بھی کہا جاتا ہے۔ تمام بھائیوں نے سرداری انہی کو دے رکھی تھی ان کی اولاد یہ چاروں تھے، یعنی سواع، یغوث، یعوق اور نسر۔ حضرت عروہ بن زبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام کی بیماری کے وقت ان کی اولاد دودھا، یغوث، یعوق، سواع اور نسر تھی۔ ودان سب میں بڑا اور سب سے نیک سلوک تھا۔

ابن ابی حاتم میں ہے کہ ابو جعفر نماز پڑھ رہے تھے کہ لوگوں نے یزید بن مہلب کا ذکر کیا۔ آپ نے فارغ ہو کر فرمایا سنو! وہاں قتل کیا گیا جہاں سب سے پہلے غیر اللہ کی پرستش ہوئی۔ واقعہ یہ ہوا کہ ایک دیندار ولی اللہ مسلمان جسے لوگ بہت چاہتے تھے اور بہت معتقد تھے وہ مر گیا۔ یہ لوگ مجاور بن کر اس کی قبر پر بیٹھ گئے اور رونا پیٹنا اور اسے یاد کرنا شروع کیا اور بڑے بے چمن اور مصیبت زدہ ہو گئے۔ اہلس لعین نے یہ دیکھ کر انسانی صورت میں ان کے پاس آ کر ان سے کہا کہ اس بزرگ کی یادگار کیوں قائم نہیں کر لیتے؟ جو ہر وقت تمہارے سامنے رہے اور تم اسے نہ بھولو۔ سب نے اس رائے کو پسند کیا۔ اہلس نے اس بزرگ کی تصویر بنا کر ان کے پاس کھڑی کر دی جسے دیکھ دیکھ کر یہ لوگ اسے یاد کرتے تھے اور اس کی عبادت کے تذکرے رہتے تھے۔ جب وہ سب اس میں مشغول ہو گئے تو اہلس نے کہا کہ تم سب کو یہاں آنا پڑتا ہے اس لئے یہ بہتر ہوگا میں اس کی بہت سی تصویریں بنا دوں تم انہیں اپنے گھروں میں ہی رکھ لو وہ اس پر بھی راضی ہو گئے اور یہ بھی ہو گیا، اب تک یہ تصویریں اور بت بطور یادگار کے ہی تھے مگر ان کی دوسری پشت میں جا کر براہ راست ان ہی کی عبادت ہونے لگی، اصل واقعہ سب فراموش کر گئے اور اپنے باپ دادوں کو بھی ان کی عبادت کرنے والا سمجھ کر خود بھی بت پرستی میں مشغول ہو گئے۔ ان کا نام دودھا اور یہی وہ پہلا بت تھا جس کی پوجا اللہ تعالیٰ کے سوا کی گئی۔ انہوں نے بہت مخلوق کو گمراہ کیا۔ اس وقت سے لے کر اب تک عرب و عجم میں اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کی پرستش شروع ہو گئی اور مخلوق الہی بہک گئی۔

چنانچہ غلیل اللہ علیہ السلام اپنی دعا میں عرض کرتے ہیں کہ اے میرے رب! مجھے اور میری اولاد کو بت پرستی سے بچا۔ یا اللہ انہوں نے اکثر مخلوق کو گمراہ کر دیا ہے۔ پھر حضرت نوح علیہ السلام اپنی قوم کے لئے بددعا کرتے ہیں کیونکہ ان کی سرکشی ضد اور عداوت حق خوب ملاحظہ فرما چکے تھے۔ تو کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں گمراہی میں اور بڑھادے، جیسے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون اور فرعونوں کے لئے بددعا کی تھی کہ اے پروردگار! ان کے مال تباہ کر دے اور ان کے دل سخت کر دے انہیں ایمان لانا نصیب نہ ہو جب تک کہ دردناک عذاب نہ دیکھ لیں۔ چنانچہ نوح علیہ السلام کی دعا قبول ہوتی ہے اور قوم نوح بہ سبب اپنی تکذیب کے غرق کر دی جاتی ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام کی بددعا اور عذاب: [آیت: ۲۵-۲۸] ﴿خَطْبُكُمْ﴾ کی دوسری قرأت ﴿خَطَايَاكُمْ﴾ بھی ہے فرماتا ہے کہ اپنے گناہوں کی کثرت کی وجہ سے یہ لوگ ہلاک کر دیئے گئے۔ ان کی سرکشی ان کی ضد اور ہٹ دھرمی ان کی مخالفت و دشمنی رسول حد سے گزر گئی، تو انہیں پانی میں ڈبو دیا گیا اور یہاں سے آگ کے گڑھے میں دھکیل دیئے گئے اور کوئی نہ کھڑا ہوا جو انہیں ان عذابوں سے بچا سکتا جیسے فرمان ہے ﴿لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ مِنْ أَمْرِ اللَّهِ إِلَّا مَنْ رَحِمَ﴾ ① یعنی آج کے دن عذاب الہی سے کوئی نہیں بچا سکتا صرف وہی نجات پائے گا جس پر اللہ تعالیٰ رحم فرمائے گا۔ نوح نبی علیہ السلام ان بد نصیبوں کی اپنے قادر و ذوالجلال اللہ تعالیٰ کی ڈیوڑھی پر اپنا ماتھا رکھ کر فریاد کرتے ہیں اور اس مالک سے ان پر آفت و عذاب نازل کرنے کی درخواست پیش کرتے ہیں کہ اب تو ان ناشکروں میں سے اللہ تعالیٰ ایک کو بھی زمین پر چلتا پھرتا نہ چھوڑ۔ اور یہی ہوا بھی کہ سارے کے سارے غرق آب کر دیئے گئے یہاں تک کہ حضرت نوح علیہ السلام کا سا بیٹا جو باپ سے الگ رہا تھا وہ بھی نہ بچ سکا۔ سمجھا تو یہ تھا کہ پانی میرا کیا بگاڑے گا میں کسی بڑے پہاڑ پر چڑھ جاؤں گا۔ لیکن وہ پانی تو نہ تھا عذاب الہی تھا وہ غضب الہی تھا وہ بددعا نوح تھا اس سے بھلا کون بچا سکتا تھا؟ پانی اسے وہیں جا لیتا ہے اور وہ اپنے باپ کے سامنے باتیں کرتے کرتے ڈوب مرتا ہے۔

ابن ابی حاتم میں ہے کہ ”رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر طوفان نوح میں اللہ تعالیٰ کسی پر رحم کرے تو اس کے لائق وہ عورت تھی جو پانی کو اٹلتے اور برستے دیکھ کر اپنے بچے کو لے کر اٹھ کھڑی ہوئی تھی اور پہاڑ پر چڑھ گئی تھی۔ جب پانی وہاں پر بھی جا چڑھا تو بچہ کو اٹھا کر اپنے مونڈھے پر بٹھالیا، جب پانی وہاں بھی پہنچ گیا تو اس کو سر پر بٹھالیا، جب پانی سر تک جا چڑھا تو اپنے بچہ کو ہاتھوں میں لے کر سر سے بلند اٹھالیا لیکن آخر پانی وہاں تک پہنچ گیا اور ماں بیٹا ڈوب گئے پس اگر اس دن زمین کے کافروں میں سے کوئی بھی قابل رحم ہوتا تو یہ تھی مگر یہ بھی نہ بچ سکی نہ بچا سکی۔“ ② یہ حدیث غریب ہے لیکن راوی اس کے سبب ثقہ ہیں۔

الغرض روئے زمین کے کافر غرق کر دیئے گئے صرف وہ با ایمان ہستیاں باقی رہیں جو حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ ان کی کشتی میں تھیں اور بحکم الہی حضرت نوح علیہ السلام نے انہیں اپنے ساتھ اپنی کشتی میں سوار کر لیا تھا۔ چونکہ حضرت نوح علیہ السلام کو سخت تلخ اور دردینہ تجربہ ہو چکا تھا اس لئے اپنی ناامیدی کو ظاہر فرماتے ہوئے کہتے ہیں کہ اے اللہ میری چاہت ہے کہ ان تمام کفار کو برباد کر دیا جائے ان میں سے جو بھی باقی بچ رہے گا وہی دوسروں کی گمراہی کا باعث بنے گا اور جو نسل اس کی پھیلے گی وہ بھی اسی جیسی بدکار اور کافر دل ہوگی۔ ساتھ ہی اپنے لئے بخشش طلب کرتے ہیں اور عرض کرتے ہیں کہ اے میرے رب! مجھے بخش، میرے والدین کو بخش اور ہر اس شخص کو جو میرے گھر میں آجائے اور وہ بھی وہ با ایمان۔ گھر سے مراد مسجد بھی لی گئی ہے، لیکن عام مراد یہی ہے۔ مسند احمد میں ہے کہ ”رسول

① ۱۱ / ہود: ۴۳۔ ② اس کی سند میں حمیب بن سعید ہے ابن عدی کہتے ہیں ابن وہب اس سے منکر روایات بیان کرتا ہے (السیزان: ۲/ ۲۶۲، رقم: ۳۶۵۸) لہذا یہ سند ضعیف ہے۔ اور یہ روایت حاکم: ۲/ ۳۴۲ میں مختصر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔ مسند حسن، موسیٰ بن یعقوب حسن الحدیث راوی ہے۔

اللہ ﷻ فرماتے ہیں مومن ہی کے ساتھ اٹھ بیٹھ رہ سہہ اور صرف پرہیز گار ہی تیرا کھانا کھائیں۔“ ① یہ حدیث ابوداؤد اور ترمذی میں بھی ہے۔ امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ صرف اسی اسناد سے یہ حدیث معروف ہے۔

پھر اپنی دعا کو عام کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تمام ایماندار مردوں اور عورتوں کو بھی بخش خواہ زندہ ہوں خواہ مردہ۔ اسی لئے مستحب ہے کہ ہر شخص اپنی دعا میں دوسرے مومنوں کو بھی شامل رکھے تاکہ حضرت نوح علیہ السلام کی اقتدا بھی ہو اور ان احادیث پر بھی عمل ہو جائے جو اس بارے میں ہیں اور وہ دعائیں بھی آجائیں جو منقول ہیں۔ پھر دعا کے خاتمے پر کہتے ہیں کہ باری تعالیٰ ان کافروں کو تو تباہی و بربادی، ہلاکت اور نقصان میں ہی بڑھاتا رہ دینا و آخرت میں وہ بربادی رہیں۔

الْحَمْدُ لِلَّهِ سُوْرَةُ نُوْحٍ كِي تَفْسِيْرٌ يَحْتَمِيْ خْتَمٌ هُوْغِيْ۔



تفسیر سورہ جن

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قُلْ اُوْحٰی اِلَیَّ اَنْهٗ اَسْتَمَعْتُ نَفَرٍ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوْۤا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا ۝۱

یَهْدِیْۤ اِلَی الرُّشْدِ فَاَمَّا بَیْہٖ ۝ وَلٰكُنْ تُشْرِکُ بِرَبِّنَاۤ اَحَدًا ۝۲ وَاَنْتَ تَعْلٰی جَدْرَیْنَا

مَا اَتَّخَذَ صَاحِبَةً وَّلَا وَلَدًا ۝۳ وَاَنْتَ كَانَ یَقُوْلُ سَفِیْہُنَا عَلٰی اللّٰهِ شَطَطًا ۝۴

وَاَنَّا ظَنَنَّا اَنْ لَّنْ تَقُوْلَ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰی اللّٰهِ کِذْبًا ۝۵ وَاَنْتَ كَانَ رِجَالُ

مِّنَ الْاِنْسِ یَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ فَاَزَادُوْهُمْ رَهَقًا ۝۶ وَاَتَّهَمُ ظَنُّوْا کِبًا

ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ یَّبْعَثَ اللّٰهُ اَحَدًا ۝۷

ترجمہ: اللہ رحمن رحیم کے نام سے شروع

(اے محمد ﷺ) تم کہہ دو کہ مجھے وحی کی گئی ہے کہ جنوں کی ایک جماعت نے قرآن سنا اور کہا کہ ہم نے عجیب قرآن سنا ہے [۱] جو راہ راست سمجھاتا ہے ہم تو اس پر ایمان لا چکے اب ہم ہرگز کسی کو بھی اپنے رب کا شریک نہ بنائیں گے۔ [۲] بے شک ہمارے رب کی بڑی شان بلند ہے نہ اس کی بیوی ہے نہ اولاد۔ [۳] یقیناً ہم میں سے بیوقوفوں نے اللہ تعالیٰ کے ذمہ جھوٹی باتیں لگا دی ہیں۔ [۴] اور ہم تو یہی سمجھتے رہے کہ ناممکن ہے کہ انسان اور جنات اللہ تعالیٰ پر جھوٹی باتیں لگائیں۔ [۵] بات یہ ہے کہ چند انسان بعض جنات سے پناہ طلب کیا کرتے تھے جس سے جنات اپنی سرکشی میں اور بڑھ گئے۔ [۶] اور انسانوں نے بھی تم جنوں کی طرح گمان کر لیا تھا کہ اللہ تعالیٰ کسی کو نہ بھیجے گا (یا کسی کو دوبارہ زندہ نہ کرے گا)۔ [۷]

جنوں نے بھی قرآن سنا: [آیت: ۱-۷] اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے فرماتا ہے کہ اپنی قوم کو اس واقعہ کی اطلاع دو کہ جنوں نے قرآن کریم سنا اسے سچا مانا اس پر ایمان لائے اور اس کے مطیع بن گئے۔ تو فرماتا ہے کہ اے نبی! تم کہو کہ میری طرف وحی کی گئی ہے کہ جنوں کی ایک جماعت نے قرآن کریم سنا اور اپنی قوم میں جا کر خبر کی کہ آج ہم نے عجیب و غریب کتاب سنی جو سچا اور نجات کا راستہ بتلاتی ہے۔ ہم تو اسے مان چکے ناممکن ہے کہ اب ہم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور کی عبادت کریں۔ یہی مضمون ان آیتوں میں گزر چکا ہے۔ ﴿وَاذْخُرْنَا اِلَيْكَ﴾ ۱ الخ۔ یعنی جب کہ ہم نے جنوں کی ایک جماعت کو تیری طرف لوٹایا تاکہ وہ قرآن سنیں الخ۔ اور اس کی تفسیر احادیث سے وہیں ہم بیان کر چکے ہیں یہاں دہرانے کی ضرورت نہیں۔ پھر یہ جنات اپنی قوم سے فرماتے ہیں کہ ہمارے رب کے کام قدرت اور امر بہت بلند و بالا بڑا ہی شان اور ذی عزت ہے اس کی نعمتیں قدرتمند اور مخلوق پر مہربانیاں بہت با وقعت ہیں اس کی جلالت و عظمت بلند پایہ ہے۔ اس کا جلال و اکرام بہت بڑھا چڑھا ہوا ہے اس کا ذکر بلند رتبہ ہے اس کی شان اعلیٰ ہے۔

ایک روایت میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ”جد کہتے ہیں باپ کو اگر جنات کو یہ علم ہوتا کہ انسانوں میں جد ہوتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی نسبت یہ لفظ نہ کہتے۔“ گو یہ قول سند اقویٰ ہے لیکن کلام بننا نہیں اور کوئی مطلب سمجھ میں نہیں آتا۔ ممکن ہے کہ اس میں کچھ کلام چھوٹ گیا ہو، وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ پھر اپنی قوم سے کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس سے پاک اور برتر ہے کہ اس کی بیوی ہو یا اس کی اولاد ہو۔ پھر کہتے ہیں کہ ہمارا بیوقوف یعنی شیطان اللہ تعالیٰ پر جھوٹ تہمت رکھتا ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مراد اس سے عام ہو یعنی جو شخص اللہ تعالیٰ کی اولاد اور بیوی ثابت کرتا ہے بے عقل ہے جھوٹ بکتا ہے باطل عقیدہ رکھتا ہے اور ظالمانہ بات منہ سے نکالتا ہے۔ پھر فرماتے ہیں کہ ہم تو اسی خیال میں تھے کہ جن و انس اللہ تعالیٰ پر جھوٹ نہیں باندھ سکتے۔ لیکن قرآن سن کر معلوم ہوا کہ یہ دونوں جماعتیں رب العالمین پر تہمت رکھتی تھیں دراصل اللہ تعالیٰ کی ذات اس عیب سے پاک ہے۔ پھر کہتے ہیں کہ جنات کے زیادہ ہینکنے کا سبب یہ ہوا کہ وہ دیکھتے تھے کہ جب کبھی انسان کسی جنگل یا ویرانے میں جاتے ہیں تو جنات کی پناہ طلب کیا کرتے ہیں جیسے کہ جاہلیت کے زمانہ کے عرب کی عادت تھی کہ جب کسی پڑاؤ پر اترتے تو کہتے کہ اس جنگل کے بڑے جن کی پناہ میں ہم آتے ہیں۔ اور سمجھتے تھے کہ ایسا کہہ لینے کے بعد تمام جنات کے شر سے ہم محفوظ ہو جاتے ہیں۔ جس طرح کسی شہر میں جاتے تو وہاں کے بڑے رئیس کی پناہ لے لیتے تاکہ شہر کے اور دشمن لوگ انہیں ایذا نہ پہنچائیں۔ جنوں نے جب یہ دیکھا کہ انسان بھی ہماری پناہ لیتے ہیں تو ان کی سرکشی اور بڑھ گئی اور انہوں نے اور بری طرح انسانوں کو ستانا شروع کیا اور یہ بھی مطلب ہو سکتا ہے کہ جنات نے یہ حالت دیکھ کر انسانوں کو اور خوف زدہ کرنا شروع کیا اور انہیں طرح طرح سے ستانے لگے۔ دراصل جنات انسانوں سے ڈرا کرتے تھے جیسے کہ انسان جنوں سے بلکہ اس سے بھی زیادہ یہاں تک کہ جس جنگل بیابان میں انسان جا پہنچتا تھا تو وہاں سے جنات بھاگ کھڑے ہوتے تھے۔ لیکن جب سے اہل شرک نے خود ان سے پناہ مانگی شروع کی اور کہنے لگے کہ اس وادی کے سردار جن کی پناہ میں ہم آتے ہیں اس سے کہ ہمیں یا ہماری اولاد مال کو ضرر پہنچے۔ اب جنوں نے سمجھا کہ یہ تو خود ہم سے ڈرتے ہیں تو ان کی جرأت اور بڑھ گئی اور اب انہوں نے طرح طرح سے ڈرانا ستانا اور چھیڑنا شروع کر دیا وہ گناہ میں خوف میں اور طغیانی میں اور سرکشی میں اور بڑھ گئے۔

کردم بن ابوسائب انفاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ”میں اپنے والد کے ہمراہ مدینہ سے کسی کام کے لئے باہر نکلا اس وقت حضور اکرم ﷺ کی بعثت ہو چکی تھی اور مکہ مکرمہ میں آپ ﷺ بحیثیت پیغمبر ظاہر ہو چکے تھے رات کے وقت ہم ایک چرواہے کے پاس جنگل میں ٹھہر گئے آدھی رات کے وقت ایک بھیڑ یا آ یا اور بکری اٹھا کر لے بھاگا چرواہا اس کے پیچھے دوڑا اور پکار کر کہنے لگا کہ اے اس جنگل کے آباد رکھنے والے تیری پناہ میں آیا ہوا شخص لٹ گیا۔ ساتھ ہی ایک آواز آئی حالانکہ کوئی شخص نظر نہ آتا تھا کہ اے بھیڑیے اس بکری کو چھوڑ دے۔ تھوڑی دیر میں ہم نے دیکھا کہ وہی بکری بھاگی بھاگی آئی اور ریوڑ میں مل گئی اسے زخم بھی نہ آیا تھا۔“ ① یہی بیان اس آیت میں ہے جو اللہ کے رسول ﷺ پر مکہ میں اتری کہ بعض لوگ جنات کی پناہ مانگا کرتے تھے، ایسا ممکن ہے کہ یہ بھیڑ یا بن کر آنے والا بھی جن ہی ہو اور بکری کے بچے کو پکڑ لے گیا ہو اور چرواہے کی اس دہائی پر چھوڑ دیا ہو تاکہ چرواہے کو اور پھر اس کی بات سن کر اوروں کو اس بات کا یقین کامل ہو جائے کہ وہ جنات کی پناہ میں آ جانے سے نقصانات سے محفوظ رہتے ہیں اور پھر اس عقیدے کے باعث وہ اور گمراہ ہوں اور اللہ تعالیٰ کے دین سے خارج ہو جائیں، وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ =

وَأَنَّا لَمَسْنَا السَّمَاءَ فَوَجَدْنَاهَا مُلِئَتْ حَرَسًا شَدِيدًا وَشُهَبًا ۖ وَأَنَّا لَمَسْنَا
نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ ۖ فَمَنْ يَسْمَعُ ۚ أَلَا نَحْصِي لَكَ شُهَبًا ۖ أَرَأَيْتَ أَنَّا
لَا نَذُرِي أَشْرًا أُرِيدُ بِنُ فِي الْأَرْضِ أَمْ أَرَادَ بِهِمْ رَبُّهُمْ رَشَدًا ۖ

ترجمہ: ہم نے آسمان کو ٹٹول کر دیکھا تو اسے سخت چوکیداروں اور سخت شعلوں سے پر پایا [۸] اس سے پہلے ہم باتیں سننے کے لئے آسمان میں جگہ جگہ بیٹھ جایا کرتے تھے۔ اب جو بھی کان لگاتا ہے وہ ایک شعلے کو اپنی ناک میں پاتا ہے۔ [۹] ہم نہیں جانتے کہ زمین والوں کے ساتھ کسی برائی کا ارادہ کیا گیا ہے یا ان کے رب کا ارادہ ان کے ساتھ بھلائی کا ہے۔ [۱۰]

= یہ مسلمان جن اپنی قوم سے کہتے ہیں کہ اے جنو! جس طرح تمہارا گمان تھا اسی طرح انسان بھی اس خیال میں تھے کہ اب اللہ تعالیٰ کسی رسول کو نہ بھیجے گا۔

جنوں پر پابندی: [آیت: ۸-۱۰] آنحضرت ﷺ کی بعثت سے پہلے جنات آسمانوں پر جاتے کسی جگہ بیٹھتے اور کان لگا کر فرشتوں کی باتیں سنتے اور پھر آ کر کانہوں کو خبر دیتے تھے اور کانہن ان باتوں کو بہت کچھ نمک مریج لگا کر اور ایک میں سو جھوٹ ملا کر اپنے ماننے والوں سے کہتے۔ اب جب حضور اکرم ﷺ کو پیغمبر بنا کر بھیجا گیا اور آپ ﷺ پر قرآن کریم نازل ہونا شروع ہوا تو آسمانوں پر زبردست پہرے بٹھادیئے گئے۔ اور ان شیاطین کو پہلے کی طرح وہاں جا بیٹھنے اور باتیں اڑالانے کا موقع نہ رہا۔ تاکہ قرآن کریم اور کانہوں کا کلام خلط ملط نہ ہو جائے اور حق کے متلاشی کو دقت واقع نہ ہو۔ یہ مسلمان جنات اپنی قوم سے کہتے ہیں کہ پہلے تو ہم آسمان پر جا بیٹھتے تھے مگر اب تو سخت پہرے لگے ہوئے ہیں اور آگ کے شعلے تاک میں لگے ہوئے ہیں ایسے جھوٹ کر آتے ہیں کہ خطا ہی نہیں کرتے، جلا بھلسا دیتے ہیں۔ اب ہم نہیں کہہ سکتے کہ اس سے حقیقی مراد کیا ہے اہل زمین کی کوئی برائی چاہی گئی ہے یا ان کے ساتھ ان کے رب کا ارادہ نیکی اور بھلائی کا ہے۔ خیال کیجئے کہ یہ مسلمان جن کس قدر ادب داں تھے کہ برائی کی اسناد کے لئے کسی فاعل کا ذکر نہیں کیا، اور بھلائی کی اضافت اللہ تعالیٰ کی طرف کی اور کہا دراصل آسمان کی چوکیداری اور اس حفاظت سے کیا مطلب ہے؟ اسے ہم نہیں جانتے۔

اسی طرح حدیث شریف میں بھی آیا ہے کہ ”اے اللہ تیری طرف سے شر اور برائی نہیں۔“ ① ستارے اس سے پہلے بھی کبھی کبھی جھڑتے تھے لیکن اس طرح کثرت سے ان کا آگ برسنا، قرآن کریم کی حفاظت و صیانت کے باعث ہوا تھا۔ چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ ”ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ ناگہاں ایک ستارا جھڑا اور بڑی روشنی ہو گئی۔ تو آپ نے ہم سے دریافت فرمایا کہ پہلے اسے جھڑتا دیکھ کر تم کیا کہتا کرتے تھے؟ ہم نے کہا حضور ہمارا خیال تھا کہ یا تو کسی بڑے کے تولد پر جھڑتا ہے یا کسی بڑے کی موت پر۔ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ جب کبھی کسی کا آسمان پر فیصلہ کرتا ہے۔“ الخ۔ ② یہ حدیث پورے طور پر سورہ سہا کی تفسیر میں گزر چکی ہے۔

در اصل ستاروں کا بکثرت گرنا جنات کا ان سے ہلاک ہونا، آسمان کی حفاظت کا بڑھ جانا، ان کا آسمان کی خبروں سے محروم =

① صحیح مسلم، کتاب صلاة المسافرين، باب صلاة النبی ﷺ ودعائه باللیل، ۷۷۱۔ ② صحیح مسلم، کتاب السلام،

باب تحریم الکھانۃ واتیان الکھان، ۲۲۲۹؛ ترمذی، ۳۲۲۴؛ احمد، ۲۱۸/۱؛ ابن حبان، ۶۱۲۹۔

وَإِنَّا مِنَّا الصَّالِحُونَ وَمِمَّا دُونَ ذَلِكَ كُنَّا طَرَائِقَ قِدْدًا ۖ وَآتَاظُنَا أَنْ تَنُ
تُعْجَزَ اللَّهُ فِي الْأَرْضِ وَلَكِنْ تُعْجِزُهُ هَرَبًا ۖ وَآتَا لَنَا سَمْعَنَا الْهُدَىٰ أَمَّا بِهِ ط
فَمَنْ يُؤْمِنُ بِرَبِّهِ فَلَا يَخَافُ بَخْسًا وَلَا رَهَقًا ۖ وَآتَا مِنَّا الْمُسْلِمُونَ وَمِمَّا ط
الْقِسْطُونَ ۖ فَمَنْ أَسْلَمَ فَأُولَٰئِكَ تَحَرَّوْا رَشَدًا ۖ وَأَمَّا الْقَاسِطُونَ فَكَانُوا
لِحَبَّتِهِمْ حَطَبًا ۖ وَأَنْ لَّوِ اسْتَقَامُوا عَلَى الطَّرِيقَةِ لَأَسْقَيْنَهُمْ مَّاءً غَدَقًا ۖ
لِنَقْتَتِلَهُمْ فِيهِ ط وَمَنْ يُعْرِضْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهِ يَسْلُكْهُ عَذَابًا صَعَدًا ۖ

ترجمہ: اور یہ کہ بے شک بعض تو ہم میں نیکوکار ہیں اور بعض اس کے برعکس بھی ہیں ہم مختلف فریق ہیں۔ [۱۱] ہمیں یقین کامل ہو گیا کہ ہم اللہ تعالیٰ کو زمین میں ہرگز عاجز نہیں کر سکتے اور نہ ہم بھاگ کر اسے ہراسکتے ہیں۔ [۱۲] ہم تو ہدایت سننے ہی اس پر ایمان لا چکے اور جو بھی اپنے رب پر ایمان لائے گا اسے نہ کسی نقصان کا اندیشہ ہے نہ ظلم و ستم کا۔ [۱۳] ہاں ہم میں بعض تو مسلمان ہیں اور بعض بے انصاف ہیں پس جو مسلمان ہو گئے انہوں نے تو راہ راست کا قصد کیا۔ [۱۴] اور جو ظالم ہیں وہ جہنم کا ایندھن بن گئے۔ [۱۵] اور (اے نبی اکرم ﷺ) یہ بھی کہہ دو کہ اگر لوگ راہ راست پر سیدھے رہتے تو یقیناً ہم انہیں بہت کچھ وافر پانی پلاتے [۱۶] تاکہ ہم اس میں انہیں آزمائیں اور جو شخص اپنے پروردگار کے ذکر سے منہ پھیر لے گا تو اللہ تعالیٰ اسے سخت عذاب میں مبتلا کرے گا۔ [۱۷]

== ہو جاتا ہی اس امر کا باعث بنا کہ یہ نکل کھڑے ہوئے اور انہوں نے چاروں طرف تلاش شروع کر دی کہ کیا وجہ ہوئی جو ہمارا آسمانوں پر جانا موقوف ہو گیا۔ چنانچہ ان میں سے ایک جماعت کا گزر عرب میں ہوا اور یہاں رسول اللہ ﷺ کو صبح کی نماز میں قرآن شریف پڑھتے ہوئے سنا اور سمجھ گئے کہ اس نبی کی بعثت اور اس کلام کا نزول ہی ہماری بندش کا سبب ہے۔ پس خوش نصیب سمجھدار جن تو مسلمان ہو گئے باقی اور جنات کو ایمان نصیب نہ ہوا۔ سورہ احقاف کی آیت ﴿وَاذْ صَرَفْنَا إِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنَّ﴾ ۱ میں اس کا پورا بیان گزر چکا ہے۔ ستاروں کا جھڑنا آسمان کا مظلوم ہو جانا جنات ہی کے لئے نہیں بلکہ انسانوں کے لئے بھی ایک خوفناکی کی علامت تھی وہ گھبرا رہے تھے اور منتظر تھے کہ دیکھئے کیا نتیجہ ہوتا ہے عموماً انبیاء ﷺ کی تشریف آوری اور دین اللہ تعالیٰ کے اظہار کے وقت ایسا ہوتا بھی تھا۔

حضرت سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ”شیاطین اس سے پہلے آسمانی بیٹھکوں میں بیٹھ کر فرشتوں کی آپس کی باتیں اڑا لیا کرتے تھے۔ جب حضور اکرم ﷺ پیغمبر بنائے گئے تو ایک رات ان شیاطین پر بڑی شعلہ باری ہوئی جسے دیکھ کر اہل طائف گھبرا گئے کہ شاید آسمان والے ہلاک ہو گئے۔ انہوں نے دیکھا کہ تابڑ توڑ ستارے ٹوٹ رہے ہیں شعلے اٹھ رہے ہیں اور دور دور تک تیزی کے ساتھ جا رہے ہیں۔ انہوں نے غلام آزاد کرنے اپنے جانوروں کو راہ اللہ چھوڑنا شروع کر دیا۔ آخر عبد یاکیل بن عمرو بن عبسیر نے ان سے کہا کہ اے ”طائف والو! تم کیوں اپنے مال پر باد کر رہے ہو؟ تم نجوم دیکھو اگر ستاروں کو اپنی اپنی جگہ پاؤ تو تو سمجھ لو کہ آسمان والے تباہ نہیں

ہوئے بلکہ یہ سب کچھ انتظامات صرف ابن ابی کبشہ کے لئے ہو رہے ہیں (اور اگر تم دیکھو کہ فی الحقیقت ستارے اپنی مقررہ جگہ پر نہیں ہیں تو بے شک اہل آسمان کو ہلاک شدہ مان لو)۔ انہوں نے نجوم دیکھا تو ستارے سب اپنی اپنی مقررہ جگہ پر نظر آئے تب انہیں چین آیا۔

شیطانوں میں ہلچل: شیاطین میں بھی بھاگ دوڑ مچ گئی یہ ابلیس کے پاس آئے واقعہ کہہ سنایا تو ابلیس نے کہا میرے پاس ہر ہر علاقہ کی مٹی لاؤ تو مٹی لائی گئی۔ اس نے سو گھسی اور سو گھ کر بتایا کہ اس کا باعث مکہ میں ہے۔ سات جنات نصیبین کے رہنے والے مکہ پہنچے۔ یہاں حضور ﷺ مسجد حرام میں نماز پڑھ رہے تھے اور قرآن کریم کی تلاوت کر رہے تھے جسے سن کر ان کے دل نرم ہو گئے۔ بہت ہی قریب ہو کر قرآن سنا پھر اس کے اثر سے مسلمان ہو گئے اور اپنی قوم کو بھی دعوت اسلام دی۔ (قرآن مجید کے متن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب باتیں جنات حضور اکرم ﷺ سے کہہ رہے ہیں اپنی قوم سے نہیں۔ ہاں البتہ سورۃ اہتاف میں جو جنوں کا ذکر ہے اس میں ان کے اپنی قوم کو اسلام کی طرف دعوت دینے کا ذکر ہے۔ اس سے اگلا مضمون بھی ملاحظہ ہو۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ الحمد للہ ہم نے اس تمام واقعہ کو پورا پورا اپنی کتاب السیرۃ میں حضور اکرم ﷺ کی نبوت کے آغاز کے بیان میں لکھا ہے۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

جنات کا اعتقاد اور عملی حالت: [آیت: ۱۱-۱۲] جنات اپنی قوم کا اختلاف بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم میں نیکو کار بھی ہیں اور بدکار بھی ہیں۔ ہم مختلف راہوں پر لگے ہوئے تھے۔ حضرت اعثم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ”ایک جن ہمارے پاس آیا تھا۔ میں نے ایک مرتبہ اس سے پوچھا کہ تمام کھانوں میں سے تمہیں کون سا کھانا پسند ہے؟ اس نے کہا چاول۔ میں نے لادینے تو دیکھا کہ لقمہ برابر اٹھ رہا ہے لیکن کھانے والا کوئی نظر نہیں آتا۔ میں نے پوچھا جو خواہشات ہم میں ہیں کیا وہ تم میں بھی ہیں؟ اس نے کہا ہاں ہیں۔ میں نے پھر پوچھا کہ رافضی تم میں کیسے گئے جاتے ہیں؟ اس نے کہا بدترین“ حافظ ابوالحاج مری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس کی سند صحیح ہے۔

ابن عساکر میں ہے کہ حضرت عباس بن احمد دمشقی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رات کے وقت ایک جن کو اشعار میں یہ کہتے سنا کہ ”دل اللہ تعالیٰ کی محبت سے پر ہو گئے ہیں یہاں تک کہ مشرق و مغرب میں اس کی جڑیں جم گئی ہیں اور وہ حیران و پریشان ادھر ادھر اللہ تعالیٰ کی محبت میں پھر رہے ہیں جو ان کا رب ہے انہوں نے مخلوق سے تعلقات کاٹ کر اپنے تعلقات اللہ تعالیٰ سے وابستہ کر لئے ہیں۔“

پھر کہتے ہیں کہ ہمیں معلوم ہو چکا کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت ہم پر حاکم ہے ہم اس سے بھاگ کر نہ بچ سکیں گے نہ کسی اور طرح اسے عاجز کر سکیں گے اب فخر یہ کہتے ہیں کہ ”ہم تو ہدایت نامہ کو سنتے ہی اس پر ایمان لا چکے۔“ فی الواقع ہے بھی یہ فخر کا مقام اس سے زیادہ شرف اور فضیلت اور کیا ہو سکتی ہے کہ رب کا کلام فوری اثر کرے۔

پھر کہتے ہیں کہ مومن کے نہ تو عمل نیک ضائع ہوں گے نہ اس پر خواہ مخواہ کی برائیاں لادی جائیں گی جیسے اور جگہ ہے ﴿لَا يَخَافُ ظُلْمًا وَلَا هَضْمًا﴾ ① یعنی نیکو کار مومن کو ظلم و نقصان کا ڈر نہیں۔ پھر کہتے ہیں کہ ہم میں بعض تو مسلمان ہیں اور بعض حق سے ہٹے ہوئے اور عدل کو چھوڑے ہوئے ہیں۔ مسلمان نجات کے متلاشی ہیں اور ظالم جہنم کی لکڑیاں اور ایندھن ہیں۔ اس کے بعد کی آیت ﴿وَأَنْ لَّوِ اسْتَغَامُوا﴾ کے دو مطلب بیان کئے گئے ہیں۔ ایک تو یہ کہ اگر تمام لوگ اسلام پر اور راہ راست پر اور اطاعت الہی پر جم جاتے تو ان پر بکثرت باتیں برساتے اور خوب وسعت سے روزیاں دیتے جیسے اور جگہ ہے ﴿وَلَوْ أَنَّهُمْ أَقَامُوا التَّوْرَةَ﴾ ② یعنی اگر یہ توراۃ داخیل اور آسانی کتابوں پر سیدھے اترتے تو انہیں آسمان وزمین سے روزیاں ملتیں۔

وَأَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلَّهِ فَلَا تَدْعُوا مَعَ اللَّهِ أَحَدًا ۝ وَأَنَّهُ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللَّهِ يَدْعُوهُ
كَادُوا يُكُونُونَ عَلَيْهِ لَيْدًا ۝ قُلْ إِنَّمَا أَدْعُوا رَبِّي وَلَا أُشْرِكُ بِهِ أَحَدًا ۝ قُلْ
إِنِّي لَا أَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَلَا رَشَدًا ۝ قُلْ إِنِّي لَنْ يُجِيبَنِي مِنَ اللَّهِ أَحَدٌ ۝
وَلَنْ أَجِدَ مِنْ دُونِهِ مُلْتَحَدًا ۝ إِلَّا بَلَاغًا مِنَ اللَّهِ وَرِسَالَاتِهِ ۝ وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ
وَرَسُولَهُ فَإِنَّ لَهُ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيهَا أَبَدًا ۝ حَتَّىٰ إِذَا رَأَوْا مَا
يُوعَدُونَ فَيَسْئَلُونَ مَنْ أضعف ناصِرًا وَأَقلُّ عَدَدًا ۝

ترجمہ: اور یہ کہ مسجدیں صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ہیں پس اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور کو نہ پکارو۔ [۱۸] اور جب اللہ تعالیٰ کا بندہ اس کی عبادت کے لئے کھڑا ہوا تو قریب تھا کہ وہ بھیڑی بھیڑ بن کر اس پر جھک پڑیں۔ [۱۹] تو کہہ دے کہ میں تو صرف اپنے رب ہی کو پکارتا ہوں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا۔ [۲۰] کہہ دے کہ مجھے تمہارے کسی نقصان نفع کا اختیار نہیں۔ [۲۱] کہہ دے کہ مجھے ہرگز ہرگز کوئی اس سے چنانچہ نہیں سکتا اور میں ہرگز اس کے سوا کوئی جانے پناہ بھی پائیں سکتا۔ [۲۲] میں تو صرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے پہنچا دیتا ہوں اور اس کا پیغام سنا دیتا ہوں اب جو بھی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (ﷺ) کی نہ مانے گا اس کے لئے جہنم کی آگ ہے جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہے گا۔ [۲۳] (ان کی آنکھ نہ کھلے گی) یہاں تک کہ اسے دیکھ لیں جس کا ان کو وعدہ دیا جاتا ہے پس عنقریب جان لیں گے کہ کس کا مددگار کمزور اور کس کی جماعت کم ہے۔ [۲۴]

اور فرمان ہے ﴿وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْقُرَىٰ آمَنُوا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِم بَرَكَاتٍ مِّنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ﴾ ① یعنی اگر بستی والے ایمان لے آتے اور اس طرح متقی بن جاتے تو ہم ان پر آسمان وزمین کی برکتیں کھول دیتے، یہ اس لئے کہ ان کی پختہ جانچ ہو جائے کہ ہدایت پر کون ہمارا ہوتا ہے اور کون پھر سے گمراہی کی طرف لوٹ جاتا ہے۔

حضرت مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ”یہ آیت کفار قریش کے بارے میں اتری ہے جب کہ ان پر سات سال کا قحط پڑا تھا۔“ دوسرا مطلب یہ بیان کیا گیا ہے کہ اگر یہ سب کے سب گمراہی پر جم جاتے تو ان پر رزق کے دروازے کھول دیئے جاتے، تاکہ یہ خوب مست ہو جائیں اور اللہ تعالیٰ کو بھول جائیں، اور بدترین سزاؤں کے قابل ہو جائیں جیسے فرمان باری ہے ﴿فَلَمَّا نَسُوا﴾ ② الخ۔ یعنی جب وہ نصیحتیں بھلا بیٹھے تو ہم نے بھی ان پر ہر چیز کے دروازے کھول دیئے جس سے وہ مست ہو گئے اور ناگہاں ہم نے انہیں پکڑ لیا اور پھر وہ مایوس ہو گئے اسی طرح کی آیت ﴿إِنَّمَا نُنَبِّئُهُم﴾ ③ الخ بھی ہے۔ پھر فرماتا ہے کہ جو بھی اپنے رب کے ذکر سے بے پرواہی برتے گا اس کا رب اسے دردناک سخت اور مہلک عذابوں میں مبتلا کرے گا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ﴿صَعْدًا﴾ پہاڑ کا نام ہے جبکہ سعید بن جبیر کہتے ہیں جہنم کے ایک کونٹیں کا نام ہے۔

صرف اللہ تعالیٰ کو پکارو: [آیت ۱۸-۲۴] اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو حکم دیتا ہے کہ اس کی عبادت کی جگہوں کو شرک سے پاک رکھیں وہاں کسی دوسرے کا نام نہ پکاریں نہ کسی اور کو اللہ تعالیٰ کی عبادت و اطاعت میں شریک کریں۔ حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ

”یہود و نصاریٰ اپنے گرجوں اور کنیسوں میں جا کر اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور دل کو بھی شریک کرتے تھے تو اس امت کو حکم ہو رہا ہے کہ وہ ایسا نہ کریں بلکہ نبی کریم ﷺ بھی اور امت بھی سب تو حید والے رہیں۔“ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ”اس آیت کے نزول کے وقت صرف مسجد اقصیٰ اور مسجد حرام تھیں۔“ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس آیت کی تفسیر یہ بھی بیان کی ہے کہ جنات نے حضور ﷺ سے اجازت چاہی کہ آپ ﷺ کی مسجد میں اور انسانوں کے ساتھ نماز ادا کریں۔ تو گویا ان سے کہا جا رہا ہے کہ نماز پڑھ لیکن انسانوں کے ساتھ خلط ملط نہ ہو۔ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جنوں نے حضور اکرم ﷺ سے عرض کیا کہ ہم تو دور دراز رہتے ہیں نمازوں میں آپ کی مسجد میں کیسے پہنچ سکیں گے؟ تو انہیں کہا جاتا ہے کہ مقصود نماز کا ادا کرنا اور صرف اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت بجالانا ہے خواہ کہیں ہو۔ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت عام ہے اور تمام مساجد کو شامل ہے۔

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت اعضائے سجدہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے یعنی جن اعضاء پر تم سجدہ کرتے ہو وہ سب اللہ تعالیٰ ہی کے ہیں پس تم پر ان اعضاء سے دوسرے کے لئے سجدہ کرنا حرام ہے۔ صحیح حدیث میں ہے کہ ”مجھے سات ہڈیوں پر سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ پیشانی اور ہاتھ کے اشارے سے ناک کو بھی اس میں شامل کر لیا اور دونوں ہاتھ دونوں گھٹنے اور دونوں پیوں۔“ ① آیت ﴿لَمَّا قَامَ﴾ کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ جنات نے جب حضور اکرم ﷺ کی زبانی تلاوت قرآن سنی تو اس طرح آگے بڑھ کر جھکنے لگے کہ گویا ایک دوسرے کے سروں پر چڑھے چلے جاتے ہیں دوسرا مطلب یہ ہے کہ جنات اپنی قوم سے کہہ رہے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کے اصحاب کی اطاعت و چاہت کی حالت یہ ہے کہ جب حضور اکرم ﷺ نماز کو کھڑے ہوتے ہیں اور اصحاب رضی اللہ عنہم پیچھے ہوتے ہیں تو برابر اطاعت و اقتداء میں آخر تک مشغول رہتے ہیں گویا ایک حلقہ ہے۔ تیسرا قول یہ ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ لوگوں میں اللہ تعالیٰ کی توحید کا اعلان کرتے ہیں تو کافر لوگ دانت چبا کر الجھ جاتے ہیں۔ جنات و انسان مل جاتے ہیں گویا امر دین کو مٹادیں اور اس کی روشنی کو چھپالیں مگر اللہ تعالیٰ کا ارادہ اس کے خلاف ہو چکا ہے۔ یہ تیسرا قول ہی زیادہ ظاہر معلوم ہوتا ہے کیوں کہ اس کے بعد ہی ہے کہ میں تو صرف اپنے رب کا نام پکارتا ہوں اور کسی اور کی عبادت نہیں کرتا یعنی جب دعوت حق اور توحید کی آواز ان کے کان میں پڑی جو مدتوں سے غیر مانوس ہو چکی تھی تو ان کفار نے ایذا رسانی و مخالفت اور تکذیب پر کمر باندھ لی اور حق کو مٹا دینا چاہا اور رسول اللہ ﷺ کی عداوت پر اجماع کر لیا اس وقت ان سے رسول اللہ ﷺ نے کہا کہ میں تو اپنے پالنے والے وحدہ لا شریک لہ کی عبادت میں مشغول رہوں گا میں اسی کی پناہ میں ہوں اسی پر میرا توکل ہے وہ ہی میرا سہارا ہے مجھ سے یہ توقع ہرگز نہ رکھو کہ میں کسی اور کے سامنے بھگوں یا اس کی پرستش کروں میں تم جیسا انسان ہوں تمہارے نفع نقصان کا مالک نہیں ہوں میں تو اللہ تعالیٰ کا ایک غلام ہوں اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے ایک بندہ ہوں تمہاری ہدایت و ضلالت کا مختار و مالک نہیں سب چیزیں اللہ تعالیٰ کے قبضے میں ہیں میں تو صرف پیغام رساں ہوں اگر میں خود بھی اللہ تعالیٰ کی معصیت کروں تو اللہ تعالیٰ مجھے ضرور عذاب دے گا اور کسی سے نہ ہو سکے گا کہ مجھے بچالے مجھے کوئی پناہ کی جگہ اس کے سوا نظر ہی نہیں آتی میری حیثیت صرف مبلغ اور رسول کی ہے۔

بعض تو کہتے ہیں کہ ﴿اَلَا﴾ کا اشتہار ﴿لَا اَمْلِكُ﴾ سے ہے یعنی میں نفع و نقصان اور ہدایت و ضلالت کا مالک نہیں میں تو صرف تبلیغ کرنے والا پیغام پہنچانے والا ہوں اور ہو سکتا ہے کہ ﴿لَنْ يُجِبَ رَسُوْنِي﴾ سے یہ اشتہار ہو۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے عذابوں سے =

قُلْ إِنْ أَدْرِي أَقْرَبُ مَا تُوْعَدُونَ أَمْ يَجْعَلُ لَهُ رَبِّي أَمَدًا ۖ عَلِيمُ الْغَيْبِ
فَلَا يُظْهِرُ عَلَى غَيْبِهِ أَحَدًا ۖ إِلَّا مَنِ ارْتَضَى مِنْ رَسُولٍ فَإِنَّهُ يَسْلُكُ مِنْ
بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهِ رَصَدًا ۖ لِيَعْلَمَ أَنْ قَدْ أَبْلَغُوا رِسَالَاتِ رَبِّهِمْ
وَآحَاطَ بِمَا لَدَيْهِمْ وَأَحْصَى كُلَّ شَيْءٍ عَدَدًا ۝

ترجمہ: کہہ دے کہ مجھے نہیں معلوم کہ جس کا وعدہ تم سے کیا جاتا ہے وہ قریب ہے یا میرا رب اس کے لئے دور کی مدت مقرر کر دے۔ [۲۵]
وہ غیب کا جاننے والا ہے اور اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا۔ [۲۶] سوائے اس پیغمبر کے جسے وہ پسند کر لے لیکن اس کے بھی آگے پیچھے
پہرے دار مقرر کر دیتا ہے۔ [۲۷] تاکہ ان کے اپنے رب کے پیغام پہنچا دینے کا علم ہو جائے اللہ تعالیٰ نے ان کے آس پاس کی تمام
چیزوں کا احاطہ کر رکھا ہے اور ہر چیز کی کتنی کا شمار کر رکھا ہے۔ [۲۸]

= مجھے صرف میری رسالت کی ادائیگی ہی بچا سکتی ہے، جیسے اور جگہ ہے ﴿يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ﴾
الخ یعنی ”اے رسول! تیری طرف جو تیرے رب کی طرف سے اتارا گیا ہے اسے پہنچا دے اور اگر تو نے یہ نہ کیا تو تو نے حق رسالت
ادا نہیں کیا“ اللہ تعالیٰ تجھے لوگوں سے بچالے گا۔“ نافرمانوں کے لئے جہنمی آگ ہے جس میں سے وہ نکل سکیں گے اور نہ
بھاگ سکیں گے۔ جب یہ مشرکین جن و انس قیامت والے دن ڈراؤنے عذابوں کو دیکھ لیں گے اس وقت معلوم ہو جائے گا کہ کمزور
مددگاروں والا اور بے وقعت گنتی والا کون ہے؟ یعنی مؤمن موحد یا مشرک، حقیقت یہ ہے کہ مشرکوں کا برائے نام بھی کوئی مدد کرنے والا
اس دن نہ ہوگا اور اللہ تعالیٰ کے لشکروں کے مقابلہ پر ان کی کتنی بھی گویا نہ ہوگی۔

کیا آنحضرت ﷺ غیب جانتے تھے؟ [آیت: ۲۵-۲۸] اللہ تعالیٰ اپنے رسول ﷺ کو حکم دیتا ہے کہ لوگوں سے کہہ دیں کہ
قیامت کب ہوگی اس کا علم مجھے نہیں بلکہ میں یہ بھی نہیں جانتا کہ اس کا وقت قریب ہے یا دور ہے اور لمبی مدت کے بعد آنے والی ہے۔
(فائدہ) اس آیت کریمہ میں دلیل ہے اس امر کی کہ اکثر جاہلوں میں جو مشہور ہے کہ حضور ﷺ زمین کے اندر کی چیزوں کا علم
رکھتے ہیں وہ بالکل غلط ہے اس روایت کی کوئی اصل نہیں محض جھوٹ ہے اور بالکل بے اصل روایت ہے ہم نے تو اسے کسی کتاب میں
نہیں پایا۔ ہاں اس کے خلاف صاف ثابت ہے۔ حضور اکرم ﷺ سے قیامت کے قائم ہونے کا وقت پوچھا جاتا تھا اور
آپ ﷺ اس کے معین وقت سے اپنی لاعلمی ظاہر کرتے تھے اعرابی کی صورت میں حضرت جبریل علیہ السلام نے بھی آکر جب قیامت
کے بارے میں سوال کیا تھا تو آپ نے صاف فرمادیا تھا کہ اس کا علم نہ پوچھنے والے کو ہے اور نہ اسے ہے جس سے پوچھا جاتا ہے۔ ②
ایک اور حدیث میں ہے کہ ”ایک دیہات کے رہنے والے نے ہاواز بلند آپ سے دریافت کیا کہ حضور! قیامت کب
آئے گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا وہ آئے گی ضرور اور بتا کہ تو نے اس کے لئے کیا تیاری کر رکھی ہے؟ اس نے کہا میرے پاس
روزے نماز کی کثرت تو نہیں البتہ اللہ تعالیٰ و رسول ﷺ کی محبت ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا پھر تو اس کے ساتھ ہو گا جس
سے تجھے محبت ہے۔“ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ”مسلمان کسی حدیث سے اس قدر خوش نہیں ہوئے جتنے اس حدیث سے

ہوئے۔“ ① اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ قیامت کا ٹھیک وقت آپ ﷺ کو معلوم نہ تھا۔ ابن ابی حاتم میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ”اے لوگو! اگر تم کو کچھ علم ہے تو اپنے آپ کو مردوں میں شمار کیا کرو اللہ تعالیٰ کی قسم جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے وہ یقیناً ایک وقت آنے والی ہے۔“ ② یہاں بھی آپ ﷺ اس کا کوئی مقررہ وقت نہیں بتلاتے۔ ابوداؤد میں کتاب الملاحم کے آخر میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس امت کو کیا عجب ہے کہ آدھے دن تک کی مہلت دے دے۔ ③ ایک اور روایت میں اتنا اور بھی ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ آدھے دن سے کیا مراد ہے؟ فرمایا پانچ سو سال۔ ④ پھر فرماتا ہے اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے وہ اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا مگر رسولوں میں سے جسے چن لے اس کو مطلع کر دیتا ہے۔ جیسے اور جگہ ہے ﴿وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ﴾ ⑤ یعنی اس کے علم میں سے کسی چیز کو نہیں گھیر سکتے (یعنی معلوم نہیں کر سکتے) مگر جو اللہ تعالیٰ چاہے، یعنی رسول اللہ ﷺ خواہ انسانوں میں سے ہوں خواہ فرشتوں میں سے ہوں جسے اللہ تعالیٰ جتنا چاہتا ہے بتلا دیتا ہے پس وہ اتنا ہی جانتے ہیں۔ پھر اس کی مزید تخصیص یہ ہوتی ہے کہ اس کی حفاظت اور ساتھ ہی اس علم کی اشاعت کے لئے جو اللہ تعالیٰ نے اسے دیا ہے اس کے آس پاس ہر وقت نگہبان فرشتے مقرر رہتے ہیں۔ ﴿لِيَعْلَمَ﴾ کی ضمیر بعض نے تو کہا ہے کہ نبی ﷺ کی طرف ہے، یعنی حضرت جبریل علیہ السلام کے آگے پیچھے چار چار فرشتے ہوتے تھے تاکہ حضور اکرم ﷺ کو یقین آ جائے کہ انہوں نے اپنے رب کا پیغام صحیح طور پر مجھے پہنچایا ہے۔

اور بعض کہتے ہیں کہ مرجع ضمیر کا اہل شرک ہے، یعنی باری باری آنے والے فرشتے نبی اللہ کی حفاظت کرتے ہیں شیطان سے اور اس کی ذریات سے تاکہ اہل شرک جان لیں کہ رسولوں نے رسالت الہی ادا کر دی ہے، یعنی رسولوں کے جھٹلانے والے بھی رسولوں کی رسالت کو جان لیں مگر اس میں ذرا نظر ہے۔ یعقوب کی قرأت پیش کے ساتھ ہے یعنی لوگ جان لیں کہ رسولوں نے تبلیغ کر دی، اور ممکن ہے کہ یہ مطلب ہو کہ اللہ تعالیٰ جان لے یعنی وہ اپنے رسولوں کی اپنے فرشتے بھیج کر حفاظت کرتا ہے تاکہ وہ رسالت ادا کر سکیں اور وحی الہی محفوظ رکھ سکیں اور اللہ جان لے کہ انہوں نے رسالت اللہ ادا کر دی ہے، جیسے فرمایا ﴿وَمَا جَعَلْنَا الْفَيْلَةَ الْيَمَىٰ كُنُفًا عَلَيْهِ﴾ ⑥ الخ۔ یعنی جس قبلہ پر تو تھا اسے ہم نے صرف اس لئے مقرر کیا تھا کہ ہم رسول کے سچے تابعداروں اور مرتدوں کو جان لیں۔ اور جگہ ہے ﴿وَلِيَعْلَمَنَّ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا﴾ ⑦ الخ۔ یعنی اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو اور منافقوں کو برابر جان کر رہے گا (کہ مؤمن کون ہیں اور منافق کون ہیں؟) اور بھی اس قسم کی آیتیں ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پہلے ہی سے جانتا ہے، لیکن اسے ظاہر کر کے بھی جان لیتا ہے اسی لئے یہاں اس کے بعد ہی فرمایا کہ ہر چیز اور سب کی کنتی اللہ تعالیٰ کے علم کے احاطے میں ہے۔

الْحَمْدُ لِلَّهِ سُوْرَةُ جَن کی تفسیر بھی ختم ہوئی۔

① صحیح بخاری، کتاب الأدب، باب ما جاء فی قول الرجل ویلک، ۶۱۶۷؛ صحیح مسلم، ۲۶۳۹؛ ترمذی، ۲۳۸۵۔

② حلیۃ الأولیاء، ۹۱/۶ وسندہ ضعیف، ابوبکر بن ابی مریم ضعیف مشہور، ابن عساکر، ۳۴۸/۲۔

③ ابوداؤد، کتاب الملاحم، باب قیام الساعة، ۴۳۴۹ وسندہ صحیح؛ حاکم، ۴۲۴/۴۔

④ ابوداؤد، کتاب الملاحم، باب قیام الساعة، ۴۳۵۰ وسندہ ضعیف شریح بن عبید اور سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے درمیان انقطاع ہے۔

⑤ ۲/ البقرة: ۲۵۵۔ ⑥ ۲/ البقرة: ۱۴۳۔ ⑦ ۲۹/ العنکبوت: ۱۱۔

تفسیر سورہ مزمل

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

يَا أَيُّهَا الْمَزْمَلُ ۝ قُمِ اللَّيْلَ إِلَّا قَلِيلًا ۝ يَصْفَا ۝ أَوْ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيلًا ۝ أَوْزِدْ عَلَيْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلًا ۝ إِنَّا سَنُلْقِي عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيلًا ۝ إِنَّ نَاشِئَةَ اللَّيْلِ هِيَ أَشَدُّ وَطْأً وَأَقْوَمُ قِيلًا ۝ إِنَّ لَكَ فِي النَّهَارِ سَبْحًا طَوِيلًا ۝ وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا ۝ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيلًا ۝

ترجمہ: اللہ تعالیٰ بہت بڑے بخشے والے اور بہت زیادہ رحم کرنے والے کے نام سے شروع۔

اے جھرمٹ مار کر کپڑا اوڑھنے والے۔ [۱] رات کو تہجد پڑھا کر مگر تھوڑی رات۔ [۲] آدھی رات یا اس سے بھی کچھ کم کر لے [۳] یا اس پر بڑھا دے اور قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر صاف پڑھا کر۔ [۴] یقیناً ہم تجھ پر بہت بھاری بات عنقریب نازل کریں گے۔ [۵] بے شک رات کا اٹھنا نفس کو خوب کچل دیتا ہے اور بات کو بہت درست کر دیتا ہے۔ [۶] یقیناً تجھے دن میں بہت شغل رہتا ہے۔ [۷] تو اپنے رب کے نام کا ذکر کیا کر اور تمام خلائق سے کٹ کر اس کی طرف متوجہ ہو جا۔ [۸] مشرق و مغرب کا پروردگار جس کے سوا کوئی معبود نہیں تو اسی کو اپنا کارساز بنا لے۔ [۹]

سورت کا شان نزول: بزار میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ قریش دار الندوہ میں جمع ہو کر آپس میں کہنے لگے کہ آؤ مل کر آنحضرت ﷺ کا ایک ایسا نام تجویز کریں کہ سب کی زبان سے وہی نکلے تاکہ باہر کے لوگ ایک ہی آواز سن کر جائیں۔ تو بعضوں نے کہا 'ان کا نام کاہن رکھو۔ اس پر اوروں نے کہا کہ درحقیقت وہ کاہن تو نہیں۔ کہا اچھا پھر ان کا نام مجنون رکھو۔ اس پر بھی اوروں نے کہا کہ وہ مجنون بھی نہیں۔ پھر بعضوں نے کہا ساحرانام رکھو۔ اس پر اوروں نے کہا کہ وہ ساحر یعنی جادوگر بھی نہیں ہیں غرض وہ کوئی ایسا برنامہ تجویز نہ کر سکے جس پر سب کا اتفاق ہو اور یہ مجمع یونہی اٹھ کھڑا ہوا۔ آنحضرت ﷺ یہ خبر سن کر منہ لپیٹ کر کپڑا اوڑھ کر لیٹ رہے جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور اسی طرح یعنی اے کپڑا لپیٹ کر اوڑھنے والے کہہ کر آپ ﷺ کو مخاطب کیا۔ ① اس روایت کے ایک راوی معلیٰ بن عبد الرحمن سے گواہ علم کی جماعت روایت لیتی ہے اور وہ اس سے حدیثیں نقل کرتے ہیں لیکن ان کی روایتوں میں بہت سی ایسی حدیثیں بھی ہیں جن پر ان کی متابعت نہیں کی جاتی۔

پیغمبر علیہ السلام کو نماز تہجد کا حکم: [آیت: ۱-۶] اللہ تعالیٰ اپنے نبی اکرم ﷺ کو حکم دیتا ہے کہ راتوں کے وقت کپڑے لپیٹ کر سو رہے کو جھوڑ دیں اور تہجد کی نماز کے قیام کو اختیار کر لیں۔ جیسے فرمان ہے۔ ﴿تَتَجَافَى جُنُوبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ﴾ ② ان کی کروٹیں بستر سے الگ ہوتی ہیں اور اپنے رب کو خوف اور لالچ سے پکارتے ہیں اور ہمارے دیئے ہوئے میں سے دیتے رہتے ہیں۔ حضور اکرم ﷺ پوری عمر اس حکم کی بجا آواری کرتے رہے تہجد کی نماز صرف آپ پر واجب تھی یعنی امت پر واجب نہیں ہے جیسے اور جگہ

① مسند البزار، ۲۲۷۶ و سندہ موضوع؛ مجمع الزوائد، ۷/ ۱۳۳ اس کی سند میں معلیٰ بن عبد الرحمن کذاب راوی ہے (المیزان، ۴/ ۱۶۸،

رقم: ۸۶۷۳) ② ۳۲/ السجدة: ۱۶۔

ہے۔ ﴿وَمِنَ اللَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهِ نَافِلَةً لَّكَ﴾ ① الخ۔ راتوں کو تہجد پڑھا کر یہ حکم نفل کے طور پر صرف تجھے ہے تیرا رب تجھے مقام محمود میں پہنچانے والا ہے۔ یہاں اس حکم کے ساتھ ہی مقدار بھی بیان فرمادی کہ آدھی رات یا کچھ کم و بیش۔ منزل کے معنی سونے والے اور کپڑا لپٹنے والے کے ہیں۔ ② اس وقت حضور اکرم ﷺ اپنی چادر اوڑھے لیٹے ہوئے تھے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اے قرآن کے اچھی طرح لینے والے تو آدھی رات تک تہجد میں مشغول رہا کر یا کچھ بڑھا گھٹا دیا کر اور قرآن کریم کو آہستہ آہستہ ٹھہر ٹھہر کر پڑھا کرتا کہ خوب سمجھتا جائے۔ اس حکم کے بھی حضور اکرم ﷺ عامل تھے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ آپ ﷺ قرآن کریم کو ترتیل کے ساتھ پڑھتے تھے جس سے بڑی دیر میں سورت ختم ہوتی تھی۔ گویا چھوٹی سی سورت بڑی سے بڑی ہو جاتی تھی۔ ③

صحیح بخاری شریف میں ہے کہ ”حضرت انس رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ ﷺ کی قرأت کا وصف پوچھا جاتا تھا تو آپ فرماتے تھے کہ خوب مد سمجھ کر کے حضور اکرم ﷺ پڑھا کرتے تھے۔ پھر ﴿بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ﴾ پڑھ کر سنائی جس میں لفظ اللہ پر لفظ رُحْمٰن پر لفظ رَحِیم پر مد کیا“ ④ ابن جریج میں ہے کہ ہر آیت پر آپ ﷺ پورا وقف فرمایا کرتے تھے۔ جیسے ﴿بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ﴾ پڑھ کر وقف کرتے ﴿الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ﴾ پڑھ کر وقف کرتے ﴿الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ﴾ پڑھ کر وقف کرتے ﴿مَلِكِ يَوْمِ الدِّينِ﴾ پڑھ کر ٹھہرتے۔ ⑤ یہ حدیث مسند احمد ابوداؤد اور ترمذی میں بھی ہے۔ مسند احمد کی ایک حدیث میں ہے کہ ”قرآن کے قاری سے قیامت کے دن کہا جائے گا۔ کہ ”پڑھتا جا اور پڑھتا جا اور ترتیل سے پڑھ جیسے دنیا میں ترتیل سے پڑھا کرتا تھا“ تیرا درجہ وہ ہے جہاں تیری آخری آیت ختم ہو“۔ ⑥ یہ حدیث ابوداؤد ترمذی اور نسائی میں بھی ہے اور امام ترمذی رحمہ اللہ اسے حسن صحیح کہتے ہیں ہم نے اس تفسیر کے شروع میں وہ احادیث وارد کر دی ہیں جو ترتیل کے مستحب ہونے اور اچھی آواز سے قرآن پڑھنے پر دلالت کرتی ہیں۔ جیسے وہ حدیث جس میں ہے کہ قرآن کو اپنی آوازوں سے مزین کرو ⑦ اور وہ شخص ہم میں سے نہیں (مسلمان نہیں) جو خوش آوازی سے قرآن نہ پڑھے ⑧ اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی نسبت حضور اکرم ﷺ کا یہ فرمانا کہ اسے آل داؤد کی خوش آوازی عطا کی گئی ہے ⑨ اور حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کا فرمانا اگر مجھے معلوم ہوتا کہ آپ ﷺ سن رہے ہیں تو میں اور اچھے گلے سے زیادہ عمدگی کے ساتھ پڑھتا۔ ⑩ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان کہ ریت کی طرح قرآن کو نہ پھیلاؤ اور شعروں کی طرح قرآن کو بے تہذبہی سے نہ پڑھو اس کے عجائب پر غور کرو اور دلوں میں اثر لیتے جاؤ اور اس کے پیچھے نہ پڑ جاؤ کہ جلد سورت ختم ہو (بغوی)۔

- ① ۱۷/ بنی اسرائیل ۷۹۔ ② الطبری، ۲۳/ ۶۷۷۔ ③ صحیح مسلم، کتاب صلاة المسافرين، باب جواز النافلة قائما وقاعدا، ۷۳۳۔ ④ صحیح بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب مد القراءة، ۵۰۴۶، ابن حبان، ۶۳۱۷۔ ⑤ ابوداؤد، کتاب الحروف، ۴۰۰۱، وسندہ ضعیف عبداللہ بن ابی سلیمہ کا سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے سماع نہیں ہے۔ نیز ابن جریج مدلس راوی ہے۔ ترمذی، ۲۹۲۷، احمد، ۳۰۲/ ۶۔ ⑥ ابوداؤد، کتاب الوتر، باب کیف يستحب الترتیل فی القراءة، ۱۴۶۴، وسندہ حسن؛ ترمذی، ۲۹۱۴، احمد، ۱۹۲/ ۲، ابن ابی شیبہ، ۱۰/ ۴۹۸، ابن حبان، ۷۶۶۔ ⑦ ابوداؤد، حوالہ سابق، ۱۴۶۸، وهو صحیح؛ نسائی، ۱۰۱۶، ابن ماجہ، ۱۳۴۲، احمد، ۴/ ۲۹۶۔ ⑧ صحیح بخاری، کتاب التوحید، باب قول اللہ تعالیٰ ﴿وَأَسْرُوا قَوْلَكُمْ أَوِ اجْهَرُوا بِهِ.....﴾ ۷۵۲۷، ابوداؤد، ۱۴۶۹، احمد، ۱/ ۱۷۵، ابن حبان، ۱۲۰، حاکم، ۱/ ۵۶۹۔ ⑨ صحیح بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب حسن الصوت بالقراءة للقرآن، ۵۰۴۸، صحیح مسلم، ۷۹۳۔ ⑩ حاکم، ۳/ ۴۶۶، وسندہ ضعیف فیہ خالد بن نافع الاشعری لم یبین لی حالہ ضعفہ جماعة وقواء جماعة ولكن حدیثہ ضعیف؛ بیہقی، ۱۰/ ۲۳۱، مجمع الزوائد، ۷/ ۱۷۱۔

ایک شخص نے آ کر حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہا کہ میں نے مفصل کی تمام سورتیں آج کی رات ایک ہی رکعت میں پڑھ ڈالیں۔ آپ نے فرمایا کہ ”پھر تو تو نے شعروں کی طرح جلدی جلدی پڑھا ہوگا۔ مجھے وہ برابر برابر کی سورتیں خوب یاد ہیں جنہیں رسول کریم ﷺ ملا کر پڑھا کرتے تھے۔“ ① پھر مفصل سورتوں میں سے بیس سورتوں کے نام لئے کہ ان میں سے دو دو سورتیں حضور ﷺ ایک ایک رکعت میں پڑھا کرتے تھے۔ ”پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم تجھ پر عنقریب بھاری بوجھل بات اتاریں گے، یعنی عمل میں ثقیل ہوگی اور اترتے وقت بوجھ اپنی عظمت کے گراں قدر ہوگی۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ”ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ پر وحی اتری، اس وقت آپ ﷺ کا گھٹنا میرے گھٹنے پر تھا۔ وحی کا اتنا بوجھ پڑا کہ میں تو ڈرنے لگا کہ میری ران کہیں ٹوٹ نہ جائے۔“ ②

مسند احمد میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ”میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ وحی کا احساس بھی آپ کو ہوتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا میں ایسی آواز سنتا ہوں جیسے کسی زنجیر کے بجنے کی آواز ہو، میں چپکا ہو جاتا ہوں جب بھی وحی نازل ہوتی ہے، مجھ پر اتنا بوجھ پڑتا ہے کہ میں سمجھتا ہوں میری جان نکل جائے گی۔“ ③ صحیح بخاری کے شروع میں ہے کہ حضرت حارث بن ہشام رضی اللہ عنہ پوچھتے ہیں ”یا رسول اللہ! آپ ﷺ کے پاس وحی کس طرح آتی ہے؟“ آپ ﷺ نے فرمایا کبھی تو گھنٹی کی آواز کی طرح ہوتی ہے جو مجھ پر بہت بھاری پڑتی ہے اور جب وہ گنگناہٹ کی آواز ختم ہو جاتی ہے تو اس دوران میں جو کچھ کہا گیا تھا وہ مجھے خوب محفوظ ہو جاتا ہے اور کبھی فرشتہ انسانی صورت میں میرے پاس آتا ہے اور مجھ سے کلام کرتا ہے اور میں یاد کر لیتا ہوں۔“

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ”میں نے دیکھا ہے کہ سخت جاڑے والے دن میں بھی جب آپ ﷺ پر وحی اتر چکتی تو آپ ﷺ کی پیشانی مبارک سے پسینے کے قطرے نچنے لگتے۔“ ④ مسند احمد میں ہے کہ کبھی اونٹنی پر حضور اکرم ﷺ سوار ہوتے اور اسی حالت میں وحی آتی تو اونٹنی جھک جاتی۔ ⑤ ابن جریر میں یہ بھی ہے کہ پھر جب تک وحی ختم نہ ہو لیتی اونٹنی سے قدم نہ اٹھایا جاتا اور نہ اس کی گردن اونچی ہوتی۔ مطلب یہ ہے کہ خود وحی کا اترنا بھی اہم اور بوجھل تھا پھر احکام کا بجالانا اور ان کا عامل ہونا بھی ایسا ہی تھا۔ یہی قول حضرت امام ابن جریر رحمہ اللہ کا ہے۔ حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جس طرح دنیا میں یہ ثقیل کام ہے اسی طرح آخرت میں اجر بھی بھاری ملے گا۔ پھر فرماتا ہے کہ رات کا اٹھنا نفس کو زیر کرنے کے لئے اور زبان کو درست کرنے کے لئے اکسیر ہے۔ نَسَا کے معنی حبشی زبان میں قیام کرنے کے ہیں رات بھر میں جب اٹھے اسے ﴿نَاشِئَةُ الْاَيْلِ﴾ کہتے ہیں۔ ⑥

تہجد کے فوائد: تہجد کی نماز کی خوبی یہ ہے کہ دل اور زبان ایک ہو جاتا ہے اور تلاوت کے جو الفاظ زبان سے نکلتے ہیں دل میں گڑ جاتے ہیں اور بہ نسبت دن کے رات کی تنہائی میں معنی مطلب خوب ذہن نشین ہوتا جاتا ہے کیوں کہ دن بھیڑ بھڑ کے شور و غل کا کمائی دھندے کا وقت ہوتا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ﴿اَقُومُ قِيْلًا﴾ کو ﴿اَصُوبُ قِيْلًا﴾ پڑھا تو لوگوں نے کہا ہم تو ﴿اَقُومُ﴾ پڑھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا اَقُومُ اَصُوبُ اُنْہِیْآء اور ان جیسے سب الفاظ ہم معنی ہیں۔ پھر فرماتا ہے دن میں تجھے بہت فراغت ہے، نیند کر

① صحیح بخاری، کتاب الاذان، باب الجمع بین السورتین فی رکعة، ۷۷۵؛ صحیح مسلم، ۸۲۲۔

② صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورة النساء باب ﴿لَا يَسْتَوِي الْقَاعِلُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ﴾ ۴۰۹۲۔

③ احمد، ۲/۲۲۲ وسندہ ضعیف۔ ④ صحیح بخاری، کتاب بدء الوحی، باب کیف کان بدء الوحی الی رسول

اللہ ﷺ، ۲؛ صحیح مسلم، ۲۳۳۳؛ مؤطا امام مالک، ۱/۲۰۲؛ ابن حبان، ۳۸۔

⑤ احمد، ۶/۱۱۸ وسندہ حسن۔ ⑥ الطبری، ۲۳/۶۸۳۔

سکتے ہو سواور بیٹھ سکتے ہو راحت حاصل کر سکتے ہو نوافل بکثرت ادا کر سکتے ہو اپنے دنیوی کام کاج پورے کر سکتے ہو۔ پھر رات کو آخرت کے کام کے لئے خاص کر لو۔ اس بنا پر یہ حکم اس وقت تھا جب رات کی نماز فرض تھی۔ پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے بندوں پر احسان کیا اور بطور تخفیف کے اس میں کمی کردی، اور فرمایا تھوڑی سی رات قیام کیا کرو۔ اس فرمان کے بعد حضرت عبدالرحمن بن زید بن اسلم رضی اللہ عنہ نے ﴿اِنَّ رَبَّكَ﴾ سے ﴿فَاقْرَءْ وَ اَمَّا تَسْمُرُ مِنْهُ﴾ تک پڑھا اور آیت ﴿وَمِنَ اللَّيْلِ﴾ کی بھی تلاوت کی۔ ① آپ کا یہ قول ہے بھی ٹھیک۔

مسند احمد میں ہے کہ ”حضرت سعید بن ہشام رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی اور مدینہ کی طرف چلے تاکہ وہاں کے اپنے مکانات بیچ ڈالیں اور ان کی قیمت سے ہتھیار وغیرہ خرید کر جہاد میں جائیں اور رو میوں سے لڑتے رہیں۔ یہاں تک کہ یا تو روم فتح ہو یا شہادت نصیب ہو۔ مدینہ شریف میں اپنی قوم والوں سے ملے اور اپنا ارادہ ظاہر کیا تو انہوں نے کہا: سنو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں آپ ہی کی قوم میں سے کچھ شخصوں نے یہی ارادہ کیا تھا کہ عورتوں کو طلاق دے دیں مکانات وغیرہ بیچ ڈالیں اور اللہ کی راہ میں کھڑے ہو جائیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب یہ معلوم ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کیا جس طرح میں کرتا ہوں اس طرح کرنے میں تمہارے لئے اچھائی نہیں ہے؟ خبردار ایسا نہ کرنا اپنے ارادہ سے باز آ جاؤ۔“ یہ حدیث سن کر حضرت سعید رضی اللہ عنہ نے بھی اپنا ارادہ ترک کر دیا اور وہیں اسی جماعت سے کہا کہ تم گواہ رہنا کہ میں نے اپنی بیوی سے رجوع کر لیا۔ اب حضرت سعید رضی اللہ عنہ چلے گئے پھر جب اس جماعت سے ملاقات ہوئی تو کہا کہ یہاں سے جانے کے بعد میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس گیا ”اور ان سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وتر پڑھنے کی کیفیت دریافت کی تو انہوں نے کہا کہ اس مسئلہ کو سب سے زیادہ بہتر طور پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بتلا سکتی ہیں تم وہیں جاؤ اور ان ہی سے دریافت کرو اور ان سے جو سنو وہ ذرا مجھ سے کہہ جانا۔ میں حضرت حکیم بن فلح رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور ان سے میں نے کہا کہ تم مجھے ام المؤمنین کی خدمت میں لے چلو۔ انہوں نے فرمایا کہ میں وہاں نہیں جاؤں گا اس لئے کہ میں نے انہیں مشورہ دیا کہ ان دونوں آپس میں لڑنے والی جماعتوں یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کے مقابلوں کے بارے میں آپ کچھ دخل نہ دیجئے۔ لیکن انہوں نے نہ مانا اور دخل دیا۔ میں نے انہیں قسم دی اور کہا کہ نہیں آپ مجھے ضرور وہاں لے چلے۔ خیر بمشکل تمام وہ راضی ہو گئے اور میں ان کے ساتھ گیا۔ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے حضرت حکیم رضی اللہ عنہ کی آواز پہچان لی اور فرمایا: کیا حکیم ہے؟ جواب دیا گیا کہ ہاں! میں حکیم بن فلح ہوں۔ پوچھا تمہارے ساتھ کون ہیں؟ کہا سعید بن ہشام رضی اللہ عنہ۔ پوچھا ہشام کون؟ عامر کے لڑکے؟ کہا ہاں عامر کے لڑکے۔ تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عامر رضی اللہ عنہ کے لئے دعائے رحمت کی اور فرمایا عامر بہت اچھے آدمی تھے اللہ تعالیٰ ان پر رحم کرے۔ میں نے عرض کیا: ام المؤمنین! مجھے بتلائیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق مبارک کیا تھے؟ آپ نے فرمایا کیا تم قرآن نہیں پڑھتے؟ میں نے کہا کیوں نہیں۔ فرمایا بس حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا خلق قرآن تھا۔ اب میں نے اجازت مانگنے کا قصد کیا، لیکن فوراً ہی یاد آ گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رات کی نماز کا حال بھی دریافت کر لوں۔ اس سوال کے جواب میں انہوں نے فرمایا کیا تم نے سورہ مزمل نہیں پڑھی؟ میں نے کہا ہاں پڑھی ہے۔ فرمایا سنو! اس سورت کے اول حصے میں قیام لیل فرض ہوا اور سال بھر تک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب تہجد کی نماز بطور فرضیت کے ادا کرتے رہے یہاں تک کہ قدموں پر درم آ گیا۔ بارہ ماہ کے بعد اس سورت کے خاتمہ کی آیتیں اتریں اور اللہ تعالیٰ نے تخفیف کردی، فرضیت اٹھ گئی اور نفلیت باقی رہ گئی۔ میں نے پھر اٹھنے کا ارادہ کیا، لیکن خیال آیا کہ وتر کا مسئلہ بھی دریافت کر لوں۔ تو میں نے کہا: ام المؤمنین! حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وتر پڑھنے

کی کیفیت سے بھی آگاہ فرمائیے؟ آپ نے فرمایا ہاں سنو! ہم آپ ﷺ کی مسواک وضو کا پانی وغیرہ تیار کر کے ایک طرف رکھ دیا کرتے تھے جب بھی اللہ تعالیٰ چاہتا اور آپ ﷺ کی آنکھ کھلتی اٹھتے مسواک کرتے وضو کرتے اور آٹھ رکعتیں پڑھتے بیچ میں تشہد میں بالکل نہ بیٹھتے آٹھویں رکعت پوری کر کے آپ ﷺ التحیات میں بیٹھتے اللہ تبارک و تعالیٰ کا ذکر کرتے دعا کرتے اور زور سے سلام پھیرتے کہ ہم بھی سن لیں۔ پھر بیٹھتے ہی بیٹھتے دو رکعتیں اور ادا کرتے (اور ایک وتر پڑھتے) بیٹھا! یہ سب مل کر گیارہ رکعتیں ہوئیں پھر جب آپ ﷺ عمر رسیدہ ہو گئے اور بدن بھاری ہو گیا تو آپ ﷺ نے سات وتر پڑھے پھر سلام پھیرنے کے بعد بیٹھ کر دو رکعتیں ادا کیں بس بیٹھا ہی نو رکعتیں ہوئیں۔ اور حضور اکرم ﷺ کی عادت مبارک تھی کہ جب کسی نماز کو پڑھتے تو اس پر مداومت کرتے۔ ہاں اگر کسی شغل یا نیند یا دھکے تکلیف اور بیماری کی وجہ سے رات کو نماز نہ پڑھ سکتے تو دن کو بارہ رکعت ادا فرمایا کرتے۔ میں نہیں جانتی کہ کسی ایک رات میں رسول اللہ ﷺ نے پورا قرآن صبح تک پڑھا ہو اور نہ رمضان کے سوا کسی اور مہینے کے پورے روزے رکھے ہوں۔ اب میں ام المؤمنین رضی اللہ عنہا سے رخصت ہو کر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس آیا اور وہاں کے تمام سوال جواب دہرائے۔ آپ نے سب کی تصدیق کی اور فرمایا اگر میری بھی آمد و رفت ان کے پاس ہوتی تو جا کر خود اپنے کانوں سے سن آتا۔ ① یہ حدیث صحیح مسلم شریف میں بھی ہے۔

ابن جریر میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ”میں نبی کریم ﷺ کے لئے بوریار رکھ دیا کرتی جس پر آپ ﷺ تہجد کی نماز ادا فرمایا کرتے“ لوگوں نے کہیں یہ خبر سن لی اور رات کی نماز میں حضور اکرم ﷺ کی اقتدا کرنے کے لئے وہ بھی آگئے۔ حضور اکرم ﷺ غضب ناک ہو کر باہر نکلے چونکہ آپ کو امت پر شفقت و رحمت تھی اور ساتھ ہی ڈر تھا کہ ایسا نہ ہو کہ یہ نماز فرض ہو جائے لہذا آپ ﷺ ان سے فرمانے لگے کہ لوگو! ان ہی اعمال کی تکلیف اٹھاؤ جن کی تم میں طاقت ہو اللہ تعالیٰ ثواب دینے سے نہیں تھکے گا البتہ تم عمل کرنے سے تھک جاؤ گے سب سے بہتر عمل وہ ہے جس پر مداومت ہو سکے اور انسان ان سے بھا سکے۔ ادھر قرآن کریم میں یہ آیتیں اتریں اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے قیام لیل شروع کیا یہاں تک کہ رسیاں باندھنے لگے کہ نیند نہ آجائے آٹھ مہینے اسی طرح گزر گئے۔ ان کی اس کوشش کو جو وہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی کی طلب میں کر رہے تھے دیکھ کر اللہ تعالیٰ نے بھی ان پر رحم کیا اور اسے فرض عشاء کی طرف لوٹا دیا اور قیام لیل چھوڑ دیا گیا۔ یہ روایت ابن ابی حاتم میں بھی ہے لیکن اس کا راوی موسیٰ بن عبیدہ ربذی ضعیف ہے۔ اصل حدیث بغیر سورۃ مزمل کے نازل ہونے کے ذکر کے صحیح میں بھی ہے ② اور اس حدیث کے الفاظ کی روانی سے تو یہ پایا جاتا ہے کہ یہ سورت مدینہ میں نازل ہوئی حالانکہ دراصل یہ سورت مکہ مکرمہ میں اتری ہے۔

اسی طرح اس روایت میں ہے کہ آٹھ مہینے کے بعد اس کی آخری آیتیں نازل ہوئیں۔ یہ قول بھی غریب ہے۔ صحیح وہ ہے جو بحوالہ مسند پہلے گزر چکا کہ سال بھر کے بعد آخری آیتیں نازل ہوئیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی ابن ابی حاتم میں منقول ہے کہ سورۃ مزمل کی ابتدائی آیتوں کے اترنے کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مثل رمضان مبارک کے قیام کرتے رہے اور اس سورت کے اول آخر آیتوں کے اترنے میں تقریباً سال بھر کا فاصلہ تھا۔ حضرت ابواسامہ رضی اللہ عنہ سے بھی ابن جریر میں اس طرح مروی ہے۔ حضرت ابو عبد الرحمن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ابتدائی آیتوں کے اترنے کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سال بھر تک قیام کیا یہاں تک کہ ان =

① احمد، ۶/۵۳، ۵۴؛ صحیح مسلم، کتاب صلاة المسافرين، باب جامع صلاة الليل ومن نام عنه او مرض، ۷۶۶؛

ابوداؤد، ۱۳۴۲۔ ② صحیح مسلم، کتاب صلاة المسافرين، باب فضيلة العمل الدائم من قيام الليل وغيره، ۷۸۲۔

وَأَصْبِرْ عَلَىٰ مَا يَقُولُونَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيلًا ۝ وَذُرْنِي وَالْمُكَدِّبِينَ أَولِي
 التَّعْمَةِ وَهُمْ قَلِيلًا ۝ إِنَّ لَدَيْنَا أَنْكَالًا وَجَحِيمًا ۝ وَطَعَامًا ذَا غُصَّةٍ وَعَذَابًا
 أَلِيمًا ۝ يَوْمَ تَرْجُفُ الْأَرْضُ وَالْجِبَالُ وَكَانَتِ الْجِبَالُ كَثِيبًا مَّهِيلًا ۝ إِنَّا
 أَرْسَلْنَا إِلَيْكُمْ رَسُولًا شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَا أَرْسَلْنَا إِلَىٰ فِرْعَوْنَ رَسُولًا ۝
 فَعَصَىٰ فِرْعَوْنُ الرَّسُولَ فَأَخَذْنَاهُ أَخْذًا وَبِيلًا ۝ فَكَيْفَ تَتَّقُونَ إِن كَفَرْتُمْ
 يَوْمًا يَجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِيبًا ۝ السَّمَاءُ مُنْفِطِرَةٌ ۖ هُمْ وَعَدُوهُم مَّفْعُولًا ۝

ترجمہ: اور جو کچھ وہ کہیں تو سہتا رہ اور انہیں اچھی طرح چھوڑ دے رکھ۔ [۱۰] اور مجھے اور ان جھٹلانے والے آسودہ حال لوگوں کو چھوڑ دے اور انہیں ذرا سی مہلت دے۔ [۱۱] یقیناً ہمارے ہاں سخت بیڑیاں ہیں اور سنگتی ہوئی جہنم ہے۔ [۱۲] اور خلق میں اٹکنے والا کھانا ہے اور درد دینے والا عذاب ہے۔ [۱۳] جس دن زمین اور پہاڑ تھر تھرا جائیں گے اور پہاڑ مثل بھر بھری ریت کے ٹیلوں کے ہو جائیں گے۔ [۱۴] ہم نے تو تمہاری طرف بھی تم پر گواہی دینے والا رسول بھیج دیا جیسے کہ ہم نے فرعون کے پاس رسول بھیجا تھا۔ [۱۵] فرعون نے اس رسول کی نافرمانی کی جس کی بنا پر ہم نے اسے سخت وبال کی پکڑ میں لیا۔ [۱۶] تم اگر کافر رہے تو اس دن کیسے پناہ پاؤ گے جو دن بچوں کو بوڑھا کر دے گا۔ [۱۷] جس دن آسمان پھٹ جائے گا اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ ہو کر ہی رہنے والا ہے۔ [۱۸]

= کے قدم اور پنڈلیاں درما گئیں پھر ﴿فَاقْصِرْ وَاصْرِصْ رِجْلَهُ﴾ نازل ہوئی اور لوگوں نے راحت پائی۔ ① حسن بصری اور سدی رحمہ اللہ کا بھی یہی قول ہے۔ ② ابن ابی حاتم میں بروایت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سولہ مہینے کی مدت مروی ہے۔ حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایک سال یا دو سال تک قیام کرتے رہے قدم اور پنڈلیاں سوج گئیں پھر آخری سورت کی آیتیں اتری اور تخفیف ہو گئی۔ حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ دس سال کی مدت بتاتے ہیں (ابن جریر)۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ پہلی آیت کے حکم کے مطابق ایمانداروں نے قیام لیل شروع کیا لیکن بڑی مشقت پڑتی تھی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے رحم فرمایا اور ﴿وَعَلِمَ أَنْ سَيَكُونُ﴾ سے ﴿مَاتِيسِرَ مِنْهُ﴾ تک کی آیتیں نازل فرما کر وسعت کردی اور تنگی نہ رکھی ③ ﴿قُلِ لِلَّهِ الْحَمْدُ﴾ پھر فرمان ہے کہ اپنے رب کے نام کا ذکر کرتا رہ اور اس کی عبادت کے لئے فارغ ہو جا یعنی امور دنیا سے فارغ ہو کر جمعہ اور اطمینان کے ساتھ بکثرت اس کا ذکر کر اس کی طرف مائل اور سراسر راغب ہو جا جیسے اور جگہ ہے ﴿قِيَادًا فَهَرِغَتْ﴾ ﴿فَانْصَبْ ۝﴾ ④ یعنی جب اپنے شغل سے فارغ ہو تو ہماری عبادت محنت سے بجا لاؤ۔ اخلاص فارغ البالی، کوشش، محنت دل لگی اور یکسوئی سے اللہ تعالیٰ کی طرف جھک جاؤ۔

ایک حدیث میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے تَبَسُّل سے منع فرمایا ⑤ یعنی بال بچے اور دنیا کو چھوڑ دینے سے یہاں مطلب یہ

① الطبری، ۲۳/ ۶۷۹۔ ② ایضاً، ۲۳/ ۲۸۰۔ ③ ایضاً۔ ④ ۹۴/ الانشراح: ۷۔

⑤ ترمذی، کتاب النکاح، باب ما جاء فی النهی عن التبتل، ۱۰۸۲، وهو صحیح؛ نسائی، ۳۲۱۶؛ ابن ماجہ، ۱۸۴۸۔

ہے کہ علائق دنیوی سے کٹ کر اللہ تعالیٰ کی عبادت میں توجہ اور انہماک کا وقت بھی ضرور نکالا کرو۔ وہ مالک ہے وہ متصرف ہے مشرق مغرب سب اسی کے قبضہ میں ہے اس کے سوا عبادت کے لائق کوئی نہیں۔ تو جس طرح صرف اسی اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے اسی طرح صرف اسی پر بھروسہ بھی رکھ جیسے اور آیت میں ہے ﴿لَا عِبَادَہٗ وَ تَوَكَّلْ عَلَیْہِ﴾ ① اسی کی عبادت کر اور اسی پر بھروسہ رکھ۔ یہی مضمون ﴿إِیَّاكَ نَعْبُدُ وَ إِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ﴾ ② میں بھی ہے۔ اس معنی کی اور بھی بہت سی آیتیں ہیں کہ عبادت اطاعت توکل اور بھروسہ کے لائق ایک اسی کی پاک ذات ہے۔

منکروں کیلئے عذاب: [آیت: ۱۰-۱۸] اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے نبی کو کفار کی طعن آمیز باتوں پر صبر کرنے کی ہدایت کرتا ہے اور فرماتا ہے کہ انہیں ان کے حال پر بغیر ڈانٹ ڈپٹ کے ہی چھوڑ دے، میں خود ان سے نمٹ لوں گا۔ میرے غضب اور غصے کے وقت دیکھ لوں گا کہ کیسے یہ لوگ نجات پاتے ہیں۔ ہاں ان کے مال دار خوش حال لوگوں کو جو بے فکرے ہیں اور تجھے ستانے کے لئے باتیں بنا رہے ہیں، جن پر دوہرے حقوق ہیں مال کے اور جان کے اور یہ ان میں سے ایک بھی ادا نہیں کرتے تو ان سے بے تعلق ہو جا پھر دیکھ کہ میں ان کے ساتھ کیا کرتا ہوں؟ تھوڑی دیر دنیا میں تو چاہے یہ فائدہ اٹھالیں، مگر انجام کار عذابوں میں پھنسیں گے اور عذاب بھی کونسے؟

سخت قید و بند کے اور بدترین بھڑکتی ہوئی نہ بجھنے والی اور نہ کم ہونے والی آگ کے اور اس کھانے کے جو حلق میں جا کر انک جائے گا، نہ نگل سکیں گے نہ نگل سکیں گے، اور بھی طرح طرح کے المناک عذاب ہوں گے پھر وہ وقت بھی وہ ہوگا جب زمینوں میں اور پہاڑوں پر زلزلہ پڑا ہوا ہوگا اور سخت اور بڑی چٹانوں والے پہاڑ آپس میں ٹکرائیں اور چور چور ہو گئے ہوں گے جیسے بھر بھری ریت کے بکھرے ہوئے ذرے ہوں جنہیں ہوا ادھر سے ادھر لے جائے گی اور نام و نشان تک مٹا دے گی اور زمین ایک چٹیل صاف میدان کی طرح رہ جائے گی جس میں کہیں اونچ نیچ نظر نہ آئے گی۔

کفار کی گرفت: پھر فرماتا ہے کہ اے لوگو! اور خصوصاً اے کافرو! ہم نے تم پر گواہی دینے والا اپنا صادق رسول تم میں بھیج دیا ہے جیسے کہ فرعون کے پاس ہم نے اپنے احکام کے پہنچا دینے کے لئے اپنے ایک رسول کو بھیجا تھا اس نے جب اس رسول کی نہ مانی تو تم جانتے ہو کہ ہم نے اسے بری طرح برباد کیا اور سختی سے پکڑ لیا۔ اسی طرح یاد رکھو! اگر اس نبی کی تم نے بھی نہ مانی تو تمہاری بھی خیر نہیں عذاب الہی تم پر بھی اترا آئیں گے اور تمہیں نہیں کر دیئے جاؤ گے، کیونکہ یہ رسول رسولوں کے سردار ہیں ان کے جھٹلانے کا وبال بھی اور وبالوں سے بڑا ہے۔ اس کے بعد کی آیت کے دو معنی ہیں۔ ایک تو یہ کہ اگر تم نے کفر کیا تو بتاؤ تو سہی کہ اس دن کے عذابوں سے کیسے نجات حاصل کرو گے؟ جس دن کی ہیبت خوف اور ڈر بچوں کو بوڑھا کر دے گا۔ اور دوسرے معنی یہ کہ اگر تم نے اتنے بڑے ہولناک دن کا بھی کفر کیا اور اس کے بھی منکر رہے تو تمہیں تقویٰ اور اللہ تعالیٰ کا ڈر کیسے حاصل ہوگا؟

گویہ دونوں معنی نہایت عمدہ ہیں لیکن اول معنی اولیٰ ہیں، وَاللّٰہُ اَعْلَمُ۔ طبرانی میں ہے کہ ”رسول مقبول ﷺ نے اس آیت کی تلاوت کی اور فرمایا یہ قیامت کا دن ہے جس دن اللہ تعالیٰ حضرت آدم علیہ السلام سے فرمائے گا اٹھو اور اپنی اولاد میں سے جہنم والوں کو الگ کرو۔ وہ پوچھیں گے اللہ تعالیٰ کتنی تعداد میں سے کتنے؟ حکم ہوگا کہ ہر ہزار میں سے نو سو ننانوے۔ یہ سنتے ہی مسلمانوں کے تو ہوش اڑ گئے اور گھبرا گئے۔ حضور ﷺ بھی ان کے چہرے دیکھ کر سمجھ گئے اور بطور تشفی کے فرمایا سنو بنو آدم بہت سے ہیں۔ یا جوج و ماجوج بھی اولاد آدم میں سے ہیں جن میں سے ایک ایک اپنے پیچھے خاص اپنی صلبی اولاد ایک ایک ہزار چھوڑ کر جاتا ہے۔ پس ان میں اور ان جیسوں =

إِنَّ هَذِهِ تَذْكِرَةٌ ۖ فَمَنْ شَاءَ اتَّخَذَ إِلَىٰ رَبِّهِ سَبِيلًا ۚ إِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ أَنَّكَ تَقُومُ أَدْنَىٰ مِنْ ثُلُثِي اللَّيْلِ وَنِصْفَهُ وَثُلُثَهُ وَطَائِفَةٌ مِّنَ الَّذِينَ مَعَكَ ۗ وَاللَّهُ يُقَدِّرُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ ۚ عَلِمَ أَن لَّنْ نَّحْصُوهُ فَتَابَ عَلَيْكُمْ فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ ۚ عَلِمَ أَن سَيَكُونُ مِنْكُم مَّرْضَىٰ ۖ وَآخَرُونَ يَضْرِبُونَ فِي الْأَرْضِ يَبْتَغُونَ مِن فَضْلِ اللَّهِ ۖ وَآخَرُونَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۚ فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ ۚ وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَاقْرَءُوا اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا ۚ وَمَا تُقَدِّمُوا لِأَنفُسِكُمْ مِن خَيْرٍ تَجِدُوهُ عِنْدَ اللَّهِ هُوَ خَيْرٌ وَأَعْظَمَ أَجْرًا ۚ وَاسْتَغْفِرُوا اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝

ترجمہ: بے شک یہ نصیحت ہے پس جو چاہے اپنے رب کی طرف راہ اختیار کر لے۔ [۱۹] تیرا رب بخوبی جانتا ہے کہ تو اور تیرے ساتھ کے لوگوں کی ایک جماعت قریب دو تہائی رات کے اور آدھی رات کے اور ایک تہائی رات کے تہجد پڑھتے ہیں اور رات دن کا پورا اندازہ اللہ تعالیٰ کو ہے وہ خوب جانتا ہے کہ تم اسے ہرگز نہ بھاسکو گے۔ پس اس نے تم پر مہربانی کی لہذا جتنا قرآن پڑھنا تمہارے لئے آسان ہو اتنا ہی پڑھو وہ جانتا ہے کہ تم میں بعض بیمار بھی ہوں گے، بعض دوسرے زمین میں چل پھر کر اللہ تعالیٰ کا فضل یعنی روزی بھی تلاش کریں گے اور کچھ لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد بھی کریں گے سو تم بہ آسانی جتنا قرآن پڑھ سکو پڑھو اور نماز کی پابندی رکھو اور زکوٰۃ دیتے رہا کرو اور اللہ تعالیٰ کو اچھا قرض دو اور جو نیکی تم اپنے لئے آگے بھیجو گے اسے اللہ تعالیٰ کے ہاں بہتر سے بہتر اور ثواب میں بہت زیادہ پاؤ گے۔ اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتے رہو یقیناً اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔ [۲۰]

== میں مل کر جہنم والوں کی یہ تعداد ہو جائے گی۔ اور جنت تمہارے لئے اور جنت جنت کے لئے ہو جاؤ گے۔“ ① یہ حدیث غریب ہے اور سورہ حج کی تفسیر کے شروع میں اس جیسی احادیث کا تذکرہ گزر چکا ہے۔

اس دن کی ہیبت اور دہشت کے مارے آسمان بھی پھٹ جائے گا۔ بعضوں نے ضمیر کا مرجع اللہ تعالیٰ کی طرف کیا ہے، لیکن یہ قوی نہیں اس لئے کہ یہاں ذکر ہی نہیں۔ اس دن کا وعدہ یقیناً سچ ہے اور ہو کر ہی رہے گا اس دن کے آنے میں کوئی شک نہیں۔

[آیت ۱۹: ۳۰] اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ سورت عقل مندوں کے لئے سراسر نصیحت و عبرت ہے جو بھی طالب ہدایت ہو وہ مرضی مولا سے ہدایت کا راستہ پالے گا اور اپنے رب کی طرف پہنچ جانے کا ذریعہ حاصل کر لے گا۔ جیسے دوسری سورت میں فرمایا ﴿وَمَا تَشَاءُ ۖ إِنَّكَ لَا تَسْأَلُ اللَّهَ ۖ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا﴾ ② تمہاری چاہت کا تم نہیں آتی وہی ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کا چاہا ہوا

① المعجم الكبير، ۱۲۰۳۴ و سندہ ضعیف؛ مجمع الزوائد، ۷/ ۱۳۳ اس کی سند میں عثمان بن عطاء الخراسانی ضعیف راوی ہے دیکھئے (میزان الاعتدال، ۳/ ۴۸، رقم: ۵۵۴۰) وابوہ ضعیف مدلس من المرتبة الثالثة۔ ② ۷۶/ الدهر: ۳۰۔

ہو صحیح علم والا اور پوری حکمت والا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ پھر فرماتا ہے کہ اے نبی! آپ کا اور آپ ﷺ کے اصحاب کی ایک جماعت کا کبھی دو تہائی رات تک قیام لیل میں مشغول رہنا، کبھی آدھی رات اسی میں گزارنا، کبھی تہائی رات تک تہجد پڑھنا اللہ تعالیٰ کو بخوبی معلوم ہے، گو تمہارا مقصد ٹھیک اس وقت کو پورا کرنا نہیں ہوتا اور ہے بھی وہ مشکل کام کیونکہ رات دن کا صحیح اندازہ اللہ ہی کو ہے، کبھی دنوں برابر ہوتے ہیں، کبھی رات چھوٹی دن بڑا کبھی دن چھوٹا رات بڑی اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ اس کو ناپنے کی طاقت تم میں نہیں تو اب رات کی نماز اتنی ہی پڑھو جتنی تم بہ آسانی پڑھ سکو کوئی وقت مقرر نہیں کہ فرضاً اتنا وقت لگانا ہی ہوگا۔

یہاں صلوٰۃ کی تعبیر قرأت سے کی ہے جیسے سورہ سبحان میں ہے ﴿وَلَا تَجْهَرُ بِصَلْوَتِكَ﴾ ① یعنی اپنی قرأت نہ تو بلند کرنے بالکل پست کر۔

فاتحہ خلف الامام کا مسئلہ: امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے اصحاب نے اس آیت سے استدلال کر کے یہ مسئلہ کہا ہے کہ نماز میں سورہ فاتحہ ہی کا پڑھنا متعین نہیں اسے پڑھے خواہ اور کہیں سے پڑھ لے گوا یک ہی آیت پڑھنا کافی ہے، اور پھر اس مسئلہ کی مضبوطی اس حدیث سے کی ہے جس میں ہے کہ بہت جلدی جلدی نماز ادا کرنے والے کو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا تھا کہ پھر پڑھ جو آسان ہو تیرے ساتھ قرآن سے ② (بخاری و مسلم)۔

اور جمہور نے انہیں یہ جواب دیا ہے کہ بخاری و مسلم کی حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ والی حدیث میں آچکا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ”نماز نہیں ہے مگر یہ کہ تو سورہ فاتحہ پڑھے“ ③ اور صحیح مسلم میں بروایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”ہر وہ نماز جس میں سورہ فاتحہ نہ پڑھی جائے وہ بالکل ادھوری محض ناکارہ ناقص اور ناقص تمام ہے۔“ ④ صحیح ابن خزیمہ میں بھی ان ہی کی روایت سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ”نماز نہیں ہوتی اس شخص کی جو سورہ فاتحہ نہ پڑھے“ ⑤ (پس ٹھیک قول جمہور کا ہی ہے کہ ہر نماز کی ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کا پڑھنا لازمی اور متعین ہے)۔

پھر فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ اس امت میں عذر والے لوگ بھی ہیں جو قیام لیل کے ترک پر معذور ہیں، مثلاً بیمار کہ جنہیں اس کی طاقت نہیں، مسافر کہ روزی کی تلاش میں ادھر ادھر جا رہے ہیں، مجاہد جو اہم تر شغل میں مشغول ہیں۔ یہ آیت بلکہ یہ پوری سورت مکی ہے مکہ میں نازل ہوئی۔ اس وقت جہاد نہیں تھا بلکہ مسلمان نہایت پست حالت میں تھے۔ پھر غیب کی یہ خبر دینا اور اسی طرح ظہور میں بھی آنا کہ مسلمانوں کو جہاد میں پوری مشغولی ہوئی، یہ نبوت کی اعلیٰ اور بہترین دلیل ہے۔ تو ان عذروں کے باعث تمہیں رخصت دی جاتی ہے کہ جتنا قیام تم سے بہ آسانی کیا جاسکے کر لیا کرو۔ حضرت ابو رجاء محمد نے حسن رحمہ اللہ سے پوچھا ”اے ابو سعید! اس شخص کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں جو پورے قرآن کا حافظ ہے لیکن تہجد نہیں پڑھتا صرف نماز فرض پڑھتا ہے؟“ آپ نے فرمایا اس نے قرآن کو نکیہ بنا لیا اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نیک غلام کے لئے فرمایا کہ وہ ہمارے علم کو جاننے والا تھا اور فرمایا تم وہ سکھائے گئے ہو جسے نہ تم جانتے تھے نہ تمہارے باپ دادے۔ میں نے کہا ابو سعید! اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے کہ جو قرآن آسانی سے تم پڑھ سکو پڑھو۔ فرمایا ہاں ٹھیک تو ہے پانچ آیتیں ہی پڑھ لو۔“ پس بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ حافظ قرآن کا رات کی نماز میں کچھ نہ کچھ قیام کرنا امام حسن بصری رحمہ اللہ کے نزدیک حق و واجب تھا۔

- ① ۱۷/ بنی اسرائیل: ۱۱۰۔ ② صحیح بخاری، کتاب الاذان، باب وجوب القراءة للامام والماموم فی الصلوات کلہا، ۷۵۷؛ صحیح مسلم، ۳۹۷۔ ③ صحیح بخاری، حوالہ سابق، ۷۵۶؛ صحیح مسلم، ۳۹۴۔ ④ صحیح مسلم، کتاب الصلاة، باب وجوب قراءة الفاتحة فی کل رکعة، ۳۹۵؛ احمد، ۲/ ۲۴۱؛ ابن حبان، ۱۷۸۸۔ ⑤ صحیح ابن خزیمہ، ۴۹۰؛ مسند صحیح؛ احمد، ۲/ ۴۵۷؛ ابن حبان، ۱۷۸۹؛ موارد الظمان، ۴۵۷۔

ایک حدیث بھی اس پر دلالت کرتی ہے جس میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ سے اس شخص کے بارے میں سوال ہوا جو صبح تک سویا رہتا ہے۔ فرمایا ”یہ شخص ہے جس کے کان میں شیطان پیشاب کر جاتا ہے۔“ ① اس کا ایک مطلب تو یہ بیان کیا گیا ہے کہ اس سے مراد وہ شخص ہے جو عشاء کے فرض بھی نہ پڑھے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ جو رات کو نفل قیام نہ کرے۔ سنن کی حدیث میں ہے اے قرآن والو! وتر پڑھا کرو۔ ② دوسری روایت میں ہے کہ جو وتر نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں۔ ③ حسن بصری رحمہ اللہ کے قول سے بھی زیادہ غریب قول ابو بکر ابن عبدالعزیز جنبلی رحمہ اللہ کا ہے جو کہتے ہیں کہ رمضان کے مہینے کا قیام فرض ہے وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

(یہ یاد رہے کہ صحیح مسلک تو یہی ہے کہ تہجد کی نماز نہ تو رمضان میں واجب ہے نہ غیر رمضان میں۔ رمضان مبارک کی بابت بھی حدیث میں صاف آچکا ہے کہ وَقِيَامٌ لِّئَلَّهِ تَطَوُّعًا یعنی اللہ تعالیٰ نے اس کے قیام کو نفل قرار دیا ہے۔ وغیرہ مترجم) طبرانی کی حدیث میں اس آیت کی تفسیر میں مرفوعاً مروی ہے کہ گو سو ہی آیتیں ہوں۔ لیکن یہ حدیث بہت غریب ہے صرف تعجم طبرانی میں ہی میں نے اسے دیکھا ہے۔ پھر ارشاد ہے کہ فرض نمازوں کی حفاظت کرو اور فرض زکوٰۃ کی ادائیگی کیا کرو۔ یہ آیت ان حضرات کی دلیل ہے جو فرماتے ہیں کہ فرضیت زکوٰۃ کا حکم مکہ میں ہی نازل ہو چکا تھا ہاں کتنی نکالی جائے؟ نصاب کیا ہے؟ وغیرہ یہ سب مدینہ میں بیان ہوا وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، عکرمہ مجاہد، حسن، قتادہ رحمہم وغیرہ سلف کا فرمان ہے کہ اس آیت نے اس سے پہلے کے حکم رات کے قیام کو منسوخ کر دیا۔ ان دونوں حکموں کے درمیان کس قدر مدت تھی؟ اس میں جو اختلاف ہے اس کا بیان اوپر گزر چکا۔ بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ ”حضور اکرم ﷺ نے ایک شخص سے فرمایا پانچ نمازیں دن رات میں فرض ہیں۔ اس نے پوچھا: اس کے سوا بھی کوئی نماز مجھ پر فرض ہے؟ آپ نے فرمایا باقی سب نوافل ہیں۔“ ④

فی سبیل اللہ خرچ کرو: پھر فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اچھا قرض دو یعنی راہ اللہ صدقہ خیرات کرتے رہو جس پر اللہ تعالیٰ تمہیں بہت بہتر اور اعلیٰ اور پورا پورا بدلہ دے گا۔ جیسے اور جگہ ہے ایسا کون ہے جو اللہ تعالیٰ کو قرض حسد دے اور اللہ تعالیٰ اسے بہت کچھ بڑھائے چڑھائے۔ تم جو بھی نیکیاں کر کے بھیجو گے وہ تمہارے لئے اس چیز سے جسے تم پیچھے چھوڑ کر جاؤ گے بہت ہی بہتر اور اجر و ثواب میں بہت ہی زیادہ ہے۔ ابو یعلیٰ موصلی کی روایت میں ہے کہ ”رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم سے ایک مرتبہ پوچھا: تم میں سے کون ہے جسے اپنے وارث کا مال اپنے مال سے زیادہ محبوب ہے؟ انہوں نے کہا: حضور اکرم ﷺ! ہم میں سے تو ایک بھی ایسا نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اور سوچ لو۔ انہوں نے کہا حضور اکرم ﷺ یہی بات ہے۔ فرمایا سنو! تمہارا مال وہ ہے جسے تم راہ اللہ دے کر اپنے لئے آگے بھیج دو اور جو چھوڑ جاؤ گے وہ تمہارا مال نہیں وہ تو تمہارے وارثوں کا مال ہے۔“ ⑤ یہ حدیث بخاری اور نسائی میں بھی مروی ہے۔

پھر فرمان ہے کہ ذکر الہی بکثرت کیا کرو اور اپنے تمام کاموں میں استغفار کیا کرو جو استغفار کرے وہ مغفرت حاصل کر لیتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ مغفرت کرنے والا اور مہربانوں والا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اللّٰہِ تَعَالٰی کے فضل و کرم سے سورہ منزل کی تفسیر ختم ہوئی۔

- ① صحیح بخاری، کتاب بدء الخلق، باب صفة ابليس وجنوده، ۳۲۷۰؛ صحیح مسلم، ۷۷۴۔ ② ابوداؤد، کتاب الوتر، باب استحباب الوتر، ۱۴۱۶؛ سندہ ضعیف ابواسحاق مدلس راوی ہے اور تصریح بالسماع ثابت نہیں۔ ترمذی، ۴۵۳؛ نسائی، ۱۱۶۷۱؛ ابن ماجہ، ۱۱۶۹۔ ③ ابوداؤد، کتاب الوتر، باب فیمن لم یوتر، ۱۴۱۹؛ سندہ ضعیف ابونیب العسکی کی منکر روایات میں سے یہ ایک ہے۔ احمد، ۴۴۳/۲۔ ④ صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب الزکاة من الاسلام، ۴۶؛ صحیح مسلم، ۱۱۔ ⑤ صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب ما قدم من ماله فهو له، ۶۴۴۲؛ احمد، ۳۸۲/۱۔

تفسیر سورۃ مدثر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۝ قُمْ فَأَنْذِرْ ۝ وَرَبِّكَ فَكْبِيرٌ ۝ وَثِيَابُكَ فَطَهِّرْ ۝ وَالرُّجُزَ فَاهْجُرْ ۝
وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ ۝ وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ ۝ فَإِذَا نُقِرَ فِي النَّاقُورِ ۝ فَذَلِكِ يَوْمِئِذٍ

يَوْمَ عَسِيرٌ ۝ عَلَى الْكَافِرِينَ غَيْرُ يَسِيرٍ ۝

ترجمہ: اللہ تعالیٰ رحم کرنے والے رحمت کرنے والے کے نام سے شروع۔

اے کپڑا اوڑھنے والے۔ [۱] کھڑا ہو جا اور آگاہ کر دے [۲] اور اپنے رب ہی کی بڑائیاں بیان کر [۳] اپنے کپڑوں کو پاک رکھا کر [۴]
ناپائی کو چھوڑ دے [۵] اور احسان کر کے زیادتی کی خواہش نہ کر [۶] اور اپنے رب کی راہ میں صبر کر [۷] پس جبکہ صور پھونکا جائے گا [۸]
ان کا یہ وقت ایک سخت دن ہوگا [۹] جو کافروں پر آسان نہ ہوگا۔ [۱۰]

قرآن کی دوسری وحی: [آیت: ۱-۱۰] حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے صحیح بخاری میں مروی ہے کہ سب سے پہلے قرآن کریم کی یہی آیت ﴿يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ﴾ نازل ہوئی ہے۔ ① لیکن جمہور کا قول یہ ہے کہ سب سے پہلی وحی ﴿اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ﴾ کی آیتیں ہیں جیسے اسی سورۃ کی تفسیر کے موقع پر آئے گا، ان شاء اللہ تعالیٰ۔ یحییٰ بن ابوالکثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمن سے سوال کیا کہ سب سے پہلے قرآن کریم کی کوئی آیتیں نازل ہوئیں؟ تو فرمایا ﴿يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ﴾ میں نے کہا لوگ تو ﴿اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ﴾ بتلاتے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا میں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے پوچھا تھا انہوں نے وہی جواب دیا جو میں نے تمہیں دیا اور میں نے بھی وہی کہا جو تم نے مجھے کہا۔ اس کے جواب میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں تو تم سے وہی کہتا ہوں جو ہم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے حرامیں یاد الہی کی۔ جب میں وہاں سے فارغ ہوا اور اتر اتو میں نے سنا کہ گویا مجھے کوئی آواز دے رہا ہے۔ میں نے اپنے آگے پیچھے دائیں بائیں دیکھا مگر کوئی نظر نہ آیا تو میں نے سر اٹھا کر اوپر کود دیکھا اور مجھے کچھ نظر پڑا میں خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس آیا اور کہا مجھے چادر اوڑھا دو اور مجھ پر ٹھنڈا پانی ڈالو۔ انہوں نے ایسا ہی کیا اور ﴿يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ﴾ کی آیتیں اتریں۔ ② (بخاری)۔

صحیح بخاری و مسلم میں ہے کہ ”حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وحی کے رک جانے کی حدیث بیان فرماتے ہوئے کہا کہ ایک مرتبہ میں چلا جا رہا تھا کہ تاگہاں آسمان کی طرف سے مجھے صدا سنائی دی۔ میں نے نگاہ اٹھا کر دیکھا کہ جو فرشتہ میرے پاس عار حرام میں آیا تھا وہ آسمان وزمین کے درمیان ایک کرسی پر بیٹھا ہے میں مارے ڈر اور گھبراہٹ کے زمین کی طرف جھک گیا اور گھبراتے ہی کہا کہ مجھے کپڑوں سے ڈھانپ دو چنانچہ گھر والوں نے مجھے کپڑے اوڑھا دیے اور سورۃ ﴿الْمُدَّثِّرُ﴾ کی ﴿فَاهْجُرْ﴾ تک کی آیتیں اتریں۔ ابو سلمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں رجز سے مراد بت ہیں۔ پھر وحی برابر تا بڑ توڑ مگر مگر سے آنے لگی۔ ③ یہ لفظ بخاری کے ہیں اور یہی سیاق

① ② صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ المدثر، ۴۹۲۲؛ صحیح مسلم، ۱۶۱۔

③ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ المدثر، ۴۹۲۵-۴۹۲۶؛ صحیح مسلم، ۱۶۱؛ ترمذی، ۳۳۲۵۔

محفوظ ہے۔ اس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ اس سے پہلے بھی کوئی وحی آئی تھی کیونکہ آپ ﷺ کا وہ فرمان موجود ہے کہ یہ وہی تھا جو غار حرا میں میرے پاس آیا تھا۔ یعنی حضرت جبریل علیہ السلام جب غار حرا میں سورہ ﴿اَفْرَأْ﴾ کی آیتیں ﴿مَسَالِمَ يَعْلَمُ﴾ پڑھائی گئی تھیں۔ پس اس کے بعد وحی کچھ زمانے تک نہ آئی۔ پھر جو اس کی آمد شروع ہوئی اس میں سب سے پہلی وحی سورہ مدثر کی ابتدائی آیتیں تھیں اور اس طرح دونوں احادیث میں تطبیق بھی ہو جاتی ہے کہ دراصل سب سے پہلی وحی تو ﴿اَفْرَأْ﴾ کی آیتیں ہیں۔ پھر وحی کے رک جانے کے بعد کی سب سے پہلی وحی اس سورت کی آیتیں ہیں۔ اس کی تائید مسند احمد وغیرہ کی احادیث سے بھی ہوتی ہے جن میں ہے کہ وحی رک جانے کے بعد کی پہلی وحی اس سورت کی ابتدائی آیتیں ہیں۔ ①

سورہ مدثر کا شان نزول: طبرانی میں اس سورت کا شان نزول یہ مروی ہے کہ ولید بن مغیرہ نے قریشیوں کی دعوت کی جب کھانی چکے تو کہنے لگا: بناؤ تم اس شخص کی بابت کیا کہتے ہو؟ تو بعضوں نے کہا جادوگر ہے۔ بعض نے کہا جادوگر نہیں ہے، بعضوں نے کہا کاہن ہے۔ کسی نے کہا کاہن نہیں ہے۔ بعضوں نے کہا شاعر ہے، بعض نے کہا شاعر نہیں ہے۔ بعض نے کہا اس کا یہ کلام یعنی قرآن منقول جادو ہے۔ چنانچہ اس پر اجماع ہو گیا کہ انہیں منقول جادو کہا جائے۔ حضور ﷺ کو جب یہ اطلاع پہنچی تو غمگین ہوئے اور سر پر کپڑا ڈال لیا اور کپڑا اوڑھ بھی لیا جس پر یہ آیتیں ﴿فَاصْبِرْ﴾ تک اتریں۔ ② پھر فرماتا ہے کہ کھڑے ہو جاؤ یعنی عزم اور قوی ارادے کے ساتھ کمر بستہ اور تیار ہو جاؤ اور لوگوں کو ہماری ذات سے، جہنم سے، ان کے بد اعمال کی سزا سے ڈراؤ ان کے کان کھڑے کر دو ان سے غفلت کو دور کر دو۔ پہلی وحی سے نبوت کے ساتھ حضور اکرم ﷺ کو ممتاز کیا گیا اور اس وحی سے آپ رسول بنائے گئے (ﷺ)۔ اور اپنے رب ہی کی تعظیم کر دو اور اپنے کپڑوں کو پاک رکھو۔ یعنی معصیت، بد عہدی، وعدہ شکنی وغیرہ سے بچتے رہو جیسے کہ شاعر کے شعر میں ہے کہ بھگت اللہ میں فسق و فجور کے لباس سے اور غدر کے رومال سے عاری ہوں، عربی محاورے میں یہ برابر آتا ہے کہ کپڑے پاک رکھو، یعنی گناہ چھوڑ دو اعمال کی اصلاح کر لو۔ یہ بھی مطلب کہا گیا ہے کہ دراصل آپ ﷺ نہ تو کاہن ہیں نہ جادوگر ہیں یہ لوگ کچھ ہی کہا کریں آپ پر داعی نہ کریں۔ عربی محاورے میں جو معصیت آلود بد عہد ہوا سے میلے اور گندے کپڑوں والا کہتے ہیں اور جو عصمت مآب پابند وعدہ ہوا سے پاک کپڑوں والا کہتے ہیں۔ شاعر کہتا ہے۔

إِذَا الْمَرَأَتُ يَذُنُّ مِنَ اللَّوْمِ عِرْضَهُ
فَكُلُّ رِذَاءٍ يَرْتَدِيهِ جَمِيلٌ

یعنی انسان جب کہ سیاہ کاریوں سے الگ ہے تو ہر کپڑے میں وہ حسین ہے اور یہ مطلب بھی ہے کہ غیر ضروری لباس نہ پہنو اپنے کپڑوں کو معصیت آلود نہ کر دو کپڑے پاک صاف رکھو۔ میلوں کو دھو ڈالا کرو، مشرکوں کی طرح اپنا لباس ناپاک نہ رکھو۔ دراصل یہ سب مطالب ٹھیک ہیں یہ بھی ہو وہ بھی ہو اور ساتھ ہی دل بھی پاک ہو۔ دل پر بھی کپڑے کا اطلاق کلام عرب میں پایا جاتا ہے۔

جیسے امرؤ القیس کے شعر میں ہے اور حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے اس آیت کی تفسیر میں مروی ہے کہ اپنے دل کو اور اپنی نیت کو صاف رکھو ③ محمد بن کعب قرظی اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے یہ بھی مروی ہے کہ اپنے اخلاق کو اچھے رکھو۔ پھر فرماتا ہے گندگی کو چھوڑ دو یعنی بتوں کو اور نافرمانی الہی کو چھوڑ دو جیسے اور جگہ فرمان ہے ﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ اتَّقِ اللَّهَ وَلَا تُطِعِ الْكَافِرِينَ وَالْمُنَافِقِينَ﴾ ④ =

① صحیح بخاری، کتاب بدء الخلق، باب إذا قال أحدكم آمين والملائكة في السماء، ۳۲۳۸، صحیح مسلم، ۱۶۱، احمد، ۳۲۵/۳۔ ② طبرانی، ۱۱۲۵۰، وسندہ ضعیف جداً، مجمع الزوائد، ۷/ ۱۳۴ اس کی سند میں ابراہیم بن یزید الحوزی سخت ضعیف راوی ہے۔ ③ الطبری، ۱۳/۲۴۔ ④ ۳۳/ الاحزاب: ۱۔

ذَرْنِي وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِيدًا ۖ وَجَعَلْتُ لَهُ مَالًا مَمْدُودًا ۖ وَبَيَّنْتُ شُهُودًا ۖ
وَمَهَّدْتُ لَهُ تَمْهِيدًا ۖ ثُمَّ يَطْمَعُ أَنْ أَزِيدَ ۖ كَلَّا ۖ إِنَّهُ كَانَ لِآيَاتِنَا عَنِيدًا ۖ
سَأُرْهِقُهُ صَعُودًا ۖ إِنَّهُ فَكَرَ وَقَدَّرَ ۖ فَقُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ۖ ثُمَّ قُتِلَ كَيْفَ
قَدَّرَ ۖ ثُمَّ نَظَرَ ۖ ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ ۖ ثُمَّ أَدْبَرَ وَاسْتَكْبَرَ ۖ فَقَالَ إِن هَذَا إِلَّا
سِحْرٌ يُؤْتَرُ ۖ إِنَّ هَذَا إِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ ۖ سَأُصْلِيهِ سَقَرَ ۖ وَمَا أَدْرَاكَ مَا سَقَرُ ۖ
لَا تُبْقِي وَلَا تَذَرُ ۖ لَوَاحَةٌ لِّلْبَشَرِ ۖ عَلَيْهَا تِسْعَةُ عَشْرَ ۖ

ترجمہ: مجھے اور اسے چھوڑ دے جسے میں نے اکیلا پیدا کیا ہے۔ [۱۱] اور اسے بہت سامان دے رکھا ہے۔ [۱۲] اور حاضر باش فرزند بھی۔ [۱۳]
اور میں نے اسے بہت کچھ کشادگی دے رکھی ہے۔ [۱۴] پھر بھی اس کی چاہت ہے کہ میں اسے اور زیادہ دوں۔ [۱۵] نہیں نہیں وہ ہماری
آیتوں کا مخالف ہے۔ [۱۶] میں تو اسے مشقت والی تکلیف پہنچاؤں گا۔ [۱۷] اس نے غور کر کے تجویزی۔ [۱۸] اسے ہلاکت ہو کسی سوچی؟ [۱۹] وہ
پھر غارت ہو کر طرح اندازہ کیا۔ [۲۰] اس نے پھر دیکھا [۲۱] اور ترش رو ہو کر منہ بنالیا۔ [۲۲] پھر پیچھے ہٹ گیا اور غرور کیا [۲۳] اور کہنے لگا یہ
تو صرف جادو ہے جو نقل کیا جاتا ہے۔ [۲۴] سوئے انسانی قول کے کچھ نہیں۔ [۲۵] میں اسے عنقریب دوزخ میں ڈالوں گا۔ [۲۶] اور تجھے کیا
خبر کہ دوزخ کیا چیز ہے۔ [۲۷] اندہ باقی رکھتی ہے نہ چھوڑتی ہے۔ [۲۸] کھال کو جھلسا دیتی ہے۔ [۲۹] اور اس پر انیس فرشتے مقرر ہیں۔ [۳۰]

۱۔ اے نبی! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور کافروں اور منافقوں کی نہ مانو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام سے فرمایا تھا
اے ہارون! میرے بعد میری قوم میں تم میری جانشینی کرو اصلاح کے درپے رہو اور مفسدوں کی راہ پر نہ لگو۔ پھر فرماتا ہے کہ عطیہ دے
کر زیادتی کے خواہاں نہ رہو۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قرأت میں ﴿أَنْ تَسْتَكْبِرُ﴾ ہے یہ بھی مطلب بیان کیا گیا ہے کہ اپنے نیک اعمال کا
احسان اللہ تعالیٰ پر طلب زیادتی کے ساتھ نہ رکھو اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ خیر کی طلب کی کثرت سے کمزوری نہ برتو۔ ① اور یہ بھی کہا گیا ہے
کہ اپنی نبوت کا بار احسان لوگوں پر رکھ کر اس کے عوض دنیا طلبی نہ کرو۔ یہ چار قول ہوئے لیکن اول اولیٰ ہے۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ پھر فرماتا
ہے کہ ان کی ایذا پر جو راہ الہی میں تجھے پہنچے تو رب کی رضامندی کی خاطر صبر و سہار کر۔ اللہ تعالیٰ نے جو آپ کو منصب دیا ہے اس پر لگے
رہے اور جبرے رہے۔ ﴿نَافِقُونَ﴾ سے مراد صوری ہے۔ ②

صور پھونکا جانا: مسند احمد ابن ابی حاتم وغیرہ میں ہے کہ ”رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں کیسے راحت سے رہوں حالانکہ صور والے
فرشتے نے اپنے منہ میں صور لے رکھا ہے اور پیشانی جھکائے ہوئے حکم الہی کا منتظر ہے کہ کب حکم ہو اور وہ صور پھونک دے۔ اصحاب
رسول ﷺ نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ! پھر ہمیں کیا ارشاد ہوتا ہے؟ فرمایا کہو: ﴿حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ عَلٰی اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا﴾ ③

① الطبری، ۱۶/۲۴۔ ② ایضاً، ۱۸/۲۴۔

③ احمد، ۱/۳۲۶؛ ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورة الانبياء، ۳۲۴۳ وسندہ ضعیف عطیہ العونی راوی ضعیف ہے۔

حاکم، ۵۵۹/۴؛ ابن حبان، ۸۲۳ عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ۔

پھر صور کے پھونکنے جانے کا ذکر کر کے یہ فرما کر کہ جب صور پھونکا جائے گا۔ پھر فرماتا ہے اور وہ دن اور وہ وقت کا فرد پر بڑا سخت ہو گا جو کسی طرح آسان نہ ہوگا جیسے اور جگہ خود کفار کا قول مردی ہے کہ ﴿يَقُولُ الْكَافِرُونَ هَذَا يَوْمٌ عَسِرٌ﴾ ① آج کا دن تو بے حد گراں بار اور سخت مشکل کا دن ہے۔ (فائدہ) حضرت زرارہ بن ابی اوفیؓ جو بصرہ کے قاضی تھے وہ ایک مرتبہ اپنے مقتدیوں کو صبح کی نماز پڑھا رہے تھے اسی سورت کی تلاوت کی جب اس آیت پر پہنچے تو بے ساختہ زور کی ایک چیخ منہ سے نکل گئی اور گر پڑے لوگوں نے دیکھا تو روح پرواز کر چکی تھی اللہ تعالیٰ ان پر اپنی رحمت نازل فرمائے۔ ②

ولید بن مغیرہ کی مذمت: [آیت: ۱۱-۳۰] جس غبیث شخص نے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا کفر کیا اور قرآن کو انسانی قول کہا اس کی سزاؤں کا ذکر ہو رہا ہے پہلے جو نعمتیں اس پر انعام ہوئی ہیں ان کا بیان ہو رہا ہے کہ یہ تن تنہا خالی ہاتھ دنیا میں آیا تھا۔ مال یا اولاد دیا اور کچھ ساتھ نہ تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اسے مال دار بنا دیا ہزاروں لاکھوں دینار زر زر زمین وغیرہ عنایت فرمائی اور باعتبار اقوال کے تیرہ اور بعض اور اقوال کے دس لڑکے دیئے جو سب کے سب اس کے پاس بیٹھے رہتے تھے۔ نوکر چاکر لونڈی غلام کام کاج کرتے تھے اور یہ مزے سے اپنی زندگی اپنی اولاد کے ساتھ گزارتا تھا۔ غرض دھن دولت لونڈی غلام بال بچے آرام آسائش ہر طرح کی مہیا تھی پھر بھی خواہش نفس پوری نہیں ہوتی تھی اور چاہتا تھا کہ اللہ تعالیٰ اور بڑھادے حالانکہ ایسا اب نہ ہوگا۔ یہ ہماری باتوں کے علم کے بعد کفر اور سرکشی کرتا ہے اسے تو صعود پر چڑھایا جائے گا۔

مسند احمد کی ایک حدیث میں ہے کہ وہیل جہنم کی ایک وادی کا نام ہے جس میں کافر کو گرایا جائے گا۔ چالیس سال تک اندر ہی اندر جاتا رہے گا لیکن پھر بھی یہ تک نہ پہنچے گا۔ اور صعود جہنم کے ایک ناری پہاڑ کا نام ہے جس پر کافر کو چڑھایا جائے گا۔ ستر سال تک تو چڑھتا ہی رہے گا پھر وہاں سے نیچے گرا دیا جائے گا۔ ستر سال تک نیچے لڑھکتا رہے گا اور اسی ابدی سزا میں گرفتار رہے گا۔ ③ یہ حدیث ترمذی میں بھی ہے اور امام ترمذیؒ اسے غریب کہتے ہیں ساتھ ہی اس میں نکارت بھی ہے۔ ابن ابی حاتم میں ہے کہ صعود جہنم کے ایک پہاڑ کا نام ہے جو آگ کا ہے اسے مجبور کیا جائے گا کہ اس پر چڑھے ہاتھ رکھتے ہی گھل جائے گا اور اٹھاتے ہی بدستور ہو جائے گا اسی طرح پاؤں بھی۔ ④

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ”صعود جہنم کی ایک چٹان کا نام ہے جس پر کافر کو اپنے منہ کے بل گھسیٹا جائے گا۔“ ⑤ سدیؒ کہتے ہیں کہ یہ پتھر بڑا پھسلنا ہے۔ مجاہدؒ کہتے ہیں کہ مطلب آیت کا یہ ہے کہ ہم اسے مشقت والا عذاب کریں گے۔ ⑥ قتادہؒ فرماتے ہیں کہ ایسا عذاب جس میں اور جس سے کبھی بھی راحت حاصل نہ ہو۔ امام ابن جریرؒ اسی کو پسند فرماتے ہیں۔ پھر فرماتا ہے کہ ہم نے اسے اس تکلیف دہ عذاب سے اس لئے قریب کر دیا کہ وہ ایمان سے بہت دور تھا وہ سوچ سوچ کر گھڑنت گھڑ رہا تھا کہ وہ قرآن کو کیا کہے اور کیا بات بنائے۔ پھر اس پر افسوس کیا جاتا ہے اور محاورہ عرب کے مطابق اس کی ہلاکت کے کلمے کہے جاتے ہیں کہ یہ غارت کر دیا جائے یہ برباد کر دیا جائے۔ کتنا بدکلام سوچا اور کتنی بے حیائی کی جھوٹ بات گھڑ نکالی بار بار

① ۵۴/ القمر: ۸- سنن ترمذی، کتاب الصلاة، باب اذا نام عن صلاته باللیل صلی بالنہار، تحت الحدیث، ۴۴۵؛ حاکم، ۵۰۶/۲، سندہ ضعیف عتاب بن ثنی مجہول الحال راوی ہے۔

② ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورۃ الانبیاء، ۳۱۶۴، وسندہ ضعیف؛ احمد، ۷۵/۳، مسند ابی یعلیٰ، ۱۳۸۳؛ ابن حبان، ۶۶۶۷، البعث للبیہقی، ۴۶۵۔ ③ الطبری، ۲۶۶/۸، ۲۶۶/۲۳ اس کی سند میں عطیہ عوفی ضعیف راوی ہے۔

④ الدر المنثور، ۳۳۱/۸۔ ⑤ الطبری، ۲۳/۲۴۔

کے غور و فکر کے بعد پیشانی پر بل ڈال ڈال کر منہ بگاڑ بگاڑ کر حق سے مٹ کر بھلائی سے منہ موڑ کر اطاعت الہی سے سر پھیر کر دل کڑا کر کے صاف کہہ دیا یہ قرآن اللہ کا کلام نہیں بلکہ محمد ﷺ اپنے سے پہلے لوگوں کا جادو کا منتر نقل کر لیا کرتے ہیں اور اسی کو سنار ہے جس سے یہ کلام الہی نہیں بلکہ انسانی قول ہے اور جادو ہے جو نقل کیا جاتا ہے۔ اس ملعون کا نام ولید بن مغیرہ مخزومی تھا جو قریش کا سردار تھا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں واقعہ یہ ہے کہ ”ایک مرتبہ یہ ولید پلید حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور خواہش ظاہر کی کہ آپ کچھ قرآن سنائیں۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے چند آیتیں پڑھ کر سنائیں جو اس کے دل میں گھر کر گئیں۔ جب یہاں سے نکلا اور کفار قریش کے مجمع میں پہنچا تو کہنے لگا لوگو! تعجب کی بات ہے (حضرت محمد ﷺ) جو قرآن پڑھتے ہیں اللہ تعالیٰ کی قسم نہ تو وہ شعر ہے نہ جادو کا منتر ہے نہ مجنونانہ بڑ ہے بلکہ واللہ! وہ تو خاص اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اس میں کوئی شک نہیں۔ قریشیوں نے یہ سن کر سر پکڑ لیا اور کہنے لگے اگر یہ مسلمان ہو گیا تو بس پھر قریش میں سے ایک بھی بغیر اسلام لائے باقی نہ رہے گا۔ ابو جہل کو جب یہ خبر پہنچی تو اس نے کہا گھبراؤ نہیں دیکھو میں ایک ترکیب سے اسے اسلام سے پھیر دوں گا۔ یہ کہتے ہی اپنے ذہن میں ایک ترکیب سوچ کر یہ ولید کے گھر پہنچا اور کہنے لگا آپ کی قوم نے آپ کے لئے چندہ کر کے بہت سامان جمع کر لیا ہے اور وہ آپ کو صدقہ میں دینے والے ہیں۔ اس نے کہا واہ! کیا مزے کی بات ہے مجھے ان کے چندوں اور صدقوں کی کیا ضرورت ہے دنیا جانتی ہے کہ ان سب میں مجھ سے زیادہ مال والا وہی ہے والا کوئی نہیں۔ ابو جہل نے کہا یہ تو ٹھیک ہے لیکن لوگوں میں ایسی باتیں ہو رہی ہیں کہ آپ جو ابو بکر کے پاس آتے جاتے ہیں وہ صرف اس لئے کہ ان سے کچھ حاصل وصول ہو۔ ولید نے کہا ابو میرے خاندان میں میری نسبت یہ چہ میگوئیاں ہو رہی ہیں مجھے مطلق معلوم نہ تھا! اچھا اب اللہ کی قسم نہ میں ابو بکر کے پاس جاؤں گا نہ عمر کے پاس جاؤں گا اور نہ رسول ﷺ کے پاس جاؤں گا اور وہ تو جو کچھ کہتے ہیں وہ صرف جادو ہے جو نقل کیا جاتا ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں یعنی ﴿ذَرْنِي﴾ سے ﴿لَا تَذَرْنِي﴾ تک۔“

حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ”اس نے کہا تھا کہ میں قرآن کے بارے میں بہت کچھ غور و خوض کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ یہ شعر تو نہیں اس میں حلاوت ہے اس میں چمک ہے یہ غالب ہے مغلوب نہیں لیکن ہے یقیناً جادو۔ اس پر یہ آیتیں اتریں۔“ ابن جریر میں ہے کہ ولید حضور ﷺ کے پاس آیا تھا اور قرآن سن کر اس کا دل نرم پڑ گیا تھا اور پورا اثر ہو چکا تھا جب ابو جہل کو یہ معلوم ہوا تو دوڑا بھاگا آیا اور اس ڈر سے کہیں یہ کھلم کھلا مسلمان نہ ہو جائے اسے بھڑکانے کے لئے جھوٹ موٹ کہنے لگا کہ چچا آپ کی قوم آپ کے لئے مال جمع کرنا چاہتی ہے۔ پوچھا کیوں؟ کہا اس لئے کہ آپ کو دیں اور آپ کا محمد ﷺ کے پاس جانا چھڑوائیں کیونکہ آپ وہاں مال حاصل کرنے کی غرض سے ہی جاتے آتے ہیں۔ اس نے غصہ میں آ کر کہا کہ میری قوم کو معلوم نہیں کہ میں ان سب سے زیادہ مالدار ہوں؟ ابو جہل نے کہا یہ تو ٹھیک ہے لیکن اس وقت تو لوگوں کا یہ خیال پختہ ہو گیا ہے کہ محمد ﷺ سے مال حاصل کرنے کی غرض سے آپ اسی کے ہو گئے ہیں اگر آپ چاہتے ہیں کہ بات لوگوں کے دلوں سے اٹھ جائے تو آپ اس کے بارے میں کچھ سخت الفاظ کہیں تاکہ لوگوں کو یقین ہو جائے کہ آپ اس کے مخالف ہیں اور آپ کو اس سے کوئی طمع نہیں ہے۔ اس نے کہا بھی بات تو یہ ہے کہ اس نے جو قرآن مجھے سنایا ہے قسم ہے اللہ تعالیٰ کی نہ وہ شعر ہے نہ قصیدہ اور رجز ہے نہ جنات کا قول اور ان کے اشعار ہیں تمہیں خوب معلوم ہے کہ جنات اور انسان کا کلام مجھے خوب یاد ہے میں خود نئی شاعر ہوں کلام کے حسن و قبح سے خوب واقف ہوں لیکن اللہ تعالیٰ کی قسم! محمد ﷺ کا کلام اس میں سے کچھ بھی نہیں! اللہ تعالیٰ جانتا ہے اس میں عجیب حلاوت و متعاس لذت شیفٹنگی اور دلبری ہے کہ وہ تمام کلاموں کا سردار ہے اس کے سامنے اور کوئی کلام چٹا نہیں وہ سب پر چھا جاتا ہے اس میں کشش بلندی

اور جذب ہے۔ اب تم ہی بتلاؤ کہ میں اس کلام کی نسبت کیا کہوں؟ ابو جہل نے کہا سنو! جب تک تم اسے برائی کے ساتھ یاد نہ کرو گے تمہاری قوم کے خیالات تمہاری نسبت صاف نہیں ہوں گے۔ اس نے کہا تو مجھے مہلت دو میں سوچ کر اس کی نسبت کوئی ایسا کلمہ کہہ دوں گا۔ چنانچہ سوچ سوچ کر قوی حیمت اور ناک رکھنے کی خاطر اس نے کہہ دیا کہ یہ تو جادو ہے جسے وہ نقل کرتا ہے۔ اس پر ﴿ذَرْنِي﴾ سے ﴿تِسْعَةَ عَشَرَ﴾ تک کی آیتیں اُتریں۔ ①

سدی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ دارالندوہ میں بیٹھ کر ان سب لوگوں نے مشورہ کیا کہ موسم حج پر لوگ چاروں طرف سے آئیں گے تو بتلاؤ انہیں محمد ﷺ کی نسبت کیا کہیں؟ کوئی ایسی بات تجویز کرو کہ سب بیک زبان وہی بات کہیں تاکہ عرب بھر میں اور پھر اور جگہ بھی وہی مشہور ہو جائے۔ تو اب کسی نے شاعر کہا، کسی نے جادوگر کہا، کسی نے کاہن اور نجوی کہا، کسی نے مجنون اور دیوانہ کہا۔ ولید بیٹھا سوچتا رہا اور غور و فکر کر کے دیکھ بھال کر تیوری چڑھا کر اور منہ بنا کر کہا اگلے جادو گروں کا قول ہے جسے یہ نقل کر رہا ہے۔

جہنم اور جنت کا تذکرہ: قرآن کریم میں اور جگہ ہے ﴿انْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوا لَكَ الْأَمْثَالَ فَضَلُّوا فَلَا يَسْتَطِيعُونَ سَبِيلًا﴾ ② یعنی ذرا دیکھ تو سہی تیری کیسی کیسی مثالیں گھڑتے ہیں لیکن بہک بہک کر رہ جاتے ہیں اور کسی نتیجے تک نہیں پہنچ سکتے۔ اب اس کی سزا کا ذکر ہو رہا ہے کہ میں اسے جہنم کی آگ میں غرق کر دوں گا جو زبردست خوفناک عذاب کی آگ ہے جو گوشت پوست کو رگ پٹھوں کو کھا جاتی ہے۔ پھر یہ سب نئے آتے ہیں اور پھر جلائے جاتے ہیں۔ نہ موت آئے گی نہ راحت والی زندگی ملے گی، کھال ادھیر دینے والی وہ آگ ہے جو ایک ہی لپک میں جسم کو رات سے زیادہ سیاہ کر دیتی ہے۔ جسم و جلد کو بھون بھلس دیتی ہے۔ انہیں انیس داروغے اس پر مقرر ہیں جو نہ تھکیں نہ رحم کریں۔ حضرت براء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ”چند یہودیوں نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے پوچھا۔ بتلاؤ تو جہنم کے داروغوں کی تعداد کیا ہے؟ انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ہی زیادہ جانتے ہیں۔ پھر کسی شخص نے آ کر حضور اکرم ﷺ سے یہ واقعہ بیان کیا، اسی وقت آیت ﴿عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ﴾ نازل ہوئی۔ آپ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو سنادی اور فرمایا ذرا انہیں میرے پاس تولادو میں بھی ان سے پوچھوں کہ جنت کی مٹی کیا ہے؟ فرمایا سنو! وہ سفید میدہ کی طرح ہے۔ پھر یہودی آپ ﷺ کے پاس آئے اور آپ سے پوچھا کہ جہنم کے داروغوں کی تعداد کتنی ہے؟ آپ نے دونوں باتوں کی انگلیاں دو دفعہ جھکائیں دوسری دفعہ میں انگوٹھا روک لیا یعنی انیس۔ پھر آپ نے فرمایا تم بتلاؤ کہ جنت کی مٹی کیا ہے؟ انہوں نے ابن سلام رضی اللہ عنہ سے کہا آپ ہی کہئے۔ ابن سلام رضی اللہ عنہ نے کہا گویا وہ سفید روٹی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا یاد رکھو یہ سفید روٹی وہ جو خالص میدہ کی ہو۔“ ③ (ابن ابی حاتم)

مسند بزار میں ہے کہ جس شخص نے حضور اکرم ﷺ کو صحابہ رضی اللہ عنہم کے لا جواب ہونے کی خبر دی تھی اس نے آ کر کہا تھا کہ آج تو آپ ﷺ کے اصحاب ہار گئے فرمایا کیسے؟ اس نے کہا ان سے جواب نہ بن پڑا اور کہنا پڑا کہ ہم اپنے نبی اکرم ﷺ سے پوچھ لیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا بھلا وہ بھی ہمارے ہوئے کہے جاسکتے ہیں جن سے وہ بات پوچھی جاتی ہے جسے وہ نہیں جانتے تو وہ کہتے ہیں کہ ہم اپنے نبی سے پوچھ کر جواب دیں گے۔ ان یہودیوں کو دشمنان الہی کو ذرا میرے پاس تولادو ہاں انہوں نے اپنے نبی سے اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کا سوال کیا تھا اور ان پر عذاب بھیجا گیا تھا۔ اب یہودی بلوائے گئے۔ جواب دیا گیا اور حضور اکرم ﷺ کے

- ① یہ روایت مرسل ہے لیکن حاکم، ۵۰۶/۲، ۵۰۷ میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے تاہم اس کی سند عبدالرزاق کی تدلیس کی وجہ سے ضعیف ہے۔
- ② الفرقان: ۹۔
- ③ البعث للبيهقي، ۵۰۹ مختصر أوسنده ضعيف اس کی سند میں حرث بن ابی مطر ضعیف راوی ہے۔

وَمَا جَعَلْنَا أَصْحَابَ النَّارِ إِلَّا مَلَائِكَةً ۖ وَمَا جَعَلْنَا عِدَّتَهُمُ إِلَّا فِتْنَةً لِلَّذِينَ
كَفَرُوا ۚ لَيَسْتَغْفِرَنَّ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ وَيَزِدُّوا الَّذِينَ آمَنُوا إِيمَانًا وَلَا
يَرْتَابَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ وَالْمُؤْمِنُونَ ۚ وَلَيَقُولَ الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ
مَرَضٌ وَالْكَافِرُونَ مَاذَا أَرَادَ اللَّهُ بِهَذَا مَثَلًا ۖ كَذَلِكَ يُضِلُّ اللَّهُ مَن يَشَاءُ
وَيَهْدِي مَن يَشَاءُ ۚ وَمَا يَعْلَمُ جُنُودَ رَبِّكَ إِلَّا هُوَ ۚ وَمَا هِيَ إِلَّا ذِكْرَى
لِلْبَشَرِ ۚ كُلًّا وَالْقَمْرِ ۚ وَاللَّيْلِ إِذَا أَدْبَرَ ۚ وَالصُّبْحِ إِذَا أَصْفَرَ ۚ إِنَّهَا لَإِحْدَى
الْكُبَرَى ۚ نَذِيرٌ لِّلْبَشَرِ ۚ لِمَن شَاءَ مِنْكُمْ أَن يَتَقَدَّمَ أَوْ يَتَأَخَّرَ ۚ

ترجمہ: ہم نے دوزخ کے داروغے صرف فرشتوں کو کیا ہے اور ہم نے ان کی تعداد صرف کافروں کی آزمائش کے لئے مقرر کی ہے تاکہ
اہل کتاب یقین کر لیں اور ایمان دار ایمان میں بڑھ جائیں۔ اور اہل کتاب اور مسلمان شک نہ کریں اور جن کے دلوں میں بیماری ہے وہ
اور کافر کہیں کہ اس بیان سے اللہ تعالیٰ کی کیا مراد ہے؟ اسی طرح اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے
تیرے رب کے لشکروں کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا یہ توکل بنی آدم کے لئے سراسر ہند و نصیحت ہے۔ [۳۱] صحیح کہتا ہوں قسم ہے چاند
کی [۳۲] اور رات کی جب وہ پیچھے ہٹے۔ [۳۳] اور صبح کی جب کہ روشن ہو جائے [۳۴] کہ یقیناً جہنم بڑی چیزوں میں سے ایک ہے۔ [۳۵]
بنی آدم کو ڈرانے والی [۳۶] یعنی اسے جہنم میں سے آگے بڑھنا چاہے یا پیچھے ہٹنا چاہے۔ [۳۷]

== سوال پر یہ بڑے چکرائے اور ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگنا۔ ❶

جہنم کے داروغوں کا ذکر: [آیت: ۳۱-۳۷] اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ عذاب کے کرنے پر اور جہنم کی نگہبانی پر ہم نے فرشتے ہی مقرر کئے
جو رحم نہ کرنے والے اور سخت کلامی کرنے والے ہیں۔ اس میں مشرکین قریش کی تردید ہے، انہیں جس وقت جہنم کے داروغوں کی تعداد
بتلائی گئی تو ابو جہل نے کہا اے قریشیو! اگر یہ انیس ہیں تو زیادہ سے زیادہ ایک سو نوے ہم مل کر انہیں ہرا دیں گے۔ اس پر کہا جاتا ہے کہ
وہ فرشتے ہیں انسان نہیں ہیں انہیں نہ تم ہر اس کو گئے نہ تم کا سکو گے۔ (ف) یہ بھی کہا گیا ہے کہ ابوالاشدین جس کا نام کلدہ بن اسید بن
خلف تھا اس نے اس تعداد کو سن کر کہا کہ قریشیو! تم سب مل کر ان میں سے دو کو روک لینا باقی سترہ کو میں کافی ہوں۔ یہ بڑا مغرور شخص تھا
اور ساتھ ہی بڑا قوی تھا۔ یہ گائے کے چمڑے پر کھڑا ہو جاتا پھر دس طاقتور شخص مل کر اسے اس کے پیروں تلے سے نکالنا چاہتے کھال
کے ٹکڑے اڑتے جاتے لیکن اس کے قدم جنبش بھی نہ کھاتے۔ یہی شخص ہے جس نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے آ کر کہا تھا کہ آپ
مجھ سے کشتی لڑیں اگر آپ نے مجھے گرا دیا تو میں آپ کی نبوت کو مان لوں گا۔ چنانچہ حضور اکرم ﷺ نے اس سے کشتی لڑی اور کئی بار
اس کو گرایا لیکن اسے ایمان لانا نصیب نہ ہوا۔

❶ ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورۃ المدثر، ۳۳۲۷ وسندہ ضعیف اس کی سند میں مالہ بن سعید ضعیف راوی ہے۔

امام ابن اسحق رحمہ اللہ نے کشتی والا واقعہ رکابہ بن عبد یزید بن ہاشم بن المطلب کا بتایا ہے۔ میں کہتا ہوں ان دونوں میں کچھ منافات نہیں (ممکن ہے کہ اس سے اور اس سے دونوں سے کشتی ہوئی ہو) وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ پھر فرمایا کہ اس گنتی کا ذکر تھا ہی امتحان کے لئے، ایک طرف کافروں کا کفر کھل پڑا، دوسری جانب اہل کتاب کا یقین کامل ہو گیا کہ اس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت حق ہے کیونکہ خود ان کی کتاب میں بھی یہی گنتی ہے تیسری طرف ایمان دار اپنے ایمان میں سوا ہو گئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کی تصدیق کی اور ایمان بڑھا۔ اہل کتاب اور مسلمانوں کو کوئی شک و شبہ نہ رہا یا مردل منافق چیخ اٹھے کہ بھلا بتاؤ کہ اسے یہاں ذکر کرنے میں کیا حکمت ہے؟ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ایسی ہی باتیں بہت سے لوگوں کے ایمان کی مضبوطی کا سبب بن جاتی ہیں اور بہت سے لوگوں کے شبہ والے دل اور ڈانواں ڈول ہو جاتے ہیں اللہ تعالیٰ کے یہ سب کام حکمت سے اور اسرار سے پر ہیں۔ تیرے رب کے لشکروں کی گنتی اور ان کی صحیح تعداد اور ان کی کثرت کا کسی کو علم نہیں وہی خوب جانتا ہے یہ نہ سمجھو کہ بس انیس ہی ہیں، جیسے یونانی فلسفیوں اور ان کے ہم خیال لوگوں نے اپنی جہالت کی وجہ سے سمجھ لیا کہ اس سے مراد عقول عشرہ اور نفوس تسعہ ہیں، حالانکہ یہ مجرد ان کا دعویٰ ہے جس پر دلیل قائم کرنے سے وہ بالکل عاجز ہیں۔ افسوس کہ آیت کے اول پر تو ان کی نظریں ہیں لیکن آخری حصہ کے ساتھ وہ کفر کر رہے ہیں جہاں صاف الفاظ موجود ہیں کہ تیرے رب کے لشکروں کو سوائے اس کے کوئی نہیں جانتا، پھر انیس صرف کے کیا معنی؟ بخاری مسلم کی معراج والی حدیث میں ثابت ہو چکا ہے کہ ”آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت المعمور کا وصف بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ ساتویں آسمان پر ہے اور اس میں ہر روز ستر ہزار فرشتے جاتے ہیں، اسی طرح دوسرے روز ستر ہزار فرشتے جاتے ہیں، اسی طرح ہمیشہ تک، لیکن فرشتوں کی تعداد اس قدر کثیر ہے کہ جو آج گئے ان کی باری پھر قیامت تک نہیں آنے کی۔“ ①

فرشتوں کی کثرت کا ذکر: مسند احمد میں ہے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ”میں وہ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے اور وہ سنتا ہوں جو تم نہیں سنتے، آسمان چر چر رہے ہیں اور انہیں چر چرانے کا حق ہے، ایک انگلی ٹکانے کی جگہ ایسی خالی نہیں جہاں کوئی نہ کوئی فرشتہ سجدے میں نہ پڑا ہو اگر تم وہ جان لیتے جو میں جانتا ہوں تو تم بہت کم ہتے بہت زیادہ روتے اور بستر وں پر اپنی بیویوں کے ساتھ لذت نہ پاسکتے بلکہ فریاد و زاری کرتے ہوئے جنگلوں کی طرف نکل کھڑے ہوتے۔ اس حدیث کو بیان فرما کر حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی زبان سے بے ساختہ یہ نکل جاتا کہ کاش کہ میں درخت ہوتا جو کاٹ دیا جاتا۔“ ② یہ حدیث ترمذی اور ابن ماجہ میں بھی ہے اور امام ترمذی اسے حسن غریب بتلاتے ہیں اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً بھی روایت کی گئی ہے۔

طبرانی میں ہے کہ ساتویں آسمانوں میں قدم رکھنے کی باشت بھریا تھیلی جتنی جگہ بھی ایسی نہیں جہاں کوئی نہ کوئی فرشتہ قیام کی یا رکوع کی یا سجدے کی حالت میں نہ ہو، پھر بھی یہ سب کل قیامت کے دن کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ تو پاک ہے ہمیں جس قدر تیری عبادت کرنی چاہئے تھی اس قدر ہم سے ادنیٰ نہیں ہو سکی، البتہ ہم نے تیرے ساتھ کسی کو شریک نہیں کیا۔ ③ امام محمد بن نصر مروزی رحمہ اللہ کی ”کتاب الصلوٰۃ میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے سوال کیا کہ کیا جو میں سن رہا ہوں تم بھی سن رہے ہو؟

① صحیح بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ذکر الملائکۃ صلوات اللہ علیہم، ۳۲۰۷، صحیح مسلم، ۱۶۴۔

② ترمذی، کتاب الزہد، باب ما جاء فی قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم ((لو تعلمون ما اعلم)) ۲۳۱۲ وهو حسن، ابن ماجہ، ۴۱۹۰،

احمد، ۱۷۳/۵۔ ③ المعجم الأوسط، ۳۵۹۲ وسندہ ضعیف، مجمع الزوائد، ۵۷/۱ اس کی سند میں عمرو بن مروان الرقی کزور

راوی ہے (المیزان، ۳/۶۴، رقم: ۵۶۱۰)

انہوں نے جواب میں کہا یا رسول اللہ! ہمیں تو کچھ سنائی نہیں دیتا۔ آپ نے فرمایا آسمانوں کا چرچہ بولنا میں سن رہا ہوں اور وہ اس چرچہ اہم پر ملامت نہیں کیا جاسکتا کیوں کہ اس پر اس قدر فرشتے ہیں کہ ایک بالشت بھر جگہ خالی نہیں کہیں کوئی رکوع میں ہے اور کہیں کوئی سجدے میں۔ ①

دوسری روایت میں ہے کہ آسمان دنیا میں ایک قدم رکھنے کی جگہ بھی ایسی نہیں جہاں سجدے میں یا قیام میں کوئی فرشتہ نہ ہو اسی لئے فرشتوں کا یہ قول قرآن کریم میں موجود ہے ﴿وَمَا مِنَّا إِلَّا لَهُ مَقَامٌ مَّعْلُومٌ ۝ وَإِنَّا لَنَحْنُ الصَّافُونَ ۝ وَإِنَّا لَنَحْنُ الْمُسَبِّحُونَ ۝﴾ ② یعنی ہم میں سے ہر ایک کے لئے مقرر جگہ ہے اور ہم صفیں باندھنے والے اور اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرنے والے ہیں۔ اس حدیث کا مرفوع ہونا بہت ہی غریب ہے۔ دوسری روایت میں یہ قول حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان کیا گیا ہے ایک اور سند سے یہ روایت حضرت علاء بن سعد رضی اللہ عنہ سے بھی مرفوعاً مروی ہے یہ صحابی فتح مکہ میں اور اس کے بعد کے جہادوں میں حضور اکرم ﷺ کے ساتھ تھے۔ لیکن سنداً یہ بھی غریب ہے۔ ایک اور بہت ہی غریب بلکہ سخت منکر حدیث میں ہے کہ ”حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ آئے نماز کھڑی ہوئی تھی اور تین شخص بیٹھے ہوئے تھے جن میں ایک ابو جحش لیثی تھا۔ آپ نے فرمایا اٹھو حضور اکرم ﷺ کے ساتھ نماز میں کھڑے ہو جاؤ۔ تو دو شخص تو کھڑے ہو گئے، لیکن ابو جحش کہنے لگا اگر کوئی ایسا شخص آئے جو طاقت و قوت میں مجھ سے زیادہ ہو اور مجھ سے کشتی لڑے اور مجھے گرا دے پھر میرا منہ مٹی میں ملا دے تو تو میں اٹھوں گا ورنہ بس اٹھ چکا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اور کون آئے گا آج میں تیار ہوں چنانچہ کشتی ہونے لگی اور میں نے اسے پچھاڑا پھر اس کے منہ کو مٹی میں ملا دیا۔ اتنے میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ آ گئے اور اسے میرے ہاتھ سے چھڑا دیا۔ میں بڑا بگڑا اور اسی غصہ کی حالت میں آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ ﷺ نے مجھے دیکھتے ہی فرمایا ابو حفص! آج کیا بات ہے؟ میں نے تمام واقعہ کہہ سنایا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اگر عمر کی مرضی بھی یہی ہو تو اللہ تعالیٰ کی قسم میرے نزدیک تو اس خبیث کا سر اتار لیتا تو اچھا تھا۔ یہ سنتے ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ بونہی وہاں سے اٹھ کھڑے ہوئے اور اس کی طرف لپکتے خاصی دور نکل چکے تھے حضور اکرم ﷺ نے انہیں آواز دی اور فرمایا یمھون تو لو کہ اللہ تعالیٰ ابو جحش کی نماز سے بالکل بے نیاز ہے آسمان دنیا میں خشوع و خضوع والے بے شمار فرشتے اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدے میں پڑے ہوئے ہیں جو قیامت تک سر ہی نہیں اٹھانے کے قیامت کو سجدے سے سر اٹھائیں گے اور یہ کہتے ہوئے حاضر ہوں گے کہ اے ہمارے رب! ہم سے تیری عبادت کا حق ادا نہیں ہو سکا اسی طرح دوسرے آسمان میں بھی یہی حال ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سوال کیا کہ یا رسول اللہ! ان کی تسبیح کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا آسمان دنیا کے فرشتے تو کہتے ہیں ((سُبْحَانَ ذِي الْمُلْكِ وَالْمَلَكُوتِ)) اور دوسرے آسمان کے فرشتے کہتے ہیں ((سُبْحَانَ ذِي الْعِزَّةِ وَالْجَبَرُوتِ)) اور تیسرے آسمان کے فرشتے کہتے ہیں ((سُبْحَانَ الْحَيِّ الَّذِي لَا يَمُوتُ)) عمر تم بھی اپنی نماز میں اسے کہا کرو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ! اس سے پہلے جو پڑھنا آپ ﷺ نے سکھایا ہے اور جس کے پڑھنے کو فرمایا ہے اس کا کیا ہوگا؟ فرمایا کبھی یہ کہو کبھی وہ پڑھو۔ پہلے جو پڑھنے کو آپ ﷺ نے فرمایا تھا وہ یہ تھا: ((اعُوذُ بِعَفْوِكَ مِنْ عِقَابِكَ وَاعُوذُ بِرِضَاكَ مِنْ سَخِطِكَ وَاعُوذُ بِكَ مِنْكَ جَلٍّ وَجَهْلٍ)) یعنی اللہ تعالیٰ تیرے عذابوں سے میں تیری معافی کی پناہ میں آتا ہوں اور تیری ناراضی سے تیری رضامندی کی پناہ چاہتا ہوں اور تجھ سے =

① الصلاة لابن نصر، ۲۵۰ وسنده ضعيف، قتاده وسعيد بن ابى عروبة مدلسان وعنعنا۔

② ۳۳ / الاحزاب: ۱۶۴، ۱۶۶۔

كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِينَةٌ ۖ إِلَّا أَصْحَابَ الْيَمِينِ ۖ فِي جَنَّتِ ت
يَتَسَاءَلُونَ ۖ عَنِ الْمُجْرِمِينَ ۖ مَا سَلَكَكُمْ فِي سَقَرٍ ۖ قَالُوا لَمْ نَكُ مِنَ
الْمُصَلِّينَ ۖ وَلَمْ نَكُ نُطْعِمِ الْمُسْكِينِ ۖ وَكُنَّا نَخُوضُ مَعَ الْخَائِضِينَ ۖ وَكُنَّا
نُكَذِّبُ يَوْمَ الدِّينِ ۖ حَتَّىٰ آتَيْنَا الْيَقِينَ ۖ فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ
الشُّفَعَاءِ ۖ فَمَا لَهُمْ عَنِ التَّذْكِرَةِ مُعْرِضِينَ ۖ كَأَنَّهُمْ حُمُرٌ مُّسْتَنَفِرَةٌ ۖ
فَرَّتْ مِنْ قَسْوَرَةٍ ۖ بَلْ يُرِيدُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ أَنْ يُؤْتَىٰ صُحُفًا مُّنشَرَةً ۖ
كَلَّا ۖ بَلْ لَا يَخَافُونَ الْآخِرَةَ ۖ كَلَّا إِنَّهُ تَذْكِرَةٌ ۖ فَمِنْ شَاءَ ذَكَرَهُ ۖ وَمَا
يَذْكُرُونَ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ ۖ هُوَ أَهْلُ التَّقْوَىٰ وَأَهْلُ الْغُفْرَةِ ۖ

ترجمہ: ہر شخص اپنے اعمال میں محبوس اور مبتلا ہے۔ [۳۸] مگر دائیں ہاتھ والے [۳۹] کہ وہ بہشتوں میں بیٹھے ہوئے [۴۰] گنہگاروں سے سوال کرتے ہوں گے [۴۱] کہ تمہیں دوزخ میں کس چیز نے ڈالا؟ [۴۲] وہ جواب دیں گے کہ ہم نمازی نہ تھے [۴۳] نہ مسکینوں کو کھانا کھلاتے تھے [۴۴] اور ہم بحث کرنے والے انکار یوں کا ساتھ دے کر بحث مباحثہ میں مشغول رہا کرتے تھے [۴۵] اور جزا سزا کے دن کو بھی ہم سچا نہیں جانتے تھے [۴۶] یہاں تک کہ ہمیں موت آ گئی۔ [۴۷] پس انہیں سفارش کرنے والوں کی سفارش نفع نہ دے گی۔ [۴۸] انہیں کیا ہو گیا ہے کہ نصیحت سے منہ موڑ رہے ہیں [۴۹] گویا کہ وہ بد کے ہوئے گدھے ہیں [۵۰] جو شیر سے بھاگے ہوں۔ [۵۱] بلکہ ان میں سے ہر شخص چاہتا ہے کہ اسے کھلی ہوئی کتابیں دی جائیں۔ [۵۲] ہرگز ایسا نہیں ہو سکتا دراصل یہ قیامت سے بے خوف ہیں۔ [۵۳] سچی بات تو یہ ہے کہ یہ قرآن ایک نصیحت ہے۔ [۵۴] اب جو چاہے اسے یاد کر لے [۵۵] اور وہ جب ہی یاد کریں گے جب اللہ تعالیٰ چاہے وہ اسی لائق ہے کہ اس سے ڈریں اور اس لائق بھی کہ وہ بخشے۔ [۵۶]

تیسری ہی پناہ پکڑتا ہوں۔ تیرا چہرہ جلال والا ہے۔ ①

اور اس طرح مروی جو راوی حدیث ہے اس سے حضرت امام بخاری رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں اور امام ابن حبان رحمہ اللہ بھی انہیں ثقہ راویوں میں گنتے ہیں، لیکن حضرت امام ابوداؤد امام نسائی امام عقیلی اور امام دارقطنی رحمہم اللہ انہیں ضعیف کہتے ہیں۔ امام ابو حاتم رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں تھے تو یہ سچ مگر نابینا ہو گئے تھے اور کبھی کبھی تلقین قبول کر لیا کرتے تھے۔ ہاں ان کی کتابوں کی مرویات صحیح ہیں۔ ان سے یہ بھی مروی ہے کہ یہ مضطرب ہیں اور ان کے استاد عبد الملک بن قدامہ ابوقادہ حنفی میں بھی کلام ہے۔ تعجب ہے کہ امام محمد بن نصر رحمہ اللہ نے ان کی اس حدیث کو کیسے روایت کر دیا؟ اور نہ تو اس پر کلام کیا نہ اس کے حال کو معلوم کر آیا نہ اس کے

① کتاب الصلاة لمحمد بن نصر، ۲۵۶ وسندہ ضعیف، عبد اللہ بن قدامہ هو عبد الملک بن قدامہ الجمعی وهو ضعیف مشہور،

حاکم، ۸۷/۳، شعب الایمان، ۱/۱۱۴۔

بعد راویوں کے ضعف کو بیان کیا ہاں اتنا تو کیا ہے کہ اسے دوسری سند سے مرسلہ روایت کر دیا ہے اور مرسل کی دوسندیں لائے ہیں ایک حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے دوسری حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ سے۔

پھر ایک اور روایت لائے ہیں کہ حضرت عدی بن ارطاة رضی اللہ عنہ نے مدائن کی جامع مسجد میں اپنے خطبہ میں فرمایا کہ میں نے ایک صحابی سے سنا ہے انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کے بہت سے ایسے فرشتے ہیں جو ہر وقت خوف الہی سے کپکپاتے رہتے ہیں ان کے آنسو گرتے رہتے ہیں اور وہ ان فرشتوں پر چمکتے ہیں جو نماز میں مشغول ہیں اور ان میں سے ایسے فرشتے بھی ہیں جو ابتدائے دنیا سے رکوع میں ہی ہیں اور بعض سجدے میں ہی ہیں قیامت کے دن اپنی پیٹھ اور سر اٹھائیں گے اور نہایت عاجزی سے جناب باری میں عرض کریں گے کہ یا الہی تو پاک ہے ہم سے تیری عبادت کا حق ادا نہیں ہو سکا۔ ① اس حدیث کی اسناد میں کوئی حرج نہیں۔ پھر فرماتا ہے کہ یہ آگ جس کا وصف تم سن چکے یہ لوگوں کے لئے سراسر باعث عبرت و نصیحت ہے۔ پھر چاند کی رات کے جانے کی صبح کے روشن ہونے کی قسمیں کھا کھا کر فرماتا ہے کہ وہ آگ ایک زبردست اور بہت بڑی چیز ہے جو اس ڈراوے کو قبول کر کے حق کی راہ لگنا چاہے لگ جائے جو چاہے باوجود اس کے بھی حق کو پیٹھ ہی دیتا رہے اور اس سے دور بھاگتا رہے اور اسے رد کرتا رہے۔

ہر کوئی اپنے اعمال کا جوابدہ ہوگا: [آیت: ۳۸-۵۶] اللہ تعالیٰ خبر دیتا ہے کہ ہر شخص اپنے اعمال میں قیامت کے دن جکڑا بندھا ہوگا لیکن جن کے دائیں ہاتھ میں اعمال نامہ آیا ہے وہ جنت کے بالا خانوں میں جہنم سے بیٹھے ہوئے جہنم والوں کو بدترین عذابوں میں دیکھ کر ان سے پوچھیں گے کہ تم یہاں کیسے پہنچ گئے؟ وہ جواب دیں گے کہ ہم نے نہ تو رب کی عبادت کی نہ مخلوق کے ساتھ احسان کیا بغیر علم کے جو زبان پر چڑھا بکتے رہے جہاں کسی کو اعتراض کرتے سنا ہم بھی ساتھ ہو گئے اور باتیں بنانے لگے اور قیامت کے دن کی تکذیب ہی کرتے رہے یہاں تک کہ موت آ گئی۔ یقین کے معنی موت کے اس آیت میں بھی ہیں ﴿وَأَعْبُدْ رَبَّكَ حَتَّىٰ يَأْتِيَكَ الْيَقِينُ﴾ ② یعنی موت کے وقت تک اللہ تعالیٰ کی عبادت میں لگا رہ۔ اور حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی وفات کی نسبت حدیث میں بھی یقین کا لفظ آیا ہے۔ ③ اب اللہ رب العزت فرماتا ہے کہ ایسے لوگوں کو کسی کی سفارش اور شفاعت نفع نہ دے گی اس لئے کہ شفاعت وہاں نافع ہوتی ہے جہاں محل شفاعت ہو لیکن جن کا دم بھی کفر پر لٹکا ہوا ان کے لئے شفاعت کہاں؟ وہ ہمیشہ کے لئے ہاویہ میں گئے۔ پھر فرمایا کیا بات ہے؟ کوئی وجہ ہے کہ یہ کافر تیری نصیحت اور دعوت سے منہ پھیر رہے ہیں اور قرآن وحدیث سے اس طرح بھاگتے ہیں جیسے جنگلی گدھے شکاری شیر سے فارسی زبان میں جسے شیر کہتے ہیں اسے عربی زبان میں اسد کہتے ہیں اور حبشی زبان میں قسورہ کہتے ہیں اور مہلی زبان میں اوبا۔ پھر فرماتا ہے کہ یہ مشرکین تو چاہتے ہیں کہ ان کے ہر شخص پر علیحدہ علیحدہ کتاب اترے جیسے اور جگہ ان کا مقولہ ہے ﴿حَتَّىٰ نُؤْتِيَ مَثَلًا ۖ مَا أُوتِيَ رَسُلُ اللَّهِ﴾ ④ اے اللہ تعالیٰ جب ان کے پاس کوئی آیت آتی ہے تو کہتے ہیں کہ ہم تو ہرگز ایمان نہ لائیں گے جب تک کہ وہ نہ دیئے جائیں جو اللہ تعالیٰ کے رسولوں کو دیا گیا ہے اللہ تعالیٰ کو بخوبی علم ہے کہ رسالت کے قابل کون ہے؟ اور یہ بھی مطلب ہو سکتا ہے کہ ہم بغیر عمل کے چھکارا دے دیئے جائیں۔ ⑤

① کتاب الصلاة لمحمد بن نصر، ۲۶۰ و سندہ ضعیف، عباد بن منصور ضعیف مشہور۔

② ۱۵/الحجر: ۹۹۔ ③ صحیح بخاری، کتاب الجنائز، باب الدخول علی المیت بعد الموت اذا ادرج فی الکفانہ، ۱۲۴۳۔

④ ۶/الانعام: ۱۲۴۔ ⑤ الطبری، ۲/۴۲۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے دراصل وجہ یہ ہے کہ انہیں آخرت کا خوف ہی نہیں کیونکہ انہیں اس کا یقین نہیں اس پر ایمان نہیں بلکہ اسے جھٹلاتے ہیں تو ڈرتے کیوں؟ پھر فرمایا کچی بات تو یہ ہے کہ یہ قرآن محض نصیحت و موعظت ہے جو چاہے عبرت حاصل کر لے اور نصیحت پکڑ لے جیسے فرمان ہے ﴿وَمَا تَشَاءُ وَاَنْ لَا اَنْ يَشَاءَ اللّٰهُ﴾ ① یعنی تمہاری چاہتیں اللہ تعالیٰ کی چاہت کی تابع ہیں۔ پھر فرمایا اسی کی ذات اس قابل ہے کہ اس سے خوف کھایا جائے اور وہی ایسا ہے کہ ہر رجوع کرنے والے کی توبہ قبول فرمالے۔ مسند احمد میں ہے کہ رسول کریم ﷺ نے اس آیت کی تلاوت کی اور فرمایا کہ تمہارا رب فرماتا ہے کہ میں اس کا حقدار ہوں کہ مجھ سے ڈرا جائے اور میرے ساتھ دوسرا معبود نہ ٹھہرایا جائے جو میرے ساتھ شریک بنانے سے بچ گیا، تو وہ میری بخشش کا مستحق ہو گیا۔ ② ابن ماجہ اور نسائی اور ترمذی وغیرہ میں بھی یہ حدیث ہے اور امام ترمذی رحمہ اللہ اسے حسن غریب کہتے ہیں۔ سہیل اس کا راوی قوی نہیں۔

اللہ تعالیٰ کے احسان سے سورہ مدثر کی تفسیر بھی ختم ہوئی۔



① ۸۱ / التکویر: ۲۹۔ ② احمد، ۳ / ۱۴۲: ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورۃ المدثر، ۳۳۲۸، وسندہ ضعیف؛

ابن ماجہ، ۴۲۹۹؛ مسند ابی یعلیٰ، ۳۳۱۷؛ حاکم، ۵۰۸ / ۲، اس کی سند میں سہیل بن عبد اللہ ضعیف راوی ہے (المیزان، ۲ / ۲۴۴،

تفسیر سورۃ قیامہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

لَا اُقْسِمُ بِیَوْمِ الْقِیَمَةِ ۝ وَلَا اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللّٰوَامَةِ ۝ اَیَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنَّ
تَجْمَعُ عِظَامَهُ ۝ بَلٰی قَدَرِیْنِ عَلٰی اَنْ تُسَوِّیَ بَنَانَهُ ۝ بَلٰی یُرِیْدُ الْاِنْسَانُ
لَیْفَجَرَ اَمَامَهُ ۝ یَسْئَلُ اَیَّانَ یَوْمِ الْقِیَمَةِ ۝ فَاِذَا بَرِقَ الْبَصَرُ ۝ وَخَسَفَ
القَمَرُ ۝ وَجُمِعَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ۝ یَقُوْلُ الْاِنْسَانُ یَوْمَئِذٍ اَیْنَ الْمَفْرُجُ ۝ کَلَّا لَا
وَرَرْ ۝ اِلٰی رَبِّكَ یَوْمَئِذٍ الْمُسْتَقَرُّ ۝ یَنْبِئُوْا الْاِنْسَانُ یَوْمَئِذٍ بِمَا قَدَّمَ وَاَخَّرَ ۝
بَلِ الْاِنْسَانُ عَلٰی نَفْسِهٖ بَصِیْرٌ ۝ وَّلَوْ اَلْقٰی مَعٰذِرَهٗ ۝

ترجمہ: معبود برحق رحمن ورحیم کے نام سے شروع

میں قسم کھاتا ہوں قیامت کے دن کی۔ [۱] اور قسم کھاتا ہوں اس نفس کی جو ملامت کرنے والا ہو۔ [۲] کیا انسان یہ خیال کرتا ہے کہ ہم اس کی ہڈیاں جمع کریں گے ہی نہیں۔ [۳] ہاں کریں گے ہم تو قادر ہیں کہ اس کی انگلیوں کی پور پور تک درست کر دیں۔ [۴] بلکہ انسان تو چاہتا ہے کہ آگے آگے نافرمانیاں کرتا جائے۔ [۵] پوچھتا ہے کہ قیامت کا دن کب آئے گا؟ [۶] پس جس وقت کہ نگاہ پھرا جائے [۷] اور چاند بے نور ہو جائے [۸] اور سورج اور چاند جمع کر دیے جائیں۔ [۹] اس دن انسان کہے گا کہ آج بھاگنے کی جگہ کہاں ہے؟ [۱۰] انہیں نہیں کوئی پناہ نہیں [۱۱] آج تو تیرے پروردگار کی طرف ہی قرار گاہ ہے۔ [۱۲] آج انسان کو اس کے آگے بھیجے ہوئے اور پیچھے چھوڑے ہوئے سے آگاہ کیا جائے گا۔ [۱۳] بلکہ انسان خود اپنے اوپر آپ جحت ہے [۱۴] گواہی دے گا کہ تمام غدر سامنے ڈال دے۔ [۱۵]

اللہ تعالیٰ قسم اٹھاتے ہیں: [آیت: ۱-۱۵] یہ کئی دفعہ بیان ہو چکا ہے کہ جس چیز پر قسم کھائی جائے اگر وہ رد کرنے کی چیز ہو تو قسم سے پہلے لا کلمہ نفی کی تائید کے لئے لانا جائز ہوتا ہے۔ یہاں قیامت کے ہونے پر اور جاہلوں کے اس قول کی تردید پر کہ قیامت نہ ہوگی قسم کھائی جا رہی ہے تو فرماتا ہے قسم ہے قیامت کے دن کی اور قسم ہے ملامت کرنے والی جان کی۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ تو فرماتے ہیں کہ قیامت کی قسم ہے اور ملامت کرنے والے نفس کی قسم نہیں ہے۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ دونوں کی قسم ہے۔ ① حسن اور اعراب رضی اللہ عنہ کی قرأت ﴿لَا اُقْسِمُ بِیَوْمِ الْقِیَمَةِ﴾ ہے۔ اس سے بھی حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے قول کی تائید ہوتی ہے اس لئے کہ ان کے نزدیک پہلے کی قسم ہے اور دوسرے کی نہیں، لیکن صحیح قول یہی ہے کہ دونوں کی قسم کھائی ہے جیسے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے ابن عباس رضی اللہ عنہ اور سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے بھی یہی مروی ہے اور امام ابن جریر رضی اللہ عنہ کا مختار قول بھی یہی ہے۔ یوم قیامت کو تو ہر شخص جانتا ہی ہے۔

نفس لوامہ کی قسم: نفس لوامہ کی تفسیر میں حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ اس سے مراد مومن کا نفس ہے کہ وہ ہر وقت اپنے آپ کو ملامت ہی کرتا رہتا ہے کہ یوں کیوں کہہ دیا؟ یہ کیوں کھالیا؟ یہ خیال دل میں کیوں آیا؟ ہاں فاسق فاجر غافل ہوتا ہے اسے کیا پڑی ہے جو اپنے نفس کو روکے۔ ① یہ بھی مروی ہے کہ زمین و آسمان کی تمام مخلوق اپنے آپ کو ملامت کرے گی، خیر والے خیر کی کمی پر اور شر والے شر کے سرزد ہو جانے پر۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد مذموم نفس ہے جو تا فرمان ہو فوت شدہ پر تادم ہونے والا اور اس پر ملامت کرنے والا۔ امام ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ سب اقوال قریب قریب ہیں مطلب یہ ہے کہ یہ وہ نفس والا ہے جو نیکی کی کمی پر برائی کے ہو جانے پر اپنے نفس کو ملامت کرتا ہے اور فوت شدہ پر ندامت کرتا ہے۔ پھر فرماتا ہے کہ انسان یہ سوچے ہوئے ہے کہ ہم قیامت کے دن اس کی ہڈیوں کے جمع کرنے پر قادر نہ ہوں گے۔ یہ تو نہایت غلط خیال ہے۔ ہم اسے متفرق جگہ سے جمع کر کے دوبارہ کھڑا کریں گے اور اس کی پور پور بنادیں گے ابن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ فرماتے ہیں یعنی ”ہم قادر ہیں کہ اسے اونٹ یا گھوڑے کے تلوے کی طرح بنادیں۔“ امام ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یعنی دنیا میں بھی اگر ہم چاہتے اسے ایسا کر دیتے۔ آیت کے لفظوں سے تو بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ ﴿فَإِذَا دُئِنَ﴾ حال ہے ﴿نَجْمَعُ﴾ سے، یعنی انسان کیا یہ گمان کرتا ہے کہ ہم اس کی ہڈیاں جمع نہ کریں گے۔ ہاں ہاں ہم عنقریب جمع کریں گے دریاں حالیکہ ہمیں ان کے جمع کرنے کی قدرت ہے بلکہ اگر ہم چاہیں تو جتنا یہ تھا اس سے بھی کچھ زیادہ بنا کر اسے اٹھائیں اس کی انگلیوں کے سرے برابر کر کے ابن قتیبہ اور زجاج کے قول کے یہی معنی ہیں۔

توبہ کی امید پر گناہ: پھر فرماتا ہے کہ انسان اپنے آگے فق و فقر کرنا چاہتا ہے یعنی قدم بقدم بڑھ رہا ہے امیدیں باندھے ہوئے ہے کہتا جاتا ہے کہ گناہ کرتو تو توبہ بھی ہو جائے گی، قیامت کے دن سے جو اس کے آگے ہے کفر کرتا ہے وہ گویا اپنے سر پر سوار ہو کر آگے بڑھ رہا ہے ہر وقت یہی پایا جاتا ہے کہ ایک ایک قدم اپنے نفس کو اللہ تعالیٰ کی معصیت کی طرف بڑھاتا جاتا ہے مگر جن پر رب کا رحم ہے۔ اکثر سلف کا قول اس آیت کی تفسیر میں یہی ہے کہ گناہوں میں جلدی کرتا ہے اور توبہ میں تاخیر کرتا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں یوم حساب سے انکاری ہے ابن زید رحمۃ اللہ علیہ بھی یہی کہتے ہیں اور یہی زیادہ ظاہر مراد ہے کیونکہ اس کے بعد ہی ہے کہ وہ پوچھتا ہے قیامت کب ہوگی؟ اس کا یہ سوال بھی بطور انکار کے ہے یہ تو جانتا ہے کہ قیامت کا آنا محال ہے جیسے اور جگہ ہے ﴿وَقُولُوا لَوْ أَنَّا كُنَّا نَعْلَمُ سَاعَةَ يَوْمِ الْقِيَامَةِ﴾ ② کہتے ہیں کہ اگر تم سچے ہو تو بتا دو کہ قیامت کب آئے گی؟ ان سے کہہ دے کہ اس کا ایک دن مقرر ہے جس سے نیم ایک ساعت آگے بڑھ سکو گے نہ پیچھے ہٹ سکو گے۔ یہاں بھی فرماتا ہے کہ جب آنکھیں پتھر جائیں گی جیسے اور جگہ ہے ﴿لَا يَسْتَكْبِرُ إِلَيْهِمْ طَرَفُهُمْ﴾ ③ ارح۔ یعنی پلکیں جھکیں گی نہیں بلکہ رعب و دہشت کے مارے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر ادھر ادھر دیکھتے رہیں گے۔ ﴿تَرَقُّ﴾ کی دوسری قرأت ﴿تَرَقُّ﴾ بھی ہے معنی قریب قریب ہیں اور چاند کی روشنی بالکل جاتی رہے گی اور سورج چاند جمع کر دیے جائیں گے یعنی دونوں کو بے نور کر کے لپیٹ لیا جائے گا۔ جیسے فرمایا ہے ﴿إِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ ۝ وَإِذَا النُّجُومُ انْكَدَرَتْ﴾ ④ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قرأت میں ﴿وَجُمِعَ بَيْنَ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ﴾ ہے انسان جب یہ پریشانی شدت ہول گھبراہٹ اور انتظام عالم کی یہ خطرناک حالت دیکھے گا تو بھگتا جائے گا اور کہے گا کہ جائے پناہ بھاگنے کی جگہ کہاں ہے؟ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جواب ملے گا کہ کوئی پناہ نہیں رب کے سامنے اور اس کے پاس ٹھہرنے کے سوا کوئی چارہ کار نہیں۔ جیسے اور جگہ ہے ﴿مَّا لَكُمْ مِّنْ مَّتَابٍ يَوْمَئِذٍ وَمَا لَكُمْ مِّنْ تَكْوِيْنٍ﴾ ⑤ یعنی آج نہ تو کوئی جائے پناہ ہے نہ ایسی جگہ کہ وہاں جا کر تم انجان اور =

① تفسیر قرطبی، ۱۹/۹۳۔ ② ۳۴/سبا: ۲۹۔ ③ ۱۴/ابراہیم: ۴۳۔

④ ۸۱/التکویر: ۱-۲۔ ⑤ ۴۲/الشوری: ۴۷۔

لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ ۖ إِنَّ عَلَيْكَ جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ ۖ فَإِذَا قَرَأَهُ فَاتَّبِعْ
 قُرْآنَهُ ۖ ثُمَّ إِنَّ عَلَيْكَ بَيَانَهُ ۖ كُلًّا بَلَّ مُجِبُّونَ الْعَاجِلَةَ ۖ وَتَذَرُونَ
 الْآخِرَةَ ۖ وَجُوهٌ يَوْمَئِذٍ نَّاصِرَةٌ ۖ إِلَىٰ رَبِّهَا نَازِرَةٌ ۖ وَجُوهٌ يَوْمَئِذٍ
 بَاسِرَةٌ ۖ تَظُنُّ أَنْ يُفْعَلَ بِهَا فَاقِرَةٌ ۖ

ترجمہ: اے نبی! تم قرآن کو جلدی یا دو کرنے کے لئے اپنی زبان کو حرکت نہ دو۔ [۱۶] اس کا جمع کرنا اور پڑھنا ہمارے ذمہ ہے۔ [۱۷]
 ہم جب اسے پڑھیں تو اس کے پڑھنے کے درپے رہ۔ [۱۸] پھر اس کا واضح کر دینا ہمارے ذمہ ہے۔ [۱۹] انہیں نہیں تم تو دنیا کی محبت رکھتے
 ہو [۲۰] اور آخرت کو چھوڑ بیٹھے ہو۔ [۲۱] اس روز بہت سے چہرے تر و تازہ اور بارونی ہوں گے۔ [۲۲] اپنے رب کی طرف دیکھتے ہوں
 گے [۲۳] اور کتنے ایک چہرے اس دن بدرہنی اور اداس ہوں گے۔ [۲۴] سمجھتے ہوں گے کہ ان کے ساتھ کمر توڑ دینے والا معاملہ کیا جائے گا۔ [۲۵]

= بے پہچان بن جاؤ۔ آج ہر شخص کو اس کے اگلے پچھلے نئے پرانے چھوٹے بڑے اعمال سے مطلع کیا جائے گا۔ جیسے فرمان ہے
 ﴿وَوَجَدُوا مَا عَمِلُوا حَاضِرًا﴾ ① یعنی جو کیا تھا موجود پائیں گے اور تیرا رب کسی پر ظلم نہ کرے گا۔ انسان اپنے آپ کو بخوبی جانتا
 ہے اپنے اعمال کا خود آئینہ ہے گواہ کا کرے اور عذر معذرت پیش کرتا پھرے۔

جیسے فرمان ہے ﴿اقْرَأْ كِتَابَكَ تَكْفَىٰ بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيبًا﴾ ② اپنا نامہ اعمال خود پڑھ لے اور اپنے آپ کو
 آپ ہی جانچ لے اس کے کان آنکھ ہاتھ پاؤں اور دیگر اعضاء ہی اس پر شہادت دینے کو کافی ہیں لیکن افسوس کہ یہ دوسروں کے
 عیبوں اور نقصانوں کو دیکھتا ہے اور اپنے کیڑے پھنسنے سے غافل ہے۔ کہا جاتا ہے کہ تورات میں لکھا ہوا ہے کہ اے ابن آدم! تو
 دوسروں کی آنکھوں کا تو تنکا دیکھتا ہے اور اپنی آنکھ کا شہتر بھی تجھے بھائی نہیں دیتا؟ قیامت کے دن گواہان فضول بہانے بنائے اور
 جھوٹی دلیلیں دے اور بے کار عذر پیش کرے ایک بھی قبول نہ کیا جائے گا۔ اس آیت کے ایک معنی یہ بھی کئے گئے ہیں کہ وہ پردے
 ڈالے۔ اہل یمن پردہ کو عذر کہتے ہیں۔ لیکن صحیح معنی اوپر والے ہیں جیسے اور جگہ ہے کہ کوئی معقول عذر نہ پا کر اپنے شرک کا سرے سے
 انکار ہی کر دیں گے کہ اللہ تعالیٰ کی قسم ہم مشرک تھے ہی نہیں۔ اور جگہ ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سامنے بھی تسمیں کھا کھا کر سچا
 ہونا چاہیں گے جیسے دنیا میں تمہارے سامنے ان کی حالت ہے لیکن اللہ تعالیٰ پر تو ان کا جھوٹ ظاہر ہے گو وہ اپنے آپ کو کچھ بھی سمجھتے
 رہیں۔ غرض عذر معذرت انہیں قیامت کے دن کچھ کارآمد نہ ہوگی جیسے اور جگہ فرماتا ہے ﴿لَا يَنْفَعُ الظَّالِمِينَ مَعْذِرَتُهُمْ﴾ ③
 ظالموں کو ان کی معذرت کچھ کارآمد نہ ہوگی یہ اپنے شرک کے ساتھ ہی اپنی تمام بد اعمالیوں کا انکار کر دیں گے لیکن بے سود ہوگا۔

آنحضرت کا قرآن پڑھنا اور یاد کرنا: [آیت ۱۶-۲۵] یہاں اللہ عزوجل اپنے نبی کریم ﷺ کو تعلیم دیتا ہے کہ فرشتے سے وحی
 کس طرح لیں، آنحضور ﷺ اس کے لینے میں بہت جلدی کرتے تھے اور قرأت میں فرشتے کے بالکل ساتھ ساتھ رہتے تھے۔ پس
 اللہ عزوجل حکم فرماتا ہے کہ جب فرشتہ وحی لے کر آئے تو آپ سنتے رہیں۔ پھر جس ڈر سے آپ ایسا کرتے تھے اس کی بابت تسلی دیتا
 ہے کہ آپ کے سینے میں اسے جمع کر دینا اور بروقت آپ کی زبان سے اس کا پڑھا دینا یہ ہمارے ذمہ ہے اسی طرح اس کا واضح کرنا

اور تفسیر اور بیان آپ سے کرانے کے ذمہ دار بھی ہم ہی ہیں، پس پہلی حالت تو یاد کرنا دوسری تلاوت کرنا تیسری تفسیر مضمون اور توضیح مطلب کرنا تینوں کی کفالت اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لی جیسے اور جگہ ہے ﴿وَلَا تَعْبَلْ بِالْقُرْآنِ مِنْ قَبْلِ أَنْ يُقْضَىٰ إِلَيْكَ وَحْيُهُ وَقُلْ رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا﴾ ❶ یعنی جب تک تیرے پاس وحی پوری نہ آئے تو پڑھنے میں جلدی نہ کیا کر۔ ہم سے دعا مانگ کہ میرے رب! میرے علم کو زیادہ کرتا رہ۔ پھر فرماتا ہے کہ اسے تیرے سینے میں جمع کرنا اور اسے تجھ سے پڑھوانا ہمارے اوپر ہے جب ہم اسے پڑھیں یعنی جب ہمارا نازل کردہ فرشتہ اسے تلاوت کرے تو تو سن لے جب وہ پڑھ چکے تب تو پڑھ ہماری مہربانی سے تجھے پورا یاد لکے گا، اتنا ہی نہیں بلکہ حفظ کرانے تلاوت کرانے کے بعد ہم تجھے اس کے معانی مطالب تینیں و توضیح کے ساتھ سمجھا دیں گے تاکہ ہماری اصلی مراد اور صاف شریعت سے تو پوری طرح آگاہ ہو جائے۔

مسند میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ کو اس سے پہلے وحی لینے میں سخت تکلیف ہوتی تھی اس ڈر کے مارے کہ کہیں میں بھول نہ جاؤں، فرشتے کے ساتھ ساتھ پڑھتے جاتے تھے اور آپ ﷺ کے ہونٹ مبارک ہلتے جاتے تھے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما راوی حدیث نے اپنے ہونٹ ہلا کر دکھایا کہ اس طرح اور ان کے شاگرد سعید رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے استاد کی طرح ہونٹ ہلا کر اپنے شاگرد کو دکھائے۔ اس پر یہ آیت اتری کہ اتنی جلدی نہ کرو اور ہونٹ نہ ہلاؤ۔ اسے آپ کے سینے میں جمع کرنا اور آپ ﷺ کی زبان سے اس کی تلاوت کرنا ہمارے سپرد ہے جب ہم اسے پڑھیں تو آپ سنئے اور چپ رہیے۔ جبریل کے چلے جانے کے بعد انہی کی طرح ان کا پڑھایا ہوا پڑھانا بھی ہمارے سپرد ہے۔ بخاری و مسلم میں بھی یہ روایت ہے۔ ❷ بخاری میں یہ بھی ہے کہ پھر وحی اتری تو آپ ﷺ نظریں نیچی کر لیتے اور جب وحی اتر چکتی تو آپ ﷺ پڑھتے۔ ❸ ابن ابی حاتم میں بھی یہ روایت ابن عباس رضی اللہ عنہما یہ حدیث مروی ہے اور بہت سے مفسرین سلف صالحین نے یہی فرمایا ہے۔ یہ بھی مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ ہر وقت تلاوت فرمایا کرتے تھے کہ ایسا نہ ہو کہ میں بھول جاؤں اس پر یہ آیتیں اتریں۔ ❹

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور عطیہ عوفی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس کا بیان ہم پر ہے یعنی حلال حرام کا واضح کرنا۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کا قول بھی یہی ہے۔ پھر فرمان ہوتا ہے کہ ان کا فرو کو قیامت کے انکار کرنے اور اللہ تعالیٰ کی پاک کتاب کو نہ ماننے اور اللہ تعالیٰ کے عظیم الشان رسول ﷺ کی اطاعت نہ کرنے پر آمادہ کرنے والی چیز حب دنیا اور ترک آخرت ہے حالانکہ آخرت کا دن بڑی اہمیت والا دن ہے۔ (ف) اس دن بہت سے لوگ تو وہ ہوں گے جن کے چہرے ہشاش بشاش، تروتازہ خوش و خرم ہوں گے اور اپنے رب کے دیدار سے مشرف ہو رہے ہوں گے جیسے کہ صحیح بخاری میں ہے کہ عنقریب تم اپنے رب کو صاف کھلم کھلا اپنے سامنے دیکھو گے ❺ بہت سی صحیح احادیث سے متواتر سندوں سے جو ائمہ حدیث نے اپنے کتابوں میں وارد کی ہیں ثابت ہو چکا ہے کہ ایمان والے اپنے رب کے دیدار سے قیامت کے دن مشرف ہوں گے، ان احادیث کو نہ تو کوئی ہٹا سکے گا نہ ان کا کوئی انکار کر سکے گا۔

صحیح بخاری، صحیح مسلم میں حضرت ابو سعید اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ”لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ! کیا ہم اپنے رب کو قیامت کے دن دیکھیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا سورج اور چاند کو جب کہ آسمان صاف بے ابر ہو دیکھنے میں تمہیں

- ❶ ۲۰/ طہ: ۱۱۴۔ ❷ احمد، ۱/ ۳۴۳؛ صحیح بخاری، کتاب بدء الوحی، باب کیف کان بدء الوحی الی رسول اللہ ﷺ؛ صحیح مسلم، ۴۴۸؛ ترمذی، ۳۲۲۹۔ ❸ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورة القيامة ﴿فَإِذَا قَرَأَهُ فَاتَّبِعْ قِرْآنَهُ﴾ ۴۹۲۹۔ ❹ وسندہ ضعیف، ابو یحیی اسماعیل بن ابراہیم التیمی ضعیف راوی ہے۔ ❺ صحیح بخاری، کتاب التوحید، باب قول اللہ تعالیٰ ﴿وَجُوهٌ يَوْمَئِذٍ نَاضِرَةٌ.....﴾ ۷۴۳۵۔

کوئی مزاحمت اور بھیڑ بھاڑ ہوتی ہے؟ انہوں نے کہا نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اسی طرح تم اللہ تعالیٰ کو دیکھو گے۔“ ① بخاری و مسلم میں ہی حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے چودھویں رات کے چاند کو دیکھا اور فرمایا تم اسی طرح اپنے رب کو دیکھو گے جس طرح اس چاند کو دیکھ رہے ہو، پس اگر تم سے ہو سکے تو سورج نکلنے سے پہلے کی نماز (یعنی صبح کی نماز) اور سورج ڈوبنے سے پہلے کی نماز (یعنی عصر کی نماز) میں کسی طرح کی سستی نہ کرو۔ ② حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے ان ہی دونوں متبرک کتابوں میں مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”دو جنتیں سونے کی ہیں وہاں کے برتن بھانڈے اور ہر چیز سونے کی ہے اور دو جنتیں چاندی کی ہیں ان کے برتن بھانڈے اور ہر چیز چاندی ہی کی ہے ان جنتیوں اور اللہ تعالیٰ کے دیدار کے درمیان سوائے کبریائی کی چادروں کے اور کچھ آؤ نہیں۔“ یہ جنت عدن کا ذکر ہے۔ ③

صحیح مسلم کی حدیث میں ہے کہ ”جب جنتی جنت میں پہنچ جائیں گے تو اللہ تعالیٰ ان سے دریافت فرمائے گا کہ کچھ چاہتے ہو کہ بڑھا دوں؟ وہ کہیں گے اللہ تعالیٰ تو نے ہمارے چہرے سفید نورانی کر دیئے ہمیں جنت میں پہنچا دیا جہنم سے بچا لیا اب ہمیں کس چیز کی ضرورت ہے؟ اسی وقت حجاب ہٹا دیئے جائیں گے اور ان اہل جنت کی نگاہیں جمال باری سے منور ہوں گی۔“ اس میں انہیں جو سرد و لذت حاصل ہوگی وہ کسی چیز میں حاصل نہ ہوگی۔ سب سے زیادہ محبوب انہیں ویدار باری ہو گا اسی کو اس آیت میں لفظ ﴿زِيَادَةٌ﴾ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ پھر آپ ﷺ نے یہ آیت پڑھی ﴿لِّلَّذِينَ أَحْسَنُوا الْحُسْنَىٰ وَزِيَادَةٌ﴾ ④ یعنی احسان کرنے والوں کو جنت بھی ملے گی اور ویدار الہی بھی۔ ⑤

صحیح مسلم کی حضرت جابر رضی اللہ عنہ والی روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ مومنوں پر قیامت کے میدان میں مسکراتا ہوا تجلی فرمائے گا ⑥ پس معلوم ہوا کہ ایمان و ارقیامت کے عرصات میں اور جنتوں میں ویدار الہی سے مشرف کئے جائیں گے۔“ مسند احمد کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ ”سب سے ہلکے درجے کا جنتی اپنی ملکیت کو دو ہزار سال دیکھتا رہے گا دور کی اور نزدیک کی چیزیں یکساں نگاہ میں ہوں گی ہر طرف اور ہر جگہ اسی کی بیویاں اور خادموں نظر آئیں گے اور اعلیٰ درجے کے جنتی ایک ایک دن میں دودو مرتبہ اللہ تعالیٰ کے بزرگ چہرے کو دیکھیں گے۔“ ⑦ ترمذی میں بھی یہ حدیث ہے۔ یہ حدیث بہ روایت حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما مرفوعاً بھی مروی ہے۔ ہمیں ڈر ہے کہ اگر اس قسم کی تمام حدیثیں اور روایتیں اور ان کی سندیں اور ان کے مختلف الفاظ یہاں جمع کریں گے تو مضمون بہت طویل ہو جائے گا، بہت ہی صحیح اور حسن حدیثیں بہت سی مسند اور سنن کی کتابوں میں مروی ہیں جن میں کی اکثر ہماری اس تفسیر میں متفرق مقامات پر آ بھی گئی ہیں۔ ہاں توفیق اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس مسئلہ میں یعنی اللہ تعالیٰ کا ویدار مومنوں کو قیامت کے دن نصیب ہونے میں صحابہ رضی اللہ عنہم تابعین اور سلف امت کا اتفاق اور اجماع ہے۔

- ① صحیح بخاری، کتاب التوحید، باب قول اللہ تعالیٰ ﴿وَجُوهٌ يُّوْمُنُذُ نَاضِرَةٌ﴾ ۷۴۳۷؛ صحیح مسلم، ۱۸۲؛ احمد، ۲/۲۹۳؛ ابن حبان، ۷۴۲۹۔
- ② صحیح بخاری حوالہ سابق، ۷۴۳۴؛ صحیح مسلم، ۶۳۳؛ ابن حبان، ۷۴۴۳۔
- ③ صحیح بخاری، حوالہ سابق، ۷۴۴۴؛ صحیح مسلم، ۱۸۰؛ ترمذی، ۲۵۲۸؛ ابن ماجہ، ۱۸۶؛ احمد، ۴/۴۱۱۔
- ④ ۱۰/یونس: ۲۶۔ ⑤ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب اثبات رؤیة المؤمنین فی الآخرة ربهم سبحانه وتعالى، ۱۸۱۔
- ⑥ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب ادنی اهل الجنة منزلة فيها، ۱۹۱۔
- ⑦ ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورة القيامة، ۳۳۳۰ وسندہ ضعیف؛ احمد، ۱۳/۲؛ مجمع الزوائد، ۱۰/۴۰۱؛ مسند ابی یعلیٰ، ۵۷۱۲؛ الشریعة للأجری، ۶۳۱؛ البعث للبیہقی، ۴۷۷، اس کی سند میں ثور بن ابی ناخثہ ضعیف راوی ہے (التقریب، ۱۲۰/۱، رقم: ۵۴)۔

كَلَّا إِذَا بَلَغَتِ النَّرَاقِيَ ۖ وَقِيلَ مَنْ رَاقٍ ۖ وَظَنَّ أَنَّهُ الْفِرَاقُ ۖ وَالتَّفَتِ
السَّاقُ بِالسَّاقِ ۖ إِلَى رَبِّكَ يَوْمَئِذٍ الْمَسَاقُ ۖ فَلَا صَدَقَ وَلَا صَلَّى ۖ وَلَكِنْ
كَذَّبَ وَتَوَلَّى ۖ ثُمَّ ذَهَبَ إِلَى أَهْلِهِ يَمْكُطُ ۖ أُولَى لَكَ فَأُولَى ۖ ثُمَّ أُولَى لَكَ
فَأُولَى ۖ أَيْحَسِبُ الْإِنْسَانُ أَنْ يُتْرَكَ سُدًى ۖ أَلَمْ يَكُنْ نُطْفَةً مِّنْ مَّنًى
يُمْنَى ۖ ثُمَّ كَانَ عِلْقَةً مُّخَلَّقًا فَسُوًى ۖ فَجَعَلَ مِنْهُ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ
وَالْأُنثَى ۖ أَلَيْسَ ذَلِكَ بِقْدِرٍ عَلَىٰ أَنْ يُخَيَّرَ الْمَوْتَى ۖ

ترجمہ: نہیں نہیں جب روح ہنسی تک پہنچی گی [۲۶] اور کہا جائے گا کہ کوئی جہاز چھو کر نے والا ہے [۲۷] اور یقین ہو جائے گا کہ یہ وقت
جدائی ہے [۲۸] اور پنڈلی سے پنڈلی لپٹ جائے گی۔ [۲۹] آج تیرے پروردگار کی طرف چلنا ہے۔ [۳۰] اس نے نہ تو تصدیق کی نہ نماز
ادا کی [۳۱] بلکہ جھٹلایا اور روگردانی کی۔ [۳۲] پھر اپنے گھر والوں کے پاس اتر آتا ہوا گیا۔ [۳۳] انہوں نے تجھ پر حسرت ہے تجھ
پر۔ [۳۴] وائے ہے اور غربا ہی ہے تیرے لئے۔ [۳۵] کیا انسان یہ سمجھتا ہے کہ اسے بیکار چھوڑ دیا جائے گا۔ [۳۶] کیا وہ ایک گاڑی کے پانی کا
قطرہ نہ تھا جو ٹپکایا گیا تھا۔ [۳۷] پھر وہ لہو کی پھسکی ہو گیا پھر اللہ تعالیٰ نے اسے پیدا کیا اور درست بنا دیا۔ [۳۸] پھر اس سے جوڑے یعنی زو
مادہ بنائے۔ [۳۹] کیا اللہ تعالیٰ اس امر پر قادر نہیں کہ مردے کو زندہ کر دے؟ [۴۰]

ائمہ اسلام اور ہدایۃ انام ﷺ سب اس پر متفق ہیں؛ جو لوگ اس کی تاویل کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مراد اس سے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو
دیکھنا ہے، جیسے مجاہد اور ابوصالح رحمۃ اللہ علیہ سے تفسیر ابن جریر میں مروی ہے ان کا قول حق سے دور اور سراسر تکلف سے معمور ہے۔ ان کے
پاس اس آیت کا کیا جواب ہے جہاں بدکاروں کی نسبت فرمایا گیا ہے ﴿كَلَّا إِنَّهُمْ عَنْ رَبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَمَّحُجُونَ﴾ ① یعنی
فاجر قیامت کے دن اپنے پروردگار سے پردے میں کر دیئے جائیں گے۔ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ فاجروں کے دیدار
الہی سے محروم رہنے کا صاف مطلب یہی ہے کہ ابراہیم یعنی نیک کار لوگ دیدار الہی سے سیراب کئے جائیں گے، اور متواتر احادیث
سے ثابت ہو چکا ہے اور اسی پر اس آیت کی روانی الفاظ صاف دلالت کرتی ہے کہ ایمان دار دیدار باری سے محفوظ ہوں گے۔
حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ چہرے حسن و خوبی والے ہوں گے کیوں کہ دیدار رب پر ان کی نگاہیں پڑتی ہوں گی، پھر بھلا یہ
منور و حسین کیوں نہ ہوں۔ اور بہت سے منہ اس دن بگڑے ہوئے ہوں گے بد شکل ہو رہے ہوں گے، بے رونق اور اداس ہوں گے
انہیں یقین ہوگا کہ ہم پر اب کوئی ہلاکت اور اللہ تعالیٰ کی پکڑ آئی، ابھی ہمیں جہنم میں جانے کا حکم ہوا، جیسے اور جگہ ہے ﴿يَوْمَ تَبْيَضُّ
وُجُوهُ وَتَسْوَدُّ وُجُوهُ﴾ ② یعنی اس دن بعض چہرے گورے چنے خوبصورت اور حسین ہوں گے اور بعض کالے منورالے ہوں
گے اور جگہ ہے ﴿وُجُوهُ يَوْمَئِذٍ خَاشِعَةٌ﴾ ③ الخ یعنی قیامت کے دن بہت سے چہرے خوف زدہ دہشت زدہ اور
ڈروالے بدرنق اور ذلیل ہوں گے جو غل کرتے رہے تکلیف اٹھاتے رہے لیکن آج بھڑکتی ہوئی آگ میں جا گھسے الخ۔ پھر

فرمایا ﴿وَجُودُهُ يُؤَمِّدُ نَاعِمَةً﴾ ① یعنی بعض منہ اس دن نعمتوں والے خوش و خرم چمکیے شادیاں اور فرحان بھی ہوں گے جو اپنے گزشتہ اعمال سے خوش ہوں گے اور بلند و بالا جنتوں میں اقامت رکھتے ہوں گے۔ اسی مضمون کی اور بھی بہت سی آیتیں ہیں۔

عالم نزع کا ذکر: [آیت: ۲۶-۴۰] یہاں پر موت کا اور سکرات کے عالم کا بیان ہو رہا ہے اللہ تعالیٰ ہمیں اس وقت حق پر ثابت قدم رکھے۔ ﴿كَلَّا﴾ کو اگر یہاں ڈانٹ کے معنی میں لیا جائے تو یہ معنی ہوں گے کہ اے ابن آدم! تو جو میری خبروں کو جھٹلاتا ہے وہ درست نہیں بلکہ ان کے مقدمات تو تو روزمرہ کھلم کھلا دیکھ رہا ہے۔ اور اگر اس لفظ کو ﴿حَقًّا﴾ کے معنی میں لیں تو مطلب اور زیادہ ظاہر ہے یعنی یہ بات یقینی ہے کہ جب تیری روح تیرے جسم سے نکلنے لگے اور تیرے زخروں تک پہنچ جائے۔ تو واقعی جمع ہے ترقیوتہ کی ان ہڈیوں کو کہتے ہیں جو سینہ پر اور مونڈھوں کے درمیان میں ہیں جسے ہانس کی ہڈی کہتے ہیں جیسے اور جگہ ﴿فَلَوْلَا إِذَا بَلَغَتِ الْحُلُقُومَ﴾ ② سے ﴿صَلِفَيْنِ﴾ تک فرمایا ہے۔ یعنی جب کہ روح حلق تک پہنچ جائے اور تم دیکھ رہے ہو اور ہم تم سے بھی زیادہ اس کے قریب ہیں لیکن تم نہیں دیکھ سکتے۔ پس اگر تم حکم الہی کے ماتحت نہیں ہو اور اپنے قول میں سچے ہو تو اس روح کو کیوں نہیں لوٹا لاتے؟ اس مقام میں اس حدیث پر بھی نظر ڈال لی جائے جو سہر بن جحاش کی روایت ③ سے سورہ یسین کی تفسیر میں گزر چکی ہے ترقیوتہ جو جمع ہے ترقیوتہ ان ہڈیوں کو کہتے ہیں جو حلقوم کے قریب ہیں۔ اس وقت ہائی دہائی ہوتی ہے کہ کوئی ہے جو جھاڑ پھونک کرے؟ یعنی کسی طیبہ وغیرہ کے ذریعہ شفا ہو سکتی ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ فرشتوں کا قول ہے۔ پس یعنی اس روح کو لے کر کون چڑھے گا رحمت کے فرشتے یا عذاب کے؟

اور پنڈلی کے پنڈلی سے رگڑا کھانے کا ایک مطلب تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ سے یہ مروی ہے کہ دنیا اور آخرت اس پر جمع ہو جاتی ہے دنیا کا آخری دن ہوتا ہے اور آخرت کا پہلا دن ہوتا ہے جس سے سختی پر سختی ہو جاتی ہے مگر جس پر رب رحیم کا رحم و کرم ہو۔ ④ دوسرا مطلب حضرت عکرمہ سے یہ مروی ہے کہ ایک بہت بڑا امر دوسرے بہت بڑے امر سے مل جاتا ہے بلا پر بلا آ جاتی ہے۔ تیسرا مطلب حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ وغیرہ سے یہ مروی ہے کہ خود مرنے والے کی بے قراری اور شدت درد سے پاؤں پر پاؤں کا چڑھ جانا مراد ہے۔ ⑤ پہلے تو یہ ان پاؤں پر چلتا پھرتا تھا لیکن اب ان میں جان کہاں؟ اور یہ بھی مروی ہے کہ کفن کے وقت پنڈلی سے پنڈلی کا ل جانا مراد ہے۔

چوتھا مطلب حضرت شحاک رضی اللہ عنہ سے یہ بھی مروی ہے کہ دو کام دو طرف جمع ہو جاتے ہیں اور تو لوگ اس کے جسم کو نہلا دھلا کر سپرد خاک کرنے کو تیار ہیں اور ہر فرشتے اس کی روح لے جانے میں مشغول ہیں اگر نیک ہے تو عمدہ تیاری اور دھوم دھام کے ساتھ اگر بد ہے تو نہایت برائی اور بدتر حالت کے ساتھ۔ اب لوٹنے اور قرار پانے کی جگہ رہے سب سے اور پہنچ جانے کی جگہ کھج کر جانے اور چل کر پہنچنے کی جگہ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف ہے روح آسمان کی طرف چڑھ جاتی ہے پھر وہاں سے حکم ہوتا ہے کہ اسے زمین کی طرف پھیر لے جاؤ۔ میں نے ان سب کو اسی سے پیدا کیا ہے اسی میں لوٹا کر لے جاؤں گا اور پھر اسی سے انہیں دوبارہ نکالوں گا۔

جیسے کہ حضرت براء رضی اللہ عنہ کی مطول حدیث میں آیا ہے۔ ⑥ یہی مضمون اور جگہ بیان ہوا ہے ﴿وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِ﴾ ⑦ ارح۔ وہی اپنے بندوں پر غالب ہے وہی تمہاری حفاظت کے لئے تمہارے پاس فرشتے بھیجتا ہے یہاں تک کہ تم میں سے کسی کی موت

① ۸۸/ الغاشية: ۸۔ ② ۵۶/ الواقعة: ۷۳۔ ③ ابن ماجہ، کتاب الوصایا، باب النہی عن الإمساك فی الحیاة والتبذیر عند الموت، ۲۷۰۷ وسندہ صحیح احمد، ۴/ ۲۱۰۔ ④ الطبری، ۷۶/ ۲۴۔ ⑤ ایضاً، ۷۸/ ۲۴۔ ⑥ دیکھئے سورة الاعراف آیت: ۴۰۔ ⑦ ۶/ الانعام: ۶۱۔

کا وقت آجائے تو ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے اسے فوت کر لیتے ہیں اور وہ کوئی تصور نہیں کرتے پھر سب کے سب اپنے سچے مولا کی طرف لوٹائے جاتے ہیں، یقیناً مانو کہ حکم اسی کا چلتا ہے اور وہ سب سے جلد حساب لینے والا ہے۔ پھر اس کا فرمان انسان کا حال بیان ہو رہا ہے جو اپنے دل اور اپنے عقیدے سے حق کا جھٹلانے والا اور اپنے عمل سے حق سے روگردانی کرنے والا تھا۔ جس کا ظاہر و باطن برباد ہو چکا تھا اور کوئی بھلائی اس میں باقی نہیں رہی تھی نہ وہ اللہ تعالیٰ کی باتوں کی دل سے تصدیق کرتا تھا نہ جسم سے عبادت الہی بجالاتا تھا یہاں تک کہ نماز کا بھی چور تھا۔ ہاں جھٹلانے اور منہ موڑنے میں بے باک تھا اور اپنے اس ناکارہ عمل پر اتراتا اور پھولتا ہوا بے ہمتی اور بد عملی کے ساتھ اپنے والوں میں جا ملتا تھا۔ جیسے اور جگہ ہے ﴿وَإِذَا انْقَلَبُوا إِلَىٰ أَهْلِهِمْ انْقَلَبُوا فَكِهِينَ﴾ ① یعنی جب اپنے والوں کی طرف لوٹتے ہیں تو خوب باتیں بناتے ہوئے مزے کرتے ہوئے خوش خوش جاتے ہیں۔

اور جگہ ہے ﴿إِنَّهُ كَانَ فِي أَهْلِهِ مُسْرُورًا﴾ ② یعنی یہ اپنے گھرانے والوں میں شادماں تھا اور سمجھ رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف اسے لوٹنا ہی نہیں ہے اس کا یہ خیال محض غلط تھا اس کے رب کی نگاہیں اس پر تھیں۔ پھر اسے اللہ تبارک و تعالیٰ دھمکا تا ہے اور ڈر سنانا ہے اور فرماتا ہے کہ خرابی ہو تجھے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کر کے پھراتا ہے جیسے اور جگہ ہے ﴿ذُقْ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْكَرِيمُ﴾ ③ یعنی قیامت کے دن کافر سے بطور ڈانٹ کے اور حقارت کے کہا جائے گا کہ لے اب مزہ چکھ تو بڑی عزت اور بزرگی والا تھا۔

اور فرمان ہے ﴿كُلُوا وَامْتَنُوا قَلِيلًا إِنَّكُمْ مُّجْرِمُونَ﴾ ④ کچھ کھا لی لو آخر تو بدکار گنہگار ہو۔ اور جگہ ہے ﴿فَاعْبُدُوا مَا شِئْتُمْ مِنْ دُونِهِ﴾ ⑤ جاؤ اللہ تعالیٰ کے سوا جس کی چاہو عبادت کرو وغیرہ وغیرہ۔ غرض یہ ہے کہ ان تمام جگہوں میں یہ احکام بطور ڈانٹ و ڈپٹ کے ہیں۔ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے جب یہ آیت ﴿أَوَّلَىٰ لَكَ﴾ الخ کی بابت پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوجہل کو فرمایا تھا پھر قرآن میں بھی یہی الفاظ نازل ہوئے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی اسی کے قریب قریب سنائی میں موجود ہے۔ ⑥ ابن ابی حاتم میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان پر اس دشمن الہی نے کہا کہ تو مجھے دھمکا تا ہے؟ اللہ تعالیٰ کی قسم تو اور تیرا رب میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ ان دونوں پہاڑیوں کے درمیان چلنے والوں میں سب سے زیادہ ذی عزت میں ہوں۔ فرماتا ہے کیا انسان یہ سمجھتا ہے کہ اسے یونہی چھوڑ دیا جائے گا یعنی موت کے بعد زندہ نہ کیا جائے گا؟ اسے کوئی حکم اور کسی چیز کی ممانعت نہ کی جائے گی ایسا ہرگز نہیں بلکہ دنیا میں اسے حکم و ممانعت اور آخرت میں اپنے اعمال کے بموجب جزا و سزا ضرور ملے گی۔ مقصود یہاں پر قیامت کا اثبات اور منکرین قیامت کا رد ہے اسی لئے دلیل کے طور پر کہا جاتا ہے کہ انسان دراصل نطفہ کی شکل میں بے جان و بے بغیا تھا پانی کا ایک ذلیل قطرہ تھا جو پیٹھ سے رحم میں آیا۔ پھر خون کی پھسکی بنی پھر گوشت کا ٹوٹھرا ہوا پھر اللہ تعالیٰ نے شکل و صورت دے کر روح پھونکی اور سالم اعضاء والا انسان بنا کر مرد یا عورت کی صورت میں پیدا کیا۔ کیا وہ اللہ تعالیٰ جس نے نطفہ ضعیف کو ایسا صحیح القامت قوی انسان بنا دیا وہ اس بات پر قادر نہیں کہ اسے فنا کر کے پھر دوبارہ پیدا کر دے؟ یقیناً پہلی مرتبہ کا پیدا کرنے والا دوبارہ بنانے پر بہت زیادہ اور بطور اولیٰ قادر ہے، تاہم از کم اتنا ہی جتنا پہلی مرتبہ تھا جیسے فرمایا ﴿وَهُوَ الَّذِي يَبْدَأُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ وَهُوَ أَهْوَنُ عَلَيْهِ﴾ ⑦ اس نے ابتداء پیدا کیا وہی پھر لوٹالائے گا اور وہ اس پر بہت زیادہ آسان ہے۔ اس آیت کے مطلب میں بھی دو قول ہیں، لیکن پہلا قول ہی زیادہ مشہور ہے جیسے کہ سورہ روم کی تفسیر میں اس کا بیان اور تقریر گزر چکی وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

① ۸۳/المطففين: ۳۱۔ ② ۸۴/الانشقاق: ۱۳۔ ③ ۴۴/الدخان: ۴۹۔ ④ ۷۷/المرسلات: ۴۶۔

⑤ ۳۹/الزمر: ۱۵۔ ⑥ حاکم، ۲/۵۱۰ وسندہ صحیح؛ السنن الکبریٰ للنسائی، ۶/۵۰۴ ح ۱۱۶۳۸۔ ⑦ ۳۰/الروم: ۲۷۔

فائدہ: ابن ابی حاتم میں ہے کہ ایک صحابی اپنی چھت پر بآواز بلند قرآن پڑھ رہے تھے جب اس سورت کی آخری آیت کی تلاوت کی تو فرمایا: سُبْحَانَكَ بَلِّیٰ یعنی اے اللہ! تو پاک ہے اور بے شک قادر ہے۔ لوگوں نے اس کہنے کا باعث پوچھا تو فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس آیت کا یہی جواب دیتے ہوئے سنا ہے۔ ابوداؤد میں بھی یہی حدیث ہے ① لیکن دونوں کتابوں میں اس صحابی کا نام نہیں گویا یہ نام نہ ہونا معترض نہیں۔ ابوداؤد کی ایک اور حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”جو شخص تم میں سے سورۃ ﴿التین﴾ کی آخری آیت ﴿الْیَسَّ اللَّهُ بِأَحْکَمِ الْحَکِیْمِینَ ۝﴾ پڑھے وہ ((بَلِّیٰ وَأَنَا عَلَىٰ ذَٰلِكَ مِنَ الشَّهِدِیْنَ)) کہے یعنی ہاں اور میں بھی اس پر گواہ ہوں اور جو شخص سورۃ قیامہ کی آخری آیت ﴿الْیَسَّ ذَٰلِكَ بِقَدْرِ عَلٰی أَنْ یُّحْیِیَ الْمَوْتٰی﴾ پڑھے تو وہ کہے بَلِّیٰ اور جو شخص سورۃ والمرسلات کی آخری آیت ﴿فَبَآئِ حَدِیْثٍ بَعْدَهُ یُؤْمِنُوْنَ﴾ پڑھے وہ ((أَمَّنَا بِاللَّهِ)) کہے۔ ② یہ حدیث مسند احمد اور ترمذی میں بھی ہے ابن جریر میں حضرت قتادہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ اس سورت کی اس آخری آیت کے بعد فرماتے ”سُبْحَانَكَ بَلِّیٰ“ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کے جواب میں یہ کہنا ابن ابی حاتم میں مروی ہے۔

الْحَمْدُ لِلَّهِ سُوْرَةِ قِيَامَةِ كِتَابِهِ خَتَمَ هُوَی۔



① ابوداؤد، کتاب الصلاة، باب الدعاء فی الصلاة، ۸۸۴ وسندہ ضعیف موسیٰ بن ابی عاصم اور صحابی کے درمیان مجہول آدمی کا واسطہ ہے۔ اس جہالت راوی کی بنا پر یہ روایت ضعیف ہے۔ ② احمد، ۲/۲۴۹؛ ابوداؤد، کتاب الصلاة، باب مقدار الركوع والسجود، ۸۸۷ وسندہ ضعیف سند میں اعرابی مجہول ہے۔ ترمذی، ۳۳۴۷؛ حاکم، ۵۱۱/۲، ان کی اسناد میں مجہول راوی ہیں۔

تفسیر سورہ ذہر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

هَلْ أَتَى عَلَى الْإِنْسَانِ حِينٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْئًا مَّذْكُورًا ۝۱ اِنَّا خَلَقْنَاهُ

الْإِنْسَانَ مِنْ تُطْفَةِ امْشَاجٍ ۖ تَبْتَلِيهِ فَجَعَلْنَاهُ سَمِيعًا بَصِيرًا ۝۲ اِنَّا هَدَيْنَاهُ

السَّبِيلَ اِمَّا شَاكِرًا وَاِمَّا كَفُورًا ۝۳

ترجمہ: بہت بڑی بخششوں اور بہت بڑے رحم والے اللہ کے نام سے شروع۔

یقیناً انسان پر زمانہ کا وہ وقت بھی گزر چکا ہے جب کہ یہ کوئی قابل ذکر چیز نہ تھا۔ [۱] بے شک ہم نے انسان کو طے جلع نطفے سے امتحان کے لئے پیدا کیا اور اس کو امتداد دیکھنا بنایا۔ [۲] ہم نے اسے راہ دکھائی اب خواہ وہ شکر گزار بنے خواہ ناشکر۔ [۳]

تعارف سورت ذہر: صحیح مسلم کے حوالے سے یہ حدیث پہلے گزر چکی ہے کہ جمعہ کے دن صبح کی نماز میں آنحضرت ﷺ سورہ (الکہ تَنزِيلٌ) یعنی سورۃ السجدۃ اور سورہ (هَلْ أَتَى عَلَى الْإِنْسَانِ) پڑھا کرتے تھے ① ایک مرسل غریب حدیث میں ہے کہ جب یہ سورت اتری اور حضور ﷺ نے اس کی تلاوت کی اس وقت آپ ﷺ کے پاس ایک سانولے رنگ کے صحابی بیٹھے ہوئے تھے۔ جب جنت کی صفوں کا ذکر آیا تو ان کے منہ سے بے ساختہ ایک چیخ نکل گئی اور ساتھ ہی روح پرواز کر گئی۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تمہارے ساتھی اور تمہارے بھائی کی جان جنت کے شوق میں نکل گئی۔ ②

انسان کی پیدائش سے پہلے کی حالت: [آیت: ۱-۳] اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے کہ اس نے انسان کو پیدا کیا حالانکہ اس سے پہلے وہ اپنی حقارت اور اپنے ضعف کی وجہ سے ایسی چیز نہ تھا کہ اس کا ذکر کیا جائے۔ اسے مرد اور عورت کے طے جلع پانی سے پیدا کیا اور عجب عجب پلٹیوں کے بعد یہ موجودہ شکل و صورت اور ہیئت پر آیا اسے ہم آزمارہے ہیں جیسے اور جگہ ہے (لَتَبْلُوَكُمْ فِيكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا) ③ تاکہ وہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے اچھے عمل کرنے والا کون ہے؟ پس اس نے تمہیں کان اور آنکھیں عطا فرمائیں تاکہ اطاعت اور معصیت میں تمیز کر سکو۔ ہم نے اسے راہ دکھادی خوب واضح اور صاف کر کے اپنا سیدھا راستہ اس پر کھول دیا۔ جیسے اور جگہ ہے (وَاِمَّا نُمُودُ لَقَدْ يَبْنِيهِمْ فَاَسْتَوَوْا الْعَصَى عَلَى الْهُدَى) ④ یعنی نمودوں کو ہم نے ہدایت کی لیکن انہوں نے اندھا پے کو ہدایت پر ترجیح دی۔ اور جگہ ہے (وَهَدَيْنَاهُ السَّبِيلَ) ⑤ یعنی ہم نے انسان کو دونوں راہیں دکھا دیں یعنی بھلائی برائی کی۔

اس آیت کی تفسیر میں مجاہد ابوصالح، ضحاک اور سدی رحمہم اللہ سے مروی ہے کہ اسے ہم نے راہ دکھائی، یعنی ماں کے پیٹ سے باہر آنے کی۔ لیکن یہ قول غریب ہے اور صحیح قول پہلا ہی ہے اور جمہور سے یہی منقول ہے۔ (مَشَاكِرًا) اور (كُفُورًا) کا نصب حال کی وجہ سے ذوالحالہ کی ضمیر ہے جو (اِنَّا هَدَيْنَاهُ السَّبِيلَ) میں ہے، یعنی وہ اس حالت میں یا توشقی ہے یا سعید جیسے صحیح مسلم کی حدیث =

① صحیح مسلم، کتاب الجمعة، باب ما یقرأ فی یوم الجمعة، ۸۷۹۔ ② الدر المنثور، ۶/ ۴۸۰۔ یہ روایت مرسل یعنی ضعیف ہے۔ ③ ۶۷/ الملک: ۲۔ ④ ۴۱/ حم السجدۃ: ۱۷۔ ⑤ ۹۰/ البلد: ۱۰۔

إِنَّا أَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ سَلَاسِلًا وَأَغْلَالًا وَسَعِيرًا ۖ إِنَّ الْأَبْرَارَ يَشْرُونَ مِنْ
كَاسٍ كَانَ مِزَاجُهَا كَافُورًا ۖ عَيْنًا يَشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللَّهِ يُفَجِّرُونَهَا تَفْجِيرًا ۖ
يُوقُونَ بِاللَّذَّةِ وَيَخَافُونَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهُ مُسْتَطِيرًا ۖ وَيُطْعَمُونَ الطَّعَامَ
عَلَى حُبِّهِ مَشْكُونًا وَبَيِّنًا وَاسِيرًا ۖ إِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللَّهِ لَا نُرِيدُ مِنْكُمْ
جَزَاءً وَلَا شُكْرًا ۖ إِنَّا نَخَافُ مِنْ رَبِّنَا يَوْمًا عَبُوسًا قَمْطَرِيرًا ۖ فَوَقَّهُمُ اللَّهُ
شَرَّ ذَلِكَ الْيَوْمِ وَلَقَّاهُمْ نَضْرَةً وَسُرُورًا ۖ وَجَزَاهُمْ بِمَا صَبَرُوا جَنَّةً وَحَرِيرًا ۖ

ترجمہ: یقیناً ہم نے کافروں کے لئے زنجیریں اور طوق اور شعلوں والی آگ تیار کر رکھی ہے۔ [۴] بے شک نیک لوگ وہ جام پئیں گے جس کی ملونی کافور کی ہے [۵] جو ایک چشمہ ہے جس سے اللہ کے بندے پئیں گے اس کی نہریں نکال لے جائیں گے (جدھر چاہیں)۔ [۶] جو نذر پوری کرتے ہیں اور اس دن سے ڈرتے ہیں جس کی برائی چاروں طرف پھیل جانے والی ہے [۷] اور اللہ تعالیٰ کی محبت میں کھانا کھلاتے ہیں مسکین یتیم اور قیدیوں کو۔ [۸] ہم تو تمہیں صرف اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کیلئے کھلاتے ہیں نہ تم سے بدلہ چاہتے ہیں نہ شکر گزاری۔ [۹] بے شک ہم اپنے پروردگار سے اس دن کا خوف کرتے ہیں جو تنگی ترشی اور سختی والا ہوگا۔ [۱۰] پس انہیں اللہ تعالیٰ نے اس دن کی برائی سے بچالیا اور انہیں تازگی اور خوشی پہنچائی [۱۱] اور انہیں اپنے صبر کے بدلے جنت اور ریشمی لباس عطا فرمائے۔ [۱۲]

== میں ہے کہ ”ہر شخص صبح کے وقت اپنے نفس کی خرید و فروخت کرتا ہے یا تو اسے ہلاک کر دیتا ہے یا آزاد کر لیتا ہے۔“ ① مسند احمد میں ہے کہ حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے آپ نے فرمایا اللہ تجھے بیوقوفوں کی سرداری سے بچائے۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے کہا ”یا رسول اللہ! وہ کیا ہے؟ فرمایا وہ میرے بعد کے سردار ہوں گے جو میری سنتوں پر نہ عمل کریں گے نہ میرے طریقہ پر چلیں گے پس جو لوگ ان کے جھوٹ کی تصدیق کریں اور ان کے ظلم کی امداد کریں وہ نہ میرے ہیں اور نہ میں ان کا ہوں۔ یاد رکھو وہ میرے حوض کوثر پر بھی نہیں آ سکتے اور جو ان کے جھوٹ کو سچا نہ کرے اور ان کے ظلموں میں ان کا مددگار نہ بنے وہ میرا ہے اور میں اس کا ہوں۔ یہ لوگ میرے حوض کوثر پر مجھ سے ملیں گے۔ اے کعب! روزہ ڈھال ہے اور صدقہ خطاؤں کو مٹا دیتا ہے اور نماز قرب الہی کا سبب ہے یا فرمایا کہ دلیل نجات ہے۔ اے کعب! وہ گوشت پوست جنت میں نہیں جاسکتا جو حرام سے پلا ہو وہ تو جہنم میں ہی جانے کے قابل ہے۔ اے کعب! لوگ ہر صبح اپنے نفس کی خرید و فروخت کرتے ہیں کوئی تو اسے آزاد کر لیتا ہے اور کوئی ہلاک کر گزرتا ہے۔“ ② سورہ روم کی آیت ﴿فَطَرَتِ اللَّهُ النَّاسَ فِطْرَتَ النَّاسِ عَلَيْهِ﴾ ③ کی تفسیر میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت سے حضور ﷺ کا یہ فرمان بھی

① صحیح مسلم، کتاب الطہارۃ، باب فضل الوضوء، ۶۲۳؛ ترمذی، ۳۵۱۷؛ احمد، ۳۴۲/۵؛ ابن حبان، ۸۴۴۔

② احمد، ۳۲۱/۳ وسندہ حسن؛ مجمع الزوائد، ۵/۲۴۶۔

③ ۳۰/۳۰۔

گزر چکا ہے کہ ہر بچہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے یہاں تک کہ زبان چلنے لگتی ہے پھر یا تو شکر گزار بنتا ہے یا ناشکر۔ ① مسند احمد کی اور حدیث میں ہے کہ جو نکلنے والا نکلتا ہے اس کے دروازے پر دو جھنڈے ہوتے ہیں ایک فرشتے کے ہاتھ میں دوسرا شیطان کے ہاتھ میں۔ پس اگر وہ اس کام کے لئے نکلا جو اللہ تعالیٰ کی مرضی کا کام ہے تو فرشتہ اپنا جھنڈا لائے ہوئے اس کے ساتھ ہو لیتا ہے اور یہ واپسی تک فرشتے کے جھنڈے تلے ہی رہتا ہے اور اگر یہ اللہ تعالیٰ کی ناراضی کے کام کے لئے نکلا ہے تو شیطان اپنا جھنڈا لگائے اس کے ساتھ ہو لیتا ہے اور واپسی تک یہ شیطانی جھنڈے تلے رہتا ہے۔ ②

[آیت: ۳۰-۱۲] یہاں اللہ تعالیٰ خبر دیتا ہے کہ اس کی مخلوق میں سے جو بھی اس سے کفر کرے اس کے لئے زنجیریں طوق اور شعلوں والی بھڑکتی ہوئی تیز آگ تیار ہے جیسے اور جگہ ہے ﴿إِذَا الْمَوْءَلَانِ لُفِيَ أَعْنَاقُهُمْ وَالسَّلَاسِلُ يُسْحَبُونَ فِي الْحَمِيمِ ثُمَّ فِي النَّارِ يُسْجَرُونَ﴾ ③ جب کہ طوق ان کی گردنوں میں ہوں گے اور بیڑیاں ان کے پاؤں میں ہوں گی اور یہ حمیم میں گھسیٹے جائیں گے پھر جہنم میں جلائے جائیں گے۔

نیکوں کی جزا: ان بد نصیبوں کی سزا کا ذکر کر کے اب نیک لوگوں کی جزا کا ذکر ہو رہا ہے کہ انہیں وہ جام پلائے جائیں گے جن کی ملوثی کا فور نامی نہر کے پانی کی ہوگی؛ ذائقہ بھی اعلیٰ خوشبو بھی عمدہ اور فائدہ بھی بہتر؛ کافور کی سی ٹھنڈک اور سونھ کی سی خوشبو۔ کافور ایک نہر کا نام ہے جس سے اللہ تعالیٰ کے خاص بندے پانی پیتے ہیں اور صرف اسی سے آسودگی حاصل کرتے ہیں اسی لئے یہاں اسے ”ب“ سے متعدی کیا اور تمیز کی بنا پر عیناً پر نصب دیا۔ یہ پانی اپنی خوشبو میں مثل کافور کے ہے یا یہ ٹھیک کافور ہی ہے۔ اور عیناً کا زبر ”شرب“ کی وجہ سے ہے پھر اس نہر تک انہیں آنے کی ضرورت نہیں یہ اپنے باغات میں، مکانات میں، مجلسوں میں، بیٹھکوں میں جہاں بھی چاہیں گے اسے لے جائیں گے اور وہیں وہ پہنچ جائے گی۔ ﴿تَفْجِيرُ﴾ کے معنی روانگی اور اجراء کے ہیں جیسے آیت ﴿حَتَّىٰ تَفْجُرُونَ﴾ ④ میں اور ﴿فَتَجَرُونَ حِلًّا لَّهُمَا﴾ ⑤ میں۔

پھر ان لوگوں کی نیکیاں بیان ہو رہی ہیں کہ جو عبادتیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے ذمہ تھیں وہ تو بجا ہی لاتے تھے بلکہ جو چیز یہ اپنے اوپر کر لیتے اسے بھی بجالاتے یعنی نذر بھی پوری کرتے۔

حدیث میں ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی نذر مانے وہ پوری کرے اور جو نافرمانی کی نذر مانے اسے پوری نہ کرے۔ ⑥ امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے امام مالک رحمہ اللہ کی روایت سے بیان فرمایا ہے اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں سے بھاگتے رہتے ہیں کیونکہ قیامت کے دن کا ڈر ہے جس کی گھبراہٹ عام طور پر سب کو گھیر لے گی اور ہر ایک ایک الجھن میں پڑ جائے گا مگر جس پر اللہ تعالیٰ کا رحم و کرم ہو زمین و آسمان تک ہول رہے ہوں گے۔ استعطار کے معنی ہی ہیں پھیل جانویاں اور اطراف کو گھیر لینے والی۔ یہ نیکوکار اللہ تعالیٰ کی محبت میں مستحق لوگوں پر اپنی طاقت کے مطابق خرچ بھی کرتے رہتے تھے۔ اورہ کی ضمیر کا مرجع بعض لوگوں نے طعام کو بھی کہا ہے لفظاً زیادہ ظاہر بھی یہی ہے یعنی باوجود طعام کی محبت اور خواہش و ضرورت کے راہ اللہ غر باور حاجت مندوں کو دیدیتے ہیں جیسے اور جگہ ہے ﴿وَأَتَى الْمَالَ عَلَىٰ حَبِيبٍ﴾ ⑦ یعنی مال کی چاہت کے باوجود بھی اسے راہ اللہ دیتے رہتے ہیں۔

① احمد، ۳/۳۵۳، وسندہ ضعیف، رواية ابی جعفر الرازی عن الربیع بن انس ضعیفہ والحسن البصری عن ابن صبح السند الیہ، ابن حبان، ۱۶۵۸، بیہقی، ۹/۱۳۰، بتصرف یسیر۔ ② احمد، ۲/۳۲۳، وسندہ حسن؛ المعجم الأوسط، ۴۷۸۳؛ کتاب الزهد للبیہقی، ۶۹۹۔ ③ ۴۰/المؤمن: ۷۱، ۷۲۔ ④ ۱۷/بنی اسرائیل: ۹۰۔ ⑤ ۱۸/الکھف: ۳۳۔ ⑥ صحیح بخاری، کتاب الایمان والنذور، باب النذور فی الطاعة، ۱۲۶۹۶؛ ابوداود، ۳۲۸۹؛ ترمذی، ۱۵۲۶؛ احمد، ۱۳۶/۶؛ موطا، ۲/۴۷۶۔ ⑦ ۲/البقرة: ۱۷۷۔

اور فرمان ہے ﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ﴾ ① یعنی تم ہرگز بھلائی حاصل نہیں کر سکتے جب تک کہ اپنی چاہت کی چیزیں راہ اللہ خرچ نہ کرو۔ حضرت نافع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ”حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیمار پڑے آپ کی بیماری میں انکور کا موسم آیا جب انکور پکنے لگے تو آپ کا دل بھی چاہا کہ میں انکور کھاؤں تو آپ کی بیوی صاحبہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے ایک درہم کے انکور منگائے۔ آدمی جو لے کر آیا اسکے ساتھ ہی ساتھ ایک سائل بھی آ گیا اور اس نے آواز دی کہ میں سائل ہوں۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ سب اسی کو دے دو! چنانچہ دے دیئے گئے پھر دوبارہ آدمی گیا اور انکور خرید لایا، اب کی مرتبہ بھی سائل آ گیا اور اس کے سوال پر اسی کو سب کے سب انکور دیدیئے گئے، لیکن اب کی مرتبہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے سائل کو کہلوا بھیجا کہ اگر اب آئے تو تمہیں کچھ نہ ملے گا۔ چنانچہ تیسری مرتبہ ایک درہم کے انکور منگوائے گئے۔“ (بیہقی)

اور صحیح حدیث میں ہے کہ ”افضل صدقہ وہ ہے جو تو اپنی صحت کی حالت میں باوجود مال کی محبت کے باوجود امیری کی چاہت اور افلاس کے خوف کے راہ اللہ دے“ ② یعنی مال کی حرص بھی ہو حب بھی ہو اور حاجت و ضرورت بھی ہو پھر بھی راہ اللہ اسے قربان کر دے۔ یتیم اور مسکین کسے کہتے ہی؟ وغیرہ اس کا مفصل بیان پہلے گزر چکا ہے۔ قیدی کی نسبت حضرت سعید رضی اللہ عنہ وغیرہ تو فرماتے ہیں کہ ”مسلمان اہل قبلہ قیدی مراد ہے۔“ ③ لیکن ابن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ کا فرمان ہے ”اس وقت قیدیوں میں سوائے مشرکین کے اور کوئی مسلم نہ تھا۔“

اور اسی کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جس میں ہے کہ ”حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بدری قیدیوں کے بارے میں اپنے اصحاب کو فرمایا تھا کہ ان کا اکرام کرو۔ چنانچہ کھانے پینے میں صحابہ رضی اللہ عنہم خود اپنی جانوں سے بھی زیادہ ان کا خیال رکھتے تھے۔“ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس سے مراد غلام ہیں۔ امام ابن جریر بسبب آیت کے عام ہونے کے اسی کو پسند کرتے ہیں اور مسلم مشرک سب کو شامل کرتے ہیں۔ ④ غلاموں اور ماتحتوں کے ساتھ احسان و سلوک کرنے کی تاکید بہت سی احادیث میں آئی ہے۔ بلکہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری وصیت اپنی امت کو یہی ہے کہ اپنی نمازوں کی نگہبانی کرو اور اپنے ماتحتوں کے ساتھ اچھا سلوک کرو اور ان کا پورا خیال رکھو۔ ⑤ یہ اس نیک سلوک کا نہ تو ان لوگوں سے کوئی بدلہ چاہتے ہیں نہ شکریہ بلکہ اپنے حال سے گویا اعلان کر دیتے ہیں کہ ہم تمہیں صرف راہ اللہ دیتے ہیں اس میں ہماری ہی بہتری ہے کہ اس سے رضائے رب اور مرضی مولا ہمیں حاصل ہو جائے، ہم ثواب اور اجر کے مستحق ہو جائیں۔

حضرت سعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اللہ کی قسم یہ بات وہ لوگ منہ سے نہیں نکالتے یہ دلی ارادہ ہوتا ہے جس کا علم اللہ کو ہے تو اللہ تعالیٰ نے اسے ظاہر فرمادیا کہ اور لوگوں کی رغبت کا باعث بنے۔ ⑥ یہ پاکہاز جماعت خیرات و صدقات کر کے اس دن کے عذابوں اور ہولناکیوں سے بچنا چاہتی ہے جو ترش رو تک و تار یک اور طول طویل ہے ان کا عقیدہ ہے کہ اس بنا پر اللہ تعالیٰ ہم پر رحم کرے گا اور اس محتاجی اور بے کسی والے دن ہمیں ہماری یہ نیکیاں کام آئیں گی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ”عبوس“ کے معنی تنگی والا اور ”قَمَطَرِيُو“ کے معنی طول طویل مروی ہے۔ ⑦ عکرمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کافر کا منہ اس دن بگڑ جائے گا اس کی تیوری چڑھ جائے گی۔

① ۳/ آل عمران: ۹۲۔ ② صحیح بخاری، کتاب الزکاة، باب فضل صدقة الشحيح الصحيح، ۱۴۱۹، صحيح مسلم، ۱۰۳۲، ابوداود، ۲۸۶۵، تبصريف يسير، ابن ماجه، ۲۷۰۶، احمد، ۲۵/۲، ابن حبان، ۳۳۱۲۔ ③ الطبري، ۶۷/۲۴۔ ④ ايضاً، ۶۸/۲۴۔ ⑤ ابوداود، كتاب الادب، باب في حق المملوك، ۵۱۵۶، وسنده ضعيف مغيرة بن مقسم ملس راوي کے سماع کی تصریح نہیں، ابن ماجه، ۲۶۹۸، احمد، ۱۱۷/۳، ابن حبان، ۶۶۰۵۔ ⑥ الطبري، ۹۸/۲۴۔ ⑦ الطبري، ۹۸/۲۴۔

مُتَّكِئِينَ فِيهَا عَلَى الْأَرَائِكِ لَا يَرُونَ فِيهَا شُمْسًا وَلَا زُمُهْرًا ۖ وَدَانِيَةً
 عَلَيْهِمْ ظِلُّهَا وَذُلِّلَتْ قُطُوفُهَا تَذْلِيلًا ۝ وَيُطَافُ عَلَيْهِمْ بِانِيَةٍ مِّنْ فِضَّةٍ
 وَأَكْوَابٍ كَانَتْ قَوَارِيرًا ۝ قَوَارِيرًا مِّنْ فِضَّةٍ قَدَّرُوهَا تَقْدِيرًا ۝ وَيُسْقَوْنَ
 فِيهَا كَأْسًا كَانَ مِزَاجُهَا زَنْجَبِيلًا ۝ عَيْنًا فِيهَا تُسَمَّى سَلْسَبِيلًا ۝ وَيَطُوفُ
 عَلَيْهِمْ وُلَدَانٌ فَخْلَدُونَ ۚ إِذَا رَأَيْتَهُمْ حَسِبْتَهُمْ لُؤْلُؤًا مَّنْمُورًا ۝ وَإِذَا رَأَيْتَ
 ثَمَرًا رَأَيْتَ نَعِيمًا وَمُلْكًا كَبِيرًا ۝ عَلَيْهِمْ ثِيَابٌ سُنْدُسٌ خُضْرٌ وَاسْتَبْرَقٌ
 وَحُلُوفٌ أَسَاوِرٌ مِّنْ فِضَّةٍ وَسَقَمَهُمُ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُورًا ۝ إِنَّ هَذَا كَانَ لَكُمْ
 جَزَاءً وَكَانَ سَعْيُكُمْ مَّشْكُورًا ۝

ترجمہ: یہ وہاں تختوں پر تکیے لگائے ہوئے بیٹھیں گے نہ وہاں آفتاب کی گرمی دیکھیں گے نہ جاڑے کی سختی۔ [۱۳] ان جنتوں کے سامنے ان پر
 جھکے ہوئے ہوں گے اور ان کے میوے اور لچھے نیچے لٹکائے ہوئے ہوں گے۔ [۱۴] اور ان پر چاندی کے برتنوں اور ان جاموں کا دور کرایا
 جائے گا جو شیشے کے ہوں گے۔ [۱۵] شیشے بھی چاندی کے جن کو ساقی نے اندازے سے ناپ رکھا ہوگا [۱۶] اور انہیں وہاں وہ جام پلائے جائیں
 گے جن کی ملونی زنجبیل کی ہوگی [۱۷] جو جنت کی ایک نہر ہے جس کا نام سلسبیل ہے [۱۸] اور ان کے ارد گرد گھومتے پھرتے ہیں وہ کم سن بچے
 جو ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ جب تو انہیں دیکھے تو سمجھے کہ وہ نکھرے ہوئے سچے موتی ہیں [۱۹] تو وہاں جہاں کہیں بھی نظر ڈالے گا سراسر نعمتیں
 اور عظیم الشان سلطنت ہی دیکھے گا۔ [۲۰] ان کے جسموں پر بزمین اور مولے ریشمی کپڑے ہوں گے اور انہیں چاندی کے ننگن کا زیور پہنایا جائے
 گا اور انہیں ان کا رب پاک صاف شراب پلائے گا۔ [۲۱] (کہا جائے گا کہ) یہ ہے تمہارے اعمال کا بدلہ اور تمہاری کوششوں کی قدر دانی۔ [۲۲]

== اور اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان سے عرق بہنے لگے گا جو مثلِ روغنِ گندھک کے ہوگا۔ ① مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں ہونٹ
 چڑھ جائیں گے اور چہرہ سمٹ جائے گا۔ حضرت سعید اور حضرت قتادہ رحمہما اللہ کا قول ہے کہ بوجہ گھبراہٹ اور ہولنا کیوں کے صورت بگڑ
 جائے گی پیشانی تنگ ہو جائے گی۔

ابن زید رحمہ اللہ فرماتے ہیں برائی اور سختی والا دن ہوگا۔ لیکن سب سے واضح بہتر نہایت مناسب و ٹھیک قول حضرت ابن
 عباس رضی اللہ عنہما کا ہے، قطریہ کے لغوی معنی امام ابن جریر رحمہ اللہ نے شدید کے کئے ہیں یعنی بہت سختی والا۔ ان کی اس نیک نیتی اور پاک
 عمل کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے انہیں اس دن کی برائی سے بال بال بچالیا اور اتنا ہی نہیں بلکہ انہیں بجائے ترش روئی کے خندہ پیشانی اور
 بجائے دل کی ہولناکی کے اطمینان و سرور قلب عطا فرمایا خیال کیجئے کہ یہاں عبارت میں کس قدر بلیغ تجانس کا استعمال کیا گیا ہے۔
 اور جگہ ہے ﴿وَجُودٌ يُّؤْمِنُ مُمْسِقَةٌ ۝ ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ ۝﴾ ② اس دن بہت سے چہرے چمکیں ہوں گے۔ جو ہستے ہوئے

اور خوشیاں مناتے ہوئے ہوں گے۔ یہ ظاہر ہے کہ جب دل سرور ہوگا تو چہرہ کھلا ہوا ہوگا۔ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی لمبی حدیث میں ہے کہ نبی ﷺ کو جب کبھی کوئی خوشی ہوتی تو آپ ﷺ کا چہرہ چمکنے لگتا اور ایسا معلوم ہوتا گویا چاند کا ککڑا ہے۔ ① حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی لمبی حدیث میں ہے کہ ”ایک مرتبہ حضور ﷺ میرے پاس تشریف لائے چہرہ مبارک خوشی سے منور ہو رہا تھا اور کھڑے مبارک کی رگیں چمک رہی تھیں“ الخ۔ ② پھر فرماتا ہے ان کے صبر کے اجر میں انہیں رہنے سہنے کے لئے وسیع جنت پاک زندگی اور پہننے اور ہنسنے کے لئے ریشمی لباس ملا۔ ابن عساکر میں ہے کہ ابوسلیمان دارانی رضی اللہ عنہ کے سامنے اس سورت کی تلاوت ہوئی۔ جب قاری نے اس آیت کو پڑھا تو آپ نے فرمایا انہوں نے دنیاوی خواہشوں کو چھوڑ رکھا تھا۔ پھر یہ اشعار پڑھے۔

كَمْ قَبِيلٍ لِّشَهْوَةٍ وَأَسِيرٍ
أَفْ مِنْ مُشْتَهَلٍ خِلَافِ الْجَمِيلِ
شَهَوَاتِ الْإِنْسَانِ قُوْرُهُ الذَّلُّ
وَتَلْفِيْهِ لِمَى الْبَلَاءِ الطَّوِيلِ

افسوس شہوت نفس نے اور بھلائیوں کے خلاف برائیوں کی چاہت نے بہت سوں کا گلا گھونٹ دیا اور کئی ایک کو پا بجولا کر دیا۔ نفسانی خواہشیں ہی ہیں جو انسان کو بدترین ذلت و رسوائی اور بلا و مصیبت میں ڈال دیتی ہیں۔

جنتیوں پر انعامات کی بارش: [آیت: ۱۳۰-۲۲] جنتیوں کی نعمتوں اور راحتوں کا ان کے ملک و مال اور جاہ و منال کا ذکر ہو رہا ہے کہ یہ لوگ بآرام تمام پورے اطمینان اور خوش دلی کے ساتھ جنت کے مرصع اور مزین جزاؤں تختوں پر بے فکری سے نیکے لگائے سرور و راحت سے بیٹھے مزے لوٹ رہے ہوں گے۔ سورہ ﴿وَالصُّفَّٰتِ﴾ کی تفسیر میں اس کی پوری شرح گزر چکی ہے وہیں یہ بھی بیان ہو چکا ہے کہ ﴿اِنَّكَ﴾ سے مراد لیٹنا ہے یا کہنیاں لگانا ہے یا چار زانو بیٹھنا ہے یا کمر لگا کر ٹیک لگانا ہے اور یہ بھی بیان ہو چکا ہے کہ ﴿اَرَاَيْكَ﴾ چھپر کھٹوں کو کہتے ہیں۔ پھر ایک اور نعمت بیان ہو رہی ہے کہ وہاں نہ تو سورج کی تیز شعاعوں سے انہیں کوئی تکلیف پہنچے گی نہ جاڑے کی بہت سرد ہوائیں انہیں ناگوار گزریں گی بلکہ بہار کا ساموسم ہر وقت اور ہمیشہ رہتا ہے۔ گرمی سردی کے جھمیلوں سے الگ ہیں جنتی درختوں کی شاخیں جھوم جھوم کر ان پر سایہ کئے ہوئے ہوں گی اور میوے ان سے بالکل قریب ہوں گے چاہے لیٹے لیٹے توڑ کر کھالیں چاہے بیٹھے بیٹھے لے لیں چاہے کھڑے ہو کر لے لیں درختوں پر چڑھنے کی اور تکلیف کی کوئی ضرورت نہیں سردی پر میوے دار سمجھے اور لدے ہوئے لچھے لٹک رہے ہوں گے توڑا اور کھالیا۔ اگر کھڑے ہیں تو میوے اتنے اونچے ہیں بیٹھے تو قدرے جھک گئے لیٹے تو اور قریب آ گئے نہ تو کانٹوں کی رکاوٹ ہے اور نہ دوری کی سرد روی ہے۔

حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ”جنت کی زمین چاندی کی ہے اور اس کی مٹی مشک خالص ہے اس کے درختوں کے تنے سونے چاندی کے ہیں ڈالیاں لٹو لٹو زبرد اور یا قوت کی ہیں۔ ان کے درمیان پتے اور پھل ہیں جن کے توڑنے میں کوئی دقت اور مشکل نہیں چاہو بیٹھے بیٹھے توڑ لو چاہو کھڑے کھڑے بلکہ اگر چاہیں لیٹے لیٹے۔“ ایک طرف خوش خرام خوش دل خوبصورت بادب سلیقہ شعاع فرماں بردار خادم قسم قسم کے کھانے چاندی کی کشتیوں میں لگائے لئے کھڑے ہیں۔ دوسری جانب شراب طہور سے چھلکتے ہوئے بلوریں جام لئے ساقیان مہوش اشارے کے منتظر ہیں یہ گلاس صفائی میں شیشے جیسے اور سفیدی میں چاندی جیسے ہوں گے دراصل ہوں گے چاندی کے لیکن شیشے کی طرح شفاف ہوں گے کہ اندر کی چیز باہر سے نظر آئے گی۔ جنت کی تمام چیزوں کی یونہی سی برائے

① صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب حدیث کعب بن مالک رحمہ اللہ، ۴۴۱۸؛ صحیح مسلم، ۲۷۶۹؛ ترمذی، ۳۱۰۲؛

ابن حبان، ۳۳۷۰۔ ② صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب صفة النبی ﷺ، ۳۵۵۵؛ صحیح مسلم، ۱۴۵۹۔

نام مشابہت دنیا کی چیزوں میں بھی پائی جاتی ہے لیکن ان چاندی کے بلوریں گلاسوں کی کوئی مثال نہیں ملتی۔ ہاں یہ یاد رہے کہ پہلے کے لفظ (قوارہ) پر زبر تو اس لئے ہے کہ وہ کان کی خبر ہے اور دوسرے پر زبر بدلیت کی بنا پر ہے یا تو تمیز کی بنا پر۔ پھر یہ جام نپے تلے ہوئے ہیں ساقی کے ہاتھ میں بھی زیب دیں ان کی ہتھیلیوں پر بھلے معلوم ہوں اور پینے والوں کی حسب خواہش شراب طہور اس میں سما جائے جو نہ بچے نہ گھٹے۔ ان نایاب گلاسوں میں جو پاک خوش ذائقہ اور سرور دہانی بے نشے کی شراب انہیں ملے گی وہ جنت کی نہر سلسبیل کے پانی سے مخلوط کر کے دی جائے گی جیسا کہ اوپر گزر چکا ہے کہ نہر کا نور کے پانی سے مخلوط کر کے دی جائے گی تو مطلب یہ ہے کہ کبھی اس ٹھنڈک والے سرد مزاج پانی سے کبھی اس نفیس گرم مزاج پانی سے تاکہ اعتدال قائم رہے۔ یہ نیک لوگوں کا ذکر ہے اور خاص مقررین خالص اس نہر کا شربت پیئیں گے۔

سلسبیل بقول مکرّمہ رحمہ اللہ جنت کے ایک چشمے کا نام ہے کیونکہ وہ تیزی کے ساتھ مسلسل روانگی سے لہریاں چال بہہ رہا ہے اس کا پانی بہت بلکا نہایت شیریں خوش ذائقہ اور خوش بو ہے جو آسانی سے پیا جائے اور سہتا چٹتا رہے۔ ان نعمتوں کے ساتھ ہی خوبصورت حسین نوخیز کم عمر لڑکے ان کی خدمت کے لئے کمر بستہ ہوں گے یہ غلام جنتی جس سن و سال میں ہوں گے اسی میں رہیں گے یہ نہیں کہ سن بڑھ کر صورت بگڑ جائے یہ نفیس پوشاکیں اور بیش قیمت جزاؤں پر پہنے ہوئے بہ تعداد کثیر ادھر ادھر مختلف کاموں پر بٹے ہوئے ہوں گے جنہیں دوڑتے بھاگتے مستعدی اور چالاکی سے انجام دے رہے ہوں گے ایسا معلوم ہوگا کہ گویا سفید آب دار موتی ادھر ادھر جنت میں بکھرے پڑے ہیں حقیقت میں اس سے زیادہ اچھی تشبیہ ان کے لئے کوئی اور نہ تھی کہ یہ صاحب جمال خوش خصال بوٹے سے قد والے سفید نورانی چہروں والے پاک صاف بچی ہوئی پوشاکیں پہنے ہوئے زیور میں لدے ہوئے اپنے مالک کی فرماں برداری میں دوڑتے بھاگتے ادھر ادھر پھرتے ایسے بھلے ہوں گے جیسے بچے سجائے پر تکلف فرش پر سفید چمکیلے سچ موتی ادھر ادھر لڑھک رہے ہوں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ”ہر ایک جنتی کے ایک ہزار خادم ہوں گے جو مختلف کام کاج میں لگے ہوئے ہوں گے۔“ ① پھر فرماتا ہے اے نبی! تم جنت کی جس جگہ نظر ڈالو تمہیں نعمتیں اور عظیم الشان سلطنت ہی سلطنت نظر آئے گی، تم دیکھو گے کہ راحت و سرور نعمت و نور سے چپے چپے معمور ہے۔ چنانچہ صحیح حدیث میں ہے کہ ”سب سے آخر میں جو جہنم سے نکالا جائے گا اور جنت میں بھیجا جائے گا“ اس سے جناب باری تعالیٰ فرمائے گا، جا میں نے تجھے جنت میں وہ دیا جو مثل دنیا کے ہے بلکہ اس سے بھی دس حصے زیادہ دیا۔“ ②

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت سے وہ حدیث بھی پہلے گزر چکی ہے جس میں ہے کہ ادنیٰ جنتی کی ملکیت و ملک دو ہزار سال کی مسافت کا ہوگا۔ ہر قریب و بعید کی چیز پر اس کی بیک نظر یکساں لگا ہوں گی ③ یہ حال تو ہے ادنیٰ جنتی کا پھر سمجھ لو کہ اعلیٰ جنتی کا درجہ کیا ہوگا؟ اور اس کی نعمتیں کیسی ہوں گی (اے اللہ! اے بغیر ہماری دعا اور عمل کے ہمیں شیر مادر کے چشمے عنایت کرنے والے! ہم بہ عاجزی و الحاح تیری پاک جناب میں عرض گزار ہیں کہ تو ہماری لچائی ہوئی طبیعت کے ارمانوں کو پورا کر اور ہمیں بھی جنت الفردوس

① البیہقی فی البعث والنشور، ۴۱۲ والمروزی فی زوائد الزهد، ۱۵۸ والطبری فی تفسیرہ ۲۹، ۱۳۶ وسندہ ضعیف

قتادہ مدلس وعنعن۔ ② صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب صفة الجنة والنار، ۶۵۷۱؛ صحیح مسلم، ۱۸۶۔

③ ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورة القيامة، ۳۳۳۰ وسندہ ضعیف؛ احمد، ۱۳/۲؛ مسند ابی یعلیٰ، ۵۷۱۲؛

الشریعة للاجری، ۶۳۱؛ البعث للبیہقی، ۴۷۷۔ اس کی سند میں ثور بن ابی فاختہ ضعیف راوی ہے (التقریب، ۱/۱۲۰، رقم: ۵۴)

نعیب فرمانا گویا یہ اعمال نہ ہوں لیکن ایمان ہے کہ تیری رحمت اعمال پر ہی موقوف نہیں۔ آمین! مترجم)

طبرانی کی ایک بہت ہی غریب حدیث میں وارد ہے کہ ایک حبشی دربار رسالت میں حاضر ہوا۔ آپ ﷺ نے اسے فرمایا ”تمہیں جو کچھ پوچھنا ہو جس بات کو سمجھنا ہو پوچھ لو۔ اس نے کہا یا رسول اللہ! صورت شکل میں رنگ روپ میں نبوت رسالت میں آپ کو ہم پر فضیلت دی گئی ہے اب تو یہ فرمائیے کہ اگر میں بھی ان چیزوں پر ایمان لاؤں جن پر آپ ایمان لائے ہیں اور جن پر آپ عمل کرتے ہیں اگر میں بھی اسی پر عمل کروں تو کیا جنت میں آپ کے ساتھ ہو سکتا ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں قسم ہے اس اللہ کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ سیاہ رنگ لوگوں کو جنت میں وہ سفید رنگ دیا جائے گا جو ایک ہزار سال کے فاصلے سے دکھائی دے گا۔ پھر حضور ﷺ نے فرمایا جو شخص ((لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ)) کہے اس کے لئے اللہ کے پاس عہد مقرر ہو جاتا ہے اور جو شخص ((سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ)) کہے اس کے لئے ایک لاکھ چوبیس ہزار نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ تو ایک شخص نے کہا پھر یا رسول اللہ! ہم کیسے ہلاک ہو جائیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا سنو! ایک شخص اتنی نیکیاں لائے گا کہ اگر کسی بڑے پہاڑ پر رکھی جائیں تو اس پر بوجھل پڑیں لیکن پھر جو اللہ کی نعمتیں اس کے مقابل آئیں گی تو قریب ہوگا کہ سب فنا ہو جائیں مگر یہ اور بات ہے کہ رحمت رب توجہ فرمائے اس وقت یہ سورت ﴿مُلْكًا كَبِيرًا﴾ تک اتری تو اسی حبشی نے کہا: اے حضور! جو کچھ آپ کی آنکھیں جنت میں دیکھیں گی کیا میری آنکھیں بھی دیکھیں گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں ہاں۔ پس وہ رونے لگا یہاں تک کہ اس کی روح پرواز کر گئی۔“

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ”میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے ہاتھ مبارک سے اسے دفن کیا۔“ ① پھر اہل جنت کے لباس کا ذکر ہو رہا ہے کہ وہ بزرے رنگ کا مہین اور چمکدار ریشم ہوگا ﴿سُنْدُس﴾ اعلیٰ درجہ کا خالص نرم ریشم جو بدن سے لگا ہوا ہوگا ﴿اُسْتَبْرَق﴾ عمدہ بیش بہا گراں قدر ریشم جس میں چمک دمک ہوگی جو اوپر پہنایا جائیگا ساتھ ہی چاندی کے کنگن ہاتھوں میں ہوں گے۔ یہ لباس ابرار کا ہے۔

اور مقربین خاص کے بارے میں اور جگہ ارشاد ہے ﴿يُحَلَّوْنَ فِيهَا مِنْ أَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَلُؤْلُؤًا وَلِبَاسُهُمْ فِيهَا حَرِيرٌ﴾ ② انہیں سونے کے کنگن ہیرے جڑے ہوئے پہنائے جائیں گے اور خالص نرم صاف ریشمی لباس ہوگا۔ ان ظاہری جسمانی استعالیٰ نعمتوں کے ساتھ ہی انہیں پر کیف بالذات سرور والی پاک اور پاک کرنے والی شراب پلائی جائے گی جو تمام ظاہری باطنی برائی دور کر دے گی حد کینہ بد خلقی غصہ وغیرہ سب دور کر دے گی جیسے امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ”جب اہل جنت جنت کے دروازے پر پہنچیں گے تو انہیں دو نہریں نظر آئیں گی اور انہیں از خود خیال پیدا ہوگا ایک کا وہ پانی پیئیں گے تو ان کے دلوں میں جو کچھ تھا سب دور ہو جائے گا۔ دوسری میں غسل کریں گے جس سے چہرے تر و تازہ ہشاش بشاش ہو جائیں گے۔ ظاہری اور باطنی دونوں خوبیاں انہیں بدرجہ کمال حاصل ہوں گی“ جس کا بیان یہاں ہو رہا ہے۔

پھر ان سے ان کے دل خوش کرنے کے لئے اور ان کی خوشی دوبالا کرنے کے لئے بار بار کہا جائے گا کہ یہ تمہارے اعمال کا بدلہ اور تمہاری بھلی کوششوں کی قدر دانی ہے جیسے اور جگہ ہے ﴿كُلُوا وَاشْرَبُوا هَنِيئًا بِمَا أَسْلَفْتُمْ فِي الْأَيَّامِ الْخَالِيَةِ﴾ ③ دنیا میں جو اعمال تم نے کئے ان کی نیک جزا میں آج تم خوب سہتا پچتا بارام و اطمینان کھاتے پیتے رہو۔ اور فرمان ہے ﴿وَنُودُوا أَن تَبْلُغُوا﴾

① المعجم الكبير، ۱۳۵۹۵ وسندہ ضعیف؛ مجمع الزوائد، ۱۰/۳۵۶ اس کی سند میں ایوب بن عقبہ ضعیف راوی ہے (المیزان، ۱/۲۹۰،

رقم: ۱۰۹۰) ② ۲۲/الحج: ۲۳۔ ③ ۶۹/الحاقة: ۲۴۔

إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْآنَ تَنْزِيلًا ۖ فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تَطِعْ مِنْهُمْ
 إِنَّمَا أَوْفَوْنَا ۖ وَادْكُرْ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَأَصِيلًا ۚ وَمِنَ اللَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهُ
 وَسَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيلًا ۚ إِنَّ هَؤُلَاءِ يُحِبُّونَ الْعَاجِلَةَ وَيَذْرُونَ وَرَاءَهُمْ يَوْمًا
 ثَقِيلًا ۚ نَحْنُ خَلَقْنَاهُمْ وَشَدَدْنَا أَسْرَهُمْ ۚ وَإِذَا شِئْنَا بَدَّلْنَا أَمْثَلَهُمْ
 تَبْدِيلًا ۚ إِنَّ هَذِهِ تَذْكِرَةٌ ۖ فَمَنْ شَاءَ اتَّخَذَ إِلَىٰ رَبِّهِ سَبِيلًا ۚ وَمَا تَشَاءُونَ
 إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا ۖ يُدْخِلُ مَنْ يَشَاءُ فِي
 رَحْمَتِهِ ۖ وَالظَّالِمِينَ أَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ۖ

ترجمہ: بے شک ہم نے تجھ پر بتدریج قرآن نازل کیا ہے۔ [۲۳] پس تو اپنے رب کے حکم پر قائم رہ اور ان میں سے کسی گنہگار یا ناشکرے کا کہنا نہ مان [۲۴] اور اپنے رب کے نام کا صبح و شام ذکر کیا کر [۲۵] اور رات کے وقت اس کے سامنے سجدے کر اور بہت رات تک اس کی تسبیح کیا کر۔ [۲۶] بے شک یہ لوگ دنیا کو چاہتے ہیں اور اپنے پیچھے ایک بڑے بھاری دن کو چھوڑ دیتے ہیں۔ [۲۷] ہم نے ہی انہیں پیدا کیا اور ہم نے ہی ان کے بدن میں مضبوط کئے اور ہم جب چاہیں ان کے عوض ان جیسے اوروں کو بدل لائیں۔ [۲۸] یقیناً یہ تو ایک نصیحت ہے پس جو چاہے اپنے رب کی راہ لے [۲۹] اور تم نہ چاہو گے مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ ہی چاہے بے شک اللہ تعالیٰ دانا اور با حکمت ہے۔ [۳۰] جسے چاہے اپنی رحمت میں داخل کر لے اور دردناک عذاب کی تیاری تو صرف گنہگاروں کے لئے ہے۔ [۳۱]

== الْجَنَّةُ أَوْ دَلُّهُمْ هَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿۱﴾ یعنی منادی کے جائیں گے کہ ان جنتوں کا وارث تمہیں تمہاری نیک کرداروں کی بنا پر بنایا گیا ہے۔ یہاں بھی فرمایا ہے کہ تمہاری سعی مشکور ہے تھوڑے عمل پر بہت اجر ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ان میں سے کرے آمین۔

قرآن کا نزول بتدریج ہوا: [آیت: ۲۳-۳۱] اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی اکرم ﷺ پر اپنا خاص کرم جو کیا ہے اسے یاد دلاتا ہے کہ ہم نے تجھ پر بتدریج تھوڑا تھوڑا کر کے یہ قرآن کریم نازل فرمایا اب اس اکرام کے مقابلہ میں تمہیں بھی چاہئے کہ میری راہ میں صبر و سہار سے کام لو میری قضا و قدر پر صابر و شاکر رہو دیکھو تو سہی کہ میں اپنی حسن تدبیر سے تمہیں کہاں سے کہاں پہنچاتا ہوں ان کافروں منافقوں کی باتوں میں نہ آنا گو یہ تبلیغ سے روکیں لیکن تم نہ رکنا۔ بلا رو رعایت بغیر مایوسی اور تکان کے ہر وقت وعظ و نصیحت ارشاد و تلقین سے غرض رکھو میری ذات پر بھروسہ رکھو میں تمہیں لوگوں کی ایذا سے بچاؤں گا۔ تمہاری عصمت کا ذمہ دار میں ہوں۔ فاجر کہتے ہیں بد اعمال عاصی کو اور کفور کہتے ہیں دل کے منکر کو دن کے اول آخر کے حصے میں رب کا نام لیا کرو راتوں کو تہجد کی نماز پڑھو اور دیر تک اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرو جیسے اور جگہ فرمایا ﴿وَمِنَ اللَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهِ﴾ ۲ الخ۔ رات کو تہجد پڑھو عنقریب تمہیں تمہارا رب مقام محمود میں

پہنچائے گا۔ سورہ مزمل کے شروع میں فرمایا اے لحاف اوڑھنے والے! رات کا قیام کر مگر تھوڑی رات آدمی رات یا اس سے کچھ کم یا کچھ زیادہ اور قرآن کو ترتیل سے پڑھ۔ پھر کفار کو روکتا ہے کہ جب دنیا میں پھنس کر آخرت کو ترک نہ کر دو وہ بڑا بھاری دن ہے اس فانی دنیا کے پیچھے پڑ کر اس خوفناک دن کی دشواریوں سے غافل ہو جانا تھمندی کا کام نہیں۔ پھر فرماتا ہے سب کے خالق ہم ہیں اور سب کی مضبوط پیدائش اور قوی قوی ہم نے ہی بنائے ہیں اور ہم بالکل ہی قادر ہیں کہ قیامت کے دن انہیں بدل کرنی پیدائش میں پیدا کر دیں۔ یہاں ابتداء آفرینش کو اعادہ کی دلیل بنایا ہے۔

اور اس آیت کا یہ مطلب بھی ہے کہ اگر ہم چاہیں اور جب چاہیں ہمیں قدرت حاصل ہے کہ انہیں فنا کر دیں مٹا دیں اور ان جیسے دوسرے انسانوں کو ان کے قائم مقام کر دیں جیسے اور جگہ ہے ﴿اِنْ يَّشَاءِ لَذَهَبَ﴾ ۱ الخ۔ اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو اے لوگو تم سب کو برباد کر دے اور دوسرے لائے اللہ تعالیٰ اس پر ہر آن قادر ہے۔ اور جگہ فرمایا اگر چاہے تمہیں فنا کر دے اور نئی مخلوق لائے اللہ پر یہ گراں نہیں۔ پھر فرماتا ہے یہ سورت سراسر عبرت و نصیحت ہے جو چاہے اس سے نصیحت حاصل کر کے اللہ تعالیٰ سے ملنے کی راہ پر چلنے لگ جائے جیسے اور جگہ فرمان ہے ﴿وَمَا ذَا عَلَيْهِمْ﴾ الخ۔ ان پر کیا بوجھ پڑ جاتا اگر یہ اللہ کو قیامت کو مان لیتے؟ پھر فرمایا بات یہ ہے کہ جب تک اللہ نہ چاہے تمہیں ہدایت کی چاہت ہی نہ ہوگی۔ اللہ تعالیٰ علیم و حکیم ہے مستحقین ہدایت کیلئے وہ ہدایت کی راہیں آسان کر دیتا ہے اور ہدایت کے اسباب مہیا کر دیتا ہے اور جو اپنے آپ کو مستحق ضلالت بنا لیتا ہے اسے وہ ہدایت سے ہٹا دیتا ہے ہر کام میں اس کی حکمت بالغہ اور رحمت تامہ ہے جسے چاہے اپنی رحمت تلے لے لے اور راہ راست پر کھڑا کر دے اور جسے چاہے بے راہ چلنے دے اور راہ راست نہ سمجھائے اس کی ہدایت نہ تو کوئی کھو سکے گا نہ اس کی گمراہی کو کوئی راستی سے بدل سکے گا اس کے عذاب گنہگاروں ظالموں اور نا انصافوں کے لئے ہی مخصوص ہیں۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ سورہ دہر کی تفسیر ختم ہوئی۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے۔



تفسیر سورۃ مرسلات

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

وَالْمُرْسَلَاتِ عُرْفًا ۝ فَالْعَصْفِ عَصْفًا ۝ وَالنَّشْرِ نَشْرًا ۝ فَالْفَرْقِ قُرْقًا ۝

فَالْمُلْقِي ذِكْرًا ۝ عَذْرًا أَوْ نَذْرًا ۝ إِنَّمَا تُوعَدُونَ لَوَاقِعَ ۝ فَإِذَا الْجُومُ طُهِسَتْ ۝

وَإِذَا السَّمَاءُ فُرْجَتْ ۝ وَإِذَا الْجِبَالُ نُسِفَتْ ۝ وَإِذَا الرُّسُلُ أُقِتَتْ ۝ لِأَيِّ يَوْمٍ

أُجِلَتْ ۝ يَوْمَ الْفُصْلِ ۝ وَمَا أَذْرِكُ مَا يَوْمَ الْفُصْلِ ۝ وَيْلَ يَوْمٍ ذِی الْمُكَدِّبِينَ ۝

ترجمہ: اللہ تعالیٰ بخشش کرنے والے مہربان کے نام سے شروع۔

دل خوش کن ہلکی ہواؤں کی قسم [۱] پھر زور سے جھونکا دینے والیوں کی قسم [۲] پھر ابر کو ابھار کر پرانہ کرنے والیوں کی قسم [۳] پھر حق و باطل کو جدا جدا کر دینے والے [۴] اور وحی لانے والے فرشتوں کی قسم [۵] جو الزام اتارنے یا آگاہ کر دینے کے لئے ہوتی ہے [۶] کہ جس چیز کا وعدہ کیا جاتا ہے وہ یقیناً ہونیوالی ہے۔ [۷] پس جب ستارے بے نور کر دیئے جائیں گے [۸] اور جب آسمان توڑ پھوڑ دیا جائے گا [۹] اور جب پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے کر کے اڑا دیئے جائیں گے [۱۰] اور جب رسولوں کو وقت مقررہ پر لایا جائیگا۔ [۱۱] کس دن کے لئے (انہیں) ٹھہرایا گیا ہے؟ [۱۲] فیصلے کے دن کیلئے [۱۳] اور تجھے کیا معلوم کہ فیصلے کا دن کیا ہے؟ [۱۴] اس دن جھٹلانے والوں کی خرابی ہے۔ [۱۵]

تعارف سورت: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ”ہم منی کے ایک غار میں تھے جب یہ سورت اتری۔ حضور ﷺ اس کی تلاوت کر رہے تھے اور میں آپ ﷺ سے سن کر یاد کر رہا تھا کہ ناگہاں ایک سانپ ہم پر کودا۔ حضور ﷺ نے فرمایا اسے مارو۔ ہم گوجھنے لگیں وہ نکل گیا تو آپ نے فرمایا تمہاری سزا سے وہ بچ گیا جیسے تم اس کی برائی سے محفوظ رہے“ ① (بخاری و مسلم)۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی والدہ صاحبہ حضرت ام الفضل رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ”میں نے آنحضرت ﷺ کو مغرب کی نماز میں اس سورت کی قرأت کرتے ہوئے سنا ہے۔ ② دوسری حدیث میں ہے کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو اس سورت کو پڑھتے ہوئے سن کر ام الفضل رضی اللہ عنہا نے فرمایا پیارے بچہ! آج تو تم نے یاد دلادیا میں نے رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے اس سورت کو مغرب کی نماز میں پڑھتے ہوئے آخری مرتبہ سنا ہے“ ③ (مسند احمد بخاری و مسلم)۔

[آیت ۱-۱۵] بعض بزرگ صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین رضی اللہ عنہم سے تو مروی ہے کہ مذکورہ بالا قسمیں ان اوصاف والے فرشتوں کی کھائی ہیں۔ بعض کہتے ہیں پہلے کی چار قسمیں تو ہواؤں کی ہیں اور پانچویں قسم فرشتوں کی ہے۔ بعض نے توقف کیا ہے کہ ﴿وَالْمُرْسَلَاتِ﴾ سے مراد یا تو فرشتے ہیں یا ہوائیں ہیں۔ ہاں ﴿وَالْعَصْفِ﴾ میں کہا ہے کہ اس سے مراد تو ہوائیں ہیں۔ بعض

① صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ المرسلات، باب ﴿هَذَا يَوْمَ لَا يَنْطَقُونَ﴾ ۹۳۴؛ صحیح مسلم، ۲۲۳۴؛ احمد، ۴۲۸/۱؛ حاکم، ۴۵۳/۱؛ ابن حبان، ۷۰۸۔

② احمد، ۳۳۸/۶؛ وهو حدیث صحیح والبخاری، ۴۴۲۹؛ و مسلم، ۴۶۲۔ ③ صحیح بخاری، کتاب الاذان، باب القراءة فی المغرب، ۷۶۳؛ صحیح مسلم، ۴۶۲؛ ابوداؤد، ۸۱۰؛ ترمذی، ۳۰۸؛ ابن ماجہ، ۸۳۱۔

﴿عَصِصَتْ﴾ میں یہ فرماتے ہیں اور ﴿نُشِرَات﴾ میں کوئی فیصلہ نہیں کرتے۔ یہ بھی مروی ہے کہ ﴿نُشِرَات﴾ سے مراد بارش ہے۔ بظاہر تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ ﴿مُرْسَلَتْ﴾ سے مراد ہوائیں ہیں جیسے اور جگہ فرمان باری تعالیٰ ہے ﴿وَأَرْسَلْنَا الرِّيحَ لَوَاقِحَ﴾ ① الخ۔ یعنی ہم نے ہوائیں چلائیں جو ابر کو بوجھل کرنے والیاں ہیں اور جگہ ہے ﴿يُرْسِلُ الرِّيحَ بُشْرًا﴾ ② الخ۔ اپنی رحمت سے پیشتر اس کی خوش خبری دینے والی ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں وہ چلاتا ہے۔ ﴿عَصِصَتْ﴾ سے بھی مراد ہوائیں ہیں وہ نرم ہلکی اور بھنی بھنی ہوائیں تھیں یہ ذراتیہ جموئیکوں والی اور آواز والی ہوائیں ہیں۔ ﴿نُشِرَات﴾ سے مراد بھی ہوائی ہیں جو بادلوں کو آسمان میں ہر چہار سو پھیلا دیتی ہیں اور جہدہ اللہ کا حکم ہوتا ہے انہیں لے جاتی ہیں۔ ﴿فِرْقَتْ﴾ اور ﴿مُلْقِيَتْ﴾ سے مراد البتہ فرشتے ہیں جو اللہ کریم کے حکم سے رسولوں پر وحی لے کر آتے ہیں جس سے حق و باطل حلال و حرام میں ضلالت و ہدایت میں امتیاز اور فرق ہو جاتا ہے تاکہ لوگوں کے عذر ختم ہو جائیں اور منکرین کو تنبیہ ہو جائے۔

قیامت قریب ہے: ان قسموں کے بعد فرمان ہے کہ جس قیامت کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے جس دن تم سب کے سب اول آخروا لے اپنی اپنی قبروں سے دوبارہ زندہ کیئے جاؤ گے اور اپنے کربوت کا پھل پاؤ گے۔ نیکی کی جزا اور بدی کی سزا۔ صور پھونک دیا جائے گا اور ایک چھیل میدان میں تم سب جمع کر دیئے جاؤ گے یہ وعدہ یقیناً حق ہے اور ہو کر رہنے والا اور لازمی طور پر آنے والا ہے۔ اس دن ستاروں کو نور اور ان کی چمک دکھ مانڈ پڑ جائے گی۔ جیسے فرمایا ﴿وَإِذَا النُّجُومُ انْكَدَرَتْ﴾ ③ اور جگہ فرمایا ﴿وَإِذَا النُّجُومُ انْكَدَرَتْ﴾ ④ ستارے بے نور ہو کر جھڑ جائیں گے اور آسمان پھٹ جائے گا ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو کر اڑ جائیں گے۔ یہاں تک کہ نام و نشان بھی باقی نہ رہے گا جیسے اور جگہ ہے ﴿وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْجِبَالِ﴾ ⑤ الخ۔ اور جگہ فرمایا ﴿وَيَوْمَ نُسَبِّرُ الْجِبَالِ﴾ ⑥ الخ۔ یعنی پہاڑ ریزہ ریزہ ہو کر اڑ جائیں گے اور اس دن وہ جلنے لگیں گے بالکل نام و نشان مٹ جائے گا اور زمین ہموار بغیر اونچ نیچ کے رہ جائے گی اور رسولوں کو جمع کیا جائے گا اس وقت مقررہ پر انہیں لایا جائے گا۔

جیسے اور جگہ ہے ﴿يَوْمَ يَجْمَعُ اللَّهُ الرُّسُلَ﴾ ⑦ اس دن اللہ رسولوں کو جمع کرے گا اور ان سے شہادتیں لے گا جیسے اور جگہ ہے ﴿وَأُشْرِقَتِ الْأَرْضُ﴾ ⑧ زمین اپنے رب کے نور سے چمک اٹھے گی۔ نامدا اعمال دیدیئے جائیں گے نبیوں کو اور گواہوں کو لایا جائے گا اور حق و انصاف کے ساتھ فیصلے کئے جائیں گے اور کسی پر ظلم نہ ہوگا۔ پھر فرماتا ہے کہ ان رسولوں کو ٹھہرایا گیا تھا اس لئے کہ قیامت کے دن فیصلے ہوں گے جیسے فرمایا ﴿فَلَا تَحْسَبَنَّ اللَّهَ مُخَلِّفًا وَعْدَهُ رُسُلُهُ﴾ ⑨ الخ۔ یہ خیال نہ کر کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں سے وعدہ خلافی کرے گا۔ نہیں نہیں اللہ تعالیٰ بڑے غلبہ والا اور انتقام والا ہے۔ جس دن یہ زمین بدل دی جائے گی اور آسمان بھی بدل دیا جائے گا اور سب کے سب اللہ واحد و قہار کے سامنے پیش ہو جائیں گے۔ اسی دن کو یہاں فیصلے کا دن کہا گیا پھر اس دن کی عظمت ظاہر کرنے کے لئے فرمایا میرے معلوم کرائے بغیر اے نبی! تم بھی اس دن کی حقیقت سے باخبر نہیں ہو سکتے۔ اس دن ان جھٹلانے والوں کے لئے سخت خرابی ہے۔ ایک غیر صحیح حدیث میں یہ بھی گزر چکا ہے کہ وہیل جہنم کی ایک وادی کا نام ہے۔ ⑩

① ۱۵ / الحجر: ۲۲ ② ۷ / الاعراف: ۵۷ ③ ۸۱ / التکویر: ۲۰

④ ۸۲ / الانفطار: ۲۰ ⑤ ۲۰ / طہ: ۱۰۵ ⑥ ۱۸ / الکہف: ۴۷

⑦ ۵ / المائدة: ۱۰۹ ⑧ ۳۹ / الزمر: ۶۹ ⑨ ۱۴ / ابراہیم: ۴۷

⑩ ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورة الانبياء، ۳۱۶۴ وسندہ ضعیف اس کی سند میں درج ہے جس کی ابو یوسف سے روایت ضعیف ہوتی ہے (التقریب، ۱/ ۲۳۵ رقم: ۵۴)

اَلَمْ نُهَمِّكِ الْاَوَّلَيْنِ ۙ ثُمَّ نُنْبِئُهُمُ الْاٰخِرَيْنِ ۙ كَذٰلِكَ نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِيْنَ ۙ
 وَاِنَّ يَوْمَیْكَ لِلْمُكَذِّبِيْنَ ۙ اَلَمْ نَخْلُقْكُمْ مِّنْ مَّاءٍ مَّهِیْنٍ ۙ فَجَعَلْنٰهُ فِیْ قَرَارٍ
 مَّكِیْنٍ ۙ اِلٰی قَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ۙ فَقَدَرْنَا ۙ فَنَعْمَ الْقَدِرُوْنَ ۙ وَاِنَّ يَوْمَیْكَ
 لِلْمُكَذِّبِيْنَ ۙ اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ كِفَاتًا ۙ اَحْيَاءَ وَاَمْوَاتًا ۙ وَجَعَلْنَا فِیْهَا
 رَوَاسِیَ شٰخِصًا ۙ وَاسْقَيْنٰكُمْ مَّاءً فُرَاتًا ۙ وَاِنَّ يَوْمَیْكَ لِلْمُكَذِّبِيْنَ ۙ

ترجمہ: کیا ہم نے انگوں کو ہلاک نہیں کیا؟ [۱۶] پھر ہم ان کے بعد بچھلوں کو لائے۔ [۱۷] ہم گنہگاروں کے ساتھ اسی طرح کرتے ہیں۔ [۱۸] اس دن جھٹلانے والوں کے لئے ویل (افسوس) ہے۔ [۱۹] کیا ہم نے تمہیں ذلیل پانی سے (منی سے) پیدا نہیں کیا؟ [۲۰] پھر ہم نے اسے مضبوط و محفوظ جگہ میں رکھا [۲۱] ایک مقررہ وقت تک۔ [۲۲] پھر ہم نے اندازہ کیا اور ہم کتنا اچھا اندازہ کر سکتے ہیں [۲۳] اس دن تکذیب کرنے والوں کی خرابی ہے۔ [۲۴] کیا ہم نے زمین کو سیٹھنے والی نہیں بنایا؟ [۲۵] زندوں کو بھی اور مردوں کو بھی۔ [۲۶] اور ہم نے اس میں بلند و بھاری پہاڑ بنائے اور تمہیں سیراب کرنے والا میٹھا پانی پلایا۔ [۲۷] اس دن جھوٹ جاننے والوں پر دائے اور افسوس ہے۔ [۲۸]

گنہگاروں کا انجام ہلاکت ہوا: [آیت: ۱۶-۲۸] اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم سے پہلے بھی جن لوگوں نے میرے رسولوں کی رسالت کو جھٹلایا، میں نے انہیں تہس نہس کر دیا، پھر ان کے بعد اور آئے انہوں نے بھی ایسا ہی کیا اور ہم نے انہیں اسی طرح غارت کر دیا۔ ہم مجرموں کی غفلت کا یہی بدلہ دیتے چلے آئے ہیں اس دن ان جھٹلانے والوں کی درگت ہوگی۔ پھر اپنی مخلوق کو اپنا احسان یاد دلاتا ہے اور منکرین قیامت کے سامنے دلیل پیش کرتا ہے کہ ہم نے اسے حقیر اور ذلیل قطرے سے پیدا کیا جو خالق کائنات کے سامنے ناہنجز محض تھا، جیسے سورہ یس کی تفسیر میں گزر چکا کہ اے ابن آدم! بھلا تو مجھے عاجز کر سکے گا۔ ❶ میں نے تجھے اس جیسی چیز سے پیدا کیا ہے، پھر اس قطرے کو ہم نے دم میں جمع کیا جو اس پانی کے جمع ہونے کی جگہ ہے اسے بڑھاتا ہے اور محفوظ رکھتا ہے۔ مدت مقررہ تک وہ وہیں رہا یعنی چھ مہینے تا نو مہینے، ہمارے اس اندازے کو دیکھو کہ کس قدر صحیح اور بہترین ہے پھر بھی اگر تم اس آنے والے دن کو نہ مانو گے تو یقیناً جانو کہ تمہیں قیامت کے دن بڑی حسرت اور سخت افسوس ہوگا۔ پھر فرمایا کیا ہم نے زمین کو یہ خدمت سہر نہیں کی؟ کہ وہ تمہیں زندگی میں اپنی پیٹھ پر چلاتی رہے اور موت کے بعد بھی تمہیں اپنے پیٹ میں چھپا رکھے۔ پھر زمین کے نہ ہلنے چلنے کے لئے ہم نے مضبوط و ذنی بلند پہاڑ اس میں گاڑ دیئے اور بادلوں سے برستا ہوا اور چشموں سے رستا ہوا ہلکا زد و ہضم خوش گوار پانی ہم نے تمہیں پلایا۔ ان نعمتوں کے باوجود بھی اگر تم میری باتوں کو جھٹلاتے ہی رہے تو یاد رکھو وہ وقت آ رہا ہے جب حسرت و افسوس کرو گے اور وہ کچھ کام نہ آئے گی۔

إِنطَلِقُوا إِلَى مَا كُنْتُمْ بِهِ تُكَذِّبُونَ ۖ إِنطَلِقُوا إِلَى ظِلِّ ذِي ثُلُثِ شَعْبٍ ۖ لَا
ظِلُّلٌ وَلَا يُغْنِي مِنَ اللَّهَبِ ۖ إِنَّهَا تَرْمِي بِشَرِّ كَالْقَصْرِ ۖ كَأَنَّهُ جِمْلَتٌ
صُفْرٌ ۖ وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِلْمُكَذِّبِينَ ۖ هَذَا يَوْمٌ لَا يَنْطِقُونَ ۖ وَلَا يُؤْذَنُ لَهُمْ
فَيَعْتَذِرُونَ ۖ وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِلْمُكَذِّبِينَ ۖ هَذَا يَوْمُ الْفُصْلِ ۖ جَمَعْنَاكُمْ
وَالْأَوَّلِينَ ۖ فَإِنْ كَانَ لَكُمْ كَيْدٌ فَلَيْدُونِ ۖ وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِلْمُكَذِّبِينَ ۖ

ترجمہ: اس دوزخ کی طرف جاؤ جسے تم جھٹلاتے رہے تھے۔ [۲۹] چلو تین شاخوں دارسائے کی طرف۔ [۳۰] جو دراصل نہ سایہ دینے والا ہے اور نہ شعلے سے بچا سکتا ہے۔ [۳۱] یقیناً دوزخ چنگاریاں پھینکتی ہے جو مثل قلعہ کے ہیں [۳۲] گویا کہ وہ زرد اونٹ ہیں۔ [۳۳] آج ان جھوٹ جاننے والوں کی درگت ہے۔ [۳۴] آج کادون وہ دن ہے کہ یہ بول بھی نہ سکیں گے [۳۵] نہ انہیں معذرت کی اجازت دی جائے گی۔ [۳۶] آج جھوٹا جاننے والوں کی خرابی ہے۔ [۳۷] یہ ہے فیصلہ کادون ہم نے تمہیں اور اگلوں کو سب کو جمع کر لیا ہے۔ [۳۸] پس تم مجھ سے کوئی چال چل سکتے ہو تو چل لو۔ [۳۹] وائے ہے اس دن جھٹلانے والوں کے لئے۔ [۴۰]

[آیت: ۲۹-۴۰]: جو کفار قیامت کے دن کو اور جزا سزا کو جنت دوزخ کو جھٹلاتے تھے ان سے قیامت کے دن کہا جائے گا کہ لو جسے سچا نہ مانتے تھے وہ سزا اور وہ دوزخ یہ موجود ہے اس میں جاؤ اس کے شعلے بھڑک رہے ہیں اور اونچے ہو ہو کر ان میں تین پھانسیں کھل جاتی ہیں، تین حصے ہو جاتے ہیں اور ساتھ ہی دھواں بھی اوپر کو چڑھتا ہے جس سے نیچے کی طرف چھاؤں پڑتی ہے اور سایہ معلوم ہوتا ہے لیکن فی الواقع نہ تو وہ سایہ ہے نہ آگ کی حرارت کو کم کرتا ہے یہ جہنم اتنی تیز و تند سخت اور بکثرت آگ والی ہے کہ اس کی چنگاریاں جو اڑتی ہیں وہ بھی مثل قلعہ کے اور تادور درخت کے مضبوط لمبے چوڑے تنے کے ہیں دیکھنے والے کو یہ چٹا ہے کہ گویا وہ سیاہ رنگ کے اونٹ ہیں یا کشتیوں کے رے ہیں یا تانبے کے ٹکڑے ہیں۔

جہنم کا ذکر: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ”ہم جاڑے کے موسم میں تین تین ہاتھ کی یا کچھ زیادہ لمبی لکڑیاں لے کر انہیں بلند کر لیتے، اسے ہم قصر کہا کرتے تھے۔“ ① کشتی کی رسیاں جب اکٹھی ہو جاتی ہیں تو خاصی اونچی قد آدم کے برابر ہو جاتی ہیں اسی کو یہاں مراد لیا گیا ہے۔ ان جھٹلانے والوں پر حسرت و افسوس ہے آج نہ یہ بول سکیں گے اور نہ انہیں عذر و معذرت کرنے کی اجازت ملے گی، کیوں کہ ان پر جہنم قائم ہو چکی اور خالموں پر اللہ تعالیٰ کی بات ثابت ہو گئی اب انہیں بولنے کی اجازت نہیں۔ یہ یاد رہے کہ قرآن کریم میں ان کا بولنا مکرنا چھپانا عذر کرنا بھی بیان ہوا ہے۔ تو مطلب یہ ہے کہ حجت قائم ہونے سے پہلے عذر و معذرت وغیرہ پیش کریں گے جب سب توڑ دیا جائے گا اور دلیلیں پیش ہو جائیں گی تو اب بول چال عذر و معذرت ختم ہو جائے گی۔ غرض میدان حشر کے مختلف مواقع اور لوگوں کی مختلف حالتیں ہوں گی کسی وقت یہ کسی وقت وہ اسی لئے یہاں ہر کام کے خاتمہ پر جھٹلانے والوں کی خرابی کی خبر دے دی جاتی ہے۔ پھر فرماتا ہے کہ یہ فیصلے کادون ہے اگلے پچھلے سب یہاں جمع ہیں اگر تم کسی چالاکی اور مکاری سے ہوشیاری اور فریب دہی سے میرے قبضے سے نکل سکتے ہو تو نکل جاؤ پوری کوشش کر لو۔ خیال فرمائیے کہ کس قدر دل ہلا دینے والا فقرہ ہے =

إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي ظِلِّ وَعُيُونٍ ۖ وَقَوَاكِهِ مِمَّا يَشْتَهُونَ ۖ كُلُّوْا وَاشْرَبُوا هَنِيئًا

بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۖ إِنَّا كَذَلِكَ نَجْزِي الْحُسَيْنِينَ ۖ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ

لِّلْمُكَذِّبِينَ ۖ كُلُّوْا وَتَشَبَّعُوا قَلِيلًا إِنَّا كُمْ مُّجْرِمُونَ ۖ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ

لِّلْمُكَذِّبِينَ ۖ وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ ارْكَعُوا لَا يَرْكَعُونَ ۖ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ

لِّلْمُكَذِّبِينَ ۖ فَبِأَيِّ حَدِيثٍ بَعْدَهُ يُؤْمِنُونَ ۚ

ترجمہ: بیشک پرہیزگار لوگ سایوں میں ہیں اور بہتے چشموں میں [۳۱] اور ان میوؤں میں جن کی وہ خواہش کریں [۳۲] (اے جنتیو!) کھاؤ پوہتا پچتا اپنے کئے ہوئے اعمال کے بدلے۔ [۳۳] یقیناً ہم نیکی کر نیوالوں کو ای طرح جزا دیتے ہیں۔ [۳۴] اس دن سچانہ جاننے والوں کے لئے ویل (افسوس) ہے۔ [۳۵] (اے جھٹلانے والو! تم دنیا میں) تھوڑا سا کھا لو برت لو بے شک تم گنہگار ہو۔ [۳۶] قیامت کے دن جھٹلانے والوں کے لئے سخت ہلاکت ہے۔ [۳۷] ان سے جب کہا جاتا ہے کہ رکوع کر لو تو نہیں کرتے [۳۸] اس دن جھٹلانے والوں کی تباہی ہے۔ [۳۹] اب اس قرآن کے بعد کس بات پر ایمان لائیں گے؟ [۵۰]

= پروردگار عالم خود قیامت کے دن ان منکروں سے فرمائے گا کہ اب خاموش کیوں ہو؟ وہ چلت پھرت چلا کی اور بے باکی کیا ہوئی؟ دیکھو میں نے تم سب کو ایک میدان میں حسب وعدہ جمع کر دیا آج اگر کسی حکمت سے مجھ سے جھوٹ سکتے ہو تو کی نہ کرو جیسے اور جگہ ہے ﴿يَا مَعْشَرَ الْجِنَّ وَالْإِنسِ إِنِ اسْتَطَعْتُمْ أَنْ تَنْفُذُوا مِنْ أَقْطَارِ السَّمُوتِ وَالْأَرْضِ﴾ ❶ الخ۔ یعنی ”اے جن وانس کے گروہ! اگر تم آسمان وزمین کے کناروں سے باہر چلے جانے کی طاقت رکھتے ہو تو نکل جاؤ مگر اتنا سمجھ لو کہ بغیر قوت کے تم باہر نہیں جا سکتے (اور وہ تم میں نہیں)۔“

اور جگہ ہے ﴿وَلَا تَصْرُوهِنَّ شَيْئًا﴾ ❷ یعنی تم اللہ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ حدیث میں ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے اے میرے بندو! نہ تو تمہیں مجھے نفع پہنچانے کا اختیار ہے نہ نقصان پہنچانے کا۔ نہ تم مجھے کوئی فائدہ پہنچا سکتے ہو نہ میرا کچھ بگاڑ سکتے ہو۔ ❸ حضرت ابو عبد اللہ جدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں بیت المقدس گیا دیکھا کہ وہاں حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ اور حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ اور حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے باتیں کر رہے ہیں۔ میں بھی بیٹھ گیا تو میں نے سنا کہ حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ”قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تمام اگلوں پچھلوں کو ایک چٹیل صاف میدان میں جمع کرے گا“ آواز دینے والا آواز دے کر سب کو ہوشیار کروے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا آج کا دن فیصلوں کا دن ہے تم سب اگلے پچھلوں کو میں نے جمع کر دیا ہے اب میں تم سے کہتا ہوں کہ اگر میرے ساتھ کوئی دعا فریب، کمر حیلہ کر سکتے ہو تو کرو سنو! منکبر سرکش منکر اور جھٹلانے والا آج میری پکڑ سے بچ نہیں سکتا اور نہ کوئی نافرمان شیطان میرے عذابوں سے نجات پا سکتا ہے۔“ حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ”لو ایک حدیث میں بھی سنا دوں“

اس دن جہنم اپنی گردن دراز کر کے لوگوں کے نیچوں پہ پہنچ کر باؤ باز بلند کہے گی! اے لوگو! تین قسم کے لوگوں کو ابھی ہی پکڑ لینے کا مجھے حکم مل چکا ہے میں انہیں خوب پہچانتی ہوں کوئی باپ اپنی اولاد کو اور کوئی بھائی اپنے بھائی کو اتنا نہ جانتا ہوگا جتنا میں انہیں پہچانتی ہوں! آج نہ تو وہ مجھ سے کہیں چھپ سکتے ہیں نہ کوئی انہیں چھپا سکتا ہے ایک تو وہ جس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک کیا ہو دوسرے وہ جو منکر اور متکبر ہو اور تیسرے وہ جو نافرمان شیطان ہو پھر وہ مڑ مڑ کر چن چن کر ان اوصاف کے لوگوں کو میدانِ حشر میں سے جھانٹ لے گی اور ایک ایک کو پکڑ پکڑ کر نگل جائے گی اور حساب سے چالیس سال پہلے ہی یہ جہنم واصل ہو جائیں گے“ (اللہ تبارک و تعالیٰ ہمیں محفوظ رکھے) آمین۔

جنت اور جہنم کا ذکر: [آیت: ۳۱-۵۰] اور چونکہ بدکاروں کی سزاؤں کا بیان ہوا تھا یہاں نیک کاروں کی جزا کا بیان ہو رہا ہے کہ جو لوگ متقی پرہیزگار تھے اللہ کے عبادت گزار تھے فرائض اور واجبات کے پابند تھے اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں سے حرام کاریوں سے بچتے تھے وہ قیامت کے دن جنتوں میں ہوں گے جہاں قسم قسم کی نہریں چل رہی ہیں۔ گنہگار سیاہ بدبودار دھوئیں میں گھرے ہوئے ہوں گے اور نیک کردار جنتوں کے گھنے گھنڈے اور پر کیف سایوں میں لیٹے بیٹھے ہوں گے سانس صاف شفات چشمے اپنی پوری روانی سے جاری ہوں گے قسم قسم کے پھل میوے اور ترکاریاں موجود ہوں گے جسے جب جی چاہے کھائیں گے نہ روک ٹوک ہو گی نہ کمی اور نقصان کا اندیشہ ہوگا۔ نہ فنا ہونے اور ختم ہونے کا خطرہ ہوگا۔ پھر حوصلہ بڑھانے اور دل میں خوشی کو دو بالا کرنے کے لئے اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے بار بار فرمان ہوگا کہ ”اے میرے پیارے بندو! اے جنتیو! تم بخوشی اور با فراغت سہتا چتا خوب کھاؤ پیو، ہم ہر نیک کار پر ہیزگار مخلص انسان کو اسی طرح بھلا بدلہ اور نیک جزا دیتے ہیں ہاں جھٹلانے والوں کی تو آج بڑی خرابی ہے“۔

ان جھٹلانے والوں کو دھمکایا جاتا ہے کہ اچھا دنیا میں تو تم کچھ کھاپی لو بُرت برتا لو فائدے اٹھا لو عنقریب یہ نعمتیں بھی فنا ہو جائیں گی اور تم بھی موت کے گھاٹ اترو گے پھر تمہارا نتیجہ جہنم ہی ہے (جس کا ذکر اوپر گزر چکا) تمہاری بد اعمالیوں اور سیاہ کاریوں کی سزا ہمارے پاس تیار ہے۔ کوئی مجرم ہماری نگاہ سے باہر نہیں۔ قیامت کو ہمارے نبی ﷺ کو ہماری وحی کو نہ ماننے والا اسے جھوٹا جاننے والا قیامت کے دن سخت نقصان میں اور پورے خسارے میں ہوگا اس کی سخت خرابی ہوگی جیسے اور جگہ ارشاد ہے ﴿لَنُصْطَرِّقَهُمُ إِلَىٰ عَذَابِ عَلِیْظٍ﴾ ① دنیا میں ہم انہیں تھوڑا سا فائدہ پہنچا دیں گے پھر تو ہم انہیں سخت عذاب کی طرف بے بس کر دیں گے۔ اور جگہ فرمان ہے ﴿إِنَّ الَّذِينَ يَفْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُونَ﴾ ② متاع فی الدنیا ثُمَّ إِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ نُنْفِقُهُمُ الْعَذَابَ الشَّدِيدَ بِمَا كَانُوا يَكْفُرُونَ﴾ ③ یعنی اللہ تبارک و تعالیٰ پر جھوٹ باندھنے والے کامیاب نہیں ہو سکتے دنیا میں یونہی سا فائدہ اٹھالیں پھر ان کا لوٹنا تو ہماری ہی طرف ہے ہم انہیں ان کے کفر کی سزا میں سخت تر عذاب چکھائیں گے۔ پھر فرمایا کہ ان نادان منکروں کو جب کہا جاتا ہے کہ آؤ اللہ کے سامنے جھک تو لو جماعت کے ساتھ نماز تو ادا کر لو تو ان سے یہ بھی نہیں ہو سکتا۔ اس سے بھی جی چراتے ہیں بلکہ اسے حقارت سے دیکھتے ہیں اور تکبر کے ساتھ انکار کر دیتے ہیں۔ ان کے لئے جو جھٹلانے میں عمریں گزار دیتے ہیں قیامت کے دن بڑی مصیبت ہوگی۔

پھر فرمایا جب یہ لوگ اس پاک کلام مجید پر بھی ایمان نہیں لاتے تو پھر کس کلام کو مانیں گے؟ جیسے اور جگہ ہے۔ ﴿فَبِأَيِّ حَدِيثٍ بَعْدَ اللَّهِ وَآيِهِ يُؤْمِنُونَ﴾ ④ یعنی اللہ تبارک و تعالیٰ پر اور اس کی آیتوں پر جب یہ ایمان نہ لائے تو اب کس بات پر ایمان لائیں

گے؟ ابن ابی حاتم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اس سورت کی اس آیت کو پڑھے تو اسے اس کے جواب میں ((اَمْسُتُ بِاللّٰهِ وَبِمَا اَنْزِلَ)) کہنا چاہئے یعنی میں اللہ تعالیٰ پر اور اس کی اتاری ہوئی کتابوں پر ایمان لایا۔ ① یہ حدیث سورہ قیامہ کی تفسیر میں بھی گزر چکی ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ سُوْرَةُ مَرْسَلَاتٍ كِي تَفْسِيْر خْتَمِ هُوِي۔

اللہ تبارک و تعالیٰ کا شکر ہے کہ اُمیہویں پارے کی تفسیر بھی پوری ہوئی فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے کلام پاک کی صحیح سمجھ عطا فرمائے اور اس پر عمل کی توفیق دے اور اسے قبول فرمائے آمین يَا رَبَّ الْعَالَمِيْنَ ۔



① ابو داود، کتاب الصلاة، باب مقدار الركوع والسجود، ۸۸۷ وسندہ ضعیف؛ ترمذی، ۳۳۴۷، حاکم، ۵۱۱/۲، اس کی اسناد میں اعرابی مجہول راوی ہے۔

فہرست

صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر	مضمون
519	زمانہ جاہلیت کی ایک ظالمانہ رسم	495	تفسیر سورہ نبا
520	حضرت محمد ﷺ کی فضیلت	495	قیامت یقیناً آئے گی
523	تفسیر سورہ انفطار	495	اللہ تعالیٰ نے زمین بنائی
523	تعارف سورت	496	اللہ نے انسان کو جوڑا جوڑا بنایا
523	قیامت کے مناظر	497	قیامت کا علم اللہ تعالیٰ کے پاس ہے
524	رب کریم سے کیوں دور ہو	500	جنت میں انعامات پر بانی کا تذکرہ
527	تفسیر سورہ مطفقین	501	روزِ قیامت بغیر اجازت کوئی بول نہ سکے گا
527	ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے لئے ہلاکت	503	تفسیر سورہ نازعات
529	حجین گناہگاروں کا نامہ اعمال ہے	503	فرشتوں کے بعض امور کا تذکرہ
531	نیکو کاروں کا نامہ اعمال	505	حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ
532	رحیق مخطوم کا تذکرہ	506	قدرت باری تعالیٰ کے دلائل
533	اہل ایمان کو مذاق کرنے والوں کا انجام	508	قیامت کی تلخیاں
534	تفسیر سورہ انشقاق	509	تفسیر سورہ عبس
534	تعارف سورت	509	شان نزول اور ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کی فضیلت
535	آسمان پھٹ جائے گا	511	مرنے کے بعد اٹھنے کے عقلی دلائل
536	(شفق) سرخی کی قسم اور لوگوں کی حالت	512	اللہ کے احسانات کا تذکرہ
539	تفسیر سورہ بروج	514	قیامت کی ہولناکیاں
539	تعارف سورت	514	شفاعت کا تذکرہ
539	بروج آسمانی کی قسم	516	تفسیر سورہ تکویر
540	یوم مشہود کیا ہے؟	516	تعارف سورت
541	کھائی والوں کا واقعہ	516	قیامت کے مناظر
546	جنت کی نہروں کا تذکرہ		

صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر	مضمون
569	غلام آزاد کرنے کا ثواب اور عقبہ سے کیا مراد ہے؟	548	تفسیر سورہ طارق
570	غریب و مسکین کو کھانا کھلاؤ	548	سورہ طارق کا تعارف
572	تفسیر سورہ شمس	548	انسان کی حقیقت
572	سورج اور چاند کی قسم	549	قرآن کے فیصلے برحق ہیں
573	تزکیہ نفس	550	تفسیر سورہ اعلیٰ
574	خود دیوں کی سرکشی کا انجام	550	تعارف سورت
576	تفسیر سورہ لیل	551	خالق کی قدرتیں
576	دن اور رات کی قسم اور نیک و بد کا انجام	551	آسمان و زمین کی پیدائش
579	خالصوں کا انجام	552	کامیاب کون
580	فضائل صدیق اکبر رضی اللہ عنہ	554	تفسیر سورہ غاشیہ
581	تفسیر سورہ ضحیٰ	554	تعارف سورت
581	تعارف سورت	554	قیامت کا تذکرہ
582	شان نزول	555	نیکیوں پر انعامات
582	حضور ﷺ کی شان مبارک	556	کیا منکرین اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کو نہیں دیکھتے
584	مسکین کو نہ جھڑکو	559	تفسیر سورہ فجر
586	تفسیر سورہ الم نشرح	559	تعارف سورت
586	اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر ﷺ کا سینہ کشادہ کر دیا	559	فجر کی قسم اور اللہ تعالیٰ کی قدرتوں کا تذکرہ
587	اللہ تعالیٰ نے پیغمبر ﷺ کا بوجھ ہلکا کیا	560	جنت اور طاق سے کیا مراد ہے؟
587	نبی ﷺ کا نام زندہ رہے گا	560	فجر کا مفہوم
588	خسختی کے بعد آسانی.....	563	فسادیوں کی ہلاکت کا تذکرہ
590	تفسیر سورہ تین	565	قیامت کی ہولناکیاں
590	تعارف سورت	567	تفسیر سورہ بلد
590	انجیر یا تین کیا ہے؟	567	مکہ مکرمہ کی فضیلت

صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر	مضمون
616	مجاہدین کے گھوڑوں کی فضیلت	590	زیتون اور طور سینا
617	صبح کے وقت حملہ کرنے والے گھوڑوں کا ذکر	590	مکہ کی عظمت کا بیان
619	تفسیر سورہ قارعہ	592	تفسیر سورہ علق
619	قیامت کھڑکھڑا دینے والی ہے	592	سورہ علق، پہلی وحی
620	آگ جھلسا دینے والی	594	اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو
621	تفسیر سورہ نکاثہ	594	ابو جہل کا واقعہ
621	دنیا کی محبت میں آخرت سے غفلت خطرناک ہے	596	تفسیر سورہ قدر
623	روز قیامت نعمتوں کے متعلق سوال ہوگا	596	لیلیۃ القدر کی فضیلت
624	کن نعمتوں کے متعلق سوال ہوگا	596	شان نزول
626	تفسیر سورہ عصر	598	روح سے مراد حضرت جبریل علیہ السلام ہیں
626	تعارف سورت	599	کیا لیلیۃ القدر پہلی امتوں میں بھی تھی
626	کامیاب زندگی کے چار اصول	600	لیلیۃ القدر کونسی رات ہے
627	تفسیر سورہ ہمزہ	603	لیلیۃ القدر کی تلاش
627	چغل خوری کی مذمت	604	رمضان میں عبادت زیادہ کرو
627	ناحق مال کمانے والے کے لئے ہلاکت ہے	607	تفسیر سورہ پینہ
628	تفسیر سورہ فیل	607	تعارف سورت
628	ابراہیم کا واقعہ	609	اہل کتاب کی ہٹ دھرمی
632	ابائیل کا ذکر	610	کفار کا انجام
633	تفسیر سورہ قریش	612	تفسیر سورہ زلزال
633	تعارف سورت	612	سورہ زلزال کا تعارف
633	قریش پر رب کریم کے خاص انعامات	613	جب زمین پر زلزلہ آئے گا
634	رب نے اہل مکہ کی بھوک مٹا دی	613	زمین تمام راز کھول دے گی
		615	ہر عمل کا بدلہ ملے گا
		616	تفسیر سورہ عادیات

صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر	مضمون
649	تفسیر سورہ لہب	635	تفسیر سورہ ماعون
649	شان نزول	635	روز قیامت کو جھٹلانے والے کا انجام
649	ابولہب کی مذمت	635	قیسوں کو دھکے نہ دو
652	تفسیر سورہ اخلاص	636	کن نمازیوں کے لئے ہلاکت ہے
652	شان نزول اور اس کی فضیلت کا بیان	638	تفسیر سورہ کوثر
654	سورہ اخلاص ایک بہترین وظیفہ ہے	638	شان نزول اور نہر کوثر
656	توحید الہی کا بیان	638	بعض فوائد کا ذکر
658	تفسیر سورہ فلق اور سورہ ناس	639	کوثر کیا ہے؟
658	تعارف اور فضائل	640	نحر سے کیا مراد ہے؟
660	فلق کے معانی	642	تفسیر سورہ کافرون
661	گرہوں پر پھونکنے والیاں	642	تعارف سورت
661	آنحضرت ﷺ پر جادو کرنے کی کوشش	643	مؤمن بتوں کی عبادت نہیں کر سکتا
663	اللہ تعالیٰ کی تین صفات	645	تفسیر سورہ نصر
663	شیطان و سو سے ڈالتے ہیں	645	تعارف سورت
664	شیطان جن اور انسان دونوں میں ہوتے ہیں	645	اللہ کی مدد اور فتح سے کیا مراد ہے؟
664	معوذتین کا پڑھنا جادو وغیرہ سے حفاظت	646	شان نزول
664	کا ذکر یہ ہے	647	صحیح کرنے سے کیا مراد ہے؟

تفسیر سورہ نبا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

عَمَّ يَتَسَاءَلُونَ ۚ عَنِ النَّبَاِ الْعَظِيْمِ ۚ الَّذِي هُمْ فِيْهِ مُخْتَلِفُونَ ۗ كَلَّا
سَيَعْلَمُونَ ۚ ثُمَّ كَلَّا سَيَعْلَمُونَ ۚ اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ مِهْدًا ۙ وَالْجِبَالَ اَوْتَادًا ۙ
وَوَخَّلْنٰكُمْ اَزْوَاجًا ۙ وَجَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا ۙ وَجَعَلْنَا اللَّيْلَ لِبَاسًا ۙ وَجَعَلْنَا
النَّهَارَ مَعَاشًا ۙ وَبَنَيْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعًا شِدَادًا ۙ وَجَعَلْنَا سِرَاجًا وَهَّاجًا ۙ وَاَنْزَلْنَا
مِّنَ الْمُعْصِرِ مَاءً ثَجَّاجًا ۙ لَّا تَخْرُجُ بِهِ حَبًّا وَنَبَاتًا ۙ وَجِئْتَ الْفَافَا ۙ

ترجمہ: میں اللہ تعالیٰ بخشش کرنے والے مہربان کے نام سے شروع کرتا ہوں۔

یہ لوگ کس چیز کی پوچھ گچھ کرتے ہیں؟ [۱] اس بڑی خبر کی [۲] جس میں یہ مختلف ہیں [۳] یقیناً یہ ابھی جان لیں گے [۴] اور بالیقین انہیں بہت جلد معلوم ہو جائے گا۔ [۵] کیا ہم نے زمین کو فرش نہیں بنایا؟ [۶] اور پہاڑوں کو تختیں نہیں بنایا؟ [۷] اور ہم نے تمہیں جوڑا جوڑا پیدا کیا؟ [۸] اور ہم نے تمہاری نیند کو آرام کا سبب بنایا؟ [۹] اور اترات کو ہم نے پردہ بنایا؟ [۱۰] اور دن کو ہم نے وقت روزگار بنایا۔ [۱۱] اور تمہارے اوپر ہم نے سات مضبوط آسمان بنائے۔ [۱۲] اور ایک چمکتا ہوا روشن چراغ پیدا کیا؟ [۱۳] اور بدلیوں سے ہم نے بکثرت بہتا ہوا پانی برسایا؟ [۱۴] تاکہ اس سے اناج اور سبزہ اگائیں [۱۵] اور گھنے باغ بھی اگائیں۔ [۱۶]

قیامت یقیناً آئے گی: [آیت: ۱-۱۶] جو مشرک لوگ قیامت کے آنے کا انکار کرتے تھے اور اس کو جھٹلانے کی نیت سے آپس میں طرح طرح کے سوالات کیا کرتے تھے۔ یہاں اللہ تعالیٰ ان سوالات کا جواب اور ان کی حقیقت بیان فرما کر ان کی تردید کرتا ہے کہ ”یہ لوگ آپس میں کس بارے میں سوالات کر رہے ہیں؟“ یعنی کس چیز کے متعلق پوچھ گچھ کر رہے ہیں؟ کیا قیامت کے بارے میں پوچھ گچھ کر رہے ہیں؟ حالانکہ وہ تو ایک بہت بڑی خبر ہے۔ یعنی ہولناک اور بری خبر ہے اور روز روشن کی طرح عیاں ہے۔ حضرت قتادہ اور ابن زید رحمہما اللہ نے اس باعظیم (بہت بڑی خبر) سے مرنے کے بعد دوبارہ جی اٹھنا مراد لیا ہے۔ مگر حضرت مجاہد رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اس سے قرآن مراد ہے۔ لیکن پہلی بات زیادہ ٹھیک معلوم ہوتی ہے کہ اس سے مرنے کے بعد دوبارہ جی اٹھنا مراد ہے پھر اس آیت ﴿اَلَا الَّذِیْ هُمْ فِیْهِ مُخْتَلِفُوْنَ﴾ (جس میں یہ لوگ آپس میں اختلاف رکھتے ہیں) میں جس اختلاف کا ذکر ہے وہ یہ ہے کہ لوگ اس بارے میں دو مختلف محاذوں پر ہیں۔ ایک تو اس کو مانتے ہیں کہ وہ ہو کر رہے گی اور دوسرے اس کو نہیں مانتے۔

پھر اللہ تعالیٰ ان منکرین قیامت کو دھمکاتے ہوئے فرماتا ہے کہ ”یقیناً ان کو اس کی حقیقت بہت جلد معلوم ہو جائے گی۔ بہت جلد تو کیا بلکہ ابھی معلوم ہو جائے گی۔“ ان کو اللہ تعالیٰ نے یہ بہت سخت دھمکی اور وعید سنائی ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ اپنی عجیب و غریب مخلوقات کی باریکیاں بتلا کر اپنی عظیم الشان قدرت کی نشانیاں بیان فرماتا ہے جن سے ثابت ہو جاتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ ایسی ایسی چیزیں بغیر کسی نمونہ کے اول مرتبہ پیدا کر سکتا ہے تو کیا ان کو دوبارہ پیدا نہیں کر سکتا؟

اللہ تعالیٰ نے زمین بنائی: چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ”کیا ہم نے زمین کو تمہارے لیے فرش اور بچھونا نہیں بنایا؟“ یعنی تمام مخلوق

کے لیے اس کو ہموار کر کے نہیں بچھا دیا۔ اس طرح کہ وہ تمہارے آگے پست اور فرمانبردار ہے۔ بغیر کسی ہلنے چلنے کے خاموشی کے ساتھ جمی ہوئی پڑی ہے۔ اور پہاڑوں کو (اس کی) میٹھیں بنایا ہے۔ یعنی ان کو اس کی میٹھیں بنا کر اس میں گاڑ دیا ہے تاکہ وہ ان سے جمی اور تھمی رہے۔ اور پہلے کی طرح ہلے چلے نہیں اور اپنے اوپر بسی ہوئی مخلوق کو پریشان نہ کرے۔

اللہ نے انسان کو جوڑا جوڑا بنایا: پھر فرمایا کہ اس کے بعد اپنے آپ کو دیکھو کہ ”ہم نے تم کو جوڑا جوڑا بنا کر پیدا کیا ہے۔“ یعنی زود مادہ اور مرد و عورت۔ جو آپس میں ایک دوسرے سے متمتع ہو کر اپنی خواہش پوری کرتے ہیں۔ اور اس طرح ان کی نسل بڑھتی رہتی ہے۔ جیسے ایک اور جگہ فرماتا ہے کہ ﴿وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا﴾ ① الخ یعنی اللہ کی نشانیں میں سے ایک یہ ہے کہ اس نے خود تمہیں میں سے تمہارے جوڑے پیدا کئے تاکہ تم ان سے سکون حاصل کرو۔ اس نے اپنی مہربانی سے تم میں آپس میں محبت اور رحم ڈال دیا۔ پھر فرماتا ہے ہم نے تمہاری نیند کو حرکت کے کٹ جانے کا سبب بنایا تاکہ آرام اور اطمینان حاصل کر لو۔ اور دن بھر کی تھکان کسل اور ماندگی دور ہو جائے۔

اسی معنی کی ایک اور آیت سورہ فرقان میں گزر چکی ہے۔ ”رات کو ہم نے لباس بنایا کہ اس کا اندھیرا اور سیاہی سب لوگوں پر چھا جاتی ہے“ جیسے اور جگہ ارشاد فرمایا کہ ﴿وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشَاهَا﴾ ② ”قسم ہے رات کی جب کہ وہ ڈھک لے۔“ عرب شاعر بھی اپنے شعروں میں رات کو لباس کہتے ہیں۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ رات سکون کا باعث بن جاتی ہے۔ اور برخلاف رات کے دن کو ہم نے روشن اجالے والا اور اندھیرے بغیر کا بنایا ہے تاکہ تم کام دھندا اس میں کر سکو آ سکو بیوپار تجارت، لین دین کر سکو اور اپنی روزیاں اور رزق حاصل کر سکو۔ اور ہم نے جہاں تمہیں رہنے سہنے کو زمین بنا دی وہاں ہم نے تمہارے اوپر سات آسمان بنائے جو بڑے لمبے چوڑے مضبوط پختہ عمدہ اور زینت والے ہیں تم دیکھتے ہو کہ ان میں ہیروں کی طرح چمکتے ہوئے ستارے لگ رہے ہیں۔ بعض چلتے پھرتے رہتے ہیں اور بعض ایک جگہ قائم ہیں۔

پھر فرمایا: ہم نے سورج کو چمکتا چراغ بنایا جو تمام جہاں کو روشن کر دیتا ہے ہر چیز کو جگمگا دیتا ہے اور دنیا کو منور کر دیتا ہے اور دیکھو کہ ہم نے پانی کی بھری بدلیوں سے بکثرت پانی برسیا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہوائیں چلتی ہیں۔ ادھر سے ادھر بادلوں کو لے جاتی ہیں۔ اور پھر ان بادلوں سے خوب بارش برتی ہے ③ اور زمین کو سیراب کرتی ہے اور بھی بہت سے مفسرین نے یہی فرمایا ہے کہ ﴿مُعْصِرَاتٍ﴾ سے مراد بعضوں نے تو ہوائی ہے اور بعضوں نے بادل جو ایک ایک قطرہ برابر برساتے رہتے ہیں مَرَاتٌ مُعْصِرَةٌ عرب میں اس عورت کو کہتے ہیں جس کے حیض کا زمانہ بالکل قریب آ گیا ہو لیکن اب تک حیض جاری نہ ہوا ہو۔ حضرت حسن اور قتادہ رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے ﴿مُعْصِرَاتٍ﴾ سے مراد آسمان ہے۔ لیکن یہ قول غریب ہے سب سے زیادہ ظاہر قول یہ ہے کہ مراد اس سے بادل ہیں۔ جیسے اور جگہ ہے ﴿الَّذِي يُرْسِلُ الرِّيَّاحَ﴾ ④ الخ۔ اللہ تعالیٰ ہواؤں کو بھیجتا ہے جو بادلوں کو بھارتی ہیں اور انہیں پروردگار کی مشاک کے مطابق آسمان پر پھیلا دیتی ہیں اور انہیں وہ ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا ہے پھر تو دیکھتا ہے کہ ان کے درمیان سے پانی نکلتا ہے۔ ﴿تَجَاجًا﴾ کے معنی خوب لگا تار بننے کے ہیں۔ جو بکثرت بہہ رہا ہو اور خوب برس رہا ہو۔ ⑤ ایک حدیث میں ہے کہ ”افضل حج وہ ہے جس میں بلیک خوب پکاری جائے اور خون بکثرت بہایا جائے“ ⑥ یعنی قربانیاں زیادہ کی جائیں۔ اس حدیث میں بھی لفظ ﴿تَجَاجًا﴾ ہے۔ =

① ۳۰/ الروم: ۲۱۔ ② ۹۱/ الشمس: ۴۔ ③ الطبری: ۱۵۳/ ۲۴۔ ④ ۳۰/ الروم: ۴۸۔

⑤ ایضاً: ۱۵۵/ ۲۴۔ ⑥ ترمذی، کتاب الحج، باب ماجاء فی فضل التلیۃ، ۸۲۷ و سندہ ضعیف، سند منقطع ہے۔ ابن ماجہ،

۲۹۲۴ بتصرف پیسر۔

إِنَّ يَوْمَ الْفُصْلِ كَانَ مِيقَاتًا ۖ يَوْمَ يَنْفَعُ فِي الصُّورِ فَتَاتُونَ أَفْوَاجًا ۖ وَفُتِحَتِ
السَّمَاءُ فَكَانَتْ أَبْوَابًا ۖ وَسُيِّرَتِ الْجِبَالُ فَكَانَتْ سَرَابًا ۖ إِنَّ جَهَنَّمَ كَانَتْ
مِرْصَادًا ۖ لِلطَّاغِينَ مَابًا ۖ لِّثِيْنٍ فِيهَا أَحْقَابًا ۖ لَا يَذُوقُونَ فِيهَا بَرْدًا وَلَا
شَرَابًا ۖ إِلَّا حَمِيمًا وَغَسَّاقًا ۖ جَزَاءُ وِفَاقًا ۖ إِنَّهُمْ كَانُوا لَا يَرْجُونَ حِسَابًا ۖ وَكَذَّبُوا
بِآيَاتِنَا كَذَّابًا ۖ وَكُلَّ شَيْءٍ أَحْصَيْنَاهُ كِتَابًا ۖ فَذُوقُوا فَلَئِنْ تَزِيدَكُمْ إِلَّا عَذَابًا ۖ

ترجمہ: بیشک فیصلہ کے دن کا وقت مقرر ہے۔ [۱۷۷] جس دن کہ صور پھونکا جائے گا پھر تم سب جماعت جماعت میں کراؤ گے۔ [۱۷۸] اور آسمان کھول دیا جائے گا تو اس میں دروازے دروازے ہو جائیں گے۔ [۱۷۹] اور پہاڑ چلائے جائیں گے پس وہ سفید بال ہو جائیں گے۔ [۱۸۰] بیشک دوزخ گھاٹ کی جگہ ہے۔ [۱۸۱] سرکشوں کا ٹھکانہ وہی ہے [۱۸۲] اس میں وہ قرون صدیوں تک پڑے رہیں گے [۱۸۳] نہ کبھی اس میں خشکی کا مزہ چمکیں گے نہ پانی کا [۱۸۴] سوائے گرم پانی اور بھی پیپ کے [۱۸۵] (ان کو) پورا پورا بدلہ ملے گا۔ [۱۸۶] انہیں تو حساب کی توقع ہی نہ تھی [۱۸۷] اور کرا کرا کر ہماری آیتوں کی تکذیب کرتے تھے۔ [۱۸۸] ہم نے ہر ایک چیز کو لکھ کر محفوظ کر رکھا ہے۔ [۱۸۹] اب تم (اپنے کئے) کا مزہ چکھو ہم تمہارا عذاب ہی بڑھاتے رہیں گے۔ [۱۹۰]

= ایک اور حدیث میں ہے کہ ”استحاضہ کا مسئلہ پوچھنے والی ایک صحابیہ عورت سے حضور ﷺ نے فرمایا: کہ تم روٹی کا چھایا رکھ لو۔“ ① اس نے کہا حضور! وہ تو بہت زیادہ ہے۔ میں تو ہر وقت خون بکثرت بہاتی رہتی ہوں۔ اس روایت میں بھی لفظ (أَلْبَسَ) ہے، یعنی بے روک برابر خون آتا رہتا ہے۔ تو یہاں اس آیت میں بھی مراد یہی ہے کہ پانی ابر سے بکثرت برابر بے روک برستا ہی رہتا ہے۔ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ۔ پھر ہم اس پانی سے جو پاک صاف بابرکت نفع بخش ہے اناج اور دانے پیدا کرتے ہیں جو انسان حیوان سب کے کھانے میں آتے ہیں اور سبزیاں آگاتے ہیں جو ترنازہ کھائی جاتی ہیں اور اناج کھلیان میں رکھا جاتا ہے پھر کھایا جاتا ہے۔ اور باغات اس پانی سے پھلتے پھولتے ہیں اور قسم قسم کے ذائقوں، رنگوں، خوشبوؤں والے میوے اور پھل پھول ان سے پیدا ہوتے ہیں گوکہ زمین کے ایک ہی ٹکڑے پر وہ ملے جلے ہیں۔ (الْأَنْفَاقُ) کے معنی جمع کے ہیں۔ ② اور جگہ ہے ﴿وَفِي الْأَرْضِ قُطْعٌ مُّتَجَاوِرَاتٌ﴾ ③ الخ زمین میں مختلف ٹکڑے ہیں جو آپس میں ملے جلے ہیں۔ اور انگوڑ کے درخت ہیں، بعض شاخ دار بعض بغیر زیادہ شاخوں کے۔ اور وہ سب ایک ہی پانی سے سیراب کئے جاتے ہیں۔ اور ہم ایک سے ایک کو میوہ میں زیادہ کرتے ہیں یقیناً عقلمندوں کے لیے اس میں نشانیاں ہیں۔

قیامت کا علم اللہ تعالیٰ کے پاس ہے: [آیت: ۱۷۷-۱۸۰] یعنی قیامت کا دن ہمارے علم میں مقرر دن ہے نہ وہ آگے ہو گا نہ پیچھے ٹھیک وقت پر آجائے گا۔ کب آئے گا اس کا صحیح علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو نہیں۔ جیسے اور جگہ ہے ﴿وَمَا نُنْخِثُهَا إِلَّا لِأَجَلٍ مُّعَدَّدٍ﴾ ④ نہیں ڈھیل دیتے ہم انہیں لیکن وقت مقرر کے لیے۔ اس دن صور میں پھونک ماری جائے گی اور لوگ جماعتیں جماعتیں بن کر آئیں گے۔ ہر ہر امت اپنے اپنے نبی کے ساتھ الگ الگ ہوگی۔ جیسے فرمایا ﴿يَوْمَ نَدْعُوا كُلَّ أُنَاسٍ بِإِسْمِهِمْ﴾ ⑤ جس دن ہم تمام لوگوں

① ابو داود، کتاب الطہارۃ، باب اذا اقبلت الحيضة تدع الصلاة، ۲۸۷ و مسندہ ضعیف، ابن عقیل راوی ضعیف ہے۔ ترمذی،

۱۲۸/ ابن ماجہ، ۶۲۷۔ ② الطبری، ۲۴/ ۱۵۶ ③ ۱۳/ البرعد: ۴۔

④ ۱۱/ ہود: ۱۰۴۔ ⑤ ۱۷/ بنی اسرائیل: ۷۱۔

کوان کے اماموں سمیت بلائیں گے۔ صحیح بخاری میں حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: ”دونوں صورتوں کے درمیان چالیس ہوں گے۔ لوگوں نے پوچھا چالیس دن؟ فرمایا میں نہیں کہہ سکتا پوچھا چالیس مہینے۔ فرمایا: مجھے خبر نہیں۔ پوچھا چالیس سال۔ فرمایا: میں یہ بھی نہیں کہہ سکتا۔ پھر اللہ تعالیٰ آسمان سے پانی برسائے گا اور جس طرح درخت اگتے ہیں لوگ زمین سے اگیں گے۔ انسان سارا کا سارا اگل سڑ جاتا ہے لیکن ایک ہڈی اور وہ کمر کی ریڑھ کی ہڈی ہے۔ اسی سے قیامت کے دن مخلوق مرکب کی جائے گی۔ ① آسمان کھول دیئے جائیں گے اور اس میں فرشتوں کے اترنے کے راستے اور دروازے بن جائیں گے۔ پہاڑ چلائے جائیں گے اور بالکل ریت کے ڈرے بن جائیں گے۔ جیسے اور جگہ ہے ﴿وَتَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَمَادًا﴾ ② اے یعنی تم پہاڑوں کو دیکھ رہے ہو جان رہے ہو کہ وہ پختہ مضبوط اور جامد ہیں لیکن یہ بادلوں کی طرح چلنے پھرنے لگیں گے۔ ایک اور جگہ ہے ﴿وَتَكُونُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوشِ﴾ ③ پہاڑ مثل دھنی ہوئی اون کے ہو جائیں گے یہاں فرمایا پہاڑ سراب ہو جائیں گے یعنی دیکھنے والا سمجھتا ہے کہ وہ کچھ ہے حالانکہ دراصل کچھ نہیں آخر میں بالکل برباد ہو جائیں گے نام و نشان تک نہ رہے گا جیسے اور جگہ ہے ﴿وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْجِبَالِ فَقُلْ يَنْسِفُهَا رَبِّي نَسْفًا﴾ ④ اے۔ لوگ تجھ سے پہاڑوں کے بارے میں دریافت کرتے ہیں تو کہہ انہیں میرا رب پر اگندہ کر دے گا اور زمین بالکل ہموار میدان رہ جائے گی جس میں نہ کوئی موڑ ہو گا نہ ٹیلا۔ اور جگہ ہے ﴿وَيَوْمَ نَسِيرُ الْجِبَالِ وَتَرَى الْأَرْضَ بَارِزَةً﴾ ⑤ جس دن ہم پہاڑوں کو چلا دیں گے اور تو دیکھے گا کہ زمین بالکل کھل گئی ہے۔

پھر فرماتا ہے: سرکش نافرمان مخالفین رسول کی تاک میں جہنم لگی ہوئی ہے۔ یہی ان کے لوٹنے کی اور رہنے سہنے کی جگہ ہے۔ اس کے معنی حضرت حسن اور حضرت قتادہ رضی اللہ عنہما نے یہ بھی کہے ہیں کہ کوئی شخص جنت میں بھی نہیں جا سکتا جب تک کہ جہنم پر سے نہ گزرے۔ اگر اعمال ٹھیک ہیں تو نجات پائی اور اگر اعمال بد ہیں تو روک لیا گیا اور جہنم میں جھونک دیا گیا۔ حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس پر تین پل ہیں۔ پھر فرمایا: وہ اس میں مدتوں اور قرون پڑے رہیں گے ﴿أَحْقَابٌ﴾ جمع ہے حَقَب کی ایک لمبے زمانے کو کہتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ ہب (۸۰) اسی سال کا ہوتا ہے۔ سال بارہ مہینے کا، مہینے تیس دن کا اور ہر دن ایک ہزار سال کا۔ بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم سے یہ مروی ہے۔ بعض کہتے ہیں ستر سال کا کہتے ہیں۔ کوئی کہتا ہے چالیس سال کا، جس میں سے ہر دن ایک ہزار سال کا۔ بشیر بن کعب رحمہ اللہ تو کہتے ہیں ایک ایک دن اتنا بڑا اور ایسے تین سو سال کا ایک کہتے ہیں۔ ایک مرفوع حدیث میں ہے کہ ”ہب مہینہ، مہینہ تیس دن کا، سال بارہ مہینوں کا، سال کے دن تین سو ساٹھ، ہر دن تہہاری گنتی کے حساب سے ایک ہزار سال کا۔“ ⑥ (ابن ابی حاتم)

لیکن یہ حدیث سخت منکر ہے۔ اس کے راوی قاسم جو جعفر بن زبیر کے لڑکے ہیں یہ دونوں متروک ہیں۔ ایک اور روایت میں ہے کہ ابن مسلم ابو العلاء نے سلیمان بنی رحمہ اللہ سے پوچھا کہ کیا جہنم میں سے کوئی نکلے گا بھی؟ تو جواب دیا کہ میں نے نافع رحمہ اللہ سے انہوں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ کی قسم جہنم میں سے کوئی بھی بغیر مدت دراز رہے نہ نکلے گا۔“ پھر فرمایا: اسی سے کچھ اور پر سال کا کہتے ہیں اور ہر سال تین سو ساٹھ دن کا جو تم گنتے ہو۔ ⑦

① صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ عم يتساءلون، ۴۹۳۵؛ صحیح مسلم، ۲۹۵۵ بتصرف یسر۔

② ۲۷/ النمل: ۸۸۔ ③ ۱۰۱/ القارعة: ۴۔ ④ ۲۰/ طہ: ۱۰۵۔ ⑤ ۱۸/ الکہف: ۴۷۔

⑥ المعجم الکبیر، ۷۹۵۷ وسندہ ضعیف جداً اس کی سند میں جعفر بن الزبیر متروک راوی ہے جیسا کہ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے فرمایا۔

⑦ مسند البزار، ۵۳۰۳ وسندہ ضعیف جداً موضوع؛ مجمع الزوائد، ۱۰/ ۳۹۵ اس کی سند میں سلیمان بن مسلم الخشاب سخت ضعیف راوی ہے۔ جبکہ حافظ ذہبی نے اسے موضوع قرار دیا ہے دیکھئے (المیزان، ۲/ ۲۲۳، رقم: ۳۵۱۲)

إِنَّ لِلْمُتَّقِينَ مَفَازًا ۖ حَدَاقًا وَاعْنَابًا ۖ وَكُوَاعِبَ أَثَرَابٍ ۖ وَكَأْسًا دِهَاقًا ۖ
لَا يَسْمَعُونَ فِيهَا لَغْوًا وَلَا كِدًّا ۖ جَزَاءً مِّن رَّبِّكَ عَطَاءً حِسَابًا ۖ

ترجمہ: یقیناً پرہیزگار لوگوں کے لیے کامیابی ہے۔ [۳۱] باغات ہیں اور انگور ہیں [۳۲] اور لو جو ان کنواری ہم عمر عورتیں ہیں [۳۳] اور چھلکتے ہوئے جام شراب ہیں۔ [۳۴] وہاں نہ تو وہ بیہودہ باتیں سنیں گے اور نہ جھوٹی باتیں سنیں گے۔ [۳۵] ان کو تیرے رب کی طرف سے (ان کے نیک اعمال) کا یہ بدلہ ملے گا جو کافی انعام ہوگا۔ [۳۶]

= سدی رحمہ اللہ کہتے ہیں سات سوھب رہیں گے۔ ہرھب ستر سال کا ہر سال تین سو ساٹھ دن کا اور ہر دن دنیا کے ایک ہزار سال کے برابر کا۔ حضرت مقاتل بن حیان رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ آیت ﴿لَا مَسَاءَ رَبُّكَ﴾ ① یعنی جہنمی جب تک اللہ چاہے گا جہنم میں رہیں گے۔ یہ معدن آیتیں تو حید والوں کے بارے میں ہیں۔ ② امام ابن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ بھی ممکن ہے کہ احقاب تک رہنا متعلق ہو آیت ﴿حَمِيمًا وَعَسَافًا﴾ کے ساتھ۔ یعنی وہ ایک ہی عذاب گرم پانی اور بہتی پیپ کا مدتوں رہے گا پھر دوسری قسم کا عذاب شروع ہوگا۔ لیکن صحیح بھی ہے کہ اس کا خاتمہ ہی نہیں۔

حضرت حسن رحمہ اللہ سے جب یہ سوال ہوا تو کہا کہ احقاب سے مراد ہمیشہ جہنم میں رہنا ہے۔ لیکن ھب کہتے ہیں ستر سال کو جس کا ہر دن دنیا کے ایک ہزار سال کے برابر ہوتا ہے۔ ③ حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ احقاب کبھی ختم نہیں ہوتے۔ ایک ھب ختم ہو اور دوسرا شروع ہو گیا۔ ان احقاب کی صحیح مدت کا اندازہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کو ہے ہاں یہ ہم نے سنا ہے کہ ایک ھب اسی سال کا ایک سال تین سو ساٹھ دن کا ہر دن دنیا کے ایک ہزار سال کا۔ ان دوزخیوں کو نہ تو کیچے کی ٹھنڈک نصیب ہوگی نہ کوئی اچھا پانی پینے کو ملے گا۔ ہاں ٹھنڈک کے بدلے گرم کھولتا ہوا پانی ملے گا اور کھانے پینے کی چیز بہتی ہوئی پیپ ملے گی۔ جہنم اتنے سخت گرم کو کہتے ہیں جس کے بعد حرارت کا کوئی درجہ نہ ہو۔ اور غساق کہتے ہیں جہنمی لوگوں کے لہو پیپ پسینہ آنسو اور زخموں سے بنے ہوئے خون پیپ وغیرہ کو۔ اس گرم چیز کے مقابلہ میں یہ اس قدر سرد ہوگی جو بجائے خود عذاب ہے اور بے حد بدبودار ہے۔

سورہ ص میں غساق کی پوری تفسیر بیان ہو چکی ہے۔ اب یہاں دوبارہ اس کے بیان کی چنداں ضرورت نہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ہمیں اپنے کل عذابوں سے بچائے۔ بعضوں نے کہا ہے ﴿بَرْذٌ﴾ سے مراد نیند ہے۔ عرب شاعروں کے شعروں میں بھی بَرْذِ نیند کے معنی میں پایا جاتا ہے۔ پھر فرمایا: کہ ان کے اعمال کا پورا پورا بدلہ ہے۔ ان کی بد اعمالیاں بھی تو دیکھو کہ ان کا عقیدہ تھا کہ حساب کا کوئی دن آنے ہی کا نہیں۔ ہم نے جو جو دلیلیں اپنے نبی (ﷺ) پر نازل فرمائی تھیں یہ ان سب کو جھٹلاتے تھے ﴿كَذِبًا﴾ مصدر ہے اس وزن پر اور مصدر بھی آتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ ہم نے اپنے بندوں کے تمام اعمال و افعال کو گن رکھا ہے اور شمار کر رکھا ہے وہ سب ہمارے پاس لکھے ہوئے ہیں اور سب کا بدلہ بھی ہمارے پاس تیار ہے۔ ان دوزخیوں سے کہا جائے گا کہ اب ان عذابوں کا مزہ اٹھاؤ! لیے ہی اور اس سے بھی بدترین عذاب تمہیں زیادتی کے ساتھ ہوتے رہیں گے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ”دوزخیوں کے لیے اس سے زیادہ سخت اور مایوس کن اور کوئی آیت نہیں۔ ان کے عذاب ہر وقت بڑھتے ہی رہیں گے۔“ ④ =

رَبِّ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا الرَّحْمَنُ لَا يَمْلِكُونَ مِنْهُ خِطَابًا ۖ يَوْمَ يَقُومُ الرُّوحُ وَالْبَهِيمَةُ صَفًّا ۖ لَا يَتَكَلَّمُونَ إِلَّا مَنْ أَذِنَ لَهُ الرَّحْمَنُ وَقَالَ صَوَابًا ۖ ذَلِكَ الْيَوْمُ الْحَقُّ ۖ فَمَنْ شَاءَ اتَّخَذَ إِلَىٰ رَبِّهِ مَا بَاءً ۖ إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ عَذَابًا قَرِيبًا ۖ يَوْمَ يَنْظُرُ الْمَرْءُ مَا قَدَّمَتْ يَدَاهُ وَيَقُولُ الْكَافِرُ يَلَيْتَنِي كُنْتُ تُرَابًا ۖ

ترجمہ: (اس رب کی طرف سے ملے گا جو کہ) آسمانوں کا اور زمین کا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے ان کا پروردگار ہے اور بڑی بخشش کرنے والا ہے۔ کسی کو اس سے بات چیت کرنے کا اختیار نہیں ہوگا۔ [۳۷] جس دن روح اور فرشتے صفیں باندھ کر کھڑے ہوں گے۔ تو کوئی کلام نہ کر سکے گا، مگر جسے رحمن اجازت دیدے اور وہ ٹھیک بات زبان سے نکالے۔ [۳۸] یہ دن حق ہے۔ اب جو چاہے اپنے رب کے پاس (نیک اعمال کر کے) ٹھکانا بنا لے۔ [۳۹] ہم نے تمہیں عنقریب آنے والے عذاب سے ڈرایا اور چونکا کر دیا ہے۔ جس دن انسان اپنے ہاتھوں کی، کی ہوئی کمائی کو دیکھ لے گا اور کافر کہے گا کہ کاش میں مٹی بن جاتا۔ [۴۰]

== حضرت ابو ہریرہؓ سے سوال ہوا کہ دوزخیوں کے لیے سب سے زیادہ سخت آیت کونسی ہے؟ تو فرمایا: حضور ﷺ نے اس آیت کو پڑھ کر فرمایا: کہ ان لوگوں کو اللہ کی نافرمانیوں نے تباہ کر دیا۔ لیکن اس حدیث کے راوی حمر بن فرقد بالکل ضعیف ہیں۔ ① جنت میں انعامات ربانی کا تذکرہ: [آیت: ۳۱-۳۶] نیک لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ کے ہاں جو نعمتیں درج ہیں ان کا بیان ہو رہا ہے کہ یہ کامیاب مقصود اور نصیب دار ہیں کہ جہنم سے نجات پائی اور جنت میں پہنچ گئے۔ حَذَّاقُ کہتے ہیں مجبور وغیرہ کے باغات کو انہیں نوجوان کنواری حوریں بھی ملیں گی جو ابھرے ہوئے سینے والیاں اور ہم عمر ہوں گی۔ جیسے کہ سورہ واقعہ کی تفسیر میں اس کا پورا بیان گزر چکا ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ ”جنتیوں کے لباس ہی اللہ کی رضامندی کے ہوں گے۔ بادل ان پر آئیں گے اور ان سے کہیں گے کہ تھلاؤ ہم تم پر کیا برسائیں؟ پھر وہ جو فرمائیں گے بادل ان پر برسائیں گے۔ یہاں تک کہ نوجوان کنواری لڑکیاں بھی ان پر برسائیں گی۔“ ② (ابن ابی حاتم) انہیں شراب طہور کے چھلکتے ہوئے پاک صاف بھر پور جام پر جام ملیں گے۔ جس میں نشہ نہ ہوگا کہ بیہودہ گوئی اور لغو باتیں منہ سے نکلیں اور کان میں پڑیں۔ جیسے اور جگہ ہے ﴿لَا لَغْوُ فِيهَا وَلَا تَأْنِيَةٌ﴾ ③ اس میں نہ لغو ہوگا نہ برائی اور نہ گناہ کی باتیں۔ کوئی بات جھوٹ اور فضول نہ ہوگی۔

وہ دارالسلام ہے جس میں کوئی عیب کی اور برائی کی بات ہی نہیں۔ یہ جو کچھ بدلے ان پارسا لوگوں کو ملے ہیں یہ ان کے نیک اعمال کے نتیجے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اور اسکے احسان و انعام کی بنا پر انہیں ملے ہیں۔ جو بے حد کافی وافی ہیں جو بکثرت اور بھرپور ہیں۔ عرب کہتے ہیں اَعْطَانِي فَأَحْسِنِي انعام دیا اور بھرپور دیا۔ اسی طرح کہتے ہیں حَسْبِيَ اللَّهُ یعنی اللہ مجھے ہر طرح

① وسندہ ضعیف اس کی سند میں حمر بن فرقد ضعیف راوی ہے (المیزان، ۱/ ۳۹۸، رقم: ۱۴۸۰) بیہوشی اس روایت کو مختصر بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اس کی سند میں شعب بن بیان ضعیف راوی ہے دیکھیے (معجم الزوائد، ۷/ ۱۳۳)

② وسندہ ضعیف اس کی سند میں عطیہ بن سلیمان مجہول اور ابو عبد الرحمن القاسم دمشقی کثیر الارسال ہے (التقریب، ۲/ ۱۱۸، رقم: ۲۹)

③ ۵۲/ الطور: ۲۳۔

کافی دانی ہے۔

روز قیامت بغیر اجازت کوئی بول نہ سکے گا: [آیت: ۳۷-۳۸] اللہ تعالیٰ اپنی عظمت و جلال کی خبر دے رہا ہے کہ آسمان وزمین اور ان کے درمیان کی تمام مخلوق کا پالنے پونے والا وہی ہے۔ وہ رحمن ہے جس کے رحم نے تمام چیزوں کو گھیر لیا ہے۔ جب تک اس کی اجازت نہ ہو کوئی اس کے سامنے لب نہیں ہلا سکتا جیسے اور جگہ ہے ﴿مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ﴾ ① یعنی کون ہے جو اس کی اجازت کے بغیر اس کے سامنے سفارش لے جاسکے۔ اور جگہ ارشاد ہے ﴿يَوْمَ يَأْتِ لَا تَكَلَّمُ نَفْسٌ إِلَّا بِإِذْنِهِ﴾ ② جس دن وہ وقت آ جائے گا کہ کوئی بھی بلا اجازت اس سے بات نہ کر سکے گا۔ روح سے مراد یا تو تمام انسانوں کی روحیں ہیں یا تمام انسان ہیں۔ یا ایک قسم کی خاص مخلوق ہے جو انسانوں کی سی صورتوں والے ہیں۔ کھاتے پیتے ہیں۔ نہ وہ فرشتے ہیں نہ انسان یا مراد حضرت جبرئیل علیہ السلام ہیں۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام کو اور جگہ بھی روح کہا گیا ہے۔ ارشاد ہے ﴿اَنْزَلَ بِهٖ الرُّوْحَ الْاَمِيْنُ﴾ ③ الخ اسے امانت دار روح نے تیرے دل پر اتارا ہے تاکہ تو ڈرانے والا بن جائے۔ یہاں مراد روح سے یقیناً حضرت جبرئیل علیہ السلام ہیں۔

حضرت مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ تمام فرشتوں سے بزرگ اور اللہ تعالیٰ سے بہت ہی نزدیک اور وحی لے کر آنے والے یہی ہیں۔ یا مراد روح سے قرآن ہے۔ اس کی دلیل میں یہ آیت پیش کی جاسکتی ہے ﴿وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَا اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا﴾ ④ یعنی ہم نے اپنے حکم سے تیری طرف روح اتاری۔ یہاں روح سے مراد قرآن ہے۔ چھٹا قول یہ ہے کہ یہ ایک فرشتہ ہے جو تمام مخلوق کے برابر ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ فرشتہ تمام فرشتوں سے بہت بڑا ہے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ روح نامی فرشتہ چوتھے آسمان میں ہے تمام آسمانوں کل پہاڑوں اور سب فرشتوں سے بڑا ہے ہر دن بارہ ہزار تسبیحیں پڑھتا ہے۔ ہر تسبیح سے ایک فرشتہ پیدا ہوتا ہے۔ ⑤ قیامت کے دن اکیلا وہی ایک صف بن کر آئے گا۔ لیکن یہ قول بہت ہی غریب ہے۔

طبرانی میں حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ ”فرشتوں میں ایک فرشتہ وہ بھی ہے کہ اگر اسے حکم ہو کہ تمام آسمانوں اور زمینوں کو لقمہ بنا لے تو وہ ایک لقمہ میں سب کو لے لے گا اس کی تسبیح یہ ہے سُبْحَانَكَ حَيْثُ كُنْتُ“ اے اللہ تو جہاں کہیں بھی ہے پاک ہے۔“ ⑥ یہ حدیث بھی بہت غریب ہے بلکہ اس کے فرمان رسول ﷺ ہونے میں بھی کلام ہے۔ ممکن ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہو، اور وہ بھی بنی اسرائیل سے لیا ہوا۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے یہ سب اقوال وارد کیے ہیں لیکن کوئی فیصلہ نہیں کیا۔ میرے نزدیک تو ان تمام اقوال سے بہتر قول یہ ہے کہ یہاں روح سے مراد کل انسان ہیں وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ پھر فرمایا صرف وہی اس دن بات کر سکے گا جسے وہ رحمن اجازت دے۔ جیسے فرمایا ﴿يَوْمَ يَأْتِ لَا تَكَلَّمُ نَفْسٌ إِلَّا بِإِذْنِهِ﴾ یعنی جس دن وہ وقت آ جائے گا کوئی نفس بغیر اس کی اجازت کے کلام بھی نہ کر سکے گا۔ صحیح حدیث میں بھی ہے کہ اس دن سوائے رسولوں کے اور کوئی بات نہ کر سکے گا۔ ⑦ پھر فرمایا کہ اس کی بات بھی ٹھیک ٹھاک ہو۔ سب سے زیادہ حق بات لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ہے۔ پھر فرمایا کہ یہ دن حق ہے یقیناً آنے والا ہے۔ جو چاہے اپنے رب تعالیٰ کے پاس =

① ۲/ البقرة: ۲۵۵۔ ② ۱۱/ ہود: ۱۰۵۔ ③ ۲۶/ الشعراء: ۱۹۳۔

④ ۴۲/ الشوری: ۵۲۔ ⑤ وسندہ ضعیف اس کی سند میں روادین الجراح مشکم فیراوی (المیزان، ۲/ ۵۵؛ رقم: ۲۷۹۵) اور ابو حمزہ

میمون القصاب جسے احمد نے متروک الحدیث اور دارقطنی نے ضعیف کہا ہے (المیزان، ۴/ ۳۳۴؛ رقم: ۸۹۶۹)

⑥ المعجم الكبير، ۱۱۴۷۶ وسندہ ضعیف اس کی سند میں وہب اللہ بن رزق مجہول راوی ہے۔

⑦ صحیح بخاری، کتاب الاذان، باب فضل السجود، ۸۰۶؛ صحیح مسلم، ۱۸۲۔

== لوٹنے کی جگہ اور وہ راستہ بنا لے جس پر چل کر وہ اس کے پاس سیدھا جا پہنچے۔ ہم نے تمہیں بالکل قریب آئی ہوئی آفت سے آگاہ کر دیا ہے۔ آنے والی چیز کو تو آئی ہوئی سمجھنا چاہیے۔ اس دن نئے پرانے، چھوٹے بڑے اچھے برے تمام اعمال انسان کے سامنے ہوں گے۔ جیسے فرمایا ﴿وَوَجَدُوا مَا عَمِلُوا حَاضِرًا﴾ ① جو کیا ہوگا اسے سامنے پالیں گے۔

اور جگہ ہے ﴿يَنْتَوُوا إِلَيْنَا يَوْمَئِذٍ إِنَّمَا أَقْدَمُ وَأَخْرَجُ﴾ ② ہر انسان کو اس کے اگلے پچھلے اعمال سے متنبہ کیا جائے گا۔ اس دن کافر آرزو کرے گا کہ کاش وہ مٹی ہوتا پیدا ہی نہ کیا جاتا، وجود میں ہی نہ آتا۔ اللہ تعالیٰ کے عذابوں کو آنکھ سے دیکھ لے گا۔ اپنی بدکاریاں سامنے ہوں گی جو پاک فرشتوں کے منصف ہاتھوں کی لکھی ہوئی ہیں۔ پس ایک معنی تو یہ ہوئے کہ دنیا میں ہی مٹی ہونے کی یعنی پیدا نہ ہونے کی آرزو کرے گا۔ دوسرے معنی یہ ہیں کہ جب جانوروں کا فیصلہ ہوگا اور ان کے قصاص دلوائے جائیں گے۔ یہاں تک کہ اگر بے سینگ والی بکری کو اگر سینگ والی بکری نے مارا ہوگا تو اس سے بھی بدلہ دلویا جائے گا۔ پھر ان سے کہا جائے گا کہ مٹی ہو جاؤ چنانچہ وہ مٹی ہو جائیں گے۔ اس وقت یہ کافر انسان بھی کہے گا کہ ہائے ہائے کاش! کہ میں بھی حیوان ہوتا اور اب مٹی بن جاتا۔ صور کی لمبی حدیث میں بھی یہ مضمون وارد ہوا ہے اور حضرت ابو ہریرہ اور حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما وغیرہ سے بھی یہی مروی ہے۔

سورۃ نبا کی تفسیر ختم ہوئی وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ۔



تفسیر سورہ نازعات

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَالزَّعِیْتُ غَرْقًا ۝ وَالنَّشِیْطُ نَشْطًا ۝ وَالسَّیْحَتِ سَبْحًا ۝ فَالسَّیْقَتِ سَبْقًا ۝
فَالْمُدَبِّرَاتِ أَمْرًا ۝ یَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ ۝ تَتَّبِعُهَا الرَّادِفَةُ ۝ قُلُوبٌ
یَوْمَئِذٍ وَاجِفَةٌ ۝ أَبْصَارُهَا خَاشِعَةٌ ۝ یَقُولُونَ ءَاِنَّا لَمَرْدُودُونَ فِی
الْخَافِرَةِ ۝ ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا تَخْرُجُ ۝ قَالُوا تِلْكَ اِذَا كُرِّرَتْ خَاسِرَةٌ ۝ فَاِنَّمَا هِیَ
زَجْرَةٌ وَاحِدَةٌ ۝ فَاِذَا هُم بِالسَّاهِرَةِ ۝

ترجمہ: میں اللہ تعالیٰ بخشش کرنے والے مہربان کے نام سے شروع کرتا ہوں۔

نختی سے کھینچنے والوں کی قسم۔ [۱۶] بند کھول کر چھڑا دینے والوں کی قسم۔ [۱۷] اور تیرنے پھرنے والوں کی قسم۔ [۱۸] پھر دوڑ کر آگے بڑھنے والوں کی قسم۔ [۱۹] پھر کام کی تدبیر کرنے والوں کی قسم۔ [۲۰] جس دن کا پھنپھنے والی کانپے گی۔ [۲۱] اس کے بعد ایک پیچھے آنے والی پیچھے آگئی۔ [۲۲] بہت سے دل اس دن دھڑکتے ہوں گے۔ [۲۳] جن کی نگاہیں نیچی ہوں گی۔ [۲۴] کہتے ہیں کہ کیا ہم پہلی کی سی حالت کی طرف پھر لوٹائے جائیں گے؟ [۲۵] کیا اس وقت جب کہ ہم بوسیدہ ہڈیاں ہو جائیں گے؟ [۲۶] کہتے ہیں کہ پھر تو یہ لوٹنا نقصان دہ ہے۔ [۲۷] (معلوم ہونا چاہیے کہ) وہ تو صرف ایک خوفناک آواز ہے [۲۸] کہ (جس کے پیدا ہوتے ہی) وہ ایک دم میدان میں جمع ہو جائیں گے۔ [۲۹]

فرشتوں کے بعض امور کا تذکرہ: [آیت: ۱-۱۴] اس سے مراد فرشتے ہیں جو بعض لوگوں کی روحوں کو سختی سے گھسیٹتے ہیں اور بعض روحوں کو بہت آسانی سے نکالتے ہیں۔ جیسے کسی کے بند کھول دیے جائیں۔ کفار کی روحیں کھینچی جاتی ہیں، پھر بند کھول دئے جاتے ہیں اور جہنم میں ڈبو دیئے جاتے ہیں۔ یہ ذکر موت کے وقت کا ہے۔ بعض کہتے ہیں ﴿وَالنَّشِیْطُ غَرْقًا﴾ سے مراد موت ہے۔ ① بعض کہتے ہیں کہ دونوں پہلی آیتوں سے مطلب ستارے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ مراد سخت لڑائی کرنے والے ہیں۔ لیکن صحیح بات پہلی ہی ہے یعنی روح نکالنے والے فرشتے۔ اسی طرح تیسری آیت کی نسبت بھی یہ تینوں تفسیریں مروی ہیں یعنی فرشتے موت اور ستارے۔ ② حضرت عطاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں مراد کشتیاں ہیں۔ اسی طرح سبقت کی تفسیر میں بھی تینوں قول ہیں۔ معنی یہ ہیں کہ ایمان اور تصدیق کی طرف آگے بڑھنے والے۔ عطاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مجاہدین کے گھوڑے مراد ہیں۔

پھر حکم الہی کی تعمیل تدبیر سے کرنے والے اس سے بھی فرشتے مراد ہیں جیسے حضرت علی رضی اللہ عنہ وغیرہ کا قول ہے۔ آسمان سے زمین کی طرف اللہ عزوجل کے حکم سے تدبیر کرتے ہیں۔ امام ابن جریر رحمہ اللہ نے ان اقوال میں کوئی فیصلہ نہیں کیا۔ کانپنے والی کے کانپنے اور اس کے پیچھے آنے والی کے پیچھے آنے سے مراد دونوں۔ نچے ہیں۔ پہلے نچے کا بیان اس آیت میں بھی ہے ﴿یَوْمَ تَرْجُفُ الْأَرْضُ وَالْجِبَالُ﴾ ③

① حاکم، ۵۱۳/۲، وسندہ ضعیف، ابن ابی نجیح مدلس وعنعن وفيه علة أخرى۔

② الطبری، ۱۹۰/۲۴۔ ③ ۷۳/المزمل: ۱۴۔

جس دن زمین اور پہاڑ کپکپا جائیں گے۔ دوسرے نعرے کا بیان اس آیت میں ہے ﴿وَحُمِلَتِ الْأَرْضُ وَالْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَاحِدَةً﴾ ① اور زمین اور پہاڑ اٹھالیے جائیں گے۔ پھر دونوں ایک ہی دفعہ چور چور کر دیے جائیں گے۔

مسند احمد کی حدیث میں ہے کہ ”رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: کاٹنے والی آئے گی اس کے پیچھے ہی پیچھے آنے والی ہوگی یعنی موت اپنے ساتھ کی کل آفتوں کو لیے ہوئے آئے گی۔ ایک شخص نے کہا حضور! اگر میں اپنے وظیفہ کا کل وقت آپ ﷺ پر درود پڑھنے میں گزاروں تو؟ آپ ﷺ نے فرمایا: پھر تو اللہ تعالیٰ تجھے دنیا اور آخرت کے تمام غم و درخ سے بچالے گا۔“ ② ترمذی میں ہے کہ دو تہائی رات گزرنے کے بعد رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوتے اور فرماتے کہ ”اے لوگو! اللہ تعالیٰ کو یاد کرو۔ کپکانے والی آ رہی ہے پھر اس کے پیچھے ہی اور آ رہی ہے۔“ ③ موت اپنے ساتھ کی تمام آفتوں کو لیے ہوئے چلی آ رہی ہے۔ اس دن بہت سے دل ڈر رہے ہوں گے۔ ایسے لوگوں کی نگاہیں ذلت و حقارت کے ساتھ پست ہوں گی کیونکہ وہ اپنے گناہوں اور اللہ تعالیٰ کے عذابوں کا معائنہ کر چکے ہوں گے۔ مشرکین جو روز قیامت کے منکر تھے اور کہا کرتے تھے کہ کیا قبروں میں جانے کے بعد بھی ہم زندہ کیے جائیں گے؟ وہ آج اپنی اس زندگی کو رسوائی اور برائی کے ساتھ آنکھوں سے دیکھ لیں گے۔

﴿حَافِرَةٌ﴾ کہتے ہیں قبروں کو بھی۔ یعنی قبروں میں چلے جانے کے بعد جسم اور ہڈی کے سرکل جانے اور ریزہ ریزہ ہو جانے کے بعد بھی کیا ہم زندہ کئے جائیں گے؟ پھر تو یہ دوبارہ کی زندگی خسارے اور گھٹائے والی ہوگی۔ کفار قریش کا یہ قول تھا۔ حافرہ کے معنی موت کے بعد زندگی کے بھی مروی ہیں اور جہنم کا نام بھی ہے۔ اس کے نام بہت سے ہیں جیسے جحیم، ستر، جنہم، ہادیہ حافرہ، لظی عظمہ وغیرہ۔ اب اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جس چیز کو یہ بڑی بھاری اور ان ہونی اور ناممکن سمجھے ہوئے ہیں وہ ہماری قدرت کاملہ کے تحت ایک ادنیٰ سی بات ہے۔ ادھر ایک آواز دی ادھر سب زندہ ہو کر ایک میدان میں جمع ہو گئے۔ یعنی اللہ تعالیٰ حضرت اسرافیل علیہ السلام کو حکم دے گا وہ صور پھونک دیں گے بس ان کے صور پھونکتے ہی تمام اگلے پچھلے جی انھیں گے اور اللہ کے سامنے ایک ہی میدان میں کھڑے ہو جائیں گے۔ جیسے اور جگہ ہے ﴿يَوْمَ يَدْعُوكُمْ﴾ ④ الخ جس دن وہ تمہیں پکارے گا اور تم اس کی تعریفیں کرتے ہوئے اسے جواب دو گے اور جان لو گے کہ بہت ہی کم ٹھہرے۔ اور جگہ فرمایا ﴿وَمَا أَمْرُنَا إِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍ بِالْبَصَرِ﴾ ⑤ ہمارا حکم بس ایسا یکبارگی ہو جائے گا۔ جیسے آنکھ کا جھپکنا۔

اور جگہ ہے ﴿وَمَا أَمْرُ السَّاعَةِ إِلَّا كَلَمْحِ الْبَصَرِ أَوْ هُوَ أَقْرَبُ﴾ ⑥ امر قیامت مثل آنکھ جھپکنے کے ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ قریب۔ یہاں بھی یہی بیان ہو رہا ہے کہ صرف ایک آواز ہی کی دیر ہے۔ اس دن پروردگار سخت غضبناک ہوگا۔ یہ آواز بھی غصہ کے ساتھ ہوگی۔ یہ آخری نعرہ ہے جس کے پھونکے جانے کے بعد ہی تمام لوگ زمین کے اوپر آ جائیں گے۔ حالانکہ اس سے پہلے نیچے تھے ﴿سَاهِرَةً﴾ کروئے زمین کو کہتے ہیں اور سیدھے صاف میدان کو بھی کہتے ہیں۔ ثوری رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ مراد اس سے شام کی زمین ہے۔ عثمان بن ابوالعالیہ رحمہ اللہ کا قول ہے مراد بیت المقدس کی زمین ہے۔

وہب بن منہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ بیت المقدس کے ایک طرف یہ ایک پہاڑ ہے۔ قتادہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ جہنم کو بھی ﴿سَاهِرَةً﴾ کہتے ہیں۔ لیکن یہ اقوال سب کے سب غریب ہیں۔ ٹھیک قول پہلا ہے یعنی روئے زمین۔ سب لوگ زمین پر جمع ہو جائیں گے جو سفید ہوگی اور بالکل صاف اور خالی ہوگی جیسے میدے کی روٹی ہوتی ہے اور جگہ ہے ﴿يَوْمَ يُبْدَلُ الْأَرْضُ غَيْرَ الْأَرْضِ﴾ ⑦ =

① ۶۹ / الحاقة: ۱۴۔ ② احمد، ۵ / ۱۳۶ وسندہ ضعیف، عبد اللہ بن عقیل ضعیف عند الجمهور فی القول الرابع و سفیان الثوری مدلس و عنین۔ ③ ترمذی، کتاب صفة القيامة، باب فی الترغیب فی ذکر اللہ و ذکر الموت، ۲۴۵۷ وسندہ ضعیف سفیان ثوری مدلس راوی ہے اور سماع کی صراحت نہیں ہے۔ حاکم، ۲ / ۵۱۳۔ ④ ۱۷ / بنی اسرائیل ۵۲۔ ⑤ ۵۴ / القمر: ۵۰۔ ⑥ ۱۶ / النحل: ۷۷۔ ⑦ ۱۴ / ابراہیم: ۴۸۔

هَلْ أَتَكَ حَدِيثُ مُوسَى ۱۵ إِذْ نَادَاهُ رَبُّهُ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ۱۶
 إِذْهَبْ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ إِنَّهُ طَغَىٰ ۱۷ فَقُلْ هَلْ لَّكَ إِلَىٰ أَنْ تَزْكَىٰ ۱۸ وَأَهْدِيكَ إِلَىٰ
 رَبِّكَ فَتَخْشَىٰ ۱۹ فَأَرَاهُ الْآيَةَ الْكُبْرَىٰ ۲۰ فَكَذَّبَ وَعَصَىٰ ۲۱ ثُمَّ أَذْبَرَ يَسْعَىٰ ۲۲
 فَحَشَرَ فَنَادَىٰ ۲۳ فَقَالَ أَنَا رَبُّكُمُ الْأَعْلَىٰ ۲۴ فَأَخَذَهُ اللَّهُ نَكَالَ الْآخِرَةِ
 وَالْأُولَىٰ ۲۵ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَعِبْرَةً لِّمَنْ يَخْشَىٰ ۲۶

ترجمہ: کیا (حضرت) موسیٰ (علیہ السلام) کا قصہ بھی تمہیں معلوم ہے؟ [۱۵] جب کہ انہیں ان کے رب نے پاک میدان طوی میں پکارا [۱۶] کہ تم
 فرعون کے پاس جاؤ اس نے سرکشی اختیار کر لی ہے۔ [۱۷] اس سے کہو کہ کیا تو اپنی درنگی اور اصلاح چاہتا ہے [۱۸] اور یہ کہ میں تجھے تیرے
 رب کی راہ دکھاؤں تاکہ تو اس سے ڈرنے لگے۔ [۱۹] پس اسے بڑی نشانی دکھائی۔ [۲۰] پھر بھی وہ جھٹلاتا اور نافرمانی کرتا رہا [۲۱] اور اگ
 بٹ کر کوششیں کرنے لگا [۲۲] پھر سب کو جمع کر کے با آواز بلند کہنے لگا [۲۳] کہ تم سب کا رب میں ہی ہوں۔ [۲۴] سب سے بلند و بالا رب
 نے بھی اسے آخرت کے اور دنیا کے عذاب میں گرفتار کر لیا۔ [۲۵] بے شک اس میں اس شخص کے لیے عبرت ہے جو ڈرے۔ [۲۶]

= الخ۔ یعنی جس دن یہ زمین بدل کر دوسری زمین ہو جائے گی اور آسمان بھی بدل جائیں گے۔ اور سب مخلوق اللہ تعالیٰ واحد و قہار کے
 رد و پرو ہو جائے گی۔ اور جگہ ہے لوگ تجھ سے پہاڑوں کی بابت پوچھتے ہیں تو کہہ دے کہ انہیں میرا رب کھڑے کھڑے کر دے گا اور زمین
 بالکل میدان ہموار بن جائے گی۔ جس میں نہ کوئی موڑ توڑ ہو گا نہ اونچی نیچی جگہ۔ ایک اور جگہ ہے کہ ہم پہاڑوں کو چلائیں گے اور زمین
 صاف ظاہر ہو جائے گی۔ غرض ایک بالکل نئی زمین ہوگی جس پر نہ کبھی کوئی خطا ہوئی ہوگی نہ قتل و گناہ۔

حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کا واقعہ: [آیت: ۱۵-۲۶] اللہ تعالیٰ اپنے رسول حضرت محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو خبر دیتا ہے کہ اس نے اپنے بندے
 اور اپنے رسول حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کو فرعون کی طرف بھیجا اور معجزات سے ان کی تائید و امداد کی۔ لیکن باوجود اس کے فرعون اپنی سرکشی
 اور کفر سے باز نہ آیا۔ بالآخر اللہ تعالیٰ کا عذاب اترا اور وہ برباد ہو گیا۔ اسی طرح اے پیغمبر آخر الزماں! آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے مخالفین کا بھی
 حشر ہو گا۔ اسی لئے اس واقعہ کے خاتمہ پر فرمایا ڈرنے والوں کے لیے اس میں عبرت ہے۔ پس فرماتا ہے کہ تجھے خبر بھی ہے؟
 موسیٰ (علیہ السلام) کو اس کے رب تعالیٰ نے آواز دی جب کہ وہ ایک مقدس میدان میں تھے جس کا نام طوی ہے۔ اس کا تفصیلی بیان سورہ طہ میں
 گزر چکا ہے۔ آواز دے کر فرمایا: کہ فرعون نے سرکشی، تکبر، تجبر اور تمرد اختیار کر رکھا ہے تم اس کے پاس پہنچو اور اسے میرا یہ پیغام دو کہ
 کیا تو چاہتا ہے کہ میری بات مان کر اس راہ پر چلے جو پاکیزگی کی راہ ہے۔ میری سن، میری مان، سلامتی کے ساتھ پاکیزگی حاصل کر
 لے گا، میں تجھے اللہ کی عبادت کے وہ طریقے بتلاؤں گا جس سے تیرا دل نرم اور روشن ہو جائے گا۔ اس میں خشوع و خضوع پیدا ہو
 جائے گا اور دل کی سختی اور بدنیتی دور ہوگی۔ حضرت موسیٰ (علیہ السلام) فرعون کے پاس پہنچے۔ فرمان الہی پہنچایا حجت پوری کی دلائل بیان کیے۔
 یہاں تک کہ اپنی سچائی کے ثبوت میں معجزات بھی دکھائے لیکن وہ برابر حق کی تکذیب کرتا رہا اور حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کی باتوں کی نافرمانی
 پر جمارہا۔ چونکہ دل میں کفر جاگزیں ہو چکا تھا اس سے طبیعت نہ مہنی اور باوجود حق واضح ہو جانے کے ایمان و تسلیم نصیب نہ ہوئی۔ =

وَأَنْتُمْ أَشَدُّ خَلْقًا أَمِ السَّمَاءُ بَنَاهَا ۖ رَفَعَ سَبْكَهَا فَسَوَّيَهَا ۖ وَأَغْطَشَ لَيْلَهَا وَأَخْرَجَ ضُحَاهَا ۖ وَالْأَرْضُ بَعْدَ ذَلِكَ دَحَاهَا ۖ أَخْرَجَ مِنْهَا مَاءَهَا وَمَرْعَاهَا ۖ وَالْجِبَالِ أَرْسَاهَا ۖ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِأَنْعَامِكُمْ ۚ

ترجمہ: کیا تمہارا پیدا کرنا سخت ہے یا آسمان کا؟ اللہ تعالیٰ نے اسے بنایا۔ [۲۷] اس کی بلندی اونچی کی پھر اسے ٹھیک ٹھاک کر دیا۔ [۲۸] اس کی رات کو تاریک اور اس کے دن کو روشن بنایا۔ [۲۹] اور اس کے بعد زمین کو ہموار بچھا دیا۔ [۳۰] اور اس میں سے پانی اور چارہ پیدا کیا۔ [۳۱] اور پہاڑوں کو مضبوط گاڑ دیا۔ [۳۲] یہ سب تمہارے اور تمہارے جانوروں کے فائدے کے لیے ہے۔ [۳۳]

== اور بات ہے کہ دل سے جانتا تھا کہ یہ برحق نبی ہیں اور ان کی تعلیم بھی برحق ہے۔ لیکن دل کی معرفت اور چیز ہے اور ایمان اور چیز ہے دل کی معرفت پر عمل کرنے کا نام ایمان ہے کہ حق کا تابع فرمان بن جائے اور اللہ و رسول ﷺ کی باتوں پر عمل کرنے کے لیے جبک جائے۔ پھر اس نے حق سے منہ موڑ لیا اور خلاف حق کوشش کرنے لگا۔ جاہد گردن کو جمع کر کے ان کے ہاتھوں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نیچا دکھانا چاہا۔ اپنی قوم کو جمع کیا اور اس میں منادی کی کہ تم سب کا بلند بالا رب میں ہی ہوں۔ اس سے چالیس سال پہلے وہ کہہ چکا تھا کہ ﴿مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِنْ إِلَهٍ غَيْرِي﴾ ① یعنی میں نہیں جانتا کہ تمہارا معبود میرے سوا کوئی اور بھی ہو۔ اب تو اس کی طغیانی حد سے بڑھ گئی اور صاف کہہ دیا کہ میں ہی رب ہوں بلند یوں والا اور سب پر غالب میں ہی ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے بھی اس سے وہ انتقام لیا جو اس جیسے تمام شرکشوں کے لیے ہمیشہ ہمیشہ سب عبرت بن جائے۔ دنیا میں بھی اور آخرت کے بدترین عذاب تو ابھی باقی ہیں۔ جیسے فرمایا ﴿وَجَعَلْنَاهُمْ أَئِمَّةً يَدْعُونَ إِلَى النَّارِ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ لَا يُنصَرُونَ﴾ ② یعنی ہم نے انہیں جہنم کی طرف بلانے والے پیش رو بنایا۔ قیامت کے دن یہ مدد نہ دیئے جائیں گے۔ پس صحیح تر متنی آیت کے یہی ہیں کہ آخرت اور اولیٰ سے مراد دنیا اور آخرت ہے۔ بعضوں نے کہا ہے کہ اول آخر سے مراد اس کے دونوں قول ہیں۔ یعنی پہلے یہ کہنا کہ میرے علم میں میرے سوا تمہارا کوئی اللہ نہیں۔ پھر یہ کہنا کہ تمہارا سب کا بلند رب میں ہوں۔ بعض کہتے ہیں مراد کفر و نافرمانی ہے۔ لیکن صحیح قول پہلا ہے اور اس میں کوئی شک نہیں۔ اس میں ان لوگوں کے لیے عبرت و نصیحت ہے جو نصیحت حاصل کریں اور باز آ جائیں۔

قدرت باری تعالیٰ کے دلائل: [آیت: ۲۷-۳۳] جو لوگ مرنے کے بعد جی اٹھنے کے مکر تھے انہیں پروردگار دلیلیں دیتا ہے کہ تمہاری پیدائش سے تو بہت زیادہ مشکل پیدائش آسمانوں کی ہے۔ جیسے اور جگہ ہے ﴿لَخَلْقُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ أَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ﴾ ③ یعنی زمین و آسمان کی پیدائش انسانوں کی پیدائش سے زیادہ بھاری ہے۔ اور ایک جگہ ہے ﴿أَوَلَيْسَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ بِقَادِرٍ عَلَى أَنْ يَخْلُقَ مِنْهُمْ بَلَىٰ وَهُوَ الْخَلَّاقُ الْعَلِيمُ﴾ ④ کیا جس نے زمین و آسمان پیدا کر دیا وہ ان جیسے انسانوں کو دوبارہ پیدا کرنے پر قدرت نہیں رکھتا؟ ضرور قادر ہے اور وہ ہی بڑا پیدا کرنے والا اور خوب جاننے والا ہے۔ آسمان کو اس نے بنایا یعنی بلند و بالا خوب چوڑا اور کشادہ اور بالکل برابر بنایا۔ پھر اندھیری راتوں میں خوب چمکنے والے ستارے اس میں بڑے دیے۔ رات سیاہ اور اندھیرے والی بنائی اور دن کو روشن اور نور والا بنایا اور زمین کو اس کے بعد بچھا دیا۔ یعنی پانی اور چارہ نکالا۔ سورہ حم سجدہ میں یہ بیان گزر چکا ہے کہ زمین کی پیدائش تو آسمان سے پہلے ہے۔ ہاں اس کی برکات کا اظہار آسمانوں کی پیدائش کے

فَإِذَا جَاءَتِ الطَّامَةُ الْكُبْرَى ۖ يَوْمَ يَتَذَكَّرُ الْإِنْسَانُ مَا سَعَى ۖ وَيُزَيَّرُ
 الْجَحِيمُ لِمَنْ يَرَى ۖ فَأَمَّا مَنْ طَغَى ۖ وَآثَرَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا ۖ فَإِنَّ الْجَحِيمَ هِيَ
 الْبَاوَى ۖ وَأَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوَى ۖ فَإِنَّ الْجَنَّةَ
 هِيَ الْبَاوَى ۖ يَسْكُوتُكَ عَنِ السَّاعَةِ أَيَّانَ مُرْسَاهَا ۖ فِيمَ أَنْتَ مِنْ
 ذِكْرِهَا ۖ إِلَىٰ رَبِّكَ مُنْتَهَاهَا ۖ إِنَّكَ أَنْتَ مُنْذِرُ مَنْ يَخْشَاهَا ۖ كَالَّذِينَ يَوْمَ
 يَرُونَهَا لَمْ يَلْبَثُوا إِلَّا عَشِيَّةً أَوْ ضُحَاهَا ۖ

ترجمہ: پس جب کہ وہ بہت بڑے ہنگامے کا دن آجائے گا۔ [۳۳] جس دن کہ انسان اپنے کئے ہوئے کاموں کو یاد کرے گا۔ [۳۵] اور ہر
 دیکھنے والے کے سامنے جہنم ظاہر کی جائے گی۔ [۳۶] تو جس شخص نے سرکشی کی ہوگی، [۳۷] اور دنیوی زندگی کو ترجیح دی ہوگی، [۳۸] اس کا
 ٹھکانا جہنم ہی ہے۔ [۳۹] ہاں جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرتا رہا ہوگا اور اپنے نفس کو اس نے خواہش سے روکا ہو
 گا، [۴۰] تو اس کا ٹھکانا جنت ہی ہے۔ [۴۱] لوگ تجھ سے قیامت کے قائم ہونے کا وقت دریافت کر رہے ہیں۔ [۴۲] تجھے اس کے بیان
 کرنے سے کیا تعلق؟ [۴۳] اس کے علم کی انتہا تو اللہ کی جانب ہے [۴۴] تو تو صرف اس سے ڈرتے رہنے والوں کو آگاہ کرنے والا
 ہے۔ [۴۵] جس روز یہ اسے دیکھ لیں گے تو ایسا معلوم ہوگا کہ صرف دن کا آخری حصہ یا اول حصہ ہی دنیا میں رہے ہیں۔ [۴۶]

== بعد ہوا جس کا بیان یہاں ہو رہا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما اور بہت سے مفسرین سے یہی مروی ہے۔ امام ابن جریر رحمہ اللہ بھی اسی کو
 پسند فرماتے ہیں۔ اس کا تفصیلی بیان گزر چکا ہے۔ اور پہاڑوں کو اس نے خوب مضبوط گاڑ دیا ہے۔ وہ حکمتوں والا صحیح علم والا ہے۔ اور
 ساتھ ہی اپنی مخلوق پر بے حد مہربان ہے۔ مسند احمد میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ ”جب اللہ تعالیٰ نے زمین کو پیدا کیا تو وہ
 ہلے لگی۔ پروردگار نے پہاڑوں کو پیدا کر کے زمین پر گاڑ دیا جس سے وہ ٹھہر گئی۔ فرشتوں کو اس سے سخت تر تعجب ہوا اور پوچھنے لگے
 اے اللہ! تیری مخلوق میں ان پہاڑوں سے بھی زیادہ سخت چیز کوئی اور ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہاں! لوہا۔ پوچھا اس سے بھی زیادہ
 سخت؟ فرمایا: آگ۔ پوچھا اس سے بھی زیادہ سخت؟ فرمایا: ہاں! پانی۔ پوچھا اس سے بھی زیادہ سخت؟ فرمایا: ہوا۔ پوچھا پروردگار! کیا
 تیری مخلوق میں اس سے بھاری بھی کوئی اور چیز ہے؟ فرمایا: ہاں! وہ ابن آدم ہے جو اپنے دائیں ہاتھ سے جو خرچ کرتا ہے اس کی خبر
 بائیں ہاتھ کو بھی نہیں ہوتی۔“ ❶ ابن جریر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ”جب زمین کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا تو کانپنے لگی اور
 کہنے لگی کہ مجھ پر تو آدم علیہ السلام کو اور ان کی اولاد کو پیدا کرنے والا ہے جو اپنی گندگی مجھ پر ڈالیں گے اور میری پیٹھ پر تیری نافرمانیاں
 کریں گے۔ اللہ تعالیٰ نے پہاڑ کو گاڑ کر زمین کو ٹھہرا دیا ہے۔ بہت سے پہاڑ تھم دیکھ رہے ہو اور بہت سے تمہاری نگاہوں سے اوجھل
 ہیں۔ زمین کا پہاڑوں کے بعد سکون حاصل کرنا بالکل ایسا ہی تھا جیسے اونٹ کو ذبح کرتے ہی اس کا گوشت تھرتھارتا ہے پھر کچھ دیر بعد
 ٹھہر جاتا ہے۔“ پھر فرماتا ہے کہ یہ سب تمہارے اور تمہارے جانوروں کے فائدے کے لیے ہے۔ یعنی زمین سے چشموں اور نہروں کا

جاری کرنا زمین کے پوشیدہ خزانوں کو ظاہر کرنا، کھیتیاں اور درخت اگانا، پہاڑوں کا گاڑنا تاکہ زمین سے پورا پورا فائدہ تم اٹھا سکو۔ یہ سب باتیں انسانوں کے فائدے کے لیے ہیں۔ اور ان کے جانوروں کے فائدے کے لیے۔ پھر وہ جانور بھی ان ہی کے فائدے کے لیے ہیں کہ بعض کا گوشت کھاتے ہیں، بعض پر سواریاں لیتے ہیں اور اپنی عمارات دنیا میں سکھ چین سے بسر کر رہے ہیں۔

قیامت کی تیخیاں: [آیت: ۳۴-۳۶] ﴿طَائِفَةُ الْكُفْرَى﴾ سے مراد قیامت کا دن ہے۔ اس لیے کہ وہ ہولناک اور بڑے ہنگامے والا دن ہوگا۔ جیسے اور جگہ ہے ﴿وَالسَّاعَةُ أَظْهَىٰ وَآمُرُ﴾ ① یعنی قیامت بڑی سخت اور ناگوار چیز ہے۔ اس دن ابن آدم اپنے بھلے برے اعمال کو یاد کرے گا اور کافی نصیحت حاصل کرے گا۔ جیسے اور جگہ ہے ﴿يَوْمَ يَشْفَعُ الشَّكُورُ الْإِنْسَانُ وَأَنَّىٰ لَهُ الذُّكُورُ﴾ ② یعنی اس دن آدمی نصیحت حاصل کر لے گا لیکن آج کی نصیحت اسے کچھ فائدہ نہ دے گی۔ لوگوں کے سامنے جہنم لائی جائے گی اور وہ اپنی آنکھوں سے اسے دیکھ لیں گے۔ اس دن سرکشی کرنے والے اور دنیا کو ترجیح دینے والوں کا ٹھکانا جہنم ہوگا۔ ان کی خوراک زقوم ہوگا اور ان کا پانی حیم ہوگا۔ ہاں ہمارے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرتے رہنے والوں اور اپنے آپ کو نفسانی خواہشوں سے بچاتے رہنے والوں، خوف الہی دل میں رکھنے والوں اور برائیوں سے باز رہنے والوں کا ٹھکانا جنت ہے۔ اور وہاں کی کل نعمتوں کے حصہ دار صرف یہی ہیں۔

پھر فرمایا: قیامت کے بارے میں تم سے سوال ہو رہے ہیں۔ تم کہہ دو کہ نہ مجھے اس کا علم ہے نہ مخلوق میں سے کسی اور کو۔ صرف اللہ ہی جانتا ہے کہ قیامت کب آئے گی؟ اس کا صحیح دقت کسی کو معلوم نہیں۔ وہ زمین و آسمان پر بھاری پڑ رہی ہے وہ اچانک آجائے گی۔ لوگ تجھ سے اس طرح پوچھتے ہیں کہ گویا تم اسے جانتے ہو۔ حالانکہ دراصل اس کا علم سوائے اللہ تبارک و تعالیٰ کے اور کسی کو نہیں۔ حضرت جبریل علیہ السلام بھی جس وقت انسانی صورت میں آپ ﷺ کے پاس آئے اور کچھ سوالات کئے جن کے جوابات آپ ﷺ نے دیے۔ پھر اسی قیامت کے دن کے تعین کا سوال کیا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”جس سے پوچھتے ہو نہ وہ اسے جانے نہ خود پوچھنے والے کو اس کا علم۔“ ③ پھر فرمایا کہ اے نبی! آپ تو صرف لوگوں کے ڈرانے والے ہیں۔ اور اس سے نفع ان ہی کو پہنچے گا جو اس خوفناک دن کا ڈر رکھتے ہیں۔ وہ تیاری کر لیں گے اور اس دن کے خطرے سے بچ جائیں گے۔ باقی لوگ جو ہیں وہ آپ ﷺ کے فرمان سے عبرت حاصل نہیں کریں گے بلکہ مخالفت کریں گے۔ اور اس دن بدترین نقصان اور مہلک عذابوں میں گرفتار ہوں گے۔ لوگ جب اپنی اپنی قبروں سے اٹھ کر محشر کے میدان میں جمع ہوں گے اس دقت اپنی دنیا کی زندگی انہیں بہت ہی کم نظر آئے گی۔ اور ایسا معلوم ہوگا کہ صرف صبح کا یا صرف شام کا کچھ حصہ دنیا میں گزارا ہے۔ ظہر سے لے کر آفتاب کے غروب ہونے کے دقت کو عیشہ کہتے ہیں اور سورج نکلنے سے لے کر آدھے دن تک کے دقت کو ضحیٰ کہتے ہیں۔ ④ مطلب یہ ہے کہ آخرت کو دیکھ کر دنیا کی لمبی عمر بھی اتنی کم محسوس ہونے لگی گی۔

سورۃ نازعات کی تفسیر شتم ہوئی۔ فَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ۔

① ۵۴ / القمر: ۴۶۔ ② ۸۹ / الفجر: ۲۳۔

③ صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب سؤال جبریل النبی ﷺ عن الایمان ۵۰؛ صحیح مسلم، ۹۔

④ الدر المنثور، ۸ / ۴۱۳۔

تفسیر سورۃ عبس

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

عَبَسَ وَتَوَلَّى ۚ اَنْ جَاءَهُ الْاَعْمٰی ۝ وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّهٗ یَسْـَٔلُ ۝ اَوْ یَدَّ كُرًّا

فَتَنْفَعُہُ الذِّكْرٰی ۝ اَمَّا مَنِ اسْتَغْنٰی ۝ فَاَنْتَ لَہٗ تَصَدِّی ۝ وَمَا عَلَیْكَ اِلَّا

یَذِّکْرِی ۝ وَاَمَّا مَنْ جَاءَكَ یَسْعٰی ۝ وَهُوَ یَخْشٰی ۝ فَاَنْتَ عَنْہُ تَكْفٰی ۝ کَلَّا اِنَّہَا

تَذِکْرَةٌ ۝ فَمَنْ شَاءَ ذَکْرَہُ ۝ فِیْ صُحُفٍ مُّکْرَمَةٍ ۝ مَّرْفُوعَةٍ مُّطَهَّرَةٍ ۝

بِاٰیْدِیْ سَفَرَةٍ ۝ کِرَامٍ بَرَرَةٍ ۝

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع جو بہت بڑا رحمن و رحیم ہے

اس نے ترش رو ہو کر منہ موڑ لیا [۱] صرف اس لئے کہ اس کے پاس ایک نابینا آیا۔ [۲] تجھے کیا خبر شاید وہ سنور جاتا [۳] یا نصیحت سنتا اور اسے نصیحت فائدہ پہنچاتی۔ [۴] جو بے پردائی کرتا ہے [۵] اس کی طرف تو تو پوری توجہ کرتا ہے۔ [۶] حالانکہ اس کے نہ سنورنے سے تیرا کوئی نقصان نہیں۔ [۷] اور جو شخص تیرے پاس دوڑتا ہوا آتا ہے۔ [۸] اور وہ ڈر بھی رہا ہے۔ [۹] تو اس سے تو بے رخی برتا ہے۔ [۱۰] یہ ٹھیک نہیں قرآن تو نصیحت کی چیز ہے۔ [۱۱] جو چاہے اسے یاد کر لے۔ [۱۲] یہ تو پر عظمت صحیفوں میں ہے۔ [۱۳] جو بلند و بالا اور پاک صاف ہیں۔ [۱۴] جو ایسے لکھنے والوں کے ہاتھوں میں ہے [۱۵] جو بزرگ اور پاکباز ہیں۔ [۱۶]

سورۃ عبس کا شان نزول اور حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کی فضیلت: [آیت: ۱-۱۶] بہت سے مفسرین سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک مرتبہ قریش کے سرداروں کو اسلامی تعلیم سمجھا رہے تھے اور مشغولیت کے ساتھ ان کی طرف متوجہ تھے دل میں خیال تھا کہ کیا عجب اللہ تعالیٰ انھیں اسلام نصیب کر دے۔ ناگہاں حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ آپ کے پاس آئے۔ پرانے مسلمان تھے۔ عموماً حضور ﷺ کے خدمت میں حاضر ہوتے رہتے تھے اور دین اسلام کی تعلیم سیکھتے رہتے تھے اور مسائل دریافت کرتے رہتے تھے۔ آج بھی حسب عادت آتے ہی سوالات شروع کئے اور آگے بڑھ کر حضور ﷺ کو اپنی طرف متوجہ کرنا چاہا۔ آپ ﷺ چونکہ اس وقت ایک اہم امر دینی میں پوری طرح مشغول تھے۔ ان کی طرف توجہ نہ فرمائی بلکہ ذرا گراں خاطر گزرا اور پیشانی مبارک پر بل پڑ گئے۔ اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں کہ آپ ﷺ کی بلند شان اور اعلیٰ اخلاق کے لائق یہ بات نہ تھی کہ اس نابینا سے جو ہمارے خوف سے دوڑتا بھاگتا آپ ﷺ کی خدمت میں علم دین سیکھنے کے لئے آئے اور آپ ﷺ اس سے منہ پھیر لیں اور ان کی طرف متوجہ رہیں جو سرکش ہیں اور مغرور و تکبر ہیں۔ بہت ممکن ہے کہ یہی پاک ہو جائے اور اللہ کی باتیں سن کر برائیوں سے بچ جائے اور احکام کی تعمیل کے لئے تیار ہو جائے۔ یہ کیا کہ آپ (ﷺ) ان بے پردہ لوگوں کی جانب تمام تر توجہ فرمائیں؟

آپ ﷺ پر کوئی ان کا راہ راست پر لا کھڑا کرنا ضروری تھوڑا ہے؟ وہ اگر آپ کی باتیں نہ مانیں تو آپ پر ان کے اعمال کی پکڑ ہرگز نہیں ہے۔ مطلب یہ ہے کہ تبلیغ دین میں شریف و ضعیف، فقیر و غنی آزاد و غلام مرد و عورت چھوٹے بڑے سب برابر ہیں۔ آپ ﷺ سب کو یکساں نصیحت کیا کریں ہدایت اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ وہ اگر کسی کو راہ راست سے دور رکھے تو اس کی حکمت وہی جانتا ہے۔ جسے اپنی راہ پر لگا لے اسے بھی وہی خوب جانتا ہے۔ حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کے آنے کے وقت حضور ﷺ کا مخاطب ابی بن خلف تھا۔ اس کے بعد حضور ﷺ ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کی بڑی تکریم اور آؤ بھگت کیا کرتے تھے۔ (مسند ابویعلیٰ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو قادیسیہ کی لڑائی میں دیکھا ہے۔ زرہ پہنے ہوئے تھے اور سیاہ جھنڈا لائے ہوئے تھے۔ ① حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ”جب یہ آئے اور کہنے لگے کہ حضرت! مجھے بھلائی کی باتیں سکھائیے تو اس وقت رؤساء قریش آپ ﷺ کی مجلس میں تھے۔ آپ ﷺ نے ان کی طرف پوری توجہ نہ فرمائی انھیں سمجھاتے جاتے تھے اور فرماتے جاتے تھے کہ میری بات ٹھیک ہے؟“ ② وہ کہتے جاتے تھے ہاں (حضرت) درست ہے۔ ان لوگوں میں عتبہ بن ربیعہ ابو جہل بن ہشام عباس بن عبدالمطلب تھے۔ آپ ﷺ کی بڑی کوشش تھی اور پوری حرص تھی کہ کسی طرح یہ لوگ دین حق کو قبول کر لیں ادھر یہ آگئے اور کہنے لگے کہ حضور! قرآن پاک کی کوئی آیت مجھے سنائیے اور اللہ کی باتیں سکھائیے۔ آپ ﷺ کو اس وقت ان کی بات ذرا بے موقعہ لگی اور منہ پھیر لیا اور ادھر ہی متوجہ رہے۔ جب ان سے باتیں پوری کر کے آپ ﷺ گھر جانے لگے تو آنکھوں تلے اندھیرا چھا گیا اور سر نیچا ہو گیا اور یہ آیتیں اتریں۔ پھر تو آپ ﷺ ان کی بڑی عزت کیا کرتے تھے اور پوری توجہ سے کان لگا کر ان کی باتیں سنا کرتے تھے۔ آتے جاتے ہر وقت پوچھتے کہ کچھ کام ہے، کچھ حاجت ہے، کچھ کہتے ہو، کچھ مانگتے ہو؟“ ③ (ابن جریر وغیرہ) اس روایت میں غرابت ہے نکارت ہے اور اس کی سند میں بھی کلام ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ”میں نے رسول اللہ سے سنا آپ ﷺ فرماتے تھے کہ بلال رات رہتے ہوئے اذان دیا کرتے ہیں تو تم سحری کھاتے پیتے رہو یہاں تک کہ ابن ام مکتوم کی اذان سنو۔“ ④ یہ وہ نایاب ہیں جن کے بارے میں ﴿عَبَسَ وَتَوَلَّى ۝ اَنْۢ جَاءَہُ الْاَعْمٰی ۝﴾ اتری تھی۔ یہ بھی مؤذن تھے۔ بینائی میں نقصان تھا۔ جب لوگ صبح صادق دیکھ لیتے اور اطلاع کر دیتے کہ صبح ہو گئی تب یہ اذان کہا کرتے تھے“ (ابن ابی حاتم) ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کا مشہور نام تو عبداللہ ہے۔ بعضوں نے کہا ہے کہ ان کا نام عمرو ہے۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ۔

﴿اِنَّہَا تَذٰکِرَةٌ﴾ یعنی یہ نصیحت ہے اس سے مراد یا تو یہ سورت ہے یا یہ مساوات کہ تبلیغ دین میں سب یکساں ہیں مراد ہے۔ سدی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اس سے قرآن مراد ہے جو شخص چاہے اسے یاد کر لے۔ یعنی اللہ کو یاد کرے اور اپنے تمام کاموں میں اس کے فرمان کو مقدم رکھے۔ یا یہ مطلب ہے کہ وحی الہی کو یاد کر لے۔ یہ سورت اور یہ وعظ و نصیحت بلکہ سارا کا سارا قرآن موقر معزز اور معتبر صحیفوں میں ہے جو بلند قدر اور اعلیٰ مرتبہ والے ہیں۔ جو میل کچیل سے اور کمی زیادتی سے محفوظ اور پاک صاف ہیں۔ جو فرشتوں کے پاک ہاتھوں میں ہیں۔ اور یہ بھی مطلب ہو سکتا ہے کہ اصحاب رسول ﷺ کے پاکیزہ ہاتھوں میں ہیں۔ حضرت قتادہ رحمہ اللہ کا قول ہے کہ اس سے مراد قاری ہیں۔

① مسند ابی یعلیٰ، ۳۱۲۳ و سندہ ضعیف قتادہ لم یصرح بالسماع فی هذا اللفظ۔

② الترمذی، ۳۳۲۸، وقال: حسن غریب؛ ابویعلیٰ، ۴۸۴۸، والحاکم، ۵۱۴/۲، والطبری، ۷۶۳۱۸، وسندہ صحیح

واخطأ من ضعفہ۔ ③ الطبری، ۲۴/۲۱۸، وسندہ ضعیف جداً اس کی سند میں عطیہ العوفی بمرحہ راوی ہے (التقریب، ۲/۲۴؛

رقم: ۲۱۶) ④ وسندہ ضعیف، الزہری لم یصرح بالسماع۔

قُلِ الْإِنْسَانُ مَا أَكْفَرَهُ ۚ مِنْ أَيِّ شَيْءٍ خَلَقَهُ ۚ مِنْ تُّفَافَةٍ خَلَقَهُ
 فَقَدَرَهُ ۚ ثُمَّ السَّبِيلَ يَسَّرَهُ ۚ ثُمَّ أَمَاتَهُ فَأَقْبَرَهُ ۚ ثُمَّ إِذَا شَاءَ أَنشَرَهُ ۚ كَلَّا
 لَئِنَّا يَقِضُ مَا أَمَرَهُ ۚ فَلَيَنْظُرَ الْإِنْسَانُ إِلَى طَعَامِهِ ۚ أَكَا صَبَبْنَا الْمَاءَ
 صَبًّا ۚ ثُمَّ شَقَقْنَا الْأَرْضَ شَقًّا ۚ فَأَنبَتْنَا فِيهَا حَبًّا ۚ وَعَبْنَا وَقَضَبًا ۚ
 وَزَيَّنَّا وَنَحَلًا ۚ وَحَدَّائِقَ غُلَبًا ۚ وَفَاكِهَةً وَأَبًّا ۚ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِأَنعَامِكُمْ ۚ

ترجمہ: اللہ کی بارانسان بھی کیسا ناشکرا ہے۔ [۱۷] اے اللہ نے کس چیز سے پیدا کیا؟ [۱۸] ایک نطفہ سے پیدا کیا ہے پھر اس کی تقدیر مقرر کی [۱۹] پھر اس کے لئے راستہ آسان کر دیا [۲۰] پھر اسے موت دی اور پھر قبر میں دفن کیا۔ [۲۱] پھر جب چاہے گا اسے زندہ کر دے۔ [۲۲] ہرگز نہیں اس نے اب تک اللہ کے حکم کی بجا آوری نہیں کی [۲۳] انسان کو چاہیے کہ اپنے کھانے کی طرف دیکھ لے [۲۴] کہ ہم نے بارش برساتی [۲۵] پھر زمین کو شیش کیا (یعنی بھارا) [۲۶] پھر اس میں سے اناج اگائے [۲۷] اور انگوڑا اور ترکاری [۲۸] اور زیتون اور کھجور [۲۹] اور گنجان باغات [۳۰] اور میوہ اور گھاس چارہ (بھی اگایا) [۳۱] تمہارے استعمال و فائدہ کے لئے اور تمہارے چوپایوں کے (فائدے و استعمال کے) لئے۔ [۳۲]

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ بھلی زبان کا لفظ ہے معنی ہیں قاری۔ امام ابن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ صحیح بات یہی ہے کہ اس سے مراد فرشتے ہیں جو اللہ تعالیٰ اور مخلوق کے درمیان سفیر ہیں۔ سفیر اسے کہتے ہیں کہ جو صلح اور بھلائی کے لئے لوگوں میں کوشش کرتا پھرے۔ عرب شاعر کے ایک شعر میں بھی یہی معنی پائے جاتے ہیں۔ امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد فرشتے ہیں۔ وہ فرشتے جو اللہ تعالیٰ کی جانب سے وحی وغیرہ لے کر آتے ہیں۔ وہ ایسے ہی ہیں جیسے لوگوں میں صلح کرانے والے سفیر ہوتے ہیں۔ ① وہ ظاہر باطن میں پاک ہیں۔ وجہ خوش رو و شریف اور بزرگ ظاہر میں۔ اخلاق و افعال کے پاکیزہ باطن میں۔ یہاں سے یہ بھی معلوم کر لیتا چاہئے کہ قرآن کے پڑھنے والوں کو اخلاق و اعمال اچھے رکھنے چاہئیں۔ مسند احمد کی ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ”جو قرآن کو پڑھے اور اس کی مہارت حاصل کرے وہ بزرگ لکھنے والے فرشتوں کے ساتھ ہوگا اور جو باوجود مشقت کے بھی پڑھے اسے دو ہزار اجر ملے گا۔“ ②

مرنے کے بعد اٹھنے کے عقلی دلائل: [آیت: ۱۷-۳۲] جو لوگ مرنے کے بعد جی اٹھنے کے انکاری تھے ان کی یہاں مذمت بیان ہو رہی ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں یعنی انسان پر لعنت ہو یہ کتنا بڑا ناشکر گزار ہے اور یہ بھی معنی کئے گئے ہیں کہ عموماً کل انسان جھٹلانے والے ہیں بلا دلیل محض اپنے خیال سے ایک چیز کو ناممکن جان کر باوجود علمی سرمایہ کی کمی کے جھٹ سے اللہ کی باتوں کی تکذیب کر دیتا ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اسے اس جھٹلانے پر کوئی چیز آمادہ کرتی ہے؟ اس کے بعد اس کی اصلیت جتلائی جاتی ہے کہ وہ خیال کرے کہ کس قدر حقیر اور ذلیل چیز سے اللہ نے اسے بنایا ہے کیا وہ اسے دوبارہ پیدا کرنے پر قدرت نہیں رکھتا؟ اس نے انسان کو نطفے سے پیدا کیا پھر اس کی تقدیر مقرر کی یعنی عمر روزی عمل اور نیک و بد ہونا۔ پھر اس کے لئے ماں کے پیٹ سے نکلنے کا راستہ

① صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ عبس قبل حدیث، ۴۹۳۷۔ ② صحیح بخاری، حوالہ سابق، ۴۹۳۷؛

صحیح مسلم، ۷۹۸؛ ابو داؤد، ۱۴۵؛ ترمذی، ۲۹۰۴؛ ابن ماجہ، ۳۷۷۹؛ احمد، ۶ / ۴۸۔

آسان کر دیا۔ اور یہ بھی معنی ہیں کہ ہم نے اپنے دین کا راستہ آسان کر دیا یعنی واضح اور ظاہر کر دیا جیسے اور جگہ ہے ﴿اِنَّا هَدَيْنَاكَ السَّبِيلَ اِنَّمَا شَاكِرًا وَّمَا تَكْفُورًا﴾ ① یعنی ہم نے اسے راہ دکھائی پھر یا تو وہ شکر گزار بنے یا ناشکر۔ حسن اور ابن زید اسی کو رائج بتلاتے ہیں۔ ② وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

اس کی پیدائش کے بعد پھر اسے موت دی اور پھر قبر میں لے گیا۔ عرب کا محاورہ ہے کہ وہ جب کسی کو دفن کریں تو کہتے ہیں قَبُرْتُ الرَّجُلَ اور کہتے ہیں کہ اَنْبَرُهُ اللّٰهُ اسی طرح کے اور بھی محاورے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ اب اللہ نے اسے قبر والا بنا دیا پھر جب اللہ چاہے گا اسے دوبارہ زندہ کر دے گا اسی زندگی کو بعث بھی کہتے ہیں اور نشور بھی۔ جیسے اور جگہ ہے ﴿وَمِنْ اٰيَاتِهِ اَنۡ يَّخْلُقَ مِمَّنۡ تَرٰ اَبۡسَاطًا اِنۡ مَّا يَدۡرُوۡنَ﴾ ③ اس کی نشانیوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا پھر تم انسان بن کر اٹھ بیٹھے اور جگہ ہے ﴿كَيْفَ نُنۡشِزُهَا﴾ ④ اُنح۔ ہڈیوں کو دیکھو کہ ہم کس طرح اٹھاتے بٹھاتے ہیں پھر کس طرح انھیں گوشت چڑھاتے ہیں۔ ابن ابی حاتم کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ ”انسان کے تمام اعضاء وغیرہ کو مٹی کھا جاتی ہے مگر ریزہ کی ہڈی کو۔ لوگوں نے کہا وہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: ایک رائی کے دانے کے برابر ہے اسی سے پھر تمہاری پیدائش ہوگی۔“ ⑤ یہ حدیث بغیر سوال جواب کی زیادتی کے بخاری و مسلم میں بھی ہے کہ ابن آدم سرگل جاتا ہے مگر ریزہ کی ہڈی کہ اسی سے پیدا کیا گیا ہے اور اسی سے پھر ترکیب دیا جائے گا۔ ⑥

پھر اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے کہ جس طرح یہ ناشکر اور بے قدر انسان کہتا ہے کہ اس نے اپنی جان و مال میں اللہ کا جو حق تھا وہ ادا کر دیا لیکن ایسا ہرگز نہیں ہے بلکہ ابھی تو اس نے فرائض الہی سے بھی سبکدوشی حاصل نہیں کی۔ حضرت مجاہد رحمہ اللہ کا فرمان ہے کہ کسی شخص سے اللہ تعالیٰ کے فرائض کی پوری ادائیگی نہیں ہو سکتی۔ حسن بصری رحمہ اللہ سے بھی ایسے ہی معنی مروی ہیں۔ متقدمین میں سے میں نے تو اس کے سوا کوئی اور کلام نہیں پایا۔ ہاں مجھے اس کے یہ معنی معلوم ہوتے ہیں کہ فرمان باری کا یہ مطلب ہے کہ پھر جب چاہے دوبارہ پیدا کرے گا۔ اب تک اس کے فیصلے کے مطابق وقت نہیں آیا۔ یعنی ابھی بھی وہ ایسا نہیں کرے گا یہاں تک کہ مدت مقررہ ختم ہو اور بنی آدم کی تقدیر پوری ہو۔

ان کی قسمت میں اس دنیا میں آنا اور یہاں بھلا برا کرنا وغیرہ جو مقدر ہو چکا ہے وہ سب اللہ تعالیٰ کے اندازے کے مطابق پورا ہو چکے اس وقت وہ خلاق کل دوبارہ زندہ کر دے گا۔ اور جیسے کہ پہلی مرتبہ پیدا کیا تھا اب دوسری دفعہ پیدا کر دے گا۔ ابن ابی حاتم میں حضرت دہب بن منبہ رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ حضرت عزیر علیہ السلام نے فرمایا: میرے پاس ایک فرشتہ آیا اور اس نے مجھ سے کہا کہ قبریں زمین کا پیٹ ہیں اور زمین مخلوق کی ماں ہے جب کہ کل مخلوق پیدا ہو چکے گی پھر قبروں میں پہنچ جائے گی اور قبریں سب بھر جائیں گی اس وقت دنیا کا سلسلہ ختم ہو جائے گا اور جو بھی زمین پر ہوں گے سب مرجائیں گے اور جو کچھ زمین میں ہے اسے زمین اگل دے گی اور قبروں میں جو مردے ہیں سب باہر نکال دیے جائیں گے۔ یہ قول ہم اپنی اس تفسیر کی دلیل میں پیش کر سکتے ہیں۔ وَاللّٰهُ سُبْحٰنَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ اللہ کے احسانات کا تذکرہ: پھر ارشاد ہوتا ہے کہ میرے اس احسان کو دیکھیں کہ میں نے انہیں کھانا دیا اس میں بھی دلیل ہے موت کے بعد جی اٹھنے کی کہ جس طرح خشک غیر آباد زمین سے ہم نے تر و تازہ درخت اگائے اور ان سے اناج وغیرہ پیدا کر کے تمہارے =

① ۷۶ / الدھر: ۳۔ ② الطبری، ۲۴ / ۲۲۴۔ ③ ۳۰ / الروم: ۲۰۔ ④ ۲ / البقرة: ۲۵۹۔

⑤ وسندہ ضعیف اس کی سند میں دراج ابوالسج ہے جس کی ابوالعشیم سے کی ہوئی روایت ضعیف ہوتی ہے (التقریب، ۱ / ۲۳۵؛ رقم: ۵۴)

⑥ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ عم بفساء لون، ۴۹۳۵؛ صحیح مسلم، ۲۹۵۵؛ ابو داؤد، ۴۷۴۳؛ ابن ماجہ، ۴۲۶۶؛

احمد، ۲ / ۳۲۲؛ ابن حبان، ۳۱۳۹۔

فَإِذَا جَاءَتِ الصَّاحَّةُ ۖ يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ أَخِيهِ ۚ وَأُمُّهُ وَأَبِيهِ ۚ
وَصَاحِبَتِهِ وَبَيْنِيهِ ۚ لِكُلِّ أُمْرٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَأْنٌ يُغْنِيهِ ۚ وَجُوعُهُ
يَوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ ۚ ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ ۚ وَوُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ ۖ
تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ ۚ

ترجمہ: پس جبکہ کان بہرے کر دینے والی قیامت آجائے گی [۳۳] اس دن آدمی اپنے بھائی سے [۳۴] اور اپنی ماں اور اپنے باپ سے [۳۵]
اور اپنی بیوی اور اپنی اولاد سے بھاگے گا [۳۶] ان میں سے ہر ایک کو اس دن ایک ایسا مشغلہ ہوگا جو اسے مشغول رکھنے کے لیے کافی ہو
گا [۳۷] اس دن بہت سے چہرے روشن ہوں گے [۳۸] جو ہنستے ہوئے اور ہشاش بشاش ہوں گے [۳۹] اور بہت سے چہرے اس دن
غبار آلود ہوں گے [۴۰] جن پر سیاہی چڑھی ہوئی ہوگی [۴۱] وہ یہی کافر بدکردار لوگ ہوں گے۔ [۴۲]

= لیے کھانا مہیا کیا اسی طرح گلی سڑی کھوکھلی اور چوٹا ہو گئی ہوئی ہڈیوں کو بھی ہم ایک روز زندہ کر دیں گے اور انہیں گوشت پوست پہنا کر
دوبارہ تمہیں زندہ کر دیں گے۔ تم دیکھ لو کہ ہم نے آسمان سے برابر پانی برسایا پھر اسے ہم نے زمین میں پہنچا کر ٹھہرا دیا وہ بیج میں پہنچا
اور زمین میں پڑے ہوئے دانوں میں سرایت کی جس سے وہ دانے اگے درخت پھوٹا اونچا ہوا اور کھیتیں لہلہانے لگیں۔ کہیں اناج
پیدا ہوا کہیں انگور اور کہیں ترکاریاں۔ حَبّ تو کہتے ہیں ہر دانے کو۔ عنب کہتے ہیں انگور کو اور قضب اس سبز چارے کو کہتے ہیں جسے
جانور کھاتے ہیں۔ اور زیتون کو پیدا کیا جو روٹی کے ساتھ سالن کا کام دیتا ہے جلایا جاتا ہے تیل نکالا جاتا ہے۔ اور کھجوروں کے
درخت پیدا کئے جو گدگدائی ہوئی بھی کھائی جاتی ہیں تربھی کھائی جاتی ہیں اور خشک بھی کھائی جاتی ہیں اور کچی بھی اور اس کا شیرہ بھی بنایا
جاتا ہے اور سرکہ بھی اور باغات پیدا کئے۔ غُلَب کے معنی کھجوروں کے بڑے بڑے پر میوہ درخت بھی ہیں۔ حدائق کہتے ہیں ہر اس
باغ کو جو گھٹنا اور خوب بھرا ہوا اور گہرے سائے والا اور بڑے درختوں والا ہو۔ موٹی گردن والے آدمی کو بھی عرب اَغْلَب کہتے ہیں۔
اور میوے پیدا کئے اور آب (گھاس) کہتے ہیں زمین کی اس سبزی کو جسے جانور کھاتے ہیں اور انسان اسے نہیں کھاتے جیسے گھاس پات
وغیرہ۔ اب جانور کے لیے ایسا ہی ہے جیسے انسان کے لیے فاکہہ یعنی پھل میوہ۔

حضرت عطاء رحمہ اللہ کا قول ہے کہ زمین پر جو اگتا ہے اسے آب کہتے ہیں۔ خماک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سوائے میووں کے باقی
سب آب ہیں۔ ابوالسائب رحمہ اللہ فرماتے ہیں آب آدمی کے کھانے میں بھی آتا ہے اور جانور کے کھانے میں بھی۔ حضرت ابو بکر
صدیق رضی اللہ عنہ سے اس کی بابت سوال ہوتا ہے تو فرماتے ہیں کونسا آسان مجھے اپنے تلے سایہ دے گا اور کونسی زمین مجھے اپنی پینٹھ پراٹھائے
گی؟ اگر میں کتاب اللہ تعالیٰ میں وہ کہوں جس کا مجھے علم نہ ہو لیکن یہ اثر منقطع ہے۔ ابراہیم نبی رحمہ اللہ نے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کو نہیں
پایا۔ ہاں البتہ صحیح سند سے ابن جریر میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ”آپ نے منبر پر سورہ عبس پڑھی اور یہاں تک پہنچ کر
کہا کہ فاکہہ کو تو ہم جانتے ہیں لیکن یہ آب کیا چیز ہے؟ پھر خود ہی فرمایا: عمر! اس تکلیف کو چھوڑ۔ ① اس سے مراد یہ ہے کہ اس کی
شکل و صورت اور اس کی تعیین معلوم نہیں ورنہ اتنا تو صرف آیت کے پڑھنے سے ہی صاف طور پر معلوم ہو رہا ہے کہ یہ زمین سے اگنے والی

ایک چیز ہے کیونکہ پہلے یہ لفظ موجود ہے ﴿فَاَنْتَسْنَا فِيْهَا﴾ الخ۔“ پھر فرماتا: ہے یہ تمہاری زندگی کے قائم رکھنے اور تمہیں فائدہ پہنچانے کے لیے اور تمہارے جانوروں کے لیے ہے کہ قیامت تک یہ سلسلہ جاری رہے گا اور تم اس سے فیض یاب ہوتے رہو گے۔

قیامت کی ہولناکیاں: [آیت ۳۳-۴۲] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ صَاحَّةٌ قیامت کا نام ہے۔ اور اس نام کی وجہ یہ ہے کہ اس کے فحش کی آواز اور اس کا شور و غل کانوں کے پردے چھاڑ دے گا اس دن انسان اپنے قریبی رشتہ داروں کو دیکھ گئے گا لیکن بھاگتا پھرے گا کوئی کسی کے کام نہ آئے گا۔ میاں بیوی کو دیکھ کر کہے گا کہ بتلا تیرے ساتھ میں نے دنیا میں کیسا کچھ سلوک کیا؟ وہ کہے گی کہ بے شک آپ نے میرے ساتھ بہت ہی خوش سلوکی کی بہت پیار محبت سے رکھا۔ یہ کہے گا کہ آج مجھے ضرورت ہے صرف ایک نیکی دیدو تا کہ اس آفت سے چھوٹ جاؤں۔ تو وہ جواب دے گی کہ آپ کا سوال تھوڑی سی چیز کا ہی ہے مگر کیا کروں یہی ضرورت مجھے درپیش ہے اور اسی کا خوف مجھے لگ رہا ہے میں تو نیکی نہیں دے سکتی۔ بیٹا باپ سے ملے گا یہی کہے گا اور یہی جواب پائے گا۔

شفاعت کا تذکرہ: صحیح حدیث میں شفاعت کا بیان فرماتے ہوئے حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ ”اولوا العزم“ یعنی غیروں سے لوگ شفاعت کی طلب کریں گے اور ان میں سے ہر ایک یہی کہے گا کہ نفسی نفسی یہاں تک کہ حضرت عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام بھی یہی فرمائیں گے کہ آج میں اللہ تعالیٰ سے سوائے اپنی جان کے اور کسی کے لیے کچھ بھی نہ کہوں گا۔ میں تو آج اپنی والدہ حضرت مریم علیہا السلام کے لیے بھی کچھ نہ کہوں گا جن کے ملطن سے میں پیدا ہوا ہوں۔“ ① الغرض دوست دوست سے رشتہ دار رشتہ دار سے منہ چھپاتا پھرے گا۔ ہر ایک آپادھانی میں لگا ہوگا۔ کسی کو دوسرے کا ہوش بھی نہ ہوگا۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ ”تم ننگے پیروں ننگے بدن اور بے خشتہ اللہ تعالیٰ کے ہاں جمع کئے جاؤ گے۔ آپ ﷺ کی بیوی صاحبہ نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ! پھر تو ایک دوسرے کی شرمگاہوں پر نظریں پڑیں گی۔ فرمایا: اس روز کی گھبراہٹ وہاں کا حیرت انگیز ہنگامہ ہر شخص کو مشغول کیے ہوگا بھلا کسی کو دوسرے کی طرف دیکھنے کا موقع اس دن کہاں؟“ (ابن ابی حاتم)

بعض روایات میں ہے کہ آپ ﷺ نے پھر اسی آیت کی تلاوت فرمائی ﴿لِكُلِّ امْرِئٍ﴾ ② دوسری روایت میں ہے کہ یہ بیوی صاحبہ حضرت ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تھیں۔ اور روایت میں ہے کہ ایک دن حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ سے کہا ”یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ ﷺ پر فدا ہوں میں ایک بات پوچھتی ہوں ذرا بتا دیجئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر میں جانتا ہوں تو ضرور بتلاؤں گا۔ پوچھا حضور! لوگوں کا حشر کس طرح ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ننگے پیروں اور ننگے بدن۔ تھوڑی دیر کے بعد پوچھا کیا عورتیں بھی اسی حالت میں ہوں گی؟ فرمایا: ہاں۔ یہ سن کر ام المؤمنین رضی اللہ عنہا افسوس کرنے لگیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: عائشہ! اس آیت کو سن لو پھر تمہیں اس کا کوئی رنج و غم نہ رہے گا کہ کپڑے پہنے ہیں یا نہیں؟ پوچھا حضور! وہ آیت کونسی ہے فرمایا: ﴿لِكُلِّ امْرِئٍ﴾ ③

ایک روایت میں ہے کہ ام المؤمنین حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا یہ سن کر کہ لوگ اس طرح ننگے بدن، ننگے پاؤں بے خشتہ جمع کئے جائیں گے، پسینے میں غرق ہوں گے کسی کے منہ تک پسینہ پہنچ گیا ہوگا اور کسی کے کانوں تک تو آپ ﷺ نے یہ آیت پڑھ کر سنائی۔ ④ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ وہاں لوگوں کو دو گروہ ہوں گے۔ بعض تو وہ ہوں گے جن کے چہرے خوشی سے چمک رہے ہوں گے۔

- ① اس معنی کی روایات صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ بنی اسرائیل باب ﴿ذَرِیۃٌ مِّنْ حَمَلِنَا مَعَ نُوْحٍ.....﴾ ۴۷۱۲؛ صحیح مسلم، ۱۹۴ وغیرہ میں موجود ہیں۔ ② ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورۃ عبس، ۳۳۳۲ وقال ”حسن صحیح“ وسندہ حسن؛ نسائی، ۲۰۸۳؛ حاکم، ۲/۲۵۱۔ ③ نسائی، کتاب الجنائز، باب البعث، ۲۰۸۵، وهو صحیح بالشواہد۔ ④ حاکم ۲/۵۱۴ وسندہ ضعیف فیہ اسماعیل بن ابی اویس وهو ضعیف علی الراجع وأحادیثہ فی صحیح البخاری صحیحۃ۔

دل خوشی سے مطمئن ہوں گے منہ خوبصورت اور نورانی ہوں گے۔ یہ تو جنتی جماعت ہے۔ دوسرا گروہ دوزخیوں کا ہوگا ان کے چہرے سیاہ ہوں گے، گرد آلود ہوں گے حدیث میں ہے کہ ان کا پسینہ مثل لگام کے ہو رہا ہوگا پھر گردوغبار پڑ رہا ہوگا۔ ① یہ وہ ہیں جن کے دلوں میں کفر تھا اور اعمال میں بدکاری تھی جیسے اور جگہ ہے ﴿وَلَا يَلِدُوا إِلَّا فَاَجْرًا كُفَّارًا ۝﴾ ② یعنی ان کفار کی اولاد بھی بدکار کافر ہی ہوگی۔

سورہ عبس کی تفسیر ختم ہوئی۔ قَالَ حَمْدُ لِلّٰهِ وَالْمِنَّةُ



تفسیر سورہ تکویر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ ۝ وَاِذَا النُّجُومُ اُنْكَدَرَتْ ۝ وَاِذَا الْجِبَالُ سُيِّرَتْ ۝ وَاِذَا الْعِشَارُ

عُطِّلَتْ ۝ وَاِذَا الْوُحُوشُ حُشِرَتْ ۝ وَاِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ ۝ وَاِذَا النُّفُوسُ زُوِّجَتْ ۝

وَاِذَا الْمَوْءِدَةُ سُيِّلَتْ ۝ بِاَيِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ ۝ وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ ۝ وَاِذَا السَّمَاءُ

كُشِطَتْ ۝ وَاِذَا الْجَحِيْمُ سُعِّرَتْ ۝ وَاِذَا الْجَنَّةُ اُزْلِفَتْ ۝ عَلِمْتُ نَفْسٌ مَّا اُخْضِرْتُ ۝

ترجمہ: اللہ رحمن و رحیم کے نام سے شروع کرتا ہوں۔

جب سورج لپیٹ لیا جائے گا۔ [۱] اور جب ستارے بے نور ہو جائیں گے۔ [۲] اور جب پہاڑ چلائے جائیں گے۔ [۳] اور جب گاہن اونٹیاں چھوڑ دی جائیں گی۔ [۴] اور جب وحشی جانور اکٹھے کئے جائیں گے۔ [۵] اور جب دریا بھڑکائے جائیں گے۔ [۶] اور جب ہر قسم کے لوگ ملا دیئے جائیں گے۔ [۷] اور جب زندہ گاڑی ہوئی لڑکی سے سوال کیا جائے گا [۸] کہ کس گناہ کی وجہ سے وہ قتل کی گئی۔ [۹] اور جب نامہ اعمال کھول کھول دیئے جائیں گے۔ [۱۰] اور جب آسمان کی کھال اتاری جائے گی۔ [۱۱] اور جب جہنم بھڑکائی جائے گی۔ [۱۲] اور جب جنت نزدیک کر دی جائے گی۔ [۱۳] تو اس دن ہر شخص جان لے گا جو کچھ لے کر آیا ہوگا۔ [۱۴]

تعارف سورت: مسند احمد میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ ”جو شخص قیامت کو اپنی آنکھوں سے دیکھنا چاہے تو وہ ﴿اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ﴾ اور ﴿اِذَا السَّمَاءُ اُنْفَطَرَتْ﴾ اور ﴿اِذَا السَّمَاءُ اُنْشَقَّتْ﴾ پڑھ لے۔“ ① قیامت کے مناظر: [آیت: ۱-۱۴] یعنی سورج بے نور ہو جائے گا جاتا رہے گا۔ اوندھا کر کے لپیٹ کر زمین پر پھینک دیا جائے گا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ سورج کو چاند کو اور ستاروں کو لپیٹ کر بے نور کر کے سمندروں میں ڈال دیا جائے گا اور پھر پچھوا ہوائیں چلیں گی اور آگ لگ جائے گی۔ ایک مرفوع حدیث میں ہے کہ اس کو تہ کر کے جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ ② (ابن ابی حاتم) اور ایک حدیث میں سورج کے ساتھ چاند کا ذکر بھی ہے لیکن وہ ضعیف ہے۔ ③ صحیح بخاری میں یہ حدیث الفاظ کے ہیر پھیر سے مروی ہے اس میں ہے کہ سورج اور چاند قیامت کے دن لپیٹ لیے جائیں گے۔ ④ امام بخاری رحمہ اللہ اسے کتاب بدء الخلق میں لائے ہیں لیکن یہاں لانا زیادہ مناسب تھا یا مطابق عادت وہاں اور یہاں دونوں جگہ لاتے جیسے کہ امام صاحب رحمہ اللہ کی عادت ہے۔

① ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورة اذا الشمس كورت، ۳۳۳۳ وسندہ حسن؛ احمد، ۲/۲۷؛ حاکم، ۲/۵۱۵؛

مجمع الزوائد، ۷/۱۳۴۔ ② وسندہ ضعیف جداً۔

③ مسند ابی یعلیٰ، ۴۱۱۶ وسندہ ضعیف؛ العظيمة لابی الشیخ، ۶۴۳؛ کتاب الموضوعات لابن الجوزی، ۱/۱۴۰ اس کی سند میں یزید الرقاشی ضعیف ہے (التقریب، ۲/۳۶۱؛ رقم: ۲۱۹)۔

④ صحیح بخاری، کتاب بدء الخلق، باب صفة الشمس والقمر، ۳۲۰۰۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے جب یہ حدیث بیان کی کہ قیامت کے دن یہ ہوگا۔ تو حضرت حسن رضی اللہ عنہ کہنے لگے کہ ان کا کیا گناہ ہے؟ فرمایا: کہ میں نے حدیث کبھی اور تم اس پر باتیں بناتے ہو۔ سورج کی قیامت والے دن یہ حالت ہوگی۔ ستارے ستارے کے سارے متغیر ہو کر جھڑ جائیں گے جیسے اور جگہ ہے ﴿وَإِذَا الْكُوْكَبُ انْتَشَرَتْ ۝۱﴾ یہ بھی گد لے اور بے نور ہو کر بجھ جائیں گے۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ”قیامت سے پہلے چھ نشانیاں ہوں گی۔ لوگ اپنے بازاروں میں ہوں گے کہ اچانک سورج کی روشنی جاتی رہے گی اور پھر تا گہاں ستارے ٹوٹ ٹوٹ کر گرنے لگیں گے۔ پھر اچانک پہاڑ زمین پر گر پڑیں گے اور زمین زور زور سے جھٹکنے لپنے لگے گی اور بری طرح ہلنے لگے گی۔ بس پھر کیا انسان کیا جنات کیا جانور اور کیا جنگلی جانور سب آپس میں خلط ملط ہو جائیں گے۔ جانور بھی جو انسانوں سے بھاگتے پھرتے تھے انسانوں کے پاس آ جائیں گے۔ لوگوں کو اس قدر بدحواسی اور گھبراہٹ ہوگی کہ بہتر سے بہتر مال اونٹنیاں جو بیابانوں کی ہوں گی ان کی بھی خیر خبر نہ لیں گے۔ جنات کہیں گے کہ ہم جاتے ہیں کہ تحقیق کریں کیا ہو رہا ہے؟ لیکن وہ آئیں گے تو دیکھیں گے کہ سمندر میں بھی آگ لگ رہی ہے اسی حال میں ایک دم زمین پھٹنے لگے گی اور آسمان بھی ٹوٹنے لگیں گے۔ ساتوں زمینوں اور ساتوں آسمان کا بھی حال ہوگا۔ ادھر سے ایک تندہ ہوا چلے گی جس سے تمام جاندار مر جائیں گے۔“ (ابن ابی حاتم)

ایک اور روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ ”سارے ستارے اور جن جن کی اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کی گئی ہے سب جہنم میں گرادیے جائیں گے۔ صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مریم علیہا السلام بچ رہیں گے۔ اگر یہ بھی اپنی عبادت سے خوش ہوتے تو یہ بھی جہنم میں داخل کر دیے جاتے۔“ (ابن ابی حاتم) پہاڑ اپنی جگہ سے ٹل جائیں گے اور بے نام و نشان ہو جائیں گے۔ زمین صاف چٹیل اور ہموار میدان رہ جائے گی اونٹنیاں بے کار چھوڑ دی جائیں گی نہ کوئی ان کی نگرانی کرے گا نہ چرائے چگائے گا نہ دودھ نکالے گا نہ سواری لے گا عشاء جمع ہے عشاء کی۔ جو گا بھن اونٹنی دسویں مہینے میں لگ جائے اسے (عشاء) کہتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ گھبراہٹ اور بدحواسی بے چینی اور پریشانی اس قدر ہوگی کہ بہتر سے بہتر مال کی بھی پرواہ نہ رہے گی۔ قیامت کی ان بلاؤں نے دل اڑا دیا ہوگا، کلیجے منہ کو آ گئے ہوں گے۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ قیامت کے دن ہوگا اور لوگوں کو اس سے کچھ سروکار نہ ہوگا ہاں ان کے دیکھنے میں یہ ہوگا۔ اس قول کے قائل عشاء کے کئی معنی بیان کرتے ہیں۔ ایک تو یہ کہتے ہیں اس سے مراد بادل ہیں جو دنیا کی بربادی کی وجہ سے آسمان وزمین کے درمیان پھرتے پھریں گے۔ بعض کہتے ہیں کہ اس سے مراد وہ زمین ہے جس کا عشر دیا جاتا ہے۔ بعض کہتے ہیں اس سے مراد گھر ہیں جو پہلے آباد تھے اب ویران ہیں۔ امام قرطبی رضی اللہ عنہ ان اقوال کو بیان کر کے ترجیح اسی کو دیتے ہیں کہ مراد اس سے اونٹنیاں ہیں اور اکثر مفسرین کا یہی قول ہے اور میں تو کہتا ہوں کہ سلف سے اور ائمہ سے اس کے سوا کچھ وارد ہی نہیں ہوا۔ وَاللّٰهُ اعْلَمُ۔

اور وحشی جانور جمع کئے جائیں گے جیسے فرمان ہے ﴿وَمِنْ ذَٰلِكَ فِي الْأَرْضِ وَلَا طَائِفٍ ۝۳﴾ ارض یعنی زمین پر چلنے والے کل جانور اور ہوا میں اڑنے والے کل پرند بھی تمہاری طرح گروہ ہیں۔ ہم نے اپنی کتاب میں کوئی چیز نہیں چھوڑی پھر یہ سب اپنے رب کی طرف جمع کئے جائیں گے۔ سب جانداروں کا حشر اسی کے پاس ہوگا یہاں تک کہ کھیاں بھی۔ ان سب کا اللہ تعالیٰ انصاف کے ساتھ فیصلہ کرے گا۔ ان جانوروں کا حشر ان کی موت ہی ہے۔ البتہ جن و انس اللہ کے سامنے کھڑے کئے جائیں گے اور

ان سے حساب کتاب ہوگا۔ ربیع بن خثیم رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مراد وحشیوں کے حشر سے ان پر امر اللہ آتا ہے لیکن ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ سن کر فرمایا: اس سے مراد موت ہے یہ تمام جانور بھی ایک دوسرے کے ساتھ اور انسانوں کے ساتھ ہو جائیں گے خود قرآن میں اور جگہ ہے ﴿وَالطَّيْرَ مَحْشُورَةً﴾ ① پرند جمع کئے ہوئے۔ پس ٹھیک مطلب اس آیت کا بھی یہی ہے کہ وحشی جانور جمع کئے جائیں گے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک یہودی سے پوچھا، جہنم کہاں ہے؟ اس نے کہا سمندر میں۔ آپ نے فرمایا: میرے خیال میں یہ سچا ہے قرآن کہتا ہے ﴿وَالْبَحْرُ الْمُسْجُورُ﴾ ② اور فرماتا ہے۔ ﴿وَإِذَا الْبَحَارُ سُجِّرَتْ﴾ ③ ابن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ پھجوا ہوا کیں بھیجے گا وہ اسے بھڑکا دیں گی اور شعلے مارتی ہوئی آگ بن جائے گا۔ آیت ﴿وَالْبَحْرُ الْمُسْجُورُ﴾ ③ کی تفسیر میں اس کا مفصل بیان گزرا ہے۔

حضرت معاویہ بن سعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بحر روم میں برکت ہے یہ زمین کے بیچ میں ہے سب نہریں اس میں آتی ہیں اور بحر کبیر بھی اس میں پڑتا ہے اس کے نیچے کنوئیں ہیں جن کے منہ تانبے سے بند کئے ہوئے ہیں قیامت کے دن وہ سلگ اٹھیں گے۔ یہ اثر عجیب ہے اور ساتھ ہی غریب ہے۔ ہاں ابوداؤد میں ایک حدیث ہے کہ سمندر کا سفر صرف حاجی کریں اور عمرہ کرنے والے یا جہاد کرنے والے غازی اس لیے کہ سمندر کے نیچے آگ ہے اور آگ کے نیچے پانی ہے الخ۔ ④ اس کا بیان بھی سورہ فاطر کی تفسیر میں گزر چکا ہے۔ مُجَرَّت کے معنی یہ بھی کئے گئے ہیں کہ سکھا دیا جائے گا ایک قطرہ بھی باقی نہ رہے گا۔ یہ معنی بھی کئے گئے ہیں کہ بہادیا جائے گا اور ادھر ادھر بہہ نکلے گا۔ پھر فرماتا ہے کہ ہر قسم کے لوگ یکجا جمع کر دیئے جائیں گے جیسے اور جگہ ہے ﴿أَحْشُرُوا الَّذِينَ ظَلَمُوا وَأَزْوَاجَهُمْ﴾ ⑤ ظالموں کو اور ان کے جوڑوں یعنی ان جیسوں کو جمع کر دو۔ حدیث میں ہے ہر شخص کا اس قوم کے ساتھ حشر کیا جائے گا جو اس جیسے اعمال کرتی ہوگی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿وَكُنْتُمْ أَزْوَاجًا ثَلَاثَةً﴾ ⑥ الخ۔ تم تین طرح کے گروہ ہو جاؤ گے۔ کچھ وہ جن کے داہنے ہاتھ میں نامہ اعمال ہوں گے کچھ بائیں ہاتھ والے کچھ سبقت کرنے والے۔ ⑦

ابن ابی حاتم میں ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے خطبہ پڑھتے ہوئے اس آیت کی تلاوت فرمائی اور فرمایا: ہر جماعت اپنے جیسوں سے مل جائے گی۔ دوسری روایت میں ہے کہ وہ دو شخص جن کے عمل ایک جیسے ہوں وہ یا تو جنت میں ساتھ رہیں گے یا جہنم میں ساتھ چلیں گے۔ ⑧

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اس آیت کی تفسیر پوچھی گئی تو فرمایا ”نیک نیکوں کے ساتھ مل جائیں گے اور بد بدوں کے ساتھ آگ میں۔“ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ لوگوں سے اس آیت کی تفسیر پوچھی تو سب خاموش رہے آپ نے فرمایا ”لو میں بتاؤں آدمی کا جوڑا جنت میں اسی جیسا ہوگا اسی طرح جہنم میں بھی۔“ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں مطلب اس سے یہی ہے کہ تین قسم کے لوگ ہو جائیں گے یعنی اصحاب الیمین اصحاب الشمال اور سابقین۔ مجاہد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہر قسم کے لوگ ایک ساتھ ہوں گے۔ یہی قول امام ابن جریر رضی اللہ عنہ بھی پسند کرتے ہیں اور یہی ٹھیک بھی ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ عرش کے پاس سے پانی کا ایک دریا جاری ہوگا جو چالیس سال تک بہتا رہے گا اور بڑی نمایاں چوڑائی میں

① ۳۸/ص ۱۹۔ ② ۵۲/الطور: ۶۔ ③ ۵۲/الطور: ۶۔

④ ابو داؤد، کتاب الجہاد، باب فی رکوب البحر فی الغزو، ۲۴۸۹ وسندہ ضعیف بشر بن مسلم راوی مجہول ہے۔ بیہقی، ۴/۳۳۴۔

⑤ ۳۷/الصفات: ۲۲۔ ⑥ ۵۶/الواقعة: ۷۔ ⑦ الطبری، ۲۴/۲۴۵۔ ⑧ ابن ابی حاتم، وسندہ ضعیف، فیہ

ولید بن ابی ثور ضعیف، حاکم، ۲/۵۱۵، ۵۱۶ وسندہ ضعیف، سفیان الثوری مدلس وعنن۔

ہوگا۔ اس سے تمام مرے سڑے گلے اگنے لگیں گے۔ اس طرح کے ہو جائیں گے کہ جو انہیں پہنچاتا ہو وہ اگر انہیں دیکھ لے تو بیک نگاہ پہچان لے پھر روحیں چھوڑی جائیں گی اور ہر روح اپنے جسم میں آجائے گی۔ یہی معنی ہیں ﴿وَإِذَا النُّفُوسُ زُوِّجَتْ﴾ یعنی روحیں جسموں سے ملا دی جائیں گی۔ اور یہ معنی بھی کئے گئے ہیں کہ مومنوں کا جوڑا حوروں سے لگایا جائے گا اور کافروں کا شیطانوں سے۔ (تذکرہ قرطبی)۔ پھر ارشاد ہوتا ہے ﴿وَإِذَا الْمَوْءُ دَةُ﴾ الخ۔ جمہوری قرأت یہی ہے۔

زمانہ جاہلیت کی ایک ظالمانہ رسم: اہل جاہلیت لڑکیوں کو ناپسند کرتے تھے اور انہیں زندہ درگور کر دیا کرتے تھے، ان سے قیامت کے دن سوال ہوگا کہ یہ کیوں قتل کی گئیں؟ تاکہ ان کے قاتلوں کو زیادہ ڈانٹ ڈپٹ اور شرمندگی ہو۔ اور یہ بھی سمجھ لیجئے کہ جب مظلوم سے سوال ہوا تو ظالم کا تو کہنا ہی کیا ہے؟ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ خود پوچھیں گی کہ انہیں کس بنا پر زندہ درگور کیا گیا؟ اس کے متعلق احادیث سنئے۔ مسند احمد میں ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ ”میں نے قصد کیا کہ لوگوں کو حالت حمل کی جماعت سے روک دوں لیکن میں نے دیکھا کہ رومی اور فارسی یہ کام کرتے ہیں اور ان کی اولادوں کو اس سے کچھ نقصان نہیں پہنچتا۔“ لوگوں نے آپ ﷺ سے عزل کے بارے میں سوال کیا یعنی بروقت نطفہ کو باہر ڈال دینے کے بارے میں تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”یہ پوشیدگی سے زندہ گاڑ دینا ہے“ اور ﴿وَإِذَا الْمَوْءُ دَةُ سُبُلَتْ ۝﴾ میں اسی کا بیان ہے۔ ① سلمہ بن یزید رضی اللہ عنہ اور ان کے بھائی سرکار نبوت میں حاضر ہو کر سوال کرتے ہیں کہ ”ہماری ماں امیر زادی تھیں وہ صلہ رحمی کرتی تھیں مہمان نوازی کرتی تھیں اور بھی نیک کام بہت کچھ کرتی تھیں لیکن جاہلیت میں ہی مر گئی ہیں تو کیا انہیں ان کے یہ نیک کام کچھ نفع دیں گے۔ آپ نے فرمایا: نہیں۔ انہوں نے کہا انہوں نے ہماری ایک بہن کو زندہ دفن کر دیا تھا کیا وہ بھی اسے کچھ نفع دے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: زندہ گاڑی ہوئی اور زندہ گاڑنے والی جہنم میں ہیں۔ ہاں یہ اور بات ہے کہ وہ اسلام کو قبول کر لے۔“ ② (مسند احمد)

ابن ابی حاتم میں ہے ”زندہ دفن کرنے والی اور جسے دفن کیا ہے دونوں جہنم میں ہیں۔“ ایک صحابیہ رضی اللہ عنہا کے سوال پر کہ جنت میں کون جائے گا؟ آپ نے فرمایا کہ ”نبی شہید اور بچے اور زندہ درگور کی ہوئی۔“ ③ یہ حدیث مرسل ہے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے جسے بعض محدثین نے قبولیت کا درجہ دیا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ مشرکوں کے چھوٹی عمر میں مرے ہوئے بچے جنتی ہیں جو انہیں جہنمی کہے وہ جھوٹا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿وَإِذَا الْمَوْءُ دَةُ﴾۔ (ابن ابی حاتم) قیس بن عاصم رضی اللہ عنہ سوال کرتے ہیں کہ ”یا رسول اللہ! میں نے جاہلیت کے زمانے میں اپنی بچیوں کو زندہ بادیہ میں کیا کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہر ایک کے بدلے ایک غلام آزاد کرو۔ انہوں نے عرض کیا حضور! غلام والا تو میں ہوں نہیں البتہ میرے پاس اونٹ ہیں۔ فرمایا: ہر ایک کے بدلے ایک اونٹ اللہ تعالیٰ کے نام پر قربان کرو۔“ ④ (عبدالرزاق)

دوسری روایت میں ہے کہ ”میں نے اپنی آٹھ لڑکیاں اس طرح زندہ بادیہ میں ہیں۔ آپ ﷺ کے فرمان میں ہے اگر چاہو تو یوں کرو۔“ اور روایت میں ہے کہ ”میں نے بارہ تیرہ لڑکیاں زندہ دفن کر دی ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ان کی کنتی کے مطابق غلام آزاد کرو۔ انہوں نے کہا بہت بہتر میں یہی کروں گا۔ دوسرے سال وہ ایک سواونٹ لے کر آئے اور کہنے لگے حضور! یہ میری قوم کا =

① احمد، ۶/ ۴۳۴؛ صحیح مسلم، کتاب النکاح، باب جواز الغيلة وهي وطئ المرضع، ۱۴۴۲؛ ترمذی، ۲۰۷۶؛ ابن

ماجہ، ۲۰۱۱؛ ابن حبان، ۴۱۹۶۔ ② احمد، ۳/ ۴۷۸ وسندہ صحیح؛ المعجم الكبير، ۶۳۱۹۔

③ ابو داود، کتاب الجہاد، باب فی فضل الشہادۃ، ۲۵۲۱ وسندہ ضعیف حواء مجهول الحال راویہ ہے۔ احمد، ۵۸/ ۵۔

④ مسند البزار، ۲۲۸۰ وسندہ حسن؛ بیہقی، ۸/ ۱۱۶۔

فَلَا أُفْسِمُ بِالْخُثْثِ ۝ الْجَوَارِ الْكُنَّسِ ۝ وَاللَّيْلِ إِذَا عَسْعَسَ ۝ وَالصُّبْحِ إِذَا تَنَفَّسَ ۝ إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ ۝ ذِي قُوَّةٍ عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ مَكِينٍ ۝ مُطَاعٍ ثَمَّ أَمِينٍ ۝ وَمَا صَاحِبُكُمْ بِمَجْنُونٍ ۝ وَلَقَدْ رَآهُ بِالْأَفْقِ الْمُبِينِ ۝ وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ ۝ وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَيْطَانٍ رَجِيمٍ ۝ فَأَيْنَ تَذْهَبُونَ ۝ إِنَّ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِلْعَالَمِينَ ۝ لِمَنْ شَاءَ مِنْكُمْ أَنْ يَسْتَقِيمَ ۝ وَمَا تَشَاءُونَ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ ۝

ترجمہ: میں قسم کھاتا ہوں پیچھے ہٹنے والے [۱۵] چلنے بھرنے والے چھپنے والے ستاروں کی [۱۶] اور رات کی جب جانے لگے۔ [۱۷] اور صبح کی جب چمکنے لگے۔ [۱۸] یقیناً یہ ایک بزرگ پیغامبر کا کلام ہے۔ [۱۹] جو قوت والا ہے عرش والے اللہ تعالیٰ کے نزدیک ذی عزت ہے۔ [۲۰] جس کی آسمانوں میں اطاعت کی جاتی ہے۔ [۲۱] اور تمہارا رفیق و یار نہیں ہے۔ [۲۲] اس نے اس فرشتے کو آسمان کے کھلے کنارے پر دیکھا بھی ہے [۲۳] اور یہ پوشیدہ باتوں کے بتلانے پر بخیل بھی نہیں۔ [۲۴] اور یہ قرآن شیطان مردود کا کلام نہیں۔ [۲۵] پھر تم کہاں جا رہے ہو؟ [۲۶] یہ تو تمام دنیا جہان والوں کے لئے نصیحت نامہ ہے۔ [۲۷] بالخصوص اس کے لئے جو تم میں سے سیدھی راہ پر چلنا چاہے۔ [۲۸] اور تم بغیر اللہ تبارک تعالیٰ کے چاہے کچھ نہیں چاہ سکتے۔ [۲۹]

= صدقہ ہے جو اس کے بدلے ہے جو میں نے مسلمانوں کے ساتھ کیا۔“

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم ان اونٹوں کو لے جاتے تھے اور ان کا نام قسیہ رکھ چھوڑا تھا۔ ❶ پھر ارشاد ہے کہ نامہ اعمال بانٹے جائیں گے کسی کے داہنے ہاتھ میں اور کسی کے بائیں ہاتھ میں۔ اے ابن آدم! تو لکھوار ہا ہے۔ جو لپیٹ کر پھیلا کر تجھے دیا جائے گا دیکھ لے کہ کیا لکھوار ہا ہے۔ آسمان گھسیٹ لیا جائے گا اور کھینچ لیا جائے گا اور سمیٹ لیا جائے گا اور برباد ہو جائے گا۔ جہنم بھر کاٹی جائے گی۔ اللہ تعالیٰ کے غضب اور بنی آدم کے گناہوں سے اس کی آگ تیز ہو جائے گی، جنت جنتیوں کے پاس آ جائے گی۔ جب یہ تمام کام ہو چکیں گے اس وقت ہر شخص جان لے گا کہ اس نے اپنی دنیا کی زندگی میں کیا کچھ اعمال کئے تھے وہ سب عمل اس کے سامنے موجود ہوں گے۔ جیسے اور جگہ ہے ﴿يَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ﴾ ❷ الخ جس دن ہر شخص اپنے کئے ہوئے اعمال پالے گا۔ نیک ہیں تو سامنے دیکھ لے گا اور بد ہیں تو اس دن وہ آرزو کرے گا کہ کاش! اس کے درمیان بہت دوری ہوتی۔ اور جگہ ہے ﴿يَنْبِئُوا الْإِنْسَانَ يَوْمَ مَوْتِهِ بِمَا قَدَّمَ وَأَخَّرَ﴾ ❸ اس دن انسان کو اس کے تمام اگلے پچھلے اعمال سے تنبیہ کی جائے گی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس سورت کو سنتے رہے اور اس کو سنتے ہی فرمایا: اگلی تمام باتیں اسی لیے بیان ہوئی تھیں۔

حضرت محمد ﷺ کی فضیلت: [آیت: ۱۵-۲۹] حضرت عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ صبح کی نماز میں میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس سورت کی تلاوت کرتے ہوئے سنا۔ اس نماز میں میں بھی مقتدیوں میں شامل تھا۔ ❹ (مسلم) یہ قسمیں ستاروں کی

❶ اس کی سند میں قیس بن الربیع ضعیف راوی ہے لہذا یہ سند ضعیف ہے۔ ❷ ۳/ ال عمران: ۳۰۔

❸ ۷۵/ القیامہ: ۱۳۔ ❹ صحیح مسلم، کتاب الصلاة، باب القراءة فی الصبح، ۴۵۶۔

کھائی ہیں جو دن کے وقت پیچھے ہٹ جاتے ہیں یعنی چھپ جاتے ہیں اور رات کو ظاہر ہوتے ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی فرماتے ہیں ① اور بھی صحابہ رضی اللہ عنہم دو تین روزہ صوم وغیرہ سے اس کی یہی تفسیر مروی ہے بعض ائمہ نے فرمایا ہے: طلوع کے وقت ستاروں کو خنفس کہا جاتا ہے اور اپنی اپنی جگہ پر انہیں جوار کہا جاتا ہے بعضوں نے کہا ہے مراد اس سے جنگلی گائے ہے یہ بھی مروی ہے کہ مراد ہرن ہے۔ ابراہیم رضی اللہ عنہ نے حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ سے اس کے معنی پوچھے تو حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم نے اس بارے میں کچھ نہیں سنا البتہ لوگ کہتے ہیں کہ اس سے مراد ستارے ہیں۔ انہوں نے پھر سوال کیا کہ جو تم نے سنا ہو وہ کہو تو فرمایا: ہم سنتے ہیں کہ اس سے مراد نیل گائے ہے جب کہ وہ اپنی جگہ چھپ جائے۔ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وہ مجھ پر جھوٹ باندھتے ہیں جیسے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے اسفل کو اعلیٰ کا اور اعلیٰ کو اسفل کا ضامن بتایا۔

امام ابن جریر رضی اللہ عنہ نے اس میں سے کسی کا تعین نہیں کیا اور فرمایا ہے ممکن کہ تینوں چیزیں مراد ہوں یعنی ستارے نیل گائے اور ہرن۔ (عَسَسَ) کے معنی ہیں اندھیری والی ہوئی اور اٹھ کھڑی ہوئی اور لوگوں کو ڈھانپ لیا اور جانے لگی۔ صبح کی نماز کے وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ نکلے اور فرمانے لگے کہ وتر کے پوچھنے والے کہاں ہیں؟ پھر یہ آیت پڑھی۔ امام ابن جریر رضی اللہ عنہ اسی کو پسند فرماتے ہیں کہ معنی یہ ہیں کہ رات جب جانے لگے کیونکہ اس کے مقابلہ میں ہے کہ جب صبح چمکنے لگے شاعروں نے (عَسَسَ) کو (أَذْبَسَ) کے معنی میں باندھا ہے میرے نزدیک ٹھیک معنی یہ ہیں کہ قسم ہے رات کی جب وہ آئے اور اندھیرا پھیلے اور قسم ہے دن کی جب وہ آئے اور روشنی پھیلے جیسے اور جگہ ہے (وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشَىٰ ۝ وَالنَّهَارِ إِذَا تَجَلَّىٰ ۝) ② اور جگہ ہے (وَالضُّحَىٰ ۝ وَاللَّيْلِ إِذَا مَجَّىٰ ۝) ③ اور جگہ ہے (فَالْيَقُ الْإِصْبَاحَ ۝ وَجَعَلَ اللَّيْلَ سَكَنًا ۝) ④ اور بھی اس قسم کی آیتیں بہت سی ہیں مطلب سب کا یکساں ہے۔ ہاں بے بیشک اس لفظ کے معنی پیچھے ہٹنے کے بھی ہیں۔ علمائے اصول نے فرمایا ہے کہ یہ لفظ آگے آنے اور پیچھے جانے کے دونوں معنی میں آتا ہے اس بنا پر یہ دونوں معنی ٹھیک ہو سکتے ہیں۔ وَاللَّهُ أَعْلَمُ۔ اور قسم ہے صبح کی جب کہ وہ طلوع ہوا اور روشنی کے ساتھ آئے پھر ان قسموں کے بعد فرماتا ہے کہ یہ قرآن ایک بزرگ شریف پاکیزہ رؤف خوش منظر فرشتے کا کلام ہے یعنی حضرت جبریل علیہ السلام کا۔ وہ قوت والے ہیں جیسے کہ اور جگہ ہے (عَلَّمَهُ شَدِيدُ الْقُوَىٰ ۝ ذُو مِرَّةٍ ۝) یعنی سخت مضبوط اور سخت پکڑاؤ فعل والا فرشتہ وہ اللہ عزوجل کے پاس جو عرش والا ہے بلند پایہ اور ذی مرتبہ ہے وہ نور کے ستر پردوں میں جا سکتے ہیں اور انہیں عام اجازت ہے ان کی بات وہاں سنی جاتی ہے۔ برتر فرشتے ان کے فرماں بردار ہیں آسمانوں میں ان کی سرداری ہے کہ اور فرشتے ان کے تابع فرمان ہیں وہ اس پیغام رسائی پر مقرر ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا کلام اس کے رسول تک پہنچائیں یہ فرشتے اللہ تعالیٰ کے امین ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ فرشتوں میں سے جو اس رسالت پر مقرر ہیں وہ بھی صاف پاک ہیں اور انسانوں میں جو رسول مقرر ہیں وہ بھی پاک اور برتر ہیں اسی لئے اس کے بعد فرمایا: تمہارے ساتھی یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم دوانے نہیں ⑤ یہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اس فرشتے کو اس کی اصلی صورت پر بھی دیکھ چکے ہیں کہ جب کہ وہ اپنے چھ سو پردوں سمیت ظاہر ہوئے تھے۔ یہ واقعہ بطحا کا ہے اور یہ پہلی مرتبہ کا دیکھنا تھا۔ آسمان کے کھلے کناروں پر یہ دیدار جبریل علیہ السلام حاصل ہوا تھا۔

اسی کا بیان اس آیت میں ہے (عَلَّمَهُ شَدِيدُ الْقُوَىٰ ۝ ذُو مِرَّةٍ ۝ فَاسْتَوَىٰ ۝ وَهُوَ بِالْأُفُقِ الْأَعْلَىٰ ۝ ثُمَّ دَنَا فَتَدَلَّىٰ ۝ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ ۝ أَوْ أَدْنَىٰ ۝ فَاَوْحَىٰ إِلَىٰ عَبْدِهِ مَا أَوْحَىٰ ۝) ⑥ یعنی انہیں ایک فرشتہ تعلیم کرتا ہے جو بڑا طاقتور اور قوی ہے جو

① الطبری: ۲۴/۲۵۱ ② ۹۲/الیل: ۲-۱ ③ ۹۳/الضحیٰ: ۱-۲

④ ۶/الانعام: ۹۶ ⑤ ۵۳/النجم: ۶-۵ ⑥ ۵۳/النجم: ۵-۱۰

اصلی صورت پر آسمان کے بلند و بالا کناروں پر ظاہر ہوا تھا پھر وہ نزدیک آیا اور بہت قریب آ گیا صرف دو کمائوں کا فاصلہ رہ گیا بلکہ اس سے بھی کم پھر جو وحی اللہ نے اپنے بندے پر نازل کرنی چاہی نازل فرمائی۔ اس آیت کی تفسیر سورہ النجم میں گزر چکی ہے۔

بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ سورت معراج سے پہلے اتری ہے اس لئے کہ اس میں صرف پہلی مرتبہ کا و کھنا ذکر ہوا ہے اور دوبارہ کا و کھنا اس آیت میں مذکور ہے ﴿وَلَقَدْ رَٰهُ نَزْلَةً أُخْرٰی ۝۱﴾ الخ یعنی انہوں نے اس کو ایک مرتبہ اور بھی سدرۃ المنتہی کے پاس دیکھا ہے جس کے قریب جنت المادئی ہے جب کہ اس درخت سدرہ کو ایک عجیب و غریب چیز چھپائے ہوئے تھی۔ اس آیت میں دوسری مرتبہ دیکھنے کا ذکر ہے۔

یہ سورت واقعہ معراج کے بعد نازل ہوئی تھی ﴿بِضَیْنِیْنَ﴾ کی دوسری قرأت ﴿بِطَیْنِیْنَ﴾ بھی مروی ہے یعنی ان پر کوئی تہمت نہیں۔ اور ضد سے جب پڑھو تو معنی ہوں گے یہ بخیل نہیں ہیں بلکہ ہر شخص کو جو غیب کی باتیں آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے معلوم کرائی جاتی ہیں یہ سکھادیا کرتے ہیں۔ یہ دونوں قرأتیں مشہور ہیں اور صحیح ہیں۔ پس آپ نے نہ تو تبلیغ احکام میں کمی کی نہ تہمت لگی۔

قرآن کی شان: یہ قرآن شیطان مردود کا کلام نہیں نہ شیطان اسے لے سکے نہ اس کے مطلب کی یہ چیز نہ اس کے قابل۔ جیسے اور جگہ ہے ﴿وَمَا نَنْزِلُکَ بِہِ الشَّیْطَٰنِ ۝۱ وَمَا یَنْبَغِیْ لَہُمْ وَمَا یَسْتَطِیْعُوْنَ ۝۲ اِنَّہُمْ عَنِ السَّمْعِ لَمْعَزُوْنَ ۝۳﴾ ② نہ اسے لے کر شیطان اترے نہ انہیں یہ نائق ہے نہ اس کی اسے طاقت ہے وہ تو اس کے سننے سے بھی محروم اور دور ہے پھر فرمایا تم کہاں جا رہے ہو؟ یعنی قرآن کی حقانیت اس کی صداقت ظاہر ہو چکنے کے بعد بھی تم کیوں اسے جھٹلا رہے ہو؟ تمہاری عقلیں کہاں جاتی رہیں؟

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس جب بنو حنیفہ قبیلے کے لوگ مسلمان ہو کر حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا ”مسئلہ جس نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کر رکھا ہے جسے تم آج تک ماننے رہے اس نے جو کلام گھڑ رکھا ہے ذرا اسے تو سناؤ جب انہوں نے سنایا تو دیکھا کہ نہایت رکیک الفاظ ہیں بلکہ بکواس محض ہے۔ تو آپ نے فرمایا: تمہاری عقلیں کہاں جاتی رہیں؟ ذرا تو سوچو کہ ایک فضول بکواس کو تم کلام اللہ مانتے رہے ناممکن ہے کہ ایسا بے معنی اور بے نور کلام الہی کلام ہو۔“ یہ بھی مطلب بیان کیا گیا ہے کہ تم کتاب اللہ سے اور اطاعت الہی سے کہاں بھاگ رہے ہو؟ پھر فرمایا: یہ قرآن تمام لوگوں کے لئے ہند و نصیحت ہے۔

ہر ایک ہدایت کے طالب کو چاہئے کہ اس قرآن پر عامل بن جائے یہی نجات اور ہدایت کا کفیل ہے اس کے سوا دوسرے کلام میں ہدایت نہیں تمہاری چاہتیں کام نہیں آتیں کہ جو چاہے ہدایت پالے اور جو چاہے گمراہ ہو جائے بلکہ یہ سب کچھ منجانب اللہ ہے وہ رب العالمین جو چاہے کرتا ہے اسی کی چاہت چلتی ہے اس سے اگلی آیت کو سن کر ابو جہل نے کہا تھا کہ پھر تو ہدایت و ضلالت ہمارے بس کی بات ہے اس کے جواب میں یہ آیت اتری۔ ③

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ سورہ تکویر کی تفسیر ختم ہوئی۔

تفسیر سورۃ انفطار

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِذَا السَّمَاءُ انْفَطَرَتْ ۝ وَاِذَا الْكَوَاكِبُ اُنْثَرَتْ ۝ وَاِذَا الْبِحَارُ فُجِّرَتْ ۝ وَاِذَا

الْقُبُورُ بُعْثِرَتْ ۝ عَلِمْتَ نَفْسٌ مَّا قَدَّمْتُ وَاَخَّرْتُ ۝ يٰۤاَيُّهَا الْاِنْسَانُ مَّا

غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِیْمِ ۝ الَّذِیْ خَلَقَكَ فَسُوِّكَ فَعَدَلَكَ ۝ فِیْ اٰیِّ صُوْرَةٍ مَّا

شَاءَ رَبُّكَ ۝ كَلَّا بَلْ تُكْذِبُوْنَ بِالَّذِیْنَ ۝ وَاِنَّ عَلَیْكُمْ لَحَافِظِیْنَ ۝ كِرٰمًا

كَاتِبِیْنَ ۝ یَعْلَمُوْنَ مَّا تَفْعَلُوْنَ ۝

ترجمہ: اللہ تعالیٰ بخشش کرنے والے مہربان کے نام سے میں شروع کرتا ہوں۔

جب آسمان پھٹ جائے گا۔ [۱] اور جب ستارے جھڑ جائیں گے۔ [۲] اور جب دریا بہہ چلیں گے [۳] اور جب قبریں شق کر کے اکھاڑ دی جائیں گی۔ [۴] اس وقت ہر شخص اپنے آگے بھیجے ہوئے اور پیچھے چھوڑے ہوئے (یعنی اگلے پچھلے اعمال) کو معلوم کر لے گا۔ [۵] اے انسان تجھے اپنے رب کریم سے کس چیز نے بہکایا۔ [۶] جس رب نے تجھے پیدا کیا پھر ٹھیک ٹھاک کیا پھر درست اور برابر بنایا۔ [۷] جس صورت میں چاہا تیری ترکیب کی اور تجھے ڈھالا۔ [۸] نہیں نہیں بلکہ تم تو جزا سزا کے دن کو جھٹلاتے ہو۔ [۹] یقیناً تم پر نگہبان [۱۰] بزرگ لکھنے والے مقرر ہیں۔ [۱۱] جو کچھ تم کرتے ہو وہ جانتے ہیں۔ [۱۲]

تعارف سورت: نسائی میں ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے عشاء کی نماز پڑھائی اور اس میں لمبی قرأت پڑھی تو نبی ﷺ نے فرمایا: معاذ کیا یہ سورتیں نہیں ﴿سَبِّحْ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰی﴾ اور ﴿وَالضُّحٰی﴾ اور ﴿اِذَا السَّمَاءُ انْفَطَرَتْ﴾ ۱ اس حدیث کی اصل بخاری و مسلم میں بھی ۲ ہے ہاں ﴿اِذَا السَّمَاءُ انْفَطَرَتْ﴾ کا ذکر صرف نسائی کی روایت میں ہے اور وہ حدیث پہلے گزر چکی ہے جس میں بیان ہے کہ جو شخص قیامت کے دن کو اپنی آنکھوں سے دیکھنا چاہے تو وہ ﴿اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ﴾ اور ﴿اِذَا السَّمَاءُ انْفَطَرَتْ﴾ اور ﴿اِذَا السَّمَاءُ اُنْشَقَّتْ﴾ پڑھ لے۔ ۳

قیامت کے مناظر: [آیت: ۱-۱۲] اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ قیامت کے دن آسمان ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گے جیسے فرمایا ہے ﴿اَلَسَّمَاءُ مُنْفَطِرٌ ۚ﴾ ۱ جس دن آسمان پھٹ جائے گا اور ستارے سب کے سب گر پڑیں گے۔ اور کھاری اور ٹپٹھے سمندر آپس میں خلط ملط ہو جائیں گے اور پانی سوکھ جائے گا اور قبریں پھٹ جائیں گی۔ ان کے شق ہونے کے بعد مردے جی اٹھیں گے۔ پھر ہر شخص اپنے اگلے

- ۱ نسائی، کتاب الافتتاح، باب القراءة فی العشاء الآخرة ﴿سَبِّحْ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰی﴾ ۹۹۸ وسندہ ضعیف، الاعمش مدلس وعنعن۔
- ۲ صحیح بخاری، کتاب الاذان، باب من شكا امامه اذا طول، ۷۰۵؛ صحیح مسلم، ۴۶۵۔
- ۳ ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورة اذا الشمس كورت، ۳۳۳۳ وسندہ حسن؛ احمد، ۲۷ / ۲۔
- ۴ ۷۳ / المزمل: ۱۸۔

پچھلے اعمال کو بخوبی جان لے گا پھر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو دھمکا تا ہے کہ تم کیوں مغرور ہو گئے ہو؟ یہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کا جواب طلب کرتا ہو یا سکھاتا ہو۔ بعضوں نے یہ بھی کہا ہے بلکہ انہوں نے جواب دیا ہے کہ کرم الہی نے غافل کر رکھا ہے یہ معنی بیان کرنے غلط ہیں۔ صحیح مطلب یہی ہے کہ اے ابن آدم! اپنے با عظمت رب سے تو نے کیوں بے پرواہی برت رکھی ہے؟ کس چیز نے تجھے اس کی نافرمانی پر اکسار رکھا ہے؟ اور کیوں تو اس کے مقابلہ پر آمادہ ہو گیا ہے؟ حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ فرمائے گا ”اے ابن آدم! تجھے میری جانب سے کس چیز نے مغرور کر رکھا تھا اے ابن آدم! بتا تو نے میرے نبیوں کو کیا جواب دیا؟“ ①

رب کریم سے کیوں دور ہو: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو اس آیت کی تلاوت کرتے ہوئے سنا تو فرمایا کہ ”انسانی جہالت نے اسے غافل بنا رکھا ہے۔“ ابن عمر اور ابن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ سے بھی یہی مروی ہے۔ قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس کا بہکانے والا شیطان ہے۔ حضرت فضیل بن عیاض رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ”اگر مجھ سے یہ سوال ہو تو میں جواب دوں کہ تیرے لٹکانے ہوئے پردوں نے۔“ حضرت ابوبکر و راق رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں میں تو کہوں گا کہ کریم کے کرم نے بے فکر کر دیا۔ بعض سخن شناس فرماتے ہیں کہ یہاں پر کریم کا لفظ لانا گویا جواب کی طرف اشارہ سکھاتا ہے لیکن یہ قول کچھ فائدہ مند نہیں۔ بلکہ صحیح مطلب یہ ہے کہ کرم والے اللہ کے کرم کے مقابلہ میں بد افعال اور برے اعمال نہ کرنے چاہئیں۔ کلبی اور مقاتل رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ اسود بن شریق کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی ہے۔ اس خبیث نے حضور ﷺ کو مارا تھا اور اسی وقت چونکہ اس پر کچھ عذاب نہ آیا تو وہ پھول گیا اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ پھر فرماتا ہے وہ اللہ جس نے تجھے پیدا کیا پھر درست بنایا، پھر درمیانہ قدم و قامت بخشا، خوش شکل اور خوبصورت بنایا۔

مسند احمد کی حدیث میں ہے کہ نبی ﷺ نے اپنی تھیلی میں تھوکا پھر اس پر اپنی انگلی رکھ کر فرمایا کہ ”اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے ابن آدم! کیا تو مجھے عاجز کر سکتا ہے؟ حالانکہ میں نے تجھے اس جیسی چیز سے پیدا کیا ہے پھر ٹھیک ٹھاک کیا پھر صحیح قامت بنایا پھر تجھے پہنا اوڑھا کر چلنا پھر سکھایا۔ آخر کار تیرا ٹھکانا زمین کے اندر رہے تو نے خوب جمع جتھا کی اور میری راہ میں دینے سے رکتا رہا یہاں تک کہ جب دم حلق میں آ گیا تو کہنے لگا میں صدقہ کرتا ہوں بھلا اب صدقے کا وقت کہاں؟ ② جس صورت میں چاہا ترکیب دی یعنی باپ کی ماں کی ماموں کی چچا کی صورت پر پیدا کیا۔ ایک شخص سے حضور ﷺ نے فرمایا: تیرے ہاں کیا بچہ ہوگا۔ اس نے کہا یا لڑکا یا لڑکی؟ فرمایا: کس کے مشابہ ہوگا؟ کہا یا میرے یا اس کی ماں کے فرمایا: خاموش ایسا نہ کہہ نطفہ جب رحم میں ٹھہرتا ہے تو حضرت آدم علیہ السلام تک کا نسب اس کے سامنے ہوتا ہے۔ پھر آپ ﷺ نے آیت ﴿فَإِنِّي أَنبِئُكُمْ مَا شَاءَ رَبِّي﴾ پڑھی اور فرمایا: جس صورت میں اس نے چاہا تجھے چلایا۔“ ③ یہ حدیث اگر صحیح ہوتی تو آیت کے معنی ظاہر کرنے کے لیے کافی تھی لیکن اس کی اسناد ثابت نہیں ہے۔ مطہر بن یثیم جو اس کے راوی ہیں یہ متروک الحدیث ہیں ان پر اور جرح بھی ہے۔

بخاری و مسلم کی ایک اور حدیث میں ہے کہ ”ایک شخص نے حضرت محمد ﷺ کے پاس آ کر کہا میری بیوی کے جو بچے پیدا ہوا ہے وہ سیاہ فام ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تیرے پاس اونٹ بھی ہیں؟ کہا: ہاں۔ فرمایا: کس رنگ کے ہیں؟ کہا سرخ رنگ کے۔“

① لا أصل له في المرفوع ورواه عبد الله بن أحمد في السنة، ۱/ ۲۵۸، ۲۵۹ ح ۴۷۵ من حديث عبد الله بن مسعود رضي الله عنه موقوفاً وسنده ضعيف، شريك بن عبد الله القاضي مدلس وعنعن۔

② ابن ماجه، كتاب الوصايا، باب النهي عن الامساك في الحياة..... ۲۷۰۷ وسنده صحيح؛ احمد، ۴/ ۲۱۰۔

③ المعجم الكبير، ۶۲۴ وسنده ضعيف جداً اس کی سند میں مطہر بن یثیم متروک راوی ہے۔

إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ ۝ وَإِنَّ الْفَجَّارَ لَفِي جَحِيمٍ ۝ يَصْلُونَهَا يَوْمَ الدِّينِ ۝

وَمَا هُمْ عَنْهَا بِغَائِبِينَ ۝ وَمَا أَدْرَاكَ مَا يَوْمَ الدِّينِ ۝ ثُمَّ مَا أَدْرَاكَ مَا يَوْمُ الدِّينِ ۝

الدِّينِ ۝ يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَيْئًا ۝ وَالْأَمْرُ يَوْمَ لِلَّهِ ۝

ترجمہ: یقیناً نیک لوگ (جنت کے عیش و آرام اور) نعمتوں میں ہوں گے [۱۳] اور یقیناً بدکار لوگ دوزخ میں ہوں گے۔ [۱۴] بدلے والے دن اس میں جائیں گے۔ [۱۵] یہ لوگ اس سے کبھی باہر نہ نکلیں گے۔ [۱۶] تجھے کچھ خبر بھی ہے کہ بدلے کا دن کیا ہے؟ [۱۷] میں پھر کہتا ہوں کہ تجھے کیا معلوم کہ جزا اور سزا کا دن کیا ہے؟ [۱۸] (وہ ہے) جس دن کوئی شخص کسی شخص کے لیے کسی چیز کا مختار نہ ہوگا۔ اور تمام تراکام اور فرمان اس روز اللہ تعالیٰ کے ہی ہوں گے۔ [۱۹]

= فرمایا کیا ان میں کوئی چستکرا بھی ہے؟ کہا: ہاں۔ فرمایا: اس رنگ کا بچہ سرخ زروادہ کے درمیان کیسے پیدا ہو گیا؟ کہنے لگا شاید اوپر کی نسل کی طرف کوئی رگ کھینچ لے گئی ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا اسی طرح تیرے بچے کے سیاہ رنگ ہونے کی وجہ بھی شاید یہی ہو۔ ① حضرت مکرمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر چاہے بندہ کی صورت بنادے اگر چاہے سور کی۔ ابوصالح رحمہ اللہ فرماتے ہیں اگر چاہے کتے کی صورت بنادے اگر چاہے گدھے کی اگر چاہے سور کی۔

قائدہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ سب سچ ہے اور اللہ تعالیٰ سب چیز پر قادر ہے لیکن وہ مالک ہمیں بہترین عمدہ اور خوش شکل اور دل بھانے والی پاکیزہ شکلیں صورتیں عنایت فرماتا ہے پھر فرماتا ہے کہ اس کریم رب کی نافرمانیوں پر تمہیں آمادہ کرنے والی چیز صرف یہی ہے کہ تمہارے دلوں میں قیامت کی تکذیب ہے تم اس کا آنا ہی برحق نہیں جانتے اس لیے اس سے بے پرواہی برت رہے ہو۔ تم یقین مانو کہ تم پر بزرگ محافظ اور کاتب فرشتے مقرر ہیں تمہیں چاہئے کہ ان کا لحاظ رکھو وہ تمہارے اعمال لکھ رہے ہیں تمہیں برائی کرتے ہوئے شرم آنی چاہئے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ”اللہ کے یہ بزرگ فرشتے تم سے جنابت اور پاخانہ کی حالت کے سوا کسی وقت الگ نہیں ہوتے۔ تم ان کا احترام کرو۔ غسل کے وقت بھی پردہ کر لیا کرو دیوار سے یا اونٹ سے ہی سہی یہ بھی نہ ہو تو اپنے کسی ساتھی کو کھڑا کر لیا کرو تا کہ وہی پردہ ہو جائے۔“ ② (ابن ابی حاتم)

بزار کی اس حدیث کے الفاظ میں کچھ ہیر پھیر ہے اور اس میں یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں ننگا ہونے سے منع کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ان فرشتوں سے شرماء۔ اس میں یہ بھی ہے کہ غسل کے وقت بھی یہ فرشتے دور ہو جاتے ہیں۔ ③ ایک اور حدیث میں ہے کہ جب یہ کراما کاتبین بندے کا روزانہ نامہ اعمال اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کرتے ہیں تو اگر شروع اور آخر میں استغفار ہو تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ”اس کے درمیان کی سب خطائیں میں نے اپنے بندہ کی بخش دیں۔“ ④ (بزار)

① صحیح بخاری، کتاب الطلاق، باب اذا عرض بنفی الولد، ۵۳۰۵؛ صحیح مسلم، ۱۵۰۰؛ ابو داود، ۲۲۶۰؛ ترمذی،

۲۱۲۸؛ ابن ماجہ، ۲۰۰۲؛ ابن حبان، ۴۱۰۷۔ ② تفسیر قرطبی، ۱۹/۲۴۸ یہ روایت مرسل یعنی ضعیف ہے۔

③ ابن ابی حاتم وسندہ ضعیف؛ البزار، ۳۱۷ وسندہ ضعیف جداً، حفص بن سلیمان القاری ضعیف جداً، متروک مع

اماتہ فی القراءۃ۔ ④ مسند البزار، ۳۲۵۲ وسندہ ضعیف، تمام بن نجیح ضعیف، مجمع الزوائد، ۱۰/۲۰۸۔

بزار کی ایک اور ضعیف حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بعض فرشتے انسانوں کو اور ان کے اعمال کو جانتے پہچانتے ہیں۔ جب کسی بندے کو نیکی میں مشغول پاتے ہیں تو آپس میں کہتے ہیں کہ آج کی رات فلاں شخص نجات پا گیا، فلاں حاصل کر گیا۔ اور اگر اس کے خلاف دیکھتے ہیں تو آپس میں ذکر کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ آج کی رات فلاں ہلاک ہوا۔ ①

[آیت: ۱۳۰-۱۹] جو اللہ تعالیٰ کے اطاعت گزار فرماں بردار ہیں، گناہوں سے دور رہتے ہیں انہیں اللہ تعالیٰ جنت کی خوشخبری دیتا ہے، حدیث میں ہے انہیں ”ابرار“ اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ اپنے ماں باپ کے فرمانبردار تھے اور اپنی اولادوں کے ساتھ نیک سلوک کرتے تھے، بدکار لوگ بیٹھکی والے عذاب میں پڑے رہیں گے، قیامت والے دن جو حساب کا اور بدلے کا دن ہے ان کا داخلہ اس میں ہوگا، ایک ساعت بھی ان پر سے عذاب ہلکا نہ ہوگا، نہ موت آئے گی نہ راحت ملے گی نہ ایک ذرا سی دیر اس سے الگ ہوں گے۔ پھر قیامت کی بڑائی اور اس دن کی ہولناکی ظاہر کرنے کے لیے دو دو بار فرمایا کہ تمہیں کس چیز نے معلوم کرا لیا کہ وہ دن کیسا ہے؟ پھر خود ہی بتلایا کہ اس دن کوئی کسی کو کچھ بھی نفع نہ پہنچا سکے گا نہ عذابوں سے نجات دلوا سکے گا، ہاں یہ اور بات ہے کہ کسی کی سفارش کی اجازت خود اللہ تبارک و تعالیٰ عطا فرمائے۔

اس موقع پر یہ حدیث وارد کرنی بالکل مناسب ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”اے بنو ہاشم! اپنی جانوں کو جہنم سے بچانے کے لیے نیک اعمال کی تیاریاں کر لو۔ میں تمہیں اس دن اللہ کے عذاب سے بچانے کا اختیار نہیں رکھتا۔“ ② یہ حدیث سورہ شعر آء کی تفسیر کے آخر میں گزر چکی ہے۔ یہاں یہ بھی فرمایا کہ اس دن امر محض اللہ ہی کا ہوگا جیسے اور جگہ ہے ﴿لَمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ لِلَّهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ۝﴾ ③ اور جگہ ارشاد ہے ﴿الْمُلْكُ يَوْمَئِذٍ الْحَقُّ لِلرَّحْمَنِ ۝﴾ ④ اور فرمایا ﴿مِلْكُ يَوْمَ الدِّينِ ۝﴾ مطلب سب کا یہی ہے کہ ملک و ملکیت اس دن صرف اللہ واحد قہار و رحمن کی ہی ہوگی، گو آج بھی اس کی ملکیت ہے وہ ہی تنہا مالک ہے اسی کا حکم چلتا ہے مگر وہاں تو کوئی ظاہر واری حکومت اور ملکیت اور امر والا بھی نہ ہوگا۔

سورۃ انفطار کی تفسیر ختم ہوئی، فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ۔



① مسند البزار، ۳۲/۱۴ وسندہ ضعیف جداً؛ مجمع الزوائد، ۱۰/۲۲۶ اس کی سند میں سلام بن سلم متروک راوی ہے (المیزان، ۱۷۵/۲، رقم: ۳۳۴۳)۔ ② صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب فی قوله تعالیٰ ﴿وَإِذْ عَشِيرَتُكَ الْأَقْرَبِينَ﴾ ۲۰۴۔ ③ ۴۰/ المؤمن: ۱۶۔ ④ ۲۵/ الفرقان: ۲۶۔

تفسیر سورہ مطفین

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِينَ ۝۱ الَّذِیْنَ اِذَا كَتَلُوْا عَلٰی النَّاسِ یَسْتَوْفُوْنَ ۝۲ وَاِذَا كَالُوْهُمْ

اَوْ وَّزَنُوْهُمْ یُخْسِرُوْنَ ۝۳ اَلَا یُبْطِلُنَّ اُولٰٓئِكَ اَتَهُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ ۝۴ لِیَوْمٍ عَظِیْمٍ ۝۵

یَوْمَ یَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلِیْنَ ۝۶

ترجمہ: شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

بڑی خرابی ہے ناپ تول میں کمی کرنے والوں کی [۱] کہ جب لوگوں سے ناپ کر لیتے ہیں تو پورا پورا لیتے ہیں۔ [۲] اور جب انہیں ناپ کر یا تول کر دیتے ہیں تو کم دیتے ہیں۔ [۳] کیا انہیں اپنے مرنے کے بعد جی اٹھنے کا یقین نہیں [۴] اس بڑے بھاری دن۔ [۵] جس دن سب لوگ اللہ تعالیٰ رب العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے۔ [۶]

ناپ تول میں کمی کرنے والوں کیلئے ہلاکت: [آیت ۱-۶: ۶۱-۶۲] نسائی اور ابن ماجہ میں ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب نبی ﷺ مدینہ میں تشریف لائے اس وقت اہل مدینہ ناپ تول کے اعتبار سے بہت برے تھے جب یہ آیت اتری پھر انہوں نے ناپ تول بہت درست کر لی۔ ① ابن ابی حاتم میں ہے کہ حضرت ہلال بن طلق رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا کہ مکہ مدینے والے بہت ہی عمدہ ناپ تول رکھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: کیوں نہ رکھتے جب کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ﴿وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِينَ ۝۱﴾ الخ ہے۔ پس تطفیف سے مراد ناپ تول کی کمی ہے خواہ اس صورت میں کہ اوروں سے لیتے وقت زیادہ لے لیا اور دیتے وقت کم دیا اسی لیے انہیں دھمکا یا کہ یہ نقصان اٹھانے والے اور ہلاک ہونے والے ہیں کہ جب اپنا حق لیں تو پورا لیں بلکہ زیادہ لے لیں اور دوسروں کو دینے بیٹھیں تو کم دیں۔ ٹھیک یہ ہے کہ کَالُوا اور وَزَنُوا کو متعدی مانیں اور هُمْ کو محلاً منصوب کہیں، گو بعض نے اسے ضمیر موصلاً مانا ہے۔ جو کَالُوا اور وَزَنُوا کی پوشیدہ ضمیر کی تاکید کے لیے ہے اور مفعول محذوف مانا ہے جس پر دلالت کلام موجود ہے دونوں طرح مطلب قریب قریب ایک ہی ہے۔ قرآن کریم نے ناپ تول درست کرنے کا حکم اس آیت میں بھی دیا ہے ﴿اَوْفُوا الْكَيْلَ اِذَا كَلْتُمْ وَزِنُوا بِالْقُسْطَاسِ الْمُسْتَقِیْمِ﴾ ② الخ یعنی جب ناپ تول ناپ پورا کرو اور وزن بھی سیدھے ترازو سے تول کر دیا کرو اور جگہ حکم ہے ﴿اَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيزَانَ بِالْقُسْطِ﴾ ③ الخ یعنی ناپ تول انصاف کے ساتھ برابر دیا کرو ہم کسی کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتے۔

اور جگہ فرمایا ﴿وَأَقِمْوْا الْوِزْنَ بِالْقُسْطِ وَلَا تَخْسِرُوا الْمِيزَانَ﴾ ④ یعنی تول کو قائم رکھو اور میزان کو گھٹاؤ نہیں۔ حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم کو اس بد عادت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے غارت و برباد کر دیا۔ یہاں بھی اللہ تعالیٰ ڈرا رہا ہے کہ لوگوں کے حق مارنے والے کیا قیامت کے دن سے نہیں ڈرتے؟ جس دن یہ اس ذات پاک کے سامنے کھڑے کئے جائیں گے جس پر نہ تو کوئی

① ابن ماجہ، کتاب التجارات، باب التوفی فی الکیل والوزن، ۲۲۲۳ وسندہ حسن، المعجم الکبیر، ۲۰۴۱؛ حاکم، ۳۳/۲۔

② ۱۷/ بنی اسرائیل: ۳۵۔ ③ ۶/ الانعام: ۱۵۲۔ ④ ۵۵/ الرحمن: ۹۔

پوشیدہ بات پوشیدہ ہے نہ ظاہر بات۔ وہ دن بھی نہایت ہولناک و خطرناک ہوگا، بڑی گھبراہٹ اور پریشانی والا دن ہوگا اس دن یہ نقصان رساں لوگ جہنم کی بھڑکتی ہوئی آگ میں داخل ہوں گے، جس دن لوگ اللہ کے سامنے کھڑے ہوں گے، اس حالت میں کہ ننگے پیر ہوں گے اور ننگے بدن ہوں گے اور بے ہتھ ہوں گے وہ جگہ بھی نہایت تنگ و تاریک ہوگی اور میدان آفات و بلیات سے پر ہوگا اور وہ مصائب نازل ہو رہے ہوں گے کہ دل پریشان ہوں گے حواس بگڑے ہوئے ہوں گے ہوش جا تا رہا ہوگا۔ صحیح حدیث میں ہے کہ ”آدھے آدھے کانوں تک پسینہ پہنچ گیا ہوگا۔“ ① (موطائما مالک)

مسند احمد کی حدیث میں ہے کہ ”اس دن رحمن عز وجل کی عظمت کے سامنے سب کھڑے کپکپا رہے ہوں گے۔“ ② اور حدیث میں ہے کہ ”قیامت کے دن بندوں سے سورج اس قدر قریب ہو جائے گا کہ ایک یا دو نیزے کے برابر اونچا ہوگا اور سخت تیز ہو گا۔ ہر شخص اپنے اپنے اعمال کے مطابق اپنے پسینے میں غرق ہوگا، بعض کی ایڑیوں تک پسینہ ہوگا، بعض کے گھٹنوں تک، بعض کی کمر تک، بعض کو تو ان کا پسینہ لگام بنا ہوا ہوگا۔“ ③ اور حدیث میں ہے کہ دھوپ اس قدر تیز ہوگی کہ کھوپڑی بھناٹھے گی، اور اس طرح اس میں جوش اٹھنے لگے گا جس طرح ہنڈیا میں کھد بیدیاں آتی ہیں ④ اور روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے اپنے منہ پر اپنی انگلیاں رکھ کر بتایا کہ ”اس طرح پسینہ کی لگام چڑھی ہوئی ہوگی۔ پھر آپ نے ہاتھ سے اشارہ کر کے بتایا کہ بعض بالکل ڈوبے ہوئے ہوں گے۔“ ⑤ اور حدیث میں ہے ستر سال تک بغیر بولے چالے کھڑے رہیں گے یہ بھی کہا گیا ہے کہ تین سو سال تک کھڑے رہیں گے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ چالیس ہزار سال تک کھڑے رہیں گے اور دس ہزار سال میں فیصلہ کیا جائے گا۔

صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ ”اس دن میں جس کی مقدار پچاس ہزار سال کی ہوگی۔“ ⑥ ابن ابی حاتم کی حدیث میں ہے کہ ”رسول اللہ ﷺ نے بشیر غفاری رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تو کیا کرے گا؟ جس دن لوگ اللہ رب العالمین کے سامنے تین سو سال تک کھڑے رہیں گے نہ تو کوئی خبر آسمان سے آئے گی نہ کوئی حکم کیا جائے گا۔ حضرت بشیر رضی اللہ عنہ کہنے لگے اللہ ہی مددگار ہے۔ آپ نے فرمایا: سنو! جب بسترے پر جاؤ تو اللہ تعالیٰ سے قیامت کے دن کی تکلیفوں سے اور حساب کی برائی سے پناہ مانگ لیا کرو۔“ ⑦ سنن ابوداؤد میں ہے کہ ”رسول اللہ ﷺ قیامت کے دن کے کھڑے ہونے کی جگہ کی تنگی سے پناہ مانگا کرتے تھے۔“ ⑧ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ”چالیس سال تک لوگ سرواچا کئے کھڑے رہیں گے، کوئی بولے گا نہیں نیک و بد کو پسینے کی لگا میں چڑھی ہوئی ہوں گی۔“ ⑨ ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ”سو سال تک کھڑے رہیں گے۔“ ⑩ (ابن جریر)

ابوداؤد نسائی، ابن ماجہ میں ہے کہ حضور ﷺ جب رات کو اٹھ کر تہجد کی نماز کو شروع کرتے تو دس مرتبہ اللہ اکبر کہتے، دس مرتبہ ((الحمد للہ)) کہتے دس مرتبہ ((سُبْحَانَ اللَّهِ)) کہتے۔ دس مرتبہ ((اَسْتَغْفِرُ اللَّهَ)) کہتے پھر کہتے ((اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِيْ وَاهْدِنِيْ))

- ① صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ ویل للمطففین، ۴۹۳۸؛ صحیح مسلم، ۲۸۶۲؛ ترمذی، ۲۴۲۲؛ ابن ماجہ، ۴۲۷۸۔
- ② احمد، ۳۱/۲ وسندہ ضعیف، محمد بن اسحاق بن یسار مدلس وعنعن وحديث البخاری (۴۹۳۸) ومسلم (۲۸۶۲) یغنی عن حدیثہ۔ ③ صحیح مسلم، کتاب الجنۃ، باب فی یوم القیامۃ، ۲۸۶۴؛ ترمذی، ۲۴۲۱؛ احمد، ۳/۶؛ ابن حبان، ۷۳۳۰۔
- ④ احمد، ۲۵۴/۵ وسندہ حسن۔ ⑤ احمد، ۱۵۷/۴ وسندہ ضعیف؛ حاکم، ۵۷۱/۴؛ ابن حبان، ۷۳۲۹ وسندہ صحیح، دوسرا نسخہ ۷۲۸۵۔ ⑥ صحیح مسلم، کتاب الزکاة، باب اثم مانع الزکاة، ۹۸۷۔
- ⑦ الطبری، ۲۴/۲۸۰ وابن ابی حاتم، وسندہ ضعیف، عبدالسلام بن عجلان ضعفہ راجح۔ ⑧ ابو داؤد، کتاب الصلاۃ، باب ما یستفتح به الصلاۃ من الدعاء، ۱۷۶۶، نسائی، ۱۱۶۱۸؛ ابن ماجہ، ۱۳۵۶ وسندہ حسن؛ احمد، ۱۴۳/۶؛ ابن حبان، ۲۶۰۲۔
- ⑨ الطبری، ۲۴/۲۸۱۔ ⑩ ایضاً۔

Free downloading facility of Videos, Audios & Books for DAWAH purpose only. From Islamic Research Centre Rawalpindi

سب سے نیچے ہے۔ اور جگہ ہے ﴿فَمَنْ رَدَّ ذَنَاهُ أَسْفَلَ سَافِلِينَ ۝ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ﴾ ① یعنی پھر ہم نے اسے نیچوں کا بیج کر دیا ہاں جو ایمان والے اور نیک اعمال والے ہیں۔ غرض تحین ایک تنگ اور تہ کی جگہ ہے جیسے قرآن کریم نے اور جگہ فرمایا ہے ﴿إِذَا الْقُلُوبُ مِنْهَا صَافِقًا مُّقْرَنِينَ دَعَوْا هُنَالِكَ لَبُورًا﴾ ② جب وہ جہنم کی کسی تنگ جگہ میں ہاتھ پاؤں جکڑ کر ڈال دیئے جائیں گے تو وہاں موت ہی موت پکاریں گے۔

﴿حَسَابٌ مُّزْفُومٌ ۝﴾ یہ تحین کی تفسیر نہیں بلکہ یہ تفسیر ہے اس کی جو ان کے لیے لکھا جا چکا ہے کہ آخر کار جہنم میں پہنچیں گے۔ ان کا نتیجہ یہ لکھا جا چکا ہے اور اس سے فراغت حاصل کر لی گئی ہے نہ اس میں اب کچھ زیادتی ہوگی نہ کمی۔ تو فرمایا ان کا انجام تحین ہونا ہماری کتاب میں پہلے سے ہی لکھا جا چکا ہے۔ ان جھٹلانے والوں کی اس دن خرابی ہوگی۔ انہیں جہنم کا قید خانہ اور رسوائی والے المناک عذاب ہوں گے ﴿وَيَلْ﴾ کی مکمل تفسیر اس سے پہلے گزر چکی ہے۔ خلاصہ مطلب یہ ہے کہ ان کی ہلاکتی بربادی اور خرابی ہے جیسے کہا جاتا ہے ﴿وَيَلْ لَفُلَانٍ﴾ مسند احمد اور سنن کی حدیث میں ہے ویل ہے اس شخص کے لیے جو کوئی جھوٹی بات کہہ کر لوگوں کو ہنسنا چاہے اسے ویل ہے اسے ویل ہے۔ ③ پھر ان جھٹلانے والوں بدکار کافروں کی مزید تشریح کی اور فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں جو روز جزا کو نہیں مانتے اسے خلاف عقل کہہ کر اس کے واقع ہونے کو محال جانتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ قیامت کا جھٹلانا انہی لوگوں کا کام ہے جو اپنے کاموں میں حد سے گزر جائیں حرام کام کرنے لگیں یا جائز کاموں میں حد سے بڑھ جائیں اسی طرح اپنے اقوال میں گنہگار ہوں جھوٹ بولیں وعدہ خلافی کریں گالیاں بکسیں وغیرہ۔

یہ وہ لوگ ہیں کہ ہماری آیتوں کو سن کر انہیں جھٹلاتے ہیں۔ بدگمانی کرتے ہیں اور کہہ گزرتے ہیں کہ پہلی کتابوں سے جمع جتھا کر لی ہے۔ جیسے اور جگہ فرمایا ﴿وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ مَّاذَا أَنْزَلْ رَبُّكُمْ قَالُوا نَسْأَلُكَ آسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ ۝﴾ ④ جب انہیں کہا جاتا ہے کہ تمہارا رب نے کیا کچھ نازل فرمایا تو کہتے ہیں اگلوں کے افسانے ہیں۔ اور جگہ ہے ﴿وَقَالُوا آسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ انْتَسَبَهَا فَيُحْيِي تَمْلِي عَلَيْهِ بُكْرَةً وَأَصِيلًا﴾ ⑤ یعنی یہ کہتے ہیں کہ اگلوں کے قصے ہیں جو اسے صبح شام کھوائے جا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں جواب میں فرماتا ہے کہ واقعہ ان کے قول اور ان کے خیال کے مطابق نہیں بلکہ دراصل یہ قرآن کلام الہی ہے اس کی وحی ہے جو اس نے اپنے بندے پر نازل کی ہے۔

ہاں ان کے دلوں پر ان کے بد اعمال نے پروے ڈال دیئے ہیں۔ گناہوں اور خطاؤں کی کثرت نے ان کے دلوں کو رنگ آلود کر دیا ہے۔ کافروں کے دلوں پر رین ہوتا ہے اور نیک کار لوگوں کے دلوں پر غم ہوتا ہے۔ ترمذی، نسائی، ابن ماجہ وغیرہ میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ ”بندہ جب گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ نقطہ ہو جاتا ہے اگر تو یہ کر لیتا ہے تو اس کی صفائی ہو جاتی ہے اور اگر گناہ کرتا ہے تو وہ سیاہی پھیلی جاتی ہے۔“ اسی کا بیان ﴿تَكَلَّافًا﴾ میں ہے۔ ⑥ نسائی کے الفاظ میں کچھ اختلاف بھی ہے۔ مسند احمد میں بھی یہ حدیث ہے۔ ⑦ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ وغیرہ کافرانہ ہے کہ گناہوں پر گناہ کرنے سے دل اندھا ہو جاتا ہے اور پھر مر جاتا ہے۔ پھر فرمایا کہ یہ لوگ ان عذابوں میں مبتلا ہو کر دیدار باری تعالیٰ سے بھی محروم اور محجوب کر دیئے جائیں گے۔ =

① ۹۵/التین: ۶۰۔ ② ۲۵/الفرقان: ۱۳۔

③ ابو داؤد، کتاب الادب، باب التشديد في الكذب، ۴۹۹۰ وسندہ حسن؛ ترمذی، ۲۳۱۵؛ احمد، ۵/۶۰۵۔

④ ۱۶/النحل: ۲۴۔ ⑤ ۲۵/الفرقان: ۵۰۔

⑥ ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورة ويل للمطففين، ۳۳۳۴ وهو حسن؛ ابن ماجہ، ۴۲۴۴۔

⑦ احمد، ۲۹۷/۲ وابن ماجہ، ۴۲۴۴ وهو حديث حسن۔

كَلَّا إِنَّ كِتَابَ الْأَبْرَارِ لَفِي عِلِّيِّينَ ۝ وَمَا أَدْرَاكَ مَا عِلِّيُّونَ ۝ كِتَابٌ مَرْقُومٌ ۝
يَشْهَدُهُ الْمُقَرَّبُونَ ۝ إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ ۝ عَلَى الْأَرَائِكِ يَنْظُرُونَ ۝ تَعْرِفُ فِي
وُجُوهِهِمْ نَضْرَةَ النَّعِيمِ ۝ يُسْقُونَ مِنْ رَاحِيقٍ مُنْتَمِرَةٍ ۝ خِثْمَهُمْ مِسْكَ ۝ وَفِي ذَلِكَ
فَلْيَتَنَافِسِ الْمُنَافِسُونَ ۝ وَمِنْ زَاجِهِمْ تَسْنِيمٌ ۝ عَيْنًا يَشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُونَ ۝

ترجمہ: یقیناً یقیناً نیکوکاروں کا نامہ اعمال عِلِّیِّین میں ہے۔ [۱۸] تجھے کون بتائے کہ عِلِّیِّین کیا ہے؟ [۱۹] وہ تو کتاب میں لکھا جا چکا ہے۔ [۲۰] اس کے پاس مقرب فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔ [۲۱] نیک لوگ بڑی نعمتوں میں ہوں گے۔ [۲۲] مسہریوں پر بیٹھے دیکھ رہے ہوں گے۔ [۲۳] تو ان کے چہروں سے ہی نعمت کی تروتازگی پہچان لے گا۔ [۲۴] یہ لوگ سر بہر خالص شراب پلائے جائیں گے۔ [۲۵] جس پر مشک کی مہر ہوگی۔ رغبت کرنے والوں کو اسی کی رغبت کرنی چاہیے۔ [۲۶] اس کی آمیزش تسنیم ہوگی۔ [۲۷] یعنی وہ چشمہ جس کا پانی مقرب لوگ پئیں گے۔ [۲۸]

== فائدہ: حضرت امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس آیت میں دلیل ہے کہ مومن قیامت کے دن دیدار باری تعالیٰ سے مشرف ہوں گے۔ امام صاحب رحمہ اللہ کا یہ فرمان بالکل درست ہے اور آیت کا صاف مفہوم یہی ہے۔ اور دوسری جگہ کھلے الفاظ میں بھی یہ بیان موجود ہے۔ فرمان ہے ﴿وَجُوهٌ يَوْمَئِذٍ نَّاصِرَةٌ ۝ اِلٰی رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ۝﴾ ① یعنی اس دن بہت سے چہرے تروتازہ ہوں گے اور اپنے رب کو دیکھ رہے ہوں گے۔ صحیح اور متواتر حدیثوں سے بھی یہ ثابت ہے کہ ایمان دار قیامت والے دن اپنے رب عزوجل کو اپنی آنکھوں سے قیامت کے میدان میں اور جنت کے نفیس باغیچوں میں دیکھیں گے۔ حضرت حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حجاب ہٹ جائیں گے اور مومن اپنے رب کو دیکھیں گے اور کافروں کو پرووں کے پیچھے کر دیا جائے گا۔ البتہ مومن ہر صبح و شام پروردگار عالم کا دیدار حاصل کریں گے یا اسی جیسا اور کلام ہے۔ پھر فرماتا ہے کہ نہ صرف اللہ سے ہی یہ محروم رہیں گے بلکہ یہ لوگ جہنم میں جھونک دیئے جائیں گے اور انہیں حقارت، ذلت اور ڈانٹ ڈپٹ کے طور پر غصہ کے ساتھ کہا جائے گا کہ یہی ہے وہ جسے تم جھٹلاتے رہے۔

نیکوکاروں کا نامہ اعمال: [آیت: ۱۸-۲۸] بدکاروں کا حشر بیان کرنے کے بعد اب نیک لوگوں کا بیان ہو رہا ہے کہ ان کا ٹھکانا عِلِّیِّین ہے جو کہ صحیحین کے بالکل برعکس ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت کعب رحمہ اللہ سے صحیحین کا سوال کیا تو انہوں نے فرمایا: وہ ساتویں زمین ہے اور اس میں کافروں کی روئیں ہیں۔ اور عِلِّیِّین کے سوال کے جواب میں فرمایا یہ ساتواں آسمان ہے اور اس میں مومنین کی روئیں ہیں۔ ② ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: مراد اس سے جنت ہے۔ ③ عوفی رحمہ اللہ آپ سے روایت کرتے ہیں کہ ان کے اعمال اللہ تعالیٰ کے نزدیک آسمان میں ہیں۔ قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ عرش کا داہنا پایہ ہے اور لوگ کہتے ہیں یہ سدرۃ المنتہی کے پاس ہے۔ ④ ظاہر یہ ہے کہ لفظ علو یعنی بلندی سے ماخوذ ہے۔ جس قدر کوئی چیز اونچی اور بلند ہوگی اسی قدر بڑی اور کشادہ ہوگی۔ اسی لیے اس کی عظمت و بزرگی کے اظہار کے لیے فرمایا، تمہیں اس کی حقیقت معلوم ہی نہیں۔ پھر اسکی تاکید کی کہ یہ یقینی چیز ہے کتاب میں لکھی جا چکی ہے کہ یہ لوگ عِلِّیِّین میں جائیں گے جس کے پاس ہر آسمان کے مقرب فرشتے جاتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ قیامت کے دن یہ نیکوکار بیشکی والی نعمتوں اور باغات میں ہوں گے اور اللہ تعالیٰ کے عام فضل و کرم ان پر بارش کی طرح برس رہے ہوں ==

إِنَّ الَّذِينَ أَجْرَمُوا كَانُوا مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا يَضْحَكُونَ ۖ وَإِذَا مَرُّوا بِهِمْ يَتَغَامَزُونَ ۖ وَإِذَا انْقَلَبُوا إِلَىٰ أَهْلِهِمْ انْقَلَبُوا فَكِهِينَ ۖ وَإِذَا رَأَوْهُمْ قَالُوا إِنَّ هَٰؤُلَاءِ لَضَالُّونَ ۖ وَمَا أُرْسِلُوا عَلَيْهِمْ حَفِظِينَ ۖ فَالْيَوْمَ الَّذِينَ آمَنُوا مِنَ الْكُفَّارِ يَضْحَكُونَ ۖ عَلَىٰ الْأَرَائِكِ لَا يَنْظُرُونَ ۖ هَلْ تُؤِيبُ الْكَفَّارُ مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ ۖ

ترجمہ: گنہگار لوگ ایمانداروں کی ہنسی اڑایا کرتے تھے۔ [۲۹] ان کے پاس گزرتے ہوئے اشاروں کنایوں سے ان کی حقارت کرتے تھے۔ [۳۰] اور جب اپنے والوں کی طرف لوٹتے تو دل لگیاں کرتے تھے۔ [۳۱] اور جب انہیں دیکھتے تو کہتے یقیناً یہ لوگ گمراہ بے راہ ہیں! [۳۲] یہ ان پر پاسبان بنا کر تو نہیں بھیجے گئے۔ [۳۳] پس آج ایمان داران کا فردوس پر نہیں گئے۔ [۳۴] بخوشی پر بیٹھے دیکھ رہے ہوں گے! [۳۵] کہ اب ان مکروں نے جیسا یہ کرتے تھے بھرا پایا۔ [۳۶]

== گے۔ یہ مسہریوں پر بیٹھے ہوئے ہوں گے اپنے ملک و مال کو اور نعمتوں اور راحتوں کو عزت و جاہ کو مال متاع کو دیکھ کر خوش ہو رہے ہوں گے یہ خیر و فضل یہ نعمت و رحمت نہ کبھی کم ہو نہ کم ہو نہ گھٹے نہ مٹے۔ اور یہ بھی معنی ہیں کہ اپنی آرام گاہوں میں تخت سلطنت پر بیٹھے دیدار باری تعالیٰ سے مشرف ہوتے رہیں گے۔ تو گویا کہ فاجروں کے بالکل برعکس ہوں گے۔ ان پر دیدار باری تعالیٰ حرام تھا ان کے لیے ہر وقت اجازت ہے جیسے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ہے جو پہلے بیان ہو چکی کہ سب سے نیچے درجے کا جنتی اپنے ملک اور ملکیت کو دو ہزار سال کی راہ تک دیکھے گا اور سب سے آخر کی چیزیں اس طرح اس کی نظروں کے سامنے ہوں گی جس طرح سب سے اول چیزیں اور اعلیٰ درجے کے جنتی تو دن بھر میں دو دوسرے دیدار باری تعالیٰ کی نعمت سے اپنے دل کو سرور اور اپنی آنکھوں کو پر نور کریں گے! ① اگر کوئی ان کے چہرے پر نظر ڈالے تو بیک نگاہ آسودگی اور خوش حالی، جاہ و حشمت، شوکت و سطوت، خوشی و سرور، بہجت و نور دیکھ کر ان کا مرتبہ تاڑ لے اور سمجھ لے کہ راحت و آرام میں خوش و خرم ہیں۔ جنتی شراب کا در چلتا رہتا ہے۔

رحیق مختوم کا تذکرہ: رحیق جنت کی ایک قسم کی شراب ہے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ”جو کسی پیاسے مسلمان کو پانی پلائے اسے اللہ تعالیٰ ”رحیق مختوم“ پلائے گا یعنی جنت کی مہر والی شراب اور جو کسی بھوکے مسلمان کو کھانا کھلائے اسے اللہ تعالیٰ جنت کے میوے کھلائے گا اور جو کسی تنگے مسلمان کو کپڑا پہنائے اللہ تعالیٰ اسے جنتی سبز ریشم کے جوڑے پہنائے گا۔“ ② (مسند احمد)

”حِثَام“ کے معنی ملونی اور آمیزش کے ہیں۔ اسے اللہ تعالیٰ نے پاک صاف کر دیا ہے اور مٹک کی مہر لگا دی ہے۔ یہ بھی معنی ہیں کہ انجام اس کا مٹک ہے۔ یعنی کوئی بدبو نہیں بلکہ مٹک کی سی خوشبو ہے چاندنی کی طرح سفید رنگ شراب ہے جس کی مہر لگے گی یا ملونی ہوگی۔ اس قدر خوشبو والی ہے کہ اگر کسی اہل دنیا کی انگلی اس پر لگ جائے پھر گو وہ اسی وقت نکال لے لیکن تمام دنیا اس کی خوشبو

① ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورة القيامة، ۳۳۳۰ وسندہ ضعیف ثوریراوی ضعیف ہے۔

② احمد، ۱۴/۳، ۱۴؛ ترمذی، کتاب صفة القيامة، باب فی ثواب الاطعام والسقی والکسو..... ۲۴۴۹ وسندہ ضعیف

اس کی سند میں عطیہ العوفی ضعیف و مجروح راوی ہے (التقریب، ۲/۲۴ رقم: ۲۱۶)

سے مہک جائے گی اور ”ختم“ کے معنی خوشبو کے بھی کئے گئے ہیں۔ پھر فرماتا ہے کہ حرص کرنے والے فخر و مباہات کرنے والے کثرت اور سبقت کرنے والوں کو چاہئے کہ اس کی طرف تمام تر توجہ کریں۔ جیسے اور جگہ ہے ﴿لِمِثْلِ هَذَا فَلْيَعْمَلِ الْعَامِلُونَ﴾ ① ایسی چیزوں کے لیے عمل کرنے والوں کو عمل کرنا چاہیے۔ تنیم جنت کی بہترین شراب کا نام ہے یہ ایک نہر ہے جس سے سابقین لوگ تو برابر پیا کرتے ہیں اور داہنے ہاتھ والے اپنی شراب رحتی میں ملا کر پیتے ہیں۔

اہل ایمان کو مذاق کرنے والوں کا انجام: [آیت: ۲۹-۳۶] یعنی دنیا میں تو ان کافروں کی خوب بن آئی تھی ایمانداروں کا مذاق اڑاتے رہے چلتے پھرتے آوازیں کستے رہے۔ اور حقارت و تذلیل کرتے رہے اور اپنے والوں میں جا کر خوب باتیں بناتے تھے جو چاہتے تھے پاتے تھے لیکن شکر تو کہاں اور کفر پر آمادہ ہو کر مسلمانوں کی ایذا رسانی کے درپے ہو جاتے تھے۔ اور چونکہ مسلمان ان کی مانند نہ تھے تو یہ انہیں گمراہ کہا کرتے تھے۔ اللہ فرماتا ہے کچھ یہ لوگ محافظ بنا کر تو نہیں بھیجے گئے انہیں مومنوں کی کیا پڑی۔ کیوں ہر وقت ان کے پیچھے پڑے ہیں اور ان کے اعمال افعال کی دیکھ بھال رکھتے ہیں اور طعنہ آمیز باتیں بناتے رہتے ہیں۔ جیسے اور جگہ ہے ﴿اٰخَسِّنُوْا فِيْهَا﴾ ② الخ۔ یعنی اس جہنم میں پڑے بھٹکتے رہو مجھ سے بات نہ کرو۔ میرے خاص بندے کہتے تھے کہ اے ہمارے پروردگار! ہم ایمان لائے تو ہمیں بخش اور ہم پر رحم کر تو سب سے بڑا رحم و کرم کرنے والا ہے تو تم نے انہیں مذاق میں اڑا لیا اور اس قدر غافل ہوئے کہ میری یاد بھلا بیٹھے اور ان سے ہنسی مذاق کرنے لگے۔ دیکھو آج میں نے انہیں ان کے صبر کا یہ بدلہ دیا ہے کہ وہ ہر طرح کا مایاب ہیں۔ یہاں بھی اس کے بعد ارشاد فرماتا ہے کہ آج قیامت کے دن ایمانداران بدکاروں پر فخر رہے ہیں اور نیکوں پر بیٹھے اپنے اللہ کو دیکھ رہے ہیں جو صاف ثبوت ہے اس بات کا کہ یہ گمراہ نہ تھے گو تم انہیں راہ گم کردہ کہا کرتے تھے بلکہ یہ دراصل اولیاء اللہ تھے مقربین الہی تھے۔ اسی لیے آج اللہ کا دیداران کی نگاہوں کے سامنے ہے۔ یہ اللہ کے مہمان ہیں اور اس کے بزرگی والے گھر میں ٹھہرے ہوئے ہیں۔ جیسا کچھ ان کافروں نے مسلمانوں کے ساتھ دنیا میں کیا تھا اس کا پورا بدلہ کیا انہیں آخرت میں مل گیا یا نہیں؟ ان کے مذاق کے بدلے آج ان پر ہنسی اڑی یہ انہیں گھٹاتے تھے اللہ نے انہیں بڑھایا۔ غرض پورا پورا تمام و کمال بدلہ دے دیا گیا۔

الحمد لله سورة مطففين کی تفسیر ختم ہوئی۔



تفسیر سورۃ انشقاق

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِذَا السَّمَاءُ اُنْشَقَّتْ ۝ وَاذِنْتُ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ ۝ وَاِذَا الْاَرْضُ مُدَّتْ ۝
وَاَلْقَتْ مَا فِيهَا وَتَخَلَّتْ ۝ وَاذِنْتُ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ ۝ يٰۤاَيُّهَا الْاِنْسَانُ اِنَّكَ
كَادِحٌ اِلٰی رَبِّكَ كَذٰۤحًا فَمُلْقِيْهِ ۝ فَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهُ بِيَمِيْنِهٖ ۝ فَسَوْفَ
يُجٰسَبُ حِسَابًا يَّسِيْرًا ۝ وَيُنْقَلِبُ اِلٰی اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا ۝ وَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهُ
وَرَآءَ ظَهْرِهٖ ۝ فَسَوْفَ يَدْعُوْا ثُبُوْرًا ۝ وَيَصْلٰی سَعِيْرًا ۝ اِنَّهٗ كَانَ فِیْ اَهْلِهٖ
مَسْرُوْرًا ۝ اِنَّهٗ ظَنَّ اَنْ لَّنْ يَّحْكُوْرَ ۝ بَلٰی ۚ اِنَّ رَبَّهٗ كَانَ بِهٖ بَصِيْرًا ۝

ترجمہ: اللہ تعالیٰ بخشش کرنے والے کے نام سے شروع۔

جب آسمان پھٹ جائے گا۔ [۱] اور اپنے رب کے حکم پر کان لگائے گا اور اسی کے لائق وہ ہے [۲] اور جب زمین کھینچ کر پھیلا دی جائے گی [۳] اور اس میں جو ہے وہ اسے اگل دے گی اور خالی ہو جائے گی [۴] اور اپنے رب کے حکم پر کان لگائے گی اور اسی کے لائق وہ ہے۔ [۵] اے انسان! تو اپنے رب سے ملنے تک یہ کوشش اور تمام کام اور سختیں کر کے اس سے ملاقات کرنے والا ہے۔ [۶] تو اس وقت جس شخص کے واسطے ہاتھ میں اعمال نامہ دیا جائے گا [۷] اس کا حساب تو بڑی آسانی سے لیا جائے گا۔ [۸] اور وہ اپنے والوں کی طرف ہنسی خوشی لوٹ آئے گا [۹] ہاں جس شخص کا اعمال نامہ اس کی پیٹھ کے پیچھے دیا جائے گا [۱۰] تو وہ موت کو بلانے لگے گا [۱۱] اور بھڑکی ہوئی جہنم میں داخل ہوگا۔ [۱۲] یہ شخص اپنے متعلقین میں (دنیا میں) خوش تھا [۱۳] اس کا خیال تھا کہ اللہ کی طرف لوٹ کر ہی نہ جائے گا [۱۴] یہ کیسے ہو سکتا ہے حالانکہ اس کا رب اسے بخوبی دیکھ رہا تھا۔ [۱۵]

تعارف سورت: مؤطا امام مالک میں ہے کہ ”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو نماز پڑھائی اور اس میں ﴿اِذَا السَّمَاءُ اُنْشَقَّتْ﴾ کی سورت پڑھی اور سجدہ کیا اور فارغ ہو کر فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے بھی اس کے پڑھتے ہوئے سجدہ کیا تھا۔“ یہ حدیث مسلم اور نسائی میں بھی ہے۔ بخاری میں ہے کہ حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ”میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پیچھے عشاء کی نماز پڑھی۔ آپ نے اس میں ﴿اِذَا السَّمَاءُ اُنْشَقَّتْ﴾ کی تلاوت کی اور سجدہ کیا۔ میں نے پوچھا! تو جواب دیا کہ میں نے ابو القاسم رضی اللہ عنہ کے پیچھے سجدہ کیا ہے (یعنی حضور ﷺ نے بھی اس سورت کو نماز میں پڑھا اور آیت سجدہ پر سجدہ کیا اور مقتدیوں نے بھی سجدہ کیا) پس میں تو جب تک آپ رضی اللہ عنہ سے ملوں گا (اس موقع پر) سجدہ کرتا رہوں گا“ ② (یعنی مرتے دم تک)۔“ اس حدیث کی سندیں اور بھی ہیں۔ اور صحیح مسلم اور سنن نسائی میں مروی ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ”ہم نے رسول اللہ ﷺ کے

① صحیح مسلم، کتاب المساجد، باب سجود التلاوة، ۵۷۸؛ نسائی، ۹۶۳؛ مؤطا، ۲۰۵/۱۔

② صحیح بخاری، کتاب الاذان، باب الجهر فی العشاء، ۷۶۶؛ صحیح مسلم، ۵۷۸؛ ابو داود، ۱۴۰۸؛ نسائی، ۹۶۹۔

ساتھ سورہ ﴿إِذَا السَّمَاءُ انشَقَّتْ﴾ میں اور سورہ ﴿اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ﴾ میں سجدہ کیا۔^①

آسمان پھٹ جائے گا: [آیت: ۱-۱۵] اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ قیامت کے دن آسمان پھٹ جائے گا وہ اپنے رب کے حکم پر کاربند ہونے کے لیے اپنے کان لگائے ہوئے ہوگا۔ پھٹنے کا حکم پاتے ہی پھٹ پھٹ کر ٹکڑے ہو جائے گا۔ اسے بھی چاہیے کہ امر الہی بجا لائے اس لیے کہ یہ اس اللہ کا حکم ہے جسے کوئی روک نہیں سکتا، جس سے بڑا اور نہیں جو سب پر غالب ہے اس پر غالب کوئی نہیں۔ ہر چیز اس کے سامنے پست و لاچار ہے۔ بے بس و مجبور ہے۔ اور زمین پھیلا دی جائے گی، بچھا دی جائے گی، اور کشادہ کر دی جائے گی۔ حدیث میں ہے ”قیامت کے دن اللہ تعالیٰ زمین کو چمڑے کی طرح کھینچ لے گا یہاں تک کہ ہر انسان کو صرف دو قدم نکلنے کی جگہ ملے گی۔ سب سے پہلے مجھے بلایا جائے گا۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی دائیں جانب ہوں گے۔ اللہ کی قسم اس سے پہلے اس نے کبھی اسے نہیں دیکھا تو میں کہوں گا اے اللہ جبرئیل نے مجھ سے کہا تھا کہ یہ تیرے بیٹے ہوئے میرے پاس آتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کچ کہہ تو میں کہوں گا اے اللہ! پھر مجھے شفاعت کی اجازت ہو۔ چنانچہ مقام محمود میں کھڑا ہو کر میں شفاعت کروں گا اور کہوں گا اے اللہ! تیرے ان بندوں نے زمین کے گوشے گوشے پر تیری عبادت کی ہے۔“^② (ابن جریر)

پھر فرماتا ہے کہ زمین اپنے اندر کے کل مردے اگل دے گی اور خالی ہو جائے گی۔ یہ بھی رب کے فرمان کی منتظر ہوگی اور اسے بھی یہی لائق ہے۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ اے انسان! تو کوشش کرتا رہے گا اور اپنے رب کی طرف آگے بڑھتا رہے گا اعمال کرتا رہے گا یہاں تک کہ ایک دن اس سے مل جائے گا۔ اور اس کے سامنے کھڑا ہوگا اور اپنے اعمال اور اپنی سعی و کوشش کو اپنے آگے دیکھ لے گا۔ ابوداؤد طحاوی میں ہے کہ ”حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا: اے محمد! جی لیں جب تک چاہیں بلا خرموت آنے والی ہے۔“ جس سے چاہ دل بستگی پیدا کر لے ایک دن اس سے جدائی ہونی ہے۔ جو چاہیں عمل کر لیں ایک دن اس کی ملاقات ہونے والی ہے^③ ﴿مَلَأْنَاهُ﴾ کی ضمیر کا مرجع بعض نے لفظ رب کو بھی بتلایا ہے تو یہ معنی ہوں گے اللہ تعالیٰ سے تیری ملاقات ہونے والی ہے وہ تجھے تیرے کل اعمال کا بدلہ دے گا اور تیری تمام کوشش و سعی کا پھل تجھے عطا فرمائے گا۔ دونوں ہی باتیں آپس میں ایک دوسری کو لازم و ملزوم ہیں۔

قادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اے ابن آدم! تو کوشش کرنے والا ہے لیکن اپنی کوشش میں کمزور ہے۔ جس سے یہ ہو سکے کہ اپنی تمام تر سعی و کوشش نیکیوں کی کرے تو وہ کر لے دراصل نیکی کی قدرت اور برائیوں سے بچنے کی طاقت بجز امداد الہی حاصل نہیں ہو سکتی۔ پھر فرمایا: جس کے دانے ہاتھ میں اس کا اعمال نامہ مل جائے گا اس کا حساب سختی بغیر نہایت آسانی سے ہوگا۔ اس کے چھوٹے اعمال معاف بھی ہو جائیں گے اور جس سے اس کے تمام اعمال کا حساب لیا جائے گا وہ ہلاکت سے نہ بچے گا۔ جناب رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ ”جس سے حساب کا مناقشہ ہوگا وہ تباہ ہوگا۔ تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: کہ قرآن میں تو ہے کہ نیک لوگوں کا بھی حساب ہوگا ﴿فَسَوْفَ يَحْصِبُ حَسَابًا يَسِيرًا﴾ آپ ﷺ نے فرمایا: دراصل یہ وہ حساب نہیں یہ تو صرف پیشی ہے۔ جس سے حساب میں پوچھ گچھ ہوگی وہ برباد ہوگا۔“^④ (مسند احمد) =

① صحیح مسلم، کتاب المساجد، باب سجود التلاوة، ۵۷۸، ابو داؤد، ۱۴۰۷، ترمذی، ۵۷۳، نسائی، ۹۶۴، ابن ماجہ، ۱۰۵۸۔

② الطبری، ۳۱۱/۲۴، یہ روایت مرسل یعنی ضعیف ہے لیکن حاکم، ۵۷۰/۴، ۵۷۱ میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے موصولاً باختلاف الفاظ بھی موجود ہے اور حاکم اور امام ذہبی نے اسے بخاری اور مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے۔ لیکن اس کی سند ضعیف ہے۔ ابن شہاب الزہری مدلس ہیں اور روایت معصن ہے۔

③ مسند الطیالسی، ۱۷۵۵، وسندہ ضعیف فیہ الحسن بن ابی جعفر ضعیف وابوالزیر عنمن ان صح السند الیہ،

شعب الایمان، ۱۰۵۴۰۔ ④ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ اذا السماء انشقت، ۴۹۳۹، صحیح مسلم، ۲۸۷۶،

ترمذی، ۳۳۳۷، احمد، ۴۷/۶۔

فَلَا أُقْسِمُ بِالشَّقِيقِ ۖ وَالْيَلِّ وَمَا وَسَقٍ ۖ وَالْقَمَرِ إِذَا اتَّسَقَ ۖ لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا
عَنْ طَبَقٍ ۖ فَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ۖ وَإِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ الْقُرْآنُ لَا يَسْجُدُونَ ۖ
بَلِ الَّذِينَ كَفَرُوا يَكْذِبُونَ ۖ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا يُوعُونَ ۖ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ
أَلِيمٍ ۖ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ أَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُونٍ ۖ

ترجمہ: مجھے شق کی قسم [۱۶] اور رات کی اور اس کی جمع کردہ چیزوں کی قسم [۱۷] اور پورے چاند کی قسم [۱۸] یقیناً تم ایک حالت سے دوسری حالت پر پہنچو گے۔ [۱۹] انہیں کیا ہو گیا کہ ایمان نہیں لاتے۔ [۲۰] اور جب ان کے پاس قرآن پڑھا جاتا ہے تو سجدہ نہیں کرتے۔ [۲۱] بلکہ یہ کفار تو جھوٹا سمجھتے ہیں۔ [۲۲] اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جو کچھ یہ دلوں میں رکھتے ہیں۔ [۲۳] انہیں الناک عذابوں کی خوشخبری سنا دو! [۲۴] ہاں ایمان والوں اور نیک اعمال والوں کو بے شمار اور نہ ختم ہونے والا نیک بدلہ ہے۔ [۲۵]

= دوسری روایت میں ہے کہ یہ بیان فرماتے ہوئے آپ ﷺ نے اپنی انگلی اپنے ہاتھ پر رکھ کر جس طرح کوئی چیز کریدتے ہوں اس طرح اسے ہلا جلا کر بتلایا۔ ① مطلب یہ ہے کہ جس سے باز پرس اور کرید ہوگی وہ عذاب سے بچ نہیں سکتا۔ خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ”جس سے باقاعدہ حساب ہو گا وہ تو بے عذاب نہیں رہ سکتا۔ اور حساب لیسر سے مراد صرف پیشی ہے حالانکہ اللہ خوب دیکھتا رہا ہے۔“ حضرت صدیقہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ”میں نے ایک مرتبہ حضور ﷺ سے سنا کہ آپ نماز میں یہ دعا مانگ رہے تھے ((اَللّٰهُمَّ حَاسِبُنِيْ حِسَابًا يَّسِيْرًا)) جب آپ ﷺ فارغ ہوئے تو میں نے پوچھا حضور یہ آسان حساب کیا ہے؟ فرمایا: صرف نامہ اعمال پر نظر ڈال لی جائیگی اور کہہ دیا جائے گا کہ جاؤ ہم نے درگزر کیا لیکن اے عائشہ! جس سے اللہ تعالیٰ حساب لینے پر آئے گا وہ ہلاک ہو گا۔“ ② (مسند احمد) غرض جس کے دائیں ہاتھ میں نامہ اعمال آئے گا وہ اللہ کے سامنے پیش ہوتے ہی چھٹی پا جائیگا اور اپنے والوں کی طرف خوش خوش جنت میں واپس آئے گا۔ طبرانی میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں تم لوگ اعمال کر رہے ہو اور حقیقت کا علم کسی کو نہیں عنقریب وہ وقت آنے والا ہے کہ تم اپنے اعمال کو پہچان لو گے بعض وہ لوگ ہوں گے جو بھٹی خوشی اپنوں سے آلیں گے۔ اور بعض ایسے ہونگے کہ رنجیدہ، افسردہ اور ناخوش واپس آئیں گے اور جسے پیٹھ پیچھے سے بائیں ہاتھ میں ہاتھ موڑ کر نامہ اعمال دیا جائیگا وہ نقصان اور گھٹائی کی پکار پکارے گا۔ ہلاکت اور موت کو بلائے گا اور جہنم میں جائے گا دنیا میں خوب ہشاش بشاش تھا بے فکری سے مزے کر رہا تھا آخرت کا خوف عاقبت کا اندیشہ مطلق نہ تھا اب اس کو غم و رنج، یاس و حرمان، رنجیدگی اور افسردگی نے ہر طرف سے گھیر لیا۔ یہ سمجھ رہا تھا کہ موت کے بعد زندگی نہیں اسے یقین نہ تھا کہ لوٹ کر اللہ کے پاس بھی جانا ہے۔ پھر فرماتا ہے کہ ہاں ہاں اسے اللہ ضرور دوبارہ زندہ کرے گا۔ جیسے کہ پہلی مرتبہ اس نے اسے پیدا کیا پھر اس کے نیک و بد اعمال کی جزا و سزا دے گا۔ بندوں کے اعمال و احوال کی اسے اطلاع ہے اور وہ انہیں دیکھ رہا ہے۔

(شفق) سرخی کی قسم اور لوگوں کی حالت: [آیت: ۱۶-۲۵] شفق سے مراد وہ سرخی ہے جو غروب آفتاب کے بعد آسمان کے مغربی کناروں پر ظاہر ہوتی ہے۔ حضرت علی، حضرت ابن عباس، حضرت عبادہ بن صامت، حضرت ابو ہریرہ، حضرت شداد بن اوس،

① اس کی سند میں سفیان بن یسک، ضعیف راوی ہے (المیزان، ۲/ ۱۷۳، رقم: ۳۳۳۴) لہذا یہ روایت ضعیف ہے۔

② احمد، ۶/ ۴۸ ح ۲۴۲۱۵ و مسند حسن۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، محمد بن علی بن حسین، کھول بکر بن عبداللہ مزی، بکیر بن اشج مالک، ابن ابی ذؤب، عبدالعزیز بن ابوسلمہ، یاشون رضی اللہ عنہما یہی فرماتے ہیں کہ شفق اس سرخی کو کہتے ہیں۔ ① حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ بھی مروی ہے کہ مراد سفیدی ہے۔ پس شفق کناروں کی سرخی کو کہتے ہیں۔ وہ طلوع سے پہلے ہو یا غروب کے بعد اور اہل سنت کے نزدیک مشہور یہی ہے۔ خلیل کہتے ہیں عشاء کے وقت تک یہ شفق باقی رہتی ہے۔ ② جوہری کہتے ہیں سورج کے غروب ہونے کے بعد جو سرخی اور روشنی باقی رہتی ہے اسے شفق کہتے ہیں یہ اول رات سے عشاء کے وقت تک باقی رہتی ہے۔ عکرمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مغرب سے لے کر عشاء تک صحیح مسلم کی حدیث میں ہے کہ مغرب کا وقت شفق غائب ہونے تک ہے۔ ③ مجاہد رضی اللہ عنہ سے البتہ مروی ہے کہ اس سے مراد سارا دن ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ مراد سورج ہے۔ غالباً اس مطلب کی وجہ اس کے بعد کا جملہ ہے۔ تو گویا روشنی اور اندھیرے کی قسم کھائی۔ امام ابن جریر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں دن کے جانے اور رات کے آنے کی قسم ہے۔ اور دن نے کہا ہے سفیدی اور سرخی کا نام شفق ہے۔ اور قول ہے کہ یہ لفظ ان دونوں مختلف معنوں میں بولا جاتا ہے۔ ﴿وَمَسَقٌ﴾ کے معنی ہیں جمع کیا۔ یعنی رات کے ستاروں اور رات کے جانوروں کی قسم۔ اسی طرح رات کے اندھیرے میں تمام چیزوں کا اپنی اپنی جگہ چلے جانا۔ اور چاند کی قسم جب کہ وہ پورا ہو جائے پھر پورا ہو جائے اور پوری روشنی والا بن جائے۔ ﴿لَتَرْكَبُنَّ﴾ الخ کی تفسیر بخاری میں مرفوع حدیث سے مروی ہے کہ ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف چڑھتے چلے جاؤ گے۔ ④ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ”جو سال آئے گا وہ اپنے پہلے سے زیادہ برا ہوگا۔ میں نے اسی طرح تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔“ ⑤ اس حدیث کے اور اوپر والی حدیث کے الفاظ بالکل یکساں ہیں۔ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ مرفوع حدیث ہے۔ وَاللَّهِ اَعْلَمُ۔ اور یہ مطلب بھی اس حدیث کا بیان کیا گیا ہے کہ اس سے مراد ذات نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ اور اس کی تائید حضرت عمرؓ ابن عباس رضی اللہ عنہما عام اہل کہ اور اہل کوفہ کی قرأت سے بھی ہوتی ہے۔ ان کی قرأت ﴿لَتَرْكَبُنَّ﴾۔ (ب کے زیر سے) شععی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مطلب یہ ہے کہ اے نبی! تم ایک آسمان کے بعد دوسرے آسمان پر چڑھو گے۔ مراد اس سے معراج ہے یعنی منزل بمنزل چڑھتے چلے جاؤ گے۔ سدی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مراد یہ ہے کہ اپنے اپنے اعمال کے مطابق منزلیں ملے کر دو گے۔ جیسے حدیث میں ہے کہ ”تم اپنے سے اگلے لوگوں کے طریقوں پر چلو گے۔ بالکل برابر برابر یہاں تک کہ اگر ان میں سے کوئی گوہ کے سوراخ میں داخل ہوا ہو تو تم بھی یہی کرو گے۔ لوگوں نے کہا اگلوں سے مراد آپ کی کیا یہود و نصاریٰ ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر اور کون؟“ ⑥ حضرت کھول رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہر بیس سال کے بعد تم کسی نہ کسی ایسے کام کی ایجاد کرو گے جو اس سے پہلے نہ تھا۔ عبداللہ فرماتے ہیں آسمان پھٹے گا پھر سرخ رنگ ہو جائے گا پھر بھی رنگ بدلتے چلے جائیں گے۔

ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ”کبھی تو آسمان دھواں بن جائے گا پھر پھٹ جائے گا۔“ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ”یعنی بہت سے لوگ جو دنیا میں پست و ذلیل تھے آخرت میں بلند و ذی عزت بن جائیں گے اور بہت سے لوگ جو دنیا میں مرتبے اور عزت والے تھے وہ آخرت میں ذلیل و نامراد ہو جائیں گے۔“ عکرمہ رضی اللہ عنہ یہ مطلب بیان کرتے ہیں کہ پہلے دودھ پیتے

- ① الطبری، ۲۷۴/۱۹۔ ② ایضاً، ۲۷۵/۱۹۔ ③ صحیح مسلم، کتاب المساجد، باب اوقات الصلوات الخمس، ۶۱۲۔
- ④ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورة اذا السماء انشقت باب ﴿لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ﴾ ۴۹۴۰۔
- ⑤ صحیح بخاری، کتاب الفتن، باب لایأتی زمان الا الذی بعده شرمہ، ۷۰۶۸، ترمذی، ۲۲۶، احمد، ۱۷۹/۳۔
- ⑥ صحیح بخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة، باب قول النبی ﷺ ﴿لَتَبْعُنَّ سَنَنَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ﴾، ۷۳۲۰، صحیح مسلم، ۲۶۶۹ بتصرف یسیر۔

تھے پھر غذا کھاتے ہوئے۔ پہلے جوان تھے پھر بڑھے ہوئے۔ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں نرمی کے بعد سختی، سختی کے بعد نرمی۔ امیری کے بعد فقیری، فقیری کے بعد امیری۔ صحت کے بعد بیماری، بیماری کے بعد تندرستی۔ ایک مرفوع حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ”ابن آدم غفلت میں ہے۔ وہ پرواہ نہیں کرتا کہ کس لیے پیدا کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ جب کسی کو پیدا کرنا چاہتا ہے تو فرشتے سے کہتا ہے کہ اس کی روزی، اس کی اجل، اس کی زندگی، اس کا بدیا نیک ہونا لکھ لے۔ پھر وہ فارغ ہو کر چلا جاتا ہے اور دوسرا فرشتہ آتا ہے اور اس کی حفاظت کرتا ہے یہاں تک کہ اسے سمجھ آ جائے پھر وہ فرشتہ اٹھ جاتا ہے۔ پھر دوسرے فرشتے اس کا نامہ اعمال لکھنے والے آ جاتے ہیں۔ موت کے وقت وہ بھی چلے جاتے ہیں اور ملک الموت آ جاتے ہیں اس کی روح قبض کرتے ہیں۔ پھر قبر میں اس کی روح لوٹا دی جاتی ہے۔ ملک الموت چلے جاتے ہیں۔ اور سوال و جواب کرنے والے فرشتے آ جاتے ہیں اپنے کام کے بعد وہ بھی چلے جاتے ہیں۔ قیامت کے دن نیکی بدی کے فرشتے آ جائیں گے اور انکی گردن سے اس کا نامہ اعمال کھول لیں گے پھر اس کے ساتھ ہی رہیں گے۔ ایک ساکن ہے دوسرا شہید ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ﴿لَقَدْ كُنْتُمْ لِي غَافِلِينَ هَذَا﴾ ❶ تو اس سے غافل تھا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت ﴿لَقَدْ كُنْتُمْ لِي غَافِلِينَ﴾ الخ ❷ پڑھی یعنی ایک حال سے دوسرا حال، پھر فرمایا: لوگو! تمہارے آگے بڑے بڑے اہم امور آرہے ہیں جن کی تمہیں طاقت ہی نہیں۔ اللہ تعالیٰ بلند و برتر سے مدد چاہو، یہ حدیث ابن ابی حاتم میں ہے منکر حدیث ہے اور اس کی سند میں ضعیف راوی ہیں لیکن اس کا مطلب بالکل صحیح اور درست ہے۔ واللہ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَىٰ أَعْلَمُ۔ امام ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے ان تمام اقوال کو بیان کر کے فرمایا ہے کہ صحیح مطلب یہ ہے کہ آپ اے محمد! سخت سخت کاموں میں ایک کے بعد ایک میں پڑنے والے ہیں اور گو خطاب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہی ہے لیکن مراد سب لوگ ہیں کہ وہ قیامت کی ایک کے بعد ایک ہولناکی دیکھیں گے۔ پھر فرمایا کہ انہیں کیا ہو گیا یہ کیوں نہیں ایمان لاتے؟ اور انہیں قرآن سن کر سجدے میں گر پڑنے سے کوئی چیز روکتی ہے؟ بلکہ یہ کفار تو الٹا جھٹلاتے ہیں اور حق کی مخالفت کرتے ہیں اور سرکشی میں اور برائی میں پھنسے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے دلوں کی باتوں کو جنہیں یہ چھپا رہے ہیں بخوبی جانتا ہے۔ تم اے نبی! انہیں خبر پہنچا دو کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔ پھر فرمایا کہ اس عذاب سے محفوظ ہو کر بہترین اجر کے مستحق ایماندار نیک کردار لوگ ہیں۔ انہیں پورا پورا بے کٹا بے حساب اجر ملے گا۔

جیسے اور جگہ ہے ﴿عَطَاءٌ غَيْرٌ مَّجْدُودٌ﴾ ❸ بعض لوگوں نے یہ بھی کہہ دیا ہے کہ بلا احسان۔ لیکن یہ معنی ٹھیک نہیں۔ ہر آن ہر لمحہ اور ہر وقت اللہ تعالیٰ عزوجل کے اہل جنت پر احسان و انعام ہوں گے۔ بلکہ صرف اس کے احسان اور اس کے فضل و کرم کی بنا پر انہیں جنت نصیب ہوئی نہ کہ ان کے اعمال کی وجہ سے۔ پس اس مالک کا تو بیشک اور مدام والا احسان اپنی مخلوق پر ہے ہی۔ اس کی ذات پاک ہر طرح کی ہر وقت کی تعریفوں کے لائق ہمیشہ ہمیشہ ہے۔ اسی لیے اہل جنت پر اللہ کی تسبیح اور اس کی حمد کا الہام اسی طرح کیا جائے گا جس طرح سانس بلا تکلیف اور بے تکلف بلکہ بے ارادہ چلتا رہتا ہے۔ قرآن فرماتا ہے ﴿وَإِخْرُؤْهُمْ أَنْ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ﴾ ❹ یعنی ان کا آخری قول یہی ہوگا کہ سب تعریف جہانوں کے پالنے والے اللہ کے لیے ہی ہے۔

الحمد لله سورة الشقاق کی تفسیر ختم ہوئی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق خیر دے اور ہمیں برائی سے بچائے۔

❶ ۵۰/ق: ۲۲۔ ❷ وسندہ موضوع اس کی سند میں مروی شرا لکھی کے متعلق ابن حبان کہتے ہیں ثقات سے موضوع روایت بیان کرتا تھا

(المیزان، ۳/ ۲۶۸، رقم: ۶۳۸۴) اور جابر بھی متروک راوی ہے (المیزان، ۱/ ۳۷۹، رقم: ۱۴۲۵)

❸ ۱۱/ ہود: ۱۰۸۔ ❹ ۱۰/ یونس: ۱۰۔

تفسیر سورہ بروج

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الْبُرُوجِ ۝ وَالْيَوْمِ الْمَوْعُودِ ۝ وَشَهِيدٍ ۝ وَمَشْهُودٍ ۝ قُتِلَ

أَصْحَبُ الْأَخْدُودِ ۝ النَّارِ ذَاتِ الْوَقُودِ ۝ إِذْ هُمْ عَلَيْهَا قُعُودٌ ۝ وَهُمْ عَلَىٰ مَا

يَفْعَلُونَ بِالْمُؤْمِنِينَ شُهُودٌ ۝ وَمَا نَقَمُوا مِنْهُمْ إِلَّا أَن يُؤْمِنُوا بِاللّٰهِ الْعَزِيزِ

الْحَمِيدِ ۝ الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ ۝ وَاللّٰهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ

شَهِيدٌ ۝ إِنَّ الَّذِينَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ ثُمَّ لَمْ يَتُوبُوا فَلَهُمْ عَذَابٌ

جَهَنَّمَ وَلَهُمْ عَذَابُ الْحَرِيقِ ۝

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع ہے جو بہت بخشش کرنے والا اور بڑا مہربان ہے۔

برجوں والے آسمان کی قسم، [۱] وعدہ کئے ہوئے دن کی قسم [۲] حاضر ہونے والے اور حاضر کیے گئے کی قسم [۳] کہ خندقوں والے ہلاک کیے گئے [۴] وہ ایک آگ تھی ایدھن والی [۵] یہ لوگ اس کے آس پاس بیٹھے [۶] مسلمانوں کے ساتھ جو کر رہے تھے اپنے سامنے دیکھ رہے تھے [۷] یہ لوگ ان مسلمانوں کے کسی اور گناہ کا بدلہ نہیں لے رہے تھے سوائے اس کے کہ وہ اللہ تعالیٰ غالب لائق حمد کی ذات پر ایمان لائے تھے [۸] جس کا آسمان وزمین ملک ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر حاضر خوب واقف ہے۔ [۹] بے شک جن لوگوں نے مسلمان مرد و عورتوں کو ستایا پھر توبہ بھی نہ کی ان کے لیے جہنم کا عذاب ہے اور جلتے کے عذاب ہیں۔ [۱۰]

تعارف سورت: مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ عشاء کی نماز میں یہ سورت اور سورہ ﴿وَالسَّمَاءِ وَالطَّارِقِ﴾ پڑھتے تھے۔ ①

اور حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے مساوات کی ان سورتوں کا عشاء کی نماز میں پڑھنے کا حکم دیا ہے۔ ②

بروج آسمانی کی قسم: [آیت: ۱۰] بروج سے مراد بڑے بڑے ستارے ہیں جیسے کہ ﴿جَعَلَ فِي السَّمَاءِ بُرُوجًا﴾ ③ کی تفسیر میں

گزر چکا۔ حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ بروج وہ ہیں جن میں حفاظت کرنے والے رہتے ہیں۔ یحییٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ

آسمانی محل ہے۔ منہال بن عمرو رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ مراد اچھی بناوٹ والے آسمان ہیں۔ ④ ابن خثیمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس سے

مراد سورج چاند کی منزلیں ہیں جو بارہ ہیں کہ سورج ان میں سے ہر ایک میں ایک مہینہ چلتا رہتا ہے اور چاند ان میں سے ہر ایک میں دو

دن اور ایک تہائی دن چلتا ہے تو یہ اٹھائیس دن ہوئے اور دور اتوں تک وہ پوشیدہ رہتا ہے نہیں نکلتا۔ ⑤ ابن ابی حاتم کی حدیث میں

① احمد، ۲/۳۲۶، ۲/۴۷۸؛ (التقریب، ۲/۴۷۸؛ رقم: ۱۵۰)

② احمد، ۲/۳۲۷ وسندہ ضعیف جداً؛ مجمع الزوائد، ۲/۱۲۱ اس کی سند میں بھی ابوالخضر ہے۔

③ ۲۵/الفرقان، ۶۱۔ ④ تفسیر قرطبی، ۱۹/۲۸۳۔ ⑤ الطبری، ۲۴/۳۳۲۔

ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ”(يَوْمَ مَوْعُودٍ) سے مراد قیامت کا دن ہے۔ اور شاہد سے مراد جمعہ کا دن ہے۔“ سورج جن جن دنوں پر نکلتا اور ڈوبتا ہے ان میں سب سے اعلیٰ اور افضل دن جمعہ کا دن ہے۔ اس میں ایک ساعت ایسی ہے کہ اس میں بندہ جو بھلائی طلب کرے مل جاتی ہے اور جس برائی سے پناہ چاہے مل جاتی ہے۔ اور (مَشْهُودٌ) سے مراد عرفہ کا دن ہے۔

یوم مشہود کیا ہے: ابن خزیمہ میں بھی یہ حدیث ہے۔ ① موسیٰ بن عبیدہ ربذی اس کے راوی ہیں اور یہ ضعیف ہیں یہ روایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے خود ان کے قول سے مروی ہے اور یہی زیادہ صحیح معلوم ہوتی ہے۔ مسند احمد میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی یہی مروی ہے ② اور حضرات سے بھی یہ تفسیر مروی ہے اور ان میں اختلاف نہیں۔ فَالْحَمْدُ لِلَّهِ اور روایت میں مرفوعاً مروی ہے کہ جمعہ کے دن کو جسے یہاں شاہد کہا گیا ہے یہ خاص ہمارے لیے بطور خزانے کے چھپا رکھا گیا تھا۔ ③ اور حدیث میں ہے کہ تمام دنوں کا سردار جمعہ کا دن ہے۔ ④ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ بھی مروی ہے کہ شاہد سے مراد خود ذات محمد ﷺ ہیں اور (مشہود) سے مراد قیامت کا دن ہے۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی (ذَلِكَ يَوْمٌ مَّجْمُوعٌ لَّهُ النَّاسُ وَذَلِكَ يَوْمٌ مَّشْهُودٌ) ⑤ یعنی اس دن کے لیے لوگ جمع کیے گئے ہیں اور یہ دن مشہود یعنی حاضر کیا گیا ہے۔

ایک شخص نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ شاہد اور مشہود کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: تم نے کسی اور سے پوچھا؟ اس نے کہا ہاں ابن عمر اور ابن زبیر رضی اللہ عنہما سے۔ فرمایا: انہوں نے کیا جواب دیا؟ کہا قربانی کا دن اور جمعہ کا دن۔ فرمایا: نہیں بلکہ مراد شاہد سے محمد ﷺ ہیں جیسے قرآن میں اور جگہ ہے (فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَى هَؤُلَاءِ شَهِيدًا) ⑥ ”یعنی کیا حال ہو گا جب ہم ہر امت میں سے گواہ لائیں گے اور تجھے ان پر گواہ بنائیں گے“ اور مشہود سے مراد قیامت کا دن ہے قرآن کہتا ہے (وَذَلِكَ يَوْمٌ مَّشْهُودٌ)۔ یہ بھی مروی ہے کہ شاہد سے مراد ابن آدم اور مشہود سے مراد قیامت کا دن اور مشہود سے مراد جمعہ بھی مروی ہے۔ اور شاہد سے مراد خود اللہ بھی ہے اور عرفہ کا دن بھی ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے ”جمعہ کے دن مجھ پر بکثرت درود پڑھا کر وہ مشہود دن ہے جس پر فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں شاہد اللہ ہے۔ قرآن کہتا ہے (وَسُكِّنِي بِاللَّهِ شَهِيدًا) ⑦ اور مشہود ہم ہیں۔ قیامت کے دن ہم سب اللہ کے سامنے حاضر کر دیئے جائیں گے۔ اکثر حضرات کا یہ فرمان ہے کہ شاہد جمعہ کا دن ہے اور مشہود عرفہ کا دن ہے۔ ان قسموں کے بعد ارشاد ہوتا ہے کہ خندقوں والوں پر لعنت ہو۔ یہ کفار کی ایک قوم تھی جنہوں نے ایمانداروں کو مغلوب کر کے انہیں دین سے ہٹانا چاہا اور ان کے انکار پر زمین میں گڑھے کھود کر ان میں لکڑیاں بھر کر آگ بھڑکائی پھر ان سے کہا کہ اب بھی دین سے پلٹ جاؤ۔ ان اللہ والے لوگوں نے انکار کیا۔ اور ان نالہ اللہ ترس کرنے والے کفار نے ان مسلمانوں کو اس بھڑکتی ہوئی آگ میں ڈال دیا۔ اسی کو بیان کیا جاتا ہے کہ یہ لوگ ہلاک ہوئے۔ یہ ایندھن بھری بھڑکتی ہوئی آگ کی خندقوں کے کناروں پر بیٹھے ان مؤمنوں کے جلنے کا تماشا دیکھ رہے تھے۔ اور اس عداوت و عذاب کا سبب ان مؤمنوں کا کوئی قصور نہ تھا انہیں تو صرف ان کی ایمان داری پر غضب و غصہ تھا۔ دراصل غلبہ رکھنے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے اس کی پناہ میں آ جانے والا کبھی برباد نہیں ہوتا وہ اپنے تمام اقوال و

① الطبری، ۲۴/۳۳۳، ابن خزیمہ، ۳/۱۱۶، وسندہ ضعیف اس کی سند میں موسیٰ بن عبیدہ ربذی ضعیف راوی ہے (المیزان، ۲/۲۵۶)۔
 ② احمد، ۲/۲۹۸، سندہ ضعیف علی بن زید بن جدعان ضعیف ویونس بن عبید مدلس فالطریقان ضعیفان۔
 ③ المعجم الكبير، ۵۸/۳۴، وسندہ ضعیف لانتقاعہ۔
 ④ الطبری، ۲۴/۳۳۴۔

⑤ ۱۱/مود: ۱۰۳۔ ⑥ ۴/النساء: ۴۱۔ ⑦ ۴/النساء: ۷۹۔

انفعال شریعت اور تقدیر میں قابل تعریف ہے وہ اگر اپنے خاص بندوں کو کسی وقت کافروں کے ہاتھ سے تکلیف بھی پہنچا دے اور اس کا راز کسی کو معلوم نہ ہو سکے تو نہ ہو لیکن دراصل وہ مصلحت و حکمت کی بنا پر ہی ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے پاکیزہ اوصاف میں سے یہ بھی ہے کہ وہ زمینوں اور آسمانوں اور کل مخلوقات کا مالک ہے اور وہ ہر چیز کا حاضر ناظر ہے کوئی چیز اس سے مخفی نہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ اہل فارس کا ہے۔ ان کے بادشاہ نے یہ قانون جاری کرنا چاہا کہ محرمات ابدیہ یعنی ماں بہن بیٹی وغیرہ سب حلال ہیں اس وقت کے علمائے کرام نے اس کا انکار کیا اور روکا۔ اس پر اس نے خند قین کھدوا کر اس میں آگ جلا کر ان حضرات کو اس میں ڈال دیا۔ چنانچہ یہ اہل فارس آج تک ان عورتوں کو حلال ہی جانتے ہیں۔ یہ بھی مروی ہے کہ یہ لوگ یعنی تھے مسلمانوں میں اور کافروں میں لڑائی ہوئی۔ مسلمان غالب آ گئے پھر دوسری لڑائی میں کافر غالب آ گئے تو انہوں نے گڑھے کھدوا کر ایمان والوں کو جلا دیا۔ یہ بھی مروی ہے کہ یہ واقعہ اہل حبش کا ہے۔ یہ بھی مروی ہے کہ یہ واقعہ بنی اسرائیل کا ہے۔ انہوں نے دانیال اور ان کے ساتھیوں کے ساتھ یہ سلوک کیا تھا۔ اور اقوال بھی ہیں۔

کھائیوں والوں کا واقعہ: مسند احمد میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ ”اگلے زمانہ میں ایک بادشاہ تھا اس کے ہاں جادوگر تھا۔ جب جادوگر بوڑھا ہوا تو اس نے بادشاہ سے کہا کہ اب میں بوڑھا ہو گیا ہوں اور میری موت کا وقت آ رہا ہے مجھے کسی بچے کو سونپ دو تو میں اسے جادو سکھا دوں۔ چنانچہ ایک ذہین لڑکے کو وہ تعلیم دینے لگا۔ لڑکا اس کے پاس جاتا تو راستہ میں ایک راہب کا گھر پڑتا جہاں وہ عبادت میں اور کبھی وعظ میں مشغول ہوتا۔ یہ بھی کھڑا ہو جاتا اس کے طریق عبادت کو دیکھتا اور وعظ سنتا۔ آتے جاتے یہاں رک جایا کرتا تھا۔ جادوگر بھی مارتا اور ماں باپ بھی۔ کیونکہ وہاں بھی دیر میں پہنچتا اور یہاں بھی دیر میں آتا۔ ایک دن اس بچے نے راہب کے سامنے اپنی یہ شکایت بیان کی۔ راہب نے کہا کہ جب جادوگر تجھ سے پوچھے کہ کیوں دیر لگ گئی تو کہہ دینا کہ گھر والوں نے روک لیا تھا۔ اور گھر والے بگڑیں تو کہہ دینا کہ آج جادوگر نے روک لیا تھا یونہی ایک زمانہ گزر گیا کہ ایک طرف تو وہ جادو سیکھتا تھا دوسری جانب کلام اللہ اور اللہ کا دین سیکھتا تھا۔ ایک دن یہ دیکھتا ہے کہ راستہ میں ایک زبردست ہیبت ناک جانور پڑا ہوا ہے لوگوں کی آمد و رفت بند کر رکھی ہے۔ ادھر والے ادھر اور ادھر والے ادھر نہیں آ سکتے اور سب لوگ ادھر ادھر حیران و پریشان کھڑے ہیں۔ اس نے اپنے دل میں سوچا کہ آج موقع ہے کہ میں امتحان کر لوں کہ راہب کا اللہ دین کو پسند ہے یا جادوگر کا۔ اس نے ایک پتھر اٹھایا اور یہ کہہ کر اس پر پھینکا کہ اے اللہ! اگر تیرے نزدیک راہب کا دین اور اس کی تعلیم جادوگر کے امر سے زیادہ محبوب ہے تو تو اس جانور کو اس پتھر سے ہلاک کر دے تاکہ لوگوں کو اس بلا سے نجات ملے۔ پتھر کے ٹکٹے ہی وہ جانور مر گیا اور لوگوں کا آنا جانا شروع ہو گیا۔ پھر جاکر راہب کو خبر دی اس نے کہا پیارے بچے! تو مجھ سے افضل ہے۔ اب اللہ کی طرف سے تیری آزمائش ہوگی اگر ایسا ہو تو تو کسی کو میری خبر نہ کرنا۔ اب اس بچے کے پاس حاجت مند لوگوں کا تانتا لگ گیا۔ اور اس کی دعا سے مادر زاد اندھے کوڑھی جذامی اور ہر قسم کے بیمار اچھے ہونے لگے۔ بادشاہ کے ایک تائبنا وزیر کے کان میں بھی یہ آواز پڑی وہ بڑے تھپے تھپے لے کر حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ اگر تو مجھے شفا دے دے تو یہ سب میں تجھے دے دوں گا۔ اس نے کہا کہ شفا میرے ہاتھ نہیں۔ میں کسی کو شفا نہیں دے سکتا شفا دینے والا تو اللہ وحدہ لا شریک لہ ہے۔ اگر تو اس پر ایمان لانے کا وعدہ کرے تو میں اس سے دعا کروں۔ اس نے اقرار کیا۔ بچے نے اس کے لیے دعا کی اللہ تعالیٰ نے اسے شفا دیدی وہ بادشاہ کے دربار میں آیا اور جس طرح اندھا ہونے سے پہلے کام کرتا تھا کرنے لگا اور آنکھیں بالکل روشن تھیں۔ بادشاہ نے متعجب ہو کر پوچھا کہ تجھے آنکھیں کس نے دیں؟ اس نے کہا میرے رب نے۔ بادشاہ نے کہا: ہاں! یعنی میں نے۔ وزیر نے کہا نہیں نہیں میرا اور تیرا رب اللہ ہے۔ بادشاہ ہے کہا اچھا تو کیا میرے سوا تیرا کوئی اور رب بھی ہے۔ وزیر نے کہا

ہاں میرا اور تیرا رب اللہ عزوجل ہے۔ اب اس نے اسے مار پیٹ شروع کر دی اور طرح طرح کی تکلیفیں اور ایذائیں پہنچانے لگا اور پوچھنے لگا تجھے یہ تعلیم کس نے دی؟ آخر اس نے بتا دیا کہ اس بچے کے ہاتھ پر میں نے اسلام قبول کیا۔ اس نے اسے بلوایا اور کہا اب تو تم جادو میں خوب کامل ہو گئے ہو کہ اندھوں کو دیکھنا اور بیماروں کو تندرست کرنے لگ گئے۔ اس نے کہا غلط ہے نہ میں کسی کو شفا دے سکتا ہوں نہ جادو۔ شفا اللہ عزوجل کے ہاتھ میں ہے۔ کہنے لگا: ہاں! یعنی میرے ہاتھ میں ہے کیونکہ اللہ تو میں ہی ہوں۔ اس نے کہا ہر گز نہیں۔ کہا پھر کیا تو میرے سوا کسی اور کو رب مانتا ہے۔ تو وہ کہنے لگا ہاں میرا اور تیرا رب اللہ تعالیٰ ہے۔ اس نے اب اسے بھی طرح طرح کی سزائیں دینی شروع کیں یہاں تک کہ راہب کا پتہ لگالیا۔ راہب کو بلا کر اس سے کہا کہ تو اسلام کو چھوڑ دے اور اس دین سے پلٹ جا۔ اس نے انکار کیا تو بادشاہ نے آ رہے سے اسے چیر دیا اور ٹھیک دو ٹکڑے کر کے پھینک دیا۔ پھر اس نوجوان سے کہا کہ تو بھی دین سے پھر جا۔ اس نے بھی انکار کیا۔ تو بادشاہ نے حکم دیا کہ ہمارے سپاہی اسے فلاں فلاں پہاڑ پر لے جائیں اور اس کی بلند چوٹی پر پہنچ کر پھر اسے اس کے دین چھوڑ دینے کو کہیں۔ اگر مان لے تو اچھا ورنہ وہیں سے اسے لڑھکا دیں۔ چنانچہ یہ لوگ اسے لے گئے جب وہاں سے دھکا دینا چاہا تو اس نے اللہ تبارک و تعالیٰ سے دعا کی (اَللّٰهُمَّ اَكْفِنِيْهِمْ بِمَا شِئْتَ) اے اللہ! جس طرح چاہ مجھے ان سے نجات دے۔ اس دعا کے ساتھ ہی پہاڑ ہلا اور وہ سب سپاہی لڑھک گئے صرف وہ بچہ ہی بچا رہا۔ وہاں سے وہ اتر اور ہنسی خوشی پھر اس ظالم بادشاہ کے پاس آ گیا۔ بادشاہ نے کہا کہ یہ کیا ہوا؟ میرے سپاہی کہاں ہیں؟ فرمایا: میرے اللہ نے مجھے ان سے بچالیا۔ اس نے کچھ اور سپاہی بلوائے اور ان سے کہا کہ اسے کشتی میں بٹھا کر لے جاؤ اور پتھوں بیچ سمندر میں ڈبو کر چلے آؤ۔ یہ اسے لے کر چلے اور بیچ میں پہنچ کر جب سمندر میں پھینکنا چاہا تو اس نے پھر وہی دعا کی کہ بارالہ جس طرح چاہ مجھے ان سے بچا۔ موج اٹھی اور وہ سپاہی سارے کے سارے سمندر میں ڈوب گئے صرف وہ بچہ ہی باقی رہ گیا۔ یہ پھر بادشاہ کے پاس آیا اور کہا میرے رب نے مجھے ان سے بھی بچالیا۔ اے بادشاہ! تو چاہے تمام تر تدبیریں کر ڈال لیکن مجھے ہلاک نہیں کر سکتا۔ ہاں جس طرح میں کہوں اس طرح اگر کرے تو البتہ میری جان نکل جائے گی۔ اس نے کہا کیا کروں؟ فرمایا: تمام لوگوں کو ایک میدان میں جمع کر پھر کھجور کے تنے پر سولی چڑھا اور میرے ترکش میں سے ایک تیر نکال کر میری کمان پر چڑھا اور (بِسْمِ اللّٰهِ رَبِّ هٰذَا الْعُلَمَاءِ) یعنی اس اللہ تعالیٰ کے نام سے جو اس بچے کا رب ہے کہہ کر وہ تیر میری طرف پھینک دے۔ وہ مجھے لگے گا اور اس سے میں مروں گا۔ چنانچہ بادشاہ نے یہی کیا تیر بچے کی کپٹی میں لگا اس نے اپنا ہاتھ اس جگہ رکھ لیا اور شہید ہو گیا۔ اس کے اس طرح شہید ہوتے ہی لوگوں کو اس کے دین کی سچائی کا یقین آ گیا چو طرف سے یہ آوازیں اٹھنے لگیں کہ ہم سب اس بچے کے رب پر ایمان لا چکے۔ یہ حال دیکھ کر بادشاہ کے ساتھی بڑے گھبرائے اور بادشاہ سے کہنے لگے اس لڑکے کی ترکیب ہم تو سمجھ ہی نہیں۔ دیکھئے اس کا یہ اثر پڑا کہ یہ تمام لوگ اس کے مذہب پر ہو گئے۔ ہم نے تو اسی لیے قتل کیا تھا کہ کہیں یہ مذہب پھیل نہ پڑے لیکن وہ ڈر تو سامنے ہی آ گیا اور سب مسلمان ہو گئے۔ بادشاہ نے کہا کہ اچھا یہ کرو کہ تمام محلوں اور راستوں میں خندقیں کھدواؤ ان میں لکڑیاں بھرو اور ان میں آگ لگا دو۔ جو اس دین سے پھر جائے اسے چھوڑ دو اور جو نہ مانے اسے آگ میں ڈال دو۔ ان مسلمانوں نے صبر و سہار کے ساتھ آگ میں جلنا منظور کر لیا اور اس میں کود کود کر گرنے لگے۔ البتہ ایک عورت جس کی گود میں دودھ پیتا چھوٹا سا بچہ تھا وہ ذرا جھجکی تو اس بچہ کو اللہ تعالیٰ نے بولنے کی طاقت دی اس نے کہا اماں کیا کر رہی ہو تم تو حق پر ہو صبر کرو اور اس میں کود پڑو۔ ❶ یہ حدیث مسند احمد میں بھی ہے اور صحیح مسلم کے آخر میں بھی ہے اور نسائی میں بھی قدرے اختصار کے ساتھ ہے۔

ترمذی کی حدیث میں ہے کہ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ عصر کی نماز کے بعد عموماً زیر لب کچھ فرمایا کرتے تھے تو آپ ﷺ سے پوچھا گیا کہ حضور! کیا فرماتے ہیں؟ فرمایا: نبیوں میں سے ایک نبی تھے جو اپنی امت پر فخر کرتے تھے کہنے لگے ان کی دیکھ بھال کون کرے گا؟ تو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی بھیجی کہ انہیں اختیار ہے خواہ اس بات کو پسند کریں کہ میں خود ان سے انتقام لوں خواہ اس بات کو پسند کریں کہ میں ان پر ان کے دشمنوں کو مسلط کر دوں۔ انہوں نے انتقام کو پسند کیا۔ چنانچہ ایک ہی دن میں ان میں سے ستر ہزار مر گئے اس کے ساتھ ہی آپ ﷺ نے یہ حدیث بھی بیان کی جو ادھر گزری۔ پھر آخر میں آپ ﷺ نے فِئْسَل سے مَجِیْد تک کی آیتوں کی تلاوت فرمائی۔ یہ نوجوان شہید دفن کر دیے گئے تھے۔ اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانہ میں ان کی قبر سے انہیں نکالا گیا تھا۔ ان کی انگلی اسی طرح ان کی کینٹی پر رکھی ہوئی تھی جس طرح بوقت شہادت تھی۔ ① امام ترمذی رحمہ اللہ اسے حسن غریب بتلاتے ہیں۔ لیکن اس روایت میں یہ صراحت نہیں کہ یہ واقعہ نبی ﷺ نے بیان فرمایا تو ممکن ہے کہ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ نے ہی اس واقعہ کو بیان فرمایا ہو ان کے پاس نصرانیوں کی ایسی حکایتیں بہت ساری تھیں۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ امام محمد بن اسحاق رحمہ اللہ نے بھی اس قصہ کو دوسرے الفاظ میں بیان فرمایا ہے جو اس کے خلاف ہے وہ کہتے ہیں کہ ”نجرانی لوگ بت پرست مشرک تھے اور نجران کے پاس ایک چھوٹا سا گاؤں تھا جس میں ایک جادوگر تھا نجرانیوں کو جادو سکھایا کرتا تھا۔ فیمن نامی ایک بزرگ عالم یہاں آئے اور نجران اور اس گاؤں کے درمیان انہوں نے اپنا پڑاؤ ڈالا۔ شہر کے لڑکے جو جادوگر سے جادو سیکھنے جایا کرتے تھے ان میں تاجر کا ایک لڑکا عبداللہ نامی تھا اسے آتے جاتے راہب کی عبادت اور اس کی نماز وغیرہ کے دیکھنے کا موقع ملتا۔ اس پر غور و خوض کرتا اور دل میں اس کے مذہب کی سچائی جگہ کرتی جاتی۔ پھر تو اس نے یہاں آنا جانا شروع کر دیا اور مذہب ہی تعلیم بھی اس راہب سے لینے لگا۔ کچھ دنوں بعد اس مذہب میں داخل ہو گیا اور اسلام قبول کر لیا تو حید کا پابند ہو گیا اور ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے لگا اور علم دین اچھی طرح حاصل کر لیا۔ وہ راہب اسم اعظم بھی جانتا تھا۔ اس نے ہر چند خواہش کی کہ اسے بتادے لیکن اس نے نہ بتایا اور کہہ دیا کہ ابھی تم میں اس کی صلاحیت نہیں آئی تم ابھی کمزور دل والے ہو اس کی طاقت میں تم میں نہیں پاتا۔ عبداللہ کے باپ تاجر کو اپنے بیٹے کے مسلمان ہو جانے کی مطلق خبر نہ تھی۔ وہ تو اپنے نزدیک یہ سمجھ رہا تھا کہ میرا بیٹا جادو سیکھ رہا ہے اور وہیں آتا جاتا رہتا ہے۔ عبداللہ نے جب دیکھا کہ راہب مجھے اسم اعظم نہیں سکھاتے اور انہیں میری کمزوری کا خوف ہے تو ایک دن انہوں نے تیر لیے اور جتنے نام اللہ تبارک و تعالیٰ کے انہیں یاد تھے ہر ہر تیر پر ایک ایک نام لکھا پھر آگ جلا کر بیٹھ گئے اور ایک ایک تیر کو اس میں ڈالنا شروع کیا جب وہ تیر آجاس پر اسم اعظم تھا تو وہ آگ میں پڑتے ہی اچھل کر باہر نکل آیا اور اس پر آگ نے بالکل اثر نہ کیا۔ سمجھ لیا کہ یہی اسم اعظم ہے۔ اپنے استاد کے پاس آئے اور کہا حضرت اسم اعظم کا علم مجھے ہو گیا۔ استاد نے پوچھا بتاؤ کیا ہے؟ اس نے بتایا۔ راہب نے پوچھا کیسے معلوم ہوا؟ تو اس نے سارا واقعہ کہہ سنایا۔ تو فرمایا کہ بھائی تم نے خوب معلوم کر لیا واقعی یہی اسم اعظم ہے اسے اپنے ہی تک رکھو لیکن مجھے ڈر ہے کہ تم کھل جاؤ گے۔ ان کی یہ حالت ہوئی کہ یہ نجران میں آئے یہاں جس بیمار پر جس دھکی پر جس ستم رسیدہ پر نظر پڑی اس سے کہا کہ اگر تم موحد بن جاؤ اور دین اسلام قبول کر لو تو میں اپنے رب سے دعا کرتا ہوں وہ تمہیں شفا اور نجات دے دے گا اور دکھ بلا کو نال دے گا۔ وہ اسے قبول کر لیتا یہ اسم اعظم کے ساتھ دعا کرتے اللہ تعالیٰ اسے بھلا چکا کر دیتا۔ اب نجرانیوں کے ٹھٹھہ لگنے لگے اور جماعت کی جماعت روزانہ مشرف باسلام اور فائز المرام ہونے لگی۔ آخر بادشاہ کو اس کا علم ہوا اس نے اسے بلا کر

دھکایا کہ تو نے میری رعیت کو بگاڑ دیا اور میرے باپ دادوں کے مذہب پر حملہ کیا میں اس کی سزائیں تیرے ہاتھ پاؤں کاٹ کر تجھے چورنگ کرادوں گا۔ عبداللہ بن تامر نے جواب دیا کہ تو ایسا نہیں کر سکتا۔ اب بادشاہ نے اسے پھاڑ پر سے گرا دیا لیکن وہ نیچے آ کر صحیح سلامت رہا۔ سارے جسم پر کہیں چوٹ بھی نہ آئی۔ نجران کے ان طوفان خیز دریاؤں میں گرداب کی جگہ انہیں ڈالا جہاں سے کوئی بچ نہیں سکتا، لیکن یہ وہاں سے بھی صحت و سلامتی کے ساتھ واپس آ گئے۔ غرض ہر طرح عاجز آ گیا تو پھر حضرت عبداللہ بن تامر نے فرمایا: کہ اے بادشاہ سن! تو میرے قتل پر کبھی قادر نہ ہوگا یہاں تک کہ تو اس دین کو مان لے جسے میں مانتا ہوں، اور ایک اللہ کی عبادت کرنے لگے اگر تو یہ کر لے گا تو پھر تو مجھے قتل کر سکتا ہے۔ بادشاہ نے ایسا ہی کیا۔ اس نے حضرت عبداللہ کا بتلایا ہوا کلمہ پڑھا اور مسلمان ہو کر جو لکڑی اس کے ہاتھ میں تھی اس سے حضرت عبداللہ کو مارا جس سے کچھ یونہی سے کھر بیچ آئی اور اسی سے وہ شہید ہو گئے۔ اللہ ان سے خوش ہو اور اپنی خاص رحمتیں انہیں عنایت فرمائے۔ ان کے ساتھ ہی بادشاہ بھی مر گیا۔ اس واقعہ نے لوگوں کے دلوں میں یہ بات پیوست کر دی کہ دین ان کا ہی سچا ہے۔ چنانچہ نجران کے تمام لوگ مسلمان ہو گئے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سچے دین پر قائم ہو گئے اور وہی مذہب اس وقت برحق تھا۔ ابھی تک حضور ﷺ نبی بن کر دنیا میں آئے نہ تھے لیکن پھر ایک زمانہ کے بعد ان میں بدعتیں پیدا ہونے لگیں اور پھیل گئیں اور دین حق کا نور چھن گیا۔ غرض نجران میں عیسائیت کے پھیلنے کا اصلی سبب یہ تھا۔ ایک زمانہ کے بعد ذونو اس یہودی نے اپنے لشکر لے کر ان نصرانیوں پر چڑھائی کی اور غالب آ گیا پھر ان سے کہا یا تو یہودیت قبول کر لو یا موت۔ انہوں نے قتل ہونا منظور کیا۔ اس نے خنذقیں کھدوا کر آگ سے پر کر کے ان کو جلا دیا۔ بعضوں کو قتل بھی کیا۔ بعضوں کے ہاتھ پاؤں ناک کان کاٹ دیے وغیرہ۔

تقریباً بیس ہزار مسلمانوں کو اس سرکش نے قتل کیا۔ اسی کا ذکر آیت ﴿فَقُتِلَ أَصْحَابُ الْأُخْدُودِ﴾ میں ہے۔ ذونو اس کا نام زرعہ تھا اس کی بادشاہت کے زمانہ میں اسے یوسف کہا جاتا تھا۔ اس کے باپ کا نام بیان اسعد ابی کریب تھا جو تنج ہے جس نے مدینہ میں غزوہ کیا اور کعبہ کو پردہ چڑھایا اس کے ساتھ دو یہودی عالم تھے۔ یمن والے ان ہی کے ہاتھ پر یہودی مذہب میں داخل ہوئے۔ ذونو اس نے ایک ہی دن میں صرف صبح کے وقت ان کھائیوں میں بیس ہزار ایمان والوں کو قتل کیا۔ ان میں سے صرف ایک ہی شخص بچ نکلا جس کا نام دوس ذی ثعلبان تھا یہ گھوڑے پر بھاگ کھڑا ہوا۔ گو اس کے پیچھے بھی گھوڑے سوار دوڑائے لیکن یہ ہاتھ نہ لگا۔ یہ سیدہ شاہ روم قیصر کے پاس گیا اس نے حبشہ کے بادشاہ نجاشی کو لکھا۔ چنانچہ دوس وہاں سے حبشہ کے نصرانیوں کا لشکر لے کر یمن آیا اس کے سردار اریاط اور اب رہہ تھے۔ یہودی مغلوب ہوئے یمن یہودیوں کے ہاتھ سے نکل گیا۔ ذونو اس بھاگ نکلا لیکن وہ پانی میں غرق ہو گیا۔ پھر ستر سال تک یہاں حبشہ کے نصرانیوں کا قبضہ رہا۔ بالاخر سیف بن ذی یزن حمیری نے فارس کے بادشاہ سے امداد لی فوجیں اپنے ساتھ لیں اور سات سو قیدی لوگوں سے اس پر چڑھائی کر کے فتح حاصل کی اور پھر سلطنت حمیری قائم کی۔ اس کا کچھ بیان سورہ نمل میں بھی آئے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

سیرت ابن اسحق میں ہے کہ ”ایک نجرانی نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں نجران کی ایک بجر غیر آباد زمین اپنے کسی کام کے لیے کھودی تو دیکھا کہ حضرت عبداللہ بن تامر رضی اللہ عنہ کا جسم اس میں ہے۔ آپ بیٹھے ہوئے ہیں سر پر جس جگہ چوٹ آئی تھی وہیں ہاتھ ہے۔ ہاتھ اگر ہناتے ہیں تو خون بہنے لگتا ہے پھر ہاتھ کو چھوڑ دیتے ہیں تو ہاتھ اپنی جگہ چلا جاتا ہے اور خون ختم جاتا ہے۔ ہاتھ کی ایک انگلی میں انگلی ہے جس پر ربی اللہ لکھا ہوا ہے یعنی میرا رب اللہ ہے۔ چنانچہ اس واقعہ کی اطلاع قصر خلافت میں دی گئی۔ یہاں سے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا فرمان گیا کہ اسے یونہی رہنے دو اور اوپر سے مٹی وغیرہ جو ہنائی ہے وہ ڈال کر جس طرح تھا اسی طرح

بے نشان کر دو چنانچہ یہی کیا گیا۔“ ابن ابی الدنیا رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ جب حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے اصہبان فتح کیا تو ایک دیوار دیکھی کہ وہ گر پڑی ہے حکم پر بنادی گئی لیکن پھر گر پڑی پھر بنوائی پھر گر پڑی۔ آخر معلوم ہوا کہ اس کے نیچے کوئی نیک شخص مدفون ہیں جب زمین کھودی گئی تو دیکھا کہ ایک شخص کا جسم کھڑا ہوا ہے۔ ساتھ ہی ایک تلوار ہے جس پر لکھا ہے ”میں حارث بن مضاض ہوں جس نے کھائیوں والوں سے انتقام لیا۔“

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے اس لاش کو نکال لیا اور وہاں دیوار کھڑی کرادی جو برابر رہی۔ میں کہتا ہوں یہ حارث بن مضاض بن عمرو جرہمی ہے جو کعبۃ اللہ کے متولی ہوئے تھے۔ ثابت بن اسمعیل بن ابراہیم کی اولاد کے بعد اس کا لڑکا عمرو بن حارث بن مضاض تھا جو مکہ میں جرہم خاندان کا آخری بادشاہ تھا۔ جس وقت کہ خزاعہ قبیلے نے انہیں یہاں سے نکالا اور یمن کی طرف جلاوطن کیا یہی وہ شخص ہے جس نے پہلے پہلے عرب میں شعر کہا جس شعر میں اوڑھ کر مکہ کو اپنا آباد کرنا اور زمانہ کے ہیر پھیر سے بھر وہاں سے نکالا جانا اس نے بیان کیا ہے۔ اس واقعہ سے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ قصہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے کچھ زمانہ بعد کا اور بہت پرانا ہے جو کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے تقریباً پانچ سو سال کے بعد کا معلوم ہوتا ہے لیکن ابن اسحق کی اس مطول روایت سے جو پہلے گزری یہ ثابت ہو رہا ہے کہ یہ قصہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد کا اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کا ہے۔ زیادہ ٹھیک بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ واقعہ دنیا میں کئی بار ہوا ہو۔ جیسے ابن ابی حاتم کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبدالرحمن بن جبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تیج کے زمانہ میں یمن میں خندقیں کھدوائی گئی تھیں اور قسطنطین کے زمانہ میں قسطنطنیہ میں بھی مسلمانوں کو یہی عذاب کیا گیا تھا۔ جب کہ نصرانیوں نے اپنا قبلہ بدل دیا دین مسیح میں بدعتیں ایجاد کر لیں تو حید کو چھوڑ بیٹھے تو اس وقت جو سچے دیندار تھے انہوں نے ان کا ساتھ نہ دیا اور اصلی دین پر قائم رہے تو ان ظالموں نے خندقیں آگ سے پر کر کر انہیں جلا دیا۔ اور یہی واقعہ بابل کی زمین پر عراق میں بخت نصر کے زمانہ میں ہوا جس نے ایک بت بنالیا تھا اور لوگوں سے اسے سجدہ کراتا تھا، حضرت دانیال اور ان کے دونوں ساتھی عزرا اور میثایل نے اس سے انکار کیا تو اس نے انہیں اس آگ کی خندق میں ڈال دیا۔ اللہ تعالیٰ نے آگ کو ان پر ٹھنڈا کر دیا انہیں سلامتی عطا فرمائی۔ صاف نجات دی اور ان سرکش کافروں کو ان خندقوں میں ڈال دیا۔ یہ نو قبیلے تھے سب جل کر خاک ہو گئے۔ سدی رحمہم اللہ فرماتے ہیں تین جگہ یہ معاملہ ہوا۔ عراق میں، شام میں اور یمن میں۔

مقاتل رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ خندقیں تین جگہ تھیں ایک تو یمن کے شہر نجران میں دوسری شام میں تیسری فارس میں۔ شام میں اس کا بانی انطونوس رومی تھا اور فارس میں بخت نصر اور زمین عرب پر یوسف ذونواس شام اور فارس کی خندقوں کا ذکر قرآن میں نہیں یہ ذکر نجران کا ہے۔ حضرت ربیع بن انس رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ ہم نے سنا ہے فترہ کے زمانہ میں یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیانی زمانہ میں ایک قوم تھی انہوں نے جب دیکھا کہ لوگ فتنے اور شر میں گرفتار ہو گئے ہیں اور گروہ گروہ بن گئے ہیں اور ہر گروہ اپنے خیالات میں خوش ہے تو ان لوگوں نے انہیں چھوڑ دیا۔ اور یہاں سے ہجرت کر کے الگ ایک جگہ بنا کر وہیں رہنا سہنا شروع کیا اور اللہ تعالیٰ کی مخلصانہ عبادت میں یکسوئی کے ساتھ مشغول ہو گئے نمازوں کی پابندی زکوٰتوں کی ادائیگی میں لگ گئے اور ان سے الگ تھلگ رہنے لگے۔ یہاں تک کہ ایک سرکش بادشاہ کو اس اللہ والی جماعت کا پتہ لگ گیا۔ اس نے ان کے پاس اپنے آدمی بھیجے اور انہیں سمجھایا کہ تم بھی ہمارے ساتھ مل جاؤ اور بت پرستی شروع کر دو۔ ان سب نے بالکل انکار کیا کہ ہم سے یہ نہیں ہو سکتا کہ اللہ وحدہ لا شریک لہ کے سوا کسی اور کی بندگی کریں۔ بادشاہ نے کہلوا لیا کہ اگر تمہیں یہ منظور نہیں تو میں تمہیں قتل کراؤں گا۔ جواب ملا کہ جو چاہو کرو لیکن ہم سے دین نہیں چھوڑا جائے گا۔ اس ظالم نے خندقیں کھدوائیں آگ جلوائی اور ان سب مردوں عورتوں =

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ
 ذَلِكَ الْفَوْزُ الْكَبِيرُ ۖ إِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيدٌ ۖ إِنَّهُ هُوَ يُبْدِي وَيُعِيدُ ۖ وَهُوَ
 الْغَفُورُ الْودُودُ ۖ ذُو الْعَرْشِ الْمَجِيدُ ۖ فَعَالٌ لَمَّا يُرِيدُ ۖ هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ
 الْجُنُودِ ۖ فِرْعَوْنُ وَثَمُودُ ۖ بَلِ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي تَكْذِيبٍ ۖ وَاللَّهُ مِنَ
 وَرَائِهِمْ مُحِيطٌ ۖ بَلْ هُوَ قُرْآنٌ مَجِيدٌ ۖ فِي لَوْحٍ مَحْفُوظٍ ۖ

ترجمہ: بے شک ایمان قبول کرنے والوں اور نیک کام کرنے والوں کے لیے وہ باغات ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں، یہی بڑی کامیابی ہے [۱۱] یقیناً تیرے رب کی پکڑ بڑی سخت ہے۔ [۱۲] وہی پہلی مرتبہ پیدا کرتا ہے اور وہی دوبارہ پیدا کرے گا [۱۳] وہ بڑا بخشش کرنے والا اور بہت محبت کرنے والا ہے۔ [۱۴] عرش کا مالک عظمت والا ہے۔ [۱۵] جو چاہے اسے کر گزرنے والا ہے [۱۶] تجھے لشکروں کی خبر بھی ملی ہے۔ [۱۷] یعنی فرعون اور ثمود کی [۱۸] کچھ نہیں بلکہ کافر تو جھٹلانے میں پڑے ہوئے ہیں [۱۹] اللہ تعالیٰ بھی انہیں ہر طرف سے گھیرے ہوئے ہے [۲۰] بلکہ یہ قرآن ہے بڑی شان والا [۲۱] لوح محفوظ میں لکھا ہوا۔ [۲۲]

== بچوں کو جمع کیا اور ان خندقوں کے کنارے کھڑا کر کے کہا بولو یہ آخری سوال و جواب ہے۔ آیات پرستی قبول کرتے ہو یا آگ میں گرنا قبول کرتے ہو۔ انہوں نے کہا ہمیں جل مرنا منظور ہے۔ لیکن چھوٹے چھوٹے بچوں نے چیخ پکار شروع کر دی۔ بڑوں نے انہیں سمجھایا کہ بس آج کے بعد آگ نہیں۔ نہ گھبراؤ اور اللہ کا نام لے کر کود پڑو۔ چنانچہ سب کے سب کود پڑے۔ انہیں آج بھی نہیں لگنے پائی تھی کہ اللہ نے ان کی روحیں قبض کر لیں اور آگ خندقوں سے باہر نکل پڑی اور ان بدکردار سرکشوں کو گھیر لیا اور جتنے بھی تھے سارے کے سارے جلادینے لگے۔ اس کی خبر ان آیتوں قتل الخ میں ہے۔ تو اس بنا پر فتنوں کے معنی ہوئے کہ جلایا۔ تو فرماتا ہے کہ ان لوگوں نے مسلمان مردوں عورتوں کو جلادیا ہے اگر انہوں نے توبہ نہ کی یعنی اپنے اس فعل سے باز نہ آئے اپنے اس کئے پر نادم نہ ہوئے تو ان کے لیے جہنم ہے اور جلنے کا عذاب ہے تاکہ بدلہ بھی ان کے عمل جیسا ہو۔ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ بزرگ و برتر کے کرم و رحم اس کی مہربانی اور عنایت کو دیکھو کہ جن بدکاروں نے اس کے پیارے بندوں کو ایسے بدترین عذابوں سے مارا انہیں بھی وہ توبہ کرنے کو کہتا ہے اور ان سے بھی مغفرت اور بخشش کا وعدہ کرتا ہے۔ اے اللہ ہمیں بھی اپنی وسیع رحمتوں سے بھر پور حصہ عطا فرما۔ آمین

جنت کی نہروں کا تذکرہ: [۲۲-۱۱] اپنے دشمنوں کا انجام بیان کر کے اپنے دوستوں کا نتیجہ بیان فرما رہا ہے کہ ان کے لیے جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں۔ ان جہنمی کامیابی اور کسے ملے گی۔ پھر فرماتا ہے کہ تیرے رب کی پکڑ بڑی سخت ہے۔ وہ اپنے ان دشمنوں کو جو اس کے رسولوں کو جھٹلاتے رہے اور اس کی نافرمانیوں میں لگے رہے سخت تر قوت کے ساتھ اس طرح پکڑے گا کہ کوئی راہ نجات ان کے لیے باقی نہ رہے۔ وہ بڑی قوتوں والا ہے۔ جو چاہا کیا جو کچھ چاہتا ہے وہ ایک لمحہ میں ہو جاتا ہے اس کی قدرتوں اور طاقتوں کو دیکھو کہ اس نے تمہیں پہلے بھی پیدا کیا اور پھر بھی مار ڈالنے کے بعد دوبارہ پیدا کر دے گا نہ اسے کوئی روکے نہ آگے نہ سامنے پڑے۔ وہ اپنے بندوں کے گناہوں کو معاف کرنے والا ہے بشرطیکہ وہ اس کی طرف جھکیں اور توبہ کریں اور اس کے سامنے ناک رگڑیں۔ پھر چاہے کیسی ہی خطائیں ہوں ایک دم میں سب معاف ہو جاتی ہیں۔ اپنے بندوں سے وہ پیار و محبت رکھتا ہے وہ عرش والا ہے جو عرش

تمام مخلوق سے بلند و بالا ہے اور تمام خلائق کے اوپر ہے۔ جمید کی دو قرأتیں ہیں۔ دال کا پیش بھی اور دال کا زیر بھی۔ پیش کے ساتھ وہ اللہ کی صفت بن جائے گا اور زیر کے ساتھ عرش کی صفت ہے۔ معنی دونوں کے بالکل صحیح اور درست بیٹھتے ہیں۔ وہ جس کام کا جب ارادہ کرے کرنے پر قدرت رکھتا ہے۔ اس کی عظمت، عدالت، حکمت کی بنا پر نہ کوئی اسے روک سکے نہ اس سے پوچھ سکے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے ان کی اس بیماری میں جس میں آپ کا انتقال ہوتا ہے لوگ کہتے ہیں کہ کسی طبیب نے بھی آپ کو دیکھا۔ فرمایا ہاں۔ پوچھا پھر کیا جواب دیا۔ فرمایا کہ جواب دیا ﴿اِنْسِيْ لَفَعَالٍ لِّمَآ يُّرِيْدُ﴾۔ پھر فرماتا ہے کہ کیا تجھے خبر بھی ہے کہ فرعون کیوں اور ثمود کیوں پر کیا کیا عذاب آئے؟ اور کوئی ایسا نہ تھا کہ ان کی کسی طرح مدد کر سکتا اور نہ کوئی اس عذاب کو ہٹا سکا۔ مطلب یہ ہے کہ اس کی پکڑ سخت ہے۔ جب وہ کسی عالم کو پکڑتا ہے تو دردناکی اور سختی سے بڑی زبردست پکڑ پکڑتا ہے۔

ابن ابی حاتم میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے جا رہے تھے کہ آپ نے سنا کوئی بیوی صلحہ قرآن پاک کی یہ آیت پڑھ رہی ہیں: ﴿هَلْ اَتَاكَ حَدِيْثُ الْجُنُوْدِ﴾ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے رہ گئے اور کان لگا کر سنتے رہے اور فرمایا: ((نَعَمْ قَدْ جَاءَنِيْ)) یعنی ہاں میرے پاس وہ خبریں آ گئیں۔ ① یعنی قرآن کی اس آیت کا جواب دیا کہ کیا تجھے فرعون کیوں اور ثمود کیوں کی خبر پہنچی ہے؟ پھر فرمایا کہ بلکہ کافر شک و شبہ میں کفر و سرکشی میں ہیں اور اللہ ان پر قادر اور غالب ہے نہ یہ اس سے گم ہو سکیں نہ اسے عاجز کر سکیں۔ بلکہ یہ قرآن عزت و کرامت والا ہے وہ لوح محفوظ کا نوشتہ ہے۔ بلند مرتبہ فرشتوں میں ہے۔ زیادتی کمی سے پاک اور سرتاپا محفوظ ہے نہ اس میں تبدیلی ہو نہ تحریف۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ”یہ لوح محفوظ حضرت اسرافیل علیہ السلام کی پیشانی پر ہے۔“ عبد الرحمن بن سلمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ دنیا میں جو کچھ ہوا، ہو رہا ہے اور ہوگا وہ سب لوح محفوظ میں موجود ہے اور لوح محفوظ حضرت اسرافیل علیہ السلام کی دونوں آنکھوں کے سامنے ہے۔ لیکن جب تک انہیں اجازت نہ ملے وہ اسے دیکھ نہیں سکتے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ”لوح محفوظ کی پیشانی پر یہ عبارت ہے“ کوئی معبود نہیں۔ بجز اللہ تعالیٰ کے وہ اکیلا ہے اس کا دین اسلام ہے محمد اس کے بندے ہیں اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اس کے وعدے کو سچا جانا اس کے رسولوں کی تابعداری کرے اللہ جل جلالہ اسے جنت میں داخل کرے گا۔“ فرماتے ہیں کہ یہ لوح سفید موتی کی ہے۔ اس کا طول آسمان و زمین کے درمیان کے برابر ہے اور اس کی چوڑائی مشرق و مغرب کے برابر ہے۔ اس کے دونوں کنارے موتی اور یاقوت کے ہیں۔ اس کے دونوں پٹھے سرخ یاقوت کے ہیں۔ اس کا قلم نور ہے۔ اس کا کلام عرش کے ساتھ وابستہ ہے۔ اس کی اصل فرشتہ کی گود میں ہے۔ ② مقاتل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں یہ اللہ تعالیٰ کے عرش کے دائیں طرف ہے۔ طبرانی میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ”اللہ تعالیٰ نے لوح محفوظ کو سفید موتی سے پیدا کیا اس کے صفحے سرخ یاقوت کے ہیں۔ اس کا قلم نور کا ہے۔ اس کی کتابت نور ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر دن تین سو ساٹھ مرتبہ اسے دیکھتا ہے وہ پیدا کرتا ہے روزی دیتا ہے مارتا ہے جلاتا ہے عزت دیتا ہے ذلت دیتا ہے اور جو چاہے کرتا ہے۔“ ③

الحمد لله سورة بروج کی تفسیر ختم ہوئی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں نیک عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

① یہ روایت مرسل یعنی ضعیف ہے۔

② اس کی سند میں ابو حذیفہ اسحاق بن بشر معہم بالکذب ہے۔ (المیزان، ۱/ ۱۸۴؛ رقم: ۷۳۹) لہذا یہ سند موضوع ہے۔

③ المعجم الكبير، ۱۲۵۱۱، مسندہ ضعیف لیث بن ابی سلیم ضعیف ہے۔

تفسیر سورہ طارق

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

وَالسَّمَاءِ وَالطَّارِقِ ۝ وَمَا أَدْرَاكَ مَا الطَّارِقُ ۝ النَّجْمُ الثَّاقِبُ ۝ إِنَّ كُلَّ

نَفْسٍ لَّهَا عَلَيْهَا حَافِظٌ ۝ فَلْيَنْظُرِ الْإِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ ۝ خُلِقَ مِنْ مَّاءٍ

دَافِقٍ ۝ يَخْرُجُ مِنْ بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَائِبِ ۝ إِنَّهُ عَلَى رَجْعِهِ لَقَادِرٌ ۝ يَوْمَ

تَبْلَى السَّرَائِرُ ۝ فَمَا لَهُ مِنْ قُوَّةٍ وَلَا نَاصِرٍ ۝

ترجمہ: بخشش کرنے والے مہربان اللہ کے نام سے شروع

قسم ہے آسمان کی اور اندھیرے میں روشن ہونے والے کی [۱] تجھے معلوم بھی ہے کہ وہ رات کو نمودار ہونے والی چیز کیا ہے؟ [۲] وہ روشن ستارہ ہے۔ [۳] کوئی ایسا نہیں جس پر نگہبان فرشتہ نہ ہو [۴] انسان کو دیکھنا چاہیے کہ وہ کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے؟ [۵] وہ ایک اچھلتے پانی سے پیدا کیا گیا ہے [۶] جو پیٹھ اور سینے کے درمیان سے نکلتا ہے [۷] بے شک وہ اسے پھیر لانے پر یقیناً قدرت رکھنے والا ہے [۸] جس دن پوشیدہ عہد کھل پڑیں گے [۹] تو نہ کوئی زور پلے نہ کوئی مددگار ہو [۱۰]

سورت طارق کا تعارف: مسند احمد میں ہے کہ ”خالد بن ابوجہل عدوانی رضی اللہ عنہ نے ثقیف قبیلہ کی مشرق جانب رسول اللہ ﷺ کو کھڑی یا کمان پر فیک لگائے ہوئے اس پوری سورت کو پڑھتے سنا جب کہ آپ لوگوں سے مدد طلب کرنے کے لیے یہاں آئے تھے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اسے یاد کر لیا جب یہ ثقیف کے پاس آئے تو ثقیف نے ان سے پوچھا یہ کیا کہہ رہے ہیں؟ یہ بھی اس وقت مشرک تھے۔ انہوں نے بیان کیا تو جو قریش وہاں تھے جلدی سے بول پڑے کہ اگر یہ حق ہوتا تو کیا اب تک ہم نہ مان لیتے۔“ ① نسائی میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ”حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے مغرب کی نماز میں سورہ بقرہ یا سورہ نساء پڑھی تو حضور ﷺ نے فرمایا اے معاذ! کیا تو فتنے میں ڈالنے والا ہے؟ کیا تجھے یہ کافی نہ تھا کہ ﴿وَالسَّمَاءِ وَالطَّارِقِ﴾ اور ﴿وَالشَّمْسِ وَضُحَاهَا﴾ اور ایسی ہی سورتیں پڑھ لیتا۔“ ② انسان کی حقیقت: [۱۰-۱] اللہ تعالیٰ آسمانوں کی اور ان کے روشن ستاروں کی قسم کھاتا ہے۔ طارق کی تفسیر چمکتے تارے سے کی ہے وجہ یہ ہے کہ دن کو چھپے رہتے ہیں اور رات کو ظاہر ہو جاتے ہیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا کہ ”کوئی اپنے گھر رات کے وقت بے خبر آ جائے۔“ ③ یہاں بھی لفظ طروق ہے۔ آپ ﷺ کی ایک دعا میں بھی طارق کا لفظ آیا ہے ④ ثاقب کہتے ہیں چمکیلے اور روشنی والے کو جو شیطان پر گرتا ہے اور اسے جلا دیتا ہے ہر شخص پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک محافظ مقرر ہے جو اسے آفات سے بچاتا ہے جیسے اور جگہ ہے ﴿لَهُ مَعْقِبَتٌ مِّنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهِ يَحْفَظُونَهُ مِنْ أَمْرِ اللَّهِ﴾ ⑤ آگے پیچھے =

① احمد، ۴/ ۳۳۵ حسن مروان بن معاویہ الفزاری صرح بالسماع عند الطبرانی فی الکبیر، ۴۱۲۶ و باقی السند حسن، وصححه ابن خزيمة، ۱۷۷۸۔ ② اس کی تخریج سورۃ انفطار کی ابتدا میں گزر چکی ہے۔

③ صحیح بخاری، کتاب العمرة، باب لا یطرق اہلہ اذا بلغ المدینة، ۱۸۰۱؛ صحیح مسلم، ۷۱۵؛ بعد رقم، ۱۹۲۸؛ ابو داود،

۲۷۷۶؛ احمد، ۳/ ۲۹۹؛ ابن حبان، ۴۱۸۲۔ ④ احمد، ۳/ ۴۱۹ وسندہ حسن۔ ⑤ ۱۳/ الرعد: ۱۱۔

وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الرَّجْعِ ۝ وَالْأَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ ۝ إِنَّهُ لَقَوْلُ فَصْلٍ ۝ وَمَا هُوَ
بِالْهَزْلِ ۝ إِنَّهُمْ يَكِيدُونَ كَيْدًا ۝ وَآكِيدُ كَيْدًا ۝ فَمَهْلُ الْكَافِرِينَ أَهْلُكُمْ رَوِيدًا ۝

ترجمہ: بارش والے آسمان کی قسم! اور پھٹنے والی زمین کی قسم! ۱۳۱ بے شک یہ قرآن البتہ دونوں کی فصل کرنے والا کلام ہے! ۱۳۲ یہ ٹپسی کی اور بے فائدہ بات نہیں! ۱۳۳ البتہ کافر داؤں گھات میں ہیں۔ ۱۳۴ اور میں بھی داؤں کر رہا ہوں! ۱۳۵ تو کافروں کو مہلت دے! انہیں تھوڑے دنوں چھوڑ دے۔ ۱۳۶

== سے باری باری آنے والے فرشتے مقرر ہیں جو اللہ تعالیٰ کے حکم سے بندے کی حفاظت کرتے ہیں پھر انسان کی ضعیفی کا بیان ہو رہا ہے کہ دیکھو تو اس کی اصل کیا ہے؟ اور گویا اس میں نہایت باریکی کے ساتھ قیامت کا یقین دلایا گیا ہے کہ جو ابتدائی پیدائش پر قادر رہے وہ لوٹانے پر قادر کیوں نہ ہوگا۔

جیسے فرمایا ﴿وَهُوَ الَّذِي يَبْدَأُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ وَهُوَ أَهْوَنُ عَلَيْهِ ط﴾ ۱ یعنی جس نے پہلے پیدا کیا وہ ہی دوبارہ لوٹائے گا اور یہ اس پر بہت ہی آسان ہے۔ انسان اچھلنے والے پانی یعنی عورت مرد کی منی سے پیدا کیا گیا ہے جو مرد کی پیٹھ سے اور عورت کی چھاتی سے نکلتی ہے۔ عورت کا یہ پانی زرد رنگ اور پتلا ہوتا ہے اور دونوں سے بچہ کی پیدائش ہوتی ہے تربیہ کہتے ہیں ہار کی جگہ کو۔ مونڈھوں سے لے کر سینے تک کو بھی کہا گیا ہے اور زرخرے سے نیچے کو بھی کہا گیا ہے۔ اور چھاتیوں کے اوپر کے حصے کو بھی کہا گیا ہے اور نیچے کی طرف چار پسیلوں کو بھی کہا گیا ہے۔ اور دونوں چھاتیوں اور دونوں پیروں اور دونوں آنکھوں کے درمیان کو بھی کہا گیا ہے۔ دل کے نچوڑ کو بھی کہا گیا ہے۔ سینہ اور پیٹھ کے درمیان کو بھی کہا جاتا ہے۔ وہ اس کے لوٹانے پر قادر ہے یعنی لٹکے ہوئے پانی کو اس کی جگہ واپس پچھپا دینے پر۔ اور یہ مطلب کہ اسے دوبارہ پیدا کر کے آخرت کی طرف لوٹانے پر بھی۔ پچھلا قول ہی اچھا ہے۔ اور یہ دلیل کئی مرتبہ بیان ہو چکی ہے۔

پھر فرمایا کہ قیامت کے دن پوشیدگیاں کھل جائیں گی راز ظاہر ہو جائیں گے، عہد آشکارا ہو جائیں گے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ”ہر غدار (عہد شکن و خائن) کی رانوں کے درمیان اس کے غدر (عہد شکنی) کا جھنڈا گاڑ دیا جائے گا اور اعلان ہو جائے گا کہ یہ فلاں بن فلاں کی غدار (عہد شکن یا خائن) ہے۔“ ۲ اس دن نہ تو خود انسان کو کوئی قوت حاصل ہوگی نہ اس کا مددگار کوئی اور کھڑا ہوگا۔ یعنی نہ تو خود اپنے آپ کو عذابوں سے بچا سکے گا نہ کوئی اور ہوگا جو اسے اللہ تعالیٰ کے عذابوں سے بچا سکے۔

قرآن کے فیصلے برحق ہیں: [آیت ۱۱: ۷۷] رجع کے معنی بارش کے بادل بارش والے کے برسنے کے ہر سال بندوں کی روزی لوٹانے کے جس کے بغیر یہ اور ان کے جانور ہلاک ہو جائیں سورج اور چاند اور ستاروں کے ادھر ادھر لوٹنے کے مردی ہیں۔ زمین پھٹتی ہے دانے گھاس چارہ نکلتا ہے۔ یہ قرآن حق ہے عدل کا حکم ہے یہ کوئی بے کار قصہ باتیں نہیں۔ کافر اسے جھٹلاتے ہیں اللہ کی راہ سے لوگوں کو رد کرتے ہیں۔ طرح طرح کے مکر و فریب سے لوگوں کو خلاف قرآن پراکساتے ہیں۔ تو اے نبی! انہیں ذرا سی ڈھیل دے پھر عنقریب دیکھ لگا کہ کیسے کیسے بدترین عذابوں میں یہ پکڑے جاتے ہیں جیسے اور جگہ ہے ﴿نُفِثَتْهُمْ قَلِيلًا ثُمَّ نَضْطَرُّهُمْ إِلَىٰ عَذَابٍ غَلِيظٍ﴾ ۳ یعنی ہم انہیں کچھ یونہی سافا نہ دیں گے پھر نہایت سخت عذاب کی طرف انہیں بے بس کر دیں گے۔

الحمد لله سورة طارق کی تفسیر ختم ہوئی۔

① ۳۰ / الروم: ۲۷۔ ② صحیح بخاری، کتاب الجزية، باب اثم الغادر للبر والفاجر، ۳۱۸۸؛ صحیح مسلم، ۱۷۳۵؛

ابو داود، ۲۷۵۶؛ احمد، ۲ / ۵۶۱؛ ابن حبان، ۷۳۴۲۔ ③ ۳۱ / لقمان: ۲۴۔

تفسیر سورۃ اعلیٰ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سَبِّحْ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى ۝ الَّذِي خَلَقَ فَسْوَی ۝ وَالَّذِي قَدَّرَ فَهَدَى ۝
وَالَّذِي أَخْرَجَ الْمَرْعَى ۝ فَجَعَلَهُ نَعْمًا أَحْوَى ۝ سَنُقَرِّبُكَ فَلَا تَنْسَى ۝ إِلَّا مَا
شَاءَ اللّٰهُ ۝ إِنَّهُ يَعْلَمُ الْجَهْرَ وَمَا يَخْفَى ۝ وَيُخَوِّفُ لِيُسْرى ۝ فذَكِّرْ ۝ إِنَّ
نَفَعَتِ الذِّكْرَى ۝ سَيَذَكِّرْ مَنْ يَخْشَى ۝ وَيَتَجَنَّبُهَا الْأَشْقَى ۝ الَّذِي يَصْلَى
النَّارَ الْكُبْرَى ۝ ثُمَّ لَا يَمُوتُ فِيهَا وَلَا يَحْيَى ۝

ترجمہ: بخشش کرنے والے مہربان اللہ کے نام سے شروع۔

اپنے بہت ہی بلند اللہ کے نام کی پاکیزگی بیان کر [۱] جس نے پیدا کیا اور صحیح سالم بنایا [۲] اور جس نے اندازہ کر کے تجویز کیا اور پھر راہ دکھائی [۳] اور جس نے تازہ گھاس پیدا کی [۴] پھر اس نے اس کو سکھا کر سیاہ کوڑا کر دیا [۵] ہم تجھے پڑھائیں گے پھر تو نہ بھولے گا۔ [۶] مگر جو کچھ اللہ چاہے وہ ظاہر اور پوشیدہ کو جانتا ہے۔ [۷] ہم تیرے لیے آسانی پیدا کر دیں گے۔ [۸] تو تو نصیحت کرتا رہ اگر نصیحت کچھ فائدہ دے [۹] ڈرنے والے تو عبرت حاصل کر لیں گے [۱۰] ہاں بد بخت لوگ اس سے دور رہ جائیں گے [۱۱] جو بڑی آگ میں جائیں گے [۱۲] جہاں پھر نہ وہ مرے گے نہ جنیں گے (بلکہ حالت نزع میں پڑے رہیں گے)۔ [۱۳]

تعارف سورت: اس سورۃ کے مکمل ہونے کی دلیل یہ حدیث ہے جو صحیح بخاری میں ہے۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ”اصحاب رسول اللہ ﷺ میں سب سے پہلے ہمارے پاس حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ آئے ہمیں قرآن پڑھانا شروع کیا۔ پھر حضرت عمار حضرت بلال حضرت سعد آئے۔ پھر حضرت عمر بن خطاب اپنے ساتھ بیس صحابیوں کو لے کر آئے پھر حضور ﷺ تشریف لائے میں نے نہیں دیکھا کہ اہل مدینہ کسی چیز پر اس قدر خوش ہوئے ہوں جیسے اس پر خوش ہوئے یہاں تک کہ چھوٹے چھوٹے بچے اور نابالغ لڑکے بھی پکارا اٹھے کہ یہ ہیں رسول اللہ ﷺ آپ تشریف لائے آپ ﷺ کے آنے سے پہلے ہی میں نے یہ سورۃ سچ اسم اسی جیسی اور سورتوں کے ساتھ یاد کر لی تھی۔“ ① مسند احمد میں ہے کہ حضور ﷺ کو یہ سورت بہت محبوب تھی۔ ② بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ ”آنحضرت ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تو نے سورۃ (سَبِّحْ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى) اور (وَالشَّمْسِ وَضُلُهَا) اور (وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشَى) کے ساتھ نماز کیوں نہ پڑھائی؟“ ③ مسند احمد میں مروی ہے کہ ”حضرت محمد ﷺ (سَبِّحْ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى) اور (هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ الْعَاصِيَةِ) دونوں

① صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ سبوح اسم ربك الاعلى، ۴۹۴۱۔

② احمد، ۹۶/۱ و سندہ ضعیف اس کی سند میں ثور بن ابی فاخسہ ضعیف راوی ہے (التقریب، ۱/۱۲۰؛ رقم: ۵۴)۔

③ اس کی تخریج سورۃ انفطار کے تحت ابتدا میں دیکھئے۔

عید کی نمازوں میں پڑھا کرتے تھے اور جمعہ والے دن اگر عید ہوتی تو عید میں اور جمعہ میں دونوں میں انہی دونوں سورتوں کو پڑھتے۔^① یہ حدیث صحیح مسلم میں بھی ہے ابو داؤد و ترمذی اور نسائی میں بھی ہے۔ ابن ماجہ وغیرہ میں بھی مروی ہے۔ مسند احمد میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ”وتر نماز میں رسول اللہ ﷺ ﴿سَبِّحْ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى﴾ اور ﴿قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ﴾ اور ﴿قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ﴾ پڑھتے تھے۔“ ایک روایت میں اتنی زیادتی بھی ہے کہ سورہ سعوذ تین یعنی ﴿قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ﴾ اور ﴿قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ﴾ بھی پڑھتے تھے۔^② یہ حدیث بھی بہت سے صحابیوں سے بہت سے طریق کے ساتھ مروی ہے۔ ہمیں اگر کتاب کے مطول ہو جانے کا خوف نہ ہوتا تو ان سندوں کو اور ان تمام روایتوں کے الفاظ کو جہاں تک میسر ہوتے وارد کرتے لیکن جتنا کچھ اختصار کے ساتھ بیان کر دیا یہ بھی کافی ہے۔ وَاللَّهُ أَعْلَمُ۔

خالق کی قدر تیں: [آیت: ۱۳۱] مسند احمد میں ہے کہ عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ”جب آیت ﴿سَبِّحْ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى﴾ اتری تو آپ ﷺ نے فرمایا اسے تم رکوع میں کرلو۔^③ جب ﴿سَبِّحْ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى﴾ اتری تو آپ ﷺ نے فرمایا اسے اپنے سجدے میں کرلو۔“ ابو داؤد وغیرہ کی حدیث میں ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ ﴿سَبِّحْ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى﴾ پڑھتے تو کہتے ﴿سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى﴾^④ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی یہ مروی ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی یہ مروی ہے۔ اور آپ ﷺ جب ﴿لَا أَسْمُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ﴾ پڑھتے اور آخری آیت ﴿الَيْسَ ذَلِكَ بِقَدِيرٍ عَلَيَّ أَنْ يُحْيِيَ الْمَوْتَى﴾ پہنچتے تو فرماتے ﴿سُبْحَانَكَ وَبَلَى﴾ اللہ تعالیٰ یہاں ارشاد فرماتا ہے اپنے بلند یوں والے پرورش کرنے والے اللہ کے پاک نام کی پاکیزگی اور تسبیح بیان کرو جس نے تمام مخلوق رچائی اور سب کو اچھی ہیئت بخشی۔ انسان کو سعادت شقاوت کی رونمائی کی جانور کو چرنے چٹنے وغیرہ کی۔ جیسے اور جگہ ہے ﴿رَبَّنَا الَّذِي أَعْطَى كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهُ ثُمَّ هَدَى﴾^⑤ یعنی ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر چیز کو اس کی پیدائش عطا فرمائی پھر رہبری کی۔

آسمان وزمین کی پیدائش: صحیح مسلم کی حدیث میں ہے کہ زمین و آسمان کی پیدائش سے پچاس ہزار سال پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کی تقدیر لکھی اس کا عرش پانی پر تھا۔^⑥ جس نے ہر قسم کے نباتات اور کھیت نکالے۔ پھر ان سرسبز چاروں کو خشک اور سیاہ رنگ کر دیا۔ بعض عارفان کلام عرب نے کہا ہے کہ یہاں بعض الفاظ جو ذکر میں مؤخر ہیں معنی کے لحاظ سے مقدم ہیں یعنی مطلب یہ ہے کہ جس نے گھاس چارہ سبز رنگ سیاہی مائل پیدا کیا، پھر اسے خشک کر دیا۔ گو یہ معنی بھی بن سکتے ہیں لیکن کچھ زیادہ ٹھیک نظر نہیں آتے۔ کیونکہ مفسرین رحمہم اللہ کے اقوال کے خلاف ہیں۔ پھر فرماتا ہے کہ تجھے ہم اے محمد! ایسا پڑھائیں گے جسے تو بھولے نہیں۔ ہاں اگر خود اللہ تعالیٰ کوئی آیت بھلا دینی چاہے تو اور بات ہے۔ =

- ① صحیح مسلم، کتاب الجمعة، باب ما یقرأ فی صلاة الجمعة، ۸۷۸؛ ابو داؤد، ۱۱۲۲؛ ترمذی، ۵۳۳؛ ابن ماجہ، ۱۲۸۱؛ احمد، ۲۷۱/۴۔
- ② ابو داؤد، کتاب الوتر، باب ما یقرأ فی الوتر، ۱۴۲۳؛ وهو صحیح؛ ۱۴۲۴؛ وسندہ ضعیف؛ ترمذی، ۴۶۳؛ ابن ماجہ، ۱۱۷۳؛ احمد، ۲۲۷/۶۔
- ③ ابو داؤد، کتاب الصلاة، باب ما یقول الرجل فی رکوعه وسجوده، ۸۶۹؛ وسندہ صحیح؛ ابن ماجہ، ۸۸۷؛ احمد، ۱۵۵/۴۔
- ④ ابو داؤد، کتاب الصلاة، باب الدعاء فی الصلاة، ۸۸۳؛ وسندہ ضعیف؛ ابواسحاق مدلس راوی ہے اور سماع کی تصریح نہیں ہے۔ احمد، ۲۳۲/۱۔
- ⑤ ۲۰/طہ: ۵۰۔
- ⑥ صحیح مسلم، کتاب القدر، باب حجاج آدم وموسى، ۲۶۵۳؛ ترمذی، ۲۱۵۶؛ احمد، ۱۶۹/۲؛ ابن حبان، ۶۱۳۸۔

قَدْ أَفْلَحَ مَنْ تَزَكَّى ۖ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهِ فَصَلَّى ۝ بَلْ تُؤْثِرُونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا ۖ

وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ وَأَبْقَى ۖ إِنَّ هَذَا لَفِي الصُّحُفِ الْأُولَى ۖ صُحُفِ إِبْرَاهِيمَ

وَمُوسَى ۙ

ترجمہ: بے شک ان لوگوں نے فلا۔ پالی جو پاک ہو گئے۔ اور جنہوں نے اپنے رب کا نام یاد رکھا اور نماز پڑھتے رہے۔ [۱۵۱] لیکن تم تو دنیا کا جینا سامنے رکھتے ہو۔ [۱۵۲] اور آخرت، بہت بہتر اور بہت بقاء والی ہے۔ [۱۵۳] ایہ باتیں پہلی کتابوں میں بھی ہیں۔ [۱۵۴] (یعنی) ابراہیم اور موسیٰ کی کتابوں میں۔ [۱۵۵]

= امام ابن جریر رحمہ اللہ تو اسی مطلب کو پسند کرتے ہیں۔ اور مطلب اس آیت کا یہ ہے کہ جو قرآن ہم تجھے پڑھاتے ہیں اسے نہ بھول۔ ہاں جسے ہم خود منسوخ کر دیں اس کی اور بات ہے۔ اللہ تعالیٰ پر بندوں کے چھپے کھلے اعمال احوال عقائد سب ظاہر ہیں۔ ہم تجھ پر بھلائی کے کام اچھی باتیں شرعی امر آسان کر دیں گے۔ نہ ان میں کجی ہوگی نہ سختی نہ جرم ہوگا۔ تو نصیحت کرا اگر نصیحت فائدہ دے۔ اس سے معلوم ہوا کہ نالائقوں کو نہ سکھانا چاہیے جیسے کہ امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر تم دوسروں کے ساتھ وہ باتیں کرو گے جو ان کی عقل میں نہ آسکیں تو نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ تمہاری بھلی باتیں ان کے لیے بری بن جائیں گی اور باعث فتنہ ہو جائیں گی۔ بلکہ لوگوں سے ان کی سمجھ کے مطابق بات چیت کرو تا کہ لوگ اللہ تعالیٰ و رسول ﷺ کو نہ جھٹلائیں۔

پھر فرمایا کہ اس سے نصیحت وہ حاصل کرے گا جس کے دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف ہے جو اس کی ملاقات پر یقین رکھتا ہے اور اس سے وہ عبرت و نصیحت حاصل نہیں کر سکتا جو بد بخت ہو جو جہنم میں جانے والا ہو جہاں تو راحت کی زندگی ہے نہ بھلی موت ہے بلکہ وہ دائمی عذاب اور بیچلگی کی برائی ہے اس میں طرح طرح کے عذاب اور بدترین سزائیں ہیں۔ مسند احمد میں ہے کہ جو اصلی جہنمی ہیں انہیں تو نہ تو موت آئے نہ کارآمد زندگی ملے ہاں جن کے ساتھ اللہ کا ارادہ رحمت کا ہے وہ آگ میں گرے ہی جل کر مر جائیں گے پھر سفارشی لوگ جائیں گے اور ان کے ڈھیر چھڑالائیں گے پھر نہر حیات میں ڈال دیئے جائیں گے۔ جنتی نہروں کا پانی ان پر ڈالا جائے گا اور وہ اس طرح جی انھیں گے جس طرح دانہ تالی کے کنارے کوڑے پر آگ آتا ہے کہ پہلے بڑھتا ہے پھر زرد پھر ہرا۔ لوگ کہنے لگے حضور تو اس طرح بیان فرماتے ہیں جیسے آپ جنگل سے واقف ہوں۔ ① یہ حدیث مختلف الفاظ سے بہت سی کتب میں مروی ہے۔ قرآن کریم میں ایک اور جگہ وارد ہے ﴿وَنَادُوا يَا مَلِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ﴾ ② الخ۔ یعنی جہنمی لوگ پکار پکار کر کہیں گے کہ اے مالک داروغہ جہنم اللہ تعالیٰ سے کہہ کہ وہ ہمیں موت دیدے۔ جواب ملے گا تم تو اب اسی میں پڑے رہنے والے ہو۔ اور جگہ ہے ﴿لَا يُقْضَىٰ عَلَيْهِمْ فَيَمُوتُوا﴾ ③ الخ۔ نہ تو ان کو موت آئے گی نہ عذاب کم ہوں گے اور بھی اس معنی کی آیتیں ہیں۔

کامیاب کون: [آیت: ۱۳-۱۹] اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جس نے رذیل اخلاق سے اپنے آپ کو پاک کر لیا احکام اسلام کی تابعداری کی نماز کو ٹھیک وقت پر قائم رکھا صرف اللہ تعالیٰ کی رضامندی اور اس کی خوشنودی طلب کرنے کے لیے اس نے نجات اور فلاح پالی۔ رسول اللہ ﷺ نے اس آیت کی تلاوت کر کے فرمایا کہ ”جو شخص اللہ تعالیٰ کے وعدہ لا شریک ہونے کی گواہی دے اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرے اور میری رسالت کو مان لے اور پانچوں وقت کی نمازوں کی پوری طرح سے حفاظت کرے وہ نجات پا گیا۔“ ④ (بزار)

① صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب اثبات الشفاعة و اخراج الموحدين من النار، ۱۸۵: ابن ماجہ، ۴۳۰۹: احمد، ۱۱/۳۔

② ۴۳/ الزخرف: ۷۷۔ ③ ۳۵/ فاطر: ۳۶۔

④ مسند البزار، ۲۲۸۴ و سندہ ضعیف جداً مجمع الزوائد، ۷/ ۱۴۰۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس سے مراد پانچ وقت کی نماز ہے۔ حضرت ابو العالیہ رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ ابوخلدہ سے فرمایا کہ کل جب عید گاہ جاؤ تو مجھ سے ملنے جانا۔ جب میں گیا تو مجھ سے کہا کچھ کھالیا ہے؟ میں نے کہا ہاں فرمایا نہا چکے ہو؟ میں نے کہا ہاں فرمایا زکوٰۃ فطر ادا کر چکے ہو؟ میں نے کہا ہاں۔ فرمایا بس یہی کہنا تھا کہ اس آیت میں یہی مراد ہے۔ اہل مدینہ فطرہ سے اور پانی پلانے سے افضل اور کوئی صدقہ نہیں جانتے تھے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ بھی لوگوں کو فطرہ ادا کرنے کا حکم کرتے پھر اسی آیت کی تلاوت کرتے۔ حضرت ابوالاحوص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تم میں سے کوئی نماز کا ارادہ کرے اور کوئی سائل آجائے تو اسے خیرات دیدے پھر یہی آیت پڑھی۔ ❶

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس نے اپنے مال کو پاک کر لیا اور اپنے رب کو راضی کر لیا۔ ❷ پھر ارشاد ہے کہ تم دنیا کی زندگی کو آخرت کی زندگی پر ترجیح دے رہے ہو، اور دراصل تمہاری مصلحت، تمہارا نفع اخروی زندگی کو دنیوی زندگی پر ترجیح دینے میں ہے۔ دنیا ذلیل ہے فانی ہے آخرت شریف ہے باقی ہے۔ ایک عاقل ایسا نہیں کر سکتا کہ فانی کو باقی پر اختیار کر لے اور اس کے انتظام میں پڑ کر اس کے اہتمام کو چھوڑ دے۔ مسند احمد میں ہے کہ ”رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں دنیا اس کا گھر ہے جس کا گھر آخرت میں نہ ہو دنیا اس کا مال ہے جس کا مال وہاں نہ ہو اس کے جمع کرنے کے پیچھے وہ لگتے ہیں جو بیوقوف ہوں۔“ ❸ ابن جریر میں ہے حضرت عرفہ ثقفی رضی اللہ عنہ اس سورت کو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس پڑھ رہے تھے۔ جب اس آیت پر پہنچے تو تلاوت چھوڑ کر اپنے ساتھیوں سے فرمانے لگے کہ سچ ہے کہ ہم نے دنیا کو آخرت پر ترجیح دی لوگ خاموش رہے تو آپ نے پھر فرمایا کہ اس لیے کہ ہم دنیا کے گردیدہ ہو گئے کہ یہاں کی زینت کو یہاں کی عورتوں کو یہاں کے کھانے پینے کو ہم نے دیکھ لیا آخرت نظروں سے اوجھل ہے تو ہم نے اس سامنے والی کی طرف توجہ کی اور اس دور والی سے آنکھیں پھیر لیں۔ یا تو یہ فرمان حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا بطور تواضع کے ہے یا جنس انسان کی بابت فرماتے ہیں وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ ”جس نے دنیا سے محبت کی اس نے اپنی آخرت کو نقصان پہنچایا اور جس نے آخرت سے محبت کی اس نے دنیا کو نقصان پہنچایا۔ تم اے لوگو! باقی رہنے والی کو فنا ہونے والی پر ترجیح دو“ ❹ (مسند احمد)۔

پھر فرماتا ہے کہ ابراہیم اور موسیٰ علیہ السلام کے صحیفوں میں بھی یہ تھا۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ ”یہ سب بیان ان صحیفوں میں بھی تھا۔“ ❺ (بزار) نسائی میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے یہ مروی ہے اور جب آیت ﴿وَابْرٰہِیْمَ الَّذِیْ وُفِّیْ﴾ نازل ہوئی تو فرمایا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ ایک کا بوجھ دوسرے کو نہ اٹھاتا ہے۔ سورہ نجم میں ہے ﴿اَمْ لَمْ یُنَبِّاْ بِمَا فِیْ صُحُفٍ مُّوسٰی﴾ ❻ آخری مضمون تک کی تمام آیتیں یعنی یہ سب احکام اگلی کتابوں میں بھی تھے۔ اسی طرح یہاں بھی مراد ﴿مَسِّحِ اسْمِ﴾ کی یہ آیتیں ہیں۔ بعضوں نے پوری سورت کہی ہے بعضوں نے ﴿قَدْ اَفْلَحَ﴾ سے ﴿اَبْقٰی﴾ تک کہا ہے۔ زیادہ قوی بھی یہی معلوم ہوتا ہے وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

الحمد للہ سورہ اعلیٰ کی تفسیر ختم ہوئی۔ اللہ تعالیٰ ہر شخص کو اس پر عمل کرنے کی توفیق دے اور عذاب جہنم سے بچائے۔

❶ الطبری، ۳۷۴/۲۴۔ ❷ ایضاً۔ ❸ احمد، ۷۱/۶ وسندہ ضعیف۔

❹ احمد، ۴/۱۱۲ وسندہ ضعیف، المطلب بن عبد اللہ لم یسمعه من ابی موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ۔

❺ مسند البزار، ۲۲۸۴ وسندہ ضعیف جداً۔ ❻ ۵۳/النجم:۳۶۔

تفسیر سورۃ غاشیہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

هَلْ اَتٰكَ حَدِیْثُ الْغَاشِیَةِ ۝ وَجُوْهُ یَوْمَیْذٍ خَاشِعَةٌ ۝ عَامِلَةٌ تَاَصِبَةٌ ۝

تَصْلٰی نَارًا حَامِیَةً ۝ تُسْقٰی مِنْ عَیْنٍ اَنْیَیَّةٍ ۝ لَیْسَ لَهُمْ طَعَامٌ اِلَّا مِنْ

ضَرِیْعٍ ۝ لَا یُسْمِنُ وَلَا یَغْنٰی مِنْ جُوعٍ ۝

ترجمہ: اللہ تعالیٰ رحمن ورحیم کے نام سے شروع۔

کیا تجھے بھی چھپا لینے والی قیامت کی خبر پہنچی ہے۔ [۱] اس دن بہت سے چہرے ذلیل [۲] اور مصیبت کے مارے خستہ حال ہوں گے [۳] وہ دہکتی ہوئی آگ میں جائیں گے [۴] اور نہایت گرم چشمے کا پانی ان کو پلایا جائے گا [۵] ان کے لیے سوائے کانٹے دار درختوں کے اور کچھ کھانا نہ ہوگا [۶] جو نہ بدن بڑھائے گا نہ بھوک مٹائے گا۔ [۷]

تعارف سورت: یہ حدیث پہلے گزر چکی ہے کہ رسول اللہ ﷺ حج اسم اور غاشیہ کو نماز عیدین اور جمعہ میں پڑھتے تھے۔ ① مؤطا امام مالک میں ہے کہ جمعہ کے دن پہلی رکعت میں سورۃ جمعہ اور دوسری میں ﴿هَلْ اَتٰكَ حَدِیْثُ الْغَاشِیَةِ﴾ پڑھتے تھے (ابوداؤد)۔ صحیح مسلم ابن ماجہ اور نسائی میں بھی یہ حدیث ہے۔ ②

قیامت کا تذکرہ: [آیت: ۱-۷] غاشیہ قیامت کا نام ہے اس لیے کہ وہ سب پر آئے گی سب کو گھیرے ہوئے ہوگی اور ہر ایک کو ڈھانپ لے گی۔ ابن ابی حاتم میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کہیں جا رہے تھے کہ ایک عورت کی قرآن پڑھنے کی آواز آئی آپ کھڑے ہو کر سننے لگے۔ اس نے یہی آیت ﴿هَلْ اَتٰكَ﴾ پڑھی یعنی کیا تیرے پاس ڈھانپ لینے والی قیامت کی بات پہنچی ہے؟ تو آپ نے جواب میں فرمایا ((نَعَمْ لَقَدْ جَاءَنِي)) یعنی ہاں میرے پاس پہنچ چکی ہے۔ ③ اس دن بہت سے لوگ ذلیل چہروں والے ہوں گے پستی ان پر برس رہی ہوگی ان کے اعمال غارت ہو گئے ہوں گے اور بڑے بڑے اعمال کئے تھے خف تکلیفیں اٹھائی تھیں وہ آج بھڑکتی ہوئی آگ میں داخل ہو گئے۔

ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک خانقاہ کے پاس سے گزرے وہاں کے راہب کو آواز دی وہ حاضر ہوا آپ اسے دیکھ کر رو دیئے۔ لوگوں نے پوچھا حضرت کیا بات ہے؟ تو فرمایا اسے دیکھ کر یہ آیت یاد آگئی کہ عبادت ریاضت کرتے ہیں لیکن آخر جہنم میں جائیں گے۔ ④ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اس سے مراد نصرانی ہیں۔ ⑤ عکرمہ اور سدی رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ دنیا میں گناہوں کے کام کرتے رہے اور آخرت میں عذاب کی اور مار کی تکلیفیں برداشت کریں گے۔ یہ سخت بھڑکنے والی جلتی، تپتی آگ میں جائیں گے جہاں سوائے ضرب کے اور کچھ کھانے کو نہ ملے گا یہ آگ کا درخت ہوگا، جہنم کا پتھر ہوگا، یہ غفور کی نیل ہوگی، اس =

① دیکھئے سورۃ الاعلیٰ۔ ② صحیح مسلم، کتاب الجمعة، باب ما یقرأ فی صلاة الجمعة، ۸۷۸؛ ابو داؤد، ۱۱۲۳؛

نسائی، ۱۴۲۳؛ ابن ماجہ، ۱۱۱۹۔ ③ اس کی تخریج سورۃ البروج آیت ۲۲ کے تحت گزر چکی ہے۔

④ حاکم، ۵۲۲/۲ وسندہ ضعیف لانقطاعه، ابو عمران عبدالملک بن حبیب الجونی لم یدرک عمرہ رضی اللہ عنہ۔

⑤ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، تحت سورہ ﴿هَلْ اَتٰكَ﴾

وَجُودٌ يَوْمِذٍ تَأْمِنُهُ ۝ لِسَعِيهَا رَاضِيَةٌ ۝ فِي جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ۝ لَا تَسْمَعُ فِيهَا
لَا غِيَّةً ۝ فِيهَا عَيْنٌ جَارِيَةٌ ۝ فِيهَا سُرُرٌ مَرْفُوعَةٌ ۝ وَأَكْوَابٌ مَوْضُوعَةٌ ۝
وَنَبَارِقٌ مَصْفُوفَةٌ ۝ وَزَرَائِبُ مَبْنُوتَةٌ ۝

ترجمہ: بہت سے چہرے اس دن تروتازہ اور آسودہ حال ہوں گے [۸] اپنے اعمال سے خوش ہوں گے [۹] بلند و بالا جنتوں میں ہوں گے [۱۰] جہاں کوئی بے ہودہ بات کان میں نہ پڑے گی۔ [۱۱] جہاں چشمے جاری ہوں گے [۱۲] اور اونچے اونچے تخت ہوں گے [۱۳] اور آنچرے رکھے ہوئے ہوں گے [۱۴] اور ایک قطار میں لگے ہوئے نیچے ہوں گے [۱۵] اور چلی مسندیں پھیلی پڑی ہوں گی۔ [۱۶]

= میں زہریلے کانٹوں دار پھل لگے ہوں گے یہ بدترین کھانا ہوگا اور نہایت ہی برا ہوگا نہ بدن بڑھائے گا اور نہ بھوک مٹائے گا اور نہ نقصان دور ہوگا۔

نیکیوں پر انعامات: [آیت: ۸-۱۶] اوپر چونکہ بدکاروں کا بیان اور ان کے عذابوں کا ذکر ہوا تھا تو یہاں نیک کاروں کا اور ان کے ثوابوں کا بیان ہو رہا ہے۔ تو فرمایا کہ اس دن بہت سے چہرے ایسے بھی ہوں گے جن پر خوشی کے اور آسودگی کے آثار ظاہر ہوں گے یہ اپنے اعمال سے خوش ہوں گے جنتوں کے بلند بالا خانوں میں ہوں گے جس میں کوئی لغوبات کان میں نہ پڑے گی، جیسے فرمایا ﴿لَا يَسْمَعُونَ فِيهَا لَغْوًا إِلَّا سَلَامًا﴾ ① اس میں سوائے سلامتی اور سلام کے کوئی بری بات نہ سنیں گے۔ اور فرمایا ﴿لَا لَغْوُ فِيهَا وَلَا تَأْنِيهٍ﴾ ② نہ اس میں بیہودگی ہے نہ گناہ کی باتیں

اور فرمایا ہے ﴿لَا يَسْمَعُونَ فِيهَا لَغْوًا وَلَا تَأْنِيهًا إِلَّا فِي سَلَامًا سَلَامًا﴾ ③ نہ اس میں فضول کوئی سنیں گے نہ بد باتیں سوائے سلام ہی سلام کے اور کچھ نہ ہوگا۔ اس میں بہتی ہوئی نہریں ہوں گی۔ یہاں مگر اثبات کے سیاق میں ہے ایک ہی نہر مراد نہیں بلکہ جس نہر مراد ہے یعنی نہریں بہتی ہوں گی۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں جنت کی نہریں مشک کے پہاڑوں اور مشک کے ٹیلوں سے نکلتی ہیں ④ اس میں اونچے اونچے بلند و بالا تخت ہیں جن پر بہترین فرش ہیں اور ان کے پاس حوریں بیٹھی ہوئی ہیں گویہ تخت بہت اونچے اور ضخامت والے ہیں لیکن جب یہ اللہ تعالیٰ کے دوست ان پر بیٹھنا چاہیں گے تو وہ جھک جائیں گے شراب کے بھر پور جام ادھر ادھر قرینے سے چنے ہوئے ہیں جو چاہے جس قسم کا چاہے جس مقدار میں چاہے لے لے اور پی لے اور نیچے ہیں ایک قطار میں لگے ہوئے اور ادھر ادھر بہترین بسترے اور فرش باقاعدہ نیچے ہوئے ہیں۔

ابن ماجہ وغیرہ میں حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ”کوئی ہے جو تہ بند چڑھائے جنت کی تیاری کر لے اس جنت کی جس کی لمبائی چوڑائی بے حساب ہے رب کعبہ کی قسم! وہ ایک چمکتا ہوا نور ہے وہ ایک لہلہاتا ہوا سبزہ ہے وہ بلند و بالا محلات ہیں وہ بہتی ہوئی نہریں ہیں وہ بکثرت ریشمی حلے ہیں وہ کپکپائے تیار عمدہ پھل ہیں وہ پھلکی والی جگہ ہے وہ سراسر میوے جات سبزہ راحت اور نعمت ہے وہ تروتازہ بلند و بالا جگہ ہے۔ سب لوگ بول اٹھے کہ ہم سب اس کے خواہشمند ہیں اور اس کے لیے تیاری کریں گے۔ فرمایا کہ ان شاء اللہ تعالیٰ کہو۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ان شاء اللہ تعالیٰ کہا۔“ ⑤

① ۱۹/ مریم: ۶۲۔ ② ۵۲/ الطور: ۲۳۔ ③ ۵۶/ الواقعة: ۲۵، ۲۶۔

④ ابن حبان، ۷۴۰۸ وسندہ حسن، دوسرا نسخہ: ۷۳۶۵۔

⑤ ابن ماجہ، کتاب الزہد، باب صفة الجنة، ۴۳۳۲ وسندہ ضعیف ضحاک معافری مجہول الحال راوی ہے۔ ابن حبان، ۷۳۸۱۔

أَفَلَا يَنْظُرُونَ إِلَى الْإِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ ۖ وَإِلَى السَّمَاءِ كَيْفَ رُفِعَتْ ۖ
وَالِى الْجِبَالِ كَيْفَ نُصِبَتْ ۖ وَإِلَى الْأَرْضِ كَيْفَ سُطِحَتْ ۖ فَذَكِّرْ ۚ إِنَّمَا
أَنْتَ مُذَكِّرٌ ۚ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيِّرٍ ۖ إِلَّا مَنْ تَوَلَّى وَكَفَرَ ۖ فَيُعَذِّبُهُ اللَّهُ
الْعَذَابَ الْأَكْبَرَ ۚ إِنَّ إِلَيْنَا إِيَابَهُمْ ۖ ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا حِسَابَهُمْ ۚ

ترجمہ: کیا یہ اونٹوں کو نہیں دیکھتے کہ وہ کس طرح پیدا کئے گئے ہیں [۱۴] اور آسمان کو کہ کس طرح اونچا کیا گیا ہے [۱۸] اور پہاڑوں کی طرف کہ کس طرح گاڑ دیے گئے ہیں۔ [۱۹] اور زمین کی طرف کہ کس طرح بچائی گئی ہے [۲۰] پس تو تو نصیحت کر دیا کر کیونکہ تو صرف نصیحت کر نیا لا ہے [۲۱] تو کچھ ان پر داروغہ نہیں ہے [۲۲] ہاں جو شخص روگردانی کرے اور کفر کرے [۲۳] اسے اللہ تعالیٰ بہت بڑا عذاب دے گا۔ [۲۴] بے شک ہماری طرف ان کا لوٹنا ہے [۲۵] پھر بیشک ہمارے ذمہ ہے ان سے حساب لینا۔ [۲۶]

کیا منکرین اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کو نہیں دیکھتے: [آیت: ۱۷-۲۶] اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو حکم دیتا ہے کہ وہ اس کی مخلوقات پر تدبیر کے ساتھ نظریں ڈالیں اور دیکھیں کہ اس کی بے انتہا قدرت ان میں سے ہر ہر چیز سے اس طرح ظاہر ہوتی ہے اس کی پاک ذات پر ہر ہر چیز کس طرح دلالت کر رہی ہے اونٹ کو بھی دیکھو کہ کس عجیب و غریب ترکیب اور ہیئت کا ہے کتنا مضبوط اور قوی ہے اور باوجود اس کے کس طرح نرمی اور آسانی سے بوجھ لا دیتا ہے اور ایک بچے کے ساتھ بھی کس طرح اطاعت گزار بن کر چلتا ہے۔ اس کا گوشت بھی تمہارے کھانے میں آتا ہے اس کے بال بھی تمہارے کام آتے ہیں اس کا دودھ تم پیتے ہو اور طرح طرح کے فائدے اٹھاتے ہو۔ سب سے پہلے اسے اس لیے بیان کیا گیا کہ عموماً عرب کے ملک میں اور عربوں کے پاس یہی جانور تھا (اس جانور کی طرف خاص طور پر توجہ اس لیے ڈالی گئی ہے کہ اس کے کھانے پینے کا، جلنے کا، بیٹھنے کا، رفع حاجت کا اور تناسل کا طریقہ سب جانوروں سے جدا گانہ ہے۔ اگر ایک دفعہ کھائی لیتا ہے تو ہفتوں کافی رہتا ہے۔ بیٹھتا عجیب طرح ہے۔

حضرت شریع قاضی فرمایا کرتے تھے کہ آؤ چلو چل کر دیکھیں کہ اونٹ کی پیدائش کس طرح ہے اور آسمان کی بلندی زمین سے کس طرح ہے وغیرہ۔ اور جگہ ارشاد ہے ﴿أَلَمْ يَنْظُرُوا إِلَى السَّمَاءِ فَوْفَهُمْ﴾ ① الخ کیا ان لوگوں نے اپنے اوپر آسمان کو نہیں دیکھا کہ ہم نے اسے کس طرح بنایا، کیسے مزین کیا اور ایک سوراخ نہیں چھوڑا۔ پھر پہاڑوں کو دیکھو کہ کیسے گاڑ دیے گئے تاکہ زمین ہل نہ سکے اور پہاڑ بھی اپنی جگہ نہ چھوڑ سکیں، پھر اس میں جو بھلائی اور نفع کی چیزیں پیدا کی ہیں ان پر بھی نظر ڈالو زمین کو دیکھو کہ کس طرح پھیلا کر بچھا دی گئی ہے غرض یہاں ان چیزوں کا ذکر کیا جو قرآن کے مخاطب عربوں کے ہر وقت پیش نظر رہا کرتی ہیں ایک بدوی جو اپنے اونٹ پر سوار ہو کر لٹکتا ہے زمین اس کے نیچے ہوتی ہے آسمان اس کے اوپر ہوتا ہے۔ پہاڑ اس کی نگاہوں کے سامنے ہوتے ہیں اور اونٹ پر خود سوار ہے۔ ان باتوں سے خالق کی قدرت کاملہ اور صنعت ظاہرہ بالکل ہویدا ہے اور صاف ظاہر ہے کہ خالق، صانع، رب عظمت عزت والا مالک اور متصرف معبود بحق اور اللہ تعالیٰ صرف وہی ہے اس کے سوا کوئی ایسا نہیں جس کے سامنے ہم اپنی عاجزی اور پستی کا اظہار کریں جسے ہم جاتوں کے وقت پکاریں جس کا نام جنیں اور جس کے سامنے سرخم ہوں۔

حضرت ضام رحمہ اللہ نے جو سوالات آنحضرت ﷺ سے کئے تھے وہ اس طرح کی قسمیں دے کر کئے تھے۔ بخاری و مسلم

ترمذی نسائی مسند احمد وغیرہ میں حدیث ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ”ہمیں بار بار سوالات کرنے سے روک دیا گیا تھا تو ہماری یہ خواہش رہتی تھی کہ باہر کا کوئی عقلمند شخص آئے وہ سوالات کرے ہم بھی موجود ہوں اور پھر حضور ﷺ کی زبانی جوابات سنیں چنانچہ ایک دن ایک بادیہ نشین آئے اور کہنے لگے اے محمد! آپ کے قاصد ہمارے پاس آئے اور ہم سے کہا کہ آپ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنا رسول بنایا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اس نے سچ کہا۔ وہ کہنے لگا بتلائیے کس نے آسمان کو پیدا کیا؟ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہا زمین کس نے پیدا کی؟ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہا پس آپ کو قسم ہے اس اللہ تعالیٰ کی دیا؟ اور ان میں یہ فائدے کی چیزیں کس نے پیدا کیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہا پس آپ کو قسم ہے اس اللہ تعالیٰ کی جس نے آسمان وزمین پیدا کئے اور ان پہاڑوں کو گاڑ دیا اللہ تعالیٰ ہی نے آپ کو اپنا رسول بنا کر بھیجا ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ کہا آپ کے قاصد نے یہ بھی کہا کہ ہم پر رات دن میں پانچ نمازیں فرض ہیں۔ فرمایا اس نے سچ کہا۔ کہا اس اللہ تعالیٰ کی آپ کو قسم ہے جس نے آپ کو بھیجا ہے کہ کیا یہ اللہ کا حکم ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں۔ کہا آپ کے قاصد نے یہ بھی کہا کہ ہمارے مالوں میں ہم پر زکوٰۃ فرض ہے۔ فرمایا سچ ہے۔ کہا آپ کو اپنے بھیجے والے اللہ کی قسم کیا اللہ نے آپ کو یہ حکم دیا ہے؟ فرمایا ہاں۔ کہا اور آپ کے قاصد نے ہم میں سے طاقت رکھنے والے لوگوں کو حج کا حکم بھی دیا ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں اس نے سچ کہا۔ وہ یہ سن کر یہ کہتا ہوا چل دیا کہ اس اللہ لاشریک کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے نہ میں ان پر کچھ زیادتی کروں نہ ان میں کوئی کمی کروں۔ نبی ﷺ نے فرمایا اگر اس نے سچ کہا تو یہ جنت میں داخل ہوگا۔“ ① بعض روایات میں ہے کہ اس نے کہا میں ضمام بن ثعلبہ ہوں بنو سعد بن بکر کا بھائی۔ ②

ابویعلیٰ میں ہے کہ ”رسول اللہ ﷺ ہمیں اکثر یہ حدیث سنایا کرتے تھے کہ زمانہ جاہلیت میں ایک عورت پہاڑ پر تھی اس کے ساتھ اس کا ایک چھوٹا سا بچہ تھا یہ عورت بکریاں چرا یا کرتی تھی اس کے لڑکے نے اس سے پوچھا کہ اماں جان! تمہیں کس نے پیدا کیا؟ اس نے کہا اللہ نے، پوچھا مجھے؟ کہا اللہ نے، پوچھا آسمان کو؟ کہا اللہ نے، پوچھا میرے ابا جی کو کس نے پیدا کیا؟ اس نے کہا اللہ نے۔ پوچھا پہاڑوں کو؟ بتلایا کہ انہیں بھی اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے۔ بچے نے پھر سوال کیا کہ اچھا ان بکریوں کو کس نے پیدا کیا؟ ماں نے کہا انہیں بھی اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے۔ بچے کے منہ سے بے اختیار نکلا کہ اللہ تعالیٰ بڑی شان والا ہے۔ اس کا دل عظمت اللہ سے بھر گیا وہ اپنے نفس پر قابو نہ رکھ سکا اور پہاڑ پر سے گر پڑا ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔“ ③

ابن دینار رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بھی یہ حدیث ہم سے اکثر بیان فرمایا کرتے تھے۔ اس حدیث کی سند میں عبد اللہ بن جعفر مدنی ضعیف ہیں۔

امام علی بن مدینی رحمہ اللہ جو ان کے صاحبزادے اور جرح و تعدیل کے امام ہیں وہ انہیں یعنی اپنے والد کو ضعیف بتلاتے ہیں پھر فرماتا ہے کہ اے نبی! تم تو اللہ کی رسالت کی تبلیغ کیا کرو تم پر صرف بلاغ ہے حساب ہمارے ذمہ ہے۔ آپ ﷺ ان پر مسلط نہیں ہیں جب کرنے والے نہیں ہیں ان کے دلوں میں آپ ایمان پیدا نہیں کر سکتے آپ انہیں ایمان لانے پر مجبور نہیں کر سکتے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ”مجھے حکم کیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے لڑوں یہاں تک کہ وہ لا الہ الا اللہ کہیں جب وہ اسے کہہ لیں تو انہوں نے

① صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب السؤال عن ارکان الاسلام، ۱۲؛ ترمذی، ۶۱۹؛ احمد، ۱۴۳/۳۔

② صحیح بخاری، کتاب العلم، باب القراءة والعرض علی المحدث، ۶۳؛ ابو داود، ۴۸۶؛ ابن ماجہ، ۱۴۰۲؛ احمد، ۱۶۸/۳۔

③ ابن حبان، ۱۵۴۔ ④ وسندہ ضعیف اس کی سند میں عبد اللہ بن جعفر مدنی ضعیف راوی ہے (المیزان، ۲/۴۰۱؛ رقم: ۴۲۴۷)۔

اپنے جان و مال مجھ سے بچا لیے مگر حق اسلام کے ساتھ اور ان کا حساب اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے۔ پھر آپ ﷺ نے اسی آیت کی تلاوت کی“ ① (مسلم، ترمذی، مسند وغیرہ)۔

پھر فرماتا ہے مگر وہ جو منہ موڑے اور کفر کرے، یعنی نہ عمل کرے نہ ایمان لائے نہ اقرار کرے جیسے فرمان ہے ﴿فَلَا صَدَقَ وَلَا لَا صَلَّی﴾ ② نہ تو حق بات کی تصدیق کی اور نہ نماز پڑھی بلکہ جھٹلایا اور منہ پھیر لیا۔ اسی لیے اسے بہت بڑا عذاب ہوگا۔ حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ حضرت خالد بن یزید بن معاویہ کے پاس گئے تو اس نے کہا کہ ”آپ نے نبی ﷺ سے جو آسان سے آسان حدیث سنی ہو اسے مجھے سنائیں۔ تو آپ نے فرمایا میں نے حضور ﷺ سے سنا ہے کہ تم میں سے ہر ایک جنت میں جائے گا مگر وہ جو اس طرح کی سرکشی کرے جیسے شریر اونٹ اپنے مالک پر کرتا ہے“ ③ (مسند احمد)۔ ان سب کا لوٹنا ہماری ہی جانب ہے اور پھر ہم ہی ان سے حساب لیں گے اور انہیں بدلہ دیں گے، نیکی کا نیک، بدی کا بد۔

الحمد لله سورة عاشرہ کی تفسیر ختم ہوئی۔



① صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الأمر بقتال الناس حتی یقولوا لا اله الا الله ۲۱؛ ترمذی، ۳۳۴۱؛ احمد، ۳/۳۰۰۔

② ۷۵/القیامۃ: ۳۱-۳۲۔ ③ احمد، ۵/۲۵۸ ح ۲۲۲۲۶؛ الحاکم، ۱/۵۶، ۵۵/۱ وسندہ حسن۔

تفسیر سورۃ فجر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَالْفَجْرِ ۝ وَلَيَالٍ عَشْرٍ ۝ وَالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ ۝ وَالْيَلِّ إِذَا أَيْسَرَ ۝ هَلْ فِيْ ذٰلِكَ قَسَمٌ

لِّذِیْ حَجْرٍ ۝ اَلَمْ تَرَ كَیْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ ۝ اِرمَ ذَاتِ الْعِمَادِ ۝ الَّتِیْ لَمْ

یُخَلِّقْ مِثْلَهَا فِی الْبِلَادِ ۝ وَنَمُوذَ الَّذِیْنَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ ۝ وَفِرْعَوْنَ ذِی

الْاُوتَادِ ۝ الَّذِیْنَ طَغَوْا فِی الْبِلَادِ ۝ فَاكْثَرُوا فِیْهَا الْفَسَادَ ۝ فَصَبَّ عَلَیْهِمْ

رَبُّكَ سَوْطَ عَذَابٍ ۝ اِنَّ رَبَّكَ لَبَاٰلِرْصَادٍ ۝

ترجمہ: شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑے رحم والا ہے۔

قسم ہے فجر کی [۱] اور دس راتوں کی [۲] اور حفت اور طاق کی [۳] اور دس کی جب وہ چلنے لگے [۴] کیا ان میں عقلمند کے واسطے کافی قسم ہے [۵] کیا تو نے نہ دیکھا کہ تیرے رب نے عاد یوں کے ساتھ کیا کیا۔ [۶] ارم والے استونی عادی جو بلند قامت تھے [۷] جن جیسے لوگ دوسرے کسی شہر و ملک میں پیدا نہیں کئے گئے۔ [۸] اور فرعون یوں کے ساتھ جنہوں نے واد میں بڑے بڑے پتھر تراشے تھے [۹] اور فرعون کے ساتھ جو جنوں والا تھا۔ [۱۰] ان سبھوں نے شہروں میں سر اٹھا رکھا تھا [۱۱] اور بہت فساد مچا رکھا تھا [۱۲] آخر تیرے رب نے ان سب پر عذاب کا کواڑ برسایا۔ [۱۳] یقیناً تیرا رب گھات میں ہے۔ [۱۴]

تعارف سورت: نسائی میں ہے کہ ”حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھائی ایک شخص آیا اور جماعت میں شامل ہو گیا۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے نماز میں قراءت لمبی کی اس نے مسجد کے ایک گوشے میں اپنی نماز پڑھ لی پھر فارغ ہو کر چلا گیا۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو بھی یہ واقعہ معلوم ہوا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آ کر بطور شکایت یہ واقعہ بیان کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جوان کو بلوا کر پوچھا تو اس نے کہا حضور! میں کیا کرتا میں ان کے پیچھے نماز پڑھ رہا تھا انہوں نے لمبی قراءت شروع کی تو میں نے گھوم کر مسجد کے کونے میں اپنی نماز پڑھ لی پھر اپنی اونٹنی کو چارہ ڈالا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے معاذ کیا تو فتنے میں ڈالنے والا ہے تو ان سورتوں سے کہاں ہے؟ ﴿سَبِّحْ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰی﴾ اٰلِھِ وَ الشَّمْسِ وَ ضَلَحْہَا ﴿اٰلِھِ وَ الْفَجْرِ﴾ اٰلِھِ وَ الْیَلِّ اِذَا یَغْشٰی ﴿اٰلِھِ﴾ ①

فجر کی قسم اور اللہ تعالیٰ کی قدرتوں کا تذکرہ: [آیت ۱: ۱۳] فجر تو ہر شخص جانتا ہی ہے یعنی صبح اور یہ مطلب بھی ہے کہ بقرعید کے دن کی صبح، اور یہ مراد بھی ہے کہ صبح کے وقت کی نماز اور پورا دن اور دس راتوں سے مراد ذی الحجہ مہینے کی پہلی دس راتیں ② چنانچہ صحیح بخاری کی حدیث میں ہے کہ ”کوئی عبادت ان دس دنوں کی عبادت سے افضل نہیں۔ لوگوں نے پوچھا اللہ کی راہ کا جہاد بھی؟ فرمایا یہ بھی نہیں مگر وہ شخص جو جان مال لے کر نکلا اور پھر کچھ بھی ساتھ لے کر نہ پلٹا۔“ ③ بعض نے کہا ہے محرم کے پہلے دس دن مراد ہیں۔

② الطبری، ۲۴ / ۳۹۶۔

① اس کی تخریج سورۃ انفطار کے شروع میں گزر چکی ہے۔

③ صحیح بخاری، کتاب العیدین، باب فضل العمل فی ایام التشریق، ۹۶۹؛ ابو داؤد، ۲۴۳۸؛ ترمذی، ۷۵۷؛ ابن ماجہ،

۱۷۲۷؛ احمد، ۱ / ۲۲۴ ابن حبان، ۳۲۴۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں رمضان کے پہلے دس دن۔ لیکن صحیح قول پہلا ہی ہے، یعنی ذی الحجہ کی شروع کی دس راتیں۔
مسند احمد میں ہے کہ ”رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ عشر سے مراد عید الاضحیٰ کے دس دن ہیں“ اور وتر سے مراد عرفہ کا دن ہے اور شفع سے مراد قربانی کا دن ہے۔ ① اس کی اسناد میں تو کوئی مضائقہ نہیں، لیکن متن میں نکارت ہے وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ وتر سے مراد عرفہ کا دن ہے، یوں تاریخ ہوتی ہے تو شفع سے مراد دسویں تاریخ ہے یعنی بقرعید کا دن ہے، وہ طاق ہے یہ جفت ہے۔ حضرت واصل بن سائب رضی اللہ عنہ نے حضرت عطاء رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا وتر سے مراد یہی وتر نماز ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں، شفع عرفہ کا دن ہے اور وتر عید الاضحیٰ کی رات ہے۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ خطبہ دے رہے تھے کہ ایک شخص نے کھڑے ہو کر پوچھا کہ شفع کیا ہے اور وتر کیا ہے؟ آپ نے فرمایا ﴿فَمَنْ تَعَبَّلَ فِي يَوْمَيْنِ﴾ ② میں جو دو دن کا ذکر ہے وہ شفع ہے اور ﴿مَنْ تَأَخَّرَ﴾ میں جو ایک دن ہے وہ وتر ہے۔ یعنی گیارہویں بارہویں ذی الحجہ کی شفع ہے اور تیرہویں وتر ہے، آپ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ ایام تشریق کا درمیانی دن شفع ہے اور آخری دن وتر ہے۔

جفت اور طاق سے کیا مراد ہے: بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ ”اللہ تعالیٰ کے ایک کم ایک سونا نام ہیں جو انہیں یاد کر لے وہ جنتی ہے وہ وتر ہے وتر کو دوست رکھتا ہے۔“ ③ زید بن اسلم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس سے مراد تمام مخلوق ہے اس میں شفع بھی ہے اور وتر بھی۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ مخلوق شفع اور اللہ وتر ہے یہ بھی کہا گیا ہے کہ شفع صبح کی نماز ہے اور وتر مغرب کی نماز ہے یہ بھی کہا گیا ہے کہ شفع سے مراد جوڑ جوڑ اور وتر سے مراد اللہ عز وجل جیسے آسمان زمین تری خشکی جن انس سورج چاند وغیرہ۔ قرآن میں ہے ﴿وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا ذَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ﴾ ④ ہم نے ہر چیز کو جوڑ جوڑ پیدا کیا ہے تاکہ تم عبرت حاصل کر لو۔ یعنی جان لو کہ ان تمام چیزوں کا خالق اللہ واحد ہے جس کا کوئی شریک نہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد گنتی ہے جس میں جفت بھی ہے اور طاق بھی ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ شفع سے مراد دو دن ہیں اور وتر سے مراد تیسرا دن ⑤ یہ حدیث اس حدیث کے مخالف ہے جو اس سے پہلے لڑ چکی ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ اس سے مراد نماز ہے کہ اس میں شفع ہے جیسے صبح کی دو ظہر عصر اور عشا کی چار چار اور وتر ہے جیسے مغرب کی تین رکتیں ہیں جو دن کے وتر ہیں اور اسی طرح آخری رات کا وتر۔ ایک مرفوع حدیث میں مطلق نماز کے لفظ کے ساتھ مروی ہے ⑥ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرض نماز مروی ہے لیکن یہ مرفوع حدیث نہیں زیادہ ٹھیک یہی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ پر موقوف ہے وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

فجر کا مفہوم: امام ابن جریر رضی اللہ عنہ نے ان آٹھ نواتواال میں سے کسی کو فیصل قرار نہیں دیا۔ پھر فرماتا ہے رات کی قسم جب جانے لگے اور یہ بھی معنی کئے گئے ہیں کہ جب آنے لگے بلکہ یہی معنی زیادہ مناسب اور والفجر سے زیادہ مناسب رکھتے ہیں۔ فجر کہتے ہیں رات کے جانے کو اور دن کے آنے کو تو یہاں رات کا آنا اور دن کا جانا مراد ہوگا جیسے ﴿وَالْأَيْلِ إِذَا عَسَسَ ۝ وَالصُّبْحِ إِذَا تَنَفَّسَ ۝﴾ میں عکرمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مراد مزدلفہ کی رات ہے۔ حجر سے مراد عقل ہے حجر کہتے ہیں روک کو چونکہ عقل بھی غلط کاریوں اور جھوٹی باتوں سے روک دیتی ہے اس لیے اسے عقل کہتے ہیں۔ حطیم کو بھی حجر البیت اسی لیے کہتے ہیں کہ وہ طواف کرنے والے کو کعبۃ اللہ کی

① احمد، ۳/۳۲۷، وسندہ ضعیف، ابو الزبیر عتقن۔ ② البقرة: ۲۰۳۔

③ صحیح بخاری، کتاب الدعوات، باب لله مائة اسم غیر واحدة، ۶۴۱۰؛ صحیح مسلم، ۲۶۷۷۔

④ ۵۱/الذریات: ۴۹۔ ⑤ الطبری، ۲۴/۳۹۷، وسندہ ضعیف اس کی سند میں ابوالزبیر محمد بن مسلم دلس راوی ہے۔

⑥ ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورة الفجر، ۳۳۴۲، وسندہ ضعیف قتادہ دلس راوی ہے نیز سند میں ایک مجهول راوی

ہے۔ احمد، ۴/۴۳۷۔

شامی دیوار سے روک دیتا ہے اسی سے ماخوذ ہے حجریماء اور اسی لیے عرب کہتے ہیں ”حَجَرَ الْحَاكِمِ عَلَى فَلَانٍ“۔ جب کہ کسی شخص کو بادشاہ تصرف سے روک دے۔ اور کہتے ہیں ﴿حَجَرًا مَّحْجُورًا﴾ ① تو فرماتا ہے کہ ان میں عقلمندوں کے لیے قابل عبرت قسم ہے۔ کہیں تو قسمیں ہیں عبادتوں کی، کہیں عبادتوں کے قوتوں کی، جیسے حج نماز وغیرہ کہ جن سے اس کے نیک بندے اس کا قرب اور اس کی نزدیکی حاصل کرتے ہیں اور اس کے سامنے اپنی پستی اور خود فراموشی ظاہر کرتے ہیں جب ان پر ہیزگار نیک کار لوگوں کا اور ان کی عاجزی اور تواضع کا خشوع خضوع کا ذکر کیا تو اب ان کے ساتھ ہی ان کے خلاف جو سرکش اور بدکار لوگ ہیں ان کا ذکر ہو رہا ہے۔ تو فرماتا ہے کہ کیا تم نے نہ دیکھا کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے عادیوں کو غارت کر دیا جو کہ سرکش اور متکبر تھے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی، رسول کی تکذیب اور بدیوں پر جھک پڑتے تھے ان میں اللہ کے رسول حضرت ہود علیہ السلام آئے تھے یہ عاواولیٰ ہیں جو عاد بن ارم بن عوص بن سام بن نوح کی اولاد میں تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان میں سے ایمانداروں کو تو نجات ویدی اور باقی بے ایمانوں کو تیز و تند خوفناک اور ہلاکت آفریں ہواؤں سے ہلاک کیا، سات راتیں اور آٹھ دن تک یہ غضبناک آندھی چلتی رہی اور یہ سارے کے سارے اس طرح غارت ہو گئے کہ ان کے سر الگ تھے اور دھڑ الگ تھے ان میں سے ایک بھی باقی نہ رہا۔ جس کا مفصل بیان قرآن کریم میں کئی جگہ ہے۔

سورۃ الْحَاقَّة میں بھی یہ بیان ہے۔ ﴿اِذْ ذَاتَ الْعِمَادِ﴾۔ یہ عادی تفسیر بطور عطف بیان کے ہے تاکہ بخوبی وضاحت ہو جائے یہ لوگ مضبوط اور بلند ستونوں والے گھروں میں رہتے تھے اور اپنے زمانے کے اور لوگوں سے بہت بڑے تن و توش والے قوت و طاقت والے تھے اسی لیے حضرت ہود علیہ السلام نے انہیں نصیحت کرتے ہوئے فرمایا تھا ﴿وَادْكُرُوا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَاءَ﴾ ② الخ یعنی یاد کرو کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں قوم نوح کے بعد زمین پر خلیفہ بنایا ہے اور تمہیں جسمانی کشادگی پوری دی ہے، تمہیں چاہئے کہ اللہ کی نعمتوں کو یاد کرو اور زمین میں فساد بن کر نہ رہو اور جگہ ہے کہ عادیوں نے ناحق زمین میں سرکشی کی اور بول اٹھے کہ ہم سے زیادہ قوت والا اور کون ہے؟ کیا وہ بھول گئے کہ ان کا پیدا کرنے والا ان سے بہت ہی زبردست طاقت و قوت والا ہے۔ یہاں بھی ارشاد ہوتا ہے کہ اس قبیلے جیسے طاقتور اور شہروں میں نہ تھے۔ بڑے طویل القامت، قوی الجسد تھے ارم ان کا دار السلطنت تھا۔ انہیں ستونوں والے کہا جاتا تھا اس لیے بھی کہ یہ لوگ بہت دراز قد تھے بلکہ صحیح وجہ یہی ہے کہ ﴿مِنْهُمْ﴾ الکی ضمیر کا مرجع عباد بتلایا گیا ہے ان جیسے اور شہروں میں نہ تھے یہ احتاف میں بنے ہوئے لمبے لمبے تھے اور بعض نے ضمیر کا مرجع قبیلہ بتلایا ہے یعنی اس قبیلے جیسے لوگ اور شہروں میں نہ تھے اور یہی قول ٹھیک ہے اور اگلا قول ضعیف ہے اس لیے بھی کہ یہی مراد ہوتی تو ﴿لَمْ يَجْعَلْ﴾ کہا جاتا نہ کہ ﴿لَمْ يَخْلُقْ﴾۔ ابن ابی حاتم میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ ان میں اس قدر زور و طاقت تھی کہ ان میں کا کوئی اٹھتا اور ایک بڑی ساری چٹان لے کر کسی قبیلے پر پھینک دیتا تو بیچارے سب کے سب دب کر مر جاتے۔ ③ حضرت ثور بن زید دلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک ورق پر یہ لکھا ہوا پڑھا ہے کہ میں شداد بن عاد ہوں میں نے ستون بلند کیے ہیں میں نے ہاتھ مضبوط کیے ہیں میں نے سات ذراع کے خزانے جمع کئے ہیں جو امت محمد ﷺ نکالے گی۔ غرض خواہ یوں کہو کہ وہ عمدہ اونچے اور مضبوط مکانوں والے تھے خواہ یوں کہو کہ وہ بلند و بالا ستونوں والے تھے یا یوں کہو کہ وہ بہترین ہتھیاروں والے تھے یا یوں کہو لمبے لمبے قد والے تھے مطلب یہ ہے کہ ایک قوم تھی جن کا ذکر قرآن کریم میں کئی جگہ نمود یوں کے ساتھ آچکا ہے یہاں بھی اسی طرح عادیوں اور نمود یوں کا دونوں کا ذکر ہے وَاللّٰهُ اعْلَمُ۔ بعض

① ۲۵ / الفرقان: ۲۲۔ ② ۷ / الاعراف: ۶۹۔

③ وسندہ ضعیف اس کی سند میں ایک راوی بھول ہے جس کا نام نہیں لیا گیا۔

حضرات نے یہ بھی کہا ہے کہ ﴿اَرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ﴾ ایک شہر ہے یا تو دمشق یا اسکندریہ، لیکن یہ قول ٹھیک نہیں معلوم ہوتا اس لیے کہ عبارت کا ٹھیک مطلب نہیں بنتا، کیونکہ یا تو یہ بدل ہو سکتا ہے یا عطف بیان۔ دوسرے اس لیے بھی کہ یہاں یہ مقصود ہے کہ ہر ایک سرکش کو اللہ تعالیٰ نے برباد کیا جن کا نام عادی تھا نہ کہ کسی شہر کو۔ میں نے اس بات کو یہاں اس لیے بیان کر دیا ہے تاکہ جن مفسرین کی جماعت نے یہاں تفسیر کی ہے ان میں سے کوئی شخص دھوکے میں نہ پڑ جائے۔ وہ لکھتے ہیں کہ یہ ایک شہر کا نام ہے جس کی ایک اینٹ سونے کی ہے دوسری چاندی کی اس کے مکانات، باغات، محلات وغیرہ سب چاندی سونے کے ہیں، کنکر لوٹو اور جواہر ہیں، مٹی مشک ہے، نہریں بہہ رہی ہیں، پھل تیار ہیں، کوئی رہنے سہنے والا نہیں ہے، درود یوار خالی ہیں، کوئی ہاں ہوں کرنے والا بھی نہیں، یہ شہر منتقل ہوتا رہتا ہے، کبھی شام میں کبھی یمن میں، کبھی عراق میں، کبھی کہیں کبھی کہیں وغیرہ۔ یہ سب خرافات بنواسرائیل کی ہیں ان کے بدوینوں نے یہ گھڑنت گھڑی ہے تاکہ جاہلوں میں باتیں بنائیں۔

تقلبی وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ ایک اعرابی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانے میں اپنے گم شدہ اونٹوں کو ڈھونڈ رہا تھا کہ جنگل بیابان میں اس نے اسی صفت کا ایک شہر دیکھا۔ اس میں گیا گھوما پھرا پھر لوگوں سے آکر ذکر کیا لوگ بھی وہاں گئے لیکن پھر کچھ نظر نہ آیا۔ ابن ابی حاتم نے یہاں ایسے قصے بہت سے لے کر جوڑے نقل کئے ہیں، یہ حکایت بھی صحیح نہیں اور اگر یہ اعرابی والا قصہ سنداً صحیح مان لیں تو ممکن ہے کہ اسے ہوس اور خیال ہو اور اپنے خیال میں اس نے یہ نقشہ جمالیہا ہو اور خیالات کی چشتی اور عقل کی کمی نے اسے یقین دلایا ہو کہ وہ صحیح طور پر یہی دیکھ رہا ہے اور فی الواقع یوں نہ ہو۔

فائدہ: ٹھیک اسی طرح جو جاہل حریص اور خیالات کے کچے یوں سمجھتے ہیں کہ کسی خاص زمین تلے سونے چاندی کے پل ہیں اور قسم قسم کے جواہر یا قوت لوٹو اور موتی ہیں اسیر کبیر ہے، لیکن ایسے چند موانع ہیں کہ وہاں لوگ پہنچ نہیں سکتے۔ مثلاً خزانے کے منہ پر کوئی اڑدہا بیٹھا ہے، کسی جن کا پہرہ ہے وغیرہ۔ یہ سب فضول قصے اور بناوٹی باتیں ہیں انہیں گھڑ گھڑا کر بوقوفوں اور مال کے حریصوں کو اپنے دام میں پھانس کر ان سے کچھ وصول کرنے کے لیے مکاروں نے مسہور کر رکھے ہیں پھر کبھی چلے کھینچنے کے بہانے سے، کبھی بخور کے بہانے سے کبھی کسی اور طرح سے ان سے یہ مکار روپے وصول کر لیتے ہیں اور اپنا پیٹ پالتے ہیں۔ ہاں یہ ممکن ہے کہ زمین میں سے جاہلیت کے زمانے کا یا مسلمانوں کے زمانے کا کسی کا گاڑا ہوا مال نکل آئے تو اس کا پتہ جسے چل جائے وہ اس کے ہاتھ لگ جاتا ہے نہ وہاں کوئی مار گنج ہوتا ہے نہ کوئی دیوبھوت جن پر ی۔ جس طرح ان لوگوں نے مشہور کر رکھا ہے یہ بالکل غیر صحیح ہے، یہ ایسے ہی لوگوں کی گھڑنت ہے یا ان جیسے ہی لوگوں سے سنی سنائی ہے اللہ سبحانہ و تعالیٰ نیک سمجھ دے۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے بھی فرمایا ہے کہ ممکن ہے کہ اس سے قبیلہ مراد ہو، اور ممکن ہے کہ شہر مراد ہو لیکن ٹھیک نہیں، یہاں تو صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ایک قوم کا ذکر ہے نہ کہ شہر کا۔ اسی لیے اس کے بعد ہی ثمودیوں کا ذکر کیا کہ وہ ثمودی جو پتھروں کو تراش لیا کرتے تھے جیسے اور جگہ ہے ﴿وَتَسْتَحْشُونَ مِنَ الْجِبَالِ يَبُوءُ مَا فَارِهِنَّ﴾ ① یعنی تم پہاڑوں میں اپنے کشادہ آرام دہ مکانات اپنے ہاتھوں سے پتھروں میں تراش لیا کرتے ہو۔ اس کے ثبوت میں کہ اس کے معنی تراش لینے کے ہیں عربی شعر بھی ہیں۔ ابن اسحاق رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ثمودی عرب تھے وادی القرئی میں رہتے تھے عادیوں کا قصہ پورا پورا سورۃ اعراف میں ہم بیان کر چکے ہیں اب اعادہ کی ضرورت نہیں۔ پھر فرمایا میخوں والا فرعون، اوتاد کے معنی ابن عباس رضی اللہ عنہما نے لشکروں کے کئے ہیں جو کہ اس کے کاموں کو مضبوط کرتے رہتے تھے یہ بھی مروی ہے کہ فرعون غصے کے وقت لوگوں کے ہاتھ پاؤں میں میخیں گڑوا کر مروا ڈالتا تھا، چورنگ کر کے اوپر سے بڑا پتھر پھینکتا =

فَإِنَّمَا الْإِنْسَانُ إِذَا مَا ابْتَلَاهُ رَبُّهُ فَأَكْرَمَهُ وَنَعَّمَهُ ۖ فَيَقُولُ رَبِّي أَكْرَمَنِ ۝
وَأَمَّا إِذَا مَا ابْتَلَاهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهُ ۖ فَيَقُولُ رَبِّي أَهَانَنِ ۝ ۚ كَلَّا بَلْ لَا
تُكْرِمُونَ الْيَتِيمَ ۖ وَلَا تَحْصُونَ عَلَى طَعَامِ الْمُسْكِينِ ۖ وَتَأْكُلُونَ الثَّرَاثَ
أَكْلًا لَّيًّا ۖ وَتُحِبُّونَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا ۝

ترجمہ: انسان کا یہ حال ہے کہ جب اسے اس کا رب آزماتا ہے اور عزت و نعمت دیتا ہے تو وہ کہنے لگتا ہے کہ میرے رب نے میرا اکرام کیا [۱۵] اور جب وہ اس کا امتحان لیتے ہوئے اس کی روزی تنگ کر لیتا ہے تو وہ کہنے لگتا ہے کہ میرے رب نے میری اہانت کی اور ذلیل کیا [۱۶] ایسا ہرگز نہیں بلکہ بات یہ ہے کہ تم ہی لوگ یتیموں کی عزت نہیں کرتے۔ [۱۷] اور مسکینوں کے کھلانے کی ایک دوسرے کو ترغیب نہیں دیتے۔ [۱۸] اور مردوں کی میراث سمیٹ سمیٹ کر کھاتے ہو۔ [۱۹] اور مال کو جی بھر کر عزیز رکھتے ہو۔ [۲۰]

== تھا جس سے اس کا کچھ مرکل جاتا تھا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ رسیوں اور میٹھوں وغیرہ سے اس کے سامنے کھیل کئے جاتے تھے اس کی ایک وجہ یہ بھی بیان کی گئی ہے کہ اس نے اپنی بیوی صلابہ کو جو مسلمان ہو گئی تھیں لٹا کر دونوں ہاتھوں اور دونوں پاؤں میں میٹھیں گاڑیں پھر بڑا سارا چکی کا پتھر ان کی پیٹھ پر مار کر جان لے لی اللہ ان پر رحم کرے۔

فسادیوں کی ہلاکت کا تذکرہ: پھر فرمایا کہ ان لوگوں نے سرکشی پر کمر باندھ لی تھی اور فساد کی لوگ تھے۔ لوگوں کو حقیر و ذلیل جانتے تھے اور ہر ایک کو ایذا پہنچاتے تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ کے عذاب کا کوڑا برس پڑا وہ بال آیا جو نالے نہ ملا اور ہلاک و برباد اور تیس نہیں ہو گئے تیرا بگھات میں ہے دیکھ رہا ہے سن رہا ہے سمجھ رہا ہے وقت مقرر پر ہر برے بھلے کو نیکی بدی کی جزا سزا دے گا یہ سب لوگ اس کے پاس جانے والے تھے تنہا اس کے سامنے کھڑے ہونے والے ہیں اور وہ عدل و انصاف کے ساتھ ان میں فیصلے کرے گا اور ہر شخص کو پورا بدلہ دے گا جس کا وہ مستحق تھا۔ وہ ظلم و جور سے پاک ہے۔

یہاں پر ابن ابی حاتم نے ایک حدیث وارد کی ہے جو بہت غریب ہے جس کی سند میں کلام ہے اور صحت میں بھی نظر ہے۔ اس میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”اے معاذ مؤمن حق کا قیدی ہے اے معاذ مؤمن تو دغدغے میں ہی رہتا ہے جب تک کہ پل صراط سے پار نہ ہو جائے۔ اے معاذ مؤمن کو قرآن نے بہت سی دلی خواہشوں سے روک رکھا ہے تاکہ وہ ہلاکت سے بچ جائے“ قرآن اس کی دلیل ہے خوف اس کی حجت ہے شوق اس کی سواری ہے نماز اس کی پناہ ہے روزہ اس کی ڈھال ہے صدقہ اس کا چھٹکارا ہے سچائی اس کی امیر ہے شرم اس کی وزیر ہے اور اس کا رب ان سب کے بعد اس پر واقف و آگاہ ہے وہ تیز نگاہوں سے اسے دیکھ رہا ہے۔“ اس کے راوی یونس الخدّ اور ابو حمزہ مجہول ہیں پھر اس میں ارسال بھی ہے ممکن ہے یہ ابو حمزہ ہی کا کلام ہو۔ اسی ابن ابی حاتم میں ہے کہ ابن عبد الکلاعی نے اپنے ایک وعظ میں کہا ”لوگو جنہم کے سات پل ہیں ان سب پر پل صراط ہے پہلے ہی پل پر لوگ روکے جائیں گے یہاں نماز کا حساب کتاب ہوگا یہاں سے نجات مل گئی تو دوسرے پل پر روک ہوگی یہاں امانت داری کا سوال ہوگا جو امانت دار ہوگا اس نے نجات پائی اور جو خیانت والا نکلا ہلاک ہوا۔ تیسرے پل پر صلہ رحمی کی پُرسش ہوگی اس کے کاٹنے والے یہاں سے نجات نہ پاسکیں گے اور ہلاک ہوں گے رشتہ داری یعنی صلہ رحمی وہیں موجود ہوگی اور یہ کہہ رہی ہوگی کہ اے اللہ! جس نے مجھے جوڑا تو اسے جوڑ اور جس نے مجھے توڑا تو اسے توڑ۔ یہی معنی ہیں ﴿إِنَّ رَبَّكَ لَبِاْئِمٌ صَادِقٌ﴾۔ یہ اثر اتنا ہی ہے پورا نہیں۔ =

كَلَّا إِذَا دُكَّتِ الْأَرْضُ دَكًّا دَكًّا ۖ وَجَاءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا ۖ وَجَاءَ
يَوْمَئِذٍ بِجَهَنَّمَ ۚ يَوْمَئِذٍ يَتَذَكَّرُ الْإِنْسَانُ وَأَنَّى لَهُ الذِّكْرَى ۖ يَقُولُ لِيَكُنْتَنِي
قَدِّمْتُ لِحَيَاتِي ۖ فَيَوْمَئِذٍ لَا يُعَذِّبُ عَذَابَهُ أَحَدٌ ۖ وَلَا يُوثِقُ وِثْقَةً أَحَدٌ ۖ
يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ۖ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ۖ فَادْخُلِي فِي
عِبْدِي ۖ وَأَدْخُلِي جَنَّتِي ۖ

ترجمہ: یقیناً جس وقت زمین بالکل برابر پست کر کے بچھا دی جائے گی [۲۱] اور تیرا رب خود آ جائے گا اور فرشتے صفیں باندھ کر آ جائیں گے [۲۲] اور جس دن جہنم بھی لائی جائے گی اس دن انسان عبرت حاصل کر لے گا لیکن آج عبرت کا فائدہ کہاں؟ [۲۳] وہ کہے گا کہ کاش کہ میں نے اپنی اس زندگی کے لئے کچھ نیک اعمال پہلے ہی کر رکھتے ہوتے۔ [۲۴] پس آج اللہ کے عذابوں جیسا عذاب کسی کا نہ ہو گا۔ [۲۵] نہ اس کی قید و بند جیسی کسی کی قید و بند ہوگی۔ [۲۶] اے اطمینان والی روح [۲۷] تو اپنے رب کی طرف لوٹ چل اس طرح کہ تو اس سے راضی وہ تجھ سے خوش۔ [۲۸] پس میرے خاص بندوں میں داخل ہو جا [۲۹] اور میری جنت میں چل جا۔ [۳۰]

[آیت: ۱۵-۳۰] مطلب یہ ہے کہ جو لوگ وسعت اور کشادگی پا کر یوں سمجھ بیٹھے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کا اکرام کیا یہ غلط ہے بلکہ دراصل یہ امتحان ہے جیسے اور جگہ ہے ﴿اَيُّ حَسْبُوْنَ اَنَّمَا نُمِلُّهُمْ﴾ ① اے! یعنی مال و اولاد کے بڑھ جانے کو یہ لوگ نیکیوں کی بدھوتی سمجھتے ہیں دراصل یہ ان کی بے سمجھی ہے اسی طرح اس کے برعکس بھی یعنی تنگی ترشی کو انسان اپنی اہانت سمجھ بیٹھتا ہے حالانکہ دراصل یہ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے آزمائش ہے اسی لئے یہاں ﴿كَلَّا﴾ کہہ کر ان دونوں خیالات کی تردید کی کہ یہ واقعہ نہیں کہ جسے اللہ تعالیٰ مال کی وسعت دے اس سے وہ خوش ہے اور جس پر تنگی کرے اس سے ناخوش ہے بلکہ مدار خوشی اور ناخوشی کا ان دونوں حالتوں میں عمل پر ہے، غنی ہو کر شکر گزاری کرے تو اللہ تعالیٰ کا محبوب اور فقیر ہو کر صبر کرے تو اللہ تعالیٰ کا محبوب۔ اللہ تعالیٰ اس طرح اور اس طرح آزماتا ہے۔ پھر یتیم کی عزت کرنے کا حکم دیا۔ حدیث میں ہے کہ سب سے اچھا گھر وہ ہے جس میں یتیم ہو اور اس کی اچھی پرورش ہو رہی ہو۔ اور بدترین گھر وہ ہے جس میں یتیم ہو اور اس سے بدسلوکی کی جاتی ہو پھر آپ ﷺ نے انگلی اٹھا کر فرمایا میں اور یتیم کا پالنے والا جنت میں اس طرح ہوں گے یعنی قریب قریب۔ ② ابو داؤد کی حدیث میں ہے کہ کلمہ کی اور بیچ کی انگلی ملا کر انہیں دکھا کر آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں اور یتیم کا پالنے والا جنت میں اس طرح ہوں گے۔ ③ پھر فرمایا کہ یہ لوگ فقیروں مسکینوں کے ساتھ سلوک احسان کرنے، انہیں کھانا پینا دینے کی ایک دوسرے کو رغبت دلاؤ انہیں دلاتے اور یہ عیب بھی ان میں ہے کہ میراث کا مال حلال ہو یا حرام ہضم کر جاتے ہیں اور مال کی محبت بھی ان میں بے طرح ہے۔

① ۲۳ / المؤمنون: ۵۵۔

② ابن ماجہ، کتاب الادب، باب حق الیتیم، ۳۶۷۹ وسندہ ضعیف صحیح بن ابی سلیمان ضعیف راوی ہے۔

③ صحیح بخاری، کتاب الطلاق، باب اللعان، ۵۳۰۴؛ ابو داؤد، ۵۱۵۰؛ ترمذی، ۱۹۱۸؛ احمد، ۳۳۳/۵؛ ابن حبان، ۴۶۰۔

قیامت کی ہولناکیاں: قیامت کے ہولناک حالات کا بیان ہو رہا ہے کہ بالیقین اس دن زمین پست کر دی جائے گی، اونچی نیچی زمین برابر کر دی جائے گی۔ اور بالکل صاف ہموار ہو جائے گی پہاڑ زمین کے برابر کر دیئے جائیں گے تمام مخلوق قبر سے نکل آئے گی، خود اللہ تعالیٰ مخلوق کے فیصلے کرنے کے لئے آجائے گا یہ اس عام شفاعت کے بعد جو تمام اولاد آدم کے سردار حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی ہوگی اور یہ شفاعت اس وقت ہوگی جبکہ تمام مخلوق ایک ایک بڑے بڑے پیغمبر علیہ السلام کے پاس ہو کر آئے گی اور ہر نبی کہہ دے گا کہ میں اس قابل نہیں پھر سب کے سب حضور اکرم ﷺ کے پاس آئیں گے آپ ﷺ فرمائیں گے کہ ہاں ہاں میں اس کے لئے تیار ہوں پھر آپ جائیں گے اور اللہ تعالیٰ کے سامنے سفارش کریں گے کہ وہ پروردگار لوگوں کے درمیان فیصلے کرنے کے لئے تشریف لائے یہی پہلی شفاعت ہے اور یہی وہ مقام محمود ہے جس کا مفصل بیان سورہ سبحان میں گزر چکا ہے پھر اللہ تعالیٰ رب العزت فیصلے کے لئے تشریف لائے گا اس کے آنے کی کیفیت وہی جانتا ہے فرشتے بھی اس کے آگے آگے صف بستہ حاضر ہوں گے جہنم بھی لائی جائے گی صحیح مسلم میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ ”جہنم کی اس روز ستر ہزار لگاں میں ہوں گی ہر لگام پر ستر ہزار فرشتے ہوں گے جو اسے گھسیٹ رہے ہوں گے۔“ یہی روایت خود حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے ① اس دن انسان اپنے نئے پرانے تمام اعمال کو یاد کرنے لگے گا برائیوں پر بچھٹائے گا نیکیوں کے نہ کرنے یا کم کرنے پر افسوس کرے گا گناہوں پر نادم ہوگا۔ ② مسند احمد میں ہے کہ رسول اکرم ﷺ فرماتے ہیں ”اگر کوئی بندہ اپنے پیدا ہونے سے لے کر مرتے دم تک بچہ میں پڑا رہے اور اللہ تعالیٰ کا پورا اطاعت گزار رہے پھر بھی اپنی اس عبادت کو قیامت کے دن حقیر اور ناچیز سمجھے گا اور چاہے گا کہ میں دنیا کی طرف اگر لوٹا یا جاؤں تو اجر و ثواب کے کام اور زیادہ کروں“ پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس دن اللہ تعالیٰ کے عذابوں جیسا عذاب کسی اور کا نہ ہوگا جو وہ اپنے نافرمان اور نافر جام بندوں کو دے گا نہ اس جیسی زبردست پکڑ دھکڑ و قید و بند کسی کی ہو سکتی ہے۔ زبانہ فرشتے بدترین بیڑیاں اور جھکڑیاں انہیں پہنائے ہوئے ہوں گے یہ تو ہوا بد بختوں کا انجام اب نیک بختوں کا حال سنئے جو رخصت سکون اور اطمینان والی ہیں پاک اور ثابت ہیں حق کی ساتھی ہیں ان سے موت کے وقت اور قبر سے اٹھنے کے وقت کہا جائے گا کہ تو اپنے رب کی طرف اس کے پڑوس کی طرف اس کے ثواب اور اجر کی طرف اس کی جنت اور رضامندی کی طرف لوٹ چل یہ اللہ تعالیٰ سے خوش ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہے اور اتنا دے گا کہ یہ بھی خوش ہو جائے گا۔ تو میرے خاص بندوں میں آ جا اور میری جنت میں داخل ہو جا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ”یہ آیت حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے بارے میں اتری ہے۔“ بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ”حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔“ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے یہ بھی مروی ہے کہ قیامت کے دن اطمینان والی روجوں سے کہا جائے گا کہ تو اپنے رب یعنی اپنے ساتھی یعنی اپنے جسم کی طرف لوٹ جا جسے تو دنیا میں آباد کئے ہوئے تھی تم دونوں آپس میں ایک دوسرے سے راضی رضامند ہوئے بھی مروی ہے کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اس آیت کو ﴿فَاذْخُلُوا فِيْ عِبَادِيْ﴾ پڑھتے تھے یعنی اے روح میرے بندے میں یعنی اس کے جسم میں چلی جا۔ لیکن یہ غریب ہے اور ظاہر قول پہلا ہی ہے جیسے اور جگہ ہے ﴿ثُمَّ رُدُّوْا اِلَى اللّٰهِ مَوْلَآهُمْ الْحَقِّ﴾ ③ یعنی پھر سب کے سب اپنے سچے مولا کی طرف لوٹائے جائیں گے اور جگہ ہے ﴿وَاَنْ مَّرَدُّنَا اِلَى اللّٰهِ﴾ ④ یعنی ہمارا لوٹنا اللہ تعالیٰ کی طرف یعنی اس کے حکم کی طرف اور اس کے سامنے ہے۔ ابن ابی حاتم میں

① صحیح مسلم، کتاب الجنت، باب جہنم اعادنا اللہ منها، ۲۸۴۲؛ ترمذی، ۲۵۷۳۔

② کتاب الزہد لابن المبارک، ۱۳۴؛ احمد، ۱۸۵/۴ وسندہ صحیح موقوف علی محمد بن ابی عمیرہ رحمہ اللہ۔

③ ۶/ الانعام: ۶۲۔ ④ ۴۰/ المؤمن: ۴۳۔

ہے کہ یہ آیتیں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں اتریں تو آپ نے کہا کتنا اچھا قول ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہیں بھی یہی کہا جائے گا۔ ① دوسری روایت میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ آیتیں پڑھیں تو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ فرمایا جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خوشخبری سنائی کہ تجھے فرشتہ موت کے وقت یہی کہے گا۔ ② ابن ابی حاتم میں یہ روایت بھی ہے کہ جب حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے چچا زاد بھائی کا طائف میں انتقال ہوا تو ”ایک پرندہ آیا جس جیسا پرندہ کبھی زمین پر دیکھا نہیں گیا۔ وہ نعش میں چلا گیا پھر نکلتے ہوئے نہیں دیکھا گیا جب آپ کو دفن کر دیا گیا تو قبر کے کونے سے اسی آیت کی تلاوت کی آواز آئی اور یہ نہ معلوم ہوسکا کہ کون پڑھ رہا ہے“ ③ یہ روایت طبرانی میں ہے۔ ابو ہاشم قباث بن رزین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جنگ روم میں ہم دشمنوں کے ہاتھ قید ہو گئے، شاہ روم نے ہمیں اپنے سامنے بلایا اور کہا یا تو تم اس دین کو چھوڑ دو یا قتل ہونا منظور کر لو۔ ایک ایک کو وہ یہ کہتا کہ ہمارا دین قبول کر، ورنہ جلاؤ کو حکم دیتا ہوں کہ تمہاری گردن مارے تین شخص تو مرتد ہو گئے جب چوتھا آیا تو اس نے صاف انکار کیا بادشاہ کے حکم سے اس کی گردن اڑادی گئی اور سر کو نہر میں ڈال دیا گیا وہ نیچے ڈوب گیا اور ذرا سی دیر میں پانی پر آ گیا اور ان تینوں کی طرف دیکھ کر کہنے لگا کہ اے فلاں اور اے فلاں، ان کا نام لے کر انہیں آواز دی۔ جب یہ متوجہ ہوئے سب درباری لوگ بھی دیکھ رہے تھے اور خود بادشاہ بھی تعجب کے ساتھ سن رہا تھا۔ اس مسلمان شہید کے سر نے کہا سنو! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿يَا أَيُّهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ اِرْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ۖ فَادْخُلِي فِي عِبَادِي ۖ وَادْخُلِي جَنَّاتِي ۖ﴾۔ اتنا کہہ کر وہ سر پھر پانی میں غوطہ لگا گیا۔ اس واقعہ کا اتنا اچھا اثر ہوا کہ قریب تھا کہ نصرانی اسی وقت مسلمان ہو جاتے بادشاہ نے اسی وقت دربار پر خاست کرادیا اور وہ تینوں پھر مسلمان ہو گئے اور ہم سب یونہی قید میں رہے آخر خلیفہ ابو جعفر منصور کی طرف سے ہمارا فدیہ آ گیا اور ہم نے نجات پائی۔ ابن عساکر میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص سے فرمایا کہ ”یہ دعا پڑھا کر ((اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُكَ نَفْسًا بِكَ مُطْمَئِنَّةٌ تُوْمِنُ بِلِقَائِكَ وَتَرْضٰی بِقَضَائِكَ وَتَقْنَعُ بِعَطَائِكَ)) اے پروردگار! میں تجھ سے ایسا نفس طلب کرتا ہوں جو تیری ذات پر اطمینان اور بھروسہ رکھتا ہو تیری ملاقات پر ایمان رکھتا ہو تیری قضا پر راضی ہو تیرے دیئے ہوئے پر قناعت کرنے والا ہو۔“ ④

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ سورہ فجر کی تفسیر ختم ہوئی، اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔



① الدرالمثور، ۸/۵۱۳۔ ② الطبری، ۲۴/۴۲۴ یہ روایت مرسل یعنی ضعیف ہے۔

③ حاکم، ۳/۵۴۳۔ ④ ابن عساکر، ۱۹/۲۱۱ دوسرا نسخہ، ۳۷/۵۷، ۷۳/۱۱۷، الکبیر للطبرانی، ۸/۱۸۸

مجمع الزوائد، ۱۰/۱۸۰ وسندہ ضعیف، فیہ مجاہیل۔

تفسیر سورہ بلد

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

لَا أَقْسِمُ بِهَذَا الْبَكْدِ ۚ وَأَنْتَ حَلٌّ بِهَذَا الْبَكْدِ ۚ وَوَالِدٍ وَمَا وَلَدَ ۚ لَقَدْ

خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي كَبَدٍ ۚ أَيْحَسِبُ أَنْ لَنْ يَقْدِرَ عَلَيْهِ أَحَدٌ ۚ يَقُولُ

أَهْلَكْتُ مَا لَا لُبَدًا ۚ أَيْحَسِبُ أَنْ لَمْ يَرَهُ أَحَدٌ ۚ أَلَمْ نَجْعَلْ لَهُ عَيْنَيْنِ ۚ

وَلِسَانًا وَشَفَتَيْنِ ۚ وَهَدَيْنَاهُ النَّجْدَيْنِ ۚ

ترجمہ: میں اللہ تعالیٰ رحمن رحیم کے نام سے شروع کرتا ہوں۔

میں اس شہر کی قسم کھاتا ہوں۔ [۱] تیرے لئے اس شہر میں لڑائی حلال ہونے والی ہے۔ [۲] اور قسم ہے انسانی باپ اور اولاد کی۔ [۳] یقیناً ہم نے انسان کو بڑی مشقت میں پیدا کیا ہے۔ [۴] کیا یہ گمان کرتا ہے کہ یہ کسی کے بس میں ہی نہیں؟ [۵] کہنا پھرتا ہے کہ میں نے تو بہت کچھ مال خرچ کر ڈالا۔ [۶] کیا یوں سمجھتا ہے کہ کسی نے اسے دیکھا ہی نہیں؟ [۷] کیا ہم نے اس کی دوا نکھیں نہیں بنائیں؟ [۸] اور زبان اور ہونٹ (نہیں بنائے) [۹] اور دونوں راہیں دکھادیں۔ [۱۰]

مکہ مکرمہ کی فضیلت: [آیت: ۱-۱۰] اللہ تبارک و تعالیٰ یہاں مکہ مکرمہ کی قسم کھاتا ہے اور در آنحالیہ وہ آباد ہے اس میں لوگ بستے ہیں اور وہ بھی امن چین میں ہیں (لا) سے ان پر رد کیا پھر قسم کھائی اور فرمایا کہ اے نبی! تیرے لئے یہاں ایک مرتبہ لڑائی حلال ہونے والی ہے جس میں کوئی گناہ اور حرج نہ ہوگا اور اس میں جو ملے وہ حلال ہوگا صرف اسی وقت کے لئے یہ حکم ہے۔ صحیح حدیث میں بھی ہے کہ اس بابرکت شہر مکہ کو پروردگار عالم نے اول دن سے ہی حرمت والا بنایا ہے اور قیامت تک یہ حرمت و عزت اس کی باقی رہنے والی ہے اس کا درخت نہ کاٹا جائے اس کے کانٹے نہ اکھڑے جائیں میرے لئے بھی صرف ایک دن ہی کی ایک ساعت کے لئے حلال کیا گیا تھا آج پھر اس کی حرمت اسی طرح لوٹ آئی جیسے کل تھی ہر حاضر کو چاہیے کہ غیر حاضر کو پہنچا دے۔ "ایک روایت میں ہے کہ اگر یہاں کے جنگ و جدال کے جواز کی دلیل میں کوئی لڑائی پیش کرے تو کہہ دینا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو اجازت دی تھی اور تمہیں نہیں دی۔ ① پھر قسم کھاتا ہے باپ کی اور اولاد کی۔ بعض نے تو کہا ہے کہ ﴿مَا وَلَدَ﴾ میں ﴿مَا﴾ نافیہ ہے یعنی قسم ہے اس کی جو اولاد والا ہے اور قسم ہے اس کی جو بے اولاد ہے یعنی عیالدار اور بانجھ اور اگر ﴿مَا﴾ کو موصولہ مانا جائے تو معنی یہ ہوئے کہ باپ کی اور اولاد کی قسم۔ باپ سے مراد حضرت آدم علیہ السلام اور اولاد سے مراد کل انسان۔ ② زیادہ قوی اور بہتر بات یہی معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ اس سے پہلے قسم ہے کہ کسی جو تمام زمین اور کل بستیوں کی ماں ہے تو اس کے بعد اس کے رہنے والوں کی قسم کھائی اور رہنے والوں یعنی انسان کی اصل اور اس کی جڑ یعنی حضرت آدم علیہ السلام کی پھر ان کی اولاد کی قسم کھائی۔ ابو عمران رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "مراد حضرت ابراہیم اور

① صحیح بخاری، کتاب جزاء العید، باب لا یعضد شجر الحرم، ۱۸۳۲، ۱۸۳۴، صحیح مسلم، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴

ابو داؤد، ۲۱۸، ترمذی، ۱۱۵۹۰، ابن حبان، ۳۷۲۰۔ ② الطبری، ۴۳۲/۲۴۔

آپ ﷺ کی اولاد ہے۔“ ① امام ابن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”عام ہے یعنی ہر باپ اور ہر اولاد۔“ ② پھر فرماتا ہے کہ ہم نے انسان کو بالکل درست قامت بننے تلے اعضا والا ٹھیک ٹھاک پیدا کیا ہے اس کی ماں کے پیٹ میں ہی اسے یہ پاکیزہ ترتیب اور عمدہ ترکیب دے دی جاتی ہے۔ جیسے فرمایا ﴿الَّذِي خَلَقَكَ فَسَوَّاكَ﴾ ③ الخ۔ یعنی اس اللہ تعالیٰ نے تجھے پیدا کیا درست کیا ٹھیک ٹھاک بنایا اور پھر جس صورت میں چاہا ترکیب دی اور جگہ ہے ﴿لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ﴾ ④ ہم نے انسان کو بہترین صورت پر بنایا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ سے مروی ہے کہ قوت و طاقت والا پیدا کیا ہے۔ خود اسے دیکھو اس کی پیدائش کی طرف غور کرو اس کے دانتوں کا نکلتا دیکھو وغیرہ۔ حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں پہلے نطفہ پھر خون بسہ پھر توتھرا گوشت کا غرض اپنی پیدائش میں خوب مشقتیں اٹھاتا ہے جیسے اور جگہ ہے ﴿حَمَلَتْهُ أُمُّهُ كُرْهًا وَوَضَعَتْهُ كُرْهًا﴾ ⑤ یعنی اس کی ماں نے حمل میں تکلیف اٹھائی پھر وضع حمل میں مشقت برداشت کی بلکہ دودھ پلانے میں بھی مشقت اور معیشت میں بھی تکلیف۔ حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”بخش اور طلب کسب میں پیدا کیا گیا ہے۔“ عکرمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”شدت اور طول میں پیدا ہوا ہے۔“ ⑥ قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: مشقت میں یہ بھی مروی ہے کہ اعتدال اور قیام میں۔ دنیا اور آخرت میں سختیاں سہنی پڑتی ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام چونکہ آسمان میں پیدا ہوئے تھے اس لئے یہ کہا گیا۔ کیا وہ یہ سمجھتا ہے کہ اس کے مال کے لینے پر کوئی قادر نہیں۔ اس پر کسی کا بس ہی نہیں کیا وہ نہ پوچھا جائے گا کہ کہاں سے مال لایا اور کہاں خرچ کیا؟ یقیناً اس پر اللہ تعالیٰ کا بس ہے اور وہ پوری طرح اس پر قادر ہے۔ پھر فرماتا ہے کہ میں نے بڑے دارے نیارے کئے ہزاروں لاکھوں خرچ کر ڈالے کیا وہ خیال کرتا ہے کہ اسے کوئی دیکھ نہیں رہا؟ یعنی کیا اللہ تعالیٰ کی نظروں سے وہ اپنے آپ کو غائب سمجھتا ہے۔ کیا ہم نے انسان کو دیکھنے والی دو آنکھیں نہیں دیں؟ اور دل کی باتوں کے اظہار کے لئے زبان عطا نہیں فرمائی؟ اور دو ہونٹ نہیں دیئے؟ جن سے کلام کرنے میں مدد ملے کھانا کھانے میں مدد ملے اور چہرے کی خوبصورتی بھی ہو اور منہ کی بھی۔ ابن عساکر میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ ”اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے ابن آدم! میں نے بڑی بڑی بے حد نعمتیں تجھ کو بخشیں جنہیں تو گن بھی نہیں سکتا نہ اس کے شکر ادا کرنے کی تجھ میں طاقت ہے میری ہی یہ نعمت بھی ہے کہ میں نے تجھے دیکھنے کو دو آنکھیں دیں پھر میں نے ان پر پلکوں کا غلاف بنا دیا ہے پس ان آنکھوں سے میری حلال کردہ چیزیں دیکھ اگر حرام چیزیں تیرے سامنے آئیں تو ان دونوں کو بند کر لے۔ میں نے تجھے زبان دی ہے اور اس کا غلاف بھی عنایت فرمایا ہے میری مرضی کی بات زبان سے نکال اور میری منع کی ہوئی باتوں سے زبان بند کر لے۔ میں نے تجھے شرمگاہ دی ہے اور اس کا پردہ بھی عطا فرمایا ہے حلال جگہ تو بے شک استعمال کر لیکن حرام جگہ پر پردہ ڈال لے۔ اے ابن آدم! تو میری ناراضی نہیں اٹھا سکتا اور میرے عذابوں کے سہنے کی طاقت نہیں رکھتا۔“ ⑦ پھر فرمایا کہ ہم نے اسے دونوں راستے دکھا دیئے بھلائی کا اور برائی کا۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: ”دور استے ہیں پھر تمہیں برائی کا راستہ بھلائی کے راستے سے زیادہ اچھا کیوں لگتا ہے؟“ ⑧ یہ حدیث بہت ضعیف ہے۔ یہ حدیث مرسل طریقے سے بھی مروی ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ”مراد اس سے دونوں دودھ ہیں“ اور مفسرین نے بھی یہی کہا ہے۔ امام ابن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”ٹھیک قول پہلا ہی ہے جیسے اور جگہ ہے ﴿إِنَّا خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ نُطْفَةٍ﴾ ⑨ الخ یعنی ہم نے انسان کو طے جلے نطفے سے پیدا کیا پھر ہم نے اسے ستارہ دیکھا کیا ہم نے اس کی رہبری کی اور راستہ دکھا دیا پس یا تو شکر گزار ہے یا ناشکر۔“

① الطبری، ۴۳۳/۲۴۔ ② ایضاً۔

③ ایضاً، ۴۳۴/۲۴۔ ④ ۹۵/التین: ۴۔

⑤ ۴۶/الاحقاف: ۱۵۔ ⑥ الدر المنثور: ۵۲۰/۸۔ ⑦ یہ روایت مرسل یعنی ضعیف ہے۔

⑧ وسندہ ضعیف۔ ⑨ ۷۶/الدهر: ۲۔

فَلَا اقْتَمَعَتِ الْعَقَبَةُ ۝ وَمَا أَدْرَاكَ مَا الْعَقَبَةُ ۝ فَكَّ رَقَبَةً ۝ أَوْ اطْعَمْتُ يَوْمَ
ذِي مَسْغَبَةٍ ۝ يَتِيمًا ذَا مَقْرَبَةٍ ۝ أَوْ مِسْكِينًا ذَا مَتْرَبَةٍ ۝ ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِينَ
أَمَنُوا وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ ۝ أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْمَيْمَنَةِ ۝
وَالَّذِينَ كَفَرُوا يَأْتِيَنَّهُمْ أَصْحَابُ الْمَشْأَمَةِ ۝ عَلَيْهِمْ نَارٌ مُّؤَصَّدَةٌ ۝

ترجمہ: سو اس سے نہ ہو سکا کہ گھائی میں داخل ہوتا۔ [۱۱] اور تو کیا سمجھا کہ گھائی ہے کیا؟ [۱۲] کسی گردن (غلام لونڈی) کو آزاد کرنا [۱۳] یا
بھوک والے دن کھانا کھلانا [۱۴] کسی رشتہ دار یتیم کو [۱۵] یا خاکسار مسکین کو [۱۶] پھر ان لوگوں میں سے ہو جاتا جو ایمان لاتے اور ایک
دوسرے کو صبر کی وصیت کرتے ہیں۔ [۱۷] یہی لوگ ہیں جن کے دائیں ہاتھ میں نامہ اعمال دیئے جانے والے ہیں
[۱۸] اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں کے ساتھ کفر کیا یہ وہ لوگ ہیں جن کے بائیں ہاتھ میں نامہ اعمال دیئے جانے والے ہیں [۱۹] انہی
پر آگ ہوگی جو چاروں طرف سے گھیری ہوئی ہوگی۔ [۲۰]

غلام آزاد کرنے کا ثواب، عقبہ سے کیا مراد ہے؟ [آیت ۱۱-۲۰] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ عقبہ جہنم کے ایک
پھسلنے پہاڑ کا نام ہے حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس کے ستر درجے ہیں جہنم میں۔ قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ”یہ سخت
گھائی داخلے کی ہے اس میں اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری سے داخل ہو جاؤ۔“ پھر اس کا داخلہ بتلایا یہ کہہ کر کہ تمہیں کس نے بتلایا کہ یہ گھائی
کیا ہے؟ تو فرمایا غلام آزاد کرنا اور اللہ تعالیٰ کے نام کھانا دینا۔ ابن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”مطلب یہ ہے کہ یہ نجات اور خیر کی
راہوں میں کیوں نہ چلا؟ پھر ہمیں تنبیہ کی اور فرمایا تم کیا جانو عقبہ کیا ہے؟ آزادی گردن یا صدقہ طعام ﴿فَلْکَ رَقَبَةً﴾ جو اضافت کے
ساتھ ہے اسے ﴿فَلْکَ رَقَبَةً﴾ بھی پڑھا گیا ہے یعنی فعل فاعل دونوں قرأتوں کا مطلب قریباً ایک ہی ہے۔ مسند احمد میں ہے رسول
اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ ”جو کسی مسلمان کی گردن چھٹائے اللہ تعالیٰ اس کے ہر عضو کو اس کے ہر عضو کے بدلے جہنم سے آزاد کر
دیتا ہے یہاں تک کہ ہاتھ کے بدلے ہاتھ پاؤں کے بدلے پاؤں اور شرمگاہ کے بدلے شرمگاہ۔“ حضرت علی بن حسین یعنی امام زین
العابدین رضی اللہ عنہ نے جب یہ حدیث سنی تو سعید بن مرجانہ راوی حدیث سے پوچھا کہ کیا تم نے خود حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی زبانی یہ
حدیث سنی ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں تو آپ نے اپنے غلام سے فرمایا کہ مطرف کو بلا لو جب وہ سامنے آیا تو آپ نے فرمایا: ”جاؤ تم اللہ
تعالیٰ کے نام پر آزاد ہو۔“ بخاری و مسلم و ترمذی اور نسائی میں بھی یہ حدیث ہے۔ صحیح مسلم میں یہ بھی ہے کہ یہ غلام دس ہزار درہم کا خرید ہوا
تھا۔ ① اور حدیث میں ہے کہ ”جو مسلمان کسی مسلمان غلام کو آزاد کرے اللہ تعالیٰ اس کی ایک ایک ہڈی کے بدلے اس کی ایک ایک ہڈی جہنم
سے آزاد ہو جاتی ہے“ ② (ابن جریر)۔ مسند احمد میں ہے ”جو شخص اللہ تعالیٰ کے ذکر کے لئے مسجد بنادے اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت
میں گھر بناتا ہے اور جو مسلمان غلام کو آزاد کرے اللہ تعالیٰ اسے اس کا فدیہ بنا دیتا ہے اور اسے جہنم سے آزاد کر دیتا ہے۔ جو شخص اسلام

① صحیح بخاری، کتاب العتق، باب فی التتق وفضله، ۲۵۱۷، صحیح مسلم، ۱۵۰۹، ترمذی، ۱۵۴۱، احمد، ۲/۴۲۰۔

② ابو داود، کتاب العتق، باب ای الرقاب افضل، ۳۹۶۵، سندہ صحیح، قتادہ صرح بالسماع عند البیہقی، ۹/۱۶۱۔

میں بوڑھا ہوا سے قیامت کے دن نور ملے گا۔“ ① اور روایت میں یہ بھی ہے کہ ”جو شخص اللہ تعالیٰ کی راہ میں تیر چلائے خواہ وہ لگے یا نہ لگے اسے اولاد اسلعل میں سے ایک غلام کے آزاد کرنے کا ثواب ملے گا۔“ اور حدیث میں ہے کہ ”جس مسلمان کے تین بچے بلوغت سے پہلے مرجائیں اسے اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے جنت میں داخل کرے گا“ ② اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی راہ میں جوڑے دے اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دے گا جس سے چاہے چلا جائے۔“ ③ ان تمام احادیث کی سندیں نہایت عمدہ ہیں۔ (ف) ابو داؤد میں ہے کہ ”ایک مرتبہ ہم نے حضرت داہلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے کہا کہ ہمیں کوئی ایسی حدیث سناہے جس میں کوئی کی زیادتی نہ ہو تو آپ بہت ناراض ہوئے اور فرمانے لگے کہ تم میں سے کوئی پڑھے اور اس کا قرآن اس کے گھر میں ہو تو کیا وہ کی زیادتی کرتا ہے؟ ہم نے کہا حضرت ہمارا مطلب یہ نہیں، ہم تو یہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے سنی ہوئی حدیث ہمیں سنائیں۔ آپ نے فرمایا ہم ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں اپنے ایک ساتھی کے بارے میں حاضر ہوئے جس نے قتل کی وجہ سے اپنے اوپر جہنم واجب کر لی تھی تو آپ ﷺ نے فرمایا: اس کی طرف سے غلام آزاد کرو اللہ تعالیٰ اس کے ایک عضو کے بدلے اس کا ایک ایک عضو جہنم کی آگ سے آزاد کر دے گا۔“ ④ یہ حدیث سنائی میں بھی ہے۔ اور حدیث میں ہے کہ ”جو شخص کسی کی گردن آزاد کرائے اللہ تعالیٰ اسے اس کا فدیہ بنا دیتا ہے۔“ ⑤ ایسی اور بہت سی حدیثیں ہیں۔“

غریب و مسکین کو کھانا کھلاؤ: مسند احمد میں ہے کہ ”ایک اعرابی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا حضور اکرم ﷺ کوئی ایسا کام بتا دیجئے جس سے میں جنت میں جاسکوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا تھوڑے سے الفاظ میں بہت ساری باتیں تو پوچھ بیٹھا نہ آزاد کر رقبہ چھڑا۔ اس نے کہا حضرت کیا یہ دونوں ایک چیز نہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں۔ نعمہ کی آزادی کے معنی یہ ہیں کہ تو اکیلا ایک غلام آزاد کرے اور ﴿فَلْكَ رَقَبَةً﴾ کے معنی ہیں کہ تھوڑی بہت مدد کرے دودھ والا جانور دودھ پینے کے لئے کسی مسکین کو دینا، ظالم رشتہ دار سے نیک سلوک کرنا، یہ ہیں جنت کے کام، اگر اس کی تجھے طاقت نہ ہو تو بھوکے کو کھلا پیاسے کو پلا، نیکوں کا حکم کر برائیوں سے روک، اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو سوائے بھلائی کے اور نیک بات کے اور کوئی کلمہ زبان سے نہ نکال۔“ ⑥ ﴿ذِي مَسْغَبَةٍ﴾ کے معنی ہیں بھوک والا، ⑦ جب کھانے کی اشتہا ہو۔ غرض بھوک کے وقت کا کھانا اور وہ بھی اسے جو نادان بچہ ہے سر سے باپ کا سایہ اٹھ چکا ہو اور ہے بھی اس کا رشتہ دار۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ”مسکین کو صدقہ دینا اکہرا ثواب رکھتا ہے اور رشتے دار کو دینا دھرا اجر دلواتا ہے۔“ ⑧ (مسند احمد)۔ یا ایسے مسکین کو دینا جو خاک آلود ہو راستے میں پڑا ہوا ہو، گھر در نہ ہو، بر بستر نہ ہو، بھوک کی وجہ سے پیٹھ زمین سے لگ رہی ہو اپنے گھر سے دور ہو، مسافرت میں ہو، فقیر، مسکین، محتاج، موقوف، مفلس ہو، کوئی پرسان حال بھی نہ ہو اہل و عیال والا ہو، یہ سب معنی قریب قریب ایک ہی ہیں، پھر یہ شخص باوجود ان نیک کاموں کے دل میں ایمان رکھتا ہو ان نیکوں پر اللہ تعالیٰ سے اجر کا طالب ہو جیسے اور جگہ ہے ﴿مَنْ ارَادَ الْاٰخِرَةَ﴾ ⑨ الخ جو شخص آخرت کا ارادہ رکھے اور اسی کے لئے کوشش کرے اور ہو

- ① احمد، ۳۸۶/۴ وسندہ ضعیف فرج بن فضالہ ضعیف ہے۔ ② احمد، ۱۱۳/۴ ابو داؤد، کتاب العتق، باب ائى الرقاب افضل ۳۹۶۶ وهو حدیث حسن ترمذی، ۱۶۳۵، ۱۶۳۸ نسائی، باختلاف الفاظ۔ ③ احمد، ۳۸۶/۴ وسندہ ضعیف فرج بن فضالہ ضعیف ہے۔ ④ ابو داؤد، کتاب العتق، باب فی ثواب العتق، ۳۹۶۴ وسندہ حسن۔ ⑤ احمد، ۱۵۰/۴ وسندہ ضعیف قتادہ عنمن والسند منقطع۔ ⑥ احمد، ۲۹۹/۴ وسندہ صحیح۔ ⑦ الطبری، ۴۴۲/۲۴۔ ⑧ ترمذی، کتاب الزکاة، باب ما جاء فی الصدقة علی ذی القرابة، ۶۵۸ وهو حدیث صحیح انسائی، ۲۵۸۳ ابن ماجہ، ۱۸۴۴ احمد، ۲۱۴/۴ صحیح ابن خزیمہ، ۲۳۸۵ ابن حبان، ۳۳۴۴۔ ⑨ ۱۷/۱۷ بنی اسرائیل: ۱۹۔

بھی وہ با ایمان تو ان کی کوشش اللہ تعالیٰ کے ہاں مشکور ہے۔ اور جگہ ہے ﴿مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ أَوْ أَنشَىٰ﴾ ❶ الخ۔ ایمان والوں میں سے جو مرد و عورت نیک عمل کرے یہ جنت میں جائیں گے اور وہاں بے حساب روزیاں پائیں گے۔ پھر ان کا اور وصف بیان ہو رہا ہے کہ لوگوں کے صدقات سب سے اور ان پر رحم و کرم کرنے کی یہ آپس میں ایک دوسروں کو نصیحت و وصیت کرتے ہیں۔ جیسے کہ حدیث میں ہے ”رحم کرنے والوں پر اللہ تعالیٰ بھی رحم کرتا ہے۔ تم زمین والوں پر رحم کرو آسمان والا تم پر رحم کرے گا۔“ ❷ اور حدیث میں ہے جو رحم نہ کرے اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔ ❸ ابوداؤد میں ہے ”جو ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور بڑوں کے حق نہ سمجھے وہ ہم میں سے نہیں۔“ ❹ پھر فرماتا ہے کہ یہ لوگ وہ ہیں جن کے داہنے ہاتھ میں اعمال نامہ دیا جائے گا اور ہماری آیتوں کے جھٹلانے والوں کے بائیں ہاتھ میں اعمال نامہ ملے گا۔ اور سر بندہ بہ تہ آگ میں جائیں گے، جس سے نہ کبھی چھٹکارا ملے گا نہ نجات نہ آرام نہ راحت۔ اس آگ کے دروازے ان پر بند ہیں گئے مزید بیان اس کا سورہ ﴿وَنُفِثَ لَكُمْ﴾ الخ۔ میں آئے گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”مطلب یہ ہے کہ نہ اس میں روشنی ہوگی نہ سوراخ ہوگا نہ کبھی وہاں سے نکلتا ملے گا۔“ ❺ حضرت ابو عمران جوئی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ”جب قیامت کا دن آئے گا اللہ تعالیٰ حکم دے گا ہر سرکش کو ہر ایک شیطان کو اور ہر اس شخص کو جس کی شرارت سے لوگ دنیا میں ڈرتے رہتے تھے لوہے کی زنجیروں سے مضبوط باندھ دیا جائے گا پھر جہنم میں جھونک دیا جائے گا۔ پھر جہنم بند کر دی جائے گی اللہ تعالیٰ کی قسم! کبھی ان کے قدم نکلیں گے ہی نہیں اللہ تعالیٰ کی قسم! انہیں کبھی آسمان کی صورت ہی دکھائی نہ دے گی اللہ تعالیٰ کی قسم! کبھی آرام سے ان کی آنکھ لگے گی ہی نہیں اللہ تعالیٰ کی قسم! انہیں کبھی کوئی مزے کی چیز کھانے پینے کو ملے گی ہی نہیں۔“ (ابن ابی حاتم)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ سُوْرَہٗ ہٰلِکِی تَفْسِیْرُ خَتْمِ ہُوْنِی۔



- ❶ ۴۰ / المؤمن ۴۰۔ ❷ ابوداؤد، کتاب الادب، باب فی الرحمة، ۴۹۴۱ وسندہ حسن ترمذی، ۱۹۲۴ احمد، ۱۶۰ / ۲۔ ❸ صحیح بخاری، کتاب التوحید، باب قول اللہ تبارک وتعالی ﴿قُلْ ادْعُوا اللّٰہَ اَوْ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ.....﴾ ۷۳۷۶ صحیح مسلم، ۱۲۳۱۹ احمد، ۴ / ۵۶۲ ابن حبان، ۴۶۵۔ ❹ ابوداؤد، کتاب الادب، باب فی الرحمة، ۴۹۴۳ وهو حدیث حسن ترمذی، ۱۹۲۰ الادب المفرد، ۳۵۵۔ ❺ الطبری، ۴۴۷ / ۲۴۔

تفسیر سورۃ شمس

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَالشَّمْسُ وَضُحَاهَا ۝ وَالْقَمَرُ إِذَا تَلَّهَا ۝ وَالنَّهَارُ إِذَا جَلَّهَا ۝ وَاللَّيْلُ إِذَا

يَغْشَاهَا ۝ وَالسَّمَاءُ وَمَا بَنَاهَا ۝ وَالْأَرْضُ وَمَا طَحَاهَا ۝ وَنَفْسٌ وَمَا سَوَّاهَا ۝

فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوَاهَا ۝ قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكَّاهَا ۝ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسَّاهَا ۝

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان بزرگرم ہے۔

قسم ہے سورج کی اور اس کی دھوپ کی [۱] قسم ہے چاند کی جب اس کے پیچھے آئے۔ [۲] قسم ہے دن کی جب سورج کو نمایاں کرے [۳] قسم ہے رات کی جب اسے ڈھانپ لے [۴] قسم ہے آسمان کی اور اس کے بنانے کی [۵] قسم ہے زمین کی اور اسے ہموار کرنے کی [۶] قسم ہے نفس کی اور اسے درست بنانے کی۔ [۷] پھر قسم ہے اس کے دل میں بدی اور نیکی ڈالنے کی [۸] جس نے اسے پاک کیا وہ کامیاب ہوا [۹] اور جس نے اسے خاک میں ملا دیا وہ ناکام ہوا۔ [۱۰]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث پہلے گزر چکی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تم نے ﴿سَبِّحْ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى﴾ اور ﴿وَالشَّمْسُ وَضُحَاهَا﴾ اور ﴿وَاللَّيْلُ إِذَا يَغْشَى﴾ کے ساتھ امانت کیوں نہ کرائی۔ ① سورج اور چاند کی قسم: [آیت ۱۰۔] حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”ضحا سے مراد روشنی ہے۔“ ② قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”پورا دن مراد ہے۔“ ③ امام ابن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”کہ ٹھیک بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سورج کی اور دن کی قسم کھائی ہے“ اور چاند جب کہ اس کے پیچھے آئے یعنی سورج چھپ جائے اور چاند چمکنے لگے۔ ابن زید رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ”مبینے کے پہلے پندرہ دن میں تو چاند سورج کے پیچھے رہتا ہے اور پچھلے پندرہ دنوں میں یہ آگے ہوتا ہے۔“ زید بن اسلم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”مراد اس سے لیلۃ القدر ہے۔“ پھر دن کی قسم کھائی جب کہ وہ منور ہو جائے یعنی سورج دن کو گھیر لے۔ بعض عربی دانوں نے یہ بھی کہا ہے کہ دن جبکہ اندھیرے کو روشن کر دے لیکن اگر یوں کہا جاتا کہ پھیلاوٹ کو وہ جب چمکادے تو اور اچھا ہوتا تاکہ ﴿يَغْشَاهَا﴾ میں بھی یہ معنی ٹھیک بیٹھتے اسی لئے حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”دن کی قسم جب کہ وہ اسے روشن کر دے“ ④ امام ابن جریر رحمہ اللہ اس قول کو پسند فرماتے ہیں کہ ان سب میں ضمیر ہا کا مرجع شمس ہے کیونکہ اسی کا ذکر چل رہا ہے رات جب کہ اسے ڈھانپ لے اور چو طرف اندھیرا پھیل جائے۔ یزید بن ذی حمامہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ”جب رات آتی ہے تو اللہ جل جلالہ فرماتا ہے میرے بندوں کو میری ایک بہت بری خلق نے چھپالیا، پس مخلوق رات سے ہیبت کرتی ہے تو اس کے پیدا کرنے والے سے اور زیادہ ہیبت کرنی چاہیے“ (ابن ابی حاتم) پھر آسمان کی قسم کھاتا ہے یہاں جو مَآ ہے یہ مصدر یہ بھی ہو سکتا ہے یعنی آسمان اور اس کی بناوٹ کی قسم۔ حضرت قتادہ رحمہ اللہ کا قول یہی ہے اور یہ مَآ معنی میں مَآن کے بھی ہو سکتا ہے تو مطلب یہ ہوگا کہ آسمان کی قسم اور اس کے بنانے والے کی قسم یعنی خود اللہ تعالیٰ کی۔ مجاہد رحمہ اللہ یہی

① اس کی تخریج سورۃ انفطار کے ابتدا میں گزر چکی ہے۔ ② الطبری، ۲۴ / ۴۵۱۔ ③ ایضاً، ۲۴ / ۴۵۲۔ ④ ایضاً۔

فرماتے ہیں۔ یہ دونوں معنی ایک دوسرے کو لازم ملزوم ہیں۔ بسا کے معنی بلندی کے ہیں جیسے اور جگہ ہے ﴿وَالسَّمَاءَ بَنَيْنَاهَا بِسَائِدٍ﴾ ① الخ یعنی آسمان کو ہم نے قوت کے ساتھ بنایا اور ہم کشادگی والے ہیں۔ ہم نے زمین کو بچھایا اور کیا ہی اچھا ہم بچھانے والے ہیں۔ اسی طرح یہاں بھی فرمایا کہ زمین کی اور اس کی ہمواری کی اسے بچھانے اُسے پھیلانے کی اس کی تقسیم کی اس کی مخلوق کی قسم۔ زیادہ مشہور قول اس کی تفسیر میں پھیلانے کا ہے۔ اہل لغت کے نزدیک بھی یہی معروف ہے۔ جوہری فرماتے ہیں: طَحَوْتُهٗ مُثَلَّ دَحَوْتُهٗ کے ہے اور اس کے معنی پھیلانے کے ہیں۔ اکثر مفسرین کا یہی قول ہے۔ پھر فرمایا نفس کی اور اسے ٹھیک ٹھاک بنانے کی قسم یعنی اسے پیدا کیا اور آنحالیہ یہ ٹھیک ٹھاک اور فطرت پر قائم تھا۔ جیسے اور جگہ ہے ﴿فَاَقِمْ وَجْهَكَ﴾ ② الخ۔ اپنے چہرے کو قائم رکھ دین حنیف کے لئے فطرت ہے اللہ کی جس پر لوگوں کو بنایا اللہ تعالیٰ کی خلق کی تبدیلی نہیں حدیث میں ہے کہ ”ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے پھر اس کے ماں باپ اسے یہودی یا نصرانی یا مجوسی بنا لیتے ہیں۔ جیسے جو پائے جانور کا بچہ صحیح سالم پیدا ہوتا ہے کوئی ان میں تم کن کٹنا نہ پاؤ گے“ ③ (بخاری و مسلم)۔ صحیح مسلم کی ایک حدیث میں ہے کہ ”اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے اپنے بندے کو کھسکوا دیا لے پیدا کئے ان کے پاس شیطان پہنچا اور دین سے دغلا لیا۔“ ④ پھر فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے بدکاری و پرہیزگاری کو بیان کر دیا۔ اور جو چیز اس کی قسمت میں تھی اس کی طرف اس کی رہبری ہوئی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں یعنی خیر و شر ظاہر کر دیا۔ ⑤ ابن جریر میں ہے حضرت ابوالاسود دؤلیؓ فرماتے ہیں کہ ”حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے پوچھا ذرا بتلاؤ تو لوگ جو کچھ اعمال کرتے ہیں اور تکلیفیں اٹھارے ہیں یہ کیا ان کے لئے اللہ تعالیٰ کی جانب سے مقرر ہو چکی ہے اور ان کی تقدیر میں لکھی جا چکی ہے یا یہ خود آئندہ کے لئے اپنے طور پر کر رہے ہیں اس بنا پر کہ انبیاء علیہم السلام ان کے پاس آچکے اور اللہ تعالیٰ کی حجت ان پر پوری ہوئی؟ میں نے جواب میں کہا نہیں نہیں بلکہ یہ چیز پہلے سے فیصل شدہ ہے اور مقدر ہو چکی ہے۔ حضرت عمران رضی اللہ عنہ نے کہا پھر یہ تو ظلم نہ ہوگا۔ میں تو اسے سن کر کانپ اٹھا اور گھبرا کر کہا کہ ہر چیز کا خالق مالک وہی اللہ تعالیٰ جل جلالہ ہے تمام ملک اسی کے ہاتھ میں ہے اس کے افعال کی باز پرس کوئی نہیں کر سکتا وہ سب سے سوال کر سکتا ہے۔ میرا یہ جواب سن کر حضرت عمران رضی اللہ عنہ بہت خوش ہوئے اور کہا اللہ تعالیٰ تجھے درستی عنایت فرمائے میں نے تو یہ سوالات اسی لئے کئے تھے کہ استحسان ہو جائے۔ سو ایک شخص مزینہ جمیعہ قبیلے کا آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور یہی سوال کیا جو میں نے پہلے آپ سے کیا اور حضور اکرم ﷺ نے بھی وہی جواب دیا جو آپ نے دیا تو اس نے کہا پھر ہمارے اعمال سے کیا؟ آپ نے جواباً ارشاد فرمایا کہ جس کسی کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے جس منزل کے لئے پیدا کیا ہے اس سے دیئے ہی کام ہو کر رہیں گے اگر جنتی ہے تو اعمال جنت اور اگر دوزخی لکھا گیا ہے تو دیئے ہی اعمال اس پر آسان ہوں گے۔ سنو! قرآن میں اس کی تصدیق موجود ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿وَنَفْسٍ وَمَا سَوَّاهَا ۚ فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوَاهَا ۗ﴾ یہ حدیث مسلم میں بھی ہے۔ ⑥ تزکیہ نفس: مسند احمد میں بھی ہے کہ ”جس نے اپنے نفس کو پاک کیا وہ ہمارا ہوا“ یعنی اطاعت رب میں لگا رہا تھے اعمال رذیل اخلاق چھوڑ دیئے جیسے اور جگہ ہے ﴿قَدْ أَفْلَحَ مَنْ تَزَكَّىٰ ۖ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهِ فَصَلَّىٰ ۝﴾ ⑦ جس نے پاکیزگی کی اور اپنے رب کا نام یاد کیا پھر نماز پڑھی اس نے کامیابی پائی اور جس نے اپنے ضمیر کا ستیاناس کیا اور ہدایت سے ہٹا کر اسے برباد کیا تا فرمایا میں پڑ گیا“ اللہ تعالیٰ کی

- ① ۵۱/ الذاریات: ۴۷۔ ② ۳۰/ الروم: ۳۰۔ ③ صحیح بخاری، کتاب الجنائز، باب اذا اسلم الصبی فمات، ۱۳۵۸؛ صحیح مسلم، ۲۶۵۸؛ ترمذی، ۲۱۳۸؛ احمد، ۲۵۳/۲؛ ابن حبان، ۱۳۰۔
④ صحیح مسلم، کتاب الجنة، باب الصفات التي يعرف بها فی الدنيا، ۲۸۶۵؛ احمد، ۲۶۶/۴؛ ابن حبان، ۶۵۳؛ مسند الطیالسی، ۱۰۷۹۔ ⑤ الطبری، ۴۵۴/۲۴۔ ⑥ صحیح مسلم، کتاب القدر، باب کیفیة خلق آدمی فی بطن امه، ۲۶۵۰؛ احمد، ۴۳۸/۴۔ ⑦ ۸۷/ الاعلیٰ: ۱۴، ۱۵۔

كَذَبَتْ ثُمُودُ بِطَغْوِيهَا^① إِذِ ابْتِغَتْ أَشْقِيهَا^② فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللَّهِ نَاقَةَ اللَّهِ وَسُقْيَاهَا^③ فَكَذَّبُوهُ فَعَقَرُوهَا^④ فَذَمُّمَ عَلَيْهِمْ رَبُّهُمْ بِذُنُوبِهِمْ فَسَوَّاهَا^⑤ وَلَا يَخَافُ عُقْبَاهَا^⑥

ترجمہ: ثمودیوں نے اپنی سرکشی کے باعث جھٹلایا^① جب ان میں کا بڑا بد بخت اٹھ کھڑا ہوا^② انہیں اللہ کے رسول نے فرمادیا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی اونٹنی اور اس کے پانی پینے کی باری کی حفاظت کرو^③ ان لوگوں نے اپنے پیغمبر کو جھوٹا سمجھ کر اس اونٹنی کی کوچیں کاٹ دیں۔ پس ان کے رب نے ان کے گناہوں کے باعث ان پر ہلاکت ڈالی اور پھر ہلاکت کو عام کر دیا اور اس بستی کو برابر کر دیا^④ وہ اس سزا کے انجام سے۔ بے خوف ہے۔^⑤

== اطاعت کو چھوڑ بیٹھا یہ ناکام اور نامراد ہوا اور یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ جس کے نفس کو اللہ تعالیٰ نے پاک کیا وہ با مراد ہوا اور جس نفس کو اللہ تعالیٰ نے نیچے کر دیا وہ برباد اور خائب و خاسر رہا۔ عوفی اور علی بن ابوطالب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہی روایت کرتے ہیں۔ ① ابن ابی حاتم کی ایک مرفوع حدیث میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے آیت ﴿قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكَّاهَا﴾ پڑھ کر فرمایا کہ ”جس نفس کو اللہ تعالیٰ نے پاک کیا اس نے چھٹکارا پایا“ لیکن اس حدیث میں ایک علت تو یہ ہے کہ جو میر بن سعید متروک الحدیث ہے دوسری علت یہ ہے کہ ضحاک جو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں ان کی ملاقات ثابت نہیں۔ (فائدہ) حدیث میں ہے کہ ﴿فَالَهُمَّهَا فُجُورَهَا وَتَقْوَاهَا﴾ پڑھ کر آپ ﷺ نے یہ دعا پڑھی ﴿اللَّهُمَّ أَنْتَ نَفْسِي تَقَوَّاهَا وَزَكَّاهَا أَنْتَ خَيْرُ مَنْ زَكَّاهَا أَنْتَ وَلَيْسَ وَمَوْلَاهَا﴾ ② مسند احمد کی حدیث میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ”رات کو ایک مرتبہ میری آنکھ کھلی تو میں نے دیکھا کہ حضور اکرم ﷺ اپنے بستر پر نہیں اندھیرے کی وجہ سے میں گھر میں اپنے ہاتھوں سے ٹٹولنے لگی تو میرے ہاتھ آپ ﷺ پر پڑے آپ اس وقت سجدے میں تھے اور یہ دعا پڑھ رہے تھے۔ ﴿رَبِّ اعْطِنِي نَفْسِي تَقَوَّاهَا وَزَكَّاهَا أَنْتَ خَيْرُ مَنْ زَكَّاهَا أَنْتَ وَلَيْسَ وَمَوْلَاهَا﴾“ ③ یہ حدیث صرف مسند احمد میں ہی ہے۔ مسلم اور مسند احمد کی ایک حدیث میں ہے کہ رسول کریم ﷺ یہ دعا مانگتے تھے ﴿اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْكَسَلِ وَالْهَرَمِ وَالْجُبْنِ وَالْبَخْلِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ اللَّهُمَّ أَنْتَ نَفْسِي تَقَوَّاهَا وَزَكَّاهَا أَنْتَ خَيْرُ مَنْ زَكَّاهَا أَنْتَ وَلَيْسَ وَمَوْلَاهَا اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ قَلْبٍ لَا يَخْشَعُ وَمِنْ نَفْسٍ لَا تَشْبَعُ وَعِلْمٍ لَا يَنْفَعُ وَدَعْوَةٍ لَا يُسْتَجَابُ لَهَا﴾ ”یا اللہ! میں عاجز اور بے چارہ ہو جانے سے سستی سے اور ہار جانے سے بڑھاپے سے اور نامردی سے اور بخلی سے اور عذاب قبر سے تیری پناہ چاہتا ہوں اے اللہ! میرے دل کو اس کا تقویٰ عطا فرما اور اسے پاک کر دے تو ہی اسے بہتر پاک کرنے والا ہے تو ہی اس کا دالی اور مولیٰ ہے۔ اے اللہ! مجھے ایسے دل سے بچا جس میں تیرا ڈر نہ ہو اور ایسے نفس سے بچا جو آسودہ نہ ہو اور ایسے علم سے بچا جو نفع نہ دے اور ایسی دعا سے بچا جو قبول نہ کی جائے۔“ راوی حدیث حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے ہمیں یہ دعا سکھائی اور ہم تمہیں سکھاتے ہیں۔ ④ ثمودیوں کی سرکشی کا انجام: [آیت: ۱۵-۱۱] اللہ تعالیٰ بیان فرما رہا ہے کہ ثمودیوں نے اپنی سرکشی اور تکبر و تجبر کی بنا پر اپنے رسولوں

① الطبری، ۲۴/ ۴۵۵۔ ② السنة لابن ابی عاصم، ۳۱۹ وسندہ ضعیف عبداللہ بن عبداللہ الاموی ضعیف وللحدیث

شاهد ضعیف۔ ③ احمد، ۶/ ۲۰۹ وسندہ ضعیف، فیہ صالح بن سعید وثقہ ابن حبان وحده من المتقدمین۔

④ صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب فی الادعية، ۲۷۲۲؛ احمد، ۴/ ۳۷۱۔

کی تقدیق نہ کی، محمد بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ﴿بَطَّحُواَهَا﴾ کا مطلب یہ ہے کہ ان سب نے تکذیب کی۔ لیکن پہلی بات ہی زیادہ اولیٰ ہے۔ حضرت مجاہد اور حضرت قتادہ رحمہما نے بھی یہی بیان کیا ہے، ❶ اس سرکشی کی وجہ سے اور اس تکذیب کی شامت سے یہ اس قدر بد بخت ہو گئے کہ ان میں سے جو زیادہ بد شخص تھا وہ تیار ہو گیا اس کا نام قدار بن سالف تھا، اسی نے حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کی کوچیں کاٹی تھیں اسی کے بارے میں فرمان ہے ﴿فَنَادُوا صَاحِبَهُمْ فَتَعَاطَىٰ فَعَقَرُوهُ﴾ ❷ ثمودیوں کی آواز پر یہ آ گیا اور اس نے اونٹنی کو مار ڈالا یہ شخص اس قوم میں ذی عزت تھا ذی نسب تھا شریف تھا قوم کا رئیس اور سردار تھا۔ مسند احمد کی حدیث میں ہے کہ ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ اپنے خطبے میں اس اونٹن کا اور اس کے مار ڈالنے والے کا ذکر فرمایا اور اس آیت کی تلاوت فرمائی اور فرمایا کہ جیسے ابوزمعه ہے اسی جیسا یہ شخص بھی اپنی قوم میں شریف عزیز اور بڑا آدمی تھا۔“ ❸ امام بخاری رحمہ اللہ بھی اسے تفسیر میں اور امام مسلم جہنم کی صفت میں لائے ہیں اور سنن ترمذی، سنن نسائی میں بھی یہ روایت تفسیر میں ہے۔ ابن ابی حاتم میں ہے کہ ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ میں تجھے دنبا بھر کے بد بخت ترین دو شخص بتلاتا ہوں، ایک تو اجیر ثمود جس نے اونٹنی کو مار ڈالا دوسرا وہ شخص جو تیری پیشانی پر زخم لگائے گا یہاں تک کہ داڑھی خون سے تر ہو جائے گی۔“ ❹ اللہ تعالیٰ کے رسول حضرت صالح علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا دیا تھا کہ اے قوم! اللہ تعالیٰ کی اونٹنی کو برائی پہنچانے سے ڈرو اس کے پانی پینے کے مقرر دن میں ظلم کر کے اسے پانی سے نہ روکو تمہاری اور اس کی باریاں بندھی ہوئی ہیں لیکن ان بد بختوں نے پیغمبر علیہ السلام کی نہ مانی جس گناہ کے باعث ان کے دل سخت ہو گئے اور پھر یہ صاف طور پر مقابلہ کے لئے تیار ہو گئے اور اس اونٹنی کی کوچیں کاٹ دیں جسے اللہ تعالیٰ نے بغیر ماں باپ کے پھر کی ایک چٹان سے پیدا کیا تھا جو حضرت صالح علیہ السلام کا معجزہ اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کی کامل نشانی تھی اللہ تعالیٰ بھی ان پر غضبناک ہو گیا اور ہلاکت ڈال دی اور سب پر برابر سے عذاب اترا یہ اس لئے کہ اجیر ثمود کے ہاتھ پر اس کی قوم کے چھوٹے بڑوں نے مرد عورت نے بیعت کر لی تھی اور سب کے مشورے سے اس نے اس اونٹنی کو کاٹا تھا اس لئے عذاب میں بھی سب پکڑے گئے۔ ﴿وَلَا يَخَافُ﴾ کو ﴿فَلَا يَخَافُ﴾ بھی پڑھا گیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی کو سزا کرے تو اسے یہ خوف نہیں ہوتا کہ اس کا انجام کیا ہوگا؟ کہیں یہ بگڑ نہ بیٹھیں؟ یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ اس بدکار اجیر نے اونٹنی کو مار تو ڈالا لیکن انجام سے ڈرنا، مگر پہلا قول ہی اولیٰ ہے واللہ اعلم۔

الْحَمْدُ لِلَّهِ سُوْرَةُ الشَّمْسِ کی تفسیر ختم ہوئی۔



- ❶ الطبری، ۴/۵۸۔ ❷ ۵۴/القمر ۲۹۔ ❸ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورة (والشمس وضحاها)، ۴۹۴۲؛ صحیح مسلم، ۲۸۵۵؛ ترمذی، ۳۳۴۳؛ السنن الکبریٰ، ۱۱۶۷۵؛ ابن ماجہ، ۱۹۸۳؛ احمد، ۱۷/۴۔
- ❹ احمد، ۴/۲۶۳؛ سندہ ضعیف مع انقطاعه انظر التاريخ الكبير، ۱، ۷۱؛ حاکم، ۳/۱۴۰؛ معرفة الصحابة لابی نعیم، ۶۷۵؛ مجمع الزوائد، ۹/۱۳۶؛ شرح مشکل الآثار، ۸۱۱؛ الکنى والاسماء للدولابى، ۲/۱۶۳؛ مسند البزار، ۱۴۱۷؛ مختصرًا، دلائل النبوة للبيهقي، ۳/۱۲ الخصائص ص، ۲۸۔

تفسیر سورہ لیل

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَاللَّیْلِ إِذَا یَغْشٰی ۝ وَالنَّهَارِ إِذَا تَجَلّٰی ۝ وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْأُنثٰی ۝ اِنَّ سَعِیْكُمْ لَشَاقٍ ۝ فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰی وَاتَّقٰی ۝ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰی ۝ فَسَنِیْسِرُهُ لِّلْیُسْرِی ۝ وَاَمَّا مَنْ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰی ۝ وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰی ۝ فَسَنِیْسِرُهُ لِّلْعُسْرِی ۝ وَمَا یَغْنِیْ عَنْهُ مَالُهُ اِذَا تَرَدّٰی ۝

ترجمہ: اللہ تعالیٰ رحمن ورحیم کے نام سے شروع۔

قسم ہے رات کی جب چھا جائے [۱] اور قسم ہے دن کی جب روشن ہو۔ [۲] اور قسم ہے اس ذات کی جس نے نر مادہ کو پیدا کیا۔ [۳] یقیناً تمہاری کوشش مختلف قسم کی ہے [۴] تو جو شخص دیتا رہے اور ڈرتا رہے گا [۵] اور نیک بات کی تصدیق کرتا رہے گا [۶] تو ہم بھی اس کے لئے آسانی پیدا کر دیں گے۔ [۷] لیکن جو بخیلی کرے گا اور بے پرواہی برتے گا [۸] اور نیک بات کی تکذیب کرے گا [۹] تو ہم بھی اس کی تنگی و مشکل کے سامان میسر کر دیں گے [۱۰] اس کا مال اسے اوندھا کرنے کے وقت کچھ کام نہ آئے گا۔ [۱۱]

آنحضرت ﷺ کا حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے یہ فرمانا پہلے بیان ہو چکا ہے کہ تو نے ﴿سَبِّحْ اسْمَ﴾ اور ﴿وَالشَّمْسِ﴾ اور ﴿وَالْبَيْلِ﴾ سے امانت کیوں نہ کرائی۔ ①

دن اور رات کی قسم اور نیک و بد کا انجام: [آیت: ۱-۱۱] مسند احمد میں ہے کہ حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ شام میں آئے اور دمشق کی مسجد میں جا کر دو رکعت نماز ادا کی اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اے اللہ! مجھے نیک ساتھی عطا فرما پھر چلے تو حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی پوچھا کہ تم کہاں کے ہو؟ تو حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ نے کہا میں کوفہ والا ہوں۔ پوچھا کہ ابن ام عبد اللہ رضی اللہ عنہ اس سورت کو کس طرح پڑھتے تھے؟ میں نے کہا وَاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالْأُنثَى پڑھتے تھے۔ حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ فرمانے لگے کہ میں نے بھی رسول اللہ ﷺ سے یونہی سنا ہے اور یہ لوگ مجھے شک و شبہ میں ڈال رہے ہیں۔ پھر فرمایا تم میں نیکی والے یعنی جن کے پاس سفر میں حضور اکرم ﷺ کا بسترہ رہتا تھا اور رازداں ایسے بھیدوں سے واقف جن کا علم اور کسی کو نہیں وہ جو شیطان سے بزبان رسول اللہ ﷺ بچا لئے گئے تھے وہ نہیں؟ ② یعنی حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ یہ حدیث بخاری میں بھی ہے اس میں یہ ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگرد اور ساتھی حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کے پاس آئے آپ بھی انہیں ڈھونڈتے ہوئے پہنچے پھر پوچھا کہ تم میں حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی قرأت پر قرآن پڑھنے والا کون ہے؟ تو کہا ہم سب ہیں پھر پوچھا کہ تم سب میں حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی قرأت کو زیادہ یاد رکھنے والا کون ہے؟ لوگوں نے حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کیا تو ان سے سوال کیا کہ ﴿وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشَى﴾ کو حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے تم نے کس طرح سنا؟ تو کہا

① اس کی تخریج سورۃ انفطار کے تحت گزر چکی ہے۔

② احمد، ۶/۴۴۹ وهو صحيح واصله في صحيح البخاري (۶۲۷۸) ومسلم، (۸۲۴)

وہ ﴿وَالذِّكْرُ وَالْأُنْثَى﴾ پڑھتے تھے۔ کہا میں نے بھی حضور ﷺ سے اسی طرح سنا ہے اور یہ لوگ چاہتے ہیں کہ میں ﴿وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْأُنْثَى﴾ پڑھوں اللہ تعالیٰ کی قسم میں تو ان کی مانوں گا نہیں۔ ① الغرض حضرت ابن مسعود اور حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہما کی قرأت یہی ہے اور حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے تو اسے مرفوع بھی کہا ہے باقی جمہور کی قرأت وہی ہے جو موجودہ قرآن میں ہے۔ پس اللہ تعالیٰ رات کی قسم کھاتا ہے جب کہ مخلوق پر چھا جائے اور دن کی قسم کھاتا ہے جب کہ وہ تمام چیزوں کو اپنی روشنی سے منور کر دے اور اپنی ذات کی قسم کھاتا ہے جو رومادہ کا پیدا کرنے والا ہے جیسے فرمایا ﴿وَخَلَقْنَاكُمْ أَزْوَاجًا﴾ ② ہم نے تمہیں جوڑا جوڑا پیدا کیا ہے۔ اور فرمایا ﴿وَمَنْ مَّكَلَّ نَسْءٍ وَخَلَقْنَا زَوْجَيْنِ﴾ ③ ہر چیز کے جوڑے ہم نے پیدا کئے ہیں۔ ان متضاد اور ایک دوسری کے خلاف قسمیں کھا کر فرماتا ہے کہ تمہاری کوششیں اور تمہارے اعمال بھی متضاد اور ایک دوسرے کے خلاف ہیں بھلائی کرنے والے بھی ہیں اور برائیوں میں مبتلا رہنے والے بھی ہیں۔ پھر فرماتا ہے کہ جس نے دیا یعنی مال کو اللہ تعالیٰ کے حکم کے ماتحت خرچ کیا اور پھونک پھونک کر قدم رکھا ہر ہر امر میں اللہ تعالیٰ کا خوف کرتا رہا اور اس کے بدلے کو سچا جانتا رہا اس کے ثواب پر یقین رکھا۔ ﴿حُسْنَى﴾ کے معنی لا الہ الا اللہ کے بھی کئے گئے ہیں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے بھی کئے گئے ہیں نماز روزہ زکوٰۃ صدقہ فطر جنت کے بھی مروی ہیں۔ پھر فرماتا ہے کہ ہم اسے آسانی کی راہ آسان کریں گے یعنی بھلائی کی اور جنت کی اور نیک بدلے کی اور جس نے اپنے مال کو اللہ کی راہ میں نہ دیا اور اللہ سے بے نیازی برتی اور حسد کی یعنی قیامت کے بدلے کی تکذیب کی تو اس پر ہم برائی کا راستہ آسان کریں گے جیسے فرمایا ﴿وَنُقَلِّبُ أَفْئِدَتَهُمْ وَأَبْصَارَهُمْ﴾ ④ الخ یعنی ہم ان کے دل اور ان کی آنکھیں الٹ دیں گے جس طرح وہ پہلی بار قرآن پر ایمان نہ لائے تھے اور ہم انہیں ان کی سرکشی میں ہی جکھڑتے رکھیں گے۔ اس مطلب کی آیتیں قرآن کریم میں جابجا موجود ہیں کہ ہر عمل کا بدلہ اسی جیسا ہوتا ہے خیر کا قصد کرنے والے کو توفیق خیر ملتی ہے اور شر کا قصد رکھنے والوں کو اسی کی توفیق ہوتی ہے اس معنی کی تائید میں یہ احادیث بھی ہیں۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ ہمارے اعمال فارغ شدہ تقدیر کے ماتحت ہیں یا نوپید ہماری طرف سے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا ”بلکہ تقدیر کے لکھے ہوئے کے مطابق۔“ کہنے لگے پھر عمل کی کیا ضرورت؟ فرمایا ہر شخص پر وہ عمل آسان ہوں گے جس چیز کے لئے وہ پیدا کیا گیا ہے“ (مسند احمد)۔ ⑤ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ”بئس عرقہ میں ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک جنازے میں شریک تھے تو آپ ﷺ نے فرمایا سنو! تم میں سے ہر ایک کی جگہ جنت ووزن میں مقرر کر دے اور لکھی ہوئی ہے۔ لوگوں نے کہا پھر ہم اس پر بھروسہ کر کے بیٹھ کیوں نہ رہیں؟ تو آپ نے فرمایا عمل کرتے رہو ہر شخص کو وہی اعمال راس آئیں گے جن کے لئے وہ پیدا کیا گیا ہے۔ پھر آپ ﷺ نے یہی آیتیں تلاوت فرمائیں“ ⑥ (صحیح بخاری)۔ اسی روایت کے اور طریق میں ہے کہ اس بیان کے وقت آپ ﷺ کے ہاتھ میں ایک تکا تھا اور سر نیچا کئے ہوئے زمین پر اسے پھیر رہے تھے ⑦ الفاظ میں کچھ کمی بیشی بھی ہے۔

مسند احمد میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بھی ایک ایسا ہی سوال جیسا کہ اوپر کی حدیث میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا

- ① صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورة اللیل اذا یغشی باب ﴿وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْأُنْثَى﴾، ۴۹۴۴؛ صحیح مسلم، ۸۲۴۔
- ② ۷۸/النبا: ۸۔ ۵۱/الذاریات: ۴۹۔ ③ ۶/الانعام: ۱۱۔ ④ احمد، ۶/۱/۶۱ وسندہ ضعیف وفی الباب احادیث اخرى مغنیة عنه أنظر صحیح البخاری (۱۳۶۲) ومسلم (۶/۲۶۴۷) مسند البزار، ۲۸؛ المعجم الكبير، ۴۷۔
- ⑤ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورة اللیل اذا یغشی باب قوله ﴿فَإِذَا مَنِ اعْطٰی وَاتَّقٰی﴾ ۴۹۴۵۔
- ⑥ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورة اللیل اذا یغشی باب قوله ﴿وَكُذِبَ بِالْحَسَنِ﴾ ۴۹۴۸؛ صحیح مسلم، ۲۶۴۷؛ ابو داود، ۴۶۹۴؛ ترمذی، ۲۱۳۶؛ ابن ماجہ، ۷۸۔

گزر، مروی ہے اور آپ کا جواب بھی انہیں تقریباً ایسا ہی مروی ہے۔ ① ابن جریر میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے بھی ایسی ہی روایت مروی ہے ② ابن جریر کی ایک حدیث میں دونوں جوانوں کا ایسا ہی سوال اور حضور اکرم ﷺ کا ایسا ہی جواب مروی ہے اور پھر ان دونوں حضرات کا یہ قول بھی ہے کہ یا رسول اللہ! ہم بہ کوشش نیک اعمال کرتے رہیں گے۔ ③ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ ”ہر دن غروب کے وقت سورج کے دونوں طرف دو فرشتے ہوتے ہیں وہ با آواز بلند دعا کرتے ہیں جسے تمام چیزیں سنی ہیں سوائے جنات اور انسان کے کہ ”اے اللہ تجی کو نیک بدلہ دے اور بخیل کا مال تلف کر۔“ ④ یہی معنی ہیں قرآن کی ان چار آیتوں کے۔ ابن ابی حاتم کی ایک بہت ہی غریب حدیث میں اس پوری سورت کا شان نزول یہ لکھا ہے کہ ”ایک شخص کا کھجوروں کا باغ تھا ان میں سے ایک درخت کی شاخیں ایک مسکین شخص کے گھر میں پڑتی تھیں وہ بے چارہ غریب نیک بخت اور بال بچے دار تھا باغ والا جب اس درخت کی کھجوریں اتارنے آتا تو اس مسکین کے گھر میں جا کر وہاں کی کھجوریں اتارتا اس میں جو کھجوریں بچے گرتیں انہیں اس غریب شخص کے بچے چن لیتے تو یہ آ کر ان سے چھین لیتا بلکہ اگر کسی بچے نے منہ میں ڈال بھی لی تو انگلی ڈال کر اس کے منہ سے نکال لیتا“ اس مسکین نے اس کی شکایت رسول اللہ ﷺ سے کی آپ ﷺ نے ان سے تو فرما دیا کہ اچھا تم جاؤ اور آپ ﷺ اس باغ والے سے ملے اور فرمایا کہ تو اپنا وہ درخت جس کی شاخیں فلاں مسکین کے گھر میں ہیں مجھے دے دے اللہ تعالیٰ اس کے بدلے تجھے جنت کا ایک درخت دے گا وہ کہنے لگا اچھا حضرت! میں نے دیا مگر مجھے اس کی کھجوریں بہت اچھی لگتی ہیں میرے تمام باغ میں ایسی کھجوریں کسی اور درخت کی نہیں۔ آنحضرت ﷺ یہ سن کر خاموشی کے ساتھ واپس تشریف لے چلے۔ ایک شخص جو یہ بات چیت سن رہا تھا وہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا حضرت! اگر یہ درخت میرا ہو جائے اور میں آپ کا کردار تو کیا مجھے بھی اس کے بدلے جنتی درخت مل سکتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں۔ یہ شخص اس باغ والے کے پاس آئے ان کا بھی ایک باغ کھجوروں کا تھا یہ پہلا شخص ان سے وہ ذکر کرنے لگا کہ حضرت مجھے میرے فلاں درخت کھجور کے بدلے جنت کا ایک درخت دینے کو فرما رہے تھے میں نے یہ جواب دیا ”یہ سن کر خاموش ہو رہے پھر تھوڑی دیر بعد فرمایا کہ کیا تم اسے پہنچانا چاہتے ہو؟ اس نے کہا نہیں ہاں یہ اور بات ہے کہ جو قیمت اس کی مانگوں وہ کوئی مجھے دے دے، لیکن کون دے سکتا ہے؟ پوچھا کیا قیمت لینا چاہتے ہو؟ کہا چالیس درخت خرما کے۔ اس نے کہا یہ تو بڑی زبردست قیمت لگا رہے ہو ایک کے چالیس؟ پھر اور باتوں میں لگ گئے پھر کہنے لگے اچھا میں اسے اتنے میں ہی خریدتا ہوں۔ اس نے کہا اچھا اگر سچ منہ خریدنا ہے تو گواہ کر لو۔ اس نے چند لوگوں کو بلا لیا اور معاملہ طے ہو گیا گواہ مقرر ہو گئے پھر اسے کچھ سوچھی تو کہنے لگا کہ دیکھئے صاحب! جب تک ہم تم الگ نہیں ہوئے یہ معاملہ طے نہیں ہوا“ اس نے بھی کہا بہت اچھا میں بھی ایسا احمق نہیں ہوں کہ تیرے ایک درخت کے بدلے جو خم کھایا ہوا ہے اپنے چالیس درخت دے دوں تو یہ کہنے لگا اچھا اچھا مجھے منظور ہے لیکن درخت جو میں لوں گا وہ تنے والے بہت عمدہ لوں گا۔ اس نے کہا اچھا منظور۔ چنانچہ گواہوں کے روبرو یہ سودا فیصل ہوا اور مجلس برخواست ہوئی۔ یہ شخص خوش خوشی رسول کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے یا رسول اللہ! اب وہ درخت میرا ہو گیا اور میں نے اسے آپ ﷺ کو دے دیا۔ رسول اللہ ﷺ اس مسکین کے پاس تشریف لے گئے اور فرما دیا کہ یہ درخت تمہارا ہے اور تمہارے بال بچوں کا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے =

① ترمذی، کتاب القدر، باب ما جاء فی الشقاء والسعادة، ۲۱۳۵ وهو حسن بالشواهد؛ احمد، ۵۲/۲۔

② صحیح مسلم، کتاب القدر، باب کیفیة خلق آدمی فی بطن امه، ۲۶۴۸؛ الطبری، ۴۷۵/۲۴۔

③ الطبری، ۴۷۵/۲۴۔ ④ الطبری، ۴۷۱/۲۴۔

إِنَّ عَلَيْنَا لَلْهُدَىٰ ۖ وَإِنَّ لَنَا لَلْآخِرَةَ وَالْأُولَىٰ ۚ فَأَنْذَرْنَكُمْ نَارًا تَلْقَوْنَهَا ۚ لَا
يَصْلَاهَا إِلَّا الْأَشْقَى ۚ الَّذِي كَذَّبَ وَتَوَلَّىٰ ۖ وَسَيُجَنَّبُهَا الْأَتْقَى ۚ الَّذِي يُؤْتِي
مَالَهُ يَتَزَكَّىٰ ۚ وَمَا لِأَحَدٍ عِنْدَهُ مِنْ نِعْمَةٍ تُجْزَىٰ ۖ إِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِ
الْأَعْلَىٰ ۚ وَلَسَوْفَ يَرْضَىٰ ۚ

ترجمہ: براہ و کھادیتا ہمارے ذمہ ہے [۱۳] اور ہمارے ہی ہاتھ ہے آخرت اور دنیا [۱۳] میں نے تو تمہیں شعلے مارتی ہوئی آگ سے ڈرایا ہے۔ [۱۳]
جس میں صرف وہ بد بخت تر لوگ داخل ہوں گے [۱۵] جنہوں نے جھٹلایا اور (اس کی پیروی سے) منہ پھیر لیا ہے۔ [۱۶] اس سے ایسا شخص دور
رکھا جائے گا جو پرہیزگار ہوگا۔ [۱۷] جو پاکی حاصل کرنے کے لئے اپنا مال دیتا ہوگا [۱۸] کسی کا اس پر کوئی احسان نہیں کہ جس کا بدلہ دیا جا رہا ہو
[۱۹] بلکہ صرف اپنے پروردگار بزرگ و بلند کی رضا مطلوب ہوتی ہے۔ [۲۰] یقیناً وہ (اللہ تعالیٰ) بھی عنقریب رضا مند ہو جائے گا۔ [۲۱]

== ہیں اس پر یہ سورت نازل ہوئی۔“ ① ابن جریر میں مروی ہے کہ یہ آیتیں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی
ہیں آپ مکہ میں ابتدائے اسلام کے زمانے میں بڑھیا عورتوں کو اور ضعیف لوگوں کو جو مسلمان ہو جاتے تھے آزاد کرادیا کرتے تھے اس
پر ایک مرتبہ آپ کے والد حضرت ابوقحافہ نے جواب تک مسلمان نہیں ہوئے تھے کہا میں اتم جوان کمزور ہستیوں کو آزاد کرتے پھرتے ہو
اس سے یہ اچھا ہو کہ نو جوان طاقت والوں کو آزاد کرادیا تاکہ دقت پر وہ تمہیں کام آئیں تمہاری مدد کریں اور دشمنوں سے لڑیں تو صدیق
اکبر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ اباجی میرا ارادہ دنیوی فائدے کا نہیں میں تو صرف رضائے رب مرضیٰ مولا چاہتا ہوں اس بارے میں یہ
آیتیں نازل ہوئیں۔ ② ترقی کے معنی مرنے کے بھی مروی ہیں اور آگ میں گرنے کے بھی۔ ③

ظالموں کا انجام: [آیت: ۱۲-۲۱] یعنی حلال و حرام کا ظاہر کر دیتا ہمارے ذمہ ہے۔ یہ بھی معنی ہیں کہ جو ہدایت پر چلا وہ یقیناً ہم تک
پہنچ جائے گا۔ جیسے فرمایا ﴿وَعَلَى اللَّهِ لَقُصْدُ السَّبِيلِ﴾ ④ آخرت اور دنیا کی ملکیت ہماری ہی ہے۔ میں نے بھڑکتی ہوئی آگ
سے تمہیں ہوشیار کر دیا ہے۔ مسند احمد میں ہے کہ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ نے اپنے خطبہ میں فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ سے میں نے
خطبہ کی حالت میں سنا ہے کہ آپ بہت بلند آواز سے فرما رہے تھے۔ یہاں تک کہ اس جگہ سے بازار تک آواز پہنچے اور بار بار فرماتے
جاتے تھے لوگو! میں تمہیں جہنم کی آگ سے ڈرا چکا، لوگو! میں تمہیں جہنم کی آگ سے ڈرا رہا ہوں بار بار یہ فرما رہے تھے۔ یہاں تک کہ
چادر مبارک کندھوں سے سرک کر پیروں میں گر پڑی۔ ⑤ صحیح بخاری میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ”سب سے ہلکے
عذاب والا جہنمی قیامت کے دن وہ ہوگا جس کے دونوں تلوؤں تلے دو انگارے رکھ دیئے جائیں گے۔ جس سے اس کا دماغ اہل رہا
ہوگا۔“ ⑥ مسلم کی حدیث میں ہے کہ ”ہلکے عذاب والا جہنمی وہ ہوگا جس کی دونوں جوتیاں اور دونوں تسمے آگ کے ہوں گے جن سے اس
کا دماغ اس طرح اہل رہا ہوگا جس طرح ہنڈیا میں کھد بدی آ رہی ہو یا جو دیہ کہ سب سے ہلکے عذاب والا یہی ہے لیکن اس کے خیال میں

① اسکی سند میں حفص بن عمر العدنی ضعیف راوی ہے (المیزان، ۱/ ۵۶۰، رقم: ۲۱۳۰) لہذا یہ روایت مردود ہے۔

② ابن جریر، ۲/ ۵۲۵ ح ۳۹۴۲ وسندہ حسن۔ ③ الطبری، ۲۴/ ۴۷۶۔ ④ ۱۶/ النحل: ۹۔

⑤ احمد، ۴/ ۲۷۲ وسندہ صحیح وصححه الحاكم، ۱/ ۲۸۷ علی شرط مسلم ووافقه الذہبی وهو کما قال۔

⑥ صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب صفة الجنة والنار، ۱۶۵۶۱-۱۶۵۶۲، احمد، ۴/ ۴۷۱۔

اس سے زیادہ عذاب والا کوئی نہ ہوگا۔ ① اس جہنم میں صرف وہی لوگ گھیر گھا کر بدترین عذاب کئے جائیں گے جو بد بخت تر ہوں جن کے دل میں تکذیب ہو اور جسم سے اسلام پر عمل نہ ہو۔“ مسند احمد کی حدیث میں بھی ہے کہ ”جہنم میں صرف شقی لوگ جائیں گے۔ لوگوں نے پوچھا کہ شقی کون ہے؟ فرمایا جو اطاعت گزار نہ ہو اور نہ اللہ کے خوف سے کوئی بدی چھوڑتا ہو۔“ ② مسند کی اور حدیث میں ہے کہ ”میری ساری امت جنت میں جائے گی سوائے ان کے جو انکار کریں۔ لوگوں نے پوچھا انکار کی کون ہے؟ فرمایا جو میری اطاعت کرے وہ جنت میں گیا اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے انکار کر دیا“ ③ اور فرمایا کہ جہنم سے دوری اسے ہوگی جو تقویٰ شعار پرہیزگار اللہ سے ڈرنے والا ہو جو اپنے مال کو اللہ کی راہ میں دے تاکہ خود بھی پاک ہو جائے اور اپنی چیزوں کو بھی پاک کر لے اور دین دنیا میں پاکیزگی حاصل کر لے یہ اس لئے کہ کسی کے ساتھ سلوک نہیں کرتا کہ اس کا بھی کوئی احسان اس پر ہے بلکہ اس لئے کہ آخرت میں جنت لے اور وہاں اللہ کا دیدار نصیب ہو۔ پھر فرماتا ہے کہ بہت جلد بالیقین ایسی پاک صفتوں والا شخص راضی ہو جائے گا۔

فضائل صدیق اکبر ﷺ: اکثر مفسرین کہتے ہیں کہ یہ آیتیں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے بارے میں اتری ہیں۔ یہاں تک کہ بعض مفسرین نے تو اس پر اجماع نقل کیا ہے بے شک صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اس میں داخل ہیں اور اس کے عموم میں ساری امت سے پہلے ہیں گو الفاظ آیت کے عام ہیں لیکن آپ سب سے اول اس کے مصداق ہیں ان تمام اوصاف میں اور کل کی کل نیکیوں میں سب سے پہلے اور سب سے آگے اور سب سے بڑھے چڑھے آپ ہی تھے آپ صدیق تھے پرہیزگار تھے سخی تھے اپنے مالوں کو اپنے مولا کی اطاعت میں اور رسول اللہ ﷺ کی امداد میں دل کھول کر خرچ کرتے رہتے تھے ہر ایک کے ساتھ احسان و سلوک کرتے اور کسی دنیوی فائدے کی چاہت پر نہیں کسی کے احسان کے بدلے نہیں بلکہ صرف اللہ تعالیٰ کی مرضی کے لئے رسول اللہ ﷺ کی فرمانبرداری کے لئے جتنے لوگ تھے خواہ بڑے ہوں خواہ چھوٹے سب کے سب پر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے احسانات کے بارے میں یہاں تک کہ عروہ بن مسعود جو قبیلہ ثقیف کا سردار تھا صلح حدیبیہ کے موقع پر جب کہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے اسے ڈانٹا پٹا اور دو باتیں سنائیں تو اس نے کہا کہ اگر آپ کے احسان مجھ پر نہ ہوتے جس کا بدلہ میں نہیں دے سکتا تو میں آپ کو ضرور جواب دیتا“ ④ پس جب کہ عرب کے سردار اور قبائل عرب کے بادشاہ کے اوپر آپ کے اس قدر احسان تھے کہ وہ سرنہیں اٹھا سکتا تھا تو بھلا اور تو کہاں؟ اسی لئے یہاں بھی فرمایا گیا کہ کسی کے احسان کا بدلہ انہیں دینا نہیں بلکہ صرف دیدار الہی کی خواہش ہے۔ بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ ”جو شخص جوڑا اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرے اسے جنت کے داروغے پکاریں گے کہ اے اللہ کے بندے ادھر سے آؤ یہ دروازہ سب سے اچھا ہے تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا یا رسول اللہ! کوئی ضرورت تو ایسی نہیں لیکن فرمائیے کوئی ایسا بھی ہے کہ جو جنت کے تمام دروازوں سے بلایا جائے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں ہے اور مجھے اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ تم ان میں سے ہو۔“ ⑤

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ سورۃ الدلیل کی تفسیر ختم ہوئی۔ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے اور اس کا شکر ہے۔

① صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب اھون اھل النار عذابا، ۲۱۳۔

② ابن ماجہ، کتاب الزہد، باب ما یرجى من رحمۃ اللہ یوم القیامۃ، ۴۲۹۸ وسندہ ضعیف؛ احمد، ۲/۳۴۹ اس کی سند میں ابن سعید مدلس وخط راوی (التقریب: ۱/۴۴؛ رقم: ۵۷۴) ہے۔

③ صحیح بخاری، کتاب الاعتصام، بالکتاب والسنة، باب الاقتداء بسنن رسول اللہ ﷺ، ۷۲۸۰؛ احمد، ۲/۳۶۱۔

④ صحیح بخاری، کتاب الشروط، باب الشروط فی الجھاد، ۲۷۳۱، ۲۷۳۲۔

⑤ صحیح بخاری، کتاب الصوم، باب الریان للصائمین، ۱۸۹۷؛ صحیح مسلم، ۱۰۲۷؛ ترمذی، ۳۶۷۴؛ ابن حبان، ۳۰۸۔

تفسیر سورہ ضحیٰ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَالضُّحٰی ۝ وَاللَّیْلَ اِذَا سَجٰی ۝ مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰی ۝ وَلَآ اٰخِرَةُ خَیْرٌ لِّكَ

مِنَ الْاَوَّلٰی ۝ وَلَسَوْفَ یُعْطِیْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰی ۝ اَلَمْ یَجِدْكَ یَتِیْمًا فَاَوٰی ۝

وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدٰی ۝ وَوَجَدَكَ عَالِیًّا فَاَغْنٰی ۝ فَاَمَّا الْیَتِیْمَ فَلَا

تَقَهَّرُ ۝ وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرُ ۝ وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ۝

ترجمہ: شروع اللہ کے نام سے جو بخشش کرنے والا نہایت مہربان ہے۔

قسم ہے چاشت کے وقت کی [۱] اور قسم ہے رات کی جب چھا جائے [۲] نہ تو تیرے رب نے تجھے چھوڑا اور نہ وہ بیزار ہو گیا ہے [۳] یقیناً تیرے لیے انجام آغاز سے بہتر ہے [۴] تجھے تیرا رب بہت جلد انعام دے گا اور تو راضی خوشی ہو جائے گا [۵] کیا اس نے تجھے یتیم پا کر جگہ نہیں دی؟ [۶] اور تجھے راہ بھولا پا کر ہدایت نہیں دی؟ [۷] اور تجھے تنگدست پا کر تو غمر نہیں بنا دیا؟ [۸] پس یتیم پر تو بھی بخشنے لگا کر [۹] اور نہ سوال کرنے والے کو ڈانٹ ڈپٹ [۱۰] اور اپنے رب کے احسانوں کو بیان کرتا رہ۔ [۱۱]

تعارف سورت: اسماعیل بن قسطنطین اور شبل بن عباد کے سامنے حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ تلاوت قرآن کر رہے تھے جب اس سورت تک پہنچے تو دونوں نے فرمایا کہ اب سے آخر تک ہر سورت کے خاتمہ پر اللہ اکبر کہا کرو۔ ہم نے ابن کثیر رضی اللہ عنہ کے سامنے پڑھا تو انہوں نے ہمیں یہی فرمایا اور انہوں نے فرمایا کہ ہم سے مجاہد رضی اللہ عنہ نے یہ فرمایا ہے اور مجاہد رضی اللہ عنہ کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی یہی تعلیم تھی اور ابن عباس رضی اللہ عنہ کو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے یہی فرمایا تھا اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم دیا تھا۔ ① امام القرآن حضرت ابوالحسن بھی اس سنت کے راوی ہیں۔ حضرت ابو حاتم رازی رضی اللہ عنہ اس حدیث کو ضعیف کہتے ہیں۔ اس لیے کہ ابوالحسن ضعیف ہیں ابو حاتم رضی اللہ عنہ تو ان سے حدیث ہی نہیں لیتے۔ اسی طرح ابو جعفر عقیلی رضی اللہ عنہ بھی انہیں منکر الحدیث کہتے ہیں، لیکن شہاب الدین ابوشامہ شرح شاطبیہ میں حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ایک شخص سے سنا کہ وہ نماز میں اس تکبیر کو کہتے تھے تو آپ نے فرمایا تو نے اچھا کیا اور سنت کو پہنچ گیا۔ یہ واقعہ اس بات کا مقتضی ہے کہ یہ حدیث صحیح ہو۔ پھر قاریوں میں اس بات کا بھی اختلاف ہے کہ کس جگہ یہ تکبیر پڑھے اور کس طرح پڑھے، بعض تو کہتے ہیں ﴿وَاللَّیْلَ اِذَا سَجٰی﴾ کے خاتمہ سے۔ بعض کہتے ہیں والنہی کے آخر سے۔ پھر بعض تو کہتے ہیں کہ صرف اللہ اکبر کہے، بعض کہتے ہیں کہ لا الہ الا اللہ واللہ اکبر کہے۔ بعض قاریوں نے سورہ والنہی سے ان تکبیروں کے کہنے کی یہ وجہ بیان کی ہے کہ جب وحی کے آنے میں دیر لگی اور کچھ مدت حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نہ اتری پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے اور یہی سورہ لائے تو خوشی اور فرحت کے باعث آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تکبیر کہی۔

① حاکم، ۳/ ۳۰۴ وسندہ ضعیف، فیہ احمد بن عبد اللہ بن قاسم بن ابی بزہ وهو ضعیف علی الرجاء انظر حاشیاتی علی

لسان المیزان (۱، ۲۸۳)

لیکن یہ کسی ایسی اسناد کے ساتھ مروی نہیں جس سے صحت وضعف کا پتہ چل سکے واللہ اعلم۔

شان نزول: [آیت: ۱۱] مسند احمد میں ہے کہ حضور ﷺ بیمار ہو گئے اور ایک یا دو راتوں تک آپ ﷺ تہجد کی نماز کے لیے نہ اٹھ سکے تو ایک عورت کہنے لگی کہ تجھے تیرے شیطان نے چھوڑ دیا۔ اس پر یہ انگلی آیتیں نازل ہوئیں ① (بخاری و مسلم وغیرہ)۔ حضرت جندب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جبریل علیہ السلام کے آنے میں کچھ دیر ہوئی تو مشرکین کہنے لگے کہ یہ تو چھوڑ دیئے گئے تو اللہ تعالیٰ نے والضحیٰ سے مافقیٰ تک کی آیتیں نازل کیں۔ ② اور روایت میں ہے کہ حضور ﷺ کی انگلی پر پتھر مارا گیا تھا جس میں سے خون نکلا اور جس پر آپ ﷺ نے فرمایا۔

((هَلْ أَنْتَ إِلَّا أَصْبَعٌ دَمِيتٌ وَلَمْ يَسْبِلِ اللَّهُ مَا لَقِيتْ)) یعنی تو صرف ایک انگلی ہے اور اللہ کی راہ میں تجھے یہ زخم لگا ہے۔ طبیعت کچھ ناساز ہو جانے کی وجہ سے دو تین رات آپ ﷺ بیدار نہ ہوئے جس پر اس عورت نے وہ ناشائستہ الفاظ نکالے اور یہ آیتیں نازل ہوئیں۔ کہا گیا ہے کہ یہ عورت ابولہب کی جو دوام جمیل تھی اس پر اللہ کی مار۔ آپ ﷺ کی انگلی کا زخمی ہونا اور اس موزوں کلام کا بے ساختہ زبان مبارک سے ادا ہونا تو بخاری و مسلم میں بھی ثابت ہے ③ لیکن ترک قیام کا سبب اسے بتانا اور اس پر ان آیتوں کا نازل ہونا یہ غریب ہے۔

ابن جریر میں ہے کہ ”حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کہا تھا کہ آپ کا رب آپ سے کہیں ناراض نہ ہو گیا ہو؟“ اس پر یہ آیتیں اتریں۔ ④ اور روایت میں ہے کہ جبریل علیہ السلام کے آنے میں دیر ہوئی تو حضور ﷺ بہت گھبرائے اس پر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے یہ سبب بیان کیا اور اس پر یہ آیتیں اتریں۔ ⑤ یہ دونوں روایتیں مرسل ہیں اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا نام تو اس میں محفوظ نہیں معلوم ہوتا ہاں یہ ممکن ہے کہ بی بی صاحبہ رضی اللہ عنہا نے افسوس اور رنج کے ساتھ یہ فرمایا ہو واللہ اعلم۔

ابن السلق اور بعض اور سلف نے فرمایا ہے کہ جب حضرت جبریل علیہ السلام اپنی اصلی صورت میں ظاہر ہوئے تھے اور بہت ہی قریب ہو گئے تھے اس وقت اسی سورت کی وحی نازل فرمائی تھی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ وحی کے رک جانے کی بنا پر مشرکین کے اس ناپاک قول کے رد میں یہ آیتیں اتریں۔ ⑥ یہاں اللہ تعالیٰ نے دھوپ چڑھنے کے وقت کی دن کی روشنی اور رات کے سکون اور اندھیرے کی قسم کھائی جو قدرت قادر اور خلق خالق کی صاف دلیل ہے جیسے اور جگہ ہے ﴿وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشَىٰ ۝ وَالنَّهَارِ إِذَا تَجَلَّىٰ ۝﴾ ⑦

اور جگہ ہے ﴿فَالْيَقِ الْأَصْبَاحَ﴾ ⑧ الخ مطلب یہ ہے کہ اپنی اس قدرت کا یہاں بھی بیان کیا ہے پھر فرماتا ہے کہ تیرے رب نے نہ تو تجھے چھوڑا نہ تجھ سے دشمنی کی تیرے لیے آخرت اس دنیا سے بہت بہتر ہے اسی لیے رسول اللہ ﷺ دنیا میں سب سے زیادہ زائد تھے اور سب سے زیادہ تارک دنیا تھے آپ ﷺ کی سیرت کا مطالعہ کرنے والے پر یہ بات ہر گز مخفی نہیں رہ سکتی۔

حضور ﷺ کی شان مبارک: مسند احمد میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ”کہ حضور ﷺ پر بوریے پر سوائے جسم مبارک پر بوریے کے نشان پڑ گئے جب بیدار ہوئے تو میں آپ ﷺ کی کروٹ پر ہاتھ پھیرنے لگا اور کہا حضور! ہمیں کیوں اجازت نہیں دیتے کہ اس بوریے پر کچھ بچھا دیا کریں۔ حضور ﷺ نے فرمایا مجھے دنیا سے کیا واسطہ ہے؟ میں کہاں دنیا کہاں میری اور دنیا کی مثال تو اس راہر و سوار کی طرح ہے جو کسی درخت تلے ذرا سی دیر ٹھہر جائے پھر اسے چھوڑ کر چل دے۔“ ⑨ یہ حدیث ترمذی

① صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورة والضحیٰ باب قوله ﴿مَا وَعَدَكَ رَبُّكَ وَمَا لَكَ﴾ ۴۹۵۰؛ صحیح مسلم: ۱۷۹۷؛ احمد: ۳۱۲/۴۔

② صحیح مسلم، کتاب الجہاد، باب ما لقی النبی ﷺ من اثنی المشرکین والمنافقین، ۱۷۹۷۔ ③ صحیح بخاری،

کتاب الادب، باب ما یجوز من الشعر والرجز، ۴۱۴۶؛ صحیح مسلم، ۱۷۹۶۔ ④ الطبری، ۴۸۶/۲۴۔ یہ روایت مرسل یعنی

ضعیف ہے۔ ⑤ الطبری، ۴۸۷/۲۴۔ ⑥ الطبری، ۴۸۴/۲۴۔ ⑦ البیہقی، ۲۰۱/۲۔ ⑧ الانعام: ۹۶۔

⑨ ترمذی، کتاب الزہد، باب حدیث (ما الدنیا الا کراکب استظل) ۲۳۷۷؛ ابن ماجہ، ۴۱۰۹؛ وهو حدیث حسن؛ احمد، ۳۹۱/۱۔

میں بھی ہے اور حسن ہے۔ پھر فرمایا تیرا رب تجھے آخرت میں تیری امت کے بارے میں اس قدر نعمتیں دے گا کہ تو خوش ہو جائے ان کی بڑی نکریم ہوگی اور آپ ﷺ کو خاص کر کے حوض کوثر عطا فرمایا جائے گا جس کے کنارے پرکھو کھلے موتی کے خیمے ہوں گے جس کی مٹی خالص مشک ہوگی یہ حدیثیں عنقریب آرہی ہیں ان شاء اللہ تعالیٰ۔ ایک روایت میں ہے کہ ”جو زمانے آپ ﷺ کی امت کو ملنے والے تھے وہ ایک ایک کر کے آپ ﷺ پر ظاہر کئے گئے آپ بہت خوش ہوئے اس پر یہ آیت اتری: ﴿۱﴾ جنت میں ایک ہزار محل آپ کو دیئے گئے ہر محل میں پاک بیویاں اور بہترین خادم ہیں“ ابن عباس رضی اللہ عنہما تک اس کی سند صحیح ہے اور بظاہر ایسی بات بغیر حضور اکرم ﷺ سے سنے روایت نہیں ہو سکتی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضور اکرم ﷺ کی رضامندی میں سے یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ کے اہل بیت میں سے کوئی دوزخ میں نہ جائے۔ حسن رحمۃ اللہ فرماتے ہیں اس سے مراد شفاعت ہے۔

ابن ابی شیبہ میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ”ہم وہ لوگ ہیں جن کے لیے اللہ تعالیٰ نے آخرت دنیا پر پسند کر لی ہے پھر آپ نے آیت ﴿وَلَسَوْفَ﴾ کی تلاوت فرمائی۔“ ﴿۲﴾ پھر اللہ تعالیٰ اپنی نعمتیں جتنا تھے پہلی نعمت یہ بیان فرمائی کہ آپ ﷺ کی یتیمی کی حالت میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ کا بچاؤ کیا اور آپ کی حفاظت کی اور پرورش کی اور جگہ عنایت فرمائی۔ آپ ﷺ کے والد کا انتقال تو آپ کی پیدائش سے پہلے ہی ہو چکا تھا، بعض کہتے ہیں کہ ولادت کے بعد ہوا۔ چھ سال کی عمر میں والدہ صاحبہ کا بھی انتقال ہو گیا۔ اب آپ ﷺ دادا کی کفالت میں تھے لیکن جب آٹھ سال کی آپ کی عمر ہوئی تو دادا کا سایہ بھی اٹھ گیا۔ اب آپ اپنے چچا ابوطالب کی پرورش میں آئے۔ ابوطالب آپ کی گمرانی اور امداد میں رہے آپ کی پوری توقیر و عزت کرتے اور قوم کی مخالفت کے چڑھتے طوفان کو روکتے رہتے تھے اور اپنے نفس کو بطور ڈھال کے پیش کر دیا کرتے تھے، کیونکہ چالیس سال کی عمر میں آپ ﷺ کو نبوت مل چکی تھی اور قریش سخت تر مخالف بلکہ دشمن جان ہو گئے تھے ابوطالب باوجود بت پرست مشرک ہونے کے آپ ﷺ کا ساتھ دیتا تھا اور مخالفین سے لڑتا بھڑتا رہتا تھا۔ یہ تھی منجانب اللہ حسن تدبیر کہ آپ کی یتیمی کے ایام اس طرح گزارے اور مخالفین سے آپ ﷺ کی خدمت اسی طرح لی یہاں تک کہ ہجرت سے کچھ پہلے ابوطالب بھی فوت ہو گئے اب سہماء و جہلائے قریش اٹھ کھڑے ہوئے تو پروردگار عالم نے آپ ﷺ کو مدینہ کی طرف ہجرت کرنے کی رخصت عطا فرمائی اور اوس و خرخرج جیسی قوموں کو آپ کا انصار بنا دیا۔ ان بزرگوں نے آپ کو اور آپ ﷺ کے ساتھیوں کو جگہ دی اور مدد کی حفاظت کی اور مخالفین سے سینہ سپر ہو کر مردانہ وار لڑائیاں کیں اللہ ان سب سے خوش رہے یہ سب کا سب اللہ کی حفاظت اور اس کی عنایت احسان اور اکرام سے تھا۔ پھر فرمایا کہ راہ بھولا پا کر صحیح راستہ دکھا دیا، جیسے اور جگہ ہے ﴿مَا كُنْتُ تَدْرِي مَا الْكِتَابُ وَلَا الْإِيمَانُ﴾ ﴿۳﴾ الخ۔ یعنی اسی طرح ہم نے اپنے حکم سے تمہاری طرف روح (جبریل یا قرآن) کی وحی کی تم یہ بھی نہیں جانتے تھے کہ ایمان کیا چیز ہوتی ہے نہ کتاب کی خبر تھی بلکہ ہم نے اسے نور بنا کر جسے جاہدایت کردی۔ بعض کہتے ہیں کہ مراد یہ ہے کہ حضور ﷺ بچپن میں مکہ کی گلیوں میں گم ہو گئے تھے اس وقت اللہ نے لوٹا لیا، بعض کہتے ہیں کہ شام کی طرف اپنے چچا کے ساتھ جاتے ہوئے رات کو شیطان نے آپ ﷺ کی انٹنی کی کھیل پکڑ کر راہ سے ہٹا کر جنگل میں ڈال دیا پس جبریل علیہ السلام آئے اور پھونک مار کر شیطان کو تو حبشہ میں ڈال دیا اور سواری کو راہ پر لگا دیا۔ بغوی نے یہ دونوں قول نقل کئے ہیں۔ پھر فرماتا ہے کہ بال بچوں والا ہوتے ہوئے تنگ دست پا کر ہم نے آپ ﷺ کو غنی کر دیا پس فقیر صابر اور غنی شاکر ہونے کے درجات آپ ﷺ کو مل گئے۔ صَلَوَاتُ اللَّهِ وَسَلَامُهُ عَلَيْهِ۔

① الطبری، ۲۴/ ۸۷۔ ② مصنف ابن ابی شیبہ، ۳۷۷۱۶ و سندہ ضعیف اس کی سند میں یزید بن ابی زیاد ضعیف راوی ہے۔

③ ۴۲/ الشوری: ۵۲۔

مسکین کو نہ جھڑکو: حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ سب حال نبوت سے پہلے کے ہیں۔ بخاری و مسلم وغیرہ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”تو نگری مال و اسباب کی زیادتی سے نہیں، بلکہ حقیقی تو نگروہ ہے جس کا دل بے پرواہ ہو۔“ ① صحیح مسلم میں ہے ”اس نے فلاح پالی جسے اسلام نصیب ہوا اور جو کافی ہو جائے اتنا رزق بھی ملا اور اللہ کے دیے ہوئے پر قناعت کی توفیق ملی۔“ ② پھر فرماتا ہے کہ یتیم کو حقیر نہ خیال کرنے ڈانٹ ڈپٹ کر بلکہ اس کے ساتھ احسان و سلوک کر اور اپنی بیٹی کو نہ بھول۔ قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ”یتیم کے لیے ایسا ہو جانا چاہیے جیسے سگ باپ اپنی اولاد پر مہربان ہوتا ہے۔“ سائل کو نہ جھڑک جس طرح تم بے راہ تھے اور اللہ نے ہدایت دی تو اب جو تم سے علمی باتیں پوچھے صحیح راستہ دریافت کرے تو تم اسے ڈانٹ ڈپٹ نہ کرو و غریب مسکین ضعیف بندوں پر تکبر و تحیر نہ کرو انہیں ڈانٹو ڈپٹو نہیں برا بھلا نہ کہو سخت سست نہ بولو اگر مسکین کو کچھ نہ دے سکے تو بھی بھلا اور اچھا جواب دے نرمی اور رحم کے ساتھ لوٹا دے۔ پھر فرمایا کہ اپنے رب کی نعمتیں بیان کرتے رہو یعنی جس طرح تمہاری فقیری کو ہم نے تو نگری سے بدل دیا تم بھی ہماری ان نعمتوں کو بیان کرتے رہو اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں میں یہ بھی تھا ((وَجْعَلْنَا شُكْرِيْنَ لِيُعْمَلَتْكَ مُنِيْنٌ بِهَا قَابِلِيْهَا وَاتِمَمَهَا عَلَيْنَا)) یعنی اے اللہ! ہمیں اپنی نعمتوں کی شکر گزاری کرنے والا ان کی وجہ سے تیری ثنائیاں کرنے والا ان کا اقرار کرنے والا کر دے اور ان نعمتوں کو ہمیں بھر پور دے۔ ③ ابو نصرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ”مسلمانوں کا یہ خیال تھا کہ نعمتوں کی شکر گزاری میں یہ بھی داخل ہے کہ ان کا بیان ہو۔“

مسند احمد کی حدیث میں ہے کہ ”جس نے تھوڑے پر شکر نہ کیا اس نے زیادہ پر بھی شکر نہیں کیا“ لوگوں کی شکر گزاری جس نے نہ کی اس نے اللہ کی بھی نہیں کی۔“ ④ نعمتوں کا بیان بھی شکر ہے اور ان کا بیان نہ کرنا ناشکری ہے جماعت کے ساتھ رہنا رحمت کا سبب ہے اور تفرقہ عذاب کا باعث ہے اس کی اسناد ضعیف ہے۔ بخاری و مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مہاجرین نے کہا ”یا رسول اللہ! انصار سارا کا سارا اجر لے گئے فرمایا نہیں جب تک کہ تم ان کے لیے دعا کیا کرو اور ان کی تعریف کرتے رہو۔“ ⑤ ابوداؤد میں ہے کہ ”اس نے اللہ کی شکر گزاری نہیں کی جس نے لوگوں کی شکر گزاری نہ کی۔“ ⑥ ابوداؤد کی اور حدیث میں ہے کہ جسے کوئی نعمت ملی اور اس نے اسے بیان کیا تو وہ شکر گزار ہے اور جس نے اسے چھپایا اس نے ناشکری کی۔ ⑦ اور روایت میں ہے کہ ”جسے کوئی عطادی جائے اسے چاہیے کہ اگر ہو سکے تو بدلہ اٹا دے اگر نہ ہو سکے تو اس کی ثنائیاں کرے جس نے شاک کی وہ شکر گزار ہوا اور جس نے اس نعمت کا اظہار نہ کیا اس نے ناشکری کی“ ⑧ (ابوداؤد)۔

مجاہد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہاں نعمت سے مراد نبوت ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ قرآن مراد ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مطلب یہ ہے کہ جو بھلائی کی باتیں آپ کو معلوم ہیں وہ اپنے بھائیوں سے بھی بیان کرو۔ محمد بن اسحاق رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ

- ① صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب الغنی غنی النفس، ۶۴۴۶؛ صحیح مسلم، ۱۰۵۱؛ ترمذی، ۲۳۷۳؛ احمد، ۳۸۹/۲؛ ابن حبان، ۱۷۹۔
- ② صحیح مسلم، کتاب الزکاة، باب فی الکفاف والقناعة، ۱۰۵۴؛ ترمذی، ۲۳۴۸؛ ابن ماجہ، ۱۳۸۴؛ احمد، ۱۶۸/۲؛ ابن حبان، ۲۷۰۔
- ③ ابوداؤد، کتاب الصلاة، باب التشهد، ۹۶۹؛ وهو حدیث صحیح۔
- ④ زوائد مسند احمد، ۲۷۸/۴؛ مسند ضعیف، فیہ ابو عبد الرحمن لم نعرفہ۔ ⑤ صحیحین میں یہ روایت موجود نہیں جبکہ ابو داؤد، کتاب الادب، باب فی شکر المعروف، ۴۸۱۲؛ مسند ضعیف؛ ترمذی، ۲۴۸۷؛ احمد، ۲۰۱/۳ میں موجود ہے۔
- ⑥ ابوداؤد، حوالہ سابق، ۴۸۱۱؛ مسند ضعیف؛ ترمذی، ۱۹۵۴؛ الادب المفرد، ۲۱۸؛ احمد، ۵۸/۲؛ مسند الطیالسی، ۲۴۹۱؛ ابن حبان، ۳۴۰۷۔
- ⑦ ابوداؤد، کتاب الادب، باب فی شکر المعروف، ۴۸۱۴؛ مسند ضعیف؛ امش راوی بدلس ہے اور سماع کی صراحت نہیں ہے۔
- ⑧ ابوداؤد، حوالہ سابق، ۴۸۱۳؛ مسند ضعیف؛ شریح بن سعد الانصاری راوی ضعیف ہے۔

جو نعت و کرامت نبوت کی تمہیں ملی ہے اسے بیان کرو اس کا ذکر کرو اور اس کی طرف لوگوں کو دعوت دو۔ چنانچہ حضور ﷺ نے اپنے والوں میں سے جن پر آپ کو اطمینان ہوتا پوشیدگی سے پہلے پہل دعوت دینی شروع کی اور آپ ﷺ پر نماز فرض ہوئی جو آپ ﷺ نے ادا کی۔

سورۃ الضحیٰ کی تفسیر ختم ہوئی۔ اللہ کے احسان پر اس کا شکر ہے۔



تفسیر سورۃ الم نشرح

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ۝ وَوَضَعْنَا عَنكَ وِزْرَكَ ۝ الَّذِیْۤ اَنْقَضَ

ظَهْرَكَ ۝ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ۝ فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا ۝ اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا ۝

فَاِذَا فَرَغْتَ فَانصَبْ ۝ وَالِی رَّبِّكَ فَارْغَبْ ۝

ترجمہ: یا مہربان اللہ کے۔

کیا ہم نے تیرا سینہ نہیں کھول دیا؟ اور تجھ پر سے تیرا بوجھ ہم نے اتار دیا؟ جس نے تیری پیٹھ توڑ دی تھی؟ اور ہم نے تیرا ذکر بلند کر دیا؟ [۱] سوالیہ شکل کے ساتھ آسانی ہے [۵۶] یقیناً دشواری کے ساتھ سہولت ہے [۶۲] پس جب تو فارغ ہو تو عبادت میں محنت کر [۷۱] اور اپنے پروردگار ہی کی طرف دل لگا [۸۱]

اللہ نے اپنے پیغمبر کا سینہ کشادہ کر دیا: [آیت: ۱-۸] یعنی ہم نے تیرے سینے کو منور کر دیا چوڑا کشادہ اور رحمت و کرم والا کر دیا۔ اور جبکہ ہے ﴿لَمَنْ يُّرِيدِ اللّٰهُ﴾ ① الخ۔ یعنی جسے اللہ ہدایت دینا چاہتا ہے اس کے سینے کو اسلام کے لیے کھول دیتا ہے۔ جس طرح آپ ﷺ کا سینہ کشادہ کر دیا گیا تھا، اسی طرح آپ ﷺ کی شریعت بھی کشادگی والی نرمی اور آسانی والی بنادی، جس میں نہ تو کوئی حرج ہے نہ تنگی نہ تشری نہ تکلیف اور سختی۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ مراد معراج والی رات سینے کا شق کیا جاتا ہے جیسے کہ مالک بن معصوم رضی اللہ عنہ کی روایت سے پہلے گزر چکا، امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو سہیں وارد کیا ہے ② لیکن یہ یاد رہے کہ یہ دونوں واقعے مراد ہو سکتے ہیں، یعنی معراج کی رات سینے کا شق کیا جانا اور سینہ کو راز الہی کا مخفیہ بنادینا وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ (حضرت) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بڑی دلیری سے رسول اللہ ﷺ سے وہ وہ باتیں پوچھ لیا کرتے تھے جسے دوسرے نہ پوچھ سکتے تھے۔ ایک مرتبہ سوال کیا ”یا رسول اللہ! امر نبوت میں سب سے پہلے آپ نے کیا دیکھا؟ آپ سنبھل بیٹھے اور فرمانے لگے ابو ہریرہ! میں دس سال کچھ ماہ کا تھا، جنگل میں کھڑا تھا کہ میں نے اوپر آسمان کی طرف سے کچھ آواز سنی کہ ایک شخص دوسرے سے کہہ رہا ہے کیا یہ وہی ہیں؟ اب دو شخص میرے سامنے آئے جن کے منہ ایسے منور تھے کہ میں نے ایسے کبھی نہیں دیکھے اور ایسی خوشبوئیں آ رہی تھیں کہ میرے دماغ نے ایسی خوشبو کبھی نہیں سونکھی اور ایسے کپڑے پہنے ہوئے تھے کہ میں نے کبھی کسی پر ایسے کپڑے نہیں دیکھے اور آ کر انہوں نے میرے دونوں بازو تھام لیے لیکن مجھے یہ بھی نہیں معلوم ہوتا تھا کہ کوئی میرے بازو تھامے ہوئے ہے پھر ایک نے دوسرے سے کہا کہ انہیں لٹا دو۔ چنانچہ اس نے لٹا دیا لیکن اس میں بھی نہ مجھے تکلیف ہوئی نہ محسوس ہوا۔ پھر ایک نے دوسرے سے کہا ان کا سینہ شق کرو۔ چنانچہ میرا سینہ چر دیا لیکن نہ تو مجھے اس میں کچھ دکھ ہوا نہ میں نے خون دیکھا۔ پھر کہا اس میں سے غل و غش حسد و بغض سب نکال دو۔ چنانچہ اس نے ایک خون بستہ جیسی کوئی چیز نکالی اور اسے پھینک دیا۔ پھر اس نے کہا اس میں رائے و رحمت رحم و کرم مہر دو۔ پھر ایک چاندی جیسی چیز جتنی نکالی تھی اتنی ڈال دی پھر میرے دائیں پاؤں کا انگوٹھا ہلا کر کہا جائیے اور سلامتی سے

① ۶/ الانعام: ۱۲۵۔

② ترمذی، کتاب التفسیر، باب ومن سورۃ الم نشرح، ۳۳۴۶، والبخاری، ۳۲۰۷، ومسلم، ۱۶۴۔

زندگی گزارئے۔ اب میں جو چلا تو میں نے دیکھا کہ ہر چھوٹے پر میرے دل میں رقت ہے اور ہر بڑے پر رحمت ہے۔^① (مسند احمد)۔

اللہ تعالیٰ نے پیغمبر ﷺ کا بوجھ ہلکا کیا: پھر فرمان ہے کہ ہم نے تیرا بوجھ اتار دیا یہ اسی معنی میں ہے کہ اللہ نے آپ ﷺ کے اگلے پچھلے گناہ معاف فرما دیئے جس نے تیری کمزوریوں کو بوجھل کر دیا تھا ہم نے تیرا ذکر بلند کیا۔ حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں یعنی جہاں میرا ذکر کیا جائے وہاں تیرا ذکر کیا جائے گا جیسے اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ قَدَاہُ رُوَّ اللّٰہ فرماتے ہیں کہ دنیا اور آخرت میں اللہ تعالیٰ نے آپ کا ذکر بلند کر دیا، کوئی خطیب کوئی داعی کوئی کلمہ کوئی نمازی ایسا نہیں جو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اور آپ ﷺ کی رسالت کا کلمہ نہ پڑھتا ہو۔ ابن جریر میں ہے کہ حضور ﷺ کے پاس حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے اور فرمایا کہ میرا اور آپ کا رب فرماتا ہے کہ میں آپ کا ذکر کس طرح بلند کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ ہی کو پورا علم ہے۔ فرمایا جب میں ذکر کیا جاؤں تو آپ ﷺ کا بھی ذکر کیا جائے گا۔

ابن ابی حاتم میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ”میں نے اپنے رب سے ایک سوال کیا لیکن نہ کرتا تو اچھا ہوتا۔ میں نے کہا اے اللہ! مجھ سے پہلے نبیوں میں سے کسی کے لیے تو نے ہوا کو تابعدار کر دیا تھا کسی کے ہاتھوں مردوں کو زندہ کر دیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے مجھ سے فرمایا کیا تجھے میں نے یتیم پا کر جگہ نہیں دی؟ میں نے کہا بے شک۔ فرمایا راہ گم کردہ پا کر میں نے تجھے ہدایت نہیں کی؟ میں نے کہا بے شک۔ فرمایا کیا فقیر پا کر غنی نہیں بنا دیا؟ میں نے کہا بے شک۔ فرمایا کیا میں نے تیرا سینہ کھول نہیں دیا؟ کیا میں نے تیرا ذکر بلند نہیں کیا؟ میں نے کہا بے شک کیا ہے۔“^②

الْبَصِيص دلائل النبوة میں لائے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”جب میں فارغ ہوا اس چیز سے جس کا حکم مجھے میرے رب عز وجل نے کیا تھا آسمان اور زمین کے کام سے تو میں نے کہا اے اللہ! مجھ سے پہلے جتنے انبیاء علیہم السلام ہوئے ان سب کی تو نے تکریم کی ابراہیم علیہ السلام کو غلیل بنایا، موسیٰ علیہ السلام کو کلیم بنایا، داؤد علیہ السلام کے لیے پہاڑوں کو مسخر کیا، سلیمان علیہ السلام کے لیے ہواؤں کو تابعدار بنایا اور شیاطین کو بھی عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ پر مردے زندہ کرائے ہیں پس میرے لیے کیا کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کیا میں نے تجھے ان سب سے افضل چیز نہیں دی؟ کہ میرے ذکر کے ساتھ ہی تیرا ذکر بھی کیا جاتا ہے اور میں نے تیری امت کے سینوں کو ایسا کر دیا کہ وہ قرآن کو ناپرا پڑھتے ہیں۔ یہ میں نے کسی اگلی امت کو نہیں دیا اور میں نے تجھے عرش کے خزانوں میں سے خزانہ دیا جو (لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ) ہے۔“^③

نبی ﷺ کا نام زندہ رہے گا: ابن عباس رضی اللہ عنہما اور مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد اذان ہے یعنی اذان میں آپ ﷺ کا ذکر ہے جس طرح حضرت حسان بن علیؓ کے شعروں میں ہے۔

اَعْرَعَلِيْهِ الْبُؤْرَةُ خَاتَمٌ
وَضَمَّ اِلَالَهُ اِسْمَ النَّبِيِّ اِلَى اِسْمِهِ
وَضَمَّ لَهٗ مِنْ اِسْمِهِ لِجَلَلُهُ
مِنَ اللّٰهِ مِنْ نُورٍ يَّلُوْحُ وَيَشْهَدُ
اِذَا قَالَ فِي الْخُمْسِ الْمُؤَذِّنُ: اَشْهَدُ
قُلُوْا الْعَرْشِ مَحْمُوْدٌ وَهَذَا مُحَمَّدٌ

- ① زوائد مسند احمد، ۵/۱۳۹ ح ۲۱۲۶۱ وسننہ ضعیف فیہ محمد بن معاذ بن محمد بن ابی بن کعب مجهول وثقہ الضیاء المقدسی وحده بروایتہ فی المختارۃ، مجمع الزوائد، ۸/۲۲۳ اس کی سند میں محمد بن معاذ مجهول راوی ہے۔
- ② ابن ابی حاتم وسننہ حسن، حاکم، ۲/۵۲۶؛ المعجم الاوسط، ۱/۲۱۰۔
- ③ اس کی سند میں نصر بن حماد الجلی سخت ضعیف راوی ہے دیکھئے (المیزان، ۴/۲۵۰؛ رقم: ۹۰۲۹) لہذا یہ روایت مردود ہے۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے مہربوت کو اپنے پاس کا ایک نور بنا کر آپ پر چکا دی جو آپ ﷺ کی رسالت کی گواہ ہے۔ اپنے نام کے ساتھ اپنے نبی ﷺ کا نام ملا لیا جب کہ پانچوں وقت مؤذن اَشْهَدُ اَنْع کہتا ہے۔ آپ ﷺ کی عزت و جلال کے اظہار کے لیے اپنے نام سے آپ ﷺ کا نام نکالا دیکھو وہ عرش والا محمود ہے اور آپ محمد ﷺ ہیں اور لوگ کہتے ہیں کہ اگلوں پچھلوں میں اللہ تعالیٰ نے آپ کا ذکر بلند کیا اور تمام انبیاء علیہم السلام سے روزِ مِثاق میں عہد لیا گیا کہ وہ آپ ﷺ پر ایمان لائیں اور اپنی اپنی امتوں کو بھی آپ پر ایمان لانے کا حکم کریں۔ پھر آپ کی امت میں آپ ﷺ کے ذکر کو مشہور کیا کہ اللہ کے ذکر کے ساتھ آپ ﷺ کا ذکر کیا جائے۔

صرصری رحمہ اللہ نے کتنی اچھی بات بیان فرمائی ہے فرماتے ہیں کہ فرضوں کی اذان صحیح نہیں ہوتی مگر آپ ﷺ کے پیارے اور بیٹھے نام سے جو پسندیدہ اور اچھے منہ سے ادا ہو اور فرماتے ہیں کہ تم نہیں دیکھتے کہ ہماری اذان اور ہمارا فرض صحیح نہیں ہوتا کہ جب تک کہ آپ ﷺ کا ذکر بار بار اس میں نہ آئے۔ پھر اللہ تبارک و تعالیٰ تکرار اور تاکید کے ساتھ دو دفعہ فرماتا ہے کہ سختی کے ساتھ آسانی دشواری کے ساتھ سہولت ہے۔ ابن ابی حاتم میں ہے کہ ”رسول اللہ ﷺ بیٹھے ہوئے تھے اور آپ ﷺ کے سامنے ایک پتھر تھا۔ پس آپ ﷺ نے کہا اگر سختی آئے اور اس پتھر میں گھس جائے تو آسانی بھی آئے گی اور اسی میں جائے گی اور اسے نکال لائے گی۔“ اس پر یہ آیت اتری۔ ① مسند بزار میں ہے کہ حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ ”اگر دشواری اس پتھر میں داخل ہو جائے تو آسانی آ کر اسے نکال لے گی۔ پھر آپ ﷺ نے اس آیت کی تلاوت کی“ ② یہ حدیث صرف عائد بن شریح حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں اور ان کے بارے میں ابو حاتم رازی رحمہ اللہ کا فیصلہ ہے کہ ان کی حدیث میں ضعف ہے اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ موقوف مروی ہے۔ سختی کے بعد آسانی: حضرت حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ لوگ کہتے تھے کہ ایک سختی دو آسانیوں پر غالب نہیں آ سکتی۔ حضرت حسن رحمہ اللہ سے ابن جریر میں مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ ایک دن شاداں و فرحاں آئے اور ہنستے ہوئے فرمانے لگے ہرگز ایک دشواری دو نرمیوں پر غالب نہیں آ سکتی، پھر اس آیت کی آپ ﷺ نے تلاوت کی۔“ ③ یہ حدیث مرسل ہے۔ حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم سے ذکر کیا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم کو خوشخبری سنائی کہ دو آسانیوں پر ایک سختی غالب نہیں آ سکتی۔ ④ مطلب یہ ہے کہ عسرة کے لفظ کو تو دونوں جگہ معرفہ لائے ہیں تو وہ مفرد ہوا اور یسر کے لفظ کو کمرہ لائے ہیں تو وہ متعدد ہو گیا۔ ایک حدیث میں ہے کہ معونۃ یعنی امداد اللہ بقدر مؤمنۃ یعنی تکلیف کے آسان سے نازل ہوتی ہے اور صبر مصیبت کی مقدار پر نازل ہوتا ہے۔ ⑤ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

مَنْ رَأَى الْاَمْرَ فِي الْاَمْرِ نَجَا
وَمَنْ رَجَا هُ يُكُونُ خَيْرًا

صَبْرًا جَمِلاً مَا اَلْفَرَجُ نَجَا
مَنْ مَلَاقِ الْاَمْرِ لَمْ يَنْلُ اَذَى

یعنی اچھا صبر کشادگی سے کیا ہی قریب ہے؟ اپنے کاموں میں اللہ تعالیٰ کا لحاظ رکھنے والا نجات یافتہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی باتوں کی

① حاکم، ۲/۲۵۵ و سندہ ضعیف اس کی سند میں حمید بن حماد اور عائد بن شریح دونوں ضعیف راوی ہیں و دیکھئے (میزان الاعتدال، ۱/۶۱۱) رقم: ۲۱۲۳۲۴/۱۳۶۳ رقم: ۴۱۰۰

② مسند البزار، ۲۲۸۸ و سندہ ضعیف و دیکھئے حاشیہ سابقہ: ۱۔

③ حاکم، ۲/۵۲۸ یہ روایت مرسل یعنی ضعیف ہے۔ ④ الطبری، ۴۹۵/۲۴ یہ روایت مرسل یعنی ضعیف ہے۔

⑤ شعب الایمان للبیہقی، ۹۵۹۸۔

تصدیق کرنے والے کو کوئی ایذا نہیں پہنچتی۔ اس سے بھلائی کی امید رکھنے والا اسے اپنی امید کے ساتھ ہی پاتا ہے۔ حضرت ابو حاتم بھجائی رحمۃ اللہ علیہ کے اشعار ہیں کہ جب مایوسی دل پر قبضہ کر لیتی ہے اور سینہ باوجود کشادگی کے تنگ ہو جاتا ہے تکلیفیں گھیر لیتی ہیں اور مصیبتیں ڈیرہ جمالیتی ہیں، کوئی چارہ بھجائی نہیں دیتا اور کوئی تدبیر نجات کارگر نہیں ہوتی، اس وقت اچانک اللہ کی مدد آ پہنچتی ہے اور وہ دعاؤں کا سننے والا ہے، باریک بین اللہ اس سختی کو آسانی سے اور اس تکلیف کو راحت سے بدل دیتا ہے۔ تنگیاں جب کہ بھر پور آ پڑتی ہیں پر دروگر معاشکد گمیاں نازل فرما کر نقصان فائدہ سے بدل دیتا ہے کسی اور شاعر نے کہا ہے۔

وَلَرُبَّ نَازِلٍ يَخِيفُ بِهِ الْفَقِي
ذُرْعًا وَعِنْدَ اللَّهِ مِنْهَا الْمَخْرَجُ
كَمَلْتُ فَلَمَّا اسْتَحَلَمْتُ خَلَقَهَا
لَرَجَعْتُ وَكَانَ بَطْنُهَا لَا تَفْرُجُ

یعنی بہت سی ایسی مصیبتیں انسان پر نازل ہوتی ہیں جن سے وہ تنگ دل ہو جاتا ہے حالانکہ اللہ کے پاس ان سے چھٹکارا بھی ہے جب یہ مصیبتیں کامل ہو جاتی ہیں اور زنجیر کے حلقے مضبوط ہو جاتے ہیں اور انسان گمان کرنے لگتا ہے کہ بھلا اب یہ کیا ہو گی؟ کہ اچانک اس رحیم و کریم اللہ کی شفقت بھری نظریں پڑتی ہیں اور اس مصیبت کو اس طرح دور کر دیتا ہے کہ گویا آئی ہی نہ تھی۔ اس کے بعد ارشاد باری ہوتا ہے جب تو دنیوی کاموں سے اور یہاں کے اشغال سے فرصت پا تو ہماری عبادتوں میں لگ جا اور فارغ البال ہو کر دلی توجہ کر کے ہمارے سامنے عاجزی میں لگ جا، اپنی نیت خالص کر لے، اپنی پوری رغبت کے ساتھ ہماری جناب کی طرف متوجہ ہو جا۔

اسی معنی کی وہ حدیث ہے جس کی صحت پر اتفاق ہے جس میں ہے کھانا سامنے موجود ہونے کے وقت نماز نہیں اور اس حالت میں بھی کہ انسان کو پاخانہ پیشاب کی حاجت ہو۔ ① اور حدیث میں ہے کہ جب نماز کھڑی کی جائے اور شام کا کھانا سامنے موجود ہو تو پہلے کھانے سے فراغت حاصل کر لو۔ ② حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ جب امر دنیا سے فارغ ہو کر نماز کے لیے کھڑا ہو تو محنت کے ساتھ عبادت کر اور مشغولیت کے ساتھ رب کی طرف توجہ کر۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب فرض نماز سے فارغ ہو تو تہجد کی نماز میں کھڑا ہو۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ”نماز سے فارغ ہو کر بیٹھ ہوئے اپنے رب کی طرف توجہ کر۔“ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یعنی دعا کر۔

زید بن اسلم اور ضحاک رحمۃ اللہ علیہما فرماتے ہیں کہ جہاد سے فارغ ہو کر اللہ کی عبادت میں لگ جا۔ ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اپنی نیت اور اپنی رغبت اللہ ہی کی طرف رکھ۔

الْحَمْدُ لِلَّهِ سُوْرَةُ الْمَشْرِخِ فِي تَفْسِيرِ اللَّهِ كَيْفَ يَرِيدُ أَكْلَهُ فِي الْحَالِ ، ۵۶۰؛ ابوداؤد، ۵۸۹۔



① صحیح مسلم، کتاب المساجد، باب کراهة الصلاة بحضوره الطعام الذي يريد أكله في الحال، ۵۶۰؛ ابوداؤد، ۵۸۹۔
② صحیح بخاری، کتاب الاذان، باب اذا حضر الطعام واقامت الصلاة، ۶۷۱؛ صحیح مسلم، ۵۵۷۔

تفسیر سورہ تین

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَالَّتِیْنِ وَالزَّیْتُوْنَ ۝ وَطُوْرِ سِیْنِیْنَ ۝ وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِیْنِ ۝ لَقَدْ خَلَقْنَا

الْاِنْسَانَ فِیْ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ۝ ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سَافِلِیْنَ ۝ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا

وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ اَجْرٌ غَیْرُ مَمْنُوْنٍ ۝ فَمَا یُكَذِّبُكَ بَعْدُ بِالذِّیْنِ ۝

اَلَیْسَ اللّٰهُ بِاَحْكَمِ الْحٰكِمِیْنَ ۝

ترجمہ: اللہ تعالیٰ بخشش کرنے والے مہربانی کرنے والے کے نام سے شروع۔

قسم ہے انجیر کی اور زیتون کی [۱] اور طور سینین کی [۲] اور اس والے شہر کی [۳] یقیناً ہم نے انسان کو بہترین صورت میں پیدا کیا [۴] پھر اسے نچوں سے نچا کر دیا [۵] لیکن جو لوگ ایمان لائے اور پھر نیک عمل کئے تو ان کے لیے ایسا اجر ہے جو کبھی ختم نہ ہوگا [۶] پس تجھے اب روز جزا کے جھلانے پر کوئی چیز آمادہ کرتی ہے؟ [۷] کیا اللہ تعالیٰ سب حاکموں کا حاکم نہیں ہے؟ [۸]

تعارف سورۃ: حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ”رسول اللہ ﷺ اپنے سفر میں دور کعتوں میں سے کسی ایک میں

یہ سورت پڑھ رہے تھے میں نے آپ ﷺ سے زیادہ اچھی آواز اور اچھی قرأت کی کسی نہیں سنی۔“ ❶

انجیر یا تین کیا ہے؟ [آیت: ۱-۸] (تین) سے مراد کسی کے نزدیک تو مسجد دمشق ہے کوئی کہتا ہے خود دمشق مراد ہے کسی کے نزدیک دمشق کا ایک پہاڑ مراد ہے، بعض کہتے ہیں کہ اصحاب کھف کی مسجد مراد ہے کوئی کہتا ہے جودی پہاڑ پر مسجد نوح جو ہے وہ مراد ہے، بعض کہتے ہیں کہ انجیر مراد ہے۔ زیتون سے کوئی کہتا ہے مسجد بیت المقدس مراد ہے۔

زیتون اور طور سینا: کسی نے کہا وہ زیتون جسے نچڑتے ہو۔ طور سینین وہ پہاڑ ہے جس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ نے کلام کیا تھا۔ (بَلَدِ الْاَمِیْنِ) سے مراد مکہ ہے اس میں کسی کو اختلاف نہیں، بعض کا قول یہ ہے کہ یہ تینوں وہ جگہیں ہیں جہاں تین اولوا العزم صاحب شریعت پیغمبر ﷺ بھیجے گئے ہیں، تین سے مراد تو بیت المقدس ہے جہاں پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نبی بنا کر بھیجا گیا تھا اور طور سینین سے مراد طور سینا ہے جہاں حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ نے کلام کیا تھا اور بلد امین سے مراد مکہ مکرمہ ہے جہاں ہمارے سردار حضرت محمد ﷺ بھیجے گئے۔ تورات کے آخر میں ان تینوں جگہوں کا نام ہے۔ اس میں ہے کہ طور سینا سے اللہ تعالیٰ آیا یعنی وہاں پر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ نے کلام کیا اور ساعیر یعنی بیت المقدس کے پہاڑ سے اس نے نور چمکایا۔

مکہ کی عظمت کا بیان: یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو وہاں بھیجا اور فاران کی چوٹیوں پر وہ بلند ہوا یعنی مکہ کے پہاڑوں سے حضرت

❶ صحیح بخاری، کتاب الاذان، باب القراءة فی العشاء، ۷۶۹، صحیح مسلم، ۴۶۶، ابو داود، ۱۲۲۱، ترمذی، ۳۱۰، نسائی، ۱۰۰۱، ابن ماجہ، ۸۳۴۔

محمد ﷺ کو بھیجا، پھر ان تینوں زبردست بڑے مرتبے والے پیغمبروں کی زبانی اور وجودی ترتیب بیان کر دی، اسی طرح یہاں بھی پہلے جس کا نام لیا اس سے زیادہ شریف چیز کا نام پھر لیا، پھر ان دونوں سے بزرگ تر چیز کا نام آخر میں لیا، پھر ان قسموں کے بعد بیان فرمایا کہ انسان کو اچھی شکل و صورت میں صحیح تدوین و قیامت والا درست اور سڈول اعضاء والا خوبصورت اور سہاؤ نے چہرے والا پیدا کیا۔ پھر اسے نچوں سے نچا کر دیا یعنی جہنمی ہو گیا، اگر اللہ کی اطاعت اور رسول ﷺ کی اتباع نہ کی تو اسی لیے ایمان والوں کو اس سے الگ کر لیا۔ بعض کہتے ہیں کہ مراد پھوس بڑھاپے کی طرف لوٹنا دینا ہے۔

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ”جس نے قرآن جمع کیا وہ رذیل عمر کو نہ پہنچے گا۔“ امام ابن جریر رحمہ اللہ اسی کو پسند فرماتے ہیں، لیکن اگر یہی بڑھاپا مراد ہوتا تو مؤمنوں کا استئنا کیوں ہوتا۔ بڑھاپا تو بعض مؤمنوں پر بھی آتا ہے۔ پس ٹھیک بات وہی ہے جو اوپر ہم نے ذکر کی۔ جیسے اور جگہ سورۃ العصر میں ہے کہ تمام انسان نقصان میں ہیں سوائے ایمان اور اعمال صالح والوں کے، کہ انہیں نیک جزا دہ ملے گی جس کی انتہا نہ ہو جیسے پہلے بیان ہو چکا، پھر فرماتا ہے اے انسان! جب کہ تو اپنی پہلی اور اول مرتبہ کی پیدائش کو جانتا ہے تو پھر جزا و سزا کے دن کے آنے پر اور تیرے دوبارہ زندہ ہونے پر تجھے کیوں یقین نہیں؟ کیا وجہ ہے کہ تو اسے نہیں مانتا حالانکہ ظاہر ہے کہ جس نے پہلی دفعہ پیدا کر دیا اس پر دوسری دفعہ کا پیدا کرنا کیا مشکل ہے؟

حضرت مجاہد رحمہ اللہ ایک مرتبہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھ بیٹھے کہ اس سے مراد آنحضرت ﷺ ہیں؟ آپ نے فرمایا معاذ اللہ اس سے مراد مطلق انسان ہے۔ عکرمہ رضی اللہ عنہ وغیرہ کا بھی یہی قول ہے۔ پھر فرماتا ہے کہ کیا اللہ احکم الحاکمین نہیں ہے؟ وہ نہ ظلم کرے نہ بے عدلی کرے اسی لیے وہ قیامت قائم کرے گا اور ہر ایک ظالم سے مظلوم کا انتقام لے گا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوع حدیث میں گزر چکا ہے کہ جو شخص ﴿وَالْيَتِيمَ وَالزُّيْنُونَ﴾ پڑھے اور اس کے آخر کی آیت ﴿الْيَسَّ اللَّهُ﴾ الخ پڑھے تو کہہ دے ﴿بَلَىٰ وَآتَا عَلٰی ذٰلِكَ مِنَ الشَّهَادَةِ﴾ یعنی ہاں اور میں اس پر گواہ ہوں۔ ①

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اللہ کے فضل و کرم سے سورۃ التائین کی تفسیر ختم ہوئی۔



① ابو داؤد، کتاب الصلاة، باب مقدار الركوع والسجود، ۸۸۷ وسندہ ضعیف؛ ترمذی، ۳۳۴۷ اس کی سند میں اعرابی بدوی آدمی مبہول ہے۔

تفسیر سورہ علق

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝ اِقْرَأْ وَرَبُّكَ

الْاَكْرَمُ ۝ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ۝

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع جو بہت بڑی بخشش کرنے والا بہت زیادہ مہربان ہے۔

اپنے رب کا نام لے کر پڑھ جس نے پیدا کیا [۱] جس نے انسان کو خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا۔ [۲] تو پڑھ تیرا رب بڑے کرم والا ہے [۳] جس نے قلم کے ذریعے علم سکھایا [۴] جس نے انسان کو وہ سکھایا جسے وہ نہیں جانتا تھا۔ [۵]

سورہ علق پہلی وحی: [آیت: ۱-۵] ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی وحی کی ابتدا سچ خوابوں سے ہوئی، جو خواب آپ ﷺ دیکھتے وہ صبح کے ظہور کی طرح ظاہر ہو جاتا۔ پھر آپ ﷺ نے گوشہ نشینی اور خلوت اختیار کی۔ ام المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے توشہ لے کر غار حرا میں تشریف لے جاتے اور کئی کئی راتیں وہیں عبادت میں گزارا کرتے پھر آتے اور توشہ لے کر چلے جاتے یہاں تک کہ ایک مرتبہ اچانک وہیں شروع شروع میں وحی آئی فرشتہ آپ ﷺ کے پاس آیا اور کہا ﴿اِقْرَأْ﴾ یعنی پڑھیے۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں میں نے کہا میں تو پڑھا ہوا نہیں، فرشتے نے مجھے پکڑا اور دو چایا یہاں تک کہ مجھے تکلیف ہوئی پھر مجھے چھوڑ دیا اور فرمایا پڑھ۔ میں نے پھر کہا میں پڑھنا نہیں جانتا۔ فرشتے نے مجھے دوبارہ دو چا جس سے مجھے تکلیف بھی ہوئی پھر چھوڑ دیا اور فرمایا پڑھو میں نے پھر بھی یہی کہا کہ میں پڑھنے والا نہیں، اس نے مجھے تیسری مرتبہ پکڑ کر دبا یا اور تکلیف پہنچائی پھر چھوڑ دیا اور ﴿اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ۝﴾ سے ﴿مَا لَمْ يَعْلَمْ﴾ تک پڑھا۔ آپ ﷺ ان آیتوں کو لے ہوئے کانتے ہوئے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور فرمایا مجھے پکڑا اور حاد چنانچہ پکڑا اور حاد یا یہاں تک کہ ڈر خوف جاتا رہا تو آپ ﷺ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے سارا واقعہ بیان فرمایا اور فرمایا مجھے اپنی جان جانے کا خوف ہے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کہا حضور! آپ خوش ہو جائیے اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ آپ کو ہر گز رسوا نہ کرے گا، آپ صلہ رحمی کرتے ہیں، سچی باتیں کرتے ہیں دوسروں کا بوجھ خود اٹھا لیتے ہیں، مہمان نوازی کرتے ہیں، اور حق پر دوسروں کی مدد کرتے ہیں۔ پھر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کو لے کر اپنے چچا زاد بھائی ورقہ بن نوفل بن اسد بن عبد العزیٰ بن قصی کے پاس آئیں، جاہلیت کے زمانہ میں یہ نصرانی ہو گئے تھے، عربی کتاب لکھتے تھے اور عبرانی میں انجیل لکھتے تھے، بہت بڑی عمر کے بوڑھے پھوس تھے، آنکھیں جا چکی تھیں۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے ان سے کہا کہ اپنے بھتیجے کا واقعہ سنئے۔ ورقہ نے پوچھا بھتیجے! آپ نے کیا دیکھا؟ رسول اللہ ﷺ نے سارا واقعہ کہہ سنایا۔ ورقہ نے سنتے ہی کہا کہ یہی وہ رازواں فرشتہ ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس بھی اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا آیا کرتا تھا، کاش کہ میں اس وقت جوان ہوتا، کاش کہ میں اس وقت زندہ ہوتا جب کہ آپ کو آپ کی قوم نکال دے گی۔ رسول اللہ ﷺ نے تعجب سے سوال کیا کہ کیا وہ مجھے نکال دیں گے؟ ورقہ نے کہا کہ ہاں ایک آپ کیا جتنے بھی لوگ آپ کی طرح نبوت سے سرفراز ہو کر آئے ان سب سے دشمنیاں کی گئیں، اگر وہ وقت میری زندگی میں آ گیا تو میں آپ کی پوری پوری مدد کروں گا۔ =

كَلَّا إِنَّ الْإِنْسَانَ لِرَبِّهِ لَكَنَّا ۖ أَنْ رَأَاهُ اسْتَعْصَمَ ۚ إِنَّ إِلَىٰ رَبِّكَ الرُّجْعَىٰ ۖ
 أَرَعَيْتَ الَّذِي يَنْهَىٰ ۖ عَبْدًا إِذَا صَلَّىٰ ۖ أَرَعَيْتَ إِنْ كَانَ عَلَىٰ الْهُدَىٰ ۖ أَوْ
 أَمَرَ بِالْتَّقْوَىٰ ۖ أَرَعَيْتَ إِنْ كَذَّبَ وَتَوَلَّىٰ ۖ أَلَمْ يَعْلَم بِأَنَّ اللَّهَ يَرَىٰ ۖ كَلَّا
 لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ ۖ لَنَسْفَعًا بِالنَّاصِيَةِ ۖ نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ ۖ فَلْيَدْعُ
 نَادِيَهُ ۖ لَنَسَدَّ ۖ ذُّبَابُهَا ۖ كَلَّا ۖ لَا تَطِيعُهَا وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ ۖ

ترجمہ: سچ سچ انسان تو آپ سے باہر ہو جاتا ہے [۶۱] اس لیے کہ وہ اپنے آپ کو بے پرواہ سمجھتا ہے [۶۲] یقیناً لوٹنا تیرے اللہ کی طرف ہے [۶۳] بھلا اسے بھی تو نے دیکھا! جو بندے کو روکتا ہے [۶۴] جب کہ وہ بندہ نماز ادا کرتا ہے [۶۵] بھلا بتلاتا تو اگر وہ ہدایت پر ہوتا [۶۶] یا تقویٰ کی تعلیم دیتا [۶۷] تو کتنا اچھا ہوتا اچھا یہ بھی بتا کہ اگر یہ جھٹلاتا ہو اور منہ پھیرتا ہو تو [۶۸] کیا یہ نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ اسے خوب دیکھ رہا ہے [۶۹] یقیناً اگر یہ باز نہ رہا تو ہم اس کی چوٹی پکڑ کر ٹھٹھیس دیں گے [۷۰] ایسی چوٹی جو جھوٹی خطا کا رہے [۷۱] یہاں پہلی مجلس والوں کو بلا لے [۷۲] ہم بھی دوزخ کے پیادوں کو بلا لیں گے [۷۳] خبردار! اس کا کہنا ہرگز نہ ماننا اور سجدے میں اور قرب الہی کی طلب میں لگے رہنا۔ [۷۴]

= لیکن اس واقعہ کے بعد روقہ بہت کم مدت زندہ رہے اور ادھر وحی بھی رک گئی اور اس کے رکنے کا حضور ﷺ کو بڑا قلق تھا کئی مرتبہ آپ ﷺ نے پہاڑ کی چوٹی پر سے اپنے آپ کو گرا دینا چاہا لیکن ہر وقت حضرت جبرئیل علیہ السلام آ جاتے اور فرمادیتے کہ اے محمد! آپ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں۔ اس سے آپ ﷺ کا قلق اور رنج و غم جاتا رہتا اور دل میں قدرے اطمینان پیدا ہو جاتا اور آرام سے گھر واپس آ جاتے۔ ① (مسند احمد)

یہ حدیث صحیح بخاری، صحیح مسلم میں بھی بروایت زہری مروی ہے۔ ② اس کی سند میں اس کے متن میں اس کے معانی میں جو کچھ بیان کرنا چاہیے تھا وہ ہم نے اپنی شرح بخاری میں پورے طور پر بیان کر دیا ہے اگر جی چاہے وہیں دیکھ لیا جائے وَالْحَمْدُ لِلَّهِ۔ پس قرآن کریم کی باعتبار نزول کے سب سے پہلی آیتیں یہی ہیں، یہی پہلی نعمت ہے جو اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے بندوں پر انعام کی اور یہی وہ پہلی رحمت ہے جو اس ارحم الراحمین نے اپنے رحم و کرم سے ہمیں دی۔ اس میں تنبیہ ہے انسان کی اول پیدائش پر کہ وہ ایک جے ہوئے خون کی شکل میں تھا اللہ تعالیٰ نے اس پر یہ احسان کیا کہ اسے اچھی صورت میں پیدا کیا پھر علم جیسی اپنی خاص نعمت اسے مرحمت فرمائی اور وہ سکھایا جسے وہ نہیں جانتا تھا، علم ہی کی برکت تھی کہ کل انسانوں کے باپ حضرت آدم علیہ السلام فرشتوں میں بھی ممتاز نظر آئے۔ علم بھی تو ذہن میں ہی ہوتا ہے اور کبھی زبان پر ہوتا ہے اور کبھی کتابی صورت میں لکھا ہوا ہوتا ہے، پس علم کی تین قسمیں ہوں گی ذہنی لفظی اور رسمی اور رسمی علم ذہنی، اور لفظی کو مستلزم ہے لیکن وہ دونوں اسے مستلزم نہیں، اسی لیے فرمایا کہ پڑھ! تیرا رب تو بڑے اکرام والا ہے جس نے قلم کے ذریعہ علم سکھایا اور آدمی کو جو وہ نہیں جانتا تھا معلوم کرا دیا۔

① احمد، ۶/۲۳۲، ۲۳۳ وسندہ صحیح؛ البخاری، ۴۹۵۶، ۶۹۸۲، ۱۶۰۔

② صحیح بخاری، کتاب بدء الوحی، باب کیف کان بدء الوحی الی رسول اللہ ﷺ، ۳؛ صحیح مسلم، ۱۶۰۔

ایک اثر میں وارد ہے کہ علم کو لکھ لیا کرو! ① اسی اثر میں ہے کہ جو شخص اپنے علم پر عمل کرے اسے اللہ تعالیٰ اس علم کا بھی وارث کر دیتا ہے جسے وہ نہیں جانتا تھا۔ ②

اللہ سے ڈرتے رہو: [آیت: ۶-۱۹] فرماتا ہے کہ انسان کے پاس جہاں دو پیسے ہو گئے ذرا فارغ البال ہوا کہ اس کے دل میں کبر و غرور عجب و خود پسندی آئی اسے ڈرتے رہنا چاہیے اور خیال رکھنا چاہیے کہ اسے ایک دن اللہ کی طرف لوٹنا ہے وہاں جہاں اور حساب ہوں گے مال کی بابت بھی سوال ہوگا کہ لایا کہاں سے اور خرچ کہاں کیا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں دو لالچی ایسے ہیں جن کا پیٹ ہی نہیں بھرتا، ایک طالب علم دوسرا طالب دنیا۔ ان دونوں میں بڑا فرق ہے، علم کا طالب تو اللہ کی رضا مندی کے حاصل کرنے میں بڑھتا رہتا ہے اور دنیا کا لالچی سرکشی اور خود پسندی میں بڑھتا رہتا ہے۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی جس میں دنیا داروں کا ذکر ہے پھر طالب علموں کی فضیلت کے بیان کی یہ آیت تلاوت کی ﴿إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ﴾ ③ یہ حدیث مرفوعہ یعنی نبی ﷺ کے فرمان سے بھی مروی ہے کہ ”دو لالچی ہیں جو شکم بڑھائیں ہوتے طالب علم اور طالب دنیا۔“ ④ اس کے بعد کی آیتیں ابو جہل ملعون کے بارے میں نازل ہوئی ہیں کہ یہ آنحضرت ﷺ کو بیت اللہ میں نماز پڑھنے سے روکتا تھا۔ پس پہلے تو اسے بہترین طریقہ سے سمجھایا گیا کہ جنہیں تو روکتا ہے یہی اگر سیدھی راہ پر ہوں انہی کی باتیں تقویٰ کا حکم کرتی ہوں پھر تو انہیں اگر ڈانٹ ڈپٹ کرے اور اللہ کے گھر سے روکے تو تیری بد قسمتی کی انتہا ہے یا نہیں؟ کیا یہ روکنے والا جو ایسے مرشد حق کو راہ حق سے روکنے کے درپے ہے اتنا بھی نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ اسے دیکھ رہا ہے اس کا کلام سن رہا ہے اور اس کے کلام اور کام پر اسے سزا دے گا اس طرح سمجھا چکنے کے بعد اب ڈرا رہا ہے کہ اگر اس نے اپنی مخالفت اور سرکشی اور ایذا دہی نہ چھوڑی تو ہم بھی اس کی پیشانی کے بال پکڑ کر گھسیٹیں گے جو اقوال میں کاذب اور افعال میں خطا کار ہے یہ اپنے مددگاروں ہم نشینوں کو قربت داروں کو کنبہ قبیلے کو بلالے دیکھیں تو کون اسکی مدد کر سکتا ہے ہم بھی اپنے عذاب کے فرشتوں کو بلالیتے ہیں پھر ہر ایک کو کھل جائے گا کہ کون جیتا اور کون ہارا۔ صحیح بخاری میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ابو جہل نے کہا کہ اگر میں محمد ﷺ کو کعبہ میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھوں گا تو گردن ناپوں گا۔ حضور ﷺ کو بھی یہ خبر پہنچی تو آپ ﷺ نے فرمایا ”اگر یہ ایسا کرے گا تو اللہ کے فرشتے اسے پکڑ لیں گے“ ⑤ دوسری روایت میں ہے کہ ”حضور ﷺ مقام ابراہیم کے پاس بیت اللہ میں نماز پڑھ رہے تھے کہ یہ ملعون آیا اور کہنے لگا میں نے تجھے منع کر دیا پھر بھی تو باز نہیں آتا۔ اگر اب میں نے تجھے کعبہ میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو سخت سزا دوں گا وغیرہ۔“ نبی ﷺ نے سختی سے جواب دیا اس کی بات ٹھکرادی اور اچھی طرح ڈانٹ دیا اس پر وہ کہنے لگا کہ تو مجھے ڈانٹتا ہے اللہ کی قسم میری ایک آواز پر یہ ساری وادی آدمیوں سے بھر جائے گی۔“ اس پر یہ آیت اتری کہ اچھا تو اپنے حامیوں کو بلا ہم بھی اپنے فرشتوں کو بلالیتے ہیں۔

لیتے“ ⑥ (ملاحظہ ہو ترمذی وغیرہ)۔

- ① حاکم، ۱۰۶/۱ ح ۳۶۱ عن انس رضی اللہ عنہ موقف وسند حسن۔ ② لم أجده موقفاً ورواه ابو نعیم فی الحلیة (۱۰/۱۴، ۱۵) سندہ ضعیف جداً موضوع عن انس مرفوعاً ولا اصل له فی المرفوع۔ ③ ۳۵/۲۸: فاطر۔ ④ حاکم، ۱/۹۲ ح ۳۱۲ عن انس رضی اللہ عنہ وسندہ ضعیف قتاده مدلس وعن المعجم الكبير، ۱۰۳۸۸ عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ وسندہ ضعیف جداً باطل، ابو بکر عبد اللہ بن حکیم الداهری مجروح روی عن اسماعیل بن ابی خالد الموضوعات، ترجمته فی لسان المیزان۔ ⑤ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورة اقرا باسم ربك الذي خلق باب قوله تعالى ﴿كَلَّا لَئِنْ لَمْ يَنْتَهِ...﴾ ۴۹۵۸: ترمذی، ۳۳۴۸: احمد، ۱/۳۶۸۔ ⑥ ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورة اقرا باسم ربك، ۳۳۴۹ وهو حديث صحيح، احمد، ۱/۲۵۶۔

مسند احمد میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ”ابو جہل نے کہا کہ اگر میں رسول اللہ ﷺ کو بیت اللہ میں نماز پڑھتے دیکھ لوں گا تو اس کی گردن توڑ دوں گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اگر وہ ایسا کرتا تو اسی وقت لوگوں کے دیکھتے ہوئے عذاب کے فرشتے اسے پکڑ لیتے، اور اسی طرح جب کہ یہودیوں سے قرآن نے کہا تھا کہ اگر تم سچے ہو تو موت مانگو اگر وہ اسے قبول کر لیتے اور موت طلب کرتے تو سارے کے سارے مر جاتے اور جہنم میں اپنی جگہ دیکھ لیتے۔

اور جن نهرانوں کو مہلبہ کی دعوت دی گئی تھی اگر یہ مہلبہ کے لیے نکلتے تو لوٹ کر نہ اپنا مال پاتے نہ اپنے بال بچوں کو پاتے۔ ❶ ابن جریر میں ہے کہ ابو جہل نے کہا اگر میں آپ ﷺ کو مقام ابراہیم کے پاس نماز پڑھتا ہوا دیکھ لوں گا تو جان سے مار ڈالوں گا اس پر یہ سورت اتری، حضور ﷺ تشریف لے گئے ابو جہل موجود تھا اور آپ ﷺ نے وہیں نماز ادا کی تو لوگوں نے اس بد بخت سے کہا کہ کیوں بیٹھا رہا؟ اس نے کہا کیا بتاؤں کون میرے اور ان کے درمیان حائل ہو گئے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اگر ذرا بھی ہلتا تو لوگوں کے دیکھتے ہوئے فرشتے اسے ہلاک کر ڈالتے۔ ❷ ابن جریر کی ایک اور روایت میں ہے کہ ”ابو جہل نے پوچھا کہ کیا محمد ﷺ تمہارے سامنے سجدہ کرتے ہیں؟ لوگوں نے کہا: ہاں تو کہنے لگا: اللہ کی قسم! اگر میرے سامنے اس نے یہ کیا تو اس کی گردن روند دوں گا اور اس کے منہ میں مٹی ملا دوں گا۔ ادھر اس ملعون نے یہ کہا ادھر رسول اللہ ﷺ نے نماز شروع کی جب آپ ﷺ سجدے میں گئے تو یہ آگے بڑھا لیکن ساتھ ہی اپنے ہاتھ سے اپنے آپ کو بچاتا ہوا پچھلے پیروں نہایت بدحواسی سے پیچھے ہٹا۔ لوگوں نے کہا کیا ہے؟ کہنے لگا کہ میرے اور حضور ﷺ کے درمیان آگ کی خندق ہے اور گھبراہٹ کی خوفناک چیزیں ہیں اور فرشتوں کے پر ہیں وغیرہ۔ اس وقت حضور ﷺ نے فرمایا اگر یہ اور ذرا قریب آ جاتا تو فرشتے اس کا ایک ایک عضو الگ الگ کر دیتے۔“ پس یہ آیتیں ﴿كَذَٰلِكَ لَا يُصَلِّيٰ ۝﴾ سے آخر سورت تک نازل ہوئیں ❸ اللہ ہی کو علم ہے کہ یہ کلام حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے یا نہیں؟

یہ حدیث مسند احمد، مسلم نسائی اور ابن ابی حاتم میں بھی ہے۔ ❹ پھر فرمایا کہ اے نبی! تم اس مردود کی بات نہ ماننا، عبادت پر مداومت کرنا اور بکثرت عبادت کرتے رہنا اور جہاں جی چاہے نماز پڑھتے رہنا اور اس کی مطلق پرواہ نہ کرنا اللہ تعالیٰ خود تیرا حافظ و ناصر ہے وہ تجھے دشمنوں سے محفوظ رکھے گا تو سجدے میں اور قرب الہی کی طلب میں مشغول رہ۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ”سجدہ کی حالت میں بندہ اپنے رب تبارک و تعالیٰ سے بہت ہی قریب ہوتا ہے پس تم بکثرت سجدوں میں دعائیں کرتے رہو۔“ ❺ پہلے یہ حدیث بھی گزر چکی ہے کہ حضور ﷺ سورہ ﴿اِذَا السَّمَاءُ اُنْشَقَّتْ ۝﴾ میں اور اس سورہ میں سجدہ کیا کرتے تھے۔ ❻

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ سورہ اَقرَأ کی تفسیر بھی ختم ہوئی۔ اللہ کا شکر و احسان ہے۔



- ❶ احمد، ۱/۲۴۸ وهو حدیث صحیح - ❷ الطبری، ۲۴/۵۲۶ - ❸ الطبری، أيضًا - ❹ صحیح مسلم، کتاب صفات المنافقین، باب قوله ﴿اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَفٰی﴾ ۲۷۹۷؛ نسائی فی السنن الکبریٰ، ۱۱۶۸۳؛ احمد، ۲/۳۷۰ - ❺ صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ، باب ینال فی الركوع والسجود، ۴۸۲؛ ابو داود، ۸۷۵؛ احمد، ۲/۴۲۱؛ ابن حبان، ۱۹۲۸ - ❻ اُکلی تخریج سورہ الشہادۃ کی ابتداء میں گزر چکی ہے۔

تفسیر سورہ قدر

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ ۖ وَمَا أَدْرَاكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۚ لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ

مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ ۖ تَنَزَّلُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ فِيهَا بِإِذْنِ رَبِّهِمْ ۚ مِنْ كُلِّ أَمْرٍ ۚ

سَلَامٌ شَهِىٰ حَتَّىٰ مَطَلَعِ الْفَجْرِ ۖ

ترجمہ: اللہ تعالیٰ بخشش کرنے والے مہربان کے نام سے شروع

یقیناً ہم نے اسے شب قدر میں نازل فرمایا! تو کیا سمجھا کہ شب قدر کیا ہے؟ [۱] شب قدر ایک ہزار مہینوں سے بہتر ہے [۲] اس میں ہر کام کے سرانجام دینے کو اللہ کے حکم سے فرشتے اور روح (جبرائیل علیہ السلام) اترتے ہیں [۳] یہ رات سراسر سلامتی کی ہوتی ہے اور فجر کے طلوع ہونے تک (ہوتی ہے)۔ [۴]

لیلۃ القدر کی فضیلت: [آیت: ۱-۵] مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو لیلۃ القدر میں نازل فرمایا ہے اس کا نام لیلۃ المبارکہ بھی ہے۔ جیسے اور جگہ ارشاد ہے ﴿إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ مُبَارَكَةٍ﴾ ① اور یہ بھی قرآن سے ثابت ہے کہ یہ رات رمضان المبارک کے مہینے میں ہے جیسے فرمایا ﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ﴾ ② ابن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ کا قول ہے کہ پورا قرآن پاک لوح محفوظ سے آسمان اول پر بیت العزت میں اس رات اتر پھر تفصیل وار واقعات کے مطابق بتدریج تیس سال میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا۔ پھر اللہ تعالیٰ لیلۃ القدر کی شان و شوکت کا اظہار فرماتا ہے کہ اس رات کی ایک زبردست برکت تو یہ ہے کہ قرآن کریم جیسی اعلیٰ نعمت اسی رات اتری۔ تو فرماتا ہے کہ تمہیں کیا خبر کہ لیلۃ القدر کیا ہے؟ پھر خود بتاتا ہے کہ یہ ایک رات ایک ہزار مہینے سے افضل ہے۔

شان نزول: امام ابو نعیم یحییٰ بن ترمذی رحمہ اللہ ترمذی میں اس آیت کی تفسیر میں ایک روایت لائے ہیں کہ یوسف بن سعد نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ سے جب کہ آپ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کر لی کہا کہ تم نے ایمان والوں کے منہ کا لے کر دیئے یا یوں کہا کہ اے مؤمنوں کے منہ سیاہ کرنے والے تو آپ نے فرمایا اللہ تجھ پر رحم کرے مجھ پر خفا نہ ہو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھلایا گیا کہ گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر پر بنو امیہ ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ برا معلوم ہوا تو ﴿إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ﴾ نازل ہوئی۔ یعنی جنت کی نہر کوثر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کئے جانے کی خوشخبری ملی اور ﴿إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ﴾ اتری۔ پس ہزار مہینے وہ مراد ہیں جن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بنو امیہ کی مملکت رہے گی۔ قاسم کہتے ہیں کہ ہم نے حساب لگایا تو وہ پورے ایک ہزار مہینے ہوئے نہ ایک دن زیادہ نہ ایک دن کم۔ ③ امام ترمذی رحمہ اللہ اس روایت کو غریب بتلاتے ہیں اور اس کی سند میں یوسف بن سعد ہیں جو مجہول ہیں اور صرف اسی ایک سند سے یہ مروی ہے۔

مستدرک حاکم میں بھی یہ روایت ہے امام ترمذی رحمہ اللہ کا یہ فرمانا کہ یوسف مجہول ہیں اس میں ذرا نظر ہے ان کے بہت سے

① ۴۴ / الدخان: ۳۔ ② ۲ / البقرة: ۱۸۵۔ ③ ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورة ليلة القدر، ۳۳۵۰

وسندہ ضعیف یوسف بن سعد کے حسن بصری سے سماع میں نظر ہے۔ حاکم، ۱۷۰ / ۳۔

شاگرد ہیں، یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ یہ مشہور ہیں اور ثقہ ہیں۔ اور اس کی سند میں کچھ اضطراب جیسا بھی ہے وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

بہر صورت ہے یہ روایت بہت ہی منکر ہمارے شیخ حافظ حجت ابوالحاج المزی بھی اس روایت کو منکر بتلاتے ہیں (یہ یاد رہے کہ قاسم کا قول جو ترمذی کے حوالے سے بیان ہوا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ ہم نے حساب لگایا تو بنی امیہ کی سلطنت ٹھیک ایک ہزار دن تک رہی یہ نسخے کی غلطی ہے ایک ہزار مہینے لکھنا چاہیے تھا۔ میں نے ترمذی میں دیکھا تو وہاں بھی ایک ہزار مہینے ہیں اور آگے بھی یہی آتا ہے مترجم) قاسم بن فضل حدانی کا یہ قول کہ بنو امیہ کی سلطنت کی ٹھیک مدت ایک ہزار مہینے تھی یہ بھی صحیح نہیں اس لیے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی مستقل سلطنت ۴۱ھ میں قائم ہوئی جب کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور امر خلافت آپ کو سونپ دیا۔ اور سب لوگ بھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت پر جمع ہو گئے اور اس سال کا نام ہی عام الجماعہ مشہور ہوا۔ پھر شام وغیرہ میں برابر بنو امیہ کی سلطنت قائم رہی ہاں تقریباً نو سال تک حرمین شریفین اور اہواز اور بعض شہروں پر حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی سلطنت ہوئی تھی لیکن تاہم اس مدت میں بھی کلیہً ان کے ہاتھ سے حکومت نہیں گئی البتہ بعض شہروں پر سے حکومت ہٹ گئی تھی۔ ہاں ۱۳۲ھ میں بنو العباس نے ان سے خلافت اپنے قبضے میں کر لی پس ان کی سلطنت کی مدت بانوے برس ہوئی اور یہ ایک ہزار ماہ سے بہت زیادہ ہے ایک ہزار مہینے کے تراسی سال چار ماہ ہوتے ہیں ہاں قاسم بن فضل کا یہ حساب اس طرح تو تقریباً ٹھیک ہو جاتا ہے کہ حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی مدت خلافت اس نکتی میں سے نکال دی جائے وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ اس روایت کے ضعیف ہونے کی ایک یہ وجہ بھی ہے کہ بنو امیہ کی سلطنت کے زمانے کی تو برائی اور مذمت بیان کرنی مقصود ہے اور لیلۃ القدر کی اس زمانہ پر فضیلت کا ثابت ہونا کچھ ان کے زمانے کی مذمت کی دلیل نہیں لیلۃ القدر تو ہر طرح بزرگی والی ہے اور یہ پوری سورت اس مبارک رات کی مدح و ستائش بیان کر رہی ہے۔ پس بنو امیہ کے زمانے کے دنوں کی مذمت سے لیلۃ القدر کی کوئی فضیلت ثابت ہو جائے گی یہ تو بالکل وہی مثل اصل ہو جائے گی کہ کوئی شخص تلوار کی تعریف کرتے ہوئے کہے کہ لکڑی سے بہت تیز ہے کسی بہترین فضیلت والے شخص کو کسی کم درجے کے ذلیل شخص پر فضیلت دینا تو اس شریف بزرگ کی توہین کرنا ہے اور وجہ سنئے اس روایت کی بنا پر یہ ایک ہزار مہینے وہ ہوئے جن میں بنو امیہ کی سلطنت رہے گی اور یہ سورت اتری ہے مکہ مکرمہ میں تو اس میں ان مہینوں کا حوالہ کیسے دیا جاسکتا ہے جو بنو امیہ کے زمانے کے ہیں اس پر نہ کوئی لفظ دلالت کرتا ہے اور نہ معنی کے طور پر یہ سمجھا جاسکتا ہے منبر تو مدینہ میں قائم ہوتا ہے اور ہجرت کے ایک مدت بعد منبر بنایا جاتا ہے اور رکھا جاتا ہے پس ان تمام وجوہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ روایت ضعیف اور منکر ہے وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

ابن ابی حاتم میں ہے کہ حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی اسرائیل کے ایک شخص کا ذکر فرمایا جو ایک ہزار ماہ تک اللہ کی راہ میں یعنی جہاد میں ہتھیار بند رہا۔ مسلمانوں کو یہ سن کر تعجب ہوا تو اللہ عزوجل نے یہ سورت اتاری کہ ایک لیلۃ القدر کی عبادت اس شخص کی ایک ہزار مہینے کی عبادت سے افضل ہے۔ ①

ابن جریر میں ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص تھا جو رات کو قیام کرتا تھا صبح تک اور دن میں دشمنان دین سے جہاد کرتا تھا شام تک ایک ہزار مہینے تک یہی کرتا رہا پس اللہ تعالیٰ نے یہ سورت نازل فرمائی کہ اس امت کے کسی شخص کا صرف لیلۃ القدر کا قیام اس عابد کی ایک ہزار مہینے کی اس عبادت سے افضل ہے۔

ابن ابی حاتم میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی اسرائیل کے چار عابدوں کا ذکر فرمایا جنہوں نے اسی (۸۰) سال تک اللہ تعالیٰ کی عبادت کی تھی ایک آنکھ جھپکنے کے برابر بھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کی تھی۔ حضرت ایوب، حضرت زکریا، حضرت حزقیل بن عجز، حضرت یوشع بن نون علیہم السلام۔ اصحاب رسول اللہ کو سخت تعجب ہوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت جبریل علیہ السلام آئے اور کہا کہ اے

① یہ روایت مرسل ضعیف ہے، اس کی سند میں مسلم بن خالد الزنجی ضعیف ہے۔

محمد! آپ ﷺ کی امت نے اس جماعت کی اس عبادت پر تعجب کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس سے بھی افضل چیز آپ ﷺ پر نازل فرمائی اور فرمایا کہ یہ افضل ہے اس سے جس پر آپ اور آپ کی امت نے تعجب ظاہر کیا تھا پس آنحضرت ﷺ اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم بے حد خوش ہوئے۔ ① حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”مطلب یہ ہے کہ اس رات کا نیک عمل اس کا روزہ اس کی نماز ایک ہزار مہینوں کے روزے نماز سے افضل ہے جن میں لیلۃ القدر نہ ہو“ اور مفسرین کا بھی یہ قول ہے۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے بھی اسی کو پسند فرمایا ہے کہ وہ ایک ہزار مہینے جن میں لیلۃ القدر نہ ہو یہی ٹھیک ہے اس کے سوا اور کوئی قول ٹھیک نہیں جیسے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ ”ایک رات کی جہاد کی تیاری اس کے سوا ایک ہزار راتوں سے افضل ہے“ ② (مسند احمد) اسی طرح اور حدیث میں ہے کہ ”جو شخص اچھی نیت اور اچھی حالت سے جمعہ کی نماز کے لیے جائے اس کے لیے سال کے اعمال کا ثواب لکھا جاتا ہے سال بھر کے روزوں کا اور سال بھر کی نمازوں کا۔“ ③ اسی طرح کی اور بھی بہت سی حدیثیں ہیں۔ پس مطلب یہ ہے کہ مراد ایک ہزار مہینے سے وہ مہینے ہیں جن میں لیلۃ القدر نہ آئے جیسے ایک ہزار راتوں سے مراد وہ راتیں ہیں جن میں کوئی رات اس عبادت کی نہ ہو اور جیسے جمعہ کی طرف جانے والے کو ایک سال کی نیکیاں یعنی وہ سال جس میں جمعہ نہ ہو۔

مسند احمد میں ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ”جب رمضان المبارک آ گیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لوگو! تم پر رمضان المبارک کا مہینہ آ گیا یہ بابرکت مہینہ آ لگا اس کے روزے اللہ نے تم پر فرض کئے ہیں اس میں جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں شیطان قید کر لیے جاتے ہیں اس میں ایک رات ہے جو ایک ہزار مہینے سے افضل ہے اس کی بھلائی سے محروم رہنے والا حقیقی بد قسمت ہے۔“ ④

نسائی میں بھی یہ روایت ہے چونکہ اس رات کی عبادت ایک ہزار مہینے کی عبادت سے افضل ہے اس لیے بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”جو شخص لیلۃ القدر کا قیام ایمان داری اور نیک نیتی سے کرے اس کے تمام اگلے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔“ ⑤ پھر فرماتا ہے کہ اس رات کی برکت کی زیادتی کی وجہ سے بکثرت فرشتے اس میں نازل ہوتے ہیں فرشتے تو ہر برکت اور رحمت کے ساتھ نازل ہوتے رہتے ہیں جیسے تلاوت قرآن کے وقت اترتے ہیں اور ذکر کی مجلسوں کو گھیر لیتے ہیں اور علم دین کے سیکھنے والوں کے لیے راضی خوشی اپنے پر بچھادیا کرتے ہیں اور ان کی عزت و تکریم کرتے ہیں۔

روح سے مراد حضرت جبرئیل علیہ السلام ہیں: روح سے مراد یہاں حضرت جبرئیل علیہ السلام ہیں یہ خاص کا عطف ہے عام پر بعض کہتے ہیں کہ روح نام کے ایک خاص قسم کے فرشتے ہیں جیسے کہ سورۃ ﴿عَمَّ يَتَسَاءَلُونَ﴾ کی تفسیر میں تفصیل سے گزر چکا وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ پھر فرمایا وہ سراسر سلامتی والی رات ہے جس میں شیطان نہ تو برائی کر سکتا ہے نہ ایذا پہنچا سکتا ہے حضرت قتادہ رحمہ اللہ وغیرہ فرماتے ہیں کہ اس میں تمام کاموں کا فیصلہ کیا جاتا ہے عمر اور رزق مقدر کیا جاتا ہے جیسے اور جگہ ہے ﴿فِيهَا يُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِيمٍ﴾ یعنی اسی

① یہ روایت محصل اور تحت ضعیف و مردود ہے۔ اس میں علی بن عروہ اور مسلمہ بن علی دونوں مجروح و متروک ہیں۔ ② احمد، ۱/۷۵، ترمذی،

کتاب الجہاد، باب ما جاء فی فضل المرباط، ۱۶۶۷، وسندہ صحیح؛ نسائی، ۳۱۷۱؛ بتصرف یسیر۔

③ ابو داود، کتاب الطہارۃ، باب فی الغسل للجمعة، ۳۴۵، وسندہ صحیح؛ ترمذی، ۴۹۶؛ نسائی، ۱۳۸۲؛ ابن ماجہ، ۱۰۸۷۔

④ احمد، ۲/۲۳۰؛ نسائی، کتاب الصیام، باب ذکر الاختلاف علی معمر فیہ، ۲۱۰۸، وسندہ ضعیف قال العلانی فی روایۃ

ابی قلابۃ عن ابی ہریرۃ ”والظاہر فی ذلک کله الإرسال۔“ (جامع التحصیل، ص ۲۱۱) ⑤ صحیح بخاری، کتاب

فضل لیلۃ القدر، باب فضل لیلۃ القدر، ۲۰۱۴؛ صحیح مسلم، ۷۶۰؛ ابو داود، ۱۳۷۲؛ ترمذی، ۱۸۰۸؛ احمد، ۲/۵۲۹۔

رات میں ہر حکمت والے کام کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔ حضرت شعیب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس رات میں فرشتے مسجد والوں پر صبح تک سلام بھیجتے رہتے ہیں۔ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب فضائل اوقات میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ایک غریب اثر فرشتوں کے نازل ہونے میں اور نمازیوں پر ان کے گزرنے میں اور انہیں برکت حاصل ہونے میں وارد کیا ہے۔ ابن ابی حاتم نے حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ سے ایک عجیب و غریب بہت طول طویل اثر وارد کیا ہے جس میں فرشتوں کا سدرۃ المنتہی سے حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ساتھ زمین پر آنا اور مؤمن مردوں اور مؤمن عورتوں کے لیے دعائیں کرنا وارد ہے۔ ابوداؤد طیالسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ”لیلۃ القدر ستائیسویں ہے یا اثنیسویں اس رات میں فرشتے زمین پر سنگریزوں کی گنتی سے بھی زیادہ ہوتے ہیں“ ① عبدالرحمن بن ابویعلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس رات میں ہر امر سے سلامتی ہے یعنی کوئی نئی بات پیدا نہیں ہوتی۔

حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ اور ابن زید کا قول ہے کہ یہ رات سراسر سلامتی والی ہے کوئی برائی صبح ہونے تک نہیں ہوتی۔ مسند احمد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ”لیلۃ القدر دس باقی کی راتوں میں ہے جو ان کا قیام طلب ثواب کی نیت سے کرے اللہ تعالیٰ اس کے اگلے اور پچھلے گناہ معاف فرما دیتا ہے“ یہ رات اکائی کی ہے یعنی اکیسویں یا تیسویں یا پچیسویں یا ستائیسویں یا آخری رات۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ یہ رات بالکل صاف اور ایسی روشن ہوتی ہے کہ گویا چاند چڑھا ہوا ہے اس میں سکون اور جمعہ ہوتی ہے نہ سردی زیادہ ہوتی ہے نہ گرمی صبح تک ستارے نہیں جھڑتے ایک نشانی اس کی یہ بھی ہے کہ اس کی صبح کو سورج تیز شعاعوں سے نہیں نکلتا بلکہ وہ چودھویں رات کی طرح صاف نکلتا ہے اس دن اس کے ساتھ شیطان بھی نہیں نکلتا۔“ ② یہ اسناد تو صحیح ہے لیکن متن میں غرابت ہے اور بعض الفاظ میں نکارت بھی ہے۔

ابوداؤد طیالسی میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ”لیلۃ القدر صاف پر سکون سردی گرمی سے خالی رات ہے اس کی صبح کو سورج مدہم روشنی والا سرخ نکلتا ہے۔“ ③ حضرت ابو عامر تمیمیل رحمۃ اللہ علیہ اپنی اسناد سے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ فرمایا ”میں لیلۃ القدر دکھلایا گیا پھر بھلا دیا گیا“ یہ آخری دس راتوں میں ہے یہ صاف شفاف سکون و قار والی رات ہے نہ زیادہ سردی ہوتی ہے نہ زیادہ گرمی اس قدر روشن رات ہوتی ہے کہ یہ معلوم ہوتا ہے گویا چاند چڑھا ہوا ہے سورج کے ساتھ شیطان نہیں نکلتا۔ یہاں تک کہ دھوپ چڑھ جائے۔“ ④

کیا لیلۃ القدر پہلی امتوں میں بھی تھی: اس باب میں علما کا اختلاف ہے کہ لیلۃ القدر اگلی امتوں میں بھی تھی یا صرف اسی امت کو خصوصیت کے ساتھ عطا کی گئی ہے۔ پس ایک حدیث میں تو یہ آیا ہے کہ ”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب نظریں ڈالیں اور یہ معلوم کیا کہ اگلے لوگوں کی عمریں بہت زیادہ ہوتی تھیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خیال گزرا کہ میری امت کی عمریں ان کے مقابلہ میں کم ہیں تو نیکیاں بھی کم رہیں گی اور پھر درجات اور ثواب میں کمی رہے گی تو اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ رات عنایت فرمائی اور اس کا ثواب ایک ہزار مہینے کی عبادت سے زیادہ دینے کا وعدہ فرمایا۔“ ⑤ اس حدیث سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ صرف اسی امت کو یہ رات دی گئی ہے بلکہ

① مسند الطیالسی، ۲۵۴۵ و سندہ ضعیف قتادہ مدلس و عنعن واحد، ۵۱۹/۲۔

② احمد، ۳۲۴/۵ و سندہ ضعیف خالد بن معدان لم یسمع من عبادۃ اللہ۔

③ مسند الطیالسی، ۲۶۸۰ و سندہ ضعیف زمعة بن صالح ضعیف مشہور۔

④ صحیح ابن خزیمہ، ۲۱۹۰ و سندہ ضعیف، فضیل بن سلیمان ضعفہ الجمهور و ابو الزبیر عنعن ان صح السند الیہ۔

⑤ شعب الایمان، ۳۶۶۷؛ مؤطا، ۱/۳۲۱ ح ۷۱۵ و سندہ ضعیف لانقطاعہ۔

صاحب عدۃ نے جو شافعیہ میں سے ایک امام ہیں جمہور علما کا یہی قول نقل کیا ہے وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

اور خطابی نے تو اس پر اجماع نقل کیا ہے۔ لیکن ایک حدیث اور ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ رات جس طرح اس امت میں ہے اگلی امتوں میں بھی تھی۔ چنانچہ حضرت مرثد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ”میں نے حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آپ نے لیلة القدر کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا سوال کیا تھا؟ آپ نے فرمایا سنو! میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اکثر باتیں دریافت کرتا رہتا تھا ایک مرتبہ میں نے کہا یا رسول اللہ! یہ تو فرمائیے کہ لیلة القدر رمضان میں ہی ہے یا اور مہینوں میں؟ آپ نے فرمایا رمضان میں۔ میں نے کہا اچھا یا رسول اللہ! یہ انبیاء کے ساتھ ہی ہے کہ جب تک وہ ہیں یہ بھی ہے جب انبیاء قبض کیے جاتے ہیں تو یہ بھی اٹھ جاتی ہے یا یہ قیامت تک باقی رہے گی؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں وہ قیامت تک باقی رہے گی۔ میں نے کہا رمضان کے کس حصے میں ہے؟ آپ نے فرمایا اسے رمضان کے اول دہے میں اور آخری دہے میں ڈھونڈو۔ پھر میں خاموش ہو گیا، آپ بھی اور باتوں میں مشغول ہو گئے۔ میں نے پھر موقعہ پا کر سوال کیا کہ حضور! ان دونوں عشروں میں سے کس عشرے میں اس رات کو تلاش کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آخری عشرے میں بس اب کچھ نہ پوچھنا۔ میں پھر چپکا ہو گیا لیکن پھر موقعہ پا کر میں نے سوال کیا کہ حضور آپ کو قسم ہے میرا بھی کچھ حق آپ پر ہے۔ فرما دیجئے کہ وہ کونسی رات ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سخت ناراض ہوئے میں نے تو کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے اوپر اتنا غصہ ہوتے ہوئے دیکھا ہی نہیں اور فرمایا آخری ہفتہ میں تلاش کر ڈاب کچھ نہ پوچھنا۔“ ① یہ روایت نسائی میں بھی مروی ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ رات اگلی امتوں میں بھی تھی اور اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ یہ رات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی قیامت تک ہر سال آتی رہے گی۔ بعض شیعہ کا قول ہے کہ یہ رات بالکل اٹھ گئی یہ قول غلط ہے ان کو غلط فہمی اس حدیث سے ہوئی ہے جس میں ہے کہ وہ اٹھالی گئی اور ممکن ہے کہ تمہارے لیے اسی میں بہتری ہو یہ حدیث پوری ابھی آئے گی

مطلب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان سے یہ ہے کہ اس رات کی تعیین اور اس کا تقرر اٹھ گیا نہ یہ کہ سرے سے لیلة القدر ہی اٹھ گئی۔ مندرجہ بالا حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ رات رمضان المبارک میں آتی ہے کسی اور مہینہ میں نہیں۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور علماے کوفہ کا قول ہے کہ سارے سال میں ایک رات ہے اور ہر مہینہ میں اسکا ہو جانا ممکن ہے یہ حدیث اس کے خلاف ہے۔ سنن ابوداؤد میں باب ہے کہ اس شخص کی دلیل جو کہتا ہے کہ لیلة القدر سارے رمضان میں ہے۔ پھر حدیث لائے ہیں کہ ”حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے لیلة القدر کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سارے رمضان میں ہے۔“ ② اس کی سند کے کل راوی ثقہ ہیں یہ موقوف بھی مروی ہے۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے ایک روایت میں ہے کہ رمضان المبارک کے سارے مہینے میں اس رات کا ہونا ممکن ہے۔ غزالی رحمہ اللہ نے اسی کو نقل کیا ہے لیکن رافعی اسے بالکل غریب بتلاتے ہیں۔

لیلة القدر کونسی رات ہے: ابوزین رحمہ اللہ تو فرماتے ہیں کہ رمضان کی پہلی رات ہی لیلة القدر ہے۔ امام شافعی محمد بن ادریس رحمہ اللہ کا فرمان ہے کہ یہ سترہویں شب ہے۔ ابوداؤد میں اس مضمون کی ایک حدیث مرفوع مروی ہے اور حضرت ابن مسعود اور حضرت زید بن ارقم اور حضرت عثمان بن ابوالعاص رضی اللہ عنہ سے موقوف بھی مروی ہے، حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کا مذہب بھی یہی نقل کیا گیا ہے۔ اس کی ایک دلیل یہ بھی بیان کی جاتی ہے کہ رمضان المبارک کی یہی سترہویں رات شب جمعہ تھی اور یہی رات بدر کی رات تھی اور

① احمد، ۱۷۱/۵ وسندہ حسن لذاتہ؛ صحیح ابن خزيمة، ۲۱۷؛ مسند البزار، ۱۰۳۵؛ المستدرک للحاکم، ۴۳۷/۱، ۵۳۰/۲، ۵۳۱ وصححه یعنی شرط مسلم ووافقه الذہبی، واطعاً من ضعفہ۔ ② ابوداؤد، کتاب شہر رمضان، باب من قال فی کل رمضان: ۱۳۸۷ وسندہ ضعیف ابوالاسحاق مدلس راوی ہے اور تصریح بالسماع ثابت نہیں۔

ستر ہویں تاریخ کو جنگ بدر واقع ہوئی تھی جس دن کو قرآن نے یوم الفرقان کہا ہے۔ حضرت علی اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ انیسویں رات لیلة القدر ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اکیسویں رات ہے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ ”رسول اللہ ﷺ نے رمضان المبارک کے پہلے دس دن کا اعتکاف کیا، ہم بھی آپ ﷺ کے ساتھ ہی اعتکاف میں بیٹھے پھر آپ کے پاس حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے اور فرمایا کہ جسے آپ ڈھونڈتے ہیں وہ تو ابھی آگے ہے پھر آپ نے دس سے بیس دن کا اعتکاف کیا اور ہم نے بھی پھر جبرئیل علیہ السلام آئے اور یہی فرمایا کہ جسے آپ ڈھونڈتے ہیں وہ تو ابھی آگے ہے یعنی لیلة القدر۔ پس رمضان کی بیسویں تاریخ کی صبح کو نبی ﷺ نے کھڑے ہو کر خطبہ فرمایا کہ میرے ساتھ اعتکاف کرنے والوں کو چاہیے کہ وہ پھر اعتکاف میں بیٹھ جائیں میں نے لیلة القدر دیکھ لی لیکن میں بھول گیا لیلة القدر آخری عشرے کی طاق راتوں میں ہے میں نے دیکھا ہے کہ گویا میں کچھ میں سجدہ کر رہا ہوں۔ راوی حدیث فرماتے ہیں کہ مسجد نبوی کی چھت صرف کھجور کے پتوں کی تھی آسمان پر اس وقت ابراہیم کا ایک چھوٹا سا کھڑا بھی نہ تھا پھر ابراہیم اٹھا اور بارش ہوئی اور نبی ﷺ کا خواب سچا ہوا اور میں نے خود دیکھا کہ نماز کے بعد آپ ﷺ کی پیشانی پر تر مٹی لگی ہوئی تھی۔“

اسی روایت کے ایک طریق میں ہے کہ یہ اکیسویں رات کا واقعہ ہے یہ حدیث صحیح بخاری، صحیح مسلم دونوں میں ہے۔ ① امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ”تمام روایتوں میں سب سے زیادہ صحیح یہی حدیث ہے۔“ یہ بھی کہا گیا ہے کہ لیلة القدر رمضان المبارک کی تیسویں رات ہے اس کی دلیل حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ کی صحیح مسلم والی ایسی ہی روایت ہے ② وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ چوبیسویں رات ہے۔ ابو داؤد و طیالسی میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ ”لیلة القدر چوبیسویں شب ہے۔“ ③ اس کی سند بھی صحیح ہے۔ مسند احمد میں بھی یہ روایت ہے ④ لیکن اس کی سند میں ابن لہیعہ ہیں جو ضعیف ہیں۔ بخاری میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے جو آنحضرت ﷺ کے مؤذن ہیں مروی ہے کہ یہ پہلی ساتویں ہے آخری دس میں سے ⑤ یہ موقوف روایت ہی صحیح ہے وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ حضرت ابن مسعود ابن عباس جابر رضی اللہ عنہم حسن قتادہ عبداللہ بن وہب رحمہم اللہ بھی فرماتے ہیں کہ چوبیسویں رات لیلة القدر ہے۔ سورہ بقرہ کی تفسیر میں حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ کی روایت کی ہوئی مرفوع حدیث بیان ہو چکی ہے کہ قرآن کریم رمضان المبارک کی چوبیسویں رات کو اترا، بعض کہتے ہیں کہ پچیسویں رات لیلة القدر ہے ان کی دلیل بخاری کی یہ حدیث ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ”اسے رمضان کے آخری عشرے میں ڈھونڈو“ باقی رہیں تب سات باقی رہیں تب پانچ باقی رہیں تب ⑥ اکثر محدثین نے اس کا یہی مطلب بیان کیا ہے کہ اس سے مراد طاق راتیں ہیں یہی زیادہ ظاہر ہے اور زیادہ مشہور ہے گو بعض ادواروں نے اسے جفت راتوں پر بھی محمول کیا ہے جیسے کہ صحیح مسلم میں ہے کہ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ نے اسے جفت پر محمول کیا ہے ⑦ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ

① صحیح بخاری، کتاب فضل لیلة القدر، باب تحری لیلة القدر فی الوتر من العشر الاواخر، ۲۰۱۸؛ صحیح مسلم، ۱۱۶۷؛

ابو داؤد، ۱۳۸۲؛ احمد، ۷/۳؛ ابن حبان، ۳۶۷۳۔

② صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب فضل لیلة القدر والحث علی طلبہا، ۱۱۶۷۔

③ مسند الطیالسی، ۲۱۶۷ وسندہ حسن۔

④ احمد، ۱۲/۶ وسندہ ضعیف۔

⑤ صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب نمبر، ۸۹ حدیث ۴۴۷۰۔

⑥ صحیح بخاری، کتاب فضل لیلة القدر، باب تحری لیلة القدر فی الوتر من العشر الاواخر، ۲۰۲۱۔

⑦ صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب فضل لیلة القدر، ۱۱۶۷۔

ستائیسویں رات ہے۔ اس کی دلیل صحیح مسلم کی حدیث ہے جس میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: ”یہ ستائیسویں رات ہے۔“ ①
مسند احمد میں ہے کہ حضرت زرارہ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے کہا کہ ”آپ کے بھائی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ
فرماتے ہیں کہ جو شخص سال بھر راتوں کو قیام کرے گا وہ لیلۃ القدر کو پائے گا۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ ان پر رحم کرے وہ جانتے ہیں کہ یہ
رات رمضان میں ہی ہے یہ ستائیسویں رات رمضان کی ہے پھر اس بات پر حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے قسم کھائی، میں نے پوچھا آپ کو یہ کیسے
معلوم ہوا؟ جواب دیا کہ ان نشانیوں کو دیکھنے سے جو ہم کو بتائی گئی ہیں کہ اس دن سورج شعاعوں کے بغیر نکلتا ہے۔“ ② اور روایت میں ہے
کہ حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے کہا ”اس اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں کہ یہ رات رمضان میں ہی ہے آپ نے اس پر ان شاء اللہ بھی نہیں فرمایا
اور پختہ قسم کھائی، پھر فرمایا مجھے خوب معلوم ہے کہ وہ کونسی رات ہے جس میں قیام کرنے کا رسول اللہ ﷺ کا حکم ہے یہ ستائیسویں رات ہے
اس کی نشانی یہ ہے کہ اس کی صبح کو سورج سفید رنگ کا نکلتا ہے اور تیزی زیادہ نہیں ہوتی۔“ ③ حضرت معاویہؓ حضرت ابن عمرؓ حضرت ابن
عباسؓ رضی اللہ عنہم وغیرہ سے بھی مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ رات ستائیسویں رات ہے۔“ سلف کی ایک جماعت نے بھی یہی کہا
ہے۔ اور امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کا مختار مسلک بھی یہی ہے اور امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے ایک روایت اسی قول کی ہے۔

بعض سلف نے قرآن کریم کے الفاظ سے بھی اس کے ثبوت کا حوالہ دیا ہے اس طرح کہ ﴿ہی﴾ اس سورت میں ستائیسواں
کلمہ ہے اور اس کے معنی ہیں ”یہ“ وَاللَّهِ اَعْلَمُ۔ طبرانی میں ہے کہ ”حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اصحاب رسول ﷺ کو جمع کیا
اور ان سے لیلۃ القدر کی بابت سوال کیا تو سب کا اجماع اس امر پر ہوا کہ یہ رمضان کے آخری دے میں ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے
اس وقت فرمایا کہ میں تو یہ بھی جانتا ہوں کہ وہ کونسی رات ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا پھر کدوہ کونسی رات ہے؟ فرمایا اس آخری
عشرے میں سات گزرنے پر یا سات باقی رہنے پر۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا یہ کیسے معلوم ہوا؟ تو جواب دیا کہ دیکھو اللہ تعالیٰ نے
آسمان بھی سات سات پیدا کئے اور زمینیں بھی سات بنائیں، مہینے بھی ہفتوں پر ہے انسان کی پیدائش بھی سات پر ہے کھانا بھی سات ہے
سجدہ بھی سات ہے طواف بیت اللہ کی تعداد بھی سات کی ہے رمی جمار کی کنکریاں بھی سات ہیں اور اسی طرح کی گنتی کی بہت
سی چیزیں اور بھی گنوا دیں۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا تمہاری سمجھ وہاں پہنچی جہاں تک ہمارے خیالات کو رسائی نہ ہو سکی۔ یہ
جو فرمایا سات ہی کھانا ہے اس سے قرآن کریم کی آیتیں ﴿لَقَدْ نَبَّأْنَا فِيهَا حَبًّا وَعُسْبًا﴾ ④ الخ۔ مراد ہیں جن میں سات چیزوں
کا ذکر ہے جو کھائی جاتی ہیں“ اس کی اسناد بھی جید اور قوی ہے لیکن متن میں بہت غرابت ہے وَاللَّهِ اَعْلَمُ۔

یہ بھی مروی ہے کہ اسیسویں رات ہے۔ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے سوال کے جواب میں حضور ﷺ نے فرمایا تھا کہ
”اسے آخری عشرے میں ڈھونڈو طاق راتوں میں ایکس، تیس، پچیس، ستائیس اور اسیسویں یا آخری رات۔“ ⑤ مسند میں ہے کہ لیلۃ
القدر ستائیسویں رات ہے یا اسیسویں رات اس رات فرشتے زمین پر سنگریزوں کی گنتی سے بھی زیادہ ہوتے ہیں ⑥ اس کی اسناد بھی
اچھی ہے ایک قول یہ بھی ہے کہ آخری رات لیلۃ القدر ہے کیونکہ ابھی جو حدیث گزری اس میں ہے اور ترمذی اور نسائی میں بھی ہے کہ
جب نو باقی رہ جائیں یا سات یا پانچ یا تین یا آخری رات یعنی ان راتوں میں لیلۃ القدر کی تلاش کرو۔ ⑦ امام ترمذی رضی اللہ عنہ اسے حسن

① صحیح مسلم، کتاب صلاة المسافرين، باب النذب الامیدالی قیام لیلۃ القدر..... ۷۶۲۔

② احمد، ۱۳۰/۵، صحیح مسلم، ۷۶۲۔ ③ صحیح مسلم، حوالہ سابق، ابو داود، ۱۳۷۸، ترمذی، ۷۹۳۔

④ ۸۰/عیس: ۲۷۔ ⑤ احمد، ۳۱۸/۵، وسندہ ضعیف ابن عقیل ضعیف علی الرجیع۔

⑥ احمد، ۵۱۹/۲، وسندہ ضعیف قتادہ مدلس وعنعن۔ ⑦ ترمذی، کتاب الصوم، باب ما جاء فی لیلۃ القدر، ۷۹۴۔

وسندہ صحیح: احمد، ۳۶/۵، حاکم، ۴۳۸/۱، ابن حبان، ۳۶۸۶۔

صحیح کہتے ہیں مسند میں ہے کہ یہ آخری رات ہے۔

لیلۃ القدر کی تلاش: حضرت امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ان مختلف احادیث میں تطبیق یوں ہو سکتی ہے کہ یہ سوالوں کا جواب ہے کسی نے کہا حضرت ہم اسے فلاں رات میں تلاش کریں تو آپ ﷺ نے فرمادیا: ہاں! حقیقت یہ ہے کہ لیلۃ القدر مقرر ہے اور اس میں تبدیلی نہیں ہوتی۔ امام ترمذی رحمہ اللہ نے امام شافعی رحمہ اللہ کا اسی معنی کا قول نقل کیا ہے۔ ابو قلابہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آخری عشرے کی راتوں میں یہ پھیر بدل ہوا کرتی ہے۔ امام مالک، امام ثوری، امام احمد بن حنبل، امام اسحاق بن راہویہ، ابو ثور مزی، ابو بکر بن خزیمہ رحمہم اللہ وغیرہ نے بھی یہی فرمایا ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ سے بھی قاضی نے یہی نقل کیا ہے اور یہی ٹھیک بھی ہے واللہ اعلم۔ اس قول کی تھوڑی بہت تائید بخاری و مسلم کی اس حدیث سے بھی ہوتی ہے کہ چند اصحاب رسول اللہ ﷺ خواب میں لیلۃ القدر رمضان کی سات پچھلی راتوں میں دکھائے گئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ”میں دیکھتا ہوں کہ تمہارے خواب اس بارے میں موافق ہیں ہر طلب کرنے والے کو چاہیے کہ لیلۃ القدر کو ان سات آخری راتوں میں تلاش کرے۔“ ①

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی بخاری و مسلم میں مروی ہے کہ ”رسول اللہ ﷺ نے فرمایا رمضان کے آخری عشرے کی طاق راتوں میں شب قدر کی جستجو کرو۔“ ② امام شافعی رحمہ اللہ کے اس فرمان پر کہ لیلۃ القدر ہر رمضان میں ایک معین رات ہے اور اس کا ہیر پھیر نہیں ہوتا، یہ حدیث دلیل بن سکتی ہے جو صحیح بخاری میں حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی روایت سے مروی ہے کہ ”رسول اللہ ﷺ ہمیں لیلۃ القدر کی خبر دینے کے لیے کہ فلاں رات لیلۃ القدر ہے نکلے یہاں دو مسلمان آپس میں جھگڑ رہے تھے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تمہیں لیلۃ القدر کی خبر دینے کے لیے میں آیا تھا لیکن فلاں فلاں کی لڑائی کی وجہ سے وہ اٹھالی گئی اور ممکن ہے کہ اسی میں تمہاری بہتری ہو۔ اب اسے نو سو ساتویں اور پانچویں میں ڈھونڈو۔“ ③ وجہ دلالت یہ ہے کہ اگر اس کا تعین ہمیشہ کے لیے نہ ہوتا تو ہر سال کی لیلۃ القدر کا علم حاصل نہ ہوتا اگر لیلۃ القدر کا ہیر پھیر ہوتا رہتا تو صرف اس سال کے لئے تو معلوم ہو جاتا۔ کہ فلاں رات ہے لیکن اور برسوں کے لیے تعین نہ ہوتی۔ ہاں یہ ایک جواب اس کا ہو سکتا ہے کہ آپ ﷺ صرف اسی سال کی اس مبارک رات کی خبر دینے کے لیے تشریف لائے تھے اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ لڑائی جھگڑا خیر و برکت کو اور نفع دینے والے علم کو غارت کر دیتا ہے۔ ایک اور صحیح حدیث میں ہے کہ ”بندہ اپنے گناہ کے باعث اللہ کی روزی سے محروم رکھ دیا جاتا ہے۔“ ④ یہ یاد رہے کہ اس حدیث میں جو آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ اٹھالی گئی اس سے مراد اس کی تعین کے علم کا اٹھالیا جانا ہے نہ یہ کہ بالکل لیلۃ القدر ہی دنیا سے اٹھالی گئی جیسے کہ جاہل شیعہ کا قول ہے اس پر بڑی دلیل یہ ہے کہ اس لفظ کے بعد ہی یہ ہے کہ آپ نے فرمایا اسے نو سو ساتویں اور پانچویں میں ڈھونڈو۔ آپ ﷺ کا یہ فرمان کہ ممکن ہے اسی میں تمہاری بہتری ہو یعنی اس کی مقرر تعین کا علم نہ ہونے میں اس کا مطلب یہ ہے کہ جب یہ مبہم ہے تو اس کا ڈھونڈنے والا جن جن راتوں میں اس کا ہونا ممکن دیکھے گا ان تمام راتوں میں کوشش و خلوص کے ساتھ عبادت میں لگا رہے گا بخلاف اس کے کہ معلوم ہو جائے کہ فلاں رات ہی ہے تو وہ صرف اسی ایک رات کی عبادت کرے گا۔ کیونکہ

① صحیح بخاری، کتاب فضل لیلۃ القدر، باب التماس لیلۃ القدر فی السبع الاواخر، ۲۰۱۵؛ صحیح مسلم، ۱۱۶۵

② ابن حبان، ۳۶۷۵۔ صحیح بخاری، کتاب فضل لیلۃ القدر، باب تحری لیلۃ القدر فی الوتر من العشر الاواخر، ۲۰۱۷

③ صحیح مسلم، ۱۱۶۹؛ ترمذی، ۷۹۲۔ صحیح بخاری، کتاب فضل لیلۃ القدر، باب رفع معرفۃ لیلۃ القدر لتلاحی

الناس، ۲۰۲۳؛ احمد، ۵/۳۱۳؛ ابن حبان، ۳۶۷۹

④ ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب العقوبات، ۴۰۲۲ و سندہ ضعیف سفیان ثوری دلس راوی ہے اور تصریح بالسماح ثابت نہیں۔

ہمتیں پست ہیں اس لیے حکمت حکیم کا تقاضا یہی ہوا کہ اس رات کی تعین کی خبر نہ دی جائے تاکہ اس رات کے پالنے کے شوق میں اس مبارک مہینے میں جی لگا کر اور دل کھول کر بندے اپنے معبود حقیقی کی بندگی کریں اور آخری عشرے میں تو پوری کوشش اور خلوص کے ساتھ عبادتوں میں مشغول رہیں۔ اسی لیے خود اللہ کے پیغمبر حضرت محمد ﷺ بھی اپنے انتقال تک رمضان المبارک کے آخری عشرے کا اعتکاف کرتے رہے اور آپ ﷺ کے بعد آپ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہا نے اعتکاف کیا۔ یہ حدیث بخاری و مسلم دونوں میں ہے۔ ①

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ رمضان المبارک کے آخری عشرے کا اعتکاف کیا کرتے تھے۔ ② حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ”جب آخری دس راتیں رمضان المبارک کی رہ جاتیں تو اللہ کے رسول ﷺ ساری رات جاگتے اور اپنے گھر والوں کو بھی جگاتے اور کمر کس لیتے“ ③ (صحیح بخاری و مسلم) مسلم شریف میں ہے کہ ”حضور ﷺ ان دنوں میں جس محنت کے ساتھ عبادت کرتے اتنی محنت سے عبادت آپ ﷺ کی اور وقت نہیں ہوتی تھی۔“ ④ یہی معنی ہیں اوپر والی حدیث کے اس جملے کے کہ آپ تہبند مضبوط باندھ لیا کرتے یعنی کمر کس لیا کرتے یعنی عبادت میں پوری کوشش کرتے، گو اس کے یہ معنی بھی کہے گئے ہیں کہ آپ بیویوں سے نہ ملتے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ دونوں ہی باتیں مراد ہوں یعنی بیویوں سے ملنا بھی ترک کر دیتے تھے اور عبادت کی مشغولی میں بھی کمر باندھ لیا کرتے تھے۔ چنانچہ مسند احمد کی حدیث کے یہ لفظ ہیں کہ ”جب رمضان کا آخری دہا باقی رہ جاتا تو آپ تہبند مضبوط باندھ لیتے اور عورتوں سے الگ رہتے۔“ ⑤ امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ”رمضان کی آخری دس راتوں میں لیلة القدر کی یکساں جستجو کرے کسی ایک رات کو دوسری رات پر ترجیح نہ دے۔“ (شرح رافعی)۔

رمضان میں عبادت زیادہ کرو: یہ بھی یاد رہے کہ یوں تو ہر وقت دعا کی کثرت مستحب ہے لیکن رمضان میں اور زیادتی کرے اور خصوصاً آخری عشرے میں اور بالخصوص طاق راتوں میں اور اس دعا کو بکثرت پڑھے ((اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّي)) اے اللہ! تو درگزر کرنے والا اور درگزر کو پسند فرمانے والا ہے مجھ سے بھی درگزر فرما۔ مسند احمد میں ہے کہ ”حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ سے پوچھا کہ اگر مجھے لیلة القدر سے موافقت ہو تو میں کیا دعا پڑھوں؟ آپ ﷺ نے یہی بتلائی“ یہ حدیث ترمذی نسائی اور ابن ماجہ میں بھی ہے۔

امام ترمذی رحمہ اللہ اسے حسن صحیح کہتے ہیں متدرک حاکم میں بھی یہ مروی ہے اور امام حاکم اسے شرط بخاری و مسلم پر صحیح بتلاتے ہیں۔ ⑥

ایک عجیب و غریب اثر جس کا تعلق لیلة القدر سے ہے۔ امام ابوالمجد بن ابی حاتم رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر میں اس سورت کی تفسیر میں حضرت کعب رحمہ اللہ سے یہ روایت وارد کی ہے کہ سدرہ المنتہی جو ساتویں آسمان کی حد پر جنت سے متصل ہے جو دنیا اور آخرت کے فاصلہ پر

① صحیح بخاری، کتاب الاعتکاف، باب الاعتکاف، فی العشر الاواخر، ۲۰۲۶؛ صحیح مسلم، ۱۱۷۲؛ ابو داود، ۲۴۶۲؛ ترمذی، ۷۹۱ مختصر؛ ابن ماجہ، ۱۷۷۱؛ باختلاف الفاظ؛ احمد، ۱۶۷/۶؛ ابن حبان، ۳۶۶۵۔

② صحیح بخاری، کتاب الاعتکاف، باب الاعتکاف فی العشر الاواخر، ۲۰۲۵؛ صحیح مسلم، ۱۱۷۱۔

③ صحیح بخاری، کتاب فضل لیلة القدر، باب العمل فی العشر الاواخر من رمضان، ۲۰۲۴؛ صحیح مسلم، ۱۱۷۴۔

④ صحیح مسلم، کتاب الاعتکاف، باب الاجتهاد فی العشر الاواخر من شهر رمضان، ۱۱۷۵۔

⑤ احمد، ۶۷/۶ ح ۲۴۳۷۷ وسندہ ضعیف، ابو معشر ضعیف مشہور۔ ⑥ ترمذی، کتاب الداعوات، باب فی

فضل سؤل العافیة والمعافة، ۳۵۱۳ وهو حدیث صحیح؛ ابن ماجہ، ۳۸۵۰؛ احمد، ۱۸۲/۶؛ حاکم، ۵۳۰/۱۔

ہے اس کی بلندی جنت میں ہے اس کی شاخیں اور ڈالیاں کرسی تلے ہیں اس میں اس قدر فرشتے ہیں جن کی گنتی اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا اس کی ہر شاخ پر بے شمار فرشتے ہیں ایک بال برابر بھی جگہ ایسی نہیں جو فرشتوں سے خالی ہو اس درخت کے پتوں بیچ حضرت جبریل علیہ السلام کا مقام ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت جبریل علیہ السلام کو آواز دی جاتی ہے کہ اے جبریل! الیہ القدر میں اس درخت کے تمام فرشتوں کو لے کر زمین پر جاؤ۔ یہ کل کے کل فرشتے رافت و رحمت والے ہیں جن کے دلوں میں ہر ہر مؤمن کے لیے رحم کے جذبات موجزن ہیں سورج غروب ہوتے ہی یہ کل کے کل فرشتے حضرت جبریل علیہ السلام کے ساتھ الیہ القدر میں اترتے ہیں تمام روئے زمین پر پھیل جاتے ہیں ہر جگہ سجدے میں قیام میں مشغول ہو جاتے ہیں اور تمام مؤمن مردوں اور مؤمن عورتوں کے لیے دعائیں مانگتے رہتے ہیں ہاں اگر جاگھر مندر میں آتش کدے میں بت خانے میں غرض اللہ کے سوا اوروں کی جہاں پرستش ہوتی ہے وہاں تو یہ فرشتے نہیں جاتے اور ان جگہوں میں بھی جن میں تم گندی چیزیں ڈالتے ہو اور اس گھر میں جہاں نشے والا شخص ہوا یا نشہ والی چیز ہو یا جس گھر میں کوئی بت گڑا ہوا ہو یا جس گھر میں باجے گاجے گھنٹیاں ہوں یا بیولے ہو یا کوڑا کرکٹ ڈالنے کی جگہ ہو وہاں تو یہ رحمت کے فرشتے جاتے نہیں باقی چپے چپے پر گھوم جاتے ہیں اور ساری رات مؤمن مردوں عورتوں کے لیے دعائیں مانگتے ہیں گزار دیتے ہیں حضرت جبریل علیہ السلام تمام مؤمنوں سے مصافحہ کرتے ہیں اس کی نشانی یہ ہے کہ روٹکے جسم پر کھڑے ہو جائیں دل نرم پڑ جائے آنکھیں بہہ نکلیں۔ اس وقت آدمی کو سمجھ لینا چاہیے کہ اس وقت میرا ہاتھ حضرت جبریل علیہ السلام کے ہاتھ میں ہے۔

حضرت کعب بن جریجؓ فرماتے ہیں کہ ”جو شخص اس رات میں تین مرتبہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ پڑھے اس پہلی مرتبہ کے پڑھنے پر گناہوں کی بخشش ہو جاتی ہے دوسری مرتبہ کے کہنے پر آگ سے نجات مل جاتی ہے تیسری مرتبہ کے کہنے پر جنت میں داخل ہو جاتا ہے۔“ راوی نے پوچھا کہ اے ابوالخنی! جو اس کلمہ کو سچائی سے کہے اس کے؟ فرمایا یہ تو نکلے گا ہی اس کے منہ سے جو سچائی سے اس کا کہنے والا ہو۔ اس اللہ کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ الیہ القدر کا فروماں حق پر تو اتنی بھاری پڑتی ہے کہ گویا اس کی پیٹھ پر پہاڑ آ پڑا۔ غرض کہ فجر ہونے تک فرشتے اسی طرح رہتے ہیں پھر سب سے پہلے حضرت جبریل علیہ السلام چڑھتے ہیں اور بہت اونچے چڑھ کر اپنے پروں کو پھیلا دیتے ہیں بالخصوص ان دو سبز پروں کو جنہیں اس رات کے سوا وہ کبھی نہیں پھیلاتے یہی وجہ ہے کہ سورج کی تیزی ماند پڑ جاتی ہے اور شعاعیں جاتی رہتی ہیں پھر ایک ایک فرشتے کو پکارتے ہیں اور سب کے سب اوپر چڑھتے ہیں پس فرشتوں کا نور اور جبریل علیہ السلام کے پروں کا نور مل کر سورج کو ماند کر دیتا ہے اس دن سورج متغیر رہ جاتا ہے۔ حضرت جبریل علیہ السلام اور یہ سارے کے سارے بے شمار فرشتے اس دن آسمان و زمین کے درمیان مؤمن مردوں اور مؤمن عورتوں کے لیے رحمت کی دعائیں مانگتے ہیں اور ان کے گناہوں کی بخشش طلب کرنے میں گزار دیتے ہیں نیک نیتی کے ساتھ روزہ رکھنے والوں کے لیے اور ان لوگوں کے لیے بھی جن کا یہ خیال رہا کہ اگلے سال بھی اگر اللہ نے زندگی رکھی تو رمضان کے روزے عہدگی کے ساتھ پورے کریں گے یہی دعائیں مانگتے رہتے ہیں شام کو آسمان دنیا پر چڑھ جاتے ہیں وہاں کے تمام فرشتے حلقے باندھ باندھ کر ان کے پاس جمع ہو جاتے ہیں اور ایک ایک مرد اور ایک ایک عورت کے بارے میں ان سے سوال کرتے ہیں اور یہ جواب دیتے ہیں یہاں تک کہ وہ پوچھتے ہیں کہ فلاں شخص کو اس سال تم نے کس حالت میں پایا تو یہ کہتے ہیں کہ گزشتہ سال تو ہم نے اسے عبادتوں میں پایا تھا لیکن اس سال تو وہ بدعتوں میں مبتلا تھا اور فلاں شخص گزشتہ سال بدعتوں میں مبتلا تھا لیکن اس سال ہم نے اسے سنت کے مطابق عبادتوں میں پایا۔ پس یہ فرشتے اس پہلے شخص کے لیے بخشش کی دعائیں مانگنی موقوف کر دیتے ہیں اور اس دوسرے شخص کے لیے دعائیں مانگنی شروع کر دیتے ہیں اور یہ فرشتے انہیں

سناتے ہیں کہ ہم نے فلاں فلاں کو ذکر اللہ میں پایا اور فلاں کو رکوع میں اور فلاں کو سجدے میں اور فلاں کو کتاب اللہ کی تلاوت میں غرض کہ ایک رات دن یہاں گزار کر دوسرے آسمان پر جاتے ہیں یہاں بھی یہی ہوتا ہے یہاں تک کہ سدرۃ المنتہیٰ میں اپنی اپنی جگہ پہنچ جاتے ہیں۔ اس وقت سدرۃ المنتہیٰ ان سے پوچھتا ہے کہ مجھ میں بسنے والو! میرا بھی تم پر حق ہے میں بھی ان سے محبت رکھتا ہوں جو اللہ تعالیٰ سے محبت رکھیں ذرا مجھے تو لوگوں کی حالت کی خبر دو اور ان کے نام بتاؤ۔

حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ”اب فرشتے اس کے سامنے گنتی کر کے اور ایک ایک مرد و عورت کا مع ولدیت کے نام بتلاتے ہیں پھر جنت سدرۃ المنتہیٰ کی طرف متوجہ ہو کر پوچھتی ہے کہ تجھ میں رہنے والے فرشتوں نے جو خبریں تجھے دی ہیں مجھ سے بھی تو بیان کر۔ چنانچہ سدرۃ المنتہیٰ اس سے ذکر کرتا ہے یہ سن کر وہ کہتی ہے کہ اللہ کی رحمت ہو فلاں مرد پر اور فلاں عورت پر اے اللہ! انہیں جلدی مجھ سے ملا۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام سب سے پہلے اپنی جگہ پہنچ جاتے ہیں انہیں الہام ہوتا ہے اور یہ عرض کرتے ہیں پروردگار! میں نے تیرے فلاں فلاں بندوں کو سجدے میں پایا تو انہیں بخش دے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں نے انہیں بخشا۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام اسے عرش کے اٹھانے والے فرشتوں کو سناتے ہیں پھر سب کہتے ہیں کہ فلاں فلاں مرد و عورت پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہوئی اور مغفرت ہوئی۔

پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام خبر دیتے ہیں کہ باری تعالیٰ فلاں شخص کو گزشتہ سال تو عامل سنت اور عابد چھوڑا تھا لیکن اس سال تو بدعتوں میں پڑ گیا ہے اور تیرے احکام سے رد گردانی کر لی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے جبرئیل! اگر یہ مرنے سے تین ساعت پہلے بھی توبہ کر لے تو میں اسے بخش دوں گا۔ اس وقت حضرت جبرئیل علیہ السلام بے ساختہ کہہ اٹھتے ہیں کہ اے اللہ! تیرے ہی لیے سب تعریفیں سزاوار ہیں الٰہی تو اپنی مخلوق پر سب سے زیادہ مہربان ہے بندوں پر تیری مہربانی خود انکی اپنی مہربانی سے بھی بڑھی ہوئی ہے۔ اس وقت عرش اور اس کے آس پاس کی چیزیں اور پردے اور تمام آسمان جنہش میں آ جاتے ہیں اور کہہ اٹھتے ہیں (الْحَمْدُ لِلّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الرَّحْمٰنِ)۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ یہ بھی فرماتے ہیں کہ جو شخص رمضان المبارک کے روزے پورے کرے اور اس کی نیت یہ بھی ہو کہ رمضان کے بعد بھی گناہوں سے بچتا رہوں گا وہ بغیر سوال جواب کے اور بغیر حساب کتاب کے جنت میں داخل ہوگا۔“

الْحَمْدُ لِلّٰهِ سُوْرَةُ الْقَدَرِ کی تفسیر ختم ہوئی۔



تفسیر سورۃ بینہ

تعارفِ سورت: جب یہ سورت اتری تو حضرت جبریل علیہ السلام نے آنحضرت ﷺ سے فرمایا کہ ”اللہ کا آپ کو حکم ہوا ہے کہ یہ سورت (حضرت) ابی کو سنائیں۔ حضور ﷺ نے حضرت ابی بنی ہاشم سے اس کا ذکر کیا تو حضرت ابی بنی ہاشم نے فرمایا یا رسول اللہ! کیا وہاں میزا ذکر کیا گیا؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں ہاں۔ تو حضرت ابی بنی ہاشم رو پڑے“ ① (مسند احمد)۔ مسند ہی کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت ابی بنی ہاشم نے پوچھا تھا کہ یا رسول اللہ! کیا اللہ تعالیٰ نے میرا نام لیا؟ ② یہ حدیث بخاری، مسلم، ترمذی اور نسائی میں بھی ہے۔ مسند کی ایک اور روایت میں ہے کہ جس وقت حضرت ابی بنی ہاشم نے یہ واقعہ بیان کیا اس وقت حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر نے کہا کہ پھر تو تم اے ابو منذر بہت خوش ہوئے ہوں گے۔ کہا ہاں خوش کیوں نہ ہوتا اللہ خود فرماتا ہے ﴿قُلْ بِفَضْلِ اللَّهِ وَبِرَحْمَتِهِ فَبِذَلِكَ فَلْيَفْرَحُوا هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُونَ﴾ ③ یعنی کہہ دے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و رحمت کے ساتھ لوگ خوش ہوا کریں یہ ان کے جمع کیے ہوئے سے بہت ہی بہتر ہے۔ ④

اور حدیث میں ہے کہ ”حضور ﷺ نے یہ سورت حضرت ابی بنی ہاشم کے سامنے پڑھی اس میں یہ آیت بھی تھی ﴿لَوْ أَنَّ ابْنَ آدَمَ سَأَلَ وَادِيًا مِنْ مَّائٍ فَأُعْطِيَهُ لَسَأَلَ ثَانِيًا وَلَوْ سَأَلَ ثَانِيًا فَأُعْطِيَهُ لَسَأَلَ ثَالِثًا وَلَا يَمْلَأُ جَوْفَ ابْنِ آدَمَ إِلَّا التَّوَابُ وَيَتَوَبُّ اللَّهُ عَلَى مَنْ تَابَ۔ وَإِنَّ ذَاتَ الدِّينِ عِنْدَ اللَّهِ الْخَيْفَةُ غَيْرَ الْمُشْرِكَةِ وَلَا إِلَهُ دِيَّةٍ وَلَا النَّصْرَانِيَّةُ وَمَنْ يَفْعَلْ خَيْرًا فَلَنْ يُكْفَرَهُ﴾“ یعنی اگر انسان مجھ سے ایک جنگل بھر کر سونا مانگے اور میں اسے دیدوں تو پھر دوسرا مانگے گا اور دوسرے کو دیدوں تو یقیناً تیسرے کی طلب کرے گا انسان کے پیٹ کو سوامٹی کے کوئی چیز نہیں بھر سکتی جو توبہ کرے اللہ تعالیٰ بھی اسکی توبہ قبول فرماتا ہے اللہ کے نزدیک دیندار وہ ہے جو یک طرفہ ہو کر صرف اس کی عبادت کرے نہ وہ مشرک ہو نہ یہودی ہو نہ نصرانی ہو جو شخص بھی کوئی نیک کام کرے اللہ کے ہاں اس کی ناند رینہ کی جائے گی“ ⑤ (مسند احمد)۔ ترمذی میں بھی یہ روایت ہے اور اسے امام ترمذی رحمہ اللہ نے حسن صحیح کہا ہے۔ طبرانی میں ہے کہ ”جب حضور ﷺ نے حضرت ابی سے فرمایا کہ مجھے حکم ہوا ہے کہ میں نہارے سامنے قرآن پڑھوں تو حضرت ابی بنی ہاشم نے عرض کیا کہ حضرت میں اللہ پر ایمان لایا۔ آپ کے ہاتھ پر اسلام لایا۔ آپ ﷺ ہی سے علم دین حاصل کیا۔ آپ ﷺ نے پھر یہی فرمایا اس پر حضرت ابی بنی ہاشم نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا میرا وہاں ذکر کیا گیا؟ آپ ﷺ نے فرمایا تیرے نام اور نسب کے ساتھ ملاء اعلیٰ میں تیرا ذکر ہوا۔ حضرت ابی بنی ہاشم نے عرض کیا اچھا پھر پڑھیے۔“ یہ روایت اس طریقہ سے غریب ہے اور ثابت وہ ہے جو پہلے بیان ہوا۔

فائدہ: یہ یاد رہے کہ حضور ﷺ کا اس سورت کو حضرت ابی بنی ہاشم کے سامنے پڑھنا یہ ان کی ثابت قدمی اور ان کے ایمان کی زیادتی کے لیے تھا۔ مسند احمد ابوداؤد، نسائی اور مسلم میں ہے کہ ”ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قرأت سن کر حضرت ابی بنی ہاشم رضی اللہ عنہ بگڑے“

① احمد، ۴۸۹/۳ ح ۱۶۰۰۱ وسندہ ضعیف علی بن زید بن جدعان ضعیف مشہور، مجمع الزوائد، ۳۱۱/۹؛ اسد الغابۃ لابن الاثیر، ۶/۶۶ اس کی سند میں علی بن زید بن جدعان ضعیف راوی ہے۔

② احمد، ۱۳۰/۳؛ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ لم یکن باب نمبر ۱، حدیث ۴۹۵۹؛ صحیح مسلم، ۷۹۹۔

③ ۱۰/یونس: ۵۸۔ ④ احمد، ۱۲۳/۲ ح ۲۱۱۳۷ وسندہ حسن لذاتہ۔

⑤ احمد، ۱۳۱/۵؛ ترمذی، کتاب المناقب، باب فضل ابی بن کعب رضی اللہ عنہ، ۳۸۹۸ وهو حدیث حسن۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

لَمْ يَكُنِ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَالْمُشْرِكِينَ مُنْفَكِّينَ حَتَّى تَأْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ ۖ رَسُولٌ مِّنَ اللَّهِ يَتْلُو صُحُفًا مُّطَهَّرَةً ۚ فِيهَا كُتِبَ قَيِّمَةٌ ۖ وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ إِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَتْهُمْ الْبَيِّنَةُ ۖ وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ ۚ حُنَفَاءَ وَيُقِيمُوا الصَّلَاةَ وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ وَذَلِكَ دِينُ الْقَيِّمَةِ ۝

ترجمہ: اللہ تعالیٰ رحم و کرم کرنے والے کے نام سے شروع

اہل کتاب کے کافر اور مشرک لوگ جب تک کہ ان کے پاس ظاہر دلیل نہ آجائے باز رہنے والے نہ تھے [۱] (وہ دلیل یہ تھی کہ) اللہ تعالیٰ کا ایک رسول ﷺ جو پاک صحیفے پڑھے [۲] جن میں صحیح اور درست احکام ہوں [۳] اہل کتاب اپنے پاس ظاہر دلیل کے آجانے کے بعد ہی اختلاف میں پڑ کر متفرق ہو گئے [۴] انہیں اس کے سوا حکم نہیں دیا گیا کہ صرف اللہ کی عبادت کریں اسی کے لیے دین کو خالص رکھیں ابراہیم حنیف کے دین پر اور نماز کو قائم رکھیں اور زکوٰۃ دیتے رہیں یہی دین درست اور مضبوط ہے۔ [۵]

== بیٹھے تھے کیونکہ انہوں نے جس طرح اس سورت کو آنحضرت ﷺ سے سیکھا تھا حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اسی طرح نہیں پڑھا تھا تو غصے میں آ کر انہیں لے کر خدمت نبوی میں حاضر ہوئے۔ حضور ﷺ نے ان دونوں سے قرآن سنا۔ اس نے اپنے طریقے پر اس نے اپنے طور پر پڑھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا دونوں نے درست پڑھا۔ حضرت ابی بنی اللہؓ فرماتے ہیں میں تو اس قدر شک و شبہ میں پڑ گیا کہ جاہلیت کے زمانہ کا شک سامنے آ گیا۔ آپ ﷺ نے یہ حالت دیکھ کر میرے سینے پر اپنا ہاتھ رکھ دیا جس سے میں پسینوں پسینوں ہو گیا اور اس قدر مجھ پر ڈر خوف طاری ہوا کہ گویا میں اللہ تعالیٰ کو اپنے سامنے دیکھ رہا ہوں پھر آپ ﷺ نے فرمایا سن جبرئیل علیہ السلام میرے پاس آئے اور فرمایا اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ قرآن ایک ہی قرأت پر اپنی امت کو پڑھاؤ۔ میں نے کہا میں اللہ تعالیٰ سے عفو و درگزر راور بخشش و مغفرت چاہتا ہوں پھر مجھے وہ طرح کی قرأتوں کی اجازت ہوئی لیکن پھر بھی زیادتی طلب کرتا رہا یہاں تک کہ سات قرأتوں کی اجازت ملی۔ ① یہ حدیث بہت سی سندوں اور مختلف الفاظ سے تفسیر کے شروع میں پوری طرح بیان ہو چکی ہے۔ اب جب کہ یہ مبارک سورت نازل ہوئی اور اس میں آیت ﴿رَسُولٌ مِّنَ اللَّهِ يَتْلُو صُحُفًا مُّطَهَّرَةً ۚ فِيهَا كُتِبَ قَيِّمَةٌ ۖ﴾ بھی نازل ہوئی۔ اس لیے حضور ﷺ کو حکم ہوا کہ بطور پہنچا دینے کے اور ثابت قدمی عطا فرمانے کے اور آگاہی کرنے کے پڑھ کر حضرت ابی بنی اللہؓ کو سنا دیں۔ کسی کو یہ خیال نہ رہے کہ بطور دیکھنے کے اور یاد رہنے کے آپ ﷺ نے یہ سورت ان کے پاس تلاوت کی تھی وَاللَّهِ أَعْلَمُ۔

پس جس طرح آپ ﷺ نے حضرت ابی بنی اللہؓ کے اس دن کے شک و شبہ کو دفع کرنے کے لیے جو انہیں مختلف قرأتوں کو حضور ﷺ کے ہاں رکھنے پر پیدا ہوا تھا ان کے سامنے یہ سورت تلاوت کر کے سنائی ٹھیک اسی طرح حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا واقعہ

ہے کہ انہوں نے بھی حدیبیہ والے سال صلح کے معاملہ پر اپنی ناراضگی ظاہر کرتے ہوئے بہت سے سوالات حضور ﷺ سے کیے تھے جن میں ایک یہ بھی تھا کہ کیا آپ ﷺ نے ہمیں یہ نہیں فرمایا تھا کہ ہم بیت اللہ میں جائیں گے اور طواف کریں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں یہ تو ضرور کہا تھا لیکن یہ نہیں کہا تھا کہ اسی سال یہ ہوگا یقیناً وہ وقت آ رہا ہے کہ تو وہاں پہنچے گا اور طواف کرے گا۔ اب حدیبیہ سے لوٹتے ہوئے سورۃ فتح نازل ہوئی تو آنحضرت ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بلوایا اور یہ سورت پڑھ کر سنائی ❶ جس میں یہ آیت بھی ہے ﴿لَقَدْ صَدَقَ اللَّهُ رَسُولَهُ الرُّؤْيَا بِالْحَقِّ لَتَدْخُلَنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ إِنْ شَاءَ اللَّهُ آمِنِينَ﴾ ❷ ارح۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کا خواب سچا کر دکھایا یقیناً تمہارا داخلہ مسجد حرام میں امن وامان کے ساتھ ہوگا جیسے کہ پہلے اس کا بیان بھی گزر چکا۔ حافظ ابو نعیم رحمہ اللہ اپنی کتاب اسماء صحابہ میں حدیث لائے ہیں کہ ”جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جب سورۃ بینہ کی قرأت سنتا ہے تو فرماتا ہے میرے بندے خوش ہو جائیے اپنی عزت کی قسم میں تجھے جنت میں ایسا ٹھکانا دوں گا کہ تو خوش ہو جائے گا۔“ ❸ یہ حدیث بہت ہی غریب ہے اور روایت میں اتنی زیادتی بھی ہے کہ میں تجھے دنیا اور آخرت کے احوال میں سے کسی حال میں نہ بھولوں گا۔

اہل کتاب کی ہٹ دھرمی: [آیت: ۵۱-۵۲] اہل کتاب سے مراد یہود و نصاریٰ ہیں اور مشرکین سے مراد بت پرست عرب اور آتش پرست عجمی ہیں۔ فرماتا ہے کہ یہ لوگ بغیر دلیل کے آجانے کے باز رہنے والے نہ تھے پھر بتلایا کہ وہ دلیل اللہ کے رسول محمد ﷺ ہیں جو پاک صحیفے یعنی قرآن کریم پڑھ کر سناتے ہیں جو علیٰ فرشتوں نے پاک درقوں میں لکھا ہوا ہے۔ جیسے اور جگہ ہے ﴿فَلَمَّا صُفِّحَ الْكِتَابُ وَبُذِّلَتْ الْأُمَامُ لِرَسُولِهِ﴾ ❶ ارح۔ کہ وہ نامی گرامی بلند و بالا پاک صاف درقوں میں پاکباز نیکوکار بزرگ فرشتوں کے ہاتھوں لکھے ہوئے ہیں۔ پھر فرمایا کہ ان پاک صحیفوں میں اللہ کی لکھی ہوئی باتیں عدل و استقامت والی موجود ہیں جن کے اللہ کی جانب سے ہونے میں کوئی شک و شبہ نہیں نہ ان میں کوئی خطا اور غلطی ہوئی ہے۔ حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ وہ رسول ﷺ عہدگی کے ساتھ قرآنی وعظ فرماتے ہیں اور اس کی اچھی تعریفیں بیان فرماتے ہیں ابن زید رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ان صحیفوں میں کتابیں ہیں استقامت اور عدل و انصاف والی۔

پھر فرمایا کہ اگلی کتابوں والے اللہ کی جحیت قائم ہو چکے اور دلیلیں آجانے کے بعد کلام الہی کی مراد میں اختلاف کرنے لگے اور جدا جدا راہوں میں بٹ گئے جیسے کہ اس حدیث میں ہے جو مختلف طریقوں سے مروی ہے کہ ”یہودیوں کے اکہتر فرقے ہو گئے اور نصرانیوں کے بہتر اور اس امت کے تہتر فرقے ہو جائیں گے۔ سو ایک کے سب جہنم میں جائیں گے۔ لوگوں نے پوچھا وہ ایک کون ہے؟ فرمایا وہ جو اس پر ہو جس پر میں اور میرے اصحاب ہیں۔“ ❷ پھر فرمایا کہ انہیں صرف اتنا ہی حکم تھا کہ خلوص اور اخلاص کے ساتھ صرف اپنے سچے معبود کی عبادت میں لگے رہیں جیسے اور جگہ فرمایا ﴿وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُسُولٍ إِلَّا نُوْحِي إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُونِ﴾ ❸ یعنی تجھ سے پہلے بھی ہم نے جتنے رسول بھیجے سب کی طرف یہی وحی کی کہ میرے سوا کوئی معبود برحق نہیں تم سب صرف میری ہی عبادت کرتے رہو۔ اسی لیے یہاں بھی فرمایا ہے کہ کیسو ہو کہ یعنی شرک سے دور اور توحید میں مشغول ہو کر جیسے اور جگہ ہے ﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولًا أَنْ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ﴾ ❹ یعنی ہم نے ہر امت میں رسول بھیجا کہ =

❶ صحیح بخاری، کتاب الشروط، باب الشروط فی الجہاد والمصالحة مع اہل الحرب..... ۲۷۳۱، ۲۷۳۲۔

❷ ۴۸ / الفتح: ۲۷۔ ❸ معرفۃ الصحابة لابی نعیم الاصبہانی، ۱ / ۳۵۰ ح ۱۰۸۳ وقال: وهو عندی اسناد منقطع۔

وسندہ ضعیف محمد بن اسماعیل الجعفری وعبد اللہ بن مسلمہ بن اسلم ضعیفان والسند معطل۔ ❹ ۸۰ / عبس: ۱۳۔

❺ اس کی تخریج سورۃ یونس آیت ۹۳ کے تحت گزر چکی ہے۔ ❻ ۲۱ / الانبیاء: ۲۵۔ ❼ ۱۶ / النحل: ۳۶۔

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَالْمُشْرِكِينَ فِي نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا أُولَئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ ۖ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أُولَئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ ۖ جَزَاءُ هُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنَّتُ عَدْنٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ ۚ ذَلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهُ ۝

ترجمہ: بے شک جو لوگ اہل کتاب میں سے کافر ہوئے اور مشرکین وہ دوزخ کی آگ میں جائیں گے جہاں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ یہ لوگ بدترین خلائق ہیں ۱۶۱ بے شک جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے یہ لوگ بہترین خلائق ہیں ۱۶۲ ان کا بدلہ ان کے رب کے پاس بیشکی والی جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں جن میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان سے خوش رہے گا اور یہ اس سے یہ ہے اس کے لیے جو اپنے پروردگار سے ڈرے۔ [۸]

= اللہ کی عبادت کرو اور اللہ کے سوا دوسروں کی عبادت سے بچو۔ حنیف کی پوری تفسیر سورہ انعام میں گزر چکی ہے جسے لوٹانے کی اب ضرورت نہیں۔

پھر فرمایا کہ نمازوں کو قائم کریں جو کہ بدن کی تمام عبادتوں میں سب سے اعلیٰ عبادت ہے اور زکوٰۃ دیتے رہیں یعنی فقیروں اور محتاجوں کے ساتھ سلوک کرتے رہیں، یہی دین مضبوط، سیدھا، درست، عدل والا اور عمدگی والا ہے۔

فائدہ: بہت سے ائمہ کرام جیسے امام زہری رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے اس آیت سے اس امر پر استدلال کیا ہے کہ اعمال ایمان میں داخل ہیں کیونکہ ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ کی خلوص اور یکسوئی کے ساتھ کی عبادت اور نماز و زکوٰۃ کو دین فرمایا گیا ہے۔ کفار کا انجام: [آیت ۶-۸] اللہ تعالیٰ کا فردوں کا انجام بیان فرماتا ہے وہ کافر خواہ یہود نصاریٰ ہوں یا مشرکین عرب و عجم ہوں جو بھی انبیاء اللہ کے مخالف ہوں اور کتاب اللہ کے جھٹلانے والے ہوں وہ قیامت کے دن جہنم کی آگ میں ڈال دیئے جائیں گے اور اسی میں پڑے رہیں گے نہ وہاں سے نکلیں نہ چھوئیں یہ لوگ تمام مخلوق سے بدتر اور کمتر ہیں۔ پھر اپنے نیک بندوں کے انجام کی خبر دیتا ہے جن کے دلوں میں ایمان ہے اور جو اپنے جسموں سے سنت کی بجا آوری میں رہا کرتے ہیں کہ یہ ساری مخلوق سے بہتر اور بزرگ ہیں۔

فائدہ: اس آیت سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور علمائے کرام کی ایک جماعت نے استدلال کیا ہے کہ ایمان والے انسان فرشتوں سے بھی افضل ہیں۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ ان کا نیک بدلہ ان کے رب کے پاس ان بیشکی والی جنتوں کی صورت میں ہے جن کے چپے چپے پر پاک صاف پانی کی نہریں بہہ رہی ہیں جن میں دوام اور بیشکی کی زندگی کے ساتھ رہیں گے نہ وہاں سے نکالے جائیں نہ وہ نعمتیں ان سے جدا ہوں نہ کم ہوں نہ اور کوئی کھٹکا ہے نہ غم۔ پھر ان سب سے بڑھ چڑھ کر نعمت و رحمت یہ ہے کہ رضائے رب مرضی مولا انہیں حاصل ہوگئی ہے اور انہیں اس قدر نعمتیں جناب باری تعالیٰ نے عطا فرمائی ہیں کہ یہ بھی بہ دل راضی ہو گئے ہیں۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ یہ بہترین بدلہ یہ جزائے جزیل یا عظیم دنیا میں اللہ سے ڈرتے رہنے کا عوض ہے۔ ہر وہ شخص جس کے دل میں ڈر ہو جس کی عبادت میں اخلاص ہو جو جانتا ہو کہ اللہ کی اس پر نظریں ہیں بلکہ عبادت کے وقت اس مشغولی اور دلچسپی سے عبادت کر رہا ہو کہ گویا وہ خود اپنی آنکھوں سے اپنے خالق مالک، سچے رب اور حقیقی اللہ کو دیکھ رہا ہے۔

مسند احمد کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ”میں تمہیں بتاؤں کہ سب سے بہتر شخص کون ہے؟ لوگوں نے کہا ضرور۔ فرمایا وہ شخص جو اپنے گھوڑے کی لگام تھامے ہوئے ہے کہ کب جہاد کی آواز اٹھے اور کب میں کو دکر اس کی پیٹھ پر سوار ہو جاؤں اور کڑکڑاتا ہوا دشمن کی فوج میں گھسوں اور داد شجاعت دوں۔ لو میں تمہیں ایک اور بہترین مخلوق کی خبر دوں، وہ شخص جو اپنی بکریوں کے ریوڑ میں ہے نہ نماز کو چھوڑتا ہے نہ زکوٰۃ سے جی چراتا ہے۔ آؤ اب میں بدترین مخلوق بتاؤں وہ شخص کہ اللہ تعالیٰ کے نام سے سوال کرے اور پھر نہ دیا جائے۔“ ①

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ سورۃ بینہ کی تفسیر ختم ہوئی اللہ تعالیٰ کا شکر و احسان ہے۔



تفسیر سورۃ زلزال

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا ۝۱ وَاَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَنْثَالَهَا ۝۲ وَقَالَ

الْاِنْسَانُ مَا لَهَا ۝۳ یَوْمَئِذٍ تُخَدِّثُ اَخْبَارَهَا ۝۴ بِاَنَّ رَبَّكَ اَوْحٰی لَهَا ۝۵ یَوْمَئِذٍ

یَصْدُرُ النَّاسُ اَشْتَاتًا ۝۶ لِّیُرَوْا اَعْمَالَهُمْ ۝۷ فَمَنْ یَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَیْرًا

یَرَهُ ۝۸ وَمَنْ یَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا یَرَهُ ۝۹

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

جب زمین پوری طرح جھنجھوڑ دی جائے گی [۱] اور اپنے بوجھ باہر نکال پھینکے گی [۲] انسان کہنے لگے گا کہ اسے کیا ہو گیا؟ [۳] اس دن زمین اپنی سب خبریں بیان کر دے گی [۴] اس لیے کہ تیرے رب نے اسے یہ حکم دیا ہوگا۔ [۵] اس روز لوگ مختلف جماعتیں ہو کر واپس لوٹیں گے تاکہ انہیں ان کے اعمال دکھا دیے جائیں۔ [۶] پس جس نے ذرے برابر نیکی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا [۷] اور جس نے ذرے برابر برائی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا۔ [۸]

سورۃ زلزال کا تعارف: مسند میں ہے کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور کہا حضور مجھے پڑھائیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ﴿السر﴾ والی تین سورتیں پڑھو تو اس نے کہا بوڑھا ہو گیا، حافظہ کمزور ہو گیا زبان موٹی ہو گئی۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا اچھا ﴿حلم﴾ والی سورتیں پڑھا کرو اس نے پھر وہی عذر بیان کیا آپ ﷺ نے فرمایا ﴿یُسَبِّحُ﴾ والی تین سورتیں پڑھ لیا کرو۔ اس نے پھر وہی عذر بیان کیا اور درخواست کی کہ حضور مجھے تو کوئی جامع سورہ کا سبق دیدیتے، تو آپ ﷺ نے اسے یہ سورت پڑھائی، جب پڑھا چکے تو وہ کہنے لگا کہ اس اللہ کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ نبی بنا کر بھیجا ہے کہ میں کبھی اس پر زیادتی نہ کروں گا۔ پھر وہ بیٹھ پھیر کر جانے لگا تو آپ ﷺ نے فرمایا اس مرد نے فلاح پالی یہ نجات کو پہنچ گیا۔ پھر فرمایا ذرا اسے بلا لانا۔ وہ حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا مجھے بقرعید کا حکم کیا گیا ہے اس دن کو اللہ تعالیٰ نے امت کی عید کا دن بنایا ہے تو اس شخص نے کہا کہ اگر میرے پاس قربانی کا جانور نہ ہو اور کسی شخص نے مجھے دودھ پینے کے لیے کوئی جانور تحفہ دے رکھا ہو تو کیا میں اسے ذبح کر ڈالوں؟ فرمایا نہیں نہیں پھر تو اپنے بال کتر داناخن لو، مونچھیں پست کرا، زیر ناف کے بال لے اللہ تعالیٰ عزوجل کے نزدیک تیری پوری قربانی یہی ہے۔ ① یہ حدیث مسند احمد، ابوداؤد اور نسائی میں بھی ہے۔

ترمذی کی اور حدیث میں ہے کہ ”رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ جو شخص اس سورۃ کو پڑھے تو اسے نصف قرآن پڑھنے کا ثواب ملتا ہے۔“ ② یہ حدیث غریب ہے اور روایت میں ہے کہ ”(اِذَا زُلْزِلَتْ) آدھے قرآن کے برابر ہے اور (قُلْ هُوَ اللّٰهُ) تہائی قرآن کے برابر ہے اور (قُلْ يٰۤاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ) چوتھائی قرآن کے برابر ہے۔“ ③ یہ حدیث بھی غریب ہے اور حدیث میں

① احمد، ۱۹۶/۲، ابو داؤد، کتاب شہر رمضان، باب تحزیب القرآن، ۱۳۹۹ و سندہ حسن۔

② ترمذی، کتاب فضائل القرآن، باب ما جاء فی اذا زلزلت، ۲۸۹۳ و سندہ ضعیف حسن بن مسلم راوی مجہول ہے۔

③ ترمذی، حوالہ سابق، ۲۸۹۴ و سندہ ضعیف یحییٰ بن یحییٰ راوی ضعیف ہے۔

ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابیوں میں سے ایک سے فرمایا کہ ”کیا تم نے نکاح کر لیا؟ اس نے کہا نہیں“ حضور میرے پاس اتنا ہے ہی نہیں جو میں اپنا نکاح کر سکوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا ﴿قُلْ هُوَ اللَّهُ﴾ تیرے ساتھ نہیں؟ اس نے کہا ہاں یہ تو ہے۔ فرمایا تہائی قرآن یہ ہوا فرمایا کیا ﴿إِذَا جَاءَ﴾ نہیں؟ کہا وہ بھی ہے۔ فرمایا چوتھائی قرآن یہ ہوا۔ فرمایا کیا ﴿قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ﴾ یا نہیں؟ کہا ہاں۔ فرمایا چوتھائی قرآن کے برابر یہ ہے جواب نکاح کر لے۔“ ① یہ حدیث حسن ہے یہ تینوں حدیثیں صرف ترمذی میں ہیں۔

جب زمین پر زلزلہ آئے گا: [آیت ۱-۸] زمین نیچے سے اوپر تک کپکپانے لگے گی اور جتنے مردے اس میں ہیں سب نکال چھینے گئے جیسے اور جگہ ہے ﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ إِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيمٌ﴾ ② لوگو! اپنے رب سے ڈرو! یقیناً مانو کہ قیامت کا زلزلہ اس دن کی بھونچال بڑی چیز ہے اور جگہ ارشاد ہے ﴿وَإِذَا الْأَرْضُ مُدَّتْ ۖ وَأَلْقَتْ مَا فِيهَا وَتَخَلَّتْ﴾ ③ جب کہ زمین کھینچ کھانچ کر برابر ہموار کر دی جائے گی اور اس میں جو کچھ ہے وہ اسے باہر اگل دے گی اور بالکل خالی ہو جائے گی۔ صحیح مسلم میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ”زمین اپنے کلیجے کے ٹکڑوں کو اگل دے گی سونا چاندی مثل ستونوں کے باہر نکل پڑے گا“ قاتل اسے دیکھ کر افسوس کرتا ہوا کہہ گا کہ ہائے اسی مال کے لیے میں نے فلاں قتل کیا تھا آج یہ یوں ادھر ادھر لر رہا ہے کوئی آنکھ بھر کر دیکھتا بھی نہیں اسی طرح صلہ رحمی توڑنے والا بھی کہے گا کہ اسی کی محبت میں آ کر رشتے داروں سے میں سلوک نہیں کرتا تھا چور بھی کہے گا کہ اسی کی محبت میں میں نے ہاتھ کنوا دیئے غرض کہ وہ مال یونہی رہتا پھرے گا کوئی نہیں لے گا“ ④ انسان اس وقت ہکا بکارہ جائے گا اور کہے گا کہ یہ تو بٹنے جلنے والی نہ تھی بالکل ٹھہری ہوئی بوجھل اور جمی ہوئی تھی اسے کیا ہو گیا کہ یوں بید کی طرح تھرانے لگی؟ اور ساتھ ہی جب دیکھے گا کہ تمام اگلی بچھلی لاشیں بھی زمین نے اگل دیں تو اور حیران و پریشان ہو جائے گا کہ آخرا سے کیا ہو گیا ہے؟ پس زمین بالکل بدل دی جائے گی اور آسمان بھی اور سب لوگ اس قہار اللہ کے سامنے کھڑے ہو جائیں گے زمین کھلے طور پر صاف صاف گواہی دے گی کہ فلاں فلاں شخص نے فلاں فلاں نافرمانی اس پر کی ہے۔ حضور ﷺ نے اس آیت کی تلاوت کر کے فرمایا ”جانتے بھی ہو کہ زمین کی بیان کردہ خبریں کیا ہوں گی؟ لوگوں نے کہا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ ہی کو خوب علم ہے تو آپ نے فرمایا جو جو اعمال بنی آدم نے زمین پر کئے ہیں وہ تمام وہ ظاہر کر دے گی کہ فلاں فلاں شخص نے فلاں نیکی یا بدی فلاں جگہ فلاں وقت کی ہے۔“ ⑤ امام ترمذی رحمہ اللہ اس حدیث کو حسن صحیح غریب بتلاتے ہیں۔

زمین تمام راز کھول دے گی: معجم طبرانی میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ”زمین سے بچو یہ تمہاری ماں ہے جو شخص جو نیکی بدی اس پر کرتا ہے۔ یہ سب کھول کر بیان کر دے گی۔“ ⑥ یہاں وحی سے مراد حکم دینا ہے ﴿أَوْحَى﴾ اور اسکے ہم معنی افعال کا صلہ حرف لام بھی آتا ہے اور ﴿الْأُتَى﴾ بھی۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے فرمائے گا کہ بتا دو وہ بتاتی جائے گی اس دن لوگ حساب کی جگہ سے مختلف قسموں کی جماعتیں بن بن کر لوٹیں گے، کوئی بد ہو گا کوئی نیک، کوئی جنتی بنا ہو گا کوئی جہنمی۔ یہ معنی بھی ہیں کہ یہاں سے جو الگ

① ترمذی، کتاب فضائل القرآن، باب ما جاء في اذا زلزلت، ۲۸۹۵ و سندہ ضعیف سلمہ بن وردان راوی ضعیف ہے۔

② ۲۲/ الحج: ۱۔ ③ ۸۴/ الانشقاق: ۳، ۴۔ ④ صحیح مسلم، کتاب الزکاة، باب الترغیب فی الصدقة قبل ان

لا یوجد من یقبلها، ۱۰۱۳، ترمذی، ۲۲۰۸، ابن حبان، ۶۶۹۷۔

⑤ ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورة اذا زلزلت الارض، ۳۳۵۳ و سندہ ضعیف صحیح بن ابی سلیمان جمہور کے نزدیک

ضعیف راوی ہے۔ احمد، ۴/ ۳۷۴، حاکم، ۲/ ۲۵۶۔

⑥ المعجم الکبیر، ۴۵۹۶ و سندہ ضعیف؛ مجمع الزوائد، ۱/ ۲۴۱۔

الگ ہوں گے تو پھر اجتماع نہ ہوگا۔ یہ اس لیے کہ وہ اپنے اعمال کو جان لیں اور بھلائی برائی کا بدلہ پالیں اسی لیے آخر میں بیان فرمادیا۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ ”گھوڑوں والے تین قسم کے ہیں ایک اجر پانے والا، ایک پردہ پوشی والا، ایک بوجھ اور گناہ والا۔ اجر والا تو وہ ہے جو گھوڑا پالتا ہے جہاد کی نیت سے اگر اس کے گھوڑے کی اگاڑی پچھاڑی ڈھیلی ہوگئی اور یہ ادھر ادھر سے چرتا رہا تو یہ بھی گھوڑے والے کے لیے اجر کا باعث ہے اور اگر یہ رسی اس کی ٹوٹ گئی اور یہ ادھر ادھر چڑھ گیا تو اس کے نشان قدم اور اسکی لید کا بھی اسے ثواب ملتا ہے اگر یہ کسی نہر پر جا کر پانی پی لے گوارادہ پلانے کا نہ ہوتا، ہم ثواب مل جاتا ہے یہ گھوڑا تو اس شخص کے لیے سراسر اجر و ثواب ہے دوسرا وہ شخص جس نے اس لیے پال رکھا ہے کہ دوسروں سے بے پروا رہے اور کسی سے سوال کی ضرورت نہ ہو لیکن اللہ کا حق نہ تو خود اس میں بھولتا ہے نہ اس کی سواری میں پس یہ اس کے لیے پردہ ہے۔ تیسرا وہ شخص ہے جس نے فخر و ریاکاری اور ظلم و ستم کے لیے پال رکھا ہے پس یہ اس کے ذمہ بوجھ اور اس پر گناہ کا بار ہے۔ پھر حضور ﷺ سے سوال ہوا کہ گدھوں کے بارے میں کیا حکم ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا مجھ پر اللہ تعالیٰ کی جانب سے سوائے اس تنہا اور جامع آیت کے اور کچھ نازل نہیں ہوا کہ ذرے برابر نیکی اتنی ہی بدی ہر شخص دیکھ لے گا“ ① (مسلم)۔

حضرت مصعب بن معاذ رضی اللہ عنہ نے تو حضور ﷺ کی زبانی یہ آیت سن کر کہہ دیا تھا کہ صرف یہی آیت کافی ہے اور زیادہ اگر نہ بھی سنوں تو کوئی ضرورت نہیں ② (مسند احمد و نسائی)۔ صحیح بخاری میں یہ روایت حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ مروی ہے کہ ”آگ سے بچا اگر چہ آدھی کھجور کا صدقہ ہی ہو۔“ ③ اسی طرح صحیح حدیث میں ہے کہ ”نیکی کے کام کو ہلکا نہ سمجھو گوا تنہا ہی کام ہو کہ تو اپنے ذول میں سے ذرا سا پانی کسی پیاسے کو پلاوے یا اپنے کسی مسلمان بھائی سے کشادہ روئی اور خندہ پیشانی سے ملاقات کر لے۔“ ④ دوسری ایک صحیح حدیث میں ہے کہ ”اے ایمان والی عورت! تم اپنی پڑوسن کے بھیجے ہوئے تحفے ہدیے کو حقیر نہ سمجھو گوا ایک کھرہ ہی آیا ہو۔“ ⑤ اور حدیث میں ہے کہ ”سائل کو کچھ نہ کچھ دید و گولا ہوا کھرہ ہی ہو۔“ ⑥

مسند احمد کی حدیث میں ہے کہ ”اے عائشہ! گناہوں کو حقیر نہ سمجھو یا در کھو کہ ان کا بھی اللہ حساب لینے والا ہے۔“ ⑦ ابن جریر میں ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جناب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کھانا کھا رہے تھے کہ ”یہ آیت اتری تو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے کھانے سے ہاتھ اٹھا لیا اور پوچھنے لگے کہ یا رسول اللہ ﷺ کیا میں ایک ایک ذرے برابر برائی کا بدلہ دیا جاؤں گا تو آپ ﷺ نے فرمایا اے صدیق! دنیا میں جو جو تکلیفیں تمہیں پہنچی ہیں یہ تو اس میں آگئیں اور نیکیاں تمہارے لیے اللہ کے ہاں ذخیرہ بنی ہوئی ہیں اور ان سب کا پورا پورا بدلہ قیامت کے دن تمہیں دیا جائے گا۔“ ⑧ ابن جریر کی ایک اور روایت میں ہے کہ ”یہ

① صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ اذا زلزلت باب قوله ﴿لَمَن يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ﴾ ۴۹۶۲؛ صحیح مسلم، ۹۸۷؛ مؤطا، ۴۴۴/۲؛ ابن حبان، ۴۶۷۲۔ ② احمد، ۵۹/۵ وسندہ ضعیف الحسن البصری مدلس ولم یصرح بالسماع، السنن الکبریٰ، ۱۱۶۹۴؛ حاکم، ۶۱۳/۳؛ مجمع الزوائد، ۱۴۱/۷؛ المعجم الکبیر، ۱۷۴۱۱؛ الآحاد والمثنائی لابن ابی عاصم، ۱۱۹۷۔ ③ صحیح بخاری، کتاب التوحید، باب کلام الرب تعالیٰ يوم القيامة مع الانبياء وغیرہم، ۱۷۵۱۲؛ صحیح مسلم، ۱۰۱۶؛ احمد، ۲۵۶/۴؛ ابن حبان، ۴۷۳۔ ④ احمد، ۶۳/۵ وسندہ ضعیف یونس بن عیید عن عن وفیه علة اخرى اس معنی کی روایات صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، باب استحباب طلاقه الوجه عند اللقاء، ۲۶۲۶؛ ترمذی، ۱۸۳۳؛ وغیرہ میں موجود ہیں۔

⑤ صحیح بخاری، کتاب الأدب، باب لا تحقرن جارة لجارتها، ۶۰۱۷؛ صحیح مسلم، ۱۰۳۰۔

⑥ نسائی، کتاب الزکاة، باب رد السائل، ۲۵۶۶ وسندہ صحیح؛ احمد، ۴۳۵/۶۔

⑦ ابن ماجہ، کتاب الزهد، باب ذکر الذنوب، ۴۲۴۳ وهو صحیح؛ احمد، ۱۵۱/۶؛ دارمی، ۳۰۳/۲۔

⑧ الطبری، یہ روایت مرسل یعنی ضعیف ہے۔

سورت حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں نازل ہوئی تھی آپ اسے سن کر بہت روئے۔ حضور ﷺ نے سبب پوچھا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے یہ سورت رلا رہی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اگر تم خطا اور گناہ نہ کرتے کہ تمہیں بخشا جائے اور معاف کیا جائے تو اللہ تعالیٰ کسی اور امت کو پیدا کرتا جو خطا اور گناہ کرتے اور اللہ انہیں بخشا۔“ ①

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ سے یہ آیت سن کر پوچھا کہ ”حضور کیا مجھے اپنے سب اعمال دیکھنے پڑیں گے؟“ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں! پوچھا بڑے بڑے فرمایا ہاں! پوچھا اور چھوٹے چھوٹے بھی فرمایا ہاں۔ میں نے کہا ہائے افسوس۔ آپ ﷺ نے فرمایا ابوسعید! خوش ہو جاؤ نیکی تو دس گنے سے لے کر سات سو گنے تک بلکہ اس سے بھی زیادہ تک اللہ جسے چاہے دے گا ہاں گناہ اسی کے مثل ہوں گے یا اللہ تعالیٰ اسے بھی بخش دے گا۔ سنو! کسی شخص کو صرف اس کے اعمال نہ نجات دے سکیں گے۔ میں نے کہا حضور کیا آپ کو بھی نہیں؟ فرمایا نہ مجھے بھی مگر یہ کہ اللہ تبارک و تعالیٰ اپنی رحمت سے مجھے ڈھانپ لے۔“ ② اس کے راویوں میں ایک ابن لہیعہ ہیں۔ یہ روایت صرف انہیں سے مروی ہے۔

ہر عمل کا بدلہ ملے گا: حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب آیت ﴿وَيُطْعَمُونَ الطَّعَامَ عَلَىٰ حَيْثُ﴾ ③ الخ۔ نازل ہوئی یعنی مال کی محبت کے باوجود مسکین یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں تو لوگ یہ سمجھ گئے کہ اگر ہم تھوڑی سی چیز راہ اللہ دیں گے تو کوئی ثواب نہ ملے گا۔ مسکین ان کے دروازے پر آتا لیکن ایک آدھ کھجور یا روٹی کا ٹکڑا وغیرہ دینے کو حثارت خیال کر کے یونہی لوٹا دیتے تھے کہ اگر دیں تو کوئی اچھی محبوب و مرغوب چیز دیں۔ ادھر تو اس خیال کی یہ ایک جماعت تھی دوسری جماعت وہ تھی جنہیں یہ خیال پیدا ہو گیا تھا کہ چھوٹے چھوٹے گناہوں پر ہماری پکڑ نہ ہوگی مثلاً کبھی کوئی جھوٹ بات کہہ دی کبھی ادھر ادھر نظریں ڈال لیں کبھی غیبت کر لی وغیرہ جنہم کی وعید تو کبیرہ گناہوں پر ہے تو یہ آیت ﴿لَمَنْ يَعْمَلْ﴾ ④ نازل ہوئی اور انہیں یہ بتلایا گیا کہ چھوٹی سی نیکی کو حقیر نہ سمجھو یہ بڑی ہو کر ملے گی اور تھوڑے سے گناہ کو بھی بے جان نہ سمجھو کہیں تھوڑا تھوڑا مل کر بہت نہ بن جائے۔“ ⑤ خذرقہ کے معنی چھوٹی چوٹی کے ہیں یعنی نیکیوں اور برائیوں کو چھوٹی سے چھوٹی اور بڑی سے بڑی اپنے نامہ اعمال میں دیکھ لے گا بدی تو ایک ہی لکھی جاتی ہے نیکی ایک کے بدلے دس بلکہ جس کے لیے اللہ چاہے اس سے بھی بہت زیادہ بلکہ ان نیکیوں کے بدلے برائیاں بھی معاف ہو جاتی ہیں ایک ایک نیکی کے بدلے دس دس برائیاں معاف ہو جاتی ہیں پھر یہ بھی ہے کہ جس کی نیکی برائی سے ایک ذرے کے برابر بڑھ گئی وہ جنتی ہو گیا رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ ”گناہوں کو ہلکا نہ سمجھا کرو یہ سب جمع ہو کر آدمی کو ہلاک کر ڈالتے ہیں۔“

رسول اللہ ﷺ نے ان برائیوں کی مثال بیان فرمائی کہ ”جیسے کچھ لوگ کسی جگہ اترے پھر ایک ایک دودھ لکڑیاں چن لائے تو لکڑیوں کا ڈھیر لگ جائے گا پھر اگر انہیں سلگائی جائیں تو اس آگ میں جو چاہیں پکا سکتے ہیں“ ⑥ (اسی طرح تھوڑے تھوڑے گناہ بہت زیادہ ہو کر آگ کا کام کرتے ہیں اور انسان کو جلا دیتے ہیں)۔

سورۃ زلزال کی تفسیر ختم ہوئی وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ۔

① ابن ابی جریر وسندہ حسن؛ شعب الایمان، ۷۱۰۳؛ مجمع الزوائد، ۷/ ۱۴۱۔

② ابن ابی حاتم وسندہ ضعیف۔ ③ ۷۶/ اللہر: ۸۔

④ احمد، ۱/ ۴۰۲ ح ۳۸۱۸ وسندہ ضعیف، قتادہ مدلس وعنن، المعجم الكبير، ۱۰۵۰۰۔

تفسیر سورۃ عادیات

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَالْعَدِیَّتِ ضَبْحًا ۝۱ فَاَلْمُورِیَّتِ قَدْحًا ۝۲ فَاَلْبَغِیْرِیَّتِ صُبْحًا ۝۳ فَاَتَرْنَ بِهٖ نَقْعًا ۝۴

فَوَسَطْنَ بِهٖ جَمْعًا ۝۵ اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ لَكَنُوْدٌ ۝۶ وَاِنَّهٗ عَلٰی ذٰلِكَ لَشَهِیْدٌ ۝۷

وَاِنَّهٗ لِحُبِّ الْخٰیْرِ لَشَدِیْدٌ ۝۸ اَفَلَا یَعْلَمُ اِذَا بُعِثِرَ مَا فِی الْقُبُوْرِ ۝۹ وَحُصِّلَ مَا فِی

الصُّدُوْرِ ۝۱۰ اِنَّ رَبَّهُم بِهَمِّ یَوْمَیْذٍ لَّخَبِیْرٌ ۝۱۱

ترجمہ: شروع اللہ تعالیٰ بخشش کرنے والے مہربان کے نام سے۔

ہانپتے ہوئے دوڑنے والے گھوڑوں کی قسم [۱] پھر ٹاپ مار کر آگ جھاڑنے والوں کی [۲] پھر مرجح کے وقت دھاوا بولنے والوں کی [۳] پس اس وقت غبار اڑاتے ہیں [۴] پھر فوجوں کے درمیان گھس جاتے ہیں [۵] یقیناً انسان اپنے رب کا بڑا ناشکر ہے [۶] اور یقیناً وہ خود بھی اس سے باخبر ہے [۷] یہ مال کی محبت میں بھی بڑا سخت ہے [۸] کیا اسے وہ وقت معلوم نہیں جب قبروں کے مردے اٹھا کھڑے کر دیئے جائیں گے [۹] اور سینوں کی پوشیدہ باتیں ظاہر کر دی جائیں گی [۱۰] بے شک ان کا رب اس دن ان کے حال سے پورا باخبر ہوگا۔ [۱۱]

مجاہدین کے گھوڑوں کی فضیلت: [آیت: ۱-۱۱] مجاہدین کے گھوڑے جب کہ اللہ کی راہ کے لیے ہانپتے اور نہناتے ہوئے دوڑتے ہیں ان کی اللہ تبارک و تعالیٰ قسم کھاتا ہے پھر اس تیزی میں دوڑتے ہوئے پتھروں کے ساتھ ان کے نعل کا ٹکرائنا اور اس رگڑ سے آگ کی چنگاریاں اڑنا پھر مرجح کے وقت دشمن پر ان کا چھاپہ مارنا اور دشمنان رب کو تہ و بالا کرنا۔ آنحضرت ﷺ کی یہی عادت مبارکہ تھی کہ دشمن کی کسی بستی پر آپ ﷺ جاتے تو وہاں رات کو ٹھہر کر کان لگا کر سنتے اگر اذان کی آواز آگئی تو آپ ﷺ رک جاتے۔ نہ آتی تو لشکر کو حکم دیتے کہ بزین بول دیں۔ ① پھر ان گھوڑوں کا گرد و غبار اڑنا اور ان سب کا دشمنوں کے درمیان گھس جانا ان سب چیزوں کی قسم کھا کر پھر مضمون شروع ہوتا ہے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿وَالْعَادِيَّاتِ﴾ سے مراد اونٹ ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی یہی فرماتے ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول ہے کہ اس سے مراد گھوڑے ہیں۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا تو آپ نے فرمایا: ”گھوڑے ہمارے پاس بدر والے دن تھے ہی کب؟ یہ تو اس چھوٹے لشکر میں تھا جو بھیجا گیا تھا“ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ایک مرتبہ حطیم میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک شخص نے آ کر اس آیت کی تفسیر پوچھی تو آپ نے فرمایا اس سے مراد مجاہدین کے گھوڑے ہیں جو بوقت جہاد دشمنوں پر دھاوا بولتے ہیں پھر رات کے وقت یہ گھوڑے سوار مجاہد اپنے کیمپ میں آ کر کھانے پکانے کے لیے آگ جلاتے ہیں۔ وہ یہ پوچھ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس گیا آپ اس وقت زمزم کا پانی لوگوں کو پلا رہے تھے۔ اس نے آپ سے بھی یہی سوال

کیا۔ آپ نے فرمایا مجھ سے پہلے کسی اور سے بھی تم نے پوچھا ہے؟ کہا ہاں (حضرت) ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا ہے تو انہوں نے فرمایا مجاہدین کے گھوڑے ہیں جو اللہ کی راہ میں دھاوا کریں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا جانا ذرا انہیں میرے پاس بلا لانا۔ جب وہ آگئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا تمہیں معلوم نہیں اور تم لوگوں کو فتویٰ دے رہے ہو۔ اللہ کی قسم پہلا غزوہ اسلام میں بدر کا ہوا اس لڑائی میں ہمارے ساتھ صرف دو گھوڑے تھے ایک حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کا، دوسرا حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کا تو عَادِیَاتِ ضَبْحَا یہ کیسے ہو سکتے ہیں اس سے مراد تو عرفات سے مزدلفہ کی طرف جانے والے اور پھر مزدلفہ سے منیٰ کی طرف جانے والے ہیں۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں یہ سن کر میں نے اپنے اگلے قول سے رجوع کر لیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جو فرمایا تھا وہی کہنے لگا۔ ① مزدلفہ میں پہنچ کر حاجی بھی اپنی ہڈیا روٹی کے لیے آگ سلگاتے ہیں۔ غرض حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فرمان یہ ہوا کہ اس سے مراد اونٹ ہیں اور یہی قول ایک جماعت کا ہے جن میں ابراہیم، عبید بن عیسر وغیرہ ہیں اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے گھوڑے مروی ہیں۔

صبح کے وقت حملہ کرنے والے گھوڑوں کا ذکر: مجاہد، عکرمہ، عطاء، قتادہ، ضحاک رضی اللہ عنہم، بھی یہی کہتے ہیں اور امام ابن جریر رحمہ اللہ بھی اسی کو پسند فرماتے ہیں بلکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت عطاء رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ضَبْح یعنی ہانپنا کسی جانور کے لیے نہیں ہوتا سوائے گھوڑے اور کتے کے ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ان کے منہ سے ہانپتے ہوئے جو آواز اُح اُح نکلتی ہے یہی صبح ہے۔ اور دوسرے جملے کے ایک تو معنی یہ کئے گئے ہیں کہ ان گھوڑوں کی ٹاپوں کا پتھر سے ٹکرا کر آگ پیدا کرنا اور دوسرے معنی یہ بھی کئے گئے ہیں کہ ان کے سواروں کا لڑائی کی آگ کو بھڑکانا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ لڑائی میں مکر و دھوکہ کرنا اور یہ بھی مروی ہے کہ راتوں کو اپنی قیام گاہ پہنچ کر آگ روشن کرنا اور مزدلفہ میں حاجیوں کا بعد از مغرب پہنچ کر آگ جلانا۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں میرے نزدیک سب سے زیادہ ٹھیک قول یہی ہے کہ گھوڑوں کی ٹاپوں اور سموں کا پتھر سے رگڑ کھا کر آگ پیدا کرنا پھر صبح کے وقت مجاہدین کا دشمنوں پر اچانک ٹوٹ پڑنا۔ اور جن صاحبان نے اس سے مراد اونٹ لیے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد مزدلفہ سے منیٰ کی طرف صبح کو جانا ہے پھر یہ سب کہتے ہیں کہ پھر ان کا جس مکان میں یہ اترے ہیں خواہ جہاد میں ہوں یا حج میں غبار اڑانا پھر ان مجاہدین کا کفار کی فوجوں میں دڑانا گھس جانا اور چیرتے پھاڑتے مارتے پچھاڑتے ان کے بیچ لشکر میں پہنچ جانا اور یہ بھی مراد ہو سکتی ہے کہ سب جمع ہو کر اس جگہ درمیان میں آجاتے ہیں تو اس صورت میں جَمْعًا حال مؤکد ہونے کی وجہ سے منصوب ہوگا۔ ابوبکر بزار میں اس جگہ ایک غریب حدیث ہے جس میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر بھیجا تھا ایک مہینہ گزر گیا لیکن اس کی کوئی خبر نہ آئی اس پر یہ آیتیں اتریں اور اس لشکر کی اللہ تعالیٰ نے خبر دی کہ ان کے گھوڑے ہانپتے ہوئے تیز چال سے گئے ان کے سموں کی ٹکڑے چنگاریاں اڑ رہی تھیں انہوں نے صبح ہی صبح دشمنوں پر پوری یلغار کے ساتھ حملہ کر دیا ان کی ٹاپوں سے گرد اڑ رہا تھا پھر غالب آ کر سب جمع ہو کر بیٹھ گئے۔ ② ان قسموں کے بعد اب وہ مضمون بیان ہو رہا ہے جس پر قسمیں کھائی گئی تھیں کہ انسان اپنے رب کی نعمتوں کا قدر دان نہیں اگر کوئی دکھ درد کسی وقت آگیا ہے تو وہ بخوبی یاد ہے لیکن اللہ تبارک و تعالیٰ کی ہزار ہا نعمتیں جو ہیں سب کو بھلائے ہوئے ہے۔

ابن ابی حاتم کی حدیث میں ہے کہ ﴿كُنُودٌ﴾ وہ ہے جو تنہا کھائے غلاموں کو مارے اور احسان و سلوک نہ کرے ③ اس کی

① ابن ابی حاتم وابن جریر وسندہ حسن، ابو معاویۃ البجلی هو عمار بن معاویۃ حسن الحدیث وثقہ الجمهور۔

② مسند البزار، ۲۲۹۱ وسندہ ضعیف؛ مجمع الزوائد، ۵/۱۱۵ اس کی سند میں حفص بن جعفی الضعیف راوی ہے دیکھئے (تقریب التہذیب وغیرہ) ③ المعجم الکبیر، ۷۷۷۸، ۷۹۵۸ وسندہ ضعیف ابو عمرو وجعفر بن الزبیر متروک، مجمع الزوائد، ۱۴۲/۷ اس کی سند میں جعفر بن الزبیر متروک راوی ہے (المیزان، ۱/۴۰۶؛ رقم: ۱۵۰۲)

اسناد ضعیف ہے۔ پھر فرمایا اللہ تعالیٰ اس پر شاہد ہے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ خود اس بات پر اپنا گواہ آپ ہے اس کی ناشکری اس کے افعال و اقوال سے صاف ظاہر ہے جیسے اور جگہ ہے ﴿شَاهِدِينَ عَلَىٰ أَنْفُسِهِم بِالْكَفْرِ﴾ ❶ یعنی مشرکین سے اللہ تعالیٰ کی مسجدوں کی آبادی نہیں ہو سکتی جب کہ یہ اپنے کفر کے آپ گواہ ہیں۔ پھر فرمایا یہ مال کی چاہت میں بڑا سخت ہے یعنی اسے مال کی بے حد محبت ہے اور یہ بھی معنی ہیں کہ اس کی محبت میں بھنس کر ہماری راہ میں دینے سے جی چراتا ہے اور بخل کرتا ہے پھر پروردگار عالم اسے دنیا سے بے رغبت کرنے اور آخرت کی طرف متوجہ کرنے کے لیے فرما رہا ہے کہ کیا انسان کو یہ معلوم نہیں کہ ایک وقت وہ آ رہا ہے کہ جب تمام مردے قبروں سے نکل کھڑے ہوں گے اور جو کچھ باتیں چھپی ہوئی تھیں سب ظاہر ہو جائیں گی۔ سن لو! ان کا رب ان کے تمام کاموں سے باخبر ہے اور ہر ایک عمل کا بدلہ پورا پورا دینے والا ہے ایک ذرے کے برابر وہ ظلم روا نہیں رکھتا اور نہ رکھے۔

سورہ عادیات کی تفسیر اللہ تعالیٰ کے فضل و احسان سے ختم ہوئی وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ۔



تفسیر سورۃ قارعہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الْقَارِعَةُ ۝ مَا الْقَارِعَةُ ۝ وَمَا أَدْرَاكَ مَا الْقَارِعَةُ ۝ يَوْمَ يَكُونُ النَّاسُ

كَالْفَرَّاشِ الْمَبْتُوثِ ۝ وَتَكُونُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوشِ ۝ فَأَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ

مَوَازِينُهُ ۝ فَهُوَ فِي عِيشَةٍ رَّاضِيَةٍ ۝ وَأَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ ۝ فَأُمَّهُ

هَاطِيَةٌ ۝ وَمَا أَدْرَاكَ مَا هِيَةٌ ۝ نَارٌ حَامِيَةٌ ۝

ترجمہ: اللہ تعالیٰ بہت مہربان بڑے رحم والے کے نام سے۔

کھڑکھڑا دینے والی [۱] کیا ہے وہ کھڑکھڑانے والی [۲] تجھے کیا معلوم کہ وہ کھڑکھڑانے والی کیا ہے؟ [۳] جس دن انسان پر آگندہ پروانوں کی طرح ہو جائیں گے [۴] اور پہاڑ دھنی ہوئی رنگین اون کی طرح ہو جائیں گے [۵] پھر جس کا پلہ ہماری ہوگا [۶] وہ تو خاطر خواہ آرام کی زندگی میں ہوگا [۷] اور جس کی تول ہلکی ہوگی [۸] اس کا ٹھکانہ ہاویہ ہے [۹] تجھے کون بتائے کہ وہ کیا ہے؟ [۱۰] وہ تیز و تند آگ ہے۔ [۱۱]

قیامت کھڑکھڑا دینے والی ہے: [آیت: ۱-۱۱] ﴿قَارِعَةُ﴾ بھی قیامت کا نام ہے جیسے خَافَهُ طَائِفَةٌ صَاحِبَهُ غَاشِيَةً وغیرہ۔ اس کی بڑائی اور ہولناکی کے بیان کے لیے سوال ہوتا ہے کہ وہ کیا چیز ہے؟ اس کا علم بغیر میرے بتائے کسی کو حاصل نہیں ہو سکتا ہے۔ پھر خود بتاتا ہے کہ اس دن لوگ منتشر اور پر آگندہ حیران و پریشان ادھر ادھر گھوم رہے ہوں گے جس طرح پروانے ہوتے ہیں جیسے اور جگہ فرمایا ہے ﴿تَكُونُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوشِ﴾ ❶ گویا وہ ہڈیاں ہیں پھیلی ہوئیں۔ پھر فرمایا پہاڑوں کا یہ حال ہوگا کہ وہ دھنی ہوئی اون کی طرح ادھر ادھر اڑتے نظر آئیں گے۔ پھر فرماتا ہے اس دن ہر نیک و بد کا انجام ظاہر ہو جائے گا، نیکوں کی بزرگی اور بروں کی اہانت کھل جائے گی، جس کی نیکیاں وزن میں برائیوں سے بڑھ گئیں وہ عیش و آرام کی زندگی جنت میں بسر کرے گا اور جس کی بدیاں نیکیوں پر چھا گئیں، بھلائیوں کا پلڑا ہلکا ہو گیا وہ جہنمی ہو جائے گا، وہ منہ کے بل اوندھا جہنم میں گرا دیا جائے گا۔ ام سے مراد دماغ ہے یعنی سر کے بل ہاویہ میں جائے گا، اور یہ بھی معنی ہیں کہ فرشتے جہنم میں اس کے سر پر عذابوں کی بارش برسائیں گے، اور یہ بھی مطلب ہے کہ اس کا اصلی ٹھکانہ وہ جگہ ہے جہاں اس کے لیے قرار گاہ مقرر کیا گیا ہے وہ جہنم ہے۔ ﴿هَاطِيَةٌ﴾ جہنم کا نام ہے اسی لیے اس کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ تمہیں نہیں معلوم کہ ہادیہ کیا ہے؟ اب میں بتاتا ہوں کہ وہ شعلے مارتی بھڑکتی ہوئی آگ ہے۔

حضرت اشعث بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مؤمن کی موت کے بعد اس کی روح کو ایمانداروں کی روحوں کی طرف لے جاتے ہیں اور فرشتے ان سے کہتے ہیں کہ اپنے بھائی کی دلجوئی اور تسکین کرو، یہ دنیا کے رنج و غم میں مبتلا تھا اب وہ نیک روحیں اس سے

پوچھتی ہیں کہ فلاں کا کیا حال ہے؟ وہ کہتا ہے کہ وہ تو مر چکا، کیا تمہارے پاس نہیں آیا؟ تو یہ سمجھ لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ پھونکوا سے وہ تو اپنی ماں ہادیہ میں پہنچا۔ ابن مردویہ کی ایک مرفوع حدیث میں یہ بیان خوب بسط سے ہے اور ہم نے بھی اسے کتاب صفۃ النار میں وارد کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے فضل و کرم سے اس آگ جہنم سے نجات دے آمین۔

آگ جھلسا دینے والی: پھر فرماتا ہے کہ وہ سخت تیز حرارت والی آگ ہے بڑے شعلے مارنے والی جھلسا دینے والی۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ”تمہاری یہ آگ تو اس کا ستر واں حصہ ہے۔ لوگوں نے کہا حضرت! ہلاکت کو تو یہی کافی ہے آپ ﷺ نے فرمایا ہاں لیکن آتش دوزخ تو اس سے انتہر حصے تیز ہے۔“ صحیح بخاری میں یہ حدیث ہے اور اس میں یہ بھی ہے کہ ہر ہر حصہ اس آگ جیسا ہے۔ ① مسند احمد میں بھی یہ روایت موجود ہے۔ ② مسند احمد کی ایک حدیث میں اس کے ساتھ یہ بھی ہے کہ ”یہ آگ باوجود اس آگ کا ستر واں حصہ ہونے کے پھر بھی دوسرے سمندر کے پانی میں بجھا کر بھی بجی گئی ہے اگر یہ نہ ہوتا تو اس سے بھی نفع نہ اٹھا سکتے۔“ ③ اور ایک حدیث میں ہے کہ یہ آگ سوواں حصہ ہے۔ ④ طبرانی میں ہے کہ ”جانتے ہو کہ تمہاری اس آگ اور آگ جہنم کے درمیان کیا نسبت ہے؟ تمہاری اس آگ کے دھوئیں سے بھی ستر حصہ زیادہ سیاہ خود وہ آگ ہے۔“ ⑤ ترمذی اور ابن ماجہ میں حدیث ہے کہ ”جہنم کی آگ ایک ہزار سال تک جلائی گئی تو سرخ ہو گئی پھر ایک ہزار سال تک جلائی گئی تو سفید ہو گئی پھر ایک ہزار سال تک جلائی گئی تو سیاہ ہو گئی پس اب وہ سخت سیاہ اور بالکل اندھیرے والی ہے۔“ ⑥

مسند احمد کی حدیث میں ہے کہ ”سب سے ہلکے عذاب والا جہنمی وہ ہے جس کے پیروں میں آگ کی دو جوتیاں ہوں گی جن سے اس کا دماغ کھد بدیاں لے رہا ہوگا۔“ ⑦ بخاری و مسلم میں ہے کہ ”آگ نے اپنے رب سے شکایت کی کہ اے اللہ! میرا ایک حصہ دوسرے کو کھائے جا رہا ہے تو پروردگار نے اسے دوسرائیں لینے کی اجازت دی ایک جاڑے میں ایک گرمی میں پس سخت جاڑا جو تم پاتے ہو یہ اس کا سرد سانس ہے اور سخت گرمی جو پڑتی ہے یہ اس کے گرم سانس کا اثر ہے۔“ ⑧ اور حدیث میں ہے کہ ”جب گرمی شدت کی پڑے تو نماز ٹھنڈی کر کے پڑھو۔ کیونکہ گرمی کی سختی جہنم کے جوش کی وجہ سے ہے۔“ ⑨

الْحَمْدُ لِلَّهِ سُوْرَةُ قَارِعَةٍ تَفْسِيرُ خَتْمِ هُوَی۔

① صحیح بخاری، کتاب بدء الخلق، باب صفۃ النار انھا مخلوقۃ، ۳۲۶۵؛ صحیح مسلم، ۲۸۴۳؛ مؤطا، ۲/۹۹۴؛ ابن حبان، ۷۴۶۲۔ ② احمد، ۲/۴۶۷ وسند حسن۔ ③ احمد، ۲/۲۴۴ وهو حدیث صحیح؛ مسند الحمیدی بتحقیقی، ۱۱۳۶ وسند صحیح۔ ④ احمد، ۲/۳۷۸ وسند صحیح۔

⑤ المعجم الاوسط للطبرانی، ۴۸۹ وسند ضعیف فیہ احمد بن عمرو الخلال لم نقف علی ترجمتہ وباقی السند صحیح۔

⑥ ترمذی، کتاب صفۃ جہنم، باب منہ فی صفۃ النار وانھا سوداء مظلمۃ، ۲۵۹۱ وسند ضعیف شریک قاضی مدلس کے سماع کی تصریح نہیں ہے۔ ابن ماجہ، ۴۳۲۰۔ ⑦ احمد، ۲/۴۳۲؛ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب اھون اھل النار عذابا، ۲۱۱۔

⑧ صحیح بخاری، کتاب مواقیب الصلاۃ، باب الابراد بالظھر فی شدۃ الحر، ۵۳۷؛ صحیح مسلم، ۶۱۷؛ ترمذی، ۲۵۹۲؛ ابن ماجہ، ۴۳۱۹؛ احمد، ۲/۴۶۲۔ ⑨ صحیح بخاری، کتاب مواقیب الصلاۃ، باب الابراد بالظھر فی شدۃ الحر، ۵۳۶؛ صحیح مسلم، ۶۱۵؛ احمد، ۲/۲۲۹؛ ابن حبان، ۱۵۰۶۔

تفسیر سورہ تکاثر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْهٰکُمُ التَّکَاثُرُ ۱۰۱ حَتّٰی زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ۱۰۲ کَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۱۰۳ ثُمَّ کَلَّا سَوْفَ

تَعْلَمُوْنَ ۱۰۴ کَلَّا کُو تَعْلَمُوْنَ ۱۰۵ عِلْمَ الْیَقِیْنِ ۱۰۶ لَتَرَوُنَّ الْجَحِیْمَ ۱۰۷ ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا

عِیْنَ الْیَقِیْنِ ۱۰۸ ثُمَّ لَتَسْأَلَنَّ یَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِیْمِ ۱۰۹

ترجمہ: بہت بڑے مہربان نہایت رحم کرنے والے اللہ کے نام سے شروع۔

زیادتی کی چاہت نے تمہیں غافل کر دیا [۱] یہاں تک کہ تم قبرستان جا پہنچو [۲] انہیں نہیں تم معلوم کر لو گے۔ [۳] اور ابھی ابھی تمہیں علم ہو جائے گا۔ [۴] یوں نہیں اگر تم یقینی طور پر جان لیتے۔ [۵] بیشک تم جہنم دیکھ لو گے۔ [۶] اور تم اسے یقین کی آنکھ سے دیکھ لو گے [۷] پھر اس دن تم سے ضرور بالضرور نعمتوں کا سوال ہوگا۔ [۸]

دنیا کی محبت میں آخرت سے غفلت خطرناک ہے: [آیت: ۱-۸] ارشاد ہوتا ہے کہ دنیا کی محبت اس کے پالنے کی کوشش نے تمہیں آخرت کی طلب اور نیک کاموں سے بے پرواہ کر دیا تم اسی دنیا کی ادھیڑ بن میں رہے کہ اچانک موت آگئی اور تم قبروں میں پہنچ گئے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ ”اطاعت پروردگار سے تم نے دنیا کی جستجو میں بھنس کر بے رغبتی کر لی اور مرتے دم تک غفلت برتی“ (ابن ابی حاتم)۔ حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مال اور اولاد کی زیادتی کی ہوس میں موت کا خیال پرے پھینک دیا۔ صحیح بخاری کتاب الرقاق میں ہے کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ((لَوْ تَكَانِ لِبَإْنِ اَدَمَ وَاِدْمٍ فَهْبٌ)) یعنی اگر ابن آدم کے پاس ایک جنگل بھر کر سونا ہو اسے ہم قرآن کی آیت ہی سمجھتے رہے یہاں تک کہ ﴿اَلْهٰکُمُ التَّکَاثُرُ﴾ نازل ہوئی۔ ② مسند احمد میں ہے کہ ”حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں جناب رسول اللہ کی خدمت میں جب آیا تو آپ اس آیت کو پڑھ رہے تھے آپ ﷺ نے فرمایا ابن آدم کہتا رہتا ہے کہ میرا مال میرا مال حالانکہ تیرا مال تو صرف وہ ہے جسے تو نے کھا کر فنا کر دیا یا پہن کر پھاڑ دیا یا صدقے دے کر باقی رکھ لیا۔“ ③ صحیح مسلم میں اتنا اور زیادہ ہے کہ اس کے سوا جو کچھ ہے اسے تو تو لوگوں کے لیے چھوڑ چھاڑ کر چل دے گا۔ ④

بخاری کی حدیث میں ہے کہ ”میت کے ساتھ تین چیزیں جاتی ہیں جن میں سے دو تو پلٹ آتی ہیں صرف ایک ساتھ رہ جاتی ہے۔ گھر والے مال اور اعمال۔ اہل و مال تو لوٹ آئے عمل ساتھ رہ گئے“ ⑤ مسند احمد کی حدیث میں ہے کہ ابن آدم بوڑھا ہو جاتا ہے لیکن دو چیزیں اس کے ساتھ باقی رہ جاتی ہیں لالچ اور امنگ۔ ⑥ حضرت ضحاک رحمہ اللہ نے ایک شخص کے ہاتھ میں ایک درہم

- ① ابن ابی حاتم و سندہ موضوع زکریا بن یحییٰ الوفا کذاب وفی السند علل اخری۔ ② صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب مایبقى من فتنۃ المال، ۶۴۴۰۔ ③ احمد، ۴/۲۴؛ صحیح مسلم، کتاب الزہد، باب الدنیا سجن للمؤمن وجنۃ للکافر، ۲۹۵۸؛ ترمذی، ۲۳۴۲۔ ④ صحیح مسلم، حوالہ سابق، ۲۹۵۹۔ ⑤ صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب سکرۃ الموت، ۶۵۱۴؛ صحیح مسلم، ۲۹۶۰؛ ترمذی، ۲۳۷۹۔ ⑥ احمد، ۳/۱۱۵ ح ۱۲۱۴۲ و سندہ صحیح و هو متفق علیہ البخاری، ۶۴۲۱ و مسلم، ۱۰۴۷ من حدیث شعبۃ بہ اس معنی کی روایت صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب من بلغ ستین سنۃ اعذر اللہ الیہ فی العمر، ۶۴۲۱؛ صحیح مسلم، ۱۰۴۷؛ مسند الطیالسی، ۲۰۰۵ میں بھی موجود ہے۔

دیکھ کر پوچھا کہ یہ درہم کس کا ہے؟ اس نے کہا میرا۔ فرمایا تیرا تو اس وقت ہوگا کہ کسی نیک کام میں تو خرچ کر دے یا بطور شکر اللہ تعالیٰ کے خرچ کرے۔ حضرت اخفؓ نے اس واقعہ کو بیان کر کے پھر یہ شعر پڑھا۔

اَنْتَ لِلْمَالِ اِذَا اَمْسَكَكَ لَإِذَا اَنْفَقْتَهُ الْمَالُ لَكَ

یعنی ”جب کہ تو مال کو لیے بیٹھا ہے تو تو مال کی ملکیت ہے ہاں جب اسے خرچ کر دے گا اس وقت مال تیری ملکیت میں ہو جائے گا۔“ ابن بریدہؒ فرماتے ہیں: ”بنو حارثہ اور بنو حارثہ انصار کے قبائل آپس میں فخر و غرور کرنے لگے ایک کہتا دیکھو ہم میں فلاں شخص ایسا بہادر ایسا جیوٹ یا اتنا بڑا مالدار وغیرہ ہے دوسرے قبیلے والے اپنے میں ایسوں کو پیش کرتے تھے جب زندوں کے ساتھ یہ فخر و مباہات کر چکے تو کہنے لگے کہ آؤ قبرستان میں چلیں وہاں جا کر اپنے اپنے مردوں کی قبروں کی طرف اشارے کر کے کہنے لگے بتلاؤ اس جیسا بھی تم میں کوئی گزرا ہے وہ انہیں اپنے مردوں کے ساتھ الزام دینے لگے اس پر یہ دونوں ابتدائی آیتیں اتریں کہ تم فخر و مباہات کرتے ہوئے قبرستان پہنچ گئے اور اپنے اپنے مردوں پر بھی فخر و غرور کرنے لگے۔ چاہیے تھا کہ یہاں آ کر عبرت حاصل کرتے اپنا مرنا اور سرنانا اور گلنا یاد کرتے۔“

حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں کہ ”لوگ اپنی زیادتی اور اپنی کثرت پر گھمنڈ کرتے تھے یہاں تک کہ ایک ایک ہو کر قبروں میں ٹھس گئے۔“ مطلب یہ ہے کہ بہتایت کی چاہت نے غفلت میں ہی رکھا یہاں تک کہ مر گئے اور قبروں میں دفن ہو گئے۔ صحیح حدیث میں ہے کہ ”نبی ﷺ ایک اعرابی کی عیادت کو تشریف لے گئے اور حسب عادت فرمایا کہ کوئی ڈر خوف نہیں ان شاء اللہ تعالیٰ گناہوں سے پاکیزگی حاصل ہوگی تو اس نے کہا آپ اسے خوب پاک بتلا رہے ہیں یہ تو وہ بخار ہے جو بوڑھے بڑوں پر جوش مارتا ہے اور قبر تک پہنچا کر رہتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اچھا پھر یوں ہی کہی۔“ ① اس حدیث میں بھی لفظ (تُزَيَّرُ الْقُبُورُ) ہے اور یہاں قرآن میں بھی ﴿زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ﴾ ہے۔ پس معلوم ہوتا ہے کہ اس سے مراد مر کر قبر میں دفن ہونا ہی ہے۔ ترمذی میں ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ ”جب تک یہ آیت نہ اترتی ہم عذاب قبر کے بارے میں شک میں ہی رہے۔“ ② یہ حدیث غریب ہے۔

ابن ابی حاتم میں ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اس آیت کی تلاوت کی پھر کچھ دیر سوچ کر فرمانے لگے میمون! قبروں کا دیکھنا تو صرف بطور زیارت ہے اور ہر زیارت کرنے والا اپنی جگہ لوٹ جاتا ہے یعنی خواہ جنت کی طرف خواہ دوزخ کی طرف۔ ایک اعرابی نے بھی ایک شخص کی زبانی ان دونوں آیتوں کی تلاوت سن کر یہی فرمایا تھا کہ اصل مقام اور ہی ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ دھمکاتے ہوئے دودر مرتبہ فرماتا ہے کہ حقیقت حال کا علم تمہیں ابھی ہو جائے گا۔ یہ مطلب بھی بیان کیا گیا ہے کہ پہلے مراد کفار ہیں دوبارہ مؤمن مراد ہیں۔ پھر فرماتا ہے کہ اگر تم علم یقینی کے ساتھ اسے معلوم کر لیتے یعنی اگر ایسا ہوتا تو تم غفلت میں نہ پڑتے اور مرتے دم تک اپنی آخری منزل آخرت سے غافل نہ رہتے پھر جس چیز سے پہلے دھمکایا تھا اسی کا بیان کر رہا ہے کہ تم جہنم کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لو گے کہ اس کی ایک ہی جنبش کے ساتھ اور تو اور انبیاء علیہم السلام بھی بہت خوف کے مارے گھنٹوں کے بل گر جائیں گے اس کی عظمت اور وہشت ہر دل پر چھائی ہوئی ہوگی جیسے کہ بہت سی احادیث میں تفصیل مردی ہے۔

① صحیح بخاری، کتاب المرضی، باب عیادة الاعراب، ۶۵۶۲، المعجم الكبير، ۱۱۹۵۱۔

② ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورة ﴿الهاکم التکاش﴾، ۳۳۵۵، وسندہ ضعیف حجاج بن ارطاة ضعیف مدلس ومحمد بن ابی لیلی ضعیف مشہور۔

روز قیامت نعمتوں کے متعلق سوال ہوگا: پھر فرمایا کہ اس دن تم سے نعمتوں کی باز پرس ہوگی، صحت، اس رزق وغیرہ تمام نعمتوں کی نسبت سوال ہوگا کہ ان کا شکر کہاں تک ادا کیا۔ ابن ابی حاتم کی ایک غریب حدیث میں ہے کہ ”ٹھیک دو پہر کو رسول اللہ ﷺ اپنے گھر سے چلے دیکھا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی مسجد میں آ رہے ہیں پوچھا کہ اس وقت کیسے نکلے ہو؟ کہا حضور جس چیز نے آپ کو نکالا ہے اسی نے مجھے بھی نکالا ہے اتنے میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی آ گئے ان سے بھی حضور ﷺ نے یہی فرمایا اور آپ نے بھی یہی جواب دیا۔ پھر حضور ﷺ نے ان دونوں بزرگوں سے باتیں کرنی شروع کیں پھر فرمایا: اگر ہمت ہو تو اس باغ تک چلے چلو کھانا پیانا مل ہی جائے گا اور سایہ دار جگہ بھی۔ ہم نے کہا بہت اچھا پس آپ ﷺ ہمیں لے کر ابو الہیثم انصاری رضی اللہ عنہ کے باغ کے دروازے پر آئے۔ آپ ﷺ نے سلام کیا اور اجازت چاہی ام یثم انصاری رضی اللہ عنہ دروازے کے پیچھے ہی کھڑی تھیں سن رہی تھیں لیکن اونچی آواز سے جواب نہیں دیا اس لالچ سے کہ اللہ کے رسول ﷺ اور زیادہ سلامتی کی دعا کریں اور کئی کئی مرتبہ آپ ﷺ کا سلام سنیں جب تین مرتبہ حضور ﷺ سلام کر چکے اور کوئی جواب نہ ملا تو واپس روانہ ہوئے۔ اب تو حضرت ابو الہیثم رضی اللہ عنہ کی والدہ صاحبہ دوڑیں اور کہا حضور ﷺ میں آپ کی آوازیں سن رہی تھیں لیکن میرا ارادہ تھا کہ اللہ کرے آپ کئی کئی مرتبہ سلام کریں اس لئے میں نے اپنی آواز آپ کو نہ سنائی آپ آئیے تشریف لے چلے۔ آپ ﷺ نے ان کے اس فعل کو اچھی نظروں سے دیکھا پھر فرمایا کہ خود ابو الہیثم کہاں ہیں؟ والدہ صاحبہ نے فرمایا حضور وہ بھی یہیں قریب ہی پانی لینے گئے ہیں آپ تشریف لائے ان شاء اللہ آتے ہی ہوں گے۔ حضور ﷺ باغ میں رونق افروز ہوئے بی بی صاحبہ نے ایک سایہ دار درخت تلے کچھ بچھا دیا جس پر آپ ﷺ تشریف فرما ہوئے اتنے میں حضرت ابو الہیثم رضی اللہ عنہ بھی آ گئے بے حد خوش ہوئے آنکھوں کو ٹھنڈک اور دل کو سکھ نصیب ہوا اور جلدی جلدی ایک کھجور کے درخت پر چڑھ گئے اور اچھے اچھے خوشے اتار اتار کر دینے لگے یہاں تک کہ خود آپ ﷺ نے روک دیا۔ صحابی نے کہا یا رسول اللہ! گلدی اور تر اور بالکل پکی اور جس طرح کی چاہیں تناول فرمائیں۔ جب کھجوریں کھا چکے تو بیٹھا پانی لائے جسے پیا پھر حضور ﷺ فرمانے لگے یہی وہ نعمتیں ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے ہاں پوچھے جاؤ گے۔ ①

ابن جریر کی اسی حدیث میں ہے کہ ”ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما بیٹھے ہوئے تھے کہ ان کے پاس حضور ﷺ تشریف لائے اور فرمایا کہ یہاں کیسے بیٹھے ہو؟ دونوں نے کہا حضور بھوک کے مارے گھر سے نکل کھڑے ہوئے ہیں۔ فرمایا اس اللہ کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ بھیجا ہے میں بھی اسی وجہ سے اس وقت نکلا ہوں۔ اب آپ انہیں لے کر چلے اور ایک انصاری کے گھر آئے ان کی بیوی صاحبہ بل گئیں پوچھا کہ تمہارے میاں کہاں گئے ہیں؟ کہا گھر کے لیے بیٹھا پانی لانے گئے ہیں۔ اتنے میں وہ مشک اٹھائے ہوئے آ ہی گئے خوش ہو گئے اور کہنے لگے مجھ جیسا خوش قسمت آج کوئی بھی نہیں جس کے گھر اللہ کے نبی تشریف لائے ہیں۔ مشک تو لٹکا دی اور خود جا کر کھجوروں کے تازہ تازہ خوشے لے آئے آپ ﷺ نے فرمایا جن کرا لگ کر کے لاتے تو جواب دیا کہ حضور میں نے چاہا آپ اپنی طبیعت کے مطابق اپنی پسند سے جن لیں اور نوش فرمائیں پھر چھری ہاتھ میں تھامی کہ کوئی جانور ذبح کر کے گوشت پکائیں تو آپ ﷺ نے فرمایا دیکھو دودھ دینے والا جانور ذبح نہ کرنا۔ چنانچہ اس نے ذبح کیا آپ ﷺ نے وہیں کھانا تناول فرمایا۔ پھر فرمانے لگے دیکھو بھوکے گھر سے نکلے اور پیٹ بھرے جا رہے ہو یہی وہ نعمتیں ہیں جن کے بارے میں قیامت کے دن سوال ہوگا۔“ ②

① اس کی سند میں عبد اللہ بن یحییٰ ابو خلف الخزاز ”منکر الحدیث“ راوی ہے (المیزان، ۲/ ۴۷۰؛ رقم: ۴۴۹۶) لہذا یہ روایت سخت ضعیف ہے۔

② الطبری، ۵۸۳/ ۲۴، وسندہ ضعیف، ولید بن مسلم مدلس وعنعن یہ روایت مختلف الفاظ سے صحیح مسلم، کتاب الاشربة،

باب جواز استباحہ غیر الی دار..... ۲۰۳۸؛ ترمذی، ۲۳۶۹ میں بھی موجود ہے۔

رسول اللہ ﷺ کے آزاد غلام حضرت ابو عسیب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ”رات کو رسول اللہ ﷺ نے مجھے آواز دی میں نکلا پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بلایا پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بلایا پھر کسی انصاری کے باغ میں تشریف لے گئے اور فرمایا لاؤ بھائی کھانے کو وہ انگوڑے خوشے اٹھالائے اور آپ کے سامنے رکھ دیئے آپ ﷺ نے اور آپ کے ساتھیوں نے کھائے پھر فرمایا ٹھنڈا پانی پلاؤ وہ لائے آپ ﷺ نے پیا پھر فرمانے لگے قیامت کے دن اس سے باز پرس ہوگی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وہ خوشہ اٹھا کر زمین پر دے مارا اور کہنے لگے اس کے بارے میں بھی اللہ کے ہاں پرسش ہوگی۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں صرف تین چیزوں کی تو پرسش نہیں پر وہ پوشی کے لائق کپڑا بھوک روکنے کے قابل ٹکڑا اور سردی گری میں سر چھپانے کے لیے مکان۔“ (مسند احمد)

مسند احمد کی ایک اور حدیث میں ہے کہ ”جب یہ سورت نازل ہوئی اور حضور ﷺ نے پڑھ کر سنائی تو صحابہ رضی اللہ عنہم کہنے لگے کہ ہم سے کس نعمت پر سوال ہوگا؟ کھجوریں کھا رہے ہیں اور پانی پی رہے ہیں تلواریں گردنوں میں لٹک رہی ہیں اور دشمن سر پر کھڑا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا گھبراؤ نہیں عنقریب نعمتیں آجائیں گی۔“ (۲) حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ”ایک مرتبہ ہم بیٹھے ہوئے تھے کہ حضور ﷺ تشریف لائے اور نہائے ہوئے معلوم ہوتے تھے ہم نے کہا حضور! اس وقت تو آپ خوش و خرم نظر آتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں۔ پھر لوگ تو گری کا ذکر کرنے لگے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس کے دل میں خوف الہی ہو اس کے لیے تو گری کوئی بری چیز نہیں اور یاد رکھو متی شخص کے لیے صحت تو گری سے بھی اچھی ہے اور خوش نفسی بھی اللہ کی نعمت ہے۔“ (۳) (مسند احمد) کن نعمتوں کے متعلق سوال ہوگا: ابن ماجہ میں بھی یہ حدیث ہے۔ ترمذی میں ہے نعمتوں کے سوال میں قیامت والے دن سب سے پہلے یہ کہا جائے گا کہ ”ہم نے تجھے صحت نہیں دی تھی؟ اور ٹھنڈے پانی سے تجھے آسودہ نہیں کیا کرتے تھے؟“ (۴) ابن ابی حاتم کی روایت میں ہے کہ اس آیت ﴿لَنْ نَسْأَلَكَ﴾ الخ کون کر صحابہ رضی اللہ عنہم کہنے لگے کہ حضور! ہم تو جو کی روٹی اور وہ بھی آدھا پیٹ کھا رہے ہیں۔ تو اللہ کی طرف سے وحی آئی کہ کیا تم پیر بچانے کے لئے جو تیاں نہیں پہنتے اور کیا تم ٹھنڈے پانی نہیں پیتے؟ یہی قابل پرسش نعمتیں ہیں۔ (۵) اور روایت میں ہے کہ امن اور صحت سے سوال ہوگا پیٹ بھر کھانے سے، ٹھنڈے پانی سے، سائے دار گھروں سے، میٹھی نیند سے بھی سوال ہوگا شہد پینے سے، لذتیں حاصل کرنے سے، صبح شام کے کھانے سے، گھی شہد اور میدے کی روٹی وغیرہ غرض ان تمام نعمتوں کے بارے میں اللہ کے ہاں سوال ہوگا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ ”بدن کی صحت کانوں اور آنکھوں کی صحت کے بارے میں بھی سوال ہوگا کہ ان طاقتوں سے کیا کیا کام کیے۔“

جیسے قرآن کریم میں ہے ﴿إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَٰئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولًا﴾ (۶) ہر شخص سے اس کے کان اس کی آنکھ اور اس کے دل کے بارے میں بھی پوچھ ہوگی۔ صحیح بخاری وغیرہ کی حدیث میں ہے کہ ”دو نعمتوں کے بارے میں لوگ بہت ہی غفلت برت رہے ہیں صحت اور فراغت“ (۷) یعنی نہ تو ان کا پورا شکر ادا کرتے ہیں نہ ان کی عظمت کو جانتے ہیں نہ انہیں

① احمد، ۸۱/۵ وسندہ حسن؛ مجمع الزوائد، ۱۰/۲۶۷۔ ② احمد، ۵/۴۲۹ وسندہ حسن۔

③ احمد، ۵/۳۷۲؛ ابن ماجہ، کتاب التجارات، باب الحث علی الکسب، ۲۱۴۱ وسندہ صحیح۔

④ ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورة ﴿الہاکم التکاثر﴾، ۳۳۵۸ وسندہ صحیح؛ ابن حبان، ۲۵۸۵؛ حاکم، ۱۳۸/۴ حاکم اور ذہبی نے اسے صحیح کہا ہے۔

⑤ اس کی سند میں حفص بن عمر ضعیف راوی ہے۔ لہذا یہ روایت ضعیف ہے۔ ⑥ ۱۷/ بنی اسرائیل: ۳۶۔

⑦ صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب الصحة والفراغ، ۶۴۱۲؛ ترمذی، ۲۳۰۴؛ ابن ماجہ، ۴۱۷۰۔

رب کی مرضی کے مطابق صرف کرتے ہیں۔ بزار میں ہے تہبند کے سوا اور سائے وارد یواروں کے سوا اور روٹی کے ٹکڑے کے سوا ہر چیز کا قیامت کے دن حساب دینا پڑے گا۔ ①

مسند احمد کی مرفوع حدیث میں ہے کہ ”اللہ عز وجل قیامت کے دن فرمائے گا اے ابن آدم! میں نے تجھے گھوڑوں پر اور اونٹوں پر سوار کرایا، عورتیں تیرے نکاح میں دیں، تجھے مہلت دی کہ تو ہمسی خوشی آرام و راحت سے زندگی گزارے۔ اب بتا کہ اس کا شکر یہ کہاں ہے؟“ ②

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے سورۃ نکاث کی تفسیر ختم ہوئی، وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔



① مسند البزار: ۳۶۴۳ و سندہ ضعیف اس کی سند میں یحییٰ بن ابی سلیم مشہور ضعیف راوی ہے۔ ② احمد: ۴۹۲/۲ و سندہ صحیح اس معنی کی روایت صحیح مسلم، کتاب الزہد، باب الدنيا سجن للمؤمن وجنة للكافر: ۲۹۶۸۔

تفسیر سورۃ عصر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَالْعَصْرِ ۱۱ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ۱۲ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

وَتَوَّصَّوْا بِالْحَقِّ ۱۳ وَتَوَّصَّوْا بِالصَّبْرِ ۱۴

ترجمہ: اللہ تعالیٰ بہت بڑی بخشش کرنے والے بہت بڑے رحم کرنے والے کے نام سے شروع۔

زمانے کی قسم [۱] بے شک و یقین انسان سراسر نقصان میں ہے۔ [۲] سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے اور جنہوں نے آپس میں حق کی وصیت کی اور ایک دوسرے کو صبر کی نصیحت کی۔ [۳]

تعارف سورت: حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ اپنے مسلمان ہونے سے پہلے ایک مرتبہ میلہ کذاب سے ملے اس نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کر رکھا تھا۔ عمرو رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر پوچھنے لگا کہ تو اس مدت میں تمہارے نبی پر بھی کوئی وحی نازل ہوئی ہے؟ حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے جواب دیا ایک مختصری نہایت فصاحت والی سورت اتری ہے۔ پوچھا وہ کیا ہے؟ حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے سورۃ العصر پڑھ کر سنائی۔ میلہ ذرا دیر سوچا رہا پھر کہنے لگا عمرو! دیکھو مجھ پر بھی اسی جیسی سورۃ اتری ہے۔ عمرو رضی اللہ عنہ نے کہا وہ کیا؟ کہا یہ ”يَا وَبُوْ يٰا وَبُوْ۔ اِنَّمَا اَنْتَ اَذْنَانٌ وَصَدُوْرٌ۔ وَسَآوُوْا خَصَرَ نَظْمٍ“ پھر کہنے لگا عمرو! کہو تمہارا کیا خیال ہے؟ عمرو رضی اللہ عنہ نے کہا میرا خیال تو تو خود ہی جانتا ہے کہ مجھے تیرے جھوٹا ہونے کا علم ہے۔ ویرلی جیسا ایک جانور ہے اس کے دونوں کان ذرا بڑے ہوتے ہیں اور سیدہ بھی باقی جسم بالکل حقیر اور دایا ہوتا ہے۔ اس کذاب نے ایسی فضول گوئی اور بکواس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے کلام کا معارضہ کرنا چاہا جسے سن کر عرب کے بت پرست لوگوں نے بھی اس کا کاذب اور مفتری ہونا سمجھ لیا۔ طبرانی میں ہے کہ دو صحابیوں کا یہ دستور تھا کہ جب ملتے ایک اس سورۃ کو پڑھتا دوسرا سنتا پھر سلام کر کے رخصت ہو جاتے۔ ①

فائدہ: حضرت امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ”اگر لوگ اس سورت کو نور و تدبر سے پڑھیں اور سمجھیں تو یہی ایک سورت کافی ہے۔“ کامیاب زندگی کے چار اصول: [آیت: ۱-۳] عصر سے مراد زمانہ ہے جس میں انسان نیکی بدی کے کام کرتا ہے۔ حضرت زید بن اسلم رحمہ اللہ نے اس سے مراد عصر کی نماز یا عصر کی نماز کا وقت بیان کیا ہے، لیکن مشہور پہلا قول ہی ہے۔ اس قسم کے بعد بیان فرماتا ہے کہ انسان نقصان میں، ٹوٹے میں اور ہلاکت میں ہے ہاں اس نقصان سے بچنے والے وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں ایمان ہو، اعمال میں نیکیاں ہوں، حق کی وصیتیں کرنے والے ہوں، یعنی نیکی کے کام کرنے کی حرام کاموں سے رکنے کی ایک دوسرے کو تاکید کرتے ہوں، قسمت کے لکھے پر مصیبتوں کی برداشت پر صبر کرتے ہوں، اور دوسروں کو بھی اس کی تلقین کرتے ہوں، ساتھ ہی بھلی باتوں کا حکم کرنے اور بری باتوں سے روکنے میں لوگوں کی طرف سے جو بلائیں اور تکلیفیں پہنچیں ان کی بھی سہار کرتے ہوں اور اسی کی تلقین اپنے ساتھیوں کو بھی کرتے ہوں یہ ہیں جو اس صریح نقصان سے مستثنیٰ ہیں۔ سورۃ عصر کی تفسیر مجھ لکھ ختم ہوئی۔

تفسیر سورہ ہمزہ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ ۚ الَّذِي جَمَعَ مَالًا وَعَدَّدَهُ ۚ يَحْسَبُ أَنَّ مَالَهُ أَخْلَدَهُ ۚ

كَلَّا لَيُنْبَذَنَّ فِي الْحُطَمَةِ ۚ وَمَا أَدْرَاكَ مَا الْحُطَمَةُ ۚ نَارُ اللَّهِ الْمَوْقُودَةُ ۚ الَّتِي

تَطَّلِعُ عَلَى الْآفِئَةِ ۚ إِنَّهَا عَلَيْهِمْ مُّوَصَّدَةٌ ۚ فِي عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ ۚ

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع جو بہت بخشش کرنے والا نہایت مہربان ہے۔

بڑی خرابی ہے ہر ایسے شخص کی جو عیب ٹٹولنے والا غیبت کرنے والا ہو۔ [۱] جو مال کو جمع کرتا جائے اور گنتا جائے [۲] سمجھے کہ اس کا مال اس کے پاس سدا رہے گا۔ [۳] انہیں نہیں یہ تو توڑ پھوڑ دینے والی آگ میں پھینک دیا جائے گا [۴] تجھے کیا معلوم کہ ایسی آگ کیا کچھ ہوگی؟ [۵] وہ اللہ تعالیٰ کی سلگائی ہوئی آگ ہوگی [۶] جو دلوں پر چڑھتی چلی جائے گی [۷] اور ان پر بڑے بڑے ستونوں میں ہر طرف سے بند کی ہوئی ہوگی۔ [۸-۹]

چغل خوری کی مذمت: [آیت: ۱-۹] اللہ تعالیٰ فرماتا ہے زبان سے لوگوں کی عیب گیری کرنے والا اپنے کاموں سے دوسروں کی عمارت کرنے والا خرابی والا شخص ہے۔ ﴿هَمَزٌ لُّمَزَةٌ ۖ بِنَمِيمٍ﴾ ❶ کی تفسیر بیان ہو چکی ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ ”اس سے مراد طعنہ دینے والا غیبت کرنے والا ہے۔“ ریح بن اسد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ”سامنے برا کہنا (هَمَزٌ) ہے اور پیچھے عیب بیان کرنا (لُّمَزَةٌ) ہے۔“ قتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ”زبان سے اور آنکھ کے اشاروں سے بندگان الہی کو ستانا اور چڑھانا مراد ہے کہ کبھی تو ان کا گوشت کھائے یعنی غیبت کرے اور کبھی ان پر طعنہ زنی کرے۔“ مجاہد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ﴿هَمَزٌ﴾ ہاتھ اور آنکھ سے ہوتا ہے اور ﴿لُّمَزَةٌ﴾ زبان سے۔ بعض کہتے ہیں کہ اس سے مراد خنس بن شریق کا کفر ہے۔ مجاہد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ”آیت عام ہے۔“ پھر فرمایا جو جمع کرتا جاتا ہے اور گن گن کر رکھتا جاتا ہے۔ جیسے اور جگہ ہے ﴿جَمَعَ قُلُوبَهُمْ﴾۔

ناحق مال کمانے والے کے لئے ہلاکت ہے: حضرت کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ”دن بھر تو مال کمانے کی ہائے وائے میں لگا رہا اور رات کو سڑی بھسی لاش کی طرح پڑا رہا“ اس کا خیال یہ ہے کہ اس کا مال اسے ہمیشہ دنیا میں رکھے گا حالانکہ واقعہ یوں نہیں بلکہ یہ بخیل اور لالچی انسان جہنم کے اس طبقہ میں گرے گا جو ہر اس چیز کو جو اس میں گرے چور چور کر دیتا ہے۔ پھر فرماتا ہے کہ یہ توڑ پھوڑ کرنے والی کیا چیز ہے؟ اس کا حال اے نبی! تمہیں معلوم نہیں یہ اللہ تعالیٰ کی سلگائی ہوئی آگ ہے جو دلوں پر چڑھ جاتی ہے جلا کر بھسم کر دیتی ہے لیکن وہ مرتے نہیں۔ حضرت ثابت بنانی رضی اللہ عنہ جب اس آیت کی تلاوت کر کے اس کا یہ معنی بیان کرتے تو رو دیتے اور کہتے کہ انہیں عذاب نے بڑا ستایا۔

محمد بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ”آگ جلاتی ہوئی حلق تک پہنچ جاتی ہے پھر لوٹتی پھر پہنچتی ہے“ یہ آگ ان پر چو طرف سے بند کر دی گئی ہے جیسے کہ سورہ بلد کی تفسیر میں گزرا۔ ایک مرفوع حدیث میں بھی یہ ہے اور دوسرا طریق اس کا موقوف ہے۔ لوہا جو شل آگ کے ہے اس کے ستونوں میں یہ لمبے لمبے دروازے ہیں۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قرأت میں ﴿بَعْمَدٍ﴾ مروی ہے۔ ان دو چیزوں کی گردنوں میں زنجیریں ہوں گی یہ لمبے لمبے ستونوں میں جکڑے ہوئے ہوں گے اور اوپر سے دروازے بند کر دیئے۔

تفسیر سورہ فیل

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلَمْ تَرَ کَیْفَ فَعَلَ رَبُّکَ بِاَصْحٰبِ الْفِیْلِ ۝ اَلَمْ یَجْعَلْ کِیْدَهُمْ فِیْ

تَضْلِیْلِ ۝ وَاَرْسَلَ عَلَیْهِمْ طَیْرًا اَبَیْلًا ۝ تَرْمِیْهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّیْلٍ ۝

فَجَعَلَهُمْ کَعَصْفٍ مَّأْكُوْلٍ ۝

ترجمہ: اللہ تعالیٰ بخشش کرنے والے مہربانی کرنے والے کے نام سے شروع۔

کیا تو نے نہ دیکھا کہ تیرے رب نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا کیا؟ [۱] کیا ان کے کمر کو بے کار نہیں کر دیا؟ [۲] اور ان پر پرندوں کے جھرمٹ بھیج دیئے [۳] جو انہیں مٹی اور پتھر کی ٹکڑیاں مار رہے تھے [۴] پس انہیں کھائے ہوئے بھوسے کی طرح کر دیا۔ [۵]

= جائیں گے ان آگ کے ستونوں میں انہیں بدترین عذاب کیے جائیں گے۔ ابو صالح رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ”یعنی ذنی بیڑیاں اور قید و بندان کے لیے ہوں گی۔“ اس سورہ کی تفسیر بھی اللہ کے فضل و کرم سے پوری ہوئی۔ فَاَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔
ابرہہ کا واقعہ: [آیت: ۱-۵] اللہ رب العزت نے قریش پر جو اپنی خاص نعمت انعام فرمائی تھی اس کا ذکر کر رہا ہے کہ جس لشکر نے ہاتھیوں کو ساتھ لے کر کعبہ کو ڈھانے کے لیے چڑھائی کی تھی اللہ تعالیٰ نے اس سے پہلے کہ وہ کعبہ کے وجود کو مٹائیں ان کا نام و نشان مٹا دیا ان کی تمام فریب کاریاں ان کی تمام قوتیں سلب کر لیں، برباد و غارت کر دیا۔ یہ لوگ مذہب انصرانی تھے لیکن دین مسیح کو مخ کر دیا تھا، قریب قریب بت پرست ہو گئے تھے انہیں اس طرح نامراد کرنا یہ گویا پیش خیمہ تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا اور اطلاع تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد آمد کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اسی سال تولد ہوئے۔ اکثر تاریخ دان حضرات کا یہی قول ہے تو گویا رب عالم فرما رہا ہے کہ اے قریشیو! حبشہ کے اس لشکر پر تمہیں فتح تمہاری بھلائی کی وجہ سے نہیں دی گئی تھی بلکہ اس میں ہمارے گھر کا بچاؤ تھا جسے ہم شرف بزرگی عظمت و عزت میں اپنے آخر الزماں پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت سے بڑھانے والے تھے۔

غرض اصحاب فیل کا مختصر واقعہ تو یہ ہے جو بیان ہوا اور مطول واقعہ اصحاب الاخدود کے بیان میں گزر چکا ہے کہ قبیلہ حمیر کا آخری بادشاہ ذونواس جو مشرک تھا جس نے اپنے زمانے کے مسلمانوں کو کھائیوں میں قتل کیا تھا جو سچے نصرانی تھے اور تعداد میں تقریباً بیس ہزار تھے سارے کے سارے ہی شہید کر دیئے گئے تھے صرف دس ذوالعبان ایک بیچ گیا تھا جو ملک شام جا پہنچا اور قیصر روم سے فریاد رسی چائی۔ یہ بادشاہ نصرانی مذہب پر تھا اس نے حبشہ کے بادشاہ نجاشی کو لکھا کہ اس کے ساتھ اپنی پوری فوج کر دو اس لیے کہ یہاں سے دشمن کا ملک قریب تھا۔ اس بادشاہ نے اریاط اور ابویکسوم ابرہہ بن صباح کو امیر لشکر بنا کر بہت بڑا لشکر دے کر دونوں کو اس کی سرکوبی کے لیے روانہ کیا یہ لشکر یمن پہنچا، یمن کو اور یمنیوں کو تاخت و تاراج کر دیا، ذونواس بھاگ کھڑا ہوا اور دریا میں ڈوب کر مر گیا اور ان لوگوں کی سلطنت کا خاتمہ ہو گیا اور سارے یمن پر شاہ حبشہ کا قبضہ ہو گیا اور یہ دونوں سردار یہاں رہے نہ سنہ گئے، لیکن کچھ تھوڑی ہی مدت کے بعد ان میں ناچاقی ہو گئی۔ آخر نبوت یہاں تک پہنچی کہ دونوں نے آمنے سامنے صفیں باندھ لیں اور لڑنے کے لیے نکل آئے۔ عام حملہ ہوا اس سے بیشتر ان دونوں سرداروں نے آپس میں کہا کہ فوجوں کو لڑانے اور لوگوں کو قتل کرانے کی کیا ضرورت؟ آدھ

تم دونوں میدان میں نکلیں اور ایک دوسرے سے لڑ کر فیصلہ کر لیں جو زندہ بچ جائے ملک و فوج اسی کی چنانچہ یہ بات طے ہو گئی اور دونوں میدان میں نکل آئے۔ اریاط نے ابرہہ پر حملہ کیا اور تلوار کے ایک ہی وارے سے چہرہ خوتا خون کر دیا، ناک ہونٹ اور منہ کٹ گیا۔ ابرہہ کے غلام عتودہ نے اس موقع پر اریاط پر ایک بے پناہ حملہ کیا اور اسے قتل کر دیا۔ ابرہہ زخمی ہو کر میدان سے زندہ واپس گیا، علاج معالجہ سے زخم اچھے ہو گئے اور یمن کا یہ مستقل بادشاہ بن بیٹھا۔ نجاشی شاہ حبشہ کو جب یہ واقعہ معلوم ہوا تو وہ سخت غصہ ہوا اور ایک خط ابرہہ کو لکھا اسے بڑی لعنت ملامت کی اور کہا کہ رب کی قسم میں تیرے شہروں کو پامال کروں گا اور تیری چوٹی کاٹ لاؤں گا۔ ابرہہ نے اس کا جواب نہایت عاجزی سے لکھا اور قاصد کو بہت سارے ہدیے دیئے اور ایک تھیلی میں یمن کی مٹی بھر دی اور اپنی پیشانی کے بال کاٹ کر اس میں رکھ دیئے اور اپنے خط میں اپنے تصوروں کی معافی طلب کی اور لکھا کہ یہ یمن کی مٹی حاضر ہے اور میری چوٹی کے بال بھی، آپ اپنی قسم پوری کیجئے اور ناراضی معاف فرمائیے۔ اس سے شاہ حبشہ خوش ہو گیا اور یہاں کی سرداری اسی کے نام کر دی۔ اب ابرہہ نے نجاشی کو لکھا کہ میں یہاں یمن میں آپ کے لیے ایک ایسا گر جاتعمیر کر رہا ہوں کہ اب تک دنیا میں ایسا نہ بنا ہو۔ اس گر جاگھر کا بنانا شروع کیا۔

بڑے اہتمام اور کروفر سے بہت اونچا، بہت مضبوط، بے حد خوبصورت اور منقش و مزین گر جانا یا، اس قدر بلند تھا کہ چوٹی تک نظر ڈالنے والے کی ٹوپی گر پڑتی تھی اس لیے عرب اسے قلیس کہتے تھے یعنی ٹوپی پھینک دینے والا۔ اب ابرہہ شرم کو یہ سوجھی کہ لوگ بجائے کعبۃ اللہ کے حج کے اس کا حج کریں اپنی ساری مملکت میں اس کی منادی کرادی۔ عدنانیہ اور قحطانیہ عرب کو یہ بہت برا لگا ادھر سے قریش بھی بھڑک اٹھے، تھوڑے دن میں کوئی شخص رات کے وقت اس کے اندر گھس گیا اور وہاں پاخانہ کر کے چلا آیا۔ چونکہ ابرہہ نے جب یہ دیکھا تو بادشاہ کو خبر پہنچائی اور کہا کہ یہ کام قریشیوں کا ہے چونکہ آپ نے ان کا کعبہ روک دیا ہے لہذا انہوں نے جوش اور غضب میں آ کر یہ حرکت کی ہے۔ ابرہہ نے اسی وقت قسم کھالی کہ میں مکہ پہنچوں گا اور بیت اللہ کی اینٹ سے اینٹ بجا دوں گا۔ ایک روایت میں یوں بھی ہے کہ چند من چلے جو ان قریشیوں نے اس گر جا میں آگ لگا دی تھی اور اس وقت ہوا بھی بہت تیز تھی سارا گر جا جل گیا اور منہ کے بل زمین پر گر گیا۔ اس پر ابرہہ نے بہت بڑا لشکر ساتھ لے کر مکہ پر چڑھائی کی تاکہ کوئی روک نہ سکے اور اپنے ساتھ ایک بڑا اونچا اور موٹا ہاتھی لیا جسے محمود کہا جاتا تھا اس جیسا ہاتھی اور کوئی نہ تھا، شاہ حبشہ نے یہ ہاتھی اس کے پاس اسی غرض سے بھیجا تھا، آٹھ یا بارہ ہاتھی اور بھی ساتھ تھے یہ کعبے کے ڈھانے کی نیت سے چلا یہ سوچ کر کہ کعبہ کی دیواروں میں مضبوط زنجیریں ڈال دوں گا اور ہاتھیوں کی گردنوں میں ان زنجیروں کو باندھ دوں گا ہاتھی ایک ہی جھٹکے میں چاروں دیواریں بیت اللہ کی جڑ سے گرا دیں گے۔ جب اہل عرب کو یہ خبریں معلوم ہوئیں تو ان پر بڑا بھاری اثر پڑا اور انہوں نے محکم ارادہ کر لیا کہ خواہ کچھ ہی ہو ہم ضرور اس کا مقابلہ کریں گے اور اسے اسکی اس بدکرداری سے روکیں گے۔ ایک یمنی شریف سردار جو وہاں کے بادشاہوں کی اولاد میں سے تھا جسے ذوفکر کہا جاتا تھا یہ کہڑا ہو گیا، اپنی قوم کو اور کل آس پاس کے عرب کو جمع کیا اور اس بدنیت بادشاہ سے مقابلہ کیا لیکن قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا، عربوں کو شکست ہوئی اور ذوفکر اس خبیثت کے ہاتھ قید ہو گیا۔ اس نے اسے بھی ساتھ لیا اور مکہ شریف کی طرف بڑھا۔ شتم قبیلے کی زمین پر جب یہ پہنچا تو یہاں نفیل بن حبیب خثعمی نے اپنے لشکروں سے اس کا مقابلہ کیا لیکن ابرہہ نے انہیں بھی مغلوب کر لیا اور نفیل بھی قید ہو گیا، پہلے تو اس ظالم نے اسے قتل کرنا چاہا لیکن پھر قتل نہ کیا اور قید کر کے ساتھ لے لیا تاکہ راستہ بتائے۔ جب طائف کے قریب پہنچا تو قبیلہ ثقیف نے اس سے صلح کر لی کہ ایسا نہ ہو ان کے بت خانوں کو جس میں لات نامی بت تھا یہ توڑ دے اس نے بھی ان کی بڑی آؤ بھگت کی انہوں نے ابورغال کو اس کے ساتھ کر دیا کہ یہ تمہیں وہاں کا راستہ بتائے گا۔ ابرہہ جب مکہ کے بالکل قریب منمفس کے

پہنچا تو اس نے یہاں پڑاؤ کیا اسکے لشکر نے آس پاس مکہ والوں کے جو جانور اونٹ وغیرہ چمک رہے تھے سب کو اپنے قبضہ میں کیا ان جانوروں میں دو سواونٹ تو صرف عبدالمطلب کے تھے۔ اسود بن مقصود جو اس کے لشکر کے ہراول کا سردار تھا اس نے ابرہہ کے حکم سے ان جانوروں کو لوٹا تھا جس پر عرب شاعروں نے اس کی ہجو میں اشعار تصنیف کیے ہوئے ہیں جو سیرۃ ابن احنن میں موجود ہیں۔ اب ابرہہ نے اپنا قاصد حناطہ حیمیری مکہ والوں کے پاس بھیجا کہ مکہ کے سب سے بڑے سردار کو میرے پاس لاؤ اور یہ بھی اعلان کر دو کہ میں مکہ والوں سے لڑنے کو نہیں آیا میرا ارادہ صرف بیت اللہ کو گرانے کا ہے ہاں اگر مکہ والے اس کو بچانے کے درپے ہوئے تو لا محالہ مجھے ان سے لڑائی کرنی پڑے گی۔ حناطہ جب مکہ میں آیا اور لوگوں سے ملا جلاتو معلوم ہوا کہ یہاں کا بڑا سردار عبدالمطلب بن ہاشم ہے۔ یہ عبدالمطلب سے ملا اور شاہی پیغام پہنچایا جس کے جواب میں عبدالمطلب نے کہا واللہ! نہ ہمارا ارادہ اس سے لڑنے کا ہے نہ ہم میں اتنی طاقت ہے یہ اللہ کا حرمت والا گھر ہے۔ اس کے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زندہ یادگار ہے اللہ اگر چاہے گا تو اپنے گھر کی آپ حفاظت کرے گا ورنہ ہم میں تو ہمت و قوت نہیں۔ حناطہ نے کہا اچھا تو آپ میرے ساتھ بادشاہ تک چلے چلے عبدالمطلب ساتھ ہو لیے بادشاہ نے جب انہیں دیکھا تو ہیبت میں آگیا عبدالمطلب گورے چنے سڈول اور مضبوط قوی والے حسین و جمیل انسان تھے دیکھتے ہی ابرہہ تخت سے نیچے اترا آیا اور فرش پر عبدالمطلب کے ساتھ بیٹھ گیا اور اپنے ترجمان سے کہا کہ ان سے پوچھ کہ کیا چاہتا ہے؟ عبدالمطلب نے کہا میرے دو سواونٹ جو بادشاہ نے لے لیے ہیں انہیں واپس کر دیا جائے۔ بادشاہ نے کہا ان سے کہہ دے کہ پہلی نظر میں تیرا عرب مجھ پر پڑا تھا اور میرے دل میں تیری وقعت بیٹھ گئی تھی لیکن پہلے ہی کلام میں تو نے سب کچھ ہودی اپنے دو سواونٹ کی تو تجھے فکر ہے اور اپنے اور اپنی قوم کے دین کی تجھے فکر نہیں۔ میں تو تم لوگوں کا عبادت خانہ توڑنے اور اسے خاک میں ملانے کے لیے آیا ہوں۔ عبدالمطلب نے جواب دیا کہ سن بادشاہ! اونٹ تو میرے ہیں اس لیے انہیں بچانے کی کوشش میں میں ہوں اور خانہ کعبہ اللہ تعالیٰ کا ہے وہ خود اسے بچالے گا۔ اس پر یہ سرکش کہنے لگا کہ خدا بھی آج اسے میرے ہاتھ سے نہیں بچا سکتا۔ عبدالمطلب نے کہا بہتر ہے وہ جانے اور تو جان۔ یہ بھی مروی ہے کہ اہل مکہ نے تمام حجاز کا تہائی مال ابرہہ کو دینا چاہا کہ وہ اپنے اس بد ارادہ سے باز آئے لیکن اس نے قبول نہ کیا۔ خیر عبدالمطلب تو اپنے اونٹ لے کر چل دیے اور آ کر قریش کو حکم دیا کہ مکہ بالکل خالی کر دو پہاڑوں میں چلے جاؤ۔ اب عبدالمطلب اپنے ساتھ قریش کے چیدہ چیدہ لوگوں کو لے کر بیت اللہ میں آیا اور بیت اللہ کے دروازے کا کنڈا تھام کر رو رو کر اور گڑ گڑا کر دعائیں مانگنی شروع کیں کہ باری تعالیٰ! ابرہہ اور اس کے خونخوار لشکر سے اپنے پاک اور ذی عزت گھر کو بچا لے۔ عبدالمطلب نے اس وقت یہ دعائیں اشعار پڑھے۔

لَا تُهْلِكُنَّ الْيَمْرُؤَ
لَا يَفْلِتَنَّ صَالِحُهُمْ
نَعْرُحْلَهُ لَمَنْعُ رَحْلِكَ
وَمَحَالُهُمْ أَبَدًا مَحْلِكَ

لَا تُهْلِكُنَّ الْيَمْرُؤَ
لَا يَفْلِتَنَّ صَالِحُهُمْ
نَعْرُحْلَهُ لَمَنْعُ رَحْلِكَ
وَمَحَالُهُمْ أَبَدًا مَحْلِكَ

”یعنی ہم بے فکر ہیں ہم جانتے ہیں کہ ہر گھر والا اپنے گھر کا بچاؤ آپ کرتا ہے اے اللہ تو بھی اپنے گھر کو اپنے دشمنوں سے بچا۔ یہ تو ہرگز نہیں ہو سکتا کہ ان کی صلیب اور ان کی ڈولیں تیری ڈولوں پر غالب آ جائیں۔“

اب عبدالمطلب نے بیت اللہ کے دروازے کا کنڈا تھام لیا اور اپنے تمام ساتھیوں کو لے کر آس پاس کے پہاڑوں کی چوٹیوں پر چڑھ گیا۔ یہ بھی مذکور ہے کہ جاتے ہوئے قربانی کے سواونٹ بیت اللہ کے ارد گرد نشان لگا کر چھوڑ دیئے تھے اس نیت سے کہ اگر یہ بد دین آئے اور انہوں نے اللہ کے نام کی قربانی کے ان جانوروں کو چھیڑا تو عذاب الہی ان پر اتارے گا۔ دوسری صبح ابرہہ

کے لشکر میں مکہ میں جانے کی تیاریاں ہونے لگیں، اپنا خاص ہاتھی جس کا نام محمود تھا اسے تیار کیا لشکر میں کمر بندی ہو چکی اور مکہ کی طرف منہ اٹھا کر چلنے کی تیاری کی۔ اس وقت نفیل بن حبیب جو اس سے راستے میں لڑا تھا اور اب بطور قیدی اس کے ساتھ تھا وہ آگے بڑھا اور شاہی ہاتھی کا کان پکڑ لیا اور کہا محمود بیٹھ جا اور جہاں سے آیا ہے وہیں خیریت کے ساتھ چلا جا، تو اللہ تعالیٰ کے محترم شہر میں ہے یہ کہہ کر کان چھوڑ دیا اور بھاگ کر قریب کی پہاڑی میں جا چھپا، محمود ہاتھی یہ سنتے ہی بیٹھ گیا، اب ہزار جتن فیلبان کر رہے ہیں لشکر بھی کوششیں کرتے کرتے تھک گئے لیکن ہاتھی اپنی جگہ سے ہلتا ہی نہیں، سر پر آنکس مار رہے ہیں ادھر ادھر سے بھالے اور برتھے مار رہے ہیں آنکھوں میں آنکس ڈال رہے ہیں غرض تمام جتن کر لیے لیکن ہاتھی جنبش بھی نہیں کرتا، پھر بطور امتحان کے اس کا منہ یمن کی طرف کر کے چلانا چاہا تو جھٹ سے کھڑا ہو کر دوڑا ہوا چل دیا، شام کی طرف چلانا چاہا تو بھی پوری قوت سے آگے بڑھ گیا، مشرق کی طرف لے جانا چاہا تو بھی بھاگا بھاگا گیا، پھر مکہ مکرمہ کی طرف منہ کر کے آگے بڑھانا چاہا تو وہیں بیٹھ گیا۔ انہوں نے پھر اسے مارنا پینا شروع کیا کہ دیکھا کہ ایک گھٹا ٹوپ پرندوں کا جھرمٹ بادل کی طرح سمندر کے کنارے کی طرف سے اٹھا چلا آ رہا ہے ابھی پوری طرح دیکھنے بھی نہیں پائے تھے کہ وہ جانور سر پر آگئے جو طرف سے سارے لشکر کو گھیر لیا ان میں سے ہر ایک کی چونچ میں ایک مسور یا ماش کے دانے کے برابر کنکری تھی، اور دونوں بچوں میں دو کنکریاں تھیں، یہاں پر پھینکنے لگے جس جس پر کنکری آ پڑی وہ وہیں ہلاک ہو گیا، اب تو اس لشکر میں بھاگڑ بگئی، ہر ایک نفیل نفیل کرنے لگا کیونکہ اسے ان لوگوں نے اپنا رہبر اور راستہ بتانے والا سمجھ رکھا تھا۔ نفیل تو ہاتھی کو کہہ کر پہاڑ پر چڑھ گیا تھا اور دیگر اہل مکہ ان لوگوں کی یہ درگت اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے اور نفیل وہیں کھڑا یہ شعر پڑھ رہا تھا۔

يَا أَيُّهَا الْمَفْرُ وَالْإِلَهَ الطَّالِبُ وَالْأَشْرَمُ الْمَغْلُوبُ تَسَّ الْغَالِبُ

اب جائے پناہ کہاں ہے؟ جب کہ اللہ تعالیٰ خود تاک میں لگ گیا ہے۔ سنو اشرم بد بخت مغلوب ہو گیا اب یہ پنپنے کا نہیں۔“ اور بھی نفیل نے اس واقعہ کے متعلق اور بھی بہت سے اشعار کہے ہیں جن میں اس قصہ کو بیان کیا ہے اور کہا ہے کہ کاش تو اس وقت موجود ہوتا جب کہ ان ہاتھی والوں کی شامت آئی ہے، اور وادی محصب میں ان پر عذاب کے سنگریزے برسے ہیں تو اس وقت تو اس الہی لشکر یعنی پرندوں کو دیکھ کر قطعاً سجدے میں گر پڑتا، ہم تو وہاں کھڑے حمد الہی کی راگتیاں الاپ رہے تھے گو کلیجہ ہمارے بھی اونچے ہو گئے تھے کہ کہیں کوئی کنکری ہمارا کام بھی تمام نہ کر دے۔ نصرانی منہ موڑے بھاگ رہے تھے اور نفیل نفیل پکار رہے تھے گویا کہ نفیل پران کے باپ دادوں کا کوئی قرض تھا۔ واندی فرماتے ہیں کہ ”یہ پرندے زرد رنگ کے تھے، کبوتر سے کچھ چھوٹے تھے ان کے پاؤں سرخ تھے۔“

اور ایک روایت میں ہے کہ جب محمود ہاتھی بیٹھ گیا اور پوری کوشش کے باوجود بھی نہ اٹھا تو انہوں نے دوسرے ہاتھی کو آگے کیا، اس نے قدم بڑھایا ہی تھا کہ اس کی مستک پر کنکری پڑی اور وہ بلبلکا پیچھے ہٹا اور پھر اور ہاتھی بھی بھاگ کھڑے ہوئے اور ادھر برابر کنکریاں آنے لگیں اکثر تو وہیں ڈھیر ہو گئے، اور بعض جو ادھر ادھر بھاگ نکلے تھے ان میں سے بھی کوئی جانبر نہ ہوا بھاگتے بھاگتے ان کے اعضاء کٹ کٹ کر گرتے جاتے تھے اور بالآخر جان سے جاتے تھے۔ ابرہہ بادشاہ بھی بھاگا لیکن ایک ایک عضو بدن چھڑنا شروع ہوا یہاں تک کہ خشم کے شہروں میں سے صنعاء میں جب وہ پہنچا تو بالکل گوشت کا ٹوٹھڑا بنا ہوا تھا وہیں ہلاک کر دم توڑا اور کتے کی موت مرا، دل تک پھٹ گیا تھا، قریشیوں کو بڑا مال ہاتھ لگا۔ عبدالمطلب نے تو سونے سے ایک کنواں پر کر لیا تھا، زمین عرب میں آبلہ اور چمک اسی سال پیدا ہوتے ہوئے دیکھے گئے اور اسی طرح سپند اور حنظل وغیرہ کے کڑوے درخت بھی اسی سال زمین عرب میں دیکھے گئے۔ پس اللہ تعالیٰ بزبان رسول مصحوم ﷺ اپنی یہ نعمت یاد دلاتا ہے اور گویا فرمایا جا رہا ہے کہ اگر تم میرے گھر کی اسی طرح

عزت و حرمت کرتے رہتے اور میرے رسول کا کہا مانتے تو میں بھی اسی طرح تمہاری حفاظت کرتا اور دشمنوں سے نجات دیتا۔

ابابیل کا ذکر: ابابیل جمع کا صیغہ ہے اس کا واحد لغت عرب میں پایا نہیں گیا۔ مسجیل کے معنی ہیں بہت سخت۔ اور بعض مفسرین کہتے ہیں کہ یہ دو فارسی لفظوں سے مرکب ہے یعنی سنگ اور گل سے یعنی پتھر اور مٹی۔ غرض تجیل وہ ہے جس میں پتھر معہ مٹی کے ہو۔ عصف جمع ہے عصفۃ کی کھیتی کے ان پتوں کو کہتے ہیں جو پک نہ گئے ہوں۔ ابابیل کے معنی ہیں گروہ گروہ جھنڈ جھنڈ بہت سارے پے در پے جمع شدہ ادھر ادھر سے آنے والے۔ بعض نحوی کہتے ہیں کہ اس کا واحد ابیل ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ان پرندوں کی چونچ تھنی پرندوں جیسی اور پنجے تھے کتوں جیسے۔ عکرمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ سبز رنگ کے پرندے تھے جو سمندر سے نکلے تھے ان کے سر درندوں جیسے تھے اور اقوال بھی ہیں۔ یہ پرندے باقاعدہ ان لشکریوں کے سروں پر پرے باندھ کر کھڑے ہو گئے اور پھر چیخنے لگے پھر پتھر اڑا کیا جس کے سر میں لگا اس کے نیچے سے نکل گیا اور دو ٹکڑے ہو کر زمین پر گر پڑا جس کے بعض عضو پر گرا وہ عضو ساقط ہو گیا ساتھ ہی تیز آندھی آئی جس سے اور آس پاس کے کنکر بھی ان کی آنکھوں میں گھس گئے اور سب تہ بالا ہو گئے۔ عصف کہتے ہیں چارے کو اور کئی کو اور گیہوں کے درخت کے پتوں کو اور ﴿مَا كُوِلَ﴾ سے مراد ٹکڑے ٹکڑے کیا ہوا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ عصف کہتے ہیں بھوسی کو جو تاج کے دانوں کے اوپر ہوتی ہے۔ ابن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مراد کھیتوں کے وہ پتے ہیں جنہیں جانور چر چکے ہوں۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کا تہس نہس کر دیا اور عام خاص کو ہلاک کر دیا ان کی ساری تدبیریں پٹ پڑ گئیں کوئی بھلائی انہیں نصیب نہ ہوئی ایسا بھی کوئی ان میں صحیح سالم نہ رہا کہ ان کی خبر پہنچائے۔ جو بھی بچا وہ زخمی ہوا اور اس زخم سے پھر جانبر نہ ہوسکا خود بادشاہ بھی گودہ ایک گوشت کے لوتھڑے کی طرح ہو گیا تھا جو توں صنعاء میں پہنچا لیکن وہاں جاتے ہی اس کا کیچہ پھٹ گیا اور واقعہ بیان کر ہی چکا تھا جو مر گیا۔ اس کے بعد اس کا لڑکا یکسوم یمن کا بادشاہ بنا پھر اس کے دوسرے بھائی مسروق بن ابرہہ کو سلطنت ملی۔ اب سیف بن ذوین حمیری کسریٰ کے دربار میں پہنچا اور اس سے مدد طلب کی تاکہ وہ اہل حبشہ سے لڑے اور یمن ان سے خالی کرائے۔ کسریٰ نے اس کے ساتھ ایک لشکر جبار کر دیا اس لشکر نے اہل حبشہ کو شکست دی اور ابرہہ کے خاندان کے ہاتھ سے سلطنت نکل گئی اور پھر قبیلہ حمیر یہاں کا بادشاہ بن گیا۔ عربوں نے اس پر بڑی خوشی منائی اور چار طرف سے مبارکبادیاں موصول ہوئیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ ”ابرہہ کے لشکر کے فیلبان اور چر کئے کو میں نے مکہ میں دیکھا دونوں اندھے ہو گئے تھے چل پھر نہیں سکتے تھے اور بھیک مانگا کرتے تھے۔“ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ”اساف اور نائلہ بتوں کے پاس یہ بیٹھے رہتے تھے جہاں مشرکین اپنی قربانیاں کرتے تھے اور لوگوں سے بھیک مانگتے پھرتے تھے۔“ اس فیلبان کا نام انیساف تھا بعض تاریخوں میں یہ بھی ہے کہ ابرہہ خود اس چڑھائی میں نہ تھا بلکہ اس نے اپنے لشکر کو بہ ماتحتی شمر بن مقصود کے بھیجا تھا یہ لشکر میں ہزار کا تھا اور یہ پرندے ان کے اوپر رات کے وقت آئے تھے اور صبح تک ان سب کا ستیاناس ہو چکا تھا۔ لیکن یہ روایت بہت غریب ہے اور صحیح بات یہ ہے کہ خدا برہہ اشرم حبشی ہی اپنے ساتھ لشکر لے آیا تھا یہ ممکن ہے کہ اس کے ہراول کے دستہ پر یہ شخص سردار ہو۔ اس واقعہ کو بہت سے عرب شاعروں نے اپنے اپنے شعروں میں بھی بسط کے ساتھ بیان کیا ہے۔

سورۃ فتح کی تفسیر میں ہم اس واقعہ کو مفصل بیان کر آئے ہیں جس میں ہے کہ ”جب حدیبیہ والے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس ٹیلے پر چڑھے جہاں سے آپ قریشیوں پر جانے والے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی انڈنی بیٹھ گئی لوگوں نے اسے ڈانٹا ڈانٹا لیکن وہ نہ انھی لوگ کہنے لگے قصواء تھک گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہ یہ تھکی نہ اس میں اڑنے کی عادت اسے اللہ نے روک لیا ہے جس نے ہاتھوں کو روک لیا تھا پھر فرمایا اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہمے والے جن شرائط پر مجھ سے صلح چاہیں گے میں سب مان لوں گا بشرطیکہ =

تفسیر سورۃ قریش

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

لَا یْلِفُ قُرَیْشٌ ۝۱ الْفِہُمْ رِحْلَۃَ الشِّتَآءِ وَالصَّیْفِ ۝۲ فَلْیَعْبُدُوا رَبَّ هَٰذَا
الْبَیْتِ ۝۳ الَّذِیْٓ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوعٍ ۝۴ وَاٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ ۝۵

ترجمہ: شروع ہے اللہ تعالیٰ نہایت مہربان رحم کرنے والے کے نام سے۔

قریش کو الفت دلانے کے شکر یہ میں [۱] یعنی انہیں جو جاڑے اور گرمی کے سفر میں جوگر کر دیا ہے تو (اس کے شکر یہ) میں [۲] انہیں چاہیے کہ اسی گھر کے رب کی عبادت کرتے رہیں [۳] جس نے انہیں بھوک میں کھانا دیا اور ڈر و خوف میں امن و امان دیا۔ [۴]

== اللہ کی حرمتوں کی ہتک اس میں نہ ہو۔ پھر آپ ﷺ نے اسے ڈانٹا تو وہ فوراً اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔“ یہ حدیث صحیح بخاری میں ہے ① بخاری و مسلم کی اور ایک حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مکہ پر سے ہاتھیوں کو روک لیا اور اپنے نبی ﷺ کو وہاں کا قبضہ دیا اور اپنے ایماندار بندوں کو سنو! آج اس کی حرمت ویسی ہی لوٹ کر آ گئی ہے جیسے کل تھی! خبردار! ہر حاضر کو چاہیے کہ غیر حاضر کو پہنچا دے۔ ② اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے سورۃ فیل کی تفسیر ختم ہوئی۔

تعارف سورۃ: اس کی فضیلت میں ایک غریب حدیث بیہقی کی کتاب خلائیات میں ہے کہ ”رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے قریشیوں کو سات فضیلتیں دی ہیں ایک تو یہ کہ میں ان میں سے ہوں دوسرے یہ کہ نبوت ان میں ہے تیسرے یہ کہ بیت اللہ کے پاس ان میں ہیں چوتھے یہ کہ چاہہاں مزم کے ساتھی یہ ہیں پانچویں یہ کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ہاتھی والوں پر غالب کیا چھٹے یہ کہ دس سال تک انہوں نے اللہ تعالیٰ کی عبادت کی جب کہ اور کوئی عبادت الہی نہ کرتا تھا ساتویں یہ کہ ان کے بارے میں قرآن کریم کی یہ سورۃ نازل ہوئی۔ پھر آپ ﷺ نے بسم اللہ پڑھ کر یہ سورۃ تلاوت فرمائی۔“ ③

قریش پر رب کریم کے خاص انعامات: [آیت: ۱-۴] موجودہ عثمانی قرآن کی ترتیب میں یہ سورۃ سورۃ فیل سے علیحدہ ہے اور دونوں کے درمیان بسم اللہ الف کے آیت کا فاصلہ موجود ہے۔ مضمون کے اعتبار سے یہ سورۃ پہلی سورۃ کے متعلق ہی ہے جیسے کہ محمد بن اسحق، عبدالرحمن بن زید بن اسلم، جبریل اللہ وغیرہ نے تصریح کی ہے۔ اس بنا پر معنی یہ ہوں گے کہ ہم نے مکہ سے ہاتھیوں کو روکا اور ہاتھی والوں کو ہلاک کیا یہ قریشیوں کو الفت دلانے اور انہیں اجتماع کے ساتھ ہاں اس شہر میں رہنے سہنے کے لیے تھا اور یہ مراد بھی بیان کی گئی ہے کہ یہ قریشی جاڑوں میں کیا اور گرمیوں میں کیا دور دراز کے سفر امن و امان سے طے کر سکتے تھے کیونکہ مکے جیسے محترم شہر میں رہنے کی وجہ سے ہر جگہ ان کی عزت ہوتی تھی بلکہ ان کے ساتھ بھی جو ہوتا تھا امن و امان سے سفر طے کر لیتا تھا اسی طرح وطن میں ہر

① صحیح بخاری، کتاب الشروط، باب الشروط فی الجہاد، ۲۷۳۱، ۲۷۳۲۔

② صحیح بخاری، کتاب فی اللقطۃ، باب کیف تعرف لقطۃ اہل مکہ، ۲۴۳۴، صحیح مسلم، ۱۳۵۵، مختصر۔

③ حاکم، ۵۳۶/۲، وسندہ ضعیف وقال الذہبی، یعقوب (بن محمد الزہری) ضعیف وبراہیم (بن محمد بن ثابت بن شرحبیل) صاحب مناکیر هذا انکرھا۔

طرح کا امن انہیں حاصل تھا جیسے کہ اور جگہ قرآن میں موجود ہے کہ کیا یہ نہیں دیکھتے کہ ہم نے حرم کو امن والی جگہ بنا دیا ہے اس کے آس پاس تو لوگ اچک لیے جاتے ہیں لیکن یہاں کے رہنے والے نڈر ہیں۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ﴿لَا يُؤْلَفُ﴾ کہیں پہلا لام تعجب کا لام ہے اور دونوں سورتیں بالکل جدا گانہ ہیں جیسا کہ مسلمانوں کا اجماع ہے تو گویا یوں فرمایا جا رہا ہے کہ تم قریشیوں کے اس اجتماع اور الفت پر تعجب کرو کہ میں نے انہیں کیسی بھاری نعمت عطا فرما رکھی ہے انہیں چاہیے کہ میری اس نعمت کا شکر اس طرح ادا کریں کہ صرف میری ہی عبادت کرتے رہیں جیسے اور جگہ ہے:

﴿إِنَّمَا أُمِرْتُ أَنْ أَعْبُدَ رَبَّ هَذِهِ الْبَلَدَةِ الَّذِي هُوَ مَعَهَا ۖ﴾ ① الخ

یعنی ”اے نبی! تم کہہ دو کہ مجھے تو صرف یہی حکم دیا گیا ہے کہ میں اس شہر کے رب کی ہی عبادت کروں جس نے اسے حرم بنایا جو ہر چیز کا مالک ہے مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں اسکا مطیع اور فرمانبردار رہوں۔“

رب نے اہل مکہ کی بھوک مٹادی: پھر فرماتا ہے وہ رب بیت جس نے انہیں بھوک میں کھلایا اور خوف میں نڈر رکھا، انہیں چاہیے کہ اسکی عبادت میں کسی چھوٹے بڑے کو شریک نہ ٹھہرائیں جو اللہ تعالیٰ کے اس حکم کی بجا آوری کرے گا وہ دنیا کے اس امن کے ساتھ آخرت کے دن بھی امن و امان سے رہے گا اور اس کی نافرمانی کرنے سے یہ امن بھی بے امنی سے اور آخرت کا امن بھی ڈر خوف سے اور انتہائی مایوسی سے بدل جائے گا۔

جیسے اور جگہ فرمایا ﴿صَوَّبَ اللَّهُ مَنَافَةَ قُرَيْشٍ كَمَا كَانَتْ آمِنَةً﴾ ② الخ اللہ تعالیٰ ان بستی والوں کی مثال بیان فرماتا ہے جو امن و اطمینان کے ساتھ تھے ہر جگہ سے با فراغت روزیاں کبھی چلی آتی تھیں لیکن انہیں اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کرنے کی سوجھی چنانچہ اللہ تعالیٰ نے انہیں بھوک اور خوف کا لباس چکھا دیا، یہی ان کے کروت کا بدلہ تھا ان کے پاس ان ہی میں سے اللہ کے بھیجے ہوئے آئے لیکن انہوں نے ان کو جھٹلایا اس ظلم پر اللہ تعالیٰ کے عذابوں نے انہیں گرفتار کر لیا۔

ایک حدیث میں ہے کہ ”رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قریشیو! تمہیں تو اللہ یوں راحت و آرام پہنچائے گھر بیٹھے کھلائے پلائے چو طرف ہدامنی کی آگ کے شعلے بھڑک رہے ہوں اور تمہیں امن و امان سے مٹھی نیند سلائے پھر تم پر کیا مصیبت ہے جو تم اپنے اس پروردگار کی توحید سے جی چڑاؤ۔ اور اس کی عبادت میں دل نہ لگاؤ بلکہ اس کے سوا دوسروں کے آگے سر جھکاؤ۔“ ③

الْحَمْدُ لِلَّهِ سُوْرَةُ قُرَيْشٍ کی تفسیر ختم ہوئی۔



تفسیر سورۃ ماعون

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَرَاَيْتَ الَّذِیْ یُكَذِّبُ بِالْاِیْمٰنِ ۚ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ یَدْعُ الْیَتِیْمَ ۙ وَلَا یَحْصُ

عَلٰی طَعَامِ الْمُسْكِیْنِ ۙ فَوَیْلٌ لِّلْمُصَلِّیْنَ ۙ الَّذِیْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ

سَاهُوْنَ ۙ الَّذِیْنَ هُمْ بِرَاەءُوْنَ ۙ وَیَسْتَعُوْنَ الْبَاعُوْنَ ۙ

ترجمہ: شروع اللہ کے نام سے جو رحمن و رحیم ہے۔

کیا تو نے اسے بھی دیکھا ہے جو روز جزا کو جھٹلاتا ہے؟ [۱] یہی وہ ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے [۲] اور مسکین کو کھلانے کی رغبت نہیں دیتا [۳] ان نمازیوں کے لیے افسوس اور ویل نامی جہنم کی جگہ ہے [۴] جو اپنی نماز سے غافل ہیں [۵] جو ریا کار ہیں [۶] اور برستے کی چیز کو روکتے ہیں [۷]

روز قیامت کو جھٹلانے والے کا انجام: [آیت ۱-۷] اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے محمد! تم نے اس شخص کو دیکھا؟ جو قیامت کے دن کو جو جزا کا دن ہے جھٹلاتا ہے یتیم پر ظلم و ستم کرتا ہے اس کا حق مار کھاتا ہے اس کے ساتھ سلوک و احسان نہیں کرتا، مسکینوں کو خود تو کیا دیتا دوسروں کو بھی اس کا خیر پر آمادہ نہیں کرتا جیسے اور جگہ ہے ﴿كَذٰلٰکَ لَا تُكْرِمُوْنَ الْیَتِیْمَ ۙ وَلَا تَحْضُوْنَ عَلٰی طَعَامِ الْمُسْكِیْنِ ۙ﴾ یعنی جو برائی تمہیں پہنچتی ہے وہ تمہارے اعمال کا نتیجہ ہے کہ تم یتیموں کی عزت کرتے ہو نہ مسکینوں کو کھانا دینے کی رغبت دلاتے ہو یعنی اس فقیر کو جو اتنا نہیں پاتا کہ اسے کافی ہو۔ پھر فرمان ہے کہ غفلت برتنے والے نمازیوں کے لیے ویل ہے یعنی ان منافقوں کے لیے جو لوگوں کے سامنے تو نماز ادا کریں ورنہ ہضم کر جائیں یہی معنی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کئے ہیں۔ ① اور یہ بھی معنی ہیں کہ مقرر کردہ وقت ٹال دیتے ہیں جیسے کہ مسروق اور ابوالواضی کہتے ہیں۔ ②

یتیموں کو دھکے نہ دو: حضرت عطاء بن دینار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اللہ کا شکر ہے کہ فرمان باری میں ﴿عَنْ صَلَاتِهِمْ﴾ ہے ﴿فَوَیْلٌ لِّلْمُسْكِیْنِ﴾ نہیں، یعنی نمازوں سے غفلت کرتے ہیں، فرمایا نمازوں میں غفلت برتنے ہیں نہیں فرمایا۔ اسی طرح یہ لفظ شامل ہے ایسے نمازی کو بھی جو ہمیشہ نماز کو آخری وقت میں ادا کرے یا عموماً آخری وقت پڑھے یا ارکان و شروط کی پوری رعایت نہ کرے یا فتوح و خضوع اور تدبر و غور و فکر نہ کرے۔ لفظ قرآن ان میں سے ہر ایک کو شامل ہے یہ سب باتیں جس میں ہوں وہ تو پورا پورا نصیب ہے اور جس میں جتنی ہوں اتنا ہی وہ ویل والا ہے اور نفاق عملی کا حصہ دار ہے۔ بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ ”یہ نماز منافق کی ہے یہ نماز منافق کی ہے کہ بیٹھا ہوا سورج کا انتظار کرتا رہے جب وہ غروب ہونے کے قریب پہنچے اور شیطان اپنے سینک اس میں ملا لے تو کھڑا ہو اور مرغ کی طرح چار ٹھونکیں مار لے جس میں اللہ کا ذکر بہت ہی کم کرے۔“ ③ یہاں مراد عصر کی نماز ہے جو صلوٰۃ وسطیٰ ہے جیسے کہ حدیث کے لفظوں سے ثابت ہے یہ شخص مکروہ وقت میں کھڑا ہوتا

① الطبری، ۶۳۲/۲۴۔ ② ایضاً۔ ③ صحیح مسلم، کتاب المساجد، باب استحباب التکبیر بالعصر، ۶۲۲؛

ابو داؤد، ۴۱۳؛ ترمذی، ۱۶۰؛ احمد، ۱۴۹/۳؛ ابن حبان، ۲۶۱۔

ہے اور کوئے کی طرح چونچیں مار لیتا ہے جس میں اطمینان ارکان بھی نہیں ہوتا نہ خشوع و خضوع ہوتا ہے بلکہ ذکر اللہ بھی بہت ہی کم ہوتا ہے اور کیا عجب کہ یہ نماز محض دکھاوے کی نماز ہو تو پڑھی نہ پڑھی یکساں ہے انہی منافقین کے بارے میں اور جگہ ارشاد ہے ﴿لَإِنَّ الْمُنَافِقِينَ يُخَادِعُونَ اللَّهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ وَإِذَا قَامُوا إِلَى الصَّلَاةِ قَامُوا كُتْلًا يَرُءَانِ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُونَ اللَّهَ إِلَّا قَلِيلًا﴾ ① یعنی منافق اللہ تعالیٰ کو دھوکہ دیتے ہیں اور وہ انہیں یہ جب بھی نماز کے لیے کھڑے ہوتے ہیں تو تھکے ہارے بادلِ نخواستہ صرف لوگوں کو دکھاوے کے لیے نماز گزارتے ہیں اللہ تعالیٰ کی یاد بہت ہی کم کرتے ہیں۔ یہاں بھی فرمایا یہ ریاکاری کرتے ہیں لوگوں میں نمازی بننے ہیں۔

کن نمازیوں کیلئے ہلاکت ہے: طبرانی کی ایک حدیث میں ہے ”ویل جنہم کی ایک وادی کا نام ہے جس کی آگ اس قدر تیز ہے کہ اور آگ جنہم کی اس سے ہردن چار سو مرتبہ پناہ مانگتی ہے۔ یہ دلیل اس امت کے ریاکار علما کے لیے ہے اور ریاکاری کے طور پر صدقہ خیرات کرنے والوں کے لیے ہے اور ریاکاری کے طور پر حج کرنے والوں کے لیے ہے اور ریاکاری کے طور پر جہاد کرنے والوں کے لیے ہے۔“ ② مسند احمد میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ”جو شخص دوسروں کو سنانے کے لیے کوئی نیک کام کرے اللہ تعالیٰ بھی لوگوں کو سنا کر عذاب کرے گا اور اسے ذلیل و حقیر کرے گا۔“ ③ ہاں اس موقع پر یہ یاد رہے کہ اگر کسی شخص نے بالکل نیک نیتی سے کوئی اچھا کام کیا اور لوگوں کو اس کی خبر ہو گئی اس پر اسے بھی خوشی ہوئی تو یہ ریاکاری نہیں اس کی دلیل مسند ابویعلیٰ موصیٰ کی یہ حدیث ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے سرکار نبویؐ میں یہ ذکر کیا کہ ”حضور! میں تو تنہا نوافل پڑھتا ہوں لیکن اچانک کوئی آجاتا ہے تو ذرا مجھے بھی یہ اچھا معلوم ہونے لگتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تجھے دو دو جڑیلے گے ایک اجر پوشیدگی کا اور دوسرا ظاہر کرنے کا۔“ ④

حضرت ابن المبارک رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ ”یہ حدیث ریاکاروں کے لیے بھی اچھی چیز ہے۔“ یہ حدیث بروئے اسناد غریب ہے لیکن اس معنی کی حدیث اور سند سے بھی مروی ہے۔ ⑤ ابن جریر کی ایک بہت ہی ضعیف سند والی حدیث میں ہے کہ جب یہ آیت اتری تو حضور ﷺ نے فرمایا ”اللہ اکبر! یہ تمہارے لیے بہتر ہے اس سے تم میں سے ہر شخص کو شل تمام دنیا کے دیا جائے“ ⑥ اس سے مراد وہ شخص ہے کہ نماز پڑھے تو اس کی بھلائی سے اسے کچھ سروکار نہ ہو اور نہ پڑھے تو اللہ کا خوف اسے نہ ہو۔ اور روایت میں ہے کہ رسول اللہ سے اس آیت کا مطلب پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا ”یہ وہ لوگ ہیں جو نماز کو اس کے وقت سے مؤخر کرتے ہیں۔“ ⑦ اس کے ایک معنی تو یہ ہیں کہ سرے سے پڑھتے ہی نہیں دوسرے معنی یہ ہیں کہ شرعی وقت سے نکال دیتے ہیں پھر پڑھتے ہیں یہ معنی بھی ہیں کہ اول وقت میں ادا نہیں کرتے۔ ایک موقوف روایت میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ کبھی وقت کر ڈالتے ہیں۔ زیادہ صحیح موقوف روایت ہی ہے۔ امام بیہقی رحمہ اللہ بھی فرماتے ہیں کہ مرفوع تو ضعیف ہے ہاں موقوف صحیح ہے۔ امام حاکم رحمہ اللہ کا قول بھی یہی ہے۔ پس جس طرح یہ لوگ عبادت الہی میں سست ہیں اسی طرح لوگوں کے حقوق

① ۴/ النساء: ۱۴۲۔ ② المعجم الكبير، ۱۲۸۰۳ وسندہ ضعیف فیہ علل منها جہالة یحیی بن عبد اللہ بن عبد ربہ وابیہ۔

③ احمد، ۲/ ۲۱۳ ح ۶۹۸۶ وسندہ ضعیف الاعمش مدلس وعنعن، شعب الایمان، ۶۸۱۱۔ ④ شرح السنة للبغوی،

۴۱۴۱ وسندہ ضعیف فیہ سعید بن بشیر ضعیف، والاعمش مدلس وعنعن ان صح السند الیہ وانظر سنن الترمذی (۲۳۸۵) وسنن

ابن ماجہ (۴۲۲۶) ⑤ ترمذی، کتاب الزہد، باب عمل السر، ۲۳۸۴ وسندہ ضعیف؛ ابن ماجہ، ۴۲۲۶ مسند الطیالسی،

۲۴۳۰ اس کی سند میں حبیب بن ابی ثابت مدلس راوی ہے۔

⑥ الطبری، ۲۴/ ۶۳۳ وسندہ ضعیف جداً اس کی سند میں جابر بن یزید البجلی ضعیف (التقریب: ۱/ ۲۳) اور اس کا شیخ مجہول ہے۔

⑦ المعجم الكبير، ۱۸۵۳ وسندہ موضوع، محمد بن القاسم الاسدی کذبہ۔

بھی ادا نہیں کرتے یہاں تک کہ برتنے کی کم قیمت چیزیں لوگوں کو اس لیے بھی نہیں دیتے کہ وہ اپنا کام نکال لیں اور پھر وہ چیز جوں کی تولں واپس کر دیں۔ پس ان خسیس لوگوں سے یہ کہاں بن آئے کہ وہ زکوٰۃ ادا کریں یا اور نیکی کے کام کریں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ماعون کا مطلب ادا نیکی زکوٰۃ بھی مردی ہے ① اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی اور دیگر حضرات مفسرین معتبرین سے بھی۔ امام حسن بصری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ”اس کی نماز میں ریاکاری ہے اور اس کے مال کے صدقہ میں روک ہے۔“ حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ”یہ منافق لوگ ہیں نماز تو چونکہ ظاہر ہے پڑھنی پڑتی ہے اور زکوٰۃ چونکہ پوشیدہ ہے تو ادا نہیں کرتے۔“ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ماعون میں ہر وہ چیز ہے جو لوگ آپس میں ایک دوسرے سے مانگ لیا کرتے ہیں، جیسے کدال، پھاوڑا، دیکچی، ڈول وغیرہ۔“

دوسری روایت میں ہے کہ اصحاب رسول اس کا یہی مطلب بیان کرتے تھے۔ اور روایت میں ہے کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اور ہم اس کی تفسیر یہی کرتے تھے۔ نسائی کی حدیث میں ہے کہ ”ہر نیک چیز صدقہ ہے، ڈول اور ہانڈی یا پتیلی مانگے پر دینے کو ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ماعون سے تعبیر کرتے تھے۔“ ② غرض اس کے معنی زکوٰۃ نہ دینے کے، اطاعت نہ کرنے کے مانگی چیز نہ دینے کے ہیں۔ چھوٹی چھوٹی بے جان چیزیں کوئی دو گھڑی کے لیے مانگنے آئے اس سے انکار کر دینا۔ مثلاً جھلی، ڈول، سوئی، سل بنا، کدال، پھاوڑا، پتیلی، دیکچی وغیرہ۔

ایک غریب حدیث میں ہے کہ ”قبیلہ نمیر کے وفد نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ ہمیں خاص حکم کیا ہوتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ماعون سے منع نہ کرنا۔ انہوں نے پوچھا ماعون کیا؟ فرمایا پتھر، لوہا، پانی۔ انہوں نے پوچھا لوہے سے مراد کونسا لوہا ہے؟ فرمایا یہی تمہاری تانبے کی پتیلیاں اور کدال وغیرہ۔ پوچھا پتھر سے کیا مراد؟ فرمایا یہی دیکچی وغیرہ۔“ ③ یہ حدیث بہت ہی غریب ہے بلکہ مرفوع ہونا منکر ہے، اور اس کی اسناد میں وہ راوی ہیں جو مشہور نہیں۔ علی نمیری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے سنا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان مسلمان کا بھائی ہے جب ملے سلام کرے۔ جب سلام کرے تو بہتر جواب دے اور ماعون کا انکار نہ کرے۔ میں نے پوچھا حضور! ماعون کیا ہے؟ فرمایا پتھر، لوہا اور اسی جیسی اور چیزیں۔“ ④ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ تَعَالٰی۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور اس کے احسان و رحم سے اس سورت کی تفسیر بھی ختم ہوئی۔



① حاکم، ۵۳۶/۲ وسندہ ضعیف، سفیان بن سعید الثوری وابن ابی نجیح مدلسان وعننا۔

② ابو داود، کتاب الزکاة، باب فی حقوق المال، ۱۶۵۷ مختصراً وسندہ حسن؛ مسند البزار، ۲۲۹۲۔

③ ابن ابی حاتم وسندہ ضعیف فیہ علل منها ضعف دلہم بن دھتم۔ ④ الاصابہ، ۵۱۱/۲۔

تفسیر سورہ کوثر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِنَّا اَعْطٰیْكَ الْکُوْثَرَ ۚ فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَرْ ۚ اِنَّ شَآئِئَکَ هُوَ الْاَبْتَرُ ۝

ترجمہ: شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

یقیناً ہم نے تجھے حوض کوثر اور بہت کچھ دیا ہے۔ [۱] پس تو اپنے رب کی نماز پڑھ اور قرطانی کر [۲] یقیناً حیران دشمن ہی بے نام نشان ہے۔ [۳]

شانِ نزول اور نہر کوثر: [آیت: ۱-۳] مسند احمد میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر کچھ غنودگی سی طاری ہوئی اور دفعۃً سر اٹھا کر مسکرائے پھر یا تو خود آپ ﷺ نے فرمایا یا لوگوں کے اس سوال پر کہ حضور کیسے مسکرائے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: مجھ پر اس وقت ایک سورت اتری پھر آپ ﷺ نے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ کر اس پوری سورت کی تلاوت کی اور فرمایا: جانتے ہو کوثر کیا ہے؟ لوگوں نے کہا اللہ اور اس کا رسول ہی خوب جانتے ہیں۔ فرمایا: وہ ایک جنتی نہر ہے جس پر بہت بھلائی ہے جو میرے رب نے مجھے عطا فرمائی ہے جس پر میری امت قیامت والے دن آئے گی اس کے برتن آسمان کے ستاروں کی گنتی کے برابر ہیں۔ بعض لوگ اس سے ہٹائے جائیں گے تو میں کہوں گا اے میرے رب! یہ بھی میرے امتی ہیں تو کہا جائے گا کہ آپ کو نہیں معلوم کہ ان لوگوں نے آپ کے بعد کیا کیا بد عتیں نکالی تھیں۔ ① اور حدیث میں وارد ہوا ہے کہ ”اس میں دو پرنا لے آسمان سے گرتے ہوں گے۔“ ② نسائی کی حدیث میں ہے کہ ”یہ واقعہ مسجد میں گزرا“ اسی سے اکثر قاریوں کا استدلال ہے کہ یہ سورت مدنی ہے۔

بعض فوائد کا ذکر: اور اکثر فقہانے اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم ہر سورت میں اس کے ساتھ ہی نازل ہوئی تھی اور ہر سورت کی ایک مستقل آیت ہے۔ مسند کی اور حدیث میں ہے کہ ”حضور ﷺ نے اس آیت کی تلاوت کر کے فرمایا کہ مجھے کوثر عنایت کی گئی ہے جو ایک جاری نہر ہے لیکن گڑھا نہیں ہے۔ اس کے دونوں کنارے موتی کے خیمے ہیں اس کی مٹی خالص مشک ہے اس کے کنکر بھی سچے موتی ہیں۔“ ③

اور روایت میں ہے کہ ”معراج والی رات آپ ﷺ نے آسمان پر جنت میں اس نہر کو دیکھا اور جبریل علیہ السلام سے پوچھا کہ یہ کنسی نہر ہے؟ تو حضرت جبریل علیہ السلام نے فرمایا یہ کوثر ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمائی ہے۔“ ④ اور اس قسم کی بہت سی حدیثیں ہیں اور بہت سی ہم نے سورہ اسراء کی تفسیر میں بیان بھی کر دی ہیں۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ ”اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید ہے اور شہد سے زیادہ میٹھا ہے جس کے کنارے دراز گردن والے پرندے بیٹھے ہوئے ہیں۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے سن کر فرمایا وہ پرندے تو بہت ہی خوبصورت ہوں گے۔ آپ ﷺ نے

① احمد، ۱۰۲/۳ وسندہ صحیح اس معنی کی روایت صحیح مسلم، کتاب الصلاة، باب حجة من قال بالبسملة آية من أول كل سورة سوى براءة، ۴۰۰۔ ② صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب اثبات حوض نبی ﷺ وصفاته، ۲۳۰۰، احمد، ۴۲۴/۴۔

③ احمد، ۱۵۲/۳، ۲۴۷ وسندہ صحیح۔

④ احمد، ۱۰۳/۳، صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورة الکوتر، ۴۹۶۴۔

فرمایا کھانے میں بھی وہ بہت ہی لذیذ ہیں“ ① (ابن جریر)۔ اور روایت میں ہے کہ ”حضرت انس رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ سے سوال کیا کہ کوثر کیا ہے؟ اس پر آپ نے یہ حدیث بیان کی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان پرندوں کی نسبت یہ فرمایا“ ② (مسند احمد)۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ”یہ نہر بیچوں بیچ جنت کے ہے۔“ ایک منقطع سند سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ”کوثر کے پانی کے گرنے کی آواز جوسنا جا ہے وہ اپنے دونوں کانوں میں اپنی دونوں انگلیاں ڈال لے۔“

فائدہ: اولاً تو اس کی سند ٹھیک نہیں دوسرے اس کے معنی یہ ہیں کہ اس جیسی آواز آتی ہے نہ کہ خاص اسی کی آواز ہو واللہ اعلم۔ صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ”کوثر سے مراد وہ بھلائی اور خیر ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو عطا فرمائی ہے۔“ ابوبشر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے یہ سن کر کہا کہ لوگ تو کہتے ہیں کہ یہ جنت کی ایک نہر ہے تو حضرت سعید نے فرمایا وہ بھی ان بھلائیوں اور خیر میں سے ہے جو آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عنایت ہوئی ہیں۔ اور بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اس سے مراد بہت سی خیر ہے تو یہ تفسیر شامل ہے حوض کوثر وغیرہ سب کو۔ کوثر ماخوذ ہے کثر سے جس سے مراد خیر کثیر ہے اور اسی خیر کثیر میں حوض جنت بھی ہے جیسے کہ بہت سے مفسرین سے مروی ہے۔

فائدہ: حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ دنیا اور آخرت کی بہت بہت بھلائیاں مراد ہے۔ عکرمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبوت قرآن ثواب آخرت کوثر ہے۔ اور یہ بھی یاد رہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے کوثر کی تفسیر نہر کوثر سے بھی مروی ہے جیسے کہ ابن جریر میں سند مروی ہے کہ ”آپ ﷺ نے فرمایا کوثر جنت کی ایک نہر ہے جس کے دونوں کنارے سونا چاندی ہے جو یاقوت اور موتیوں پر بہہ رہی ہے جس کا پانی برف سے زیادہ سفید ہے اور شہد سے زیادہ میٹھا ہے۔“

فائدہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی یہ تفسیر مروی ہے (ابن جریر)۔ ترمذی اور ابن ماجہ وغیرہ میں یہ روایت مرفوع بھی آئی ہے۔ امام ترمذی رضی اللہ عنہ اسے حسن صحیح بتلاتے ہیں۔ ③ ابن جریر میں ہے کہ ”رسول اللہ ﷺ ایک دن حضرت حذہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے گئے آپ اس وقت گھر پر نہ تھے آپ کی بیوی صاحبہ جو قبیلہ بنو نجار سے تھیں انہوں نے کہا یا نبی اللہ! وہ تو ابھی ابھی آپ ﷺ ہی کی طرف گئے ہیں شاید بنو نجار میں رک گئے ہوں“ آپ تشریف لائے۔ حضور ﷺ گھر میں تشریف لے گئے تو مائی صاحبہ نے آپ کے سامنے طیدہ رکھا جو آپ ﷺ نے تناول فرمایا۔ مائی صاحبہ خوش ہو کر فرمانے لگیں کہ اللہ رک جائے پچائے اچھا ہوا کہ خود تشریف لے آئے میں تو حاضر دربار ہونے کا ارادہ کر چکی تھی کہ آپ کو حوض کوثر عطا ہونے کی مبارکباد دوں مجھ سے ابھی ابھی حضرت ابوعمارہ نے کہا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں اس حوض کی زمین یاقوت اور مرجان اور زمر در موتیوں کی ہے۔“ ④ اس کے ایک راوی حرام بن عثمان ضعیف ہیں لیکن واقعہ حسن ہے اور اصل تو تواتر سے ثابت ہو چکی ہے۔

کوثر کیا ہے؟ بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین رضی اللہ عنہم وغیرہ سے ثابت ہے کہ کوثر نہر کا نام ہے۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ جیسے ہم نے تمہیں خیر کثیر عنایت فرمائی اور ایسی پر شوکت نہر دی تو تم بھی صرف میری ہی عبادت کرو خصوصاً نفل فرض نماز اور قربانی اسی وحدہ لا شریک کے نام کی کرتے رہو جیسے فرمایا اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ لَا شَرِيْكَ لَهُ وَبِذَلِكَ

① ابن جریر وسندہ حسن؛ حاکم، ۵۳۷/۲؛ الطبری، ۲۴/۶۵۰۔

② احمد، ۳/۲۲۰؛ ترمذی، کتاب صفة الجنة، باب ما جاء فی صفة طیر الجنة، ۲۵۴۲ وسندہ صحیح۔

③ ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورة الکونثر، ۳۳۶۱ وهو حدیث حسن بالشواہد، ابن ماجہ، ۴۳۳۴؛

احمد، ۲/۶۷۔ ④ الطبری۔

اِمْرُتْ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ ﴿۱﴾ مراد قربانی سے اونٹوں کا نحر کرنا وغیرہ ہے۔ مشرکین سجدے اور قربانیاں اللہ تعالیٰ کے سوا اوروں کے نام کی کرتے تھے۔ تو یہاں حکم ہوا کہ تم صرف اللہ تعالیٰ ہی کے نام کی مخلصانہ عبادتیں کیا کرو۔ اور جگہ ہے ﴿لَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يَذْكُرْ اِسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَاِنَّهُ لَفِسْقٌ﴾ ﴿۲﴾ الخ۔ جس جانور پر اللہ کا نام نہ لیا جائے اسے نہ کھاویہ توفیق ہے۔

نحر سے کیا مراد ہے: اور کہا گیا ہے کہ مراد ”وَأَنْحَوْ“ سے دائیں ہاتھ کا بائیں ہاتھ پر نماز میں سینے پر رکھنا ہے۔ یہی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے غیر صحیح سند کے ساتھ مروی ہے۔ حضرت شعیب رضی اللہ عنہ اس لفظ کی یہی تفسیر کرتے ہیں۔ حضرت ابو جعفر باقر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد نماز کے شروع کے وقت رفع الیدین کرنا ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ مطلب یہ ہے کہ اپنے سینے سے قبلہ کی طرف متوجہ ہو۔ یہ تینوں قول ابن جریر میں منقول ہیں۔

فائدہ: ابن ابی حاتم میں اس جگہ ایک بہت منکر حدیث مروی ہے جس میں ہے کہ ”جب یہ سورت نبی ﷺ پر اتری تو آپ ﷺ نے فرمایا اے جبرئیل اَوَانْ حَسْرُ سے کیا مراد ہے؟ جو مجھے میرے پروردگار کا حکم ہو رہا ہے تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا اس سے مراد قربانی نہیں بلکہ اللہ کا تمہیں حکم ہو رہا ہے کہ نماز کی تکبیر تحریر یہ کے وقت رفع الیدین کرو اور رکوع کے وقت بھی اور جب رکوع سے سر اٹھاؤ تب بھی اور جب سجدہ کرو یہی ہماری نماز ہے اور ان فرشتوں کی نماز ہے جو ساتوں آسمانوں میں ہیں۔ ہر چیز کی زینت ہوتی ہے اور نماز کی زینت ہر تکبیر کے بعد رفع الیدین کرنا ہے۔“ ﴿۳﴾ یہ حدیث اسی طرح مستدرک حاکم میں بھی ہے۔ حضرت عطاء خراسانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں و انحر سے مراد یہ ہے کہ اپنی پیٹھ رکوع سے سر اٹھاؤ تو اعتدال کرو اور سینے کو ظاہر کرو یعنی اطمینان حاصل کرو (ابن ابی حاتم)۔ یہ سب اقوال غریب ہیں اور صحیح پہلا قول ہے کہ مراد نحر سے قربانیوں کا ذبح کرنا ہے۔

اسی لیے رسول مقبول ﷺ نماز عید سے فارغ ہو کر اپنی قربانی ذبح کرتے تھے اور فرماتے تھے جو شخص ہماری نماز پڑھے اور ہم جیسی قربانی کرے اس نے شرعی قربانی کی اور جس نے نماز سے پہلے ہی جانور ذبح کر لیا اس کی قربانی نہیں ہوئی۔ ابو بردہ بن نیار رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر کہا کہ ”یا رسول اللہ! میں نے نماز عید سے پہلے ہی قربانی کر لی یہ سمجھ کر کہ آج کے دن گوشت کی چاہت ہوگی۔ آپ ﷺ نے فرمایا بس وہ تو کھانے کا گوشت ہو گیا صحابی نے کہا اچھا یا رسول اللہ! اب میرے پاس ایک بکری کا بچہ ہے جو مجھے دو بکریوں سے بھی زیادہ محبوب ہے کیا یہ کافی ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں تجھے تو کافی ہے لیکن تیرے بعد چھ مہینے کا بکری کا بچہ کوئی اور قربانی نہیں دے سکتا۔“ ﴿۴﴾ امام ابو جعفر محمد بن جریر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ٹھیک قول اس کا ہے جو کہتا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ اپنی تمام نمازیں خالص اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ادا کرو اس کے سوا کسی اور کے لیے نہ کرائی طرح اس کی راہ خون بہا کسی اور کے نام پر قربانی نہ کرائی کا شکر بجالا جس نے تجھے یہ بزرگی دی اور وہ نعمت دی جس جیسی کوئی اور نعمت نہیں تجھی کو اس کے ساتھ خاص کیا۔ یہی قول بہت اچھا ہے۔

محمد بن کعب قرظی اور عطاء بن جابر رضی اللہ عنہما کا بھی یہی قول ہے۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ اے نبی! تجھ سے اور تیری طرف اتری ہوئی وحی سے دشمنی رکھنے والا ہی قلت و ذلت والا بے برکتا اور دم بریدہ ہے۔ یہ آیت عاص بن وائل کے بارے میں اتری ہے۔ یہ پانچ جہاں

① ۶/ الانعام: ۱۶۲۔ ② ۶/ الانعام: ۱۶۱۔

③ حاکم، ۵۳۷/۲، ۵۳۸، وسندہ ضعیف جداً، اسرائیل بن حاتم واصبغ بن نباتہ مجروحان، کتاب الموضوعات، ۹۸/۲۔

④ صحیح بخاری، کتاب العیدین، باب الاکل یوم النحر، ۹۵۵؛ صحیح مسلم، ۱۹۶۱۔

حضور ﷺ کا ذکر خیر سننا تو کہتا اسے چھوڑ دو وہ دم کٹا ہے اس کے پیچھے اس کی نرینہ اولاد نہیں اس کے انتقال کرتے ہی اس کا نام دنیا سے اٹھ جائے گا۔ اس پر یہ مبارک سورت نازل ہوئی ہے۔ شمر بن عطیہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ عقبہ بن ابی معیط کے حق میں یہ آیت اتری ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ فرماتے ہیں کہ کعب بن اشرف اور جماعت قریش کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ بزار میں ہے کہ جب کعب بن اشرف مکہ معظمہ میں آیا تو قریشیوں نے اس سے کہا کہ آپ تو ان کے سردار ہیں آپ اس بچہ کی طرف نہیں دیکھتے؟ جو اپنی ساری قوم سے الگ تھلگ ہے اور خیال کرتا ہے کہ وہ افضل ہے۔ حالانکہ ہم حاجیوں کے اہل میں درو بست بیت اللہ ہمارے ہاتھوں میں ہے زمرم پر ہمارا قبضہ ہے۔ تو یہ خبیث کہنے لگا کہ بیشک تم اس سے بہتر ہو۔ اس پر یہ آیت اتری۔ اس کی سند صحیح ہے۔

حضرت عطاء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ابولہب کے بارے میں یہ آیت اتری ہے جب رسول اللہ ﷺ کے صاحبزادے کا انتقال ہوا تو یہ بد نصیب مشرکین سے کہنے لگا کہ آج کی رات محمد ﷺ کی نسل کٹ گئی اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی یہ منقول ہے۔ آپ یہ بھی فرماتے ہیں کہ اس سے مراد حضور ﷺ کا ہر دشمن ہے جن جن کے نام لیے گئے وہ بھی اور جن کا ذکر نہیں ہوا وہ بھی۔ (ابن مسعود) کے معنی ہیں تنہا عرب کا یہ بھی محاورہ ہے کہ جب کسی کی نرینہ اولاد مر جائے تو کہتے ہیں بَسْرُو۔ حضور ﷺ کے صاحبزادوں کے انتقال پر بھی انہوں نے دشمنی کی وجہ سے یہی کہا جس پر یہ آیت اتری تو مطلب یہ ہوا کہ اَبَسْرُوہ ہے جس کے مرنے کے بعد اس کا ذکر مٹ جائے۔ ان مشرکین نے حضور ﷺ کی نسبت بھی یہی خیال کیا تھا کہ ان کے لڑکے تو انتقال کر گئے وہ نہ رہے جن کی وجہ سے آپ کے انتقال کے بعد بھی آپ کا نام رہتا۔ حاشا وکلا اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کا نام رہتی دنیا تک رکھے گا۔ آپ ﷺ کی شریعت ابداً باونک باقی رہے گی آپ ﷺ کی اطاعت ہر کہہ و مہ پر فرض کر دی گئی ہے آپ ﷺ کا پیارا اور پاک نام ہر ایک مسلمان کے دل و زبان پر ہے اور قیامت تک فضائے آسمانی میں عروج و اقبال کے ساتھ گونجنا رہے گا۔ بخرو بر میں ہر وقت اس کی منادی ہوتی رہے گی اللہ تعالیٰ آپ ﷺ پر اور آپ ﷺ کی آل و اولاد پر اور ازواج و اصحاب جنی اللہ علیہم پر قیامت تک درود و سلام بے حد و بکثرت بھیجتا رہے آمین۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور اس کے احسان و رحم سے سورہ کوثر کی تفسیر بھی ختم ہوئی۔



تفسیر سورہ کافرون

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قُلْ يٰۤاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ۝ لَاۤ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ ۝ وَلَاۤ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَاۤ اَعْبُدُ ۝ وَلَاۤ

اَنَا عٰبِدُ مَاۤ اَعْبُدْتُمْ ۝ وَلَاۤ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَاۤ اَعْبُدُ ۝ لَكُمْ دِیْنُكُمْ وَلِی دِیْنِ ۝

ترجمہ: میں پڑھتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام کی برکت سے جو رحمن اور رحیم ہے۔

کہہ دے کہ اے کافرو! [۱] نہ میں تمہارے معبودوں کو پوجتا ہوں [۲] نہ تم میرے معبود کو پوجتے ہو [۳] اور نہ میں تمہارے معبودوں کی پرستش کروں گا۔ [۴] نہ تم اس کی پرستش کرو گے جس کی میں عبادت کر رہا ہوں [۵] تمہارے لیے تمہارا دین ہے اور میرے لیے میرا دین ہے۔ [۶]

تعارف سورت: صحیح مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ”رسول اللہ ﷺ نے اس سورت کو اور سورہ ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ﴾ کو طواف کے بعد دو رکعت نماز میں تلاوت فرمایا۔“ ① صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ”صبح کی دو سنتوں میں بھی آنحضرت ﷺ انہی دونوں سورتوں کی تلاوت کیا کرتے تھے۔“ ② مسند احمد میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صبح کے فرضوں سے پہلے کی دو رکعتوں میں اور مغرب کے بعد کی دو رکعتوں میں بیس اوپر کچھ دفعہ یا دس اوپر کچھ مرتبہ سورہ ﴿قُلْ يٰۤاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ﴾ اور سورہ ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ پڑھی ③ (یعنی اتنی مرتبہ میں نے آپ ﷺ کو یہ سورتیں ان نمازوں میں پڑھتے ہوئے سنا)۔ مسند احمد میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ”نبی ﷺ کو میں نے چوبیس یا پچیس مرتبہ صبح کی دو سنتوں میں ان دونوں سورتوں کو پڑھتے ہوئے بخوبی دیکھا۔“ ④

مسند احمد ہی کی دوسری روایت میں آپ سے مروی ہے کہ مہینہ بھر تک میں نے آپ ﷺ کو ان دونوں رکعتوں میں یہی دونوں سورتیں پڑھتے ہوئے پایا۔ ⑤ یہ روایت ترمذی ابن ماجہ اور نسائی میں بھی ہے۔ امام ترمذی رحمہ اللہ اسے حسن کہتے ہیں۔ وہ روایت پہلے بیان ہو چکی ہے کہ یہ سورت چوتھائی قرآن کے برابر ہے اور سورہ ﴿اِذَا زُلْزِلَتْ﴾ بھی۔ ⑥ مسند احمد میں روایت ہے کہ حضرت نوفل بن معاویہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ”رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ ہماری رہبہ نسیب رضی اللہ عنہا کی پرورش تم اپنے ہاں کرو۔ میرے خیال سے یہ حضرت نسیب رضی اللہ عنہا تھیں یہ ایک مرتبہ پھر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ بوجی کیا کر رہی ہے؟ کہا میں انہیں ان کی ماں کے پاس چھوڑ آیا ہوں۔ فرمایا اچھا کیوں آئے ہو؟ عرض کیا اس لیے کہ آپ سے کوئی

① صحیح مسلم، کتاب الحج، باب حجة النبی ﷺ، ۱۲۱۸۔

② صحیح مسلم، کتاب صلاة المسافرين، باب استحباب رکعتی سنة الفجر والحث علیہا، ۷۲۶۔

③ احمد، ۲/۲۴ وسندہ ضعیف ابو اسحاق السبئی مدلس وعنن۔

④ احمد، ۲/۹۵، ۹۹ وسندہ ضعیف ابو اسحاق عنن۔

⑤ احمد، ۲/۹۴؛ ترمذی، کتاب الصلاة، باب ما جاء فی تخفیف رکعتی الفجر ۴۱۷ وسندہ ضعیف ابو اسحاق مدلس ہے

اور سماع کی صراحت نہیں۔ نسائی، ۹۹۳؛ ابن ماجہ، ۱۱۴۹۔

⑥ اس کی تخریج سورہ زلزال کے ابتدا میں گزر چکی ہے۔

وَعَلَيْهِ سَكَّهَ جَاوِزٌ جَوْسُوتِ وَتِ وَقْتِ پڑھ لوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا ﴿قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ﴾ پڑھ کر سو جایا کر داس میں شرک سے برأت اور بیزاری ہے۔^① طبرانی کی روایت میں ہے کہ جبکہ بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو بھی آپ ﷺ نے یہی فرمایا تھا۔

طبرانی کی اور روایت میں ہے کہ ”خود حضور ﷺ بھی اپنے بستر پر لیٹ کر اس سورت کی تلاوت فرمایا کرتے تھے۔“ مسند احمد کی روایت میں ہے کہ ”حضرت حارث بن جبہ رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ! مجھے کوئی ایسی چیز بتائیے کہ میں سوئے کے وقت اسے پڑھ لیا کروں۔ آپ ﷺ نے فرمایا جب تورات کو اپنے بستر پر جائے تو سورہ ﴿قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ﴾ پڑھ لیا کر یہ شرک سے بیزاری ہے۔“ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

مؤمن بتوں کی عبادت نہیں کر سکتا: [آیت: ۱-۶] اس سورہ مبارکہ میں مشرکین کے عمل سے بیزاری کا اعلان ہے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کے اخلاص کا حکم ہے، گو یہاں خطاب مکہ کے کفار قریش سے ہے لیکن دراصل روئے زمین کے تمام کافر مراد ہیں۔ اس کا شان نزول یہ ہے کہ ان کافروں نے حضور ﷺ سے کہا تھا کہ ایک سال آپ ہمارے معبودوں کی عبادت کریں تو اگلے سال ہم بھی اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں گے اس پر یہ سورت نازل ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی برحق ﷺ کو یہ حکم دیا کہ ان کے دین سے اپنی پوری بیزاری کا اعلان فرمادیں کہ میں تمہارے ان بتوں کو اور جن جن کو تم اللہ تعالیٰ کا شریک مان رہے ہو ہرگز نہ پوجوں گا، گو تم بھی میرے معبود برحق اللہ وحدہ لا شریک لہ کو نہ پوجو۔ پس مہا یہاں پر معنی میں من کے ہے پھر دوبارہ یہی فرمایا کہ میں تم جیسی عبادت نہ کروں گا، تمہارے مذہب پر میں کار بند نہیں ہو سکتا۔ نہ میں تمہارے پیچھے لگ سکتا ہوں بلکہ میں تو صرف اپنے رب کی عبادت کروں گا اور وہ بھی اسی طریقے پر جو اسے پسند ہو اور جیسے وہ چاہے۔ اسی لیے فرمایا کہ تم میرے رب کے احکام کے آگے سر جھکاؤ گے نہ اس کی عبادت اس کے فرمان کے مطابق بجالاؤ گے، بلکہ تم نے تو اپنی طرف سے طریقے مقرر کر لیے ہیں۔

جیسے اور جگہ ہے ﴿اِنْ يَتَّبِعُونَ اِلَّا الظَّنَّ﴾^② الخ۔ یہ لوگ صرف انکل اور گمان کے اور خواہش نفسانی کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں حالانکہ ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے ہدایت پہنچ چکی ہے۔ پس جناب نبی محمد مصطفیٰ ﷺ نے ہر طرح سے اپنا دامن ان سے چھڑا لیا اور صاف طور پر ان کے معبودوں سے اور ان کی عبادت کے طریقوں سے علیحدگی اور تاپسندیدگی کا اعلان فرمادیا، ظاہر ہے کہ ہر عابد کا معبود ہوگا اور طریقہ عبادت ہوگا، پس رسول اللہ ﷺ اور آپ کی امت صرف اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کرتے ہیں۔ اور طریقہ عبادت ان کا وہ ہے جو سرورِ رسل ﷺ نے تعلیم فرمایا ہے۔

فائدہ: اسی لیے کلمہ اخلاص لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اس کا راستہ وہی ہے جس کے بتانے والے محمد ﷺ ہیں جو اللہ کے پیغمبر ہیں۔ اور مشرکین کے معبود بھی اللہ کے سوا غیر ہیں اور طریقہ عبادت بھی اللہ کا بتلایا ہو انہیں اسی لیے فرمایا کہ تمہارا دین تمہارے لیے اور میرا دین میرے لیے جیسے اور جگہ ہے ﴿وَإِنْ كَذَّبُوكَ فَقُلْ لِيْ عَمَلِيْ وَلَكُمْ عَمَلُكُمْ ۚ أَنْتُمْ بَرِيْئُونَ مِمَّا أَعْمَلُ وَأَنَا بِرِيْءٌ مِّمَّا تَعْمَلُونَ﴾^③ یعنی اگر یہ تجھے جھٹلائیں تو تو کہہ دے کہ میرے لیے میرا عمل ہے اور تمہارے لیے تمہارا عمل ہے، تم میرے اعمال سے الگ ہو اور میں تمہارے کاموں سے بیزار ہوں۔ اور جگہ فرمایا ﴿لَنْ أَعْمَلَ لَنَا وَلَكُمْ أَعْمَالَكُمْ﴾^④ ہمارے عمل ہمارے ساتھ اور تمہارے عمل تمہارے ساتھ۔ صحیح بخاری میں اس آیت کی تفسیر میں

① احمد، ۵/۴۵۶؛ ابو داود، کتاب الادب، باب ما یقول عند النوم، ۵۰۵۵ وهو حدیث حسن؛ ترمذی، ۳۴۰۳ بدون قصہ۔

② ۱۱۶/۶ الانعام۔ ③ ۱۰/۱۰ یونس: ۴۱۔ ④ ۲/البقرة: ۱۳۹۔

ہے کہ تمہارے لئے تمہارا دین ہے یعنی کفر اور میرے لیے میرا دین ہے یعنی اسلام۔ یہ لفظ اصل میں دینیسی تھا لیکن چونکہ اور آیتوں کا وقف نون پر ہے اس لیے اس میں بھی یا کو حذف کر دیا۔ جیسے ﴿فَهُوَ يَهْدِينُ﴾ ① میں اور ﴿يَسْقِينُ﴾ ② میں۔ ③

بعض مفسرین رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ مطلب یہ ہے کہ میں اب تو تمہارے معبودوں کی پرستش کرتا نہیں اور آگے کے لیے بھی تمہیں ناامید کر دیتا ہوں کہ عمر بھر میں کبھی بھی یہ کفر مجھ سے نہ ہو سکے گا، اسی طرح نہ تم اب میرے رب کو پوجتے ہو نہ آئندہ اس کی عبادت کرو گے۔ اس سے مراد وہ کفار ہیں جن کا ایمان نہ لانا اللہ تعالیٰ کو معلوم تھا، جیسے قرآن میں اور جگہ ہے ﴿وَلَيْسَ يَدْنًا كَيْسِرًا مِّنْهُمْ مَّا أَنزَلَ إِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ طُغْيَانًا وَكُفْرًا﴾ ④ یعنی تیری طرف جو اترتا ہے اس سے ان میں کے اکثر تو کشر کی اور کفر میں بڑھ جاتے ہیں۔ ابن جریر رحمہ اللہ نے بعض عربی دان حضرات سے نقل کیا ہے کہ دوسرے اس جملے کا لانا صرف تاکید کے لیے ہے جیسے ﴿فَإِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۚ إِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۚ﴾ ⑤ میں اور جیسے ﴿لَتَرْوِيَنَّ الْجَنَّةُ ۚ ثُمَّ لَتَرْوِيَنَّهَا عَيْنُ الْيَقِينِ ۚ﴾ ⑥ پس ان دونوں جملوں کو دوسرے لانے کی حکمت میں یہ تین قول ہوئے ایک تو یہ کہ پہلے جملے سے مراد معبود اور دوسرے سے مراد طریق عبادت، دوسرے یہ کہ پہلے جملے سے مراد حال دوسرے سے مراد استقبال یعنی آئندہ۔ تیسرے یہ کہ پہلے جملہ کی تاکید دوسرے جملہ سے ہے، لیکن یہ یاد رہے کہ یہاں ایک چوتھی وجہ بھی ہے جسے حضرت امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اپنی بعض تصنیفات میں قوت دیتے ہیں۔ وہ یہ کہ پہلے تو جملہ فعلیہ ہے دوبارہ جملہ اسمیہ ہے، تو مراد یہ ہوئی کہ نہ تو میں غیر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہوں نہ مجھ سے کبھی بھی کوئی امید رکھ سکتا ہے، یعنی واقعہ کی بھی نفی ہے اور شرعی طور پر ممکن ہونے کا بھی انکار ہے۔ یہ قول بھی بہت اچھا ہے وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

فائدہ: حضرت امام شافعی رحمہ اللہ نے اس آیت سے استدلال کیا ہے کہ کفر ایک ہی ملت ہے اس لیے یہود نصرانی کا اور نصرانی یہود کا وارث ہو سکتا ہے جب کہ ان دونوں میں نسب یا سبب ورثے کا پایا جائے اس لیے کہ اسلام کے سوا کفر کی جتنی راہیں ہیں وہ سب باطل ہونے میں ایک ہی ہیں۔ حضرت امام احمد رحمہ اللہ اور ان کے موافقین کا مذہب اس کے برخلاف ہے کہ نہ یہودی نصرانی کا وارث ہو سکتا ہے نہ نصرانی یہودی کا، کیونکہ حدیث میں ہے کہ دو مختلف مذہب والے آپس میں ایک دوسرے کے وارث نہیں ہو سکتے۔ ⑦

سورة کافر دن کی تفسیر ختم ہوئی۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی اِحْسَانِہِ ۔



① ۲۶ / الشعراء: ۷۸۔ ② ۲۶ / الشعراء: ۷۹۔ ③ صحيح بخاری، كتاب التفسير، سورة ﴿قل يا ايها الكافرون﴾ تعليقاً۔ ④ ۵ / المائدة: ۶۴۔ ⑤ ۹۴ / الم نشرح: ۵، ۶۔ ⑥ ۱۰۲ / التكاثر: ۶، ۷۔ ⑦ ابو داود، كتاب الفرائض، باب هل يرث المسلم الكافر، ۲۹۱۱ وسنده حسن؛ السنن الكبرى للنسائي، ۶۳۸۴؛ ابن ماجه، ۲۷۳۱؛ احمد، ۱۷۸ / ۲۔

تفسیر سورۃ نصر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ۝ وَرَآیْتَ النَّاسَ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا ۝

فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ۝ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا ۝

ترجمہ: شروع کرتا ہوں ساتھ نام اللہ رحم کرنے والے مہربان کے

جب اللہ کی مدد اور فتح آجائے [۱] اور تو لوگوں کو اللہ کے دین میں جوق در جوق آتا دیکھ لے۔ [۲] تو اپنے رب کی تسبیح اور حمد کرنے لگ اور اس سے مغفرت کی دعا مانگ بے شک وہ معاف کرنے والا ہے۔ [۳]

تعارف سورت: پہلے وہ حدیث بیان ہو چکی ہے کہ یہ سورت چوتھائی قرآن کے برابر ہے۔ ① حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے عبید اللہ بن عبد اللہ سے پوچھا جانتے ہو سب سے آخر کوئی سورت اتری؟ جواب دیا کہ ہاں یہی سورۃ ﴿اِذَا جَآءَ﴾ تو آپ نے فرمایا تم سچے ہو ② (نسائی)۔ حافظ ابوبکر بزار اور حافظ تہمتی رحمہما نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی یہ روایت وارد کی ہے کہ یہ سورت ایام تشریق کے درمیان کے دن اتری تو آپ ﷺ سمجھ گئے کہ یہ رخصت کی سورت ہے اسی وقت حکم دیا اور آپ ﷺ کی اونٹنی قصویٰ کسی گئی اور آپ ﷺ اس پر سوار ہوئے اور اپنا وہ پرزور خطبہ پڑھا جو مشہور ہے۔ ③ تہمتی میں ہے کہ ”جب یہ سورت نازل ہوئی تو حضور ﷺ نے اپنی نحت جگر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بلایا اور فرمایا مجھے میرے انتقال کی خبر آ گئی ہے۔ حضرت زہرا رضی اللہ عنہا رونے لگیں۔ پھر یکا یک ہنس پڑیں۔ جب اور لوگوں نے وجہ پوچھی تو فرمایا خبر انتقال نے تو رلا دیا لیکن روتے ہوئے حضور ﷺ نے تسلی دی اور فرمایا بیٹی صبر کرو میرے اہل میں سے سب سے پہلے تم مجھ سے ملو گی تو مجھے بے ساختہ ہنسی آ گئی۔“ ④

اللہ کی مدد اور فتح سے کیا مراد ہے؟ [آیت: ۱-۳] حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ”بڑی عمر والے بدری مجاہدین کے ساتھ ساتھ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ مجھے بھی شامل کر لیا کرتے تھے تو شاید کسی کے دل میں اس سے کچھ ناراضی پیدا ہوئی ہوگی اس نے کہا کہ یہ ہمارے ساتھ نہ آیا کریں ان جتنے تو ہمارے بچے ہیں خلیفہ المسلمین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم انہیں خوب جانتے ہو۔ ایک دن سب کو بلایا اور مجھے بھی یاد فرمایا میں سمجھ گیا کہ آج انہیں کچھ دکھانا چاہتے ہیں جب ہم سب جا پہنچے تو امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ نے ہم سے پوچھا کہ سورۃ ﴿اِذَا جَآءَ﴾ کی نسبت تمہیں کیا علم ہے؟ بعض نے کہا اس میں ہمیں خدا تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کرنے اور گناہوں کی بخشش چاہنے کا حکم کیا گیا ہے کہ جب مدد الہی آجائے اور ہماری فتح ہو تو ہم یہ کریں اور بعض بالکل خاموش رہے تو آپ نے میری طرف توجہ فرمائی اور کہا کیا تم بھی یہی کہتے ہو؟ میں نے کہا نہیں۔ فرمایا پھر اور کیا کہتے ہو؟ میں نے کہا یہ رسول اللہ ﷺ کے انتقال کا پیغام ہے آپ کو معلوم کرایا جا رہا ہے کہ اب آپ کی دنیوی زندگی ختم ہونے کو ہے آپ ﷺ تسبیح اور حمد میں اور استغفار میں مشغول ہو

① اس کی تخریج سورۃ زلزلا کے ابتدا میں گزر چکی ہے۔ ② صحیح مسلم، کتاب التفسیر، باب فی تفسیر آیات متفرقہ، ۳۰۲۴۔

③ مجمع الزوائد، ۳/ ۲۷۱ اس کی سند میں موسیٰ بن عبیدہ الرضی عنہ راوی ہے (المیزان، ۲/ ۲۵۶، رقم: ۳۶۳۶) لہذا یہ سند ضعیف

④ المعجم الکبیر للطبرانی، ۱۱۹۰۷ وسندہ ضعیف ہلال بن خباب اختلط۔

جائیے۔ حضرت فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہی میں بھی جانتا ہوں۔“ (بخاری)

شان نزول: جب یہ سورت اتری تو حضور ﷺ نے فرمایا تھا کہ ”اب اسی سال میرا انتقال ہو جائے گا“ مجھے میرے انتقال کی خبر دے دی گئی ہے (مسند احمد)۔ مجاہد ابو العالیہؒ ضحاکؒ و غیرہ بھی یہی تفسیر بیان کرتے ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ ”حضور ﷺ مدینہ میں تھے فرمانے لگے اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ تعالیٰ کی مدد آگئی اور فتح بھی، یمن والے آگئے پوچھا گیا حضور! یمن والے کیسے ہیں؟ فرمایا نرم دل لوگ ہیں سبھی ہوئی طبیعت والے ہیں۔ ایمان تو یمینوں کا ہے اور سمجھ بھی یمینوں کی ہے اور حکمت بھی یمن والوں کی ہے“ (ابن جریر)۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ جب یہ سورت اتری تو چونکہ اس میں آپ ﷺ کے انتقال کی خبر تھی تو آپ ﷺ نے اپنے کاموں میں اور کمر کس لی اور تقریباً وہی فرمایا جو اوپر گزرا (طبرانی)۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ بھی مروی ہے کہ ”سورتوں میں پوری سورت نازل ہونے کے اعتبار سے سب سے آخری سورت یہی ہے“ (طبرانی)۔ اور حدیث میں ہے کہ ”جب یہ سورت اتری تو آپ ﷺ نے اس کی تلاوت کی اور فرمایا کہ لوگ ایک کنارہ ہیں اور میں اور میرے اصحاب رضی اللہ عنہم ایک کنارہ میں ہیں سنو! فتح مکہ کے بعد ہجرت نہیں البتہ جہاد اور نیت ہے۔ مروان کو جب یہ حدیث حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے سنائی تو یہ کہنے لگا جھوٹ کہتا ہے۔ اس وقت مروان کے ساتھ اس کے تحت پر حضرت رافع بن خدیج اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہما بھی بیٹھے ہوئے تھے تو حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ فرماتے لگے کہ ان دونوں کو بھی اس حدیث کی خبر ہے یہ بھی اس حدیث کو بیان کر سکتے ہیں لیکن ایک کو تو اپنی سرداری چھین جانے کا خوف ہے اور دوسرے کو زکوٰۃ کی وصولی کے عہدے سے سبکدوش ہو جانے کا ڈر ہے۔ مروان نے یہ سن کر کوڑا اٹھا کر حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کو مارنا چاہا ان دونوں بزرگوں نے جب یہ دیکھا تو کہنے لگے مروان سن لو! ابوسعید رضی اللہ عنہ نے سچ بیان فرمایا ہے“ (مسند احمد) یہ حدیث ثابت ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی مروی ہے کہ ”حضور ﷺ نے فتح مکہ کے دن فرمایا: ہجرت نہیں رہی ہاں جہاد اور نیت ہے“ جب تمہیں چلنے کو کہا جائے تو اٹھ کھڑے ہو جایا کرو۔“ (صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں یہ حدیث موجود ہے۔ ہاں یہ بھی یاد رہے کہ جن بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے سامنے اس سورت کا یہ مطلب بیان کیا کہ جب ہم پر اللہ تعالیٰ شہر اور قلعے فتح کر دے اور ہماری مدد فرمائے تو ہمیں حکم مل رہا ہے کہ ہم اس کی تعریفیں بیان کریں اور اس کا شکر ادا کریں اس کی پاکیزگی بیان کریں نماز ادا کریں اور اپنے گناہوں کی بخشش طلب کریں۔ یہ مطلب بھی بالکل صحیح ہے اور تفسیر بھی نہایت پیاری ہے۔ دیکھو! رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ والے دن صبح کے وقت آٹھ رکعت نماز ادا کی گو لوگ کہتے ہیں کہ یہ صبح کی نماز تھی لیکن ہم کہہ سکتے ہیں کہ صبح کی نماز آپ ﷺ ہمیشہ نہیں پڑھتے تھے پھر اس دن جب کہ شغل اور کام بہت زیادہ تھا مسافت تھی وہ کیسے پڑھی؟ آپ ﷺ کی اقامت فتح مکہ کے موقع پر مکہ میں رمضان کے آخر تک انیس دن رہی آپ ﷺ فرض نماز کو بھی قصر کرتے رہے روزہ بھی نہیں رکھا اور تمام

① صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ اذا جاء نصر اللہ باب قوله (فسبح بحمد ربك واستغفره.....) ۴۹۷۰۔

② احمد، ۲۱۷/۱ و سندہ ضعیف، عطاء بن السائب اختلط۔ ③ مسند البزار، ۲۸۳۷ و ابن جریر و سندہ ضعیف

حسین بن عیسیٰ الحنفی ضعیفہ الجمهور۔ ④ المعجم الکبیر، ۱۱۹۰۳ و سندہ ضعیف ہلال بن خباب اختلط۔

⑤ المعجم الکبیر، ۱۰۷۳۶ و سندہ صحیح اس متقی کی روایت صحیح مسلم، کتاب التفسیر، باب تفسیر آیات متفرقہ، ۳۰۲۴

میں موجود ہے۔ ⑥ احمد، ۱۸۷/۵ و سندہ ضعیف ابو البختری لم یسمع من ابی سعید الخدری رحمہ اللہ۔

⑦ صحیح بخاری، کتاب جزاء الصيد، باب لا یحل القتال بمکة، ۱۸۳۴، صحیح مسلم، ۱۳۵۳، ابو داود، ۲۴۸۰، ترمذی،

۱۵۹۰، احمد، ۲۲۶/۱، ابن حبان، ۴۵۹۲۔

لشکر جو تقریباً دس ہزار تھا اسی طرح کرتا رہا۔ ان حقائق سے یہ بات صاف ثابت ہوتی ہے کہ یہ نماز فتح کے شکر کی نماز تھی اس لیے سردار لشکر امام وقت پر مستحب ہے کہ جب کوئی شہر فتح ہو تو داخل ہوتے ہی آٹھ رکعت نماز ادا کرے۔ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے فتح مدائن کے دن ایسا ہی کیا تھا۔ ان آٹھ رکعتوں کو دو درکعتیں کر کے ادا کرے گا بعض کا یہ قول بھی ہے کہ انھوں رکعتوں کو ایک ہی سلام سے پڑھ لے لیکن ابو داؤد میں صراحتاً مروی ہے کہ حضور ﷺ نے اس نماز میں ہر دو رکعت کے بعد سلام پھیرا ہے۔ ①

تسبیح کرنے سے کیا مراد ہے: دوسری تفسیر بھی صحیح ہے جو ابن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ نے کی ہے کہ اس میں آپ کو آپ ﷺ کی وصال کی خبر دی گئی کہ جب آپ ﷺ اپنی ہستی مکہ معظمہ فتح کر لیں جہاں سے ان کفار نے آپ ﷺ کو نکل جانے پر مجبور کیا تھا اور آپ ﷺ اپنی آنکھوں اپنی محنت کا پھل دیکھ لیں کہ فوجوں کی فوجیں آپ ﷺ کے جھنڈے تلے آ جائیں۔ جوق در جوق لوگ حلقہ بموش اسلام ہو جائیں تو ہماری طرف آنے کی اور ہم سے ملاقات کی تیاریوں میں لگ جاؤ سمجھ لو کہ جو کام ہمیں تم سے لینا تھا پورا ہو چکا اب آخرت کی طرف نگاہیں ڈالو جہاں آپ ﷺ کے لیے بہت بہتری ہے اور اس دنیا سے بہت زیادہ بھلائی آپ ﷺ کے لیے وہاں ہے وہیں آپ ﷺ کی مہمانی تیار ہے اور مجھ جیسا میزبان ہے آپ ﷺ ان نشانات کو دیکھ کر بکثرت میری حمد و ثنا کرو اور توبہ استغفار میں لگ جاؤ۔

صحیح بخاری کی حدیث میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ”آنحضرت ﷺ اپنے رکوع سجدے میں بکثرت ((سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي)) پڑھا کرتے تھے آپ ﷺ قرآن کی اس آیت ((فَسَبِّحْ)) الخ پر عمل کرتے تھے۔“ ② اور روایت میں ہے کہ ”حضور ﷺ اپنی آخری عمر میں ان کلمات کا اکثر ورد کرتے تھے ((سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ أَسْتَغْفِرُ اللَّهَ وَأَتُوبُ إِلَيْهِ)) اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے اسی کے لیے سب تعریفیں سزاوار ہیں میں اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتا ہوں اور اس کی طرف جھکتا ہوں اور فرمایا کرتے تھے: کہ میرے رب نے مجھے حکم دے رکھا ہے کہ جب میں یہ علامت دیکھ لوں کہ مکہ معظمہ فتح ہو گیا اور دین اسلام میں فوجوں کی فوجیں داخل ہونے لگیں تو میں ان کلمات کو بکثرت کہوں چنانچہ بحمد اللہ میں اسے دیکھ چکا لہذا اب اس وظیفہ میں مشغول ہوں۔“ ③ (مسند احمد)

ابن جریر میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ”حضور ﷺ اپنی آخری عمر میں بیٹھتے اٹھتے، چلتے پھرتے آتے جاتے ((سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ)) پڑھا کرتے، میں نے ایک مرتبہ پوچھا کہ حضور اس کی کیا وجہ ہے؟ تو آپ ﷺ نے اس سورت کی تلاوت کی اور فرمایا مجھے حکم الہی یہی ہے۔“ ④ کسی مجلس میں بیٹھیں تو پھر وہ مجلس برخاست ہو تو کیا پڑھنا چاہیے اسے ہم اپنی ایک مستقل تصنیف میں لکھ چکے ہیں۔ مسند احمد میں ہے کہ ”جب یہ سورت اتری تو حضور ﷺ اسے اکثر اپنی نماز میں تلاوت کرتے اور رکوع میں تین مرتبہ پڑھتے ((سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ))“ ⑤ فتح سے مراد یہاں فتح مکہ ہے اس پر اتفاق ہے عموماً عرب قبل اسی کے منتظر تھے کہ اگر یہ اپنی قوم پر غالب آ جائیں اور مکہ معظمہ ان کے زیر نگین آ جائے تو پھر ان کے نبی ہونے میں ذرا سا بھی شبہ نہیں۔ اب جب کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کے ہاتھوں مکہ معظمہ فتح کر دیا

① ابو داؤد، کتاب التطوع، باب صلاة الضحی، ۱۲۹۰ وهو حدیث حسن؛ ابن ماجہ، ۱۳۲۳۔

② صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورة اذا جاء نصر الله، ۴۹۶۸؛ صحیح مسلم، ۴۸۴؛ ابو داؤد، ۸۷۷؛ نسائی، ۱۱۲۳۔

ابن ماجہ، ۸۸۹۔ ③ احمد، ۳۵/۶؛ صحیح مسلم، ۴۸۴۔ ④ الطبری، ۶۷۰/۲۴ وسندہ ضعیف جداً لکی سند

میں حفص بن سلیمان ضعیف راوی ہے۔ ⑤ احمد، ۱/۳۸۸ وسندہ ضعیف، فیہ علتان: الانقطاع وتدلّیس ابی اسحاق۔

تو یہ سب اسلام میں آگئے وَالْحَمْدُ لِلَّهِ

صحیح بخاری میں بھی حضرت عمر بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کا یہ مقولہ موجود ہے کہ مکہ معظمہ فتح ہوتے ہی ہر قبیلے نے اسلام کی طرف سبقت کی، ان سب کو اسی کا انتظار تھا اور کہتے تھے کہ انہیں اور ان کی قوم کو چھوڑ دو دیکھو اگر یہ نبی برحق ہیں تو اپنی قوم پر غالب آ جائیں گے اور مکہ معظمہ پر ان کا جھنڈا نصب ہو جائے گا۔ ① ہم نے غزوہ فتح مکہ کا پورا پورا واقعہ تفصیل کے ساتھ اپنی سیرت کی کتاب میں لکھا ہے جو صاحب تفصیلات دیکھنا چاہیں وہ اس کتاب کو دیکھ لیں، قَالَ الْحَمْدُ لِلَّهِ۔ مسند احمد میں ہے کہ ”حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کے پڑوسی جب اپنے کسی سفر سے واپس آئے تو حضرت جابر رضی اللہ عنہ ان سے ملاقات کرنے کیلئے گئے انہوں نے لوگوں کی پھوٹ اور انکے اختلاف کا حال بیان کیا اور انکی نو ایجاد بدعتوں کا تذکرہ کیا تو صحابی رسول کی آنکھوں سے آنسو نکل آئے اور روتے ہوئے فرمانے لگے کہ میں نے حبیب کبریا شافع روز جزا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ لوگوں کی فوجوں کی فوجیں اللہ کے دین میں داخل ہوئیں لیکن عنقریب جماعتوں کی جماعتیں ان میں سے نکلنے بھی لگ جائیں گی۔“ ②

اس سورت کی تفسیر ختم ہوئی وَالْحَمْدُ لِلَّهِ عَلَىٰ احْسَانِهِ۔



① صحیح بخاری، کتاب المغازی باب نمبر، ۵۴، حدیث ۴۳۰۲۔

② احمد، ۳/۳۴۳ وسندہ ضعیف سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کا پڑوسی نامعلوم ہے۔

تفسیر سورۃ لہب

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تَبَّتْ یَدَاۤ اَبٰی لَہِبٍ وَتَبَّ ۝۱ مَا اَغْنٰی عَنْہُ مَالُہٗ وَمَا کَسَبَ ۝۲ سَیَصْلٰی نَارًا
ذَاتَ لَہِبٍ ۝۳ وَامْرَاۡتُہٗ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ۝۴ فِی جِیْدِہَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ ۝۵

ترجمہ: میں اللہ کے نام سے پڑھتا ہوں جو بڑا مہربان نہایت رحیم ہے۔

ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹیں اور وہ خود ہلاک ہو گیا۔ [۱] نہ تو اس کا مال اس کے کام آیا اور نہ اس کی کمائی۔ [۲] وہ غنیمت بھڑکنے والی آگ میں جائے گا۔ [۳] اور اس کی بیوی بھی (جائے گی) جو کلڑیاں ڈھونڈنے والی ہے۔ [۴] اس کی گردن میں پوست کھجور کی پٹی ہوئی رہی ہوگی۔ [۵]

شان نزول: [آیت ۱-۵] صحیح بخاری میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ بلحاء میں جا کر ایک پہاڑی پر چڑھ گئے اور اونچی اونچی آواز سے (يَا صَبَا يَا صَبَا صَا) کہنے لگے۔ قریش سب جمع ہو گئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: اگر میں تم سے کہوں کہ صبح یا شام دشمن تم پر چھاپہ مارنے والا ہے تو کیا تم مجھے سچا سمجھو گے؟ سب نے جواب دیا جی ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: سنو! میں تمہیں اللہ تعالیٰ کی سخت عذاب کے آنے کی خبر دے رہا ہوں تو ابولہب کہنے لگا تجھے ہلاک ہو کیا اسی لیے تو نے ہمیں جمع کیا تھا۔ اس پر یہ سورت اتری۔ ① (بخاری)۔ دوسری روایت میں ہے کہ یہ ہاتھ جھاڑتا ہوا یوں کہتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔ (تَبَّتْ) بد دعا ہے اور (تَبَّ) خبر ہے۔ یہ ابولہب آنحضرت ﷺ کا چچا تھا اس کا نام عبدالعزیٰ بن عبدالمطلب تھا اس کی کنیت ابوعتبہ تھی اس کے چہرے کی خوبصورتی اور چمک دک کی وجہ سے اسے ابولہب یعنی شعلے والا کہا جاتا تھا یہ حضور ﷺ کا بدترین دشمن تھا ہر وقت ایذا دہی تکلیف رسانی اور نقصان پہنچانے کے درپے رہا کرتا تھا۔ ربیعہ بن عباد ولی بنی النضر اپنے اسلام لانے کے بعد اپنا جاہلیت کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ذوالحجاء کے بازار میں دیکھا کہ آپ ﷺ فرما رہے ہیں کہ لوگو! ((لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ)) کہو تو فلاح پاؤ گے۔ لوگوں کا مجمع آپ ﷺ کے آس پاس لگا ہوا تھا میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ کے پیچھے ہی ایک گورے چٹے چمکتے چہرے والا بھٹکتا آ نکھ والا جس کے سر کے بڑے بالوں کی دو میڈھیاں تھیں آیا اور کہنے لگا ”لوگو! یہ بے دین ہے، جھوٹا ہے“۔ غرض آپ ﷺ لوگوں کے مجمع میں جا کر اللہ کی توحید کی دعوت دیتے تھے اور یہ شخص پیچھے پیچھے یہ کہتا ہوا چلا جا رہا تھا۔ میں نے لوگوں سے پوچھا یہ کون ہے؟ لوگوں نے کہا یہ آپ ﷺ کا چچا ابولہب ہے۔ ② لَعَنَہُ اللّٰہُ (مسند احمد)

ابولہب کی مذمت: ابوالزناد نے راوی حدیث حضرت ربیعہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ تو اس وقت بچہ سے ہوں گے۔ فرمایا نہیں میں اس وقت خاصی عمر کا تھا، مشک لاؤ کر پانی بھر لایا کرتا تھا۔ ③ دوسری روایت میں ہے کہ میں اپنے باپ کے ساتھ تھامیری جواں عمر تھی اور میں نے دیکھا کہ ”رسول اللہ ﷺ ایک ایک قبیلے کے پاس جاتے اور فرماتے لوگو! میں تمہاری طرف اللہ کا رسول بنا کر بھیجا گیا

① صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ تبت ید ابی لہب باب قوله ﴿مَا اَغْنٰی عَنْہُ مَالُہٗ وَمَا کَسَبَ﴾ ۴۹۷۲۔

② احمد، ۳۴۱/۴ وسندہ حسن۔

③ محمد بن اسحاق واحمد، ۳/۴۹۲ ح ۱۶۰۲۵ وسندہ ضعیف، حسین بن عبد اللہ ضعیف مشہور۔

ہوں میں تم سے کہتا ہوں کہ ایک اللہ ہی کی عبادت کرو اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو مجھے سچا جانو مجھے میرے دشمنوں سے بچاؤ تاکہ میں اس کام کو بجالاؤں جس کا مجھے حکم دے کر اللہ تعالیٰ نے بھیجا ہے۔ آپ ﷺ جہاں یہ پیغام پہنچا کر فارغ ہوتے کہ آپ ﷺ کا چچا ابولہب پیچھے سے پہنچتا اور کہتا اے فلاں قبیلے کے لوگو! یہ شخص تو تمہیں لات و عزیٰ سے ہٹانا چاہتا ہے اور بنو مالک بن اقیس کے تمہارے حلیف جنوں سے تمہیں دور کر رہا ہے اور اپنی بی لائی ہوئی گمراہی کی طرف تمہیں بھی گھسیٹ رہا ہے خبردار! نہ اس کی سننا نہ ماننا“ ① (احمد و طبرانی)۔

اللہ تعالیٰ اس سورت میں فرماتا ہے کہ ابولہب برباد ہوا اس کی کوشش غارت ہوئی اس کے اعمال ہلاک ہوئے بالیقین اس کی بربادی ہو چکی اس کی اولادیں اس کے کام نہ آئیں۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ”جب رسول اللہ ﷺ نے اپنی قوم کو اللہ کی طرف بلایا تو ابولہب کہنے لگا اگر میرے پیچھے کی باتیں حق ہیں تو میں قیامت کے دن اپنا مال و اولاد اللہ کو فدیہ میں دے کر اس کے عذاب سے چھوٹ جاؤں گا اس پر یہ آیت ﴿مَا أَغْنَىٰ عَنْكَ الْإِثْرَىٰ﴾ پھر فرمایا کہ یہ شعلے مارنے والی آگ میں جو سخت جلانے والی اور بہت تیز ہے داخل ہوگا اور اس کی بیوی بھی جو قریشی عورتوں کی سردار تھی اس کی کنیت ام جمیل تھی نام ارویٰ تھی حرب ابن امیہ کی لڑکی تھی ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی بہن تھی اور اپنے خاوند کے کفر و عناد اور سرکشی و دشمنی میں یہ بھی اس کے ساتھ تھی اسی لیے قیامت کے دن عذابوں میں بھی اس کے ساتھ ہوگی لکڑیاں اٹھا اٹھا کر لاہیگی اور جس آگ میں اس کا خاوند جل رہا ہوگا ڈالتی جائے گی اس کے گلے میں آگ کی رسی ہوگی اور جہنم کا بندھن سمیٹتی رہے گی۔ یہ معنی بھی کئے گئے ہیں کہ ﴿حَمَلًا لِّذَ الْخَطْبِ﴾ سے مراد اس کا غیبت گو ہونا ہے۔ امام ابن جریر رحمہ اللہ اسی کو پسند کرتے ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ نے یہ مطلب بیان کیا ہے کہ یہ جنگل سے خاردار لکڑیاں چن لاتی تھی اور حضور ﷺ کی راہ میں بچھا دیا کرتی تھی۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ چونکہ یہ عورت نبی ﷺ کو فقیری کا طعنہ دیا کرتی تھی تو اسے اس کا لکڑیاں چننا یاد دلایا گیا، لیکن صحیح قول پہلا ہی ہے وَاللّٰهُ اعْلَمُ۔

سعید بن مسیب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ”اس کے پاس ایک نفیس ہار تھا کہتی تھی کہ میں اسے فروخت کر کے محمد ﷺ کی مخالفت میں خرچ کروں گی“ تو یہاں فرمایا گیا کہ اس کے بدلے اس کے گلے میں آگ کا طوق ڈالا جائے گا۔ ﴿مَسَدٌ﴾ کے معنی کھجوروں کی رسی کے ہیں۔ حضرت عروہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ”یہ جہنم کی زنجیر ہے جس کی ایک ایک کڑی ستر ستر گڑی ہے۔“ ثوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ جہنم کا طوق ہے جس کی لسانی ستر ہاتھ ہے۔“ جوہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ”یہ اونٹ کی کھال کی اور اونٹ کے بالوں کی بنائی جاتی ہے۔“ مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ”یعنی لوہے کا طوق“ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ”جب یہ سورت اتری تو یہ بھیگتی عورت ام جمیل بنت حرب اپنے ہاتھ میں نوک دار پتھر لیے یوں کہتی ہوئی حضور ﷺ کے پاس آئی مَدَّ مِمَّا آتَيْنَا وَدِينَهُ لَكِنَّا وَآمَرُهُ عَصَيْنَا

یعنی ہم مذم کے منکر ہیں اس کے دین کے دشمن ہیں اور اس کے نافرمان ہیں۔ اس وقت رسول اللہ ﷺ کعبہ اللہ میں بیٹھے ہوئے تھے آپ کے ساتھ میرے والد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی تھے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اسے اس حالت میں دیکھ کر حضور ﷺ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! یہ آ رہی ہے ایسا نہ ہو کہ آپ کو دیکھ لے۔ آپ نے فرمایا صدیق بے غم رہو یہ مجھے نہیں دیکھ سکتی۔ پھر آپ ﷺ نے قرآن کی تلاوت شروع کر دی تاکہ اس سے فوج جائیں۔ خود قرآن فرماتا ہے ﴿وَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ جَعَلْنَا بَيْنَكَ وَبَيْنَ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِلَاخِرَةِ حِجَابًا مَّسْتُورًا﴾ ② یعنی جب تو قرآن پڑھتا ہے تو ہم تیرے اور ایمان نہ لانے والوں کے درمیان پوشیدہ پردے ڈال دیتے ہیں۔ یہ ڈائن آ کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس کھڑی ہو گئی کہ حضور ﷺ

بھی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس ہی بالکل ظاہر بیٹھے ہوئے تھے، لیکن قدرتی حجابوں نے اس کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا وہ حضور ﷺ کو نہ دیکھ سکی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہنے لگی کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ تیرے ساتھی نے میری بھوک ہے، یعنی شعروں میں میری مذمت کی ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا نہیں نہیں رب البیت کی قسم حضور ﷺ نے تیری کوئی بھوک نہیں کی تو یہ کہتی ہوئی لوٹ گئی کہ قریش جانے ہیں کہ میں ان کے سردار کی بیٹی ہوں۔“ ① (ابن ابی حاتم)

ایک مرتبہ یہ اپنی لمبی چادر اوڑھے طواف کر رہی تھی پیر چادر میں الجھ گیا اور پھسل پڑی تو کہنے لگی مذم غارت ہو۔ ام حکیم بنت عبدالمطلب نے کہا میں تو پاکدامن عورت ہوں اپنی زبان نہیں بگاڑوں گی اور دوست کرنے والی ہوں پس داغ نہ لگاؤں گی اور ہم سارے ایک ہی دادا کی اولاد میں ہیں اور قریش ہی پھر تو زیادہ جاننے والے ہیں۔ بزار میں ہے کہ اس نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تیرے ساتھی نے میری بھوک ہے تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے قسم کھا کر جواب دیا کہ نہ تو آپ ﷺ شعر گوئی جانتے ہیں نہ کبھی آپ ﷺ نے شعر کہے۔ اس کے جانے کے بعد حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ! کیا اس نے آپ کو نہیں دیکھا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: فرشتہ آڑ بن کر کھڑا ہوا تھا جب تک وہ واپس نہ چلی گئی۔“ ②

بعض اہل علم نے کہا ہے کہ اس کے گلے میں جہنم کی آگ کی رسی ہوگی جس سے اسے کھینچ کر جہنم کے اوپر لایا جائے گا پھر ڈھیلی چھوڑ کر جہنم کی تہ میں پہنچایا جائے گا یہی عذاب اسے ہوتا رہے گا۔ ڈول کی رسی کو عرب (مَسَد) کہہ دیا کرتے ہیں۔ عربی شعروں میں بھی یہ لفظ اسی معنی میں لایا گیا ہے۔ یہاں یہ یاد رہے کہ یہ بابرکت سورت ہمارے نبی ﷺ کی نبوت کی ایک اعلیٰ دلیل ہے، کیونکہ جس طرح ان کی بدبختی کی خبر اس سورت میں دی گئی تھی اسی طرح واقعہ بھی ہوا ان دونوں کو ایمان لانا آخر تک نصیب ہی نہ ہوا نہ تو وہ ظاہر میں مسلمان ہوئے نہ باطن میں نہ چھپے نہ کھلے۔ پس یہ سورت زبردست بہت صاف اور روشن دلیل ہے حضور ﷺ کی نبوت کی۔

اس سورۃ کی تفسیر بھی ختم ہوئی اللہ تعالیٰ ہی کے لیے سب تعریفیں ہیں اور اسی کے فضل و کرم اور اسی کے احسان و انعام کی یہ برکت ہے۔



تفسیر سورۃ اخلاص

اس کا شان نزول اور اس کی فضیلت کا بیان: مسند احمد میں ہے کہ ”مشرکین نے حضور ﷺ سے کہا اپنے رب کے اوصاف بیان کر دے اس پر یہ سورت نازل ہوئی۔“ ① صَمَد کے معنی ہیں جو نہ تو پیدا ہوا ہو نہ اس کی اولاد ہو اس لیے کہ جو پیدا ہوا ہے وہ ایک وقت مرے گا بھی اور دوسرے اس کے وارث ہوں گے اللہ عزوجل نہ مرے نہ اس کا کوئی وارث ہو اس جیسا اور اس کی جنس کا کوئی نہیں نہ اس کے مثل کوئی چیز ہے۔ ترمذی وغیرہ میں بھی یہ روایت ہے۔ ② ابو یعلیٰ موصلی میں بھی ہے کہ ایک اعرابی نے یہ سوال کیا تھا اور روایت میں ہے کہ مشرکین کے اس سوال کے جواب میں یہ سورت اتری۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ ہر چیز کی نسبت ہے اور اللہ کی نسبت یہ سورت ہے۔ صَمَد اُسے کہتے ہیں جو کھوکھلا نہ ہو۔ ③ بخاری کتاب التوحید میں ہے کہ ”حضور ﷺ نے ایک چھوٹا سا لشکر کہیں بھیجا جس وقت وہ پہلے تو انہوں نے کہا کہ حضور ﷺ نے ہم پر جسے سردار بنایا تھا وہ ہر نماز کی قرأت کے خاتمہ پر سورۃ ﴿قُلْ هُوَ اللَّهُ﴾ الخ پڑھا کرتے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ان سے پوچھو کہ وہ ایسا کیوں کرتے تھے؟ پوچھنے پر انہوں نے کہا کہ یہ سورت رحمن کی صفت ہے مجھے اس کا پڑھنا بہت ہی پسند ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا انہیں خبر دو کہ اللہ بھی اس سے محبت رکھتا ہے۔“ ④

بخاری کتاب الصلوٰۃ میں ہے کہ ”ایک انصاری مسجد کا امام تھے ان کی عادت تھی کہ الحمد ختم کر کے پھر اس سورت کو پڑھتے پھر جو سورت پڑھنی ہوتی یا جہاں سے چاہتے قرآن پڑھتے۔ ایک دن مقتدیوں نے کہا کہ آپ اس سورت کو پڑھتے ہیں پھر دوسری سورت ملاتے ہیں یہ کیا؟ یا تو آپ صرف اسی کو پڑھتے یا چھوڑ دیجیے دوسری سورۃ ہی پڑھا کیجیے۔ انہوں نے جواب دیا کہ میں تو جس طرح کرتا ہوں کرتا رہوں گا تم چاہو تو مجھے امام رکھو کہو تو میں تمہاری امامت چھوڑ دوں۔ اب انہیں یہ بات بھاری پڑی جانتے تھے کہ ان سب میں یہ زیادہ افضل ہیں ان کی موجودگی میں دوسرے کا نماز پڑھنا بھی انہیں گوارہ نہ ہو سکا۔ ایک دن جب کہ حضور ﷺ ان کے پاس تشریف لائے تو ان لوگوں نے آپ ﷺ سے یہ واقعہ بیان کیا۔ آپ ﷺ نے امام صاحب سے فرمایا کہ تم کیوں اپنے ساتھیوں کی بات نہیں مانتے اور ہر رکعت میں اس سورت کو کیوں پڑھتے ہو؟ وہ کہنے لگے: یا رسول اللہ! مجھے اس سورت سے محبت ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اس کی محبت نے تجھے جنت میں پہنچا دیا۔“ ⑤ ترمذی اور مسند احمد کی حدیث میں ہے کہ ”ایک شخص نے آپ ﷺ سے کہا کہ میں اس سورت سے بہت محبت رکھتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اس کی محبت نے تجھے جنت میں پہنچا دیا۔“ ⑥ ایک شخص نے کسی کو اس سورت کو پڑھتے ہوئے رات کے وقت سنا کہ وہ بار بار اسی کو دہرا رہا ہے صبح کے وقت آ کر اس نے حضور ﷺ سے ذکر کیا گویا کہ وہ اسے ہلکے ثواب کا کام جانتا تھا تو نبی ﷺ نے فرمایا اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے یہ سورت مثل تہائی قرآن کے ہے۔“ ⑦ (بخاری)۔

- ① احمد، ۵/۱۳۳، ۱۲۴ وسندہ ضعیف دیکھئے حاشیہ نمبر: ۲۔ ② ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورۃ الاخلاص: ۳۳۶۴ وسندہ ضعیف ابوسعید محمد بن میسر راوی ضعیف ہے۔ نیز ابو جعفر رازی کی ریح بن انس سے روایت ضعیف ہوئی ہے۔
- ③ المعجم الأوسط للطبرانی، ۷۳۶ وسندہ ضعیف جد آس کی سند میں الوزار بن نافع اعلمی متروک راوی ہے (المیزان، ۴/۳۲۷، رقم: ۹۳۲۰) ④ صحیح بخاری، کتاب التوحید، باب ما جاء فی دعاء النبی ﷺ اتمہ الی توحید اللہ تبارک وتعالیٰ، ۱۷۳۷۵ صحیح مسلم، ۸۱۳۔ ⑤ صحیح بخاری، کتاب الاذان، باب الجمع بین السورتین فی رکعة..... ۱۷۷۴، ترمذی، ۲۹۰۱۔ ⑥ احمد، ۳/۱۴۱ وسندہ حسن: ترمذی، ۲۹۰۱ وهو صحیح۔
- ⑦ صحیح بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب فضل ﴿قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ﴾: ۵۰۱۳۔

صحیح بخاری کی اور حدیث میں ہے کہ ”رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ کیا تم سے یہ نہیں ہو سکتا کہ ایک رات میں ایک تہائی قرآن پڑھ لو تو یہ صحابہ رضی اللہ عنہم پر بھاری پڑا اور کہنے لگے بھلا اتنی طاقت تو ہر ایک میں نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا سنو سورہ ﴿قُلْ هُوَ اللَّهُ﴾ الخ تہائی قرآن ہے۔“ ① مسند احمد میں ہے کہ حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ ساری رات اسی سورت کو پڑھتے رہے حضور ﷺ سے جب ذکر کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ سورت آدھے قرآن یا تہائی قرآن کے برابر ہے۔ ② ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت ابویوب انصاری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ”کیا تم میں سے کسی کو اس کی طاقت ہے کہ وہ ہر رات تیسرا حصہ قرآن کا پڑھ لیا کرے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم کہنے لگے یہ کس سے ہو سکے گا؟ آپ نے فرمایا سنو ﴿قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ﴾ تہائی قرآن کے برابر ہے۔ اتنے میں رسول اللہ ﷺ بھی تشریف لائے آپ ﷺ نے سن لیا اور فرمایا کہ ابویوب صحیح کہتے ہیں“ (مسند احمد)۔ ③ ترمذی میں ہے کہ رسول مقبول ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ ”جمع ہو جاؤ میں تمہیں آج تہائی قرآن سناؤں گا“ لوگ جمع ہو کر بیٹھ گئے آپ ﷺ گھر سے تشریف لائے سورہ ﴿قُلْ هُوَ اللَّهُ﴾ الخ پڑھی اور پھر گھر تشریف لے گئے۔ اب صحابہ رضی اللہ عنہم میں باتیں ہونے لگیں کہ وعدہ تو حضور ﷺ کا یہ تھا کہ تہائی قرآن سنائیں گے شاید آسمان سے کوئی وحی آگئی ہو۔ اتنے میں آپ ﷺ پھر واپس تشریف لائے اور فرمایا میں نے تم سے تہائی قرآن سنانے کا وعدہ کیا تھا سنو! یہ سورت تہائی قرآن کے برابر ہے۔“ ④ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ ”رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تم اس سے عاجز ہو کہ ہر دن تہائی قرآن کریم پڑھ لیا کرو۔ لوگوں نے عرض کیا حضور! ہم اس سے بہت عاجز اور بہت ضعیف ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا سنو! اللہ تعالیٰ نے قرآن کے تین حصے کیے ہیں ﴿قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ﴾ الخ تیسرا حصہ ہے“ ⑤ (مسلم و نسائی وغیرہ)۔ ایسی ہی روایتیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک بہت بڑی جماعت سے مروی ہیں۔ آنحضرت ﷺ ایک مرتبہ کہیں سے تشریف لا رہے تھے آپ ﷺ کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بھی تھے تو آپ ﷺ نے ایک شخص کو اس سورت کی تلاوت کرتے ہوئے سن کر فرمایا کہ ”واجب ہو گئی۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا کیا واجب ہو گئی؟ فرمایا جنت“ ⑥ (ترمذی و نسائی)۔ ابویعلیٰ کی ایک ضعیف حدیث میں ہے کہ کیا تم میں سے کوئی یہ طاقت نہیں رکھتا کہ سورہ ﴿قُلْ هُوَ اللَّهُ﴾ الخ کو رات میں تین مرتبہ پڑھ لے؟ یہ سورت تہائی قرآن کے برابر ہے۔ ⑦ مسند احمد میں ہے کہ عبد اللہ بن حبیب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ”ہم پیاسے تھے رات اندھیری تھی حضور ﷺ کا انتظار تھا کہ آپ ﷺ تشریف لائیں اور نماز پڑھائیں آپ ﷺ تشریف لائے اور میرا ہاتھ پکڑ کر فرمانے لگے پڑھ میں چکا رہا۔ آپ ﷺ نے پھر فرمایا پڑھ میں نے عرض کیا کیا پڑھو؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہر صبح و شام تین تین مرتبہ سورہ ﴿قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ﴾ اور ﴿قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ﴾ اور ﴿قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ﴾ پڑھ لیا کر یہ کافی ہو جائے گی۔“ ⑧

① صحیح بخاری، حوالہ سابق، ۵۰۱۵۔ ② احمد، ۱۵/۳ و سندہ ضعیف۔

③ احمد، ۱۷۳/۲ و سندہ ضعیف؛ مجمع الزوائد، ۱۵۰/۷ لیکن سورہ اخلاص کا تہائی قرآن کے برابر ہونا صحیح بخاری، ۱۵۰۱۳۔

④ صحیح مسلم، ۸۱۲ میں موجود ہے۔ ⑤ صحیح مسلم، کتاب صلاة المسافرين، باب فضل قراءة قل هو الله احد، ۸۱۲۔

ترمذی، ۲۹۰۰؛ احمد، ۴۲۹/۲۔ ⑥ صحیح مسلم، حوالہ سابق، ۸۱۱۔ ⑦ ترمذی، کتاب فضائل القرآن،

باب ما جاء في سورة الاخلاص..... ۲۸۹۷ و سندہ حسن؛ نسائی، ۹۹۵۔ ⑧ مسند ابی یعلیٰ، ۴۱۱۸ سندہ ضعیف جدًّا؛

مجمع الزوائد، ۱۵۰/۷ اس کی سند میں عیسیٰ بن میمون متروک اور یزید الرقاشی ضعیف راوی ہے۔

⑧ ابو داود، کتاب الأدب، باب ما يقول اذا أصبح ۵۰۸۲ و سندہ حسن؛ ترمذی، ۳۵۷۵؛ نسائی، ۵۴۳۰۔

سورۃ اخلاص ایک بہترین وظیفہ ہے: ناسی کی ایک روایت میں ہے ہر چیز سے تجھے یہ کفایت کرے گی۔ مسند کی ایک اور ضعیف حدیث میں ہے کہ جس نے ان کلمات کو دس مرتبہ پڑھ لیا اسے چالیس لاکھ نیکیاں ملیں گی وہ کلمات یہ ہیں ((لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاحِدٌ أَحَدًا صَمَدًا لَمْ يَتَّخِذْ صَاحِبَةً وَلَا وَلَدًا وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ)) ① اس کے راوی خلیل بن مرہ ہیں جنہیں حضرت امام بخاری رحمہ اللہ وغیرہ بہت ضعیف بتلاتے ہیں۔ مسند احمد میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ ”جو شخص اس پوری سورت کو دس مرتبہ پڑھ لے گا اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں ایک محل تعمیر کرے گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ! پھر تو ہم بہت سے محل بنوا لیں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ اس سے بھی زیادہ اور اس سے بھی اچھے دینے والا ہے۔ ② داری میں ہے کہ دس مرتبہ پر ایک محل میں پر دو تیس پر تین اٹخ۔ ③ یہ حدیث مرسل ہے۔ ابویعلیٰ موصلی کی ایک ضعیف حدیث میں ہے کہ جو شخص اس سورت کو پچاس مرتبہ پڑھ لے تو اس کے پچاس سال کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ ④ اسی کی ایک اور ضعیف سند والی حدیث میں ہے کہ جو شخص اس سورت کو ایک دن میں دو سو مرتبہ پڑھ لے اس کے لیے ایک ہزار پانچ سو نیکیاں لکھی جاتی ہیں بشرطیکہ اس پر قرض نہ ہو۔ ⑤ ترمذی کی ایک حدیث میں ہے کہ اس کے پچاس سال کے گناہ معاف کئے جاتے ہیں مگر یہ کہ اس پر قرض نہ ہو۔ ⑥ ترمذی کی ایک غریب حدیث میں ہے کہ جو شخص سونے کے لیے اپنے بستر پر جائے پھر داہنی کروٹ پر لیٹ کر سو دفعہ اس سورت کو پڑھ لے تو قیامت کے دن رب عزوجل فرمائے گا اے میرے بندے! اپنی داہنی طرف سے جنت میں چلا جا۔ ⑦ ہزار کی ایک ضعیف حدیث میں ہے کہ جو شخص اس سورت کو دو سو مرتبہ پڑھے اللہ تعالیٰ اس کے دو سو سال کے گناہ معاف فرما دیتا ہے۔ ⑧ ناسی میں اس آیت کی تفسیر میں ہے کہ نبی ﷺ مسجد میں تشریف لائے تو دیکھا کہ ”ایک شخص نماز پڑھ رہا ہے دعا مانگ رہا ہے اپنی دعا میں کہتا ہے (اللَّهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ بِاَنِّیْ اَشْهَدُ اَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اَنْتَ الْاَحَدُ الصَّمَدُ الَّذِیْ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ وَلَمْ یَکُنْ لَهُ کُفُوًا اَحَدٌ) یعنی اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اس بات کی گواہی دے کر کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو اکیلا ہے بے نیاز ہے نہ اس کے ماں باپ نہ اولاد نہ ہمسرا اور ساتھی کوئی اور۔ آپ ﷺ یہ سن کر فرمانے لگے اس اللہ کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اس نے اسم اعظم کے ساتھ دعا مانگی ہے اللہ کے اس بڑے نام کے ساتھ کہ جب کبھی اس نام کے ساتھ سوال کیا جائے تو عطا ہوا اور جب کبھی اس نام کے ساتھ دعا کی جائے تو قبول ہو۔“ ⑨ ابویعلیٰ میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ ”تین کام ہیں جو انہیں ایمان کے ساتھ کر لے وہ جنت کے تمام دروازوں میں سے جس سے چاہے جنت میں چلا جائے اور جس کی حور جنت سے چاہے نکاح کر دیا جائے۔ جو اپنے قاتل کو معاف کر دے اور پوشیدہ قرض ادا کر دے اور ہر فرض نماز کے بعد دس مرتبہ سورۃ (قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ) اٹخ کو پڑھ لے۔ حضرت

① احمد، ۱۰۳/۴ وسندہ ضعیف جداً اس کی سندیں خلیل بن مرہ مکر الحدیث ہے۔ ② احمد، ۴۳۷/۳ وسندہ ضعیف،

زبان بن فائدہ ضعیف ③ سنن دارمی، کتاب فضائل القرآن، باب فی فضل (قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ) ۳۴۳۲ یہ روایت مرسل یعنی

ضعیف ہے۔ ④ دارمی حوالہ سابق، ۳۴۴۱ سندہ ضعیف ام کثیر الانصاریہ لم اعرفها۔

⑤ مسند ابی یعلیٰ، ۳۳۶۵ وسندہ ضعیف حاتم بن میمون ضعیف اس کی سندیں حاتم بن میمون ضعیف راوی ہے۔

⑥ ترمذی، کتاب فضائل القرآن، باب ما جاء فی سورۃ الاخلاص، ۲۸۹۸ وسندہ ضعیف اس کی سندیں حاتم بن میمون ضعیف

راوی ہے۔ ⑦ ترمذی، حوالہ سابق، ۲۸۹۸ وسندہ ضعیف اس کی سندیں بھی حاتم بن میمون ہے۔

⑧ وسندہ ضعیف اس کی سندیں أغلب بن قیم مکر الحدیث راوی ہے۔

⑨ ابو داود، کتاب الوتر، باب الدعاء، ۱۴۹۳ وسندہ صحیح؛ ترمذی، ۳۴۷۵؛ ابن ماجہ، ۳۸۵۷؛ احمد، ۳۵۰/۵۔

ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پوچھا یا رسول اللہ! جو ان تینوں کاموں میں سے ایک کر لے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ایک پر بھی درجہ ہے۔^① طبرانی میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ ”جو شخص اس سورہ کو گھر میں جاتے وقت پڑھ لے تو اللہ تعالیٰ اس گھر والوں سے اور اس کے پڑوسیوں سے فقیری دور کر دے گا۔“^② اس کی اسناد ضعیف ہے۔

فائدہ: مسند ابویعلیٰ میں ہے کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ”ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ میدان تبوک میں تھے سورج ایسی روشنی نور اور شعاعوں کے ساتھ نکلا کہ ہم نے اس سے پہلے ایسا صاف شفاف اور روشن و منور نہیں دیکھا تھا، حضور ﷺ کے پاس جبریل علیہ السلام تشریف لائے تو حضور ﷺ نے دریافت فرمایا کہ آج سورج کی اس تیز روشنی اور زیادہ نور اور چمکیلی شعاعوں کی کیا وجہ ہے؟ تو آپ نے فرمایا آج مدینہ میں حضرت معاویہ بن معاویہ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا ہے جن کے جنازے کی نماز کے لیے اللہ تعالیٰ نے ستر ہزار فرشتے آسمان سے بھیجے ہیں۔ پوچھا ان کے کس عمل کے باعث؟ فرمایا سورہ ﴿قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ﴾ الخ کو دن رات چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے پڑھا کرتے تھے۔ اگر آپ ﷺ کا ارادہ ہو تو میں زمین سمیٹ لوں اور آپ ﷺ ان کے جنازے کی نماز ادا کر لیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا بہت اچھا۔ پس آپ ﷺ نے ان کے جنازے کی نماز ادا کی۔“^③ اس حدیث کو حافظ ابو بکر بیہقی رحمہ اللہ بھی اپنی کتاب ”دلائل الغلوہ“ میں یزید بن ہارون کی روایت سے لائے ہیں وہ علاء بن محمد سے روایت کرتے ہیں ان پر موضوع حدیثیں بیان کرنے کی تہمت ہے وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ مسند ابویعلیٰ میں اس کی دوسری سند بھی ہے جس میں یہ راوی نہیں اس میں ہے کہ ”حضرت جبریل علیہ السلام رسول مقبول ﷺ کے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ معاویہ بن معاویہ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا ہے کیا آپ ﷺ ان کے جنازے کی نماز پڑھنا چاہتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے اپنا پر مارا تمام درخت اور سب ٹیلے وغیرہ پست ہو گئے ان کا جنازہ حضور ﷺ کو نظر آنے لگا، آپ ﷺ نے نماز شروع کی اور آپ ﷺ کے پیچھے فرشتوں کی دو صفیں تھیں ہر صف میں ستر ہزار فرشتے تھے آپ ﷺ نے دریافت کیا کہ آخر اس مرتبہ کی کیا وجہ ہے؟ حضرت جبریل علیہ السلام نے فرمایا ان کی اس سورت سے محبت اور ہر وقت آتے جاتے اٹھتے بیٹھتے اس کی تلاوت۔“^④ اسے بیہقی نے بھی روایت کیا ہے اور بیہقی کی سند میں محبوب بن ہلال ہیں۔

ابو حاتم رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ مشہور نہیں۔ ابویعلیٰ میں یہ راوی نہیں وہاں ان کی جگہ ابو عبد اللہ محمود ہیں، لیکن ٹھیک بات محبوب کا ہونا ہے۔ اس روایت کی اور بھی بہت سی سندیں ہیں اور سب ضعیف ہیں، ہم نے اختصار کے لیے انہیں یہاں نقل نہیں کیا۔ مسند احمد میں ہے کہ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ”ایک روز میری رسول اللہ ﷺ سے ملاقات ہوئی میں نے جلدی سے آپ ﷺ کا ہاتھ تھام لیا اور کہا یا رسول اللہ! مومن کی نجات کس عمل پر ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا اے عقبہ! زبان تھامے رکھ اپنے گھر میں ہی بیٹھا رہا کرو اپنی خطاؤں پر روتا رہ۔ پھر دوبارہ جب حضور ﷺ سے میری ملاقات ہوئی تو آپ ﷺ نے خود میرا ہاتھ پکڑ لیا اور فرمایا عقبہ! کیا میں تمہیں تورات اور انجیل اور زبور اور قرآن میں اتنی ہوئی تمام سورتوں سے بہتر تین سورتیں =

① مسند ابی یعلیٰ، ۱۷۹۴ و سندہ ضعیف عمر بن یحمان ضعیف وابوشاد مجہول ہے۔ مجمع الزوائد، ۱۰/۱۰۲۔

② المعجم الکبیر، ۲۴۱۹ و سندہ ضعیف جداً اس کی سند میں مروان بن سالم متروک راوی ہے۔

③ مسند ابی یعلیٰ، ۴۲۶۷ و سندہ ضعیف جداً اس کی سند میں علاء ابی محمد اٹھی متروک الحدیث ہے۔

④ مسند ابی یعلیٰ، ۴۲۶۸ و سندہ ضعیف محبوب بن ہلال مجہول الحال راوی ہے۔ لم یوقفہ غیر ابن حبان، دلائل النبوة للبیہقی،

۵/۲۶۴۔ اس کی سند میں محبوب بن ہلال مجہول راوی ہے۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ ۝ اللَّهُ الصَّمَدُ ۝ لَمْ يَلِدْ ۝ لَمْ يُولَدْ ۝ وَكَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا

أَحَدٌ ۝

ترجمہ: میں اللہ تعالیٰ بخشش کرنے والے مہربان کے نام سے شروع کرتا ہوں۔

کہہ دے کہ وہ اللہ تعالیٰ ایک ہی ہے۔ [۱] اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے [۲] اس سے کوئی پیدا ہوا نہ وہ کسی سے پیدا ہوا [۳] اور نہ کوئی اس کا ہم جنس ہے۔ [۴]

= بتاؤں؟ میں نے کہا ہاں حضور! ضرور ارشاد فرمائیے۔ اللہ تعالیٰ مجھے آپ ﷺ پر فدا کرے۔ پس آپ نے مجھے سورہ ﴿قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ﴾ اور ﴿قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ﴾ اور ﴿قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ﴾ پڑھائیں۔ پھر فرمایا دیکھو عقبہ! انہیں نہ بھولا اور ہر رات انہیں پڑھ لیا کرتا۔ فرماتے ہیں کہ پھر میں نہ انہیں بھولا اور نہ کوئی رات ان کے پڑھے بغیر گزاری۔ میں نے پھر آپ ﷺ سے ملاقات کی اور جلدی کر کے آپ ﷺ کے دست مبارک کو اپنے ہاتھ میں لے کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ! مجھے بہترین اعمال کا ارشاد فرمائیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا سن! جو تجھ سے توڑے تو اس سے جوڑ، جو تجھے محروم رکھے تو اسے دے، جو تجھے پر ظلم کرے تو اس سے درگزر کر، اور معاف کر دے۔ ① اس کا بعض حصہ امام ترمذی رحمہ اللہ نے بھی زہد کے باب میں وارد کیا ہے اور فرمایا ہے یہ حدیث حسن ہے۔ ② مسند احمد میں بھی اس کی اور سند ہے۔ ③ صحیح بخاری میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ”نبی ﷺ رات کے وقت جب بستر پر تشریف لے جاتے تو ہر رات ان تینوں سورتوں کو پڑھ کر اپنی دونوں ہتھیلیاں ملا کر ان پر دم کر کے اپنے جسم مبارک پر پھیر لیا کرتے جہاں تک ہاتھ پہنچتے پہنچتے پہلے سر پر پھر منہ پر پھر اپنے سامنے کے جسم پر تین مرتبہ اسی طرح کرتے“ ④ یہ حدیث سنن میں بھی ہے۔

توحید الہی کا بیان: [آیت: ۱-۳] اس کے نازل ہونے کی وجہ پہلے بیان ہو چکی ہے۔ حضرت عکرمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہود کہتے تھے ہم حضرت عزیر علیہ السلام کو پوجتے ہیں جو اللہ کے بیٹے ہیں، اور نصرانی کہتے تھے کہ ہم حضرت مسیح علیہ السلام کو پوجتے ہیں جو اللہ کے بیٹے ہیں اور مجوسی کہتے تھے ہم سورج چاند کی پرستش کرتے ہیں اور مشرک کہتے تھے ہم بت پرست ہیں، تو اللہ تعالیٰ نے یہ سورت اتاری کہ اے نبی! تم کہہ دو کہ ہمارا معبود تو اللہ تعالیٰ ہے جو واحد ہے احد ہے جس جیسا کوئی نہیں، جس کا کوئی وزیر نہیں، جس کا کوئی شریک نہیں، جس کا کوئی ہمسر نہیں، جس کا کوئی ہم جنس نہیں، جس کا برابر اور کوئی نہیں، جس کے سوا کسی میں الوہیت نہیں، اس لفظ کا اطلاق صرف اسی کی ذات پاک پر ہوتا ہے وہ اپنی صفوں میں اور اپنے حکمت بھرے کاموں میں یکتا اور بے نظیر ہے۔ وہ صمد ہے یعنی ساری مخلوق اس کی محتاج ہے اور وہ سب سے بے نیاز ہے۔

① احمد، ۱۴۸/۴ وسندہ ضعیف ح ۱۷۳۳۴ اس کی سند میں علی بن یزید الہامانی ضعیف راوی ہے۔

② ترمذی، کتاب الزہد، باب ماجاء فی حفظ اللسان، ۲۴۰۶ وسندہ ضعیف اس کی سند میں عبید اللہ بن زحر اور علی بن یزید ضعیف راوی ہیں۔

③ احمد، ۱۵۸/۴ وسندہ حسن۔

④ صحیح بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب فضل المعوذات، ۵۰۱۷؛ ابو داود، ۵۰۵۶؛ ترمذی، ۳۴۰۲۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ صمد وہ ہے جو اپنی سرداری میں اپنی شرافت میں اپنی بزرگی میں اور اپنی عظمت میں اپنے حلم و علم میں اپنی حکمت و تدبیر میں سب سے بڑھا ہوا ہو یہ صفیتیں صرف اللہ تعالیٰ جل شانہ میں ہی پائی جاتی ہیں اس کا ہمسرا اور اس جیسا کوئی اور نہیں وہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ سب پر غالب ہے اور اپنی ذات و صفات میں یکتا اور بے نظیر ہے۔ صمد کہ یہ معنی بھی کئے گئے ہیں کہ جو تمام مخلوق کے فنا ہو جانے کے بعد بھی باقی رہے جو ہمیشہ بقا والا سب کی حفاظت کرنے والا ہو جس کی ذات لازوال اور غیر فانی ہو۔

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ صمد وہ ہے جو نہ کچھ کھائے نہ اس میں سے کچھ نلکے نہ وہ کسی میں سے نکلے یعنی نہ اس کی اولاد ہو نہ ماں باپ یہ تفسیر بہت اچھی اور عمدہ ہے اور ابن جریر رضی اللہ عنہ کی روایت سے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے صراحتاً یہ مروی ہے جیسے کہ پہلے گزرا۔ اور بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ صمد کہتے ہیں ٹھوس چیز کو جو کھو کھلی نہ ہو جس کا پیٹ نہ ہو۔ شعی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں جو نہ کھاتا ہو نہ پیتا ہو۔ عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں صمد وہ نور ہے جو روشن ہو اور چمک دمک والا ہو۔ ایک مرفوع حدیث میں بھی ہے کہ صمد وہ ہے جس کا پیٹ نہ ہو۔ ① لیکن اس کا مرفوع ہونا ٹھیک نہیں صحیح یہ ہے کہ موقوف ہے۔

حافظ ابو القاسم طبرانی رضی اللہ عنہ اپنی ”کتاب السنہ“ میں لفظ صمد کی تفسیر میں ان تمام اقوال وغیرہ کو وارد کر کے لکھتے ہیں کہ دراصل یہ سب سچے ہیں اور صحیح ہیں یہ کل صفیتیں ہمارے رب عز و جل میں ہیں اس کی طرف سب محتاج بھی ہیں وہ سب سے بڑھ کر سردار اور سب سے بڑا ہے اسے نہ پیٹ ہے نہ وہ کھوکھلا ہے نہ وہ کھائے نہ پیئے سب فانی ہیں اور وہ باقی ہے وغیرہ پھر فرمایا کہ اس کی اولاد نہیں نہ اس کے ماں باپ ہیں نہ بیوی۔ جیسے اور جگہ ہے ﴿يَبْدِئُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ طَائِفِي يَكُونُ لَهُ وَلَدٌ وَلَمْ تَكُنْ لَهُ صَاحِبَةً ط وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ ط﴾ ② یعنی وہ زمین و آسمان کا پیدا کرنے والا ہے اسے اولاد کیسے ہوگی؟ اس کی بیوی نہیں۔ ہر چیز کو اسی نے پیدا کیا ہے یعنی وہی ہر چیز کا خالق مالک ہے۔ پھر اس کی مخلوق اور ملکیت میں سے اس کی برابری اور ہمسری کرنے والا کون ہوگا؟ وہ ان تمام عیوب اور نقصان سے پاک ہے جیسے اور جگہ فرمایا ﴿قَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمَنُ وَلَدًا ط﴾ ③ الخ۔ یعنی یہ کفار کہتے ہیں کہ اللہ کی اولاد ہے تم تو ایک بڑی بری چیز لائے قریب ہے کہ آسمان پھٹ جائیں اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ پارہ پارہ ہو کر گر پڑیں اس بنا پر کہ انہوں نے کہا کہ اللہ کی اولاد ہے حالانکہ اللہ کو یہ لائق ہی نہیں کہ اس کی اولاد ہو تمام زمین و آسمان میں کل کے کل اللہ کے غلام ہی بن کر آنے والے ہیں اللہ کے پاس تمام کا شمار ہے اور انہیں ایک ایک کر کے گن رکھا ہے اور یہ سب کے سب تنہا تنہا اس کے پاس قیامت کے دن حاضر ہونے والے ہیں۔ اور جگہ ہے ﴿وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمَنُ وَلَدًا ط مُبْهَاجَةً بَلٍّ ط﴾ ④ الخ۔ یعنی ان کافروں نے کہا کہ رحمن کی اولاد ہے اللہ اس سے پاک ہے بلکہ وہ تو اللہ کے باعزت بندے ہیں بات میں بھی اس سے سبقت نہیں کرتے اسی کے فرمان پر عامل ہیں۔ اور جگہ ہے ﴿وَجَعَلُوا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجَنَّةِ نِجَاجًا ط﴾ ⑤ الخ۔ یعنی انہوں نے اللہ تعالیٰ کے اور جنات کے درمیان نسب قائم کر رکھا ہے حالانکہ جنات تو خود اس کی فرمانبرداری میں حاضر ہیں اللہ تعالیٰ ان کے بیان کردہ عیوب سے پاک و برتر ہے۔

صحیح بخاری میں ہے کہ ایذا دینے والی باتوں کو سنتے ہوئے صبر کرنے میں اللہ تعالیٰ سے زیادہ صابر کوئی نہیں لوگ اس کی اولاد بتاتے ہیں اور پھر بھی وہ انہیں روزیاں دیتا ہے اور عافیت و تندرستی عطا فرماتا ہے۔ ⑥ بخاری کی اور روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ابن آدم مجھے جھٹلاتا ہے حالانکہ اسے ایسا نہ چاہیے مجھے گالیاں دیتا ہے اور اسے یہ لائق بھی نہ تھا اس کا مجھے جھٹلانا تو یہ ہے کہ وہ =

① المعجم الكبير، ۱۱۶۲ سندہ ضعیف جداً اس کی سند میں صالح بن حیان، عبید اللہ بن سعید، فائدہ العیش دونوں ضعیف راوی ہیں۔

② ۶/ الانعام: ۱۰۱۔ ③ ۱۹/ مریم: ۸۸۔ ④ ۲۱/ الانبیاء: ۲۶۔ ⑤ ۳۷/ الصافات: ۱۵۸۔

⑥ صحیح بخاری، کتاب التوحید، باب قول اللہ تعالیٰ ﴿ان الله هو الرزاق ذو القوة المتین﴾ ۷۳۷۸؛ صحیح مسلم، ۲۸۰۴۔

کہتا ہے جس طرح اولاً اللہ نے مجھے پیدا کیا ایسے ہی پھر نہیں لوٹائے گا۔ حالانکہ پہلی مرتبہ کی پیدائش دوسری مرتبہ کی پیدائش سے آسان تو نہ تھی جب میں اس پر قادر ہوں تو اس پر کیوں نہیں؟ اور اس کا مجھے گالیاں دینا یہ ہے کہ وہ کہتا ہے اللہ تعالیٰ کی اولاد دے! حالانکہ میں تنہا ہوں! میں ایک ہی ہوں! میں صمد ہوں! نہ میری اولاد نہ میرے ماں باپ نہ مجھ جیسا کوئی اور۔ ❶

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ سورۃ اخلاص کی تفسیر اللہ کے فضل و کرم اور اس کے لطف و رحم سے ختم ہوئی۔

تفسیر سورۃ فلق اور سورۃ ناس

تعارف اور فضائل: مسند احمد میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اس سورت کو اور اس کے بعد کی سورت کو قرآن میں نہیں لکھتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ میری گواہی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے خبر دی کہ جبریل علیہ السلام نے آپ ﷺ سے فرمایا ﴿قُلْ اَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ﴾ الخ تو میں نے بھی یہی کہا۔ پھر فرمایا ﴿قُلْ اَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ﴾ الخ تو میں نے یہی کہا۔ تو ہم بھی اس طرح کہتے ہیں جس طرح حضور ﷺ نے کہا۔ ❷ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے ان دونوں سورتوں کے بارے میں پوچھا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ آپ کے بھائی حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ ان دونوں سورتوں کو قرآن کریم میں سے کاٹ دیا کرتے تھے تو فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: مجھ سے کہا گیا کہ میں نے کہا۔ پس ہم بھی کہتے ہیں جس طرح حضور ﷺ نے کہا۔ ❸ (ابو بکر جمیدی)۔ مسند میں بھی یہ روایت الفاظ کے بہر پھیر کے ساتھ مروی ہے ❹ اور بخاری شریف میں بھی۔ ❺ مسند ابویعلیٰ وغیرہ میں ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ ان دونوں سورتوں کو قرآن کریم میں نہیں لکھتے تھے اور نہ قرآن میں انہیں شمار کرتے تھے بلکہ قاریوں اور فقہروں کے نزدیک مشہور بات یہی ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ ان دونوں سورتوں کو قرآن کریم میں نہیں لکھتے تھے شاید انہوں نے آنحضرت ﷺ سے نہ سنا ہو اور تو اتر کے ساتھ ان تک نہ پہنچا ہو۔

فائدہ: پھر یہ اپنے اس قول سے رجوع کر کے جماعت کے قول کی طرف پلٹ آتے ہیں۔

صحابہ رضی اللہ عنہم نے ان سورتوں کو ائمہ کے قرآن میں داخل کیا جس کے نسخے چوطرف پھیلے وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّۃُ صحیح مسلم میں حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”کیا تم نے نہیں دیکھا کہ چند آیتیں مجھ پر اس رات ایسی نازل ہوئی ہیں جن جیسی کبھی نہیں دیکھی گئیں۔ پھر آپ ﷺ نے ان دونوں سورتوں کی تلاوت فرمائی۔“ ❻ یہ حدیث مسند احمد میں ترمذی میں اور نسائی میں بھی ہے۔ امام ترمذی اسے حسن صحیح کہتے ہیں۔

مسند احمد میں ہے کہ حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ”میں حضور ﷺ کے ساتھ مدینہ کی گلیوں میں آپ ﷺ کی سواری کی گئیل تھاے چلا جا رہا تھا کہ آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا اب آؤ تم سوار ہو جاؤ۔ میں نے اس خیال سے کہ اگر آپ ﷺ کی

❶ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ قل هو اللہ احد، ۴۹۷۴۔

❷ احمد، ۱۲۹/۵ سندہ حسن؛ ابن حبان، ۷۹۷۔

❸ مسند حمیدی، ۳۷۶ بتحقیقی وسندہ صحیح۔

❹ احمد، ۱۲۹/۵ وسندہ حسن۔

❺ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ قل اعوذ برب الناس، ۴۹۷۷۔

❻ صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرين، باب فضل قراءۃ المعوذتین، ۸۱۴؛ ترمذی، ۳۳۶۷؛ احمد، ۱۵۱/۴۔

بات نہ مانوں گا تو نافرمانی ہوگی، سوار ہونا منظور کر لیا، تھوڑی دیر کے بعد میں اتر گیا اور حضور ﷺ سوار ہو گئے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا عقبہ! میں تجھے دو بہترین سورتیں کیا نہ سکھاؤں؟ میں نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ! ضرور سکھائیے پس آپ ﷺ نے مجھے سورہ ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ﴾ اور ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ﴾ سکھائیں پھر نماز کھڑی ہوئی آپ ﷺ نے نماز پڑھائی اور ان ہی دونوں سورتوں کی تلاوت کی، پھر مجھ سے فرمایا تو نے دیکھ لیا، سن جب تو سوئے اور جب کھڑا ہوا نہیں پڑھ لیا کر۔ ① ترمذی ابو داؤد اور نسائی میں بھی یہ حدیث ہے۔

مسند احمد کی اور حدیث میں ہے کہ ”حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ نے ہر نماز کے وقت ان سورتوں کی تلاوت کا حکم دیا۔“ ② یہ حدیث بھی ابو داؤد ترمذی اور نسائی میں ہے امام ترمذی رحمہ اللہ اسے غریب بتلاتے ہیں اور روایت میں ہے کہ ان جیسی سورتیں تو نے پڑھی ہی نہیں۔ ③ حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ والی حدیث جس میں حضور ﷺ کی سواری کے ساتھ آپ کا ہونا مذکور ہے اس کے بعض طرق میں یہ بھی ہے کہ ”جب حضور ﷺ نے مجھے یہ سورتیں بتلائیں تو مجھے کچھ زیادہ خوش ہوتے نہ دیکھ کر فرمایا کہ شاید تو انہیں چھوٹی سی سورتیں سمجھتا ہے، سن! نماز کے قیام میں ان جیسی سورتوں کی قرأت اور ہے ہی نہیں۔“ ④ نسائی کی حدیث میں ہے کہ ان جیسی سورتیں کسی پناہ پکڑنے والے کے لیے اور نہیں۔ ⑤ ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ سے یہ سورتیں حضور ﷺ نے پڑھوائیں پھر فرمایا کہ ”ان جیسی پناہ مانگنے کی اور سورتیں نہیں۔“ ⑥ ایک روایت میں ہے کہ صبح کی فرض نماز حضور ﷺ نے ان ہی دونوں سورتوں سے پڑھائی۔ ⑦

اور حدیث میں ہے کہ ”حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کی سواری کے پیچھے جاتے ہیں اور آپ ﷺ کے قدم پر ہاتھ رکھ کر عرض کرتے ہیں حضور! مجھے سورت ہود یا سورت یوسف پڑھائیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ کے پاس نفع دینے والی کوئی سورت ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ﴾ سے زیادہ نہیں۔“ ⑧ اور حدیث میں ہے کہ ”آپ ﷺ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے فرمایا کہ میں تمہیں بتاؤں کہ پناہ حاصل کرنے والوں کے لیے ان دونوں سورتوں سے افضل سورت اور کوئی نہیں۔“ ⑨ پس بہت سی حدیثیں اپنے تواتر کی وجہ سے اکثر علماء کے نزدیک قطعیت کا فائدہ دیتی ہیں اور وہ حدیث بھی بیان ہو چکی کہ آپ ﷺ نے ان دونوں سورتوں اور سورت اخلاص کی نسبت فرمایا کہ چاروں کتابوں میں ان جیسی سورتیں نہیں اتریں۔

نسائی وغیرہ میں ہے کہ ”ہم حضور ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھے سواریاں کم تھیں باری باری سوار ہوتے تھے، حضور ﷺ نے ایک شخص کے مونڈھوں پر ہاتھ رکھ کر یہ دونوں سورتیں پڑھائیں اور فرمایا جب نماز پڑھے تو انہیں پڑھا کر۔“ ⑩ ظاہر یہ معلوم ہوتا =

① احمد، ۴/ ۱۴۴؛ ابو داؤد، کتاب الوتر، باب فی المعوذتین، ۱۴۶۲ وسندہ حسن؛ نسائی، ۵۴۳۹۔

② ابو داؤد، کتاب الوتر، باب فی الاستغفار، ۱۵۲۳ وسندہ حسن؛ ترمذی، ۲۹۰۳؛ نسائی، ۱۳۳۷؛ احمد، ۴/ ۱۵۵؛ ۲۰۱۔

③ احمد، ۴/ ۱۴۶ ح ۱۷۳۲۲ وسندہ ضعیف، ابن لہیعہ عنعن۔

④ احمد، ۴/ ۱۴۹؛ نسائی، کتاب الاستعاذۃ، باب ماجاء فی سورتین، ۵۴۳۵ وهو حدیث حسن۔

⑤ السنن الکبریٰ للنسائی، ۷۸۰۷؛ وفی الصغریٰ، ۵۴۳۳ وهو حدیث حسن۔

⑥ نسائی، کتاب الاستعاذۃ، باب ماجاء فی سورۃ المعوذتین، ۵۴۴۰ وهو حدیث حسن۔

⑦ نسائی، حوالہ سابق، ۵۴۳۷ وهو حدیث صحیح۔

⑧ نسائی، حوالہ سابق، ۵۴۴۱ وهو حدیث صحیح۔

⑨ نسائی، حوالہ سابق، ۵۴۳۴ وهو حدیث حسن۔

⑩ احمد، ۵/ ۲۴ وسندہ صحیح۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ۝ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ۝ وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ ۝

وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِي الْعُقَدِ ۝ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ۝

ترجمہ: اللہ تعالیٰ مہربانی اور رحم کرنے والے کے نام سے شروع کرتا ہوں۔

تو کہہ کہ میں صبح کے رب کی پناہ میں آتا ہوں [۱] ہر اس چیز کی برائی سے جو اس نے پیدا کی ہے [۲] اور اندھیری رات کی برائی سے جب اس کا اندھیرا پھیل جائے۔ [۳] اور گرہ لگا کر ان میں پھونکنے والیوں کی برائی سے بھی [۴] اور حسد کرنے والے کی برائی سے بھی جب وہ حسد کرے۔ [۵]

= ہے کہ یہ شخص حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ ہوں وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ حضرت عبداللہ بن اسلمی رضی اللہ عنہ کے سینے پر ہاتھ رکھ کر آپ ﷺ نے فرمایا کہہ: ”وہ نہ سمجھے کہ کیا کہیں پھر فرمایا کہہ تو انہوں نے سورہ ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ اُلغ۔ پڑھی آپ ﷺ نے فرمایا کہہ پھر سورہ فلق پڑھی۔ آپ ﷺ نے پھر بھی یہی فرمایا تو سورہ ناس پڑھی تو آپ ﷺ نے فرمایا اسی طرح پناہ مانگا کر اس جیسی پناہ مانگنے کی اور سورتیں نہیں“ (نسائی)۔ ①

نسائی کی اور حدیث میں ہے کہ ”حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے یہ دونوں سورتیں آپ ﷺ نے پڑھوائیں پھر فرمایا انہیں پڑھتا رہ ان جیسی سورتیں تو اور نہ پڑھے گا۔“ ② ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا والی وہ حدیث پہلے گزر چکی ہے کہ ”حضور ﷺ انہیں پڑھ کر اپنے دونوں ہاتھوں پر پھونک کر اپنے سر چہرے اور سامنے جسم پر پھیر لیتے تھے۔“ مؤطا امام مالک میں ہے کہ ”جب نبی ﷺ بیمار پڑتے تو ان دونوں سورتوں کو پڑھ کر اپنے اوپر پھونک لیا کرتے تھے جب آپ ﷺ کی بیماری سخت ہوئی تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا معوذات پڑھ کر خود آپ کے ہاتھوں کو آپ ﷺ کے جسم مبارک پر پھیرتی تھیں اور اس سے قصد آپ کا آپ ﷺ کے ہاتھوں کی برکت کا ہوتا تھا۔“ ③ سورہ ناس کی تفسیر کے آخر میں یہ حدیث گزر چکی ہے کہ ”رسول اللہ ﷺ جنات کی اور انسانوں کی آنکھوں سے پناہ مانگا کرتے تھے جب یہ دونوں سورتیں اتریں تو آپ ﷺ نے انہیں لے لیا اور باقی سب چھوڑ دیں۔“ امام ترمذی رحمہ اللہ اسے حسن صحیح فرماتے ہیں۔ ④

فلق کا معنی: [آیت: ۱-۵] حضرت جابر رضی اللہ عنہ وغیرہ فرماتے ہیں فلق کہتے ہیں صبح کو خود قرآن میں اور جگہ ہے ﴿فَالِقُ الْاِصْبَاحِ﴾ ⑤ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ فلق سے مراد مخلوق ہے۔ حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ فلق جہنم میں ایک جگہ ہے جب اس کا دروازہ کھلتا ہے تو اس کی آگ کی گرمی اور سختی کی وجہ سے تمام جہنمی چیخنے لگتے ہیں۔ ایک مرفوع حدیث میں بھی اسی کے قریب قریب مروی ہے لیکن وہ حدیث منکر ہے۔ یہ بھی بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ جہنم کا نام ہے۔

① السنن الكبرى للنسائي، ۷۸۴۵ وسنده ضعيف، في سماع يزيد بن رومان من عقبه بن عامر رضي الله عنه نظر۔

② نسائي، كتاب الاستعاذه، باب ماجاء في سورتى المعوذتين، ۵۴۴۳ وسنده حسن۔ ③ صحيح بخارى، كتاب فضائل القرآن، باب فضل المعوذات، ۵۰۱۶؛ صحيح مسلم، ۲۱۹۲؛ ابوداود، ۳۹۰۲؛ ابن ماجه، ۳۵۲۹؛ احمد، ۱۰۴/۲؛ مؤطا امام مالك، كتاب العين والرقية في مرض۔ ④ ترمذی، كتاب الطب، باب ماجاء في الرقية بالمعوذتين، ۲۰۵۸ وسنده ضعيف سعيد الجري راوي مخطوط ہے۔ نسائي، ۵۴۹۶؛ ابن ماجه، ۳۵۱۱۔ ⑤ ۶/ الانعام: ۹۶۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سب سے زیادہ ٹھیک قول پہلا ہی ہے یعنی مراد اس سے صبح ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ بھی یہی فرماتے ہیں اور یہی صحیح ہے۔ تمام مخلوق کی برائی سے جس میں جہنم بھی داخل ہے اور ابلیس اور اولاد ابلیس بھی۔ عاصی سے مراد رات ہے اذوقب سے سورج کا غروب ہو جانا مراد ہے یعنی رات جب اندھیرا لپیے ہوئے آجائے۔ ابن زید رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ عرب ثریا ستارے کے غروب ہونے کو عاصی کہتے ہیں بیماریاں اور وبائیں اس کے واقع ہونے کے وقت بڑھ جاتی تھیں اور اس کے طلوع ہونے کے وقت اٹھ جاتی تھیں۔ ایک مرفوع حدیث میں ہے کہ ستارہ عاصی ہے لیکن اس کا مرفوع ہونا صحیح نہیں۔ بعض مفسرین کہتے ہیں کہ مراد اس سے چاند ہے۔

ان کی دلیل مسند احمد کی یہ حدیث ہے جس میں ہے کہ ”رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا ہاتھ تھامے ہوئے چاند کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: اللہ تعالیٰ سے اس عاصی کی برائی سے پناہ مانگ۔“ ① اور روایت میں ہے کہ ﴿عَاصِي اِذَا وُكِبَ﴾ سے یہی مراد ہے دونوں قولوں میں با آسانی یہ تطبیق ہو سکتی ہے کہ چاند کا چڑھنا اور ستاروں کا ظاہر ہونا وغیرہ یہ سب رات ہی کے وقت ہوتا ہے جب رات آجائے۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

گرہوں پر پھونکنے والیاں: گرہ لگا کر پھونکنے والیوں سے مراد جادوگر عورتیں ہیں۔ حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ”شُرک کے بالکل قریب وہ منتر ہیں جنہیں پڑھ کر سانپ کے کانٹے پر دم کیا جاتا ہے اور آسیب زدہ پر۔“ دوسری حدیث میں ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام رسول اللہ ﷺ کے پاس تشریف لائے اور فرمایا ”اے محمد ﷺ! کیا آپ بیمار ہیں آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے یہ دعا پڑھی (بِسْمِ اللّٰهِ اَرْفِيْكَ مِنْ كُلِّ دَآءٍ يُّؤْذِيْكَ وَمِنْ كُلِّ حَاسِدٍ عَيْنِ الْكَلْبِ يَشْفِيْكَ) یعنی اللہ تعالیٰ کے نام سے میں دم کرتا ہوں ہر اس بیماری سے جو تجھے دکھ پہنچائے اور ہر حاسد کی برائی اور بد نظر سے اللہ تجھے شفا دے۔“ ②

آنحضرت ﷺ پر جادو کرنے کی کوشش: اس بیماری سے مراد شدیدہ بیماری ہے جب کہ آپ ﷺ پر جادو کیا گیا تھا پھر اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو عافیت اور شفا بخشی اور حاسد یہودیوں کے جادو کے مکر کو رد کر دیا اور ان کی تدبیروں کو بے اثر کر دیا اور انہیں رسوا اور نصیحت کیا، لیکن باوجود اس کے رسول اللہ ﷺ نے کبھی بھی اپنے اوپر جادو کرنے والے کو ڈانٹا یا شک نہیں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی کفایت کی اور آپ ﷺ کو عافیت اور شفا عطا فرمائی۔ مسند احمد میں ہے کہ ”نبی ﷺ پر ایک یہودی نے جادو کیا جس سے کئی دن تک آپ ﷺ بیمار رہے پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آ کر بتایا کہ فلاں یہودی نے آپ ﷺ پر جادو کیا ہے اور فلاں فلاں کنوئیں میں گرہیں لگا کر رکھا ہے آپ ﷺ کسی کو بھیج کر اسے نکلوا لیجیے۔ آنحضرت ﷺ نے آ دی بھیجا اور اس کنوئیں سے وہ جادو نکلوا لیا، گرہیں کھول دیں سارا اثر جاتا رہا پھر نہ تو آپ ﷺ نے اس یہودی سے کبھی ذکر کیا اور نہ کبھی اس کے سامنے منہ میلا کیا۔“ ③ صحیح بخاری کتاب الطب میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ”رسول اللہ ﷺ پر جادو کیا گیا“ آپ ﷺ سمجھتے تھے کہ آپ ﷺ ازواج مطہرات کے پاس آئے حالانکہ نہ آئے تھے۔“

حضرت سفیان رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہی سب سے بڑا جادو کا اثر ہے۔ جب یہ حالت آپ ﷺ کی ہوئی، ایک دن آپ ﷺ فرمانے لگے ”کہ عائشہ! میں نے اپنے رب سے پوچھا اور میرے پروردگار نے بتلادیا“ دو شخص آئے ایک میرے سر ہانے

① احمد، ۶/ ۶۱، ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورة المعوذتين، ۳۳۶۶ وسندہ حسن؛ حاکم، ۲/ ۵۴۰۔

② صحيح مسلم، کتاب السلام، باب المرض والرقی، ۵۱۸۶۔

③ احمد، ۴/ ۳۶۷؛ نسائی، کتاب تحریم الدم، باب سحرة اهل الكتاب، ۴۰۸۵ وهو حديث صحيح۔

بیٹھا ایک پانچویں سرہانے والے نے اس دوسرے سے پوچھا ان کا کیا حال ہے؟ دوسرے نے کہا ان پر جادو کیا گیا ہے۔ پوچھا کس نے جادو کیا ہے؟ کہا لید بن اعصم نے جو بنی زریق کے قبیلے کا ہے جو یہود کا حلیف ہے اور منافق شخص ہے۔ کہا کس چیز میں؟ کہا سر کے بالوں اور کنگھی میں۔ پوچھا دکھا کہاں ہے؟ کہا ترکھور کے درخت کے چھال میں پتھر کی چٹان تلے ذروان کے کنوئیں میں۔ پھر حضور ﷺ اس کنوئیں کے پاس تشریف لائے اور اس میں سے وہ نکلوایا اس کا پانی ایسا تھا گویا مہندی کا گدلا پانی اس کے پاس کے کھجوروں کے درخت شیطانوں کے سر جیسے تھے۔ میں نے کہا بھی کہ یا رسول اللہ! ان سے بدلہ لینا چاہیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

الحمد لله اللہ تعالیٰ نے مجھے تو شفا دیدی اور میں لوگوں میں برائی پھیلانا پسند نہیں کرتا۔ ①

دوسری روایت میں یہ بھی ہے کہ ایک کام کرتے نہ تھے اور اس کے اثر سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ گویا میں کر چکا ہوں۔ اور یہ بھی ہے کہ اس کنوئیں کو آپ ﷺ کے حکم سے بند کر دیا گیا۔ ② یہ بھی مروی ہے کہ چھ مہینے تک آپ ﷺ کی یہی حالت رہی۔ ③ تفسیر الثعلبی میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ”یہود کا ایک بچہ نبی ﷺ کی خدمت کیا کرتا تھا اسے یہود یوں نے بہکا سکھا کہ آپ ﷺ کے چند بال اور آپ ﷺ کی کنگھی کے چند دندانے منگوا لیے اور ان میں جادو کیا اس کام میں زیادہ تر کوشش کرنے والا لید بن اعصم تھا، پھر ذروان نامی کنوئیں میں جو بنو زریق کا تھا اس میں ڈال دیا، پھر حضور ﷺ بیمار ہو گئے سر کے بال جھڑنے لگے۔ خیال آتا تھا کہ میں عورتوں کے پاس ہوا یا حالانکہ آتے نہ تھے۔ گو آپ ﷺ اسے دور کرنے کی کوشش میں تھے لیکن وجہ معلوم نہ ہوتی تھی چھ ماہ تک یہی حالت رہی، پھر وہ واقعہ ہوا جو اوپر بیان کیا کہ فرشتوں کے ذریعہ آپ ﷺ کو اس تمام حال کا علم ہو گیا اور آپ ﷺ نے حضرت علی کو حضرت زبیر کو اور حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہم کو بھیج کر کنوئیں میں سے وہ سب چیزیں نکلوائیں۔ ان میں ایک تانت تھی جس میں بارہ گرہیں لگی ہوئی تھیں اور ہر گرہ پر ایک سوئی جھبی ہوئی تھی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے یہ دونوں سورتیں اتاریں، حضور ﷺ ایک ایک آیت ان کی پڑھتے جاتے تھے اور ایک گرہ اس کی خود بخود کھلتی جاتی تھی جب یہ دونوں سورتیں پوری ہوئیں وہ سب گرہیں کھل گئیں اور آپ ﷺ بالکل شفا یاب ہو گئے۔“

ادھر جبریل علیہ السلام نے وہ دعا پڑھی جو اوپر گزر چکی ہے۔ لوگوں نے کہا ”حضور! ہمیں اجازت دیجیے کہ ہم اس خبیث کو کچڑ کرقل کر دیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں اللہ تعالیٰ نے تو مجھے تندرستی عطا فرمائی اور میں لوگوں میں شر و فساد پھیلانا نہیں چاہتا۔“ یہ روایت تفسیر الثعلبی میں بلا سند مروی ہے۔ اس میں غرابت بھی ہے اور اس کے بعض حصے میں سخت نکارت ہے اور بعض کے شواہد بھی ہیں جو پہلے بیان ہو چکے وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔



① صحیح بخاری، کتاب الطب، باب هل يستخرج السحر، ۷۵۶۵؛ صحیح مسلم، ۲۱۸۹۔

② صحیح بخاری، کتاب بدء الخلق، باب صفة ابليس وجنوده، ۳۲۶۸۔ ③ احمد، ۶۳/۶ وسندہ صحیح۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۝ إِلَهِ النَّاسِ ۝ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ ۝

الْخَنَاسِ ۝ الَّذِي يُوَسْوِسُ فِي صُدُورِ النَّاسِ ۝ مِنَ الْغِيَةِ وَالنَّاسِ ۝

ترجمہ: شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ بخشش اور مہربانی کرنے والے کے نام سے۔

تو کہہ کہ میں لوگوں کے پروردگار کی پناہ میں آتا ہوں [۱] لوگوں کے مالک کی [۲] اور لوگوں کے معبود کی (پناہ میں) [۳] و سوسہ ڈالنے والے پیچھے ہٹ جانے والے کی برائی سے۔ [۴] جو لوگوں کے سینوں میں وسوسہ ڈالتا ہے [۵] خواہ وہ جن ہو یا انسان۔ [۶]

اللہ کی تین صفات: [آیت: ۱-۶] اس میں اللہ عزوجل کی تین صفتیں بیان ہوئی ہیں پالنے اور پرورش کرنے کی مالک اور شہنشاہ ہونے کی معبود اور لائق عبادت ہونے کی تمام چیزیں اسی کی پیدا ہوئی ہیں اور اسی کی ملکیت میں ہیں اور اسی کی غلامی میں مشغول ہیں پس وہ حکم دیتا ہے کہ ان پاک اور برتر صفات والے اللہ کی پناہ میں آ جائے جو بھی پناہ اور پناہ کا طالب ہو۔ شیطان جو انسان پر مقرر ہے اس کے وسوسوں سے بچانے والا ہے ہر انسان کے ساتھ یہ ہے۔ برائیوں اور بدکاریوں کو خوب زینت دار کر کے لوگوں کے سامنے وہ پیش کرتا رہتا ہے اور ہرکانے میں راہ راست سے ہٹا دینے میں کوئی کی نہیں کرتا اس کے شر سے وہی محفوظ رہ سکتا ہے جسے اللہ بچالے۔ صحیح حدیث میں ہے کہ تم میں سے ہر شخص کے ساتھ ایک شیطان ہے لوگوں نے عرض کیا کیا آپ کے ساتھ بھی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں! لیکن اللہ تعالیٰ نے اس پر میری مدد فرمائی ہے پس میں سلامت رہتا ہوں وہ مجھے صرف نیکی اور اچھائی کی بات ہی کہتا ہے۔ ①

شیطان وسوسے ڈالتے ہیں: بخاری و مسلم کی اور حدیث میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی زبانی ایک واقعہ منقول ہے جس میں بیان ہے کہ حضور ﷺ جب اعتکاف میں تھے تو ام المؤمنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کے پاس رات کے وقت آئیں جب واپس جانے لگیں تو حضور ﷺ بھی پہنچانے کے لیے ساتھ چلے راستے میں دو انصاری صحابی مل گئے جو آپ ﷺ کو بی بی صاحبہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ دیکھ کر جلدی چل دیے۔ حضور ﷺ نے انہیں آواز دے کر ٹھہرایا اور فرمایا سنو! میرے ساتھ میری بیوی صفیہ بنت جحش رضی اللہ عنہا ہیں۔ انہوں نے کہا: سبحان اللہ! یا رسول اللہ! اس فرمان کی ضرورت ہی کیا تھی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: انسان کے خون کے جاری ہونے کی جگہ میں شیطان گھومتا پھرتا رہتا ہے مجھے خیال ہوا کہ کہیں تمہارے دلوں میں وہ کوئی بدگمانی نہ ڈال دے۔ ②

حافظ ابو یعلیٰ موصیٰ رحمہ اللہ نے ایک حدیث وارد کی ہے جس میں ہے کہ نبی ﷺ فرماتے ہیں کہ ”شیطان اپنا ہاتھ انسان کے دل پر رکھے ہوئے ہے اگر یہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے تب تو اس کا ہاتھ ہٹ جاتا ہے اور اگر یہ ذکر اللہ بھول جاتا ہے تو وہ اس کے دل پر پورا قبضہ کر لیتا ہے“ یہی وسوسا الخناس ہے۔ ③ یہ حدیث غریب ہے۔ مسند احمد میں ہے کہ ”رسول اللہ ﷺ اپنے گدھے پر سوار ہو کر کہیں تشریف لے جا رہے تھے ایک صحابی آپ ﷺ کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے گدھے نے ٹھوکر کھائی تو ان کے منہ سے نکلا

① صحیح مسلم، کتاب صفات المنافقین، باب تحریش الشیطان وبعثه سرايا لفتنة الناس، ۲۸۱۴: ۱/ ۳۸۵، دارمی، ۳۰۶/ ۲۔ ② صحیح بخاری، کتاب الاعتکاف، باب هل يخرج المعتكف لحوائجه الى باب المسجد، ۲۰۳۵: ۲۱۷۵، ابوداؤد، ۲۴۷۰: ۶/ ۳۳۷، ابن حبان، ۳۶۷۱۔ ③ مسند ابی یعلیٰ، ۴۳۰۱: ۱/ ۴۳۰۱، وسندہ ضعیف؛ مجمع الزوائد، ۷/ ۱۱۴۹ اس کی سند میں عدی بن ابی عمارۃ اور زیاد الثمیری ضعیف راوی ہیں۔

شیطان برباد ہو۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا یوں نہ کہو اس سے شیطان بڑھ جاتا ہے اور کہتا ہے کہ میں نے اپنی قوت سے گرا دیا اور جب تم بسم اللہ کہو تو وہ گھٹ جاتا ہے یہاں تک کہ مکھی کے برابر ہو جاتا ہے۔“ ① اس سے ثابت ہوا کہ ذکر اللہ سے شیطان پست اور مغلوب ہو جاتا ہے اور اس کے چھوڑ دینے سے بڑا ہو جاتا ہے اور غالب آ جاتا ہے۔ مسند احمد میں ہے کہ ”رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ جب تم میں سے کوئی مسجد میں ہوتا ہے اس کے پاس شیطان آتا ہے اور اسے تھکاتا اور بہلاتا ہے جیسے کوئی شخص اپنے جانور کو بہلاتا ہو پھر اگر وہ خاموش رہا تو وہ ناک میں کیل یا منہ میں لگام چڑھا دیتا ہے۔“

شیطان جن اور انسان دونوں میں ہوتے ہیں: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث بیان فرما کر فرمایا کہ تم خود اسے دیکھتے ہو کیل والا تو وہ ہے جو ایک طرف جھکا کھڑا ہو اور اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ کرتا ہو اور لگام والا وہ ہے جو منہ کھولے ہوئے ہو اور اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ کرتا ہو۔ ② حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ ”شیطان ابن آدم کے دل پر چنگل مارے ہوئے ہے جہاں یہ بھولا اور غفلت کی اس نے دوسرے ڈالنے شروع کئے اور جہاں اس نے ذکر اللہ کیا اور یہ پیچھے ہٹا۔“ سلیمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ”مجھ سے یہ بیان کیا گیا ہے کہ شیطان راحت و رنج کے وقت انسان کے دل میں سوراخ کرنا چاہتا ہے یعنی اسے بہکا نا چاہتا ہے اگر یہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے تو یہ بھاگ کھڑا ہوتا ہے۔“ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ بھی مروی ہے کہ ”شیطان برائی سکھاتا ہے جہاں انسان نے اس کی مان لی پھر ہٹ جاتا ہے۔ پھر فرمایا جو دوسرے ڈالتا ہے لوگوں کے سینے میں لفظ ناس جو انسان کے معنی میں ہے اس کا اطلاق جنوں پر بھی بطور غلبہ کے آ جاتا ہے۔“ قرآن کریم میں اور جگہ ﴿إِسْرِ جِبَالٍ مِّنَ الْجِبْتِ﴾ ③ کہا گیا ہے تو جنات کو لفظ ناس میں داخل کر لینے میں کوئی قباحت نہیں۔ غرض یہ ہے کہ شیطان جنات کے اور انسان کے سینے میں دوسرے ڈالتا رہتا ہے۔

اس کے بعد کے جملے ﴿مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ﴾ کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ جن کے سینوں میں شیطان دوسرے ڈالتا ہے وہ جن بھی ہیں اور انسان بھی اور دوسرا مطلب یہ ہے کہ وہ دوسرا ڈالنے والا خواہ کوئی جن ہو یا کوئی انسان جیسے اور جگہ ہے ﴿وَكَمْ لَكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَاطِئِينَ الْإِنسِ وَالْجِنِّ يُوحِي بَعْضُهُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ ذُخُرَ الْقَوْلِ غُرُورًا﴾ ④ یعنی اسی طرح ہم نے ہر نبی کے دشمن انسانی اور جنات شیطان بنائے ہیں ایک دوسرے کے کان میں دھوکے کی باتیں بنا سنوا کر ڈالتے رہتے ہیں۔

معوذتین کا پڑھنا جادو وغیرہ سے حفاظت کا ذریعہ ہے: مسند احمد میں ہے کہ ”حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس مسجد میں آیا اور بیٹھ گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا نماز بھی پڑھی؟ میں نے کہا نہیں۔ فرمایا کھڑے ہو جاؤ اور دو رکعتیں ادا کر لو۔ میں اٹھا اور دو رکعتیں پڑھ کر بیٹھ گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اے ابو ذر! اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگو انسان شیطانوں اور جن شیطاں سے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا انسانی شیطان بھی ہوتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں! میں نے کہا: یا رسول اللہ! نماز کیسی چیز ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بہترین چیز ہے جو چاہے کم کرے جو چاہے زیادتی کرے۔ میں نے عرض کیا روزہ؟ فرمایا: کافی ہونے والا فرض ہے اور اللہ تعالیٰ کے پاس زیادتی ہے۔ میں نے پھر پوچھا صدقہ؟ حضور ﷺ نے فرمایا: بہت ہی بڑھا چڑھا کر کئی کئی گنا کر کے بدلہ دیا جائے گا۔ میں نے پھر عرض کیا حضور! کونسا صدقہ افضل ہے؟ فرمایا: باوجود مال کی کمی کے صدقہ کرنا یا چپکے سے چھپا کر کسی مسکین فقیر کے ساتھ سلوک کرنا۔ میں نے سوال کیا حضور! سب سے پہلے نبی کون تھے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ حضرت آدم علیہ السلام۔ میں نے کہا کیا وہ نبی تھے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں نبی اور وہ بھی وہ جن سے اللہ تعالیٰ نے بات چیت کی۔ میں

① احمد، ۵/۵۹: ابو داود، کتاب الأدب، باب: ۷۷، حدیث ۴۹۸۲ وسندہ صحیح۔

② احمد، ۲/۳۳۰ ح ۸۳۷۰ وسندہ حسن۔ ③ ۷۲/الجن: ۶۔ ④ ۶/الانعام: ۱۱۲۔

نے عرض کیا یا رسول اللہ! رسول کتنے ہوئے؟ فرمایا تین سو کچھ اور پرس بہت بڑی جماعت اور کبھی فرمایا تین سو پندرہ۔ میں نے کہا یا رسول اللہ! جو کچھ آپ پر نازل کیا گیا ان میں سب سے بڑی عظمت والی آیت کوئی ہے؟ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا آیۃ الکرسی ﴿اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ﴾ الخ۔^① یہ حدیث نسائی میں بھی ہے اور ابوحاتم ابن حبان کی ”صحیح ابن حبان“ میں تو دوسری سند سے دوسرے الفاظ کے ساتھ یہ حدیث بہت بڑی ہے واللہ اعلم۔ مسند احمد کی ایک اور حدیث میں ہے کہ ایک شخص نے نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ ”یا رسول اللہ! میرے دل میں تو ایسے ایسے خیالات آتے ہیں کہ ان کا زبان سے نکالنا مجھ پر آسمان پر سے گر پڑنے سے بھی زیادہ برا ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا ((اللَّهُ أَكْبَرُ، اللَّهُ أَكْبَرُ)) اللہ تعالیٰ ہی کے لیے حمد و ثنا ہے جس نے شیطان کے مکر و فریب کو دوسو سے میں ہی لوٹا دیا۔^② یہ حدیث ابوداؤد اور نسائی میں بھی ہے۔“

الْحَمْدُ لِلَّهِ سُوْرَةُ نَاسِ کی تفسیر ختم ہوئی۔ اور اس کے ساتھ ہی تفسیر ابن کثیر کا تیسواں پارہ تمام ہوا۔



① احمد، ۵/۱۷۸، نسائی، کتاب الاستعاذۃ، باب الاستعاذۃ من شر شیاطین الانس، ۵۵۰۹ وسندہ ضعیف اس کی سند میں ابومرود مشقی ضعیف اور اسعدوی غلط راوی ہے۔
② احمد، ۱/۲۳۵؛ ابوداؤد، کتاب الأدب، باب فی رد الوسوسۃ، ۵۱۱۲ وسندہ صحیح؛ مسند الطیالسی، ۲۷۰۴؛ ابن حبان، ۱۴۷۔



پیش قدم تسبیح

